الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۝ وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ۝ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ۝

صاف سے تولو اور تول گھٹاؤ۔ اور زمین کو رکھا لوگوں کے لیے بچھا ہوا ہے اس میں میوے ہیں اور کھجوریں کہ جن پر شگوفے چڑھے ہیں

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَخَلَقَ الْ

بھس والا اور خوشبو کے پھول۔ پھر اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ انسان کو خشک مٹی سے بنایا جیسا کہ ٹھیکری۔ اور جن کو شعلہ

مِنْ نَارٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝

سے بنایا۔ پھر تم اے جن و انس اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ مالک دو مشرق کا اور مالک دو مغرب کا۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

## ترکیب

بضم التاء اسے ولا تنقصوا الوزن وقیل التقدیر فی المیزان۔ ویقرء بفتح التاء والخاء والاول اصح۔ للانام متعلق بوضعہا والحب بالرفع عطفا علی

الریحان کذلک۔ ویقرء بالنصب ای خلق الحب۔ کالفخار نعت لصلصال من نار نعت لمارج۔ رب المشرقین ای ہو وقیل ہو مبتدأ وخبرہ مرج

الاکمام جمع کم بالکسر وہو وعاء الثمر اصلہ یطلق علی ما ستر شیئا منہ کم القمیص بالضم ۔

## تفسیر

در علت و سبب کے عدل قائم کرنا بیان فرمایا تھا اب بصراحت حکم دیتا ہے واقیموا الوزن بالقسط کہ دنیا میں انصاف کی ترازو سے تولو

جامع معنی ہے جس میں سودا سلف کا انصاف سے تولنا بھی داخل ہے اور عموماً ہر بات میں حق بات کہنا اور حق پر عمل کرنا اور عبادت میں

حقوق العباد سے لیکر حقوق اللہ تک بلکہ اپنے نفس کے حقوق دنیاوی و دینی سب میں انصاف کی ترازو ہاتھ میں رکھنے اور تولنے کا حکم

بنا کر سونے اور چلنے پھرنے سونے جاگنے میں۔ کیا جامع کلمہ ہے جس میں صدہا حکمت کے خزانے دفینے ہوئے ہیں۔ پھر اسکی تاکید کیجاتی

میزان کو اس ترازو میں گھٹاؤ نہیں یعنی بے انصافی نہ کرو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر تم ایسا کرو گے تو قیامت میں تمہارے اعمال کی ترازو

ہوگی پس تم اپنی اس میزان میں کمی کرنے کا سبب نہ ہو۔

سماویات کے بعد عالم سفلی کی ایجاد میں جو کچھ انتظام اور مصلحتیں اور حکمتیں ملحوظ رکھی ہیں انکو بیان کر کے اپنا قادر و رحیم ہونا ثابت کرتا ہے۔

والارض وضعہا للانام کہ زمین کو انسان کے لیے کس طرح سے بچھایا اور انکے آرام کرنے کے قابل بنایا کہ جس پر بلا کلفت و تکلف بستے اور چلتے

ہیں نہ وہ ڈگمگاتی ہے نہ ایسی گول ہے کہ جس پر بیٹھ نہ سکیں اور نہ صرف یہی بات ہے بلکہ فیہا فاکہۃ والنخل ذات الاکمام۔ اس میں

انسان کے میوے ہیں اور کھجوریں بھی ہیں جنکے پھلوں پر غلاف ہوتے ہیں۔ یعنی میوے ہی پر موقوف نہیں

# فہرست مضامین کتاب ہذا

مقام میں رہنے سے طبیعت بھر جاتی ہے کبھی یہاں کبھی وہاں سیر و تفریح کے لیے ایک گھر دوسرا
لے میں دوسری طاعت کے بدلے میں۔ یا ایک عقیدۂ پاک کے سبب دوسری اعمال۔ کے سبب
باغوں کا وصف بیان فرماتا ہے ذواتا افنان شاخوں والے یعنی پھلے پھولے ہرے بھرے
ان۔ فیہما عینان تجریان۔ یہ دوسری صفت ہے کہ ان دونوں میں دو نہر جاری ہونگی
کے کام کیے ہیں اور پھر کہیں فواروں میں سے پانی کا گرنا کہیں چادریں چھٹنا سب فرحت بخشا
صفت ہے صرف بہار ہی نہیں بلکہ ہر ایک قسم کے میوے بھی ان میں ہو نگے جو نہ موسم کے
سے خراب ہوں۔ زوجان المتقان والذعان ذواتی فی الجنۃ من کل نوع من ثمار الزبرجان
ہونگی رنگ اور ذائقہ اور خوشبو اور چھوٹے بڑے ہوتے ہیں۔ فبای آلاء ربکما تکذبان ولی فرش بطائنہا
جنکے استر مخمل کے ہونگے۔ یہ چوتھی صفت ہے کہ فرش ہونگے اس اور بچھونوں پر
ان باغوں میں ان نہروں کے اور باغ میں رہ کر ساتھ جواہرات ہونگے
سرخ کے تکیہ لگائے ہیں۔ قدرت۔ ان کا آسمانی گلکاری کی ہوئی اور
سے ملا ہوا ہے ... یعنی ریشمی مخمل اور یہ بھی نہیں کہ باوجود اس خوبی کے ...
اونچی جگہ ہوں کہ جھکنے لئے ... اٹھانی پڑے بلکہ وجنا الجنتین دان انکے ... نیچے جھکے ہوں
ہے۔ یہ پانچویں صفت ہے ... اعلیٰ اور نفیس مکانات اور آراستہ فرش اور عمدہ کھانا
ہے اور جلسہ کی شے دوبالا ہو جاتا ہے ایسے عمدہ ... پر پھول تو جانا بیسی لیے فرماتا ہے
صفت ہے کہ وہاں ایسی نیک سیرت عورتیں ہونگی ... نگاہیں ہونگی شوخ چشم
پیدائشی ہوگا یہ نہیں کہ پہلے بدکار تھیں پھر توبہ کر کے نیک ہوگئی ہوں ... دونوں سے
نے انکے پہلے ہاتھ ہی نہیں لگایا ہوگا نہ جن نے نہ انسان نے یہ انکی سیرت کی خوبی بیان
حسن صورت ہیچ۔ اسکے بعد حسن صورت بیان فرماتا ہے۔ کانہن الیاقوت والمرجان گویا وہ یاقوت
ن کو متضمن ہے۔ فبای آلاء ربکما تکذبان انسان کا جہاں تک خیال جا سکتا ہے اور جن چیزوں کو
ہے انکو وہاں اسکے خیال سے بھی بڑھکر نعمتیں ہیں۔ ہل جزاء الاحسان الا الاحسان یعنی

آسمان کے نیلے بہت گہری ہمکو دکھائی دیتی ہے اور اسی لیئے ہی کہ ہم آسمان کہتے ہیں باقی جو کچھ ہو قرآن مجید کا صاف مطلب یہی قدر ہے متعلق ہے کہ قیامت کے روز آسمان پھٹ جاوینگے یعنی خراب ہو جاوینگے اور اس وقت بڑی ہیبت کے وقت سرخی نمودار ہوگی۔ اور آسمان سرخ ہو جاویگا اسکے قہر و جبروت کے آثار اسپر ظاہر ہونگے اور وہ خونی لباس سے ملبوس ہوگا ؎

یہ بھی اسکی بڑی نعمت ہے کیونکہ یہ آسمان فنا ہوں تو عالم قدس آباد ہو۔ اسلیئے فرماتا ہے فبای آلاء ربکما تکذبان کہ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ پھر اس روز مجرموں کے ساتھ کیا ہوگا۔ فقال فیومئذ لا یسئل عن ذنبہ انس ولا جان کہ اس روز کسی انسان کسی جن سے اسکے گناہ کی بابت کچھ نہ پوچھا جاویگا۔ یہ بڑی تہدید ہے جس سے عاقل گناہ سے بچنے میں بڑی کوشش کرسکتا ہے اسلیئے یہ بھی اسکی ایک نعمت ہے۔ فبای آلاء ربکما تکذبان اسکے بعد اس پوچھنے نہ پوچھنے کا سبب بیان فرماتا ہے فقال یعرف المجرمون بسیماھم فیؤخذ بالنواصی والاقدام کہ گنہگار اپنے چہروں سے خود پہچانے جاوینگے گناہوں کا داغ اور اسکی سیاہی انکے منہ پر خود ظاہر کر دیگی کہ یہ گنہگار ہے۔ پھر پوچھنے کی کیا حاجت ہے؟ پھر ان کو سر کے بال اور ٹانگیں پکڑ پکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جاویگا۔ الٰہی ہمیں اس سے بچائیو ؎

**ف** اس قسم کی آیات کے کہ جہاں نہ پوچھے جانے کا ذکر ہے وہ آیات مخالف نہیں کہ جہاں سوال کرنے کا ذکر ہے۔ فوربک لنسئلنھم اجمعین کہ تیرے رب کی یعنی اپنی قسم کہ ہم ہر ایک سے ضرور ہی پرسش کرینگے کیونکہ ایک مقام خاص پر مراد ہے اور یہ سوال کرنا دوسری جگہ ہوگا۔ یا یہ کہ وہ سوال کرنا بطور دریافت کرنے کے ہوگا بلکہ بطور تہدید کے ہوگا اور یہاں بھی سوال نہ کیئے جانے سے یہی مراد ہے کہ بطور دریافت کے سوال نہ ہوگا کیونکہ وہ معلوم ہو جاویگا اور انکے ہاتھ پاؤں گواہی دینگے۔ یہ کلام بھی بڑی تہدید کا ہے جو انسان کو سعادت کی طرف کھینچ کر لانے والا ہے اسلیئے یہ بھی ایک نعمت ہے فقال فبای آلاء ربکما تکذبان۔ پھر ان دوزخیوں سے کہا جاویگا ھذہ جہنم التی یکذب بہا المجرمون۔ کہ یہ وہی تو جہنم ہے کہ جسکو یہ گنہگار دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے یطوفون بینہا وبین حمیم آن۔ اب یہ حال ہے کہ وہ گنہگار اس دوزخ میں اور اس کے اندر جو گرم اور کھولتا ہوا پانی ہے اسکے بیچ میں پھرتے ہیں جس کا انکار تھا وہ آنکھوں کے سامنے آگیا ؎

مدہامتان [illegible] مشتق ہے جس کے معنی لغت میں سیاہی کے ہیں [illegible] کہتے ہیں [illegible]
[illegible] کے معنی [illegible] سبز [illegible] کہتے ہیں [illegible] سبزی [illegible] سبزہ [illegible]
[illegible] یعنی پانی کی کثرت اور شادابی [illegible] دونوں باغوں [illegible] ہے ۞

نضاختان [illegible] کے معنی ہیں [illegible] پانی کا [illegible] فوارے کی طرح [illegible] کے معنی ہیں کہ [illegible]
[illegible] اس کے [illegible] یعنی ان دونوں باغوں میں [illegible] پانی فوارے کی طرح سے [illegible] ہوگا
[illegible] پانی کا [illegible] عجب [illegible] ہے ۞

فیہما فاکہۃ [illegible] اور انار بھی ہوں گے [illegible] باغوں کو [illegible] کیسا [illegible]
[illegible] اور انار [illegible] امام ابو حنیفہ [illegible] فاکہہ کا
[illegible] :

[illegible] باغوں کی طرف [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] اخلاق [illegible]
[illegible] اخلاق و عادات کی خوبی [illegible] صورت کی [illegible]
کے لیے آیا ہے حسان خوبصورت ۔ یعنی ان دونوں باغوں میں خوب اور حسین عورتیں ہوں گی ۞

[illegible] فی الخیام ان باغوں میں خیمے ہوں گے [illegible] حسن کہتے ہیں وہ حور [illegible] قرآن میں [illegible] وہ ہی دنیا کی نیک
عورتیں ہوں گی [illegible] خوبی [illegible] جمہور کے نزدیک وہ ایک نئی قسم کی عورتیں ہیں جو خدا تعالیٰ نے جنت میں پیدا کی ہیں وہ دنیا کی
عورتیں نہیں ۔ [illegible] جمہور کے پاس [illegible] موجود ہیں ۔ پھر ان دونوں میں کس کا حسن زیادہ ہوگا ؟ بعض کہتے ہیں [illegible] ہوں گی بعض
[illegible] دنیا کی [illegible] حسن میں حور سے زیادہ ہوں گی اور حوریں ان کے آگے لونڈیوں کی طرح رہیں گی ۔ واللہ اعلم ان باتوں میں بھی کسی کے پاس کوئی دلیل
قاطع نہیں [illegible] حسین عورتوں کا رہنا اور خیموں میں سیر و تفریح کے لیے [illegible] کا جا کر رہنا یا [illegible] کا موجود ہونا طبائع انسانیہ کے لیے نہایت [illegible]

متکئین علی رفرف خضر و عبقری حسان ۔ رفرف سبز اور خوبصورت عبقری پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے ۔ رفرف [illegible] سے
[illegible]

وَمِن دُونِهِمَا جَنَّتَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ مُدْهَامَّتَانِ ۝ فَبِأَيِّ

اور ان دونوں باغوں کے سوا اور دو باغ ہیں۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ دونوں گہرے سبز ہو رہے ہیں۔ پھر تم اپنے رب کی

نَضَّاخَتَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ۝

جوش مار رہے ہیں۔ پھر تم اپنے رب کی کیا کیا نعمت جھٹلاؤ گے۔ ان میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں۔

فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ حُورٌ مَقْصُورَاتٌ

ان میں بڑی عمدہ حسین عورتیں ہیں۔ پھر تم اپنے رب کی کیا کیا نعمت جھٹلاؤ گے۔ حوریں خیموں کے

رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ

نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ جنکو ان سے پہلے نہ کسی آدمی نے چھوا نہ جن نے۔ پھر تم اپنے رب کی کس

خُضْرٍ وَعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ تَبَارَكَ

سبز اور رنگ برنگ کے عمدہ قالینوں پر۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ بڑی برکت

## ترکیب

جنتان مبتدا ومن دونہما خبر مدہامتان صفة لجنتان او خبر مبتدا محذوف عینان ... نضاختان صفة ...

وقیل الخبر محذوف ای فیہن حور ... مقصورات حال ذوالحال محذوف ... فی الخیام ...

## تفسیر

یہ اہل سعادت کے مقامات کی اور زیادہ تشریح ہے کہ ان خدا ترسوں کے لیے دو اور باغ ملیں گے
ایک کے لیے ہونگے؟ جمہور کے نزدیک وہ دو جنت ایک گروہ اہل سعادت کے لیے ہونگی
وہ پہلی بہتر ہیں یا یہ دونوں پچھلی؟ حکیم ترمذی کہتے ہیں اپنی کتاب نوادر الاصول میں کہ یہ دونوں جنتیں
دونہما کے معنی ہیں اقربہما اما مہا کے کہ یہ عرش کے کنگرے سے زیادہ قریب تر ہیں یعنی اپنے بالاتر کے مقا
دونوں سے کمتر درجہ کی جنت ہیں۔ لفظ دون جسکے معنی کمی کے ہیں اسی شہادت دے رہا ہے ا
جنت سابقین مقربین کے لیے ہیں اور یہ اصحاب الیمین کے لیے۔

بعض کہتے ہیں ان دونوں کا نام جنت عدن و جنت نعیم ہے اور ان کا جنتی
اہل سعادت میں سے سابقین مقربین کا درجہ بڑھکر ہے کیونکہ وہ حضرات انبیاء علیہم
میں کم ہیں کیونکہ اصحاب الیمین صلحاء مومنین ہیں اسلیے ان کے لیے جو دو باغ ملیں گے
[illegible]

[illegible]

فرماتا ہے اذا وقعت الواقعۃ الخ کہ جب ہونے والی گھڑی جو کسی طرح ٹلنے ہی کی نہیں آ دیگی یا یوں کہو جنت کی نعمتیں اور وہاں کے اسباب عیش و آرام کا ذکر ہو چکے نفوس سامعین مشتاق ہو کر پوچھتے تھے کہ یہ کب ہوگا؟ فرمایا کہ جب قیامت آویگی یعنی دوسری جہان میں۔ اس جہان میں نہیں جیسا کہ اس طرف اشارہ ہے کہ یہ جہان عیش و کامرانی کی جگہ نہیں یہ جہان کوشش عمل اور تکالیف کی جگہ ہے جو بہت ہی تھوڑا زمانہ ہے۔ اس سورہ میں زیادہ تر تفسیر ہے مسئلہ قیامت کا ذکر ہے۔

واقعہ قیامت کا نام ہے اسلئے کہ یہ ضرور واقع ہونے والی ہے۔ اسی طرح اس کا نام آزفہ وغیرہا ہے۔ لیس لوقعتہا کاذبۃ کہ اسکے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں۔ یہ کلمہ واقعہ کی تاکید ہے۔ زجاج کہتے ہیں اسکے معنی یہ ہیں کہ اسکو کوئی رد نہیں کرسکتا اور یہی حسن و قتادہ کا قول ہے۔ اور یہ بھی کہ اس دن اسکو کوئی جھٹلانے والا نہیں ہوگا۔ پھر اسکی تصریح اور اسکے خواص بیان فرماتا ہے۔ خافضۃ کہ وہ گھڑی پست کرنے والی ہے بہت سے دنیا کے سربلندوں کو جو خدا تعالیٰ سے غافل اور اسکے منکر اور اسکے احکام کی پابندی نہیں کرتے نیچا دکھاوے گی۔ رافعۃ بلند کرنے والی بھی ہے۔ بہت سے لوگوں کو جنکے لئے اس روز سربلندی نصیب ہوگی گو وہ دنیا میں پست اور ذلیل تھے یہ کب ہوگا۔ اذا رجت الارض رجا کہ جس دن زمین ہلیگی۔ رجّ کے معنی اضطراب حرکت۔ وبست الجبال بسا اور پہاڑ ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاوینگے۔ بس ٹکڑے ٹکڑے ہونا ٹوٹنا۔ فکانت ہباء منبثا پھر وہ غبار اڑتا ہوا ہو جاوینگے۔ ہباء کے معنی غبار اور منبثا کے معنی منتشر اڑنے والا۔

[illegible] فلاسفی کے بموجب بھی ایسا ہونا کچھ بعید از قیاس نہیں حال کے منجموں نے دمدار ستاروں کی بابت تحقیق کرکے انکے اجسام کا اندازہ ہزاروں [illegible] جیسے زمین سے بڑا ثابت کرکے یہ بھی کہا ہے کہ انکی حرکت ایسی تیز ہے کہ ایک منٹ میں ہزاروں کوس کا رستہ طے کرتے ہیں اور ایکبار قریب تھا کہ ستارہ زمین [illegible] سے ٹکرا جاوے۔ مگر خیر گزری ورنہ زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی۔ پھر اس وقت اگر اسباب [illegible] ہو جاویں تو کیا بعید ہے [illegible] فضا سے ہوتی ٹکرانا چاہیے کہ اجرام علویہ کو الہٰی کا [illegible] کو دوڑا دیں ہر گھڑی یہ احتمال اور یہ خطرہ لگا ہوا ہے۔

مگر یہ ظاہر بینوں کی ہیں جو عالم اجسام اور انکے اسباب پر نظر رکھتے ہیں اور اس قادر مطلق کی نظر انتہا قدرت اور طاقت کہاں کے سبب کچھ ممکن۔ وکنتم ازواجا ثلثۃ اس روز دنیا فنا ہونے کے بعد دوسرا عالم پیدا ہوگا اور لوگ دوبارہ زندہ ہونگے تو اے بنی آدم تمہاری تین قسم یعنی تین گروہ ہو جاوینگے پھر ان تین گروہوں اور انکے حالات و درجات کا بیان کرتا ہے۔ فقال فاصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ ایک وہ جو تخت رب العالمین کے دائیں طرف کھڑے ہونگے یا یہ معنی کہ انکو نامۂ اعمال دائیں طرف سے دیے جاویں گے یعنی دائیں والے یا یمن و برکت والے یمن سے مشتق ہے۔ یا یہ معنی کہ بلند مرتبہ والے۔ عرب میں جو دائیں طرف سے چیز آتی تھی اسکو بہتر سمجھتے تھے اور بائیں طرف سے جو چیز آتی تھی اسکو نحوست پر محمول کرتے تھے اسلئے عمدہ اور بہتر چیز یمین والی اور بری چیز شمال والی بطور استعارہ کے مراد ہونے لگی۔ یعنی یمین والے کیا ہی عمدہ ہیں۔ واصحاب المشئمۃ ما اصحاب المشئمۃ اور بائیں والے یا برے مرتبے والے شوم منحوس کیا ہی برے ہیں یہ دوسرا فریق تھا۔ والسابقون الخ یہ تیسرا فریق ہے یعنی سب سے نیکی میں سبقت اختیار کرنے والے یا سعادت و حسنات میں سبقت کرنے والے یا اگلے لوگ حضرات انبیاء علیہم السلام یا تخت رب العالمین کی سبقت کرنے والے یہی تو مقرب ہیں جو جنات النعیم میں رہینگے۔ اب کلام اسمیں ہے کہ ان تینوں گروہ میں سے پہلے دو صالحین ہیں خواہ امت محمدیہ کے ہوں علی صاحبہا الصلوۃ والسلام یا پہلی امتوں کے اور اصحاب الشمال کا [illegible]

[illegible]

# سورۃ واقعہ مکیہ ہے اسمیں چھیانوے آیات تین رکوع ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اذا وقعت الواقعۃ ۝ لیس لوقعتہا کاذبۃ ۝ خافضۃ رافعۃ ۝ اذا رجت الارض رجا ۝ وبست الجبال بسا ۝

واقع ہو جاوے قیامت - جسکے واقع ہونے میں کچھ بھی جھوٹ نہیں - کسی کو وہ پست کریگی کسی کو بلند - جبکہ لرزے گی زمین سخت لرزش - اور توڑ کر پہاڑوں کو چورا چورا کر دیا جاویگا -

فکانت ہباء منبثا ۝ وکنتم ازواجا ثلثۃ ۝ فاصحب المیمنۃ ما اصحب المیمنۃ ۝ واصحب المشئمۃ

پھر گرد و غبار ہو جاویں گے - اور اے لوگوں تمہاری تین جماعت ہو جاویگی - پھر دائیں والے - کیا کہنا ہے انکا - اور بائیں والے -

ما اصحب المشئمۃ ۝ والسبقون السبقون ۝ اولئک المقربون ۝ فی جنت النعیم ۝

کیا بری حالت ہے اُن کی - اور سامنے والے تو سامنے والے ہی ہیں - وہی مقرب ہیں - عیش کے باغوں میں ہیں ۔

## ترکیب

العامل فیہا اذکر او مادل علیہ لیس لوقعتہا کاذبۃ ای اذا وقعت لم تکذب - او ہی ظرف لخافضۃ رافعۃ اذا الثانیۃ بتکریر للاولی او بدل منہا کاذبۃ مصدر کالعافیۃ والعاقبۃ

اسم لیس - خافضۃ رافعۃ قرأ الجمہور بالرفع علی انہا خبر مبتدأ محذوف وقرئ بالنصب علی الحال من الضمیر فی کاذبۃ او فی وقعت - فاصحب المیمنۃ مبتدأ ما اصحب [illegible]

الجملۃ خبرہ لما کان الثانی عین الاول لم یحتج الی ضمیر الی المبتدأ او ما القون [illegible] خبرہ وقیل الثانی نعت للاول او تکریر و [illegible] اولئک المقربون [illegible]

جنات النعیم خبر ثان او حال من الضمیر فی المقربون او ظرف المقربون [illegible] والاضافۃ [illegible] الی [illegible] اضافۃ الاکان الی [illegible] الضیافۃ ۔

## تفسیر

یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی ہے ابن عباس و ابن الزبیر و حسن و عکرمہ و جابر و عطا کا یہی قول ہے - قتادہ کہتے ہیں صرف یہ آیت وتجعلون رزقکم الایۃ

نازل ہوئی کلبی کہتے ہیں انمیں سے چار آیات افبہذا الحدیث الخ سفر مکے میں نازل ہوئیں باقی مدینے میں پہلا قول قوی ہے ۔

بیہقی نے شعب الایمان میں اور حارث بن اسامہ و ابو یعلی اور ابن مردویہ نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی ہر

شب پڑھیگا اسکو کبھی فاقہ کشی کی نوبت نہ آویگی - ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سورۃ واقعہ غنی کی سورۃ ہے

پڑھو اور اپنی اولاد کو سکھاؤ ۔

اور اس قسم کی احادیث جو بیشتر فضائل میں مذکور ہیں محققین کے نزدیک صحت و قوت کے درجے کو نہیں پہنچیں - مگر انکے مطالب میں فی الحقیقت شک نہیں

ہر کلام و ہر کام کا دنیا میں بھی ایک اثر خاص ہے - کلام کے اُس اثر کے سوا جو اصل مقصود ہے یعنی سامع یا مخاطب کے دل پر پہنچنے

[illegible] کا بار بار تجربے میں آیا ہے - آج کل کے لوگ جو سائنس (علوم) کی ترقی کا دم بھرتے ہیں ان باتوں کے منکر [illegible]

لوگوں میں سے بہت ہوں اور ہم میں سے کم۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا مجھے امید ہے کہ تم تمام اہل جنت کے چوتھائی یا تہائی بلکہ نصف ہو گے یعنی گو تم میں سے سابقین کم ہیں مگر جنت میں داخل ہونا سابقین ہی سے ہونے پر موقوف نہیں اصحاب الیمین بھی جنت میں داخل ہونگے سو اصحاب الیمین تم میں سے ایک بڑا فریق ہے جیسا کہ سورۂ کے اخیر میں ہے ثلۃ من الاولین و ثلۃ من الآخرین۔ ابن سیرین وغیرہ کا قول ہے کہ ثلۃ من الاولین وقلیل من الآخرین میں اسی امت خیر الامم کے اولین و آخرین مراد ہیں کہ اسکے اولین یعنی خیر القرون کے لوگوں میں سابقین بہت ہیں اور پچھلوں میں جو خیر القرون کے بعد کا زمانہ ہے ان میں سے کم۔ واللہ اعلم بالصواب ؀

ان سابقین کے لیے جو وہاں عیش و آرام ہیں ان کا بیان فرماتا ہے۔ اسکے درجات اجمالاً ایک جملے میں بیان فرما چکا ہے کہ اولٰئک المقربون کہ وہ مقربان الٰہی ہیں یہ روحانی جنت کی طرف اشارہ تھا۔ وہ اسکی تجلی جمال و مشاہدۂ انوار میں شاداں و فرحاں رہیں گے۔ فی جنات النعیم۔ نعمتوں کے بڑی جگہ میں نہ ہوگا بلکہ نعمت کے بھرے ہوئے باغوں میں۔ اب ان نعمتوں کا ذکر کرتا ہے کسی قدر تفصیل کے ساتھ فقال علی سرر موضونۃ کہ سلائی تاروں سے بنے ہوئے تختوں اور چھپرکھٹوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہونگے تکیہ لگائے ہوئے اور ان کے پاس ولدان مخلدون لڑکے کہ جن کا لڑکپن ہمیشہ رہیگا (فراء کہتے ہیں عرب اس شخص کو کہ جو بڑی عمر کا ہو اور اسکی صورت میں فرق نہ آئے مخلد کہتے ہیں یعنی وہ لڑکے ہمیشہ اسی حسن و جمال کے ساتھ رہیں گے۔ اسلئے کہا کہ لڑکپن کا زمانہ اور اس حسن کی بہار بہت ہی تھوڑی ہوا کرتی ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں مخلدون کے معنی ہیں مخلدہ یعنی بالا پہنے ہوئے ہونگے ان کے کانوں میں بالے پڑے ہوئے ہونگے۔ وہ لڑکے کفار و مشرکین کی وہ اولاد ہوگی جو نابالغی میں مر گئی اور کہتے ہیں کہ حوروں کی طرح وہ بھی ایک نئی مخلوق ہونہار کے لڑکے ہوں۔ لڑکوں کا خدمت کے لئے حاضر رہنا اہل تنعم کا دستور ہے کہ حسن کی وجہ سے بھی آنکھ کو سرور اور بات چیت کے ساتھ ہنسنے بولنے میں عجب لطف ملتا ہے) ان کے پاس پیالے اور آفتابے اور رکابیاں اور شراب لئے ہوئے (اکواب) اور اباریق اور آفتابے یعنی جھکتے ہوئے ٹونٹی دار برتن (اباریق) اور جام جیسے طلائی کام کئے ہونگے (کاس) لاویں گے پھر ان برتنوں میں کیا ہوگا؟ سب سے پہلے جام کی خبر بتلاتا ہے جسکے پینے سے سرور ہو اور بھوک لگے وہ کیا ہے معین صاف شفاف پانی یا کوئی جنتی شراب یا کوئی خاص وہاں کی ساخت کی شراب کسی برتن میں سے نہ انڈیلی جاویگی بلکہ اسکا وہاں چشمہ جاری ہوگا۔ اس سے نہ سر میں درد اور خمار ہوگا نہ بیہوشی ہوگی لایصدعون عنہا ولا ینزفون۔ صداع درد سر و لا ینزفون نزف عقل کا زائل ہونا۔ نشہ دنیا کی شراب میں قدرے سرور ہوتا ہے مگر اسکے ساتھ بدبو اور خمار یعنی درد سر اور بیہوشی ضرور ہے اور جب ہوش ہی بجا نہ رہے تو کوئی لطف باقی نہ رہا ایک شخص مردے کی طرح پڑا ہے خواہ منہ میں مکھیاں گھسیں یا کتے موتیں اور اسکی محبوب چیزوں کو کوئی کام میں لاوے وہاں ایسا نہ ہوگا اور اسی لیے دنیا کی شراب حرام کی گئی۔ اور ان برتنوں میں کیا ہوگا؟ وفاکہۃ مما یتخیرون وہ عمدہ میوے کہ جنکو وہ پسند کریں گے۔ ولحم طیر مما یشتہون اور ان پرندوں کا گوشت کہ جنکو چاہیں گے۔ پرند کا گوشت ہی مزہ دار ہوتا ہے پھر ان میں سے بھی وہ کہ جو مرغوب ہو۔ یہ تو کھانے پینے کا سامان تھا مگر اسکی زینت اور جان حسین عورتوں سے ہوتی ہے اسلئے فرمایا وحور عین کامثال اللؤلؤ المکنون۔ حور یعنی گوریاں۔ عین بڑی بڑی آنکھوں والیاں جیسے سیپ کے اندر کے موتی نہ کوئی عیب ہوگا نہ کسی کے صرف میں آئی ہوئی ہونگی جیسا موتی سیپ کا کسی کے استعمال میں آیا ہوا نہیں ہوتا نہ پھر کوئی بیرونی عیب و نقصان پہنچا ہوتا ہے نہ وہ کسی نے چھیدا ہے۔ ان سب باتوں میں اور نیز خوبصورتی میں سیپ کے موتی کے ساتھ تشبیہ دی اور تشبیہ بدلہ ہوگا انکے دنیاوی نیک کاموں کا۔ ان نعمتوں کے ساتھ کوئی ضرر و تکلیف نہ ہونا بھی بڑی خوبی ہے اسلئے فرماتا ہے لا یسمعون فیہا لغوا کہ وہاں کوئی بیہودہ اور تاثیم یعنی قابل الزام بری بیہودہ بات سننے میں بھی نہ آوے گی صرف باہم سلام کہنا اور جو اسکے متعلق دل خوش کرنے والی بات ہو ؀

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۝ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ۝ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ ۝ مُّتَّكِئِينَ عَلَيْهَا مُتَقَابِلِينَ ۝ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ

اگلوں میں سے ایک انبوہ اور پچھلوں میں سے تھوڑے ۔ جڑاؤ تختوں پر ۔ تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہونگے ۔ انکے پاس

وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۝ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ۝ لَّا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنزِفُونَ ۝

لڑکے پاس آویں جاویں گے ۔ آبخورے اور آفتابے ۔ اور ایسی صاف شراب کے پیالے لیکر ۔ کہ جس سے خمار چڑھے نہ بیہوش ہوں ۔

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ۝ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۝ وَحُورٌ عِينٌ ۝ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ۝

اور دل پسند میوے ۔ اور مرغوب طبع پرندوں کا گوشت لیکر ۔ اور انکو ایسی حورعین ملیں گی ۔ جیسا کہ صدف میں کا موتی ۔

جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ۝ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ۝

بدلے میں انکے ان کاموں کے کہ جو وہ کیا کرتے تھے ۔ جنت میں بیہودہ بات نہیں سنیں گے اور نہ گناہ کی بات مگر سلام سلام کی صدا ۔

## ترکیب

ثلۃ مبتدا وہی القطعۃ والفرقۃ من ثللت الشیء اذا قطعتہ وقلیل معطوف علی المبتدا علی سرر الخ خبر وقیل ہم ثلۃ مبتدا محذوف ای ہم والاولی وقری الا ولین جمع سریر موضونۃ منسوجۃ والوضن النسج المضاعف بفضل وضن الشیء بعضہ فہو موضون ووضین کمتکئین متقابلین حالان من الضمیر فی الخبر ویطوف علیہم ولدان ای غلمان مخلدون یطوف بالکواب متعلق بیطوف اکواب جمع کوب کوزۃ بے عروۃ صراحی و اباریق جمع ابریق کوزۃ بادستہ معطوف علی اکواب ولا یصدعون عنہا ای لا یلحقہم صداع ولا ینزفون علی قراءۃ بکسر الزاء ای لا ینفد شرابہم وبالجر عطفا علی اکواب والحور جمع حوراء والعین جمع عیناء جزاء مفعول لہ او مفعول مطلق ای یجزون جزاء الا قیلا استثناء منقطع سلاما بدل من قیلا او مفعولہ

مبنی الا ان یقولوا سلاما سلاما مصدر ای یسلمون سلاما والتکریر للتکثیر ای فشوّ السلام بینہم

## تفسیر

اور سابقون انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام ہیں ان تینوں فرقوں میں اعلیٰ درجہ کے سابقون ہیں لیکن جب کہ ان کا ذکر اسلئے آیا کہ انہیں کے فضائل و درجات کا سب سے اول بیان کرنا مقصود تھا اس صورت میں اتصال ہوگیا ۔

سب سے اول سابقون کے درجات بیان فرماتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتلاتا ہے کہ سابقون پہلے لوگوں میں سے کتنے ہیں اور پچھلوں میں سے کتنے ہیں ۔ اسلئے فرمایا ثلۃ من الاولین وقلیل من الآخرین کہ یہ سابقین پہلے زمانے والوں میں سے ایک گروہ ہے اور پچھلے زمانے والوں میں سے تھوڑے ہیں ۔ پہلا زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک ۔ بیشک ان میں سابقین زیادہ ہیں کیونکہ ان میں تمام انبیاء علیہم السلام اور انکے مخلصین شامل ہیں اور انکی تعداد بہت ہے ۔ اور پچھلا زمانہ ہمارے حضرت صلعم سے لیکر قیامت تک ۔ ان میں سابقین بہ نسبت پہلے زمانے والوں کے کم ہیں گو فی نفسہ بہت ہیں ۔ یہ حضرت ہیں اور آل و اصحاب و اولیائے کرام جو سعادت کے درجہ قصویٰ تک پہنچ گئے تھے ۔

یہ حسن بصری کا قول ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے ان سے نقل کیا ہے اور ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور تائید کرتی ہے ... ابی ہریرہ سے اور حافظ ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ...

مراس قسم کی ... سب کے دل پہ ... سے سابقین بھی ... بہر کلام ...

وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ ۙ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ ۝ فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ ۝ وَظِلٍّ مِّن يَحْمُومٍ ۝ لَّا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ۝ إِنَّهُمْ كَانُوا

اور بائیں والے کیا ہی بُرے حال میں ہیں بائیں والے۔ لو میں اور جلتے پانی میں۔ اور سیاہ دھوئیں کی چھاؤں میں۔ جہاں نہ ٹھنڈک ہے نہ عزت۔ کیونکہ یہ لوگ

قَبْلَ ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ ۝ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ ۝ وَكَانُوا يَقُولُونَ ۙ أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا

اس سے پہلے نازو نعمت میں تھے۔ اور بڑے گناہ پر اڑی کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ کیا جب ہم مر گئے اور مٹی

تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۝ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۝ قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ۝ لَمَجْمُوعُونَ ۝

اور ہڈیاں ہو گئے کیا ہم زندہ ہو کر اٹھیں گے۔ اور کیا ہمارے باپ دادا بھی۔ کہہ دے سب اگلے اور پچھلے ضرور جمع کئے جاویں گے

إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ۝ لَآكِلُونَ مِن شَجَرٍ مِّن زَقُّومٍ ۝

ایک مقرر دن کے وعدہ پر پھر تم اے گمراہو جھٹلانے والو ضرور تھوہر کا شجر کھاؤ گے

فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ۝ فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ۝ فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ۝ هَٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ۝

اسی سے پیٹ بھرو گے۔ پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے۔ پھر پیتے جاؤ گے اونٹوں کی طرح جیسے پیاسے پیتے ہیں۔ یہ ان کی مہمانی ہے انصاف کے دن

## ترکیب

السموم حر النار وقیل الریح الحارۃ جدا والحمیم الماء الحار السدید الحرارۃ یحموم یفعول من الاحم او الحمم وہو الاسود یقال اسود یحموم اذا کان شدید السواد وقیل احد من الحمم وہو الشحم المسود باحتراق النار وقیل من الحمم بمعنی الحمم۔ والیاء فیہ زائدۃ من یحموم صفۃ ظل او حال وکذا لا بارد ولا کریم الا اسم ام للانکار اذا والعامل فیہ ما دل علیہ مبعوثون لان ما بعد الاستفہام لا یعمل فیما قبلہ او آباؤنا معطوف علی الضمیر فی لمبعوثون لوقوع الفصل بینہما بالہمزۃ والمیقات ما وقت بہ الشیء ای حد ومنہ مواقیت الاحرام والاضافۃ بمعنی من والمعنی انہم یحشرون الی ما وقت بہ الدنیا من یوم الحساب من شجر من زائدۃ وقیل لابتداء الغایۃ من زقوم من بیانیہ منہا الضمیر یعود الی شجر الزقوم لکون الشجر اسم جنس واسم الجنس یذکر ویؤنث شرب الہیم شرب قرء الجمہور بضم الشین وفتحہا وکسرہا قال المبرد بالفتح مصدر وبالکسر وبالضم اسم لہ۔ والہیم جمع اہیم والانثی ہیماء وقیل جمع ہیمان للذکر وہیماء للانثی کعطشی وعطشان وہی ابل عطاش لا تروی لداء وقیل الرمال علی انہ جمع ہیام بالفتح وہو الرمل الذی لا ینماسک جمع اولا علی فعل ثم کسر الہاء لتسلم الیاء کما فی بیض جمع ابیض والتعدد بشرب مثل شرب الہیم وکل من المعطوف والمعطوف علیہ اخص من الاخر من جہۃ فلا اتحاد ❊

## تفسیر

اب تیسرے گروہ اصحاب الشمال کا ذکر کرتا ہے کہ اصحٰب الشمال ما اصحٰب الشمال کہ بائیں والے کیا ہی بُرے ہیں۔ پھر آگے ان کی بری حالت جو ان کے اعمال بد کا مظہر ہے بیان فرماتا ہے فی سموم وحمیم کہ گرم ہوا یا آگ کی لپٹ اور گرم کھولتے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کی چھاؤں میں ہوں گے اور یہ سایہ گرم دھوئیں کا سایہ ایسا ہوگا کہ نہ جس میں کچھ خنکی ہوگی جیسا کہ اور چیزوں کے سایہ میں ہوا کرتی ہے اور نہ کچھ آرام و عافیت ہوگا۔ اور نہ کوئی عزت ہوگی ❊

ابن جریر کہتے ہیں کہ عرب لفظ کریم کو اور الفاظ کے پیچھے محض تبعاً ذکر کر دیا کرتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں ہذا الطعام لیس بسمین ولا کریم۔ معاذ اللہ سایہ بھی ملا تو کیا اور جگہ بھی ملی تو کیسی ؟ ❊

واصحب الیمین ۵ ما اصحب الیمین ۵ فی سدر مخضود ۵ وطلح منضود ۵ وظل ممدود ۵ وماء مسکوب ۵

اور دائیں والے۔ کیا کہنا ہے دائیں والوں کا۔ وہ ان باغوں میں ہونگے کہ جہاں بے خار بیریاں اور تہ برتہ کیلے۔ اور دراز سایے ہیں۔ اور پانی گر رہا ہے۔

وفاکھۃ کثیرۃ ۵ لا مقطوعۃ ولا ممنوعۃ ۵ وفرش مرفوعۃ ۵ انا انشانھن انشاء ۵ فجعلنھن ابکارا ۵

اور بہت سے میوے ہیں کہ جنکی فصل تمام ہے نہ انکی ممانعت ہے۔ اور بلند فرش ہیں بیشک ہم نے انکی عورتوں کو ایک اٹھان پر اٹھایا پھر ان کو کنواریاں دل لبھانے والیاں

عربا اترابا ۵ لاصحب الیمین ۵ ثلۃ من الاولین ۵ وثلۃ من الاخرین ۵

ہم عمر بنا دیا ہے۔ دائیں والوں کے لیئے۔ ایک گروہ پہلوں میں سے اور گروہ پچھلوں میں سے اصحاب الیمین ہونگا ؟

## ترکیب

فی سدر الظرفیۃ للمبالغۃ فی التنعم والانتفاع بہ مخضود لاشوک لہ من خضد الشوک اذا قطعہ او ثنی غصانہ من کثرۃ حملہ لا مقطوعۃ لغت لفاکھۃ وقیل معطوف علیہا انشانھن الضمیر للفرش لان المراد بہا النساء عربا جمع عروب قال المبرد ہی العاشقۃ لزوجہا وقال زید بن اسلم ہی الحسنۃ الکلام وقیل المحبوبۃ والاتراب جمع ترب وہو المساوی لک فی السن لانہ مس جلدہ ما التراب فی وقت واحد قیل یطلق علی النساء وعلی الرجال اقران۔ لاصحاب الیمین اللام متعلقۃ بانشانا ہن او جعلناہ

## تفسیر

دوسری گروہ اصحاب الیمین کا ذکر ہے کہ وہ بہت ہی خوب لوگ ہیں اور انکے لیے جنت میں یہ نعمتیں ہیں فی سدر مخضود باغات ہونگے جنمیں بے خار بیریاں ہیں۔ سدر بیری مخضود بے خار یا جھکی ہوئی شاخیں جو پھلوں کے بوجھ سے جھک پڑیں۔ حاکم و بیہقی نے ابی امامہ سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی آں حضرت صلعم کے پاس آیا اور کہا کہ یا حضرت میں سمجھا ہوں کہ جنت میں کوئی تکلیف دینے والا درخت نہیں اور قرآن میں ایسے درخت کا ذکر ہے جو ایذا دہ ہے یعنی بیری اسکے کانٹے ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ کیا مخضود نہیں فرمایا اسکے کانٹے توڑ دیے جاویں گے انکی جگہ پھل ہونگے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ بیری مراد نہیں بلکہ ایک اور عمدہ درخت جو بیری سے مشابہ ہے طلح اکثر مفسرین کہتے ہیں اس سے مراد کیلا ہے منضود تہ بر تہ اوپر تلے۔ اور انکے سوا بڑے بڑے سایہ دار درخت ہونگے ظل ممدود۔ وماء مسکوب اور جا بجا سے پانی اوپر سے نیچے گرتا ہوگا اور فاکھۃ کثیرۃ بہت سے میوے جو لا مقطوعۃ قطع نہ ہونگے یعنی کسی وقت تمام نہ ہونگے بر خلاف دنیا کے میووں کے کہ انکی فصل تمام ہو جاتی ہے اور شائقین کا دل ترستا رہجاتا ہے۔ ولا ممنوعۃ اور نہ انکی ممانعت جس کا جہاں سے دل چاہے کھاوے۔ وفرش مرفوعۃ اور بلند فرش ہونگے یعنی بلند تختوں پر بچھے ہونگے یا یہ معنی کہ خوبی میں بلند ہونگے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں فرشوں سے مراد عورتیں ہیں یہ مرد کے نیچے بچھتی ہیں اسلیئے بطور استعارہ کے انکو فرش سے تعبیر کیا جاتا ہے اور انکے بلند ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ بلند تختوں پر ہونگی یا یہ کہ حسن و خوبی میں بلند قدر ہونگی جیسا کہ سورۂ یس میں آیا ہے ہم وازواجہم علی الارائک متکئون اسلیئے ان کی بابت آگے فرماتا ہے۔ انا انشانا ہن الخ کہ انکو ہمنے پیدا کیا اور عجیب اٹھان اٹھایا ہے کہ ان کو ابکار کنواریاں بنا دیا اس سے پہلے کسی نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہوگا۔ اور اس کنوارپن کی وجہ سے ایسی نہ ہونگیں کہ ان کو مرد سے نفرت یا سرکشی ہو بلکہ عرب یعنی دل لبھانے والیاں محبت کرنے والیاں ناز و کرشمے سے دل کو کھینچنے والیاں ہونگیں اور اس سے بھی بڑھکر یہ ہوگا کہ اتراب یعنی ہم سن ہونگیں کس لیئے کہ بڑی عمر کی عورت سے یا نہایت چھوٹی سے دل بستگی نہیں ہوتی ہم سنی کا بھی ایک عجیب لطف ہوتا ہے یہ کن کے لیئے ؟ اصحاب الیمین کے لیئے جو پہلے اور پچھلے لوگوں میں سے ایک ایک گروہ اور انبوہ کثیر ہوگا ؟

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ○ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ○ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ○ نَحْنُ

ہم نے تمکو پیدا کیا ہے پھر تم کیوں سچ نہیں جانتے۔ بھلا دیکھو تو وہ جو تم عورتوں کے رحم میں ڈالتے ہو۔ کیا تم اسکو بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔ ہمنے

قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ○ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

تم میں مرنا ٹھہرا دیا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں۔ کہ تمہارے جیسے اور لوگ پیدا کردیں اور تمکو کسی اور رنگ میں پیدا کردیں کہ جسکو تم جانتے بھی نہیں۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ○ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ○

اور تم اول بار کا پیدا کرنا جان چکے ہو پھر کیوں نہیں سمجھتے؟ بھلا دیکھو تو تم جو کچھ بویا کرتے ہو۔ کیا اسکو تم اگاتے ہو یا ہم اگایا کرتے ہیں

لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ○ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ○ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ○ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ

اگر ہم چاہیں تو اسکو چورا کردیں پھر تم باتیں بناتے رہجاؤ۔ کہ ہائے ہم تو بے کار ہوگئے بلکہ بالکل محروم رہ گئے۔ بھلا دیکھو تو وہ پانی کہ جسکو تم

تَشْرَبُوْنَ ○ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ○ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ○ اَفَرَءَيْتُمُ

پیتے ہو۔ کیا تمنے اسکو بادل سے برسایا ہے یا ہم برسانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اسکو کھاری کردیں پھر تم کیوں شکر نہیں کرتے۔ بھلا دیکھو تو وہ

النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ○ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ○ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ○ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ

آگ کہ جسکو تم سلگایا کرتے ہو۔ کیا تمنے اسکا درخت پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنیوالے ہیں۔ ہمنے اسکو یادگار بنایا اور مسافروں کے کارآمد بنایا۔ پھر اپنے رب کے نام کی پاکی کہو

## ترکیب

نحن مبتدا خلقناکم خبرہ افرءیتم الہمزۃ للاستفہام والفاء للتفریع او العطف ما موصولۃ تمنون قرء الجمہور بضم التاء الفوقیۃ من امنی یمنی وقرئ بفتحہا من منی یمنی وہما بمعنی واحد وقیل معناہما

رف منی اذا انزل عن الجماع ومنی اذا انزل من احتلام والمعنی ما تصبونہ فی ارحام النساء والجملۃ صلۃ والموصول مع صلتہ مفعول ارأیتم مسبوقین ای لا یسبقنا احد فیہرب

من الموت والعذاب اولا یغلبنا احد من سبقتہ علی کذا اذا غلبتہ علیہ علی الاول حال من فاعل قدرنا الموت کائنین علی ان نبدل امثالکم او علۃ لتقدرنا او علی بمعنی اللام

وعلی الثانی [illegible] مسبوقین اعراض وعلی الثانی صلتہ فظلتم بفتح الظاء مع لام واحدۃ وقرئ بکسرہا معہا وقرئ فظللتم بلامین اولاہما مکسورۃ علی الاصل تفکہون تندمون علی اتعابکم

[illegible] من اقربہ فتحتون فیہ والتفکہ التنقل بصنوف الفاکہۃ وقد استعیر للتنقل بالحدیث المزن جمع مزنۃ وہی السحابۃ البیضاء والمطر اجاجا الاجاج الماء الشدید

الملوحۃ الذی لا یمکن شربہ وقیل الماء المر تورون الاستخراج ہو تلہب النار فانہ یحرق الفم وآولیست خالصۃ للشرط بخلاف ان وانما جار فیہا معنی الشرط اتفاقا من حیث انہا تفعل

فی الجملتین لا تنع الثانیۃ لامتناع الاولی فلابد فی جوابہا من اللام لتکون علما علی ذلک وفی ہذہ الآیۃ حذفت حیث قال جعلناہ ولم یقل لجعلنا لعلم السامع بہا حیث ذکرت

للمقوین الذین ینزلون القواء ای البوادی والصحراء ای المسافرین یقال ارض قواء بالمد والقصر ای مقفرۃ وقال قطرب المقوی من ...

## تفسیر

...یوں گروہوں کا حال بیان کرکے دلائل حشر بیان کرتا ہے جو خاص انسان کی پیدائش اور اسکے حالات اور کارآمد چیزوں سے پیدا ہوتے ہیں۔

**اول دلیل** انسان کا پیدا کرنا ہے اس بحث کو پہلے تو اجمالی طور پر بیان فرماتا ہے فقال نحن خلقناکم کہ ہمنے تمکو پیدا کیا ہے فلولا تصدقون پھر تم کس لئے

اس بات کو سچ نہیں جانتے کہ وہ بارہ دگر بھی پیدا کرسکتا ہے پھر اس پیدا کرنے کی کیفیت مشاہدہ کراتا ہے افرءیتم ما تمنون کہ کیا تمنے منی کو جو تم ڈالتے ہو نہیں دیکھا

اسکے بعد انکے اس ہیبتناک جگہ اور مصیبت کدہ میں داخل ہونے کا سبب بیان فرماتا ہے فقال انہم کانوا قبل ذلک مترفین کہ وہ پہلے یعنی دنیا میں بڑے عیش و آرام اور ترفہ میں تھے۔ فراغدستی اور ترفہ اگر خداپرستی اور نیکوکاری سے مانع نہ آوے تو کوئی بری چیز نہیں اسکی نعمت ہے مگر اس میں خرابی ہے تو یہی ہے کہ یہ نفس پروری اور غفلت اور شہوانی اور غضبانی کاموں کی طرف کھینچ لیجاتی ہے ظلم اور غرور اور دین اور بزرگان دین سے مقابل کردیتی ہے اور دنیا ہی میں رہنے اور یہاں کے اسباب تجمل پیدا کرنے پر آمادہ کرتی ہے جسکی سزا جہنم ہے اسلئے انکے بعد فرماتا ہے وکانوا یصرون علی الحنث العظیم اور بڑے گناہ پر اڑی کیا کرتے تھے اسی دنیا کے مال وجاہ کے نشے میں یہ خوب آدمی کو جب کسی برے کام پر ملامت کیجاتی ہے تو بیشتر وہ نادم ہوجاتا ہے اور اڑتا نہیں مگر پیٹ بھرے دولتمند کب مانتے ہیں بلکہ اسپر اصرار کرتے ہیں بڑے گناہ سے کیا مراد ہے؟ واحدی کہتے ہیں شرک اور یہی ضحاک و حسن و ابن زید کا قول ہے۔ مگر قوی یہی ہے کہ عموماً ہر ایک بڑا گناہ مراد ہے خواہ شرک ہو خواہ انکار آخرت و نبوت خواہ زنا و قتل وغیرہ اور اسپر اصرار کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اس سے نادم نہو توبہ نکرتے ہ

وکانوا یقولون ء اذا متنا وکنا ترابا وعظاما ء انا لمبعوثون اوآباؤنا الاولون اور منجملہ ان کے گناہ عظیم کے ایک یہ بات تھی کہ وہ مرکر دوبارہ حشر میں زندہ ہونے کا انکار کرتے تھے اور تعجب کرکے کہتے تھے کہ بھلا جب ہم مرکر مٹی اور ہڈیوں کا ڈھیر ہوگئے تو پھر ہم اور ہمارے باپ دادا اگلے زمانے کی جنکی قبروں اور ہڈیوں کا بھی نشان باقی نہیں بار دگر زندہ ہوکر اٹھیں گے؟ ہ

یہ بات ان کے نزدیک بڑی تعجب انگیز اور انکے عقول ناقصہ کے احاطہ سے باہر تھی۔ اور اصل سبب اس تعجب و انکار کا وہی محبت دنیا اور اسکا ترفہ تھا جسنے انکے انوار فطریہ اور عقول صافیہ کو سیاہ کرکے ایسی باتوں کے سمجھنے سے قاصر کردیا تھا اور انکی محبت دنیا اس خطرے کو بھی انکے دل میں جگہ نہ دیتی تھی کہ آخر ایک روز مرنا ہے اور مرکر زندہ ہونا اور خدا کے سامنے جانا ہے ہ

ان کے جہنم میں جانے کی یہی تین باتیں سبب ہوئیں جو تمام گناہوں اور ہر قسم کی بدکاریوں کی اصل الاصول ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا۔ اس انکار کے جواب میں فرماتا ہے۔ قل ان الاولین والآخرین لمجموعون الی میقات یوم معلوم کہ اے محمد ان منکروں سے کہدے کہ اگلے اور پچھلے سب لوگ زندہ کرکے ایک روز جمع کیئے جاویں گے ہ

پھر اس روز ایہا الضالون المکذبون لآکلون من شجر من زقوم فمالؤن منہا البطون اے گمراہو جھٹلانیوالو ان نعمتوں کی جگہ تم تھوہڑ کا درخت کھاؤگے اور یہ نہیں کہ ذرا چکھو بلکہ اس سے پیٹ بھروگے۔ ہرچند وہ جہنم کا پیڑ جو دنیا کے تھوہڑ سے مشابہ ہے نہایت بدمزہ اور تلخ اور گلا گھونٹنے والا انتڑیوں کا زخمی کرنے والا ہے مگر بھوک کی تکلیف اس سے بھی زیادہ تمکو معلوم ہوگی اس سبب سے اس سے پیٹ بھرنا غنیمت جانوگے۔ پھر اس کے کھانے کے بعد پیٹ میں ایک سخت گرمی اور بے انتہا پیاس معلوم ہوگی سرد پانی کی تلاش کروگے سرد پانی وہاں کہاں ناچار جہنم میں جو کھولتا ہوا پانی ہے فشاربون علیہ من الحمیم اسی کو پیوگے اور کس طرح فشاربون شرب الہیم اس طرح سے اس پانی پر گروگے کہ جس طرح کئی دن کے پیاسے اونٹ خشک بیابانوں میں جو پانی دیکھ لیتے ہیں تو اسکی طرف بیخود ہوکر دوڑتے ہیں اور اس پانی پر گرتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی کریں گے۔ اس پانی کے پینے سے انتڑیاں کٹ کٹ کر دستوں میں نکلیں گی ہر روز یہی معاملہ رہیگا۔ ہائے یہ کیسی بلا ہے اور کیسی مصیبت ہوگی (اللہ محفوظ رکھے) یہ انکی ضیافت ہوگی قیامت کے دن جس کی وہ نعمتیں کھا کھا کر منکر ہو رہے ہیں ہ

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۝ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۝ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗٓ

کہ میں تاروں کے ڈوبنے کی قسم کھاتا ہوں۔ اور اگر تم سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے کہ یہ عزت والا قرآن ہے جو محفوظ دفتر میں لکھا ہوا۔ جسکو سوا پاکوں کے

اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۝ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ

اور کوئی نہیں چھوتا ۔ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے کیا تم اس بات میں سستی کرتے ہو اور ٹھہراتے اپنی یہی روزی

اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ

کہ تم اسکو جھٹلایا کرو۔ پھر جب جان گلے تک آ پہنچتی ہے اور تم اس وقت تکا کرتے ہو اور ہم تم سے زیادہ اس کے پاس ہیں لیکن

لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

دیکھتے نہیں۔ پھر کیسا نہ اگر تم کسی کے محکوم نہیں۔ اسکو پھیر کیوں نہیں لاتے اگر تم سچے ہو ۔

## ترکیب

فلا امزیدۃ للتاکید کما فی قولہ لئلا یعلم۔ وقیل انہا للنفی لا اقسم اذ لا حاجۃ الی القسم فان الامر واضح وقیل معناہ لیس الامر کما زعم الکفار ثم اکدہ بالقسم فقال اقسم بمواقع النجوم وانہ لقسم عظیم لو تعلمون جملۃ معترضۃ بین القسم والمقسم علیہ انہ القرآن کریم صفۃ فی کتاب صفۃ ثانیۃ لا یمسہ ثالثۃ تنزیل رابعۃ القرآن مع صفاتہا خبر ان والجملۃ جواب القسم وتجعلون معطوف علی مدہنون رزقکم مفعول اول انکم تکذبون الجملۃ مفعول ثان فلولا بمعنی ہلا اذا ظرفیۃ والعامل فیہا ترجعونہا ثم الخ الجملۃ حال ونحن الخ حال من فاعل تنظرون فلولا تکریر للاولی ترجعونہا المحضض علیہ لولا ان کنتم شرط جوابہ محذوف دل علیہ ترجعونہا والمعنی لا ترجعون الروح ان کنتم غیر مملوکین مجزیین ۔

## تفسیر

ان دلائل میں اعجاز قرآنی بھی اپنا جلوہ دکھا گیا تھا اور چوتھی دلیل میں ایک حرارت قدرتی کا ذکر تھا کہ وہ مسافروں کے لیئے رہنما بھی ہوجاتی ہے اب ترقی کرتا ہے کہ ارضی چیزوں پر کیا موقوف ہے ستاروں میں بھی اس رہنمائی کا وصف رکھا گیا ہے اسلیئے مواقع النجوم کی قسم کھا کر اور یہ جتلا کر کہ یہ قسم بڑی قسم ہے قرآن مجید کا منجانب اللہ ہونا اور اسکے چند اوصاف حمیدہ بیان فرماتا ہے جو اسکے منجانب اللہ ہونیکی دلیل ہیں اور وہ اوصاف بھی چار ہیں جنکو چار دلیل سمجھنا چاہیئے اس خوبی اور لطف کے ساتھ معاد کے مسئلہ کو تمام کر کے مسئلہ نبوت کو ذکر کرتا ہے اسلیئے کہ دلائل کے بعد کامل تسلی اس مسئلہ میں نقلی دلائل سے ہوتی ہے اور نقلی دلائل مخبر صادق کی تصدیق اور اسپر ایمان لانے بغیر فائدہ بخش نہیں ہوسکتیں ۔

تنزیل من رب العالمین تک مسئلہ نبوت کا ذکر ہے۔ پھر افبہذا الحدیث الخ سے مخالفین کے بیجا انکار و شبہات کا رد اور انکا لچر و پوچ ہونا بیان کرتا ہے اور پھر انسان کی انتہائی حالت بیان کر کے (جو دنیا سے کوچ کرنے کے وقت نہایت عجز و بے بسی کے پیرایہ میں ظاہر ہوتی ہے اور اس سفر سے اسکا عزیز و قریب اسکو روک نہیں سکتا اور سب پڑے دیکھا ہی کرتے ہیں اور اسکی جان ہی کر گلے تک پہنچ گئی ہوتی ہے اور وہ ہچکیاں لے لے کر دم توڑتا ہے اور اقارب و احباب پاس بیٹھے ہوئے محض بے بسی کی حالت میں آنکھوں سے آنسو بہایا کرتے ہیں اور اپنے آہ و نالے کی صدائیں بلند کرتے ہیں) اپنی قدرت و جبروت کا اظہار کرتا ہے کہ انسان یوں ہمارے بس میں ہے اور یوں اسکو ہم کشاں کشاں دوسرے عالم میں لیئے جاتے ہیں اور تم بیٹھے دیکھا کرتے ہو ۔

یہاں سے پھر مسئلہ معاد کی طرف (دلائل و تصدیق نبوت سے فارغ کر کے) کلام کو متوجہ کیا جاتا ہے اور الفاظ میں سینکڑوں معنوی حقائق کی طرف اشارہ کرتا جاتا

کیوں نہیں بلکہ بالاوفات مشاہدہ ہوتا ہے پھر وہ منی ایک قطرۂ پانی ہے جو غذاؤں کا نچوڑ ہے ءانتم تخلقونہ ام نحن الخالقون پھر اس منی کو انسان بناتے ہو یا ہم ؟
نہیں اسی اس قطرۂ منی سے انسان بناتا ہے ورنہ انسان کو تو منی ڈالنے کے بعد کچھ بھی خبر نہیں ہوتی کہ رحم میں قرار پانے کے بعد اس پر کیا گزرتی ہے
ابتدائی چیزیں کسنے پیدا کیں کسی جزو کو قلب کسی کو دماغ کسی کو جگر پھر کسی کو ہڈی کسی کو کچھ۔ یہ کارگاہ کسی فاعل مختار کا کام ہے
کی کاریگر کا کام کرتی ہے اور منی کی طرف بھی نسبت ہو سکتی ہے کہ منی کو بھی ہم نے بنایا بلکہ ہم ہی نے
بھی ہمارے حکم سے ہے فقال نحن قدرنا بینکم الموت کہ تمہارے درمیان موت کا اندازہ ہم نے ٹھہرایا
لوگ مرتے ہیں پھر جسکی ابتدا و انتہا ہمارے بس میں ہے کیا بارِ دگر پیدا کرنا ہمارے لیے مشکل ہے اور ہم عاجز نہیں
یا تمہاری حالت بدل دیں کہ مار کر ریزہ ریزہ کریں اور پھر جلا دیں اول صورت میں امثال مثل مالکم کے جمع ہو اور دوسری میں
صورت و حالت وننشئکم فیما لا تعلمون اور تمکو اس ہیئت و حالت میں پیدا کرسکتے ہیں کہ جسکو تم جانتے بھی نہیں یعنی انسان بناکر پھر دوسری جنس بنا سکتے ہیں
ابتدا و انتہا و درمیانی حالت بھی سب ہماری قدرت کے احاطے میں ہے اسلیے دلیل کو اجمالی طور پر اعادہ کرتا ہے فقال ولقد علمتم النشأۃ الاولی فلولا تذکرون
کہ تم اول بار کا پیدا ہونا جان چکے ہو پھر کسلیے اسکو یاد نہیں کرتے اور کسلیے نہیں سمجھتے کہ وہ بارِ دگر بھی پیدا کرسکتا ہے ❊

**دوسری دلیل** افرءیتم ما تحرثون الخ بھلا رحم کے اندر پیدا کرنیکی کیفیت تو مخفی ہی ہے تم اپنی کھیتی کو دیکھو کہ تم زمین میں بیج ڈالتے ہو
ہمارا پیدا کیا ہوا ہے پھر وہ بیج زمین کے اندر تمہارا کوئی فعل موثر نہیں ہے اسکو اگانے اور سبز بناکر باہر لاتے ہیں اور اگر ہم چاہیں
چاہیں تو سوکھا کر گھانس اور چورا کر دیں جسپر تم افسوس و حسرت کرنے لگو معلوم ہوا کہ نہ اسکے پیدا کرنے میں تمہارا اختیار تھا نہ باقی رکھنے میں پھر جو ہم
ایک دانے سے ویسا ہی پیڑ پیدا کرتا ہے کہ جسکا وہ دانہ تھا کیا انسان کے کسی جزو جسم سے پھر اسکو اسی طرح زمین سے نہیں اگا سکتا ہے وہ اگا
سکتا ہے اور اگاویگا۔ یہ بات اے بنی آدم تم ہر وقت مشاہدہ کرتے ہو ❊

**تیسری دلیل** افرءیتم الماء الذی تشربون الخ بارش کے پانی کو دیکھو کہ جسکو تم پیتے ہو بھلا اسکو بادل سے کسنے برسایا ہے تم نے یا
ہم نے بادل اٹھائے اور ہمیں ان میں سے شیریں پانی برساتے ہیں اور چاہیں تو اس پانی کو کھاری کر دیں پھر تم کسلیے شکر نہیں کرتے اور
پوری شکرگزاری یہ ہے کہ اسکی قدرتِ کاملہ پر ایمان لاوے کہ وہ قادرِ مطلق انسان کو بارِ دگر بھی زندہ کرسکتا ہے ❊

**چوتھی دلیل** افرءیتم النار التی تورون الخ تم اس آگ کو دیکھو کہ جسکو سبز درختوں میں سے لیکر سفر میں جنگلوں میں سلگایا کرتے ہو
پھر وہ درخت کسنے پیدا کیا تمنے یا ہمنے ؟ ہمنے اس آگ کو اپنی قدرت یاد دلانے والا یا جنگل میں بھولوں کو رستہ یاد دلانے والا کر دیا کہ آگ
کی روشنی دیکھکر رات میں بیابانوں کے مسافر وہاں پہنچ جاتے ہیں اور مسافروں کے برتنے کی چیز بنا دیا اب سبز درخت دیکھو اور اس میں سے
آگ کا نکلنا دیکھو خالق کی کیسی قدرتِ کاملہ کا نمونہ ہے ❊

عرب میں ایک قسم کا درخت ہے جب اسکی شاخوں کو باہم رگڑا جاتا ہے یا از خود ہوا سے رگڑ کھاتی ہیں تو آگ نکل آتی ہے۔ عرب
جنگلوں میں جہاں آگ نہیں ملتی اس آگ سے کام لیتے ہیں۔ ہندوستان کے کوہ ہمالیہ میں بانسوں میں بھی باہم رگڑ کھانے سے آگ پیدا ہوتی ہے
دلائل کو تمام کر کے خدا کی طرف رجوع کرنے اور اسکے پاک نام کی تسبیح و تقدیس کرنیکا حکم دیتا ہے فقال فسبح باسم ربک العظیم ❊

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ فَسَلٰمٌ لَّكَ

پھر اگر وہ مقربین میں سے ہے تو راحت اور خوشبو اور نعمت کے باغ ہیں اور اگر وہ دہنے والوں میں سے ہے [illegible]

مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ۝ اِنَّ

[illegible] والوں کی طرف سے سلام ہے اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہے [illegible] اور آگ [illegible] بیشک

هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝

[illegible] یقینی ہے پھر اپنے رب کے نام کی تقدیس کر جو بڑا ہے ۝

---

[illegible] (ترکیب [illegible]) [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] واما ان کان من اصحاب الیمین اور اگر وہ اصحاب الیمین [illegible]

[illegible] سلام [illegible]

[illegible] سلام علیکم [illegible]

[illegible] سلام کہیگا اور خبر دیگا کہ تو اصحاب الیمین میں سے ہے ۝

واما ان کان من المکذبین الضالین اور اگر وہ اللہ کی باتوں کو جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہے یعنی اصحاب الشمال (مگر اصحاب الشمال کو ان ناموں سے اسلیئے ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہی دونوں صفتیں انکو اس عذاب میں لائی ہیں) فنزل من حمیم تو اسکی مہمانی اور ضیافت کھولتا ہوا پانی وتصلیۃ جحیم اور آگ میں ڈالا جانا ہے یعنی وہ زقوم کھانے کے بعد کھولتا پانی پیویگا اور آگ میں ڈالا جاویگا۔ اسکی ضیافت یہ ہے اور یہ اسکے لیئے سامان مہمانی تیار ہیں جلنے کی دیر ہے۔ ہائے بہت لوگ دنیا میں بدکاری و کفر میں گرفتار ہیں اور انکو ہر قسم کی کامرانی اور عیش اور دنیاوی عزت و جاہ بھی ہے اور اپنے لیئے بڑے بڑے سامان دوام کے لیئے کر رہے ہیں کہ یکایک موت آکر صبح دنیا کی ان شادمانیوں میں تھا شام سے پہلے اس عالم میں ان بلاؤں میں گرفتار ہوگیا ایسے بھی ہیں کہ نیک و باخدا ہیں مگر دنیا کی تکالیف تنگدستی بیماری خواری بیکسی غربت میں گرفتار ہیں موت آگئی دوسرے عالم میں سلطان و کامران ہوگیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک دولتمند اور ایک لعزر نامی محتاج و بیمار کا انجام کا بیان فرمایا کہ دولتمند دوزخ میں گیا اور وہ محتاج جو اسکی ڈیوڑھی پر اسکے نیچے کے ٹکڑوں کی آرزو کیا کرتا اور کتے اسکے زخم چاٹا کرتے تھے ابراہیم علیہ السلام کی گود میں بیٹھا ہوا اسکو نظر آیا اور التجا کی کہ کاش لعزر اپنی انگلی کا سرا بھگو کر میرے منہ میں دے حضرت ابراہیم نے فرمایا یہ نہ ہوگا تو دنیا میں اپنے آرام پاچکا وہ تکلیف پاچکا تیرے اسکے درمیان جہنم کا گڑھا ہے یہ تیرے پاس نہیں آسکتا [illegible] یہ باتیں دنیا کے خیال میں نہیں آتیں اسلیئے فرمایا ان ہذا لہو حق الیقین کہ یہ باتیں یقینی ہیں پھر آخرت کے [illegible] فسبح باسم ربک العظیم [illegible] بزرگ [illegible] کی تقدیس و تسبیح کیا کر یہی آخرت کا بڑا ذخیرہ ہے اور اسمیں اشارہ ہے کہ وہ جھوٹ بولنے سے پاک ہے جو کچھ فرمایا حق ہے [illegible] کلام کو تمام کیا ہے [illegible]

فلا اقسم بمواقع النجوم مواقع موقع کی جمع جسکے معنی ہیں ستاروں کے واقع ہونے کی یعنی ٹوٹنے یا غروب ہونے کی جگہ مُبَرِّد کہتے ہیں مواقع اس جگہ مصدر ہے یعنی ستاروں کے غروب یا ٹوٹنے کی قسم کھاتا ہے ٹوٹنے سے کیا مراد ہے؟ پچھلی رات جب جلوہ دکھاکر ستارے غروب ہونے کو ہوتے ہیں وہ بھی ایک عجیب وقت ہوتا ہے کہ با عارف کی نظروں (جو تہجد کی نماز سے فارغ ہوکر اور اُن انوار و برکات سے حصہ پاکر بیٹھتا ہے جو اس وقت مناجات و عبادات کرنے والوں کے لیے مخصوص ہیں) ستاروں کا غروب ہونا نہایت [illegible] کررہا ہے کیونکہ یہ آفتاب بنانے والے پر نثار ہوتے جاتے ہیں اور اسکے جمال کا جو ایک ادنیٰ مظہر آفتاب برآمد ہونیوالا ہے اسکے سامنے رونمائی کی انکو تاب نہیں اور یہ کہ دنیا کی بے ثباتی اور اسی طرح یکے بعد دیگرے انسانوں کا غروب یاد دلاتے ہیں (قتادہ وغیرہ) حسنؒ کہتے ہیں مواقع النجوم سے مراد قیامت کے دن انکا ٹوٹنا اور بے نور ہونا جو بڑا عبرت انگیز وقت ہوگا بعض کہتے ہیں ستاروں سے مراد قرآن مجید کی آیات اور انکا یکے بعد دیگرے نازل ہونا مواقع یعنی ٹوٹنا یہ استعارہ ہے نزول آیات کا [illegible] قسم کھاکر اپنے کلام کو مؤکد کرتا ہے بعض کہتے ہیں انبیاء و اولیاء کرام کے دل مراد ہیں جہاں اسکے انوار و فیضان کے ستارے ٹوٹ کر گرا کرتے ہیں بعض کہتے ہیں ستاروں سے مراد نیک باخدا لوگ ہیں جو دنیا کی اندھیری رات میں ستارے ہیں اور انکا ٹوٹ ٹوٹ کر گرنا یکے بعد دیگرے دنیا سے گزر جانا اور اسکو خالی کرتے جانا ہے جو حسرت و افسوس و عبرت کا مقام ہے اس بات کی خدا تعالیٰ قسم کھاتا ہے کلام الٰہی ہے ان سب احتمالات کی گنجائش ہے کیا بلیغ کلام ہے یہ چیزیں کہ جنکی قسم کھاتا ہے بڑی بڑی چیزیں ہیں اسلیئے فرماتا ہے کہ یہ بڑی قسم ہے مگر کب؟ جبکہ تم جانو اور جب جہالت و نادانی ہی جانتے ہی نہیں تو تمہارے نزدیک کچھ بات نہیں۔ قرآن کریم اول درجہ کی ہے۔

فی کتاب مکنون یہ قرآن کی دوسری صفت ہے کہ وہ مخفی دفتر میں ثبت ہے کوئی اسمیں تحریف و تبدیل نہیں کرسکتا۔ کتاب مکنون سے مراد لوح محفوظ ہے جو لوگوں کی آنکھ سے مخفی ہے اور ممکن ہے کہ حفاظ کے دل مراد ہوں کہ اس مخفی دفتر میں قرآن کو قضا و قدر نے لکھ دیا ہے عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ کتاب مکنون سے مراد توریت و انجیل ہو۔ کیونکہ یہ کتابیں مکنون یعنی مخفی ہیں اصلی کتابیں تو چھپ گئیں انکے نام کی دو کتاب موجود ہیں ان میں قرآن کا ذکر تھا۔ [illegible] کہتے ہیں کہ مصحف بھی مراد ہوسکتا ہے کہ جسمیں قرآن مجید لکھا ہوا ہوتا ہے یعنی اوراق لا یمسہ الا المطہرون کہ اسکو پاک ہی ہاتھ لگاتے ہیں یہ تیسری صفت ہے اگر اسکو جملہ خبریہ مانا جائے جیسا کہ ظاہر ہے۔ واحدی کہتے ہیں اس تقدیر پر اکثر مفسرین کے نزدیک ضمیر کتاب مکنون کی طرف پھرتی ہے جسکے یہ معنی ہوئے کہ کتاب مکنون یعنی لوح محفوظ کو بجز پاک لوگوں کے یعنی ملائکہ مقربین کے جو جمیع نجاستوں ظاہری و باطنی سے پاک ہیں اور کوئی نہیں چھوتا کیونکہ وہی اسکو وہاں سے یاد کرکے دنیا میں لاتے ہیں۔ اور اگر اسکو معناً نہی قرار دیا جائے جو تاکید کے لیئے بصورت نفی صادر ہوئی ہے تب اسکے یہ معنی ہوں گے کہ پاکوں ہی کو اسے چھونا چاہیئے۔ اس تقدیر پر لا یمسہ کی ضمیر قرآن کریم کی طرف پھرتی ہے یہ جمہور فقہا اور اکثر محدثین کا قول ہے یعنی بے وضو بے غسل جنابت و حیض و نفاس میں قرآن مجید کو ہاتھ لگانا حرام ہے۔ حضرت علیؓ و ابن مسعودؓ و سعد بن ابی وقاصؓ و سعید بن زیدؓ و عطاؒ و زہریؒ و نخعیؒ و حکمؒ و حمادؒ وغیرہ کا یہی قول ہے اس بارے میں احادیث بھی وارد ہیں چنانچہ طبرانی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قرآن کو نہ چھوئے مگر پاک۔ کتب حنفیہ میں ہے کہ محدث و حائض و نفاس والے کو قرآن کو ہاتھ نہ لگانا چاہیئے مگر جبکہ اگلا نہ غلاف میں ہو تو مضائقہ نہیں کہ غلاف کو ہاتھ لگایا جائے ہاں بے وضو کو پڑھنا درست ہے اگر حافظ ہو اور اگر دیکھ کر پڑھتا ہے تو قلم یا اور کسی چیز سے ورق اُلٹے۔

مدہنون۔ ادہان۔ مداہنت جھٹلانا اسکے اصلی معنی ہیں چکنا کرنا چونکہ جھٹلانے والا چکنی چپڑی باتیں بنایا کرتا ہے اسلیئے اسکے اس فعل کو مداہنت و ادہان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ غیر مدینین غیر مطیعین۔ او غیر مجزیین او غیر محاسبین۔ واللہ اعلم۔

---

۱؎ [illegible]

اسی کی ہر چیز تسبیح کرتی ہے خصوصاً شروع سورۃ میں یہ ہے کہ اسے مشرکو اسے جاہلو تمنے جو اپنے اوہام باطلہ اور قیاسات فاسدہ سے خدا تعالیٰ کی ذات پاک میں عیوب تجویز کر رکھے ہیں کسی نے اسکے لئے بیٹیاں کسی نے بیٹا۔ کسی نے اسکے کارخانہ قضا و قدر میں شریک سمجھ رکھے ہیں کسی نے انسان کو خدا کا ہمشکل قرار دیا ہے کسی نے انسانوں اور حیوانات کی شکل میں اس کا متشکل ہوکر ظاہر ہونا مانا ہے کسی نے آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے کے بعد اسکے لیے بیکار بیٹھنا ہے کسی نے اسکو بعض امور کی نسبت عاجز بیان کیا ہے کسی نے اسکو بغیر وسائل کے بندوں کی حاجتیں سننے سے بیزار قرار دیکر وسائل تجویز کرکے انکی پرستش اختیار کی ہے کسی نے اسکو عالم پیدا کرنے کے بعد معطل ٹھہرا رکھا ہے وہ ان سب باتوں سے پاک ہے اسکی پاکی آسمان و زمین کی ہر ایک چیز بیان کر رہی ہے۔

اسکے بعد وہ ان امور کے ابطال اور اپنی قدرت و کمال کے ثبوت میں جو تسبیح و تقدیس کے اثبات میں چند دلائل بیان فرماتا ہے مگر اسی سادے اور دلپسند طریق سے۔ **دلیل اول** وہو العزیز الحکیم تسبیح تنزیہ یعنی برائیوں سے مبرا کرنا۔ یہ دو باتیں چاہتا ہے اول یہ کہ جسکو عیوب سے مبرا کہا جاتا ہو وہ ایسا قدرت کاملہ رکھتا ہو کہ جسکے سبب کوئی عیب و نقص عجز کی وجہ سے اسکے گرد نہیں آنے پاتا۔ ہمیں بیشمار باتیں آلگتی ہیں جو روکوں سے پاک ہونا ہم مقتضیات جسم اور ہر قسم کی ہوائی و نفسانی راہیں ہیں تھوک پیاس نیند اور کچھ موت و بیماری کسی کام کے کرنے پر بغیر کسی آلات و اسباب معین و مددگار کے قادر نہ ہونا سب ناکسے ہیں دوسری بات قدرت کے ساتھ حکمت بھی ہو کہ حقائق الاشیاء اور ہر چیز کی مناسبت تدبیر آغاز و انجام جانتا ہو اور انکے وہی موانع اسباب عالم کے انقلابات سے بخوبی واقف تا ہو اور ہر ایک کی پیدائش ہر چیز کا سبب ہے جب دل کو پیدا کرتا ہے۔ اس واقفیت کو حکمت کہتے ہیں پہلی بات کے لیے العزیز دوسری کے لیے الحکیم فرما کر دعوے کو مدلل کر دیا۔ اب یہی یہ بات کہ درحقیقت اسمیں یہ دونوں وصف ہیں بھی۔ اس کے ثبوت میں عالم کے تصرفات کو دلیل میں پیش کرتا ہے۔ فقال له ملک السموات والارض کہ آسمانوں اور زمین پر اسی کی حکومت اور اسی کی سلطنت ہے یہ بات ہر روز مشاہدے میں آ رہی ہے کیونکہ یحیی و یمیت وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ گو عالم اسباب میں انسان اور حیوان اور جملہ موجودات کا وجود و عدم جسکو حیات اور موت سے تعبیر کیا جاتا ہے بظاہر اسباب کی طرف منسوب ہے مگر جب عقل و دین سے دیکھئے گا تو ان جملہ اسباب کا سلسلہ اسی کی طرف جا کر منتہی ہوتا ہوا معلوم ہوگا جسلیئے آخر یہی کہنا پڑیگا کہ وہی مارتا اور وہی جلاتا ہے پھر جسکے قبضۂ قدرت میں عالم کا ایجاد اور انعدام ہو پھر اسکی کامل بادشاہی میں کیا کلام ہے؟ کس بادشاہ کو رعیت پر یہ اختیارات حاصل ہیں ہے۔ اور لطف بلاغت یہ دیکھو کہ ہمکو مضارع کے صیغوں سے بیان کیا تاکہ معلوم ہو کہ بالفعل بھی مارتا جلاتا ہے ہر ترقی پر فعل جاری ہی اور رہیگا یہ نہیں کہ کہ چکا جسمیں کوئی کلام کر سکے اسلیئے اس بات کی آپ ہی تصریح بھی کرتا ہے وھو علی کل شئی قدیر کہ وہ ہر بات پر قادر ہے۔ پھر اس قدرت کاملہ کا اظہار اپنی چار صفتوں میں ثابت کرتا ہے۔ فقال ھو الاول کہ وہ سب سے اول ہے اس سے پہلے کوئی نہیں کیونکہ ہر شئے کا موجد اور علت کا وجود جملہ معلولات سے مقدم ہوتا ہے۔ اسکی ابتدا جب ہوتی کہ کوئی اس سے پہلے ہوتا پس وہ ازلی اور قدیم ہے ذات و صفات میں اور جو کچھ ہے حادث ہو ذات و صفات میں انکی ہستی انکی ہستی سے مقدم ہے۔ اور اسی طرح وہ الآخر بھی ہے سب کے بعد وہی رہیگا یعنی ابدی بھی ہے سب اشیاء جانیں کے پردہ ہیگا اور الظاہر اور وہ سب پر غالب اور بلند بھی ہے سب سے برتر ہے۔ یا یعنی کہ تجلیات اور موجودات کے پردوں میں سے ایسا ظاہر ہے کہ اس قدر کوئی چیز ظاہر نہیں مصنوع جب اپنی خوبیوں کا جلوہ دکھاتا ہے اس سے پہلے اسکے صانع کی خوبی اور اسکا وجود جلوہ گر ہوتا ہے انہیں معنوں میں بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ میں جب کسی چیز کو دیکھتا ہوں سب سے پہلے میں اللہ کو دیکھتا ہوں ⁓ کہ چشمان دل مبیں جز دوست + ہر چہ بینی بدانکہ مظہر اوست + باوجود اسکے الباطن مخفی بھی ایسا ہے کہ کسی کو ان آنکھوں سے نظر نہیں آتا اسکی حقیقت ذات اور اک ابصار و حواس و عقول سے محجب ہے۔ یا یوں کہو کہ جس طرح سب سے بلند اور اونچا ہے اسی طرح سب سے نیچا بھی وہی ہے وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ اگر تم کنوئیں میں ڈول ڈالو گے تو وہ اسی پر جا کر پڑیگا اسکے یہی معنی ہیں کہ وہ ہر طرف سے احاطہ کئے ہوئے ہے اسکے احاطے سے کوئی باہر نہیں سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ ترمذی و مسلم وغیرہ نے ایک حدیث نقل کی ہے جسمیں آپ نے ایک دعا تلقین فرمائی ہم کو سکھایا

# سورۂ حدید مدنیہ ہے اس میں انتیس آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۚ

اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں۔ اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اسی کی بادشاہت ہے آسمانوں اور زمین میں۔ وہ جلاتا اور مارتا ہے

وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ هُوَ الَّذِیْ

اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی ہے سب سے پہلا اور سب سے پچھلا اور ظاہر اور پوشیدہ اور وہ ہر چیز سے واقف ہے۔ وہی ہے جس نے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۚ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا

آسمانوں اور زمین کو بنایا چھ دن میں پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔ جانتا ہے جو کچھ زمین میں گھستا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے

وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

اور جو کچھ آسمانوں سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے۔ اور وہ ہر جگہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔ اسی کی سلطنت ہے آسمانوں

وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَیُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ ۚ وَهُوَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

اور زمین میں۔ اور سب چیزیں اسی کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں۔ اور وہ دلوں کے بھید جانتا ہے ؂

(ترکیب) یحیی و یمیت فی محل الرفع لکونہ خبر المبتدا المحذوف ای ہو ؂

(تفسیر) اس سے پہلی سورۃ کو اپنے نام پاک کی تسبیح کرنے پر تمام کیا تھا فسبح باسم ربک العظیم اب اس سورۃ کی ابتدا میں اس تسبیح کی کیفیت بیان فرماتا ہے فقال سبح للہ ما فی السموات والارض کہ صبر یا کچھ ہم ہی پر موقوف نہیں آسمانوں کے رہنے والے فرشتے (اور روحانیات بھی) انبیاء اور اولیاء کرام اور زمین کے رہنے والے ملائکہ و جمادات و نباتات اور کل موجودات اپنی زبان حال سے اس کی کمالِ صنعت و ربوبیت کمال کی گواہی دے رہے ہیں۔ یہی ان کی تسبیح و تقدیس ہے جو لوگ زبان سے تسبیح و تقدیس کرتے ہیں مومنین و ملائکہ کرام خواہ وہ ارضی ہوں خواہ سماوی وہ زبان سے باقی کائنات بزبان حال تسبیح کر رہا ہے ؂

یہ لفظ سبح قرآن مجید میں مختلف صیغوں میں آیا ہے اس سورہ اور سورہ حشر اور صف وغیرہ میں بصیغہ ماضی اور سورہ جمعہ و تغابن وغیرہ میں بلفظ مضارع یسبح اور بعض میں بصیغہ امر سبح جیسا کہ سورہ اعلیٰ اور سورہ بنی اسرائیل کے اول میں بصیغہ مصدر سبحان الذی اسری بعبدہ۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ اس کی تسبیح و تقدیس کسی وقت کسی حال میں منقطع نہیں بلکہ ہر حال میں ہونی چاہیے گویا یوں فرمایا اس کی تسبیح و تقدیس ہوتی آئی ہے اور ہوتی ہے اور ہوگی اور ہونی چاہیے اور ہونی رہتی ہے اور اے لوگو تم بھی کرو۔ اور ما فی السموات الخ میں یہ اشارہ ہے اے بنی آدم کچھ تمہیں پر اس کی تسبیح و تقدیس موقوف نہیں اس کی تسبیح و تقدیس کرنے والے بہت ہیں آسمانوں کے فرشتے اور وہ بگرہ جیز یا اور زمین کے رہنے والے اور دریا کے جانور اور بیابانوں کے وحوش و طیور، درختوں کے چہچہے اور درند و پرند، نباتات و جمادات اگر سننے والے کے کان ہوں تو عرش سے لے کر فرش تک اس کی تسبیح و تقدیس کا غلغلہ اور شور ہے۔ خاصانِ خدا نے کبھی جمادات کی تسبیح بھی سنی ہے بخاری نے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ ہم کھانے کی جس وقت کہ وہ کھایا جاتا تھا تسبیح سنا کرتے تھے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے۔ الغرض اس کہنے سے کہ

یہ کھانے کی صورت میں تسبیح

اسکے رستے میں حائل ہوکر اسکو اس طرف جانے سے روک رہے ہیں انکو اس سے دور کرے کو دیا انبیاء علیہم السلام اور کتابیں بھیجی جاتی ہیں سب چیزوں کا اسکی طرف رجوع کرنا یعنی اسکے ہاتھ میں ہونا بیان فرمایا تھا اسکے بعد چند بڑی بڑی امور کا اسکی طرف رجوع کرنا فرمایا ہے فقال یولج الیل فی النہار الخ رات دن کو دیکھو کہ وہ قادر مطلق انکو کس طرح سے الٹتا پلٹتا ہے یہ تمام جہان منور ہوتا ہے دن کی ساعت روز روشن ہوتی ہے پھر اسکو غروب کرکے رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے پھر رات داخل ہو کر تمام جہان پر اپنا قبضہ کر لیتی ہے اسکے بعد پھر دن کو اسمیں داخل کر دیتا ہے کیسا انقلاب عظیم ہے پھر کسکے قبضے میں ہے؟ اسیکے آفتاب بھی اسکے حکم سے چلتا ہے اسکی لگام بھی اسیکے ہاتھ میں ہے۔ یہ قدرت کا نمونہ ہے اور علم کی یہ کیفیت ہے کہ وہو علیم بذات الصدور وہ ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جو سینے میں ہوتی ہیں یعنی دل میں مخفی ہوتی ہیں دل کی بات کو سینے کی بات بھی محاورۂ عرب میں کہتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ دل سینے میں ہوتا ہے انسان کے تمام مخفی ارادے اور خطرات بھی اسکے سامنے حاضر ہیں جب یہ ہے تو انسان کو اپنے دل میں سب سے اعلیٰ خیال اور سب سے اعلیٰ اعتقاد رکھنا چاہیے اسلیے اسکے بعد فرمایا آمنوا باللہ ورسولہ کہ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ جو سچا اعتقاد اور حیات ابدی کا ذریعہ ہے اور دوسری زندگانی کی روح ہے۔ مگر صرف ایمان لانا ہی کافی نہیں اسکے بعد کچھ عمدہ کام بھی کرنے چاہییں اور اعمال میں خدا کے ساتھ سلوک کرنا بڑا عمدہ کام ہے اسلیے اسکو ذکر کیا وانفقوا الخ کہ خیرات بھی کرو ابتداء اسلام میں جبکہ آنحضرت صلعم کو تیرہ برس کی مدت مکہ میں تھے ایمان لانا اور خیرات کرنا ہی سکھایا جاتا تھا اور باتوں کے ماننے کی ابھی ان میں صلاحیت نہ تھی جب صلاحیت بڑھتی گئی اور احکام بھی بتکمیل سعادت کے لیے فرض ہوتے گئے اسلیے اس آیت میں ان کفار قریش کو بعض انداز کی طرف بلایا جاتا ہے مگر مال خرچ کرنا آسان کام نہیں طبیعت کا بخل مانع آ جاتا ہے اسلیے مختلف طور سے اسکی تاکید کی جاتی ہے (۱) ما جعلکم مستخلفین فیہ مال جس سے وہ جسکا تمکو خدا نے خلیفہ اور وارث بنایا۔ باپ دادا کی میراث یا کسی عطیہ یا کسی سبب سے حاصل ہوا کل کو یہ غیر کے پاس تھا آج اسکے پاس ہے تمکو سلسلہ یعنی قائم مقام ہے اسمیں اسطرف اشارہ ہے کہ یہ مال کسکے پاس نہیں رہتا نہ تمہارے پاس رہیگا آتی جاتی چیز ہے آج تمہارے پاس کل دوسرے کے پاس چلا جاتا ہے (۲) فالذین آمنوا الخ کہ جو ایمان لائینگے اور اسکی راہ میں خرچ کرینگے انکے لیے بڑا عمدہ بدلہ ہے انکا خرچ ضائع نہ جائیگا کبھی اس دنیا میں بھی دیا جاتا ہے ورنہ اکثر تو اس جہان میں ملتا ہے جہاں مرکر جاتا ہے اور دوسری زندگی حاصل کرتا ہے اسیلیے نیک لوگوں نے جو کچھ ملا اسکی راہ میں صرف کر دیا۔ ایک صحابی سے کسی نے پوچھا کہ تمہارے گھر میں کیا کچھ مال و اسباب کھائی نہیں دیا کیا سبب ہے؟ کہا بھائی یہ میرا گھر نہیں سرائے فانی ہے چند روزہ مہمان ہوں مجھے چلنا ہے اسکو اپنے اصلی گھر میں بھیج دیتا ہوں جسکو کوئی چور نہ لے سکے نہ ظالم چھین سکے۔ جواب سنکر سائل پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور غفلت و حب مال پر رونے لگا۔ یہاں سے ایمان کی بھی تاکید شروع ہو گئی کیونکہ یہیں تو خیرات کا بھی نفع نہیں اور یہی اعتقاد تو اسکو خیرات پر حرکت دیتا ہے اسلیے ایمان کی تاکید کرتا ہے۔ فقال وما لکم لا تؤمنون الخ کہ تم کس لیے ایمان نہیں لاتے حالانکہ اسکا رسول تمکو ایمان لانے کے لیے کہتا ہے اور تم سے عہد بھی لے لیا ہے۔ یا تو وہی عہد ازلی جو روحوں سے لیا گیا تھا یا دنیا میں خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا حاصل کرنا اور روزمرہ صدہا دلائل دیکھنا عقل سلیم کا عہد ہے کہ اپنے اللہ پر ایمان لائے ان کنتم مؤمنین اگر تمکو ایمان لانا منظور ہے تو کس لیے نہیں لاتے بعض کہتے ہیں ان الخ جملہ شرطیہ ہے اسکی جزا محذوف ہے کہ اگر تم ایمان لے آئے ہو تو تمکو اجر عظیم ملیگا۔ ہو الذی ینزل الخ کہ اللہ جس پر ایمان لانا چاہیے وہ ہے کہ جو اپنے بندے محمد صلعم پر آیتیں نازل کرتا ہے خاص مطلب یہ ہے کہ تمکو گمراہی کی اندھیریوں میں سے نکالکر ہدایت و سعادت کی روشنی میں لائے اور اللہ تم پر بڑا مہربان ہے جو اسنے ایمان لانے کے لیے رسول بھیجا ورنہ اسکو کیا پروا تھی۔ یہ بھی تاکید ہے ایمان کیلئے تھی جو مقصد اصلی ہے (۳) تاکید وما لکم الا تنفقوا الخ خیرات کے لیے کہ تم کس لیے خرچ نہیں کرتے آخر چھوڑ جاؤگے سب اللہ کیلئے رہجائیگا۔ یا یہ کہ سب مال اسکا ہے اسکے بدلے میں نہیں لیگا (۴) پھر خیرات کے مراتب بیان فرماتا ہے۔ لا یستوی کہ خیرات گرچہ ہر حال میں بہتر ہے مگر بعض اوقات کہ جہاں اسکی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اسکا زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ ابتداء اسلام میں کہ فتح ہونے سے پہلے فقراء اسلام پر بڑی تنگدستی تھی اس وقت کا دینا بعد کے دینے کے برابر نہیں جنہوں نے اس وقت اسکی راہ میں دیا اور جہاد کیا جان و مال صرف کیا کام میں لایا اسکا اللہ کے نزدیک بڑا درجہ ہے مگر جنہوں نے بعد میں کیا اسکا ثواب اور نیک عوض انکے لیے بھی ہے مگر مدارج نیت اور خلوص پر ہے اسلیے فرماتا ہے

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۚ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ○

ایمان لاؤ اللہ اور اسکے رسول پر اور خرچ کرو اس چیز میں سے کہ جسکا تمکو قائم مقام کیا۔ پھر وہ تم میں سے ایمان لائے اور خرچ کیا انکے لیئے بڑا اجر ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

اور تم کس لیے اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور رسول ہے کہ تمکو بلا رہا ہے اپنے رب پر ایمان لانے کے لیئے اور تم سے عہد بھی لے چکا ہے۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ وَمَا لَكُمْ

وہی تو ہے جو اپنے بندے پر کھلی کھلی آیتیں اتار رہا ہے تاکہ انکو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائے اور اللہ تم پر بڑا مہربان ہے اور تم کو کیا ہو

اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۚ اُولٰٓئِكَ

اللہ کی راہ میں نہیں دیتے اور آسمانوں اور زمین کا ورثہ تو اللہ کے لیئے ہے۔ تم میں سے وہ کوئی برابر نہیں [illegible]

اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۚ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○

اللہ کے نزدیک بڑا درجہ ہے ان لوگوں سے کہ جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور جہاد کیا اور اللہ نے ہر ایک سے [illegible]

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ○

کوئی ہے جو اللہ کو اچھی طرح قرض دے کہ وہ اسکو دونا کر دے اور اسکے لیئے [illegible]

---

وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کے یہی معنی بیان فرمائے ہیں اور یہی تفسیر کی ہے اور ابن جریر نے [illegible]

کی روایت سے اور یہی حدیث نقل کی ہے جس میں ان چاروں لفظوں کے یہی معنی بیان ہوئے ہیں ۔

[illegible] یعنی التفسیر کی توضیح و تفسیر [illegible]

تجلی ہی علیم ۔ الحکیم کی تفسیر ہے اسکے بعد ایک [illegible] فعل کو ذکر کیا ہے جس سے اسکی کمال قدرت [illegible]

کہ اسی نے تو آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں بنایا۔ اسکی تفسیر کئی جگہ ہو چکی ہے۔ ثم استویٰ علی العرش۔ اسکے بعد تخت [illegible] آگئی

بھی تفسیر و تحقیق ہو چکی۔ اسکے بعد پھر اپنی حکمت و علم کا اظہار کرتا ہے یعلم ما یلج فی الارض کہ وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں گھستا ہے [illegible]

اور مردوں کی لاشیں وغیرہ وما یخرج منہا اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اسکو بھی جانتا ہے نباتات معادن وغیرہ وما ینزل من السماء اور جو کچھ

آسمانوں سے اترتا ہے۔ ملائکہ۔ رحمت۔ عذاب۔ بارش۔ احکام حوادث وغیرہ سب کو جانتا ہے۔ وما یعرج فیہا اور جو کچھ [illegible] بندوں

کے نیک اعمال اور نیک روحیں اور بعض انبیاء زندہ اور بندوں کی دعائیں اور زمین کے ابخرات سب کو جانتا ہے اور انہیں پر کیا موقوف ہے

وھو معکم اینما کنتم۔ وہ ہر جگہ تمہارے ساتھ ہے واللہ بما تعملون بصیر اور جو کچھ تم کر رہے ہو وہ دیکھ رہا ہے ۔ پھر اسی جملہ کا اگلے مضمون کی تمہید بنا کر اعادہ کرتا ہے

فقال لہ ملک السمٰوٰت والارض اسکے بعد پھر اپنی قوت و حکمت کا اظہار شروع کرتا ہے۔ فقال والی اللہ ترجع الامور عالم سفلی سے لیکر علوی تک اور جسمانی

لیکر روحانی تک جنکے کار اسباب پر مبنی ہیں سب اسباب اسی مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرتے ہیں یعنی قبضہ قدرت میں ہیں اور تمام کائنات کا

وہی مرکز اصلی ہے سب کا میلان اسی طرف ہے ع ہمہ سوے تو بود [illegible] مگر بہیمیت کے ظلمات اور رسم و رواج کی تقلید کے پھندے

تمام صحابہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم موجود تھے فتح مکہ سے پہلے وہ ایمان لا چکے تھے جیسا کہ اللہ کی راہ میں مال بھی خرچ کرتے تھے ابو بکر رضی اللہ عنہ سب سے بڑھ کر ۔ اسی مسئلہ سے (جس کا مدار انتخاب پر تھا جس خدمات لیاقت و کارگزاری اور علم و فضل سب پر تھا) چلیں ان تمام صحابہ نے ابو بکر کو خلیفہ بنایا ۔ اسلئے انکو کافر مرتد اور غاصب بنایا جاوے ۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بعد میں خلیفہ ۔ اسی وجہ سے الزام لگا کر یہ جاہل سخت بہتان ہے ۔

پہلی آیتوں میں جہاد کرنے والوں ایمانداروں اور قرض دینے والوں کے ((تفسیر)) لئے وعدے اجر عظیم کا وعدہ ہوا تھا اسلئے اس ایمان و عمل کا ثمرہ بیان فرماتا ہے فقال یوم تری المؤمنین والمؤمنات الآیہ کہ اس دن ہوگا کہ تم ایماندار مردوں اور عورتوں کو دیکھو گے ان کا نور دوڑتا ہوا چلتا ہوگا اور ان کو خوشی کا مژدہ دیا جاوے گا اور جس دن منافق اس نور کی حسرت کرینگے یعنی قیامت کے روز کہ جہاں سخت اندھیرا ہوگی اور وہ ایک ایسا سخت خطرناک جہاں ہوگا جہاں کوئی زندگی اس نور کا بدلہ ملیگا ۔ و نیز اسی روز وہ ہے اس میں بیٹھے ساکی سال جو ان صورتوں میں دیکر ہمارے سے اور کوئی عذاب بھی ہے ۔ وہ کبھی بیان ہو چکا اور اسکے ضمن میں قیامت کا حال بھی ذکر کر دیا اسکا خوف انسان کو نیکی کی طرف حرکت دیتا ہے ۔

اس کلام سے یہ ہے کہ مؤمنین و مؤمنات کے آگے اور داہنے دوڑنے سے کیا مراد ہے اور کس موقع پر ہوگا ۔ مفسرین اسکے قائل ہیں کہ پل صراط کا وہ ہے جو جہنم کے اوپر ایک باریک تار کی سی ہوگی جس پر سے چلنے کا حکم ہوگا اور اسکے سامنے جنت کی دیوار نظر آتی ہوگی وہاں جاوے گا مگر اس پل پر سخت اندھیرا ہوگی وہاں صرف ایمان و عمل صالح کا نور ساتھ ہوگا آگے آگے دوڑتا چلیگی ایماندار برق و باد کی طرح عبور کر کے جنت میں چلے جاوینگے ۔ منافق ایمانداروں سے کہینگے کہ ذرا ٹھہرو ہم بھی تمہاری روشنی میں چلیں کیونکہ انکے پاس روشنی نہ ہوگی ایماندار کہیں گے پیچھے جاؤ روشنی تلاش کرو ہم بھی ہیں یہ لائے ہیں یعنی دنیا سے کماکر کے وہاں جاؤ ۔ الغرض منافق و کافر اس اندھیری میں اور اس باریک رستے میں جو ایسے ہی جہنم کے منہ پر ہوگی پل پر نہ چل سکیں گے کٹ کٹ کر جہنم میں پڑینگے ۔ یہی بندوں کے لئے اس موقع کا طریقہ ہوگا کہ ہنسنا تمہاری روشنی نہیں تم جانتے نہیں اس کو ضائع کر کے آئے ہو ۔ احادیث صحیحہ میں اسکا خلاصہ ہی جنکو اہل سنت مانتے ہیں ۔ بسور سے دیوار اس سے مراد حجاب ہے جسکے اندر رحمت اور باہر کی طرف عذاب ہوگی ۔ اس میں ایک دروازہ ہوگا جس میں گزر کر ایماندار جنت میں جاوینگے ۔ منافق کہتے ہیں یہی وہ دیوار اعراف ہے ۔

حجاب ہونے کے بعد منافق مسلمانوں کو پکارینگے کہ کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہ تھے تمہارے جیسے اعمال نماز و روزہ عمل ہیں لاتے تھے پھر آج کیلئے تم نے ہم کو چھوڑ دیا ۔ مسلمان جواب دینگے ہاں تھے مگر تمہارا اعتقاد نہ تھا جو کچھ کرتے تھے دکھانے کیلئے اور تم دنیا کی محبت میں فریفتہ تھے جنہوں نے آپ کو کفر و معاصی میں ڈال رکھا تھا جو فتنہ تھا اور اسلام کے دریدہ دشمن تھے لگا کرتے تھے کہ کب اسلام کو شکست ہو کہ ہم آزادانہ بدکاری و خرابی کے مزے اڑائیں احکام کی تکلیف سے چھوٹ جائیں اور دار آخرت اور نبی کی زندگی میں تم کو شک تھا اور تمہاری تمناؤں نے تم کو بھول میں ڈال رکھا تھا کہ ایسا مال ہو ایسی اولاد ہو ایسی جائداد ہو رات دن اسی کی فکر میں تھے اور شیطان نے خدا تعالیٰ کی طرف سے دھوکے میں ڈال رکھا تھا کہ وہ غفور رحیم ہے ہم جو کچھ کرتے ہیں معاف کر دیگا یا یہ کہ خدا تعالیٰ کو ضرور کسے ہر پاکرنے پر قادر ہی نہیں جانتے تھے یا یہ کہ اسکے منکر تھے اور دہریہ طبیعت ہی کو متصرف جانتے تھے آخر موت آگئی ۔ غرکم باللہ الغرور کے یہ سب معنی ہو سکتے ہیں پھر آج تم سے اور کافروں سے کوئی فدیہ نہ لیا جائیگا کہ کوئی جرمانہ لیکر چھوڑ دیا جاوے ۔ فدیہ یا فدی ہے ۔ آج کے روز تمہاری توبہ قبول ہے نہ روپیہ پیسہ لیا جاتا ہے ۔ ماوٰکم النار تمہارا ٹھکانا آتش جہنم ہے وہی مولٰکم یعنی تمہارے پاس کی جگہ ہے یا یہی تمہارے لائق ہے ۔ یا یہی تمہاری چارہ ساز ہے اور کوئی نہیں ۔

الغرور بالفتح شیطان ۔ دھوکا دینے والا ۔ و بالضم مصدر ہے جسکے معنی دھوکا ۔ کہ دنیا میں پھر کوئی سزا نہیں آتی تھی اس دھوکے سے تم دوسری طرف سے غفلت میں ڈال رکھا تھا ۔ عرفاء کے نزدیک نور جو اسکے آگے چلتا ہے معرفت و محبت الٰہی ہے یہی جذبہ عشق اسکو طبیعت و خواہش کی اندھیریوں اور عدم امکان کے سخت ظلمات سے نکال کر نور محض حق جل عظمتہ کے جوار عاطفت تک لیجاتا ہے اور یہ جوار جنت و گلزار حیات جاودانی کی جگہ ہے اور جنکو یہ نصیب نہیں وہ انہیں ظلمات میں پڑے رہیں گے اس حریم نور تک نہ پہنچ سکیں گے اور یہ ابدی ظلمات جہنم و نار کی شکل میں جلوہ گر ہوگی پھر وہاں اس نور کی تمنا کرینگے جو محض بے سود ہے ۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُم بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِم بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن

جس دن کہ تو دیکھے گا کہ ایماندار مردوں اور عورتوں کے آگے آگے اور داہنی طرف انکی روشنی دوڑتی ہوئی چلتی ایسے کہا جاویگا آج کے روز تمکو مژدہ ہے ایسے باغوں کا کہ جنکے نیچے

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِن

نہریں بہ رہی ہیں جنمیں سدا رہینگے ۔ یہ بڑی مراد ہے ۔ جس دن کہ منافق مرد اور عورتیں ایمانداروں سے کہینگے ذرا ٹھہرو کہ ہم بھی تمہاری روشنی

نُورِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ

لیں ۔ کہا جاویگا واپس جاؤ پھر روشنی ڈھونڈو ۔ پھر ان کے بیچ میں ایک دیوار کھڑی کر دیجاویگی جسمیں دروازہ ہوگا جسکے اندر کی طرف رحمت اور باہر کی طرف

مِن قِبَلِهِ الْعَذَابُ يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنَّكُمْ فَتَنتُمْ أَنفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ

عذاب ہوگا ۔ وہ انکو پکارینگے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے ۔ کہینگے ہاں لیکن تمنے اپنے تئیں آپ خرابی میں ڈال رکھا اور دیکھتے رہے اور شک میں پڑے رہے

وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ

اور آرزوؤں نے تمکو دھوکے میں ڈالا یہانتک کہ حکم الٰہی آن پہنچا اور تمکو دغاباز نے خدا سے غافل کر دیا تھا ۔ پھر آج کے روز نہ تم سے بدلہ لیا جاویگا اور نہ ان سے کہ جنہوں نے

كَفَرُوا مَأْوَاكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ

کفر اختیار کیا ۔ تمہارا گھر آگ ہے ۔ وہی تمہاری جگہ ہے اور بری جگہ ہے ۔

**( ترکیب )** یوم ظرف لیضاعف وقیل العامل یسعی وقیل التقدیر یوجرون ۔ یوم تری یسعی نورہم حال بین ایدیہم ظرف لیسعی او حال من النور بشراکم مبتدا جنات الخ خبرہ ای دخول جنات والجملۃ حال ای یقال لہم ذلک یوم یقول بدل من یوم الاول وقیل التقدیر اذکر باطنہ الجملۃ صفۃ لباب او لسور ینادونہم حال من الضمیر فی بینہم ۔

واللہ بما تعملون خبیر کہ جو کچھ تم کرتے ہو اسکو اللہ جانتا ہے ۔ اسمیں یہ بھی رمز ہے کہ ہمیں سے یہ مت سمجھو کہ ہماری ہے کا علم اسکو نہوگا پھر بدلہ کیونکر ملیگا جیسا کہ دنیا میں بادشاہوں کے کارگزاروں کو فکر ہوتی ہے چلتے وہ کوشش کرتے ہیں کہ آقا کو یہ کارگزاری معلوم ہو جاوے (۵) من ذا الذی الخ یہ اور زیادہ اللہ کی راہ میں دینے کی تحریک ہے یعنی جو کچھ تم دیتے ہو اللہ کو قرض دیتے ہو جو بڑا غنی اور دگنا کر کے دینے والا ہے پھر کون ہے جو اسکو قرض دے جو دگنا واپس دے اور اپنی طرف سے عمدہ اجر بھی دے ۔ ہرچند خدا تعالیٰ کو کسی کچھ حاجت نہیں نہ وہ محتاج ہے نہ اسکو قرض لینے کی حاجت ہے مگر یہ اسکی مہربانی ہے کہ جو کوئی اسکے لیے کسی حاجتمند کو دیتا ہے گویا خدا تعالیٰ اپنی ضمانت دیتا ہے کہ یہ دینے اسکا قرض ہے یا ہم دگنا کر کے دینگے ۔ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا ہے قیامت میں خدا تعالیٰ فرمائیگا اے بندے میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہ کی میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا بندہ عرض کریگا الٰہی تو ان باتوں سے پاک تھا فرمائیگا تیرے پاس میرا بندہ بیمار تھا تو اسکی عیادت کرتا گویا میری عیادت کرتا اور میرا بندہ تیرے پاس بھوکا تھا اسکو کھانا کھلاتا گویا مجھکو کھلاتا کیونکہ یہ سب کام میرے ہی واسطے ہوتے ۔ اور یہیں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مسکین پر اسکے الطاف کی تجلی ہوتی ہے اور ہر دردمند پر اسلیئے یہ مصائب خاص لوگوں پر نازل ہوتی ہیں یہود بدبخت نے اس بات کو سمجھا نہیں یہ جملہ سنکر کہدیا کہ اللہ فقیر اور ہم غنی ہیں جو ہمسے قرض مانگتا ہے ۔

سبحان اللہ اس آیت میں اسکی راہ میں دینے کی کس قدر بلیغ تاکید کی گئی اور کن کن پیرایوں میں ۔ اوّل یہ کہ مسکین کو دینا ہمکو قرض دینا ہے ۔ دوم یہ کہ ہم دگنا کر کے دیتے ہیں ۔ سوم یہ کہ اسکے سوا اور بھی عمدہ اجر دیتے ہیں ۔ چہارم من ذا الذی استفہام کیا کہ کون ہے جو ہمیں قرض دے گویا ہم مانگتے ہیں پھر اسپر بھی جو کوئی نہ دے تو بڑا ہی بدبخت ازلی ہے ۔ اے میرے اللہ آپ پر جان و مال فدا ہے جو تو نے ہی دیا ہے ۔

ہمارے پاس ہے کیا جو کریں فدا تم پے ۔ مگر ایک زندگی مستعار رکھتے ہیں ۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ڰ وَالشُّهَدَاۗءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ

اور وہ جو اللہ اور اسکے رسولوں پر یقین لائے وہی صدیق اور شہید ہیں اپنے رب کے نزدیک انکے لیے انکا اجر اور ان کا نور ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ

اور جنہوں نے انکار کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی دوزخی ہیں۔ جان رکھو کہ دنیا کی زندگی یہی کھیل اور کود اور آرائش

وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ

اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے زیادتی چاہنا ہے اسکی مثال ایسی ہے جیسا کہ مینہ کہ کسانوں کو اسکی کھیتی بھلی معلوم ہوتی ہے پھر وہ زور پکڑتی ہے پھر تو اسکو زرد دیکھتا ہے پھر

يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ

چورا ہو جاتا ہے اور آخرت میں سخت عذاب اور اللہ کی بخشش اور خوشنودی ہے۔ اور دنیا کی زندگی یہی ایک دھوکے کی جنس ہے

(ترکیب) والذین مبتدا آمنوا باللہ متعلق بآمنوا ورسلہ معطوف علیہ اولئک مبتدا ہم الصدیقون الخ خبرہ والجملۃ خبر والذین عند ربہم ظرف للشہداء۔ کمثل الکاف فی موضع نصب بمعنی ما تقدم ای مثبتۃ لہا ہذہ الصفات مشبہۃ بغیث۔ ویمکن ان تکون فی موضع رفع ای مثلہا کمثل غیث۔

(تفسیر) پہلے فرمایا تھا کہ ایک دن آنیوالا ہے کہ جہاں ایمانداروں کا نور انکے آگے دوڑتا ہوا انکی رہبری کریگا اور منافق نور ہونے کی وجہ سے سرگرداں ہونگے۔ اسکے بعد فرمایا تھا کہ کیا اب وہ وقت نہیں آن پہنچا کہ ایماندار ڈریں اور غافل نہ ہوجاویں اور صدقہ و خیرات و ذکر و تلاوت عمل میں لاویں۔ پھر صدقہ و خیرات کے بعد صدقہ و خیرات دینے والوں کے لیے دو چند ملنے اور اجر عظیم پانے کی بشارت بھی تھی جس سے ظاہر بینوں کو یہ وسوسہ گذر سکتا تھا کہ جو کچھ ہے روپیہ پیسا ہی ہے اسی کے خیرات کرنے سے اجر عظیم ملتا ہے خالی عبادت و ایمان و محبت الٰہی کو کون پوچھتا ہے؟ اسلئے ان آیات میں ایمان کی فضیلت اور ایمانداروں کے درجات اور کفر و تکذیب کی خرابی کو کہ دولت دنیا بھر کی خیرات کرنے سے بیان فرماتا ہے اور اسکے بعد خود دنیا کی بے ثباتی اور اسکی بے قدری ظاہر فرماتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ حصول سعادت ایمان ہی ہے یہی آدمی کو صدیق و شہید عند اللہ بنا دیتا ہے یہی اجر عظیم کا مستحق اور اس نور کا مالک کر دیتا ہے وہ نور ایمان ہی سے حاصل ہوتا ہے جو دنیا میں بھی اسکا رہنما ہے اور آخرت کی اندھیریوں میں بھی رہنمائی کریگا۔

**صدیق** بروزن فعیل تصدیق کرنیوالا۔ دل سے سچا جاننے والا عرف شرع میں یہ ایک خاص مرتبہ ہے نبوت سے کم اور رتبوں سے بڑھکر۔ صدیق نبی کا قوت نظریہ میں پرتو اور ظل کامل اور سچا نمونہ بارو حانی فرزند اکبر اور جانشین ہوتا ہے۔ ہر امت میں صدیق گزرے ہیں جنکے برکات و فیوض نبوت کا لوگ مشاہدہ کرتے تھے اس امت میں ابوبکر و علی و عثمان و زید و طلحہ و زبیر و سعد و حمزہ رضی اللہ عنہم تھے۔

**شہید** یہ نبی علیہ السلام کی قوت عملیہ کا ظل کامل ہے صدیق کے بعد اسکا مرتبہ ہے۔ مگر بڑا بلند مرتبہ ہے۔ اس شخص سے خوارق و کرامات اس کثرت سے خود بخود ظاہر ہوتے ہیں کہ جنکا شمار مشکل ہے حیات میں بھی اور بعد الممات بھی انکے اجساد پاک سے انکا روحانی تعلق ایک نئی قسم کا باقی رہتا ہے۔ اس امت میں حضرت عمر فاروق و حمزہ و علی و حسنین رضی اللہ عنہم وغیرہم گزرے ہیں۔ اسکی راہ میں کفار سے لڑکر جہاد میں مارے جانے والے کو بھی شہید کہتے ہیں اور اسی طرح مبطون وغیرہ کو بھی اس ذیل میں درج کر دیا جاتا ہے مگر شہید اکبر یہی لوگ ہیں کہ جنکی قوت روحانی اس اعلیٰ درجے پر پہنچ گئی ہو۔ عام ہے کہ یہ جہاد میں یا کافر کے ہاتھ سے شہید ہوئے ہوں یا نہ وہ اپنے بستروں پر بھی مر جاویں تو بھی شہید ہیں اولیائے کرام رحمہم اللہ اسی مرتبے میں ہیں۔

انما الحیوٰۃ الدنیا دنیا کی زندگی کو لہو و لعب کہا جو لڑکپن اور شہوانی لوگوں کی زندگی ہے۔ اور زینت جوانی کے ایام میں آرائش و تجمل مرغوب ہوتا ہے۔ اور تفاخر و تکاثر بڑھاپے میں پھر ان کو ساون کی گھانس کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے کہ جب اگتا ہے خوشنما معلوم ہوتا ہے پھر چند روز میں زرد ہوکر سوکھ کر چورا ہو جاتا ہے یہی انسان کا حال ہے گھانس تو دار آخرت کے عذاب و ثواب سے فارغ ہے مگر اس پر وہاں کا عذاب و ثواب باقی رہ گیا اسلیے دھوکے کا سرمایہ ہے۔

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ

کیا ایمان والوں کے لیئے وہ وقت نہیں آگیا ہے کہ انکے دل اللہ کی یاد اور وہ جو حق بات اُتری ہے اُسکی طرف جھکیں اور وہ ایسے نہ ہوں جیسے کہ اگلے اہل کتاب جنہیں

قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ○ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ

ہو چکا ہے کہ ان پر مدت دراز گزر گئی جس سے ان کے دل سخت ہو گئے۔ اور بہت تو ان میں سے بدکار ہی ہیں۔ جان لو کہ اللہ زمین کو اسکے مرنے کے بعد زندہ کر دیا کرتا ہے۔

قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ○ إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ○

جیسے تمہارے لیئے آیتیں کھول کر بیان کر دیں تاکہ تم سمجھو۔ بیشک خیرات کرنیوالے مرد اور خیرات کرنیوالی عورتیں اور جنہوں نے اللہ کو قرض حسن دیا ہے انکو دو چند دیا جاویگا اور انکو عمدہ بدلہ ملیگا ۞

المریان من انی الامر یانی اذا جاء اناہ ای وقتہ۔ وقرئ الم یئن من آن (**ترکیب**) یئن بمعنی أنی یانی۔ ان تخشع الجملۃ فاعل یان واللام للذین بمعنی الذی وہو عطف علی الذکر عطف احد الوصفین علی الآخر وفی نزل ضمیر یعود الیہ۔ ولا یکونوا الخ عطف علی تخشع والمراد النہی عن مماثلۃ اہل الکتاب بما حکی عنہم بقولہ فطال الخ واقرضوا اللہ قرضا حسنا معترض بین ان وخبرہا وہو ایضا عطف علی الاسم لانہ معطوف علی الصلۃ لان الالف واللام بمعنی الذی ای ان الذین تصدقوا۔

سنا عقوں اور کافروں کی دردناک مصیبت آنیوالے دن کی بیان فرما کر (**تفسیر**) ایمان والوں کو تنبیہ کرتا ہے کہ اپنی حالت پر قائم رہیں اور آئندہ سعادت کے میدان میں ترقی کرتے رہیں اسلیئے حصول سعادت کرکے فرماتا ہے فقال الم یان الخ **اعمش** کہتے ہیں صحابہ مدینہ میں آکر کسی قدر کھیتی باڑی کے شغل میں اُس سرگرمی سے سست ہو گئے تھے اس آیت میں ان پر عتاب ہے تاکہ پھر پہلی حالت کی طرف رجوع کریں ایمان و اعمال صالحہ کے بعد تخشع یعنی نرم دل ہونا اور اللہ سے ڈرتے رہنا بھی ترقی درجات کے لیے عمدہ سیڑھی ہے اسکو مرتبہ **احسان** کہتے ہیں جسکی شرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث جبرئیل میں خوب فرما دی ہے جیسا کہ بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

فرماتا ہے کہ کیا ایمان والوں کے لیئے وہ وقت نہیں آگیا ہے کہ انکے دل لرزا کریں اللہ کا ذکر اور اسکی نازل کی ہوئی برحق بات (قرآن) سنکر اور وہ ایسے اہل کتاب جیسے نہ بنجائیں کہ جنپر زمانہ گزرنے سے انکے دل سخت ہو گئے اور بہت سے بدکار ہو گئے یعنی ذکر اللہ اور قرآن سنکر ان پر ڈرا کریں اور یہود و نصاریٰ کی طرح سخت دل نہ بنجائیں۔ زمانہ جو اللہ کا ترجمہ ہے اسمیں مفسرین کے چند اقوال ہیں (۱) یہ کہ نبیوں اور انکے انبیاء میں مدت گزر گئی تھی اسلیئے انکے دل سخت ہو گئے تھے زبان پر سب کچھ تھا مگر دل مرچکے تھے۔ (۲) یہ کہ ان غفلت میں انکو مدت گزر گئی تھی یہانتک کہ یہ علما و حب با اللہ دین سے بیخبری ایک پشت سے دوسری پشت تک متوارث ہو کر طبیعت ہو گئی تھی۔ (۳) یہ کہ انکی اس بیہوشی اور سخت دلی پر مدتوں کوئی عذاب و مصیبت نازل نہیں ہوئی تھی جس سے اور بھی ڈھیٹھ اور نڈر ہو گئے تھے صحابہ کے ڈر اور نرم دلی کی یہ نوبت آں حضرت صلعم کی برکت سے پہنچی تھی کہ قرآن مجید سنکر زار زار رویا کرتے تھے صبح کی نماز میں امام قرآن پڑھ رہا تھا اسمیں وہ آیات تھیں کہ جنمیں تہدید و تنبیہ ہے سنکر ایک مقتدی پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ بیہوش ہو کر گر پڑا لوگ اُٹھا کر اُسکے گھر لیگئے اسی حالت میں مر گیا۔ (ترمذی) ۞

اسپر خیال گزر سکتا تھا کہ جب دل ایسے سخت ہو جاتے ہیں تو مر جاتے ہیں پھر وہ کیسی صحبت یا عظ و قرآن سننے سے کیونکر زندہ ہو سکتے ہیں گویا مایوسی ہو فرماتا ہے اعلموا ان اللہ الخ کہ مایوس نہ ہونا چاہیئے کوشش کرنا چاہیئے کیونکہ اللہ مردہ زمین کو (خشک کو) ابر رحمت سے پھر زندہ (سبز) کر دیا کرتا ہے اس بات کو جان لو جیسے تمہارے لیئے آیتیں بیان فرما دیں ہیں تاکہ تم سمجھو۔ اسمیں حشر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح مردہ زمین کو زندہ کر دیتے ہیں مرنے کے بعد تمکو بھی زندہ کر دینگے۔ یہ بھی خوف دلانیوالی بات تھی کیونکہ حشر کا یقین کامل ہونے کے بعد ڈرنا لازمی بات ہے ۞

دل مردہ کے زندہ کرنے والے اسباب بھی ضمناً بیان فرما دیئے گئے کہ اللہ کے ذکر اور اسکی نازل کردہ کتاب سے زندہ ہوتا ہے اسکے بعد اسکا ایک اور بھی نسخہ تھا اسکو دوسرے پیرایہ میں کر فرماتا ہے ان المصدقین کہ صدقہ دینے سے بھی دل زندہ ہو جاتا ہے زکوٰۃ و دیگر خیرات سب کو شامل ہے کیونکہ کسی کا دل خوش کر دینا اور حاجت براری کرنا اسکی خوشنودگی کا باعث ہے اسکے بدلے میں وہ دو چند دیتا ہے اور آخرت میں اجر عظیم جنت عطا کرتا ہے اقرضوا اللہ الخ اسی صدقہ کا بیان ہے کہ انھوں نے اللہ کو قرض دیا بطور جملہ معترضہ کے ۞

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ

البتہ بھیجے ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیاں دیکر بھیجا اور انکے ہمراہ بھیجی کتاب اور ترازو بھی بھیجی تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔ اور ہم نے لوہا بھی اُتارا جس میں

بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا

سخت جنگ کے سامان اور لوگوں کے فائدے ہیں اور تاکہ خدا معلوم کرے کہ کون اسکی اور اسکے رسولوں کی غائبانہ مدد کرتا ہے البتہ اللہ قوی زبردست ہے۔ اور البتہ ہم نے نوح

نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُم مُّهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ۝ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم

اور ابراہیم کو بھیجا اور انکی نسل میں نبوت اور کتاب قائم رکھی پھر کوئی تو ان میں راہ پر ہیں اور بہت سے ان میں بدکار ہیں۔ پھر انکے بعد ہم نے اپنے اور

بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً

رسول بھیجے اور عیسیٰ بن مریم کو بعد میں بھیجا اور اسکو ہم نے انجیل دی۔ اور اسکے ماننے والوں کے دلوں میں ہم نے نرمی اور مہر قائم کی اور رہبانیت تو انھی

ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ

جو ہم نے ان پر فرض نہ کیا تھا جو انھوں ہی نے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے پیدا کیا تھا پھر جیسا چاہئے تھا ویسا اسے نگاہ نہ رکھا پس ان میں سے ایمانداروں کو انکا اجر دیا اور بہت ان میں گنہگار ہیں۔

فیہ باس الخ الجملۃ حال من حدید ومنافع معطوف علی باس ولیعلم معطوف (ترکیب) علی محذوف وھو مستعار ونحو عطف علی قولہ لیقوم الناس بالقسط حال من فاعل ینصر او مفعولہ ای غائبا عنہم او غائبین عنہ رہبانیۃ منصوب بفعل مضمر یفسرہ ما بعدہ وھو ابتدعوھا وقیل بالعطف علی ما قبلھا ای جعلنا فی قلوبہم رہبانیۃ مبتدعۃ من عند انفسہم

وابتدعوھا علی ھذا التقدیر صفۃ لھا۔ الرہبانیۃ المبالغۃ فی العبادۃ والریاضۃ بضم الراء کانہا منسوبۃ الی الرہبان جمع راہب ۔

پہلے بخل کی برائی بیان ہوئی تھی اب ذکر بیان فرماتا ہے کہ بخل پر کیا ہے (تفسیر) سلسلہ شروع ہوتا ہے کہ لوگوں کے لیے ہم نے رسول بھیجے معجزات ونشانیاں دیکر تاکہ بنی آدم کی اصلاح کریں۔ کیونکہ بنی آدم کے معاملات دو قسم پر تھے ایک انکی ذات کے متعلق عقائد سے لیکر اعمال حسنہ عبادت و ریاضت تک۔ دوم امور تمدن جن میں حقوق عباد ہیں پہلی باتوں کیلئے انزلنا معہم الکتاب کتاب نازل کی دوسری قسم کے معاملات کے لیے والمیزان ترازو یعنی عدل وانصاف نازل کیا لیقوم الناس الخ تاکہ بنی آدم ان باتوں میں انصاف پر قائم رہیں باوقتیکہ جو ظلم نہ کریں مگر سرکش اور کج طبع لوگوں کے لیے جو قانون انصاف پر نہیں چلتے ہیں وانزلنا الحدید لوہا نازل کیا۔ لوہے سے مراد حکومت و شوکت ہے جو حاکم کے آدمیوں کے آہنی ہتھیاروں سے پیدا ہوتی ہے پھر وہ حکام جو ہتھیار کے زور سے انکو انصاف پر چلاتے ہیں اور لوہے کے نازل کرنے سے مراد اسکا پیدا کرنا ہے جیسا کہ اس آیت میں وانزل لکم من الانعام ثمانیۃ ازواج اسکے احکام وقضا یا عالم بالا کی طرف منسوب ہیں اسلیئے ہر ایک چیز کے پیدا کرنے کو انزلنا سے تعبیر کیا ۔

پھر لوہے کے فوائد بیان فرماتا ہے (۱) فیہ باس شدید باس سختی وسخت حرب شدن۔ (صراح) کہ اسمیں جنگ کے وقت بڑی سختی وشدت ہے کیونکہ تلوار بندوق نیزہ گرز توپ وغیرہ تمام آلات جس سے سرکشوں کی گردن ٹوٹ جاتی ہے لوہے کے ہوتے ہیں (۲) ومنافع للناس اور بہت نفع ہیں کیونکہ انسان کی حاجت کے متعلق جس قدر پیشے ہیں زراعت و معماری وغیرہ سب میں لوہے کے آلات مستعمل ہوتے ہیں (افسوس آج کل مسلمانوں کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے جس سے یہ نوبت پہنچی) (۳) ولیعلم اللہ الخ تیسرا فائدہ ہے کہ اللہ اور اسکے رسولوں کے مددگاروں حامیوں کا پورا امتحان بھی ہے کہ دیکھیں کون ہے جو جان کو ہاتھ پر رکھ کر ہتھیار باندھ کر خدا کے قانون جاری ہونے میں مدد کرتا ہے اور دنیا میں ظلمت وفساد پھیلانے والوں خدا پرستوں پر ظلم کرنے والوں کی خبر لیتا (اس میں جہاد کی ترغیب ہے)

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ

اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف دوڑو کہ جس کا چوڑان آسمان و زمین جیسا ہے جو ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لائے

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ

یہ اللہ کا فضل ہے جسکو چاہے نصیب کرے۔ اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔ جو کوئی مصیبت زمین پر یا خود تم پر آتی ہے وہ

اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا

اس سے پیشتر کہ ہم اسکو پیدا کریں کتاب میں لکھی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ اللہ کے نزدیک آسان ہے۔ تاکہ جو تم سے جاتا رہے اس پر غم نہ کیا کرو اور

بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُــوْرِۨ ۝ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

اور جو تمکو دیا ہے اس پر اتراؤ نہیں اور اللہ کسی اترانے والے شیخی مارنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ انکو جو بخیلی کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخیلی سکھاتے ہیں اور جو کوئی منہ پھیرے تو اللہ بھی بے پرواہ خوبیوں والا ہے

عرضہا مبتدا کعرض السماء الخ خبرہ والجملۃ صفۃ جنۃ۔ اعدت صفۃ اخری۔ ( **ترکیب** ) فی الارض الخ یتعلق بمصیبۃ لانہا صفۃ، وموضعہ الحال والخبر علی اللفظ او المحل۔ وصلہ ولا فی انفسکم الا فی کتاب حال ای مکتوبۃ من قبل نعت لکتاب او متعلق بہ لکیلا کے ناصبۃ للفعل بمعنی ان۔ (آسی) اندوہ خورد و اندوہگین شد ایں ہمہ معنی

یقال اسی علی مصیبۃ ای حزن واسیت لفلان ای حزنت لہ ۱۲ لح۔

دنیا کی بے ثباتی اور سے قدری بیان فرماکر دار آخرت کی طرف توجہ دلاتا ہے ( **تفسیر** ) جسکے لیے انسان فانی کو چند روزہ مہمان بنا کر آیا ہے فقال سابقوا الی مغفرۃ
الخ کہ ان کاموں کی طرف دوڑو اور جلد حاصل کرو کہ جو اللہ کی مغفرت و حصول جنت کا باعث ہیں پھر جنت کے اوصاف بیان فرماتا ہے (۱) عرضہا کعرض السماء والارض کہ اسکا چوڑان
آسمان اور زمین کی برابر ہے مفسرین کے اسکی تفسیر میں چند قول ہیں بعض کہتے ہیں کہ جنت کی چوڑان کو تشبیہ دی ہے آسمان اور زمین کی چوڑان سے اور بتلایا گیا ہے کہ طول اس
کہیں زیادہ ہے۔ پھر اس قدر وسیع جنت کا آسمان پر قائم ہونا جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے (اسکے معنی سورۂ آل عمران کی تفسیر میں جہاں کہ یہ جملہ آیا تھا ہم بیان
کرآئے ہیں جسکا خلاصہ) یہ ہے کہ جنت دوسرے عالم کا نام ہے اسکے آگے یہ عالم ناسوت جسمیں آسمان و زمین ہیں ایک بہت چھوٹی چیز ہے پھر آسمانوں پر جو
جنت کا ہونا بیان ہوا ہے اس سے مقصود صرف بجہت علو عالم قدس بیان کرنا ہے مقدس چیزوں کو سمٰوٰت کی طرف اور ادنٰی کو زمین کی طرف منسوب کیا کرتے
ہیں خدا تعالیٰ کو بھی اسی لیے آسمانوں پر کہتے ہیں ورنہ حقیقت میں عالم ناسوت اس کا کسی طرح ظرف مکان ہو نہیں سکتا ۔
بعض نے کہا ہے کہ عرض سے مراد چوڑان نہیں بلکہ صرف فراخی مقصود ہے جیسا کہ آیا ہے فذو دعاء عریض۔ ای کثیر۔ بعض کہتے ہیں عرض سے مراد قیمت و
قدر ہے (۲) اعدت للمتقین کہ وہ پرہیزگاروں کے لیے تیار ہے۔ یہ نہیں کہ تیار کی جاوے گی یہ بھی رغبت کا باعث ہے۔ یہ اہل سنت کی دلیل ہے کہ جنت بالفعل موجود ہے
اور احادیث صحیحہ کہ جنمیں شب معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت کی سیر کرنا آیا ہے اسکے لیے مؤید ہیں معتزلہ کہتے ہیں قیامت کے روز تیار ہوگی۔
یہ قول غلط ہے پرہیزگاروں کے لیے تیار ہوا فرمایا۔ تاکہ پرہیزگاری کی طرف توجہ ہو کسی قوم اور کسی ملک کے باشندوں یا پیروں کا خاص حصہ نہ سمجھا جاوے
جیسا کہ بعض اقوام نے خیال کر رکھا ہے یہود میں برہمن اور یہود تو اسکو اپنے باپ دادا کا گھر سمجھے بیٹھے ہیں اور تثلیث کے عقیدے سے عیسائی بھی اسکے مالک بنے
بیٹھے ہیں پرہیزگاری قول پوچ بیکار اور لغو کام ہے۔ یہی طرح اشراف عرب بھی اپنے آپ کو اس کا مستحق سمجھے بیٹھے تھے ۔
دار آخرت کے بعد انسان کی عاجزی اور بیچارگی ظاہر کرتا ہے کہ یہاں بھی رنج و راحت جو کچھ سامنے آتا ہے سب نوشتۂ ازلی کے موافق ہوتا ہے فقال ما اصاب الخ کہ جو کوئی
مصیبت زمین پر آتی ہے جیسا کہ قحط و بارش یا خود تمہاری ذات پر پڑتی ہے جیسا کہ مرض و تنگدستی اولاد و احباب کا مرنا بے عزتی و ذلت و ناکامی نصیب ہونا۔ تمہیر
اور زمین پر آنے سے پہلے کتاب یعنی دفتر قضا و قدر میں لکھی ہوئی ہوتی ہے یہ تمکو اسلیے سنادیا تاکہ تم کسی چیز کے جاتے رہنے والی بات پر رنج نہ کرو اور کسی نعمت پر
اتراؤ نہیں کہ اپنی محنت و تدبیر کا ثمرہ سمجھ بیٹھو اور بخل کرنے لگو کیونکہ اللہ کو اترانے والے متکبر پسند نہیں جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کی ترغیب دیتے ہیں اور جو نہ مانے تو
اللہ کو بھی کچھ پروا نہیں نہیں سب کچھ یہاں موجود ہے چاہیے کہ مصیبت پر صبر اور نعمت کو عطیۂ الٰہی سمجھ کر شکر کرے اور اسکے بندوں پر اسکے شکریہ میں احسان کرے ۔

## ابحاث

(۱) وانزلنا الحدید کے متعلق کچھ اور بھی اسرار ہیں از انجملہ یہ ہے۔ انسان کے کام دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ جنکو کرنا چاہئے دوسرے وہ کہ جنکو کرنا نہ چاہئے۔ پھر جنکو کرنا چاہئے وہ دو قسم ہیں ایک وہ جو نفس سے متعلق ہیں دوسرے وہ جو بدن سے علاقہ رکھتے ہیں اعمال انسانیہ یعنی معارف انکا سرچشمہ کتاب ہے کیونکہ کتاب اللہ ہی حق و باطل میں تمیز کر دیتی ہے اور بدنی اعمال جو ہاتھ پاؤں اعضا سے متعلق ہیں ان میں بڑا حصہ وہ ہے جنکا لگاؤ خلق خدا کے ساتھ ہے انکے لیئے میزان اور ترازو کی ضرورت ہے کہ عدل و ظلم میں امتیاز ہو سکتا ہے۔ اب رہے وہ افعال کہ جنکو کرنا نہ چاہئے انسے روکنے والا دنیا میں لوہا ہے۔ واعظ ہزار سمجھائیں کوئی نہ مانے لوہے کے خوف سے دم بھر میں ترک ہو جاویں۔ خلاصہ یہ کہ کتاب قوت نظریہ کے لیئے اور میزان قوت عملیہ کے لیئے اور لوہا برے کاموں سے روکنے کے لیئے نازل ہوا ہے *

از انجملہ یہ کہ اگر معاملہ خدا سے ہے تو اسکے لیئے کتاب ہے اور جو بندوں سے ہے تو میزان اور دشمنوں سرکشوں سے ہے تو اسکے لیئے لوہا ہے *

از انجملہ بنی آدم تین قسم کے ہیں ایک سابقون وہ انصاف کرتے ہیں مگر انصاف کے طالب نہیں انکا معاملہ کتاب سے ہے دوسرے وہ جو انصاف کرتے ہیں اور انصاف ہی چاہتے ہیں یعنی درمیانی لوگ انکو میزان درکار ہے تیسرے بدکار ظالم ہیں انکے لیئے حدید درکار ہے وہ آگ کی دہکی سے ٹھنڈے ہوتے ہیں شہوات کے نام سے تلوار دیکھکر سیدھے ہو جاتے ہیں دم بھر میں پہلے مانس اور بہک ہو جاتے ہیں اور یہی حکمت تھی کہ آخر الزماں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جسکے عہد میں گمراہی و شہوت پرستی کا دریا طغیانی پر تھا کتاب و حکمت کے ساتھ حدید یعنی زور و شوکت بھی عطا ہوا قیصری و سکندری کے ایوانوں میں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ظاہر میں ہوئی جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تھی بلکہ شان و شوکت شاہانہ کے پیرایہ میں جلوہ گر ہوئی اور اسیکو سلطنت آسمانی کہتے ہیں جسکی خبر پہلے انبیاء علیہم السلام دیتے آئے ہیں اور اسی لیئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں کہ جسکو بخاری نے نقل کیا ہے مکارم اخلاق تعلیم کرنے کے سب کے بعد فرما دیا و ذروۃ سنامہ الجہاد کہ ان سب باتوں کا سر جہاد ہے اور اسی لیئے قیامت تک جہاد و حفظ قائم کر کے اور اپنے جانشینوں اور پیرووں کے لیئے ایک عمدہ دستور العمل چھوڑ گئے جسکو آج کل مسلمانوں نے ترک کر رکھا ہے اور دنیا کی آنکھوں میں حقیر ہو گئے۔ اہل اسلام خدا تعالیٰ کا لشکر خاص ہے جنکی تنخواہ دار آخرت و حیات جاودانی ہے *

از انجملہ یہ ہے انسان یا عارف کامل ہے جو مقام حقیقت تک پہنچ گیا ہے اسکے لیئے بجز محبوب کی کتاب کے اور کوئی بات تسلی بخش نہیں یا وہ طالب ہے یعنی مقام طریقت میں ہے اور یہ مقام نفس لوامہ کا ہے اور مقام اصحاب الیمین کا جیسا کہ اول مقام نفس مطمئنہ اور سابقون کا تھا تو اسکے لیئے معرفت اخلاق کے لیئے میزان درکار ہے یہاں تک کہ افراط و تفریط سے بچے اور کسی کجی کی جانب اس سے نہ جھکے۔ اور یا وہ مقام شریعت میں ہے جو نفس امارہ کا مقام ہے اس وقت اسکے لیئے مجاہدہ و ریاضات کے ہتھیار اور نفس بد کے لیئے آہنی گرز درکار ہے۔ کبیر *

(۲) لا رہبانیۃ فی الاسلام۔ یہ مسئلہ جمہور علماء کے نزدیک مسلّم ہے کہ مذہب اسلام میں رہبانیت نہیں اسکے یہ معنی ہیں کہ دنیا ترک کر بیٹھنا نکاح نہ کرنا فقیری لباس اور قلندرانہ وضع اختیار نہ کرنا چاہئے کیونکہ ان باتوں میں خدا نہیں ملتا اور نیز منشاء الٰہی کے خلاف ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی متعدد نکاح کیئے اور نکاح کرنے کی ترغیب دلائی۔ عمدہ لباس بھی پہنا عمدہ کھانا بھی جب مل گیا تناول فرمایا۔ دنیا کے سب کاروبار کرو نوکری تجارت زراعت بال بچوں کی پرورش اقارب ہمسایوں کے ساتھ سلوک کرو۔ خدا دے تو اچھا کھاؤ پہنو مگر ہر کام میں اللہ کو نہ بھولو اس کے احکام کو ملحوظ رکھو *

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اُسکے رسول پر ایمان لاؤ تاکہ تمکو اپنی رحمت سے دُگنا اجر دے اور تمکو نور عطا کرے جس سے تم رستہ چلو اور تمکو بخشدے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ

اور اللہ غفور رحیم ہے۔ تاکہ اہل کتاب جان لیں کہ ہم اللہ کے فضل پر کچھ بھی قادر نہیں اور یہ کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے

يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

جسکو چاہے دیوے۔ اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے ۔

---

اس کے بعد ان اللہ قوی عزیز بھی فرمایا کہ اللہ کو کسی کی مدد کی حاجت نہیں صرف تمہارا امتحان مقصود ہے کہ آیا تم بھی اسکے دین کے باقی رہنے اور شائع ہونے میں مدد کرتے ہو؟ ورنہ وہ تو خود قوی زبردست ہے آپ قائم کرکے رہیگا رسولوں کے احوال ذکر کرکے بعد چند اولوالعزم رسولوں کا ذکر کرتا ہے تاکہ عرب کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں اجنبیانہ معلوم ہو فقال ولقد ارسلنا نوحا الخ کہ ہمنے نوح کو اس کے بعد ابراہیمؑ کو بھیجا اور انکی نسل میں کتاب و نبوت قائم رکھی ان کے بعد بھی انکی نسل میں سے صاحب کتاب نبی گئے جیسا کہ موسیٰؑ و داؤد ہیں کے بعد دیگرے رسول بھیجے ہیں پھر کچھ لوگ انسے ہدایت پاتے رہے اور کچھ بدکار ہی رہے آخر عیسیٰؑ کو بھیجا اور اسکو کتاب دی جس کا نام انجیل ہے۔ یا انجیل یعنی خوشخبری دی کہ وہ ایمان والوں کو نجات کی خوشخبری دیتے تھے (یہ معنی جمہور اہل اسلام کے خلاف ہیں) انجیل عبرانی لفظ انگیول کا معرب ہے جسکے لغوی معنی خوشخبری کے ہیں مراد اس سے کتاب ہے جو ان پر نازل ہوئی تھی جو قیاصرہ کردی میں تلف ہوگئی۔ یہ بات پولوس کے بعض خطوط سے بھی سمجھی جاتی ہے۔ انکے بعد متیؔ اور مرقسؔ اور لوقاؔ اور یوحناؔ انکے حواریوں اور حواریوں کے شاگردوں نے جو کتابیں ان کے حالات میں لکھیں جنکا مسند رسمی و مروی باتیں ہیں اور انکا نام بھی انجیل ہے وہ در اصل وہ انجیل نہیں یہ ممکن ہے کہ ان میں اسکی بھی بعض باتیں شامل کی گئی ہوں۔ یوں تو اور بھی بہت سی انجیلیں عیسائیوں کے بزرگوں نے بنائیں ہیں جنکو یہ لوگ الہامی نہیں جانتے ۔

پھر فرماتا ہے وجعلنا فی قلوب الذین الخ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے تابعداروں کے دل میں ہمنے نرمی اور مہر قائم کردی تھی وہ لوگ نرم دل اور متواضع اور فروتن تھے اور رہبانیت بھی نکالی تھی جسکو انھوں نے از خود پیدا کیا تھا ہمنے ان پر فرض کی تھی لیکن انسے جیسا چاہیے تھی نبھ نسکی پھر جو انمیں سے پیغمبر آخر الزماں محمد صلعم پر ایمان لائے اجر کے مستحق ہوگئے اور بہت تو انمیں سے بدکار ہیں ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیرو لوگوں میں سے جو تارک الدنیا ہو جاتے تھے کسی گوشے میں عبادت کرتے تھے نہ وہ بیاہ شادی کرتے تھے نہ عمدہ لباس پہنتے تھے نہ عمدہ کھانا کھاتے تھے انکا نام راہب ہوتا تھا جسکی جمع رہبان آتی ہے جسکے معنی درویش اور رہبانیت درویشی ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے راہبوں میں بہت سی بُری باتیں شرمناک پیدا ہوگئیں تھیں جنکا ذکر مورخین نے بہت کچھ کیا ہے قرآن نے اپنے اخلاق کریمانہ سے انکا صراحۃً ذکر کرنا مناسب نہ جانا فما رعوہا حق رعایتہا میں اشارۃً ذکر کردیا ۔

## سورۂ مجادلہ مدینہ میں نازل ہوئی اس میں بائیس آیات ہیں تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ ۢ بَصِيْرٌ ۝ اَلَّذِيْنَ

اللہ نے سن لی اس عورت کی بات جو آپ سے اپنے خاوند کی بابت گفتگو کرتی اور اللہ کے آگے شکوہ کرتی تھی۔ اور اللہ تمہارے جواب و سوال سن رہا تھا بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ وہ جو

يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗئِيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ

تم میں سے اپنی عورتوں کو ماں کہہ دیتے ہیں وہ عورتیں ان کی مائیں نہیں ہو جاتیں مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے اور یہ ایک بیہودہ اور جھوٹی بات منہ سے

وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ

نکالتے ہیں۔ اور بے شک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے اور جو اپنی بیبیوں کو ماں کہہ کے پھر اس کہی بات سے پھر جاتے ہیں تو ایک بردہ آزاد کرنا ہے قبل اس کے کہ ایک دوسرے سے پہلے

يَّتَمَاۗسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۚ

آزاد کریں یہ اس لیے کہ تم کو اس سے نصیحت ہو۔ اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اس کی خبر رکھتا ہے۔ پھر جس کو بردہ میسر نہ ہو تو دو مہینے کے روزے لگاتار آپس میں ہاتھ لگانے سے پہلے رکھے۔

فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ

پھر جو روزے نہ رکھ سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ یہ اس لیے تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کرو۔ اور یہ اللہ کی حدیں باندھی ہوئی ہیں۔ اور منکروں کو

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَاۗدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ

سخت عذاب ہے۔ وہ جو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف کرتے ہیں خوار ہوں گے جیسا کہ ان سے پہلے لوگ خوار ہوئے اور ہم نے صاف صاف آیتیں

بَيِّنٰتٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

نازل کر دیں۔ اور منکروں کو ذلت کا عذاب ہے۔ جس دن کہ ان سب کو اللہ قبروں سے اٹھا دے گا پھر ان کو سب بتا دے گا جو وہ کیا کرتے تھے اللہ نے اس کو یاد رکھا ہے اور وہ بھول گئے اور اللہ کے سامنے ہر چیز ہے۔

## ترکیب

تشتکی معطوف علی تجادلک وقیل حال من فاعلہ ای تجادلک وہی متضرعۃ الی اللہ تعالیٰ الذین موصول یظاہرون الخ صلتہ والکل مبتدأ ما ہن امہاتہم الجملۃ خبرہ امہاتہم بکسر التاء علی خبر ما وبضمہا علی اللغۃ التمیمیۃ والذین یظاہرون من نسائہم مبتدأ فتحریر رقبۃ الجملۃ وہی فعلیہم تحریر رقبۃ خبرہ۔ ذلکم مبتدأ توعظون بہ خبرہ واللام فی لما قالوا تتعلق بیعودون ما مصدریۃ۔ ویکن ان تجعل بمعنی الذی ونکرۃ موصوفۃ وقیل اللام بمعنی فی وقیل بمعنی الی وقیل فی الکلام تقدیم وتاخیر وتقدیرہ ثم یعودون فعلیہم تحریر رقبۃ لما قالوا فصیام شہرین ای فعلیہ صیام شہرین ذلک وعلہ النصب بفعل معلل بقولہ لتؤمنوا او الرفع علی الابتداء الیوم منصوب بما تتعلق بہ اللام من الاستقرار او بمہین او باضمار اذکر۔

## تفسیر

سورۃ بالاتفاق مدینے میں نازل ہوئی ہے قرطبی کہتے ہیں جمہور علما اسی کے قائل ہیں بعض کہتے ہیں کہ کسی قدر مکے میں بھی نازل ہوئی ہے مگر یہ قول معتبر نہیں۔ سورۂ حدید کے اخیر میں اللہ ذو الفضل العظیم آیا تھا جو یہود و نصاریٰ کے گمان فاسد کا رد تھا کہ وہ نبوت اپنے خاندان میں ختم سمجھتے تھے اس سورۃ میں منجملہ افضال الٰہی کے نعمت نبوت نبی آخر الزمان بڑی چیز ہے اس نبوت کے برکات اور اپنے بعض افضال کا سہل احکام اور آسان شریعت نازل کرنے کے پیرایہ میں اظہار فرماتا ہے

مگر نہ ایسا بھی کہ لذائذ و شہوات کے بندے بنجاؤ رات دن اسی دھندے میں پڑے رہو اور آرائش و تجملات کے حاصل کرنے میں عمر گرانمایہ
برباد کرو دین کو خیرباد کہہ بیٹھو نفس کو موٹا کرو کسلئے کہ گو اسلام میں رہبانیت تو نہیں مگر زہد ضرور محمود ہے اور بزرگان دین نے زہد و تقویٰ اختیار
کیا ہے۔ زہد دنیا سے بے رغبتی کا نام ہے نہ بالالتزام مباحات و لذائذ و طیبات کو حرام کر لینا۔ ہاں زاہد کو ان چیزوں کی طرف چنداں التفات
نہیں ہوتا نہ وہ انکے طالب و جویاں ہوتے ہیں۔ اگر اتفاقاً میسر آگئیں تو کچھ انکار بھی نہیں برخلاف راہب کے۔ زاہد و راہب میں یہ فرق ہے
اور بڑا فرق ہے ❁

اسکے بعد عیسائیوں کی طرف خطاب کرتا ہے فقال یا ایہا الذین آمنوا کہ اے عیسیٰؑ پر ایمان لانے والو اتقوا اللہ۔ اللہ سے ڈرو نفسانیت
تعصب کو چھوڑو وآمنوا برسولہ اور اسکے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ خود عیسیٰ علیہ السلام نے آں حضرتؐ کے ظاہر ہونے کی بشارت
دی ہے یؤتکم کفلین من رحمتہ تاکہ تمکو اپنے فضل سے دوہرا حصہ ثواب کا دے دونوں پیغمبروں پر ایمان لانے کے سبب جیسا کہ اگلی
آیت میں بیان فرمایا تھا فآتینا الذین آمنوا منہم اجرہم کہ جو انہیں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے انکو ہم نے انکا اجر دیا۔ یعنی دینگے کفل حصہ
دوہرا حصہ بانٹنے سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ جو عیسائی ہو کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیگا اسکو دوہرا حصہ ملنے کے سبب ہم سے زیادہ
اجر ملیگا کسلئے کہ دوہرے ہونے سے زیادہ ملنا ثابت نہیں ہوتا فرض کرو کہ ایک چیز کے دس حصے کیے اور ایک شخص کو ان دس حصوں میں سے
دوہرا حصہ ملا اور پھر اسی چیز کے تین حصے کر کے ایک شخص کو ایک حصہ دیا تو یہ ایک حصہ پانے والا اس دوہرے پانے والے سے کم نہیں ہا[لہ]
ویجعل لکم نورا تمشون بہ اور اس ایمان نبی آخر الزمانؐ سے تمہارے لیئے ایک نور قائم کر دیگا جسکے سبب تم دنیا میں سیدھا رستہ چلو گے یا پل صراط
پر چلو گے۔ یہ نور بغیر اس کے حاصل ہی نہیں ہوتا۔ ویغفر لکم اور تم کو بخشدے گا وہ غفور رحیم ہے پچھلے گناہ اسلام لانے سے
معاف ہو جاویں گے ❁

اہل کتاب کو یہ گمان تھا کہ نبوت خاص ہمارے خاندان اسرائیلی کا حصہ ہے اخیر نبی کہ جس کی موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی
ہے وہ بھی ہمارے خاندان سے ہوگا یہ عنایت خاندان بنی اسرائیل پر منحصر ہے۔ اسلیئے اہل کتاب کو آں حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم پر ایمان لانے کی تاکید اور ایمان کے ثمرات و برکات بیان کر کے یہ فرماتا ہے لئلا یعلم اہل الکتاب ان لا یقدرون علی شیء
من فضل اللہ الخ کہ یہ بیان ہمنے اسلیئے کیا ہے کہ اہل کتاب جان لیویں کہ ان کو فضل الٰہی پر کوئی قبضہ و قدرت نہیں کہ وہ اسکو اپنے ہی
گھر میں منحصر کریں بلکہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے جس پر چاہے کرے بنی اسرائیل کی کیا خصوصیت ؟ اسنے بنی اسماعیل پر کر دیا۔
اس تقدیر پر لئلا میں لا زائد ہے ❁

---

لہ تک اسنے زائد پایا اور یہ اہل اسلام ہیں اس بات کی طرف بخاری کی وہ حدیث اشارہ کر رہی ہے جس کو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے امت محمدیہ تمہاری
اور تم سے اگلوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسا کسی نے کسی کو نصف روز پر خاص اجرت پر معین کیا اور کسی کو نصف النہار سے لیکر عصر تک اسی اجرت پر مامور کیا اور کسی کو عصر سے
لیکر غروب آفتاب تک دوچند اجرت پر معین کیا۔ پہلوں نے کہا ہمارا وقت زیادہ اور ان کا وقت بھی کم اور اجرت دوچند اسنے کہا میں نے تمہاری مزدوری میں سے تو کچھ کم
نہیں کر لیا۔ صبح سے نصف النہار تک والے اور اس سے لیکر عصر کے وقت تک والے یہود و نصاریٰ ہیں۔ اور عصر سے آخر دن تک والے جنکو دوچند دیئے کم وقت امت کے
دوچند اجرت ملی مسلمان ہیں ۱۲ منہ

[illegible] دینے سے غرض تھی وہی اسکے ساتھ تشبیہ دینے میں حاصل ہی امام شافعی رحمہ کے دو قول ہیں پہلا قول یہ ہی کہ ظہار ہوگا آخر قول یہ ہی کہ ظہار ہوگا مگر بعض شافعیہ قول اول کو ترجیح دیتے ہیں
(۲) یہ کہ ماں کی پیٹھ سے تشبیہ نہو بلکہ اسکے کسی اور عضو کے ساتھ اسکی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ اسکے کسی اور عضو سے تشبیہ ہو کہ جسکا دیکھنا حرام نہیں جیسا کہ ہاتھ پاؤں
[illegible] ان صورتوں میں کبھی ظہار نہیں مگر امام شافعی تفصیل کرتے ہیں کہ اگر اس سے ان اعضا کے ساتھ تشبیہ ہو کہ جہاں تعظیم مقصود ہوتی ہی جیسا آنکھ ہی تو دو قول ہیں پہلا یہ کہ ظہار
[illegible] ظہار ہی دوم یہ کہ ان اعضا سے تشبیہ ہو کہ جنکا دیکھنا حرام ہی جیسا ران [illegible] وغیرہ ان صورتوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ کے نزدیک ظہار ہی امام شافعی رحمہ کے دو قول ہیں مگر
[illegible] اسکو بھی ظہار نہیں (۳) یہ کہ ماں کا ذکر نہ ہو پیٹھ کا ذکر ہو [illegible] کہ تو مجھ پر ایسی ہی جیسی بہن یا بیٹی کا پیٹ یا ران یا یوں کہے کہ تو میری بہن
یا بیٹی جیسی ہی ان صورتوں میں اختلاف ہی مگر امام شافعی رحمہ کے نزدیک ظہار ہے [illegible] وہ ظہار کون کرسکتا ہی اور کس سے؟ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں جو مسلمان طلاق
دے سکتا ہی وہ ظہار کا بھی ہی کافر ذمی کا اس فعل ظہار نہوگا کیونکہ آیہ میں حکم ان لوگوں کی طرف خطاب ہی جو اہل اسلام ہیں امام شافعی رحمہ کہتے ہیں جو مسلمان ہو یا نہو جو کوئی طلاق
[illegible] ظہار بھی کر سکتا ہی [illegible] ایسے فعل کا یہی حکم ہوگا جو مسلمانوں کا ہی [illegible] امام شافعی رحمہ کے [illegible] ظہار نہیں [illegible]
[illegible] میری ماں کی [illegible] اور امام [illegible] فرماتے ہیں [illegible] کفارہ [illegible] ظہار ہی [illegible] کی قید لگا دی کہ آیہ کے رو
سے میری ماں کی پیٹھ جیسی ہی تو ظہار نہوگا امام مالک رحمہ و ابن ابی لیلی کہتے ہیں ظہار ہوگا [illegible] امام [illegible] ظہار [illegible]
[illegible] سے اگر لونڈی کو ایسی بات کہیگا تو امام ابوحنیفہ و شافعی رحمہ کے [illegible] ظہار نہوگا امام مالک رحمہ و اوزاعی کہتے ہیں ظہار ہوگا [illegible]
[illegible] آیت میں لفظ منکم سے عرب کے [illegible] طرح کی چوٹ ہی کیونکہ جاہلیت [illegible] بہت تھا اللہ تعالی نے [illegible] اسلیے [illegible] کرتا ہی
[illegible] امہاتہم کہ اس کہنے سے وہ انکی مائیں نہیں ہوگئیں ان امہاتہم الا اللائی ولدنہم مائیں تو انکی حقیقت وہی ہیں کہ جنھوں نے انکو جنا ہی اور حکم حرمت میں انکے
[illegible] وہ مائیں بھی شریک ہیں کہ جنکو شرع نے ماں کے قائم مقام کیا ہی جیسا کہ دودھ کی ماں جسکی نسبت ماں کا لفظ آیا ہی وامہاتکم من الرضاعۃ اور نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کی بیویاں جنکی نسبت بھی ماں کا لفظ آیا ہی وازواجہ امہاتہم مگر یہ عورتیں تو نہ حقیقی مائیں ہیں نہ حکمی وانہم لیقولون منکرا من القول وزورا
[illegible] ایک بری اور جھوٹی بات منہ سے نکالی ہی جسکی سزا کفارہ ہی اسلیے اسکے بعد کفارے کا ذکر کرتا ہی۔ فقال والذین یظاہرون من نسائہم ثم یعودون لما قالوا
فتحریر رقبۃ۔ کہ جو اپنی بیوی سے ظہار کرتے ہیں (انکو ماں کی ظہر یعنی پشت سے تشبیہ دیتے ہیں) پھر وہ لوٹنا چاہتے ہیں تو انکو ایک بردہ آزاد کرنا چاہیے بیوی کے
[illegible] لگانے سے پہلے یہ تمہاری نصیحت کے لیے ہی اور جو تم کرتے ہو اللہ جانتا ہی اور جسکو بردہ یعنی غلام میسر نہو تو بیوی کے ہاتھ لگانے سے پہلے [illegible]
مہینے کے روزے رکھے اور جسکو اسکی طاقت نہو تو ساٹھ مسکینوں یعنی فقیروں کو کھانا کھلادے یہ کفارہ ہی اسکے بعد [illegible]

## ابحاث

ثم یعودون لما قالوا۔ محاورۂ عرب میں اس کلام کے دو معنی سمجھے جاتے ہیں اس کلام کے برخلاف ہونا اور اسی کو بار دگر کرنا کہتے ہیں عاد لما فعل جبکہ اسکے
[illegible] بگاڑنا چاہیے اور جب بار دگر کرنا چاہیے تب بھی یہی جملے بولتے ہیں اور ہر ایک کی نظائر موجود ہیں اسلیے کہ آلی اور لام ایک دوسرے کے معنی میں مستعمل
[illegible] اسی جہت سے اس کلام کے دو معنی ہوسکتے ہیں۔ پہلے معنی کی طرف (یعنی برخلاف ارادہ لینے کی طرف) جمہور مجتہدین گئے ہیں انکے نزدیک آیت کے یہ معنی ہیں
[illegible] ظہار کرکے اس سے پھرنا چاہیں اور برخلاف ہونا چاہیں تو کفارہ دیں۔ پھر ان پہلے معنوں کی تعیین میں کئی قول ہیں (۱) امام ابوحنیفہ رحمہ نے تو یہ معنی بتائے
[illegible] ظہار کرکے وطی وغیرہ فوائد حاصل کرنا چاہیں تو کفارہ دیں کیونکہ ظہار سے بجز اسی خاص فائدے کے اور کوئی فائدہ ممنوع نہیں ہوا نان و نفقہ داری کے کام بعد ظہار بھی کرتے

کہ یہ بھی اسکے فضل کی ایک بڑی بات ہے کہ اُسنے ظہار میں جو جاہلیت میں اشد طلاق سمجھی جاتی تھی۔ سہولت کی کہ کفارے سے عورت کو اسکے مرد کے لیئے حلال کر دیا۔ اب اسکی تشریح بعض ایک واقعہ کے کرتا ہے۔ فقال قد سمع اللہ قول التی الخ۔ اس کے **شان نزول** میں جمہور مفسرین نے یوں نقل کیا ہے کہ خولہ بنت ثعلبہ اوس بن صامتؓ صحابی کی بیوی کو اسکے خاوند نے ناراض ہو کر یہ کلمہ کہدیا تھا (انت علی کظہر امی) کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح سے حرام ہے۔ یہ کلمہ جاہلیت میں سخت طلاق کا تھا کہ جسکے بعد ملاپ نہیں ہوتا تھا اسکو بڑا رنج ہوا خاوند سے محبت تھی اور بچے ابھی تھے اسلیئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہوئی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں میں اس وقت حضرتؐ کا سر دھلا رہی تھی اس عورت نے آکر سب قصہ بیان کیا اور اپنی مصیبت ناک حالت بھی عرض کی کہ میں پہلے جوان مالدار تھی اب عمر رسیدہ بھی ہوگئی اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں کہ اگر آپ رکھتی ہوں تو بھوک سے ہلاک ہوتے ہیں اور اگر اوس کو دیتی ہوں تو برباد ہوتے ہیں اور مجھے اس سے محبت بھی ہے اب میں کیا کرونگی۔ اب میں اوس سے پھر بھی مل سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا مجھے تو طلاق ہوگئی معلوم ہوتی ہے یہ سنکر اور بھی رنج ہوا بار بار دردناک الفاظ میں اپنی مصیبت و تنہائی بیان کر کے پھر جائز ہونے کی سبیل پوچھتی تھی آنحضرت صلعم اسکے جواب میں وہی بات فرماتے تھے۔ آخر وہ مایوسانہ حالت میں آسمان کی طرف منہ اُٹھا اُٹھا کر یہ کہنے لگی کہ الٰہی میں اپنی مصیبت کا اظہار تجھ سے کرتی ہوں میری مشکل کشائی کے لیئے اپنے نبی کو کوئی حکم نازل کر دیجیئے اتنے میں آنحضرت صلعم پر وحی کے آثار نمودار ہوئے اور وہ یہی کہے جاتی تھی کہ یا نبی اللہ آپکے قربان جاؤں میرے معاملہ میں کچھ تدبیر و فکر کیجیئے عائشہؓ نے آثار وحی دیکھ کر اس عورت کو کہا چپ رہو اور اپنی تکرار کو بند کر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کو نہیں دیکھتی ہے۔ جب آنحضرتؐ کو وحی ہو چکی تو اس عورت کو بلا کر یہ آیات سنائیں اور کفارے کا حکم دیکر اُسکو خاوند کے لیئے مباح کر دیا۔ اسکے خاوند نے کفارہ ادا کیا۔ یہ اسکا کیسا فضل ہے؟ اور بھی سہل احکام اس سورۃ میں ہیں اب آیات کی تفسیر کرتے ہیں ٭

الذین یظاہرون منکم الخ ظہار یہ ہے کہ مرد اپنی عورت کو یوں کہے انت علی کظہر امی کہ تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح سے حرام ہے۔ علماء شرع میں اپنی بیوی کو یا اسکے کسی جزو شائع کو یا ایسے جزو کو جس سے کل تعبیر کیا جاسکتا ہو اپنی ماں سے یا اسکے کسی ایسے جزو سے تشبیہ دینا کہ جسکا دیکھنا جائز نہیں اور اسی طرح اور محرمات ابدیہ عورتوں سے تشبیہ دینا بھی ظہار ہے ظہر بمعنی پشت سے مشتق ہے۔ اور پشت ذکر کی اور مراد اس سے پیٹ ہے یا عام مجموعہ جسم کا شرم کی وجہ سے ایسی چیزوں کو دوسرے ناموں سے تعبیر کر دینا زبان عرب کا دستور ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں ظہر کہ جس سے ظہار لیا گیا ہے اسکے معنی پشت کے نہیں کیونکہ اور اعضا میں صرف پشت کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ یہ ظہر بمعنی علو سے مشتق ہے جس سے مراد چڑھنا یعنی مرد جو اپنی بیوی پر چڑھتا ہے اسکو اپنی ماں پر چڑھنے سے تشبیہ دے رہا ہے۔ یہ ایام جاہلیت میں سخت طلاق تھی اس آیت کے نازل ہونے سے پیشتر شرع نے بھی اسکو طلاق ہی قرار دے رکھا تھا جبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلاق ہوگئی جس پر وہ عورت حیرت زدہ ہو کر اور حکم چاہتی تھی بالاتفاق جمہور علماء اس کلمہ سے عورت مرد پر ایک وقت تک حرام ہو جاتی ہے یعنی جب تک کہ کفارہ نہ دے اور اس لفظ سے طلاق نہیں واقع ہوتی بلکہ ظہار ایک علیحدہ چیز ہے ٭

ان الفاظ کے کہنے سے تو بالاتفاق ظہار ہو جاویگا اور انہیں دوسری صورت بدل کر کہنے میں اختلاف ہے اور صورتیں چار پیدا ہوتی ہیں (۱) یہ کہ ظہر و ام یا انکے ہم معنی الفاظ دونوں مذکور ہوں جیسا کہ بیان ہوا اسمیں بالاتفاق ظہار واقع ہوگا (۲) یہ کہ ظہر تو مذکور ہو اور ام مذکور نہ ہو یعنی اگر ماں کے بدلے کوئی غیر محرم عورت ذکر کی یعنی محرم عورت سے تشبیہ نہیں اس صورت میں بھی بالاتفاق ظہار ہوگا کیونکہ اپنی عورت کے جماع کو اجنبی عورت سے تشبیہ دینے سے کوئی خرابی نہیں آتی اگر ماں کے سوا ان عورتوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جو اسپر ہمیشہ حرام ہیں خواہ قرابت سے جیسا کہ بہن بیٹی خالہ پھوپھی نانی دادی نواسی بھانجی بھتیجی خواہ دودھ کی شرکت سے جیسا کہ دودھ بہن یا دودھ ماں یا رشتہ کے سبب سے جیسا کہ بیوی کی ماں۔ ان سب صورتوں میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ظہار ہوگا کیونکہ یہ ماں کے ساتھ

پھر [illegible] اور جو کسی عذر سے ساٹھ [illegible] روزہ ان میں سے کوئی روزہ نہ رکھا تو اسمیں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں نئے سرے سے رکھے بعض کہتے ہیں نہیں پھر اگر بیماری یا بڑھاپے یا کسی معتبر عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو ساٹھ فقیروں کو کھانا کھلا دے قولہ تعالیٰ فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا صبح و شام وقت پیٹ بھر کر معمولی کھانا ہو اور معمولی کھانے والے ہوں اور جو انکو کھانا پختہ یا غیر پختہ دیکر اپنے گھر جا کر کھالیں یہ بھی [illegible] امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں ہر مسکین کو گیہوں کا نصف صاع اور جو چھوہارے کا پورا صاع دے یا انکی قیمت دیدے اور دلیل انکی حدیث اوس بن الصامتؓ و سہل بن صخر کی ہے جسمیں نصف صاع گیہوں ایک صاع جو چھوہارے دینے کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اور صدقۃ الفطر میں بھی مقدار آئی ہے [illegible] حدیثیں ابو داؤد و احمد و طبرانی وغیرہ نے نقل کی ہیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں ہر ایک مسکین کو ایک مد جو نبی صلعم کے ہموزن ہو اور وہ ایک رطل اور ثلث رطل [illegible] ہے ؏

مسئلہ اگر ساٹھ روز تک ایک ہی مسکین کو دیگا تو کافی ہوگا اور اگر ساٹھ روز کا ایک فقیر کو ایک ہی [illegible] دیا تو [illegible] (ہدایہ) [illegible] کھانا دینے کا ذکر ہے اس جگہ قبل ان یتماسا کی قید نہیں جیسا کہ غلام آزاد کرنے اور روزہ رکھنے میں تھی اس لئے امام ابو حنیفہؒ [illegible] کہتے ہیں کہ اگر کھانا کھلانے سے پہلے صحبت کر لی تو کفارہ کافی ہو جاوے گا یعنی جس طرح [illegible] کا کھانا [illegible] کر لی [illegible] کفارہ ادا ہوا امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس جگہ قبل من قبل ان یتماسا مذکور نہ ہو مگر اس سے پہلے دو چیزوں [illegible] کفارہ ادا ہوگا ؏

[illegible]

اللہ تعالیٰ نے والذین یظاہرون من نسائہم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ الخ ارشاد فرمایا اس [illegible] باتیں [illegible] (۱) ثم یعودون لما قالوا [illegible] سے ثابت ہوتا ہے جس لئے تحریر رقبہ [illegible] پھر اگر کوئی ظہار کر کے رجوع کرنا چاہے تو کفارہ لازم ہوگا [illegible] عورت کو [illegible] فقہا فرماتے ہیں عورت کفارہ ادا کئے بغیر مرد کو اپنے پاس نہ آنے دے اور مرد کو کفارہ ادا کرنے پر مجبور کرے [illegible] عورت [illegible] تلف ہوتے ہیں حاکم سے رجوع کرکے کفارہ ادا کرا سکتی ہے (کبیر) ؏

(۲) من نسائہم کے لفظ میں وسعت ہے کہ اگر کسی کی چار بیویاں ہوں اور چاروں کو ایک بار خطاب کرکے یہ کہدے کہ تم مجھ پر میری ماں کی پشت جیسی ہو یعنی حرام۔ یہ چار ظہار گنے جاویں گے اور چار کفارے دینے پڑینگے جس سے صحبت کرنے کا قصد کریگا پہلے کفارہ دیگا جیسا کہ ایک ساتھ سب کو طلاق ہو سکتی ہے ظہار بھی ہو سکتا ہے۔ یہ امام ابو حنیفہؒ شافعیؒ حسن بصریؒ زہریؒ سفیان ثوریؒ وغیرہم کا قول ہے۔ امام مالکؒ و امام احمد حنبلؒ کہتے ہیں ایک کفارہ دینا ہوگا۔ اور عمرؓ و علیؓ و عروہؓ و طاؤسؒ و عطاؒ سے بھی یہی منقول ہے۔ یہ لوگ یمین باللہ پر قیاس کرتے ہیں ایلا میں۔ فتح القدیر ؏

(۳) اگر کوئی ایکبار ظہار کرکے اور کفارہ دیکر پھر ظہار کرے تو وقت سببیہ یہ کہہ رہی ہے کہ کفارہ دینا ہوگا تکرار علت سے معلول کا [illegible] کے بعد پابندی احکام کی بابت تاکید فرماتا ہے فقال ذلک لتعلیم احکام اسلئے ہے کہ اللہ اور رسولؐ پر سچا اور ان احکام میں ایمان لاؤ اور اسکے حدود پر قائم رہو اور کافروں کو عذاب الیم ہے اور خدا کو ناخوش کرنیوالے عزت نہیں پاتے ایک روز ذلیل ہونگے جیسا کہ پہلے لوگ ہوئے۔ ہمنے آیات بینات نازل کر دیں انکو جو نہ مانے اسپر خدا کی مار اور ذلت کا عذاب ہے اس دن سب کو اللہ اٹھا کر انکے اعمال بتاوے گا اللہ نے انکو لکھ رکھا ہے یہ بھول گئے ہیں اللہ کے نزدیک سب حاضر ہے اسمیں مسئلہ معاد بھی کس لطف سے ثابت کر دیا اور آخرت کا ذکر بھی جو انسان کو نیکی پر تحریک دلاتا ہے ؏

---

سلہ اضافہ [illegible] صاع [illegible] سے جسکا اسی روپیہ کے کلدار کا سیر [illegible] ساڑھے چار سیر کا وزن ہے اور مد ایک سیر سے کچھ کم ہے ۱۲ منہ

درست نہیں پھر عود کس چیز کی طرف ہے؟ یہی چیز کی طرف ہوگا جو فوت ہوگئی اور وہ وطی اور اسکے دواعی ہیں۔ (۳) امام شافعیؒ فرماتے ہیں [illegible] ظہار کرکے بیوی کو اتنی دیر اپنے پاس ٹھہرائے رکھے کہ اتنی دیر میں طلاق دے سکتے ہیں [illegible]

(۴) امام مالکؒ کہتے ہیں عود کہ جو کفارے کا باعث ہے ظہار کے بعد وہ صرف وطی کا قصد [illegible]

خلاصہ یہ کہ جمہور فقہاء کے نزدیک کفارہ محض ظہار سے واجب نہیں بلکہ عود سے ان وجوہ ثلاثہ میں سے کسی وجہ پر عود ہو [illegible]

اسکے یہی معنی ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔ اور جو علماء عود کے دوسرے معنی لیتے ہیں یعنی بار دگر اس فعل ظہار کا کرنا [illegible]

پھر اسکے بھی کئی معنی ہو سکتے ہیں (۱) یہ کہ تکرار الفاظ سے کفارہ واجب ہوتا ہے [illegible]

انکے نزدیک آیت کے یہ معنی ہوئے کہ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں کہ ثم یعودون لما قالوا پھر انہیں کلمات کو بار دگر [illegible]

کہا تو کچھ نہیں مگر یہ قول محض ضعیف ہے کیونکہ خدا تعالیٰ اپنی ناراضی ان کلمات پر ظاہر فرمارہا ہے [illegible]

حرکت پائی گئی۔ دوم اس صحابی کا جسکی عورت کا آیات میں اشارہ ذکر ہے کہیں [illegible]

تھے جب اسکی بیوی حیران و پریشان ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں [illegible] (۳) [illegible]

سفیان کا قول ہے انکے نزدیک ثم یعودون لما قالوا کے یہ معنی ہوئے کہ جو ایام جاہلیت [illegible]

والذین یظاہرون من نسائہم کا بیان ثم یعودون لما قالوا ہے کہ وہ جو ظہار کرتے [illegible]

## کفارہ ظہار

فتحریر رقبۃ من قبل ان یتماسا۔ تحریر کے معنی آزاد کرنا۔ رقبہ گردن اس سے مراد گردن [illegible] ہر شخص کے لیے۔ رقبہ سے مراد غلام لونڈی۔ تماس ہاتھ لگانا مراد عام ہے ہاتھ لگانا بوسہ دینا جماع کرنا سب کو شامل ہے عموم الفاظ کی وجہ سے [illegible] کرنے اور اس کے اسباب عمل میں لانے سے پہلے ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا چاہیے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں رقبہ مطلق ہے مومن کی کوئی قید نہیں غلام ہو کافر ہو یا مومن کا ہو آزاد کر دینا چاہیے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں دوسری آیت میں رقبہ کو مومنہ سے مقید کر دیا ہے یہاں بھی یہی ہوگا یعنی مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیے [illegible] قید قتل کے کفارے میں ہے جو مختلف ہے اسکو یہاں لانا اور قیاس کرنا کوئی وجہ نہیں۔ کفا من قبل ان یتماسا کے متعلق ایک بحث ہے وہ یہ کہ آیت کا حکم یہی ہے کہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے عورت کو ہاتھ نہ لگائے مگر جو کسی نے لگایا اور صحبت کر لی تو پھر کیا حکم ہے؟ اکثر علماء امام ابو حنیفہؒ و امام مالکؒ و امام شافعیؒ و امام احمد بن حنبلؒ و [illegible] کے نزدیک ایک ہی کفارہ دینا ہوگا پہلے ہاتھ لگانا دوسرا گناہ ہے اسکے لیے کوئی کفارہ نہیں استغفار کرے۔ عبد الرحمن بن مہدی کہتے ہیں دو کفارے دینے ہونگے۔ ذالکم توعظون بہ یہ کفارہ یا غلام آزاد کرنیکا حکم تمہاری نصیحت کے لیے ہے تاکہ پھر ایسی بات نہ کہو۔ واللہ بما تعملون خبیر اللہ کو تمہارے اعمال کی خبر ہے اگر کوئی بلا کفارہ [illegible] مارے گا تو کیا ہے۔ اللہ تو جانتا ہے (یہ کفارے میں ایک بات تھی) فمن لم یجد فصیام شہرین متتابعین من قبل ان یتماسا پھر جسکو غلام میسر نہ آئے تو ہاتھ لگانے سے پہلے لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ دوسری بات ہوئی ان روزوں میں بھی یہ شرط ہے کہ ہاتھ لگانے سے پہلے پہلے رکھے۔ اگر دو مہینے کے بیچ میں بیوی سے صحبت کر لی تو نئے سرے سے روزے رکھنے ہونگے۔ رات میں خواہ دن میں کفارے سے پہلے بیوی کو ہاتھ لگانا نہ چاہیے عمداً ہو یا سہواً کبھی کریگا تو پھر نئے سرے سے روزے رکھنے ہونگے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں اگر رات میں بیوی سے صحبت کی تو اس سے تتابع میں فرق نہ آویگا۔ امام مالکؒ و ابو حنیفہؒ کے نزدیک تتابع نہ رہا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ

اے ایمان والو جب تم سرگوشی کرو تو گناہ اور بغاوت اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کیا کرو اور نیکی اور پرہیزگاری کا مشورہ کیا کرو۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ○ إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ

اور اس اللہ سے ڈرو کہ جس کے پاس تم کو جمع ہونا ہے۔ سرگوشی تو شیطان کی بات ہے ایمانداروں کو رنج دینے کے لئے اور وہ ان کو بغیر حکم اللہ کے کچھ بھی ضرر نہیں

اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ○ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ ۖ

دے سکتا۔ اور ایمان والے تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اے ایمان والو جب تم کو کھل کر بیٹھنے کو کہا جائے تو مجلس میں کھل کر بیٹھو خدا تم کو فراخی دے گا۔

وَإِذَا قِيلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ○

اور جب کہا جاوے کہ اٹھ جاؤ تو اٹھ جاؤ تم میں سے جو ایمان لائے ہیں اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ ان ایمانداروں کے درجے بلند کرے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔

---

لیحزن خبر اصلہ لاسما النجوی والاول من الشیطان دال من اوتوا العلم فی محل النصب ... الذین امنوا ... بالنصب

پہلے مخفی مشاورت کی برائی بیان ہوئی تھی اب یہاں مسلمانوں کو (**تفسیر**) مشورت کی بابت حکم دیتا ہے فقال یا ایہا الذین آمنوا الخ کہ مخفی مشورہ بالکل ممنوع نہیں ہاں اگر ہو تو گناہ اور بغاوت اور رسول کی نافرمانی کی بات نہ ہو بلکہ نیکی اور پرہیزگاری کی باتوں کے لئے ہونا چاہئے اور اگر جناب الٰہی میں حاضری کی بات ہو بشرطیکہ گناہ اور بغاوت اور نافرمانی رسول نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ اسی کے پاس جمع ہونا ہے ... عالم ارواح میں۔ اب اس پہلے مخفی مشورے کی حالت بیان فرماتا ہے انما النجوی الخ کہ وہ مشورہ شیطانی اور مسلمانوں کو رنج دینے کے لئے ہے اور خدا ... بغیر اس سے ضرر تو کیا دے سکتے ہیں؟ اور ایمانداروں کا اللہ ہی پر بھروسہ ہونا چاہئے وہ مخفی مشورہ اور اشاروں کی کچھ پروا نہیں کرے یہی کرنا چاہئے:

مخفی مشورہ جس طرح مجالس میں حضار جلسہ کی پریشانی و رنج کا باعث ہے بلا ضرورت کیا وہ ممنوع کیا گیا اسی طرح مجلس میں بھیج کر بیٹھنا اور آنے والوں کو جگہ نہ دینا یا خواہ مخواہ جگہ تنگ کر دینے کے لیے اڑ جانا بھی اہل مجلس اور قومی جماعت و سردار کو رنج دینے والی بات تھی اسلئے اس کی بھی اصلاح کرنی ضرور تھی فقال یا ایہا الذین آمنوا اذا قیل لکم تفسحوا الخ نشست و برخاست کی بابت دو حکم ہیں جو سر اسر تہذیب ہیں (۱) یہ کہ جب مجالس میں (عام ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہو یا کسی دینی بزرگ کی یا وعظ و پند کی یا مصالح دینی و دنیویہ میں مشورہ کرنے کی یا کوئی تدبیر ملکی و مصلحت قومی کی) تنگ ہو کر نہ بیٹھو اور جب تم کو سردار کشادہ ہونے کا حکم دے تو کھل کر بیٹھو اللہ تمہارے لئے کشائش عطا کرے گا دنیا میں بھی اور دنیاوی امور میں قبر میں آخرت میں۔ فہم و عقل میں۔ دائرہ محبت و اخوت اسلامی و قومی میں مجالس میں کھل کر بیٹھنے سے دائرہ محبت و تہذیب کھل جاوے گا (۲) واذا قیل انشزوا الخ کہ جب تم کو سردار چلا جانے کے لئے کہے تو چلے جاؤ حکم سن لیا اور جو کام تھا کر لیا چل دیئے اٹھ جانا ہے کو اڑ کر نہ بیٹھو کہ سردار اور دیگر آنے والوں پر شاق گذرے۔ دعوت و عبادت میں بھی زیادہ جم کر بیٹھنا نہ چاہیئے۔ تم سردار کے کہنے سے مجلس سے اٹھ کھڑے ہو گے تو خدا تمہارے میں سے ایمانداروں اور بالخصوص علم والوں کے درجے بلند کرے گا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے یعنی تم اٹھنے میں جو بلند ہوتے ہو تو درجے میں بھی بلندی حاصل کرتے ہو عجب پر معنی لفظ ہے یہ بھی اور اس سے پہلا یفسح اللہ بھی اس آیت میں اہل مجالس کے مراتب بھی اشارۃً بیان کر دیئے کہ اسلامی سوسائٹی میں ترجیح ایمان و علم سے ہے نہ کثرت مال و اسباب و زن و فرزند سے علم کے فضائل احادیث صحیحہ میں اس قدر بیان ہوئے ہیں کہ ذکر کو ایک دفتر چاہیئے ◆

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۖ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا

کیا تو نے یہ نہ دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ جو کوئی مشورہ تین آدمیوں میں ہوتا ہے تو وہ چوتھا ہوتا ہے اور جو پانچ میں ہوتا ہے تو

هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ

وہ چھٹا ہوتا ہے اور خواہ اس سے کم کا ہو یا زیادہ کا مگر وہ ہر جگہ ان کے ساتھ ہوتا ہے پھر انکو قیامت کے روز بتادیگا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے کیونکہ اللہ ہر

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۖ وَاِذَا

شے سے واقف ہے۔ کیا تو نے انکو نہیں دیکھا کہ جنکو کانا پھوسی کرنے سے منع کر دیا تھا پھر بھی وہ اس سے باز نہیں آئے اور گناہ اور سرکشی اور رسول کی نافرمانی کے لئے ہی وہ [illegible]

جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۚ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

تیرے پاس آتے ہیں تو تجھے ان کلمات سے سلام کرتے ہیں کہ جس سے خدا نے تجھ کو سلام نہیں کیا اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ اللہ ہمکو ان باتوں پر عذاب کیوں نہیں دیتا انکو جہنم ہی بس ہے کہ جس میں وہ داخل ہوں گے سو وہ برا ٹھکانا ہے

(ترکیب) مایکون جملہ مستانفہ مقررۃ لما قبلہا من سعۃ علمہ یکون من کان التامۃ وقری تکون بالتاء [illegible] النجوی وان کان غیر حقیقی [illegible] کالمناجی وقال الزجاج النجوی مشتق من النجوۃ وہی ما ارتفع من الارض فان السر مرتفع عن استماع الغیر کالارض المرتفعۃ [illegible] مجرور باضافۃ نجوی الیہ او علی انہا موصوفۃ بہا بتقدیر مضاف الا استثناء مفرغ من اعم الاحوال۔ ولا ادنی ولا اکثر [illegible]

(تفسیر) اب اس جگہ اس سے تعالی کی نسبت بتاتا ہے کہ ہر کوئی کہ معلوم ہو جائے پہلے فرمایا تھا اللہ علی کل شیء شہید کہ اللہ کے نزدیک ہر چیز حاضر و موجود ہے کہ بھلا کوئی فعل کوئی قول کوئی حرکت کوئی دلی خطرہ بھی خدا تعالیٰ سے مخفی نہیں وہ جزا دیگا اس بات پر یقین آنا انسان کا برائی سے منع کرنے والا اور صحیح مشفق ہے فقال الم تر کہ کیا اے انسان تو نہیں دیکھتا کیلئے کہ اس بات کے دلائل تیرے آگے ظاہر ہیں پھر جاننا نہ جاننا دیکھنے کے ہے اور ما نند محسوس دیکھنا ہوگئی ہے کہ اللہ کو آسمانوں اور زمینوں کی سب چیزیں معلوم ہیں انسان کی مخفی اور مشورہ نہانی کی باتیں بھی اسکو معلوم ہیں جہاں تین شخص مل کر مشورہ کرتے بیٹھتے ہیں چوتھا انکے ساتھ خدا ہوتا ہے اور جو چار ہوتے ہیں تو وہ پانچواں ہوتا ہے اور پانچ ہوں تو وہ چھٹا ہوتا ہے (غالباً مخفی مشورہ میں کم سے کم تین آدمی ہوا کرتے ہیں جنکی اکثر تعداد یہی ہوتی ہے) خواہ کم ہوں خواہ زیادہ ہر حال میں اللہ انکے ساتھ ہوتا ہے پھر وہ قیامت کے روز بتادیگا کہ کیا کرتے تھے وہ ہر بات جانتا ہے مخفی مشورے کے ذکر کے بعد خاص مشورہ ہی کی بات ایک مناسب حکم دینے کا موقع آگیا اسلئے بری باتوں کے لئے مخفی مشورے اور کانا پھونسی کی ممانعت کس عمدہ پیرایہ میں بیان فرماتا ہے فقال الم تر الی الذین نہوا عن النجوی کہ اے پیغمبر (صلعم) کیا آپ ان لوگوں کو نہیں دیکھتے کہ جو مخفی مشورے سے منع کئے گئے تھے وہ باز نہیں آتے پھر کرتے ہیں اور کس بات کی کانا پھونسی کرتے ہیں؟ گناہ اور بغاوت کی رسول کی نافرمانی کی اور اسی پر بس نہیں جب اے رسول تیرے پاس آتے ہیں تو سلام اس طرح سے کرتے ہیں کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے نہیں کیا خدا نے سلام علی عبادہ الذین اصطفی فرمایا ہے اور السلام علیکم سنت الٰہی ہے مگر یہ کمبخت ان لفظوں سے سلام نہیں کرتے یا تو السام علیک زبان دبا کر کہتے ہیں یا انعم صباحاً جو زمانہ جاہلیت کا سلام تھا اور جب مجلس سے باہر جاتے تھے تو دلیری سے کہتے تھے خدا ہماری باتوں پر ہمکو کیوں عذاب نہیں دیتا انکو جہنم کی سزا ہی کافی ہے دنیا میں جلدی نہیں کیا وہ بہت بری جگہ ہے۔

معتبر روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ کے منافق اور بنی قریظہ و بنی نضیر کے یہود جو آپس میں بیٹھتے تھے مسلمانوں کو پریشان و حیران کرنے کے واسطے لوگوں کو دکھا کر دو چار الگ بیٹھ کر سرگوشی کرتے اور آنکھوں بھووں سے مسلمانوں کی طرف اشارہ کرتے جاتے جس سے مسلمانوں کو تشویش پیدا ہوتی تھی کیونکہ وہ وقت بدامنی تھی لڑائی کا خطرہ تھا آنحضرت صلعم نے انکو منع کر دیا تھا مگر پھر بھی باز نہ آتے تھے۔ اور اسی طرح السلام علیکم کی جگہ جو شعائر اسلامیہ ہے کبھی السام علیک کبھی انعم صباحاً کہتے تھے مقصد خلاف کرنا ہوتا تھا

[illegible]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ

اے ایمان والو جب تم رسول سے سرگوشی کرو تو اپنے مشورے سے پہلے صدقہ دے دیا کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر اور ستھرا ہے۔

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ

پھر اگر نہ پاؤ تو اللہ بخشنے والا رحیم ہے۔ کیا تم اپنے مشورے سے پہلے صدقہ دینے سے ڈر گئے ہو؟ پھر جب تم نہ کرو اور اللہ نے تم کو معاف بھی کر دیا

فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ع ۴

تو نماز ادا کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے

## ترکیب

اذا ناجیتم الخ شرط فقدموا جوابہ والجملۃ ندا۔ بین یدی بمعنی قبل ای قبل نجواکم۔ ہو ظرف لقدموا۔ صدقۃ مفعولہ۔ ذلک مبتدا خیر لکم خبرہ و اطہر عطف علیہ حرف شفقہ مہربانی شفق کذالک۔ اشفاق ترسیدن از کسے یا چیزے از مہربانی بود بصلہ علی۔ و بمعنی ترسیدن از کسے و صلہ من۔

## تفسیر

پہلے صرف سرگوشی کی برائی بیان فرمائی تھی کہ بے ہودہ کام اور رنج دہندہ بات ہے۔ جس پر اگرچہ باہمی مشورہ کے لئے حکم تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں خواہ مخواہ سرگوشیاں کر کے مسلمانوں کو وحشت دلاتے تھے۔ گو منافق تو غائب ہو گئے تھے اب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنی اور کی بات کچھ نہیں یوں ہی شیخیت جتانے کے لئے اور اس لئے کہ اس عرصہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وعظ و تبلیغ کا موقع نہ ملے نہ مسلمانوں کو کسی بات دریافت کرنے کا موقع ملے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے کہ کچھ آپ سے مخفی طور پر عرض کرنا ہے کان جھکا کر ادھر ادھر کی کہنے لگے۔ آپ سراسر اخلاقِ مجسم تھے جانتے تھے کہ بے ہودہ کام کی باتیں مشورہ نہیں مگر پھر بھی اخلاق کریمانہ سے کسی کی دل آزاری بھری مجلس میں پسند نہ کرتے تھے۔ مسلمانوں پر شاق گزرتا تھا اسی لئے خدا تعالیٰ نے ایک خاص حکم اس بارے میں نازل فرما دیا۔ فقال یا ایہا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول الخ کہ اے مسلمانو جب تم رسول سے سرگوشی کرو تو اس سے پہلے صدقہ دے لیا کرو۔

ایسی سرگوشیاں منافق کیا کرتے تھے مگر رسول پاک کے تو اخلاق کریمانہ تھے ہی اللہ تعالیٰ کی ستاری و دلجوئی کو دیکھو یہ نفرمایا کہ اے منافقوں جب تم سرگوشی رسول سے کرو تو پہلے صدقہ دے لیا کرو۔ اسمیں کئی باتیں بری پیدا ہو جاتیں ایک تو ان منافقوں کا پردہ کھل جاتا۔ دوسرے منافق کہنے میں انکو بڑی ندامت و شرمندگی اور رنج ہوتا تیسرے اخلاص اور ایمان کی امید انسے منقطع ہو جاتی کیونکہ جب اللہ نے انکو منافق کہدیا تو پھر مومن کیسے ہو سکتے ہیں حالانکہ انہیں سے بہت لوگ اخیر میں مخلص و سچے ایماندار ہو گئے گویا آمنوا کے لفظ سے یاد کرنا انکے حق میں نیک فالی اور ایک طرح کی پیشین گوئی اور ایک مژدہ تھا۔ چوتھے اسمیں منافقوں ہی کی تخصیص ہو جاتی ایمانداروں کے لیے یہ حکم نہ ہوتا حالانکہ انکے لیے بھی تھا کیونکہ رسول خدا ہر کس و ناکس کا ہر بات میں مخفی طور سے سرگوشی کرنا منصب رسالت میں حرج کرتا ہے اور رسول کو اسکے اعلیٰ مقاصد سے روکتا ہے فی الجملہ یہ بھی ایک قسم کی خطا ہے جسکا کفارہ اسکے وقوع سے پہلے صدقہ دینے کا حکم ہوا یعنی یہاں یہ اعتبار نہیں لفظ انہ سے پہلے صدقہ دے لو پھر رسول اللہ سے سرگوشی کرو۔ پانچویں اسمیں یہ بھی اشارہ ہے کہ جب ہم نے مسلمانوں کو انکی ضروری اور غیر ضروری باتوں میں صدقے کا حکم دیا تو منافقوں کو کیوں نہ حکم ہوگا۔

## مباحث

(۱) مشورہ اور سرگوشی کا حکم خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا وشاورہم فی الامر فرمایا۔ نجویٰ اور چیز ہے۔ نجویٰ بھی مشورہ ہے مگر مخفی اور تھوڑے آدمیوں میں ہوتا ہے اور مشورے میں یہ قید نہیں بلکہ کبھی وہ علی رؤس الاشہاد سب کے سامنے ہوتا ہے رایوں میں تقسیم و صحت دریافت کرنے کے لیے جو کسی خاص بات میں مختلف ہوتی ہیں۔ یہ عمدہ چیز ہے کیونکہ ہر قسم کے لوگ اور مختلف ذہنوں اور دماغوں کا (جو مختلف تجربے اور کامیابی و ناکامی کی ورزش کئے ہوئے ہوں) کسی بات پر توجہ کرنا مجموعی قوت کے لحاظ سے بڑا اثر رکھتا ہے۔ اسلامی سلطنت جو آسمانی سلطنت کے نام سے بائبل میں نامزد کی گئی ہے اسی مشورے پر مبنی تھی اور جمہوری تھی۔ مگر رفتہ رفتہ بعد زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے یا قومی نحوست و بدبختی سے جس طرح اور باتوں میں فرق آگیا ہے یہی آیا۔ سلطنت شخصی ہوگئی جس میں ایک ہی شخص پر تمام بار پڑتا ہے اگر وہ لائق اور مدبر اور اولوالعزم ہوا تو اس نے بڑے بڑے کار نمایاں کئے اور اس کے مرتے ہی وہ چراغ گل ہوگیا۔ اگر جمہوری ہوتی تو کیوں چراغ گل ہوتا اور نیز شخصی سلطنت میں بادشاہ کو غیر محدود اختیارات حاصل ہوتے ہیں وہ جو چاہے ظلم خلاف قانون حسب منشا خلاف مصلحت کر سکتا ہے خزانہ شاہی خاص اسی کی ملک ہوتا ہے جس کا بڑا حصہ اس کے شہوانی اور آسائش و آرائشی کاموں میں صرف ہوتا ہے۔ اور پھر اس کو انتظام ملک و تدابیر سلطنت و بقائے قوت و اعلائے دین و حفظ جماعت و نیز قوانین سلطنت و ملک کی اصلاح انتخاب ارکان سلطنت کے لیے کوئی وقت بھی نہیں ملتا اس غافل کے کارکن فتنہ و غیرہ جان کر خود دست برد کرتے ہیں اس لیے ملک برباد سلطنت تمام ہو جاتی ہے۔ اور نیز بدخواہان سلطنت یہ سمجھ کر کہ اسی ایک شخص کے مارنے سے ملک ہاتھ لگتا ہے اس کی کوشش کرتے ہیں جس لیے بادشاہ اپنی جان کو سپاہیوں کی حفاظت میں رکھتا ہے اور کھانے پینے پھرنے چلنے میں اس کی آزادی جاتی رہتی ہے وہ ایک قیدی بلا کی سا ہوتا ہے جو ہر کہیں نہیں جا سکتا نہ کسی کے ہاتھ کا کھانا کھا سکتا ہے یہاں تک کہ اس کو اپنی بیوی اور اولاد اور خاندان سے بھی اطمینان نہیں رہتا یہ کیسی مصیبت ہے؟ اگر جمہوری ہو تو اس کا وجود بھی بٹ جائے اور نہ کوئی اس کے مارنے کا قصد کرے نہ اس کے مرنے سے اس کی کامیابی نصور کرے کیونکہ جانتا ہے قوم کو انحصار زیادہ ہے وہ بعد میں بھی باقی ہے۔

ہمارے بادشاہوں نے باغ لگائے سڑکیں بنائیں قلعے مستحکم چاہے مگر ایسے پودے نہ لگائے کہ ان کی چھاؤں میں ملک و سلطنت کو بیٹھنا نصیب ہوتا یعنی جمہوری کرنے کے لیے۔ قوم و ملک میں ایسے حوصلے اور علوم کا رآمد نہ شائع کئے کہ جس سے عمدہ افراد پیدا ہوتے اور ہر شخص ملک و سلطنت کو اپنی جان کی سچی ہمدردی اور کمال سرگرمی کرتا۔

نجویٰ یعنی کانا پھوسی اور وہ بھی ایک مجلس میں خصوص ایسے شخص کے سامنے دینی و دنیاوی شہنشاہ رسول کریم صلعم کے روبرو، مسلمانوں اور چوٹوں کا کینہ فعل ہے اسی لیے اس کو من الشیطان اور مؤمنین کو رنج رساں کہا تھا۔ اسی لیے ان آیات میں اذا تناجیتم الخ میں جرائے سے ذکر کیا کہ جس سے نجویٰ کی کوئی خوبی اور بہتری نہیں نکلتی کیونکہ یوں فرمایا کہ اگر سرگوشی کرو یا جب کبھی سرگوشی کرو تو بری باتوں کے لیے نہ کرو اچھی باتوں کے لیے کرو۔ وتناجوا بالبر الخ اس تقدیر پر پہلے کلام کا تتمہ ہے مستقل حکم نہیں ۔

(۲) اثم گناہ۔ عدوان سرکشی بغاوت معصیۃ الرسول رسول کی نافرمانی۔ یہ تین باتیں ہوئیں بظاہر تینوں کے مفہوم میں کوئی فرق نہیں گناہ سب کو شامل ہے گناہ دو قسم کے ہیں ایک بندوں کی حق تلفی اور ظلم و زیادتی دوسرے خدا تعالیٰ کے گناہ۔ نماز نہ پڑھنا روزہ نہ رکھنا وغیرہ پہلے گناہوں کی تفسیر یا تفصیل عدوان سے ساتھ اور دوسرے کی معصیۃ الرسول کے ساتھ کی گئی کیونکہ ان امور کا ثبوت کہ جن کے ترک و فعل سے گناہ ہوتا ہے رسول صلعم کے بیان سے ہی ہوتا ہے اور یہ تینوں لفظ اسی لیے بیان کئے کہ جن کے ذکر کی گنجائش نہیں ۔

(۳) بر نیکی نیک سلوک کرنا تقویٰ پرہیزگاری بر عدوان کے مقابلے میں اور تقویٰ معصیۃ الرسول کے مقابلے میں رکھی اور جس طرح اثم میں دونوں کو شامل تھا اسی طرح یہاں امر میں اتقوا اللہ دونوں کو شامل ہے۔ اور اللہ کی صفت میں الذی الیہ تحشرون کا ذکر منہی عنہ سے بچنے اور مامور کو بجالانے کا باعث ہے کیونکہ جب انسان یہ خیال کر لیتا ہے کہ ہم سب کو خدا کے پاس جمع ہونا اور بندوں کے حقوق کا مطالبہ ہونا اور اپنے گناہوں سے بھی پوچھا جانا ہے تو بری باتوں کے پاس تک نہیں جاتا اور

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِم مَّا هُم مِّنكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ

کیا تو نے انکو نہیں دیکھا کہ جنھوں نے اس قوم سے دوستی کی کہ جن پر اللہ کا غضب ہے نہ وہ تم میں ہیں اور نہ ان میں اور جھوٹ پر جان بوجھ کر قسمیں

يَعْلَمُونَ ۝ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَن

کھایا کرتے ہیں۔ اللہ نے انکے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔ انہی قسموں کو آڑ بنا لیا ہے پس وہ اللہ کے

سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ لَّن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ

رستے سے روکتے ہیں سو انکے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ ہرگز انکا مال اور انکی اولاد اللہ کے عذاب سے انکے کچھ بھی کام نہ آئیگی یہ دوزخی ہیں

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ ۖ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ

سدا وہیں رہا کرینگے۔ جس دن کہ اللہ ان سب کو اٹھائیگا تو اسکے سامنے بھی ایسی ہی قسمیں کھائینگے جیسے تمہارے سامنے کھاتے ہیں کہ ہم بھی راہ پر ہیں۔ سنو یہی

الْكَاذِبُونَ ۝ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ

جھوٹے ہیں۔ ان پر شیطان نے قابو پا لیا ہے جس لئے ان کو اللہ کی یاد بھلا دی یہی شیطان کا گروہ ہے۔ دیکھو شیطان کا گروہ ہی نقصان میں ہے

---

استحوذ لم یبدل الواو فیہا بالالف مع وجود القاعدۃ۔ ما ھم منکم ولا منھم جملۃ مستانفۃ او حال من فاعل تولوا ویحلفون عطف علی تولوا داخل فی حکم التعجب و صیغۃ المضارع للدلالۃ علی تکرار الحلف و تجددہ وھم یعلمون حال من فاعل یحلفون لتفید شناعۃ قولھم لان الحلف علی الکذب مع العلم انہ کذب فی غایۃ القبح۔ یوم یبعثھم منصوب بفعل مقدر او بقولہ تعالیٰ لھم عذاب مھین

## تفسیر

پہلی آیات میں منافقوں کے افعال بد کا ذکر تھا جو اہل ایمان کی ایذا اور پریشانی خاطر کے باعث ہوتے تھے یعنی کاناپھوسی کرنا۔ اب اس جگہ انکی دوسری بدعادت ایذا دینے والی ذکر کرتا ہے تاکہ اس سے باز آویں اور دیگر مسلمان بھی دور رہیں فقال الم تر الخ اور وہ بد بات یہ تھی کہ منافق اس قوم سے کہ جن پر غضب الٰہی ہے یعنی یہود سے مخفی یارانہ رکھتے تھے اور اس یارانے میں بھی سچے اور قائم نہ تھے یہود کے ساتھ نہ اہل اسلام کے ساتھ مذبذبین بین ذلک اور مسلمانوں کے روبرو انکی جھوٹی قسمیں کھایا کرتے۔ یہ مجموعہ ناپسند اور ایذا دہندہ کام تھا۔ اگر یہود سے یارانہ کیا تھا تو صاف کہدیتے مسلمان پھر انسے بھی خبردار رہتے اس سازش کو چھپانا اور بھی ظلم تھا اس بیہودہ بات کو تعجب کے صیغوں میں بیان فرمایا کہ کیا تو نے وہ لوگ بھی دیکھے جو ایسا کرتے ہیں؟ اس سے مقصود حضرت صلعم کا دیکھنا اور بات کرنا نہیں بلکہ یہ محاورہ تعجب و افسوس کے لئے ہے یہود کا نام نہیں لیا بلکہ یوں کہدیا کہ ایسے ملتے ہیں جن پر خدا کا غضب ہوا یہ اسلئے کہ یہود سے بالذات ملنے کی کوئی ممانعت نہیں بلکہ اسلئے کہ وہ مغضوب قوم ہے مغضوب اور بدبر لوگوں کے ساتھی ہونے سے انسان خود بھی قہر الٰہی میں آجاتا ہے۔ ڈوبتی کشتی کا بچانیوالا آپ بھی ڈوبتا ہے یہ ایک بڑی کارآمد بات ہے کبھی بداقبال اور مقہور لوگوں سے میل جول نہ کرے۔ یہود ایک متبرک اور خاندانی قوم تھی دینی اور دنیاوی دونوں بہت سے مگر جس طرح ہر حادث کی عمر طبعی ہے قومی اقبالوں کی بھی ہوتی ہے انکے اقبال کی عمر ہو چکی تھی مدت سے ستارۂ اقبال غروب ہو چکا تھا سخت اندھیریوں کے گڑھے میں پڑے ہوئے تھے اپنے بزرگوں پر تفاخر اور خاندان پر ناز انکا مایۂ بساط تھا اور اسلئے من گھڑت منصوبے بھی باندھ رکھے تھے کہ ہم انبیاء زادے ہیں ہم دوزخ میں جاویں یہ نہیں کسلئے کہ ہم نبی کا جزو بدن ہیں نبی کا جزو بدن جہنم میں نہیں جائیگا ہم جو چاہیں کریں بھلا ویسے خاندان کے کسی شخص کو ہم مانیں؟ (افسوس مسلمانوں میں بھی بعض لوگوں کی اسکے قریب قریب حالت ہو گئی ہے خصوصاً مصنوعی سید اور نالائق بزرگزادے یہی باتیں بنایا کرتے ہیں اور بادشاہوں اور امیروں کی بداقبال اولاد لاف زنیوں کو فخر کا وسیلہ جانتی ہے خود کچھ بھی نہیں) اسلئے وہ نبی کریم صلعم کے سخت دشمن ہو گئے تھے منافق انکے پاس جاکر بیٹھتے تھے یہ مدینے کے منافق انسے ملاکرتے تھے اور برائیاں کیا کرتے تھے ان قسموں کو اپنے بچاؤ کیلئے ڈھال یا سپر بنا رکھا تھا۔ فرماتا ہے انکو ذلت کا عذاب ہے انکے اولاد و مال آخرت میں کچھ کام نہ آئیگی جسکے لیے خدا کے دشمنوں سے ملا کرتے ہیں یہ جہنمی ہیں ہمیشہ وہاں رہیں گے جس دن اللہ انکو دوبارہ زندہ کریگا یعنی قیامت میں وہاں بھی اپنی عادت کے موافق اسی طرح قسمیں کھائینگے جس طرح تمہارے لئے کھاتے ہیں؟ اور جانتے ہیں کہ ہم بھی کچھ ہیں۔ مگر جھوٹے ہیں ان پر شیطان نے غلبہ پا لیا ہے قومی بھید لیکر غالب آگئے ہیں اسلئے خدا کو بھول گئے شیطانی گروہ ہو شیطانی گروہ خسارے میں ہے۔ لقد پڑھتے گئے بخت لوگ ہیں۔

غور کریں کیسا برجستہ بول چال ہے۔ انھیں باتوں کی رعایت رکھنا تو اعلیٰ درجے کی بلاغت ہے ؛

اس صدقہ دینے کے حکم میں چند مصلحتیں تھیں (۱) تو یہی کہ اس حرج کا کفارہ ہے (۲) یہ کہ اسمیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اظہار ہے (۳) مخلصین و غیر مخلصین کا امتحان ہے (۴) فقرا کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے (۵) سب سے بڑھکر مصلحت سرگوشیوں کا انسداد ہے پہلے تو مفت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کان میں کہہ دینا آسان بات تھی مگر اب تو صدقہ دینا پڑا اسلیئے یہ سرگوشی بہت کم ہوگئی اور کس لطف کے ساتھ کم کی گئی ہے۔ دنیا کے عقلا جب کسی بات کی قلت اور اسکا انسداد چاہتے ہیں تو دفعۃً اسکے بند اور معدوم کرنے کا حکم نہیں دیتے بلکہ اسپر کوئی ٹیکس یا جرمانہ یا فیس قائم کر دیتے ہیں جسکی صدہا نظائر آج کل موجود ہیں۔ قرآن روحانی اخلاق تو سکھاتا ہی ہے دنیاوی تدابیر بھی تعلیم کرتا ہے۔ نیک لوگوں نے اس مسئلہ کو اپنے اخلاق ذمیمہ کم کرنے پر بہت برتا ہے اور خوب عمدہ نتائج پیدا کیئے ہیں کسی بزرگ نے التزام کر رکھا تھا کہ اگر کسیکی عیب یا کوئی جھوٹی بات یا کوئی انداز ہندہ کلمہ منہ سے نکلیگا تو سات روزہ رکھونگا ایکبار روزے رکھے پھر نفس کو خبر ہوگئی زبان بھی رک گئی اسی طرح اور باتوں میں بھی ایسے احکام لگا رکھے تھے ایسے ایسے امداد الٰہی اور اصلاح [illegible] سرگرم رہتے ہیں اور یہی جہاد اکبر ہے جسے نفس پر اسکی شہوانی خواہشوں کے روکنے میں فتح پائی اسنے اعلیٰ جہاد والی کو حاصل کر لیا ؛

ف آیت میں اس صدقہ کی کوئی مقدار بیان نہوئی کہ کس قدر ہو۔ اور نہ تعین کی کیا چیز دے اور کس کو دے۔ ان سب باتوں کو سہولت کیلئے مبہم چھوڑ دیا اور صدقہ نکرہ لاکر اسی بات کی طرف اشارہ کر دیا۔ مسئلہ یہ صدقہ کیا واجب تھا یا مندوب۔ بعض علما کہتے ہیں واجب تھا اور بعض کہتے ہیں مندوب تھا آیت کے اخیر الفاظ سے ہیں جیسا کہ فان لم تجدوا۔ واشفقتم الخ خیر جو کچھ ہو مگر کیا یہ حکم اخیر تک باقی رہا تھا یا منسوخ ہوگیا تھا۔ اکثر علما کہتے ہیں پھر منسوخ ہوگیا تھا اور یہ اخیر جملے جو بعد میں نازل ہوئے تھے ناسخ ہیں اور وہ یہ ہیں فان لم تجدوا الخ اور اشفقتم الخ اور یہ سرگوشی کی عادت بھی جاتی رہی تھی جو مسلم کہتے ہیں جن جملوں کو ناسخ قرار دیتے ہو انمیں کوئی بات پہلے حکم کے مخالف نہیں یا تاکید ہے یا تشریح پھر کیونکر ناسخ کہا گیا ہے۔ بلکہ حکم باقی رہا اسکی وجہ سے یہ فعل بھی جاتا رہا اور بہت سے منافق رفتہ رفتہ مخلصین ہوگئے ؛

صدقے کی نسبت فرمایا تھا ذلک خیر لکم واطہر کہ یہ تمھارے لیے بہتر اور پاکیزہ بات ہے۔ بہتر میں چار اخیر مصلحتوں کی طرف اشارہ ہے اور اطہر میں پہلی مصلحت کی طرف۔ پھر فرماتا ہے فان لم تجدوا الخ اگر تمھیں صدقہ دینے کا مقدور نہو تو خیر معاف ہے پھر اسی پہلی آیت کے تمام مضمون کی تاکید کرتا ہے فقال اشفقتم ان تقدموا بین یدی نجوٰکم صدقات کہ کیا تم اپنے مشورے سے پہلے صدقہ دینے سے ڈر گئے ہو یعنی نہ ڈرو صدقہ دو صدقے میں بہتری اور پاکیزگی ہے فاذلم تفعلوا۔ پھر اگر نہ کرو جیسا کہ فان لم تجدوا میں ذکر تھا یعنی بے مقدوری کی وجہ سے صدقہ نہ دے سکو اور تاب اللہ علیکم اللہ نے تمکو معاف بھی اسی حالت میں کر دیا ہے تو اقیموا الصلوٰۃ الخ نیک کام کیا کرو۔ نماز پڑھو۔ زکوٰۃ دو۔ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو اور اللہ تمھارے کاموں سے خبردار ہے اسپر کوئی بات مخفی نہیں ؛

ف پہلے تو صدقہ مفرد لفظ فرمایا تھا کسلیئے کہ حکم کے وقت مامور بہ کو تھوڑا دکھانے میں مکلف کی ہمت بڑھتی ہے کہ یہ تھوڑی سی بات ہے کر لونگا مگر اخیر میں بلحاظ افراد مخاطبین یا افراد صدقہ جمع کا لفظ صدقات ارشاد فرمایا۔ ف بعض علما فرماتے ہیں خصوصاً جو اسکے نسخ کے قائل ہیں کہ فاذلم تفعلوا میں بے مقدوری سے صدقہ نہ دینا مراد نہیں کسلیئے کہ اگر یہ ہوتا اقیموا الصلوٰۃ کے بعد آتوا الزکوٰۃ نفرمایا کسلیئے کہ مفلس کیا زکوٰۃ دیگا جو تھوڑا سا صدقہ نہ دیسکا ہو۔ بلکہ حکم کو منسوخ کرتا ہے کہ اگر ایسا نکرو تو تمھیں اختیار ہے اس تقریر پر یہ پہلی آیت کی تصحیح و تشریح و تاکید نہیں بلکہ جدید حکم ہے ؛

## سورۃ الحشر مدنیہ ہے اس میں چوبیس آیات تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

اللہ کی تسبیح کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کے رہنے والے اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اسی نے اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے نکال دیا

مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ

[illegible]

مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

فقال ... [illegible]

... [illegible] ... علیہ السلام ... [illegible]

اس آفتاب کا تجلی گاہ بنیگا ... [illegible] ... ایک بنی قریظہ دوسرے بنی نضیر کہلاتے تھے آنحضرت صلعم جب مدینہ میں ہجرت کر کے آئے تو ... [illegible] ... آنحضرت صلعم سے ... ہو گئے تھے مگر احد کی جنگ میں جو مسلمانوں کو کفار قریش سے ہزیمت پہنچی تب بنی نضیر کے دماغوں میں بھی سرکشی کا مادہ بھر گیا اگرچہ اس سے پہلے بدر کی لڑائی کے بعد ابو سفیان سردار قریش کو بنی نضیر کے سردار سلام بن مشکم نے اپنے ہاں مہمان رکھا تھا جو آنحضرت پر شبخون مارنے آیا تھا آخر کو مدد دی اور ابو سفیان نے انکی مدد سے کہ بعض مسلمانوں پر جو اپنے کھیتوں میں مصروف تھے رات کو حملہ کیا مسلمانوں نے خبر پا کر تعاقب کیا۔ یہ تو تھا ہی اب ایک اور نئی بات پیدا ہوئی آنحضرت صلعم بنی نضیر کی گڑھی میں مع چند صحابہ اسی عہد نامے اور معاہدے کی رو سے ایک مسلمان کا خونبہا دینا تھا اس میں چندے میں انھیں بھی شریک کرنے تشریف لائے تھے حضرت سے کہا آپ تشریف رکھئے ہم چندہ دیتے ہیں اور بہت کچھ مدد دینگے آنحضرت گڑھی کی دیوار سے کمر لگا کر بیٹھ گئے یہ اندر گئے جا کر تجویز کی کہ اسکے اوپر سے بھاری پتھر ڈال دو مر کر جھگڑا ہی تمام ہو اسکی خاطر سے بھلا ہم قریش اور تمام عرب سے بگاڑ کر کے کہاں رہینگے؟ (جب بدبختی سوار ہوتی ہے تو ایسی ہی کم عقلی کی باتیں سوجھا کرتی ہیں) وہ ہنوز اپنا ارادہ پورا کرنے نہ پائے تھے کہ خدا تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو خبر کی آپ وہاں سے چلے گئے حضرت مسیح علیہ السلام آپ کے حق میں فرما ہی چکے تھے کہ جو آپ پر گریگا چور چور ہو جاویگا اور جس پر آپ گرینگے اسکو بھی چور کر دینگے ہو جب اس بشارت کے ان متواتر بدذاتیوں پر قہرمان الٰہی کب صبر کر کے پایہ تخت اسلام میں ان شتیتی بدذاتوں اور انکی نحوستوں کو فتنہ انگیزی کی مہلت دے سکتا تھا؟—

ؔ بنی نضیر ... [illegible] ... سے پاس ہی رہتے تھے ... [illegible]

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ۝ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ

[illegible] اور اس کے رسول کو ناراض کرتے ہیں وہ [illegible] میں ہیں۔ [illegible]

عَزِيزٌ ۝ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ

[illegible] اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان [illegible] کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور اسکے رسول کو ناراض کرتے ہیں [illegible]

أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ

[illegible]

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

[illegible] نیچے نہریں بہ رہی ہونگی جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ [illegible] اللہ کا گروہ [illegible]

---

اولئک الجملۃ خبر ان الذین لا تجد [illegible] یوادون مفعول [illegible] یوادون حال [illegible]

صفۃ لقوم ولو کان [illegible] لا تجد [illegible] اولئک [illegible]

**تفسیر** [illegible] کفار کی دوستی کے متعلق بیان ہے کہ جیسا پہلے بیان ہوا تھا کہ جاسکے [illegible]

منافق یہود سے یارانہ اسلیے رکھتے تھے کہ ان سے ہمکو عزت ہوگی اور ہم اپنے دشمنوں پر غالب [illegible]

فی الاذلین میں انکا ذلیل ہونا ظاہر ہے کیونکہ عزت والا خدا تعالیٰ ہی ہے عزت والے کے مخالف کو ذلت [illegible]

میں اور میرے رسول ہی غالب ہونگے بعض رسول منکروں کے مقابلے میں گو بظاہر مغلوب ہوگئے مگر انجام کار وہ [illegible]

اسکے بعد کفار و مشرکین سے دوستی رکھنے کی ممانعت کا کامل حکم دیتا ہے۔ قال لا تجد قوما [illegible]

لوگوں کو نہ دیکھوگے کہ وہ اللہ اور اسکے رسول کو ناراض کرنے والوں سے دوستی رکھیں [illegible] انکا باپ ہو یا بیٹا ہو یا بھائی [illegible]

محبت نہیں رکھتے جو اللہ اور اسکے رسول کو ناراض کرتے ہیں [illegible] باپ یا بیٹا کوئی کیوں [illegible]

پھر ان سچے ایمانداروں کے (جو اللہ تعالیٰ کے لیئے بھائی بیٹے باپ برادری کی پرواہ نہیں کرتے) چند اوصاف بیان فرماتا ہے (۱) کتب [illegible]

ایمان قائم کردیا۔ انکے الواح قلوب پر ازلی علم سے ایمان لکھا گیا [illegible] (۲) وایدھم بروح [illegible]

علماء نے کئی ایک معنی بیان فرمائے ہیں نور قلب قرآن مجید [illegible] ان سب کو روح کہا گیا اور ایسے ایمانداروں کی تائید ہوئی [illegible]

ایمان کی طرف پھرتی ہے یعنی انکی روح ایمان سے مدد کی کاتب الحروف کہتا ہے یہ بھی ہے مگر روح منہ روح القدس ہے [illegible]

تائید کیا کرتا ہے جیسا کہ فرمایا وایدناہ بروح القدس اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان کے حق میں فرمایا اللھم ایدہ بروح القدس [illegible]

کیونکہ تائید ہوتی ہے۔ [illegible] ایدناہ بروح القدس کی تفسیر میں دیکھو (۳) ویدخلھم الخ انکو ایسے باغوں میں [illegible] جاری [illegible]

کی طرف اشارہ تھا (۴) رضی اللہ عنھم الخ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے۔ یہ روحانی جنت کی طرف اشارہ ہے [illegible] صحابہ [illegible]

[illegible] نے جنگ بدر [illegible] وغیرہ مواقع پر اپنے اقارب سے کھل کر جنگ کی اور [illegible] ثابت قدم [illegible]

ہوئیں اسلیے صحابہ کے نام پر رضی اللہ عنہ کہنے کا اہل سنت میں [illegible] ہوگیا ہے (۵) اولئک حزب اللہ الخ اللہ کا گروہ ہی جو فلاح پائیگا۔ اسلام میں [illegible] فضل و کرم [illegible]

عطا کردی کہ اہل حق کبھی مغلوب [illegible] صحابہ چند روز میں دنیا کی بڑی بڑی عالیشان سلطنتوں پر غالب آگئے اور قیامت تک اہل حق غالب رہینگے [illegible]

[illegible] حضرت علی [illegible] حضرت [illegible] امام مہدی [illegible]

ف کفار سے جو محبت ممنوع ہے وہ دینی ہے اور اسلام کے مقابل [illegible] اخلاقی [illegible] احسان [illegible] ممنوع نہیں ہے

وَمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ [illegible]

[illegible]

اسکے بعد فرماتا ہے ولولا ان کتب اللہ علیہم الجلاء کہ اگر اللہ نے انپر جلاوطنی نہ لکھی ہوتی [illegible] ملی ہوتی [illegible] یعنی دونوں بیٹے اس جلاوطنی سے [illegible] غلام ہوتا یا سنگساری [illegible] یا دنیا میں [illegible] عذاب [illegible] اسکی امان۔ فرماتا ہے
ذلک بانہم شاقوا اللہ الخ یہ اسلیے کہ انھوں نے اللہ اور اسکے رسول سے گردن کشی کی اور جو ایسا کرتا ہے تو اللہ اسکو سخت سزا دیتا ہے ۔

بعض مسلمانوں کو اپنی بہادری کا خیال پیدا ہوگا کہ ہتھیار کو جو بڑے بہادر لوگ تھے جنہوں نے یوں نکالا اسلیے فرماتا ہے ما قطعتم من لینۃ او ترکتموہا قائمۃ علی اصولہا جو کوئی درخت کھجور کا کاٹا یا جو قائم چھوڑ دیا سو یہ خدا کے حکم کا مقتضی تھا تاکہ بدکاروں کو سزا دے اور وہ بخیل اور حسرت کریں تم اپنی بہادری اور جوانمردی کا نتیجہ سمجھنا ۔
اور ممکن ہے کہ کفار نے درختوں کے کاٹنے پر طعن کیا ہو کہ یہ فساد فی الارض ہے جسکو تم خود منع کرتے ہو اور صحابہ کے دل میں اسکا کوئی اثر پیدا ہوا ہو اسکے جواب میں یہ جملہ ہے کہ یہ جو کچھ تم نے کیا حکم الٰہی سے کیا اللہ کو بدکاروں کا رسوا کرنا منظور تھا۔ (بخاری کی کتاب التفسیر سے یہی مستفاد ہوتا ہے) ۔

ف پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے موقعوں پر منع کر دیا ہے کہ میوہ دار سبز درخت کاٹو کھیتی اجاڑنا کار آمد جانوروں کو ذبح مگر ضرورت کے موقع پر ایسا کرنا جائز ہے۔ ممانعت تو اسلیے ہے کہ ان کار آمد چیزوں کا برباد کرنا فساد فی الارض اور اپنی قسمت میں آئی ہوئی چیز کو مفت برباد کرنا ہے اور اجازت کسی خاص موقع پر اسلیے ہے کہ مخالفین کو صدمہ پہنچے یا وہ اسباب معیشت کے منقطع ہونے سے صلح پر یا اطاعت پر آمادہ ہوں جیسا کہ اسی تفسیر سے [illegible]

وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِى الدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۞ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ

اور اگر اللہ نے انکے لیے دیس نکالا نہ لکھا ہوتا تو انکو دنیا ہی میں سزا دیتا اور آخرت میں انکے لیے دوزخ کا عذاب ہی ہے۔ یہ اسلیے کہ انہوں نے اللہ اور اسکے رسول کی

رَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۞ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِىَ الْفٰسِقِيْنَ

مخالفت کی اور جو کوئی اللہ سے مخالفت کرتا ہے تو اللہ بھی سخت سزا دیتا ہے۔ اے مسلمانو جو تم نے کوئی کھجور کا درخت کاٹ ڈالا یا اسکو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو اللہ کے حکم سے ہوا اور تاکہ بدکاروں کو رسوا کرے

## تفسیر

اسلیے آنحضرت صلعم نے بحکم الٰہی اعلان کر دیا کہ اب ہمارا تمہارا عہد باقی نہیں تم ہمارے شہر سے چلے جاؤ ورنہ پھر جنگ ہے ان معدودے چند شریر یہودیوں نے منافقوں کی مدد کے بھروسے پر کہہ دیا اچھا جنگ ہے لیجیے ہمارا آپ کیا کر سکتے ہیں؟ اپنی گڑھی کے دروازے بند کر کے بیٹھ رہے یہ گڑھی بڑی مستحکم اور بلند بھی اسکا اسلام نے محاصرہ کر لیا گیارہ روز تک سخت محاصرہ رہا پر کوئی مدد کو نہ آیا کوئی۔ دونالی ادھر مسلمانوں نے انکے باغوں کو جنہیں بہت سے کھجور کے درخت تھے کاٹنا اور کچھ کو جلانا شروع کر دیا ادھر کشتی لیکن ہنستے تاب طاقت کہی اخر مجبور ہوئے پیغام بھیجا کہ امن دیجیے آپ جو کہیں گے ہم کرینگے آنحضرت صلعم نے اس بات کو منظور کیا کہ اپنا مال و اسباب جس قدر لے جا سکیں ایک اونٹ پر لاد سکے لے جاویں ہوئے منظور کیا اور دس روز کی مہلت مانگی اس عرصہ میں اپنا اسباب لادنا شروع کیا اس طمع کے مارے کہ جو سامان رہ جائیگا مسلمانوں کے ہاتھ آئیگا اس لالچ سے بھی کہ اپنا گڑھی کا ٹھکانہ کیوں چھوڑیں مکانوں کو گرانا شروع کر دیا آپ بھی ڈھاتے تھے اور باہر سے مسلمان۔ یہی اس کلام میں مذکور ہے پھر اکثر تو اریحا اور اذرعات کی طرف چلے گئے (جو شام کے مقامات ہیں) اور ابی الحقیق و حیی بن اخطب کا خاندان کچھ تو خیبر میں جا رہا اور کچھ حیرہ چلا گیا ۞

اس واقعہ کے بعد یہ سورہ نازل ہوئی ان آیات میں خدا تعالیٰ اپنی شان کبریائی جتلا کر یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ اسی قادر مطلق نے ان مشرکین یہود کو حشر سے پہلے ہی انکے گھروں سے نکلوا دیا محاصرہ سے پہلے یہ کہتے تھے کہ ہم حشر تک بھی اپنے گھر بار نہ چھوڑینگے۔ لو انہیں حشر سے پہلے ہی گھر بار چھڑوا دیے۔ انکی بلند اور مستحکم گڑھی کو دیکھ کر خود مسلمان یہ خیال کرتے تھے کہ یہ نہیں نکل سکتے۔ ادھر خود انکو بھی یہ غرور تھا کہ ہماری گڑھی اور یہ مستحکم قلعہ ہماو ہر قسم کی آفت سے بچا سکتا ہے کون ہمکو یہاں سے مار سکتا ہے؟ مگر انکو اس بدروز کا خیال بھی نہ تھا کہ محاصرہ ہوتے ہی انکے دلوں میں رعب بھر گیا نامردی چھا گئی امان مانگ کر جلاوطنی پر راضی ہو گئے۔ آپ ہاتھوں کے بنائے ہوئے مکانوں کو کس نامرادی کے ساتھ آپ ڈھانے لگے۔ یہ بڑی عبرت کی بات ہے آنکھ والوں کے لئے۔ آسمانی حکم کا مقابلہ ایسے ہی نتیجے پیدا کرتا ہے۔ نیز یہ کہ دغا کرنا اچھا نہیں ہوتا کسی سے دوستی کا عہد مستحکم باندھکر مکاری و عیاری کرنا ضرور برا دن دکھاتی ہے دنیا اور اسکے سامان دل لگانے کے قابل نہیں کل کس شادمانی اور کن کن نیک امیدوں سے یہ مکانات بنا رہے تھے اور کیا کیا خیالات پکا رکھے تھے آج کس حسرت یاس کے ہاتھوں ڈھا رہے ہیں عبرت عبرت۔ پچھلی آیتوں کا یہ مطلب صاف صاف تھا آئیے مفسرین کی موشگافیاں بھی نقل کرتے ہیں اور آیات میں جو اسرار ہیں انکو بھی دکھاتے ہیں ۞

سبح سے تسبیح تنزیہ و تقدیس یعنی اسکی تقدیس تمام آسمانوں اور زمین کے رہنے والے کرتے ہیں شریعت نے تسبیح سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ انکی عبادت کا محتاج ہے بلکہ انھیں کے فائدے کے لیے۔ آسمانوں کے ستارے اور انکے اندر کی کائنات اسی طرح زمین کے رہنے والے سب زبان حال سے اپنے خالق کی یکتائی اور [illegible] بیان کر رہے ہیں کیونکہ ہر ایک شی اہل بصیرت کے لیے اسکے کمالات اور عظمت شان کا آئینہ اور عکس صفت ہے اور یہی اسکی تسبیح و تقدیس ہے جو ہمارے جدا ہے اور ملائکہ اور ارواح طیبہ آسمانوں میں نیک لوگ زمین پر اسکی تسبیح و تقدیس بالارادہ کرتے ہیں۔ آسمانوں اور زمین و انکے اندر کی جملہ کائنات کا اس طرح سے فطری پر لگا رہنا کہ جبر انکو انکے خالق و مالک نے لگا دیا ہے انکی تسبیح و تقدیس ہے تمام کائنات پر اسکے احکام جبروتی نافذ ہیں طوعًا و کرہاً سب انکو تسلیم کرتے ہیں یہی تسبیح و تقدیس ہے

صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار تھے یعنی جس طرح جنگوں میں محنتیں اور تکلیفیں اُٹھا کر فتح ہوتی ہے اسمیں اس قدر تکالیف اُٹھانی نہ پڑی گویا کہ مفت ہاتھ آگیا اسلیئے اسکو فئی کہا گیا بعض علماء یہ جواب دیتے ہیں کہ ان آیات میں فدک کی طرف اشارہ ہے البتہ وہ جائداد بے محنت حاصل ہوئی تھی جسمیں سے آنحضرت صلعم اپنے اقارب اور مہمانوں کے لیئے خرچ کرتے تھے اور سامان جنگ گھوڑے ہتھیار وغیرہ میں بھی صرف کرتے تھے ✤

اسکے بعد فئی کے مصارف بیان فرماتا ہے فقال ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القریٰ کہ جو کچھ گانوں والوں سے پہنچا یا۔ گانوں والے یعنی کفار سے جو گانوں اور بستیوں کے لوگ تھے انسے شوکت اسلامی وصول ہوا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں گانوں والوں سے مراد قریظہ و نضیر و فدک و خیبر ہیں (معالم) فللہ وللرسول و لذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل تو وہ اللہ اور رسول اور قرابت داروں اور یتیموں اور فقیروں اور مسافروں کے لیئے ہے یعنی اللہ کا مال ہے جسمیں کسی کا کوئی حق نہیں وہ رسول کے پاس رہے۔ رسول اسکو اپنی ذاتی مصارف میں بھی بقدر ضرورت صرف کرے اور اپنے قرابت داروں کو بھی دے بوجہ قرابت صلہ رحمی کرے اور جو قرابتدار محتاج ہوں بدرجہ اولیٰ صلہ رحمی کے مستحق ہیں اور یتیموں کو بھی دے عام ہے کہ رسول کے خاندان کے یتیم ہوں یا اور اور فقراء کو بھی دے کوئی ہو۔ اور حاجتمند مسافروں کو بھی دے۔ اور مصالح ملی میں مہمان آئے ہوں رسول کے پاس جو باکہ قوموں کے وکیل اور جماعتیں آیا کرتی تھیں۔ یہ شاہی مہمان ہیں ان کا خرچ بھی اسی شاہی خزانے پر ہے ✤

آیت میں چھ شخص ہیں پہلے اوّل اللہ جل جلالہ یوں تو سب کچھ اُسی کا ہے مگر یہاں اللہ کا مال کہنے سے یہ غرض ہے کہ یہ اللہ نے مخصوص حاجتوں کے لیئے بنا خزانہ بنا کر رکھا ہے اس تقدیر پر یہ کہنا کہ لفظ اللہ تبرکاً مذکور ہے بیفائدہ بات ہے۔ دوم رسول۔ سوم قرابت دار۔ چہارم یتامیٰ پنجم مساکین ششم مسافر آیت میں یہ نہیں کہ قرابت دار کسکے؟ بظاہر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار۔ اور آنحضرت کے بعد جو آپ کا جانشین ہو۔ اسکو بھی اپنے اقارب کے ساتھ حسن سلوک کرنا انسانی خاصہ ہے جسکا بار بقدر ضرورت شاہی خزانے پر ہونا عین انصاف ہے۔ اور یتیم و مسکین و ابن السبیل قومی ذوحاجت لوگ ہیں خصوصاً شاہی مہمان جو سلطنت سے علاقہ رکھتے ہوں یا انکی مہمانداری شان سلطنت اور اسکے فوائد آئندہ پیدا کرنے میں موثر ہو یہ بھی اسی شاہی خزانے سے ہونی چاہیئے ✤

آیت میں یہ بھی ذکر نہیں کہ ان چھٹوں کے حصے مساوی ہیں یا کم زیادہ کیونکہ ان چھٹوں کی طرف تقسیم نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً حسب ضرورت ان اشخاص کو دینا رہتا ہے جسکی کوئی تعداد معین قبل از وقت ہو نہیں سکتی۔ اور آیت میں چند ذوحاجت اسلیئے مذکور ہیں کہ انکی طرف زیادہ تر توجہ مبذول ہونی ہے یہ اسکے منافی نہیں کہ اور سی حاجتمند کو یا اور کسی کام میں جو قومی اور سلطنت کے مفید ہو صرف نہ کیا جاوے۔ الحاصل فئی شاہی خزانے میں داخل ہو کر اشخاص مذکورہ بالا کے لیئے ہے کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم۔ (مبرد کہتے ہیں دُولۃ بالضم وہ چیز جو لوگوں کے ہاتھوں میں آتی جاتی کبھی پاس پاس اور کبھی اُس پاس ہو اور دَولۃ بالفتح خوش حالی جو ایک قوم سے منتقل ہو کر دوسری پر آجاوے یس بالضم اسم ہے اسکا جسکا تداول کیجیے روپیہ پیسہ کپڑا زیور وغیرہ۔ اور بالفتح اسکا مصدر کبیر) کہ اسلیئے مقرر کیا کہ وہ فئی تمہارے اغنیاء کے ہاتھوں میں نہ پڑے۔ بلکہ اسکے مستحقین ہی کے پاس رہے اے اغنیاء تم اسکی حرص نہ کرو بلکہ ما آتکم الرسول فخذوہ جو تم کو غنیمت یا کسی چیز میں سے رسول دے۔ یا حکم کرے اسکو لو۔ وما نہکم عنہ فانتہوا۔ اور جس سے منع کرے جیسا کہ اس فئی سے یا اور بُری باتوں سے تو اس سے باز آؤ۔ اتقوا اللہ الخ اللہ سے ڈرو نافرمانی نہ کرو اسکی سزا سخت ہے۔ یہ جملہ معترضہ تھا کیلا یکون سے لیکر یہاں تک۔ اسکے بعد مہاجروں و انصار کے فقراء اور حاجتمندوں کے مناقب و اسلامی لگر میں اور انکی سچی جانفشانیاں ذکر فرما کر مستحق ٹھیراتا ہے اور یتیم کے بعد تخصیص کرتا ہے کہ اور فقیروں سے یہ زیادہ ستحق ہیں ✤

۵ قومی سے اسلام اور سلطنت سے وہی آسمانی سلطنت مراد ہے جسکی پہلے انبیاء علیہم السلام نے خبر دی تھی جو مدینہ میں آنحضرت صلعم نے قائم کی اور پھر آپکے جانشینوں کو پہنچی جو جمہوری تھی [illegible]

[illegible]

مہاجر بھائی کو دیدیا تھا دو کپڑے تھے تو ایک مہاجر کو اسی طرح سب چیزوں میں کیا تھا۔ بخاری نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے اسکو مہمان بنایا گھر میں کسی کو بھیجا کہ دیکھے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ بیبیوں نے عرض کیا بجز پانی کے ہمارے پاس کوئی کھانے کی چیز نہیں پھر آپ نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کون ہے جو اسکو مہمان بناوے؟ ایک انصاری نے (غالباً ابو طلحہؓ تھے) کہا میں یا رسول اللہ۔ پھر وہ اسکو اپنے گھر لیگئے اور بیوی سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کی خاطر کرو اُسنے کہا لڑکوں کے کھانے کے سوا ہمارے ہاں اور کچھ نہیں اسنے کہا کھانا تیار کر چراغ جلا لڑکوں کو سُلا دے جبکہ وہ کھانا مانگیں پھر اسنے کھانا تیار کیا چراغ جلایا لڑکوں کو سُلا دیا پھر اُٹھ کر جیسے چراغ درست کرنے کو اُٹھی اور چراغ گل کر دیا تاکہ اندھیرے میں مہمان کو یہی معلوم ہو کہ یہ بھی ساتھ کھانا کھا رہے ہیں مگر آپ بھوکا رہا دونوں نے کھایا آپ بھوکے سو رہے صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے فرمایا تمہاری رات کی بات خدا تعالیٰ نے پسند کی اور یہ آیت نازل فرمائی۔ ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ۔ یہ طریق اور یہ دوسرا ایثار صرف انہی کا حصہ ہے انبیا کی ہے جس کا نظیر اور قوموں یا کسی اور نبی کے پیروؤں میں پایا نہیں جاتا۔ اسلئے اسکے بعد فرماتا ہے ومن یوق شح نفسہ فاولئک ہم المفلحون یعنی انصار کو لالچ نہ تھا اس سے خدا نے انکو بچا لیا تھا اور جسکو خدا لالچ سے دور رکھے وہ کامیاب ہے۔ شح بالضم والکسر شح اور بخل میں علماء نے فرق کیا ہے بخل صرف منع کرنا دینا اور شح وہ نفسانی حالت ہے جس سے یہ بات پیدا ہوتی ہے۔ شح صفات ذمیمہ میں سے کہا جاتا ہے یہ لالچ ہے اسلئے اس سے بچنے کو کامیابی فرمایا۔ دنیا و دین کی بد اعمالیاں اسی شح سے پیدا ہوتی ہیں لوگوں کی آنکھوں میں یہ انسان کو حقیر کر دیتا ہے ہمدردی اور سخاوت کے کاموں میں حصہ نہیں لینے دیتا لالچی اور بخیل اپنے گھر میں بھی اپنے متعلقین کے نزدیک عزت نہیں پاتا۔ ایسے آدمی کو لئیم کہتے ہیں جسکا مال اسکے بعد فضول خرچی میں صرف ہوتا ہے دنیا میں جس قدر اولوالعزم لوگ گذرے ہیں کوئی بھی اس ناپاک خصلت میں کبھی مبتلا نہ ہوا تمام عمر خون جگر کھا یا دولت سے متمتع نہوا نفس کو آرام و راحت کا حصہ نہ دیا مر گیا چھوڑ گیا حسرت لیگیا یہی انسان کو چوری خیانت قتل ظلم جھوٹ بولنے کم تولنے پر مجبور کرتا ہے۔ بہادرانہ کاموں سے روکتا ہے اسلئے خدا تعالیٰ اپنی مخلوق کو اس سے نفرت دلاتا ہے اسکے نام لینے کو بھی لوگ معیوب سمجھتے ہیں مرنے کے بعد برائی سے یاد کرتے ہیں۔ پھر جسکو خدا نے اس ناپاک خصلت سے بچا لیا اسکے کامیاب ہونے میں کیا شک ہے ؛

انصار و مہاجرین جو اسلامیوں کی دو اعلیٰ اور برگزیدہ جماعتیں ہیں انکے محامد بیان فرما کر تیسری گروہ کی مدح کرتا ہے جس میں تابعین اور انکے بعد کے آنیوالے نیک اور بزرگ لوگ ہیں فقال والذین جاؤا من بعدہم یہ بھی مہاجرین پر عطف ہے یعنی جو انکے بعد ہجرت کر کے آئے یا اسلام میں انکے بعد آتے قیامت تک جو کوئی ہو انکے اندر یہ خوبی ہے یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔ وہ اپنے لیے بخشش مانگتے ہیں کہ الٰہی ہمکو بخشدے اور اسکے بعد اپنے متقدمین بھائیوں کے لیے بھی بخشش مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو ہم سے پہلے ایماندار گزرے ہیں۔ ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین آمنوا اور ایمانداروں کی طرف سے ہمارے دل میں رنج اور عداوت نہ پیدا کر ربنا انک رؤف رحیم اے ہمارے رب تو بڑی نرمی کرنیوالا اور رحمت کرنیوالا ہے جن میں یہ خاصیت نہیں وہ اس تیسری گروہ میں داخل نہیں ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں لوگوں کے تین درجے ہیں مہاجرینؓ انصارؓ اور وہ جو انکے بعد آئے اور ان سے محبت رکھتے ہیں انکے لیے استغفار کرتے رہیں ہر حال میں خیر میں شریک ہوتے ہیں انکے رستہ پر چلتے ہیں پس تم کوشش کرو کہ ان تینوں سے خارج نہو نے پاؤ۔ مہاجرین و انصار تو گزر گئے انمیں داخل ہونا تو ممکن نہیں خیر یہ نہیں تو تیسرے فریق میں تو شامل ہو یعنی انکو بھلا سمجھے دل سے انکی محبت رکھے انکی مساعی جمیلہ کی قدر دانی کرے نہ یہ کہ انپر جھوٹے سچے الزامات قائم کر کے تبرا کرنے کو ایمان و سعادت جانے۔ جھوٹ سے اگر بچنا چاہتا ہے تو وہ

ف۵ مسلمانوں سے عداوت رکھنا گناہ ہے بدگمانی اور بھی گناہ پر اتہام اور بھی معصیت ہے ۱۲ منہ

فقال للفقراء المہاجرین الخ کہ یہ ان فقراء مہاجرین کو ملنی چاہیے کہ [illegible] اپنے گھر اور مال [illegible] بیشک گھر بھی علیہ السلام کے [illegible]
انہیں جب [illegible] میں اسلام کا چرچا ہوا اور اس آفتاب کی کرنیں اسی سرزمین پر پڑیں تو [illegible] دیکھا [illegible] مسلمان ہونے شروع ہوئے مگر یہاں کے [illegible]
مسلمان [illegible] اسکی قوم کی طرف سے مصیبتیں آئیں [illegible] شروع [illegible] گھر بار چھوڑ کر [illegible] ابو [illegible] مال
سب چھوڑ [illegible] الا [illegible]
بات [illegible] ہجرت کر [illegible] ہیں بلکہ ینصرون اللہ ورسولہ اللہ اور اسکے رسول کی مدد [illegible]
انکے دل کو [illegible] اولئک ہم الصادقون یہی لوگ ہیں۔ یہاں تک [illegible] مہاجرین کی [illegible]
اپنے گھروں سے اور مالوں سے جدا کیے گئے اور نکالے گئے ہیں (۳) وہ اللہ اور رسول کی مدد کرتے ہیں (۴) [illegible]
[illegible] مہاجرین [illegible] کی حاجت میں انہوں نے [illegible]
[illegible] گھر [illegible] انکو [illegible] آنحضرت [illegible]
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لانے [illegible] ظلم [illegible]
اور جو انپر الزام [illegible] اسلیے بعد ذکر انصار کی طرف [illegible] فقال والذین تبوؤا الدار والایمان [illegible]
یعنی دار الہجرت مدینہ کو اور ایمان کو گھر بنا چلے تھے یعنی آنحضرت صلعم کے تشریف لانے [illegible]
مدینہ شریف کہتے تھے کہ عرب میں آپکی نبوت کا شہرہ ہوا ایام حج میں چند اہل مدینہ آنحضرت صلعم [illegible] اسلام [illegible]
ترغیب دی وہ بھی ایمان لے آئے۔ جب کفار قریش نے مسلمانوں کو زیادہ ستانا شروع کیا تو خود آنحضرت صلعم [illegible]
کی دلی تمنا تھی [illegible] اور لوگ بھی جانے شروع ہوئے ان اہل مدینہ نے آنحضرت صلعم و دیگر مہاجرین کی خاطر و مدارات [illegible]
بعد کی آیت میں [illegible] من قبلہم یعنی مہاجرین کی ہجرت سے پہلے مدینہ کو گھر بنا اور ایمان کو دل میں جگہ دی۔ [illegible]
من ہاجر الیہم جو انکے پاس ہجرت کرکے آیا اسکو دوست رکھتے ہیں محبت کا یہ عالم تھا کہ آنحضرت صلعم نے ہر ایک مہاجر کا ہر ایک انصاری سے بھائی چارہ کرا دیا
یہاں تک کہ آیت میراث نازل ہونے سے پہلے ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا اور کوئی مرنے کے بعد ورثہ نہیں پاتا تھا اور ہر ایک دوسرے کی جان و مال پر اپنا مال و جان
فدا کرتا تھا جسکی مفصل کیفیت کتب سیر میں موجود ہے۔ ولا یجدون فی صدورہم حاجۃ مما اوتوا جس چیز کہتے ہیں حاجۃ کے معنی یہاں حرارت و حسد و غیظ کے ہیں کہ مہاجرین کو
جو دیا جاتا ہے اس سے انکے دل میں کوئی رنج نہیں ہوتا بلکہ خوش ہوتے ہیں بخاری نے ابی ہریرۃ سے نقل کیا ہے کہ انصار نے آنحضرت صلعم سے
عرض کیا کہ بنی نضیر کے باغ ہم میں اور ہمارے بھائیوں مہاجرین میں تقسیم کر دیجئے آپ نے فرمایا نہیں تم کام میں شریک ہو گے اور پھل میں بھی انصار نے
کہا ہم راضی ہیں [illegible] اس سے بڑھکر انہیں یہ صفت ہے ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ اور باوجود حاجت فقر و فاقہ کے مہاجرین کو اپنے
کھانے پر بھی ترجیح دیتے ہیں اپنی حاجت میں کام نہیں لاتے مہاجرین کو دیتے ہیں۔ یہ ایثار بڑی اولوالعزمی کی بات ہے ہر ایک کو نصیب نہیں۔ آپ بھوکا رہے اپنے بھائی کو
جو اسکی حاجت ہو فقر اس ایثار کا کیا ٹھکانا ہے کہ انصار نے مہاجرین کو اپنے گھر اور مال بانٹ دیے تھے جنکے پاس ایک مکان یا باغ تھا تو آدھا اپنے

[illegible] کقول الشاعر ولقد [illegible] شعلہ [illegible] مع ان المرء لا یقلد [illegible] واصل الایمان [illegible] ۱۲ منہ

رنجش خیال ہو سکتی ہے۔ یہ دوسرا اختلاف ہوا۔ اس پر شیعہ کے مؤرخین نے جس قدر مبالغہ آمیز روایات تیار کی ہوں تو تعجب نہیں کیونکہ میدان
موجود تھا اور ایسے مواقع پر مبالغہ کرنے والوں کو بڑا موقع ہاتھ آتا ہے۔ میں اُن ناپاک روایات کا ذکر بھی اہل سنت کی ادب سمجھتا ہوں مگر یہ سمجھنا چاہیے
کہ فاطمہؓ کس باپ کی بیٹی ہیں اور کس رتبے کی ہیں وہ ایسے قلیل دنیاوی معاملات پر اس قدر رنج و بغض دل میں اپنے باپ کے جانشین سے کہیں حیطۂ امکان سے باہر ہے
حاشا و کلا ثم حاشا و کلا۔ مگر حضرت علیؓ نے اپنے عہد خلافت میں بھی اس جائداد کو خلافت کا مال سمجھا آنحضرت صلعم کے ورثہ میں تقسیم نہ کیا ۔

اسکے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسی انتخاب سے خلیفہ کیا انکے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو۔ یہ بھی شیعہ کے نزدیک رنجش کا باعث ہوا۔ یہ
تیسرا اختلاف تھا اسکے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیا حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مگر معاویہؓ جو عثمانؓ کے عہد سے شام کے حاکم یا گورنر تھے
اور اسمیں بھی کوئی شبہ نہیں کہ وہ اور انکے احباب سلطنت کی باریکیاں خوب سمجھتے تھے اور دنیاداری کے تدابیر پر پورے قابو یافتہ تھے۔ لوگوں نے
حضرت علیؓ سے کہا اول معاویہؓ سے بیعت لے لیجئے پھر چاہیئے انکو معزول کیجئے اور عثمانؓ کے قاتلوں سے بھی اول دار و گیر کیجئے مگر سر جدا نے چاہئے
کس مصلحت سے مہاجرین و انصار کے اس مشورے پر عمل نہ کیا؟ معاویہؓ نے بغاوت اختیار کی اور کہہ دیا کہ ہم تمکو خلیفہ ہی نہیں سمجھتے تم سے اسکے قاتلان
عثمانؓ کا بھی پتا چل سکا۔ اس بنا پر طرفین میں رنجش آمیز خط و کتابت بھی جاری رہی۔ ادھر لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور طلحہؓ و زبیرؓ وغیرہ کو بھڑکایا لائی کہ
قاتلان عثمانؓ علیؓ کے لشکر میں پناہ گزین ہیں اور اس وقت حضرت علیؓ اطراف کوفہ میں ہیں اُم المؤمنینؓ علیؓ کے پاس چلیں اور جب ہالوگ شریک ہوتے گئے
ایک لشکر عظیم ہو گیا جب یہ لشکر حضرت علیؓ کے لشکر کے قریب پہنچا اور باہم قاتلان عثمانؓ کی بابت گفتگو شروع ہوئی ایک رات چند بدمعاشوں نے حضرت
ام المؤمنین کے لشکر پر تیر مارنے شروع کر دیئے پھر تو ادھر سے بھی تیاری ہو کر دونوں لشکروں میں خواہ مخواہ جنگ ہوئی حضرت عائشہؓ کے لشکر کو شکست ہوئی
یہاں تک کہ جنگ آور اُس اونٹ تک پہنچ گئے کہ جسکے اوپر ہودے میں ام المؤمنینؓ سوار تھیں اسلیئے اس مصیبت ناک واقعہ کو جنگ جمل کہتے ہیں عائشہؓ کو
بحفاظت مدینہ منورہ پہنچا دیا گیا اور طرفین سے بڑے بڑے اسلام کے نامآور اور بہادر شہید ہو گئے۔ اسکے بعد حضرت علیؓ کی معاویہؓ کے لشکر سے لڑائیاں
شروع ہوئیں صفین کا میدان مسلمانوں کے گرانبہا خونوں سے لالہ زار ہو گیا۔ ایسے مواقع پر برادرانہ رنجشیں ایک معمولی بات ہے اور طرفین کے حامیوں کے
لیے افراط و تفریط اور بیشمار روایات بنانے کا عمدہ محل ہے۔ اسکے بعد حضرت علیؓ شہید ہوئے ابن ملجم ملعون نے (جو گھات میں تھا) مسجد کوفہ میں زخمی کیا
اسکے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر بیٹھے پھر باہمی جنگ شروع ہوئی۔ آخر کار ابن رسول اللہ صلعم نے خلافت معاویہؓ کے سپرد کر کے کنارہ کشی
کی اور باہمی معاہدہ ہو کر جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ اسکے بعد معاویہؓ کا انتقال ہو گیا۔ اور انکی جگہ انکا نالائق فرزند یزید پلید نہ انتخاب سے بلکہ انکی باپ کی
شوکت کے زور سے خلیفہ کیا گیا تھا مسند پر بیٹھا اس ناخلف نے حضرت حسنؓ کو زہر دلوا کر شہید کیا اور پھر امام حسینؓ کو کربلا کے میدان میں شہید کیا اور مسلمانوں پر
جو ظلم کیئے۔ اسکے بعد یہ مر گیا اور چند روز کے لیئے اسکا بیٹا جانشین ہوا مگر اب انتخاب نہ رہا حکومت و سلطنت کی تخت نشینی رہ گئی اسکے بعد مروان
خلیفہ ہوا اور مروانی خاندان میں کچھ کم نوے برس حکومت رہی پھر اس خاندان کا استیصال بنی العباس نے کیا عباسیوں کی خلافت و حکومت کا پایۂ تخت
بغداد تھا ان باہمی لڑائیوں میں حضرت علیؓ کی اولاد پر ظلم و ستم بھی ہوتے رہے۔ معاویہؓ کی لڑائی سے لیکر اخیر تک اہل سنت کے نزدیک بھی جو حضرت
علی اور حسنینؓ کے مقابلے میں ہوئیں ان میں فریق مخالف سراسر خطا پر تھا اور حق اس طرف تھا ۔

ف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مصیبتناک اوقات کی پہلے ہی سے نہایت درد انگیز الفاظ میں پیشین گوئی کی تھی ۱۲ منہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کو اچھا کہتے ہیں اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو اچھا جانتے ہیں۔ مگر افسوس شیعہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مہاجرین و انصار کو باستثنائے چند اشخاص سب کو برا کہتے ہیں بلکہ برا کہنے کو حسنات و برکات کا موجب سمجھتے ہیں۔ دنیا میں اس خصلت کا یہ اثر ہے کہ کبھی انکا جھنڈا کھڑا نہیں ہونے پاتا نہ مقابلے میں پاؤں جمتا ہے اہل حق کے مقابلے میں مقہور ہی رہے اور ہمیشہ رہیں گے ؛

## اور وہ بات کیا ہے ؟

جس سے وہ ان بزرگوں سے پھر گئے۔ اس آیت کے ذیل میں اسکا بیان محققانہ طور پر مناسب ہے۔ بنی نضیر اور فدک اور خیبر کی کچھ زمین آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے معیّن ہوئی تھی جس میں سے آپ نے کسیکو مہمانوں اور سامان حرب کے لئے کسیکو خرچ ازواج مطہرات کے لیے کسیکو اقارب و یتامیٰ و مساکین کے لیے معیّن کر رکھا تھا چنانچہ فدک کی آمدنی سے آپ قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ آنحضرت صلعم کے بعد جب جانشین کی ضرورت سمجھی گئی تو انہیں مہاجرین و انصار نے جنکی مدح آیات مذکورہ میں ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو انتخاب کیا۔ اس وجہ ترجیح کو وہی لوگ خوب جانتے تھے جو ایک مجموعی اوصاف سے انکے دلوں میں جاگزین تھی جسلیئے ان بزرگوں کے نزدیک یہی حضرت اس مسند پر بیٹھنے کے مستحق ٹھیرے۔ ہاں کوئی رعایت یا ابوبکرؓ کا ذاتی دباؤ تو قطعاً نہ تھا کیلیئے کہ نہ انکی قوم زیادہ تھی نہ انکے پاس کوئی لشکر و خزانہ تھا اور ایسے مہاجرین و انصار ایسے بیجا دباؤ کو ماننے والے بھی کب تھے فوراً مخالفت ظاہر کرنے اور سیوف کے قبضوں پر ہاتھ دھر لیتے۔ شیعہ کہتے ہیں یہی بات بری کی کیلئے کہ نبی صلعم کے بعد جانشینی کا استحقاق علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تھا اور امامت لوگوں کے انتخاب پر موقوف تھی بلکہ آسمانی عہدہ ہی نبوت کے عہدہ کی برابر یا کسیقدر کم مگر شاید حضرت علی کیلئے آسمانی سند موجود تھی۔ مگر افسوس حضرت علیؓ نے اس آسمانی سند کو پیش نہیں کیا اور نہ وہ مہاجرین و انصار کو معلوم ہوئی کیلیئے کہ اگر معلوم ہوتی تو ہماری سمجھ میں نہیں آسکتا کہ وہ باوجود اس آسمانی سند کے اور باوجودیکہ حضرت علیؓ پیغمبر خدا صلعم کے بھائی اور داماد اور مہاجرین میں ذی مرتبہ شخص تھے اسقدر جرأت اور لنفس رکھتے جو رضا منہم اور مہاجرین و انصار کی اسلامی سیرت کے برخلاف تھا اور ابوبکرؓ کو قائم مقام کر دیتے۔ اور ابوبکرؓ یا عمرؓ سے ڈر جاتے حالانکہ کوئی ڈرانے کا سامان انکو میسر نہ تھا۔ اسپر وہ سب مہاجرین و انصار کو جو اس جانشینی میں شریک تھے برا بھلا کہتے ہیں۔ یہ پہلا خلاف تھا۔ مگر تعجب ہے کہ حضرت علیؓ نے بھی انکی جانشینی تسلیم کی اور انکے ساتھ بخوشی و خرمی کاروبار میں شریک رہے۔ شیعہ کہتے ہیں دل میں ناراض تھے ظاہرداری کرتے تھے اسکو تقیہ کہتے ہیں۔ مگر ایسے بزرگ کی نسبت یہ ظاہرداری اور ظاہر کچھ باطن کچھ منسوب کرنا انکی شان حیدری کو گھٹانا ہے۔ حضرت علیؓ نے معاویہؓ کے مقابلے میں حضرت حسینؓ نے یزید کے مقابلے میں تقیہ نہ کیا۔ تو یہ تو یہ برگزیدۂ ہاشم کبھی کسی سے دبنے والے تھے جو زبان سے جھوٹی باتیں بناتے اور دل میں کچھ اور رکھتے ؟ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت میں ایک مقدمہ پیش ہوا جسمیں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا مدعیہ تھیں۔ اور خلافت مدعی علیہ۔ دعویٰ یہ تھا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جائداد میں سے بموجب فرائض مجھے حصہ ملنا چاہیے۔ دعویٰ بہت درست تھا مگر خلافت کی طرف سے یہ جواب ملا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں اس جائداد کو وقف کر چکے تھے پیغمبر علیہ السلام کی یہ شان نہ تھی کہ وہ جائداد یا روپیہ پیسہ چھوڑ کر دنیا سے رحلت کریں اسپر شہادت گزر گئی۔ دعویٰ نہ چلا مگر جس قدر جائداد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اقارب کے مصارف میں لگا دی تھی خلافت نے اقارب کے خرچ و اخراجات بلحاظ قرابت پیغمبر علیہ السلام بدستور جاری رکھے۔ یعنی منافع جاری رہے تملیک عین نہ کی بلکہ وہ سب خلافت کا مال تصور ہوا۔ اسپر حضرت فاطمہ زہراؓ کو اگر رنجیدگی ہوئی ہو تو انسانی جبلت اور بلاد [illegible]

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ منافق لوگ اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں سے کہتے ہیں کہ اگر تم نکالے گئے تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ نکلیں گے اور تمہارے معاملہ میں کبھی کسی کا کہا نہ مانیں گے

وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ وَلَئِنْ

اور اگر تم سے لڑائی ہوگی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے۔ اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو ان کی مدد نہ کریں گے۔ اور جو ان کی

نَصَرُوهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ۝ لَأَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۝ لَا يُقَاتِلُونَكُمْ

مدد بھی کریں گے تو پیٹھ دے کر بھاگیں گے۔ پھر کہیں مدد نہ پائیں گے۔ البتہ تمہارا ڈر ان کے دلوں میں اللہ سے زیادہ ہے۔ یہ اس لیے کہ وہ بے سمجھ لوگ ہیں۔ وہ سب مل کر

جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ۝

تم سے نہ لڑ سکیں گے مگر قلعہ والے گاؤں میں یا دیواروں کی آڑ میں۔ ان کی لڑائی آپس میں سخت ہے۔ تو ان کو اکٹھا سمجھتا ہے حالانکہ ان کے دل جدا جدا ہیں۔ اس لیے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں

**تفسیر**

... کے انعام بیان فرما کر انکے مقابلہ میں بدکاروں کا حال بیان فرماتا ہے کہ وہ بدبخت جو ان اصول سعادت کو چھوڑ کر ... لئے ہیں فقال الم تر الی الذین نافقوا الخ منافقین کی پوشیدہ نالائق حرکات کی خبر دیتا ہے کہ ایسے موقع پر وہ اندر کافروں کو لکھ بھیجتے ہیں ... کہ وہ ہرگز پورا نہ کر سکیں گے۔ اللہ اور رسول کی مخالفت میں اسکے دشمنوں سے ساز باز اور زبان سے ایمان کا دعویٰ۔ ایک وہ لوگ تھے ایک یہ ہیں۔

جب یہود بنی نضیر سے آنحضرت صلعم کی مخالفت ظاہر ہو رہی تھی اور ابھی انکا محاصرہ نہیں ہوا تھا ان دنوں مدینہ کے منافق اور انکا سردار عبداللہ بن ابی ان کو خفیہ کہلا بھیجتا تھا کہ اگر تم کو نکالیں گے تو تمہارے ساتھ ہم بھی وطن چھوڑ کر نکل جاوینگے اور اس میں کسی کی بات بھی نہ مانیں گے اور جو تم سے لڑائی ہوئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے مضبوط رہو۔ یہ سردار منافق کا کلام تھا اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ بطور پیشین گوئی کے نہایت تاکید سے فرماتا ہے واللہ یشهد انهم لکاذبون کہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں ہرگز ہرگز کوئی بات بھی ان دونوں میں سچ نہ کریں گے لئن اخرجوا لا یخرجون معھم اگر وہ نکالے گئے تو انکے ساتھ آپ نہ نکلیں گے۔ ولئن قوتلوا الخ اگر انسے لڑائی ہوئی تو انکی مدد نہ کریں گے اور بالفرض مدد بھی کی تو شکست کھاوینگے اور پیٹھ پھیر کے بھاگیں گے اور پھر کبھی غلبہ نہ پاویں گے۔

اس پیشین گوئی کی پوری تصدیق ہوئی بنی نضیر سے نوبت جنگ آئی انکی گڑھی کا محاصرہ ہوا اسکے بعد وہ عرب سے نکالے گئے مگر منافقوں پر وہ عیب تھا آپ نکلنا تو انکی مدد کر سکے نہ انکے ساتھ آپ جلا وطن ہوئے پیغمبر علیہ السلام کی خبر کو جھوٹا کرنے کے لئے انکے لیے بڑا موقع تھا کہ کچھ مدد کرتے یا دس بیس کوس دو چار روز کے لیے نکل جاتے مگر خدائے قادر کب تکذیب کرنے دیتا یہ بھی منجملہ اخبار بالغیب کے ایک پیشین گوئی تھی جو صادق ہوئی۔ اعجاز قرآن و نبوت کی کھلی دلیل ہے۔

اس خلاف وعدگی کا سبب بیان فرماتا ہے لانتم اشد رهبة الخ کہ یہ منافق اللہ سے اتنا نہیں ڈرتے جس قدر کہ مسلمانوں سے ڈرتے ہیں بے سمجھ لوگ ہیں بندہ کو کیا اللہ سے ڈرنا چاہیے جسکے قبضہ قدرت میں ہر بات ہے جو قوم اللہ سے ڈرتی ہے اس سے سب ڈرنے لگتے ہیں انہیں پیغمبر کا خوف نہ غالب آیا یہی شجاعت کا اصل اصول ہے جو صحابہ کو حاصل تھا۔ اب سبب ہے سو وہ بھی بزدل ہیں تم سے مقابلہ نہیں کر سکتے مگر گڑھیوں میں بیٹھ کر اور شہر پناہوں کی آڑ میں۔ آپس میں خوب لڑتے ہیں ظاہر میں موافق اور باطن باہم مخالف یہ بے عقل ہیں۔ افسوس یہی خصلت آج کل ہم مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ہے۔

[1] کفر ایک ملت ہے اسلیئے انکے بھائی کہا یا ان میں اور یہود میں بھائی چارہ تھا موالات و اخوات قائم تھی ۱۲ منہ

شیعہ حضرت علیؓ کی اولاد میں فرضی طور پر اسی سند آسمانی سے اس سند نبی کو بلقب امامت بارھویں امام مہدی بن حسن عسکری تک کے بیٹے کو
مانتے ہیں اور کسی کو خلیفہ برحق نہیں جانتے۔ پھر انمیں بھی کئی فرقے پیدا ہو گئے کسی نے حضرت علیؓ کی کسی اولاد کو کسی نے اور کسی کو امام مانا۔ اسی طرح ایک
فریق جو ابتداء میں حضرت علیؓ کا طرفدار تھا وہ دونوں فریق سے برگشتہ ہو کر دونوں کو برا کہنے لگا۔ انکو خوارج کہتے ہیں ۞

معاویہؓ اور انکے بعد والے گرچہ خلفا کا رتبہ تھے مگر ان باہمی ملکی لڑائیوں سے جنکا منشا برادری کی عصبیت حمیت ہے ہم انکو کافر نہیں کہہ سکتے
اور نہ کفر و اسلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص خاص کے ماننے نہ ماننے پر منحصر ہے کفر و اسلام وہی ہے جسکو خدا و رسول نے کفر و
اسلام بتایا ہاں باہمی فساد اور معصیت ضرور ہے جسکے سخت الفاظ سے پیغمبر خدا صلعم نے ممانعت فرمائی ہے۔ اصلی بات تو یہ تھی اسپر لوگوں نے حاشیہ چڑھا چڑھا کر
کاہ کا کوہ بنا دیا اور افراط و تفریط کو کام میں لا کر ایسے مباحث سے کتابیں بھر دیں۔ مگر اسمیں بھی کوئی شبہ نہیں کہ یہ بڑی نامبارک لڑائیاں تھیں اسلام
کی تلوار جسنے تھوڑے عرصے میں قطعہ ارض پر جسے لطف فضا کیا تھا اسلامیوں ہی پر الٹ پڑی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۞

افسوس کہ ہر فریق کے تیز طبع اور چالاک لوگوں نے ان واقعات سے کیا کیا باتیں اختراع کی ہیں بعض سنیوں نے تو مقابلہ شیعہ حضرت
صدیق اکبرؓ کی خلافت کے لیے آسمانی سند بنانے میں کوشش کی اور روایات و احادیث بنائیں اسی طرح شیعہ نے تو سینہ بسینہ علوم و اسرار و نسخہ جات
جاری کر دینے میں کوشش کی اور روایات کا تو ڈھیر لگا دیا۔ کسی نے زبردست نکات لے کے بیٹھے دعویٰ کیا کہ علی مرتضیٰؓ و فاطمہ زہراؓ و حسنینؓ کی کتاب ہمارے
پاس ہے جو خاص انکو آنحضرت صلعم نے عنایت کی تھی اسمیں لکھا ہے کہ بارہ امام اس ترتیب سے ہونگے اور یہ سب معصوم تھے نبی کی طرح انکے پاس
بھی وحی آتی تھی جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے بعد انکے اتباع میں سے نبی گزرے ہیں یہ آنحضرت صلعم کے اتباع میں سے نبی ہیں۔ گو نبی کے
لفظ کا اطلاق نہیں کرتے مگر معنی اسیکے لئے جاتے ہیں۔ بارہ اماموں کو اہل سنت بھی مانتے ہیں اپنی انکو بزرگ اور نیک سمجھتے ہیں جنکے عقائد ہمارے
اہل سنت کے موافق تھے نہ یہ کہ وہ معصوم تھے انپر وحی آتی تھی ۞

بعض نے قرآن مجید کے آیات کی ایسی تفسیریں لکھیں گویا تمام قرآن اسی باہمی جھگڑے اور علیؓ کی خلافت اور دیگر خلفاء کی مذمت میں نازل ہوا ہے
اور کوئی اہم مقصد بجز اسکے نہ تھا اور لطف یہ کہ سارے قرآن میں صاف صاف کہیں بھی انکے مقاصد کو خدا تعالیٰ نے بیان نہیں فرمایا کہ جھگڑا ہی طے ہو جاتا
اور نہ پیغمبر علیہ السلام نے صحابہؓ کے مجمع عام میں اس بات کو طے کر دیا معاذ اللہ کیا اللہ اور اسکے رسولؐ کو صاف بیان کرنا نہیں آتا تھا کیا وہ بھی ابوبکرؓ و عمرؓ
سے ڈرتے تھے؟ معاذ اللہ معاذ اللہ۔ رہیں مناقب علی مرتضیٰؓ کی بعض سچی احادیث سو انمیں کلام ہی کیا ہے مگر انسے وہ بات پیدا کرنی توجیہ القول بما لا یرضی به
قائلہ کا مضمون ہے۔ اور سب سے بڑھکر غور طلب یہ بات ہے کہ وہ خلافت جو ابوبکرؓ و عمرؓ نے کی آئین دنیا کا سلطان ہی کیا تھا وہ تو ایک سخت مشقت تھی جسلئے
ان بزرگواروں نے اپنی اولاد کو نہ دی۔ شیعہ اسکو دنیاوی سلطنت و امارت سمجھے ہوئے ہیں جسلئے اپنے پیارے علی مرتضیٰؓ اور انکی اولاد پاک کے پاس بلا فصل نہ
آنیسے ناخوش ہیں۔ ہاں یزید کے عہد میں امارت ہو گئی تھی اس وقت تو ہم بھی یہی کہتے کہ یہ نعمت نیا جگر گوشہ رسول کو دیجاتی بشرطیکہ وہ اسکو قبول بھی کرتے ۞

---

ف: شیعہ کے بارہ امام یہیں اول علیؓ انکے بعد حسنؓ انکے بعد انکے بھائی حسینؓ انکے بعد انکے بیٹے علی زین العابدینؓ انکے بعد انکے بیٹے محمد باقرؓ انکے بعد انکے بیٹے جعفر صادقؓ انکے بعد انکے بیٹے موسیٰ کاظمؓ انکے بعد
انکے بیٹے علی رضاؓ انکے بعد انکے بیٹے محمد تقیؓ انکے بعد انکے بیٹے علی نقیؓ انکے بعد انکے بیٹے حسن عسکریؓ انکے بعد انکے بیٹے محمد مہدی موعود رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو غار
سر من رائے میں چھپے بیٹھے ہیں ۱۲ منہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ

اے ایمان والوں اللہ سے ڈرا کرو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اسنے کل کیلئے کیا آگے بھیجا۔ اور اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ اور تم ان جیسے مت ہو جاؤ کہ جنہوں نے

نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝

اللہ کو بھلا دیا پھر اللہ نے بھی انکو بھلا دیا۔ یہی وہ بدکار ہیں۔ دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہوتے۔ جنتی ہی تو کامیاب ہیں۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰي جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو اللہ کے خوف سے اسکو دبا پھٹا ہوا دیکھتا۔ اور یہ مثالیں ہیں کہ جنکو ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سوچیں۔

## تفسیر

اہل سعادت و اہل شقاوت کا ذکر کرکے اہل سعادت کو ان اصول سعادت کی طرف متوجہ کرتا ہے جو دارین میں انکے لیے کافی ہیں فقال یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ واضح ہو کہ انسانی سعادت کے دو حصے ہیں اول قوت نظری کی تکمیل جس کا مدار حصول کمالات سے متعلق علم کی ترقی پر ہے تا اللہ تعالیٰ کی صفات و ذات اور دیگر امور ضروریہ کو واقعی طور پر یقین کر لے اور شبہات و تخیلات باطلہ کی دلدل سے نکل جاوے۔ اسکو شرع میں ایمان کہتے ہیں جبکہ یہ حاصل ہو گئی تو انکو ایمان سے آ ہی بلا کر ایمان والو کہہ کر ثابت رہنے یا اس میدان میں ترقی کرنے کیلئے تقویٰ کا حکم دیتا ہے۔ تقویٰ اللہ سے ڈرنا اور ڈر کر برے اور بیکار امور سے الگ رہنا سعادت حاصل کرنا مقررات سمجھا۔ دوسرا حصہ سعادت کا اصلاح عمل و تہذیب اخلاق ظاہری و باطنی ہے اور یہ ایک قوت کا کام ہے اور تقویٰ اسکا بہترین حامی اور مددگار ہے اسلیے اسکو ان تاکیدی الفاظ میں ادا کرتا ہے فقال ولتنظر نفس ما قدمت لغد و اتقوا اللہ کہ ہر شخص (نکرہ میں تعمیم ہے) کسی قوم اور کسی نسب کا ہو۔ دیکھے کہ فیکل کیلئے یعنی اس جہان کے لیے (جو بہت قریب پیش آنیوالا ہے گویا دنیا اور اسکی تمام زندگی ایک دن ہے اگلا دن اس دوسرے جہان کا ہی گویا بہت ہی قریب ہے غد کے لفظ میں اس مطلب کو کس خوبی کیساتھ ادا کر دیا) کیا آگے بھیجا ہے۔ یعنی کیا توشہ اور کونسا سامان اس جہان کیلئے جہاں جانا ہی تیار کیا ہے اور وہ توشہ تقویٰ ہے اسلیے تقویٰ کرنا چاہیے۔ انسان جب اپنی عمر روان اور اسکے اندر سفر آخرت کیلئے جاودانی کیلئے توشہ مہیا کرنیکا خیال کریگا تو فطرتاً اسکے تمام قوی باطنیہ میں ایک سخت تحریک پیدا ہوگی اور اسکے بعد جب یہ بھی خیال ہو گا کہ ان اللہ خبیر بما تعملون اللہ خبردار ہے ہمارے ہر عمل سے واقف ہے تو اور بھی کوشش اور اخلاص میں سرگرمی کریگا۔ تقویٰ تمام حسنات و حصول سعادت کا اصل الاصول ہے اسلیے ہر ایک بات یا ہر ایک حصہ کے لیے جدا گانہ اتقوا اللہ کا اطلاق ہوا۔ اور بظاہر اس لفظ کو مکرر لا کر نفس غافل کو متنبہ کر دیا اسکے بعد اور بھی سرگرمی کرنیکا حکم دیتا ہے ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ الخ اور ان جیسے نہ ہو جاؤ کہ جو اللہ کو بھول گئے اور شب و روز اس چند روزہ زندگی کیلئے شہوات و لذات میں ایسے محو ہیں کہ اللہ کو بھی بھول گئے پھر دار آخرت کی یاد اور وہاں جانیکا خیال کیسا ہے۔ اسلیے اللہ نے بھی انکو بھلا دیا یعنی سعادت ابدیہ جاودانی سے محروم کر دیا اور وہ بدکار لوگ ہیں اہل سعادت کے برابر نہیں ہونگے لایستوی اصحاب النار الخ کہ جہنم میں جلنے والے اور جنت میں آرام پانیوالے ہرگز برابر نہیں اہل جنت جو ہیں با مراد ہیں جہنمی کون؟ یہ بیان نہیں کیا۔ اسکو عاقل سمجھ سکتا ہے یعنی نامراد۔

یہ اصول سعادت جو قوت نظریہ و عملیہ کے متعلق ہیں انسان کو بذریعہ ایک الہام الٰہی کے پہنچے ہیں جسکا نام قرآن ہے اسلیے سعادت کا مدار قرآن کی پابندی پر ہوگا لہٰذا قرآن مجید کی عظمت شان بیان فرماتا ہے فقال لو انزلنا ہذا القرآن الخ کہ اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے جیسا کہ انسانوں پر نازل کیا ہے تو ہیبت الٰہی سے مارے پھٹ جاتا۔ چٹیل ہے یعنی باوجودیکہ پتھر سخت اور غیر متأثر ہے اگر وہ عاقل اور قابل خطاب ہوتا اسپر قرآن نازل ہوتا تو وہ خوف کے مارے پھٹ جاتا مگر انسان کیسا سخت دل ہے اسی لیے آسمان و زمین اور پہاڑوں نے بار امانت نہ اٹھایا انسان نے اٹھا لیا

كَمَثَلِ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنسَانِ اكْفُرْ

ان کا حال اپنے پہلوں جیسا ہی کہ تھوڑے ہی دنوں میں اپنے کام کی سزا پائی ہے اور انکو عذاب سخت ہے۔ شیطان کی طرح جبکہ اسنے آدمی سے کہا کہ تو منکر ہو جا۔

فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ

پھر جب وہ منکر ہو گیا تو کہا کہ میں تو تجھ سے بیزار ہوں کیونکہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہان کا رب ہے۔ پھر ان دونوں کا یہی انجام ہوا کہ وہ دونوں ہمیشہ کے لیے جہنم میں پہنچے۔ اور ستمگاروں کی یہی سزا ہے۔

کمثل تشبیہ مثلہم ای مثل الیہود من قبلہم من منافقی مکہ ... ذاقوا وبال امرہم قریباً ای عن قریب کان عاقبتہما بالنصب علی الخبر وانہما فی النار بالرفع بالعکس خالدین حال وحسن لو کرر الظرف فیہا خالدان علی انہ خبران یا ابن الصائغ ؛

## ( تفسیر )

یہود بنی نضیر نے اپنی نالائقی کی ایسی سزا پائی جیسا کہ ابھی انسے پہلے اور لوگ اپنے افعال بد کا وبال اور سزا پا چکے ہیں دنیا میں اور آخرت میں انکے لیے سخت عذاب ہے۔ ان بنی نضیر سے پہلے تھوڑے دنوں آگے کون لوگ آسمانی تازیانے سے پٹے تھے؟ مجاہد کہتے ہیں مشرکین مکہ کہ جو بدر میں قتل اور قید ہوئے یہ بنی نضیر کے واقعہ سے پہلے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں بنی قینقاع کی طرف اشارہ ہے۔ بعض کہتے ہیں یہودی قریظہ کی سزا کی طرف اشارہ ہے کہ انکو بھی ایسی سزا ہوئی جو تھوڑے دنوں آگے بنی نضیر کو ہوئی تھی۔ بنی نضیر کے دو برس بعد یہود کے دوسرے قبیلے پر جسکو بنی قریظہ کہتے تھے اور وہ بھی مدینہ کے قریب تھے انکی بدعہدی سے آفت آئی ؛

کمثل الشیطان الخ مدینے کے منافق جو یہود بنی نضیر کو حضرت صلعم کے مقابلے میں جھوٹی باتوں کے کمک پر ابھارتے تھے اور وہ کمبخت انکی باتوں میں آکر خراب ہوئے اسکی تمثیل بیان فرماتا ہی کہ یہود بنی نضیر کے بہکانے کی مثال ایسی ہے کہ جب شیطان آدمی کو بہکا کر کافر بنا دیتا ہی اور جب بہکا چکتا ہے تو شیطان آپ الگ ہو جاتا ہی اور الٹی ملامت کرنے لگتا ہی کہ میں تجھ سے بری ہوں مجھے اللہ رب العالمین سے ڈر لگتا ہی اسی طرح یہ بھی بہکا کر الگ ہو گئے اور جب انپر آ پڑی تو انھیں کو برا بھلا کہنے لگے انجام کار شیطان اور اس بہکے ہوئے آدمی کا جہنم ہوتا ہے اور ظالموں کی سزا بھی یہی ہے ؛

یہ ایک بڑی عبرت انگیز نصیحت دل پر اثر کرنے والے الفاظ میں انسان کے لیے ہے کہ وہ کسی بہکانے پھسلانے والے کی باتوں میں آکر برباد نہو وہ عین وقت مصیبت ساتھ چھوڑ دیتا الگ ہو جاتا ہے۔ شیطان سے مراد ابلیس ہے وہ ہر روز انسان کو بہکانا اور کفر و بدکاری میں مبتلا کرتا ہے انسان کے اندر قوی بہیمیہ و شہوانیہ و غضبیہ بمنزلہ رگوں کے ہیں جن تک بذریعہ سرایت شیطان کا ہاتھ پہنچتا ہے اگر مدد غیبی کا محافظ نہ روکے تو یہ بدبخت انمیں ناجائز تحریک پیدا کر دیتا ہی۔ انسان کی ان تینوں قوتوں کی ناجائز تحریک اور فطری فکر سے دوسری طرف روانگی شیطانی تحریک و تضلیل ہے۔ جس طرح ملائکہ کو ان چیزوں کی اصلاح کے لیے بذریعہ الہام و تلقی رسائی ہے اسی طرح شیطان کو فساد کے لیے اور خود انسانی خیالات فاسدہ جو خلاف فطرت پیدا ہوتے ہیں اور بنی آدم کے بدراہ کرنے والے ہیں انکی تائید و تحریک بھی تضلیل شیطانی ہے ؛

بعض مفسرین نے کمثل الشیطان کے الفاظ سے چسپاں کرنے کے لیے ایک قصہ طول و طویل نقل کیا ہے جسمیں برصیصا راہب کے پاس شیطان کا بشکل راہب آنا اور انکو اسما سکھانا اور بیماروں کا بھیجنا اور انہیں بادشاہ کی لڑکی کا آنا اور برصیصا کا اس سے زنا کرنا اور اسکو حمل رہ جانا اور بدنامی دور کرنے کے لیے بمشورۂ شیطان اسکا قتل کر کے دبا دینا اور شیطان کا جا کر خبر دینا اور برصیصا کا دار پر چڑھنا اور اس وقت شیطان کو باین خاص سجدہ کرنا اور پھر شیطان کا ملامت کر کے غائب ہو جانا اور برصیصا کا حالت کفر میں مرنا نقل کیا ہی جسکا صحیح احادیث سے ثبوت نہیں ہاں کہیں ایسا ہوا ہو تو کچھ تعجب نہیں ؛

سلامتی سے لیا جاوے اور اسی سے ہے السلام وسلام علیکم پس تب اسکے معنی ہیں ہر نقصان و زوال سے سلامت مقدس ہی مبالغۃً اطلاق ہوا جیسا کہ کسیکو کہتے ہیں
عدل و غیاث پھر اسمیں اور قدوس میں یہ فرق ہے کہ سلام آئندہ نقصانوں سے بری ہونیوالا اور زوال پذیر نہونیوالا۔ قدوس تمام ماضی و حال کے نقصانوں سے مبرا۔ یا سلام
کے معنی باعث سلامتی تب یہ ہونگے کہ وہ سلامتی عطا کرنیوالا المؤمن یا امن سے لیا جاوے کہ وہ امن دینے والا یا داروں کو اور اسکی پناہ میں آنیوالوں کو
عذاب ملنے سے یا ایمان سے لیا جاوے کہ وہ اپنے انبیاء اور رسل کا اور احوال آخرت کی تصدیق کرنیوالا ہے معجزات و آیات قدرت سے المہیمن خلیل اور ابو عبیدہ
کہتے ہیں ہیمن یہیمن فہو مہیمن اسکو کہتے ہیں جو محافظ اور نگہبان ہو۔ اکثر علماء کہتے ہیں مہیمن اصل میں مؤیمن تھا امن یؤمن سے ہمزہ کو ہے سے بدل لیا جیسا
ارقت ہرقت میں اسکے معنی ہیں مؤمن کے حسن کہتے ہیں اسکے معنی ہیں امین خلیل کہتے ہیں محافظ سعید بن المسیب و ضحاک کہتے ہیں قاضی ابن کیسان کہتے
ہیں اسکے ناموں میں سے ایک نام ہے معنی وہی جانتا ہے العزیز عزت والا۔ غالب قاہر زبردست الجبار فعال کے وزن پر ہے جبر نقصان سے یعنی وہ فقیر کو غنی کرنیوالا
ٹوٹے کو جوڑنیوالا نقصان کی جگہ فائدہ دینے والا۔ پھیر دینے والا۔ یا جبر معنی قہر سے لیا جاوے۔ تب معنی ہونگے مجبور کر دینے والا اسکے کاموں سے اسکو کوئی روکنے والا نہیں
فراء کہتے ہیں فعال افعل سے بجز ان دو جگہ کے نہیں آیا اجبر سے جبار۔ درک سے دراک۔ ابن عباس کہتے ہیں جبار کے معنی ہیں عظیم اور اسکی جبروت اسکی
عظمت ہے المتکبر کبر بسکون اوسط کبریا بزرگی و بزرگ شدن تکبر اسکبار بزرگی نمودن (صراح) اسکے معنی ہیں بزرگی والا۔ اور علو و برتری ظاہر کرنیوالا تمام صفات
کمال اسکو حاصل ہیں۔ یہ وصف بھی اسکو زیبا ہے۔ مخلوق میں سے کسیکو سوائے مرا وار سا کبر اور منی ہیں کیونکہ فی نفسہ ذاتی عجز و
حدیث میں آیا ہے کہ کبر میری چادر ہے جسنے اسکو اختیار کیا گویا میری چادر میرے ہاتھ سے لینا چاہی ہے دنیا میں متکبر اور گردن کش و نخوت شعار ایک نفرت سے دیکھ
کیا جاتا ہے۔ بندگان خدا کے دل میں اس سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اسی لیے اسکے بعد فرماتا ہے سبحان اللہ عما یشرکون کہ لوگ تکبر کرتے ہیں اور اللہ کے ساتھ اس
وصف میں شراکت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اللہ اس کبر سے جو خلق کو حاصل ہے پاک ہے کیونکہ وہ اپنی ذات و صفات میں ناقص ہیں پھر اوسکا کبر نقصان پر نقصان ہے
ہو اللہ الخالق کہ پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ البارئ بنانیوالا خالق اور باری کے ایک ہی معنی ہیں مگر کسی قدر فرق ہے۔ باری کا استعمال جواہر و اجسام میں ہوتا ہے
نہ اعراض میں برخلاف خالق کے کہ وہ عام ہے۔ دنیا میں اجسام و جواہر یا مواد کسی بندے کے پیدا کیے ہوئے نہیں ہاں بعض مواقع میں بندہ ترکیب دیتا ہے
جسکے بعد ایک نئی صورت پیدا ہو جاتی ہے گارے میں کمہار تصرف کرتا ہے آبخورے پیالے بناتا ہے المصور بلکہ حقیقی طور پر صورت بھی وہی بناتا ہے حدیث میں آیا ہے جو
کوئی کسی ذی روح کی تصویر یا مورت بناتا ہے قیامت کو حکم ہوگا کہ انمیں جان ڈالے مگر نہ ڈال سکیگا عذاب ہوگا قطع نظر اسکے کہ اس کام میں خدا وند ہی فعل کی نقالی ہے۔
بت پرستی کا بھی سامان ہے اسلیئے شرع محمدی میں حرام کر دیا گیا۔ یہ چند اسماء بیان فرما کر ارشاد فرماتا ہے۔ لہ الاسماء الحسنیٰ اسکے اور بھی نیک نام ہیں
یسبح لہ ما فی السمٰوٰت والارض آسمانوں اور زمین میں اسکی تسبیح و تہلیل ہوتی ہے۔ وہو العزیز الحکیم اور وہ زبردست بھی ہے اسکے ساتھ حکمت والا بھی ہے۔

## ابحاث

(۱) ولہ الاسماء الحسنیٰ اسکی بابت ہم بحث کر آئے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی بیشمار صفات حمیدہ ہیں ہر صفت کے لحاظ سے اسکا ایک نام ہے جس سے اسکو تعبیر کرسکتے ہیں۔
اور حدیث میں جو ننانویں نام آئے ہیں انمیں حصر نہیں امام ابو موسیٰ اشعری وغیرہ اہل سنت کے اکابر کہتے ہیں کہ اسماء الٰہی توقیفیہ ہیں کہ جس قدر شارع کی طرف سے ہمارے
اطلاق اسپر وارد ہوا ہے انھیں پر بس کرنا چاہیئے گو ہمکا ہم معنی لفظ آیا ہو۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ بہت سے فرقوں نے اپنے اوہام باطلہ سے مخلوقات کے لیے [illegible]
کر کے خدا تعالیٰ کے نام بنائے ہیں جنسے صفات ناقصہ کا ثبوت ہوتا ہے یا وہ نام کسی خاص وجہ سے جیسا کہ اشتراک بالباطل عند اللہ مکروہ ہیں سو طرق ان پر [illegible]

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ

وہی اللہ ہے کہ جسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ چھپے اور کھلے کا جاننے والا۔ وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ وہ اللہ ہے کہ جسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ پاک ذات

السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ

سلامتی دینے والا امن دینے والا نگہبان زبردست دباؤ والا بڑائی والا۔ اللہ پاک ہے انکے شریک ٹھہرانے سے۔ وہ اللہ ہے پیدا کرنیوالا ٹھیک ٹھیک بنانے والا صورت دینے والا اسکے

الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ع

سب اچھے نام ہیں۔ آسمانوں اور زمین والے اسی کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ زور آور حکمت والا ہے ؀

اصول سعادت میں سے اعلیٰ حصہ تکمیل قوت نظریہ تھا جسکا اعلیٰ حصہ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کو سمجھنا ہے اسلیے پھر اس سورہ کے خاتمہ پر خدا کا بیان فرماتا ہے تاکہ اسکی عظمت ذہن میں آوے اور پھر قرآن کی عزت بھی خیال میں آجاوے کہ وہ کس کا کلام ہے۔ اسکا کلام کیسا ہے کہ جس سے پہاڑ لرز جاتے ہیں اور جس کا اثر بھی بہت ہی ظاہر ہوتا ہے فقال ہو اللہ الذی لا الٰہ الا ہو کہ اللہ وہ ہے کہ جسکے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے کیونکہ آسمانوں اور زمینوں کا خالق وہی اور انکو تھامنے والا زمین اور اسکے اوپر جو ہیں انہیں پھیلانے والا ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہانتک نفی الوہیت غیر کا بیان تھا اسکے بعد صفات کا بیان کرتا ہے عالم الغیب والشہادۃ پوشیدہ اور ظاہر چیز کا جاننے والا ہے جو بندوں کے نزدیک ظاہر اور جو پوشیدہ ہے۔ یہ سب کو جانتا ہے الغیب بمعنی الغائب۔ انسان کے نزدیک ہر ایک چیز حواس خمسہ سے بھی جو غائب ہے اور انسان کے ادراک پر موقوف بلکہ ملائکہ کے بصر بلکہ جمیع ادراک سے غائب ہے وہ بھی غیب ہے عالم ملکوت اور زمانہ ماضی اور مستقبل کی چیزیں اور والوں کا غیب بلکہ عالم ناسوت ہر ایک میں پردہ چیز کے لحاظ سے یا بعد زمانی و مکانی کے سبب یا حس بصر اور اسکے پردہ وغیرہ کے لحاظ سے غیب ہے کہ وہ سب کا کہ اسکے آگے حجاب نہیں شہود ہی غیب کے بیشمار پردے ہیں اور ضعیف نگاہیاں ہیں فرشتوں کے ادراک سے بھی بہت چیزیں غائب خدا تعالیٰ کے نزدیک حاضر ہیں اسکے غیب الغیب پر کسیکو آگاہی نہیں عالم شہود میں آنیوالی چیزیں جو مسافت طے کرتی ہوئی آتی ہیں اور پھر عالم شہود میں رہکر جو عالم غیب کے لیے انہار بسیع وادیوں کو طے کرتی جاتی ہیں ہزاروں منازل طے کرگئیں یہ سب انسان سے غائب اسکے نزدیک حاضر ہیں ہر شخص اور ہر قوت ادراک کے لحاظ سے غیب اور شہادہ میں اضافی اور اعتباری درجات نکلتے آوینگے بلکہ غیب و شہادۃ اضافی ہوگا جس طرح غیب کے مراتب ہیں اسی طرح شہود کے بھی۔ مگر اسکے نزدیک سب عیاں ہے سب کو برابر جانتا ہے۔

ہو الرحمن الرحیم ان دونوں لفظوں کی شرح بسم اللہ کی تفسیر میں ہو چکی کسی قدر خلاصہ یہ ہے کہ دونوں لفظوں میں رحمت کا مادہ موجود ہے مگر قلت و کثرت عام و غیر عام دنیا و آخرت کی رحمت مومن و کافر پر رحمت کے لحاظ سے ان دونوں لفظوں میں فرق ہے رحمن میں کمال اور پوری رحمت ہے اسلیے بجز خدا تعالیٰ کے اور کسی پر اس لفظ کا اطلاق عموماً درست نہیں برخلاف لفظ رحیم کے۔ رحمت مہربانی عنایت۔ اگر معنی پر غور کیا جاوے اور آدمی تھوڑی دیر بھی ان لفظوں کے معنی کا مراقبہ کرے تو معلوم ہو جاوے کہ اسکی رحمت کے ہزاروں دریا موجیں مار رہے ہیں بلکہ آسمان و زمین اور جو کچھ اسکی ظاہری اور باطنی نظر میں آوے سب رحمت ہے وجود اشیاء خواہ بعض اشیاء بعض کو بلحاظ فوت ہونے کسی منفعت کے زحمت معلوم ہوتی ہو مگر رحمت ہی رحمت ہے ؀

اسکے بعد پھر اسی کلمہ توحید کا اعادہ کرکے چند اوصاف بیان فرماتا ہے فقال ہو اللہ الذی لا الٰہ الا ہو۔ اسکا اعادہ مضمون توحید کی تاکید ہے۔ الملک بادشاہ حقیقی سلطنت تمام کائنات پر اسکی ہے نہ اسکے خزانوں کی کچھ انتہا ہے نہ لشکروں کی تعداد ہے۔ دنیا میں بادشاہت اسکی بادشاہت کا ایک ادنیٰ پرتو ہے اور پھر سریع الزوال جسکو ہزاروں خطرے سیکڑوں فتنے بغاوت کا ڈر۔ کارکنان سلطنت کی خیانت کا خطرہ اسپر ضعیف ساوی مصائب کا کوئی مقابلہ نہیں خزانہ صرف ہو جانیکا اندیشہ سب سے بڑھکر یہ کہ رعیت کی احتیاج لگی ہے امرا کی دست نگری برخلاف اس شہنشاہ حقیقی کے۔ اسی لیے حدیث شریف میں آیا ہے کہ دنیاوی بادشاہ کو ملک الملوک کہنا نہیں چاہیے بلکہ ملک الملوک وہی خداوند خدا ہے۔ القدوس پاک ہر عیب سے بری ہر بات سے جو اسکو شایاں نہیں کثیر البرکات (بالضم و بالفتح) السلام امن دینے والا

## سورۂ ممتحنہ مدینہ میں نازل ہوئی اس میں تیرہ آیات دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ

اے ایماندارو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ انکے پاس دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آیا ہے اسکے منکر ہو چکے ہیں

يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَن تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ

رسول کو اور تمکو اس بات پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ اپنے رب پر ایمان لائے ہو (دوست نہ بناؤ) اگر تم جہاد کرنے کو نکلے ہو میری راہ میں اور میری رضامندی ڈھونڈنے کے لیے تم انکے پاس چپکے چپکے

إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنتُمْ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ إِن يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ

دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ میں خوب جانتا ہوں جو کچھ تم مخفی کرتے اور ظاہر کرتے ہو اور جو تم میں سے یہ کام کریگا وہ سیدھے رستے کو کھو لا۔ اگر وہ تم پر قابو پاویں تو تمہارے

أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُم بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ لَن تَنفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

دشمن ہو جاویں اور تم پر اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی سے دراز کریں اور یہ چاہتے ہیں کہ تم کافر ہو جاؤ تمہاری رشتہ داری اور اولاد تمہارے کچھ کام نہ آویگی۔ قیامت کے دن وہ تم میں جدائی کر دیگا اور اللہ

تلقون الخ حال من ضمیر الفاعل فی لا تتخذوا او صفة لاولیاء او استیناف (ترکیب) والباء زائدة وقد کفروا الخ حال من فاعل تلقون وقیل من فاعل لا تتخذوا۔
یخرجون الخ حال من فاعل کفروا او استیناف مبین لکفرهم وصیغة المضارع لاستحضار الصورة ان تؤمنوا مفعول له معمول یخرجون ان کنتم جوابه محذوف وقیل علیه لا تتخذوا جهادا مصدر
فی موضع الحال او مفعول له محذوف وقیل علیه الکلام تسرون الخ کیدا یا تلقون تکریره معنا وانا اعلم حال وقیل اعلم مضارع والباء زائدة وما موصولة او مصدریة ۞

سورۂ حشر میں منافقوں کی بدسیرت کا بیان تھا جس سے حذر کرنا چاہیے (تفسیر) اب اس سورہ میں منافقانہ سیرت کی مذمت کرتا ہے اور اس سورہ کی شان نزول میں بخاری وغیرہ محدثین نے ایک واقعہ نقل کیا ہے وہ یہ کہ حاطب بن ابی بلتعہ صحابی بدری نے ایک عورت کو جو مدینہ سے مکے واپس جا رہی تھی مشرکین مکے کے نام ایک خط دیا جسمیں اظہار محبت کے بعد آنحضرت صلعم کے راز کا اظہار تھا کہ حضرت تم پر چڑھائی کا ارادہ رکھتے ہیں ہوشیار رہو۔ وہ عورت خط لیکر نکل گئی جبرئیل نے آنحضرت صلعم کو خبر دی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی مرتضیٰ و زبیر و مقداد کو دوڑایا کہ ایک عورت تمکو فلاں باغ کے پاس ملیگی اسکے پاس حاطب کا خط ہے وہ لے آؤ اور عورت کو جانے دو۔ یہ حضرات گھوڑے دوڑاتے ہوئے چلے اسی باغ کے پاس عورت کو جالیا اس سے خط مانگا۔ وہ مکر گئی حضرت علی نے تلوار سے ڈرایا تو خط بالوں میں سے نکال کر دیا یہ لیکر حضرت صلعم کے پاس آئے حاطب کو بلایا اور خط دکھایا اسنے سچا عذر کر دیا کہ نہ میں دین سے برگشتہ ہو کر یہ کام کیا نہ مشرکین کی محبت سے۔ ہر مہاجر کا کوئی نہ کوئی مکے میں قرابت دار ہے جو اسکے عیال و اطفال کی نگہبانی کرتا ہے میرا وہاں کوئی بھی نہیں اسلیئے یہ خط لکھا کہ اس کے سبب مشرکین میرے عیال و اطفال کو نہ ستاویں اور اس میں آپکا کوئی ضرر بھی نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا حکم ہو تو اس منافق کی گردن ماروں آنحضرت صلعم نے فرمایا یہ سچا ہے اور اہل بدر سے ہے خدا نے بدریوں کے حق میں کہدیا کہ میں نے انکو بخش دیا ۞

یہ کام خدا کے نزدیک ناپسند تھا۔ ان آیات میں اس محبت اور مودت کو ناپسند کرتا ہے کہ ان سے دوستی اور یارانہ نہ کرو اگر میری رضامندی مطلوب ہے کیونکہ وہ میرے اور تمہارے دشمن ہیں اگر قابو پاویں تو تمہارا تو کیا ذکر ہاتھ اور زبان سے نہ چوکیں انہیں کافر بنانے کی کوشش کرتے ہیں تمہاری رشتہ داری اور اولاد قیامت میں کچھ کام نہ آویگی جسکے لیے تم ناپسند باتیں کر رہے ہو ۞

مگر معتزلہ و قاضی ابوبکر باقلانی کہتے ہیں اگر اس نام کے معنی میں کوئی قباحت نہیں و عقلاً اس صفت سے خدا کا اتصاف جائز ہے تو اسکا اطلاق ذات باری پر عقلاً ممنوع نہیں ۞

(۳) کیا اسماء میں کوئی جداگانہ خاصیت یا تاثیر رکھی گئی ہے؟ حکماء کہتے ہیں کہ صرف یہی تاثیر ہے کہ ان معانی کے تصور سے جو ان اسماء سے مستفاد ہوتے ہیں دل پر ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ مگر محققین نے اسکے سوا اور بھی تاثیر ثابت کی ہے یہانتک کہ حروف مفردہ میں جداگانہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اثر رکھا گیا ہے جیساکہ اور بڑی اور پھر ان سے مرکب نام میں خواہ وہ کسیکا نام ہو ایک نیک یا نحس یا سعد اثر ہے اور پھر اس تاثیر کے ظہور کے لیئے شروط ہیں جنکے بعد قطعاً اثر ظاہر ہوتا ہے پڑھنے سے بھی اور انکو لکھکر پاس رکھنے اور ساتھ رکھنے سے بھی بلکہ انکے اعداد بقاعدہ فن تکسیر لکھنے سے بھی جسکا صدہا بار تجربہ ہوا ہے اور اسکا انکار بداہت کا انکار ہے راقم الحروف ورم طحال (تاپ تلی) کے لیئے جو اسما لکھکر دیا کرتا ہے صدہا بار تجربہ ہوا ہے کہ مرض جاتا رہا اور جب شرطیں خلاف ہوا اثر نہوا یا ان اسماء کی جگہہ دوسرے بدل دیئے گئے پھر بھی اثر نہوا میں تجربہ کرا سکتا ہوں اور بہت لوگ موجود ہیں کہ جنپر تجربہ ہوا یہ تاثیر کچھ ان اسماء کے مسمیات کے روحانی تصرف پر موقوف نہیں بلکہ جن اسماء کے کچھ معنی بھی نہیں اور نہ ہمکو انکا حکم ہے نہ انکا تصور ہمارے ذہن میں آتا ہے ایکے مسمّات سے استمداد و استعانت کا کیا ذکر ان میں بھی اثر ہے اور یہ اثر کچھ عربی یا فارسی الفاظ پر موقوف نہیں مگر جس قدر مقدس و متبرک الفاظ ہیں اور انکے معانی قلب پر تجلی کرتے ہیں اور انکے اسماء کا روحانی اور علوی اسم عظم بھی انکے ساتھہ مربوط ہے انکے اثر میں کوئی شبہہ ہی نہیں رفع مرض رزق کی فراخی نجات آخرت فتح بر اعداء وغیرہ میں قرآن مجید کے الفاظ میں اللہ نے وہ رکھا کہ بازاری لوگ جو معنی پر واقف ہوئے بغیر بھی تلاوت کرتے ہیں منور قلب اور حل مشکلات میں بحد اثر ہوتا ہے اور اسی وجہ سے احادیث صحیحہ میں بعض بعض سورتوں کی اور آیات کی اور اسماء الٰہیہ کی تاثیر بیان ہوئی ہے سورۂ حشر کی ان اخیر آیات کی بابت ہو اللہ الذی سے آخر تک ترمذی و دارمی نے یوں روایت کیا ہے کہ جو شخص اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھکر تین بار صبح کو تین بار پڑھیگا تو اسکے لیئے ستر ہزار (یعنی بہت سے) فرشتے مقرر ہونگے کہ اسکے لیئے دعا سے خبر کرینگے اور جو اس روز مریگا تو شہید مریگا اور جو شام کو پڑھیگا یہی بات پیدا ہوگی ترمذی نے کہدیا کہ یہ حدیث غریب ہے جو خاص ایک سند سے ثابت ہے ۞

اسماء کی تاثیرات کی بابت قدیم زمانے سے حکماء اشراقیین کا اور خصوصاً اہل ریاضت کا یہی اعتقاد تھا اور اسکا ایک خاص علم تھا حکماء مصر و ہند وغیرہ اس فن میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے یہ فن بہت مخفی کیا جاتا تھا اشاروں اور رموز میں لکھا جاتا تھا اسلیئے رفتہ رفتہ تلف ہوگیا اور لوگوں کے بخل نے اور بھی اسکو خاک میں پنہاں کردیا قدماء یہود میں جو سحر بابل یا نقوش سلیمانی کے آثار عجیبہ مشہور تھے وہ اسی فن سے متعلق تھے اسی طرح قدماء ہنود ہوم اور یگ کرنے میں منتر پڑھا کرتے تھے دفع بلا و شکست اعداء کے لیئے یہ انکا قوی ہتھیار خیال کیا جاتا تھا۔ یہ سب کچھ سہی مگر عالم کے کارخانے اور اسباب تمدن و تدابیر ترقی ان باتوں پر کچھ بھی وابستہ نہیں اسلیئے صحابہ کرام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف کچھ بھی توجہ نہ کی بلکہ عالم اسباب کی تدابیر کا اثر عملی و قولی طور پر ثابت کردیا۔ ان باتوں کے پابند یا بھیک مانگا کرتے ہیں یا جہلاء خصوصاً عورات کو دام تزویر میں پھنسا کر پیٹ پالتے ہیں ہندو فقیر اور مسلمانوں کے پیرزادے اور سیانے تو اسی ورطۂ ضلالت میں پھنسے ہیں انہیں خیالات سے بادشاہوں کی سلطنتیں برباد ہوئیں افلاس آیا تجارت و حرفت سے محروم رہے۔ بہت سے سادہ لوحوں کو دیکھا گیا کہ تدابیر عالم اسباب یا توکل کو تو چھوڑ بیٹھا اور صدہا تعویذ لٹکا رہے ہیں بچوں کو سوانگ بنا رکھا ہے صبح و شام جھوا جھو ہو رہی ہے مگر ہوتا خاک بھی نہیں ہندو قوم اس بلا میں سب سے زیادہ گرفتار ہے معاذ اللہ ۞

---

ف مسلمانوں کے اسباب تنزل کے ایک یہ بھی سبب ہوا مزدوری نہیں کیجاتی تجارت نہیں کرتے صنعت و حرفت نہیں کرسکتے۔ کرتے کیا ہیں دست غیب کی تلاش میں ساتھہ بادامو کا نمبر لگا رکھا ہے۔ ترک حیوانات و ترک لذات میں مشقت اٹھائی جاتی ہے مگر حصول کچھ بھی نہیں اگر ہر ایک کے ساتھہ یوں ہوا کرے تو نظام عالم بگڑ جائے اسی طرح کیمیا کی تلاش میں گھر پھونک دیا تاجروں کے گھروں میں چاندی سونے کا ڈھیر ہے ان کمبختوں کے ہاں راکھ کے ڈھیر کے سوا کچھ بھی نہیں خزائن تلاش کرتے تھے دیوانہ ہوگیا۔ رمل و جفر و نجوم وغیرہ دریافت کرکے غیب کے آئندہ مصائب دفع کرنے میں کوشش ہو رہی ہے حالانکہ رمال و نجومی آپ کچھ نہیں کرسکتا فقراء کا لباس پہنکر گداگری کا پیشہ اختیار کرلیا اور لوگوں کو مردوں میں دیتے پھرتے ہیں یہ سب ادباری کے نیور اسپ ہیں ۱۲ منہ

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۷) لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ

... اور ان میں کہ ... کہ دشمنی ہے دوستی قائم کردے اور اللہ قادر ہے ... اللہ ... لوگوں سے

لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (۸) اِنَّمَا

کہ جو تم سے دین میں نہیں لڑے اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا کہ تم ان سے نیکی کرو اور انصاف ... اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ۔ تم کو

يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ

اللہ منع کرتا ہے ان سے کہ جو دین میں ... اور تم کو تمہارے گھروں سے نکال دیا اور تمہارے نکالنے ... کہ ان سے دوستی کرو

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۹)

اور جو ایسے دوستی کی ... وہی ظالم ہیں

الواو عاطفۃ عسی ... یجعل ... خبر ... فعل یجعل ان ... (تشریک ...) ... [illegible]

... ان ... الموصول (الذین) ... الاشتمال ... [illegible]

پچھلی آیات میں مسلمانوں کو کفار کی دوستی اور ملاپ سے منع کر دیا تھا (تشریح ...) اسکے بعد مسلمانوں ... اکثر لوگ ... اور اس حکم کی پابندی ... یہاں تک ... کہ ... فاصلوں سے نجات ... جیسا کہ صحیح بخاری ... کہ ... کے پاس ... کی ماں ... ان ...

وہیں طرح بھی صلح ... قائم ہو گیا تھا ... آنحضرت سے دریافت کیا ... مشرکہ ماں کو گھر میں بھی لینے ... اسکے حکم ... صلح ... حضرت سے دریافت کیا کہ میری ماں ... آئی ہے کیا میں اس سے سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا اس سے سلوک کر اسپر یہ آیت نازل ہوئی ابن عباس کہتے ہیں کہ قبیلہ بنی خزاعہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے آنحضرت صلعم سے عہد کر لیا تھا کہ ہم آپ سے نہ لڑائی کریں گے نہ آپکے برخلاف کسیکو مدد دینگے خیر کوئی واقعہ ہو مگر یہ آیات اس افراط کے روکنے کیلئے نازل ہوئیں جس کا خلاصہ ایک میانہ روی اور اعتدال کی کارروائی ہے۔ فقال عسی اللہ الخ شاید خدا تم میں اور تمہارے دشمن کافروں میں دوستی کر دے اتنا ہی ... کہ حسن معاشرت اور مکارم اخلاق سے بھی گزر جاؤ کہ دوستی ہو جانے کے بعد شرمندہ ہونا پڑے اسی جگہ سے علماء نے کہا ہے کہ دشمنی کے وقت اس بات کو بھی لحاظ رکھ کہ دوستی ہو جانے کے بعد کسی نامناسب بات پر ندامت اٹھانی پڑے اور دوستی میں بھی دشمنی کے زمانے کو خیال کر کے کوئی ایسی بات نہ کہ ... کہ دشمن ہو جاوے تو تجھے مشکل پڑے ۔

واللہ قدیر اسی بات پر قادر ہے اور تمہاری افراط و تفریط کیلئے غفور رحیم ہے اور شاید ملاپ کی ممانعت سے مسلمانوں کو عزیز و اقارب کا بالکل ترک کرنا شاق بھی گزرا ہو جیسا کہ انسانی طبیعت کا مقتضیٰ ہے مگر جب یہ لوگ اس حکم کے امتحان میں پورے نکلے تو خدا نے آئندہ دوستی قائم ہونیکا مژدہ بھی سنا دیا اور اس ملال قلبی کی معافی بھی کر دی فقولہ واللہ غفور رحیم اور اس بشارت کا جلد ظہور بھی ہو گیا فتح مکہ کے بعد جن سے لڑائی تھی شیر و شکر ہو گئے ۔ پھر اس امر میں یہ امتیاز کر دیا لا ینھٰکم کہ جو لوگ تم سے نہیں لڑتے نہ تم کو گھروں سے باہر کیا انسے احسان و انصاف کرنے کی اللہ تعالیٰ ممانعت نہیں کرتا احسان اور انصاف انسے کرو۔ مگر دوستی و محبت اور چیز ہے وہ نہیں ۔ جنہوں نے تم سے لڑائی کی گھروں سے نکالا یا نکالنے میں مدد کی جیسا کہ قریش مکہ اور انکے حلیف قبائل انسے دوستی کرنے کی ممانعت کرتا ہے قولہ دوستی یا کسی کردن (صراحۃ) احسان اور عدل کرنیکی بابت ان لوگوں سے کچھ نہیں فرمایا۔ اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ ان دشمنوں سے انکی ہی ممانعت ہے آیت کا سیاق و دلالت کرتا ہے۔ یہ لوگ حربی کہلاتے ہیں انسے جز مقابلے کے اور کیا کیا جائے۔ اور احسان و سلوک کرنا ان میں سے صرف ذمیوں کے ساتھ درست ہے جو اسلام کے ... یا ... جیسا کہ ... [illegible]

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ

تمکو ابراہیم اور انکے ساتھ والوں کی عمدہ چال چلنی چاہیے۔ جبکہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور جسکو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بری ہیں ہم تمہارے قائل نہیں

وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ

اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لیے دشمنی اور کاوش پیدا ہو گئی جب تک تم اکیلے اللہ پر ایمان نہ لاؤ مگر ابراہیم کی اس بات میں نہیں جو اس نے اپنے باپ سے کہی تھی کہ میں ضرور تیرے لیے بخشش مانگوں گا اور اللہ کی طرف سے مجھے

مِنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ ۖ رَّبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۖ إِنَّكَ

کسی بات کا مالک بھی نہیں ہوں (اور یہ بھی کہا) اے رب ہم نے تجھ ہی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع ہوا اور تیری ہی طرف پھر کر آنا ہے اے رب ہمکو کافروں کے ہاتھ میں نہ ڈال اور ہمارے رب ہمکو بخش دے بیشک تو

أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۚ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ ع

زبردست ہی حکمت والا ہے۔ البتہ تمکو انھیں کے اچھے طریقے پر چلنا چاہیے اسپر جو کہ اللہ اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہو اور جو کوئی منہ پھیرے تو اللہ بھی بے پرواہ خوبیوں والا ہے۔

---

فی ابراہیم الخ صفۃ ثانیۃ لاسوۃ او خبر لکانت ولکم بیان او حال من المستکن فی حسنۃ او صلۃ لہا اذ قالوا ظرف لخبر کان برآء جمع بری کظرفاء فی ظریف و بری ء بالکسر مثل طراف بالضم جمع تبل سلام والتقدیر انا ذو براء الا قول استثناء منقطع من قولہ لکم اسوۃ حسنۃ فان استغفار ابراہیم علیہ السلام لابیہ وان کان جائزا لکنہ قبل النہی عنہ لیس ان یوتسی لمن کان بدل من لکم ۔

کفار کی مودت و محبت سے دوسرے پیرایہ میں منع کرتا ہے فقال (**تفسیر**) قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم والذین معہ کہ اے مسلمانوں تمکو ابراہیم علیہ السلام اور انکے ساتھ والوں کی پیروی کرنی چاہیے۔ انکا عمدہ طریقہ اور بہتر رویہ تمہارے لیے قابل اقتدا ہے پھر انکے عمدہ طریقے کو بیان فرماتا ہے کہ وہ کیا تھا اذ قالوا لقومہم انا برآء منکم الخ کہ جب ابراہیم اور انکے ساتھ والوں نے اپنی بت پرست قوم سے یہ کہدیا کہ ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے کہ جنکو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بیزار ہیں ہم تمہارے منکر ہیں یعنی تمہارے معبودوں اور انکی نسبت جو کچھ تمہارے عقائد ہیں کہ وہ نفع و ضرر کے مالک ہیں ہم اسکے منکر ہیں اور اس سے بڑھکر یہ ہے وبدا بیننا وبینکم العداوۃ الخ کہ ہم میں اور تم میں ہمیشہ کو دشمنی اور بغض پیدا ہو گئی جبتک کہ تم خدائے واحد پر ایمان نہ لاؤ۔

نینوی اور بابل کے بادشاہ اور انکی قوم اور سردار بت پرست تھے صرف ابراہیم اور انکے بھتیجے لوطؑ اور حضرت ابراہیم کی بیوی ایمان لائی تھی اس قدر قوم کے مقابلے میں جو کچھ قابو یافتہ تھی اس بیکسی کی حالت میں یہ کہدینا کوئی آسان بات نہ تھی۔ یہ جوانمردی محض اس قادر مطلق کے بھروسے پر تھی مسلمانوں سے فرماتا ہے کہ تمکو بھی ابراہیم کی پیروی کرنی چاہیے۔ مشرکین تمہارا کیا کر سکتے ہیں کس لیے ان سے محبت رکھنے ہو برادری اور دوستی خدا کے دشمنوں سے کیسی؟ مسلمان کے سچے ایمان اور خدا تعالیٰ کی پوری محبت کا مقتضی یہی ہے کہ اسکے دشمنوں بد دینوں ملحدوں سے قولاً و فعلاً تمسخر کرنے والوں سے قطع کرے۔ ان سے محبت اور یگانگت اور دلی اخلاص ایمان کے ساتھ ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتا۔ ہاں خوش خلقی اور حسن معاشرت کی ممانعت نہیں یہ اور بات ہے۔ الا قول ابراہیم الخ ہاں اس بات میں ابراہیم کی پیروی نہیں جو اسنے اپنے باپ سے کہی تھی کہ میں خدا سے ضرور بخشش مانگوں گا اور حالانکہ مجھے اسکے معاملے میں کچھ اختیار نہیں (ابراہیم سا پیغمبر اپنے باپ کے حق میں یہ بے اختیاری ظاہر کرے پھر وہ بزرگ زادے جو اپنے بزرگوں کے طریقے پر نہیں کس بھروسے پر نجات کا بیڑہ اٹھاتے ہیں؟) پھر آگے ابراہیم کی مناجات ہے جو اس وقت اپنے رب کی تھی کہ ربنا علیک الخ اے رب تجھ پر ہمارا بھروسہ ہے اور تیری طرف ہم رجوع ہوئے اور تیری طرف پھر کر جانا ہے ہمکو کافروں کے ہاتھ میں ڈال کر آزمائش نہ کر اور ہمکو بخشدے تو جو ہے تو زبردست اور حکمت والا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا نے کفار کی تکلیف سے بچایا اور جو کوئی ایسا کرے اسکو بچاتا ہے۔ الغرض کافر باپ کے لیے بخشش مانگنے میں ابراہیم کی پیروی نہ کرو اور سب باتوں میں کرو اگر اللہ اور قیامت کے سامنے ہونیکی امید ہے اور جو اس بات کو نہ مانے اور کفار سے تعلق دوستی رکھے تو اللہ کو بھی اسکی پرواہ نہیں۔ یہ سخت تہدید کا کلمہ ہے ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ ۖ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ ۖ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ

اے ایمان والو جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کرکے آئیں تو ان کا امتحان کرلو اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے پھر اگر تم جان لو کہ وہ ایماندار ہیں

فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ۖ لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۖ وَآتُوهُمْ مَا أَنْفَقُوا ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ

تو ان کو کافروں کے پاس مت پھیرو۔ نہ وہ عورتیں ان کو حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کو حلال ہیں اور ان کو دے دو جو انہوں نے خرچ کیا اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان عورتوں سے نکاح کرلو

إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۚ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنْفَقُوا ۚ ذَٰلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ

جبکہ تم ان کو ان کے مہر دے چکو۔ اور کافر عورتوں سے نکاح باقی مت رکھو اور مانگ لو جو تم نے خرچ کیا اور وہ مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا۔ یہی حکم ہے اللہ کا

يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَآتُوا الَّذِينَ

تم میں وہ فیصلہ کرتا ہے۔ اور اللہ سب جاننے والا حکمت والا ہے۔ اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی ہاتھ سے نکل جائے کافروں کی طرف پھر تم ہاتھ مارو تو دے دو

ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُمْ مِثْلَ مَا أَنْفَقُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝

کہ جن کی عورتیں چلی گئیں اتنا جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا۔ اور اس اللہ سے ڈرو کہ جس پر تم ایمان لائے ہو

ترکیب

مہاجرات حال من المؤمنات فامتحنوہن جواب اذا اللہ اعلم بایمانہن معترضۃ مؤمنات مفعول ثان لعلمتموہن مفعول اول فلا ترجعوہن الجملۃ جواب الشرط لاہن حل الجملۃ فی موضع التعلیل

فلا ترجعوا ولا تمسکوا من الامساک وقرأ ابو عمرو ویعقوب بالتشدید والاخرون بالتخفیف بعصم جمع عصمۃ وہی المنعۃ من العقد والنسب والعہد والمراد بہا النکاح الکوافر جمع کافرۃ وان فاتکم ای سبقکم وانفلت منکم شئ فاعل فاتکم من ازواجکم بیان لشئ وایقاع شئ موقعہ للتحقیر والاشباع فی التعمیم

شئ من مہور ازواجکم فعاقبتم ای فجاءت عقبتکم ای نوبتکم من اداء المہر شبہ الحکم باداء ہؤلاء مہور اولئک تارۃ واداء اولئک مہور نساء ہؤلاء تارۃ بامر یتعاقبون فیہ کما یتعاقب فی الرکوب وغیرہ قال المبرد فعاقبتم ای فعلتم ما فعل بکم یعنی ظفرتم وہو من قولک العقبی لفلان ای العاقبۃ

ومعنی العاقبۃ الکرۃ الاخیرۃ وقال ابن عباس ومسروق ومقاتل یعنی عاقبتم غنمتم وعزوتم معاقبین غزوا بعد غزو وکانت العقبی والغلبۃ لکم وقیل اصبتم الکفار فی القتال بعقوبۃ حتی غنمتم۔ قرء حمید الاعرج فعقّبتم بالتشدید وقرء الزہری بالتخفیف بغیر الف وقرء مجاہد فاعقبتم ای صنعتم بہم کما صنعوا بکم ہو معطوف علی فاتکم فی حیز الشرط فآتوا الخ جوابہ مثل مفعول ثان فآتوا ۔

تفسیر

دشمن اسلام تین قسم کے تھے اول وہ کہ انکی دشمنی ہنوز باقی تھی دوم وہ کہ جنکی دشمنی دور ہوجانے کی امید تھی سوم وہ کہ انکی دشمنی جاتی رہی تھی اور وہ مطیع اسلام ہوگئے تھے۔ ان آیات میں خدا تعالیٰ نے انکے احوال بیان فرماکر ہر ایک فریق سے اسکے مناسب معاملہ کرنیکا حکم دیا قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم میں اول قسم کے کفار کا حکم دیا کہ انسے بالکل ترک کرنا چاہیے اور دوسری قسم کے لوگوں کا حکم اس آیت میں بیان فرمایا عسی اللہ ان یجعل بینکم وبین الذین عادیتم منہم مودۃ کہ انسے ایک روز دوستی ہوجاویگی حسن معاشرت سے پیش آؤ تیسری قسم کے کفار کا حال و حکم ان آیات یا ایہا الذین آمنوا اذا جاءکم المؤمنات مہاجرات میں بیان فرماتا ہے کہ اب جو کفار ہیں اور تم میں بمقام حدیبیہ صلح و عہد ہوگیا ہے وہ دشمنی تمام ہوگئی انسے عدالت و انصاف کی کارروائی کرو جسکی تفصیل آگے آتی ہے ۔

## فوائد

(۱) عسی اللہ الخ ایک بشارت اور پیشین گوئی تھی جس میں ضمناً اسلام کی ترقی اسکے غلبہ کی طرف اشارہ تھا کیونکہ ان عداوتوں اہل اسلام کی ان کفار سے دشمنی ہونیکی بجز اسکے کوئی صورت نہ تھی کہ یا وہ کفار مسلمان ہو جاویں یا مغلوب ہو کر اسلام کی ماتحتی اختیار کرلیں اس آیت کے نزول کے تھوڑے زمانہ بعد اسکا ظہور کامل طور پر ہوا۔ مکہ اسکے بعد فتح ہوا وہاں کے کفار جو مسلمانوں کو محض اسلام کے لیے تکلیف دیتے تھے مغلوب ہوئے اور اسلام لائے پھر کیا تھا بھائی بھائی تھے اس سے پہلے علی مرتضیٰ اور انکے اقارب میں نبی ہاشم سے [illegible] محبت ہو گئی ابو سفیان کو قہر کی نظروں سے دیکھتے تھے پیارا ہو گئے مسلمانوں کے اس صبر و برداشت و راست بازی کا نتیجہ خدا نے دکھایا اسکی زبان سے ہوا [illegible] ایک سخت بیگانگی ہو گئی تھی (۲) دنیا میں اسلام کا آنا ایک تغیر عظیم تھا اسکے مقابلہ میں اسکے دشمن کھڑے ہوئے اول کفر و بت پرستی کیونکہ اسکی تو اسلام نے [illegible] ظاہر ہوتے ہی بیخ کنی کی۔ مکے کے قریش جو مسلمانوں کے قرابت دار اور بھائی بند تھے سب سے اول مقابل ہوئے اور بڑی بیرحمی اور [illegible] گالی گلوچ قتل و ضرر رسانی کا کوئی دقیقہ ان غریب مسلمانوں سے اٹھا نہیں رکھا آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان وطن عزیز سے نکال دیے گئے [illegible] دوسرا رقیب عیسائیت تھی جو نہایت بدنما اور مہیب صورت میں ظاہر ہو رہی تھی اور ایک ایسی بیمار کی حالت میں تھی کہ جس میں [illegible] ہوئی اور شام کی سرزمین پر اسمیں اور اسلام میں آخر کشت و خون کی نوبت پہنچی اور پھر قرنوں تک دونوں دنیا کے اکھاڑے میں لڑتے رہے [illegible] تیسرا دشمن اوہام باطلہ و فلسفی ڈھکوسلا یہودیت و مجوسیت تھی۔ آخر کار اسلام کے دل کش نظاروں نے دنیا کو اپنا فریفتہ ہی کرلیا۔ اور یہ کشمکش اسلام کو اب بھی جہاں عمل دخل کرتا ہی پیش آتی ہے اسلیے اسکے مخالفوں کے برتاوے کے لئے خدائے پاک نے ان آیات میں دستور العمل قائم کر دیا جسکی تفصیل یہ ہے (۳) اسلام کے غیر لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں قسم اول جو اس سے مقابلہ نہیں کرتے اور نہ اسکی ایذا رسانی میں سعی کرتے ہیں عام ہے کہ وہ اسکے [illegible] اہل ہیں یا نہیں اس قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ صلہ رحمی حسن سلوک انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا اسلام کی فیاضی و ہمدردی ایسے کافروں پر [illegible] ان میں اہل ذمہ کو تمدنی حالت میں کسی طرح بھی کم نہیں سمجھا گیا۔ دوسری قسم وہ ہیں جو اس سے مقابلہ کرتے ہیں تکلیفیں دیتے ہیں قتل و ضرر کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھتے جو انکے امکان میں ہو جیسا کہ قریش مکہ تھے اب ایسے لوگوں کے ساتھ وہ مذہب (جو دنیا میں سلطنت و شوکت کے لباس میں جلوہ گر ہوا ہو اور خدا تعالیٰ کے ان وعدوں کا ایفا جو اسنے سرکشوں کے لئے کیا تھا اسکی شمشیر آبدار کے قبضے سے بندھا ہوا ہو) کیا کریگا؟ مقابلہ اور اپنی قوت کا اجتماع۔ اجتماع قوت اعوان کا یہ پہلا اصول ہے کہ مخالفوں سے یکسوئی اختیار کریں تاکہ انپر اثر پڑے اور انتخاب صادق ہو کر ایک لشکر قہار تیار ہو جاوے اسلیے خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کی محبت منع کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام اور انکے ساتھ والوں کے حال کو نمونہ پیش کرکے یہ بھی کہدیا کہ انکی دوستی کچھ بھی نفع نہ دیگی الٹا دنیا و آخرت میں خسارہ ہوگا۔

حکم تو یہ تھا مگر اسکو کس عمدہ عبارت میں ادا فرمایا ہے اور لفظوں میں دوسرے مطالب کی طرف اشارہ بھی کر دیا گیا اول تو کفار کے ساتھ جو قسم اول ہی کے ہیں نیک سلوک کرنیکا حکم نہیں دیا بلکہ یہ کہا لا ینہٰکم اللہ تمکو منع نہیں کرتا اجازت و رخصت دیتا ہے تاکہ کفر کی ذلت اس عارضی صلح و دوستی سے مٹ نہ جائے دوم ان تبروا و تقسطوا فرمایا کہ نیکی اور انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا جس سے یہ نکلا کہ دوستی کی اجازت نہیں دیتا سوم قسم دوم کے کفار کے لیے یہ فرمایا کہ انسے دوستی کرنیکو منع کرتا ہے نیکی و انصاف کا ذکر چھوڑ دیا تاکہ دونوں پہلو محفوظ رہیں کفر و عداوت پر غور کیا جائے تو انسے [illegible] کے اور کچھ نہ کیا جائے تاکہ کفر کا جھنڈا اکھڑے اور جو انہیں سے کسیکی حالت فقر و فاقہ و مصیبت پر خیال کیا جائے تو نیکی اور حسن سلوک کرو بھوکے کو کھانا کھلا دو ننگے کو کپڑا پہنا دو قضائی عدالت میں انکا جھگڑا آوے تو انصاف کرو۔ چہارم قاتلوکم فی الدین میں مسلمانوں کو جوش مذہبی دلایا۔ و اخرجوکم الخ میں جوش عصبیت و حمیت و غیرت کو دو بالا کر دیا۔

بادشاہ اسلام کا فرض ہے کہ انکو جدا کر دے اور جو نہ مانیں تو سزا دے تاکہ ملک بدکاری سے پاک رہے اس پر جمہور اہل اسلام کا اتفاق ہے ❊

**ف۱** جب کوئی عورت مسلمان ہو جاوے یا اسلام کے ارادے سے مسلمانوں کے گروہ کی طرف ہجرت کرے یا بن نسبت کہ پھر کفار میں نجاوے گی اسکا نکاح کافر شوہر سے فسخ ہو گیا۔ اسی طرح مرد اسلام لاوے یا بارادۂ اسلام دار الاسلام کی طرف آوے تو اسکی کافرہ بیوی سے اسکا نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ ان دونوں میں زوجیت باقی نہیں رہتی۔ عینی شرح ہدایہ۔ باب العدۃ ❊

**ف۲** اب اس مسلمان عورت کو مسلمان مرد سے نکاح درست ہے پہلے خاوند کا جو کافر تھا کچھ تعلق باقی نہیں رہا اس بات کو اللہ تعالیٰ اس آیت کے بعد یوں فرماتا ہے ولاجناح علیکم ان تنکحوھن اذا آتیتموھن اجورھن کہ مسلمانوں پر ان مہاجرات عورتوں سے نکاح کر لینے میں کوئی گناہ نہیں جب کہ انکے مہر ادا کر دیں۔ مہروں کا ادا کرنا اس حکم کے لیے دائمی قید نہیں بلکہ اس واقعہ کے لحاظ سے یہ قید لگائی ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش آرہا تھا وہ یہ کہ کفار مکہ سے عہد نامہ ہو چکا تھا اور مکے والوں کی عورتیں ہجرت کر کے مدینے میں آتی تھیں۔ یہ واپس نہ بھیجی جاتی تھیں بلکہ انکا مسلمانوں سے نکاح درست تھا مگر بموجب اس باہمی مصالحت کے یہ ضرور ہوتا تھا کہ انکے کافر خاوندوں نے جو مہر ان بیویوں کو دیئے تھے وہ واپس دیئے جاتے تھے چنانچہ اس آیت سے پہلے جملے میں اسکا ذکر تھا واتوھم ما انفقوا کہ ان کافروں نے جو کچھ اسی بیوی پر خرچ کیا ہے وہ دیدو۔ ما انفقوا جو کچھ خرچ کیا اگرچہ لفظ عام ہے روٹی کپڑے اور دیگر عطیات کو بھی شامل مگر مراد مہر ہے کیونکہ آنحضرت کے عہد میں مہر واپس لیجاتی تھیں جدائی کے وقت مہر ضرور واپس لیا جاتا تھا۔ اب یہ مہر کون دے یہ بحث طلب سوال ہے اگر اس عورت سے کسی نے نکاح نہ کیا ہو جسنے نکاح کیا وہ عورت کو مہر دیوے اور یہ مہر اس مہر کے بدلے میں جو اسنے کافر خاوند سے وصول کیا تھا واپس دیدے مہر جو پہلے مسلمانوں نے دیا ہو بند ہو وہ اسی قدر ہونا چاہیے کہ جس قدر اس کافر نے دیا تھا۔ اس میں اور علماء کے اقوال بھی شاید کچھ ہوں ❊

مگر اس بات کی تشریح آیت میں نہیں کہ مہاجرہ عورت سے مسلمان مرد آیا عدت کے بعد نکاح کرے یا فوراً؟ ہدایہ کتاب العدۃ میں لکھا ہے وکذا اذا خرجت الحربیۃ الینا مسلمۃ فان تزوجت جاز الخ وہذا کلہ عند ابی حنیفۃ وقالا علیہا وعلی الذمیۃ العدۃ کہ اس عورت پر عدت نہیں صاحبین کے نزدیک عدت ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں آیت لاجناح میں عدت کی کوئی قید نہیں صاحبین کہتے ہیں گو نہ ہو مگر اس بات کی اطمینان کے لیے کہ پہلے کافر خاوند کا حمل ہے یا نہیں عدت ضرور ہے کیونکہ اگر اسکو حمل ہے تو نکاح درست نہیں اور جو درست بھی کہا جاوے تو صحبت کرنا وضع حمل تک قطعاً ممنوع ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ اور نیز امام احمدؒ اور ابو داؤدؒ اور دارمیؒ نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس کی عورتوں کی بابت جنکو مسلمان اسیر کر کے لائے تھے یہ فرمادیا تھا کہ حمل والی سے صحبت نہ کیجاوے جب تک نہ جنے اور بغیر حمل والی سے صحبت نہ کیجاوے جب تک کہ ایک حیض نہ ہولے استبراء کرنے کا حکم گو سبایا اوطاس میں صادر ہوا مگر علت عامہ مہاجرات میں بھی پائی جاتی ہے ❊

**ف۳** میاں بیوی کافر ہیں اور ان میں سے کوئی اسلام لاکر دار الاسلام میں چلا آوے تو انکا نکاح جاتا رہتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر پھر دوسرا بھی اسلام لاوے تو نکاح جدید کرنا پڑیگا۔ واذا خرج احد الزوجین الینا من دار الحرب مسلما وقعت البینونۃ بینہما (ہدایہ کتاب النکاح) امام شافعیؒ کہتے ہیں اگر اس عرصے میں بیوی نے مسلمان ہو کر اور مرد سے نکاح نہیں کیا ہے اور اسکا خاوند بھی مسلمان

بخاری شریف میں روایت کی ہے کہ بمقام حدیبیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اور کفار مکہ میں صلح ہوئی اور عہد نامہ لکھا گیا اور سہیل بن عمرو کفار کی طرف سے عہد نامہ لکھ رہا تھا … یہ بھی تھا کہ ہمارا جو کوئی … آپ کے پاس … اگر آئے تو … ہمارے حوالے کر دیں گرچہ وہ آپ کے ہی دین … مسلمانوں کو یہ شرط … معلوم ہوئی اور انکار کیا مگر سہیل نہ مانا آخر لکھی گئی اسی روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل سہیل کے بیٹے کو … تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا اسکے حوالے کیا اس میں بھی مصلحت الٰہیہ تھی وہ … لوگ مکے کو واپس نہ گئے نہ مدینے میں … بلکہ ایک مقام تجویز کر کے کفار مکے کے … قافلوں کو لوٹنا شروع کر دیا جس سے کفار نے انکو مدینے ہی میں رہنا غنیمت جان کر واپس لینے کی درخواست کو چھوڑ دیا) یہ معاملہ مردوں کے ساتھ تھا مگر عورتوں کی بابت اس عہد نامے میں کوئی بات طے نہیں ہوئی تھی اس عرصے میں چند عورتیں … مکے سے محض دین اسلام اختیار کرنے کی غرض سے مسلمانوں میں آملیں منجملہ انکے … بنت حارث … اسلمیہ کی بھی آئی اور … اسکے پیچھے اسکا خاوند بھی آیا جسکے نام میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں … اسکا نام … اسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میری بیوی کو … ہمراہ کر دو … نازل … آیت میں عورتوں کا واپس دینا ممنوع ہوگیا ؏

خلاصہ یہ کہ اسلام کا دریا جوش زن تھا لوگ مسلمان ہوتے تھے مگر اپنے وطنوں میں … آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے آتے تھے مکے کے لوگوں سے صرف مردوں کی بابت معاہدہ ہوگیا تھا اس آیت نے کھول دیا کہ عورتوں کی بابت معاہدہ … ہرگز واپس نہیں دی جائینگی کیونکہ کفر و اسلام میں … باقی نہیں رہتی نہ کافر مرد کو مسلمان عورت حلال ہے … مسلمان … کو کافر مرد مگر شرط یہ تھی کہ وہ عورت خاص اسلام کے لیے ہجرت کر کے آئی ہو کسی مرد یا دنیوی خواہش یا اپنے شوہر کی نفرت سے نہ آئی ہو اسلیے سب سے اول اس آیت میں اسی مسئلہ کی تشریح ہوئی ؏

فقال یا ایہا الذین آمنوا اذا جاءکم المؤمنات مہاجرات فامتحنوہن کہ اے مسلمانو جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں وطن چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کر لو کہ آیا دراصل دین کے لیے آئی ہیں یا کوئی اور دنیاوی غرض ہے ؟ امتحان آزمائش قرآن میں اسکا کوئی خاص طریقہ بیان نہیں ہوا احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم انسے حلف دیکر پوچھتے تھے کہ تو اپنے خاوند سے ناراض ہوکر یا کسی مرد کی رغبت سے یا کسی دنیاوی غرض سے تو نہیں آئی ؟ اللہ اعلم بایمانہن حقیقت الامر اور انکا ایمان تو اللہ ہی کو معلوم ہے ۔ اسلیے فرمایا کہ دنیا میں احکام شرع ظاہر پر جاری ہوتے ہیں جب وہ حلف سے ایمان ظاہر کریں تو تمہیں اعتبار کرنا چاہیئے کسی بدگمانی کو دخل نہ دینا چاہیئے اور نیز انکے ایمان کی تائید بھی ہو کیونکہ کہ امارات تو ظاہر ہیں کہ وطن و اقارب کا چھوڑنا ان پاکباز بیویوں کا محض ایمان اور محبت الٰہی سے تھا ۔ فان علمتموہن مؤمنات فلا ترجعوہن الی الکفار اگر تم کو یقین ہوجائے کہ وہ ایمان والیاں ہیں تو پھر انکو کفار کے پاس نہ جانے دو کیونکہ لاہن حل لہم یہ عورتیں ان کفار شوہروں کے لیے حلال نہیں ولا ہم یحلون لہن اور نہ وہ کافر شوہر انکو حلال اور جائز ہو سکتے ہیں ؏

ان آیات میں یہ پہلا حکم ہے کہ کفار کی بیویاں اگر اسلام لا کر مسلمانوں کی گروہ میں آملیں تو انکا نکاح سابق باقی نہیں رہتا کبھی مسلمان عورت کافر کے لیے حلال نہیں کوئی مسلمان عورت کسی ہندو یا نصرانی یا مجوسی یا یہودی یا کسی غیر مذہب والے سے نکاح کرے تو نکاح نہ ہوگا بلکہ حرام کاری ہوگی

اور جو کافروں کی عورتیں مسلمان ہو کر تمہارے پاس آگئیں اور انھوں نے تم سے نکاح کر لیا ہے تو کافروں سے جو مہر دیا تھا تم واپس کر دو۔ ذلکم حکم اللہ یحکم بینکم واللہ علیم حکیم یہ اللہ کا حکم ہے تمہارے لیے اسکے فوائد اور حکمتیں وہی خوب جانتا ہے کیونکہ اللہ علیم بڑا علم والا حکیم حکمت والا ہے۔ واضعان قوانین ملی و قومی و سیاسی کے قوانین و احکام جب ہی قابل پذیرائی ہوتے ہیں کہ جب انکو علم بھی ہو عواقب امور پر نظر ہو طبائع بشریہ و خواص قومیہ و ملکیہ سے واقف ہوں اور اسکے ساتھ رفق و سہولت و تدابیر جستہ بھی پہچانتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے ان باتوں میں کون زیادہ ہے؟ بلکہ وہ سب سے زیادہ ہے۔ پھر خرابی ہے اس ملک اور قوم کی جسکے واضعان قوانین ان باتوں سے واقف نہوں نہ انہیں رعایت مصالح کا مادہ ہو بلکہ وہ جاہل ہوں یا غیر لوگ اپنے طبائع اور خیالات پر دوسرے لوگوں کو حکومت و شوکت کے دباؤ سے مجبور کرتے ہوں اسلیے شریعت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ و سلام سے کوئی قانون اور دستور العمل بہتر نہیں بشرطیکہ اس بات کے سمجھنے کا دماغ بھی رکھتا ہو ۞

ف یہ آیت منسوخ ہے یا محکم ہے؟ یعنی اب اگر ایسا واقعہ ہو تو کیا مہر لینے اور دینے چاہئیں؟۔ اکثر کے نزدیک یہ حکم محدود اور موقت تھا کفار مکہ کے لیے بموجب عہد نامہ حدیبیہ کے۔ کفار عرب میں بڑے مہر کا دستور تھا وہ عورت کو بیچا کرتے تھے اسلام نے بھی اسکو باقی رکھا اسلیے عہد نامہ ہونے کے بعد یہ واپسی قائم رکھی کیونکہ کفار کی بیویاں جو بعض مسلمان ہو کر مسلمانوں میں آ ملتی تھیں اور مسلمانوں کی مہر دی ہوئی عورتیں جو اسلام نہیں لاتی تھیں کفار کے پاس جا رہتی تھیں۔ فتح مکہ کے بعد پھر اس حکم کی ضرورت نہ رہی عرب کے اور قبائل کی عورتیں مسلمان ہو کر آئیں نکاح مسلمانوں سے کیے یا ان قبائل کے لوگ ہی یہیں چھوڑ کر مسلمان ہو کے بدلے لیے گئے نہ دیے گئے اسلیے دار الحرب کے کفار کی بابت تو یہ حکم ہرگز نہیں۔ اور ذمیوں کی بابت بھی یہ حکم نہیں کوئی ذمی عورت مسلمان ہو کر مسلمان سے نکاح کر لے تو مسلمان کو اسکے ذمی شوہر کا مہر یا خرچ شادی واپس دینا لازم نہیں۔ ہاں اگر کسی قوم سے معاہدہ ہو تو دینا چاہیے ۞

چوتھا حکم وان فاتکم شیء من ازواجکم الی الکفار فعاقبتم فاتوا الذین ذہبت ازواجہم مثل ما انفقوا کہ جو تمہاری بیویوں میں کوئی کفار کی طرف جاوے اور تمہاری نوبت آوے تو تم وہ مہر جو مہاجرہ کی بابت اسکے پہلے خاوند کافر کو دینا تھا ان مسلمانوں کو دو جنکی بیویاں مہر پاکر کفار کے پاس چلی گئیں ۞

عام مفسرین اس آیت کے یہ معنی کرتے ہیں کہ اگر تمہاری بیویوں میں سے مرتد ہو کر کفار کے پاس چلی جاویں الخ مگر بغور دیکھیے تو تعمیم ہے جو ان کو بھی شامل ہے کہ جنکی بیویاں مسلمان نہیں ہوئیں اور کفار ہی کے پاس رہ گئیں اور مہر پا چکی تھیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ چند عورتیں اس قسم کی تھیں جنہیں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی بھی تھی فاتکم شیء من ازواجکم الی الکفار۔ ان لوگوں پر صادق آتا ہے اور یہ بھی ہے کہ جنکی بیویاں وہاں رہ گئیں تو ان مہاجرات کا مہر جو انکے کفار خاوندوں کو دینا چاہیے تھا ان مسلمانوں کو دینا چاہیے کہ جنکی عورتیں مہر پاکر وہیں رہ گئیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مسلمانوں کو غنیمت میں سے مہر دیا تاکہ حساب برابر ہو جاوے کیونکہ کفار سے ان عورتوں کا مہر لینا تھا جو انکے ہاں رہ گئیں اور انکی عورتیں جو یہاں آئیں انکا مہر واپس کرنا تھا وہ اسمیں وضع ہو گیا ۞

عاقبتم کے معنی میں بھی علما کے کئی قول ہیں ایک یہ کہ تمہاری باری آوے مہر لینے کی اس صورت میں کہ تمہاری بیویاں کفار کے پاس چلی جاویں۔ دوم یہ کہ تم کفار سے جہاد کرکے غنیمت حاصل کرو۔ ان سب باتوں کے بعد یہ بھی فرما دیا۔ واتقوا اللہ الذی انتم بہ مؤمنون۔ کہ تم اس اللہ سے ڈرو کہ جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ یہ جملہ تمام احکام کی پابندی پر ابھارنے والا ہے ۞

ہوگیا تو نکاح جدید کی حاجت نہیں پہلا نکاح کفر کا فی ہی کسلیئے کہ آنحضرت صلعم کے عہد میں بہت سی عورتیں مکے سے ہجرت کرکے مدینے میں آئیں اور بعد میں انکے شوہر بھی مسلمان ہو گئے اور ہجرت کرکے مدینے میں آئے تو آنحضرت صلعم نے وہی نکاح سابق باقی رکھا۔ مسئلہ اگر دونوں یک لخت مسلمان ہوجاویں اور انکا نکاح کفر میں اس طور سے ہوا تھا جو انکے نزدیک بھی درست تھا تو وہی نکاح کافی ہوگا۔ مگر جو کسینے اپنے ناجائز قانون یا دستور کے موافق بیٹی یا بہن سے نکاح کیا تھا تو اسلام میں یہ باقی نہ رہیگا بلکہ جدا کر دیجاویں گے۔ (ہدایہ کتاب النکاح) مسئلہ اگر کافر میاں بیوی مسلمانوں کے قید میں آجاویں یعنی لڑائی میں پکڑے جاویں جیسا کہ مغلوبی کے بعد ہوتا ہے پھر انکا باہم نکاح سابق رہا یا نہیں ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں نکاح باقی نہیں رہا۔ یہ عورت لونڈی میاں غلام ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں باقی رہتا ہے۔ ہاں اگر ان دونوں میں سے ایک قید میں آجاوے تو باقی نہیں رہتا اگر عورت ہاتھ آگئی تو مسلمان کی لونڈی ہے اگر اسکو حمل نہیں تو ایک حیض کے بعد اس سے صحبت درست ہے مسئلہ اگر کوئی عورت مسلمان ہوجاوے اور دار الحرب میں ہی رہے اسکا نکاح تین حیض کے بعد فسخ ہے امام شافعیؒ کہتے ہیں اگر اس عورت سے اسکا خاوند صحبت کر چکا ہے تو بیشک عدۃ کے بعد فسخ ہوگا ورنہ اسلام لاتے ہی نکاح فسخ ہوجاویگا خواہ دار الحرب ہو یا دار الاسلام۔ ہدایہ ۞

دوسرا حکم ولا تمسکوا بعصم الکوافر اور نہ تھام رکھو کافر عورتوں کی عصمت۔ یعنی انکا ایسا خیال نہ سمجھو کہ انکی حفاظت عصمت کی طرف دیکھنی حاجت پڑے بلکہ انکو چھوڑدو کسی مرد سے نکاح کریں یا نکریں۔ تم کچھ علاقہ نرکھو جو لوگ ہجرت کرکے ... چلے آئے تھے اور مکے میں انکی بیویاں اسی کفر کی حالت میں تھیں مسلمانوں نے انکو چھوڑ دیا تھا۔ زہری کہتے ہیں اس آیت کے بعد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی دو مشرک بیویوں کو جو مکے میں رہگئی تھیں چھوڑ دیا ایک کا نام قریبہ تھا جو ابی امیہ بن المغیرہ کی بیٹی تھی جسنے اسکے بعد معاویہ بن ابی سفیان سے مکے میں نکاح کیا اور اس وقت وہ دونوں مشرک تھے۔ دوسری کا نام اُم کلثوم تھا جو عمرو بن جرول کی بیٹی تھی عبد اللہ بن عمر کی ماں۔ اس سے ابوجہم بن حذافہ ابن غانم نے نکاح کیا اور وہ دونوں بھی اس وقت مشرک تھے ۞

ف اسلام نے ایک عظیم الشان تفرقہ پیدا کر دیا تھا اسلام اور شرک میں کوئی رشتہ نہ رکھا تھا جسکی صادق الایمان صحابہ نے بڑی خوشی سے تعمیل کی جو انکی صداقت اور سچے جوش کا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر و اعجاز کا کامل نمونہ تھا۔ مگر اسلام کے سبب اس بیوی سے مفارقت ہے کہ جس سے اسلام میں بھی نکاح درست نہیں مثلاً اگر عورت یہودیہ یا نصرانیہ ہے اور خاوند کسی مذہب کا تھا اسنے اسلام قبول کرلیا۔ اس صورت میں بیوی خاوند سے جدا نہو گی زوجیت باقی رہیگی کسلیئے کہ مسلمان مرد کا اہل کتاب عورت سے نکاح درست ہے ہاں اگر عورت کسی ایک مذہب کی تھی اور مرد اہل کتاب تھا عورت مسلمان ہوگئی نکاح فاسد ہوجاویگا کسلیئے کہ مسلمان عورت بجز مسلمان کے اور کو درست نہیں (ہدایہ وغیرہ کتابوں میں ایسا ہی ہے) ۞

تیسرا حکم واسئلوا ما انفقتم ولیسئلوا ما انفقوا۔ تمہاری جو عورتیں کافر ہیں اور کافروں سے انہوں نے نکاح کرلیا ہے اور جتنا انکو مہر دیا تھا وہ تم واپس لے لو

---

لہ منجملہ انکے زینب بنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں وہ اسلام لائیں اور ہجرت کرکے مدینے میں چلی آئیں اور انکے شوہر ابو العاص مشرک مکے میں رہے پھر جب وہ بھی مسلمان ہوکر مدینے میں آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب رضی اللہ عنہا کو انکے حوالے کر دیا ۱۲ منہ

دوسرا حکم

تیسرا حکم

باتیں ہیں جہاں زناکاری کی بھی کچھ انتہا نہیں جس قدر ترفہ ہوتا ہے یہ باتیں بیدا ہوتی ہیں جہاں زناکاری بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے برخلاف قراء و قبائل کے لوگوں کے کہ انہیں حمیت ہے اور اسلئے عصبیت اور جوانمردی بھی ان لوگوں میں زیادہ ہوتی ہے زناکار قوم میں غیرت نہیں رہتی انجام کار وہ قوم دنیا میں ذلیل و رسوا ہو کر رہتی ہے۔ اس بات پر ایک واقعہ یاد آئی جسکو مفسرین نے اس مقام پر نقل کیا ہے۔ وہ یہ کہ فتح مکہ کے دن جب مرد و زن لوگ مسلمان ہوگئے اور مردوں کی بیعت سے آنحضرت صلعم فارغ ہوئے تو مسلمان عورتیں بھی بیعت کے لئے آمادہ ہوئیں نبی کریم صفا پہاڑی پر چڑھے اور عمر نیچے تھے عورتوں نے بیعت کرنی شروع کی انمیں ابو سفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ زوجہ ابی سفیان بھی برقع اوڑھے ہوئے چھپا کر پیش ہوئیں (یہ ہند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلے بڑی دشمن تھی حضرت حمزہ کا کلیجہ دانتوں سے چبایا تھا اسکا ایک بیٹا حنظلہ تھا بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا) عمر نبی صلعم کی طرف سے بیعت لے رہے تھے جب آنحضرت نے فرمایا اللہ سے شرک نکرنا۔ ہند نے سر اٹھایا اور کہا کہ ہمنے اتنا بت پرستی کو بھی آپ سے وہ عہد لیتے ہیں جو مردوں سے نہیں لیا النہ و صرف اسلام و جہاد پر عہد لیا تھا۔ اسکے بعد آپ نے فرمایا چوری نکرنا۔ اسپر ہند نے کہا ابو سفیان کنجوس آدمی ہے اسکے مال سے میں نے کچھ لیا تھا اب نہیں معلوم کہ حلال ہے یا حرام ہے۔ ابو سفیان نے کہا کہ میرے مال سے جو کچھ تو نے پہلے لے لیا یا آئندہ لے سب تجھکو معاف اور حلال ہے۔ پھر آنحضرت صلعم ہنس پڑے اور ہند کو پہچان لیا اور فرمایا کیا تو ہند بنت عتبہ کی بیٹی ہے؟ اسنے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ جو کچھ مجھ سے پہلے قصور سرزد ہوا معاف کیجئے اللہ آپکو معاف کرے۔ اسکے بعد آپ نے فرمایا زنا نکرنا تو ہند نے کہا کیا حرہ بھی زنا کرتی ہیں؟ یہ تو چھوکریوں لونڈیوں کا فعل ہے بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ ہند نے یہ کہا کہ ان مردوں میں سے کسی نے کبھی یہ کلام نہیں کہا (الا ماشاء اللہ یعنی شرافت و عصمت کفر و بت پرستی میں بھی یہ کام نہایت برا اور حقیر سمجھا جاتا تھا۔ تف ہے ایسے بے حیا لوگوں سے کہ یہ کام کرلیتے اور اسکی کمائی سے عمدہ کپڑے پہن کر اینٹھے پھرتے ہیں) اسکے بعد آپ نے فرمایا (۴) ولا یقتلن اولادھن کہ اپنی اولاد کو قتل نکرنا۔ عرب میں دستور تھا کہ اولاد کی عار و ننگ سے بیٹیوں کو مار ڈالتے تھے اسکی بھی ممانعت ہوئی۔ اسپر ہند نے کہا ہم تو انکی لڑکپن میں پرورش کرتی ہیں جب وہ بڑے ہوتے ہیں تم انکو مار ڈالتے ہو اب تم جانو وہ جانیں (جنگِ بدر کے مقتولوں کی طرف اشارہ تھا جنمیں اسکا بیٹا حنظلہ بھی مارا گیا تھا) اسپر عمرؓ کو اس قدر ہنسی آئی کہ لوٹ گئے اور آنحضرت صلعم نے بھی تبسم کیا۔

(۵) ولا یاتین ببہتان یفترینہ بین ایدیہن وارجلہن۔ پھر فرمایا کہ کوئی بہتان نہ باندھے۔ یہ لفظ عام ہے ہر قسم کے بہتان کو شامل ہے خواہ کسی پر چوری کا لگایا جاوے یا زنا کا۔ عورتوں میں یہ عادت بہت ہے کہ وہ جھٹ پٹ بدگمان ہو کر بہتان لگا دیتی ہیں اس سے بھی منع کیا خاوند پر بہتان لگادینا تو ایک ادنیٰ بات سمجھتے ہیں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں اسکے یہ معنی ہیں کہ کسی غیر کے بیٹے کو اپنے خاوند کی اولاد نہ بناؤ۔ فراء کہتے ہیں عرب میں عورتیں کسی کا بچہ اٹھالاتی تھیں اور خاوند سے کہدیتی تھیں کہ یہ میرا بچہ ہے تجھ سے۔ یہی وہ بہتان کہ جو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے بنا لیا گیا اور یہ اسلئے کہ انکا جب وہ بچہ جنتی ہے تو بچہ اسکو سامنے ڈال لیتی ہے اور اسکے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے ہوتا ہے۔ مگر اسکے معنی دیدہ و دانستہ کے ہیں بین ایدی محاورہ ہے اس معنی میں کہ دیدہ و دانستہ کسی پر بہتان نہ باندھو۔ یہ بھی سخت جرم ہے اسکے بعد ہند نے کہا واللہ بہتان بری بات ہے اور آپ عمدہ باتیں اور مکارم اخلاق سکھاتے ہیں (۶) ولا یعصینک فی معروف۔ پھر فرمایا اور کسی نیک بات میں رسولؐ کی نافرمانی نکریں۔ یہ بڑا وسیع لفظ ہے اسمیں اور سب باتیں آگئیں اگر ان چھ باتوں پر عہد کرلیں اور اسپر بیعت کریں تو اے نبی انکی بیعت قبول کرلے اور انکے لئے پہلے گناہوں پر اللہ سے معافی مانگ اللہ غفور رحیم ہے اس بیعت پر قائم رہنے کا یہ پھل ہے کہ انکے لئے مغفرت اور اگلے جہان میں جہاں نئی زندگانی ہے عیش و آرام ابدی ہے ✦

ف آج کل نئے علوم اور نئی روشنی کا بہت کچھ زور شور ہے اور نئی تہذیب یافتہ قومیں جو عیسائی مذہب کے برائے نام پابند ہیں اسلام پر نکتہ چینی کرتی ہیں [illegible]

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ

اے نبی جب تیرے پاس ایمان والی عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو

أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ ۙ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ

قتل کریں گی اور نہ بہتان لاویں گی اپنے سامنے گھڑ کر اور نہ کسی نیک بات میں تیری نافرمانی کریں گی تو انکی بیعت قبول کر لے اور انکے لیے اللہ سے

اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ

بخشش مانگ اللہ تو بڑا معاف کرنیوالا مہربان ہے۔ اے ایمان والو تم اس قوم سے دوستی نہ کرو کہ جن پر اللہ غصہ ہوا وہ تو آخرت سے ایسے ناامید ہوگئے

كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ○

کہ جیسے کافر قبروالوں سے ناامید ہوئے

اذا جاءک شرطیۃ یبایعنک حال من المؤمنات ولا یسرقن وما بعدہ (**ترکیب**) معطوف علی لایشرکن یفترینہ نعت لبہتان او حال من الضمیر فی یأتین فبایعہن وما عطف علیہ جواب الشرط غضب اللہ علیہم الجملۃ نعت لقوم قد یئسوا الخ نعت اخری من اصحاب القبور متعلق بیئس لے یئسوا من بعث اصحاب القبور ویمکن ان یکون حالا ای کائنین من اصحاب القبور والکاف فی کما فی محل النصب ○

پہلی آیات میں مؤمنات کے امتحان کا ذکر تھا جبکہ وہ ہجرت کرکے آویں (**تفسیر**) اور اسکے بعد ہجرت سے جو تفرقہ کافر خاوند اور بیوی میں تھا اسکے احکام تھے کہ باہمی معاوضہ کی صورت میں کیا کرنا چاہیئے اب یہاں ان عورتوں کے احکام بیان کرتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کو آتی تھیں کہ اگر وہ ان باتوں پر بیعت کریں یعنی عہد موثق کریں تو بیعت قبول کیجئے (۱) کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرینگی۔ عرب میں بت پرستی عام تھی عورتیں اس بلا میں زیادہ مبتلا تھیں اب بھی توہمات باطلہ اور تخیلات فاسدہ کی پرستش اسی گروہ میں مردوں کی نسبت زیادہ ہے اسلیئے سب سے اول اسی اہم بات کو پیش کیا (۲) چوری نکرینگی۔ چوری گو چوروں کے لیئے بھی سخت عیب اور بدنما دھبہ ہے لیکن عورت کے حق میں اور بھی زیادہ عیب ہے خصوصاً خانہ داری میں خاوند سے چوری خانہ بربادی کا سبب ہے اسکے بعد اسکو منع کیا (۳) زنا نکرینگی۔ زنا مردوں کے لیئے بھی برا کام ہے مگر معاذ اللہ عورت کے لیئے تو اور بھی شرمناک دھبہ ہے جو اسکی اولاد اور خاندان سے بھی دور نہیں ہوتا اور گو توبہ کرکے یہ عورت محاسبۂ آخرت سے پاک ہو جاوے مگر دنیا میں تو عمر بھر کلنک کا ٹیکا ہے لیکن شرفاء عورتیں ایسا کام نہیں کرتیں اور بہت کم ان سے یہ حرکت وقوع میں آتی ہے اسلیئے چوری کے بعد اسکو ذکر کیا۔ خاوند کے مال میں سے کچھ چرا لینا شرفاء عورتیں ایسا بڑا عیب نہیں سمجھتی تھیں۔ چوری عام لفظ ہے پیسہ سے لیکر انتہا تک خواہ نقدی کی ہو خواہ گھر کے اسباب کی ہو میاں کی بے اجازت اسکی کوئی چیز چھپانا یا اپنے ماں باپ یا رشتہ داروں یا اور کسیکو دیدینا سخت معصیت ہے اور خدا تعالیٰ کی بازپرس کا باعث اور دنیا میں اسکی یہ تاثیر ہوتی ہے کہ اس عورت سے خاوند کو نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور پھر خاوند کے گھر کا پورا اختیار اسکو نصیب نہیں ہوتا۔ امانت و دیانت عجیب چیز ہے زنا جس طرح ممنوع ہے اسی طرح اسکے دواعی بھی ممنوع ہیں یعنی وہ باتیں جو زنا کا باعث اور سبب ہیں غیر محرم کا گھر میں آنے دینا یا اس سے بے ضرورت باتیں اور اخلاق کا اظہار کرنا یا اس سے تخلیہ کرنا۔ اور اسی طرح خاوند کے گھر سے باہر جانا اور غیروں کے ساتھ سیر و تفریح میں باغوں سیرگاہوں میں جانا۔ یا فحش اور شہوت انگیز قصہ کہانی کی کتابیں دیکھنا یا سننا جیسا کہ فسانۂ عجائب۔ بدر منیر وغیرہ اخلاق کو برباد کرنیوالی کتابیں ہیں یا نئے ناول نکلے ہیں اسی طرح ناچ رنگ کی محفلوں میں شریک ہونا انکی شہوت انگیز نقل و حکایات سننا۔ یا آپ گا کر لوگوں کو سنانا یا اپنے زیور یا کپڑے کی جھلکی دکھانا۔ شراب و مسکرات کا استعمال کرنا یہ ساری باتیں زنا کے دروازے ہیں جنہیں یہ

مگر اسمیں فی زمانہ تغیر ہو گیا ہے وہ کیا ہے۔ التزام اذکار طریقۂ معینہ اور انکے رسوم کی پابندی۔ اس قدر سے تغیر سے اسکو بدعت قرار دینا بڑی زیادتی ہے یہ بیعت بھی بیعت خلافت کی ہمسر ہے۔ اسی عہد سے یہ بھی جاری ہے اور بڑی مقدس جماعت میں جاری رہی۔ اور اسکے عمدہ نتائج پیدا ہوئے تہذیب قوائے باطنیہ و تزکیۂ روح و اکتساب کمالات روحانیہ اسی کے ثمرات ہیں ❊

مگر آج کل بعض نے تو اسکو بہت ہی بدنما کر دیا ہے۔ یہ حالت ہو گئی ہے کہ خود مرشد نہ طریقت و الاحوال طریقت تو درکنار شریعت سے بھی محروم صرف یہی تفاخر انکو حاصل ہے کہ وہ کسی بزرگ کی اولاد میں سے ہیں یا کسی خانقاہ کے موروثی سجادہ نشین ہیں کبھی بیعت کبھی ایک نئی بیعت کہیں شربت کا پیالہ پلایا جاتا ہے کہیں صرف شجرہ لکھ کر دیدیا جاتا ہے نہ کسی عمل کا تعہد اور اوراد و اذکار کی تلقین نہ معاصی کے ترک کا اقرار لیا جاتا ہے۔ پھر بیعت کرنے والے کون ہیں۔ اکثر عوام جہلاء بدکار امراء شہوت پرست رنڈیاں قوال۔ اور سمجھتے یہ کہ محض اسلئے کہ اسکے سبب سے ہم جمیع آفات و بلیات دنیاوی سے محفوظ رہینگے آخرت میں وہ بزرگ کہ جنکی طرف سلسلہ منسوب ہے ہم کو بہر حال بخشوا لینگے اور سجادہ نشین بھی اسی خیالی بخشش کی ترغیب کو نذرانہ حصول کرنے اور اپنی فرمانروائی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ بعض پیرزادے تو رنڈیوں ڈوموں بھانڈوں کو مرید کر کے ناچ مجرا دیکھتے ہیں اور اس شہوت پرستی کو فقیری اور معرفت و حقیقت کی سیڑھی سمجھتے ہیں بلکہ مرید ہونے کے بعد بھی ان بدکاروں اور فواحش کا انکی قبرو پر جمگھٹا رہتا ہے۔ بہت سے نے تو پیری مریدی معاش کا ذریعہ سمجھ رکھا ہے اگر وہ امراء اور فساق کو بیعت سے ترک شر نہ کرائیں۔ اور تلقین و توبیخ کریں اور انکے اعمال بد کیسے ہی نتائج ہیں انکو ان سے ڈراویں تو نذرانہ اور آمدنی جاتی رہے بلکہ اپنے بزرگوں کی نسبت انتہا درجہ بیان کیا اور انکے حالات اسرار ایسے سنا کر جو کبھی اس نے لائے ہیں ایسی بری باتیں باعث کیا یا کہ وہ اسی شیطانی جال میں پھنسے رہیں ❊

عورتوں کے لئے بیعت کا مذکورہ بیان فرما کر دوسرا حکم دیتا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا الخ کہ اے ایمان والو تم اس قوم سے دوستی اور محبت نہ رکھو کہ جس پر خدا تعالیٰ کا غضب ہوا یعنی اللہ تعالیٰ انسے غصہ ہوا۔ قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا یَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ۔ وہ قوم آخرت سے ایسی ناامید ہو گئی ہے کہ جیسا کفار مردوں سے ناامید ہیں کہ وہ پھر جی کر اٹھیں گے۔ یا یہ معنی کہ وہ قوم جس پر خدا کا غضب ہوا ہے آخرت سے ایسے ناامید ہیں (خیر و ثواب آخرت کی انکو کچھ امید نہیں یا تو اسلئے کہ وہ قوم یعنی یہود آخرت کے منکر تھے کیونکہ یہود میں ایک فرقہ آخرت کا منکر تھا یا اپنے اعمال بد کی وجہ سے) ہو گئے ہیں جیسا کفار جو اصحاب القبور ہیں یعنی مردے آخرت کے ثواب سے منکر ہیں۔ چنانچہ مجاہد کہتے ہیں کہ کفار جب قبروں میں داخل ہوتے ہیں تو رحمت الٰہی سے ناامید ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ قبر میں اپنے کفر اور بد اعمال کا بدنتیجہ انکو ناامید ہی ہوا دیتا ہے اور دار آخرت کی کیفیت انکو معلوم ہو جاتی ہے وہاں اپنے لیئے کوئی بھلائی نہیں پاتے ❊

یہ کون قوم ہے جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ یہود مراد ہیں اور معاذ اللہ جب انسان کو دار آخرت کا خیال نہ ہے تو پھر اس سے کسی کو بھلائی کی امید نہ رکھنی چاہیئے۔ دغا فریب عیاری سب کچھ اس سے بعید نہیں اسلیئے انکی دوستی سے منع کیا گیا کہ سوائے مضرت کے اور کوئی بات نہیں ❊

مسلمانوں میں کچھ لوگ فقیر و محتاج تھے وہ یہود مدینے سے جا کر ملا کرتے تھے لئے یہود کچھ سلوک کرتے تھے اور مسلمانوں کے حالات دریافت کیا کرتے تھے۔ اور زمانہ تھا باہمی جدال و قتال کا پھر یہ غربا اندرونی بات بیرونی سے انکو مطلع کر دیتے تھے اسلیئے منع کر دیئے گئے کہ انسے دوستی نہ کرو۔ اور قطع نظر اسکے یہ ایک مقہور و مغضوب قوم تھی اور ایسی قوم سے دوستی رکھنے والا بھی انکے ساتھ اس بلا میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ جس میں وہ ہونے والے ہیں اور نیز بدوں کی صحبت سے حذر لازم ہے جس طرح امراض متعدیہ کا دوسروں میں اثر پہنچتا ہے اسی طرح بد کی صحبت کا اثر پڑتا ہے ❊

عورتوں کی تعلیم پر انکی بڑی ہمت مصروف ہے اور ایسے کالجوں اور سکولوں کی تعلیم یافتہ عورتوں کو فوقیت دیتے ہیں اور [illegible] ان کے علاوہ نا ناگفتنی
سکھاتے ہیں جو کچھ ہو اگر انہیں یہ باتیں نہیں تو کسی غیرتمند آدمی کے نزدیک انکا مرتبہ ایک بازاری عورت سے بھی [illegible]
کے طریقے اپنے خانگی مکتبوں میں سیکھ کر بیٹھتے ہیں۔ ان چند باتوں کے سوا سینا پرونا اور ہنرمندی کی باتیں بھی [illegible]
تعلیم نسواں ہر جا بیل پر بلکہ بڑے جلسوں پر بھی فخر کر سکتا ہے زمانہ حال کے غیرتمند تعلیم یافتہ سے وہ [illegible] اسلام [illegible]
اور سرکشی اور غیروں کے ساتھ اختلاط کرنے سے ہوتا ہے۔ ہندوستان میں ایک جماعت ہے جو فرنگیوں کی [illegible] کی [illegible]
اپنی آزادی نسواں سے تنگ آگئے ہیں اور یہ اپنی نیک بیویوں کو اسی طرح آزاد ہونے پر مجبور کرتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ [illegible]
اور کسی مرد کی شکل بھی سہم کبھی اسکی عقل میں فراخی نہیں آتی بلکہ ہمارے ساتھ بن ٹھن کر کسی تھیٹر یا مجلس میں چلے اور [illegible]
اس سے مصافحہ کریں بغل میں لیں پاک محبت سے بوسے بھی لیں اور بغل میں ہاتھ دبا کر کسی کرسی پر جا بٹھا دیں اور کوئی [illegible] کی بوتل [illegible]
چہرے اسکے بغل میں ہاتھ دیکر اسکو کرسی پر سے اٹھا لے اور دونوں ناچتے ہوئے چلے جاویں اور راستہ بھٹکے بڑی [illegible]
ہماری غیبت میں ہمارا کوئی سچا دوست آوے اور سوار کرکے اسکو سیر کرانے لیجاوے اور جہاں چاہیں پھراویں اور جب [illegible] کسی روز
گھر سے میں ہمکو کوئی اسکا دوست بیٹھا ہوا ملے جسکو ہم نہ پہچانتے ہوں اور ہم تہذیب کے قاعدے سے انکے [illegible] بیگم صاحبہ
صاحب اور ہم جلا کریں او کچھ کہہ سکیں ایسی باتوں سے ذہن میں فراخی ہو جاتی ہے پھر یہ پولیٹکل امور میں بھی رائے دینے کی قابل ہو جاویگی۔ عورتیں کسی طرح
مردوں سے کم نہیں تمام باتوں میں انکو مردوں کا ہم پہلو اور پلہ بپلہ رہنا چاہیئے۔ ہر اپنے خیالات نے انکو اثاث البیت [illegible] روشنی کے
خیال کو نبوت کے پہلے ارشاد کے ساتھ مقابلہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ قوتی بہیمیہ کا کہاں تک غلبہ ہو گیا۔ الامان الامان ٭

**ف** بیع۔ خریدن و فروختن۔ اسلام میں بھی ایک قسم کا معاہدہ قوی ہے کہ کسی بزرگ [illegible]
جسکی پابندی اشد ضروری خیال ہوتی ہے گویا اس بیعت کرنے والے [illegible] کے ہاتھ پر ہاتھ رکھکر اقرار کیا جاتا ہے
کی معرفت اپنے تئیں بیچ ڈالا۔ اس بیعت کے حق میں اور بھی زیادہ عجیب ہے [illegible] کسی ثواب یا رضائے الٰہی میں اس اقرار پر [illegible] اس بزرگ
زنانہ بیگی [illegible] مردوں کے لیئے بھی بیعت کی چند قسمیں ہیں۔ **اول** جو بیعت اسلام میں ہوئی وہ غزوۂ حدیبیہ میں تھی صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے درخت کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھکر اقرار کیا تھا کہ آپ کا ساتھ دینگے پیٹھ نہ پھیرینگے جسکا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ
فوق ایدیھم کہ اے نبی جو تجھسے بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ سے کر رہے ہیں کیونکہ تیرا ہاتھ ان کے ہاتھ پر اللہ کی طرف سے ہے گویا اللہ کا ہاتھ انکے ہاتھ پر
ہے۔ اسکا نام بیعت رضوان تھا۔ **دوم** اسلام و جہاد پر بھی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کیا کرتے تھے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔
**سوم** بیعت ترک معصیت و التزام حسنات پر اس آیت میں یہی بیعت مراد ہے۔ **چہارم** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت پر بھی بیعت
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مسند نشینی پر شروع ہوئی یعنی خلیفہ تسلیم کرنے کے لیئے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے تھے۔ اسکو بیعت خلافت کہتے تھے خلفائے
اربعہ اور انکے بعد کے خلفا کے لیئے بھی یہ رسم تخت نشینی تھی عباسی خلفا بھی لوگوں سے بوقت خلافت بیعت لیتے تھے۔ یہی اسلام کی قدیم سنت ہے جو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جاری ہوئی۔ **پانچویں قسم** بیعت انابت ہے جو پیران طریقت سے کی جاتی ہے۔ دراصل یہ کوئی نئی قسم نہیں
بلکہ وہی ہے یعنی تیسری قسم کی بیعت ہے جو ترک معصیت و التزام حسنات کے لیئے ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی ہوتی تھی۔

اسلیئے اسکے بعد فرمادیا یاایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کہ اے مسلمانوں تم کسلئے وہ باتیں کہتے ہو جو کرتے نہیں یہ بڑی بات ہے مسلمان جو کہے اسکو کرے [illegible] سے کچھ فائدہ نہیں علماء کہتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کی طرف اشارہ کررہی ہے جو زبان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے [illegible] کرتے تھے کہ ہم آپ پر جان فدا [illegible] مگر احد کی لڑائی میں سست پڑگئے اور پھر پھر کرنے لگے بعض کہتے ہیں ان منافقوں کی طرف اشارہ ہے کہ زبان سے دعویٰ ایمان و جاں نثاری کا کرتے تھے مگر وقت پر کچھ بھی نہ نکلے۔ تو یہ بڑی بات ہے کہ آدمی کسی کی [illegible] کرے [illegible] اس آیت میں ایک سخت تاکید ہے [illegible] آیت میں آنیوالا ہی تمہید ہے [illegible] اللہ [illegible]

[illegible] دلوں میں ثبات اور [illegible] قائم [illegible] کا مادہ [illegible]

[illegible]

[illegible] اللہ [illegible]

[illegible] اللہ [illegible] کی [illegible] اسلام [illegible] کرکے [illegible]

[illegible] جہاد کی ترغیب [illegible]

صف باندھ کر [illegible] لڑائی میں صف باندھ کر [illegible] حال [illegible] باقاعدہ فوج [illegible] کرکے لڑنے [illegible] آدمی [illegible] کے زور کا کیا [illegible] اتفاق [illegible] اسلام نے عبادات سے لیکر دشمنوں کے مقابلے کے وقت تک جماعت اور اتفاق کی تاکید کی ہے افراد منتشرہ کا جمع کرنا [illegible] کہ [illegible] کانہم بنیان مرصوص گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے یعنی غیر مستقل اور بکھرے ہوئے نہوں بلکہ آہنی دیوار کی طرح جم جاویں کیسے ہی مر جاویں زخمی ہوجاویں مگر [illegible] ہوکر نہ بھاگ پڑا کریں (فراء کہتے ہیں مرصوص بالرصاص اس وقت کہتے ہیں کہ جب دیوار کے ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک کردیا جاوے [illegible] ایسا کہتے ہیں رص کے معنی ملادینا ہے کہ ایک کو دوسرے کے ساتھ ملادیا جاوے ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پتھر پر پتھر [illegible] چھوٹے پتھروں سے درز بندی کرتے تھے اسکے بعد اینٹ اوپر رکھتے تھے ایسی دیوار کو اہل مکہ مرصوص کہتے تھے) بعض علماء کہتے ہیں کچھ خاص صف بستہ ہونا ہی مراد نہیں بلکہ یہ ثبات قدمی اور باہمی اتفاق اور یکدلی کے لیئے ایک تمثیل ہے یعنی ایک دل ہوکر لڑنا چاہیئے ❖

اس آیت نے صحابہؓ کا ایک ایسا باقاعدہ اور مستحکم لشکر پیدا کردیا تھا جسکے مقابلے میں اسلام و ہدایت کے روکنے والے ٹھیر نہ سکے قیصر و کسریٰ کے چمکدار ہتیار اور زرق برق کے سپاہی کچھ بھی کام نہ آسکے۔ ایسے لشکر کا غالب آنا تو معجزہ تھا ہی مگر سرے سے ایسا لشکر ایسے مفلس اور غیر [illegible] ملک میں پیدا کردینا جسپر کبھی غور کرنے سے کسی بادشاہ نے ایک کوڑی بھی صرف نہ کی ہو ایک عظیم الشان معجزہ اور کتب مقدسہ کی پیشین گوئیوں کی پوری تصدیق تھی آیت کے شروع میں عزیز حکیم اسی بات کی طرف اشارہ کررہا تھا ❖

صف بستہ ہوکر لڑنا انسان کا اپنے جمیع قویٰ روحانیہ کو ابھار کر شیطانی قوتوں اور شہوات کے لشکر کو زیر و زبر کرنے کی طرف بھی اشارہ کررہا ہے اس جنگ میں بھی استقامت و استقلال شرط ہے ذرا دنیا کی تجمل دیکھا اور پھسل گئے خواہش نفسانی نے غلبہ کیا اور اپنے خیالات دکھا کے ڈگمگا گئے ایسے لوگوں کو اُس ملک باقی اور شہر قدس کی سلطنت کب نصیب ہوتی ہے ❖

## سورۂ صف مدینہ میں نازل ہوئی اس میں چودہ آیتیں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ

پاکی بیان کرتے ہیں اللہ کی آسمانوں اور زمین کے رہنے والے اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اے مسلمانو تم کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝

اللہ کے نزدیک بڑی ناپسند بات ہے کہ جو کہو اسے کرو نہیں۔ بیشک اللہ ان کو پسند کرتا ہے جو اسکی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے۔

(ترکیب) من فاعل یقاتلون فی سبیلہ متعلق بہ۔ کانہم الجملۃ کذلک حال منہ۔ ان تقولوا المجملۃ بتاویل المصدر فاعل کبر مقتا تمیز منہ عند اللہ متعلق بکبر صفا حال۔ وصفا بمعنی صافین۔ قال صاحب الکشاف لم ہی لام الاضافۃ داخلۃ علی ما الاستفہامیۃ کما دخل علیہا غیرہا من حروف الجر کقولک بم وفیم وعم وممّ وحذف الالف لان ما والحرف کشیٔ واحد ؛

(تفسیر) یہ سورۃ بھی بالاتفاق مدینے میں نازل ہوئی ہے۔ یہی ابن عباس کہتے ہیں۔ اس وقت نازل ہوئی کہ جب ملک عرب میں کھلبلی مچی ہوئی تھی کفار کا مسلمانوں پر چاروں طرف سے نرغہ تھا اور مسلمانوں کی قلیل جماعت کو استقلال و جوانمردی سے اپنے دینی دشمنوں کا مقابلہ ضرور تھا اسلئے اس سورہ میں ان باتوں کی بھی ترغیب ہے۔ خدا تعالیٰ سب سے اول اس سورہ میں یہ بات ظاہر فرماتا ہے کہ ہماری مخلوق میں ہر ایک چیز ہماری قدرت و یکتائی کا نمونہ اور مظہر ہے ہر ذرہ کا سال اور بعض کا مقال اس بات کو بیان کر رہا ہے یہی انکی تسبیح و تقدیس ہے۔ پھر یہ انسان اشرف المخلوقات تو کیسا جہل و غفلت و شہوات کے عمیق گڑھوں میں اوندھا پڑا ہے کیسا اسکی تسبیح و تقدیس نہیں کرتا اور اسکے اوامر کو بجا نہیں لاتا اور کیسا لاف زنی کرتا ہے؟۔ اے مسلمانوں ای پاکباز جماعت تمہارا صف باندھ کر ثابت قدمی سے اعدائے دین سے لڑنا بھی تسبیح و تقدیس ہے جیسا کہ آسمانوں پر فرشتے صف باندھ کر ہماری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اسی طرح زمین پر صف بستہ ہو کر تمہاری جاں نثاری کرنا ہے اسلئے ہمکو نہایت پسند ہے ؛

## مباحث

(۱) کفار و مشرکین حق سبحانہ کی نسبت برے برے اعتقاد رکھتے تھے اور انپر جمے ہوئے تھے اور حضرات انبیاء علیہم السلام سے یکدل ہو کر مقابلہ کرتے تھے اسلئے شروع سورۃ میں فرمایا سبح للہ ما فی السموٰت و ما فی الارض کہ آسمانوں کے فرشتے اور زمین کے ایماندار خدائے پاک کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور بری باتوں اور عیوب سے اسکی ذات کو مبرا ٹھیراتے ہیں اور اسی طرح ہر چیز اسکی مخلوق میں سے بزبان حال اسکی پاکی بیان کر رہی ہے پھر ان نادانوں کے عیوب لگانے سے کیا ہوتا ہے انکے مقابلے میں انکی کیا مقدار اور کیا اعتبار؟۔ اسکے بعد فرما دیا وہو العزیز الحکیم کہ کچھ آسمانوں اور زمین والوں کی تسبیح و تقدیس پر موقوف نہیں وہ خود بھی عزیز یعنی ہر شے پر غالب اور حکیم حکمت والا ہے۔ ان دو لفظوں میں بیشمار صفات حمیدہ کے ثبوت اور بری باتوں اور عیوب سے مبرا ہونے پر دلالت ہے۔ اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ غالب ہے کسی کا مقابلہ اسکی مرضی کو روک نہیں سکتا اور حکیم ہے اپنی حکمت بالغہ سے دنیا میں رسولوں کو بھیجتا ہے (۲) کفار و مشرکین جو بری باتیں ذات پاک کی نسبت بناتے تھے اسپر انکی سبح للہ الخ میں بڑی حکمت بالغہ سے تنبیہ و توبیخ کی گئی مگر اسکے ساتھ ان مسلمانوں پر بھی تنبیہ کرنا مناسب ہوا کہ جو بڑھ چڑھ کر باتیں بناتے تھے اور کرتے کچھ نہ تھے کیونکہ یہ تسبیح و تقدیس کرنے والوں کی شان سے بعید ہے یعنی ایسا کرنے والے اس جماعت میں داخل ہونے کے قابل نہیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا جس طرح انکی قوم کو یقین کامل تھا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت بھی کسی ہوشمند کی نظر غائر میں مخفی نہ تھی قطع نظر آیات و معجزات کے آپ کی سیرت و صورت پاک بھی ایک اعجاز تھی اسکے سوا سب سے اخیر نبی بنی اسرائیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپکے ظاہر ہونیکی خبر دے چکے تھے اسلیئے اسکے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور نیز خاص انکا معاملہ بھی ذکر کرتا ہے کہ بنی اسرائیل نے انکے ساتھ صدہا معجزات و آیات دیکھ کر کیا سلوک کیا ہے۔ یہ دو نبی حضرت موسیٰ و عیسیٰ موجودہ دنیا کے مسلم الثبوت نبی تھے مگر انکے ساتھ ایذا اور نافرمانی کا برتاو جو انکی قوم نے کیا انکی رسالت میں کوئی نقص نہیں پیدا کرتا تو آپ کی شان میں چند منافقوں کا ایذا دہ معاملہ کیا نقص پیدا کرسکتا ہے؟ - پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے تو قضاء و قدر نے انکے دل بھی ٹیڑھے کر دیے بدکام کے کرنے سے بدی کا ملکہ اور دل میں کجی پیدا ہو جاتی ہے یہی اللہ کا ٹیڑھا کرنا ہے اور پھر ہدایت بھی نہیں ہوتی اور یہی مراد ہے اس سے کہ اللہ بدقوم کو ہدایت نہیں دیتا- یا یوں کہو ازلی بدکاروں کو جو علم الٰہی میں ہمیشہ کے لیے بدکار قرار پا چکے ہیں ہدایت نہیں ہوتی ورنہ عاصی بیشمار بدکاروں کو ہدایت ہوتی ہے اور انہیں کی ہدایت کیلئے قرآن اور نبی علیہ السلام آئے بیمار کو حکیم کی زیادہ ضرورت ہے۔ واذ قال عیسیٰ ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم اور یاد کرو جبکہ عیسیٰ مریم کے بیٹے نے بنی اسرائیل سے کہا کہ میں خدا کی طرف سے تمہارے پاس رسول و پیغام پہنچانے کو بھیجا گیا ہوں

ف: عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن میں اکثر جگہ ابن مریم کے لفظ سے یاد کیا ہے- تاکہ زمانہ موجودہ کے عیسائیوں کا وہ خیال رد ہو جاوے کہ عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں اسمیں اشارہ ہے کہ وہ اللہ کے نہیں بلکہ مریم کے بیٹے ہیں (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے باوجودیکہ شام میں اور بھی قومیں تھیں مگر خاص بنی اسرائیل یعنی یہود سے کہا کہ میں تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں اسمیں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت عیسیٰ تمام جہان کے لیئے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے بلکہ خاص بنی اسرائیل کے لیئے گویا حضرت موسیٰ کے دین کے مصلح اور کامل کرنے والے تھے- (انجیل متی باب دسواں ورس پانچواں) (۳) حضرت عیسیٰ نے یا قوم نہ کہا بلکہ یا بنی اسرائیل کہا اسکا سبب یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو بنی اسرائیل اپنا ہم قوم سمجھتے تھے برخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ انکا دنیا میں کوئی باپ نہ تھا ہاں انکی ماں مریم ضرور اسرائیل کے خاندان سے تھیں اور اولاد کا نسب باپ کی جانب منسوب ہوتا ہے نہ ماں کی طرف اسلیئے بنی اسرائیل انکو اپنی قوم سے شمار کرنے میں کلام کرتے تھے- اناجیل میں جو ابن داؤد کے لقب سے حضرت کو یاد کیا گیا ہے یہ انکے معتقدین خاص کا کام ہے (۴) عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کے ثبوت یا اظہار میں علاوہ معجزات و آیات بینات کے دو باتیں کہیں اول مصدقا لما بین یدی من التوراۃ کہ میں اپنے سے پہلی کتابوں کی یعنی توریت کی تصدیق کرتا ہوں یہی مضمون انجیل متی کے پانچویں باب سترھویں جملے میں ہے "یہ خیال مت کرو کہ توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے آیا ہوں میں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے کو آیا ہوں کیونکہ میں تمسے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان و زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا شوشہ توریت کا ہرگز نہ مٹیگا جب تک سب کچھ پورا نہو" انتہی ؎

جن لوگوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہو کر آئے تھے وہ توریت کو مانتے تھے پھر آپکا اسکی تصدیق کرکے معجزات دکھانا عمدہ تعلیم دینا ان لوگوں کے لیے صاف نبوت پر یقین لانے والا امر تھا اور کوئی وجہ سرتابی اور سرکشی کی نہ تھی مگر ازلی بدبختی مانع آئی ؎

ف: حضرت مسیح علیہ السلام تو توریت کی بابت یہ فرمائیں اور نیک کاموں پر پابند ہونیکی تاکید کریں اور پولس اور اسکے بعد لوتھر وغیرہ جو عیسائیوں کے رسول اور مجتہد اور دینی بزرگ ہیں وہ توریت اور حضرت موسیٰ کے حق میں یوں کہیں اور حلال و حرام عمل کی قید سے آزادی دیدیں- جو شریعت ہی کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں سو لعنت کے تحت ہیں۔ ۱۳ مسیح نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنتی ہوا

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ لِمَ تُؤْذُونَنِي وَقَد تَّعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ ۖ فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ

اور جبکہ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے قوم تم مجھے کس لئے ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ نے انکے دل ٹیڑھے کر دئے

وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

اور اللہ بدکار قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور جبکہ عیسیٰ مریم کے بیٹے نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں تصدیق کرتا ہوا اپنے

يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝

سامنے کی چیز توریت کی اور خوشخبری دیتا ہوا ایک رسول کی جو میرے بعد آئیگا جسکا نام احمد ہے۔ پھر جب انکے پاس بیان لیکر آیا تو کہنے لگے یہ جادو ہے کھلا۔

---

(ترکیب) واذ منصوب علی المفعولیہ باضمار اذکر۔ والجملۃ مستانفۃ مقررۃ لما قبلہا من شناعۃ ترک القتال یا قوم بیان لقولہ قال وقد تعلمون الجملۃ حال مؤکدۃ لانکار الایذاء والتقدیر ای تؤذوننی عالمین علما قطعیا انی رسول اللہ وقد لتحقیق العلم وصیغۃ المضارع للدلالۃ علی استمرارہ۔ واسند الاعراض الی فعلہم ... من الازاغۃ۔ واذ قال عیسیٰ اما معطوف علی اذ الاولی معمول لعاملہا واما معمول لمضمر معطوف علی عاملہا مصدقا حال مؤکدۃ والعامل فیہا رسول او ما دل علیہ الکلام ومبشرا حال ایضا ای ارسلت الیکم حال کونی مصدقا لما تقدمنی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی۔ اسمہ احمد الجملۃ فی موضع جر نعتا لرسول او فی موضع نصب حالا من فاعل یاتی۔

(تفسیر) پہلے بعض لافزنوں کی برائی بیان ہوئی تھی اور اللہ کی راہ میں ثابت قدم ہو کر مخالفان راہ راست کے مقابلے کا حکم تھا۔ وہ لافزن جنکو بسبب ظاہری ایمان کے مومن کے لفظ سے تعبیر کیا در اصل منافق تھے وہ علاوہ لافزنی کے پیغمبر علیہ السلام کی جناب میں اور نیز مخلصین اہل ایمان کے حق میں بدگمانی اور تمسخر بھی کیا کرتے اور ایذائیں بھی دیا کرتے تھے اسلئے اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو تسلی دیتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں موسیٰ کو بھی باوجود صدہا معجزات دیکھنے کے اسکی قوم نے ایذائیں دیں اور اس پاکباز بندے نے سہیں اسلئے فرمایا۔ واذ قال موسیٰ لقومہ یا قوم لم تؤذوننی وقد تعلمون انی رسول اللہ الیکم کہ یاد کر جبکہ موسیٰ نے اپنی قوم کی پے در پے ایذاؤں کے بعد انسے یہ کہا کہ اے قوم مجھے کس لئے ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں یوں بھی کسی ہادی اور خیرخواہ قوم کو ستانا برا ہے مگر جبکہ اس بدنصیب قوم کو یقین ہو جاوے کہ یہ اللہ کے رسول ہمارے پاس آئے ہیں تو اور بھی برا ہے۔ موسیٰ کی قوم بنی اسرائیل تھی آپ کے صدہا معجزات اس قوم نے مصر میں بھی دیکھے تھے۔ قلزم سے خشکی سے پار نکل جانا اور فرعون کا اسی رستے میں غرق ہونا اور نیز فرعون کی قید سے آزاد کرنا اور ید بیضا اور عصا اور پتھر میں سے پانی نکلنا ابر کا سایہ کرنا من وسلویٰ نازل ہونا وغیرہ سیکڑوں معجزے دیکھے تھے جنسے انکو آپ کے رسول ہونے کا یقین کامل تھا مگر جبلی شرارت اور ازلی بدبختی سے مجبور تھے پھر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طرح طرح سے ستاتے تھے کہیں بچھڑا پوجنے لگے کہیں قارح وغیرہ ایک جماعت نے موسیٰ سے ہارون کی امامت کی بابت سخت جھگڑا کیا کہیں عمالیق کے مقابلے کے وقت پھر گئے کہ ہم سے نہیں لڑا جاتا کہیں سفر کی صعوبتوں پر ناخوش ہو کر مصر کی ترکاریاں یاد کر کے موسیٰ کے حق میں سیکڑوں ناشائستہ باتیں کہنے لگے (از توریت) اسپر موسیٰ نے انسے یہ کہا کہ مجھے کس لئے ستاتے ہو؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ سے کمال درجے کی مشابہت نبوت میں تھی جیسا کہ توریت سفر استثناء کے اٹھارویں باب اور قرآن مجید کی اس آیت سے ظاہر ہے انا ارسلنا الیکم رسولا شاہدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ اسلئے اس بات میں خاص حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ یاد دلایا ورنہ اور بہت نبیوں کو انکی قوم نے ایذائیں دی ہیں کس نبی کے رستے میں قوم نے پھول بچھائے ہیں؟ بلکہ کانٹے ڈالے ہیں۔

اہل کتاب موسیٰ علیہ السلام کی پانچ کتابوں کو توریت کہتے ہیں اور پھر حضرت یوشع بن نون خلیفہ حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی تصنیف کردہ کتابوں کو ملا کر عہد عتیق اور اناجیل اربعہ اور حواریوں کی تاریخ اور ان کے خطوط کو جدید عہد نامہ کہتے ہیں اور کبھی عتیق کو کہ جسکو پرانا عہد نامہ یا اولڈ ٹسٹامنٹ بھی کہا کرتے ہیں سب کو توریت کہہ دیتے ہیں اور عہد جدید کو کہ جسکو نیا عہد نامہ یا نیو ٹسٹامنٹ بھی کہتے ہیں سب کو انجیل کہہ دیتے ہیں ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو کلام الٰہی الہام ہوا تھا اب خواہ انکو کوہ طور پر ہوا ہو یا کہیں اور مقام پر نازل ہوا ہو جسکا ذکر قرآن مجید میں ہے وہ بیشک سچا اور ہونا بھی چاہیے اور اسکے برحق ہونے میں کچھ بھی کلام کسی ایماندار کو نہیں ۔ موسیٰ علیہ السلام نے اسکو [illegible] پر لکھوایا تھا یا لکڑی کے تختوں پر اور کسی پر یا کاغذ پر اسکا دریافت کرنا مشکل بات ہے خواہ کسی چیز پر لکھوایا ہو [illegible] موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں کا [illegible] (جسکا نام البتا کا [illegible]) [illegible] کا صندوق [illegible] (سفر [illegible]) [illegible] لوگ اسکو شروع ہی سے [illegible] اور اسی پر [illegible] حضرت موسیٰ [illegible] صندوق [illegible] تورات [illegible] قولہ اور البتہ [illegible] اس شریعت کی باتوں کو کتاب میں لکھ چکا اور وہ تمام ہوئیں تو موسیٰ نے لاویوں کو جو خداوند کے عہد کے صندوق کو اٹھاتے تھے حکم فرمایا کہ اس شریعت کی کتاب کو لیکے خداوند اپنے خدا کے عہد کے صندوق کی ایک بغل میں رکھو تاکہ وہ تمہارے برخلاف گواہ رہے ۔ انتہیٰ ۔ شریعت کی کتاب یہی تھی اسکے سوا اور کوئی کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ثابت نہیں ہوتی ۔

پھر رحبعام بادشاہ یہودہ کے عہد میں ایکبار مصر کا بادشاہ سیسق بنی اسرائیل پر چڑھ آیا وہ بیت المقدس کا تمام سامان لوٹ کر لے گیا جو اسکے باپ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تیار کیا تھا اور اسی حادثے میں وہ کتاب اور صندوق بھی غارت ہوا ۔ مگر اول کتاب السلاطین کے آٹھویں باب نویں درس سے یوں ثابت ہوتا ہے کہ وہ کتاب حضرت سلیمان کے عہد سے پہلے ہی حادثوں میں جاتی رہی تھی کیونکہ اسمیں لکھا ہے کہ سلیمان نے جب وہ صندوق کھولا تو بجز دو لوحوں کے اسمیں سے اور کوئی چیز نہیں نکلی اس عہد سے لیکر یوسیاہ بادشاہ کے عہد تک جو حضرت مسیح علیہ السلام سے تخمینا چھ سو چوبیس برس پہلے تھا توریت کا کہیں پتا نہ تھا مگر اسکے عہد میں اٹھارویں سال خلقیاہ سردار کاہن نے دعویٰ کیا کہ مینے خداوند کے گھر میں توریت کی کتاب پائی ہے (۲ کتاب السلاطین باب ۲۲) اس کے بعد یوسیاہ نے تمام قوم کو جمع کر کے یہ کتاب جسمیں احکام شرعی تھے سنوائے اور اسی کا نام توریت تھا ۔

فرض کرلو کہ اس وقت تک کوئی توریت سے واقف بھی نہ تھا صرف خلقیاہ کو کسی جگہ سے ملگئی اور اسمیں کوئی کمی بھی نہوئی کوئی ورق کم ہوا نہ عبارتیں بیشیں مگر یہ بھی اسکے بعد بخت نصر کے حادثے میں دنیا سے معدوم ہو گئی جیسا کہ کتب تواریخ شاہد ہیں پھر ستر برس کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام اور دیگر انبیاء نے احکام شریعت و دستورات عبادت و بعض روایات کو اپنی یادداشت سے لکھا ۔ عام اہل کتاب اسی کو توریت کہتے ہیں کہ از سر نو اسکو لکھوایا مگر یہ نہیں ثابت ہوتا ۔ بلکہ یہی کہ وہی دستورات و روایات کو یادداشت کے موافق جمع کیا تھا

سلہ اسمیں حضرت داؤد علیہ السلام کی زبورات اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے امثال اور غزلیں بھی شامل ہیں جو استعارات و تشبیہات سے پر ہیں ۱۲ منہ

کیونکہ لکھا ہے جو کوئی (یعنی مسیح) کاٹھ پر (صلیب پر) لٹکایا گیا سو لعنتی ہے۔ ۱۴۔ پر شریعت کو ایمان سے کچھ نسبت نہیں۔ یہ حضرت پولس کے اُس خط کے فقرے ہیں جو آپ نے گلتیوں کو لکھا تھا اسکے تیسرے باب میں مذکور ہیں پھر اس خط میں جو عبرانیوں کو لکھا تھا اسکے ساتویں باب میں پولس صاحب توریت کی بابت یہ فرماتے ہیں قولہ اگلا حکم اسلیئے کہ کمزور اور بیفائدہ تھا اُٹھ گیا یعنی توریت جو کمزور اور بیفائدہ تھی اُٹھ گئی) وارڈ صاحب اپنی کتاب اغلاطنامہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء کے صفحہ ۲۳ میں مارٹن لوتھر کا قول اسکی کتابوں سے نقل کرتا ہے۔ اور مارٹن لوتھر وہ شخص ہے [illegible] کا جنون آج کل ہندوستان میں حکومت کر رہا ہے پیشوا اور مصلح دین اور مجتہد ہے مارٹن فرماتے ہیں [illegible] قولہ ہم نہ سنیں گے اور نہ دیکھیں گے موسیٰ کو اسلیئے کہ وہ صرف یہودیوں [illegible] کہتے ہیں کہ ہم موسیٰ کو قبول نہ کرینگے اور اسکی توریت کو [illegible] توریت کے دس حکموں کو عیسائیوں سے کچھ علاقہ نہیں ان [illegible] یہ باتیں بھی ہیں بت پرستی نکرو ماں باپ کی تعظیم کرو ہمسایہ کو ایذا [illegible] حلال کی قید سے آزاد ہو جاؤ حرام کاری کرو خون کرو جس [illegible] مسیح پر ایمان رکھو تمہاری نجات ویسی ہی یقینی ہے جیسا کہ [illegible] بعثت سے پہلے ہی عقیدہ ہو گیا تھا اور اسلیئے وہ بدکاریوں [illegible] ہوا کہ ان سب کے سدھارنے کے لیئے ایک زبردست رسول [illegible] اصلی کتابیں بھی نہ رہیں گے اور وہ مجھکو خدا اور خدا کا بیٹا کہنے لگیں [illegible] بات انہوں نے کے ثبوت میں بیان فرمائی۔ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد [illegible] کا نام احمد ہے البتہ ایک ایسی نبی کی پیشین گوئی نبوت مسیح علیہ السلام کی [illegible] پیشین گوئی [illegible] قبول نکیا اور ایذا رسانی پر کمر باندھکر کھڑے ہو گئے پر ضرور تھی [illegible] بھی آنے والا ہے جو تمہارے بل سیدھے کر دیگا ❁

اب ہمکو اس پیشین گوئی کی بابت بحث کرنی ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام نے جسکی بابت خبر دی ہے اسکو فارقلیط سے تعبیر کیا ہے اس سے روح القدس کا نازل ہونا مراد ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد حواریوں پر جبکہ وہ ایک مکان میں مجتمع تھے نازل ہوا تھا جس سے وہ مختلف بانیں بولنے لگے تھے۔ روح القدس کسی خاص شکل میں دکھلائی نہیں دیا تھا بلکہ انپر اسکا ایسا اثر ہو گیا تھا جیسا کہ کسیکے سر پر شیخ سدو یا کوئی جن چڑھکر بولتا ہے۔ اور یہ معاملہ تھوڑی دیر تک رہا تھا۔ اس سے مراد کوئی نبی نہیں جیسا کہ اہل اسلام سمجھتے ہیں ❁

قبل اسکے کہ میں فارقلیط کی تحقیق کروں اور اسکے ساتھ جو اور بھی الفاظ ہیں کہ جو کسی طرح روح القدس کے نازل ہونے پر دلالت نہیں کرتے اور روح القدس پر چسپاں نہیں ہو سکتے انکو بیان کروں عیسائیوں کی دینی کتابوں پر بحث کرتا ہوں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد سے ہمارے حضرت صلعم کی بعثت تک انکا کیا حال تھا؟ آیا وہ اصلی کتابیں بغیر تحریف و تبدیل کے سب کلیساؤں میں موجود تھیں ہے یا نہیں ❁

فیصلہ نہیں کر دیا ہے۔ اور سامریوں نے اپنی توریت میں عیبال پہاڑ کی جگہ جرزین بنالیا اور ہر ایک دعویٰ کرتا تھا کہ توریت میں ہمارے موافق ہے۔ سامری کہتے تھے کہ جرزین پہاڑ پر حکم ہوا تھا اصلی ہیکل ہماری ہے۔ اور یہود کہتے تھے نہیں بلکہ عیبال پہاڑ پر بنانے کا حکم ہوا تھا اصلی ہیکل ہماری ہے پھر حضرت مسیح علیہ السلام نے جبکہ ایک سامری عورت نے آپ سے اسکا فیصلہ پوچھا۔ یوحنا ۴۔ باب ۱۹ و ۲۵ تو اسکا بھی کوئی فیصلہ نہ کیا اور دونوں میں سے کسی ایک کو بھی جھوٹا یا سچا نہ بتایا۔ اور ممکن ہے کہ توریت کی تحریف اور اصلی حال بھی کھول دیا ہو مگر لکھنے والوں نے نہ لکھا ہو کیونکہ آپ کی بہت سی باتیں نہیں لکھی گئیں جیسا کہ انجیل یوحنا کے ۲۰۔ باب ۳۰۔ درس اور ۲۱۔ باب ۲۵۔ درس میں تصریح ہے ۔

اور جبکہ حال کے روشن دماغ توریت کے طرز کلام کو دیکھ کر فوراً یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بہت ... تاریخ کے طور پر کسی نے جمع کی ہے۔ چنانچہ لندن میں ایک بشپ پادری نے توریت کی بابت اپنی یہی رائے ظاہر کی جس پر وہ اس عہدہ سے معزول کیا گیا پھر اسکا اپیل اسنے کیا ... پھر کیا حضرت مسیح علیہ السلام کو معلوم نہ ہوا ہوگا خصوصاً جبکہ یہود کی بددیانتداری اور تحریف ... اور ... انکو صدہا باتوں سے یقین کامل ہو گیا تھا اور عیبال اور جرزین کے مقدمہ میں ایک گروہ ... پر تحریف کا الزام لگا رہا تھا ۔

طیطس کے بعد روم کے بت پرستوں کی طرف سے جو سخت سخت حادثے اہل کتاب پر پڑے وہ ایسے تھے کہ ان میں جان بچانا ... پھر ایسی کتاب کہ جسکے متعدد نسخے نہوں اور سامان کتابت میسر نہ آنے کے سبب تخمینوں یا موٹے بدنما کاغذوں پر لکھی ہوئی ... کئی اونٹوں پر لادی جاوے کیونکر بچ سکتی تھی ؟ ۔ اور جو بچی بھی تو یہ کیونکر یقین ہو سکتا ہے کہ اسمیں سے کوئی جزو یا ورق یا حصہ کم نہیں ہوا ۔

اب ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ تھا تو یہ کتابیں جو اہل کتاب کے پاس بالفعل موجود ہیں اور موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے بھی استشہاد کی طرف منسوب ہیں وہ کہاں سے آگئیں ؟ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد تک بھی اہل کتاب پاس تھیں جنکا قرآن میں متعدد جگہ اور آنحضرت علیہ السلام کے طور پر کیا ہے ؟ ۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جس طرح علماء اہل کتاب پچھلے دنوں میں جہاں توریت کا دنیا سے مفقود ہو جانا یقیناً ثابت ہوتا ہے یادداشت کے طور پر بنام نہاد ان اصلی کتابوں کے جمع کر لیتے رہے اسی طرح ان حوادث کے بعد کسی نے اصل توریت کے مطالب جو پچھلے نسخوں میں جمع تھے اور مسائل شریعت اور حکایات و روایات کو اپنی یادداشت سے اور کسی سے سن سنا کر یا کوئی شکستہ و برباد شدہ پہلے نسخوں کا حصہ بہم پہنچا کر جمع کیا اور اسکا نام توریت و زبور وغیرہ رکھا۔ یہ دستور اہل کتاب میں نیا نہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد خلقیاہ سردار کاہن نے کیا جبکہ دنیا میں کوئی بھی توریت کا واقف کار نہ رہا تھا اسکے بعد بابل کی اسیری کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام وغیرہ انبیاء نے ملکر کیا اسکے تلف ہو جانے کے بعد شمعون صادق نے کیا جب انٹیوکس کے عہد میں یہ بھی جاتا رہا تو مقابیین کا جمع کردہ ذخیرہ طیطس کے عہد میں جاتا رہا تو پھر اور کسی نے جمع کر لیا ہوگا ۔

توریت موجودہ میں اور اسی طرح زبور وغیرہ دیگر صحف انبیاء علیہم السلام میں اصل توریت وغیرہ کے الہامی مطالب بھی ہیں اور دیگر رطب و یابس روایات و حکایات بھی ہیں اسلئے جہانتک یہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے موافق ہیں ٹھیک ہیں ورنہ غلط یا منسوخ۔ چنانچہ نور الانوار وغیرہ کتب اصول فقہ میں علمائے اسلام نے اسکی تصریح کر دی ہے اور صحیح بخاری کی ایک حدیث بھی یہی کہہ رہی ہے

مگر اسکے بعد انٹیوکس ابی فلنس سریا کے بادشاہ نے سن عیسوی سے ایک سو ستر برس آگے یروسلم پر کئی بار چڑھائی کی ایک بار اسنے چالیس ہزار یہودیوں کو قتل کیا اور تمام کتابوں کو تلاش کر کے جلا دیا اور بیت المقدس کو مسمار کر کے اسکی جگہ بتخانہ بنا دیا اور کئی کروڑ کا قیمتی اسباب لے گیا۔ مقابیس کی پہلی کتاب کے اول باب میں ہے کہ انٹیوکس نے یروسلم کو فتح کر کے عہد عتیق کی کتابوں کے جتنے نسخے اسے ملے پھاڑ کر جلا دیے اور حکم دیا کہ جسکے پاس کوئی کتاب عہد عتیق کی نکلیگی یا وہ شریعت کے رسم بجالائیگا مارا جاویگا اور ہر مہینے میں یہ تحقیقات ہوتی تھی۔ انتہی ؁

اس حادثے میں حضرت عزیر علیہ السلام وغیرہ انبیاء کی تصانیف یا انکے بعد جو شمعون صادق نے تخمیناً دو سو بانوے برس قبل مسیح علیہ السلام کے آگے یادداشت کے طور پر یا توریت کی سنی سنائی باتیں لکھیں اور اسی کو یہود توریت سمجھتے تھے وہ بھی سب کچھ اس حادثے میں تلف ہو گیا اور یہود بالکل دینی کتابوں اور احکام شریعت سے بے بہرہ ہو گئے پھر عہد عتیق پر تعمیر احادیث تھا جو بہت زبانی یاد تھا اسکے بعد یہوداہ مقابیس نے سن عیسوی سے تخمیناً ایک سو پینسٹھ برس آگے پھر بیت المقدس کی تعمیر شروع کی اور حضرت عزیر علیہ السلام کی طرح یادداشت پر عہد عتیق کی نقل جمع کی پھر یہی نسخہ بنی اسرائیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد تک بلکہ انکے بعد تک توریت اور کتب انبیاء سمجھا جاتا تھا اور یہ صرف ایک ہی نسخہ تھا جو بیت المقدس میں دھرا رہتا تھا مگر ستر عیسوی میں روم کا شہزادہ یہودیوں کی سرکشی اور بد عہدی کی وجہ سے بڑے طیش میں آکر شہر یروسلم پر چڑھ آیا اور محاصرہ کے بعد شہر کو غارت کیا اور بیت المقدس کو بالکل مسمار کر دیا اور گیارہ لاکھ یہودیوں کو قتل کیا اور بہت کو غلام بنایا اور کتابوں اور بیش بہا اسباب اور بیت المقدس میں آگ لگا دی جسکا شعلہ آسمان تک بھڑک اٹھا اور اس نسخے کو اپنے ساتھ روم میں لے گیا جیسا کہ بعض اہل کتاب کا خیال ہے (مفتاح الکتاب رومن صفحہ ۱۲۰ مطبوعہ مرزاپور ۱۸۵۶؁ء) پھر جب توریت کا یہ حال ہوا تو اور کتب انبیاء علیہم السلام زبور وغیرہ کیونکر ان حوادث میں بچ رہے ہونگے ؟ ؁

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا توریت کی تصدیق کرنا اور وعظ فرمانا اور اسی طرح حواریوں کا اس سے سند لینا اکثر تواریخ سے ثابت ہے پھر جب اصل توریت دنیا میں موجود نہ تھی تو یہ کیونکر ہوا ہی ؟ ۔ اسکا جواب یہ ہے کہ کسی تاریخ اور قوی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور انکے حواری کرام نے یہ شہادت دی ہو کہ یہ وہی توریت اور صحف انبیاء علیہم السلام ہیں اور ان میں کسی جگہ تحریف و تبدیل نہیں ہوئی نہ کمی زیادتی اور یہ ہرگز ہرگز وہ حضرات نہیں کہہ سکتے تھے کیونکہ کیا حضرت عیسٰی مسیح علیہ السلام کو بھی نہیں معلوم تھا کہ موسیٰ کا جنگنامہ اور یاہو غیبین کی کتاب اور اسی طرح اور کتابیں جنکی تعداد پندرہ ہیں کے درمیان ہی مفقود ہو گئیں اور کیا آپ کو اتنی بھی خبر نہ تھی کہ کتاب استثنا کا اخیر باب اور کتاب یشوع کا اخیر باب و دیگر مقامات کہ جنمیں ان چیزوں کا ذکر ہے کہ جو حضرت موسیٰ و یوشع علیہما السلام کے سیکڑوں برس بعد پیدا ہوئیں ہرگز ہرگز موسیٰ و یوشع کا کلام نہیں بلکہ بعد میں کسی اور نے ملا دیا اور اس ملانے والے نے حاشیہ و تفسیر کا بھی کوئی امتیاز نہیں رکھا اور نہ اپنا نام ظاہر کیا یوں خوش اعتقادی سے چاہو حضرت عزیر علیہ السلام کا نام لے لو یہ اور بات ہے اسی طرح زبور وغیرہ دیگر صحف انبیاء کے مصنفین میں آج تک علمائے اہل کتاب کو اختلاف ہے پھر کیوں انکی بابت حضرت مسیح علیہ السلام

کی طرف مائل ہوئے سو وہ دوسری انجیل تو نہیں مگر بعض ہیں جو تمکو گھبراتے ہیں اور مسیح کی انجیل اُلٹ دینا چاہتے ہیں لیکن اگر ہم یا کوئی آسمان کا فرشتہ سوائے اس انجیل کے جو ہمنے سنائی دوسری انجیل تمہیں سُناوے سو ملعون ہو انتہیٰ ؁

یہ لوگ کہ جنسے پولس خطاب کر رہا ہے دوسرے عیسائی واعظوں کے تابع ہو کر بدعات کی طرف متوجہ ہوئے تھے جنکو پولس انجیل حضرت عیسیٰ کی پیروی پر آمادہ کرتا ہے اس عہد میں ان چاروں اناجیل کا جو اب انجیل متی و انجیل مرقس و انجیل لوقا و انجیل یوحنا کے نام سے نامزد ہیں وجود بھی نہیں تھا کسلیئے کہ یہ انجیلیں اس خط لکھنے کے بعد لکھی گئیں جیسا کہ تواریخ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے پھر بتلاؤ کہ وہ کونسی انجیل اس وقت پولس کے پاس تھی جسکو وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی انجیل کہتا اور اسکی پابندی پر مامور کرتا ہے؟ معلوم ہوا کہ وہی انجیل کہ جس کا ہمنے ذکر کیا۔ اور اسی طرح انجیل مرقس کے ۱۶ باب ۱۵۔ ورس میں بھی اس انجیل کا ذکر ہے قولہ اور اسنے کہا کہ تم تمام دنیا میں جاکے ہر ایک مخلوق کے سامنے انجیل کی منادی کرو ؁

اور یہ بھی تعجب کی بات ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس حیثیت سے کہ سفر میں توریت لکھیں حضرت یوشع کو اس لڑائی کے وقت کتاب میں لکھنے کی فرصت ملے۔ اسی طرح اور اور انبیاء علیہم السلام کے صحیفے انکے روبرو لکھے جاویں مگر حضرت مسیح علیہ السلام کو نہ فرصت ملے نہ وہ حکم الٰہی سے اس ضروری کام پر مامور ہوں؟ پھر اگر انجیل چند بشارات و تعلیم ہی کا نام تھا اور اس نام کی کوئی کتاب نہ تھی تو حواریوں کو اپنی کتاب کا نام انجیل پر رکھنا کسلیئے بنا دیا اور اسکی انکو کیا ضرورت ہوئی اور کسلیئے اس بات کی طرف انکا دل للچایا۔ اور انکے بعد پھر سیکڑوں انجیلیں پیدا ہو گئیں؟ ؁

ضرور ایک کتاب اس نام کی تھی جو خاص حواریوں کے پاس رہتی تھی جسپر انھوں نے بھی اپنی اپنی کتابوں کے نام تبرکاً اور اعتبار جمانے کیلیئے انجیل رکھے اور بعد تک یہ دستور جاری رہا۔ مگر پولس کے عہد کے بعد سے خصوصاً جبکہ یہ چاروں انجیلیں مشہور ہوئیں اس اصل انجیل کا نام و نشان بھی سننے میں آیا اسکے مفقود ہونیکا زمانہ ان بے انتہا مصائب کا زمانہ ہے جو اول ہی صدی میں عیسائیوں پر پڑیں اور سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دشمنانِ دین مسیحی نے حواریوں سے وہ نسخہ چھین کر تلف کر دیا اسکے بعد حواریوں نے یادداشت کے طور اسکے مضامین اور حضرت مسیح علیہ السلام کے تاریخی واقعات کو لیکے جمع کر کے اسکا نام انجیل رکھا اور کچھ عجب نہیں کہ ہر ایک نے اپنی انجیل مروج کرنے کے لیئے اس تسلی سے کہ اسکے مضامین بھی تو اسمیں ہیں اصل نسخے کو طاق نسیان میں ڈال دیا ہو شدہ شدہ مفقود ہو گیا ہر چہ باشد مگر ضرور حضرت مسیح کی عبرانی زبان میں ایک کتاب انجیل تھی جو سیکڑوں برسوں سے مفقود ہے بلکہ دوسری صدی عیسوی سے اسکا پتا نہیں حفظ کا رواج نہ تھا قلمی نسخوں کی قلت تھی اسپر ہر ایک کو اپنے اپنے پیر و مرشد کی انجیل پر تکیہ تھا کہ بس یہی تو وہ ہے بلکہ مع شئی زائد اسلیئے اسکے مفقود ہو جانیکی پروا نہ کی۔ اہل اسلام کے سے انکے نہ طبائع تھے نہ حافظے کہ خدا کے کلام کو جدا محفوظ رکھتے اور پیغمبر کی احادیث و تاریخ کو جدا۔ نہ خدا کو یہ منظور تھا نہ آپکی حفاظت کے اسباب پیدا کیئے جس مصلحت سے اسنے اگلے انبیاء علیہم السلام کے صحیفوں کو مفقود ہونے دیا آسنے والے خاتم المرسلین علیہ السلام کی کارگزاری کی وجہ سے اسکے بھی مفقود ہونے کو روا رکھا۔ تلک حکمۃ بالغۃ ؁

اب جنکو عیسائی انجیل کہتے ہیں میں کسی قدر انھیں کا حال بیان کرتا ہوں وھو ہذا۔ انجیل متی۔ انجیل لوقا۔ انجیل مرقس۔ انجیل یوحنا۔

---

سلہ ہارن مفسر اپنی کتاب کی چوتھی جلد میں کہتا ہے کہ قدیم علماء کا قول ہے کہ متی اور مرقس اور لوقا کے پاس عبرانی میں ایک صحیفہ تھا جسمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات تھے اور انھوں نے اس سے نقل کیا۔ متی نے بہت لوقا اور مرقس نے تھوڑا۔ انتہی۔ فاضل نورٹن نے اپنی کتاب علم الاسناد مطبوعہ شہر بوسٹن ۱۸۳۷ء کے دیباچہ جلد اول میں ایکہارن کا قول نقل کیا ہے کہ ابتداے ملت مسیحی میں ایک کتاب تھی جائز ہے کہ یہ وہی اصل انجیل ہو ؁
فرقہ ابیونی کے پاس عبرانی کی ایک انجیل تھی جسکو وہ بارہ حواریوں کی انجیل کہتے تھے۔ یہ ساری باتیں ہمارے خیال کی مؤید ہیں ۱۲ منہ

لاتصدقوا اہل الکتاب ولا تکذبوہم الحدیث کہ انکی تصدیق کرو نہ تکذیب وہاں ہے جہاں کتاب وسنت ساکت ہو اور چونکہ اس مجموعے میں اصل تورات کا خصوصًا احکام شریعت میں ایک بڑا حصہ تھا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود کو احکام شرعیہ کی مخالفت پر الزام دینے کے لیے انکے زعم کے موافق اسکو استشہاد میں لانا اسکا حوالہ دینا یا اسکی تعظیم کرنا اس بات کی شہادت نہیں ہو سکتی کہ ان بزرگوار دل نے بلا کم وکاست اس کتاب کو اصلی اور غیر محرف مان لیا ہے یا کسی مورخ کا انکے حوالے دینے سے بھی اس بات کی شہادت نہیں ہو سکتی لاتصدقوا کا فقرہ جو خاتم المرسلین ؑ کے منہ مبارک کا نکلا ہوا ہے اور اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کا یہود کے حق میں یہ فرمانا **قولہ** [illegible] حکم کو باطل کیا انتہی۔ انجیل متی ۱۵۔ باب ۶۔ ورس اس بات کی طرف صاف صاف اشارہ کر رہا ہے اور خود مسیح علیہ السلام کا یہ قول [illegible] نہیں آیا بلکہ پورا کرنے آیا ہوں اس بات کی شہادت نہیں کہ وہ موجودہ کتاب کو اصلی اور غیر محرف کہہ رہے ہیں [illegible] ترک کر دیا تھا خواہ وہ احکام کسی کتاب میں کیسے ہی درج کیے ہوں یا سینہ بسینہ چلے آتے ہوں ؏

اسکے سوا عیسائیوں کے قدیم محققین بوقت مباحثہ یہود پر بھی الزام قائم کرتے تھے کہ [illegible] کتاب مقدس [illegible] نکال ڈالیں چنانچہ جسٹن نے جو عیسائیوں کا بڑا عالم تھا طریفون سے جو ایک یہودی عالم تھا مباحثہ کے وقت یہ کہا اس بات کو یوسیبی بلیس مؤرخ اپنی کتاب چہارم کے ۱۸۔ باب میں لکھتا ہے۔ اور علاوہ اسکے صدہا مقامات میں اختلاف اور غلط ہونا جسکی تفصیل علماء اسلام نے کتب مناظرات میں کی ہے اس بات کی صاف دلیل ہے کہ یہ وہ توریت نہیں اگر اسمیں اصلی حصہ بھی ہے تو اسکے ساتھ لوگوں کا کلام بھی اس طرح مخلوط ہو گیا ہے کہ امتیاز کرنا مشکل ہے ؏

پھر اسکے بعد بھی جو کچھ تبدیل وتغیر اہل کتاب کی غفلت یا بددیانتی سے اس میں واقع ہوئی وہ اس کتاب مذکور کو قابل اعتبار نہیں رہنے دیتی اور اس بات کا ذکر ابھی کسی قدر آتا ہے اسی لیے سیکڑوں محققین یورپ نے اور دیگر مؤرخین نے اقرار کر لیا ہے کہ اصلی توریت جاتی رہی ؏

## انجیل شریف

اسکا حال تو توریت مقدس سے بھی زیادہ افسوس ناک ہے۔ اسمیں کوئی شبہ بھی اہل اسلام کو نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کی تھی کما قال وآتیناہ الانجیل کہ ہمنے عیسیٰ کو (نہ کسی اور کو) انجیل عطا کی۔ انجیل کے حضرت مسیح علیہ السلام کو [illegible] قوت الہام وبشارات دیا جانا مراد لینا ایک بیکار توجیہ اور سست تاویل ہے۔ اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کتاب کتنی بڑی تھی اور کس طرح اور کس وقت لکھی گئی تھی؟ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی موجودگی میں کسکے پاس رہا کرتی تھی؟ مگر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے الہامات کو جمع کرایا تھا اور یہی وہ کتاب مقدس انجیل تھی جسپر اہل اسلام کو ایمان لانا ضرور ہے ؏

نصاریٰ اس بات کو نہیں مانتے وہ کہتے ہیں مسیح علیہ السلام پر کوئی خاص کتاب نازل نہیں ہوئی تھی نہ آپنے اپنے اہتمام سے ان الہامات کو جمع کرایا تھا جسکے گم کر دینے کا الزام ہمپر لگایا جاتا ہے بلکہ الہامات کو حواریوں نے انکے بعد جمع کیا حواریوں کی جمع کردہ کتابیں یہ انجیل ہیں ؏

مگر پولس کے خطوط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں حضرت کی کوئی کتاب تھی پولس اس خط میں جو گلتیوں کو لکھا ہے اسکے اول باب کے چھٹے جملے سے آگے کہتا ہے **قولہ** میں تعجب کرتا ہوں کہ تم اتنی جلدی اس سے جسنے تمہیں مسیح کے فضل میں بلا دیا پھر کے دوسری انجیل

پادری اسکاٹ دیباچہ تفسیر رومن صفحہ ۲۳۹-۲۴۰ میں کہتا ہے۔ ٹھیک معلوم نہیں کہ کس وقت یہ صحیفہ لکھا گیا مگر گمان غالب ہے کہ اسکی تصنیف ۵۶ء اور ۶۲ء کے درمیان ہوئی اور بالاتفاق شہر روم میں اسنے یہ کتاب تصنیف کی ہے۔ اور رومیوں کے لئے لکھی تو لاٹین یعنی رومی زبان میں لکھی گئی کسلیئے کہ رومی لوگوں کی زبان لاٹین ہے مگر اس اصل نسخے کا ابتک پتا نہیں ہاں اسکا ترجمہ یونانی موجود ہے ❊

اب اول تو مرقس کی نبوت ثابت نہیں پھر الہام تو درکنار۔ دوم پطرس اور پولس اسکے راوی ہیں۔ لیکن وہ اپنے شیوخ کا ذکر تک بھی نہیں کرتا اور یہ بات پوری شبہ پیدا کرنیوالی ہے سوم اصل کتاب مفقود ہے ترجمے میں کلام ہے ❊

## انجیل لوقا

یہ بھی حضرت عیسی علیہ السلام کے حواریوں میں سے نہیں بلکہ پولس کا شاگرد ہے نہ اس شخص کا پورا حال دریافت ہوا کہ کہاں کا باشندہ تھا اور کس کے ہاتھ پر دین میں داخل ہوا اور اسکی اصلی زبان کیا تھی اور یہ انجیل اسنے کب لکھی اور کس زبان میں لکھی اور جبکہ متی اور مرقس کی انجیل تصنیف ہو چکی تھی تو پھر اسکو انھیں باتوں کے قلمبند کرنے کی کیا ضرورت پڑی تھی کیا وہ اسکے نزدیک پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی تھیں اسکا سن تالیف بھی قیاسی طور پر ۶۴ء بیان ہوا ہے ❊

یہ کہیں نہیں کہتا کہ میں رسول ہوں اور میں جو کچھ لکھتا ہوں الہام سے لکھتا ہوں۔ اسکی وابت بھی مقطوع ہے کیونکہ یہ اپنے شیوخ کا ذکر تک بھی نہیں کرتا ❊

## انجیل یوحنا

یہ یوحنا حواری کی طرف منسوب ہے اسکی تالیف کا زمانہ بھی تخمینی ہے یعنی تخمیناً سوئیں عیسوی میں یعنی عروج مسیح سے ستر برس بعد۔ گو یہ بھی الہام اور رسول ہونے کا مدعی نہیں اسکے طرز بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ مبالغہ بھی اسکے کلام میں ہے چنانچہ اسی انجیل کے ۲۱۔ باب ۲۵۔ ورس میں یہ ہے کہ مسیح کے حالات میں کتابیں جو لکھیں جاتیں تو دنیا میں نہ سماتیں۔ ہرگز یہ صحیح نہیں کسلیئے کہ اگر کوئی حضرت مسیح کا روزانہ تولد سے آخر تک روزنامچہ بھی لکھتا اور فرض کرلو کہ ایک دن کے حالات ایک کتاب میں درج ہوتے تو بھی وہ سب کتابیں یروسلم میں سما سکتی تھیں دنیا تو بڑی وسیع ہے اور ایک عجیب بات یہ ہے کہ دوسری صدی میں لوگوں نے انجیل یوحنا کی بابت کلام کیا کہ یہ انکی تصنیف نہیں اس وقت آرنیوس موجود تھا اور یہ پولی کارپ کا شاگرد تھا اور پولی کارپ یوحنا حواری کا۔ مگر آرنیوس نے اپنے دادا استاد کی کتاب پر شہادت نہ دی معلوم ہوا کہ اسکو بھی شک تھا یا اسکے استاد نے ذکر بھی نہیں کیا تھا ورنہ ایسے موقع پر سکوت کرنا کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ اسکے سوا کاتلک ہرلڈ کی چوتھی جلد مطبوعہ ۱۸۴۴ء صفحہ ۲۰۵۔ میں یہ ہے۔ استادلن نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ انجیل یوحنا مدرسہ اسکندریہ کے کسی طالب العلم کی تصنیف ہے اسمیں کوئی بھی شبہ نہیں اور اسی طرح محقق برٹشنیڈر کہتا ہے کہ یوحنا کی تصنیف سے نہ یہ انجیل ہے نہ اور رسائل بلکہ دوسری صدی عیسوی میں کسی اور شخص نے تصنیف کرکے انکے نام سے مشہور کردیئے کہ لوگوں میں اعتبار ہو ❊

جب ان چاروں انجیلوں کی یہ کیفیت ہے تو اور کتابوں کا کیا ذکر ہے۔ پولس کے خطوط اور بعض دیگر رسائل جواب عہد عتیق میں شامل ہیں مدتوں عیسائیوں میں غیر معتبر مانے گئے ❊

---

لہ گو بعض پادریوں نے انکا کیہ لکھا مارا ۱۲ منہ

حواریوں کے اعمال یعنی تاریخ پولس کے خطوط یعقوب کا خط وغیرہ۔ ان اناجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات اقوال و افعال مندرج ہیں طرز تحریر کہہ رہا ہے آنکھوں دیکھے یا سنے سنائے حالات لکھتے ہیں نہ الہام کا دعویٰ ہے نہ الہامی طور ہے نہ الہام کی حاجت۔ ان کتابوں میں واقعات کی نسبت کمی زیادتی بھی ہے اور مخالفت بھی پائی جاتی ہے۔

ان کتابوں کو عیسائی منزل من اللہ جانتے ہیں مگر لطف یہ ہے کہ نہ انکے مصنفوں کی نبوت ثابت ہے نہ کوئی معجزہ انسے سرزد ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اس سے بھی بڑھکر تعجب ہے کہ لوقا اور مرقس حواری نہیں اور متی اور یوحنا جو حواری ہیں تو حواریوں میں بڑے رتبے کے نہیں انسے بڑے بڑے مقرب حواری شمعون پطرس وغیرہ تھے انکی کوئی انجیل نہیں۔

ان کتابوں کے سوا تخمیناً ایک سو تیس اور کتابیں ہیں کہ جنمیں عیسائیوں کے ہاں اختلاف ہے پاپوں کو اختلاف تھا قدماء نے انمیں بعض کو الہامی بعض کو غیر الہامی مانا اور متاخرین نے اسمیں خلاف کیا اور بعض کتابوں کو الہامی تو نہیں مگر جس طرح اہل اسلام حدیث کی کتابوں کو مانتے ہیں وہ بھی انکو اسی مرتبے میں سمجھتے ہیں انھیں میں سے برنباس حواری کی انجیل ہے۔

متی نے انجیل عبرانی زبان میں لکھی تھی لارڈنر نے اپنی کتاب مطبوعہ ۱۸۲۷ء بمقام لنڈن کے صفحہ ۴۷۵ جلد دوم میں آرجن کے تین قول نقل کیے ہیں جنسے ثابت ہوتا ہے کہ اسکی انجیل عبرانی میں تھی اور اسی طرح یوسی بیس اور جروم وغیرہ عیسائیوں کے بڑے بڑے عالم اسکے قائل ہیں اور ہارن مفسر نے اپنی تفسیر جلد چہارم میں انکے اقوال نقل کیے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اسکی تصنیف ۳۷ یا ۳۸ء میں ملک یہودیہ میں ہوئی۔ اور ۶۱ء میں پھر اسکا عبرانی سے یونانی زبان میں ترجمہ ہوا اگر تحقیق یہی ہے کہ متی نے نہیں بلکہ کسی اور شخص نے ترجمہ کیا۔ پادری فانڈر احقاق الحق(?) دینی مباحثہ مطبوعہ سکندرہ اکبرآباد ۱۸۵۴ء کے صفحہ ۷۲ میں کہتا ہے کہ یا حواریوں کے کسی مرید نے اسکا ترجمہ یونانی میں کیا ہے۔ انتہیٰ

اصل عبرانی انجیل متی کا اب کیا صدیوں سے دنیا میں نشان نہیں کسی کلیسا میں نہیں اور اسکے مفقود ہونے پر تمام عیسائی متفق ہیں اب اسکے مفقود ہونے کی جو وجہ خیال میں آوے وہی اصل انجیل کی سمجھ لینی چاہیے۔ اب رہا ترجمہ یونانی اول تو مترجم کا حال یقینی طور پر معلوم نہیں کہ وہ کس لیاقت اور کس دیانت کا آدمی تھا؟ پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ در اصل یہ اس کتاب عبرانی کا ترجمہ ہے یا اور کتاب کا ہے؟۔ اور پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ ترجمہ صحیح ہے یا غلط اور غلط ہے تو کس قدر ہے کیونکہ یہ باتیں اصل سے مطابق کیے بغیر معلوم ہو نہیں سکتیں اور اصل کا دنیا میں نشان بھی باقی نہیں اور اس انجیل یونانی کے اول اور دوسرے باب کو عیسائیوں کے محقق ڈاکٹر ولیمس وغیرہ اور نیز عیسائیوں کا ایک فرقہ جسکو یونی ٹیرن کہتے ہیں الحاقی اور جعلی کہتے ہیں۔ اور خصوصاً باب اول میں جو نسب نامہ مسیح علیہ السلام کا ہے اس میں تو ایسی فاحش غلطیاں ہیں جنکی بابت مفسرین انجیل کو کوئی جواب بھی بن نہیں پڑتا مگر اور عیسائی اسکو بھی الہامی مانتے ہیں۔ پھر فارقلیط کی بشارت میں الحاق ہونا کون بڑی بات ہے؟۔

## انجیل مرقس

مرقس کا اب تک صحیح حال بھی عیسائیوں کو معلوم نہیں کہ وہ کس ملک میں پیدا ہوا اور کس برس میں عیسائی ہوا صرف اتنی بات کہتے ہیں کہ وہ پطرس حواری کا شاگرد ہے اور اسنے پطرس وغیرہ لوگوں سے سنکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات لکھے اور اس کتاب کے سن تالیف بھی بخوبی معلوم نہیں

---

ف پادری اسکاٹ اپنی تفسیر دوم میں انجیل متی جو عبرانی میں تھی اسکا زمانہ تصنیف ۳۱ء بتاتا ہے ۱۲ منہ

اور اسی لیئے عیسائی مذہب کے بہت سے فرقے ہوگئے اور انکا اصل اسباب قدیمہ میں بھی اختلاف ہے مانی کا فرقہ اور یونی ٹیرن و غیرہ ان کتابوں کو نہیں مانتے جنکو اور عیسائی مانتے ہیں اسی طرح رومن کاتلک اور پراٹسٹنٹ فرقے میں اختلاف ہے اور بہت سے محققین یورپ کہتے ہیں کہ صرف ظنی اور قیاسی طور پر یہ کتابیں حواریوں اور انکے شاگردوں کی طرف منسوب کی جاتی ہیں ورنہ ثبوت یقینی کچھ بھی نہیں ۔

اس بیان کی شہادت نسخوں کے اختلاف سے بھی ہوسکتی ہے وارڈ اپنی کتاب اغلاط میں کہتا ہے کہ ڈاکٹر مل نے جو جدید عہد کے نسخے ملائے تو تیس ہزار اختلاف پائے ۔ اور ڈاکٹر گریسباخ نے خواور زیادہ نسخوں کا مقابلہ کیا یعنی ۳۵۵ [illegible] کا تو ڈیڑھ لاکھ اختلاف انکے اگر اور زیادہ نسخوں کا مقابلہ کیا جاتا تو اور بھی اختلافات نکلتے ۔ صرف انجیل کے اختلافات [illegible] پادری فنڈر نے بھی تسلیم کرلیا ہے (اختتام مباحثہ دینی مطبوعہ اکبرآباد) ہم پادری [illegible] کی عبارت نقل کرتے [illegible] قولہ "اکثر لوگ قائل ہیں کہ بعض حروف و الفاظ میں تحریف وقوع میں آئی اور بعض [illegible] الحاق کا شبہ ہے تو بھی انجیل نہیں تحریف کہتے ہیں اس لحاظ سے کہ اس کا مضمون اور مطلب نہیں بدلا [illegible] صاحب کا قول اپنے [illegible] کے دیباچہ جلد اول صفحہ ۲۶۲ میں نقل کرتے ہیں کہ جس [illegible] مصلحوں سے کیا [illegible] قصور [illegible] ہیں اور انکی اصلاح میں [illegible] الہام [illegible] نکتہ چینوں کی محنتوں سے وہ کتابیں اتنی غلطیوں کا انبار ہیں اور اسی طرح [illegible]

پادری صاحب کو اتنا [illegible] کتابوں [illegible] کہ نام معلوم ہوتے ہیں وہ اپنی کتاب کی [illegible] کہیں مگر لطف یہ ہے کہ پادری فنڈر صاحب بھی صفحہ ۱۳ میں [illegible] تاریخ [illegible] غلطی کتابت [illegible] ہیں اور ہر حال ہم تمام نقل سے نہیں کہہ سکتے کہ صحیح کون ہے صفحہ ۱۲۱۔ یوحنا کے ۵ باب کی [illegible] آیت اور یوحنا کے ۵۔ باب کی پہلی سے ۱۱۔ آیت تک کو اکثر مصحح مشتبہ جانتے ہیں انکے سوا صرف [illegible] ہیں جنکی صحت پر شبہ ہے یعنی یوحنا کے ۵ باب کی ۴ آیت اور اعمال کے ۸ باب کی ۳۷۔ آیت۔ انتہیٰ۔ کیا اب بھی پادری صاحب کو انجیل کی تبدیل و تحریف میں کوئی شبہ ہے اور عجیب یہ ہے کہ ان مشکوک اور الحاقی آیات کو ابتک انجیل میں لکھ رکھا ہے ۔

خیر یہ تو جو کچھ تھا سو تھا اسکے بعد جب پوپوں کا دور دورا ہوا اور بت پرستی اور جہالت کی گھٹا عیسائیوں پر چھائی اور سنہ عیسوی کے قریب شمال کی جانب سے بت پرست اور وحشی اور ظالم و جاہل قوموں نے قیصروں پر حملہ کیا اور جہاں انکا غلبہ ہوا انھوں نے مدرسوں اور کتب خانوں اور علم اور دین کی کتابوں کو جلا کر نیست و نابود کردیا۔ اس پُر آشوب حادثے سے شب تاریک سے زیادہ تاریکی عیسائیوں پر زمانۂ دراز تک چھائی رہی ۔ اور اسی زمانے آفتاب ہدایت مکے سے جلوہ گر ہوا ۔

اس حادثے کے بعد جب حواس درست ہوئے تو پھر کتابوں اور علم کی درستی کی طرف التفات ہوا۔ اب خود غرضوں کو اور بھی تحریف تبدیل کا موقع ہاتھ آیا۔ دیدہ و دانستہ کتاب میں کم زیادہ کرنا اہل کتاب کا قدیم دستور ہے بلکہ اپنے اغراض کے مخالف کتابوں کا جلا دینا بھی انکا پیشہ قدیم ہے۔

## تحریف

نے جو بعد میں ان کتابوں میں ہوئی اور بھی اعتبار کھو دیا اور عیسائیوں کے مقدس لوگوں میں خاص پہلی ہی صدی سے اس بات پر جھوٹ بولکر بھی دین کی کوشش
کرنا امر محمود ہے جیسا کہ پولوس کہتا ہے اور بھی کتب مقدسہ کی بے اعتباری کر دی اور جبکہ یہ طوفان بے تمیزی موجزن تھا کہ آپ تصنیف کرنا اور رواج دینے کیلئے کسی مشہور
و معتبر آدمی کے نام سے منسوب کردینا جیسا کہ یونانیوں کا قدیم شیوہ تھا ان عیسائیوں کا بھی انھیں یونانی نسلوں کی جماعت میں داخل ہوجانے سے بائیں ہاتھ کا
کرتب ہوگیا تھا اور جس وقت عیسائیوں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا اور زمین میں انکے لیئے کوئی جگہ امن کی نہ تھی اور یہ بات روم کے بہت بہت ظالم بادشاہوں و
انکے عمال اور رعایا سب کی طرف سے صدیوں تک رہی اور اس وقت جان بچانا ہی غنیمت تھا تلاش کر کے کتابیں جلائی جاتی تھیں اور جسکے پاس کوئی ورق بھی نکلتا
تھا تو شکنجے میں کھینچ دیا جاتا تھا اس وقت اس کام کا ایسے چالاکوں کیلئے بڑا موقع تھا کہ آپ تصنیف کر کے جس حواری کے نام چاہا لگا دیا اور چھپنے والا اور تحقیق کرنے والا ہی
کون تھا اور جس کتاب میں جو چاہا کم زیادہ کر دیا۔ درحقیقت اس طوفان کے زمانے میں کتب سابقہ کو جیسا کچھ صدمہ پہنچا بیان سے باہر ہے پرانے یونانی اور سریانی
زبان کے ترجمے سپٹواجنٹ وغیرہ سب ہی پر تو آفت آئی اور جب امن کا زمانہ چوتھی صدی عیسوی میں آیا اور عیسائیوں کے ہوش و حواس بجا ہوئے تو اب کتب
مقدسہ کی تلاش کرنے لگے اور جو کوئی کتاب بہم پہنچاتا تھا تو بڑی قدردانی سے لیجاتی تھی اسمیں کوئی بھی شبہ نہیں کہ ان کتابوں کے بھی (جو اس طوفان کے پہلے تھیں
خواہ وہ کیسی ہی ہوں جیسا کہ پہلے معلوم ہوا) کچھ نسخے ہاتھ لگے ہونگے کیونکہ استیصال کلی خلاف تجربہ ہے اور ان میں سے بہت مفقود بھی ہو گئیں ہونگی اسلامی
مصنفوں کی بہت سی کتابیں مفقود ہیں اور جو کتاب حفظ کے ذریعے سے صدہا آدمیوں کے سینے کے صندوقوں میں محفوظ نہ کی جاوے جیسا کہ قرآن مجید
اور صرف دو ایک قلمی نسخوں ہی پر اسکے وجود کی بنیاد ہو جیسا کہ کتب مقدسہ انکا ایسے حوادث میں پورا رہجانا سمجھ میں نہیں آسکتا۔ پھر کسی کتاب کا جو بہم پہنچی
ہوگی اول و آخر ندارد کسی کا اول نہیں ختم ہے کسی کا اخیر نہیں اول ہے کوئی درمیان سے کم ہے کسی کے چند اوراق کو کیڑا چاٹ گیا کسی کے کچھ اوراق پانی سے
بھیگ کر باہم مل گئے اور اب جو چھڑائے گئے تو کچھ پڑھا نہیں جاتا اور کبھی کچھ پڑھا بھی جاتا ہے تو صاف نہیں پھر اس نقصان کو پورا کرنے کے لیئے کسی کا اول بنایا گیا
کسی کا اخیر کسی کے بیچ میں سے جملے بنا کر ملائے گئے اور کہیں جو یہ معلوم نہیں ہوا کہ کسکی تصنیف ہے اسکے مطالب کی شان پر نظر کر کے ایسے ہی شخص کی طرف
منسوب کر دی گئی اور یہی سبب ہے کہ کتب عہد کے مولفوں میں علماء اہل کتاب کا اختلاف ہے ایک کتاب ہے کوئی کہتا ہے یہ فلاں شخص کی تصنیف ہے
کوئی کہتا ہے دوسرے شخص کی ہے۔ اور یہی اسباب ہیں جن سے ان انجیلوں اور پرانی کتابوں کے باہم نسخوں میں اس قدر اختلاف ہے کہ جس کا
ٹھکانا نہیں۔ اور ان کتابوں کی تو یوں ترمیم کی اور جو نہ ملیں اور نام یاد تھے انکی جگہ نئی تصنیف انھیں کے ناموں سے کی گئیں کسی نے تصنیف کر کے
کسیکے کسی نے اور دوسرے کے نام لگائیں اور پھر تو وہ بازار گرم ہوا کہ صدہا مصنف اٹھ کھڑے ہوئے ایک سو کئی ایک انجیلیں نکل پڑیں اور حواریوں کے خطوط و ملفوظات
کا تو کچھ شمار ہی نہ تھا کسی جوانمرد نے ایک خط گھڑ کے یہ بھی اڑا دی کہ یہ آسمان سے گرا ہے حضرت مسیح نے لکھ کر بھیجا ہے۔ علماء کی مجالس اس تحقیق کے لیئے
آمادہ ہوئی ہونگی اور جہانتک ہوسکا تحقیق کی مگر پھر بھی بہت جگہ پتا نہ چلا۔ اس بیان کی تصدیق کے لیئے شہر نائس اور دیگر شہروں میں جو مجلسیں
ہوئیں ان میں فہرست کتب مقدسہ جو بیشی ہوتی رہی وہ غور کے قابل ہے کہ کسی مجلس میں کوئی کتاب کتنی اور دوسری معتبر ٹھیری۔
پھر دوسری مجلس نے پہلی مجلسوں کے حکم کو رد کر کے اور چند کتابیں داخل کر دیں اور بعض کتاب اور بعض کے چند ابواب و فقرات پر
حواری کا

له پادری اسکم

جسکا وہی ذمہ وار ہے نہ اور مسلمان۔ اور ان متعدد انجیلوں کے منکر کو انجیل شریف کا منکر قرار دینا جہالت پر جہالت ہے ❁

اب ہم بشر آ برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی تفسیر کرتے ہیں۔ ان کتابوں میں بھی کہیں اس کا نام و نشان ان دیندار عیسائیوں کے ہاتھ سے جو قصداً تحریف کیا کرتے تھے باقی رہ گیا ہے کہ نہیں؟ انجیل یوحنا میں جاننے کہ گو کہ اس بشارت کو ان دینداروں نے باقی رہنے دیا اس انجیل میں متعدد جگہ اس بشارت کا پتا لگتا ہے۔ یہی انجیل یوحنا عربی زبان میں ترجمہ ہو کر شہر لنڈن میں ۱۸۲۱ء و ۱۸۳۱ء و ۱۸۴۴ء میں چھپی ہے اس سے نقل کرتا ہوں چودھویں باب کا سولھواں جملہ یہ ہے قولہ اور میں اپنے باپ سے درخواست کرونگا اور وہ تمہیں اور فارقلیط دیگا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے (یعنی روحِ حق جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ نہ اسے دیکھتی ہے نہ جانتی ہے لیکن تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتی ہے اور تم میں ہووے گی) ۲۶۔ لیکن وہ فارقلیط (جو روح حق ہے) جسے باپ میرے نام سے بھیجیگا وہ تمہیں سب چیزیں سکھاوے گا اور سب باتیں جو میں نے تم سے کہیں ہیں یاد دلائیگا۔ ۲۹۔ اور اب میں نے تمہیں اسکے واقع ہونے سے پیشتر کہا کہ جب وہ واقع ہو تو تم ایمان لاؤ ۳۰۔ بعد اسکے میں تم سے بہت کلام نکروں گا اسلیئے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اسکی کوئی بات نہیں۔ ۱۵۔ باب ۲۶۔ ورس۔ پر جب وہ فارقلیط جسے میں تمہارے لیئے باپ کی طرف سے بھیجوں گا (یعنی روح حق جو باپ سے نکلتی ہے) آوے تو وہ میرے لیئے گواہی دیگا اور تم بھی گواہی دوگے کیونکہ تم شروع سے میرے ساتھ ہو۔ ۱۶۔ باب ۷ ورس۔ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لیئے میرا جانا ہی بہتر ہے کیونکہ اگر میں نجاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آوے لیکن اگر میں جاؤں تو اسکو تمہارے پاس بھیجدونگا۔ ۸۔ اور وہ آکر دنیا کو گناہ پر اور راستی پر اور عدالت پر سزا دیگا گناہ پر اسلیئے کہ وہ مجھپر ایمان نہیں لاتے راستی پر اسلیئے کہ میں باپ پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھوگے۔ عدالت پر اسلیئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا۔ میری اور بہت باتیں ہیں کہ جنکو تم سے کہوں لیکن تم انکی اب برداشت نہ کر سکوگے پھر جب روح حق آویگا تو ساری سچائی کی راہ تمکو بتاویگا کیونکہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا لیکن جو سنے گا وہی کہیگا اور تمہیں غیب کی خبریں دیگا اور میری بزرگی بیان کرے گا ❁

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام یوحنا حواری نقل کرتا ہے جو حضرت نے اپنے ساتھ یہود کی بد سلوکی اور تدبیر قتل سے خبر پا کر حواریوں سے کیا تھا اس کلام میں آپ اپنا دنیا سے تشریف لیجانا ظاہر فرماتے ہیں اور حواریوں کے غمگین دلوں کو ایک آنیوالے فارقلیط سے تسلی دیتے ہیں اور یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ وہ فارقلیط آکے میری بزرگی بیان کریگا اور جن لوگوں نے مجھے نہیں مانا اور مجھپر موت کا حکم لگایا یعنی انکو ملزم اور سزاوار ٹھہرائیگا اور وہ فارقلیط جہان کا سردار اور مجھسے زیادہ بلند مرتبہ ہے اسکی کوئی بات مجھ میں نہیں ❁

ہم کہتے ہیں یہ بشارت ہمارے نبی پاک کی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کی آپ بشارت دے رہے ہیں اور آنحضرت کا نام احمد بھی ظاہر کر رہے ہیں کسلیئے کہ عیسیٰ علیہ السلام عبرانی زبان میں کلام کرتے تھے اور عبرانی میں صاف احمد کا لفظ ذکر کیا تھا اہل کتاب کی عادت ہے کہ وہ جب کسی کلام کا ترجمہ کرنے بیٹھتے ہیں تو ناموں کا بھی ترجمہ کر دیا کرتے ہیں اسکے بہت سے نظائر موجود ہیں پھر جب کلام کا یونانی میں ترجمہ کیا تو احمد کا ترجمہ بھی کر دیا۔ اور یونانی زبان میں پیرکلوطوس لکھدیا جسکے معنی ہیں احمد یعنی بہت سراہا گیا پھر جب یونانی سے عبرانی میں ترجمہ کیا تو اسکا معرب فارقلیط کر دیا ❁

چنانچہ ڈاکٹر کینی کاٹ کہتا ہے کہ عہد عتیق کے عبری تمام قلمی نسخے جنکا موجود ہونا اب ہمکو معلوم ہے ایک ہزار اور ایک ہزار چار سو سنتاون ۱۴۵۷ عیسوی کے درمیان کے لکھے ہوئے ہیں اس سے وہ یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ اس سے پیشتر کے نسخے یہودیوں نے معدوم کر دئے اور بشپ والٹن اس بیان کی تصدیق کرتے ہیں ٭

عیسائیوں میں جعل سازی کا بازار تو پہلی ہی صدی عیسوی سے گرم ہو گیا تھا۔ چنانچہ پولس کے عہد میں جھوٹی انجیل اور جھوٹے واعظ پیدا ہو گئے تھے اور خود پولس بھی دین کے رواج دینے کے لیے جھوٹ بولنا پسند کرتا ہے (دیکھو وہ خط جو رومیوں کو لکھا تھا اسکا ۳ باب) اور جب دوسری صدی میں مباحثے کے بعد اریجن کی رائے کو مان لیا گیا کہ غیر قوموں سے مباحثے کے وقت مکار کا طور اختیار کر لینا چاہیے اس سے عیسائیوں کی اسنبازی میں فرق آنے لگا اور اسی سبب سے جعلی تصانیف پیدا ہونے لگیں کیونکہ فیلسوف جب کسی کے طریقے کی تردید کرتے تھے تو اسکے نام سے ایک کتاب تصنیف کر کے مشہور کر دیتے تھے یہ دستور کئی سو برس تک رہا اور رومی کلیسا میں جاری رہا جو بہت ہی خلاف حق اور قابل الزام تھا (تاریخ کلیسیا) ٭

بارن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد مطبوعہ لندن ۱۸۲۲ء صفحہ ۱۲۳۱ میں لکھتے ہیں کہ [illegible] خراب بار (تحریفات) جان بوجھ کر ان لوگوں نے کیں ہیں جو کہ دیندار مشہور تھے اور اسکے بعد انہوں نے تحریفات کو تشریح و تحقیق [illegible] تاکہ [illegible] کو [illegible] اپنے اوپر آسنے ندیں۔ انتہی ٭

اب میں ان پرانے نسخوں کا کہ جنپر اہل کتاب کو ناز ہے [illegible] اور ایک کی دوسرے [illegible] چھوڑ کر [illegible] اہل کتاب کی ایک تھوڑی سی خیانت بتاتا ہوں وہ یہ کہ اگر [illegible] صرف انجیل [illegible] دیکھیں پھر جرمن اور انگریزی اور فرنچ زبان کے مطبوعہ اور انکے ساتھ اردو فارسی عربی کو بھی رکھ لیں پھر [illegible] میں بلکہ مطالب و معانی میں آپکو معلوم ہوئے اور قلمی نسخوں کو بھی سامنے رکھ لو تو پریشان ہو جاؤ گے [illegible] اردو کے [illegible] پرانے چھپے ہوئے نسخوں کو ملاحظہ فرمایئے کہ پہلے لفظ فارقلیط لکھا جاتا تھا جب دیکھا کہ اہل اسلام اس سے سند پکڑتے ہیں تو یہ لفظ ہی نکال ڈالا اور اسکی جگہ تسلی کا لفظ لکھدیا کسی نے وہیں یعنی کرکے تفسیر ہی کر دی اور اسکو متن میں شامل کر دیا تاکہ کسی کو کچھ پتا نہ لگے۔ اور یہ جو آج کل پادری انجیل چھپی ہوئی اور صاف اور عمدہ کاغذ پر لکھی ہوئی جاہلوں کو دکھا کر کہا کرتے ہیں کہ تمام اناجیل اس موافق ہیں اسمیں تحریف دکھاؤ کہاں ہے اور اگر یہ تحریف ہے تو تم اصلی انجیل اور غیر محرف دکھاؤ یہ خداوند عیسی مسیح کا انجیل ہے محض دھوکا اور جاہلانہ گفتگو ہے۔ جب وہ اصلی انجیل اول اور دوسری صدی عیسوی میں مفقود بھی ہو گئی جس طرح کہ متی حواری کی عبرانی انجیل مفقود ہو گئی اور اب جو عبرانی انجیل متی ہے تو یہ یونانی ترجمہ کا ترجمہ ہے تو ہم کہاں سے دکھاویں۔ جو لوگ دنیا میں نہیں ہے اور عالم ہستی سے انکا نام و نشان ہی مٹ گیا تو اب انکو کوئی کہاں سے لاکر دکھا دے پھر کیا کوئی فرضی شخص انکے نام سے وہی ہو سکتا ہے اور خداوند کی یہ انجیل نہیں ہے متی مرقس۔ لوقا یوحنا کی ہے۔ خداوند کی تو وہ انجیل تھی جسکو پولس کہتا ہے کہ میرے پاس ہے اور قطعاً وہ ان چاروں انجیلوں کے سوا تھی کیسا ہے کہ انکا تو دیکھنا بھی پولس کو ثابت نہیں اور قرآن مجید میں انجیل کا ذکر ہے جو حضرت عیسی علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی قرآن مجید میں متی مرقس لوقا یوحنا کی انجیل کا ذکر تک نہیں پھر یہ مسلمانوں پر کس طرح حجت ہو سکتی ہیں جو مضامین نقل کرتے ہیں تو محض اتمام حجت کے لئے قائل کرینگے کیونکہ تم انکو مانتے ہو ورنہ ہمیں کچھ ضرورت نہیں اور جبکہ کوئی مسلمان انکو انجیل سمجھے یہ اسکی [illegible]

پھر کہاں ان کو انجیل یوحنا بھی معلوم نہ تھی اور پادریوں کی بھی تاویل سے واقف نہ تھے کہ فارقلیط سے روح مراد ہے نہ کہ انسان۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو ایک شے بقول پادریاں سرے سے ہی نہیں تو اسکا ان لوگوں نے کیونکر دعوی کرلیا؟۔ یہ بات اور ہے کہ وہ دراصل اس فارقلیط کے مصداق نہ تھے مگر اس زمانہ میں یہ بات ہر ایک عیسائی جانتا تھا کہ فارقلیط کوئی انسان آنیوالا ہے جیسا کہ اسلامیوں میں مہدی آخرالزماں کے آنیکی ایک ایسی مشہور خبر ہے کہ جسکو سب جانتے ہیں اس بنا پر آج تک بہت سے بوالہوسوں نے مہدی ہونیکا دعوی کردیا اگر مسلمان اسکو جانتے ہی نہ ہوتے یا وہ مہدی سے مراد کسی فرشتہ کا نازل ہونا لیتے کہ وہ صحابہؓ کے عہد میں نازل ہوچکا تو پھر کسی کو بھی اس عہدے کی تمنا نہ ہوتی۔

لب التواریخ کا مصنف لکھتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاصر یہودی اور عیسائی ایک نبی کے منتظر تھے۔ اس بات نے محمد کو فائدہ پہنچایا کہ آپ نے کہدیا وہ میں ہوں۔ انتہی۔ وہ نبی حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کے ظاہر ہونے کے بعد تک بھی انتظار کیا جاتا تھا۔ وہ ہم بہت سے عیسائیوں نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھے اس بات کا اقرار کیا کہ آپکا ذکر انجیل میں ہے منجملہ انکے ایک بادشاہ نجاشی ہے جو انجیل و توریت کا بڑا عالم تھا منجملہ انکے جارود بن علاء ہے جو عیسائی اور بڑا عالم تھا اپنی قوم کے ساتھ حاضر خدمت ہوکر اسلام لایا اور اقرار کیا کہ آپکا ذکر انجیل میں ہے۔ معلوم ہوا کہ اس وقت تک یہ بشارت انجیلی اور عربی عیسائیوں میں بدلی نہیں گئی تھی۔ اب ہم لفظ فارقلیط پر اور دیگر الفاظ پر بحث کرتے ہیں اور عیسائیوں کے شبہات کا جواب دیتے ہیں۔

## بحث اول - فارقلیط

یہ کس زبان کا لفظ ہے؟ اسمیں کئی اقوال ہیں بعض کہتے ہیں زبان خالدیہ کا لفظ ہے جو بابل اور اسکے اطراف کی زبان تھی اور اسی کو کلدیہ اور کلدانی بھی کہتے ہیں۔ مگر مجھے اسمیں کلام ہے کیونکہ یہ بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک سے فرمائی تھی اور یہ مسلم ہے کہ حضرت کی زبان عبرانی تھی جو ملک یہودیہ کی زبان ہے آپ کو کلدانی زبان کا لفظ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ مگر یہ ممکن ہے کہ کلدانیوں کے غلبہ سے و بنی اسرائیل کے مدت دراز ان میں رہنے سے اس زبان کے الفاظ بھی عبرانی میں شامل ہوگئے ہوں جیسا کہ اور زبانوں میں اختلاط ہوا اور ہوتا رہتا ہے اس تقدیر پر یہ لفظ خاص حضرت کے منہ مبارک کا نکلا ہوا ہے پھر یونانی میں یا تو اسکا ترجمہ پیرکلوطس کیا گیا یا بغیر ترجمہ کے لایا گیا جسکے معنی احمد کے ہیں بشپ مارش اسکے قائل تھے جو عیسائیوں میں مسلم شخص تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سریانی لفظ ہے یعنی ملک سریا یا شام کی زبان کا۔ تیسرا یہ کہ یہ عربی لفظ ہے۔ بشپ مذکور ان دونوں قولوں کو بھی مانتے ہیں۔ مگر زبان عرب میں اسکا پتا نہیں معلوم ہوتا۔ چوتھا قول وہ ہے کہ جسکو ہمنے پہلے فاضل محقق مولانا مولوی محمد رحمت اللہ صاحب مرحوم کی کتاب **اظہار الحق** سے نقل کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عبرانی زبان میں پیشین گوئی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص نام احمد لیا مگر جب اسکا یونانی زبان میں ترجمہ ہوا تو اسکے ہم معنی لفظ پیرکلوطس ذکر کیا جسکا معرب فارقلیط ہوا اور یونانی زبان میں پیرکلوس ہونے کی ایک بڑی دلیل ہے کہ سینٹ جروم نے جب انجیل کا ترجمہ لاطینی زبان میں لکھنا شروع کیا تو پیرکلوس کی جگہ پاراکلوس لکھدیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کتاب سے نقل کیا تھا پیرکلوس تھا۔ دستی تحریروں کا غارت ہونا اس گمان کی اور بھی مدد کرتا ہے اور لفظ پیرکلوس ہومر وغیرہ شعراء و فضلاء کی استعمال میں بھی آیا ہے جسکے معنی ستودہ ہیں جو محمد یا احمد کا ٹھیک ہم معنی ہے۔

اسکے علاوہ ایک بڑی تائید اور بھی ہے وہ یہ کہ بعض عبرانی نسخوں میں ابتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک موجود ہے۔

عیسائی کہتے ہیں یونانی نسخوں میں پارکلی طوس ہے جسکے معنی معین و وکیل کے ہیں۔ اگر پیرکلوطوس ہو تو منیک احمد یا محمد کے قریب قریب اسکے معنی ہوتے ہیں۔ اول تو کچھ بڑا تفاوت نہیں کیونکہ بعض زبانوں میں رسم الخط دیکھا جاتا ہے کہ وہ اعراب کی جگہ میں حروف مفردہ ہی لاتے ہیں اور بعض خطوط میں سرے سے اعراب ہی نہیں جیسا کہ ہندی خط اسمیں ایسے اختلاف کی بڑی گنجائش ہے۔ قدیم یونانی نسخہ کا بھی یہی حال ہے۔ اسمیں گل کو گال گیل ہر طرح سے پڑھ سکتے ہیں۔ پھر پیر کا تلفظ پارا اور کلو کا کلا یا کلے کوئی بڑی بات اور زیادہ تفاوت نہیں۔ دوم یہی تسلیم کر لیا جاوے کہ یہ تفاوت تلفظ اور خط میں اعراب نہ ہونے کے سبب سے نہیں بلکہ دراصل یوں ہی ہے جیسا کہتے ہیں تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کیونکہ ہمارے حضرتؐ کا نام معین اور وکیل بھی ہے۔ تو بھی ایک نام سے نہیں دوسرے نام سے حضرت نبی علیہ السلام کا بشارت دینا ثابت ہوتا ہے۔ سوم جن دینداروں نے بقول ہارن صاحب اعتراض سے بچنے کے لئے یا مخالف کا مدعا ثابت نہ ہونے دینے کی وجہ سے یا اپنا مدعا ثابت کرنے کے لئے انجیل و توریت میں بہت جگہ تحریف و تبدیل کی ہے اور عبارت کو گھٹایا بڑھایا ہے تو یہ ذراسی تحریف بدل ڈالنا کیا بعید ہے۔ ایسی کمی بیشی کرنے سے عیسائیوں نے فارقلیط کے آنے سے روح کا نازل ہونا مراد لیا اور اس مطلب کو قوی کرنے کیلئے یوحنا کی کتاب کے متن میں یعنی کرکے روح کی تفسیر کو بھی ملا دیا۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ یعنی تو حضرت مسیح کا کلام نہیں ... یہ بڑی کاریگری کی ہے مگر بڑے شرم کی بات ہے کہ عبارت میں تحریف آپ ہی کار رہی ... مثل ہے کہ غلامی کا داغ ماتھے پر موجود مگر غلامی کا انکار۔ اگر پادری صاحبوں کے اگلے بزرگواروں کو اتنی گنجائش اس بشارت میں ملی کہ وہ اسکو نزول روح پر چسپاں کرسکتے تھے تو بجز اسکے لا یزال اسکو کتاب ہی میں سے نکال ڈالتے ... پر چسپاں نہیں ہوسکے تو بنگی اور مسلمانوں کے ہاتھ میں ایک حجت الزامی آجائیگی ✤

اور ایک تعجب کی بات ہے کہ ستر برس بعد یوحنا حواری کو تو یہ بشارت یاد رہی کہ اپنی کتاب میں لکھدی گو متی اور مرقس اور لوقا کو اسکے پہلے یاد نہ آئی انہیں سے کسی نے بھی اسکا ذکر تک نہیں کیا اور یہ کوئی ایسی چھوٹی بات نہیں تھی بلکہ اپنے سے زیادہ مرتبے والے کے آنے کی خبر تھی جس پر ایمان لانے کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام نے کیسا اہتمام کیا۔ ہمارا یقین ہے کہ ضرور ذکر کیا ہوگا مگر اس وقت یا اسکے بعد پادریوں نے اسکا باقی رکھنا مصلحت نہ سمجھا کیونکہ انکی بشارتوں میں آنحضرت صلعم کے ظہور کا پورا پورا پتا ہوگا تاویل کی گنجائش نہ ہوگی اس کتاب میں تاویل کی گنجائش دیکھی اسکو رہنے دیا مگر کسی قدر ادھر ادھر سے تراش کر اپنے موافق کر لیا مگر تو بھی موافق نہ ہوئی۔ اور ان الحاقات اور کتابوں میں گھٹاؤ بڑھاؤ کرنے کا حال ہمارے بیان سابق سے جو کتب مقدسہ کی بابت تھا آپ بخوبی معلوم ہوگیا ہوگا ✤

دو امر اور بھی غور طلب ہیں اول یہ کہ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے پہلے تک اس فارقلیط کو عیسائی کوئی آدمی اور بڑا اولوالعزم شخص خیال کرتے تھے کہ ضرور ایک ایسا شخص جو دین عیسوی کا معین اور مددگار اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا طرفدار ظاہر ہوگا اور اسیلئے دوسری صدی عیسوی میں منتس عیسائی نے جو بڑا پرہیزگار اور عالم تھا یہ دعویٰ کیا تھا کہ جسکے آنے کی حضرت مسیح نے خبر دی ہے وہ میں ہوں اور ایشیا کے کوچک میں ہزاروں عیسائی جو حضرت ... لے آئے (دیکھو تاریخ کلیسا ولیم میور مطبوعہ ۱۸۴۸ء) اسکے سوا دوسرے یوس شمعون مجوسی وغیرہ چوبیس شخص نے آدین قیصر کے عہد سے جو مضامین تھے ... ۱۲۶۲ ... کے قریب تک فارقلیط ہونے کا دعویٰ کیا۔ (تفسیر روس اسکاٹ مطبوعہ ... صفحہ ...) ✤

بلکہ ایک دن تھوڑی سی دیر تک پھر عمر بھر وہ بات نصیب نہیں ہوئی۔ (۲) روح حق تمہیں سب وہ باتیں جو میں نے کہیں یاد دلائیگا۔ روح القدس جب حواریوں پر اُترا اسنے انکو وہ سب باتیں جو مسیح نے کہیں تھیں یاد نہیں دلائیں اور نہ وہ بھولے ہوئے تھے کہ یاد دلانا پڑتا بلکہ مختلف زبانیں بولنے لگے تھے البتہ بھولی ہوئی باتیں توحید و عبادات الٰہی ترک شہوات و امر آخرت کی رغبت وغیرہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد دلائیں۔ (۳) میں نے واقع ہونے سے پہلے تمکو خبر کر دی تاکہ جب واقع ہو تو ایمان لاؤ۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ ایک ایسی چیز کے واقع ہونے کی خبر دیتے ہیں کہ جسکا انکار لوگ قریب الوقوع تھا اسلیئے تاکید اور بندوبست کرو تاکہ ایمان لائیں انکار نہ کریں۔ یہ روح القدس کے نازل ہونے پر صادق نہیں آتا کسلیئے کہ اول تو روح القدس کا نازل ہونا حواری پہلے بھی دیکھ چکے تھے دوم وہ ایک حالت سی تھی جو ان پر طاری ہو اسکا کوئی انکار کر نہیں سکتا ہاں خاتم المرسلین کا انکار بہت قریب القیاس تھا اور اب تک ہو رہا ہے حیلے بہانے بنا رہے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہنے کو بھی ٹالدیا (۴) اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اسکی کوئی بات نہیں۔ روح القدس اور باپ یعنی خدا اور بیٹا یعنی عیسیٰ یہ تینوں تو عیسائیوں کے نزدیک ایسے ایک ہیں کہ مجموعہ مرکب بنا کر خدا کہا جاتا ہے پھر روح القدس عیسیٰ اور عیسیٰ روح القدس ہیں اگر وہ جہان کے سردار ہیں تو اب بھی جو کچھ ایک ہیں ہی وہ دوسرے ہیں پھر یہ جملہ اسپر کس طرح صادق آسکتا ہے؟ ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے کسلیئے کہ وہ جہان کے نبی تھے اور نبی سردار ہوتا ہے۔ اور صاف حضرت مسیح علیہ السلام میں کہاں تھے؟ (۵) فارقلیط آکر میرے لیئے گواہی دیگا۔ روح القدس نے اول تو گواہی نہیں دی اور جو دی بھی تو صرف حواریوں کے سامنے جسکی کوئی بھی ضرورت نہ تھی برخلاف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ نے تمام دنیا کے سامنے عیسیٰ علیہ السلام کی گواہی دی یہود کو ملزم کیا (۶) میں نہ جاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آئے۔ یہ بھی روح القدس پر صادق نہیں آتا کسلیئے کہ روح القدس اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو اتحاد مانا جاتا ہے پھر اگر نہ جاؤں تو نہ آوے کیا معنی رکھتا ہے؟ البتہ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری صادق ہے کسلیئے کہ حضرت عیسیٰ اور آں حضرت صلعم میں تقدم اور تاخر زمانی ہے آپ کا دور تمام نہو لے تو دوسرا شروع نہو (۷) روح الحق آکر دنیا کو گناہ اور راستی اور عدالت پر سزا دیگا۔ یہ بھی صرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے کسلیئے کہ روح نے کسی کو کچھ سزا تو کیا ملزم بھی نہیں کیا مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منکرین مسیح علیہ السلام کو خطاکار ہی ثابت نہیں کیا بلکہ انتقام بھی لیا اور اس فقرے کے لفظ بھی اشارہ کر رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے کسی ذی شوکت منتقم کے آنیکی خبر دیکر حواریوں کو یہود کی جفاکاری اور ستم پروری پر تسلی دے رہے ہیں (۸) روح حق تمکو ساری سچائی کی باتیں بتا دیگا۔ روح القدس نے کوئی بات حواریوں کو نہیں بتائی ہاں آنحضرت صلعم نے بھولے نصاریٰ کو ضرور رستہ بتایا (۹) جو سُنے گا وہی کہیگا اور غیب کی خبریں بتا دیگا۔ روح القدس تو عیسائیوں کے نزدیک عین خدا یا جزو خدا ہے پھر سُننا کیا ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ خدا ہیں نہ اسکے جزو وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے تھے۔ وما ینطق عن الہویٰ آپ نے دار آخرت اور صفات کے متعلق غیب سے سیکڑوں خبریں بتائیں جنکی ضرورت تھی مگر عیسائیوں کے روح القدس نے اس روز کچھ نہ بتائیں ✦

بایں ہمہ جب وہ فارقلیط صلی اللہ علیہ وسلم آیا اور اپنے ساتھ معجزات و آیات بینات بھی لایا کما قال اللہ تعالیٰ فلما جاءہم بالبینٰت قالوا۔ تو ازلی گمراہوں نے بجائے اسکے کہ اسکو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وصیت کے مطابق قبول کرتے یہی کہدیا ہٰذا سحر مبین کہ یہ تو کھلا ہوا سحر ہے۔ اور صاف جادو ہے ✦

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰى إِلَى الْإِسْلَامِ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ○ يُرِيدُونَ

اور اس سے بڑھکر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹھ باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاوے۔ اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔ چاہتے ہیں کہ

لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ ○ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى

اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا ڈالیں اور اللہ تو اپنا نور پورا کرکے رہیگا گو کافر برا مانیں۔ وہی ہے کہ جس نے اپنا رسول بھیجا ہدایت

وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ○ ع

اور دین حق دیکر تاکہ اسکو سب دینوں پر غالب کرے مشرک اگرچہ ناخوش رہیں ؛

## ترکیب

والجملة للاستئناف فمن مبتدأ اظلم مع المفضل عليه وصلة خبره وهو يدعى الى الاسلام جملة حالية ويدعى من الدعاء مبنيا للمفعول وقرئ يدعى من الادعاء مبنيا للفاعل والتعدي بالى لتضمين معنى الانتماء والانتساب والجملة حال من فاعل افترى والله الجملة مقررة لمضمون ما قبلها يريدون جملة مبينة لغرضهم من الافتراء ليطفئوا اسندت بان مقدرة واللام مؤكدة مزيدة دخلت على المفعول لان التقدير يريدون ان يطفئوا (قاله ابن عطية) والاطفاء الاخماد واصله في النار واستعير لما يجري مجراها من الظهور والمراد من النور القرآن او الاسلام او النبي صلعم فنور الله استعارة تصريحية والاطفاء ترشيح والله مبتدأ متم نوره الخبر وقرأ الجمهور متم نوره بالاضافة وقرئ بالتنوين واعرابها ظاهر بالهدى حال من ... ليظهره اي ليغلبه واللام متعلقة بارسل الدين المراد به الجنس اي الاديان ولذا صح تاكيده بكله ولو كره الخ مقررة لما قبلها ○

## تفسیر

پہلے ذکر تھا کہ جب وہ رسول کہ جسکے آنیکی خبر چلی آتی تھی ان لوگوں کے پاس نشانیاں لیکر آیا تو اسکو جادو کہنے لگے۔ اب فرماتا ہے کہ اس سے بڑھکر اور کون ظالم اور جفاکار ہے کہ اللہ پر جھوٹھ باندھے یعنی اسکی آیات کو سحر کہے اور اسکے لیے بیٹا اور جورو قرار دے حالانکہ اسکو کسی بری بات کی طرف نہیں بلایا جاتا بلکہ اسلام کی طرف۔ جفاکار ہٹ دھرم لوگ ہدایت کا منہ نہیں دیکھیں گے محروم رہیں گے اور رہتے ہیں ؛

**توضیح۔** دنیا میں جس قدر مذاہب موجود ہیں یا تھے خواہ انکی اصل من اللہ تھی اور بعد میں لوگوں کے خیالات نے اسپر قلعی کرکے انکی اصلی صورت بدل دی یا وہ سرے سے جاہلانہ خیالات اور اوہام باطلہ کا ایک مجموعہ تھا جب ان سب کو حقانی مذہب سے جسکو اسلام کہتے ہیں مقابلہ کرکے دیکھیں گے تو ان میں سیکڑوں جھوٹی اور خیالی آمیزشیں ملیں گی جنپر ان مذاہب کے مروجین نے خداوند تعالیٰ کی خوشنودی اور ناراضی اور نجات و عذاب کو منحصر کیا ہے یہی وہ خدا تعالیٰ پر جھوٹھ باندھنا ہے عیسوی مذہب کو دیکھو تثلیث اور کفارہ اور الوہیت مسیح اور اسی طرح عشاء ربانی اور اصطباغ کا مسئلہ اور انکے بعد پوپوں کے سیکڑوں ڈھکوسلے ایسے ہیں کہ جنپر وہ لوگ نجات کا مدار سمجھتے ہیں اسی طرح ہنود نے گائے کی پرستش اور بت پرستی اور [illegible] کے سوا اور سیکڑوں غیر مرئی چیزوں کی الوہیت و نافع و ضار ہونے کی عقیدت اور خودکشی اور تیرتھ یاترا جو انکے جوگیوں اور گسائیوں کا دستور ہے اور گوشت کا ترک اور بتوں کی پرستش اور سیکڑوں دوراز قیاس افسانے جو انکی کتابوں وید اور پرانوں کا سرمایہ ہے نجات و مکتی اور سعادت دارین کا باعث اور نارائن کی خوشنودی کا سبب قرار دے رکھا ہے اسی طرح عرب کے جاہلوں کے سیکڑوں غلط دستور اور بہت سے جھوٹے افسانے تھے جنکو مرضی الٰہی کا مدار بنا رکھا تھا کہیں کہتے تھے کہ ہمارا فلاں بت قیامت کے روز ہمکو جہنم سے بچا لیگا اور فلاں کو رزق و ارزانی کا مختار کر رکھا ہے وغیرہ وغیرہ

یہ بات عرب کے مشرکین نے بھی کہی اور عیسائی فرقے بھی انکے ہمزبان ہوگئے۔ جہالت و وحشت میں یہ عیسائی ان مشرکین عرب سے کم نہ تھے ⁂
بعض مفسرین کہتے ہیں فلما جاء کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان یہود کے پاس معجزات لیکر آئے تو کہنے لگے کہ یہ جادو ہے کھلا ہوا۔ مگر سباق کلام پہلے معنی کی تائید کرتا ہے ⁂

آیات کی تفسیر کے بعد یہ بھی کہتا ہوں کہ انجیل یوحنا سے جو ہمنے فارقلیط کی بشارت نقل کی وہ اس مقام کے مطابق تھی ورنہ اسکے سوا اسبکھی جس قدر پیشین گوئیاں بائبل یعنی توریت و اناجیل و صحف انبیاء علیہم السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں پائی جاتی ہیں اور کسی کے حق میں نہیں اسکے سوا صدہا دلائل حضرت صلعم کی نبوت پر آفتاب سے زیادہ روشن موجود ہیں لیکن کوری باطن اور شقاوت ازلی کا کوئی علاج نہیں وہ سب کی طرف سے آنکھوں پر پردہ ڈالتی ہے کانوں میں ٹینٹیاں ٹھونس دیتی ہے دلوں پر مہر کردیتی ہے پھر انکو ان گہری اندھیریوں میں سے کون نور کی طرف لاسکتا ہے۔ مرنے کے بعد بھی ظلمات جہنم بنکر ہمیشہ جلاوینگی ⁂

اگر ذرا بھی انصاف ہو اور کچھ بھی فہم سلیم ہو تو کسی عیسائی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار اور عداوت کی گنجائش نہیں کسلیئے کہ آپ اصل عیسوی مذہب کے سرمو مخالف نہیں نہ حضرت عیسیٰ ؑ کے نہ کہ حواریوں کے خلاف۔ ہاں اگر خلاف ہے تو انھیں بدعتیوں ہیں جو مسیح علیہ السلام کے بعد لوگوں نے دین عیسوی کا جزو قرار دے لیں اور پھر اندھے مقلد بنکر انکی تحقیقات اور سمجھنے میں کوشش کرنا ممنوع قرار دے لیا۔ روشن دماغ عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دین عیسوی کا مصلح سمجھتا ہے ⁂

حکایت ایک بار ایک بوڑھے پادری سے سفر میں ملاقات کا اتفاق پڑا۔ مذہبی گفتگو بھی چھڑ گئی۔ کفارہ اور الوہیت مسیح اور تثلیث پہ بڑی دیر تک بحث ہوتی رہی پادری صاحب نرم دل اور خدا ترس تھے آخرکار ہر بحث میں اقرار کردیا کہ یہ تینوں مسئلے حواریوں کے عہد تک نہ تھے اور نہ ان پر نجات موقوف ہے اگر ہوتی تو خدا تعالیٰ ان احکام کو اگلے نبیوں اور انکی نجات یافتہ جماعت پر ضرور ظاہر کرتا اور اسی طرح انکا شہرہ ہوتا جیسا کہ عیسائیوں میں ہے ⁂

پھر میں نے کہا اب تمھارے نزدیک نجات کس اعتقاد پر موقوف ہے؟ کہا خداوند تعالیٰ اور روح القدس اور عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے پر۔ میں نے کہا ہر مسلمان ان چیزوں پر ایمان رکھتا ہے پھر فرمایئے ہماری نجات میں کیا کلام ہے؟۔ اسنے کہا کچھ نہیں۔ پھر پوچھا آپ کے نزدیک ہماری نجات میں کلام ہے؟۔ مینے کہا اگر بغیر حضرت مسیح پر ایمان لائے کسی یہود کی نجات ممکن ہے تو بغیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے آپ کی بھی نجات ممکن ہے اسنے سر نیچا کرلیا اور کہنے لگا ہم ضرور محمد صاحب پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ بھی خدا کا نبی ہے ہمارا کوئی حق نہیں کہ اسکو برا کہیں نہ ہمکو اسکی کوئی انجیل ہدایت کرتی ہے بلکہ بغور دیکھو تو یہ دونوں مذہب ایک ہی ہیں حضرت محمد مسیح کے مذہب کے لیئے ریفارمر ہیں اور ایک زمانہ آتا ہے کہ سب عیسائی اس ریفارمر کی طرف متوجہ ہونگے ⁂

---

ف انبیاء علیہم السلام جو خیرخواہ خلق ہیں انکے لیئے لوگوں نے جو کچھ سلوک کیا۔ وظاہر ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا مگر جو لوگ دنیا میں ان کا نام لیوا ہیں کسی قدر حصہ ان کو بھی مل کر رہتا ہے چنانچہ یہ راقم الحروف مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی تفسیر لکھ رہا تھا کہ کسی نے زہر دیا اور اسکے کئی روز تک جو کچھ کیفیت اور مخفی طاری رہی وہ اس وقت کے دیکھنے والوں سے دریافت کرنی چاہیئے کیلئے کہ میں تو بیہوش تھا اور آج پانچواں روز ہے ابتک حالت اصلی نہیں عود کرآئی۔ الحمد للہ کہ یہ بیچارہ بھی اس زمرے میں داخل کیا گیا۔ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۱۲ ہجری۔ ابھی چند روز کا عرصہ گزرا کہ مولانا مولوی محمد لطف اللہ صاحب مدظلہ کو زہر دیا گیا تھا ۱۲ منہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ

اے ایمان والو میں تمہیں ایک ایسی سوداگری بتلاؤں جو تمکو عذاب الیم سے بچا لے وہ یہ کہ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور

فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ

اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم کچھ جانتے ہو۔ بخشے گا تمہارے گناہ

وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

اور تمکو ایسے باغوں میں داخل کریگا کہ جنکے نیچے نہریں بہتی ہونگی اور عمدہ مکانوں میں جو سدا بہار باغوں میں ہیں یہ بڑی مراد ہے۔

وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا ۖ نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ الآیۃ

اور ایک چیز اور بھی دیگا جسکو تم چاہتے ہو مدد الٰہی اور جلد فتحیابی اور مژدہ سنا دے ایمانداروں کو

ترکیب

ادلکم الخ الجملۃ بدل الاستفہام استفہام بمعنی قیل الخ ای سادلکم تنجیکم الجملۃ صفۃ تجارۃ وقرأ الجمہور تنجیکم من الانجاء ای بالتخفیف ... تؤمنون تفسیر للتجارۃ وقیل مستانف کانہم قالوا کیف نعمل فقال تؤمنون وہو خبر فی معنی الامر ولہذا اجیب بقولہ یغفر لکم ... علی البدل وفی منتہی رفع علی تقدیر ... تجاہدون عطف علی تؤمنون ان کنتم شرط جوابہ محذوف ... یغفر لکم مجزوم اما ہو جواب شرط محذوف ... ای ان تؤمنوا ... جواب الامر ہذا قول الزجاج والمبرد وانہ جواب الاستفہام ... علی اللفظ ... بعض صوبہ الفخر الرازی فی تفسیرہ ویدخلکم معطوف علی یغفر لکم ومساکن جمع مسکن منصوب لکونہ معطوفا علی جنت واخری منصوب علی تقدیر یعطکم اخری ای نعمۃ اخری ... علی تقدیر تحبون المدلول علیہ تحبونہا وقال الفراء والاخفش ہی معطوفۃ علی تجارۃ فہی فی محل جر ای وہل ادلکم علی خصلۃ اخری وقیل ہی فی محل رفع

ای ولکم خصلۃ اخری نصر وفتح خبر مبتدا محذوف ای ہی۔ وبشر معطوف علی محذوف ای قل یا ایہا ... او علی تؤمنون بمعنی آمنوا

## تفسیر

... میں تھا کہ اللہ اپنے دین کو سب دینوں پر غالب کریگا اس میں اشارہ تھا کہ عالم بالا و دنیا پر ایک آسمانی سلطنت قائم کرنیوالا لشکر تیار کرنیوالا ہے جس سے ... ہونے کے مجھانیوالونکو زیر کیا جائے اسلیئے ان آیات میں ایک بڑے اجر و بہتر بہا تنخواہ پر جو دنیا و آخرت کی سعادت کو شامل ہے اعلان دیتا ہے اور اسکے ضمن میں ... کام سے پہلو تہی کرنے پر عذاب الیم کا خوف بھی دلاتا ہے تاکہ بڑی مستعدی کے ساتھ ایک لشکر جرار تیار ہو جائے جو دنیا کو تمام نجاستوں سے پاک کردے پیدا ... ان اس دنیا میں تاجر بن کر آیا ہے بلکہ اس عمر گرانمایہ میں کچھ حاصل کرکے ایک اور ہی جہان میں جاتا ہے اس بات کو خدا تعالیٰ اس پیرایہ میں بیان فرماتا ہے کہ انسان تاجر ہے مگر تجارت ... نہیں جانتا ہم اسکو تجارت سکھاتے ہیں فقال یا ایہا الذین آمنوا ہل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم کہ اے ایماندارو تمکو میں ایسی تجارت بتاؤں جو تمکو دردناک ... سے بچاوے۔ تجارت ایک شے کا دوسری شے سے معاوضہ۔ تجارت میں دو چیزیں ہوا کرتی ہیں ایک مال جس سے کوئی چیز خریدی جاوے۔ دوسری وہ چیز جسکو خریدتا ہے ... تجارت میں نفع بھی ہوتا ہے اور نقصان بھی اور عقلا کے نزدیک وہ تجارت کہ جسمیں ضرر کا احتمال بھی نہو اعلیٰ درجے کی ہے اور اس پر اور بھی خوبی ہو کہ جس سے وہ چیز ... جائے وہ اپنی طرف سے معاوضہ کی چیز کے سوا کچھ اور بھی دے۔ اس جگہ سب سے پہلے دفع مضرت کا ذکر کردیا تنجیکم من عذاب الیم کہ عذاب الیم جو نہایت ... تمام زندگی کے عبث و بیکار اور گناہوں کے کاموں میں صرف کرنیسے ہوتا ہے اس سے تمکو یہ تجارت نجات دیگی بڑا خسارہ انسان کیلئے آخرت میں ...

افسوس اس انسان کی محنت تباہ اور یوں رائگاں گویا پانی کی باڑ آخرت میں نجات کے بدلے عذاب کا باعث ہے۔ اسلئے اس رحیم کریم نے دنیا میں وہ رسول بھیجا جو اس اہم مسئلہ کو حل کرے اور توہمات و تخیلات باطلہ کو دور کرکے مرضیات الٰہی اور نجات و سعادت انسانی کا رستہ صاف دکھاوے
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام پورا کر دیا اور اس سیدھے رستے کا نام خدا تعالیٰ نے اسلام رکھا جو کہ ظاہر ہی معنی خدا کی فرمانبرداری اور اسکے آگے گردن جھکانے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ پھر اس وسیع [illegible] اس [illegible] اور توہمات [illegible] بالکل باطل تھا
تو اسکو ہی بات جان کر جو سکھا ہے اور اس پرانے دستور کا چھوڑنا شاق جانتا ہے اگر اسکو خدا نے چراغ توفیق عطا کیا ہے تو وہ اس پر چلا آتا ہے
وہ اس داعی کے مقابلے میں ان بیہودہ افسانوں و تخیلات فاسدہ کو پیش کرتا ہے [illegible] سے شرک کو ان ظالم ہوگا اور اسکو ہدایت نہیں
[illegible]
قابل ترک مذہب کے غالب کرنے کے لیئے اس آسمانی طریقے کو جو کہ پھیلا ہی دنیا میں لایا ہوا ہے پر آشوب تاریکی اور پر خطر ظلمات [illegible]
اسکو بجھانا بھی چاہتے ہیں [illegible] اطفؤا نور اللہ اور بجھانا ہی کا [illegible] باقوا ہم [illegible] پھونکیں مار کر [illegible] اشارہ ہو کہ [illegible]
[illegible] افسانے بیان کرتے ہیں اسلام کے مقابل [illegible] اسلام کو [illegible]
انسے مٹ سکتا ہے؟ کیونکہ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون اللہ اپنی روشنی پوری ہی کرکے رہیگا اسکے سکر شعبہ شمع کو بجھا دیں ؛

یہ بات صادق آئی اس آسمانی شمع جسکا کتاب اللہ پیارہ کے ۱۴-۲۰-۴۲-۶۱- بابوں میں اشارہ ہے اس وقت اسکے مخالفوں کے پھونکنے سے نہ بجھی لیکہ وہ خود جل جل کر مر گئے اور یہ شمع اس قدر روشن ہو گئی کہ تمام عرب سے بھی اسکی روشنی نکل کر شام و ایران و خراسان و ممالک یورپ ایشیا و افریقہ تک پہنچی اور خلفائے راشدین کے عہد میں انکی سعی کو رسول کی [illegible] نے اسکو حفاظت میں رکھکر اور بھی تیز کر دیا اندھوں نے رستہ پایا راہ ہدایت صاف دکھائی دینے لگی انکے بعد جو تند ہوائیں اسپر چلیں وہ اہل تاریخ سے مخفی نہیں باہمی قتال و جدال پھر حرب صلیب کا فتنہ کہ صدیوں تک تمام عیسائیوں نے ملکر زور مارا اور کوئی دقیقہ اسکے گل کرنے میں اٹھا نہیں رکھا مگر آخر وہی جل کر خاکستر ہو گئے پھر چنگیز خانی مغلوں کا حملہ جیسے بغداد کیسے دار اسلام شہر کو نیست و نابود کر دیا اسکے کتب خانوں کی سیاہی سے دجلہ کا پانی سیاہ ہوا مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہیں سب ہی کچھ ہوا نہ قرآن میں ایک حرف کی کمی بادلی ہوئی نہ اصول اسلامیہ میں فرق آیا نہ اسکے علوم مدرس مٹے اور اب بھی مخالفت کی کمی نہیں ہے اور برائے نام مسلمانوں نے بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے کہیں نیچری بنکر اسپر حملہ کیا کہیں تعزیہ پرستی گور پرستی اور صدہا رسم و رواج کو جزو اسلام بناکر اس شمع کے گل کرنے کا کافی بندوبست کیا مگر کچھ نہیں ہوا اب اس شمع کی روشنی امریکہ اور یورپ کے دور دراز ملکوں تک بھی جا پہنچی چین و جاپان میں بھی پرتو ڈالدیا ؛

یہ شمع چونکہ آسمانی شمع ہے اسکو کون بجھا سکتا ہے اس بات کو اس آیت میں بیان فرماتا ہے ہو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ کہ اللہ نے دنیا میں اپنا رسول ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو سب دینوں پر غالب کرے یعنی ان غلط آمیزش کے مذہبوں کو بے رونق کرے ایسا ہی کر دیا کوئی مذہب بجز اسلام دنیا کے عقلمندوں کے نزدیک توہمات جاہلانہ سے پاک نہیں اور یوں بھی جہاں اس مذہب کے پاک اصول بیان کیئے جاویں اور اسکے مقابلے میں دوسرے کے بھی تو یہی غالب آویگا اور یہی وجہ ہے کہ ممالک افریقہ و دیگر بلاد میں بغیر کسی کوشش کے خود بخود اسلام پھیلتا جاتا ہے اور نصرانیت شکست کھاتی جاتی ہے کوئی دن جاتا ہے کہ تمام دنیا کا مذہب اسلام ہو جاویگا اور اسکے سچے پیرو یوں بھی مخالفوں پر غالب ہے اور رہینگے ولو کرہ المشرکون مشرکین عیسیٰ کے پوجنے والے پادری اور بتوں و عناصر کے پوجنے والے ہندو آریہ وغیرہ گو برا مانیں اور زبانی قیل و قال کریں اور اگر مکر کرکے باتیں بنائیں اور اسلام پر جھوٹے الزام لگائیں مگر کیا ہوتا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ

اے ایمان والو اللہ کے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ مریم کے بیٹے نے حواریوں سے کہا کہ کون ہے میرا مددگار اللہ کی راہ میں؟ کہا حواریوں نے

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰي

ہم ہیں اللہ کے مددگار پھر ایک گروہ بنی اسرائیل کا ایمان لایا اور ایک گروہ کافر ہو گیا۔ تب ہم نے ایمانداروں کو غالب کیا ان کے

عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ۝

دشمنوں پر پھر وہی غالب آ رہے۔

انصار اللہ الانصار جمع نصیر کشریف و اشراف منصوب لکونہ خبر (**ترکیب**) کونوا قرئ انصار اللہ بالتنوین و بالاضافۃ والرسم یحتمل القراءتین کما والکاف فی موضع نصب علی اضمار القول ای اقول لکم کما قال وقیل ہو محمول علی المعنی اذ المعنی انصروا اللہ کما نصر الحواریون عیسی بن مریم الی اللہ ای

من یکون معی فی نصرۃ اللہ لیطابق السوال وحواری الرجال صفیہ وخلصائہ من الحور وہو البیاض الخالص۔

اس تجارت کے بعد صاف صاف لشکر آسمانی میں داخل ہونے کی تاکید فرماتا ہے اور (**تفسیر**) اسکے ضمن میں ایک پہلی قوم سے تشبیہ دے کر ارشاد فرماتا ہے فقال یا ایہا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ کہ اے ایمان والو اللہ کے مددگار ہو جاؤ۔ اللہ پاک بے نیاز ہے اسکو کسی کی مدد کی کچھ بھی حاجت نہیں مگر مراد یہ کہ دین الٰہی کے پھیلانے اور اسکی تعمیل میں سرگرم اور آمادہ ہو جاؤ اس کام کے لیے کمر باندھ کر تیار رہو کما قال عیسیٰ بن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ ایسے سرگرم ہو جاؤ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری سرگرم اور مستعد ہو گئے تھے جبکہ حضرت عیسیٰ نے حواریوں سے کہا میرا کون مددگار ہوتا ہے اللہ کی راہ میں قال الحواریون نحن انصار اللہ۔ حواری بول اٹھے کہ ہم ہیں اللہ کے کاموں میں آپکے مددگار۔ حواری کا لفظ عربی زبان میں حور سے مشتق ہے جسکے معنی خالص سفیدی کے ہیں اسلیے دھوبی کو بھی حواری کہتے ہیں کہ وہ کپڑے سفید کرتا ہے اور مددگار اور خالص دوست کو بھی جسکے دل میں محبت و نصرت کی سفیدی یعنی روشنی ہے اور یہ جمع نہیں بلکہ بروزن حوالی ہے جو کثیر الحیل کو کہتے ہیں جمع اسکی حواریون ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ شاگردوں کو جو اول اول انپر ایمان لائے اور یار و مددگار ہوئے اسلیے حواری کہتے ہیں نہ اسلیے کہ وہ دھوبی تھے جیسا کہ بعض کا خیال ہے۔ ان بارہ شخصوں کے یہ نام ہیں شمعون جو پطرس کہلاتا تھا اور اسکا بھائی اندریاس زبدی کا بیٹا یعقوب اور اسکا بھائی یوحنا فیلبوس اور برتلما۔ تھوما اور محصول لینے والا متی۔ حلفا کا بیٹا یعقوب۔ اور لبی جو تدی بھی کہلاتا تھا شمعون کنعانی اور یہوداہ اسکریوطی جسنے اسے پکڑوا بھی دیا (انجیل متی باب دسواں)۔

بنی اسرائیل تھے انمیں سے کچھ ماہی گیر تھے یا یہ کہ ماہی گیری کرتے انکو حضرت مسیح علیہ السلام نے بلایا جیسا کہ انجیل متی کے چوتھے باب میں پہلے چاروں حواریوں کی بابت مذکور ہے۔ ان حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کو سب سے اول قبول کیا اور حضرت کی ہمدردی و محبت میں نہایت سرگرم اور مستعد اور مخلصین تھے۔ چنانچہ متی کے دسویں باب میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بہت سی باتیں کہہ کر کہ پہلے اسرائیل کی بستیوں میں جاؤ اور چلتے ہوئے منادی کرو اور کہو کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی۔ سامان سفر کچھ ساتھ نہ لو اور میں تمہیں بھیڑیوں میں بھیجتا ہوں لوگ تمہیں کوڑے ماریں گے عدالتوں کے حوالے کریں گے میرے نام کے سبب تم سے سب دشمنی کریں گے پر جو آخر تک برداشت کریگا وہی نجات پائیگا یہ مت خیال کرو کہ میں صلح کرانے آیا ہوں نہیں بلکہ تلوار چلانے کو آیا ہوں کیونکہ میں آیا ہوں کہ مرد کو

---

ف اس تلوار چلانے کے لیے لشکر درکار تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو میسر نہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا جیسا کہ کتاب یسعیاہ کے ۴۲ باب میں وعدہ کیا تھا ۱۲ منہ

عذاب الیم کا ہی سوال مقدر سے پہلے ہی اطمینان کر دیا کہ اس تجارت میں گھاٹا ہی نہیں اسکے بعد تجارت کیلئے مال بیان فرماتا ہی تؤمنون باللہ ورسولہ کہ اللہ پر اور اُسکے رسول پر ایمان لاؤ جب اللہ اور اسکے رسول کو برحق جانیگا اور انکو ملنے گا تو فرشتوں اور قیامت اور اسکے سب رسولوں اور کتابوں کو بھی برحق سمجھیگا اور انکے تمام اقوال کی تصدیق کریگا جو تکمیل قوت نظریہ کو حاوی ہی **شبہ** یا ایہا الذین آمنوا سے معلوم ہوا کہ آیت میں ایمانداروں سے خطاب ہے پھر جو انکو تؤمنون باللہ ورسولہ فرمایا پھر کیا وہ اللہ اور رسول پر ایمان نہ لائے تھے اگر نہ لائے تھے تو انکو مومن کیوں کہا ہے۔ اور اگر لائے تھے تو پھر اسکی کیا ضرورت کہ بار دگر ایمان لاویں؟ **جواب** ایمانداروں سے خطاب تھا مگر بار دگر جو فرمایا کہ ایمان لاؤ تو اس سے ہمیر دوام و ثبات مراد ہی یعنی اس ایمان پر ہر وقت قائم رہو یہ ایک محاورہ کی بات ہی کہ کسی کام کے کرنے والے کو جو کہا جاتا ہی کہ کئے رہو تو یہ مراد ہوتی ہی کہ خوب عمدہ طرح سے اور مضبوطی سے ہمیشہ کرو غافل نہ ہو جاؤ ایمان ایک بڑا بیش بہا جوہر ہی اسکے چور بھی بہت ہیں اسلیئے بار بار تاکید ہوتی ہی کہ اسی جیب کو دیکھتے رہو ہر گھڑی اسکی تصدیق قلبی پر نظر کر لیا کرو بعض مفسرین نے اسکے جواب میں یہ کہا کہ آمنوا کے لفظ سے منافقوں کو خطاب ہے وہ بظاہر مومن تھے اسلیئے انکو باطن میں بھی ایمان لانیکی تاکید کی۔ یہ اس تجارتی نقد کا ایک حصہ تھا۔ اب دوسرے کو بیان فرماتا ہی۔ وتجاہدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم کہ اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں کوشش کرو یہ جملہ تکمیل قوت عملہ کے لئے تراوسیع المعنی جملہ ہی کیونکہ جہاد کے کئی مرتبے ہیں اول اپنے نفس سرکش کا مقابلہ مال سے اور جان سے مال سے اس طرح کہ طمع نفسانی نہیں چاہتی کہ نیک کاموں میں کچھ خرچ کرے اقارب یتامی مسافر آفت زدے اسکے ہاتھ کو تکتے ہیں نفس ہی کہ دور اندیشوں کی دھمکی یا حقوق دکھا دکھا کر اسکے ہاتھ کو روکے لیتا ہے اب اسکو لازم ہی کہ اس نفس بد کا مقابلہ کرے یا وہ سکے مفید کام جو قوم یا بنی آدم کیلئے نافع اور اُسکی یادگار ہو گر اس سے روکتا ہی۔ یا بُرے کاموں میں ناچ تماشے رنڈی بازی شراب خوری جوا گھوڑ کا تماشا میلے ٹھیلے ارباب نشاط کے جلسے نمود اور بخل کے کارخانے دوسروں کی ایذا رسانی وغیرہ وغیرہ بیہودہ کاموں میں صرف کرنیکو نفس خبیث اُبھارتا ہے وہاں اسکو روکنا اور سخت مقابلہ کرکے شکست دینا چاہیئے۔ مال سے زیادہ جان عزیز ہو اسلئے اموالکم کے بعد انفسکم کا لفظ آیا جان کا جہاد اس مرتبے میں یہ ہی کہ خواہشات نفسانیہ سے روکے اور عبادات و ریاضات اور عمدہ کاموں میں اسکو لگا دے یہ نہیں کہ شتر بے مہار کی طرح جس طرف اسکا نفس خبیث لیجائے وہ ڈھے چلا جائے **دوسرا مرتبہ** حجاب ظلمانیہ کو اٹھا کر انوار قرب الہی میں قدم رکھنا اور اس رستے میں جس قدر دشمن سامنے آویں شمشیر ہمت سے انکو مار بھگانا اخیر مرتبہ جسکو اس جہاد کی شہادت کہتے ہیں یہ ہی کہ اپنی ہستی کو اس باقی کی ہستی میں فنا کر دے جسکے بعد اسکو حیات جاودانی اور بقائے سرمدی عطا ہوتی ہی **سہ** کشتگان خنجر تسلیم را + ہر زمان از غیب جانی دیگرست + **تیسرا مرتبہ** اس تکمیل نفس کے بعد تکمیل غیر کا ہی اسمیں جان و مال سے کوشش کرے نابدراہوں کو نرمی اور ملائمت سے راہ پر لانا انکی ہدایت کے رستے کھولنا آخر کار جو کجرو اور بدنہاد اس راہ میں کانٹے بچھاتے ہیں انکا جوانمردی سے مقابلہ کرنا مال سے لشکر کے سامان تیار کرنا جان سے لڑنا یہ **جہاد شرعی** ہی اسکے شہید کے بھی بڑے مرتبے ہیں وہ بھی ہمیشہ زندہ رہتا ہی ٭

اسکے بعد اس تجارتی مال کو بیان فرماتا ہی جو ان دونوں مالوں سے خریدا گیا ہی فقال یغفر لکم ذنوبکم تمہارے گناہوں کو معاف کر دیگا لکم کے لفظ نے یہ بھی فائدہ دیا کہ یہ تمہارے گناہ کسیکے واسطے یا وسیلے سے نہیں بلکہ تمہارے لیئے بخشدیے جاوینگے رہی شفاعت نبی کریم صلعم تو ان لوگوں کے حق میں گناہوں کے معاف کرانیکے لیئے نہو گی بلکہ اور زیادہ انعام اکرام عطا کرانیکے لیئے ٭ دوسری بات ویدخلکم کہ تمہیں ایسی بہشتوں میں بسا دینگے کہ جہاں نہریں جاری ہیں اور عمدہ مکانوں میں جگہ دینگے کہ جنکے آگے دنیا دی اونچے محل بے حقیقت ہیں یہ مال بھی دو قسم کے تھے اسکے بدلے میں چیزیں بھی دو دیں اب اپنی طرف سے ایک تیسری چیز عطا فرماتا ہی واخری الخ مدد الہی اور فتح جسکو ہر ایک مسلمان کرتا ہی مرتبے کے جہاد میں فتح اور غیبی ساتھ لگی ہوتی ہی صحابہ کرام نے بڑے بڑے دشمنوں پر کیسی کیسی جلد فتحیابی حاصل کی یہی مضمون قرآن میں ایک اور آیت میں بھی آچکا ہی ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون اس مبارک سودے کا مژدہ لے نبی ایمانداروں کو دے دے ٭

سورۂ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | اسمیں گیارہ آیات دو رکوع ہیں

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي

[اللہ] کی تسبیح بیان کیا کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کے رہنے والے جو بادشاہ قدوس زبردست حکمت والا ہے۔ وہی ہے کہ جسنے ان پڑھوں میں

الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

[ایک ر]سول بھیجا انہیں میں سے جو انکو اسکی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور انکو پاک کرتا ہے اور سکھاتا ہے انکو کتاب اور حکمت۔ اور اس سے پہلے تو وہ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

اور دوسروں کے لئے بھی جو ہنوز انسے نہیں ملے اور وہ زبردست حکمت والا ہی یہ اللہ کا فضل ہے جسکو چاہے دے اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے

## ترکیب

الملک القدوس العزیز الحکیم مجرور علی انہ صفۃ للہ وقرئ بالرفع علی الاستئناف ای ہو علی ضم القاف من القدوس وقرئ بفتحہا ومنہم صفۃ رسولا وحال کذا یتلو و یزکیہم و یعلمہم وان مخففۃ من الثقیلۃ واسمہا محذوف ای وانہم واللام لفی دلیل علیہا وآخرین مجرور عطفا علی الامیین ای بعث فی الامیین الذین فی عہدہ وبعث فی آخرین منہم لم یلحقوا بہم الی الآن او منصوب علی انہ عطف علی الضمیر المنصوب فی یعلمہم ای و یعلم آخرین او انہ عطف علی مفعول یزکیہم ای و یزکی آخرین ولما یلحقوا صفۃ لآخرین ؛

## تفسیر

[یہ] کہتے ہیں سب متفق ہیں کہ ابن عباسؓ کا قول اس سورہ کی بابت یہ ہے کہ یہ مدینے میں نازل ہوئی اور ابن الزبیر بھی یہی کہتے ہیں مسلم و سنن اربع کے مصنفوں نے ابو ہریرہؓ [سے] روایت کی کہ مینے نبی صلعم کو نماز جمعہ میں یہ سورہ اور سورۂ منافقین پڑھتے سنا ہے۔ ابن حبان و بیہقی نے جابر بن سمرہؓ سے نقل کیا ہے کہ جمعہ کی رات مغرب کی نماز [میں] نبی صلعم قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ پڑھتے تھے اور عشا کی نماز میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون پڑھتے تھے مسلم اور اہل سنن نے ابو ہریرہؓ سے [روایت] کی ہے مینے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ جمعہ کی نماز میں سورۂ جمعہ و اذا جاءک المنافقون پڑھتے تھے ؛

اس سے پہلے یہ ذکر تھا کہ دین و اطاعت الٰہی میں ہمیشہ سرگرم اور ثابت قدم رہنا چاہیئے۔ اسمیں خیال پیدا ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کی مدد و اعانت اور [ان کی] استقامت کی حاجت ہی یا کوئی اسکا اس سے فائدہ ہی یا دفع مضرت ہی اسلیے ان خیالات کا ابطال اول سورۃ میں کرتا ہی۔ فقال یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض [آ]سمانوں و زمین کے رہنے والے اللہ کی ہر وقت پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اسکو کسیکی بندگی و اطاعت کی کوئی ضرورت نہیں اب جو کچھ تمکو حکم دیا جاتا ہی وہ [صر]ف تمہاری بھلائی کیلئے پہلی سورۃ میں سبح بلفظ ماضی ذکر کیا تھا یہاں یسبح بلفظ مضارع تاکہ تجدد و دوام پر دلالت کرے مضارع کے صیغے جیسا کہ تجدد پر دلالت [کرتے] ہیں اسی طرح ہمیشہ کرنے پر بھی بقرائن۔ یہ بھی ایک وجہ مناسبت اگلی سورۃ سے ہی تسبیح کے معنی اور یہ کہ آسمان و زمین کے رہنے والے کیونکر اسکی تسبیح کرتے ہیں [بز]بان حال و بزبان مقال) اسکو ہم کئی بار بیان کر آئے ہیں اس جملے میں پہلے خیال کا ابطال ہی اسکو کوئی حاجت نہیں تمام عالم اسکے آگے مسخر ہے ہر چیز کی فطرتی بناوٹ [ا]سکے حالات کا تغیر اپنے خالق کی یکتائی و بزرگی بیان کر رہا ہی جسکے کان ہوں سن لے آنکھ ہو دیکھ لے دل ہو سمجھ لے اسی بات کو ایک جگہ فرماتا ہی وان من شیئ [الا یس]بح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم اسکے بعد فرماتا ہی الملک وہ بادشاہ بھی ہی یعنی غنی اور بے پرواہ ہی اسکے معنی واجب الوجود کے قریب قریب ہیں اس سے قطع نظر وہ ہیں

اسکے باپ اور بیٹے کو اسکی ماں اور بہو کو اسکی ساس سے جدا کروں اور آدمی کے دشمن اسکے گھر ہی کے لوگ ہونگے جو کوئی ماں باپ بیٹے بیٹی کو مجھ سے زیادہ چاہتا ہے وہ میرے لائق نہیں جو کوئی اپنی صلیب[1] اُٹھا کے میرے پیچھے نہیں آتا وہ میرے لائق نہیں جو کوئی اپنی جان بچاتا ہے وہ اسے کھوئیگا اور جو میرے واسطے اسے کھوئیگا وہ پائیگا۔ جو تمہیں قبول کرتا ہے مجھے قبول کرتا ہے انتہی ؛

اسکے مطابق ان حضرات حواریین نے کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اکثر یہود میں بھی منادی کرتے پھرے۔ پھر شام کے علاقوں میں سے گزر کر یونان اور روم کے شہروں میں پہنچے اور سفر کی اور لوگوں کی بڑی بڑی مصیبتیں اُٹھائیں اور طرز معاشرت بھی درویشانہ ہی تھا کسی سے کچھ لیتے دیتے نہ تھے انہیں اس خلوص کی بدولت خدا تعالیٰ نے کرامت بھی دی تھی انکی دعا سے بیمار تندرست ہو جاتے تھے اور ہر طرح کے کرامات و برکات لوگ دیکھتے تھے آخر لوگوں کے ہاتھوں سے قتل ہوئے مگر دین عیسوی کو خوب پھیلا دیا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ فآمنت طائفۃ من بنی اسرائیل وکفرت طائفۃ۔ کہ بہت سے بنی اسرائیل ایمان لے آئے اور بہت منکر رہے مگر حواریوں کی کوشش اور جانکاہی کا نتیجہ ہوا کہ بحری اور برّی بہت سے ممالک نے مذہب عیسوی قبول کر لیا اور اس عرصے میں گھر گھر لڑائی اور جنگ کی آتش بھی شعلہ زن ہوئی مگر آخر کار خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کے ماننے والوں کو منکروں پر غلبہ دیا۔ فایدنا الذین امنوا علی عدوہم فاصبحوا ظاہرین۔ بات اور ہے کہ پھر ان عیسوی لوگوں میں اصلی دین محرف ہو گیا۔ ان آیات میں اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں جیسے ہونے کی ترغیب دلاتا ہے کہ تم بھی اشاعت اسلام کے لیئے ویسی ہی کوشش کرو اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری بنجاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو پچھلے نبی تھے جو حضرت عیسیٰ و موسیٰ و ابراہیم علیہم السلام کے رستے کے پتھر اور کانٹے صاف کرنے آئے تھے اور قومیں جو اگلے انبیا کی مخالف تھیں ہیں اب تو یہ موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے نام لیوا یہود و نصاریٰ ہی سب سے بڑھکر دشمن ہو گئے کسلیئے کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ کے بعد جو کچھ دین حق میں انکے دوستوں اور مولویوں نے ملونیاں ملا کر معجون مرکب بنایا جو حق کے سراسر خلاف تھا اسکا ترک کرنا انکے نزدیک جان دینے سے بھی مشکل تھا اسلیئے آنحضرت صلعم بھی دنیا میں تلوار چلانے اور باپ بیٹے ساس بہو میں جنگ کرانے آئے چنانچہ مکے میں ظہور اسلام سے لیکر فتح مکہ تک یہی حال رہا بدر کی لڑائی میں ایک بھائی اس طرف تھا دوسرا دوسری طرف تھا بیٹا ادھر تو باپ ادھر تھا اور جہاں جہاں اسلام پہنچا اسکے ساتھ اسکے رقیبوں اور پرانے دشمنوں نے کیا کچھ نہیں کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کی ایک عمدہ جماعت اس کام کے لیئے منتخب کی اور پھر ایک عمدہ انتظام سے انکو مختلف خدمات پر مامور کیا کچھ قرآن پڑھتے تو کچھ قوموں میں جا کر تبلیغ کرتے تھے اور بوقت جنگ سپاہی تو سب ہی تھے۔ یہ سب آنحضرت صلعم کے حواریین تھے آنحضرت صلعم کے بعد بھی جو کچھ انہوں نے اسلام کے لیئے جانثاری کی اور آنحضرت کو بحکم حدیث لایؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ و والدہ والناس اجمعین (متفق علیہ) ایسا ہی محبوب سمجھکر فرمان ولیبلغ الشاہد الغائب پر عمل کیا اور فقر و فاقہ بھی اُٹھایا اور انکے بیشمار کرامات دنیا نے دیکھیں پھر تابعین و تبع تابعین کی کوششوں نے ادھر سپین اور یورپ و آفریقہ کے ممالک تک ادھر ہند و چین ایران و ترکستان تک اس سرعت کے ساتھ اسلامی جھنڈا بلند کیا جو عیسائیوں اور حواریوں سے صدیوں تک نہ ہو سکا اس فرق بلکہ تفوق کو عیسائی مورخ بھی تسلیم کرتے ہیں سر ولیم میور صاحب کہتے ہیں کہ عیسیٰ کے پیروکاروں کا اگر محمد کے پیروؤں سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو عیسیٰ کے پیروکاروں کو انسے کچھ بھی رتبہ نہیں اُس وقت کے مسلمانوں نے حواریوں کا مثل ہو نہیں بڑھکر کام کیا کہ انسے بھی زیادہ بڑھ گئے مگر آج کل کے علما و مشائخین و امرا کیا کر رہے ہیں ہندوستان کے [illegible] بھی نہیں ہو سکتا کہ ہندوستان کے دیہات و قریات میں پھر کر شرائع اسلام کی تعلیم کرنے رسوم قبیحہ سے روکتے او مشائخین و امرا مدد دیتے پھر غیر مذہب والوں کا [illegible] تو دوسری بات ہے۔ افسوس باہمی جزئیات مسائل پر کیسے جھگڑتے اور اصول سے کیا بیخبری ؛

[1] صلیب سولی کی ایک [illegible] مطلب یہ ہے کہ سولی دیا جائیگا اور سولی بھی آپ ہی اُٹھا کے پھرے ایسا مرنے کو تیار ہو جیسا کہ کہتے ہیں کفن سے سر باندھ کے میرے ساتھ آئے ۱۲ منہ

اسلئے موجودات خارجیہ آسمان و زمین انسان و دیگر حیوانات وغیرہا کے حالات جاننے کا نام حکمۃ رکھا ہے پھر موضوع منقسم کے حکمت کو تقسیم کر دیا کسیکا نام حکمۃ علمیہ کسیکا نظریہ رکھا اور پھر حکمۃ عملیہ اور نظریہ کے بھی بہت سے اقسام جداگانہ ناموں سے نامزد ہوئے نظریہ میں فلکیات عنصریات الٰہیات۔ اور عملیہ میں تدبیر المنزل سیاست مدن تہذیب الاخلاق نام دیئے گئے اور پھر ہر ایک کی اور بھی شاخیں ہیں ریاضی اور طب پھر ریاضی کے اقسام ہیئت نجوم زیج اکر مرایا حساب ہندسہ وغیرہ ؂

شرع محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں یہ لفظ ان معنوں میں مستعمل نہیں بلکہ اسمیں کسی قدر تغیر کیا گیا۔ اور آلہ حق اور مبدء و معاد رسالت اور اسرار حکم اور مسائل اور احکام الٰہیہ اور انکے اسرار و مصالح اور تزکیہ نفس اور اسکے متعلق امور اور اسی طرح قوانین عدل و انصاف سیاست و اخلاق طہارت باطنی و ظاہری کا جاننا نہ صرف دلائل عقلیہ سے بلکہ الہام الٰہی سے جو نبی مرسل اور اسکے سچے پیروں کے وسیلے سے جاننا حکمت ہے ان میں علم بالسنۃ المطہرہ بھی داخل ہے۔ دونوں حکمتوں میں فرق ہے۔ اول کی بنیاد دلائل عقلیہ یا حکماء کے اشراق پر ہے جسمیں بیشتر توہمات اور تخیلات کو دخل ہے اور اسی لئے یہ حکمت ہر زمانے میں نیا رنگ بدلتی رہی ہے آج کل کا فلسفہ اور ہیئت کچھ اور ہی ہے اور قدیم فلسفہ اور دیگر علوم پر بڑے زور شور کے حملے ہو رہے ہیں اور سا ید اسکے بعد جو زمانہ ترقی کر جاوے تو اسپر بھی سلسلہ ہونے لگیں اور یہ خیالات باطل ثابت ہو جاویں بخلاف دوسری حکمت کے کہ اسمیں ان امور کو دخل ہی نہیں وہ ان کدورتوں سے پاک و صاف ہے زمانہ کیسا ہی بدلے پر وہ حکمۃ نہ بدلیگی۔ اسی فرق کی طرف اشارہ ہے نبی کے لئے حکیم و حکمت جہاں آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ الایمان یمان والحکمۃ یمانیۃ (متفق علیہ) کہ ایمان تو یمانی ہے اور حکمۃ تو یمانی ہے یعنی میری امت میں سے جو اہل یمن ہیں میری حکمۃ وہ خوب جانتے ہیں یا ان کو حکمۃ الٰہیہ کا مدرسہ یمان ہے نہ یونان۔ اور دراصل لفظ یمان میں یمن و برکت کی طرف بھی اشارہ ہے جس سے حکمۃ آسمانی مراد ہو سکتی ہے ؂

اس حکمۃ کے فضائل شرع محمدیہ میں بہت آئے ہیں ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً کہ جسکو حکمت دی گئی اسکو بہت خیر دی گئی۔ حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی حکمۃ میں دل پرنور روح کو سرور ایسی ملتا ہے حکمۃ یونانیہ میں انجام کار تردد و خبط اور سکت ظلمات و حیرت کے سوا کچھ نہیں اسلئے مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ؂ چند چند از حکمۃ یونانیاں ٭ حکمۃ ایمانیاں را ہم بخواں ٭ یہ ذات بابرکات عرب جیسے امی اور جاہل ملک میں ظاہر ہوئی یعنی اس معلم کو ایسے سخت اور جاہل لوگ دیئے گئے پھر دیکھئے کہ آپ نے انکو حکمۃ کی تعلیم کہاں تک کی۔ مؤرخین با انصاف عرب کی اس حالت کا کہ جب آپ نے اظہار نبوت نہ کیا تھا اور آپکے بعد کی حالت سے خلفائے راشدین کے عہد تک جو مقابلہ کرتے ہیں تو انکو ایک سخت حیرت ہوتی ہے صحابہؓ اور انکے بعد والوں کے علوم و برکات اور انکی بیحد ترقیاں اور لیاقتیں صاف صاف کہہ رہی ہیں کہ آپ نے حکمۃ سکھائی ہی نہیں بلکہ حکمۃ کا دریا بہا دیا۔ اب اسکے ساتھ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی قوم کو بھی دیکھئے باوجودیکہ وہ لوگ عرب جیسے اَن پڑھ نہ تھے لکھے پڑھے شائستہ بھی تھے مگر پھر انکو حکمۃ الٰہیہ سے کہاں تک حصہ ملا۔ کیا اسرائیلیوں کی گوسالہ پرستی اور بات بات پر سرکشی اور جلد جلد بُت پرستی و بدکاری کی طرف رجوع کرنا جیسا کہ توریت سے ثابت ہے۔ یہ نہیں کہیگا کہ عرب کے ان مقدس اور پاکباز اور مستقل اور مردانہ و فرزانہ جماعتوں سے انکو کوئی بھی مناسبت نہیں۔ بڑی تعجب کی بات ہے کہ انکے معلم تو حکیم کامل یعنی نبی مرسل قرار پاویں اور انکے معلم حکیم کامل یعنی نبی مرسل قرار نہ پاویں ؂

وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ کہ اس سے پہلے وہ امی عرب بیشک صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے اسمیں اسی تقابلہ حالت سابقہ کی طرف اشارہ ہے۔ عرب کی پہلی ضلال مبین کی جو کچھ مورخین نے شرح کی اسکے ذکر کی تو یہاں گنجائش نہیں مگر اسقدر جاننا کافی ہے لکھنا پڑھنا بھی سیکڑوں ہزاروں میں سے کوئی جانتا تھا افلاس کی کوئی انتہا نہ تھی قزاقی اور چوری اور قتل و زنا شراب خوری کی کوئی انتہا نہ

کسلیئے کہ بادشاہت بغیر جمع ہونے تمام کمالات و اسباب سلطنت کے حاصل نہیں ہوتی اس سے اشارہ ہی ثبوت صفات عالیہ کی طرف جسمیں و سہرے خیال کا رد ہے
القدوس یعنی پاک ہے اسمیں تیسرے خیال کی طرف اشارہ ہے۔ کوئی مضرت و نقصان اسکی ذات پاک کی طرف عائد نہیں ہو سکتا ؀

خیالات کے ابطال کے سوا الفاظ فرائد میں ایک اور مسئلہ نہ ترتیب بیان فرمایا جاتا ہے یسبح ما فی السموات و ما فی الارض سے الحکیم تک توحید کے مسئلہ کا عجب لطف کے
ثبوت ہی کہ تمام کائنات علوی و سفلی اسکی تسبیح کر رہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ کسیکے مسخر ہیں زمینوں کے حالات اور آفتاب و ماہتاب و دیگر ستاروں کی حالت کہہ رہی ہی کہ کوئی
جو ہمکو مجبورانہ ایک خاص حرکت پر مجبور کر رہا ہی۔ جو لوگ کثرت ہی کو باعتبار فوق ہونے کے سماوات کہتے ہیں اب وہ ذرا غور کریں کہ آفتاب و دیگر سیارات جو زمین سے ہزاروں حصے بڑے
کروڑوں کوس دور ہیں اور اس عرصے کے ساتھ دورہ کرتے ہیں کہ منٹوں میں ہزاروں کوس کا فاصلہ طے کرتے ہیں اور پھر یہ ستیارے آپس میں ٹکرانے نہیں پاتے پھر انکی یہ حالت اپنے خالق و
مالک و مدبر کی تسبیح ہی تو ہی۔ احادیث میں آیا ہی کہ آسمانوں پر ایک چپہ بھر بھی ایسی جگہہ نہیں کہ جہاں ہزاروں روحانی و ملائکہ اسکی تسبیح و تہلیل نکرتے ہوں وہ ایک قسم کی غیر مرئی مخلوق ہی جسکے
ادراک سے فلسفہ حال عاجز ہی اسمیں اس طرف اشارہ ہی کہ پھر یہ انسان کیوں بیکار اور غیر معبودوں کی پرستش میں گرفتار ہی اسکو بھی اسکی تسبیح چاہیئے الملک میں اس طرف اشارہ ہی کہ
وہی حاکم مطلق ہی وہی قابل پرستش و اطاعت ہی اسکی نافرمانی سزا کی مستوجب کرتی ہی القدوس میں اس طرف اشارہ ہی کہ اوہام باطلہ سے خدا کے لیے تثلیث اور بیٹے بیوی
اور کار کن سمجھ رکھے ہیں وہ ان سب سے پاک ہے اسمیں جمیع مذاہب باطلہ کا اجمالی رد ہی العزیز وہ زبردست بھی ہی اسمیں اس طرف اشارہ ہی کہ عزت و غلبہ اسکو ہی اسکے احکام قابل
پذیرائی ہیں الحکیم وہ حکمت والا ہی اسمیں اس طرف اشارہ ہی کہ انتظام دنیاوی جس طرح اسکی حکمت بالغہ کا مقتضی ہی اسی طرح دنیا میں انبیاء علیہم السلام کا بھیجنا کتابوں کا نازل کرنا
بھی بندوں کی معاد و معاش درست کرنے کے لیئے اسی حکیم کی حکمت کاملہ کا مقتضی ہی۔ لہذا اسکے بعد مسئلہ نبوت کا اثبات کرتا ہی۔ فقال ہو الذی بعث فی الامیین رسولا
منہم کہ اسی حکیم نے امیوں یعنی ان پڑھوں میں جس سے مراد ملک عرب لیا گیا ہی انہیں میں سے ایک رسول یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا مگر امیوں سے مراد تمام
ممالک ہیں کسلیئے کہ جن باتوں کی تعلیم کے لیے رسول آیا ان سب کی نسبت وہ امی ان پڑھ اور جاہل ہی تھے اور جو کسی کو کچھ خبر بھی تھی تو اسپر سیکڑوں جہالت کی تہیں
چڑھی ہوئی تھیں پھر یہ کہنا کہ آنحضرت خاص عرب کے لیئے نبی تھے غلط بات ہی۔ اور رہا امیین سے مراد عرب ہی ہوں تو انہیں پر یا کہ نبیہ یہ مراد نہیں کہ اور قوموں کے
لیے نبی نہ تھے بلکہ یہ ایک واقعی بات کا بیان ہی جو در اصل آنحضرت صلعم ملک عرب ہی میں پیدا ہوئے اور ظاہر ہوئے تھے کیوں رسول بھیجا یتلوا علیہم آیاتہ کہ
انکو خدا کی آیتیں پڑھ کر سناوے ویزکیہم اور انکو اخلاق بد کی نجاستوں سے پاک کرے اپنی روحانی روشنی سے انکے نفوس کو منور کرے کوئی کیسا ہی پڑ رہا ہو اعظ ہو
ہزاروں وعظ و پند کرے جب تک اسمیں روحانی کشش اور باطنی جاذبہ نہیں کچھ بھی اثر پیدا نہیں ہوتا اور ہوتا ہی تو جلد زائل ہو جاتا ہی وہ کیا انقلاب تھا جو عرب کے
سخت دل شہوت پرست مغرور جاہلوں کے دلوں پر قائم کر دیا تھا کہ جو صدیوں تک ان کا اور انکی دنیاوی اور دینی ترقی کا ہمیشہ باعث رہا ہی زبان سے سیکڑوں واعظ
دیکھے کہ جو بک بک کر تھک گئے پر کچھ اثر نہوا اگر حضرت نے تو پہاڑوں کو مدہم کر دیا اسکو رسالت کبریٰ کہتے ہیں۔ اور صرف پڑھکر سنا دینے ہی نہیں بلکہ ہمیشہ سلسلہ
جاری رکھنے کے لیئے انکو ویعلمہم الکتاب کتاب یعنی قرآن سکھاتے۔ والحکمۃ اور حکمت بھی۔ کتاب سکھنا اور چیز ہے اور اسکے برکات سے فائض ہو دل میں
جگہہ دینا اور چیز ہے اسی لیے الکتاب کے بعد الحکمۃ کا لفظ ارشاد فرمایا حکمت سے بعض نے سنت کو مراد رکھا ہے ؀

**ف** تکمیل کا اول مرتبہ یہ ہی کہ کلام سنایا جاوے جسکے بعد اسکے دل پر سے کثافت جہالت کی تاریکی دور ہوتی ہی یہ دوسرا مرتبہ ہی ان دونوں کو یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم میں
بیان فرمایا تیسرا مرتبہ اس اثر پزیر ہونیکے بعد یہ ہی کہ کتاب الٰہی اسکو سکھا دیجاوے سکھانے اور پڑھکر سنا دینے میں بڑا فرق ہی چوتھا مرتبہ یہ کہ اس کتاب کے اسرار و معانی اور اسکے
احکام کے علل و اسباب و مصلحتیں بھی وہ سمجھ لے ان دونوں کو ویعلمہم الکتاب والحکمۃ میں بیان فرمایا حکمۃ کا لفظ فلاسفہ کے نزدیک حقائق الاشیاء کو ٹھیک ٹھیک پہچاننے میں بولا جاتا ہی

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا ۚ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ

ان لوگوں کی مثال کہ جنپر توریت دہری گئی پھر اسکو انھوں نے اُٹھایا اس گدھے کی سی مثال ہے جو کتابیں اُٹھائے پھرتا ہے۔ کیا ہی بری مثال ہے اس قوم کی کہ جس نے اللہ کی آیتیں

اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ

جھٹلائیں اور اللہ ہدایت نہیں دیا ظالموں کو کہدو کہ اے لوگو جو یہودی ہوگئے اگر تمکو دعویٰ ہے کہ سب لوگوں کے سوا ہمیں اللہ کے پیارے ہیں

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝ قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ

تو موت کی خواہش کرو اگر تم سچے ہو اور وہ اسکی کبھی خواہش نہ کرینگے اپنے ہاتھوں کے کئے کاموں کے سبب اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ کہدے وہ موت کہ

الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ۖ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ ۵　ع

جس سے تم بھاگتے پھرتے ہو وہ ضرور تمکو آئیگی پھر تم چھپی اور کھلی چیزوں کے جاننے والے کی طرف پھیرے جاؤ گے پھر وہ تمکو بتادیگا جو تم کیا کرتے تھے

## ترکیب

مثل الذین مبتدأ کمثل الحمار خبرہ یحمل الجملۃ اما حال والعامل فیہا معنی المثل او صفۃ للحمار اذ لیس المراد بہ معینا فہو فی حکم النکرۃ کما فی ہذا القول لقد امر علی اللئیم یسبنی مثل القوم فاعل بئس الذین فی موضع خبر نعتا للقوم والمخصوص بالذم محذوف ای ہذا المثل ویمکن ان یکون فی موضع رفع تقدیرہ بئس مثل القوم مثل الذین فمثل المحذوف ہو المخصوص بالذم وقد حذف واقیم المضاف الیہ مقامہ (ابن الصائغ) وذکر العلامۃ ابو المسعود ہکذا ای بئس مثلا مثل القوم الذین کذبوا علی ان التمیز محذوف والفاعل المفسر مستتر ومثل القوم ہو المخصوص بالذم والموصول صفۃ للقوم۔ فانہ ملاقیکم الجملۃ خبر ان ودخلت الفاء لما فی الذی من شبہ الشرط وقیل الفاء زائدۃ وفیہ ما فیہ ۞

## تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ اس حکیم کی حکمت کاملہ کا مقتضیٰ ہی کہ اسنے رسول بھیجا تاکہ لوگوں کو پاک کرے اور علم وحکمت سکھائے اور یہ رسول عرب میں ظاہر کیا جو ان پڑھ لوگ تھے یہود کی قوم کو اپنے علم وخاندان کا بڑا گھمنڈ تھا (اور خاندانی آدمیوں کا جب اصلی کمال جاتا رہتا ہے تو انہیں یہی باقی رہجایا کرتا ہے) انکو اس نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور اسکے نور سے مستفید ہونیسے عار ہوا اور کہنے لگے کہ علم وحکمت کا خزانہ ہمارے پاس ہی بڑے بڑے کتابوں کے ذخیرے ہمارے ہاں موجود ہیں یہ جاہلوں کے سمجھانے کے لیئے ہے نہ ہمارے اسلیئے خدا تعالیٰ اس قوم بدنصیب کی اصلی حالت بیان فرماتا ہی اور انکے علم بے عمل کی پوری تشبیہ دیتا ہی فقال مثل الذین الخ کہ انکی مثال جنپر توریت لادی گئی یعنی اسکی پابندی کی تاکید کی گئی گویا توریت کو انپر سوار کیا گیا۔ یا یہ معنی کہ توریت کے ذمہ دار ٹھیرائے گئے کیونکہ حمل بمعنی اُٹھانیکے نہیں بلکہ حمالۃ بمعنی کفالۃ وضمان سے ہے (یہ زمخشری کا قول ہے) اور پھر انھوں نے اسکی پوری ذمہ داری نہ کی ایک گدھے کی مثال ہی جسکی پیٹھ پر کتابیں لدی ہوں بھلا اس گدھے کو ان کتابوں سے کیا فائدہ بجز اسکے کہ انکے بوجھ کی مشقت اُٹھا رہا ہی ۵ نہ محقق بود نہ دانشمند۔ چارپایہ برو کتابے چند۔ یہی حال ان یہود کا ہی۔ گدھا حیوانات میں بالخصوص بارکش اور بےعقل جانور ہی اسلیئے اس سے تشبیہ دی نہ گھوڑے خچر گاڑی چھکڑے سے۔ اور تہنیا یہود کا نام نہ لیا بلکہ یہ فرمایا کہ اُن لوگوں کی مثال جنپر توریت لادی گئی ایک گدھے کی مثال ہی جو کتابیں اُٹھائے پھرتا ہی۔ اسفار سفر کی جمع ہی اور سفر بڑی کتاب کو کہتے ہیں اسوجہ سے کہ اسکے اصلی معنی روشنی کے ہیں کہتے ہیں اسفر الصبح جب صبح روشن ہو جاتی ہے تو پڑھنے سننے والے کو علم کا نور اور روشنی بخشتی ہی اسلیئے اسکو سفر کہنے لگے اور اسکی نظیر اشبار ہی جو شبر کی جمع ہے ۞
یہ ایک ایسی مثال ہی جس سے علماء اُمت محمدیہ کو بھی سنکر ڈرنا چاہیئے اور علم پر عمل کرنیکی کوشش کرنی چاہیئے ورنہ وہ بھی گدھے شمار ہونگے

شہوت پرستی یہاں تک تھی کہ بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیویوں کو بھی تصرف میں لاتا تھا سنگدلی یہاں تک [illegible] کو زندہ دفن کردینا ایک عام بات تھی ہر سیکڑوں معبود اور سیکڑوں تھان جھنڈے پوجتے تھے رمالوں کاہنوں عیاروں کے کرشموں پر ایمان تھا فال [illegible] وافامت بھی گنڈے پیلے وجنی بنے ہوئے تھے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے وقت تک تھا۔ گو پہلے عرب میں شاہانِ یمن کے ذریعے سے شائستگی ہوئی ہوگی اور علم و ہنر کی چمک ابتری ہوگی مگر اب تو چاروں طرف سے جہالت کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں ملتِ ابراہیمیہ بالکل مٹ گئی تھی اور اسی طرح تمام مذاہب اور جمیع اقوام کی حالت تھی۔ مجوس کا مذہب اصل میں جو کچھ ہو مگر اب تو شہوت پرستی اور عناصر پرستی کا مجموعہ رہ گیا تھا اسی طرح اہلِ کتاب کی حالت خراب تھی یہود توریت اور انبیاء علیہم السلام کے اصل نسخے کھو بیٹھے تھے جو بخت نصر وغیرہ بادشاہوں کے عہد میں ہوا صرف کچھ مضامین اصل کتابوں کے باقی قصص و حکایات یا مذہبی دستورات تھے جنکو توریت و صحفِ انبیاء کہتے تھے اسکے سوا انکے احبار کی شے ایمانیات اور قوم کی بیہودگی تو اس وجہ تھی کہ جیسے حضرت مسیح علیہ السلام بھی شاکی تھے اور دنیا سے شاکی گئے اور ملتِ مسیحیہ کا نو پولوس کی بدو بانی سے اور بھی خراب حال تھا سیکڑوں فرقے تھے اور سیکڑوں جدا جدا خیالات۔ انجیل انکے پاس بھی نہ رہی تھی عجائب پرستی اور پیروں کی پرستش اور اوہامِ باطلہ کی پابندی اور معمولی دستورات کی بجاآوری ہی مذہب رہ گیا تھا۔ تواریخ کلیسا کے دیکھنے سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے رہے ہنود و اہلِ چین و تتار تو ایک بت پرستی اور توہماتِ باطلہ کے دریا میں ڈوبے ہوئے ہیں ❊

اور صرف اس عہد کے لیے یہ آفتابِ ہدایت جلوہ گر نہیں ہوا تھا یا عرب کے لوگوں کے لیے ہی نہ تھا بلکہ وآخرین منھم اور آئندہ آنے والے لوگوں کے لیے بھی۔ یہ مجرور ہے اسکا عطف امیین پر ہے یعنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے عہد کے اُمّی لوگوں کے لیے بھیجا اور انکے سوا اوروں کے لیے بھی جو ہنوز نہیں پیدا ہوئے یا پیدا ہیں مگر ان میں نہیں ملے اور منصوب بھی ہو سکتا ہے تب اسکا عطف ضمیر منصوب پر ہوگا جو یعلمھم میں ہم ہے تب یہ معنی ہوں گے کہ آپ کو بھیجا کہ ان اُمیوں کو کتاب و حکمت سکھائے اور ان کے سوا اوروں کو بھی جو ہنوز ان سے نہیں ملے لما یلحقوا بھم ❊

بخاری و مسلم و ترمذی ونسائی وابن ابی حاتم وابن جریرؒ نے ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ جب آپ نے یہ جملہ لما یلحقوا بھم پڑھا تو لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں یارسول اللہ آپ نے جواب دیا پھر سوال کیا تیسرے بار سلمان فارسیؓ پر جو ہم میں موجود تھے ہاتھ رکھکر فرمایا کہ ایمان اگر ثریا تک چلا جاوے تو انہیں کے لوگ اسکو پالیں گے۔ یعنی اگر دنیا سے ایمان و خیر اُٹھکر آسمان تک بھی جا پہنچے۔ مطلب یہ کہ اسکا لینا مشکل ہو جاوے تو ابنائے فارس کے لوگ اسکو حاصل کرلیں گے مقصد یہ کہ آنے والے لوگوں سے غیر عرب جمیع اُمم مراد ہیں خواہ اہلِ فارس ہوں یا اہلِ روم اور اسی لیئے آپ نے قیصر و کسریٰ وغیرہ کو دعوتِ اسلام کے لیئے نامے لکھے (مجاہد وغیرہ سلف کا یہی قول ہے) اس حدیث کی پیشین گوئی کے مطابق بالخصوص اہلِ فارس میں سے بڑے بڑے نامورِ اسلام میں پیدا ہوئے جنکی مساعی جمیلہ کی ابتک اُمتِ محمدیہ مشکور ہے اور یہ بشارت امام ابوحنیفہؒ اور انکے تلامذہ پر صادق آئی جیسا کہ جلال الدین سیوطی وغیرہ محدثین نے بھی اقرار کیا ❊

ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ یہ اسکی عنایت ہے جسکو چاہے نصیب کرے یہود و نصاریٰ یا کسی اور کا کیا خدا تعالیٰ کو دینا آتا تھا کہ خاتم النبیین بنی اسرائیل میں پیدا ہو اور اسکے لیے نامور پیرو انہیں میں سے پیدا کرتا اس کی حکمتیں وہی جانتا ہے کہ کس قوم میں اس خدمت کی بجاآوری کا مادہ ہے سوا[illegible] واللہ ذو الفضل العظیم اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے ❊

امام ابوحنیفہؒ کی بشارت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

اے مسلمانوں جب اذان دی جائے نماز کے لیے جمعہ کے روز تو جلدی چلو اللہ کی یاد کو اور سودا چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

تم کچھ جانتے ہو۔ پھر جب نماز ہو چکے تو زمین پر پھیلو اور اللہ کا فضل (روزی) ڈھونڈھو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَاۗىِٕمًا ۭ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝

اور جب تجارت یا تماشہ دیکھتے ہیں تو اسی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور تجھے کھڑا چھوڑ دیتے ہیں کہہ دو جو اللہ کے پاس ہے تماشہ اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ بہتر روزی دینے والا ہے۔

اذا ظرف من یوم من بمعنی فی ای فی یوم الجمعۃ فاسعوا جواب اذا وذروا عطف علیہ (ترکیب) فاسعوا والجمعۃ بضمتین و باسکان المیم مصدر بمعنی الاجتماع فاذا قضیت شرط فانتشروا جوابہ کثیرا صفتہ ذکرا کثیرا واذا راوا شرط انفضوا جوابہ وترکوا معطوف علیہ قائما حال من المفعول فی ترکوک ما موصولۃ عنداللہ صلۃ خیر خبر الموصول واللہ مبتدا۔

یہود بڑے زہد و تورع کے مدعی تھے اول جب انہوں نے اپنے علم و فضل کا (تفسیر) فخر کیا اور عرب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جاہل قرار دیا ان کو گدھے سے تشبیہ دی۔ اور جب انہوں نے فخر کیا کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے سبب خدا تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر اور خاص دوست ہیں اور آخرت کی نعمتیں ہمارے لئے تیار ہیں تو ان کی تکذیب کی اور فرمایا کہ اگر سچے ہو تو موت کی آرزو کرو کہ وہ جنت میں پہنچا دے۔ تیسرا ان کا ایک اور فخر تھا کہ خدا نے ہمارے دین میں سبت (ہفتہ کا دن) رکھا ہے جس کی تعظیم و حرمت ہم پر واجب ہے اور اس میں بڑے برکات ہمارے لئے ہیں مسلمانوں کے لئے یہ نعمت نصیب نہیں اس تفاخر کے مقابلے میں ان کی جگہ خدا تعالیٰ مسلمانوں کے لئے جمعہ کا دن مقرر کرتا ہے جو ہفتہ اور اتوار سے بھی مقدم ہے اسلئے اس دن کی خاص عبادت کے لئے حکم دیتا ہے فقال یا ایہا الذین آمنوا الخ ای ان کنتم تعلمون۔ کہ اے ایماندار جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دیجائے تو اسکی طرف چلو اور جا کر یاد الٰہی کرو اور سوداگری یا اور کوئی دنیاوی کام ہو اسکو چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو کس لئے کہ دنیا اور اسکے تمام چیزیں جنکے حاصل کرنے میں تم سرگرمی اور کوشش کرتے ہو فانی ہیں تم کیا یہاں سدا رہو گے اور کیا تمہارے کام یہ چیزیں ہمیشہ آوینگی جہاں تمہیں جانا اور وہاں جا کر سدا رہنا ہے اسکے لئے کوشش کرنا بہتر ہے اور منجملہ انکی جمعہ کے لئے چلنا اور تیار ہونا اور کار دنیاویہ کو چھوڑ دینا ہے ۞

**مباحث** (١) فضائل جمعہ احادیث صحیحہ میں بکثرت وارد ہیں نبی صلعم نے فرمایا کہ ہم پچھلے ہیں مگر قیامت میں سب سے آگے رہینگے یہی بات ہے کہ انکو ہم سے پہلے کتاب ملی اور ہمکو بعد میں پھر یہ دن جمعہ کا ان پر فرض ہوا وہ اسمیں جھگڑے اللہ نے ہمکو بتا دیا سب لوگ اس میں ہمارے پیچھے ہیں یہود اسکے ایک روز بعد نصاریٰ انکے ایک روز بعد (متفق علیہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب دنوں سے جمعہ افضل ہے اسی دن آدم پیدا ہوئے اسی دن جنت میں گئے اسی دن وہاں سے نکلے اسی دن قیامت ہوگی (رواہ مسلم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جمعہ کے روز ایک ایسی ساعت آتی ہے کہ جو کچھ بندہ اس ساعت میں مانگتا ہے پاتا ہے (متفق علیہ) مسلم کی روایت میں جو ابی بردہ سے ہے وہ ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے سے لیکر نماز تمام کرنے تک کے زمانے میں ہے۔ اور ترمذی اور ابو داؤد و نسائی اور احمد کی روایات سے پایا جاتا ہے کہ حسب قول عبداللہ بن سلام وہ ساعت آخر ساعت ہے یعنی غروب کے قریب تک عصر سے لیکر۔ ابو داؤد و نسائی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلعم فرماتے ہیں یہ دن تمہارے سب دنوں سے افضل ہے اس دن مجھ پر درود بھیجا کرو وہ میرے سامنے لایا جاتا ہے ۞

ف ہفتہ کے دن کی عظمت کہتے ہیں چونکہ اس روز خدا تعالیٰ دنیا کی پیدائش سے فارغ ہوا ۔ نصاریٰ کے نزدیک اتوار کے دن کی تعظیم ہے وہ کہتے ہیں اس دن حضرت مسیح قبر سے اٹھ کر آسمان پر گئے اور لوگوں کو دکھائی دیے یہود بھی اتوار کو مانتے ہیں ۱۲ منہ

پھر فرماتا ہے کہ بئس مثل القوم الذین کذبوا بآیات اللہ کہ اس قوم کی جسنے آیات اللہ کو جھٹلایا یعنی یہود بُری مثل ہی مثل کے بُرے ہونیسے یہ مراد نہیں کہ یہ مثل بیجا اور نامناسب ہے بلکہ یہ مثل ٹھیک ہے اور انپر چسپاں ہی مگر وہ بہت بُری قوم ہے کہ جسکی یہ مثل ہو۔ آیات اللہ سے مراد آیات قرآنیہ ہی نہیں بلکہ وہ دلائل بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و اسلام کے برحق ہونے پر دال ہیں خواہ وہ عقلیہ ہوں خواہ نقلیہ یعنی وہ بشارتیں جو انکی کتابوں میں آنحضرت صلعم کی بابت مذکور ہیں جب انپر عمل نہ کیا بلکہ انکے برخلاف کیا تو انکو جھٹلا دیا۔ یا یوں کہو کہ جب یہودیوں نے توریت و صحف انبیاء کی ان ہدایات و تاکیدی احکام کو پس پشت ڈالدیا اور انپر عمل نہ کیا تو گویا انکو جھٹلا دیا۔ یہ بھی ایک قسم کی تکذیب ہے لسانی نہو حالی سہی۔ واللہ لا یہدی القوم الظالمین اسلئے متعصب لوگوں کو ہدایت الٰہی سے حصہ نہیں ملتا ہمیشہ بدنصیبی و خسران و ضلال ہی کے گڑھے میں پڑے رہتے ہیں ۞

یہود کہتے تھے کہ ہمپر یہ الزام غلط ہی کسلیئے کہ ہم خدا تعالیٰ کے خاص اور پیارے بندے ہیں خواہ کچھ ہی کریں اسکے جواب میں فرماتا ہی قل یا ایہا الذین ہادوا ان زعمتم الخ کہ اے پیغمبر یہودیوں سے کہدے اگر تمکو گمان ہی کہ ہم اللہ کے خاص دوست ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کی نسل ہونے کے سبب روتی مرگی خلعت اور دار آخرت میں جنت کے مستحق ہیں تو فتمنوا الموت ان کنتم صادقین۔ موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو تاکہ تم مرنے کے بعد عیش و آرام اپنے ادعا کے موافق پاؤ مگر دل بڑا منصف ہی اپنے اعمال بد کی شامت اسے معلوم ہو جاتی ہی اسلیئے ولا یتمنونہ ابدا بما قدمت ایدیہم۔ وہ اسکی ہرگز تمنا نہ کرینگے اپنے اعمال بد کے خوف سے۔ ملزم عدالت میں جانیسے ڈرتا ہی پاک کو کوئی خوف نہیں ہوتا نیک اور باخدا لوگ جنکو دار آخرت کے نعماء پاینکا انکی رب کی طرف سے یقین دلایا گیا ہی مرنے کے مشتاق رہا کرتے ہیں وہ دنیا کے عیش و آرام کو قیدخانہ کے آب و دانہ سے کم نہیں سمجھتے مگر خدا تعالیٰ کے ملزم زبان سے لاکھ لاف ماریں مگر نیسے ڈرتے ہیں یہیں کی زندگی پر مرتے ہیں یہیں کے سامان و اسباب پیدا کرنے کی فکر میں رہا کرتے ہیں۔ واللہ علیم بالظالمین اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہی۔ وہ بدکاروں کو ابرار کے درجے میں نہ بٹھائیگا البتہ نیک نسل اپنے بزرگوں کے انعام کا حصہ پاتی ہی۔ یہود اس امتحان سے بھاگ نکلے اور موت سے ڈرتے تھے اسلیئے فرماتا ہی قل ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم کہ کہدے جس موت سے تم بھاگ رہے ہو آخر وہ ایکروز تمھیں آپکڑیگی اس سے بھاگ کر کوئی کہاں جاسکتا ہی ثم تردون الی عالم الغیب والشہادۃ فینبئکم بما کنتم تعملون مرنیکے بعد تم اسکے پاس پہنچائے جاؤگے جو چھپی اور کھلی باتوں کو جانتا ہی یعنی اس سے کوئی چیز مخفی نہیں پھر وہ تمکو بتادیگا جو کچھ تم دنیا میں کرتے تھے ۞

ان آیات میں مسئلہ معاد بھی کس خوبی کے ساتھ بیان کردیا۔ اور ہدایات انبیاء علیہم السلام سے بیخبر ہونیکا نتیجہ اور اپنے مفاخر آبائی کے غرور میں سرتابی کا انجام بڑے پُراثر الفاظ میں ظاہر فرمایا گیا۔ ف اسلام میں انبیاء و اولیاء زادہ ہونا بغیر ایمان و عمل صالح کے کچھ کام نہیں آتا ۞

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صداقت اثبات کے زور پر عیسائیوں سے بھی مباہلہ کیا اور یہود سے بھی مگر وہ ڈر گئے۔ بخاری اور ترمذی اور نسائی اور احمد نے روایت کی ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مکے میں ابوجہل کعبے کے پاس مجھپر حملہ کرتا (جیسا کہ وہ کہتا تھا کہ کعبے میں پاؤں گردن پر رکھدوں) تو سب کے روبرو فرشتے اُچک لیتے اور اگر یہود موت کی تمنا کرتے تو فوراً مرجاتے اور اپنا گھر دوزخ میں دیکھ لیتے اور جو رسول اللہ صلعم سے مباہلہ کرنیکو نکلتے تو گھر آکر مال و اہل کچھ نہ دیکھتے ۞

ف یہود میں رہمن ایک دم ہی وہ بھی مدعی ہی کہ ہم برہما کے پوتر یعنی بیٹے ہیں [illegible] … [illegible]

ہ دن مقرر کیا تھا اسلیئے کہ ہفتہ یہود کے لیئے اتوار نصاریٰ کیلیئے تھا تب وہ سعد بن زرارہ کے پاس جمع ہوئے اسنے انکو دو رکعت نماز پڑھائی اور اس سے پہلے کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا جس میں وعظ و نصائح تھے تب سے اس دن کا نام جمعہ قرار پاگیا یہ پہلا جمعہ اسلام میں ہوا جب ہجرت کرکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور قبا میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں اُترے اور پیر اور منگل اور بدھ اور جمعرات کے روز وہیں رہے اور مسجد کی بنیاد ڈالی پھر جمعہ کے روز نکلے مدینہ میں آنے کیلیئے تو آپ نے جمعہ بنی سالم ابن عوف میں پڑھا خطبہ پڑھکر نماز پڑھائی یہ آنحضرت صلعم کا پہلا جمعہ تھا یہانتک کہ جمعہ کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ کہ جب جمعہ کے روز نماز کیلیئے آواز دیجاوے اس سے مراد وہ اذان ہے جو امام خطبہ کیلیئے منبر پر بیٹھتا ہے اسوقت دیجاتی ہے کیونکہ آنحضرت صلعم اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے عہد تک صرف یہی ایک اذان تھی مگر عثمانؓ کے عہد میں جب آبادی بڑھ گئی اور لوگ زیادہ ہوگئے اور یہ اذان کافی نہ سمجھی گئی تو حکم دیا کہ اس سے پہلے ایک اور اذان دیا کرو جو انکے مکان پر دیجاتی تھی جسکو زوراء کہتے تھے اسکو سنکر لوگ نماز کیلیئے آنے لگتے تھے پھر جب سب جمع ہو جاتے تھے تو امام جب منبر پر بیٹھتا تھا تو دوسری اذان بدستور ہوتی تھی۔ گو یہ حضرت عثمانؓ کا فعل تھا مگر آنحضرت صلعم نے فرمادیا تھا کہ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی کہ میرے طریقے کو اور میرے سچے جانشینوں کے طریقے کو لازم پکڑو اسلیئے یہ بھی مسنون ہوگئی اور اس وقت صحابہؓ میں سے کسی نے اس پر کلام نہ کیا اور آج تک یہ دستور چلا آیا اس پہلی اذان سننے سے بھی نماز جمعہ کا علم حاصل ہوجاتا ہے اسلیئے علماء احناف فرماتے ہیں کہ اس اذان سے کے بعد بیع و سائر کاروبار دنیاوی ممنوع ہیں۔ فاسعوا الی ذکر اللہ تو ذکر اللہ یعنی خطبہ اور نماز کیلیئے چلو۔ ذکر اللہ سے دونوں چیزیں مراد ہیں خطبہ اور نماز بعض کہتے ہیں نماز بعض کہتے ہیں خطبہ اور سعی سے مراد دوڑنا بھاگنا نہیں کہ دوڑ بھاگ کر آؤ بلکہ چلنا اور قصد کرنا اور کوشش کرنا۔ کما فی قولہ ان لیس للانسان الا ما سعی ۔ وما طلب مع السعی غسل کرنا کپڑے پہننا بھی اس سعی میں داخل ہے۔ وذروا البیع اور خرید و فروخت چھوڑدو مراد کاروبار دنیاوی ہیں چونکہ اس دن لوگ اکثر اسی میں زیادہ مصروف رہتے ہیں اسلیئے بیع کا ذکر کیا اذان سننے کے بعد خرید و فروخت حرام ہے کشاف میں ہے کہ عامۃ علماء کے نزدیک باوجود ممنوع ہونیکے جو کوئی بیع کریگا تو بیع فاسد نہ ہوگی کیونکہ حرمۃ امر بیع میں نہیں بلکہ نماز سے روکنے کیلیئے چنانچہ اذان سنکر چلتے ہوئے جو کوئی رستہ میں بیع و شراء کرے اس میں کچھ بھی قباحت نہیں امام مالکؒ کہتے ہیں بیع فاسد ہوگی ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون اس وقت خرید و فروخت چھوڑنا تمہارے لیئے بہتر ہے اگر تمہیں علم ہے کیونکہ دنیا فانیہ کی تجارت سے آخرت باقیہ کی تجارت بہرحال بہتر ہے۔ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ اور جب نماز سے فارغ ہوچکو تو زمین پر چلو پھرو اور اللہ کا فضل رزق و روزی تلاش کرو فضل اللہ سے مراد روزی ہے۔ یہ حکم وجوبی نہیں بلکہ پہلے جو ممانعت کی تھی اسکی اجازت ہے۔ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون اور صرف روزی ہی کی تلاش میں بیہوش نہ ہوجاؤ بلکہ اللہ کو یاد کرو تاکہ فلاح پاؤ تسبیح و تحمید و استغفار و ذکر قلبی و لسانی سے ہرحال میں اللہ کو نہ بھولو دست بکار دل بیار رہے نماز کے باہر بھی ذکر الٰہی جاری رہے۔ بخاری و مسلم وغیرہما نے جابر بن عبداللہؓ سے نقل کیا کہ ایک وقت نبی صلعم جمعہ کے دن کھڑے ہوئے خطبہ پڑھ رہے تھے کہ شہر کا کاروان (اسباب غلہ لیکر آیا اور ان دنوں قحط سالی کے تھے اور اسکی ڈگڈگی بجی) تو لوگ اسکے دیکھنے کو چلنے لگے یہانتک کہ بارہ آدمی رہگئے کہ جنمیں ابوبکرؓ و عمرؓ بھی تھے تب یہ آیات نازل ہوئیں واذا راوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا کہ جب تجارت یا لہو یعنی ڈونڈھی پٹتی دیکھتے ہیں تو انکی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ وترکوک قائما اور تجھے اے نبی کھڑا چھوڑ جاتے ہیں شاید اس وقت خطبہ عیدین کی طرح بعد میں تھا سمجھے کہ نماز تو ہوچکی۔ قل ما عند اللہ خیر من اللھو ومن التجارۃ۔ کہدے جو کچھ اللہ کے پاس ہے ثواب دار آخرت کی نعمتیں جو خطبہ و نماز سے حاصل ہیں وہ لہو و ڈگڈگی کی آواز او تجارت سے بہتر ہیں کیونکہ وہ نعمتیں باقی ہیں پھر عمدہ چیز چھوڑ کر بری کی طرف دوڑنا کونسی عقل ہے۔ واللہ خیر الرازقین اللہ بہتر روزی دینے والا ہے وہ اصل میں روزی دیتا ہے نہ تجارت و زراعت و نوکری ۱۲

ف اسلام نے عبادات میں بھی قومیت اجتماعیہ ملحوظ رکھی ہے نماز باجماعت جس میں محلہ کے لوگ پانچ وقت میل جول [illegible] ہمدردی کا موقع ملتا ہے جمعہ میں شہر بھر کے مسلمانوں کا مجمع ہو خطیب کو قومی مصالح کی تعلیم اور [illegible] اسی طرح عیدین میں اور حج میں تمام ملکوں کے مسلمان باہم مل سکتے ہیں سب ایک مشورہ سے تدبیر سے مطلع ہو سکتے ہیں مگر افسوس ہے کہ ان باتوں سے برکات حاصل کرنا چھوڑ دیا [illegible] [illegible] جمعہ کو سنت اور اتوار سے مقابلہ کیجیے کہ [illegible] تمام دن [illegible] کے آرام کرو [illegible] توریت میں سبت کے دن کوئی [illegible] اور حضرت مسیح علیہ السلام کے [illegible] [illegible] [illegible]

(۲) احکام جمعہ (۱) یہ نماز ہر مسلمان عاقل بالغ غیر معذور پر واجب ہے۔ مگر علما نے احادیث و آثار جمع کر کے اس نماز کے وجوب کے لیے بارہ شرطیں قائم کی ہیں چھ خاص شخص والے کے لیے وہ یہ ہیں۔ حریۃ یعنی آزاد ہو کسی کا غلام نہ ہو کسیلئے کہ وہ بیگانہ تابعدار معذور ہے۔ ذکورۃ یعنی مرد ہو عورت پر واجب نہیں۔ اقامتہ یعنی مقیم ہو مسافر نہ ہو کسیلئے کہ مسافر پر واجب نہیں۔ صحۃ تندرستی کسیلئے کہ بیمار پر واجب نہیں۔ سلامۃ الرجلین یعنی پاؤں ہوں لنگڑا اپاہج نہ ہو کسیلئے کہ اسپر بھی واجب نہیں۔ سلامۃ البصر بینا ہو کسیلئے کہ اندھے پر واجب نہیں بعض کہتے ہیں جب اندھے کو لیجانیوالا ہو اُسپر بھی واجب ہے۔ اور جمعہ درست ہونے کی شروط یہ ہیں۔ مصر جامع کہ شہر ہو جسمیں بازار وغیرہ ہوں کسیلئے کہ دیہات میں جمعہ درست نہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں یہ شرط ثابت نہیں بلکہ جس بستی میں چالیس آدمی جمعہ میں آسکتے ہوں وہاں جمعہ واجب ہے۔ اور یہی امام احمد حنبلؒ کا قول ہے۔ اور امام مالکؒ کہتے ہیں کہ چالیس سے بھی کم ہوں تو بھی واجب ہے۔ سلطان یا اسکا نائب منتظم بھی ہو اس شرط میں بھی مگر ائمہ کو کلام ہے۔ جماعت اگر جماعت میسر نہ آوے تو جمعہ واجب نہیں۔ امام اعظمؒ کے نزدیک کم از کم امام کے سوا تین آدمی اور ہونگے تو جماعت ہو جاویگی صاحبین کہتے ہیں امام کے سوا دو اور ہوں تو کافی ہے۔ وقت ظہر کے وقت پر ہونا چاہیے ظہر کے وقت سے پہلے یا اسکے بعد جمعہ نہ ہوگا۔ مگر حنبلیوں کے نزدیک زوال سے پہلے بھی جمعہ پڑھنا جائز ہے احادیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلعم نے اول وقت جمعہ پڑھا اسکو دیوار دل کے سایہ دیکھکر بعض نے زوال کا وقت سمجھ لیا ہوگا۔ اذن عام یعنی مخفی اور پوشیدگی کی حالت میں جمعہ نہیں بلکہ شہرت اور اذن عام ہونا چاہیے۔ خطبہ بھی ہونا نماز سے پہلے شرط ہے اگر خطبہ نہ ہوگا جمعہ صحیح نہ ہوگا (ملخص از ہدایہ و شرحہ و من دلائل الاحکام) باقی طہارت مصلّی وغیرہ اور نماز کی سب شرطیں ہیں جب یہ شروط پائی جاویں تو جمعہ واجب و فرض ہے اسکا ترک کرنیوالا گنہگار ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے ہوئے فرماتے تھے کہ لوگ جمعہ ترک کرنے سے باز آویں ورنہ اللہ انکے دلوں پر مُہر کر دیگا کہ وہ غافل ہو جاویں گے (رواہ مسلم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو سستی سے تین جمعے ترک کریگا اللہ اسکے دل پر مُہر کر دیگا (رواہ ابوداؤد والنسائی والترمذی وابن ماجہ والدارمی و مالک و احمد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے قصد کیا تھا کہ کسیکو جمعہ پڑھانے کیلئے کہوں پھر دیکھوں جو شریک نہیں ہوتے انکے گھروں میں آگ لگا دوں (رواہ مسلم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ حق اور واجب ہے ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ مگر چار شخص غلام عورت لڑکے بیمار پر نہیں (رواہ ابوداؤد) *

(۲) مسنون یہ ہے کہ جمعہ کے روز غسل کرے اچھے اور صاف کپڑے پہنے خوشبو لگائے اور جب اول اذان ہو تو خرید و فروخت سب کاروبار بند کر دے اور مسجد میں جا کر جہاں جگہ ملے چار رکعت سنت پڑھے پھر جب امام منبر پر چڑھے اور اذان ثانی شروع ہو تو بات چیت بند کر دے اور نوافل سنن بھی نہ پڑھے متوجہ ہو کر خطبہ سنے۔ امام خطبہ منبر پر کھڑا ہو کر پڑھے اور بیچ میں تھوڑی دیر بیٹھ جاوے پھر شروع کرے خطبہ میں خدا کی حمد و ثنا اور پیغمبر علیہ السلام پر درود کے بعد وعظ و پند اور احکام الٰہی کی تعلیم و ترغیب ہو۔ اگنی میں نہ ہو صاف اور سادی وضع پر ہو اور خطیب لباس مسنون پہنے ہاتھ میں عصا لیے اسپر سہارا کیے ہو خطبہ عربی زبان میں ہو اور جو قوم بالکل نہ سمجھے انکو ترجمہ کر کے سمجھا دینے میں کوئی مضائقہ نہیں خطبہ کے بعد امام منبر سے اتر آئے اور اقامت کے بعد دو رکعت نماز پڑھائے جہر کر کے نماز میں الحمد اور اسکے ساتھ اور سورۃ یا آیات قرآنیہ پڑھے سلام کے بعد چار رکعت اور پھر دو رکعت یا صرف چار علی حسب اختلاف الروایات اور بھی ہر ایک علیحدہ کا نہ پڑھے یہ مسنون ہے واجب نہیں۔ جمعہ کی نماز سے ظہر کے چار فرض ساقط ہو جاتے ہیں اور مسافر وغیرہ جو جمعہ میں شریک ہو جاویں تو انسے بھی ظہر کی نماز ساقط ہو جاتی ہے اور جو کوئی بلا عذر شریک نہ ہو گو شریک نہ ہونے سے گنہگار ہوگا مگر وہ ظہر پڑھے لیکن جماعت نہ کرے جمعہ سے پہلے اور نماز کے بعد کاروبار دنیاویہ کی ممانعت نہیں۔ ہاں جو اس تمام روز مبارک میں خیرات و عبادت کے لیے تعطیل کرے تو بڑی برکت ہوگی *

(۳) جمعہ کو اسلیے جمعہ کہتے ہیں کہ اس دن لوگ نماز کے لیے جمع ہوتے ہیں جسنے سب سے اول اس روز کا نام جمعہ رکھا ہے بعض کے نزدیک کعب بن لوی ہے اور عرب پہلے اس روز کو عروبہ کہا کرتے تھے بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق انصار نے ہجرت سے پہلے جمع ہونیکا اور ملکر عبادت کرنیکا

لوگوں نے مجھے جھوٹا سمجھ کر بڑی ملامت کرنی شروع کی یہانتک کہ میں شرمندگی کے مارے گھر میں بیٹھ رہا مگر خدا تعالیٰ سے امید تھی کہ قرآن میں میری بات کوئی بات ضرور نازل فرمائیگا پھر جب یہ آیات نازل ہوئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر پڑھ سنایا اسے زید خدا نے تجھے سچا کر دیا (خلاصۃ الروایات) یہ ہے ان آیات کا **شان نزول**

ان آیات میں خدا تعالیٰ منافقوں کے اس قول کو بھی نقل کرتا ہے اور پھر انکے قسمیں کھانے اور اخلاص ظاہر کر کے جان بچانے کا بھی حال بیان فرماتا ہے مگر شان الہامی اور رحمت خداوندی ہے کہ کسی کا نام نہیں لیا جاتا۔ فرماتا ہے اذا جاءک المنافقون قالوا نشہد انک لرسول اللہ جبکہ تیرے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو ای محمد اللہ کا رسول ہے **منافق شرع** میں اسکو کہتے ہیں جو بظاہر مسلمان اور در پردہ کافر ہو۔ وہ عند اللہ بھی کافر ہے گو شرع ظاہر ہے اسلام کے ظاہری احکام میں شریک ہے اسپر نماز جنازہ بھی پڑھی جاویگی میراث کا حصہ بھی پاویگا لیکن مرنے کے بعد ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہیگا اور جسکا ظاہر کچھ ہو باطن کچھ ہو اسکو بھی منافق کہتے ہیں مگر حقیقی منافق نہیں اسی طرح جسمیں منافقوں کے عادات ہوں جھوٹ بولنا وعدہ خلافی کرنا امانت میں خیانت کرنا گالی بکنا نماز میں سستی کرنا وہ حقیقی منافق نہیں لیکن جبکہ دل میں کلمہ کی تصدیق ہے مگر ان بری عادتوں کے سبب گنہگار اور نفاق کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ ابتدائے اسلام کے وقت چند لوگ ایسے تھے جنکا سردار عبد اللہ بن ابی تھا وہ اور اسکا گروہ آپ کے سامنے آکر ایسی گواہی دیتے تھے۔ واللہ یعلم انک لرسولہ فرماتا ہے انکی گواہی پر موقوف نہیں اللہ خود جانتا ہے کہ تو اسکا ای محمدؐ رسول ہے یعلم اللہ ہر کا افزاء عرب کے محاورہ میں قسم میں بھی مستعمل ہوتا ہے سو اس جملہ میں قسم سے تاکید اور زیادہ ہو جاویگی مگر انکی گواہی دل سے نہیں اور گواہی میں دل اور زبان موافق ہونا ضرور ہے اگر دونوں موافق نہیں تو وہ شہادت جھوٹی ہے اسلیئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واللہ یشہد ان المنافقین لکاذبون کہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق اپنی شہادت میں ضرور جھوٹے ہیں نہ اس کہنے میں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ یہ خبر تو صادق ہے واقع کے مطابق ہے۔ اور خبر کے صدق و کذب کا اسی پر مدار ہے اگر واقع کے مطابق ہے تو صادق ورنہ کاذب۔ مخبر کے اعتقاد کا اعتبار جمہور کے نزدیک نہیں مگر جاحظ کہتا ہے کہ جس طرح شہادت کے سچے ہونے میں واقع سے مطابق ہونیکے ساتھ اعتقاد سے مطابق ہونا بھی شرط ہے اسی طرح خبر میں بھی کیونکہ شہادت بھی خبر ہے۔ ہاں خبر موکد ہے چونکہ انکی خبر اعتقاد کے مطابق نہ تھی گو واقع کے مطابق تھی اسلیئے انکو خدا پاک نے جھوٹا کہا بعض کہتے ہیں خدا نے جو انہیں اس سچی بات کے کہنے میں جھوٹا کہا تو اسکے یہ معنی کہ وہ اپنے نزدیک جھوٹے ہیں کیونکہ وہ انک لرسول اللہ کو جھوٹ جانتے تھے نہ یہ کہ وہ در اصل جھوٹے تھے کیونکہ بات تو سچی تھی اشہد اور نشہد یا اسکا ترجمہ بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یمین اور حلف ہے کچھ قسم کھا کر کہنے پر موقوف نہیں ۔

پھر فرماتا ہے کہ یہ جھوٹی قسمیں اسلیئے کھاتے ہیں۔ اتخذوا ایمانہم جنۃ فصدوا عن سبیل اللہ کہ اپنی قسموں کو آڑ بنا رکھا ہے الزام سے بچنے کے لیئے پھر وہ اللہ کے رستے سے روکتے ہیں یا خود رک گئے۔ **ایمان** یمین کی جمع یمین کے لغت میں معنی قوۃ کے ہیں اور شرع میں اس کلام کو کہتے ہیں جسکو حلف اور قسم سے قوی کیا جاوے خواہ لفظ اللہ یا اسکے کسی اور نام یا صفات سے صادر ہو جیسا کہ عربی میں باللہ تاللہ بالرحمن بالرحیم بعزۃ اللہ و جلالہ کہہ کر کوئی بات کہے۔ اردو میں خدا کی یا اللہ کی قسم یا اسکو حاضر ناظر جانکر کہتا ہوں ان الفاظ سے جو کہے۔ پھر یمین کی تین قسم ہیں۔ **اول** یمین غموس جو کسی گزشتہ بات پر ایسی قسم کھا کر کہے اور مقصود جھوٹ کہنا ہو۔ کہ واللہ یہ بات یوں تھی۔ اور جانتا ہے کہ یوں نہ تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جھوٹی قسم کھاوے اللہ اسکو دوزخ میں داخل کریگا اسکا بجز توبہ و استغفار کے اور کوئی کفارہ نہیں۔ منافق بھی یمین غموس میں مبتلا تھے۔ اس سورہ میں آگے انکے لیئے بھی استغفار ہی کی تاکید ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کفارہ دے۔ **دوم** یمین منعقدہ کہ آئندہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھاوے کہ واللہ یوں کروں گا یا بخدا ایسا نکروں گا اسکے خلاف کرنے میں کفارہ ہے۔ **سوم** یمین لغو کہ کسی گزشتہ بات کی قسم کھا کر خلاف خبر دی مگر یہ اسکو خلاف نہیں جانتا (یا یوں ہی بلا قصد واللہ باللہ کہا کرے جیسا کہ بات بات پر عوام واللہ باللہ کہا کرتے ہیں۔ اسمیں کفارہ نہیں مگر ایسی قسم نہ کھانا چاہیئے) الشافعی ؎

## سورۂ منافقون مدینہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ

جس وقت تیرے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو ضرور اللہ کا رسول ہے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ تو ضرور اسکا رسول ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک

الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ذٰلِكَ

منافق جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو آڑ بنا رکھا ہے پھر اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ بیشک بہت ہی برا کر رہے ہیں یہ اسلئے

بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۞ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ

کہ وہ ایمان لائے پھر منکر ہوگئے پھر انکے دلوں پر مہر کردی گئی جسلئے وہ سمجھتے نہیں۔ اور جب تو انکو دیکھے تو تجھے (انکے ڈیل ڈول) بھلے معلوم ہوں اور اگر وہ کچھ کہیں تو انکی بات

لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۫ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۞

سنے گویا کہ وہ سہارے سے لگائی ہوئی لکڑیاں ہیں ہر ایک چیخ کو اپنے ہی اوپر سمجھتے ہیں وہی دشمن ہیں پس انسے بچتا رہ۔ اللہ انکو مارے کہاں سے پھرے چلے جاتے ہیں ۱۲

(**ترکیب**) اذا شرط قالوا جواب وقیل محذوف فالواحال ای جاؤک قائلین کیت وکیت ومنہم من قال جوابہ اتخذوا فیما بعد واللہ یعلم الجملۃ معترضۃ مقررۃ لمضمون ما قبلہا وہو الشہادۃ باللسان مع الانکار فی القلب اتخذوا الخ الجملۃ مستانفۃ لبیان کذبہم وحلفہم علیہ ایمانہم عند الجمہور بفتح الہمزۃ جمع یمین وقری بکسرہا والجنۃ الترس سسر ساء ہہنا معنی بئس فی افادۃ الذم فطبع قرء الجمہور مبنیا للمفعول وقری مبنیا للفاعل و واذا رایتہم شرط تعجبک جوابہ وان یقولوا شرط تسمع جوابہ وقری یسمع علی البناء للمفعول کانہم خشب مسندۃ فی محل الرفع علی انہ خبر مبتدا محذوف ہم او کلام مستانف لا محل لہ وقری خشب [illegible] جمع خشبۃ کبدن جمع بدنہ وقیل جمع خشباء وہی الخشبۃ المجوفۃ وقری بالتثقیل مسندۃ من الاسناد بمعنی الامالۃ والتشدید للمبالغۃ وقری خشب بضمتین وقری باسکان الشین وقری بفتحتین ۔

(**تفسیر**) یہ سورہ بھی مدینہ میں نازل ہوئی ابن عباس وغیرہ اکثر اسکے قائل ہیں جمعہ کی نماز میں اول رکعت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ جمعہ پڑھتے تھے یا ان کو بیدار وہوشیار کرنیکے لیئے اور دوسری رکعت میں اس سورۃ کو پڑھتے تھے منافقوں کی سرزنش کیلئے۔ (اس مضمون کو سعید بن منصور نے اور اوسط میں طبرانی نے نقل کیا ہے) ۔

بخاری اور مسلم وغیرہما نے زید بن ارقم صحابی سے نقل کیا ہے کہ ہم آنحضرت صلعم کے ساتھ ایک سفر میں نکلے تو وہاں لوگوں کو تکلیف پہنچی (بھوک پیاس کی) اور بخاری وغیرہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کے کسی بات میں خفا ہو کر تھپڑ مارا یا انصاری نے مدد کیلئے انصار کو پکارا اور مہاجر نے مہاجرین کو اور اس وقت مہاجر تھوڑے اور انصار بہت تھے آنحضرت صلعم نے سنکر فرمایا کہ کیا گندی بات ہے بات گئی گذری ہوئی (مگر عبداللہ بن ابی انصار میں بڑا شخص تھا اور آنحضرت صلعم کے مدینے میں تشریف لانے سے پہلے اسکو سرداری کی پگڑی بندھنے والی تھی جو آپکے آنے سے خاک میں مل گئی اسکے دل میں آنحضرت صلعم اور مہاجرین کی عداوت تھی اور منافقوں کا سردار تھا) اسنے کہا کیا مہاجرین نے ایسا کیا ہے تب تو اسکو دلی بغض نکالنے کا موقع مل گیا جوش میں آکر کہنے لگا کہ لو ہمارے شہر سے کھا کر ان لوگوں کے یہ دن لگے ہیں بخدا مدینہ پہنچکر ہم شہر کے رئیس ان ذلیل پردیسیوں کو نکال دینگے اور لوگوں سے کہا کہ جو اس نبی کے پاس ہیں یعنی مہاجرین انکو آئندہ سے کچھ دیا لیا نہ کرو پریشان ہو کر بھوک کے مارے آپ بھاگ جاوینگے یہ باتیں بد کہتے میں نے سن لیں اور اپنے چچا (طبرانی کے نزدیک چچا سے مراد سعد بن عبادہ ہیں جو قوم خزرج کا سردار تھا) یا عمر سے ذکر کردیا انہوں نے آنحضرت صلعم سے جا کہا آپنے مجھے بلا کر پوچھا میں نے صاف صاف کہدیا پھر عبداللہ بن ابی سردار منافقین کو بلا کر پوچھا اسنے انکار کردیا اور قسمیں کھانے لگا اور بڑی باتیں اخلاص مندی کی کرنے لگا زید کہتے ہیں

ف بعض کہتے ہیں غزوۂ تبوک میں واقعہ ہوا بعض کہتے ہیں نہیں بلکہ غزوۂ بنی المصطلق تھا ۱۲ ف انصار بنی قوم کی حمایت کیلئے باتیں کرنے لگے اور مہاجر لوگ اپنا وطن چھوڑ کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوگئے تھے ۱۲ منہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

اے ایمان والو تم کو تمہارا مال اور اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائے۔ اور جو ایسا کرے گا سو وہی

الْخٰسِرُوْنَ ۝ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ

خسارے میں رہ گیا اور ہمارے دیے میں سے دو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے تو کہنے لگے کہ اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت کیوں نہ دی

قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

کہ میں صدقہ دے لیتا اور نیک ہو جاتا اور اللہ تو کسی کو ہرگز مہلت نہیں دیا کرتا جبکہ اس کا وعدہ آ جاتا ہے اور اللہ جو تم کام کرتے ہو

فاصدق بالنصب بالفاء الواقعة فی جواب الامر وهو انفقوا ... علی الماضی فاصدق بالنصب ... لو وقع فی جواب لولا واصله اتصدق والحمهور علی ادغام التاء فی الصاد واکن اصله اکون ... الواو بالجزم ... بالجزم عطفا علی محل فاصدق کانه قیل ان اخرتنی ... واکن وقرئ اکون بالنصب عطفا علی لفظ فاصدق ... الجملة تدل علی جواب اذا جاء ۞

**تفسیر** منافقوں کی افسوسناک حالت بیان فرما کر مسلمانوں کو یاد الٰہی اور خیرات کی طرف ابھارتا ہے اور ایک ناگہانی آ جانیوالے وقت سے ڈراتا ہے۔ فقال یاایہا الذین امنوا کہ اے ایماندارو مال اور اولاد کے شغل میں اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو جانا اور جو غافل ہو گیا۔ فاولئک ہم الخاسرون وہ وہ ٹوٹے اور نقصان میں ہیں کہ جو اس حق سے غافل رہ کر آئے مشتاق مال جمع کیا بڑی جائداد بنا حاصل کیں اور زیور جواہرات ہاتھی گھوڑے شال دوشالے نقرئی طلائی برتنوں کی کوئی کمی نہیں ہے مکان بھی عالیشان باغ بھی بہت آراستہ کیے نہریں بہتی ہیں حوض جھلک رہے ہیں عیش و نشاط کے ہزاروں سامان موجود ہیں خوبصورت عورتیں بھی بناؤ سنگار کیے ان باغوں میں آنکھ کے سامنے بیٹھی ہیں اولاد بھی ہے مگر عمر گراں مایہ کہاں وہ جوانی اور طبیعت کا جوش وہ سب گیا دنیا میں مالا مال ہو گیا پھر ایک دن چلدیئے سب یہیں پڑا رہا ایک گڑھے میں بیٹھے ہیں نہ پھر روز بعد ہڈیوں کے ریزے ریزے ہو گئے یہ عیش خواب پریشان معلوم ہونے لگا کہاں کو ہو گا اور وہاں ہمیشہ رہنا ہے اس کا کوئی سامان نہیں پھر ہمیشہ طرح طرح کی ذلت اور آفت اور حسرت و ندامت اگر خسارہ اور نقصان نہیں تو اور کیا ہے لعنت ہے اس تھوڑی دیر کے عیش پر جس کے بعد ہمیشہ کی مصیبت ہو ۞

بس اے آخرت کا توشہ لو وہ کیا ہے یاد الٰہی اس سے ایک گھڑی نہ بھولو روح جو لطیف ہے آلودگی جسمانی سے یہ اس لئے حقیقی کی طرف متوجہ ہونے میں پیش پیش ہوتی ہے اور لذائذ دنیا ہر گھڑی اس کے حق میں ہزنا ہیں اس لیے اس کو دنیا کی یاد میں لگانا سعادت ہے اس کے بعد اس کی رضامندی کے لیے مال جو تمام اسباب دنیا اور جملہ غفلات کا ذریعہ تھا اس کے دینے کا حکم دیتا ہے وانفقوا مما رزقنکم کہ ہمارے دیے ہیں سے دو جس طرح ذکر اللہ میں نماز فرائض یا نوافل حج وغیرہ کی تخصیص نہ تھی بلکہ عام مراد تھی نماز روزہ حج بھی اور ایسے ذکر و فکر و مراقبہ بھی ہو اسی طرح یہاں خرچ کرنے سے خاص زکوٰۃ و صدقات واجبہ مراد نہیں بلکہ عام ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ کام بہت جلد کرو بہتوں کے آنے والے سامانوں پر بھروسہ کر کے کہو یوں ہو گا اور ایسا ہو جاوے گا تب دینگے اور فرصت سے اللہ کو یاد بھی کیا کرینگے کیونکہ موت کا کوئی وقت معین نہیں ہر وقت کھٹکا لگا ہوا ہے اجل لگائے ہوئے گھات ہر کسی پر ہے ۞ بہوش باش کہ عالم روا روی است ۞ پھر عمر بھر تو یاد الٰہی نہ کی حتیٰ کہ نماز پنجگانہ سے بھی غافل پڑے رہے اللہ کی راہ میں کوڑی تک نہ دی زکوٰۃ و صدقات واجبہ بھی نہ دیے اور خیالات میں بھٹکتے رہے کہ موت کے سامان پیدا ہو گئے اور یقین ہو گیا کہ اب ان سب رفیقوں کو چھوڑتے ہیں ایسا کہ پھر کبھی یہاں آنا نہ ہو گا اب لگے حسرت و افسوس سے یہ کہنے کہ اے خدا مجھے ذرا سی مہلت دے کہ میں خیرات دے لوں نیک ہو جاؤں مگر اس وقت کسی کو ایک ذرا بھی مہلت نہیں اللہ دیتا اللہ کما کرتے ہیں اسی لئے فارسی ... جو کرنا ہو کر لو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے تمہارے کاموں سے خبردار ہے ۞

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ○

اور جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ کہ رسول اللہ تمکو معاف کرا دے تو اپنے سر ہلاتے ہیں اور تو انھیں دیکھتا ہے کہ رکتے ہوئے گھمنڈ کر کے

سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ○

برابر ہے ان کے لیے معافی مانگ یا نہ مانگ اللہ انکو ہرگز نہ بخشے گا۔ بیشک اللہ بدکار قوم کو راہ نہیں دیتا

هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنْفَضُّوا ۗ وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

یہی ہیں جنہوں نے کہا تھا کہ جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس ہیں ان کو مت دو تاکہ وہ بھاگ جاویں۔ اور آسمانوں اور زمین کے خزانے تو اللہ ہی کے ہیں

وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ○ يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ

لیکن منافق نہیں سمجھتے۔ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ پھر کر گئے تو عزت دار وہاں سے ذلیلوں کو نکال دینگے۔ اور عزت تو اللہ کو

وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ○

اور اسکے رسول کو اور ایمانداروں کو ہے اور لیکن منافق جانتے نہیں

[illegible]

واذا قیل لھم تعالوا یستغفر مجزوم او فعل فی جواب الامر ای تعالوا لواجواب الشرط وھم مستکبرون (ترکیب) الجملۃ حال من فاعل یصدون و رأیتھم کان من الرؤیۃ البصریۃ فیصدون حال والا فھو

فرمایا تھا کہ اپنی جھوٹی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے لوگوں کو اللہ کے رستہ جہاد و ایمان (تفسیر) اعمال صالحہ سے روکتے ہیں لوگوں میں سبھ ڈالوا کر اور اسلام میں جھوٹے عیب

اتہام لگا کر اور جو انکا یہ جرم کسی نے ظاہر کر دیا تو قسمیں کھا کر بنا اسے سچ گئے یہ دستور کر رکھا ہے لیکن سارا ماکانوا یعملون بہت بُری بات ہے اسلئے کہ اس جرم کے ارتکاب کا سبب

بیان فرماتا ہے۔ ذلک بانھم آمنوا ثم کفروا کہ وہ زبان سے ایمان لائے پر دل سے منکر ہو گئے یا یوں کہو کہ اول ایمان لائے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں کافر و مرتد

دل میں ہو گئے فطبع علی قلوبھم پھر تو انکے دلوں پر مہر ہو گئی۔ فھم لا یفقھون کچھ نہیں سمجھتے حق و باطل میں امتیاز نہ رہا۔ اب اسکے بعد انکے ظاہری حالات بیان فرماتا

واذا رأیتھم تعجبک اجسامھم کہ بڑے چپڑے چکنے ڈول ڈول کے خوبصورت بھلے مانس معلوم ہوتے ہیں کہ دیکھنے سے بھلے معلوم ہوں یا تعجب ہو۔ وان یقولوا تسمع لقولھم

اور خوش بیان چرب زبان بھی ہیں کہ مجلس میں بات کریں تو انکی بات کان لگا کر دھیان سے سنی جائے مگر یہ ظاہری ڈھول ہے اندر سے خالی ہیں کانھم خشب مسندۃ

گویا وہ دیوار سے لگی ہوئی لکڑیاں ہیں تشبیہ اس بات میں ہے کہ خشک لکڑی جب جلنے کے سوا اور کسی کام میں نہیں لائی جاتی۔ عمارت میں نہ کسی حصہ کے

بننے میں تو اسکو دیوار کے سہارے کھڑا کر دیتے ہیں ان میں خود کھڑے ہونے کی بھی طاقت نہیں۔ یہی حال ان منافقوں کا ہے کہ ان کے دل خالی ہیں خیر و ایمان سے

صرف جہنم میں جلانے ہی کے قابل ہیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی طاقت نہیں کسلئے کہ دلوں پر مہر ہے کوئی بات حق و باطل کی سمجھ نہیں سکتے (۲) یہی بات کہ وہ

خشک لکڑیاں جو اصل میں تر و تازہ تھیں کٹ کر خشک ہو گئیں اسی طرح اصل فطرت انسانیہ کے لحاظ سے یہ بھی اچھے اور ایماندار تھے مگر جب اس سے کٹ گئے خشک ہو گئے (۳) اب

جس طرح جلانے کے سوا ان لکڑیوں سے اور کوئی مقصود نہیں اسی طرح ان کفار و منافقین کو جہنم کا ایندھن سمجھنا چاہیے (۴) لکڑی کٹی ہوئی کے دو سرے ہوتے ہیں ایک پر دیوار سے ملا ہوا

دوسرا زمین سے لگا ہوا اسی طرح منافقوں کے بھی دو رخ ہیں ایک انکا ظاہری ایمان اور چرب زبانی کا دوسرا کفر و باطنی کا سرنگوں اور ذلت اندوز ہے (۵) دیوار سے لگے ہوئے خشک تختے سے

انکے قد و قامت میں بھی تشبیہ ہے۔ ناظر ایسے ہیں یحسبون کل صیحۃ علیھم کہ جو کوئی آواز ہو گھوڑا چھوٹ جائے یا کوئی گھر کا ہو یا کوئی کسی کو پکارے تو سمجھتے ہیں کہ ہم ہی پر بلا آئی وہ اجل

پڑتے ہیں فرماتا ہے انکی چپڑی چکنی باتوں پر نہ جاؤ ھم العدو وہی دشمن اسلام ہی ہیں اسلئے بچو۔ آپ ہی بددعا کرتا ہے جیسا کہ عرب کے موافق قاتلھم اللہ اللہ انکی گردن مارے۔

انی یؤفکون کہاں سے الٹے جاتے ہیں ہدایت کے چشمے سے پیاسے جاتے ہیں۔ اور جب انکی جھوٹی قسمیں کھانے اور انکے کذب ثابت ہو جانے کا بات سے وہ نالائق باز نہیں آتے بلکہ

آیا ہے کہا جاتا ہے کہ چلو رسول اللہ یا کریم تمہارے لیے خدا سے بخشش و معافی مانگیں تو اکڑتے اور سر ہلاتے ہیں یا رسول خواہ انکے لیے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں اللہ انکو نہ بخشے گا۔ ھم الذین سے لیکر آخر تک

کلمات ان رعبد اللہ بن ابی نے کہے تھے یا آنحضرت کے لوگ نکو کچھ نہ دو کہ چلے جاویں اسکے جواب میں فرماتا ہے وہ کیا دینگے زمین و آسمان کے خزانے اللہ کے ہاتھ میں ہیں یہ بھی کہتا تھا کہ

بیشک عزت اللہ ہی کو اور رسول کو اور مومنوں کو ہے [illegible]

بھی ہے۔ ہر بادشاہ ہر بات پر قادر نہیں ہوتا ہے لیکن وہ ہر بات پر قادر ہے اسلئے اور بھی ہر ایک مخلوق اسکی تسبیح پڑھتی ہے کہ وہی ہو چیز ہے الفعل کرتی ہے [illegible]
احسانہی ہے زبان حال سے کاریگار کہہ رہی ہے سبوح قدوس لک الملک لک الحمد اور وہی لعنت [illegible] ہیں سے ایمانداروں زبان سے بھی تسبیح [illegible] خصوصا ملائکہ [illegible]
حال نثار ہے ہمیشہ تقدیس ہی میں رہتے ہیں کہ اسے انسان تو کیوں غافل ہے اور مہلت چند روزہ میں دنیاوی لذات و شہوات میں مشغول ہے [illegible]

اسکے بعد ہم خود بنا انسان کی طرف خطاب کر کے اپنے انعام و افضال سابقہ و لاحقہ یاد دلا کر تنبیہ فرماتا ہے اور نبوت کا ثبوت بھی ہے تو فقال
ھو الذی خلقکم کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ ہے کہ جسنے تم کو بھی پیدا کیا اسلئے وہ لائق ہے کہ تم بھی اسکی تسبیح کرو مگر تمہاری یہ حالت ہے
فمنکم کافر ومنکم مؤمن کہ تم میں سے کچھ کافر ہیں کہ اللہ کو جانتے ہیں نہ مانتے ہیں تسبیح وتکبیر کہتے ہیں اسلئے کہ غیر معبودوں کی طرف رجوع ہیں اور بعض مومن ہیں
اسی کی پرستش کرتے ہیں [illegible] و اللہ بما تعملون بصیر
و [illegible] اہل سنت کے [illegible] کفر و ایمان [illegible] واللہ خلقکم وما تعملون [illegible] اسلئے کہ
کی جزا و سزا [illegible] کفر و شرک [illegible] بعض مفسروں نے [illegible]
[illegible] کافر [illegible] مؤمن [illegible] کلام کے مناسب [illegible] اہل سنت [illegible]
پھر فرماتا ہے [illegible] خلق السموات والارض آسمانوں اور زمین کو [illegible]
اور [illegible] لوگوں کا خیال تھا انکا
رد کرتا ہے۔ وصورکم فاحسن صورکم کہ تمہاری صورتیں [illegible] جگہ [illegible] اور منہ کی جگہ [illegible]
کیا ہی بدنما معلوم ہوتا اور بات یہ ہے کہ انسانوں میں بھی [illegible] بصورت [illegible] صورت بھی مناسبت اعتدال
فطری کے لحاظ سے خوبصورت ہے۔ اسکی شکل کو طبعی مناسبت اعتدال کے خلاف تصور کر کے دیکھو کہ کیسا برا معلوم ہوگا۔ پھر فرماتا ہے کہ پیدا کر کے آزاد نہیں چھوڑ دیا
آیندہ اس سے کوئی سروکار نہیں بلکہ والیہ المصیر اسکی طرف پھر کر جانا ہے۔ دنیا میں بھی جب اسباب منقطع ہو جاتے ہیں بندہ اسکی طرف پھر کر جاتا ہے پھر وہی [illegible]
اسکے بعد اپنے وسعت علم کا ثبوت کرتا ہے فقال یعلم ما فی السموات الخ کہ آسمانوں اور زمین کی اور تمہارے دل کی مخفی باتیں جانتا ہے۔ اسمیں تنبیہ ہے منافقوں پر کہ دلمیں
کفر و نفاق رکھ کر خدا سے کہاں چھپاؤ گے۔ یہ تمام امور اس بات کی دلیل ہیں کہ وہی تسبیح و تقدیس کے لائق ہے اور جو کوئی احسان فراموشی کر کے خدا تعالیٰ سے سرکشی کرتا ہے
تو وہ دنیا میں بھی گردن توڑ دیتا ہے اسلئے پہلے برباد شدہ قوموں کے حالات کی طرف اجمالاً اشارہ فرماتا ہے الم یاتکم الخ کہ تمہیں پہلے لوگوں کی خبر نہیں معلوم ہوئی کہ دنیا
بھی اپنے کردار کا مزہ چکھا اور آخرت میں عذاب الیم کے حوالے [illegible] اسلئے کہ انکے پاس رسول نشانیاں اور معجزے لیکر آئے تو وہ منکر ہو گئے اور کہنے لگے کہ بھلا آدمی ہم کو
کیا ہدایت کرنے آئے ہیں (یعنی رسول بشر نہیں ہونا چاہئے بلکہ خدا بشر ہو جائے تو مضائقہ نہیں) منہ موڑ لیا اور نخوت و تکبر سے بے پروائی کی پھر اللہ نے ان سے
بے پروائی کی چاہتا تو انکو راہ راست پر لاتا انکے دلوں [illegible] ایسے متکبر [illegible] ہیں اور اسکو حاکم بنا کر [illegible] کسی کی کچھ پروا نہیں ہے

[illegible] فعالکی تفسیر تقدیم و تاخیر [illegible] واللہ بما تعملون بصیر [illegible]
یا اللہ کہا کرتے ہیں۔ اسمیں لفظ [illegible]
[illegible]

## سورۂ تغابن مدینہ میں نازل ہوئی اسمیں اٹھارہ آیات دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ هُوَ الَّذِي

اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں آسمانوں اور زمین والے اسکی بادشاہی ہے اور اسی کو تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اسی نے

خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ

تم کو پیدا کیا پھر کوئی تم میں کافر اور کوئی مومن ہے اور اللہ جو تم کر رہے ہو دیکھ رہا ہے۔ بنائے آسمان اور زمین ٹھیک طور پر

وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَإِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ

اور صورت بنائی تمہاری پھر اچھی صورت بنائی تمہاری اور اسکے پاس پھر کر جانا ہے۔ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جانتا ہے جو تم چھپی کرتے ہو

وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَأُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ

اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ اور اللہ کو معلوم ہے دلوں کی بات کیا تمکو ان لوگوں کا حال نہیں معلوم ہوا جو تم سے پہلے کافر تھے کہ انھوں نے اپنے کام کی سزا چکھی اور ان کو سخت

أَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِأَنَّهُ كَانَتْ تَأْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْا أَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ

عذاب ہوا۔ یہ اسلئے کہ انکے پاس انکے رسول آیا کرتے تھے نشانیاں لیکر تو وہ کہا کرتے تھے کہ کیا آدمی ہمکو ہدایت کرینگے سو انھوں نے انکار کیا اور منہ موڑ لیا اور اللہ نے بھی پروا نہ کی اور اللہ بے پروا

(**ترکیب**) خبر مقدم کافر مبتدا والجملۃ تفریع وتفصیل للخلق ومنکم مومن الجملۃ معطوفۃ علی الجملۃ السابقۃ واللہ مبتدا بصیر خبرہ بما تعملون متعلق بہ بالحق حال من فاعل خلق ای خلق متلبسا بالحق فبشر مبتدا یہدوننا خبرہ وہو الجملۃ معطوفۃ علی ما قبلہا۔ ویمکن ان تکون حالا من الضمیر فی لہ فمنکم

(**تفسیر**) ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ بھی یہی فرماتے ہیں۔ مگر کلبی کہتے ہیں کہ یہ سورۃ کچھ مکہ میں کچھ مدینے میں نازل ہوئی یعنی اخیر کی چند آیات یاایہا الذین آمنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروہم مدینے میں نازل ہوئیں جبکہ عوف بن مالک اشجعیؓ نے اپنی اولاد اور بیوی کی بدسلوکی اور زیادتی آنحضرت صلعم سے بیان کی تھی۔ عطا بن یسار بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں اور ابن حبان نے ضعفا میں اور طبرانی و ابن مردویہ و ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے اسکی پیشانی پر اس سورۃ کی پانچ آیتیں اول کی لکھی ہوئی ہوتی ہیں ابن کثیر فرماتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں ❊ یہ سورۃ بھی اکثر کے نزدیک مدینے میں نازل ہوئی ہے چنانچہ ضحاک یہی کہتے ہیں

**مناسبت** اس سورۃ کو اول سورۃ منافقون سے یہ ہے کہ اسمیں منافقوں کی مذمت تھی اسمیں صادقوں کی مدح و خوبی ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ اس سورۃ کی اخیر میں یہ تھا کہ تمہارے مال و اولاد تمہیں یاد الٰہی سے غافل نہ کریں جو سراسر خسران ہے اور موت کا ہر وقت کھٹکا ہے پھر اس وقت مہلت نیکی کرنے کی نہیں ملیگی اس مضمون پر ہدایت کی اس سورۃ میں تاکید فرماتا ہے کہ اسکی یاد کچھ تم پر موقوف نہیں بلکہ یسبح للہ ما فی السموٰت وما فی الارض کہ آسمان و زمین کے رہنے والے اسکی ہر وقت تسبیح و تقدیس کیا کرتے ہیں اور وہ اسکے لائق بھی ہے (۱) اسلیئے کہ لہ الملک لہ الحمد۔ بادشاہت اور ستائش اسیکو ہے بادشاہت حقیقی کے تو کیا کہنے ہیں مجازی بادشاہت جسکو حاصل ہوتی ہے سب اسی کی طرف جھکتے ہیں اسیکا ذکر خیر کرتے ہیں ہر ایک عیت اسکی طرف دوڑتی ہے پھر جبکہ بادشاہ میں صفات حمیدہ بھی ہوں (جنکی طرف لہ الحمد میں اشارہ ہے کیونکہ حمد کسی ذاتی یا صفاتی خوبی پر ہوا کرتی ہے اور اسلیئے اس جملہ کو بعد میں ذکر کیا) تو اور بھی مرغوب و محمود ہوتا ہے چہ جائیکہ بادشاہ حقیقی ہو اور اسمیں تمام خوبیاں بھی ہوں بغضہ کا دبہا ہے او کریم آنکھوں میں انتہا مروت جب کوئی سامنے جا عذر آوے تو معاف کر دے اور پھر (۲) وہو علی کل شیٔ قدیر ہر چیز پر قادر بھی ہو بھلا کرنے پر بھی مضرت پہنچانے پر بھی جیسا کہ وہ صاحب نعمت و جود ہے ویسا ہی صاحب ہیبت و جبروت

ف پیشانی پر ان آیتوں کے لکھے ہونے سے یہ مراد نہیں کہ سیاہی اور اس قلم سے سبع خط میں لکھی ہوتی ہیں بلکہ یہ مراد کہ ہر بچہ بندہ رنگ جہالت و بت پرستی سے عاری ہے ۱۲ منہ

ہمارے وطن جیسا کہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے ۱۲ منہ

پھر جب یہ ہی تو فآمنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا اللہ اور اسکے رسول اور اس نور پر کہ جسکو ہمنے نازل کیا ایمان لاؤ تاکہ تم کو اس دن کی خوبی حاصل ہو اور وہ کس دن حاصل ہوگی یوم یجمعکم لیوم الجمع کہ جس دن وہ تم سب کو جمع کریگا جمع کرنیکے دن یعنی قیامت میں ذلک یوم التغابن وہ دن خسارے کا ہی کیونکہ دنیا میں جن کاموں کو عمر بھر محنت اٹھاکر نیکی سمجھکر کیا تھا آج عدالت آسمانی میں وہی سزا اور ناراضگی کے سبب ہوگئے محنت برباد گناہ لازم ہوگئے اپنے خسارے کو ایک اور آیت میں بیان فرماتا ہی قل ہل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا کہ کیا میں تمکو سب سے زیادہ نقصان پانیوالوں کو بتاؤں؟ وہ کہ جنکی دنیا کی کوشش بیکار گئی اور وہ سمجھتے رہے کہ ہم اچھا کر رہے ہیں! سو ان سیکڑوں بلکہ ہزاروں غلط مذاہب کا فساد معلوم ہوجاویگا پھر اس سے بڑھکر اور کیا خسارہ اور غبن ہوگا۔ (التغابن تفاعل من الغبن فی المبازاۃ والتجارات کبیر) (اور اسی تغابن کے لفظ کی وجہ سے اس سورۃ کا نام تغابن ہوگیا)

پھر اس دن میں کام آنے والی چیزیں بیان فرماتا ہے ومن یؤمن باللہ ویعمل صالحا کہ جو دنیا میں اللہ پر ایمان لایا اسکو حضرت رسول اکرم صلعم کے فرمانے کے موافق ویسا ہی جانا اور یقین کیا اور اسکے ساتھ نیک کام بھی کیئے۔ نیک وہی کام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہیں جنکی رسول نے خبر دی اور عقل سلیم بعض کی تصدیق کی۔ خالی ایمان بغیر نیک کاموں کے درخت بے برگ و بے ثمر ہے۔ یعقوب حواری اپنے خط میں یہی کہتا ہے اور اعمال کی بڑی تاکید کرتا ہے مگر پولوس اعمال صالحہ کو بیکار ہی نہیں بلکہ ملعون ہونیکا سبب کہتا ہے۔ پھر عیسائیوں نے پولوس ہی کی بات کو مزہ دار سمجھکر اپنا شعار و اعتقادی مذہب بنایا اعمال کوئی چیز نہیں صرف ایمان کافی سمجھا جائے انکی بدکاری ظلم و عیاری جس قدر ہو کم ہے جس کی نظیر عیسائی ممالک ہیں جہاں شراب و زنا کی انتہا نہیں پھر اس ایمان اور اعمال صالحہ کا کیا نتیجہ ہوگا یکفر عنہ سیاتہ (۱) پہلی بات یہ ہوگی کہ اسکے گناہ اس سے مٹادیگا۔ بشریت سے گناہ بھی ہوگئے ہیں انکے لیئے کفارہ اسی کے اعمال صالحہ اور ایمان ہے نہ حضرت مسیح علیہ السلام جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں۔ اور یہ سمجھ میں بھی آتا ہے کیونکہ دل سے خلوص و محبت رکھکر اطاعت کرنے والے غلام کے قصور معاف ہونیکا سبب اگر ہے تو اسیکا خلوص و اطاعت ہے نہ کوئی اور ہاں اس خلوص و اطاعت پر نظر کرکے شاہی منشاء دیکھکر اور کوئی مقرب سفارش کرسکتا ہے۔ یہاں سے شفاعت و کفارہ کا فرق بھی معلوم ہوگیا۔ گناہوں کو مٹا دینا فرمایا بخشنا نہیں کہا۔ اس میں یہ سر ہے کہ گویا سرے سے گناہوں کا وجود ہی اسکے نامۂ اعمال میں نہ رہیگا وہ دفتر دھویا جاویگا اور بخشنے میں یہ ہوتا ہے کہ گناہ تو ہیں مٹے نہیں مگر انکی سزا سے درگذر کیا گیا بلکہ ایسے مخلصین کے وہ قصور کہ جنکے بعد وہ گریہ و زاری کرکے معافی مانگتے ہیں نیکیاں بنجاتے ہیں۔ کما قال اولئک یبدل اللہ سیاتہم حسنات۔ اور کتاب یسعیاہ کے اول باب ۱۸-ورس میں بھی یہی مضمون ہے۔ (۲) ویدخلہ جنت تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا۔ کہ اسکو صاف کرنیکے بعد ہم ایسے باغوں میں داخل کرینگے کہ جہاں نہریں بہتی ہونگی اور وہ وہاں ہمیشہ رہا کرینگے نہ وہاں سے کبھی باہر کیئے جاوینگے نہ موت و بیماری دیکھینگے۔ وہ باغ اس جہان کے باغ نہیں بلکہ دوسرے جہان کے جہاں مرتے ہی آدمی جاتا ہے وہاں غم ہے نہ کوئی اندیشہ ہے ہمیشہ سرور و فرحت ہی۔ وذلک الفوز العظیم اور یہ بڑی مراد کا پانا ہے اس سے زیادہ اور کونسی مراد اور کامیابی ہوگی! اسکے بعد فریق مخالف کا حال بیان فرماتا ہی۔ والذین کفروا اور جنہوں نے کفر کیا یعنی اللہ اور اسکے رسول کو نہ مانا یہ ایمان کے مقابلہ میں کہا۔ وکذبوا بایاتنا۔ اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ یہ اعمال صالحہ کے بدلے میں کہا۔ آیات سے عام مراد ہے خواہ آیات الہامیہ یعنی کتاب اللہ کے مطالب و جملے ہوں، خواہ اسکی قدرت و یکتائی کے وہ دلائل جو شب و روز بندہ کے سامنے آتے ہیں اور یہ انسے آنکھیں بند کرلیتا ہے۔ اور یہی جھٹلانا ہے۔ انکی اس جہان میں کیا حالت ہوگی۔ اولئک اصحاب النار۔ یہ آگ والے ہونگے یعنی جہنم کی آگ میں جلا کرینگے۔ خالدین فیہا۔ ہمیشہ رہا کرینگے۔ وبئس المصیر اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ پھر اس دن سے زیادہ کونسا دن حسرت اور تغابن کا ہوگا کہ ایک فریق تو عزت و شادمانی کے ساتھ حیات ابدی پاکر شادمانی کے تخت پر بٹھایا جاتا ہے اور دوسرا زندگی ابدی قیدخانے میں ڈالا جاتا ہے جہاں ہولے رونے پیٹنے چیخنے چلانے کے کوئی آرام نہیں ۔

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

کافروں نے سمجھ لیا کہ ہرگز اٹھائے نہ جائینگے۔ کہدے ہاں میرے رب کی قسم ضرور اٹھائے جاؤگے پھر تمکو بتلایا جاویگا جو کچھ تم نے کیا تھا۔ اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ

پس ایمان لاؤ اللہ اور اسکے رسول پر اور اس نور پر کہ جو ہم نے اتارا اور اللہ [illegible] جس دن تمکو جمع کریگا جمع ہونے کے دن وہ دن ہے

التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

ہار جیت کا۔ اور جو ایمان لایا اللہ پر اور اچھے کام کیا تو اس کی برائیاں دور کردیگا اور اسکو ایسے باغوں میں داخل کریگا جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں سدا

فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ع

رہا کرینگے۔ [illegible] اور جو منکر ہوئے اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ ہیں دوزخی اسمیں ہمیشہ رہینگے۔ اور وہ بری جگہ ہے۔

زعم تعدی الی مفعولین کالعلم ان مخففۃ [illegible] (**ترکیب**) فان المخففۃ مع اسمہا وخبرہا قامت مقام المفعولین قل بلی الخ لایجاب النفی وربی قسم

لتبعثن جواب القسم ثم لتنبؤن الخ [illegible] لافادۃ کلمۃ بلی من اثبات البعث فامنوا الفاء فصیحۃ تدل علی شرط حذف لظہورہ ای اذا کان الامر کذا فامنوا واللہ الخ والجملۃ

تذییل مقرر لما قبلہ من الامر یوم قال النحاس الناصب لہ لتنبئون فیوم ظرفہ وقیل خبیر وقیل محذوف ہو اذکر وقیل مادل علیہ الکلام ای تتفاوتون یوم یجمعکم خلدین فیہا ابدا حال مقدرۃ وفیہ

مراعاۃ معنی من والذین الموصول وصلتہ مبتدا اولئک الخ الجملۃ خبرہ وبئس الخ بیان لکسمۃ الشان ۞

مسئلہ توحید ونبوت کے بعد مسئلہ معاد کو بیان فرماتا ہے تاکہ بیان پورا ہوجاوے (**تفسیر**) فقال زعم الذین کفروا الخ کہ کافروں کو گمان ہے مرکر اٹھائے نجاویگا کیونکہ وہ حشر کا منکر تھے اور سمجھتے تھے کہ بس مرکر خاک ہوگئے گویا روح بھی مرگئی بار دیگر زندہ ہونا اور حساب کتاب کیسا ہے اسکے جواب میں فرماتا ہے قل ای محمد کہدے بلی کیوں نہیں۔ قیامت ہوگی اٹھائے جاؤگے پھر قسم کھاکر بلی کی تاکید کرتا ہے وربی لتبعثن ای محمد کہدے مجھے اپنے رب کی قسم ضرور زندہ کرکے قبروں سے اٹھائے جاؤگے ثم لتنبؤن بما عملتم پھر تمکو بتایا جائیگا کہ تم کیا کرتے تھے یعنی نیک و بدکاموں کی جزاو سزا ہوگی۔ کہ بلکہ عرب اور دیگر ممالک کے باشندے یہ سمجھے ہوئے تھے کہ مرکر پھر جینا نہیں ہاں اعمال کی جزاو سزا اگر ہے تو اسی زندگی میں ہے برے کام کئے کسیکو ستایا بیمار ہوگیا یا اولاد مرگئی یا مال کا نقصان ہوگیا اور اچھے کام کئے تو تندرستی مال و اولاد کی ترقی عزت آبرو حاصل ہوگی یا دوسرے جنم میں برائی بھلائی ظاہر ہوگی بعض کا یہ خیال تھا کہ یہ سزا و جزا بھی کسیکے ہاتھ میں نہیں کیونکہ خدا تعالی کے تو وہ قائل نہ تھے دہریئے کہتے تھے کہ طبیعت اجسام ہی مدبر ہے جسکو آج کل نیچر کہتے ہیں پس اگر خدا بھی کچھ انکے اعتقاد میں تھا تو وہی نیچر جیسا بے اختیار کہ عالم میں خلاف قانون نیچر کچھ کر نہیں سکتا جیسا کسی کل کا محرک کہ اب ہلانے کے بعد اسکو کچھ اختیار نہیں آریہ فرقہ کا دنشر یعنی خدا بھی اسکے قریب ہے اسلیئے وہ لوگ شہوت پرستی جفاکاری عیاری وغیرہ افعال قبیحہ کی مضرت کا کچھ زیادہ اندیشہ نہیں کرتے تھے۔ اور افعال کا حسن و قبح بھی انکے خیالات و رسم و عادات پر منحصر تھا مخلوق خدا پر رحم کرنا نفع پہنچانا بڑوں کی تعظیم محسن کی شکرگزاری کو وہ بھی نیکی سمجھتے تھے اور اسکے برخلاف کو بدی اور اس قسم سمجھنے میں انکا خیال غلط نہ تھا مگر اور بہت سے بد اور بیہودہ کام تھے جنکو وہ یا تو بد اور بیہودہ ہی نہیں سمجھتے تھے یا اسکے برعکس عبادت جانتے تھے جیسا کہ بت پرستی شرابخوری جواری کی کھیل کود گانا بجانا ناچنا کودنا شادی غمی کے بیہودہ مصارف اولاد کا قتل کرنا وغیرہ اسی طرح بہت سے نیک کاموں کو باعث سمجھتے تھے۔ ان سب باتوں کے فیصلے کیلئے بھی الہام نبوت کی ضرورت تھی اور پھر دار آخرت اور وہاں ان اعمال کی جزاو سزا دوسری زندگی میں پانا وغیرہ امور بیان کرنا بھی الہام ہی کا کام تھا اسلیئے مسئلہ نبوت کے بعد مسئلہ حشر شروع کیا اور ان جملہ امور کی طرف ثم لتنبؤن بما عملتم میں اشارہ کردیا اور اسکے ساتھ یہ بھی فرمادیا۔ وذلک علی اللہ یسیر کہ بار دیگر زندہ کرنا اللہ کو آسان ہے کچھ مشکل نہیں۔

گر راہی دیوانہ بنا ہوا ہی نہ دن کو چین نہ رات کو خواب کھانا پینا کیسا اگر ہوتا وہی ہی جو مقدر ہو چکا ہی پھر جسکو یہ یقین کامل نصیب ہوجائے کہ ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ وہ کس
اطمینان کے ساتھ اپنے خدائے ذوالجلال کی طرف ملتجی ہی اور مصیبت واقع ہوجانے کے بعد دل ٹھیرا ہوا ہی کہ یوں ہی مقدر الٰہی تھا یہ ہائے واے شور وفغاں ہیچ ہے۔ یہ باتیں
خیر سو برس ہوئے عرب کے وحشیوں کو نبوت نے تعلیم کیں تھیں جن پر انکا پورا عمل تھا آج ترقی یافتہ اور مہذب قومیں انسے حصہ لینے کا قصد کر رہی ہیں واہ اسلام آپ کی
کیا کیا برکات ہیں جنسے ہم قدیمی مسلمان محروم ہوے جاتے ہیں۔ ان جملہ امور کی پابندی مذہب اسلام کا ایک عمدہ رکن ہی اسلیے فرماتا ہی واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کہ اللہ اور
اسکے رسول کی تابعداری کرو اور کسی دوسرے طریقے پر نہ چلو۔ فان تولیتم فانما علی رسولنا البلاغ المبین اگر تم نہ مانوگے تو تمہارا ہی نقصان ہی ہمارے رسول پر کوئی الزام
نہیں کیونکہ اسکا کام تو صرف کھول کر حکم پہنچا دینا ہی اور یہ بھی جان لو کہ اللہ لا الہ الا ہو اللہ ہی وہ ہے کہ جسکے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پھر اس سے سرتابی و عدول حکمی
کرکے جاؤگے کہاں اور کرو گے کیا؟ بعض احادیث قدسیہ میں وارد ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی جو میری بھیجی مصیبتوں پر صبر نہ کرے اور میری دی ہوئی روزی پر قناعت
نکرے تو وہ میرے آسمان کے تلے سے نکلجائے میری زمین پر نہ رہے اور کوئی خدا تلاش کرے کس قدر توکل کی تاکید ہی اسلیے فرماتا ہی وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون
اور اللہ پر (نہ کسی اور پر) ایماندار بھروسہ رکھا کرتے ہیں۔ ایمان کی یہی شان ہی کہ ہر کام میں اسکا اللہ پر بھروسہ ہو اور اسباب کو صرف اسباب ہی سمجھے اور جانے کہ کبھی اسباب
ہوتے ہیں اور کام نہیں ہوتا اور اسباب ہی پورے نہیں ہوتے اور کام بنا دیتا ہی اور بگاڑے تو اسکو کون کیا کرسکتا ہی؟ یہی اعتقاد عرب کے نہتوں اور بے کس مسلمانوں کا ہر جگہ جو
وہ قیصر و کسریٰ جیسے قہار بادشاہوں پر غالب آئے یہی وہ شراب ہے جسکو پیکر تیس ہزار مسلمانوں نے جنگ یرموک میں تین لاکھ سپاہ مخالف سے بڑی جوانمردی کے ساتھ
مقابلہ کیا یہی اعتقاد آدمی کو قوی کاموں پر ہمت اور صرف کرنے پر آمادہ کر دیتا ہی۔ ایسے لوگ دنیا میں بھی شاہانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ توکل اور تعطل میں فرق ہی اسباب کو
ترک کرکے بیٹھنا تعطل ہی نہ توکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ تدابیر ستہ عمل میں لاتے تھے ہمارے اعدی اور سست لوگوں نے جو کاہلی اور عیاشی کے سبب نکمے
بنے پڑے رہتے ہیں اس بیہودہ صفت کا نام توکل رکھا ہے۔ یہ ہرگز توکل نہیں جنمیں یہ صفت توکل نہیں وہ مومن کامل نہیں ایمان کامل کا مزا انہیں نصیب نہیں ایسی اسلام
کچھ کام نہیں آتا حقیقی ایمان و اسلام حاصل ہونا چاہیے۔ توکل ترک کرا کے بیقرارانہ کوششوں کی طرف اکثر انسان کی اولاد اور بیوی مجبور کیا کرتی ہی انکی خواہشیں اور
خانگی مصارف توکل چھڑا دیتی ہیں نیک کاموں سے روک دیتے ہیں اسلیے خدا تعالیٰ انکے بیجا تعلق کے رشتہ کو قطع کرتا ہے فقال یاایہا الذین امنوا ان من ازواجکم
واولادکم عدوا لکم کہ اے ایمان والو تمہاری اولاد اور بیویوں میں سے تمہارے دشمن بھی ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ آدمی کو معصیت اور قطع رحم پر ابھارتے ہیں ہرچند
نہیں کرنا چاہتا مگر پھر کرنا ہی پڑتا ہے۔ میاں نہیں چاہتا کہ شادی میں رنڈیاں نچوائے بھانڈ کو بلائے دولت اڑائے مگر بیوی صاحبہ کے حکم سے مجبور رہتے اور صدہا
خرافات میں مبتلا کرتے ہیں بیٹا مصر ہے کہ میری شادی میں ناچ ہو باوا کرتا ہے۔ ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے کہ ابن عباس سے کسی نے اس آیت کے معنی پوچھے
فرمایا مکے میں کچھ لوگ اسلام لائے تھے وہ ہجرت کرنا چاہتے تھے انکے بال بچے اور بیویوں نے نہ چھوڑا رونے لگے چمٹ گئے۔ ایسا ہی ترمذی و ابن جریر نے
نقل کیا ہے۔ فرماتا ہے فاحذروہم کہ انسے بچو نہ یہ کہ قتل کر ڈالو مارو پیٹو اور دلی رنجش جو خلاف کرنے میں بیوی بچوں سے پیدا ہوجاتی ہے اسکی نسبت فرماتا ہے
وان تعفوا الخ اگر تم معاف کرو درگزر کرو بخشدو تو بہتر ہے اللہ غفور رحیم ہے۔ انما اموالکم واولادکم فتنۃ۔ مال اور اولاد آزمائش کی جگہ ہے انہیں مسلمانوں کو اللہ سے
غافل نہ ہونا چاہیے اور نہ انکے سبب برے کام کرنے چاہییں نہ مکارم اخلاق اور حسنات باقیات سے رکنا چاہیے۔ یہ دنیا کے جھگڑے ہیں انہیں بقدر ضرورت
مصروف ہونا چاہیے کیونکہ یہ جہان دوسری جہان میں یہ تو رستہ میں شب باشی کے سامان ہیں واللہ عندہ اجر عظیم اجر عظیم جسکو حیات جاودانی کہنا چاہیے
اللہ کے پاس ہی مرنے کے بعد ملیگی۔ ان من کے لفظ میں اشارہ ہی کہ سب اولاد اور بیویاں ایسی نہیں بلکہ بعض ہیں ورنہ دنیا میں بعض سبب انشراح و مددگار بھی ہوتے ہیں۔

[illegible marginal notes]

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ

اللہ کے حکم بغیر　مصیبت　نہیں پڑتی　اور جو اللہ پر ایمان لاتا ہے اسکے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر بات جانتا ہے　اور اللہ کی اطاعت کرو

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

اور رسول کی اطاعت کرو۔ پھر اگر منہ موڑلو تو ہمارے رسول پر بھی صرف کھول کر پہنچا دینا ہے　اللہ جسکے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اور اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں

الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا

ایماندار　اے　مسلمانوں　تمہاری بیویوں　اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں سو ان سے بچتے رہو۔　اور اگر تم معاف کرو

وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

اور درگزر کرو　اور بخشدو　تو اللہ بھی　بخشنے والا مہربان ہے۔　تمہارے مال اور اولاد تمہارے لیے آزمائش ہیں اور اللہ جو ہے اسکے پاس بڑا اجر ہے ۝

( ترکیب ) من شرطیۃ یہد قلبہ جوابہ۔ قلبہ بالنصب الرفع فالرفع علی الفاعلیۃ والنصب علی انہ مفعول ایہد مثل فی نفسہ

فان تولیتم شرط فانما الجملۃ جوابہ وعلی اللہ متعلق بیتوکل قدم للتخصیص۔ عدواً بالنصب علی انہ اسم ان وخبرہ من ازواجکم واولادکم ۝

( تفسیر ) فائدہ المرام اور کام سابقہ ہوئے ہیں اسپر خیال گزرتا تھا کہ جب ابھی فرمایا تھا کہ اللہ پر ایمان لانے والے نیک کام کرنے والے ہیں تو ایماندار وں

نیکوں کو ہم مصائب میں مبتلا دیکھتے ہیں پھر وہ کامیابی کہاں! اسکے جواب میں فرماتا ہے۔ ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ کہ کوئی مصیبت (بیماری

اقارب کی موت دشمنوں کا غلبہ مال و جاہ کا زوال یا اس میں کوئی فرق وغیرہ) بغیر حکم الٰہی انسان پر نہیں پڑتی۔ اذن اللہ کے معنی ابن عباس نے امر اللہ کے بیان

فرمائے یعنی اسکی تقدیر و مشیت سے۔ غرض یہ کہ اسمیں کوئی مصلحت ہوتی ہے یا اسکے بدلے کوئی سامان عمدہ پیدا ہونیوالا ہوتا ہے جسکو یہ مصیبت سوجھ وہ حائل تھی یا اسکو ...

اس چیز سے اٹھانا منظور ہوتا ہے یا اسکو خدا تعالیٰ کی طرف سے اجر دینا منظور ہوتا ہے۔ یا اسکی غفلت و معصیت کا تازیانہ ہوتا ہے کہ جلدی ہوشیار ہو جائے اسلئے اس میں ...

ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ دنیا کا فوز مراد نہیں بلکہ آخرت کا ومن یومن باللہ یہد قلبہ اور جو اللہ پر ایمان لاتا ہے اللہ اسکے دل کو ہدایت دیتا ہے وہ اس مصیبت کی

رمز سے آگاہ ہو جاتا ہے مومن جان جاتا ہے کہ یہ مصیبت میری فلاں گناہ یا غفلت کی سزا دنیا ہی میں مجھے دیدی عقبیٰ کے عذاب سے پاک کر دیا۔ اور یہ بھی جان جاتا ہے کہ

میرا کیا تھا اُسنے دیا تھا اُسنے لیلیا ہے اب جزع و فزع گلہ و شکایت کیا ہے اسلئے مصیبت کے وقت مومن انا للہ وانا الیہ راجعون کہتا ہے کہ ہم اللہ کے ہیں اور

اللہ ہی کے پاس جانیوالے ہیں! اور بہت سی حکمتیں ہیں جنکی طرف واللہ بکل شئی علیم میں اشارہ کرتا ہے ۝

ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھنے لگا کہ سب سے افضل کونسا کام ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور اسکی تصدیق کرنا اور اسکی

راہ میں جہاد کرنا اسنے عرض کیا اس سے آسان بتائیے آپ نے فرمایا تو اللہ کو کسی کام میں جو تیرے لیے فیصلہ کرے متہم نہ کر! ایمان باللہ اور نور معرفت کے دو رستے ہیں ...

شکر اور مصیبت پر صبر۔ انسان جس طرح حصول نعمت کیلئے بہا اور بیجا کوشش کر کے اپنے وقار و قرار کو برباد کرتا ہے اسی طرح دفع مضرت کیلئے بھی بیجا سے بیجا کاروائی ...

عمل میں لاتا ہے۔ آپنے دیکھا ہوگا بیٹا بیمار پڑا تو پھر علاج وغیرہ جائز تدابیر کے سوا کوئی ناجائز اور خلاف عقل طریقہ بھی نہیں چھوڑا تالی بجاتا ہے کسی کے ...

ملاں سیانے جادوگر ٹھٹھی والے برہمن کے آگے ہاتھ جوڑے بیٹھا ہے پھر خلاف عقل جو کہیں وہ کہتے ہیں وہ کرتا ہے ... گنگا جل یا اس کا جو ...

... کھانا کا کر پکتا ... گوشت کھلاتا ہے ... ہے ... جو ... لگائی جاتی ہیں ... کیا کیا شرافات

## سورۃ الطلاق مدنیہ اور یہ بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

### بسم اللہ الرحمن الرحیم

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ

اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کو ان کی عدت پر طلاق دو اور عدت گنتے رہو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے نہ نکالو ان کو

مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ

ان کے گھروں سے اور وہ خود بھی نکلیں مگر جب کہ کھلا کوئی بےحیائی کا کام کریں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے بڑھا

اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝

تو اس نے اپنا برا کیا ... [illegible]

اذا طلقتم ... فطلقوهن ... [illegible] ... الی العدة
... فطلقوهن لعدتهن ... [illegible]
... [illegible]

(ربط) اس سے پہلی سورت کے اخیر میں فرمایا تھا کہ من ازواجکم واولادکم عدوا لکم (التغابن) فاحذروهم کہ تمہاری بیویاں اور اولاد میں تمہارے دشمن ہیں ان سے بچو اور بعض مواقع پر بیوی کو چھوڑنا ہی پڑتا ہے یعنی طلاق دینی پڑتی ہے اسلئے اس سورہ میں طلاق کے احکام نازل فرمائے اور عرب میں جو طلاق کے بے دستور رسوم تھے انکو اٹھا کر عمدہ دستور قائم کیا۔ یایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ کہ اے نبی جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو عدت کے موقع پر طلاق دو اور عدت کو گنتے رہو ⁂

## ابحاث

اول یایھا النبی سے کیا مراد ہے؟ بعض کہتے ہیں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے مگر مراد امت ہے کہ اے مسلمانو جب تم طلاق دینا چاہو الخ اور جب کسی قوم سے خطاب کرنا ہوتا ہے تو اسکے رئیس سے خطاب کرکے اس قوم سے کہا جاتا ہے کہ تم ایسا کرو۔ بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم و امت دونوں کی طرف خطاب ہے کیونکہ اس حکم میں جس طرح امت پر پابندی ہے ویسی ہی آنحضرت صلی اللہ پر بھی۔ دوم اذا طلقتم النساء سے یہ مراد نہیں کہ بے ضرورت و بے قصور جب چاہو عورت کو طلاق دیدو جیسا کہ یہودی شریعت میں تھا جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہود کی سخت دلی پر کمال نفرت ظاہر فرما کر طلاق دینے سے روکا اور فرمایا کہ جو کوئی اپنی جورو کو سوائے زنا کے اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی کو بیاہے زنا کرتا ہے اور موسیٰ نے جو تمہیں حکم دیا کہ طلاق نامہ دیکے اسے چھوڑ دے تو تمہاری سخت دلی کے سبب سے تھا۔ انجیل متی ۱۹ باب۔ عرب کا دستور بھی یہودی شریعت کے قریب قریب تھا۔ عورت گائے بھینس کی طرح سمجھی جاتی تھی چاہا رکھا چاہا اپنی خواہش کے موافق چھوڑ دیا۔ ہمارے بعض علماء نے بھی اذا لفظ کی تعمیم سے شاید ایسا خیال کیا ہو اور دستور عرب اور دلی خواہش نے اسکی تائید کی ہو۔ اسی خیال فاسد کو یورپ کے ناواقف عیسائیوں نے اسلام کا حکم قرار دیکر اسلام کو تیروں کا نشانہ بنایا اور لوگوں کو بالخصوص عورتوں کو اسلام سے نفرت دلانے کا کافی بندوبست کیا ⁂

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ

پھر جہاں تک ہوسکے اللہ سے ڈرو اور سنو اور مانو اور خرچ کرو اپنے بھلے کو اور جو بچایا گیا اپنے دل کے لالچ سے سو وہی لوگ

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

فلاح پانے والے۔ اگر تم اللہ کو اچھی طرح سے قرض دو وہ تمکو دوگنا دیگا اور تمکو معاف کریگا اور اللہ قدردان ہے تحمل والا ہے جاننے والا چھپے اور کھلے کا زبردست حکمت والا ہے

(ترکیب) خیرًا منصوب بفعل مضمر دل علیہ انفقوا کانہ قال ائتوا فی الانفاق خیرًا لانفسکم او قدموا خیرًا لانفسکم ... وھذا قول سیبویہ وعند الکسائی والفراء ہو نعت لمصدر محذوف ای انفاقًا خیرًا او ... قال ابو عبیدہ ہو خبر کان مقدرۃ فی جواب الامر ... قال الکوفیون منصوب علی الحال وقیل ہو مفعول بہ لانفقوا ومن شرطیۃ فاولئک الجملۃ جواب ان تقرضوا شرط یضاعفہ جوابہ ... عطف جملۃ

عالم الغیب بالرفع علی انہ خبر بعد خبر العزیز موصوف الحکیم صفتہ وکلاہما خبر مبتدأ او واحدہما مبتدأ والاخر خبر ۔

(تفسیر) پہلے فرمایا تھا کہ مال اولاد فتنہ ہیں اور اجر عظیم اللہ کے پاس ہے اور انسان بھی انسان ہے اس فتنہ میں پڑ ہی جاتا ہے اسلئے فرماتا ہے کہ اگر تم مال اولاد کے سبب عاصی ہو بتلا بھی ہو جاؤ تو فاتقوا اللہ ما استطعتم واسمعوا واطیعوا تو جہاں تک ہوسکے اللہ سے ڈرو اور اسکے رسول کا حکم سنو اور مانو۔ کفارہ ذنوب و تزکیۂ محبت مال و مال کی محبت کا یہ کفارہ ہو کہ وانفقوا خیرًا لانفسکم کہ اپنی بھلائی کیلئے خرچ کرو کیلئے کہ جو کہ لوگ ہیں وہ کما ہے ساتھ جاتا ہے ... جو کچھ رہ گئے وہ تمہارے پاس سے جاتا رہا۔ یاد رکھو کہ اجر عظیم جو اللہ کے پاس ہے اسکے حاصل کرنے کے طریقے بتلاتا ہے (۱) اللہ سے ڈرو جہاں تک ہوسکے۔ تقویٰ نظر کی تکمیل ہو (۲) سنو اور مانو عمل کی تکمیل ہے کہ دونوں بدنی عبادت ہیں (۳) اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ مالی عبادت ہے خرچ کرنا عام ہے زکوٰۃ ہو یا صدقات نافلہ ہوں اقارب یا تیامیٰ و غرباء مسافرین وغیرہ اسکے مستحق پہلے کہیں بتلایا جا چکا ہے اسلئے اسکا ذکر نہیں کیا۔ قتادہ و ربیع بن انس و سدی و ابن زید وغیرہ علماء فرماتے ہیں کہ یہ آیت فاتقوا اللہ ما استطعتم ناسخ ہے اس آیت کی اتقوا اللہ حق تقاتہ کہ اللہ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنا چاہیئے۔ ابن ابی حاتم نے اسکی تائید میں ایک روایت کی ہے کہ جب فاتقوا اللہ حق تقاتہ نازل ہوئی تو لوگوں نے اعمال کی سخت مشقت اختیار کی یہاں تک کہ نماز میں کھڑے کھڑے پاؤں سوج سوج گئے تب اللہ نے مسلمانوں پر تخفیف کرنے کے لئے یہ آیت فاتقوا اللہ ما استطعتم نازل فرمائی کہ جہاں تک طاقت ہو وہاں تک ڈرو۔ مگر ابن عباس وغیرہ علماء فرماتے ہیں یہ ناسخ نہیں دونوں آیتوں میں کچھ تعارض نہیں کیونکہ حق تقاتہ کے بھی یہی معنی ہیں کہ اپنی طاقت سے زیادہ ڈرو کیونکہ خدا تعالیٰ بندے کو اسکی طاقت سے زیادہ کوئی حکم نہیں دیتا بلکہ دونوں کا ایک ہی مطلب ہے کہ جہانتک طاقت ہو وہی مشقت کا حق ہے۔ ابن عطا فرماتے ہیں کہ ما استطعتم اسکے لئے ہے جو اللہ سے ثواب پر راضی ہو اور جو راضی نہ ہو تو اسپر وہی حکم حق تقاتہ ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ خرچ کرنا انکا کام ہے جو لالچی اور حریص نہیں لالچ اور حرص سے بچے ہوئے ہیں وہی دنیا اور آخرت میں کامیاب بھی ہیں (شح بخل اور لالچ یہ عام ہے مال کا ہو جاہ کا ہو عزت کا ہو) انسان کے اوصاف رذیلہ میں سے یہ بھی ایک ایسی بری خصلت ہے کہ عزت سے محروم کرتی ہے اور نیک کاموں سے روکتی ہے بری باتوں چوری قتل غصب جھوٹ بولنے بدعہدی کرنے پر ابھارتی ہے عصمت پارسائی کو کھو دیتی ہے۔

پھر اس اللہ کی راہ میں صرف کرنے کو قرض دینا فرما کر اطمینان دلاتا ہے اور اسکے فوائد ظاہر کرتا ہے (۱) یضاعفہ لکم اسکا دو چند ثواب دیگا یہاں تک کہ ایک کے سات سو تک بڑھائیگا اور اسمیں یہ بھی اشارہ ہے کہ اس مال کو بڑھاویگا۔ یہ تجربہ ہے کہ سخی کے مال میں برکت ہوتی ہے (۲) تم کو بخش دیگا اور اللہ قدردان ہے حلیم بھی ہے جلدی نہیں کرتا یہ بھی یقین رکھو کہ اجر ضائع کرینگا نہیں کیونکہ حلیم ہے اگر صدقہ میں نیت و خلوص ہے اسلئے قرض حسن فرمایا تھا اسکی طرف عالم الغیب والشہادۃ میں اشارہ کرتا ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے اور اس کہنے سے کہ اللہ کو قرض دیں یہ نہ سمجھو کہ وہ عاجز ہے بلکہ العزیز زبردست اور قادر ہے یوں ہوتا تو وہ برباد بھی کر سکتا ہے الحکیم اس دینے میں تمہارے لئے صدہا حکمتیں ہیں۔

وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ

اور جو عورتیں حیض سے ناامید ہوگئیں تمہاری عورتوں میں سے اگر تمکو شبہ ہو تو انکی عدت تین مہینے ہیں اور انکی بھی کہ جنکو حیض نہیں آیا اور حمل والیوں کی

اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ۝ ذٰلِکَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَیْکُمْ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ

عدت بچہ جننا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہو اسکے کام آسان کر دیتا ہے یہ اللہ کا حکم ہے جسکو تمہارے پاس بھیجا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے

یُکَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَ یُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ۝ اَسْکِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَکَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِکُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَیِّقُوْا

اسکی برائیاں اتار دیتا ہے اور اسکو بڑا اجر دیتا ہے۔ طلاق دی ہوئی عورتوں کو وہیں رکھو جہاں تم رہتے ہو اپنے مقدور کے موافق اور انکو ستاؤ نہیں کہ انکو تنگ کرو

عَلَیْهِنَّ ؕ وَ اِنْ کُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَیْهِنَّ حَتّٰی یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَکُمْ فَاٰتُوْهُنَّ

اور اگر ان طلاق دی ہوئی عورتوں کو حمل ہو تو انکو جب تک جنیں روٹی کپڑا دو پھر اگر تمہارے بچہ کو دودھ پلائیں تو انکو انکی

اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَیْنَکُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَ اِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰی ؕ ۝ لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ

اجرت دو۔ اور آپس میں نیک صلاح کرو۔ اور اگر تنگی کرو تو اسکو کوئی اور دودھ پلا دے گی۔ مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے۔

وَ مَنْ قُدِرَ عَلَیْهِ رِزْقُهٗ فَلْیُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَیَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا ۝ ۱

اور جو تنگدست ہو تو جو کچھ اللہ نے اسکو دیا ہے اس میں سے خرچ کرے اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی قدر جو اسکو دیا ہے عنقریب اللہ سختی کے بعد آسانی کر دیتا ہے ۞

(ترکیب) والّٰئی موصول حیض صلة من نسائکم بیان واللائی ان ارتبتم شرط محذوف الجواب والجملة خبر واللائی واللائی لم یحضن مبتدأ والخبر محذوف ای فعدتهن کذلک اولات الاحمال اجلهن مبتدأ ان یضعن خبره والجملة خبر اولات الاحمال من حیث قال الزمخشری من للتبعیض ای بعض مکان سکناکم وقال الرازی والکسائی زائدة وقال ابو البقاء والحوفی لابتداء الغایة من وجدکم الوجد بضم الواو والفتح والکسر معناه من سعتکم وطاقتکم وهو بدل من حیث۔ ائتمروا قال الکسائی معناه تشاوروا بدلیل قوله تعالی ان الملأ یأتمرون بک وقال مقاتل المعنی لیتراض الاب والام علی اجر مسمی ۞

واحصوا العدة کہ انکو عدت کے لیے طلاق دو اور عدت گنتے رہو۔ اس جملہ کی شرح اس حدیث سے بخوبی ہوجاتی ہے۔ عبداللہ بن عمر رض کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی کو حیض میں طلاق دیدی تھی اسکی عمر رض نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کردی آں حضرت صلعم سنکر بہت خفا ہوئے پھر فرمایا اس سے رجوع کرکے رکھے یہانتک کہ [illegible] اسکے بعد پھر حیض آئے اور پھر پاک ہوجائے اسکے بعد اگر طلاق ہی دینا ضرور ہو تو پاکی کی حالت میں طلاق دے قبل اسکے کہ اسکو ہاتھ لگایا ہو۔ یہ ہے وہ عدت کہ جسپر اللہ تعالی نے [illegible] طلاق سے منع کیا ہے یعنے عورت کو پھر بدستور سابق بھیر لے [illegible]

(احکام) اول حکم حیض میں طلاق نہ دے جو مطلق ہیں بعد بسم اللہ خلاصہ مطلب ہے۔ اس بات پر جمہور کا اتفاق ہے اور حدیث مذکورہ اسپر پوری دلیل ہے کہ عبداللہ بن عمر کو رجوع کرنے کا حکم دیا اور خفا ہوئے۔ یہ اسلئے کہ حیض میں عورت سے دل راغب نہیں ہوتا اور وہ میلی کچیلی بھی ہوتی ہے شاید اس نفرت طبعی نے کسی رنجش کو طلاق دینے پر ابھار دیا ہو اسلئے طہر میں طلاق دینی چاہیئے تاکہ اصلی مصلحت کا تقاضا معلوم ہو ۞

ف قرآن مجید میں عدت طلاق ثلاثة قروء بیان ہوئی۔ صدر اول کے بعد جب علماء نے احکام میں زیادہ غور و تامل کرنا شروع کیا تو اس لفظ کے معنی میں بھی غور کیا گیا امام ابو حنیفہؒ اور بہت سے علماء نے یہ فرمایا کہ اسکے معنی ہیں تین حیض اور پھر اس قول کو لغت اور صحابہ کبار کے اقوال سے مستند کیا۔ امام شافعیؒ اور ان کے پیرو اور علماء نے کہا اسکے معنی ہیں تین طہر یعنی وہ زمانہ کہ جسمیں عورت حیض کے بعد پاک ہوتی ہے ۞

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ

پھر جب مطلقات اپنی میعاد کو پہنچ جائیں تو دستور کے موافق ان کو رکھ لو یا دستور کے موافق چھوڑ دو اور گواہ کرلو اپنے میں سے دو معتبر کو

وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ۚ ذَٰلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَن كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا

اور پوری اداکرو گواہی اللہ کے لیے۔ یہ وہ ہے جس سے نصیحت حاصل کرتا ہے وہ شخص جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اسکے لیے خلاصی کردیتا ہے

وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ۚ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا

اور اسکو وہ ایسے روزی دیتا ہے کہ جہاں سے اسکا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اسکو بس کرتا ہے۔ بیشک اللہ اپنا کام پورا کرکے رہتا ہے اللہ نے ہر چیز کیلئے ایک اندازہ مقرر کردیا ہے

( ترکیب ) فاذا شرط فامسکوا و فارقوا جواب الشرط واشہدوا واقیموا جملۃ مستانفۃ ذلکم مبتدا یوعظ فعل مجہول من موصولۃ مع صلتہ مفعول مالم یسم فاعلہ والمجموع خبرہ ومن شرطیۃ یجعل ویرزقہ جوابہ وکذا من یتوکل حسبہ المصدر بمعنی الفاعل بالغ امرہ قری بتنوین بالغ ونصب امرہ وقری بالاضافۃ وقری بتنوین بالغ ورفع امرہ لانہ فاعل بالغ او علی ان امرہ مبتدا موخر وبالغ خبر مقدم وقری بالغا بالنصب علی الحال ویکون خبر ان قولہ قد جعل ؂

اسلام نے نہ عیسوی مذہب کی طرح طلاق کا جواز صرف زنا پر منحصر کرکے دائرہ معیشت کو تنگ کیا اور نہ یہود کی طرح ادنی ادنی بات پر طلاق دے ڈالنے کو ہمدردی انسانی پر دھبہ لگایا اُس عہد میں جو یہودیوں کا دستور طلاق کے بارہ میں سخت نفرت خیز اور وحشیانہ تھا حضرت مسیح علیہ السلام نے طلاق کا دروازہ بند کرنا مناسب جانا اور صرف ایک ہی سبب طلاق کے لیئے جائز سمجھا مگر یہ حکم عام نہیں ہوسکتا کیونکہ زنا کے سوا اور بھی بہت سے ایسے اسباب پیش آجاتے ہیں کہ جہاں بغیر طلاق کے مرد اور عورت کے لیئے جانبری اور رستگاری اور عافیت کی اور کوئی صورت نہیں ہوتی اور فریقین کو ایک دوسری کی موت کا بندوبست نہیں کرنا پڑتا۔ اسلام نے بھی طلاق کو بہت برا کیا اور بغیر ضرورت کے اجازت نہیں دی اور عورتوں کی کج خلقی پر صبر و برداشت کی تاکید فرمائی چنانچہ نبی صلعم نے فرمایا کہ میں عورتوں کی خواہش نیکی کرنیکی تاکید کرتا ہوں وہ انسان کی پسلی سے پیدا ہوئی ہے اور ٹیڑھی پسلی اوپر ہی ہاکرتی ہے اگر سیدھا کرنا چاہوگے تو ٹوٹ بھی جائیگی اور اگر توڑنا نہ چاہو تو ٹیڑھی رہیگی پس تم عورتوں سے نیکی کرنیکی تاکید کرتا ہوں (متفق علیہ) پھر فرمایا ایماندار مرد ایماندار عورت سے نفرت نکرے اگر اسکی کسی بات سے ناخوش ہوگا تو دوسری بات سے خوش بھی ہوجاویگا (مسلم) پھر فرمایا تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو لونڈی کی طرح نہ مارے پھر شام کو گلے لگا کر سوئے (متفق علیہ) پھر فرمایا خدا کے نزدیک طلاق سب سے زیادہ مکروہ ہے (دار قطنی) ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ عورتوں کو طلاق نہ دو بغیر زنا کے شبہ کے بیشک اللہ تعالیٰ کو مزہ لینے والے مرد اور عورتیں پسند نہیں (طبرانی و دار قطنی) یہ حدیث تو حضرت مسیح علیہ السلام کے مقولہ کے قریب قریب ہے اور اسمیں اس بات کی صاف تشریح بھی ہوگئی کہ جو کوئی بغرض شہوت طلاق دے کہ اسکو چھوڑ کر دوسری کو لے یا عورت ایک مرد کو چھوڑ کر مرغوب دل مرد کو لینے کے لیئے طلاق حاصل کرے یہ امر خدائے عظیم کے نزدیک سخت ناپسند ہے اسی کو حضرت مسیح نے زناکاری سے تعبیر کیا ہے ؂

لیکن اسلام نے زنا کی قید پر انحصار نہیں کیا صرف یہ فرق ہے اور اسکو زمانہ اور ملکوں اور قوموں کی مصلحتوں پر لحاظ رکھنے والے ضرور پسند کرینگے۔ باقی حسن معاشرت اور عورتوں سے نرمی و اخلاق سے پیش آنا اسلام کی بڑی ہدایت ہے مگر اسمیں بھی اس قدر ترمیم ضرور کی ہے کہ میاں کو جورو کا غلام نہیں بنادیا اور عورت کے اس قدر اختیارات وسیع نہیں کیئے کہ جنکو کوئی بھی غیرت مند طبیعت پسند نہیں کرسکتی۔ باقی اور کوئی فرق نہیں اور وہ جھوٹے الزامات ہیں جنکے ذمہ دار وہی وحشی و جاہل مسلمان ہیں جو ایسا ظالمانہ برتاؤ اپنی بیویوں سے کرتے ہیں نہ کہ اسلام ؂

ابطال طلاق دینے میں بھی جو کچھ اسلام نے باہمی ملاپ ہوجانے کو ملحوظ رکھا ہے وہ طلاق کے دستور اور قاعدہ سے آپ ظاہر ہورہا ہے فقال فطلقوہن لعدتہن

طہر میں ہوں کچھ حرج نہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں طلاق کی تعداد میں بدعت و سنت کچھ نہیں ایک مباح بات ہے۔ پس امام مالکؒ صرف ایک طلاق دینا مسنون جانتے ہیں طہر میں۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تفریق اور وقت طہر کی رعایت ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک صرف وقت طہر کی رعایت ہے (کشاف)۔

(۳) طلاق بدعی یہ وہ ہے جو حالت حیض میں ہو یا ایک طہر میں ایک سے زائد ہو یا اس طہر میں ہو کہ جس میں وطی کی ہو گو ایک ہی طلاق ہو حامل ہے کہ وہ مدخولہ ہو یا نہو اور جسکو صغر یا کبر کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو اسکو ایک مہینہ میں ایک طلاق سے زیادہ دینا بھی بدعت ہے اسی طرح حاملہ کو بھی ایک مہینہ میں ایک سے زیادہ طلاق دینا بدعت ہے۔ یہ طلاق بدعی بھی پڑ جاتی ہے مگر طلاق دینے والا گنہگار ہوتا ہے ملخص از ہدایہ۔

## الفاظ طلاق

دو قسم ہیں ایک صریح لفظ طلاق جو استعمال کیا جاتا ہے اس سے طلاق رجعی پڑتی ہے کہ اسکے بعد رجوع کرسکتا ہے اس میں نیت کو نہ دیکھا جاویگا دوسری قسم کنائی ہے کنایہ سے طلاق و یہ صریح الفاظ کا استعمال نکرے البتہ اس میں اسکی نیت دیکھی جاویگی ان الفاظ سے جو مراد وہ کہے گا وہی عدالت شرع منظور کریگی جیسے چھوڑ دی تیری گردن پر پھر کنایات بھی دو طرح پر ہیں تین لفظ تو ایسے ہیں کہ جن سے طلاق رجعی پڑتی ہے وہ یہ ہیں عدت کر۔ رحم پاک کر۔ تو اکیلی ہے۔ اور باقی الفاظ سے طلاق بائن پڑتی ہے بغیر نکاح جدید شوہر رجوع نہیں کرسکتا جیسا کہ تجھے چھوڑ دیا۔ تو حرام ہے تیری رسی چھوڑ دی۔ وغیرہ ذالک۔

## احکام

اگر عورت غیر مدخولہ ہے تو اسکو ایک ہی طلاق کافی ہے اب یہ اسکی ہرگز بیوی نہیں رہی عدت کے بعد اسکو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے خواہ اس کہے یا غیر سے اسی طرح مدخولہ کو اگر طلاق بائن دی یا تین طلاق دے چکا ہے تب بھی کوئی حق شوہر اول کا نہیں رہا عدت کے بعد اسکو اختیار ہے۔ ہاں اگر ایک یا دو طلاق دیں ہیں خواہ ایک طہر میں خواہ دو میں تو زوج کو اختیار ہے کہ عدت سے پہلے رجوع کرے خواہ بیوی راضی ہو یا نہو۔ اور رجوع یہ ہے کہ زبان سے کہدے کہ میں نے رجوع کیا یا وہ افعال کرے جن سے زن و شو ثابت ہوں بوسہ لینا صحبت کرنا شہوت سے ہاتھ لگانا وغیرہ۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں بغیر زبان سے کہے رجوع کرنا معتبر نہوگا اور رجوع کے لیے دو گواہ کرلینا بہتر ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں واجب ہے۔ اور عدت کے بعد بھی ہر طلاق کے بعد باردگر نکاح کرسکتا ہے مگر تین طلاق کے بعد نکاح بھی بغیر حلالہ کے نہیں کرسکتا۔ وہ یہ کہ بیوی پہلے کسی اور سے نکاح کرلے اور وہ اس سے صحبت کرلے پھر وہ طلاق دے پھر عدت کے بعد زوج اول نکاح کرے۔

ف ایسی [illegible] سخت مکروہ ہے۔ ایکبارگی تعلق منقطع کرنا شرع نے پسند نہیں کیا اسلیئے بتدریج طلاق دینا مسنون [illegible] اور حلالہ [illegible] عورت کو پھر [illegible] کی تاکید کی گئی ہے۔

ف طلاق رجعی کی عدت میں بیوی کا شوہر کے سامنے آنا بناؤ سنگار کرنا عجب و ناممنوع نہیں بلکہ محمود ہے کیونکہ کہ ہنوز نکاح باقی ہے اور ملاپ مقصود ہے۔ اور طلاقوں کی عدت میں یہ حکم نہیں بلکہ زینت سے مرد کے سامنے آنا اختلاط کرنا حرام ہے۔

اسکے بعد فرمایا۔ اتقوا اللہ ربکم کہ اللہ سے ڈرو جو تمہارا پرورش کرنے والا ہے۔ لفظ اللہ ذات پر دال ہے جسکی جبروت سے ہر عقلمند کو ڈرنا اور اسکی مخالفت سے بچنا لازمی ہے مگر عقول سافلہ کو وہاں تک بغیر کسی صفت کے رسائی نہیں اسلیئے اسکے بعد ربکم بھی بیان فرمادیا کہ اللہ کون ہے؟ تمہارا رب جو تمکو پرورش کرتا ہے رزق کے سامان بھی وہی پیدا کرتا ہے ہر گھڑی تمہارے وجود کا وہی محافظ و مربی ہے البتہ مربی اور محسن کی مخالفت سے عام طبائع ڈر سکتی ہیں اسلیئے کہ وہ کہیں اپنے یہ انعام نہ بند کرلے اسی لیئے ایسی صفت کا ذکر کیا۔

امام شافعی کے دلائل میں سے یہ آیت بھی ہے فطلقوہن لعدتہن کیونکہ لام لعدتہن میں وقت کے معنی دیتا ہے یعنی عدت کے وقت میں طلاق دو۔ اور یہ مسلم ہے کہ طلاق کا وقت طہر ہے پس معلوم ہوا کہ عدت بھی طہر ہے نہ حیض۔ اسکے جواب میں امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے ایک آیت پیش کیجاتی ہے وہ یہ ہے۔ والمطلقات یتربصن بانفسہن ثلثۃ قروء کہ طلاق دی ہوئی عورتیں تین قروء تک اپنے آپ کو روکیں معلوم ہوا کہ عدت تین قروء ہیں اور قروء حیض کو کہتے ہیں گو طہر پر بھی استعمال ہوتا ہے مگر ثلاثہ کا لفظ کہے دیتا ہے کہ تین حیض ہونے چاہئیں کیونکہ طلاق تو بالاتفاق طہر میں ہونی چاہیئے پھر اگر اس طہر کو بھی عدت میں شمار کیا گیا تو تین پورے نہ ہوسکے کیونکہ کچھ زمانہ اس طہر کا طلاق دینے سے پہلے گذر گیا تھا اور اگر اسکے سوا اور تین طہر لیے گئے تو پھر کہ تین سے زیادہ بڑھ گئے ہاں حیض مراد لینے میں یہ خرابی پیش نہیں آتی۔ اور لام اضافت کیلئے بھی آتا ہے اور بیان علت سبب کیلئے بھی جیسا کہ اس آیت میں انما نطعمکم لوجہ اللہ اور عند کے معنی بھی دیتا ہے جیسا کہ اس آیت میں اقم الصلوۃ لدلوک الشمس کہ نماز قائم کرو نزدیک آفتاب ڈھلنے کے اور استقبال کے لیے بھی آتا ہے جیسا کہ عرب کہتے ہیں اتقنہ للیلۃ بقیت من المحرم آیت میں لام اسی معنی میں ہے کہ عدت کے موقع پر طلاق دو یعنی طہر میں دو۔ اسکے بعد عدت حیض سے شروع ہوگی۔ اور اسکی سوید بہت احادیث ہیں منجملہ انکے یہ ہے۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعدتہن کے موقع پر لقبل عدتہن پڑھا (رواہ عبدالرزاق فی المصنف وابن المنذر والحاکم وابن مردویہ) ابن عمرؓ و مجاہدؒ و ابن عباسؓ سے بھی یہ قرأت منقول ہے۔ یہ تفسیر کے طور پر آنحضرت صلعم نے پڑھا ہوگا۔ اور ایک حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ عدت حیض ہے نہ طہر اور وہ یہ ہے۔ عائشہؓ نبی صلعم سے نقل کرتی ہیں کہ لونڈی کے لیے دو طلاق ہیں اور اسکی عدت دو حیض ہیں (رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی) لونڈی کا نصف مرتبہ حرہ سے رکھا گیا مگر تین طلاق کا نصف ڈیڑھ طلاق اور تین حیض کا نصف ڈیڑھ حیض شرع میں کوئی تعداد صحیح نہیں اسلیے پورے دو کردیے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ حرہ کی بھی عدت تین حیض ہیں نہ طہر۔

(۳ حکم) واحصوا العدۃ کہ عدت کا شمار کرتے رہو کہیں غفلت میں میعاد نہ گذر جائے اور پھر رجوع کرنے کا موقع ہاتھ سے رہ جاتا ہے جاہلیت میں عورت پر طرح طرح سے ظلم کرتے تھے طلاق دیکر عدت میں جھگڑا ڈالدیتے تھے۔ اور عدت کو بڑھا دیتے تھے اور عدت میں نفقہ اور مکان بھی نہیں دیتے تھے۔ ان باتوں کو اسلام نے منع کردیا۔

(یہ بات) قابل بحث باقی رہ گئی کہ طلقتم النساء میں نساء سے کون عورتیں مراد ہیں گو لفظ میں کوئی تخصیص نہیں مگر بقرینہ کلام آئندہ وہ عورتیں مراد ہیں کہ جنکو حیض آتا ہو (صغیرہ اور آئسہ اور حاملہ نہوں) اور انسے کم از کم ایکبار صحبت بھی کی ہو۔ یہ اسلیئے کہ جس سے صحبت نہ کی ہو اسکے لیئے طلاق کے بعد عدت ہی نہیں جیسا کہ قرآن میں آچکا من قبل ان تمسوہن فما لکم علیہن من عدۃ تعتدونہا۔ حاملہ کی اور جنکو حیض نہیں آتا انکی عدت بعد میں مذکور ہے بقولہ واللائی یئسن الخ۔

## اقسام طلاق

طلاق تین قسم ہے (۱) احسن یہ کہ جس طہر میں وطی [illegible] کو چھوڑ کر مرغوب دل مرد کو لینے کے لئے طلاق نہیں دیتے تھے اور [illegible] عدت کے اندر مرد کو رجوع کرلینے کا اختیار باقی رہتا ہے (۲) حسن وہ یہ کہ وطی کی ہوئی عورت کو تین طہر میں تین طلاق دی اسکو بھی حنفی طلاق مسنون کہتے ہیں مگر امام مالکؒ اسکو بدعت کہتے ہیں کیونکہ انکے نزدیک ایک طلاق سے زائد دینا کسی حال میں سنت نہیں خواہ ایک طہر میں ہو خواہ کئی میں مگر امام ابوحنیفہؒ اور انکے اصحاب ایک طہر میں ایک طلاق سے زیادہ دینا بدعت جانتے ہیں نہ کئی طہر میں۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایکبارگی تین طلاق دینے میں بشرطیکہ

سلہ یعنی جہاں حرہ کو تین طلاق دیکر مغلظہ کیا جاتا ہے لونڈی کے لئے دو طلاق کافی ہیں ۱۲ منہ سلہ غیر وطی کی ہوئی کو ایک ہی طلاق دینا احسن ہے گو حیض میں ہو۔ اور اسی طرح جس کو حیض نہیں آتا اس کو ہر مہینہ کے بعد ایک طلاق دینا حسن ہے اگرچہ وطی کے بعد ہو تفسیر احمدی ۱۲ منہ سلہ اصل آیت سورہ احزاب میں یوں ہے۔ یا ایہا الذین امنوا اذا نکحتم المومنات ثم طلقتموہن من قبل ان تمسوہن فما لکم علیہن من عدۃ تعتدونہا ۱۲ منہ سلہ مسنون تو احسن بھی ہے مگر اس میں امام مالکؒ کا اختلاف ہے وہ اسکو بدعی کہتے ہیں اسلیئے حنفی اسکا نام طلاق السنۃ رکھتے ہیں ۱۲ منہ

کیونکہ شوہر کا کوئی تعلق نہیں رہا اور دلیل نفی انکی حدیث فاطمہ بنت قیس ہے وہ کہتی ہیں کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں میرے خاوند نے مجھے تین طلاق دیدیں حضرت نے نہ مجھے مکان دلوایا نہ روٹی کپڑا اور ابن ام مکتوم کے گھر عدت گذارنے کا حکم دیا۔ محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے جنمیں اصحاب سنن اربعہ اور مسلم بھی ہیں جمہور کہتے ہیں اس حدیث کو حضرت عمرؓ نے رد کر دیا تھا کہ کیا ہم ایک عورت کے کہنے سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو چھوڑ دینگے کیا معلوم بھول گئی یا یاد رکھتی ہے۔ پس حضرت عمرؓ سکنیٰ اور نفقہ دونوں دلاتے تھے (اس بات کو بھی مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و طحاوی و دارقطنی نے روایت کیا ہے)

جمہور کا سکنیٰ دینے میں اتفاق ہے اور مکان کے ساتھ نفقہ بھی خاوند پر واجب ہے کیونکہ رجعی طلاق میں خاوند کا تعلق ہی قائم ہے اس سے صحبت کرنا جائز اور بائنہ میں عورت نکاح ثانی سے خاص شوہر اول کی وجہ سے روکی گئی ہے کہ اسکا حمل بخوبی معلوم ہو جاوے اور جلد دوسرے کے پاس چلی نہ جاوے تو اسکو مکان اور نفقہ دونوں دینے چاہئیں۔ اور نیز سیاق آیات سے کہ یہ مطلقہ حاملہ کے لئے نفقہ دینے کا صاف حکم ہے وان کن اولات حمل فانفقوا علیہن الآیہ اور غیر حاملہ کا اس بارہ میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ عمرؓ و عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ کبار صحابہ کا یہی قول تھا اور سفیان ثوری و امام ابوحنیفہ اور انکے تلامذہ اور علماء کوفہ کا یہی قول ہے بعض اہل علم کہتے ہیں غیر طلاق رجعی میں بھی ہر طرح مکان دینا ضروری ہے اس آیت کے بموجب لیکن اس میں نفقہ کا ذکر نہیں صرف حاملہ کے لئے نفقہ کا ذکر ہے اسلئے نفقہ نہ دیا جاویگا یعنی خرچ۔ یہ امام مالکؒ ولیث بن سعد و امام شافعی کا قول ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں فاطمہ بنت قیس بدزبان اور فحش گو عورت تھی اسلئے اسکے لئے مکان بھی آنحضرت صلعم نے نہ دلایا عمر کے گھر عدت گذاری اور نفقہ بھی نہ دلایا۔ ان سب احکام میں غور کرنے سے ظاہر ہوگا کہ اسلام نے طلاق کو کہاں تک محدود کیا ہے اور کہاں تک پابندی کا لحاظ رکھا ہے ؛

ان احکام کے استحکام کرنے کے لئے فرماتا ہے وتلک حدود اللہ کہ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدود ہیں ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اللہ کا کیا بگاڑا اپنا ہی نقصان کیا کیونکہ ان احکام میں جو بہت دنیوی منفعتیں خدا تعالیٰ نے ودیعت رکھی ہیں اسکو کیا معلوم کہ ان احکام کی پابندی کے بعد خدا کیا کیا نتیجہ دکھاتا ہے لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا کے یہی معنی ہیں بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ جملہ صرف عدت و مکان کی طرف راجع ہے جس سے مراد یہ کہ شاید بعد میں اس ارتباط و حسن سلوک سے ملاپ ہو جاوے ؛

چوتھا حکم۔ فاذا بلغن اجلہن فامسکوہن بمعروف او فارقوہن بمعروف۔ کہ جب ان مطلقات کی اجل یعنی عدت پوری ہونے کو ہو (بلغن کے اور معنی ہیں تو بھی ظاہر ہے کہ جو کہ شرط ہے گزرا) تو یا دستور کے موافق چھوڑ دو۔ آیت کا سیاق کہہ رہا ہے کہ یہ حکم طلاق رجعی کی عدت سے متعلق ہے کہ ہنوز خاوند کو رجوع کرنے کا اختیار ہے پھر عدت تمام ہونے کو آوے تو عورت کو پھر دستور سابق بغیر نکاح جدید اپنی بیوی کرلے مضرت کا قصد نہ کرے کہ بار دگر گھر میں ڈال کر خوب دل کے غبار نکالے بلکہ حسن معاشرت سے پیش آوے اور جو اپنے مصالح کے مناسب نہ سمجھے تو ترک کردے یہاں تک عدت تمام ہو جاوے اسکا مہر وغیرہ دیدے اور دوسرے شخص سے نکاح کرنے میں حارج نہ ہو۔ مگر طلاق بائن و ثلاثہ میں بھی امساک بمعروف و تسریح باحسان ہو سکتا ہے کہ نکاح جدید کے بعد حسن معاشرت سے رکھے یا اسکو بالکل چھوڑ دے جس سے چاہے نکاح کرے اسکا مہر وغیرہ سب دیدے یہی مضمون سورہ بقر میں بھی آچکا ہے ؛

پانچواں حکم۔ واشہدوا ذوی عدل منکم واقیموا الشہادۃ للہ۔ کہ اس مراجعت یا ترک پر اپنے لوگوں یعنی مسلمانوں میں سے کم از کم دو شخص ثقہ اور نیک بختوں کو گواہ بھی کرلو۔ کہ پھر کسی طرح کا باہمی جھگڑا نہ پیدا ہو مثلاً دونوں میں سے ایک مرجائے اور دوسرا وراثت کا دعویٰ کرے اور وارث جھٹلانے لگیں کہ ہم نے رجوع نہیں کیا تھا یا باہم نکاح باقی نہیں رہا اور نیز یہ بھی ہے کہ مرد نے رجوع کیا کسی کو خبر تو کی نہیں عدت گذر گئی اسنے دوسرے سے نکاح کر لیا پھر ہی جھگڑا پڑا اور یہی مصلحتیں ہیں

ـــــــ
سلہ کیونکہ کہ حالت میں طلاق بائن کے بعد بھی عورت کو اور کسی سے نکاح نہیں کرنے دیتے تھے نہ مہر دیتے تھے نہ روٹی کپڑا ۱۲ منہ

وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُكْرًا ۝ فَذَاقَتْ وَبَالَ

اور کتنی ایک بستیاں اپنے رب اور اسکے رسول کے حکم سے سرکش ہوئیں پھر تو ہم نے انسے سخت حساب لیا اور انکو بری سزا دی پھر انھوں نے اپنے کیے کا مزہ چکھ

أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ۝ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ آمَنُوا

اور انکی انجام کار بربادی ہوئی۔ اللہ نے انکے لیئے سخت عذاب تیار کیا۔ پھر اے دانشمندو اللہ سے ڈرتے رہا کرو اے وہ جو ایمان لائے

قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ

اللہ نے سمجھانے والا رسول بھیجا جو سناتا ہے تمکو اللہ کی کھلی کھلی آیتیں تاکہ انکو جو ایمان لائے اور نیک کام کئے اندھیریوں سے

إِلَى النُّورِ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا

نکال کر روشنی میں لیجائے۔ اور جو اللہ پر ایمان لائے اور نیک کام کرے اسکو ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جنکے تلے نہریں بہ رہی ہیں انہیں سدا رہا کریں گے۔ البتہ اللہ نے اسکو اچھی روزی دی

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اللہ وہ ہے کہ جسنے سات آسمان بنائے اور زمین بھی ایسی ہی۔ نازل ہوا کرتا ہے ان میں حکم تاکہ جانو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝ ع

اور اللہ کے علم نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے ❊

---

یہ چیا آئندہ حکم کیلئے تاکید ہے اسلیے اسکے بعد تفسیر احکام ذکر کرتا ہے۔ لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ کہ ان مطلقہ عورتوں کو ایام عدت میں انکے گھروں سے نہ نکالو نہ وہ آپ نکلیں مگر جب صریح فحش کریں تو نکال دینا مضائقہ نہیں مطلقہ کو اسی گھر میں رہنا چاہیے جہاں وہ طلاق سے پہلے رہتی تھی گو وہ خاوند کا گھر تھا مگر گھر عورت ہی کی طرف منسوب ہوا کرتا ہے اسلیے بیوتھن فرمایا۔ اضافت بیت کی انکی طرف کی جیسا کہ سورۂ احزاب میں ازواج مطہرات کو وقرن فی بیوتکن سے مخاطب کیا تھا اور بیت کو انکی طرف مضاف کیا تھا۔ اضافۃ تملیکیہ نہیں بلکہ سکونت کے سبب سے۔ فاحشۃ مبینۃ بالکسر فاعل کا صیغہ جسکے معنی بیان کرنیوالی یعنی وہ فاحشہ بات اپنی برائی آپ بیان کررہی ہو اور مبینۃ بالفتح بھی پڑھا ہے کہ اسکی برائی اہین دلائل سے بیان ہوگئی ہے۔ فاحشۃ مبینۃ کے معنی اکثر مفسرین نے زنا کے بیان کیئے ہیں کہ جب عورت بدکاری کرے تو اسکا نکالنا ممنوع نہیں بعض نے اسکی اور بھی تخصیص کی ہے کہ وہ حد مارنے کیلئے نکالی جاوے اسکے بعد [illegible] امام شافعیؒ فرماتے ہیں فاحشۃ مبینۃ سے مراد بدزبانی فحش گوئی ہے کیونکہ مطلقہ [illegible] ایک مرد کو چھوڑ کر دوسرے مرد کو لبھانے کے لئے طلاق نہیں دیتے تھے اور اسمیں [illegible] ہو تو آیندہ اور فسادات ہے رجوع کر لینے کا اختیار نکال دینا مصلحت ہے اسکے سوا اور ضرورتوں کے سبب بھی (جیسا کہ مکان گرنے کا خوف [illegible] یا دشمن کا خوف ہو یا مکان کرایہ کا تھا مالک اٹھاتا ہو) باہر نکلنا ممنوع نہیں مگر ان صورتوں میں خاوند کو لازم ہے کہ اور مکان عدت گزارنے کو دے ❊

قرآن مجید کے الفاظ میں کوئی قید نہیں طلاق رجعی یا بائن یا مغلظہ کوئی ہو اور مطلقہ حائض ہو یا حاملہ یا آئسہ یا صغیر سن سب کے لیے سکنی یعنی سکونت کا مکان دینا شوہر کا ذمہ ہے اور چند آیات کے بعد اور بھی تاکید فرماتا ہے اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم۔ جمہور ائمہ کا یہی قول ہے مگر حسن بصریؒ و عطاء بن ابی رباح و شعبی و احمد و اسحاق تخصیص کرتے ہیں کہ جس عورت سے شوہر طلاق کے بعد رجوع نہیں کرسکتا (طلاق بائن یا تین طلاقوں کے بعد) تو وہاں خاوند پر نہ مکان دینا واجب ہے نہ روٹی کپڑا

---

ف ہو لا منصوب لکونہ بدلا من ذکرا [illegible] احسن الحلہ حال ثانیۃ [illegible] خالدین [illegible] ۱۲ منہ

بعض مفسرین نے اسکو بھی خاص کیا ہے حسین بن فضل کہتے ہیں کہ جو اللہ سے ڈریگا اور اسکے فرض کو بجا لائیگا اسکو وفات کے بعد [illegible] ملیگا اور ایسی طرح ثواب دیگا کہ اسکو گمان بھی نہوگا تخصیص کی کوئی وجہ نہیں بلکہ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ گناہ کے سبب رزق [illegible] سے محروم کیا جاتا ہے اور تقدیر کو دعا کے سوا اور کوئی چیز نہیں روکتی اور عمر کی زیادتی کا باعث نیکی ہی ہوتی ہے (رواہ الامام احمد) اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ اور اس کے بندوں کے خدا تعالیٰ گناہوں سے تنگدستی دیتا ہے اور نیکی سے فراخ دستی اور نیکی و احسان کرنے والے کی عمر میں برکت ہوتی ہے [illegible] زاری سے مانگتا ہے تو عطا کرتا ہے [illegible] کو ٹال دیتا ہے۔ دو دینوں حاجتوں اس اصل کی تنگدستی اور فراغبالی کو انکی نکوکاری و بدکاری پر محمول کرتا ہے۔ ہاں کبھی [illegible] بدکاری کو انکی سرکشی اور بدکاری پر بھی [illegible] مال و جاہ کرتا ہے۔ اسکا امتحان و ابتلا ہے۔ آخرکار دنیا میں بھی [illegible] کو اقبال و عزت [illegible] کرنا پڑتا ہے اور [illegible] کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ فاسق حال اس بات کو بھی [illegible] حال سمجھتا ہے اسلیئے [illegible] انکے نزدیک [illegible] کام ہے [illegible] انکے سمجھ میں آئیں گے ؛

اسکے بعد توکل [illegible] فرماتا ہے ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ [illegible] توکل اللہ پر [illegible] کی فراہمی اور [illegible] سمجھنا [illegible] لوگوں بہشت [illegible] کی غرض و حصر [illegible] اسکو اللہ [illegible] پیدا نہیں [illegible] کام [illegible] مسبب [illegible] اسباب [illegible] نالی [illegible] انگیز کاموں کا باعث ہوجاتا ہے [illegible] کیا حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں سے حیرت افزا کام اور انکے برکات ان اجمل [illegible] پھر کوئی عیسائی انکار کرسکتا ہے ؟ اسی طرح صحابہ کرام و اہل بیت عظام اور بعد میں حضرات اولیاء اللہ کے کرامات اس قدر ہیں کہ جنکا انکار ہو نہیں سکتا ؛

ف [illegible] ہیں [illegible] تیار کرتا ہے [illegible] کافی [illegible] بندوبست کردیگا ہر معاملے میں راستی اختیار کرنے کے لیئے ہیں اعتماد سے [illegible] خاوند کو [illegible] اسباب میں کیا سکتا ہے کارخانہ دنیا اسباب پر مبنی ہے جیسا کہ [illegible] روشن و باغ [illegible] کہتے ہیں اسلیئے انکے اطمینان کے لیئے فرمایا ان اللہ بالغ امرہ کہ اللہ اپنا کام پورا کرکے ہی [illegible] اسکے [illegible] کوئی روک نہیں سکتا مگر قبل الوقت نہیں کرتا کسلیئے کہ قد جعل اللہ لکل شیء قدرا ہر چیز کا اسنے اندازہ کر رکھا ہے جو مصالح پر مبنی ہے۔ عدت حیض آنے والیوں کی آیت سے پہلے مسلمانوں کو معلوم ہوچکی تھی کہ وہ ثلاثۃ قروء تین حیض ہیں مگر جنہیں حیض نہیں آتا عمر زیادہ ہونے یا کم ہونے کے سبب یا حمل کے سبب سو یہ تین قسم کی عورتیں وہ ہیں کہ جنکی عدت طلاق دریافت طلب تھی اسلیئے حق سبحانہ ان تینوں قسموں کی عدت بیان فرماتا ہے واللائی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتہن ثلاثۃ اشہر کہ جو نا امید ہوجاویں تمہاری عورتوں میں سے حیض آنے سے اگر تمکو شبہ ہو تو انکی عدت تین مہینے ہیں جو عورتیں سن رسیدہ ہوجاتی ہیں پھر انکو حیض نہیں آتا جو جوانی قوت کے وقت میں

اہل معاملہ کو گواہ کرنیکا حکم دیا تو لوگوں کو اللہ کے لئے ٹھیک ٹھیک گواہی ادا کرنیکا بھی حکم دیا یہ حکم امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ضروری التعمیل یعنی واجب ہے رجوع کرنے کے وقت ضرور گواہ بنا لے۔ امام ابو حنیفہؒ اور دیگر علماء فرماتے ہیں ہاں گواہ کرنا بہتر ہے لیکن واجب نہیں اور یہ امر ایسا ہی ہے جیسا کہ اس آیت میں واشہدوا اذا تبایعتم حالانکہ بیع کے وقت گواہ بنانا واجب نہیں ؛

**ف** صاحب اتقان فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ذوی عدل منکم گواہوں کی تخصیص نے سورہ مائدہ کی تعمیم ذوی عدل منکم او آخرین من غیرکم کو منسوخ کر دیا یعنی سورۂ مائدہ میں یہ حکم تھا کہ دو ثقہ شخص تم میں سے ہوں یا اور لوگوں میں سے ہوں اور یہاں یہ کہدیا کہ تم میں سے ہوں اس تعمیم کو منسوخ کردیا لیکن یہ قول چنداں قوی نہیں کیونکہ سورۂ مائدہ میں گواہی وصیت کے باب میں تھی یہاں رجعت کے بارہ میں ہے ؛

پھر ان احکام کی پابندی پر تاکید فرماتا ہے ذلکم یوعظ بہ من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر وہ ہے کہ جس سے نصیحت پکڑتا ہے یا فائدہ اٹھاتا ہے وہ شخص جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ اشارۃً یہ کہدیا کہ جو ان احکام کی پابندی نہیں کرتا گویا وہ اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اسمیں اشارہ عرب کی جاہل قوموں کی طرف ہے کہ وہ طلاق دیکر عورتوں کو معطل کر دیتے تھے ہمارے ملک میں بھی جھوٹی شیخی تھی وہ آپ اسکی خبرگیری کرتا تھا نہ اور سے نکاح ہونے دیتا تھا۔ یہ ظالمانہ برتاؤ تھا۔ ... اسی پر فریفتہ ہیں جو اپنے تئیں ... ایسا ہی کرتے ہیں ... میں قانون محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر انکا مطلقا عمل نہیں وہ کیسے ہیں اسراف ایسا نہیں کرتے۔ معاذ اللہ یہ کلمہ کفر تک پہنچا دیتا ہے ... کو جبکہ اللہ جبار قہار تخت پر بیٹھکر عدالت کریگا سب شرافت معلوم ہو جاویگی ؛

سابق میں اللہ تعالیٰ خوف خدا ہونے کے سبب ہیں اور ان احکام میں غفلت و اعراض کا باعث طمع یا فکر ہوتی ہے کہ اسکو کہاں سے کھلاؤنگا مہر کیونکر دینگے روک رکھو کہ مہر نہ مانگے بلکہ جو کچھ لیا ہے واپس کر لو اسلئے سب سے پہلے خوف خدا کی تاکید اور اسکے فوائد بیان فرماتا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب کہ جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے آخرت میں تو اسکو اسکے ثمرات ملیں ہی گے مگر دنیا میں بھی اسکو دو چیزیں عطا کرتا ہے ؛

**اول** یجعل لہ مخرجا کہ اسکے لئے ہر مشکل میں خلاصی دیتا ہے رنج و غم سے رستگاری عطا کرتا ہے یہ اسلئے کہ جب انسان اللہ سے ڈرا اور ہر مصیبت کو اسی کی طرف سے سمجھکر اسکی طرف رجوع کیا اول تو اسکے دل کو اطمینان و انشراح پیدا ہو جاتا ہے اور وہ مصیبت اسکے نزدیک بہت ہلکی ہو جاتی ہے اور واقعی لوگوں کے قلوب کے موافق مصیبت کا اثر پڑتا ہے بعض ایسے بھی ہیں کہ ذرا سی بات سے ... یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ یہ حادثہ کس پر گزر گیا ہے۔ الغرض استقلال جو اہل تقویٰ سے پیدا ہو جاتا ہے اور یوں بھی عالم بالا سے اسکی مشکل کشائی کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ خدا ترس لوگوں کو جو مدد غیبی حوادث میں پہنچی ہے اسکو کوئی ایماندار جو کتب سماویہ پر یقین رکھتا ہے انکار نہیں کر سکتا البتہ حال کا فلسفہ اسکو کچھ نہیں سمجھتا یہ انکی جہالت ہے ؛

بعض مفسرین نے مخرجا کو خاص بھی کیا ہے چنانچہ کلبی کہتا ہے کہ جو اللہ سے ڈر کر مصیبت پر صبر کرتا ہے تو اللہ اسکو آتش جہنم سے خلاصی دیتا ہے شعبی اور ضحاک کہتے ہیں یہ خاص طلاق کی بابت ہے کہ جس نے حکم الٰہی کے موافق طلاق دی اسکے لیئے رستہ رجوع کرنیکا عدت میں خدا نکال دیتا ہے ؛

**دوم** ویرزقہ من حیث لا یحتسب کہ جہاں سے گمان بھی نہ ہوگا روزی دیگا۔ وہ قادر مطلق اپنے پاکباز بندوں کے لیے ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ جنکا گمان بھی نہیں ہوتا ہمیں خاوند کو تسلی ہے کہ رزق و روزی کے فکر سے طلاق نہ دو طلاق کے بعد زبردستی روک رکھو ہم بیگانہ روزی دیتے ہیں ؛

انہیں کوئی تخصیص نہیں آئسہ ہو خواہ صغیرہ ہو حاملہ ہو لیکن [illegible] کیا گیا کہ وہ اشارۃً ظاہر ہو کہ [illegible]

تکلیف کے بعد فراخی اور راحت ضرور ملیگی اور تنگی

اول شوہر کا انکا نفقہ باقی ہے خواہ وفات کی [illegible] طلاق [illegible] الگ [illegible]

عدت کے موافق خدا نے بہت جلد

اسکی تفسیر کر دی کہ طلاق پر قروء [illegible]

سورۂ بقرہ میں فرمایا تھا الذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسہن اربعۃ اشہر وعشرا کہ [illegible] پوری ہوتی ہے ◆

یہ قید نہیں کہ وہ حاملہ ہوں یا غیر حاملہ [illegible] اس آیت واولات الاحمال میں ہے کہ حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے [illegible]

ہوں یا بیوائیں ہوں۔ اب [illegible] دونوں آیات [illegible] حاملہ ہو کی عدت میں تعارض ہوا سورۂ بقرہ کی آیت [illegible]

خواہ حمل اس سے پہلے وضع ہو یا بعد [illegible] آیت کہتی ہے وضع حمل عدت ہے خواہ چار مہینے دس دن [illegible] وضع حمل ہو جاوے

عدت تمام ہو جاویگی۔ مگر آیت واولات الاحمال بعد میں نازل ہوئی ہے لہٰذا اس بارہ میں سورۂ بقرہ کی آیت منسوخ قرار دیجاویگی بخاری [illegible]

محمد بن سیرین نے [illegible] کی ہے کہ [illegible] کے نکاح میں تھی [illegible] حاملہ تھی بعد چالیس روز کے

اسنے بچہ جنا پھر جب نفاس سے پاک ہوئی [illegible] نکاح کیلئے آراستہ کیا اسکے پاس ابوالسنابل بن بعکک بھی گیا اسنے کہا تو نکاح کرنا چاہتی ہے

نکاح کیلئے [illegible] شوہر کو مرے ہوئے چار مہینے دس دن نہیں ہوئے تب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پوچھنے گئی آپ نے فرمایا جب بچہ ہو چکا

تیری عدت تمام ہو گئی اسکے بعد اسنے نکاح کر لیا ◆

اس حدیث مشہور کی صحت میں کسی کو کلام نہیں ہے مختلف طرق سے متعدد راویوں نے روایت کی ہے اور اسی پر اکثر صحابہ و تابعین و ائمہ کا عمل رہا ہے

مگر ابن عباسؓ و حضرت علی مرتضیٰ فرماتے تھے کہ دونوں عدتوں میں سے جو زیادہ ہو وہ کرے یعنی اگر دس روز بعد وضع حمل ہوا تو چار مہینے دس دن عدت کرے

مگر عبداللہ بن مسعودؓ نے اس قول کو ہرگز نہ مانا اور کہا جو چاہے مجھ سے مباہلہ کر لے کہ سورۂ نساء قصریٰ یعنی سورۂ طلاق کہ جس میں اولات الاحمال الخ ہے

سورۂ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے یعنی یہ اسکی ناسخ ہے اس بارہ میں ہدایہ میں ہے۔ وعدۃ الوفاۃ فی الحرۃ اربعۃ اشہر وعشر وعدۃ الامۃ شہران وخمسۃ ایام

وان کانت حاملا فعدتہا ان تضع حملہا۔ علماء احناف کا بھی یہی قول ہے ◆

اس حکم کے بعد اسکی تاکید فرماتا ہے۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یسرا۔ کہ جو اللہ سے ڈریگا اللہ اسکا کام آسان کریگا یعنی ان احکام پر عمل کرو اللہ

سے ڈر کر تاکہ تمہیں نکاح و طلاق کے بارہ میں کوئی مشکل پیش نہ آئے اور خدا تمہارے سارے کام آسان کرے ذلک امر اللہ انزلہ الیکم۔ یہ حکم اللہ نے

تمہارے لیئے نازل کیا اللہ سے ڈرو اور اسپر عمل کرو کیلیئے ومن یتق اللہ یکفر عنہ سیئاتہ ویعظم لہ اجرا۔ کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے خدا اسکے گناہ اس سے

مٹا دیتا ہے اور اسکے لیئے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے [illegible] ایمان واعمال [illegible]

طلاق کے بعد ایام عدت میں خاوند کو مسکن [illegible] اسکنوہن من حیث سکنتم من وجدکم

کہ جہاں تم ہو اپنے مقدور کے موافق انکو بھی وہیں رکھو [illegible] بات ہے فوراً نکالدینا قریب الوقوع بات ہے

انہیں عورت کی کمال بیچارگی اور معاملہ سابقہ کے لحاظ سے کمال بے مروتی ہے اسلیئے مکان دینے کا حکم دیا۔ اسپر علماء کا اتفاق ہے مگر خرچ و

خوراک میں کلام ہے جیسا کہ ابھی آپ کو معلوم ہوا۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک خواہ طلاق بائن ہو خواہ رجعی مکان کے ساتھ خرچ و خوراک بھی ضرور ہے

کیلیئے کہ اگر صرف مکان مراد ہوتا یہ تو پہلے بھی بیان ہو چکا لاتخرجوہن من بیوتہن میں تو من وجدکم کا لفظ بھی یہی کہہ رہا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں طلاق

بائن میں خرچ و خوراک دینا واجب نہیں ◆

(۲) ولا تضاروہن لتضیقوا علیہن۔ خدائے پاک مطلقہ پر تنگی کر کے ضرر پہنچانے سے منع کرتا ہے کہ مکان اور کھانے پینے میں تنگی کر کے تنگ ہو کر

نکل جائے اور ہر قسم کی ایذا سے ممانعت ہے سخت کلامی لڑائی جھگڑا تشدد وغیرہ بھی ہے کہ جب عدت تمام ہونے کو آئے مثلاً دو روز باقی رہ جاویں

[1] کیلیئے کہ حاملہ مطلقہ کی عدت تو بالاتفاق وضع حمل ہے اسمیں کوئی آیت متعارض نہیں [illegible] آیت متعارض نہیں ۱۲ منہ

آ کر رہتا صرف کچھ رطوبت سی آنے لگتی ہے اور بعض کو وہ بھی نہیں آتی بلکہ اور کسی خاص بیماری کی وجہ سے ایام معتاد یا غیر معتاد میں خون آتا ہے جس سے حیض کا دھوکا ہوتا ہے اور کا ہے انقطاع حیض کے قریب زمانہ میں وہ رطوبت بھی شبہ میں ڈالدیتی ہے الغرض ایسی عورت کو آئسہ کہتے یعنی حیض آنے سے نا امید ہوگئی اور سن ایاس جسمانی اور ملکی قویٰ کے تفاوت سے ضرور متفاوت ہوتے ہیں گرم ملکوں میں عورتوں کو جلد حیض آتا ہے اور بڑھاپا بھی جلد آجاتا ہے اور حیض بھی چند برسوں بعد بند ہوجاتا ہے یہاں تک کہ چالیس برس کی عمر میں اچھی خاصی بڑھیا ہوجاتی ہے اور سرد ملکوں میں چالیس برس کی عمر میں خوب جوان سمجھی جاتی ہے اسی طرح قویٰ جسمانی کا تفاوت ہے اسلیے اسکا کوئی زمانہ معین نہیں ہوسکتا نہ قرآن مجید نے کیا ہاں فقہاء کرام نے تخمینہ کیا ہے بعض نے کہا ساٹھ برس کی عمر میں عورت آئسہ ہوجاتی ہے بعض نے کہا پچپن برس کی عمر میں اگر تمکو شبہ ہو جو حیض آنے میں تو انکی عدت تین مہینے ہے۔ ان ارتبتم کرخی فرماتے ہیں یہ صفت کاشفہ ہے کوئی قید نہیں کسلیے کہ جو عورتیں آئسہ ہیں انکی ہرحال میں یہی عدت ہے خواہ تمکو شک ہو یا نہو۔ پھر ارتبتم کے معنی میں کلام ہے کہ کا ہے میں شک ہوا سمیں دو قول ہیں اول یہ کہ حیض منقطع ہوگیا اور اسکی ہمعمروں کو آتا ہے اب تمکو شک ہے کہ رک گیا یا آنا ہی بند ہوگیا یا حیض منقطع ہونے کے بعد استحاضہ کا مرض ہوگیا اب حیض نہیں معلوم ہوسکتا یا بعد انقطاع کے کوئی رطوبت آیا کرتی ہے جس سے حیض کا شبہ ہوتا ہے۔ یہ سلف کا قول ہے جیسا کہ مجاہد و زہری و ابن زید۔ دوسرا قول جسکی طرف ابن جریر و ابن سعید وغیرہم کا رجحان ہے یہ ہے کہ تمکو انکی عدت میں شبہ ہوگیا ہے۔ اور اسکی تائید میں ابن جریر ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ ابی بن کعب نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ چند عورتوں کی عدت معلوم نہیں ہوئی بڑی عمر والیوں کی اور چھوٹی عمر والیوں کی یعنی نابالغوں کی اور حمل والیوں کی اسکے جواب میں یہ آیت واللائی الخ نازل ہوئی۔ اور ابن ابی حاتم نے اس سے بھی تفصیل وار نقل کیا ہے ؛

**دوسری قسم** واللائی لم یحضن وہ عورتیں کہ جنکو حیض نہیں آتا ہے کم سنی کی وجہ سے تو انکی عدت بھی تین مہینے ہیں (یہ پہلے واللائی پر معطوف ہے) ان کی عدت بھی تین مہینے ہیں۔ یہ عدت طلاق ہے اس میں کسی کو بھی کلام نہیں ؛

اسکے بعد **تیسری قسم** کی عورتوں کی عدت بیان فرماتا ہے واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن کہ حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے یعنی جننا عدت ہے جب وہ جنیں عدت پوری ہوگئی ؛

**ف** اگر پورے دنوں میں بچہ نہیں ہوا اور حمل ساقط ہوگیا اس سے بھی عدت طلاق پوری ہوگئی ظاہر الفاظ کہتے ہیں کہ عدت تمام ہوجاوے گی [illegible] جوانمردی تقویٰ سے پیدا ہوجاتی ہے اور یوں بھی عالم بالا سے اسکی مشکل کشائی کے ہوتے جنتے ہی عدت تمام ہوجاوے گی ؛

ہدایہ میں ہے۔ وان کانت ممن لاتحیض من صغر او کبر فعدتھا ثلاثۃ اشھر لقولہ تعالیٰ واللائی یئسن الخ وکذا من بلغت بالسن ولم تحض (باخر الآیۃ) وان کانت حاملا فعدتھا ان تضع حملھا۔ کہ اگر صغر سنی یا کبر سنی سے حیض نہ آتا ہو تو اسکی عدت تین مہینے ہیں اس آیت سے واللائی یئسن الخ اور اسی طرح اگر بالغہ ہوجاوے اور حیض نہ آتا ہو تو بھی عدت تین مہینے ہیں اور اگر حمل سے ہے تو عدت وضع حمل ہے ؛ (ترجمہ)

## بحث

بظاہر آیت واولات الاحمال الخ عدت طلاق کے بارے میں ہے اور عدت وفات سورۂ بقرہ میں اربعۃ اشھر و عشرا۔ چار مہینے دس دن کی آچکی

ف خون آنے کی بیماری جو عورتوں کو حیض کے علاوہ ہوجاتی ہے ۱۲ منہ

یہ کوئی ہر ایک کیلئے عام حکم ہے کہ ہر تنگدست کو فراغدستی ملیگی یوں بھی ہوسکتا ہے کہ نادار وں کو دنیا کی تنگدستی اور تکلیف کے بعد فراخی اور راحت صرو ملیگی یا جلدی کی دنیا کی زندگی سریع الزوال ہے۔ لیکن آیت میں صحابہ کی طرف خطاب ہے اور وہ اس وقت بہت تنگدست تھے اپنے وعدے کے موافق خدا نے بہت جلد انپر فراغدستی کے دروازے کھولدیئے قیصر و کسریٰ کے خزانے اور عمدہ اشیاء اور ان کے سامان ان کے پاؤں تلے ڈالے گئے۔ یہ بشارت پوری ہوئی ؂

## ان احکام کو بیان فرماکر

انکی پابندی کی تاکید کرتا ہے کہ وکائن من قریۃ عتت عن امر ربہا ورسلہ فحاسبناہا حسابا شدیدا وعذبناہا عذابا نکرا۔ کہ بہت سی بستیوں یعنی شہر والوں نے اپنے رب سے سرکشی اور اسکے رسول کی نافرمانی کی بھی جیسا کہ لوط کی بستیاں وغیرہ تو خدا نے انسے سخت حساب لیا انکے اعمال بد گا گن گن کر پورا بدلہ انکی گودوں میں ڈالا اور انکو سخت عذاب میں مبتلا کیا۔ فذاقت وبال امرہا وکان عاقبۃ امرہا خسرا۔ پس ان لوگوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور انجام خسران ہوا آخرت میں عذاب شدید انکے لیے مہیا کیا گیا اُجڑے ہوے شہروں اور برباد شدہ قوموں اور خاندانوں کو دیکھکر فاتقوا اللہ یا اولی الالباب اے ہوشمند وعقل والو اللہ سے ڈرو اسکی نافرمانی سے تو عبرت کرو پھر آپ ہی بتلاتا ہے کہ عقلمند کون ہیں۔ الذین آمنوا وہ جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائے۔ درحقیقت یہی لوگ عقلمند ہیں جنکی انجام پر نظر ہے اور یہی اللہ سے ڈرنے والے ہیں کافر بے عقل کیا ڈرینگا قد انزل اللہ الیکم ذکرا۔ کہ تحقیق اللہ نے تمہارے پاس ذکر یعنی تذکرہ اور دلانیوالا سمجھانیوالا بھیجا ہے وہ کون رسولا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم یتلوا علیکم آیات اللہ مبینات جو تمکو اللہ کی آیتیں سناتا ہے جو صریح اور ظاہر ہیں جنمیں کوئی پیچیدگی اور خلاف عقل بات نہیں۔ یا یہ معنی کہ آیات تمہارے لیے مسائل حلت وحرمت مبدء ومعاد اخلاق وقصص سابقہ کو بیان کرتی ہیں لیخرجکم من الظلمات الی النور۔ تاکہ تمہیں اندھیریوں سے نکال کر روشنی میں لائے۔ مذہب باطل کی اندھیری اخلاق بد کی اندھیری رسم ورواج کی پابندی کی اندھیری خدا اور آخرت سے جہالت کی اندھیریں عرب پر گھٹا کی طرح چھائی ہوئی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسے نکال کر نور میں لائے۔ ومن یؤمن باللہ ویعمل صالحا ایس جو اس نور میں آگیا یعنی اللہ پر ایمان لایا اعتقاد درست کرلیا اور پھر اچھے کام کیے جنکا اللہ اور اسکے رسول نے حکم دیا۔ درحقیقت یہی نور ہے جو قیامت میں آگے اور دائیں بائیں دوڑتا ہوا چلیگا اور مرنے کے بعد عالم قدس میں پہنچا دیگا۔ تکمیل قوت نظریہ وعملیہ دونوں کی طرف اشارہ ہے تو یدخلہ جنات تجری من تحتہا الانہار۔ اسکو مرنے کے بعد ایسے باغوں میں بسادیگا جہاں نہریں بہتی ہونگی یعنی عالم قدس میں باغ اور نہریں اسکی قوت نظریہ وعملیہ تھی بہرہ جیگی۔ خالدین فیہا ابدا وہاں ہمیشہ رہا کریگا۔ ایمان واعمال بھی اسکے ساتھ ہمیشہ تھے انکی نہریں جاری رہا کرتی تھیں۔ قد احسن اللہ لہ رزقا۔ اللہ نے اسکے لیے عمدہ روزی تیار کر رکھی۔ وہاں کے ثمار وہ آیۃ [illegible] اللہ الذی ... اب آپنے کیلئے کہ اللہ وہ ہے جسنے خلق سبع سموات سات آسمان ومن الارض مثلہن اور انکے مانند زمین بنائی۔ یتنزل الامر بینہن انمیں اسکا حکم نازل ہوتا ہے آسمانوں اور زمین میں بغیر حکم قضا وقدر کے ذرہ نہیں ہلتا۔ یہ اسلیئے لتعلموا ان اللہ علی کل شیئ قدیر وان اللہ قد احاط بکل شیئ علما۔ کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اسکے علم میں ہر چیز ہے پس وہ قادر بھی ہے کہ دار آخرت یا اپنے وعدے کو پورا کرے دنیا میں مخالف کو تباہی آخرت میں روسیاہی دے اور اسکا فرمانا خبر دینا اسکے علم کی وجہ سے صداقت پر مبنی ہے ؂

ف

امام رازی فرماتے ہیں اگر سات زمینوں سے سات اقلیم مراد لیجاویں تو حق بات ہے اور سیارات مراد لئے جاویں تو بھی ممکن ہے مگر وہ روایت کہ جنمیں سات زمینوں کا یکے بعد دیگرے ہونا اور ہر ایک میں پانسو برس کا فاصلہ ہونا اور ایک بیچ میں ...کا پہلی پر ہونا مذکور ہے اور اسی طرح آسمانوں کی بابت ایک یا قوت کا دوسرا زمرد کا وغیرہ ذلک یہ پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی ۱۲ منہ

آ لگتا تھا صرف کچھ رطوبت سی آنے لگتی ہے اور بعض [illegible] ہے۔ اس سے بھی منع کیا۔ عرب ایسے ایسے ظالمانہ معاملات عورتوں سے کرتے تھے جن سے حیض کا دھوکا ہوتا ہے اور کا [illegible] مہذب رہنا بڑی بات ہے ؛

آنے سے نا امید ہو گئی ہو [illegible] اگر وہ مطلقہ حمل والیاں ہیں تو وضع حمل تک انکو خرچ و خوراک بھی دو اس قید سے امام شافعی بڑھاپا بھی چلا آیا کہ اگر مطلقہ کو حمل نہیں ہے [illegible] مکان [illegible] نفقہ۔ اسکا جواب پہلے گزر گیا۔ مگر آیت میں ایک بات غور طلب ہے کہ آیت مطلقہ کے بارہ میں ہے اگر حاملہ کا خاوند مر جائے تو اسکے لیے مکان اور نان و نفقہ کا کیا حکم ہے؟ حضرت علیؓ و ابن مسعودؓ و شریح و نخعی و شعبی و حماد و ابن ابی لیلیٰ و سفیان اور انکے شاگرد کہتے ہیں کہ اسکو مکان و خوراک میت کے کل مال میں سے ملیگا اور ابن عباسؓ و ابن زبیرؓ و جابر بن عبداللہؓ و مالکؒ و شافعیؒ و ابو حنیفہؒ کہتے ہیں اسکے حصے میں سے خرچ ہوگا ؛

سوال جب ہر قسم کی طلاق میں خواہ بائن ہو خواہ رجعی خواہ وہ عورت حامل ہو خواہ غیر حامل امام ابو حنیفہؒ کے قول کے موافق مکان کے سوا نفقہ بھی واجب ہے تو وان کن اولات حمل کے ذکر کی کیا ضرورت تھی ؟

جواب اسلیے کہ حمل کی مدت معمولی عدت سے زیادہ ہوتی ہے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ تین مہینے تک نفقہ دینا چاہیے پھر نہیں اسلیے یہ ذکر کرنا پڑا۔

(۴) فان ارضعن لکم فاٰتوہن اجورہن اگر مطلقہ وضع حمل کے بعد تمہارے بچے کو دودھ پلائے تو انکو اسکی اجرت دو یہ خیال نکرو کہ دودھ تو تمہارے ہی حمل سے تھا مجبور کر کے بغیر اجرت دودھ پلایا جاوے ؛

اس حکم کی کئی صورتیں ہیں اول یہی جو بیان ہوئی۔ دوسری یہ کہ عورت بچے کو دودھ پلا رہی تھی کہ خاوند نے طلاق دیدی اب عدت کے ایام میں نفقہ جدا دینا ہوگا اور دودھ کی اجرت جدی دینی ہوگی (طلاق دینے سے کس نے بھلوتی سے روکا گیا ہے) تیسری یہ کہ تمہاری دوسری بیوی کے بچے کو دودھ پلاوے یعنی اسکے شکم کا نہو تو بھی اجرت کی مستحق ہے (سب صورتوں میں جب ہی اجرت دینا واجب ہے اگر وہ طلب کرے) وأتمروا بینکم بمعروف۔ اور باہم مشورہ سے کام کرو یعنی رضامندی ایک دوسرے کی ملحوظ رکھے نہ خاوند بہت کم اجرت دے نہ یہ زیادہ طلب کرے دستور و معمول کے موافق دے اور لے۔ وان تعاسرتم فسترضع لہ اخریٰ۔ اور اگر باہم ایک دوسرے کو تنگی میں ڈالے تو غیر اور عورت سے دودھ پلائے ؛

ف اگر اور عورت نہ ملے یا بچہ دودھ اور کا نہ پیوے تو عورت کو مجبوراً دودھ پلانا پڑیگا اور دستور کے موافق اجرت دیجاویگی ؛

ف غیر مطلقہ جو اپنے بچے کو دودھ پلاوے اسکی اجرت جداگانہ خاوند پر واجب ہے کہ نہیں ؟ اسکا کوئی حکم قرآن مجید میں [illegible]

(۵) مگر اس اجرت [illegible] تمام ہو جاوے [illegible] بین برنا نظام عالم میں خلل انداز تھا اسلیے کہ ملک اور قوم اور [illegible] یہاں حکم [illegible] میں بڑی وقت تھی اسلیے اسکا فیصلہ بھی کر دیا لینفق ذو سعۃ من سعتہ کہ مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے یعنی مرد کی حیثیت خیال کیجائے اور اوسط درجہ لیا جاوے۔ ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما آتاہ اللہ۔ اور جو ایسا ہے کہ اسکا رزق اسکے اندازہ کے موافق ہے یعنی تنگدست ہے تنگدست کو قدر علیہ رزقہ سے تعبیر کرنے میں تسلی کے سوا ایک لطیفہ بھی ہے تو وہ اسمیں سے دے جو اسکو اللہ نے دیا یعنی وہ اسکے موافق دے۔ لا یکلف اللہ نفسا الا ما آتاہا۔ اللہ کسیکو زیادہ حکم نہیں دیتا مگر اسی قدر کہ جو اسکو دیا یعنی قوت و مقدور سے بڑھکر حکم نہیں دیتا۔ انسان پر کوئی حکم اسکی طاقت سے باہر جیز میں صادر نہیں ہوتا اسکے ساتھ کم مقدور لوگوں کو تسلی بھی دیتا ہے۔ سیجعل اللہ بعد عسر یسرا کہ تنگی کے بعد خدا فراخی بھی عطا کر دیتا ہے یہیں سے سمجھا جانا ہے کہ کیا عجب ہے اسکا تونگر ہو جاوے یا اس شخص کو خدا کشائش عطا کرے۔ یہ تو تیری وقت انکا اس کی [illegible] ویسا ہو تا ہے۔

وہ جانتا ہے کہ اسمیں تمہیں وقت اور تنگی پیش آویگی اور [illegible] کیلیے ایک مباح حق [illegible] نہیں حرام سمجھی جاویگی اور یہ اصول شریعت [illegible] کے خلاف ہے
اللہ کو علم و حکمت ہے کسی چیز کو حرام و ممنوع قرار دینا اسکے عواقب امور پر نظر کرکے اسیکا کام ہے۔ پھر جسکو وہ حرام نہ بنائے تم نہ بناؤ [illegible] جسکو
اسلام نے رد کردیا اسمیں یہی بات تھی کہ نفس کو تکلیف دیجے کے لیے حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا جاتا تھا اسی طرح [illegible] لوگ
درویش کیا کرتے ہیں کوئی دودھ نہیں پیتا کوئی مٹھائی نہیں کھاتا کوئی نکاح نہیں کرتا کوئی ایک قسم کی چیز جو باعزہ ہو اور ایک قسم کا اکثر ہو جسکے وہ ہمیشہ شروع کرتا ہے
اور اسکو تقرب الی اللہ اور سعادتِ آخرت کا عمدہ ذریعہ سمجھا جاتا۔ [illegible] ان باتوں کو بے اصل قرار دیکر [illegible]
کردیے وہ اخلاق و عقائد کی درستی کے بعد اللہ کی عبادت و مراقبہ و فکر و ذکر [illegible] اور اسراف کرنا [illegible] اسلام [illegible]
ہے وہ اور معنوں پر مبنی ہے وہ ان چیزوں کو حرام و ممنوع نہیں قرار دیتا بلکہ [illegible] اور
دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے ؎

یہ بات کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں [illegible] اور [illegible] کردی تھی اور ایک اپنے قسم کھائی [illegible]
پھر قسم توڑی کیا تھی ؟ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ [illegible] حرم محترم کی [illegible] کی والدہ تھیں
[illegible] کے گھر میں [illegible] (جبکہ وہ [illegible]) ہوئی [illegible] اور دونوں کو آگے [illegible]
چہرہ سے [illegible] تب آنحضرت صلعم نے انکی خوشی [illegible] نہ ہوگا [illegible]
عائشہؓ سے کہدیا تو آنحضرت صلعم کی مرضی مبارک کے خلاف تھا الہام نے آنحضرت کو خبر دی کہ [illegible]
بتلائی ہوئی کہدی اور کچھ اور حواسے اپنی طرف سے کہی تھی اس سے سکوت کیا عائشہؓ نے تعجب سے پوچھا کہ آپکو کس نے بتایا [illegible]
جانتی تھیں یا حفصہؓ آپ نے فرمایا اللہ نے جو علیم و خبیر ہے۔ اسکے بعد آیات نازل ہوئیں جس میں آنحضرت صلعم کو [illegible] کہ [illegible] آپ کی [illegible] انکی
خوشی سے آپ اسکو اپنے اوپر ممنوع کرتے ہیں قسم توڑ دیجئے۔ آپ نے قسم توڑ دی اور کفارہ ادا کردیا۔ اس بات کو نسائی و حاکم وابن مردویہ و بزار و طبرانی
وابن سعد وابن المنذر و ہیثم بن کلیب نے اپنی مسندیں و ضیاء مقدسی نے مختارہ میں نقل کیا ہے مگر جسمیں کوئی جملہ زیادہ کیا ہے کسینے کم اور کسی کی سند
ضعیف ہے کسی کی صحیح لیکن امور خارجیہ پر جو نظر ڈالی جاتی ہے تو یہ روایت ٹھیک نہیں معلوم ہوتی کیونکہ ماریہ آنحضرت صلعم کی حرم تھیں جنکی پیٹ سے ابراہیم
پیدا ہوئے تھے صرف حفصہؓ کے گھر میں [illegible] اپنے اختلاف [illegible] کے نزدیک کوئی بڑی بات تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس
کو اپنے اوپر حرام کرنے والے شخص تھے ؎　　　　نیا دی آقا کے آگے جھکنا عبادت ہی اسمیں اشارہ ہی کہ نرم

دوسری روایت جسکو بخاری و مسلم وغیرہ جلیل القدر محدثوں نے نقل کیا ہے آیت کی شان نزول یہی ہے کہ حضرت زینب بنت جحش کے ہاں شہد آیا ہوا تھا
آپکو شہد سے رغبت تھی یا آپ صحت جسمانی کے لیے مفید سمجھتے ہوئے تھے ہر روز آپ زینب کے گھر جاتے اور شہد نوش فرماتے تھے اور یہ طبعی بات ہے کہ آخر وہ بھی بیوی
تھی تھوڑی دیر وہاں بیٹھے بھی ہونگے یہ بات حضرت حفصہؓ اور عائشہؓ کو جو باہم محبت رکھتی تھیں اور زینب کے مقابلہ پر تلی ہوئی تھیں بری معلوم ہوئی اور طبعی بات
ہی دونوں نے شہد چھڑانے کے لیے باہم کوئی تدبیر نکالی کہیں ایک نے کہدیا کہ آپکے منہ سے بو آتی ہے آپکو بو سے نفرت تھی آپ نے فرمایا کہ میں نے کوئی بدبودار
چیز نہیں کھائی صرف زینب کے ہاں شہد ضرور کھایا آیندہ نہیں کھاؤنگا اسپر آیت نازل ہوئی یہی بات قرین قیاس ہے کیونکہ عورتوں کی باہم رقابت معمولی بات ہے

سورۃ تحریم مدینہ میں نازل ہوئی اس میں ۱۲ آیات دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ

اے نبی کیوں حرام کرتا ہے اس چیز کو جو اللہ نے تیرے لیے حلال کر دی۔ کیا اپنی بیویوں کی رضامندی ڈھونڈتا ہے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ نے تمہارے لیے

تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝ وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا

قسموں کا کھولنا فرض کر دیا۔ اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ دانا حکیم ہے۔ اور جب نبی نے چھپا کر اپنی کسی بیوی کو ایک بات کہی۔ پھر جب

نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ

اس بیوی نے اس بات کو کہہ دیا اور اللہ نے یہ بھید اس پر ظاہر کر دیا تو نبی نے بعض کا اقرار اور بعض کا انکار کیا۔ پھر جب نبی نے اس عورت کو خبر دی تو کہنے لگی مجھے کس نے بتایا۔ کہا مجھے بڑے دانا خبردار نے

الْخَبِیْرُ ۝ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ

بتایا۔ اے دونوں بیویوں اگر تم اللہ سے توبہ کرو تو تمہارے دل تو مائل ہی ہو گئے۔ اور اگر تم دونوں نبی پر چڑھائی کرو گی تو اس کا رفیق بھی اللہ اور جبرئیل اور نیک

الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ ۝

مسلمان ہیں۔ اور فرشتے اس کے بعد مددگار ہیں۔

(ترکیب) تبتغی مستانف او تفسیر لقوله تحرم او حال من الضمیر فی تحرم والمرضاة اسم مصدر واصله مرضوة۔ وهو مضاف الی المفعول ای ان ترضی ازواجک او الی الفاعل ای ان یرضین بهن۔ ومعناه الرضاء ویمکن ان تکون الجملة للاستفهام الانکاری تحلة اصله تحللة فسکن وادغم۔ واذ فی موضع نصب باذکر فلما شرط عرف جوابه فلما شرط قالت جوابه ان تتوبا شرط والجواب محذوف ای فذاک واجب ودل علیه فقد صغت لان صغار القلب الی ذلک قریب۔ قلوبکما انما جمع وهما اثنان لان لکل انسان قلبا ومالیس فی الانسان الا واحد جاز ان یجعل الاثنان فیه بلفظ الجمع وجاز ان یجعل بلفظ التثنیة وقیل وجهه ان التثنیة جمع هو مبتدأ وخبره خبران ویجوز ان یکون هو فصلا فاما جبریل وصالح المؤمنین ففیه وجهان احدهما هو مبتدأ والخبر محذوف والثانی ان یکون ۔۔۔ ظهیر خبر الجمع وهو واحد فی معنی الجمع ای ظهراء۔

(تفسیر) ۔۔۔ میں نازل ہوئی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں اسمیں کسی کا بھی اختلاف نہیں ابن عباسؓ و ابن زبیرؓ بھی فرماتے ہیں ربط اسکا اول سورۃ سے یہ ہے کہ اول سورۃ میں طلاق کے احکام بیان ہوئے تھے جو عورتوں کے متعلق تھے اور نیز طلاق کے بعد جو عورت حلال تھی حرام ہو جاتی ہے اسلئے اس سورۃ میں بھی عورتوں کی ضد و خواہش اور ہٹ اور اصرار سے مباح چیز کو اپنے اوپر ممنوع کر کے معاشرت کے دائرہ کو تنگ کرنے کی حالت کا ذکر ہے اسلئے فرماتا ہے۔

یاایها النبی لم تحرم ما احل اللہ لک اے نبی کیوں حرام کرتا ہے اس چیز کو جو اللہ نے تیرے لیے حلال کر دی۔ تبتغی مرضاة ازواجک اس حرام کرنے میں اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتا ہے یعنی ایسا نکر۔ یہ ایک قسم کی ناپسند بات ہے اللہ غفور رحیم خدا معاف کرنیوالا ہے۔ اور تم جو بیویوں کے کہنے سے قسم کھا بیٹھے ہو تو قد فرض اللہ لکم تحلة ایمانکم تو اللہ نے تمہارے لیے ایسی قسموں کا توڑ دینا فرض کر دیا ضرور توڑ دو کیونکہ اللہ مولکم وهو العلیم الحکیم اللہ تمہارا رفیق و کارساز ہے

عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ

اگر نبی تم کو طلاق دیدے تو ... اس کا رب اسکے بدلہ میں تم سے اچھی بیویاں دیدیگا ... فرمانبردار ... توبہ کرنیوالیاں عبادت کرنیوالیاں روزہ دار ... [illegible]

وَّاَبْكَارًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا

اور کنواریاں ... ایمان والو ... اپنی جان کو اور اپنے گھروالوں کو اس آگ سے بچائے رکھو کہ جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں ... اس پر

مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

... [illegible] ... اور اللہ کا جو حکم ان کو ہو اس میں نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو انکو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں

عسیٰ من افعال ... [illegible] ... ( ترکیب ... ) شرط ومع ... فاعل ... جواب الشرط ... [illegible]

... [illegible] ... علی انفسکم ... مفعول ... اول ... نارا مفعول ثانی ... وقودھا الناس ... [illegible]

... [illegible] ... والجملۃ ... لا یعصون اللہ ... ای ... امرھم ... لا یعصون ... [illegible]

... [illegible] ... یؤمرون ... [illegible]

اسکے بعد ... ( تفسیر ) ... اگر نبی علیہ السلام نے تم کو طلاق دیدی ... بہتر اور عمدہ ... [illegible]

جو مسلمات ... [illegible] ... اسلام ... دل میں بھی ایمان ہوگا یعنی ظاہر وباطن ایماندار ... قانتات عبادت کرنیوالیاں ... [illegible]

... طاعت ... [illegible] ... ایمان والیاں یعنی ... بلکہ ... [illegible]

... والیاں ہونگی ... [illegible] ... اور اپنی طاعت پر فخر کرنیوالیاں ... قصور ہوا ... [illegible]

... کرنیوالیاں ... ہونگی۔ توبہ کے معنی رجوع کے ہیں گنہگار گناہ سے توبہ یعنی رجوع کرتے ہیں اور ابرار ... [illegible]

غفلت سے توبہ کرتے ہیں ... اور ان میں سے اعلیٰ ترین مقامات قرب کو طے کرکے ان سے توبہ کرکے اس

... [illegible] ... عورتوں میں ... وصف ہو کہ وہ اپنے قصور پر نادم ہوجاتی ... امید نہیں کہ وہ اس بات سے باز آ

عابدات ... [illegible] ... نماز روزہ ہی کی عبادت پر بس نہیں بلکہ ہر قسم کی عبادت کرنیوالیاں ہونگی صدقہ وخیرات حج وزکوٰۃ خدمت شوہر ... پرورش اولاد عزت و

مال کی حفاظت ... خوش خلقی اور اسکی فرمانبرداری اور اسکے ساتھ ہمدردی سب عورت کی عبادت ہے۔ عبادت کے معنی ہیں تذلل

یعنی پستی اور جھکنا خدا تعالیٰ کے آگے اور اسکے بعد اپنے دنیاوی آقا کے آگے جھکنا عبادت ہے اسمیں اشارہ ہے کہ نرم اور خوش خلق بھی ہونگی بعض عورتیں نیک بخت نمازی

پرہیزگار بھی ہوتی ہیں مگر سخت مزاج سرکش شوخ بھی ہوتی ہیں۔ وصف عابدات کے حق میں ہر اور معاشرت کے لیے قہر ہے وہ اس سے بھی مبرا ہونگی۔ سائحات سیاحت سے مشتق ہے

جسکے معنی بغرض سیاحت ... مفسرین نے مختلف طور پر بیان کئے ہیں ابن عباسؓ فرماتے ہیں روزہ رکھنے والیاں۔ روزہ میں صبح سے شام تک بھوک پیاس کے میدان کو طے کرنا پڑتا ہے

سلیے اسکو بھی سائح اور عورت کو سائحہ کہتے ہیں۔ زید بن اسلم اور حسن بصریؒ فرماتے ہیں اسکے معنی ہیں ہجرت کرنیوالیاں۔ کیونکہ ہجرت یعنی وطن چھوڑ کر خاص اللہ

کے لئے مدینہ میں عورتیں آئی تھیں یہ انکی سیر تھی۔ اسمیں اس طرف اشارہ ہے کہ تم یہ سمجھو کہ مدینہ میں ہم سے زیادہ بہتر اور ہے کون جو ہماری جگہ حضرت صلعم کے دائرہ زوجیت

میں داخل ہوگی بلکہ ممکن ہے کہ باہر سے ہجرت کرکے آجاویں خدا کے ملک میں کیا کمی ہے۔ میں کہتا ہوں معنی کو عام رکھنا بہتر ہے تخصیص کی حاجت کیا ہے ایسی

زینب کے ساتھ خصوصیت اور روزہ [illegible] شہد میں کہ کیوڑہ وغیرہ ہوگی اکثر شہد بدبو بھی ہوا کرتی ہے آپ سمجھی ہوں گی پھر ایک نے نفرت دلانے کے لیے اس بات کو بڑھا کر اور زور دیکر
کہا اور اسکے ساتھ کچھ اور بھی ہوگا اور رنجیدگی بھی ظاہر کی ہوگی اور آپ نے انکی تسلی بھی کی ہوگی بیویوں کی دلجوئی معمولی بات ہے آپ نے زینب کے گھر جا کر شہد کھانا
اپنے اوپر حرام کیا اور قسم بھی کھائی ہوگی پھر ایک نے دوسری سے خوب اظہار مسرت کیا ہوگا کہ لو داؤ چل گیا۔ یہ بات خدا پاک کے نزدیک اچھی نہ معلوم ہوئی اور
شان [illegible] کے [illegible] اسلیے بات کو سامنے ہوئی اور قسم کے توڑ ڈالنے کا حکم آگیا۔ مطلب آیات کا صاف ظاہر ہوگیا اور کوئی قبح بھی پیدا نہیں ہوا۔

پھر آگے ایک معاملہ کا تذکرہ کرتا ہے واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا۔ اور جب نبی نے اپنی کسی ایک بیوی سے مخفی بات کہی۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں وہ
حفصہ تھیں اور مخفی بات [illegible] حرام کرنے کی بھی اور اپنے بعد ابوبکر و عمر کی خلافت کی بشارت بھی دی تھی۔ مگر یہ تحقیق کرنا کہ وہ مخفی بات کیا تھی مشکل امر ہے
کیونکہ اسکو اللہ اور رسول [illegible] صلعم نے تو کسی طرح یقین ہے کہ یہی بات تھی لیکن قرینہ کہتا ہے کہ اسی قسم کی بات ہوگی کہ جو شوہر اپنی بیوی سے
اپنی محبت اور دوسری [illegible] ہے فلما نبأت بہ پھر جب اس بیوی نے اس بات کو کہدیا کس سے کہا؟ اکثر مفسرین کہتے ہیں عائشہ رضی اللہ عنہا سے
واظہرہ اللہ علیہ [illegible] عرف بعضہ واعرض عن بعض۔ تو نبی صلعم نے کسی قدر کا عائشہ سے اظہار کیا کہ تجھے حفصہ نے یہ کہا ہے
اور کسی قدر [illegible] مناسب [illegible] کہدیتا ہے جو دوسری سے کہنی مناسب نہیں سمجھا اسکو نہ کہا
ہیں وہ خلافت ابوبکر و عمر [illegible] ہے فلما نبأہا بہ پھر جب نبی علیہ السلام نے عائشہ کو یہ بات بتادی کہ تجھے حفصہ نے یہ کہا ہے تو
عائشہ نے کہا من انبأک ہذا [illegible] کہا قال نبأنی العلیم الخبیر نبی صلعم نے فرمایا مجھے علیم خبیر نے بتا دیا۔ قصہ تمام ہوا۔ ان تتوبا الی
دونوں کو اس [illegible] ان تتوبا الی اللہ اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو تو بہتر ہے کیونکہ فقد صغت قلوبکما تمہارے دل تو صحیح راہ سے ہٹ گئے ہیں
[illegible] وان تظاہرا علیہ اور اگر چڑھائی کرو گی فان اللہ ہو
مولاہ [illegible] صالح المؤمنین [illegible] مددگار ہیں
[illegible] والملائکۃ بعد ذلک ظہیر کے یہی معنی ہیں ۔

فٹ حلال چیز کا [illegible] امام ابوحنیفہ وغیرہ فقہائے کبار کے نزدیک یمین ہے کیونکہ بعد میں حق تعالیٰ فرماتا ہے
قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم کہ اللہ نے یمین کا کھولنا فرض کردیا۔ یمین کا کھولنا کفارہ دینا ہے اگر گناہ کی بات پر قسم کھاسے یا خواہ مخواہ کسی مباح اور حلال چیز پر قسم کھا بیٹھے کہ
[illegible] کفارہ دیکر اس قسم سے الگ ہوجانا چاہیے۔ کفارہ یمین غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو
[illegible] سکیں اور زیادہ [illegible] مباح کا حرام کرلینا یمین نہیں لیکن کفارہ دینا خاص ہے [illegible] تین روزے رکھنا ہے۔ محل یمین ہے بعض کہتے ہیں انشاءاللہ
[illegible]
آیت میں یہی بات تھی۔ اور اگر شہد کا معاملہ تھا تو آپ نے بعد میں اس پر حلف بھی کیا تھا اسلیے اسکو یمین قرار دیا گیا نہ محض اسلیے کہ مباح کو حرام کرلیا تھا۔
اسکے بعد آنحضرت صلعم نے کفارہ دیا ایک غلام آزاد کیا (ابن کثیر) حسن کہتے ہیں کہ کفارہ نہیں دیا کیونکہ آپ مغفور تھے۔ کفارہ اور یمین میں جو ائمہ کے اقوال ہیں انکی کتابوں میں مذکور ہیں۔

[illegible] نے [illegible] الزام نکالے ہیں کہ یہ غلط خیال ہے [illegible] فاطمہ زہرا [illegible] علی مرتضیٰ [illegible]
حسن و حسین کو [illegible] علیہم السلام [illegible] حاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] مفسرین [illegible]
[illegible]
[illegible] ۱۲

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً

اے کافرو آج باتیں مت بناؤ۔ تمکو وہی بدلہ دیا جاتا ہے جو تم کیا کرتے تھے۔ اے مسلمانو توبہ کرو اللہ کے سامنے توبہ

نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ

خالص۔ شاید تمہارا رب تم سے تمہاری برائیاں دور کردے اور تمکو ایسے باغوں میں داخل کرے جنکے تلے نہریں بہ رہی ہیں جس دن کہ اللہ نبی کو

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اور اسکے ساتھ ایمان لانیوالوں کو رسوا نکریگا۔ انکا نور دوڑتا چلیگا انکے آگے آگے اور داہنی طرف کہتے جائیں گے اے رب ہماری روشنی پوری کیجیو اور ہمکو بخشدے تو ہر بات پر قادر ہے ٭

## ترکیب

الیوم منصوب بلا تعتذروا نصوحا النصوح بفتح النون ویقرء بضمہا علی الاول مصدر یقال نصح نصاحۃ ونصوحا وقیل ہو اسم فاعل اسند ناصحۃ والاسناد مجازی وعلی الثانی ہو مصدر لا غیر مثل القعود ثم اعراب علی الوجہین النصب علی الوصف للتوبۃ لسے توبۃ بالغۃ فی النصح ویدخلکم منصوب انہ معطوف علی یکفر منصوب بناصبہ وقرئ بالجزم عطفا علی محل عسی کانہ قال توبوا یوجب یکفر سیاتکم ویدخلکم یوم منصوب بیدخلکم او باذکروا الذین آمنوا معطوف علی النبی وقیل مبتدا وخبرہ قولہ نورہم علی الاول الجملۃ (نورہم الخ) حالیۃ او مستانفۃ لبیان حالہم یقولون خبر ثان او حال ٭

## تفسیر

یہ تتمہ ہے کلام سابق کا کہ ملائکہ اُس روز عذاب کریں گے اور سخت و تند ہونگے ان کے عذاب پر کفار معذرت کریں گے ان کے جواب میں کہا جاوے گا (ملائکہ کہیں گے) یا ایہا الذین کفروا الخ کہ اے منکرو آج عذر کرو باتیں نہ بناؤ کیونکہ آج معذرت کا دن نہیں (معذرت تو بہ ہے) اسکا موقع دنیا میں تھا سو گذر گیا۔ اور یہ بھی نہ سمجھو کہ تمکو ناحق عذاب دیا جاتا ہے کیونکہ انما تجزون ما کنتم تعملون تمکو وہی بدلہ دیا جاتا ہے جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے یعنی تمہارے اعمال بد کی سزا ہے جو بو یا تھا اسکو کاٹ رہے ہو۔ دنیا میں اعمال بد کی برائی جو نظر ظاہر نہ تھی اب حجاب کھل گیا وہ برائی آنکھوں کے سامنے آگئی ٭

اسلئے ایمانداروں سے شفقت کی راہ سے فرماتا ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا کہ اے ایمان والو دنیا میں توبہ کا وقت ہے بشریت سے جو کوئی گناہ ہو جاوے تو اس سے توبہ کرو توبہ بھی کیسی توبہ نصوح یعنی خالص سچے دل سے حسن کہتے ہیں توبہ نصوح یہ ہے کہ اس گناہ کو برا اور مکروہ جاننے لگے جسکو مرغوب جانکر کیا تھا اور جب یاد کرے تو استغفار کرے کلبی کہتے ہیں توبہ نصوح دل میں ندامت زبان سے استغفار اور اس کام سے باز رہنا۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں توبہ مقبولہ کا نام توبہ نصوح ہے۔ حضرت عمرؓ سے کسی نے پوچھا کہ توبہ نصوح کیا ہے؟ فرمایا برے کام سے باز آنا اور پھر اسکو نہ کرنا۔ امام احمد و ابن مردویہ نے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا توبہ گناہ سے یہ ہے کہ پھر نہ کرے ٭

اسکے بعد توبہ کے نتائج بیان فرماتا ہے عسی ربکم ان یکفر عنکم سیاتکم کہ امید ہے اللہ تمہارے گناہ تم سے مٹا ڈالے انکو دور کردے توبہ سے گناہوں کا معاف ہو جانا یا ان کا مٹایا جانا قرآن و احادیث سے ثابت ہے۔ اور قرین قیاس بھی ہے اور پہلی کتابیں بھی اسکی شہادت دے رہی ہیں کتاب یسعیاہ کے اول باب ۱۸ جملے میں صاف تصریح ہے کہ اگرچہ تمہارے گناہ قرمزی ہوں پر برف کی مانند سفید ہو جاوینگے خود حضرت مسیح علیہ السلام نے

اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ وہ صرف بیابانوں اور پہاڑوں کے میدان کی ہی سیر کرنیوالیاں نہونگی بلکہ دنیا اور اسکے تجلیات فانیہ کے سوا انکی بھی سیر کرنیوالیاں ہونگی انکی نگاہوں میں دنیا
اور اسکی آسائش ہیچ ہوگی حوادث دہر اور انقلاب عالم سے وہ سبق و عبرت لینے والیاں ہونگی اور اسکے بعد صحبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انکو سیر آفاق و انفس بھی نصیب ہوگی
وہ امکان و وجود کے منازل طے کرکے بارگاہ قدس میں پہنچنے والیاں ہونگی۔ ثیبات و ابکارا انمیں سے کچھ خاوند دیدہ ہونگی اور کچھ کنواریاں ہونگی ثیبہ وہ مرد جو رنڈوا ہو
اور وہ عورت جو خاوند کیئے ہوئی ہو عام ہے کہ بعد خاوند نے طلاق دیدی ہو یا وہ مرگیا ہو ابکار بکر کی جمع جس سے مراد کنواری۔ یہاں امر واقعہ کے لحاظ سے ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی بیویاں بیوہ اور کنواریں بھی تھیں انکے جواب میں یہ کلام صادر ہوا اور اسمیں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نکاح حظ نفسانی سے نہیں کرتے
تھے بلکہ اشاعت دین کے لیئے یہ جماعت زمرۂ ازواج مطہرات میں داخل کی گئی اور شرف زوجیت عطا کیا گیا۔ ان صفات میں عجب لحاظ رکھکر تقدیم و تاخیر کیگئی ہے
اول اجمالی طور پر خیرا منکن فرمایا گیا۔ اسپر یہ شبہ ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات تمام دنیا کی عورتوں سے بہتر تھیں پھر ان سے بہتر اور کون عورتیں ہونگی؟ اسکا جواب یہ ہے کہ اول میں
ان طلقکن فرمادیا ہے طلاق کے بعد جب شرف زوجیت جاتا رہا تو پھر انسے وہی عورتیں بہتر ہوسکتی ہیں جو آپ کے نکاح میں آویں گی ؛

ف۔ ان طلقکن شرطیہ کلام ہے اسکے لیئے تحقق شرط نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر کسی بیوی کو طلاق نہیں دی اجمالی کے بعد ازواج کے اوصاف
حمیدہ بیان فرماتا ہے۔ اوصاف تین قسم پر ہیں اوّل ایمان و اسلام جو تمام حسنات کی اصل ہے ایمان کے ساتھ اسلام کا لفظ ظاہری و باطنی فرمانبرداری
کے لیئے آیا قسم دوم اعمال حسنہ انکو چار صفتوں میں محصور کیا۔ قانتات تائبات عابدات سائحات ان میں خدا تعالی کی بندگی بھی آگئی اور خاوند
کی طاعت اور فرمانبرداری کی طرف بھی اشارہ ہے۔ قسم سوم انکی جسمانی خوبی اور حسن ظاہری اسکے لیئے یہ دو لفظ کافی تھے۔ ثیبات و ابکارا۔ کنواری کی
خوبی اور اسپر رغبت تو عام طبائع کا بھی فعل ہے مگر بہت سی بیوہ مطلقہ لینے والی کمالات اور حسن و خوبی کی وجہ سے کنواریوں سے بدرجہا فائق ہوتی ہیں
انکا امور خانہ داری میں تجربہ لینے ناز و ادا سے درگزر کرکے مرد کی نازبرداری و اطاعت اور پھر سمجھ عجیب لطف دیتی ہے ؛

ازواج مطہرات پر تنبیہ تھی اسکے ضمن میں مردوں کو بھی نصیحت دینا لازمی تھا کیونکہ عورتوں کی محبت و رغبت میں اور شہوت کی آگ میں مرد دیوانہ ہو کر
اصول حسنات سے غافل ہوجاتا ہے اور جو نکرنا ہو وہ کرتا ہے۔ فقال یاایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا۔ کہ اے ایماندارو (صرف ایمان پر تکیہ کرکے
نہ بیٹھو) بلکہ آپکو اور اپنے گھر پیاری بیوی اور مرغوب اولاد کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ ایسے کام نہ خود کرو نہ انکو کرنے دو جس سے جہنم کی آگ میں جانا پڑے
اور فرائض و واجبات کی تاکید کرو۔ صرف آپ دیندار پرہیزگار ہونا کافی نہیں زن و فرزند کی تعلیم و تدبیر کرنی چاہیئے حق محبت بھی یہی ہے کیونکہ آپ جنت
میں گیا یہ دوزخ میں گئے تو جدائی میں کیا لطف ہے؟ احادیث صحیحہ میں بڑی تاکید ہے کہ اپنے گھر والوں کو بری باتوں سے روکو فرائض و واجبات پر مامور کرو۔
پھر وہ آگ بھی کیسی آگ ہے؟ (١) وقودھا الناس والحجارۃ جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں یعنی معمولی آگ نہیں بلکہ سخت اور تیز جسمیں پتھر اور آدمی جلتے ہیں
یا یوں کہو بت پرست اور گنہگار اور انکے جھوٹے معبود جو پتھر تھے سب جہنم میں جائینگے کسی کے کام نہ آئینگے۔ (٢) علیھا ملائکۃ غلاظ شداد۔ اسکے داروغہ
یا محافظ فرشتے ہیں سخت بدمزاج سخت دل یا بڑے قد آور طاقت والے جنپر کوئی مجرم زور سے غالب نہیں آسکتا نہ وہ کسی پر رحم و مہر کرتے ہیں۔
(٣) لایعصون اللہ ما امرھم۔ خدا کے حکم میں ذرا بھی قصور کرنے والے نہیں نہ رشوت لیں نہ سفارش مانیں نہ کسیکی سنیں۔ (٤) ویفعلون مایؤمرون۔ وہ
وہی کرتے ہیں جسکا انہیں حکم ہوتا ہے عصیان عیب تھا اسلیئے اسکی اول نفی کی پھر طاعت کی خوبی ثابت کی۔ اسمیں مشرکین عرب کے خیالات باطلہ کا
ابطال ہے وہ کہتے تھے فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں ہم انکو پوجتے ہیں ہمپر ضرور رحم کرینگے اور ہمارے بت ہمکو آگ سے بچالیں گے ؛

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا

اے نبی جہاد کر کفار اور منافقوں سے اور سختی کر اُن پر اور انکا ٹھکانا دوزخ ہے اور بری ہی جگہ ہے۔ اللہ کافروں کے لئے ایک مثال بیان کرتا ہے

امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۖ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا

نوح اور لوط کی بیوی کی۔ وہ ہمارے دو نیک بندوں کے ماتحت تھیں پھر ان دونوں عورتوں نے انکی خیانت کی پھر وہ اللہ کے روبرو ان کے کچھ کام نہ آئے

النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي

اور دونوں جہنم میں جاؤ اور جانے والوں کے ساتھ اور اللہ ایمانداروں کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کرتا ہے جبکہ اسنے کہا اے رب میرے لئے اپنے پاس ایک گھر بنا

الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا

جنت میں اور مجھے فرعون اور اُسکے کام سے بچا اور مجھے ظالموں سے رہائی دے اور مریم عمران کی بیٹی کی بھی مثال بیان کرتا ہے جسنے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا پھر ہمنے

فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝

اس میں اپنی طرف کی روح پھونک دی اور اسنے اپنے رب کی باتوں کو اور اسکی کتابوں کو سچ جانا اور وہ عبادت کرنے والوں میں سے تھی ؎

(ترکیب) امرأت نوح معطوف علیہ و امرأت لوط معطوف و کلاہما مفعول اول لضرب و مثلا مفعول ثانی و انما اخر المفعول الاول لیتصل به ما هو تفسیر له و ایضاح لمعناه - ویمکن ان یکون امرأت نوح وما بعدها بدلا عن مثلا او بیانا له کما تقدم ... امرأت فرعون من اعرابها ظرف لمثلا او لضرب عندک حال من ضمیر المتکلم او من بیتا لتقدمه علیه فی الجنة بدل او عطف بیان لقوله عندک او متعلق بقوله ابن ومریم ای اذکر مریم او مثل مریم من القانتین من للتبعیض ویجوز ان یکون لابتداء الغایة ؎

## تفسیر

پہلے ذکر ہوا تھا کہ اے ایماندارو توبۂ خالص کرو تاکہ تمہارا عاقبت میں بھلا ہو اور کفار اور منافقوں کی بھی اصلاح مقصود تھی جسکا ذریعہ کفر و بدکاریوں سے توبہ و استغفار ہے۔ مگر یہ بھی انسانی خاصہ ہے کہ وہ بدی سے کبھی محض وعظ و نصیحت سے باز نہیں آتا وہاں مشفق اور دردمند کو بشرط قدرت یہ بھی کرنا ضرور ہے کہ اسکو دھمکا کر ڈرا کر اس بدی سے روکے جب نادان شخص ہمارے سامنے سنکھیا ہاتھ میں لیکر کھانے کو تیار ہے اور ہماری نصیحت سے باز نہیں آتا پھر ہماری دردمندی کا یہ مقتضیٰ نہیں کہ چپ ہو کر بیٹھ رہیں اور اسے مرتے دیکھیں بلکہ دھمکا کر مار کر ہاتھ سے چھین لیں اسلئے خدا تعالیٰ اپنے نبی رحیم و کریم کو ان نادانوں کی بابت حکم دیتا ہے۔ یاایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم کہ اے نبیؐ ان کافروں اور منافقوں سے جہاد کر (۲) اور ان پر سختی کر۔ جہاد عام لفظ ہے اسمیں زبانی نصیحت اور دلیل و حجت سے الزام قائم کرنا بھی شامل ہے اور جو مخالف شمشیر بکف ہو کر مقابلہ میں کھڑا ہو تو وہاں اسکے لئے تلوار سے بھی کام لینے کو شامل ہے۔ اور سختی کرنے سے گالیاں و بدزبانی کلامی یا بدمزاجی کرنا مراد نہیں کیونکہ یہ باتیں شانِ مصطفویہ و اخلاقِ محمدیہ سے بہت دور ہیں اور اس سے کوئی نتیجہ بھی نہیں نکلتا بلکہ الطاف و عنایت کے حقوق سے محروم کرنا اور بے توجہی اور عدم التفات کے چابک لگانا۔ اسکا بڑا اثر پہنچتا ہے۔ جہاد کفار کے لیے۔ واغلظ منافقوں کے لیے۔ منافقوں سے جہاد نہیں کیا گیا کسلیے کہ وہ بظاہر مسلمان تھے اور جب بھی وہ باز نہ آئیں تو ماوٰہم جہنم وبئس المصیر انکا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے ؎

لوگوں کو توبہ کا علم دیا اور بتلا دیا۔ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی۔ انجیل متی باب چہارم جملہ ۱۷۔ اگر توبہ سے گناہوں کے معاف ہونیکی امید نہ تھی تو پھر اس فائدہ کیا تھا؟ مگر بعد میں پولوس اور اسکی امت نے ایک عجب مسئلہ گھڑا کہ توبہ سے گناہ نہیں معاف ہوتے معافی کا صرف یہی ایک ذریعہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے سب کے گناہ اپنے اوپر اٹھا لئے اور پھانسی پائی اور ملعون ہوئے اور تین روز جہنم میں رہے اب جب کے گناہ جو مسیح علیہ السلام پر ایمان لاکر معاف ہوئے انکو کسی عمل خیر کی بھی ضرورت نہیں بلکہ اعمال حسنہ لعنت کا باعث ہیں۔ اسکو یہ کفارہ کہتے ہیں معاذ اللہ کیا برا اعتقاد ہے کیا ایسا شخص خدا کی ہم ذاتی جاننے کا دعویٰ رکھتا ہے کوئی وقعت کا رکھیگا؟ پھر دنیا میں انبیا علیہم السلام کے آنے کا فائدہ کیا ہوا؟ ❊

توبہ کے بعد حقوق العباد ومہ سے ساقط نہیں ہوتے۔ توبہ فرض ہے دیر نکرے موت کا ٹھکانا نہیں کہ کب آجاوے۔ پھر دوسرا نتیجہ توبہ کا ظاہر کرتا ہے ویدخلکم جنت تجری من تحتہا الانہار اور تمکو ایسے بہشتوں میں داخل کریگا جنکے نیچے نہریں بہتی ہونگی بہشت عالم قدس ہے اسمیں جانے سے انسان کی کثافت ہی بالکل دور ہو جاتی ہے۔ یہ کس روز یوم لایخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ۔ جسدن کہ اللہ نبی کو اور اسکے ساتھ ایمان والوں کو رسوا نہ کریگا اسمیں تعریض ہے کہ نبی اور اسپر ایمان لانے والوں کے سوا اور لوگ رسوا ہونگے یہ جو آج تمہارے خیالی معبود اور گمراہ کنندہ بڑے بڑے دعوے کر رہے ہیں کہ قیامت میں ہمارا جھنڈا ہوگا اور خیمہ ہوگا ہم اپنے ماننے والوں کو اسکے تلے لیکر عذاب سے بچالینگے یہ غلط بات ہے وہ خود رسوا ہونگے اور انکے ساتھ انکے مرید بھی۔ قیامت کو ظلمت ہوگی اور کسی پاس کوئی روشنی نہوگی مگر نبی اور اسکے متبعین کے پاس۔ اسمیں نبی کریم اور دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام بھی شامل ہیں۔ نورہم یسعی بین ایدیہم وبایمانہم۔ انکی روشنی (جو ایمان اور توبہ اور عمل خیر کی روشنی ہوگی) انکے آگے آگے اور دائیں طرف سے دوڑتی ہوئی چلیگی اور اس ظلمانی راہ کو طے کر کے جنت میں چلے جاوینگے آگے اور دائیں کی قید سے یہ مراد نہیں کہ اور طرف روشنی نہوگی بلکہ ہر طرف مگر یہ دو جہت عمدہ ہیں اسلئے انکا ذکر کیا۔ اسکی کیفیت سورۂ حدید میں بھی بیان ہوئی ہے جب وہ دیکھیں گے کہ دنیا میں ریاکاروں منافقوں کی روشنی اس روز چمک کر گل ہوگئی تو دعا کرینگے۔ ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علی کل شئی قدیر۔ کہ اے ہمارے رب ہماری روشنی پوری کیجیو رستہ میں گل نہونے پاوے اور ہمکو بخشدے تو ہر بات پر قادر ہے ❊

یہ ہیں توبہ کے نتائج جسکی طرف ایمانداروں کو منکروں کی اندوہناک حالت بیان فرماکر ترغیب دلائی گئی ہے۔ قیامت کو اندھیرا ہونا اور ایمان کی روشنی میں اس سے رستہ طے کرنا اور جنت میں جانا اور وہاں حیات ابدی اور ہمیشہ کی شادمانی حاصل کرنا ایک مسلمہ مسئلہ ہے جسکو تمام انبیاء علیہم السلام اور انکے پیرو اور برگزیدہ بیان کرتے آئے ہیں جسمیں کسی کو بھی شبہ نہیں کرنا چاہیئے ❊

اسکے علاوہ انسان کو عدم سے ہستی میں لایا ہے اور عدم ایک ظلمانی عالم ہے اسکے صفات کاملہ جو اسکو پروردگار کی طرف سے نصیب ہوتے ہیں وہ اسکا جمیع معاملات میں نور ہیں جو اسکو تمام ظلمانی اور تاریک وادیوں میں سے نکال کر راہ مقصود پر چلانے اور منزل مقصود تک پہنچانے کا عمدہ ذریعے ہیں دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد عالم قبر میں بھی اور حشر میں بھی اور ایماندار کو لازم ہے کہ ہردم یہی دعا کرے ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علی کل شئی قدیر۔ خدا نہ کرے کہ یہ نور کسی کا بجھ جائے اور وہ اندھیروں میں ہاتھ پاؤں مارتا پھرے اور فسق و فجور کے خطرناک گڑھوں میں جا گرے اور شاہد مقصود رب العزت تک نہ پہنچے۔ الٰہی میں بھی یہی دعا کرتا ہوں قبول کر آمین ❊

طرح طرح سے ستاتا تھا مگر وہ سب تکلیفوں کی برداشت کرکے اپنے ایمان اور خداپرستی پر قائم تھی مگر جب نہایت مجبور ہوگئی تو یہ دعا کی۔ رب ابن لی عندک بیتا فی الجنۃ
کہ اے رب مجھے دنیا سے اٹھا اور اپنے پاس بلا لے اور میرے لیے اس شاہی گھر کے بدلے اپنے پاس جنت میں گھر بنا کہ میں سدا وہاں رہا کروں
ونجنی من فرعون وعملہ اور مجھے فرعون سے اور اسکے کام سے نجات اور خلاصی دے یعنی موت دے فرعون کا کام کفر اور تکلیف دینا تھا ونجنی من القوم الظالمین
اور فرعون کیا تمام خاندان ہی ناپاک اور موذی ہے وہ بھی طرح طرح سے ایذائیں دیتے ہیں انسے بھی مجھے نجات دے۔ یہ نہیں فرمایا کہ اسکی دعا قبول ہوئی یا نہیں؟
مگر روایات سے معلوم ہوا کہ قبول ہوئی اور خدا پاک نے اسکو خواب یا بیداری میں جنت کا گھر دکھا دیا اور اسکی روح پرواز کرکے وہاں چلی گئی ۔

ومریم بنت عمران اور مریم عمران کی بیٹی کا بھی حال بیان کرتا ہے اور اسکی بھی تمثیل دیتا ہے۔ مریم کون تھی؟ التی احصنت فرجہا۔ جسنے اپنی عصمت کو
محفوظ رکھا۔ یہ اسلئے فرمایا کہ یہود انپر زنا کی تہمت لگاتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (توبہ توبہ) حرامی کہتے تھے اسکی پاکدامنی کے سبب فنفخنا فیہ من روحنا۔
ہمنے اسمیں اپنے ہاں کی روح پھونک دی جس سے وہ حاملہ ہوگئیں۔ فیہ کی ضمیر فرج کی طرف راجع ہے اور فرج کا اطلاق اس جگہ عضو مخصوص پر نہیں کیونکہ
محاورۂ عرب میں کرتے اور اسکے دامن یا گریبان کو بھی فرج سے تعبیر کرتے ہیں ابن عباس فرماتے ہیں کہ جبرئیل نے انکے گریبان میں پھونک دیا تھا بعض
کہتے ہیں فیہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہے اور بعض قرات میں فیہا مونث کی ضمیر ہے اسکا مرجع نفس عیسیٰ علیہ السلام ہیں کسلئے کہ لفظ نفس مونث ہے
اور حضرت مریم کی طرف بھی رجوع ہوسکتی ہے کیونکہ حضرت مریم کے اندر روح پھونکی گئی تھی جس سے حمل ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔
مراد یہ کہ روح ڈالدی گئی چونکہ روح حیات کا باعث ہے وہ تمام جسم میں منتشر ہوجاتی ہے جس طرح کہ ہوا پھونکنے سے تمام ظرف میں منتشر ہوجاتی ہے
اسلئے اسکو نفخ سے تعبیر کیا جاتا ہے عمدہ ... من روحنا کے یہ معنی نہیں کہ خدا تعالیٰ کی روح کا کوئی جزو مریم کے پیٹ میں ڈالدیا گیا جیسا کہ
عیسائی حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں بلکہ روح کی ناضمیر متکلم کی طرف اضافت تشریف و تعظیم کے لیے ہے جیسا کہ بیت اللہ خدا کا گھر
ناقۃ اللہ اللہ کی اونٹنی۔ پھر کیا اللہ تعالیٰ کسی گھر میں رہتا اور کسی اونٹنی پر سوار ہوتا ہے عزت دینے کے لیے کسی چیز کو اپنی طرف منسوب کرلینا عام
محاورہ ہے بادشاہ میرا غلام یا عمدہ گھوڑے کو کہہ دیا کرتا ہے ہمارا غلام ہمارا گھوڑا ۔

حضرت مریم کو بغیر باپ کے بیٹا جننے کی فرشتہ نے خبر دی تھی اس نیک عورت نے اسکی تصدیق کی وصدقت بکلمات ربہا اپنے رب کی باتوں کو
سچا جانا اور کتبہ اسکی فرستادہ کتابوں پر بھی ایمان لائی پہلی کتابوں میں حضرت عیسیٰ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا مذکور تھا۔ یہ اسکے ایمان کی کمال قوت ہے
وکانت من القانتین اور وہ عبادت کرنیوالیوں میں سے تھی بیت المقدس میں جو جماعت مردوں کی شب و روز عبادت میں رہتی تھی مریم بھی
انہیں سے تھی باینکہ گو عورت تھی مگر مردانہ تھی اسلئے قانتین فرمایا نہ قانتات۔ نبی صلعم نے فرمایا جنت کی عورتوں میں افضل مریمؑ و آسیہ فرعون کی بیوی خدیجہؓ
بنت خویلد و فاطمہؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (اخرجہ احمد والطبرانی والحاکم) صحیحین میں ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا مردوں میں سے بہت کامل ہوئے مگر عورتوں میں سے
آسیہ فرعون کی بیوی و مریم عمران کی بیٹی و خدیجہ بنت خویلد اور عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسا کہ ثرید کی سب کھانوں پر ۔

ف ان چار عورتوں کی مثال میں بہت فوائد ہیں ازانجملہ یہ کہ کسی کی نیکی بد کو فائدہ نہیں دیتی اور بد کی بدی نیک کو مضرت نہیں پہنچاتی۔ ازانجملہ یہ کہ نیکوں کی صحبت کبھی بدوں پر کچھ بھی اثر نہیں کرتی۔ ازانجملہ یہ کہ عورت کی عصمت و عفت نیک نتائج پیدا کرتی ہے جیسا کہ حضرت مریمؑ کے لئے ہوا ازانجملہ یہ کہ حق سبحانہ کی طرف تضرع اور رجوع کرنا سیکڑوں مصائب سے نجات دیتا ہے اور ہر حال میں حضرت ازلیہ کی طرف رجوع کرنا لازم ہے (از کبیر) ۱۲ منہ ف ثرید۔ روٹیاں توڑ کر شوربے میں بھگو کر جو کھاتے ہیں اس کھانے کو ثرید کہتے ہیں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کھانوں سے مرغوب تر تھا اسلئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس سے تشبیہ دی ۱۲ منہ

کفار و منافقین میں سے ایسے بھی لوگ تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مقبول صحابہؓ کی قرابت پر نازاں تھے اور اس قرابت اور ظاہری اختلاط کو نجات کے لیے کافی جانتے ہوں۔ یا یوں کہو ایمانداروں کو تو یہ خالص کا حکم دیا تھا مگر ممکن تھا کہ بعض ایماندار آنحضرت صلعم کی قرابت ہی کو بس سمجھ کر عمل صالح سے سست و ارتکاب منہیات میں دلبر ہو بیٹھیں اسلیے انکے لیئے خدا تعالیٰ حضرت نوح و حضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں کی مثال بیان کرتا ہے۔

فقال ضرب اللہ مثلا للذین کفروا امرات نوح وامرات لوط۔ کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین کہ وہ باوجودیکہ ہمارے دو نیک بندوں کے نیچے تھیں یعنی حکم اور زوجیت میں تھیں اور یہ ایک بڑی قرابت ہے جسمیں اندرونی و بیرونی کوئی پردہ بھی نہیں رہتا۔ خاوند بیوی میں جو کچھ اتحاد ہوتا ہے اور جہانتک اسکی رسائی ہوتی ہے کسیکی بھی نہیں ہوتی یہ ایک فطری بات ہے مگر جبکہ فخانتاہما انکی خیانت کی۔ یہ مراد نہیں کہ زناکاری کی کیسلیئے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کسی نبی کی بیوی نے کبھی ایسا کام نہیں کیا) بلکہ اطاعت و انقیاد ایمانی و دینی کا حق ادا نہیں کیا جسکو خیانت سے تعبیر کرنا ایک عمدہ استعارہ ہے۔ فلم یغنیا عنہما من اللہ شیئا۔ پھر وہ نیک بندے نوح اور لوط علیہما السلام اپنی بیویوں کے کچھ کام خدا کے مقابلے میں نہ آسکے عذاب الٰہی سے بچا سکے دنیا میں نوح کی بیوی طوفان میں غرق ہوئی لوط کی بیوی نمک کا کھمبا ہو گئی یعنی اسپر بھی وہی آفت آئی جو اس قوم پر آئی سب ہلاک ہوئے۔ یہ تو دنیا میں ہوا۔ آخرت میں حکم ہوا ادخلا النار مع الداخلین۔ کہ اور جہنمیوں کے ساتھ تم بھی جہنم میں جاؤ۔ آگ میں ڈالدیگئیں ؎

ف ۱ یہاں سے ثابت ہوا کہ قیامت سے پہلے بھی مرنے کے بعد جہنم اور جنت ہے اور یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے ؎

ف ۲ اسمیں ایک لطیف سا اشارہ حضرت عائشہؓ و حفصہؓ کی طرف بھی ہے کہ تم دونوں نے جو رسول کریمؐ کے مقابلہ میں مشورہ کیا تھا ڈرو اور نوح اور لوط کی بیویوں کا حال سنکر عبرت کرو۔ اسکے بعد ان دونوں نیک بیویوں نے کبھی رشک و رقابت میں آکر آنحضرت صلعم کی اطاعت سے انحراف نہیں کیا۔ یہانتک کہ دم اخیر تک حضرتؐ انسے خوش رہے اور حضرت عائشہؓ کی گود میں سر تھا کہ روح اطہر نے پرواز کیا صلوات اللہ علیہ وسلامہ ابداً ؎

ف ۳ اولاد اولیاء کرام و بزرگان دین و حضرات سادات عظام کو بھی تنبیہ ہے کہ قرابت کے غرور میں اللہ اور اسکے رسولؐ کی اطاعت سے سرتابی نکریں ورنہ یہ قرابت کچھ بھی مفید نہوگی۔ حدیث میں ہے اے فاطمہ اس بات پر تکیہ نکرنا کہ میں محمد کی بیٹی ہوں خدا کے معاملہ میں میں کام نہ آؤں گا نیک کام کر ؎

اسکے مقابلہ میں مسلمانوں ایمانداروں کیلیے دو نیک بیویوں کی مثال بیان فرماتا ہے جو بے ایمانوں کے پنجہ اور ظلم میں مبتلا تھیں مگر اپنی ایمانداری اور نیکی سے باز نہ آئیں بعض مسلمان مرد یا عورتیں کفار کے پنجہ میں تھے اور اسکو ایک عذر سمجھتے ہونگے انکے لیئے یہ مثال از حد نافع ہے اسلیے تخصیص فرماتا ہے

وضرب اللہ مثلا للذین آمنوا۔ کہ ایمانداروں کے لیئے مثل بیان کرتا ہے کسکی مثال ہے امرات فرعون۔ فرعون کی بیوی کی ؎

توریت موجودہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دریا سے نکالکر پرورش کرنا فرعون کی بیٹی کیطرف منسوب کیا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ فرعون موجود کی بیوی اگلے فرعون کی بیٹی ہو دونوں باتوں میں کچھ تعارض نہیں بیگمات جو خاندانی اور بادشاہی نسل کی ہوتی ہیں انکو شہزادی کہا کرتے ہیں اگرچہ وہ ایک شاہ کی بیوی بھی ہوتی ہیں۔ توریت میں فرعون کی بیوی کا ایمان لانا اور یہ دعا کرنا مذکور نہیں۔ مگر مذکور نہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ واقعہ گزرا نہیں۔ توریت مذکورہ میں سیکڑوں واقعات نہیں اور سیکڑوں واقعات میں مبالغہ اور غلطی ہے جسکو اہل کتاب کی دیانت یا غفلت سمجھنا چاہیئے ؎

مؤرخین اہل اسلام نے نقل کیا ہے کہ اس وقت کے یہود نے تسلیم کر لیا ہے کہ فرعون کی بیوی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتی تھی پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے کھلم کھلا مقابلہ شروع ہوا تو فرعون کو اس بیوی پر کمال تعجب آیا کہ اس نے اسکی پرورش کی تھی۔ وہ کمبخت اس نیک بیوی کو

مذکور ہے کہ عورت کو مرد کی مخالفت نہ چاہیئے اور مرد کو لازم ہے کہ اہل و عیال کو معاصی سے روکے اور اُنکی خبر لے کہ بانکی رضامندی کے لئے احکام الٰہی میں
کوتاہی نہ کرے۔ لم تحرم ما احل اللہ اس سورہ میں لوازم و آداب خدائی مذکور ہیں وہاں ایک گھر کی ریاست مذکور تھی یہاں تمام عالم کی جہانداری مسطور ہے
ازانجملہ یہ کہ اس سورہ میں مرد و عورت کی خانہ داری مذکور تھی اور یہ بھی کہ باوجودیکہ مرد گھر کا عورت کے لئے رزق و آسائش کا سامان کرتا ہے مگر
پھر بھی وہ ذراسی خلاف طبع بات پر بگڑ بیٹھتی ہے اور مرد کو اُسکے فرائض منصبی سے ترک کرنے پر مجبور کر دیتی ہے اس سورہ میں بتلایا گیا کہ خدا تعالیٰ بادشاہ
حقیقی ہے موت و حیات کا مالک ہے دنیا کا گھر آسمان و زمین اُسی نے بنائے اس گھر کو قندیلوں سے آراستہ کیا رزق و روزی کے سامان پیدا کئے دار آخرت کا رستہ
بتانے والے ہادی بھیجے اور ہر طرح سے اسکا قبضہ و قدرت ہے مگر اسکے بندے اسکی کیا کیا نافرمانی کرتے ہیں اُسکی خدائی میں اوروں کو حصہ دار ٹھہراتے ہیں مگر وہ
دنیا میں اس پر بھی کسی کے رزق کا دروازہ بند نہیں کرتا درگزر کرتا ہے۔ اسمیں بالا دستوں کو تعلیم ہے کہ زیر دستوں پر رحم کیا کریں اور اپنے بالا دست کی نافرمانی سے
باز آویں ورنہ ایک دوسری جہان ہے جو جہنم کے قیدخانہ میں سزا بھگتنی پڑیگی اور اس مخالفت و نافرمانی سے اسکی بادشاہت میں کوئی بھی قصور نہیں آتا
ازانجملہ یہ کہ قرآن مجید اور تمام آسمانی کتابوں کی زیادہ توجہ ان چند مسائل کی طرف ہے۔ اول خدا تعالیٰ کی توحید و صفات کا مسئلہ۔ دوم دار آخرت کا مسئلہ کہ
وہ ایک جہان ہے جہاں جاکر یہاں کے پہلے کاموں کی جزا و سزا پانی ضرور ہے سوم نبوت کا مسئلہ کہ اسنے دنیا میں بندوں کی رہنمائی کے لئے وقتاً فوقتاً حضرات انبیا
علیہم السلام بھیجے ہیں چہارم اصلاح معاش کا مسئلہ کہ دنیا میں ایسا کرنا چاہیئے جس سے انکے حقوق و حسب خانہ داری کے طریقے بھی ہیں اور قرآن مجید میں کمال یہ ہے کہ
ان مسائل کو مختلف عنوان اور نئے نئے اسلوب سے موٹی موٹی نظیروں اور عام محاوروں اور مشہور قصوں اور لوگوں کے مسلمہ واقعات در ذہن میں بیٹھے ہوئے
علوم و خیالات میں بیان کرجاتا ہے جس سے عالم و جاہل اپنے اپنے مذاق کے موافق لطف حاصل کرتے ہیں سورۂ تحریم میں اسی مسئلہ معاش سے کچھ اور بعد میں اور
مسائل بھی ضمناً بیان ہوئے تھے اس سورہ میں ابتدا مسئلہ مبدء حق سبحانہ کی ذات و صفات سے کی گئی۔ اور اسکے بعد اور مسائل بھی بیان کیے گئے
او معاد کے مسئلہ کا بھی ثبوت کیا گیا تاکہ اس بادشاہ حقیقی سے ڈر کر ہر کوئی مسئلہ معاش کے قوانین و دستورات کی پابندی کرے اور بھی وجوہ ہیں۔ فقال
تبارک الذی بیدہ الملک۔ بڑا بابرکت ہے وہ جسکے قبضہ میں ملک ہے۔ برکت خیر کثیر و افزائش و دوام مبارک جسمیں یہ برکت ہو دنیا میں جسکے پاس مال و
اولاد زیادہ ہو اسکو کہتے ہیں اسکے مال و اولاد میں برکت ہو اور جو یہ چیزیں جلد جاتی رہیں کہتے ہیں اسکے مال و اولاد میں برکت نہوئی۔ اور ہر چیز اپنے موقع پر کام
آتی ہے اسمیں بھی برکت کا لفظ مستعمل ہوتا ہے فضول خرچی سے جو مال اُڑ جائے کہتے ہیں برکت نہوئی یا بے موقع صرف ہو تب بھی کہتے ہیں برکت نہوئی انہیں بلحاظ
سے علم کی برکت عمر کی برکت ہے۔ خیر کثیر۔ اور موقع پر استعمال اور ثمر بنتیجہ ہونا اور دوام یہ چار باتیں برکت کے معنی میں ملحوظ ہیں جو شخص اس جہان زمین و آسمان کا
پیدا کرنیوالا ہو اور جسنے دنیا میں طرح طرح کی مخلوق پیدا کی ہو اور پھر ہر ایک کی روزی رزق اور انکے سامان عطا کرتا ہو اُس سے زیادہ بابرکت کون ہے کہ اسقدر
صرف پر بھی اسکے ہاں کمی نہیں اسلیئے لفظ تبارک فرمایا گیا جسکے معنی زیادہ برکت والا۔ الذی بیدہ الملک۔ گویا تبارک کے دعویٰ پر ایک واضح دلیل ہے
ملک۔ عالم محسوسات آسمان و زمین حجر و شجر انسان و اشجار و احجار یعنی عالم اجسام۔ ملک جب اُسکے ہاتھ یعنی قبضہ میں ہے تو اُسکی بابرکت ہونے میں کلام ہے
اور اسیلئے تبارک الذی یا تبارک الرحمن نہ فرمایا ورنہ دعویٰ دلیل کا محتاج ہوتا عالم ملک کو جب تصور کیا جائے اور ذرہ سے لیکر آفتاب تک جو کچھ اسکے
فیضان و انعامات کے دریا رواں ہیں اور پھر ہر روز ترکیبات نادرہ و اوضاع عجیبہ امکان سے فعلیت کے مرتبہ میں ظاہر ہو رہے ہیں انکو بھی خیال
کیا جاوے تو بے اختیار دل کو اسکی طرف کشش پیدا ہو اور روح پکار اُٹھے کہ تو ہی تو ہی تو ہی ہے تو ہی ہے۔ عالم ملک کے لیئے بلحاظ فیض رسانی لفظ تبارک

سورۂ ملک مکیہ ہے اس کی | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | تیس ۳۰ آیات دو ۲ رکوع ہیں

تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۝ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ

بڑا بابرکت ہے وہ کہ جسکے ہاتھ میں سلطنت ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جسنے موت اور زندگی بنائی تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں

اَحْسَنُ عَمَلًا ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۗ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۗ

کسکے اچھے کام ہیں؟ اور وہ غالب بخشنے والا ہے۔ جسنے کہ سات آسمان بنائے اوپر تلے۔ نہ دیکھیگا تو رحمان کی بناوٹ میں کوئی فرق۔

فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝

سو پھر دیکھ کیا تجھے کوئی شگاف دکھائی دیتا ہے۔ پھر دو بارہ دیکھ کہ تیری نگاہ تیرے طرف رد ہو کر تھک کر لوٹ آئیگی ؂

تبارک تفاعل من البرکۃ وہی النماء والزیادۃ حسیۃ کانت او عقلیۃ وکثرۃ (**ترکیب**) الخیر ودوامہ ایضا وصیغۃ التفاعل للمبالغۃ فی ذلک الملک مبتدأ بیدہ خبرہ والجملۃ صلۃ الذی وہو فاعل تبارک وہو علی کل شیء قدیر الجملۃ معطوفۃ علی الصلۃ مقررۃ لمضمونہا لیبلوکم واللام متعلقۃ بخلق ایکم مبتدأ احسن عملا خبرہ والجملۃ واقعۃ موقع المفعول ثانیا لفعل البلوی المتضمن معنی العلم الذی خلق سبع سموات قیل ہو نعت للعزیز الغفور او بیان او بدل والاوجہ انہ نصب او رفع علی المدح متعلق بالموصولین السابقین معنی وان کان منقطعا عنہما اعرابا۔ طباقا صفۃ سبع سموات ای مطابقۃ علی انہ مصدر وصف بہ المفعول او مصدر مؤکد لمحذوف ہو صفتہا ای طوبقت طباقا۔ او ذوات طباق جمع طبق کجبل وجبال او طبقۃ کرحبۃ ورحاب ماتری صفۃ اخری لسبع سموات وقری تفوت ومعناہما واحد کرتین مصدر ای رجعتین والمراد بالتثنیۃ التکریر والتکثیر کما فی لبیک وسعدیک ینقلب مجزوم لکونہ جوابا للامر خاسئا بعیدا عن اصابۃ المطلوب کانہ طرد عنہ طردا بالصغار حال من البصر وہو حسیر حال فعیل بمعنی فاعل من الحسر وہو الاعیاء یقال حسر بصرہ یحسر حسورا ای کل وانقطع وبلغ الغایۃ فی الاعیاء ؂

اس سورہ کا نام سورۂ تبارک اور واقیہ اور منجیہ ہے تبارک اسلئے کہ یہ لفظ (**تفسیر**) اسکے اول میں ہے اور اسکے پڑھنے اور عمل کرنے والے کو برکت حاصل ہوتی ہے واقیہ اور منجیہ اسلئے اپنے پڑھنے والے کو ضلالت سے دنیا میں عذاب سے آخرت میں بچاتی اور نجات دیتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن میں تیس آیت ہیں جنہوں نے ایک شخص کی شفاعت کی یہانتک کہ وہ بخشا گیا وہ تبارک الذی بیدہ الملک ہے (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ) ابن عباسؓ فرماتے ہیں بعض صحابہؓ نے ایک قبر پر خیمہ قائم کیا اور انہیں معلوم نہ تھا کہ یہاں قبر ہے وہاں ایک آدمی کو سنا کہ تبارک الذی پڑھتا ہے یہانتک کہ اسکو تمام کیا تب اس صحابی نے آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی آپ نے فرمایا یہ سورہ مانعہ ہے منجیہ ہے اپنے پڑھنے والے کو عذاب قبر سے نجات دیتی ہے (رواہ الترمذی) جابرؓ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوتے نہ تھے جبتک کہ الم تنزیل و تبارک الذی بیدہ الملک تمام نہ کر لیتے تھے (رواہ الترمذی والدارمی) ؂

یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی۔ قرطبی کہتے ہیں اسپر سب کا اتفاق ہے۔ ابن عباسؓ بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ بھی مکہ میں نازل ہوئی اسکے بعد سورہ حاقہ و سورۂ معارج نازل ہوئی۔ مگر حسن بصریؒ وغیرہ فرماتے ہیں مدینہ میں نازل ہوئی لیکن کلام کا طرز کہے دیتا ہے کہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اور یہ سورہ رحمانیات سے ہے کہ بجائے اسم ذات کے اسم رحمٰن اسمیں مستعمل ہے اور دیگر سورتیں کہ ان میں اسم رب کا استعمال ہے انکو ربانیات کہتے ہیں ؂

ربط اس سورۂ کا اس سے پہلے سورۂ تحریم سے متعدد وجوہ سے ہے جو تامل کرنے سے واضح ہو سکتی ہیں۔ از انجملہ یہ کہ پہلی سورۂ میں آداب معاشرۃ مرد و عورت کے

تفسیر

ربط

ایک بات قابل بحث یہ باقی ہے کہ موت زوال حیات کا نام ہے پھر اسکو پیدا کرنے کے کیا معنی؟ جواب (۱) موت و حیات میں تقابل ہے تقابل عدم و ملکہ کیونکہ موت اسکے حس و حرکات کا زوال ہے کہ جسمیں اس حس و ادراک کی صلاحیت ہو اسلئے لکڑی پتھر کو مُردہ یا زندہ نہیں کہتے اور عدم ملکہ عدم محض نہیں بلکہ اسمیں وجود کا شائبہ ہے اسلئے اسکا مخلوق ہونا بعید از قیاس نہیں۔ (۲) بعض روایات سے ثابت ہے کہ عالم مثال میں موت و حیات وجودی چیزیں ہیں موت کو اس عالم میں ابلق مینڈھے سے مشابہت ہے اور حیات کو ابلق گھوڑی سے اسلئے پھر خلق کا لفظ استعمال کرنا درست ہے لیکن بعض علماء نے خلق کو بمعنی جعل قرار دیا کہ موت اور زندگی بنائی۔

سوال لیبلوکم حق سبحانہ کی نسبت کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ اسکو ہر چیز کا علم ازلی ہے اسکو آزمائش کی ضرورت کیا ہے؟

جواب علم کی دو قسم ہیں ایک اجمالی یعنی اشیاء کے پیدا ہونے سے پہلے دوم تفصیلی اشیاء کے پیدا ہونے کے بعد علم تفصیلی میں حق سبحانہ کو علم اجمالی سے کوئی زیادہ بات معلوم نہیں ہوتی دونوں یکساں انکشاف ہوتا ہے یہاں مراد علم تفصیلی ہے اور وہی بندوں پر الزام و اکرام کے لئے حجت و سند ہے۔

بندوں کے اعمال دو قسم کے ہیں یہ مانیک انکے وقوع ہونے کے بعد خدا کی طرف سے دو ہی باتیں ہیں یا تو پوری سزا و جزا نیک اعمال کا عمدہ بدلہ۔ بُرے اعمال کی سزا جہنم یا درگزر اور بخشش اسلئے اسکے بعد یہ بھی فرما دیا وہو العزیز کہ وہ زبردست ہے ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے نیک کاموں کا بدلہ بھی دیسکتا ہے برے کاموں کی سزا بھی دیسکتا ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ اسمیں پہلی بات کی طرف اشارہ ہے الغفور وہ ہو الا بھی ہے اسمیں دوسری بات کی طرف اشارہ ہے اور یہ شاہان شاہی بھی ہے دونوں وصف ہیں بادشاہ میں اگر قدرت و شوکت نہیں تو یہ اسکی بادشاہت ناقص ہے اور اگر بخشش و عطا نہیں تو بھی اسکی سلطنت اور اسکی برکت میں کمی ہے۔

تبارک الذی بیدہ الملک وہو علی کل شئی قدیر تک مسئلہ توحید و اثبات صفات باری کا ثبوت تھا اور الذی خلق الموت والحیوۃ پہلی آیت کا تتمہ اور دوسرے مسئلہ معاد کی تمہید ہے لیبلوکم ایکم احسن عملا وہو العزیز الغفور میں مسئلہ معاد کا بیان ہے۔ اور دونوں مسئلوں میں تقدیم و تاخیر ایک عجیب لطف سے یہی ہے کیونکہ انسان جبتک خدا قادر اور اسکے صفات شاہنشاہی وغیرہ کا قائل ہوگا مرنے کے بعد یا دنیا میں نیک و بد کاموں کی سزا و جزا کا بھی قائل نہیں ہو سکتا اور یہی اعتقاد انسان کو راستی نیکوکاری و احسان کی طرف محرک اور بُری باتوں سے مانع ہے چونکہ مسئلہ توحید ایک ایسے بیان سے ثابت کیا کہ جسکو عقول عالیہ بخوبی سمجھ سکتی ہیں مگر عقول سافلہ و متوسطہ بغیر کسی نظیر و شاہد کے جو اسکی شاہنشاہی اور قدرت کاملہ کی واضح دلیل ہو اچھی طرح سے نہیں سمجھ سکتی تھی اور سمجھانا ہر فریق کا مقصود تھا اسلئے اسکے بعد شواہد و دلائل پیش کرتا ہے۔ فقال الذی خلق سبع سموات طباقا وہ کہ جسنے اوپر تلے سات آسمان بنائے عالم ملک میں آسمانوں اور انکے ستاروں سے بڑھکر کوئی بڑی چیز نہیں۔ آفتاب ماہتاب مشتری مریخ زہرہ عطارد اس قدر بڑے اجرام ہیں کہ زمین سے لاکھوں اور ہزاروں حصے زیادہ ہیں پھر نہیں نورانی جواہرات جڑے ہوئے ہیں جنکے آگے زمین کے عجائب و مخلوقات کی کچھ بھی حقیقت نہیں ان ساتوں کے سوا جو ایک کے اوپر دوسرا ہے اوپر بیکروں ثوابت اور بعض ستارے ہیں جو زمین سے کروڑوں حصے بڑھکر ہیں یہ کیسے بنائے گئے؟ یا از خود نہیں بنگئے کیونکہ اجرام علویہ کا مادہ یکساں ہے اور ہر ایک کا مقتضی طبعی برابر ہے پھر ان کو اوپر تلے اور بڑا چھوٹا کسنے کیا یا از خود ہوتے تو یکساں ہوتے طباقا کے لفظ میں اسی طرف اشارہ ہے جب ان ستاروں کی یہ کیفیت ہے تو ان آسمانوں کی بہت کیا کہنا ہے جنمیں یہ ہیں اور حرکت کرتے پھرتے ہیں۔

مناسب ہے جیسا کہ عالم ملکوت کیلئے (جو نفس ناطقہ سے لیکر قلم اعلیٰ تک ہے یعنی عالم ارواح) باعتبار تنزیہ و تقدیس کے جو روحانی عالم کیلئے مناسب ہے لفظ تسبیح زیبا ہے
چنانچہ سورۂ یٰسین کے اخیر میں فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئ فرمایا۔ وہاں تبارک الذی بیدہ ملکوت کل شئ نہ کہا بیدہ الملک میں اس طرف وہم جاسکتا تھا کہ
موجودہ عالم اجسام پر اسکی بادشاہی ہے اس سے بڑھکر اور قدرت اسمیں نہیں اسلیئے ترقی دی گئی وھو علیٰ کل شئ قدیر کہ وہ ہر شئ پر قادر ہے ایسے ایسے اور سیکڑوں عالم پیدا
کرسکتا ہے اس عالم کو فنا کرسکتا ہے اسمیں جو چاہے تصرف کرسکتا ہے جہاں تک تمہارے فہم کو بھی رسائی نہیں وہاں تک بلکہ اس سے بھی بہت آگے تک اسکی قدرت کا جھنڈا قائم ہے
شئ کے لفظ میں علماء نے بہت کلام کیا ہے بعض کہتے ہیں لفظ کے لحاظ سے شئ ممکن کو کہتے ہیں جس سے واجب اور ممتنع خارج ہیں اسلیئے اسکو اپنی ذات پر
قادر ماننا یہ خیال کرنا کہ وہ اپنے آپ کو یا اپنی صفات کو نیست کرسکتا ہے غلط خیال ہے کیونکہ وہ اور اسکے صفات واجب ہیں ممکن نہیں اور ممکن نہیں تو شئ کا اطلاق
بھی اسپر جائز نہیں۔ اسی طرح محالات عقلیہ بھی کہ اپنے جیسا دوسرا بھی پیدا کرسکتا ہے وغیرہ قدرت کے تحت میں نہیں اسلیئے کہ ان میں مقدور ہونے کی صلاحیت ہی نہیں
اسکی قدرت میں کوئی قصور نہیں بعض کہتے ہیں شئ موجود کو کہتے ہیں جسمیں ممکن اور واجب دونوں شریک ہیں نہ ممتنع۔ پھر ان اصول پر علماء کلام نے
بہت سی تفریعات قائم کی ہیں اس سے بڑھکر اور کسکی کیا قدرت ہوگی کہ عالم وجود (جسمیں فلک و ملکوت ہیں) اور عالم عدم دونوں اسکے ہاتھ کے ماتحت
ہو رہے ہیں اسلیئے فرماتا ہے الذی خلق الموت والحیوٰۃ کہ اسنے موت یعنی عالم عدم اور حیات یعنی عالم وجود بنایا۔ یا یوں کہو اسنے اپنی برکت کا اظہار دو جملوں
میں کیا۔ اول الذی بیدہ الملک وھو علیٰ کل شئ قدیر جس سے تمام نعمتوں کی طرف اشارہ تھا۔ دوسرا جملہ الذی خلق الموت والحیوٰۃ ہے۔ اسمیں عالم آخرت کی
نعمتوں کی طرف اشارہ ہے موت سے مراد دنیا کی موت اور حیات سے مراد حشر کے دن کی حیات۔ گویا ایک جملہ میں اس جہان کی بادشاہت کا
ثبوت تھا تو دوسرے میں اس جہان باقی کی بادشاہت کی طرف ایما ہے۔ پھر جو دونوں جہان کا بادشاہ ہو اس سے زیادہ کون مبارک ہے؟ اسلیئے ہر حال میں
اسکی طرف ملتجی ہونا چاہیئے۔ اس تقدیر پر موت کا مقدم کرنا اور حیات کا موخر کرنا بھی ہر ایک کی تقدیم و تاخیر ذاتی پر مبنی ہے کیونکہ دنیا کی موت اول
ہوتی ہے پھر آخرت کی زندگی ہوگی۔ یا یوں کہو کہ منجملہ ظہور برکات الٰہیہ کے ایک برکت انسان کو اپنا مظہر بناکر علم و ادراک سے مزین کرنا اور خلافت
کی کرسی پر بٹھانا ہے مگر پوری برکت یہ ہے کہ عالم باقی کیلئے نیک کاموں پر بھی اسکو آمادہ کردینا چاہیئے اسلیئے برے کاموں سے روکنے والی اور
نیک کاموں پر آمادہ کرنیوالی چیز کو ذکر کیا کہ اسنے موت اور زندگی بنائی۔ دنیا کی زندگی مراد لیجائے تو موت کو اسلیئے مقدم کیا کہ موت کو خیال کرتا ہے
اور اس چندروزہ زندگی کو ہیچ سمجھے دوم یہ کہ اس جہان میں موت ذاتی اور حیات عارضی ہے اور ذاتی عارضی پر مقدم ہوتا ہے اور اگر موت سے مراد وہ
حالت لیجائے جو نطفہ میں تھی یعنی انسان جس وقت نطفہ تھا تو بھی موت مقدم ہے۔ حیات تو نعمت ہی ہے مگر دنیا میں موت بھی اسکے برکات کا مظہر ہے
کیونکہ اگر موت نہو اول تو یہ قویٰ جسمانیہ سو دو سو برس کے بعد بلکہ اس سے پہلے بیکار ہو جاویں اور زندگی وبال ہو جاوے۔ دوم دنیا میں بہت
لوگوں کی موت اور دوسروں کے لیے راحت ہوتی ہے۔ سوم دار آخرت کی زندگی اس کڑوے پھل کھانے پر موقوف ہے ہر ایک کو اس پل سے گزرنا ہے
اور عالم جاودانی میں جانا اور نیک و بد اعمال کی سزا و جزا پانا ہے اسلیئے فرماتا ہے لیبلوکم ایکم احسن عملا تاکہ تمہیں آزماوے کہ کسکے اچھے عمل ہیں؟ یہ دنیا ایک
کھیت ہے جسنے نیک کاموں کا تخم بویا ہے وہ اس جہان میں اسکے عمدہ پھل پاویگا بد کیا حاصل کریگا حسن عمل کی تفسیر بعض روایات میں یوں آئی ہے کہ احسن عقلا واورع
عن محارم اللہ واسرع فی طاعۃ اللہ۔ کہ عقل عمدہ پیدا کرے کیونکہ تمام دینیات کا اعتبار و مدار عقل پر ہے عاقل بہت جلد عبرت حاصل کرتا ہے اور اسکے
بعد خدا کی ممنوع چیزوں سے اور ممنوع کاموں سے بچے اور اسکی اطاعت میں جلدی کرے غفلت اور آج کل میں اس عمر گرانمایہ کو نہ گزارے۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِّلشَّيَاطِينِ ۖ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ○

اور ہمنے قریب کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا اور ہمنے تاروں کو شیاطین پر پھینک مارنے کو بنایا اور انکے لئے آتشی عذاب تیار کر رکھا ہے ؎

الدنیا من الدنو بمعنی القرب فہی صفۃ للسماء ای القربیٰ الی الارض من بقیۃ السماوات ( **ترکیب** ) وہی التی یراہا الناس مصابیح جمع مصباح ای بہا الکواکب الا انہا تضئ کالمصابیح ففی الکلام استعارۃ تصریحیۃ لان حقیقۃ المصابیح السرج والباء متعلق بزینا جعلناہا عطف علی زینا رجوما مفعول ثان لجعلنا والرجوم جمع رجم بالفتح وہو مصدر یراد بہ المرجوم او اسم المرجوم بہ فی جعلناہا الی المصابیح واللام فی للشیاطین متعلق بجعلناہا او برجوما واعتدنا عطف علی زینا السعیر قال مر و سعرت النار فہی مسعورۃ وسعیر کقولک مقتول وقتیل ؎

**تفسیر** اشارہ ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح کہ ہمنے نیچے کے آسمان کو (یعنی) ( **تفسیر** ) ساتوں آسمانوں میں سے جو سب سے نیچے ہے اور جو ہم کو دکھائی دیتا ہے ستاروں کے چراغوں سے رونق دی ہے جو رات کو دیکھنے میں بہار رونق بخش نظر آتی ہیں آسمان پر جگمگاتے دکھائی دیتے ہیں اہل ہیئت نے ثابت کیا ہے کہ وہ تارے جو از خود حرکت نہیں کرتے انکو ثوابت کہتے ہیں آٹھویں آسمان پر ہیں اور سات ستارے جو چاند سورج زحل عطارد مریخ زہرہ مشتری جو حرکت کرتے دیکھے جاتے ہیں ان میں سے صرف چاند تو اول آسمان پر ہے جسکو سب سے نیچے کا آسمان اور السماء الدنیا کہنا چاہئے باقی اوپر کے آسمانوں پر ہیں مگر آسمان صاف شفاف ہیں اسلئے اوپر کے آسمانوں کے ستارے اور ثوابت بھی اسی آسمان پر دکھائی دیتے ہیں جس طرح کانچ کے آئینہ پر نیلے رنگ کے ہوں اور اوپر کے آئینہ میں نقش و نگار ہوں وہ سب نیچے کے آئینہ میں معلوم ہوا کرتے ہیں ؎

اب غور کرو کہ ان ثوابت و سیارات کا اس طرح وجود لایسے مواقع پر ہونا بھی اُس حکیم و قادر کا فعل ہے جسنے ابر و باد عطا کی ہے جدید حکماء کے نزدیک ثوابت و سیارات اپنا اپنا مستقلہ پر دورہ کرتے ہیں اور جو بہت چھوٹے دکھائی دیتے ہیں وہ بہت دور ہیں گو فی نفسہ وہ زمین سے سیکڑوں حصے بڑے ہیں اور بعض ایسے دُور ہیں کہ دکھائی ہی نہیں دیتے اور وہ فضاء جسمیں دورہ کرتے ہیں آسمان ہے اور ہر ستارے کے لحاظ سے فضاء کی وسعت ہے ستاروں کو مشہور ہونے سے سات ہیں اسلئے ان ساتوں فضاء کو سبع سماوات کہتے ہیں گو حال میں اور بھی ستارے ثابت ہوئے ہیں انکے نزدیک بھی اس فضاء کا نام جابجا مختلف قندیلوں سے مزین نظر آنا بہت بڑی دلیل آثار قدرت و حکمت ہے چوتھا شاہد وجعلناہا رجوما للشیاطین کہ ہمنے تاروں کو شیاطین کے پھینک مارنے کیلئے بھی تیار کر رکھا ہے احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ شیاطین اسرار آسمانی سننے کیلئے اوپر چڑھا کرتے ہیں فرشتے انکو ان انگاروں سے مارتے ہیں رات کو جو تارہ ٹوٹتا ہوا معلوم ہوتا ہے وہ یہی رجم ہیں سورۂ صافات میں بھی آیا ہے انا زینا السماء الدنیا بزینۃ الکواکب وحفظا من کل شیطان مارد لا یسمعون الی الملاء الاعلیٰ ویقذفون من کل جانب دحورا ولہم عذاب واصب الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شہاب ثاقب جعلناہا کی ضمیر جنس مصابیح کی طرف راجع ہے نہ عین مصابیح کی طرف کسلیئے کہ شیاطین پر وہ ستارے نہیں پھینکے جاتے جو آسمان پر ہیں (ابن کثیر) لفظ مصابیح یا کواکب یا نجوم ان ستاروں پر بھی مستعمل ہوتا ہے جو آسمان پر ہیں اور ان ادخنہ پر بھی جو رات کو ٹوٹتے ہیں یہ جنس ہے اسکے بعض افراد زینت کا کام دیتے ہیں اور بعض سے شیاطین مارے جاتے ہیں یہ کہ وہ خاص ستارے جو آسمانوں پر ہیں شیاطین پر پھینکے جاتے ہیں نہیں بلکہ زمین سے جو ادخنہ اٹھکر اوپر جاتے ہیں اور کرۂ نار کے قریب پہنچتے ہیں تو ان میں آگ لگجاتی ہے اور وہ جلتے ہوئے انار سے چھوٹتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں گو علت یہ ہو مگر اس سے کام یہ لیا جاتا ہے کہ وہ شیاطین پر پھینکے جاتے ہیں حال کی تحقیقات سے مدار ستارے اور دیگر چھوٹنے والے ستارے ادخنہ ثابت نہیں ہوتے بلکہ وہ بھی ایک خاص ستارے اور خاص مادہ ہیں اور لوگوں نے بھی بارہا مشاہدہ کیا ہے کہ جب کبھی یہ تارے ٹوٹتے ہیں تو سیدھے زمین کی طرف نہیں آتے جو انکا خیر طبعی تھا بلکہ ادھر اُدھر ایسے جاتے ہیں جیسا کسی نے پھینک کر مارا ہو شیاطین کا وجود اور اسرار سماوات کے لیے اوپر جانا کئی بار ہم ثابت کر چکے ہیں مقدمہ دیکھو۔ یہ شیاطین کی دنیا میں سزا ہے آخرت میں انکے لیے جہنم کا عذاب ہے۔ یہ شاہد بھی اُسکی شاہنشاہی پر دال ہے کہ مفسدوں کے لیے کیسے توپ گولے تیار کر رکھے ہیں ؎

حال کا فلسفہ سات آسمانوں کا قائل نہیں وہ ان بلند سات ستاروں کو سبع سماوات کا مصداق سمجھتے ہیں۔ مگر توریت سفر الخلیقہ کے اول باب اور دیگر مقامات پر بھی آسمانوں کا بنانا مذکور ہے۔ پاک کتابیں اور اگلے حکیم سب اسکی شہادت دے رہے ہیں ❊

ان ستاروں کی ایسی سرحرکت کہ منٹوں میں سیکڑوں کوسوں کا فاصلہ طے کر جاتے ہیں پھر باہم ٹکر لینے نہیں پاتے ہر ایک اپنے مدار پر دورہ کر رہا ہے۔ ایسی مانندا ذوالجلال قادر کا کام ہے نہ طبائع اجرام علویہ کا نہ کسی اور کا۔ پھر انکی شعاعوں سے جو کچھ تاثیرات زمین پر ہوتے ہیں وہ بھی قابل غور ہیں ❊

اسکے بعد دوسرا نشانہ اس محکم عمارت کی استواری ہے فقال ماتری فی خلق الرحمن من تفاوت اے نظر کرنیوالے تو رحمٰن کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں (جو برابر یکساں بادشاہ اور رفادے ہے) کوئی فرق نہیں دیکھیگا۔ قدرت نے اپنی کاریگری میں کہیں فرق نہیں کیا ہر چیز میں انسان سے لیکر حیوانات نباتات عناصر اجرام علویہ سبع سماوات اور ذرات تک یکساں کاریگری کی ہے یہ نہیں کہ بعض اشیاء کو حکمت و دقیقہ سے بنایا اور بعض کو یوں ہی کیف ما اتفق بے سوچے سمجھے یا بیکار و فضول بنا دیا ہے۔ صرف انسان کے اعضا کا تناسب اور حسن ترتیب عقل کو حیرت میں ڈالنے والی چیز ہے کسی درخت کے پتے یا پھول کو ہاتھ میں لیکر دیکھئے گا تو آپ بول اٹھئے گا کہ سبحان تیری صنعت۔ یہ ہیں ماتری فی خلق الرحمن من تفاوت کے معنی۔ یہ مراد نہیں کہ مخلوقات میں باعتبار انکی جسامت اور رنگت اور تاثیر کے کوئی فرق نہیں کیونکہ اگر ایسا ہو تو شبہ ہو جاوے کہ یہ سب اجسام کا یکساں فعل ہے اور نیز کارخانہ دنیا میں انتظام نہ رہے فارجع البصر ہل تری من فطور۔ اگر ایکبار دیکھنے میں شبہ باقی رہجائے تو پھر دیکھ تجھکو کوئی اسکی صنعت میں فطور بھی دکھائی دیتا ہے؟ ہرگز نہیں فطور فطر کی جمع ہے اور فطر کے معنی دراز یا دراڑ کے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں اسکے معنی خلل کے ہیں ابن عباس سے بھی ایسا ہی کچھ منقول ہے۔ سدی کہتے ہیں فطور کے معنی خروق ہیں شگاف کے لحاظ سے یہ دیکھنا آسمانوں اور ستاروں کے لئے زیادہ چسپاں ہیں ❊

**سوال** احادیث صحیحہ و آیات قرآنیہ سے آسمانوں میں دروازے ثابت ہیں ابواب السماء کا لفظ آتا ہے پھر فطور تو پایا گیا ❊

**جواب** کسی چھت یا مکان مرتفع میں کھڑکی یا دروازہ جو ہوتا ہے تو کاریگر کے ارادہ اور صنعت سے ہوتا ہے اسکو فطور نہیں کہتے۔ فطور دراڑ یا درز جو کاریگر کی صنعت میں قصور ہونے سے اسکے ارادے بغیر ہو جاوے یہی اس عمارت کا نقص ہے۔ اسکے بعد بھی اگر شبہ رہجاوے تو ثم ارجع البصر کرتین پھر دوبارہ نگاہ کر ❊

**سوال** یہ نگاہ دوبارہ نہوگی بلکہ تیسری بار کیلئے کہ دوبار اس سے پہلے نظر کر چکا پھر کرتین کا لفظ کیونکر صحیح ہوگا جو کرۃ بمعنی بار کا تثنیہ ہے ❊

**جواب** تثنیہ سے مراد کثرت ہے جسکے معنی ہونگے بار بار دیکھ یعنی کئی بار نظر کر کہ شبہ نہ رہے اور عرب کی زبان میں تثنیہ کثرت کیلئے بھی مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ لبیک و سعدیک حنانیک و ہذا ذیک ینقلب الیک البصر خاسئا وہو حسیر۔ کوئی عیب و خلل تو دکھائی نہ دیگا بلکہ نگاہ دیکھتے دیکھتے تھک جائیگی۔ پھر کر آئیگی تیری طرف تیری نگاہ خیرہ اور ماندہ ہو کر۔ خاسئا مبعدا من قولک خسأت الکلب اذا باعدتہ۔ مبرد کہتے ہیں خاسی کے معنی ہیں دھتکارا ہوا ذلیل۔ ابن عباس کہتے ہیں خاسی وہ ہے جو اپنے مقصود کو نہ دیکھے (حسیر) یہ حسر العین بعد المرئی سے مفعول بھی ہو سکتا ہے اور حسور بمعنی تکان کے معنی سے فاعل بھی ہو سکتا ہے۔ بہت دیر تک جب کسی چیز کو دیکھا جاتا ہے تو آنکھیں پتھرا جاتی ہیں اور اندھیرا سا ہو جاتا ہے نگاہ جو اس شئے پر تھی ایسی حالت میں وہاں سے لوٹ آتی اور چوندھیا جاتی ہے ❊

متوجہ کرتا ہے۔ مگر یہ غفلت شہوات کے گراں تودوں میں دبا ہوا ہے کہ سر بھی نہیں اُٹھا سکتا) کفار فرشتوں کے جواب میں کہیں گے بلی کیوں نہیں۔

قد جاءنا نذیر۔ بیشک ہمارے پاس نذیر آیا تھا لیکن ہمنے جھٹلا دیا ؛

ف ہر نذیر کی تکذیب اسی کے موافق ہے۔ رسول اور کتابوں کی تکذیب ان کو نہ ماننا یا انکے احکام و ہدایات کو قبول نکرنا جیسا کہ کفار کرتے

تھے۔ ہادیوں نا صحوں جو ہادی اصلاح کرنے آیا لوگوں نے بجائے انکی تعظیم کے انکی راہ میں کانٹے بھی بوئے۔ یا حسرۃً علی العباد ما یاتیہم من رسول

الا کانوا بہ یستہزءون۔ یا آگے نائبوں حضرات علماء کرام کی تکذیب انکو نہ ماننا بلکہ ذکر کرنا انکی عیب جوئی کرنا انکو زبان انکار انکے اعتبار میں فرق ڈالنا

وغیرہ۔ نذیر عقل کی تکذیب آیات الٰہیہ و حوادث دہر میں غور و تدبر نکرنا اور توحید خدا پرستی پر نہ چلنا رسوم و شہوات میں پڑا رہنا بیماری بدکاری

بازنہ آنا عمر کے زوال موت اقران و انقلابات دہر کے نذیر کی تکذیب یاد نکرنا حال جاہ و مال سے غافل رہنا سر کشی اور غافل جوان کی حرکات

مفتوں ہونا ہے۔ ہائے افسوس ان نذیر کو ہم کس طرح جھٹلا رہے ہیں ہمارے بال سپید ہونا خدا تعالیٰ کا ایک نذیر آیا تھا کہ یہ پیغام اجل ہے

مبتلا ہو گئے اقارب و احباب مرتے ہیں یہ بھی ایک نذیر ہے جو ہمیں پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ تمہیں بھی جانا ہے کوچ کی منزل کہاں ہے

لنبیم جاؤ کمر کو باندھو اُٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے مگر ہم سمجھے ہوئے ہیں کہ ہمیں بھی درجے گئے اور دنیا میں انکا نام و نشان مٹ گیا بلا سمجھ کر ہم سوئے ہیں ؛

وقلنا ما نزل اللہ من شیء۔ اور ہم نے صرف جھٹلایا ہی نہیں بلکہ یہ بھی کہدیا۔ ما نزل اللہ من شیء کہ خدا نے کوئی ہدایت نازل نہیں کی آفات بھی نہ اسکا حوادث

مصائب۔ تو فلاں سبب سے ہوا دولت جاتی رہی افلاس پھر آگیا تھا اقبال اسلئے جاتا رہا تھا بیماری اس وجہ سے ہوگئی تھی موسم یا سبب پرہیز نہ کیا تھا۔

ان انتم الا فی ضلال کبیر۔ اور تم نذیر کہلاتے ہو بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو خدا نے کتاب بھیجی رسول بھیجا احکام بھیجے اسکو کیا پڑی تھی جو وہ ایسا کرتا؟

گناہوں سے مصیبت آئی تو بار بار بھیجی قحط بھیجا بیماری بھیجی اسنے کچھ نہیں بھیجا یہ خیالات اور جہالت کی باتیں ہیں اول تو خدا ہی کا انکار ہے اور

ہے بھی تو وہ اس عالم میں کر کیا سکتا ہے؟۔ یہاں تک کفار کی گفتگو تھی جو دوزخ میں فرشتوں سے بطور اقرار جرم کرینگے ؛

ف اگرچہ نذیر واحد ہے مگر ایک نذیر کا بھی وہی مقصد ہے جو دوسرے کا تھا اسلئے انتم جمع کے لفظ سے سب کا انکار تھا ؛

ف بعض مفسرین کہتے ہیں یہ جملہ ان انتم الا فی ضلال کبیر دوزخ کے فرشتوں کا ہوگا کفار کی تفریع کرکے اے بدنصیبو تم بڑے گمراہی میں تھے یا بڑی مصیبت میں پھنسے ہو

مصیبت و عذاب جو ضلالت کے سبب آتا ہے اسپر بھی ضلال کا لفظ مجازاً محاورہ عرب میں مستعمل ہوتا ہے لیکن اول قول قوی ہے ؛

اسکے بعد فرشتے کہیں گے کیا تمنے کسی ناصح کی بات نہ سنی یا تمکو خود عقل نہ تھی جو خدا کے نذیروں کو جھٹلا یا جسکے سبب اس بلا میں پڑے تب کفار

کہیں گے۔ وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر کہ اگر ہم کسی ناصح کی بات سنتے یا خود عقل کرتے تو آج کا ہیکو دوزخیوں میں ہوتے ؛

ف انسان کی فلاح کے دو ہی طریق ہیں۔ اول اور آسان یہ کہ کسی ناصح اور ہادی کی بات سنکر مان لے یہ تقلید کا مرتبہ ہے اسلئے اسکو مقدم کیا۔ دوم

یہ کہ خود عقل سلیم سے غور و تدبر کرے یہ اجتہاد کا مرتبہ ہے پھر جسکو دونوں باتیں نصیب نہوں تو اسکے برباد ہونے میں کیا شک ہے؟ ؛

ف کفار دنیا میں سنتے تھے عقل بھی رکھتے تھے ہزاروں ایجاد و اختراع کرتے تھے مگر آخرت کے بارے میں یہ دونوں باتیں نتھیں گو یا بہرے اور بے عقل تھے

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاعترفوا بذنبہم فسحقا لاصحاب السعیر۔ کیا مستیں تا جہنم میں اپنے جرم کا اقرار کیا سو پھٹکار اور لعنت ہے دوزخیوں پر۔ دوزخ میں جا کر اقرار کیا

پھر اسکا کیا فائدہ؟۔ دنیا میں کرتے تو لعنت کے بدلے رحمت ہوتی ؛

تقلید

اجتہاد

وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ ۝ تَكَادُ

اور اپنے رب کے منکروں کو جہنم کا عذاب ہے۔ اور برا ٹھکانا ہے۔ جب اسمیں ڈالے جاویں گے تو اسکی شور کی آواز سنیں گے اور وہ ابلتی ہوگی جوش کے

تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ۝ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ

مارے پھٹی پڑتی ہوگی۔ جب اسمیں ایک گروہ ڈالا جائیگا تو انسے اسکے داروغہ پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ وہ کہیں گے ہاں بیشک ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا۔

فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ۝ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ

پر ہم نے جھٹلا دیا اور کہہ دیا کہ اللہ نے کچھ بھی نہیں بھیجا۔ تم خود بڑی گمراہی میں پڑے ہو۔ اور فرشتوں سے کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے

مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝ فَاعْتَرَفُوا بِذَنْبِهِمْ فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝

تو کاہیکو دوزخیوں میں ہوتے۔ پھر وہ اپنے گناہ کا اقرار کریں گے۔ سو پھٹکار ہے دوزخیوں کو۔

(ترکیب) عذاب جہنم مبتدا وللذین کفروا خبر مقدم وقرئ عذاب بالنصب علی انہ عطف علی عذاب السعیر وللذین علی لہم شہیقا منصوب علی انہ مفعول سمعوا لہا فی محل النصب علی الحال ای کائنا لہا وہی تفور الجملۃ حال من الضمیر فی فیہا تکاد الخ الجملۃ اما حال من فاعل تفور او خبر آخر کلما القی استیناف مسوق لبیان حال اہلہا بعد بیان حال نفسہا وقیل حال من ضمیرہا بلیٰ کان یکفی فی الجواب ولکن جاؤا بالجملۃ الجواب بہا مبالغۃ فی الاعتراف قد جاءنا الخ فسحقا قرئ الجمہور باسکان الحاء وقرئ بضمہا وہما لغتان مثل الرعب منصوب۔ قال الزجاج وابو علی الفارسی منصوب علی المصدر ای سحقہم اللہ سحقا وکان القیاس اسحاقا فجاء المصدر علی الحذف والسحق البعد۔

(تفسیر) ان شواہد کے بعد پھر مسئلہ معاد کو شروع کرتا ہے اور اسکے لیے مناسبت یہ بھی کہ شیاطین کیلئے عذاب السعیر تیار کرنا فرمایا تھا اس مناسبت سے شیاطین کے یار اور جس قدر کفار و مشرکین ہیں انکا بھی انجام کار بیان فرماتا ہے فقال وللذین کفروا بربہم عذاب جہنم کہ انکے لیے جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا جہنم کا عذاب ہے جو بری جگہ ہے۔ رب کا لفظ مربی اور محسن کے معنی ہی پھر دیکھیے جو اپنے مربی و محسن کا انکار کرے اسکے لیے عذاب جہنم نہو تو اور کیا ہو اس لفظ نے عجب لطف پیدا کر دیا۔ انکار کرنا ایک تو یہی معمولی انکار ہی کہ اسکے رسول کو نہیں مانا یا اسکے احکام کو نہ مانا یا صفات توحید و تنزیہ کے خلاف اعتقاد کیا۔ انھیں باتوں کے مرتکب کافر کہا جاتا ہے شرک بھی اسی میں آگیا۔ دوسرا مرتبہ اسکی ذات کا انکار کرنا کہ خدا تعالیٰ ہی نہیں جیسا کہ دہریہ کہتے ہیں۔ یہ سب لوگ کافر سمجھے جاتے ہیں۔ اور اسکی نعمتوں کی ناشکری اور گلہ گزاری بھی ایک قسم کا کفر یا کفران ہے ایسے لوگوں کے لیے بھی عذاب جہنم ہے گو ابدی نہو۔

اسکے بعد اذا القوا سے لیکر فسحقا لاصحاب السعیر تک جہنم اور جہنمیوں کے کچھ حالات خوفناک بیان فرماتا ہے (۱) کہ جب یہ کفار اسمیں ڈالے جاوینگے تو بجائے خیر مقدم و مرحبا و اہلا و سہلا کے جہنم کی آوازیں سنیں گے جو اسکے جوش سے نکلتی ہونگی جب آگ زیادہ گرم اور تیز ہوتی ہے تو اسکے شعلوں میں سے ایک مہیب صدا آیا کرتی ہے اسی طرح جہنم کی آواز ہوگی وہ تنور جب زیادہ گرم ہوگا جسکو جوش اور غصہ کرنے اور غیظ سے پھٹے پڑنے کو استعارۃً تعبیر کیا ہے تو اسکی دور دراز سے مہیب آوازیں آئینگی العیاذ باللہ (۲) کلما جب جہنم میں ایک گروہ داخل ہوگا تو انسے جہنم کے داروغہ یعنی فرشتے پوچھیں گے کہ کیا دنیا میں تمہارے پاس کوئی نذیر ڈرانے والا نہیں آیا جو تمکو اس گمراہی سے منع کرتا جسکے سبب آج اس بلا میں گرفتار ہوئے ہو؟ نذیر خدا کا رسول اور اسکی کتاب یا اسکے نائب علماء و واعظین۔ اور جہاں کہیں یہ نہ ہوں تو وہاں احکام شرعیہ پر مواخذہ نہیں وہاں نذیر عقل و فکر اور آیات قدرت ہیں غور و فکر ہی نذیر ہے جو خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا حکم دیتا ہے وہاں صرف توحید ہی کافی ہے۔ اور عمر کا تبدیل حوادث دہر موت اقران و امثال بھی خدا کا نذیر ہے جو بندہ کو خواب غفلت سے بیدار کرکے عالم جاودانی کی

إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝ وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ

وہ جو اپنے رب سے غائبانہ ڈرتے ہیں اُن کو بخشش اور بڑا اجر ہے۔ اور تم اپنی بات چھپاؤ یا اُسکو ظاہر کرو۔ وہ تو دلوں کی باتیں

الصُّدُورِ ۝ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝

جانتا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتا جسنے پیدا کیا۔ اور وہ جو ہے تو لطیف خبردار ہے ۞

## ترکیب

الذین موصول یخشون الجملۃ صلۃ بالغیب متعلق یخشون ویمکن ان یکون حالا من ضمیر یخشون اے غائبین مغفرۃ مبتدا واجر کبیر معطوف علیہ لہم خبر مقدم والجملۃ خبر ان والموصول والصلۃ اسمہا۔ واسروا الخ جملۃ مستانفۃ مسوقۃ لبیان تساوی الاسرار والجہر بالنسبۃ الی علم اللہ تعالیٰ انہ الجملۃ تعلیل و تقریر لما قبلہا۔ من خلق من فی موضع رفع فاعل یعلم والمفعول محذوف اے الا یعلم الخالق خلقہ وقیل الفاعل مضمر ومن مفعول لہ اے الا یعلم اللہ المخلوق الذی خلقہ وہو اللطیف الخبیر حال من فاعل یعلم ۞

## تفسیر

مسئلہ معاد کی بابت گروہ اشقیا کا حال بیان فرماتا ہے فقال ان الذین یخشون ربہم بالغیب کہ وہ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں غیب میں یعنی دنیا میں کہ یہاں آخرت کا عذاب و ثواب انکی آنکھوں سے غائب ہے محض مخبر صادق علیہ السلام کے کہنے پر ایمان لاکر آیندہ آنے والی مصیبتوں سے ڈرتے اور خدا کی نافرمانیوں سے بچتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ لوگوں کے سامنے تو ہر ایک پرہیزگاری جتلایا کرتا ہے مگر انکے غیب میں یعنی خلوت میں اللہ سے ڈرنے والے ہی دراصل پرہیزگار ہیں ؏ واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند ۞ چون بخلوت می روند آں کار دیگر میکنند ۞ خدا سے ڈرنا دراصل پوشیدگی ہی میں ڈرنا ہے اسکے یہ معنی نہیں کہ پوشیدگی میں تو خدا سے ڈرے اور ظاہر میں نہ ڈرے رند و فاسق بنا رہے لہم مغفرۃ واجر کبیر انکے لیے معافی اور بڑا اجر ہے۔ اگر بشریت سے انسے کوئی گناہ سرزد بھی ہوا جسپر بعد میں اظہار ندامت کیا گیا تو انکے لیے مغفرت ہے۔ اور اجر ہے یعنی بدلہ جو روحانی اور جسمانی جنت اور وہاں کے نعیم کو شامل ہے اور وہ بھی کیسا؟ اجر کبیر یعنی بڑا بے تعداد ہمیشہ کے لیے ۞

**ف** مقابلہ پہلے گروہ کا یہ چاہتا تھا کہ ان الذین یشکرون ربہم کہتے جیسا کہ اشقیا کے بارہ میں فرمایا تھا ان الذین یکفرون ربہم کیونکہ کفر کا مقابلہ شکر ہے نہ ڈرنا۔ اسکی کیا وجہ کہ یخشون کہا یشکرون نہ کہا؟ **جواب** شکر منعم کی نعمت کا اظہار و تعریف یا اسکا بدلہ دینا زبان سے خواہ ہاتھ پاؤں سے خواہ دل سے۔ اور سورۃ کا سیاق اظہار شان شاہنشاہی ہے کہ وہ ایسا اور ایسا شاہنشاہ حقیقی ہے اسکے لیے ڈرنا اور عجز و نیاز سے پیش آنا ہی مناسب تھا اور جو خدا سے ڈریگا وہ شکرگزاری تو بدرجہ اولیٰ کریگا شکرگزاری عبودیت و محکومیت نہیں ثابت کرتی جیسا کہ ڈرنا اور کانپنا ثابت کرتا ہے شکرگزاری برابر والا بھی اپنے مساوی درجہ کے محسن کی کرسکتا ہے اور اس جگہ عجز و نیاز زیادہ مرغوب ہے جو خشیت میں کہا ہوا ہے شکرگزاری بھی عمدہ چیز ہے مگر ہر ایک بات کا ایک محل ہے یہاں ڈرنا ہی مناسب مقام ہے۔ فرمایا تھا کہ غائبانہ اُس سے ڈرنا چاہیے کسلیے کہ ظاہر ڈر اور اطاعت ایسے شخص کی جو مخفی امور اور دلی اسرار پر واقف ہو کچھ مفید نہیں اور خدا تعالیٰ کو ہر بات کی خبر ہے واسروا قولکم او اجہروا بہ۔ خواہ تم اس بات کو ظاہر کرو یا پوشیدہ کسلیے کہ انہ علیم بذات الصدور کہ وہ سینوں کی باتیں جانتا ہے اور کیوں نہ جانے الا یعلم من خلق وہ خالق ہے اور خالق کو اپنی مخلوق کا علم ضرور ہے اگر علم نہو تو ارادہ و اختیار سے پیدا نکرسکے اور قطع نظر خالق ہونے کے وہو اللطیف الخبیر

## فوائد

ف۱ ان آیات میں مسئلہ معاد کی نہایت پُر اثر واقعات کے بیان میں تصویر کھینچی بالخصوص معاد کے متعلق ایک گروہ اشقیا کا حال اور اسکے ٹھکانے کی ہیبت خیز کیفیت بیان فرمائی اور بئس المصیر کی پوری توضیح کردی کہ وہ جگہ ایسی ہے کہ آگ کے شعلوں میں سے ہیبتناک آوازیں سنائی دینگی اور جہنم غصہ کی ماری پھٹی پڑتی ہوگی اور وہاں دوزخ کے فرشتے جہنمیوں سے سوال کرینگے کہ کیا دنیا میں تمہارے پاس کوئی رسول نہیں آیا جو تمکو اس مصیبت سے بچنے کی راہ بتاتا اس ضمن میں مسئلہ نبوت کی بھی تصریح کردی کہ دنیا میں اس کام کے لئے آتے ہیں اور جو انکو نہیں مانتا اسکو یہ عذاب الیم ہمیشہ کیلئے بھگتنا پڑتا ہے اور یوں حسرتًا افسوس سے اپنے ہاتھ کاٹنے اور دانت پیسنے پڑتے ہیں نبی کی تصدیق و اطاعت کیلئے اس سے بڑھکر مخاطبین کے واسطے اور کوئی بیان پُر اثر نہیں ہو سکتا کلام میں ان مقاصد کو ملحوظ رکھنا اور دلکش عبارت میں ادا کرنا اعجاز ہے ۔

ف۲ شروع سورۃ میں بیان کیا گیا تھا کہ اسکے قبضے میں ملک ہے یعنی وہی بادشاہ حقیقی ہے پھر جس طرح لوازم سلطنت میں سے قدرت کاملہ اور حیات و ممات پر قبضہ سات آسمانوں کا گھر بنانا اور کس خوبی سے بنانا اور پھر اسکو تاروں کی قندیلوں سے روشن کرنا اور اس کاخ کے چوروں کو تاروں سے مار کر ہانکنا بیان فرمایا تھا جس میں سراسر رحمت اور برکت کا اظہار تھا اسی طرح شیاطین اور انکے بعد بنی آدم کے کفار و منکرین کا جہنم کے قیدخانے میں ڈالنا بیان فرما کر جو سراسر جبروت و اقتدار شاہانہ کی دلیل ہے اسکے بعد فرمانبرداروں کے اعزاز و اکرام بیان فرماویگا۔ بقولہ ان الذین یخشون ربہم بالغیب لہم مغفرۃ الخ اس تمامی بیان میں بہت سے مذاہب اور عقائد فاسدہ کی اصلاح و رد ہے۔ کیونکہ جو لوگ دنیا میں خدا کے سوا کسی اور کو پوجتے ہیں یا اسکی خدائی حصے دار ٹھہراتے ہیں جیسا کہ عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو اسکا بیٹا اور خدائی کمیٹی کا تیسرا رکن قرار دیتے ہیں اور جس طرح کہ ہنود اپنے اوتاروں کو خدا اور قادر مطلق سمجھتے ہیں یا بعض لوگ ملائکہ و دیگر ارواح طیبات کو اس رتبہ پر ٹھہراتے ہیں انکا ملک میں کونسا حصہ ہے؟ کسنے آسمان و زمین بنانے میں مدد کی ہے اور کس کا موت و حیات پر قبضہ ہے اور کون قادر مطلق ہے؟ انکے یہ الٰہ دنیا میں بہت باتوں میں عاجز تھے اور اسی طرح آخرت میں کسی کا کیا حصہ ہے کون اسکے قیدخانے سے زبردستی چھڑا سکتا ہے کون وہاں انعام و اکرام دلا سکتا ہے؟ یہ سب دلائل و براہین توحید خالص کیلئے ایسے ہیں جن میں کسیکو بھی مجال دم زدن نہیں اور اسی طرح جو لوگ کواکب نیرات کی پرستش کرتے ہیں اور انکی تاثیر سے سعادت و نحوست موت و حیات سمجھتے ہیں جیسا کہ مجوس اور فرقہ صابیہ انکی بھی کمال تسلی ہے کہ تمہارے معبود ہمارے بنائے ہوئے مسخر ہیں وہ کیا کر سکتے ہیں؟ الغرض مسئلہ معاد و نبوت میں بھی الٹ پھیر کر پھر مسئلہ توحید کو ثابت کردیا اور نیز دنیا کے مغروروں متکبروں کو بھی سمجھا دیا کہ تم اپنی شاہی اور حکومت پر ناز کرکے ہم سے سرکشی نہ کرو تمہاری بادشاہی ہمارے مقابلہ میں کیا چیز ہے تمکو قدرت کیا ہے تم موت حیات کے کیا مالک ہو تم نے آسمان و ستارے کہاں بنائے ہیں علویات پر تمہاری کیا حکومت ہے؟ لہٰذا ہماری طرف رجوع کرو سر نیاز جھکاؤ ورنہ جہنم کا قیدخانہ تیار ہے ۔

ف۳ مسلمانوں کا فرقہ مرجیہ کہتا ہے کہ وللذین کفروا کی تخصیص سے ثابت ہوتا ہے کہ جہنم میں کفار ہی جاوینگے مومن نہ جائینگے خواہ وہ کیسے ہی گنہگار کیوں نہ ہوں ایمان کے بعد کوئی عمل بد جہنم میں نہیں لیجا سکتا۔ یہ عیسائیوں کے عقیدے کے قریب قریب ہے لیکن یہ خیال غلط ہے کیونکہ کفروا کا لفظ بڑا وسیع ہے کفار شرعی کو بھی شامل ہے اور جو ایماندار ہو کر اسکی ناشکری کرتے ہیں انکو بھی گو انکو ابدی جہنم نہوگا ایمان کی بدولت۔ اور نیز دیگر آیات و احادیث میں تصریح ہے کہ ایماندار گنہگاروں کو بھی بقدر گناہ عذاب ہے لیکن عذاب دائمی نہیں اور یہ مسئلہ علم کلام میں نہایت صراحت سے مذکور ہے جو چاہے وہاں دیکھے ۔

۵ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بقول نصاریٰ یہود کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے سولی پر لٹکائے گئے وہاں بہت روئے چلائے کہ اے خدا مجھے چھڑا مگر نہ چھوٹ سکے پھر ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے کھاتے پیتے سوتے جاگتے تھے الغرض تمام حالات بشریہ میں مبتلا تھے جو عجز و حدوث کے آثار ہیں اسی طرح ہنود کے اوتار اور جمیع مذاہب کے معبودوں کا حال ہے خواہ علویات میں سے ہوں خواہ سفلیات میں سے پتھر و مٹی تانبے سونے چاندی کے بت ہوں یا ارواح طیبات و ملائکہ ہوں سب مخلوق ہیں صفت الوہیت میں کسی کو بھی حصہ نہیں ۱۲ منہ

وَالَّذِی جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِہَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِہٖ وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ ۝ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ

وہی تو ہے کہ جس نے تمہارے لیے زمین کو نرم کر دیا پس اُسکے رستوں میں چلو اور اُسکی روزی کھاؤ۔ اور اُسیکے پاس پھر کر جانا ہے۔ کیا تم کو اُس کا جو آسمان میں ہے ڈر نہیں ہے

اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا ہِیَ تَمُوْرُ ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُوْنَ کَیْفَ نَذِیْرِ ۝ وَلَقَدْ کَذَّبَ

تم کو زمین میں دھنسا دے پھر وہ ہونے ہلنے لگے۔ کیا تم کو اُس کا جو آسمان میں ہے ڈر نہیں ہے کہ تم پر پتھر برسا دے۔ پھر تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ میرا ڈرانا کیسا ہے اور ان سے پہلے لوگ

الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ ۝

جھٹلا چکے ہیں پھر کیسا ہوا میرا عذاب ہے؟

الارض مفعول اول لجعل ذلولا مفعول ثان ولکم متعلق بجعل فامشوا الفاء لترتیب الامر بالمشی علی الجعل المذکور والیہ النشور جملۃ مستانفۃ من فی محل النصب علی انہ مفعول امنتم والاستفہام انکاری ان یخسف الجملۃ بتاویل المصدر بدل اشتمال من الموصول لیس من وکذا ان یرسل بدل منہ ثم ذلول من الذل وھو الانقیاد واللین ومنہ یقال دابۃ ذلول المناکب جمع منکب وھو الجانب ومنہ منکب الرجل ومنہ الریح النکباء لانہا تاتی من جانب دون جانب تمور من المور وھو التردد فی المجیء والذہاب ای التحرک والاضطراب۔ والحاصب ریح فیہا حجارۃ وحصباء کانہا تقلع الحصباء لشدتہا او شاذ او ہو سحاب فیہا حجارۃ۔ النکیر العقاب المنکر وانما اسقط الیاء من نذیر ومن نکیر لتکون مشابہۃ لرؤس الآی المتقدمۃ والمتاخرۃ والکسرۃ دلیل علی حذف الیاء۔ وفی کلام العرب کثیرا یحذف الیاء والواو والالف من آخر الکلمۃ فی حالۃ الوقف ۔

## تفسیر

پہلے اس بادشاہ بابرکت کے وہ انعام و افضال بیان ہو رہے تھے جو عالم بالا سے متعلق تھے جیسا کہ آسمانوں اور ستاروں کا پیدا کرنا جو اس کی قدرت کے لیے شواہد تھے اور انکے ضمن میں مسئلہ توحید و نبوت و معاد کا بھی سلسلہ وار ثبوت تھا۔ اب یہاں سے زمین کے متعلق اپنی بادشاہی اور عالم سفلی کے انعام بیان کرتا ہے اور یہ بھی جتلاتا ہے کہ ہم وہ ہیں جو تمہاری مخفی اور ظاہر باتیں جانتے ہیں اسی غرض کی نہ تمہارے لیے ہمنے زمین میں آسائش کے سامان پیدا کئے ہیں اور تمہارے لیے امن کا گھر بنا رکھا ہے پس ہماری مخالفت سے ڈرو اور نعمتوں کا شکر ادا کرو ورنہ ہم چاہیں تو اسی زمین کو تمہاری ہلاکت کا باعث بنا دیں تمکو اس میں غرق کر دیں یا چاہیں تو اس گھر کی چھت یعنی آسمان سے تم پر پتھراؤ کر دیں جیسا کہ پہلوں کے ساتھ ہوا ۔

فقال ہو الذی جعل لکم الارض ذلولا کہ اسنے زمین کو تمہارے لیے نرم بنا دیا (۱) یعنی اسکو ایسا سخت اور خشن کیا کہ اسپر چل پھر سکتے ہیں (۲) یا یہ کہ اسکو نرم ایسا کہ کھود سکتے ہیں مکانات بنا سکتے ہیں اگر سخت سنگ خارا ہوتی تو مشکل پڑ جاتی (۳) یا یہ کہ لوہے پتھر تانبے چاندی جیسی ہوتی تو گرمی میں نہایت گرم سردی میں نہایت سرد ہو جاتی نہ کھیتی ہو سکتی نہ باغ لگ سکتے رزق روزی کا سامان مہیا نہ ہوتا (۴) یا یہ کہ اسنے ہمارے لیے مسخر کیا اگر یہ چلتی جاتی تو منتشر ہی اسپر چلنا پھرنا محال ہوتا (۵) یا یہ کہ پانی اور ہوا کی طرح خفیف ہوتی تو کوئی اسپر بس نہیں سکتا جب زمین کو تمہارے لیے مسخر کر دیا تو فامشوا فی مناکبھا اسکے رستوں میں چلو۔ مناکب میں چلنے کے کئی معنی ہیں (۱) صاحب کشاف کہتے ہیں یہ نہایت مسخر ہونیکے معنی ہیں یہ تمثیل اور محاورہ ہے (۲) قتادہ و ضحاک و ابن عباس کہتے ہیں کہ مناکب پہاڑ و ٹیلے ہیں اسلیئے کہ انسان کے مناکب (مونڈھے) اونچے ہوتے ہیں اور پہاڑ اور ٹیلے بھی بلند ہیں اسلیئے انکو مناکب الارض کہا یعنی کہ جب اسکے پہاڑ اور ٹیلے تمہارے چلنے کے لیے مسخر کر دیے تو اسکے اور اجزا ہیں تو ادھر بھی اچھی طرح سے چل سکتے ہو ۔

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ ۘ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَٰنُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ۝ أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي

اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندے اڑتے نہیں دیکھے پر کھولے اور سمیٹے ہوئے جنکو کوئی نہیں تھام رہا رحمان کے سوا۔ اسکی نظر میں ہر چیز ہے علاوہ تمہارا کونسا

هُوَ جُندٌ لَّكُمْ يَنصُرُكُم مِّن دُونِ الرَّحْمَٰنِ ۚ إِنِ الْكَافِرُونَ إِلَّا فِي غُرُورٍ ۝ أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ

لشکر ہے جو تمہاری مدد کریگا رحمان کے سوا۔ کچھ نہیں کافر دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ علاوہ کون ہے جو تمکو روزی دیگا

إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ ۚ بَل لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَنُفُورٍ ۝

اگر وہ اپنی روزی بند کرلے۔ کوئی نہیں بلکہ سرکشی اور دکنے پر اڑے ہوئے ہیں:

(ترکیب) أو الهمزة للاستفهام والواو للعطف على مقدر اى اغفلوا ولم ينظروا الى الطير جمع طائر ويقع على الواحد والجمع قال ابن الانباري الطير جمع طائر وتانيثها اكثر من تذكيرها ولا يقال للواحد طير بل طائر وقلما يقال للانثى طائرة۔ فوقهم ظرف لصافات او حال وصافات حال من الطير او من الضمير في فوقهم۔ ويقبضن عطف على صافات حملا على المعنى اى يصففن ويقبضن او صافات وقابضات تاتيه كون يجوز ان يكون مستانفا وان يكون حالا من الضمير في يقبضن۔ امن قرئ الجمهور بتشديد الميم على ادغام ميم ام في ميم من وام بمعنى بل من الاستفهامية مبتدا وهذا خبره والذي موصول يرزقكم صلته والمجموع صفة لهذا ينصركم صفة لجند ومن دون الرحمن في محل النصب على الحال من فاعل ينصركم ان امسك رزقه جواب الشرط محذوف لدلالة ما قبله عليه اى ان امسك رزقه فمن يرزقكم غيره لجوا من اللجاج وهو تقحم الامر مع كثرة الصوارف عنه والعتو العناد والطغيان والنفور الشرود وقال ابن عباس في عتو ونفور اى في ضلال۔

(تفسیر) پہلے فرمایا تھا کہ کیا تم اسکے ارضی و سماوی عذاب سے نڈر ہو گئے ہو۔ اسکے بعد ولقد کذب الذین من قبلهم سے اس امر پر ایک شہادت پیش کی تھی اب اسپر ایک برہان پیش کرتا ہے اور اپنی قدرت کاملہ کا تصرف آسمان و زمین کے سوا فضا یعنی ہوا میں بھی دکھاتا ہے۔ فقال اولم یروا الی الطیر فوقهم کہ کیا وہ اپنے اوپر پرندوں کی ٹکڑیاں اڑتے نہیں دیکھتے صافات پر کھولے ہوئے، ویقبضن اور سمیٹے ہوئے۔ اڑنے میں پرند پروں کو کھول دیتا ہے اور جب اسکو اڑنے میں زور دینا ہوتا ہے تو پروں کو سمیٹ بھی لیتا ہے یعنی دونوں حالتوں میں اڑتا اور ہوا میں معلق رہتا ہے نیچے نہیں گر پڑتا۔ ما یمسکهن الا الرحمن انکو رحمان کے سوا اور کوئی تھامے ہوئے نہیں اسی کے یدقدرت انکو ادھر میں تھامے رہتا ہے یعنی انکے اجسام میں (ہر چند چھوٹے اور بڑے ہوتے ہیں) ایسے ایک ایسا ہلکا پن رکھا ہے جو باوجود پر سمیٹنے کے بھی ہوا میں اڑے چلے جاتے ہیں۔ اور دوسرے اجسام گولے چھوٹے ہی کیوں نہوں اس طرح ادھر میں نہیں ٹھہر سکتے۔ دیکھو اسکی ہوا اور فضا پر بھی بادشاہت ہے۔

ف۱ نحاس کہتے ہیں کہ جب پرند اپنے بازو کھول کر اڑتے ہیں تو انکو صافات کہتے ہیں اور جب سمیٹ لیتے ہیں تو قابض کہتے ہیں۔

ف۲ صافات کا مقابلہ قابضات اسم فاعل کا صیغہ نہیں لایا گیا بلکہ یقبضن مضارع کا استعمال ہوا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ پرندوں میں اڑتے وقت پر پھیلائے رہنا اکثری بات ہے اور پر سمیٹ لینا اور پیارتے اڑنا کاہے گاہے ہے جو مضارع کے تجدد و حدوث سے مفہوم ہوتا ہے برخلاف اسکے اسم فاعل دوام و ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔

ف۳ پھر جو ایسی بوجھل چیزوں کو ہوا میں معلق ڈالنے پر قادر ہے کیا وہ اوپر سے پتھراؤ نہیں کرسکتا۔ یا زمین کے رہنے والوں کو زمین میں نہیں دھنسا سکتا۔ لیکن انہ بکل شی بصیر وہ ہر شے کو دیکھ رہا ہے اور اسکی نگہبانی کر رہا ہے ہوا میں اڑتے ہوئے پرندوں کا بھی وہی نگہبان ہے اور زمین

أَفَمَن يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّن يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ

بھلا وہ جو اپنا منہ اوندھا کر کے چلتا ہے وہ سیدھا راہ پایا ہوا ہے یا وہ جو سیدھے رستے پر سیدھا چلا جاتا ہے۔ کہہ وہ جس نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے لیے

السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۖ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ

کان اور آنکھ اور دل بنائے تم بہت کم شکر کرتے ہو۔ کہہ وہ جس نے تم کو زمین میں پھیلایا اور اسی کے پاس

تُحْشَرُونَ ۝ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا

اکٹھے کیے جاؤ گے۔ اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو۔ کہہ خبر تو اللہ ہی کو ہے اور میں تو

أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سِيئَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَقِيلَ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تَدَّعُونَ ۝

صرف ڈر سنانے والا ہوں صاف صاف۔ پھر جب اس کو دیکھیں گے پاس آلگا تو کافروں کے منہ بگڑ جاویں گے اور کہا جاویگا یہ وہ ہے جس کو تم مانگتے تھے ۔

## ترکیب

مکبا حال من ضمیر یمشی علی وجہہ لو کبد اہدی خبر من والہمزۃ للاستفہام الفاء لترتیب ذلک علی ما ظہر من سوء حالہم والمکب اسم فاعل من اکب اللازم المطاوع لکبہ یقال کبہ اللہ فاکب ای سقط وہذا خلاف القیاس لان الہمزۃ اذا دخلت علی اللازم تصیرہ متعدیا وہہنا دخلت علی المتعدی فصیرتہ لازما۔ ہذا قول الواحدی وقال صاحب الکشاف لیس الامر کذلک وما جاء شیء من بناء افعل مطاوعا ولکن قولک اکب معناہ دخل فی الکب وصار ذا کب وقس علیہ نظائرہ اقشع ونقص وانما مطاوع کب وقشع فہو انکب وانقشع۔ امن یمشی خبر من محذوف لدلالۃ خبر من الاولی وہو اہدی وقیل لا حاجۃ الی ذلک لان من الثانیۃ معطوفۃ علی من الاولی عطف المفرد علی المفرد کقولک ازید قائم ام عمرو والخبر واحد لان ام لاحد الشیئین۔ قلیلا نعت لمحذوف وما مزیدۃ لتاکید التقلیل ای تشکرا قلیلا او زمانا قلیلا۔ ان کنتم الخ جواب الشرط محذوف اخبرونی فلما الفاء فصیحۃ معربۃ عن تقدیر جملتین وترتب الشرطیۃ علیہما کانہ قیل وقد اتاہم الموعود بہ فرأوہ فلما رأوہ الخ زلفۃ مصدر بمعنی الفاعل ای قریبا او حال من المفعول سیئت الخ جواب لما یقال ساء الشیء یسوء فہو سیئ اذا قبح واسوء وقیل عطف علی سیئت عطف المجہول علی المجہول تدعون قرأ الجمہور بالتشدید فہو اما من الدعاء او من الدعوی کما قال الزجاج والمعنی تطلبون وتستعجلون وتمنون وتسألون وقرئ مخففا ومعناہ ظاہر

## تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ عتو اور نفور میں اڑے ہوئے ہیں اب ان دونوں وصفوں کی قباحت بیان فرماتا ہے۔ فقال افمن یمشی مکبا علی وجہہ اہدی امن یمشی سویا علی صراط مستقیم۔ کہ کیا وہ شخص جو اونچے نیچے رستے میں ٹھوکریں کھاتا منہ کے بل گرتا ہوا چلتا ہے اس سے زیادہ رستے پر ہے جو صاف اور برابر رستے میں سیدھا چلا جاتا ہے گرتا پڑتا نہیں ہے۔ حالانکہ دونوں کو برابر کوئی نہیں کہیگا چہ جائیکہ اس ٹھوکریں کھانے والے اندھے کو جو بُرے رستے پر چلتا ہے اس سے زیادہ رستے پر اور مقصود کو پہنچنے والا کہے پس وہ جو آسمانی قانون اور انبیاء علیہم السلام کے رستے پر صاف چلا جاتا ہے وہ مومن نیک ہے ضرور منزل مقصود کو پہنچے گا اور یہ ٹھوکریں کھانے والا جاہل سرکش نفس اور شہوت اور جہالت اور رسم آبائی کے رستے پر چلتا ہے جو پُر خار دار اور خطرناک رستہ ہے اسمیں بڑے بڑے عمیق

اور اسکے رہنے والوں کا بھی وہی نگہبان ہے اگر ذرا بھی اپنی نگہبانی چھوڑ دے تو ہر چیز ہلاک ہو جاوے بڑے بڑے کرات کس تیزی کے ساتھ حرکت کرتے ہیں
انکا بھی وہی نگہبان ہے کا ہے آپس میں لڑنے نہیں دیتا۔ دریاؤں میں بڑے بڑے جہاز اور کشتیاں دوڑتی پھرتی ہیں انکا بھی وہی نگہبان ہے انسان کا وجود
اور اسکی حیات میں خلل انداز چیزوں کی روک تھام اسیکا کام ہے ایک کور باطن ان سب باتوں کو اسباب سے جانتا ہے روشن ضمیر مسبب الاسباب سے
جانتا ہے توحید و شرک کفر و اسلام میں یہی فرق ہے۔ کافر اپنے اسباب پر مغرور رہتا ہے وہ انہیں کو اپنے فتح و نصرت کا لشکر سمجھتا ہے اسلئے انکے
مقابلہ میں فرماتا ہے امن ہذا الذی ہو جند لکم ینصرکم من دون الرحمن۔ بھلا بتلاؤ تو سہی کہ وہ تمہارا کونسا لشکر ہے جو تمکو رحمن کے مقابلہ میں مدد دیگا؟
وہ جب چاہتا ہے ان ہم سپاہیوں میں کھٹک ڈالدیتا ہے۔ ریل گاڑی کو الٹا دیتا ہے تار کو رد کردیتا ہے دریا میں اگبوٹوں کو ڈبو دیتا ہے باوجود صفائی کے
ہوا کا لشکر بھیج کر سینا پاس کرا دیتا ہے لشکروں کے دلوں میں ضعف و خوف ڈالدیتا ہے عقلیں مار دیتا ہے پھر جو سوجھتی ہے الٹی ہی سوجھتی ہے پھر بھلا
کوئی تدبیر نہیں چلتی کوئی پیش آتا۔ اسکے بادلوں کے لشکر اور ہوا کے تھپیڑے اور آسمانی پتھروں کے گولے اور زلزلہ کا دھاوا تھوڑی ہی دیر میں
کچھ سے کچھ کر دیتا ہے بارہا مشاہدہ کیا ہوگا الغرض سب تدبیریں بگاڑ دیتا ہے پھر وہاں کوئی کام نہیں آسکتا ❁

اسباب ظاہریہ کے سوا عرب کے جاہل بلکہ عموماً اور ملکوں کے جاہل بھی اپنے خیالی معبودوں اور انکی عجائب تاثیروں کو ہر مصیبت کے
وقت اپنا یار و مددگار سمجھتے تھے بلکہ ابتک سمجھتے ہیں۔ اپنی جان اور اولاد اور مال کی حفاظت اور ترقی کہیں ستاروں پر محمول کرتے ہیں
کہیں غیر مرئی ارواح کے سپرد کرتے ہیں کہیں نقشوں اور منتروں کی تاثیرات سے مرض و بلا کا دفعیہ سمجھتے ہیں اور خدائے قادر کو چھوڑ کر ان چیزوں
کی طرف دوڑے جاتے ہیں اسلئے فرماتا ہے ان الکافرون الا فی غرور کہ کافر محض دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اس کے سوا کوئی کچھ نہیں کر سکتا
اسلام انسان کو ان بکھیڑوں سے نجات بخشدیتا ہے ❁

کسی کی التجا کرنی اور اسکو پوجنے کے دو ہی سبب ہوتے ہیں اول دفع مضرت کہ ہماری مصیبت کو رد کریگا سو کفار و مشرکین کا اپنے خیالی
معبودوں کی نسبت یہ بھی خیال تھا جسکو امن ہذا الذی ہو جند لکم ینصرکم من دون الرحمن میں رد کر دیا اور پورا رد کر دیا۔ دوسرا سبب نفع کی امید کہ
اس سے یہ فائدہ پہنچیگا یہ دیگا وہ دیگا سو کفار و مشرکین کو اپنے الٰہ باطلہ کی نسبت یہ بھی خیال تھا کہ کسی سے رزق روزی مانگتے تھے کسی سے اولاد تندرستی
طلب کیا کرتے تھے۔ اس خیال کا ابطال اس جملہ میں کرتا ہے۔ امن ہذا الذی یرزقکم ان امسک رزقہ۔ کہ بتاؤ وہ کون ہے جو تمکو رزق روزی یا
کچھ بھی دے سکے اگر وہ اپنا رزق یا بخشش روک لے؟ کوئی نہیں کیونکہ سب اسکے سوا ممکن ہیں جو اپنی ذات و صفات ہی میں اسکے
محتاج ہیں۔ ہر طرف بارش بند کرلے تو معلوم ہو جاوے۔ سب کچھ جانتے ہیں۔ بل لجوا فی عتو ونفور۔ بلکہ اپنی سرکشی اور گمراہی پر اڑے
ہوئے ہیں۔ سبب یہ ہے کہ انسان میں دو قوتیں ہیں پہلی علمیہ، دوسری عملیہ۔ پس عتو حرص دنیا کے سبب سے ہے جو قوت عملیہ کے
ابطال پر دلالت کرتا ہے۔ اور نفور حق سے جہل کے سبب جو ابطال قوت علمیہ پر دلیل ہے۔ یعنی ان بدنصیبوں نے اپنی دونوں
قوتوں کو خراب کر دیا اسلئے ہٹ کر رہے ہیں ❁

---

ف رزق روزی دینا ہے کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور کبھی مطلق دینے کے معنی میں بھی جیسا رزق دینا اولاد تندرستی دینا کہتے ہیں رزقنی اللہ اولادا و اموالا
ای اعطانی اولادا و اموالا۔ یہاں رزقہ کو عام معنی میں مراد لیا جاوے تو بہت مناسب ہے ۱۲ منہ

واضح ہو کہ یہ دلائل صحت و ثبوت حشر و نشر کے لیئے ہیں تاکہ وہ آزمائش صحیح سمجھی جاوے جسکا اول سورہ میں ذکر تھا لیبلوکم ایکم احسن عملا وہو العزیز الغفور۔ پھر اس مقصود کے ثابت کرنے کے لیئے اپنے کمال قدرت پر چند دلائل بیان فرمائے اور انکو ہو الذی ذراکم فی الارض تک تمام کیا اور یہ ثابت کر دیا کہ جسکا ابتداءً پیدا کرنیکی قدرت ہے وہ مرنے کے بعد بھی زندہ کر سکتا ہے اسلیئے اسکے بعد یہ جملہ والیہ تحشرون گویا تمام دلائل کا نتیجہ ہے جسکے ثبوت میں کسی عقلمند کو ذرا بھی کلام ہو سکتا ہے۔ اس جملے کو سنکر منکرین حشر کو کوئی حجت باقی نہ رہی مگر صرف مسخرے طور کہنے لگے ویقولون متی ہذا الوعد ان کنتم صادقین۔ کہ وہ وعدہ یعنی قیامت کب ہے اگر تم سچے ہو تو اسکی تعیین کرو۔ ایک مہمل سوال ہے کسلیئے کہ خواہ وہ کبھی ہو اسکے لیئے عاقل کو تیاری کرنا چاہیئے اسلیئے اسکا جواب بھی دوسری طرح سے دیا گیا۔ قل انما العلم عند اللہ وانما انا نذیر مبین کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہدے کہ اسکے وقت کا علم تو اللہ ہی کو ہے اور میں جو ہوں تو محض اس سے ڈرا دینے والا ہوں صاف صاف اسکے لیئے تعین وقت کا علم کوئی ضروری نہیں ہاں اسکا علم ضروری ہے جو نذیر کے لیئے کافی ہے سو وہ مجھے حاصل ہے اور اسکا مجھے کامل یقین ہے پھر جب وہ وقت آئیگا کسیکا کوئی تعین نہیں جانے کب آجائے تو کیا حال ہوگا ؛

فلما راوہ زلفۃ جبکہ اس وعدے کو دیکھیں گے کہ قریب آگیا سیئت وجوہ الذین کفروا منکروں کے منہ بگڑ جائیں گے۔ وحشت اور ہیبت کے مارے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔ وقیل ہذا الذی کنتم بہ تدعون اور اس وقت شرمندہ اور ذلیل کرنے کو کہا جاویگا کہ یہی ہے کہ جسکے ایک دوسرے سے کہتے تھے (یعنی وہ وہی قیامت ہے کہ جسکا تمہیں دعویٰ تھا کہ ہرگز نہوگا یا یہ وہ کہ جسکو تم دنیا میں مانگا کرتے تھے کہ وہ کہاں ہے اور کیوں نہیں جلد آجاتا ؛

سبحان اللہ مصیبت کا وقت بھی برا وقت ہوتا ہے خصوصاً جسکا کوئی تدارک نہو سکے جب وہ سامنے آتا معلوم ہوجاتا ہے تو ہوش و حواس باقی نہیں رہتے اور رنج و تکلیف ہیبت و دہشت کے آثار چہرے پر ایسے نمایاں ہوتے ہیں کہ چہرہ بگڑ جاتا ہے۔ پس ایسی مصیبت آنے والی ہو اور اسکے آنے میں کچھ بھی کلام نہو تو اس سے بے خبر رہکر حجت بازی کرنا کیسی حماقت اور کیسی بدنصیبی ہے ؛

ان آیات میں مسئلہ حشر کی ہولناک کیفیت بیان کی گئی جو رسالت کا ایک مقصد عظیم ہے کسلیئے کہ یہی انسان کے شہوانی خیالات کو پست کرنیوالی چیز ہے ؛

**ف** حشر حقیقی کا تو ایک وقت معین ہے کہ آسمان و زمین یعنی یہ عالم ناسوتی فنا ہو کر عالم ملکوتی ظہور کریگا اور وہاں اس عالم کی ہر چیز اپنی اپنی صورتوں میں ظاہر ہوگی اور تمام بنی آدم خدا تعالیٰ کے پاس حاضر کیئے جاوینگے جزا و سزا کے لیئے اور یہی راز ہے اس جہان میں آنے کا جسکو پہلے لیبلوکم ایکم احسن عملا میں بیان فرمایا تھا مگر مرنے کے بعد بھی خدا کے پاس ارواح جزا و سزا کے لیئے حاضر کی جاتی ہیں اور اسکو قیامت صغریٰ کہتے ہیں اور کیا سچا قول ہے من مات فقد قامت قیامتہ کہ جو مر گیا اسکی قیامت برپا ہوگئی یہ قیامت کبریٰ کا دروازہ ہے اور یہ بھی مبہم رکھی گئی ہے تاکہ انتظام عالم میں خلل نہ آوے اور زیرک ہر وقت ہوشیار رہے پھر یہ کبھی فرادی فرادی ہوتی ہے اور کبھی کوئی آسمانی حادثہ یکایک آپڑتا ہے کہ جس سے ہزاروں لاکھوں یکبارگی ملک عدم میں پہنچ جاتے ہیں ان باتوں کی طرف بھی والیہ تحشرون میں اشارہ تھا کفار و مشرکین کی قوت نظریہ اور عملیہ دونوں خراب ہو چکیں تھیں وہ اسکی بابت بھی وقت کی تعیین پوچھتے تھے کہ وہ حادثہ جسکو ہم محض خدا کی طرف سے اپنے کفر و بت پرستی کی سزا میں سمجھیں کب آئیگا۔ یہ بڑا گستاخانہ سوال ہے اس عالم میں سیکڑوں حوادث پہلے گزر چکے جنکے آثار تمہارے سامنے ہیں اور بہت سے گزر رہے ہیں پھر انکی بابت سوال کرنا کہ وہ کب ہوں گے بڑی بیہودہ بات ہے جسکا جواب یہی ہے کہ جب اسکو سامنے آتے دیکھیں گے تو منہ بگڑ جائیں گے ؛

گر پڑتے ہیں ٹھوکریں کھاتا منہ کے بل گرتا پڑتا جاتا ہے یہی منزل مقصود تک بھی نہیں پہنچ سکتے ہر راہ میں گر کر ہلاک ہوگا یہ کافر سرکش اسلام سے نفرت کرنے والے کی مثال ہے۔

پھر بعض مفسرین کہتے ہیں اسمیں کسی خاص شخص کی طرف اشارہ نہیں بلکہ عموم مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں شخص خاص کی طرف دونوں مثالوں میں اشارہ ہے۔ پھر بعض کہتے ہیں حضرت نبی علیہ السلام اور ابوجہل مراد ہیں ابن عباسؓ کہتے ہیں حمزہ بن عبدالمطلب اور ابوجہل مراد ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں آیت میں کافر و مومن کی روش کجی اور راستی کا بیان ہے بعض کہتے ہیں آخرت کے حال کا ذکر ہے کہ کفار آخرت میں اوندھے گرتے ہوئے چلیں گے۔ کما قال ونحشرہم یوم القیامۃ علی وجوہہم۔ اور مومن جنت کی طرف سیدھے دوڑتے ہوئے جائیں گے۔ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور کفر کی تمثیل ہے کہ آخرت میں بھی وہ یوں متمثل ہو کر سامنے آئیگی۔ یہ بھی مسئلہ نبوت کے متعلق ایک پُر اثر بیان ہے۔ اسکے بعد اثبات قدرت کاملہ پر پھر ایسے دلائل شروع کرتا ہے جن سے یہ بھی ثابت ہو جاوے کہ مرنے کے بعد بار دگر زندہ کر دینے پر بھی وہ قادر ہے کیونکہ کفار عرب حشر کے منکر تھے اور یہ انکار اصول حسنات سے روکنے والا اور شہوت پرستی پر جرأت دلانے والا تھا۔

اول شاہد تو پہلے گذر چکا تھا۔ اب دوسرا شاہد ذکر کرتا ہے۔ فقال قل ہو الذی انشاکم وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلا ما تشکرون کہ وہی تو ہے کہ جسنے تمکو پیدا کیا نیست سے ہست میں لایا اور اسکے بعد تمہارے لیے شنوائی اور دیکھنے کو آنکھیں اور سمجھنے کے لیے دل بنا دیئے پر تم کم شکر کرتے ہو۔ پہلی دلیل میں پرندوں کا ہوا میں تھامنا ذکر تھا جو اسکی قدرت کا ایک عجیب کرشمہ ہے۔ یہاں انسان کی پیدائش اور اسکی صفات پیدا کرنا بیان فرماتا ہے جو ایک عجیب حیرت بخش مسئلہ ہے جسمیں جس قدر غور کرتے جاؤ ہزاروں اسرار قدرت سمجھ میں آتے جائیں گے۔ آخر عقل و ادراک خیرہ ہو کر یہی کہہ دیتا ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ اس برہان میں کئی باتوں کی طرف اشارہ ہے (۱) یہ کہ جسنے تمکو پیدا کیا اور جسنے تمکو عقل و ادراک ہوش و حواس عطا کیا اسکو چھوڑ کر اور کی طرف جھکنا کس قدر ناانصافی ہے۔ (۲) یہ کہ بن مانگے جسنے تمکو یہ جواہر عطا کیے جنمیں سے ایک کی بھی قیمت کوئی نہیں دے سکتا نہ وہ کسی طرح مول لیے جا سکتے ہیں پھر وہ تمہاری رفع حاجات و دفع بلیات میں تمہارے مانگنے پر کیوں کوتاہی کرنے لگا پھر اوروں کی طرف جاتے ہو کیا یہی شکر گزاری ہے؟ (۳) جسنے دنیا میں آنے کا راز نہیں سمجھا حالانکہ جسنے تم کو کان دیے تھے کہ بزرگوں سے سنکر سمجھتے اور آنکھیں بھی دی تھیں کہ اسکی مخلوقات میں نظر کر کے عبرت حاصل کرتے اور جانتے کہ یہ جو لوگ اس جہان میں آتے اور چند دن رہکر چلے جاتے ہیں کیا بات ہے؟ آنکھوں سے بھی تمنے کام نہ لیا دل بھی دیئے تھے کہ خود غور کرتے مراقبہ کرکے سمجھتے مگر اس سے بھی کام نہ لیا انکو تو حُبِّ دنیا و حُبِّ شہوات سے بھر رکھا ہے ہمارے آنے کے لیے جگہ ہی باقی نہ رکھی پھر ان چیزوں کی یہی شکر گزاری ہے سچ ہے قلیلا ما تشکرون۔ (۴) جسنے تمکو اول بار بغیر نمونے کے بنا دیا تمہارے جسم کے اجزا کن کن غذاؤں سے کیسے جمع کیے پھر کیا وہ بار دگر تمکو مرنے کے بعد زندہ نہیں کر سکتا؟ -

اسکے بعد تیسرا شاہد بیان فرماتا ہے جسمیں یہاں آنے کے راز کو کسی قدر ظاہر کیا ہے کہ اسکے پاس جا رہے ہو پھر کچھ کرکے جاؤ۔ فقال ہو الذی ذرأکم فی الارض والیہ تحشرون کہ اسنے تو تمکو زمین پر پھیلا دیا کوئی ملک نہیں کہ جہاں اولاد حضرت آدمؑ نہو تھوڑے دنوں میں حضرت آدم علیہ السلام کی نسل دنیا بھر میں پھیل گئی یہ برکت اسکے عطا کی ہے پھر جسنے پھیلایا وہی تمکو سمیٹ کر اپنے پاس ایک روز جمع کر لیگا۔

| سورۂ قلم مکیہ ہے اس میں | بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ | باون ۵۲ آیات اور دو ۲ رکوع ہیں |
|---|---|---|

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّكَ

نون قسم ہے قلم کی اور انکی جو اس سے لکھتے ہیں تو تو اپنے رب کی عنایت سے دیوانہ نہیں ہے اور تیرے لئے تو بیشمار اجر ہے اور بلاشبہ تو

لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ

بڑا ہی اچھے خلق پر ہے۔ سو اب تو بھی دیکھ لیگا اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے بیشک تیرا رب ہی خوب جانتا ہے کہ کون بہکا ہے

سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝

اسکی راہ سے اور وہی خوب جانتا ہے راہ پانے والوں کو۔ پس تو جھٹلانے والوں کی نہ مان۔

## ترکیب

ن قرئ بادغام النون الثانیۃ من ہجائہا فی الواو وقرئ بالاظہار و بالفتح و بالکسر و بالضم اما الفتح فباضمار فعل والجر علی اضمار القسم او لالتقاء الساکنین والضم علی البناء۔ والقلم الواو للقسم و ما موصول یسطرون صلتہ والعائد محذوف والجملۃ معطوفۃ علی القلم ما انت الخ جواب القسم وان لک الخ جملۃ معطوفۃ علی الجملۃ السابقۃ و انک ایضا معطوفۃ علیہا والجملات الثلاث جواب القسم بایکم المفتون الباء زائدۃ ویمکن ان یکون المفتون مصدرا مثل المعقول والمیسور ای بایکم الجنون الخ

## تفسیر

جمہور کے نزدیک یہ سورۃ بھی مکے میں نازل ہوئی ہے حسن و عکرمہ و عطاء کا بھی یہی قول ہے۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ سب سے اول اقرأ نازل ہوئی۔ پھر سورۂ نون پھر مزمل پھر مدثر اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی یہی فرماتی ہیں کہ یہ سورۃ مکے میں نازل ہوئی بعض کہتے ہیں کہ کچھ مکے میں اور کچھ مدینے میں نازل ہوئی اس سورۃ کو سورۂ قلم بھی کہتے ہیں اور سورۂ نون بھی۔ کیونکہ نون بھی اسکے اول میں ہے اور قلم بھی ہے۔

اس سورۃ میں بھی بلحاظ تقدم نزول کے مسئلہ نبوت پر دلچسپ بحث ہے اور آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات میں جو مخالفین نبوت اپنے خیالات فاسدہ سے عیب ثابت کرتے تھے کہ آپ دیوانے ہیں اور ناحق دنیا سے لڑتے جھگڑتے ہیں بدخلق ہیں انکی بدلائل رد کی ہے اور یہ کچھ نئی بات نہ تھی مستبعد کیونکہ ملک عرب اور اسکا مکہ شہر گمراہی اور ہلاکت کی اندھیروں میں پڑا ہوا تھا ایسے وقت خدائے پاک کی توحید و عظمت بیان کرنا اور مکارم اخلاق کی تعلیم دینا اور اُن بُری باتوں کی ممانعت کرنا جو انکی طبیعت میں خمیر ہوگئی تھیں اور صدیوں سے باپ دادا کو انہیں پر چلتے دیکھتے آئے تھے ایک نہایت حیرت خیز بات تھی جسکے قائل کو دیوانہ کہنا کچھ بڑی بات نہ تھی اور جا بجا پر درد الفاظ میں منادی کرنا اور دہ بیندی سے ان ڈوبتوں کو بچانے کی کوشش کرنا انکی طبیعت کے برخلاف کام تھا جسکو بدخلقی اور تعصب کہتے تھے اور آپ کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ آپ کے حق میں مہلک خیال کرتے تھے اور آپکو اس طرح بیچ سے پھیر کر اپنی طرف لانا آپکے حق میں بہتر خیال کرتے تھے ان سب باتوں کا رد ان آیات میں بڑے تسلی بخش الفاظ میں کیا گیا ہے عرب میں دستور تھا کہ جھوٹی بات کو قسم کھاتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ جو کوئی جھوٹ پر قسم کھائیگا برباد ہو جائیگا اسلئے خدائے پاک اپنے کلام کو جو آنحضرت صلعم کی زبان سے ادا کرتا ہے قسم سے شروع کرتا ہے۔ فقال ن والقلم وما یسطرون کہ قسم ہے نون اور قلم سے لکھی ہوئی چیزوں کی ما انت الخ کہ تو اے محمد فضل الٰہی سے دیوانہ نہیں جیسا کہ وہ کہتے ہیں۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ

کہہ بھلا دیکھو تو سہی اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر مہر کرے پھر وہ کون ہے جو منکروں کو دردناک عذاب سے بچاوے۔ کہہ وہی رحمان ہے ہم مہربان لائے

وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝ ع

اور اُسی پر ہم نے بھروسہ کیا۔ پھر تمکو ابھی معلوم ہو جاویگا کہ کون صریح گمراہی میں پڑا ہے۔ کہہ بھلا دیکھو تو سہی اگر تمہارا پانی خشک ہو جاوے تو کون ہے جو تمہارے پاس صاف پانی لے آویگا؟

ارءیتم بمعنی اخبرونی کما قال اکثر المفسرین والجملۃ الشرطیۃ ان اہلکنی اللہ الخ سدت (ترکیب) مسد المفعولین فمن یجیر الکافرین الخ جواب الشرط امنا بہ وعلیہ توکلنا صفۃ الرحمن وقیل ہو ضمیر الشان امنا خبر الرحمن من استفہامیۃ فی محل النصب علی انہ مفعول تعلمون ان اصبح شرط غورا خبر اصبح والغور مصدر فی معنی الفاعل یقال غار الماء غورا ای نضب فمن یاتیکم الجملۃ جواب الشرط بمعین ظاہر تراہ العیون وقیل ہو من معن الماء اذا کثر وقال قتادۃ والضحاک اے جار؛

ان آیات کا شان نزول یہ ہے کہ کفار آنحضرت صلعم سے یہ کہا کرتے تھے کہ کیا ہم پر قحط وباء وغیرہ (تفسیر) کا عذاب آویگا تو تم بچ جاؤگے؟ یہ بھی ایک نامعقول گفتگو تھی اسلیے آنحضرت صلعم کو فرماتا ہے قل ارءیتم ان اہلکنی اللہ ومن معی او رحمنا فمن یجیر الکافرین من عذاب الیم۔ کہ اے نبی ان سے کہہ دے کہ بتاؤ اگر مجھے اور میرے ساتھ والوں ایمانداروں کو اللہ ہلاک کر دے یا اپنی مہربانی سے بچا لے جو کچھ ہوگا تم عذاب الیم سے جو تمہارے کفر کا بدلہ ہے کس طرح بچ سکتے ہو۔ اپنی فکر کرو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کفار آنحضرت صلعم وصحابہ کو برا بھلا کہتے تھے اور کوستے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ ہمارے معبودوں کو نہیں مانتے یہ جلد ہلاک و برباد ہونگے اسکے درجواب یہ کہا گیا کہ ہمارا کام اللہ کے ہاتھ میں ہے چاہے ہلاک کرے چاہے بچا لے مگر تمکو تمہارے معبود عذاب الیم سے کسی طرح بچا نہیں سکتے۔ ہمکو ہلاک کرے یا مہربانی کرے شک کے طور سے نہیں کہا بلکہ آنحضرت صلعم کو اپنے اوپر اور اپنی گروہ پر مہربانی کا بھروسہ کامل تھا اور آپ کو وعدہ دیا گیا تھا لیکن ایسے محل پر مخالف ہٹ دھرم سے اسی طرح کی گفتگو کیا کرتی ہے۔ اسی لیے اسکے بعد فرماتا ہے قل ہو الرحمن آمنا بہ وعلیہ توکلنا کہ اُنسے کہہ دے وہ رحمان یعنی نہایت مہر کرنیوالا ہے ہم اُسی پر ایمان لائے اور اُسی پر ہمارا ہر کام میں بھروسہ ہے۔ بیشک وہ اپنے اوپر بھروسہ کرنیوالوں ایمان لانیوالوں کو نوازتا ہے۔ تمہارے بُت ہمارا کچھ بھی نہ کر سکیں گے تم ایسے بیہودہ خیالات کی صریح گمراہی میں ہو ابھی تمکو معلوم ہو جاویگا فستعلمون من ہو فی ضلال مبین۔ کہ کون صریح گمراہی میں پڑا ہوا ہے؟ ابھی سے کیا مراد؟ موت کے بعد جو قبر سے یا وہ بلائیں عنقریب پیش آنیوالیاں ہیں چنانچہ قحط آیا مقہور ہوئے۔ یا یہ مراد کہ خدا پاک نور ہدایت کو پھیلاتا جاتا ہے ابھی تمکو بعد میں معلوم ہو جاویگا کہ ہم صریح گمراہی میں تھے چنانچہ تھوڑے دنوں کے بعد ہزاروں لاکھوں اسلام کے نور سے منور ہوئے اور بعد میں مقر ہو گئے کہ ہم گمراہی میں تھے یا قیامت کے دن۔ گو قیامت بظاہر دور ہے مگر آنے والی ہے اور آنے والی دُور بھی نزدیک ہوتی ہے؛

اسکے بعد انکے بتوں کی کمزوری اور خدائے تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر ایک دلیل بیان فرماتا ہے قل ارءیتم ان اصبح ماؤکم غورا فمن یاتیکم بماء معین۔ کہ اُنسے کہہ بھلا بتاؤ تو سہی خدا اگر تمہارے پانی کو (یعنی کنوؤں کے یا نہروں کے پانی کو) سکھا دے تو پھر وہ کون ہے جو کثرت سے پانی تمہارے پاس لے آوے۔ اس بات کو وہ بھی مانتے تھے کہ اسکے سوا اور کوئی نہیں بس میرا بادشاہ بابرکت جسنے برکت کے یہ سامان کیے اسپر بھی قادر ہے کہ وہ پانی کہ جسپر تمہاری زندگی کا مدار ہے خشک کر دے پھر وہ قادر نافع وضار ہے یا تمہارے معبود؟ میرے معبود کے ہاتھ تمہاری جان ہے تمہارے معبودوں کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں سبحان اللہ کس موقع پر کلام تمام کیا ہے کہ جسکو اول و اوسط سے کمال ارتباط ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس جملے کے بعد مستحب ہے کہ اللہ رب العالمین کہے جسکا یہ مطلب کہ اللہ پانی لاویگا۔ بعض متکبرین نے یہ آیت سنکر کہا ہم کھود کر نکال لاوینگے خدا نے اسکی آنکھوں کا پانی کھو دیا۔ اللہ سے ڈرتا رہے گستاخی نکرے؛

صاف مطلب یہ ہے کہ ن ایک حرف ہے جو شروع کلام میں کسی خاص رمز کے لیے آیا ہے جسکو وہی خوب جانتا ہے جیسا کہ اور حروف سورتوں کے اوائل میں آئے ہیں۔ والقلم وما یسطرون سے قسم شروع ہوئی ہے کہ یہاں قلم کی قسم اور اسکی جو لکھتے ہیں۔ اب قلم سے خواہ وہ نورانی قلم مراد لو یعنی اندازہ الٰہیہ کہ جسنے ازل میں ہر شے کو الواح علمیہ پر ثابت کر دیا جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے جف القلم بما انت لاق رواہ البخاری۔ قلم کے خشک ہونے سے کنایہ ہے قلم الٰہی سے مقادیر لکھے جانے اور اسکے فارغ ہو جانے سے۔ ترمذی نے روایت کی ہے کہ اول اللہ نے قلم کو پیدا کیا پھر اس سے کہا لکھ اُسنے کہا کیا لکھوں فرمایا تقدیر لکھ پھر جو ہوا اور ابد تک ہوگا سب کچھ لکھا گیا۔ قلم اور لوح وہی تقدیر علمی اور مرتبہ ثبوت فی علم اللہ ہے جو ازل میں تھا جس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ اس نوشتۂ ازلی کا ثبوت انجیل متی کے ۲۶ باب ۵۳ جملہ سے بھی ہے قولہ کیا تو نہیں جانتا کہ میں ابھی اپنے باپ سے مانگ سکتا ہوں اور وہ فرشتوں کے بارہ تمن سے زیادہ میرے لیے حاضر کر دیگا ۵۴ پر نوشتوں کی بات کہ یوں ہی ہونا ضرور ہے کیونکر پوری ہوگی۔ خواہ اس سے مراد وہ قلم اور وہ لکھنا ہو کہ جو ملائکہ انسان کے نیک و بد کام لکھتے ہیں جس طرح کہ منکرین نبوت کے لیے مسلّم ہیں۔ خواہ دنیاوی لوگوں کے قلم اور انکی تحریرات مراد ہوں پھر عام ہے کہ ہر علم و انتظام دنیا کی بابت ہوں کیونکہ یہ بھی انعام الٰہی ہے جس پر دنیا کے صدہا انتظام مربوط ہیں خواہ علماء ربانیین کے قلم اور انکی تحریر مقدس اور الہامی کتابوں کی بابت ہو جسکو قریش بھی عمدہ اور متبرک سمجھتے تھے یا عام علمی قلمیں اور انکی تحریریں ہوں۔ جن میں اشارہ ہے کہ اسے دنیا میں پہلے بھی انبیاء علیہم السلام بھیجے ہیں اور انکے منہ کی الہامی باتیں لوگوں نے تحریر کی ہیں اور پھر انکو بھی اس عہد کے جاہلوں نے دیوانہ بنایا ہے جس پر وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے ہیں اور ان باتوں کو اہل قلم مؤرخین نے لکھا ہے انسے پوچھ دیکھو بہرحال ایک عمدہ اور اعلیٰ چیز کی قسم ہے کفار کے ابطال کے لیے کہ وہ نبوت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنے اور آپ کو دیوانہ کہتے تھے اس بات کا رد کرنے میں نون اور قلم اور تحریر کی قسم سے ایک عمدہ مناسبت ہے۔ کیونکہ نبوت علوم کا سرچشمہ ہے جو ایک اعلیٰ ترین نعمت ہے جسکے فیوضات بعد میں انہیں کے رو برو مبارک ہاتھ لکھا کرتے ہیں اور مقدس صحائف میں درج ہوتے ہیں اور وہ دنیا کی اصلاح و فلاح کا عمدہ ذریعہ ہوتے ہیں مگر جاہل دماغ جب ان باتوں کو قبول نہیں کرتے تو ایسے لوگوں کو دیوانہ کہہ دیا کرتے ہیں اسی طرح ہر معنی سے قسم اور مقسم بہ میں مناسبت ہے ؛

اور پھر ان چیزوں کی قسم پہلی سورہ تبارک سے کمال مناسبت رکھتی ہے کیونکہ اُس سورہ میں خدا تعالیٰ نے اپنی بادشاہی کا اظہار کیا تھا اور اسکے متعلق آسمانوں و زمین کا بنانا اور وسیع مکان بنانا اور مطیع و سرکشوں کے لیے دارالانعام اور جہنم کا قیدخانہ وغیرہ اُمور ذکر فرمائے تھے مگر دفتر شاہانہ کا ذکر نہ آیا تھا اسلئے یہاں نون اور قلم اور تحریر سے وہ بات بھی ثابت کر دی۔ قلم کے فضائل یعنی علم کی خوبیاں اور قلم سے نبوت کی مناسبت کہ قلم جس طرح لکھنے والے کے ہاتھ میں مجبور ہے اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام تابع الہام ہیں آپ سے کچھ نہیں فرماتے وما ینطق عن الہوی پر علماء نے بہت کچھ بیان کیے ہیں ؟ ؛

تین چیزوں کی قسم کھائی ن۔ قلم۔ تحریر کی اور قسم کھا کر تین باتیں بیان فرمائیں (۱) ما انت بنعمۃ ربک بمجنون کہ تو اپنے رب کی نعمت یعنی عنایت سے دیوانہ نہیں اس جملہ کو اسمیہ اور باء سے مؤکد کیا جو عین مقتضائے بلاغت تھا کیونکہ وہ آپ کو مجنون بھی بڑے زور سے کہتے تھے اور وجہ مجنون کہنے کی وہی تعلیم توحید و مکارم اخلاق تھی مگر نیا ایک سبب اور بھی پیدا ہو گیا تھا وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار نبوت کے بعد کہ جس سے تمام مکے میں کھلبلی پڑ گئی تھی حضرت خدیجہؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ام ایمنؓ آپ کی لونڈی اور زیدؓ آپ کے متبنّیٰ ایمان لائے تو آپ نے انکو وضو اور نماز کے طریقے سکھائے جس سے اور بھی اہل مکہ کو نئی بات دیکھ کر حیرت ہوئی اور آپ کو دیوانہ کہنا شروع کر دیا اور لطف یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

نون سے کیا مراد ہے؟ اسکی پوری بحث سورۂ بقرہ کی تفسیر الم میں ہم کر آئے ہیں مگر یہاں اس قدر جان لینا کافی ہے بعض علما فرماتے ہیں کہ نون کسی کلمہ کا حرف ابتدائی یا اخیر حرف ہے جس سے آنحضرت صلعم کو اطمینان دلایا جاتا ہے۔ ابتدائی حرف کی صورت میں بعض کہتے ہیں ۔ ناصر یا نصر یا نحن نصر کا ابتدائی حرف ہے کہ اے محمد کفار کے غلبہ و شوکت اور اپنے متبعین کے ضعف و قلت کا خیال نہ کر ہم ان کی مدد کرینگے اور غلبہ دینگے چنانچہ غلبہ دیا اور وعدہ سچا کر دکھایا بعض کہتے ہیں نور کا ابتدائی حرف ہے کہ اے محمد دنیا ظلمات سے بھر گئی ہے اللہ نے اپنا نور ظاہر کیا جو تجھے بھیجا اور جہان کو روشن کرنے کے لیے مکے کے پہاڑوں سے آفتاب ہدایت کو جلوہ گر کیا جسکی کرنیں تھوڑے سے دنوں میں زمین کے کناروں تک پھیل گئیں اور وہ کسی کے روکے سے نہ رکیں واللہ متم نورہ۔ اور اخیر حرف کی صورت میں بعض کہتے ہیں الرحمن کی طرف اشارہ ہے کہ ہم رحمان ہیں اسی رحمت کاملہ سے دنیا میں نبی اور کتابیں بھیجی ہیں بعض کہتے ہیں اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس سورہ کی آیات میں اخیر حرف نون ہے جیسا کہ بلغا فصحا اول ہی کہہ دیتے ہیں کہ لام یعنی لام کی ردیف ہوگی ان صورتوں میں نون حروف میں سے ایک حرف تہجی مراد ہوگا۔ بعض کہتے ہیں کہ نون سے مراد مچھلی ہے پھر بعض کہتے ہیں وہ مچھلی کہ جسنے حضرت یونس علیہ السلام کو لقمہ کیا تھا بعض کہتے ہیں کہ وہ مچھلی ہے جسکی پشت پر زمین ہے جسکا نام لہموت یا بلہوت ہے۔ پھر اسکی تفصیل میں ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ جب خدا نے آسمان و زمین بنائے تو عرش سے فرشتہ بھیجا جسنے زمین کو اپنے مونڈھوں پر اٹھا لیا مگر فرشتہ کے پاؤں ٹکنے کی جگہ نہ تھی خدا نے ایک بیل بھیجا جسکے چالیس ہزار سینگ اور چالیس ہزار پاؤں تھے بیل کے کوہان زمرد کی چوکی رکھی اسپر فرشتے نے پاؤں رکھے مگر پھر بیل کے پاؤں رکھنے کی کوئی جگہ نہ تھی اسکے لئے ایک بڑا پتھر پیدا کیا جسپر وہ بیل کھڑا ہوا اور بیل کے سینگ زمین میں سے باہر نکل آئے ہیں اور اسکے نتھنے سمندر میں ہیں جب دم لیتا ہے تو سمندر کا پانی زیادہ ہو جاتا ہے اور کف بھی پیدا ہوتے ہیں اور جب دم کھینچتا ہے تو پانی سمٹ جاتا ہے یعنی مد و جزر اسکے سانس سے پیدا ہوتا ہے اور وہ پتھر جسپر بیل کھڑا ہے ایک مچھلی پر ہے جسکا بیان کر رہے ہیں اور مچھلی پانی پر ہے اور پانی ہوا پر ہے جس سے اشارہ ہے کہ جہان کی بنیاد ہوا پر ہے۔ پھر اس مچھلی اور بیل کی بابت عجائب غرائب روایات مذکور ہیں یہ روایت ابن المنذر و عبد بن حمید و ابن مردویہ نے کی ہیں اور مجاہد و سدی و مقاتل و مرہ ہمدانی و عطا خراسانی و کلبی وغیرہ سے بھی منقول ہیں۔ یہ روایات محققین محدثین کے نزدیک بے اصل ہیں اسلئے انھوں نے ان روایات کو اپنی کتابوں میں لکھنا برا سمجھا۔ فن موضوعات میں ائمہ جرح و تعدیل نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے ؛

بعض صوفیۂ کرام فرماتے ہیں کہ نون سے مراد نفس کلیہ اور قلم سے عقل کلی ہے۔ اول میں کنایہ ہے کلمہ کے اول حرف کے ساتھ اور دوم باب تشبیہ سے ہے کہ نفس میں صور موجودات تاثیر عقل سے منقش ہو جاتے ہیں جیسا کہ صور لوح پر قلم کی تاثیر سے منقش ہوتی ہیں۔ و ما یسطرون سے مراد صور اشیاء اور انکی ماہیات اور انکے احوال جو صادر ہونے والے ہیں اور لکھنے والے عقول متوسطہ و ارواح مقدسہ ہیں گرچہ کاتب ازلی حقیقت میں وہی ہے لیکن انکی طرف مجازاً اسلئے منسوب کیا گیا کہ وہ ذریعہ ہیں (از تفسیر علامہ محی الدین بن عربی) ؛

بعض کہتے ہیں نون سے ذات باری اور قلم سے صفات مراد ہیں۔ و ما یسطرون سے وہ افعال و حالات جو الواح تقدیر پر لکھے جاتے ہیں (عرائس) ؛

نون سے کیا مراد ہے

صوفیائے کرام کا مذہب

---

ؔ ۱ نیز اسمیں اس پیشین گوئی کی طرف اشارہ ہوگا جو حضرت شعیاہ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت کر گئے تھے جسکا کتاب شعیاہ کے ساٹھویں باب میں ذکر ہے اٹھ منور ہو [illegible] کہ تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا الخ ۱۲ منہ ؔ ۲ ایک حدیث کافی ہے جس میں محدثین نے تحقیق و تدقیق سے کھوٹی اور کھری [illegible] حدیثوں کو جدا کر کے لکھ دیا ہے جیسا کہ ابن حبان و عقیلی اور ہی کی تصنیف اور [illegible] کے افراد اور خطیب کی تاریخ اور حاکم کی اور کامل ابن عدی کی اور میزان ذہبی کی ان بزرگوں نے ضعاف و موضوعات کو چھانٹ لیا ہے اور بعض علما نے خاص موضوعات کیلئے تصانیف کئے ہیں جیسا کہ موضوعات ابن جوزی و صاغانی و جوزقانی و قزوینی پھر مجد الدین فیروز آبادی جنا قاموس کا مختصر اور سخاوی کا مقاصد اور تمییز الطیب من الخبیث ربیع کی اور سیوطی نے ایک رسالہ بنام ذیل لکھا ابن جوزی کے موضوعات پر اور دوسرا اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ اور عراقی نے احیاء العلوم کی تخریج لکھی اور طاہر پٹنی نے تذکرہ لکھا اور ملا علی قاری نے بھی ایک رسالہ لکھا ہے پھر انکے بعد شوکانی نے الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ ایک جامع کتاب لکھی ۱۲ منہ

ف علیٰ کا لفظ استعلا کے لیئے عرب میں مستعمل ہوتا ہی علیٰ خلق کہنے میں یہ اشارہ ہی کہ آپ ان اخلاق حمیدہ پر حاوی اور غالب ہیں اور عظیم کے لفظ نے اور بھی معنی میں وسعت پیدا کردی کسلیئے کہ آنحضرت صلعم کو اگلے انبیاء علیہم السلام کے اقتداء و اتباع کا حکم دیا گیا ہی بقولہ اولئک الذین ہدٰہم اللہ فبہدٰہم اقتدہ۔ اور یہ ظاہر کہ معرفت الٰہی اور احکام شرائع میں یہ اقتدا نہیں پس لامحالہ انکے اخلاق میں اقتدا کرنا ہے تو جو ہر ایک نبی علیہ السلام کے اخلاق تھے ان سب کا مجموعہ حضرت صلعم میں قائم ہوا اسلیئے آپکا خلق عظیم تھا کیا خوب کہا ہے خسرو علیہ الرحمہ نے ؎ انچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری ؏

یہ تین باتیں تین چیزوں کی قسم کھا کر بیان فرمائیں جنمیں سے ہر ایک کو دوسری سے مناسبت تامہ ہی اور پھر ہر ایک کو ہر ایک چیز سے کہ جسکی قسم کھائی ہے عجب مناسبت ہے۔ اور مجموعہ کو مجموعہ سے مناسبت ہے۔ یہ کمال بلاغت ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ یہ تینوں باتیں جدا جدا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہیں اور مجموعہ مرکب ہوکر بھی جسکی تقریر اذہان صافیہ پر چھوڑتا ہوں ؏

اس برہان قاطع کے بعد آنحضرت صلعم کی صداقت کا آیندہ آنے والی نشانی سے پورا اطمینان دلاتا ہے اور ایک پیشین گوئی کرتا ہے جسکو اہل مکہ نے بہت جلد آنکھوں سے دیکھ لیا فقال فستبصر و یبصرون کہ اے محمد ابھی آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے کیا دیکھ لیں گے؟ بعض علماء کہتے ہیں دنیا کی سزا جو بدر کے دن اور ایک قحط عظیم سے قریش کو ملی جسکے لئے آنحضرت صلعم نے دعا کی تھی۔ بعض فرماتے ہیں یہ عذاب آخرت کی طرف اشارہ ہے کہ مرنے کے بعد معلوم ہوجاویگا۔ مگر میں کہتا ہوں بایکم المفتون یبصرون کا مفعول ہی بذریعہ بات کے معنی کہ ابھی معلوم ہوجاویگا کہ تم میں سے کون فتنہ میں پڑا ہے دیوانہ یا مفتون ہے چنانچہ چند برسوں کے بعد جب آفتاب ہدایت اور بلند ہوا تو تمام عرب نے جان لیا کہ ہم گمراہی پر تھے ناحق پیغمبر خدا صلعم کا استہزا کیا کرتے تھے۔ لونڈی باندی اور غلام بوڑھے اور بچے شریف و وضیع سب کی آنکھوں میں انکی وہ پہلی حالت جو بت پرستی اور ہر قسم کی بدکاری کی تھی تبدیل ہوگئی۔ یہ کوئی تھوڑی بات نہیں کوئی شخص جو دراصل خدا تعالیٰ کا فرستادہ نہو اور اسکو اپنے نور باطن و تاثیر پر حد کا پورا بھروسہ نہو ایسی جاہل بت پرست مغرور بدکار قوم کی نسبت یہ دعویٰ کرسکتا ہے؟ نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قوم کی ایسی جلد کایا پلٹ دینے کا بیڑا اٹھایا اور نہ اٹھا سکتے تھے۔ اس اعجاز سے بڑھکر دنیا میں کسی نبی نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ اسلیئے اسکے بعد فرماتا ہے ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ و ھو اعلم بالمھتدین۔ کہ تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اسکے رستے سے بچلا ہوا اور کون رستے پر ہے؟ جو گمراہ ہے اور گمراہی کو ہدایت جانتا ہے اس سے بڑھکر کون دیوانہ ہے اور ہدایت پانے والے سے جو سیدھی راہ چلا جارہا ہے کون عقلمند ہی؟ اسمیں اشارہ ہی کہ وہی گمراہ ہیں وہی دیوانے ہیں انکے دیوانہ پن کی دلیل انکی گمراہی ہی اور آپ اور آپکے متبعین کے عاقل ہونیکی دلیل ہدایت پر ہونا ہی۔ یا یوں کہو کہ وہ جو اپنے آپ کو عاقل اور آپ کو دیوانہ کہتے ہیں جھوٹے ہیں کسلیئے کہ تو ہدایت پر اور وہ گمراہی پر ہیں اور امتیاز جو ہدایت و گمراہی سے حاصل ہو وہ اس امتیاز سے بہتر ہے جو عقل و جنون سے حاصل ہو کسلیئے کہ وہ سعادت و شقاوت ابدیہ کا ثمرہ ہی اور یہ سعادت و شقاوت دنیویہ کا نتیجہ ہے۔ پھر جب یہ دیوانے ہیں اور دیوانگی سے جھٹلاتے ہیں تو فلا تطع المکذبین۔ ان جھٹلانے والوں کا کہا نہ مان کیونکہ وہ تجھے اسی حالت خراب کی طرف بلا رہے ہیں جسمیں وہ خود مبتلا ہیں دنیا میں جو مذہب و ملت کا جھگڑا اور لڑائی ہی وہ اسی وجہ سے ہی کہ ہدایت پانے والا دوسرے گمراہ بھائی کو دیکھ رہا ہی کہ یہ ڈوبا جاتا ہے اسلیئے اسکے بچانے کی کوشش کرتا ہے اور وہ اسکو ڈوبتا جانکر اسکے برخلاف کوشش کرتا ہی اور پھر ہر ایک فریق کو دوسرے سے رفتہ رفتہ رنج و عداوت بھی ہوجاتی ہے جسکا نتیجہ جنگ و جدال ہوتا ہے ؏

سمجھ دانائی کے نبوت سے پہلے نہ صرف قریش مکہ بلکہ اطراف و جوانب کے لوگ بھی قائل تھے اور آپ کی زیرکی ضرب المثل تھی ❊

(۲) وان لک لاجرا غیر ممنون۔ کہ آپ کے لیے بے انتہا اجر ہے۔ یہ گویا دلیل ہے پہلے جملے کی کیونکہ دیوانے کی کوئی بات قابل مدح اور سبب اجر نہیں ہوتی کیونکہ اسکا کوئی کام عقل و ہوش سے نہیں ہوتا برخلاف اسکے آپ کو اجر ہے ان تمام مساعی جمیلہ کا اور اجر بھی کیسا؟ بے انتہا کیونکہ دنیا میں توحید و خدا پرستی اور مکارم اخلاق کے (انکے مٹ جانے کے بعد) آپ ہی مروج اور معلم ہیں جب تک دنیا میں یہ باتیں جاری رہینگی آپ کو بھی برابر اجر ملتا رہیگا اور ہر ایک نیک کام کے بانی اور مروج کو بعد میں اجر ملا کرتا ہے یہ اسکے باقیات الصالحات میں شمار ہوتا ہے اور ہمیشہ کے لیئے دنیا میں گویا ایسے آدمی زندہ رہکر نیک کام میں حصہ لینے والے شمار ہوتے ہیں اور زندہ تصور کیئے جاتے ہیں ❊

ف ممنون مقطوع کہتے ہیں منّنت الحبل اذا قطعتہ غیر ممنون غیر مقطوع کہ وہ کبھی منقطع نہوگا۔ اور یہی معنی ہیں ❊

(۳) وانک لعلی خلق عظیم اور بیشک تو بڑے خلق پر ہے۔ یہ بھی اسی جملے کی ایک دلیل قوی ہے کیونکہ مجنون کے اخلاق اچھے نہیں ہوتے برخلاف اسکے کہ آپ کے اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ کے وہ بھی بالاتفاق قائل تھے پھر دیوانہ کہنا دیوانہ پن ہے۔

خلق ایک نفسانی ملکہ ہے جسکے سبب انسان عمدہ کام بآسانی کرسکتا ہے اچھے کام کرنا اور بات ہے اور انکو آسانی سے کرنا اور بات ہے پس وہ حالت جسکی وجہ سے بسہولت نیک کاموں کو کرسکے اُسکو خُلق کہتے ہیں جسکی جمع اخلاق آتی ہے خُلق خُلُق بالضم و بالضمتین خوئے (صراح) خلق تحمل اور لالچ اور غصب اور معاملات میں تشدد سے بچنا اور لوگوں سے معاملات میں نرمی درگزر مروت سیر چشمی سے پیش آنا انتقام سے درگزرنا اقارب و احباب کے ساتھ سلوک کرنا بلکہ بدی کے مقابلے میں نیکی کرنا۔ کینہ اور حسد سے دور رہنا بھی خلق میں داخل ہے۔ حیا، و شرم کرنا سخت کلامی اور فحش گوئی اور طعنہ بازی سے بچنا بھی اسکا ایک جزو ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں یہ سب باتیں فطری طور پر خمیر دی گئی تھیں ان باتوں کو بتکلف عمل میں لانے کی حاجت نہ تھی۔ بلکہ بے تکلف خود بخود آپ سے سرزد ہوتی تھیں۔ خُلق محمدی دنیا میں مشہور ہے حضرت کی روح پاک میں معارف الٰہیہ حقہ کے قبول کرنے کی نہایت استعداد رکھی تھی اور بُری باتوں غلط عقائد کے قبول کرنے کی مطلقاً استعداد نہ تھی اسلیئے یہ ملکہ آپ میں تھا جسکو خُلق سے تعبیر کیا ❊

ابی الدرداء کہتے ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے خُلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت کیا فرمایا آپکا خُلق قرآن تھا جس سے وہ راضی اُس سے آپ راضی جس سے وہ ناخوش اُس سے آپ ناخوش تھے (اخرجہ البیہقی فی الدلائل وابن مردویہ وابن المنذر) اس قسم کی ایک روایت سعد بن ہشام سے مسلم و ابن المنذر و حاکم وغیرہم نے نقل کی ہے جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت کا نفس مقدس بالطبع عالم قدس کی طرف مائل اور اسکے ساتھ جس قدر چیزیں متعلق ہیں اُنکی طرف راغب تھا اور لذات بدنیہ اور سعادت دنیویہ سے بالطبع آپکو سخت نفرت تھی ❊ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ عائشہ کہتی ہیں آپ سے زیادہ کوئی خوش خلق نہ تھا جب کسی نے بلایا تو آپ نے یہی فرمایا لبیک یعنی حاضر نہ عمر بھر کسی کو مارا نہ گالی دی نہ سخت کلامی سے پیش آئے انس کہتے ہیں کہ دس برس تک میں حضرت کی خدمت میں رہا آپ نے کبھی مجھے کسی کام کے کرنے پر یہ نفرمایا کہ کیوں کیا اور نہ کرنے پر یہ نفرمایا کہ کیوں نہ کیا؟ کتب شمائل او سیر میں اس سے زیادہ آپ کے مکارم اخلاق مذکور ہیں ❊

آج کل جھگڑا بازی اور فحش گوئی اور بیجا دل لگی اور ہنسی کا نام خلق رکھا ہے۔ افسوس ❊

نطفہ میں ضرور ایک خباثت بد اثر ہوتا ہے علاوہ صحت و مرض جسمانی کے حلالی حرامی ہونیکا بھی ایک اثر ضرور نمایاں ہوتا ہے۔ یہ مشاہدہ میں آچکا ہے۔ زنیم کے معنی تفسیر شریر کے بھی بیان کیئے ہیں عکرمہ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ اسکے زنیم ہونیکے یہ معنی ہیں کہ اسکی گردن میں سولی تھی جس سے وہ پہچانا جاتا تھا الغرض یہ زنمہ کے معنی زیادہ کے ہیں اور بکری کے کان چیر ڈالتے ہیں اور وہ سوکھ کر لٹک جاتے ہیں تو انکو زنمۃ الشاۃ کہتے ہیں معاذ اللہ جسمیں ان باتوں میں سے ایک بھی ہو وہ بھی قابل نفرت ہے اسکی اطاعت کیسی چہ جائیکہ اسمیں اسقدر عیب ہوں۔ ان کان ذا مال و بنین اسلیئے کہ وہ مال اور لڑکوں والا ہے مغرور و نافرمان ہوا ہے اور اس نالائق پر یہ نعمت پاکر شکر گذاری نہیں کرتا۔ بلکہ اذا تتلی علیہ ایتنا قال اساطیر الاولین جب اسکو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں کہ جنکو سنکر اسے چاہیئے اخلاق درست کرے ہماری طرف رجوع ہو وہ سنکر کہدیتا ہے کہ اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں کلام الٰہی نہیں اسلیئے اس ناشکر کے لیئے دنیا ہی میں الٰہی سزا دیجائیگی جو اسکے کبر و غرور کو مٹا دے وہ کیا سنسمہ علی الخرطوم کہ ہم ابھی اسکی ناک پر جو بڑی اور بے ڈول ہونے کے سبب ہاتھی کی سونڈ جیسی ہے داغ اور نشان لگادینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بدر کی لڑائی میں کسی انصاری کی تلوار سے اسکی ناک پر چرکا لگا کہتے ہیں آکر اسپر پھایا لگایا اچھا ہی نہوا ایک داغ ہوگیا اور آخر اسی جنگ میں سخت تلخی اٹھاکر سیدھا جہنم میں گیا۔

(فوائد)

ف ۱ اس بدبخت نے نبی علیہ السلام کو دیوانہ کہا تھا جس سے مقصود نبوت کا ابطال تھا اسکے جواب میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کی نبوت جو بڑے واضح دلائل سے ثابت کی اور دلائل میں آپکے اخلاق حمیدہ اور اجر آخرت ثابت کرکے نہ صرف جنون کی نفی کی بلکہ نبوت ہی ثابت کی اور آپکے خلق عظیم کو مقابلہ میں ان بدبختوں کے بیان فرمایا جس سے بالمقابل اخلاق حمیدہ کی شرح بھی ہوگئی اور آسانی حکم کے مقابلہ کا نتیجہ کہ انکی ناک اور آنحضرتؐ کی بربادی و خرابی تو ہمیں بھی دیکھنی نا اور لوگوں کو عبرت ہو۔

ف ۲ جب آنحضرتؐ نام پر ایک عیب لگانیوالے کی دس عیب واقعی بیان کیئے گئے تو حضرتؐ کے ساتھ سلوک اور حسن خلق سے پیش آنیوالے کی بھی یہ حالت ہوگا کہ ایک بھلائی کرنیوالے کو دس بھلائیاں دنیا اور آخرت میں ملتی ہیں اور کم از کم دس پشتوں تک اسکا صلہ ملتا ہے جسکی نظیر صحابہ کرام کی جانفشانیاں ہیں کہ انکو بہت جلد سرسبز اور کامیاب کر دیا اور ابد تک وہ اور انکی نسلیں برگزیدہ اور مبارک سمجھی جاتی ہیں حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو مجھ پر ایکبار درود بھیجیگا اللہ اسپر دس بار رحمت بھیجیگا اللّٰھم صل علی سیدنا محمد و آلہ و بارک وسلم۔

ف ۳ اس متکبر کو اور بھی سزا ایسکا تھا ناک پر داغ لگانے کی سزا کیوں تجویز فرمائی گئی وہ ناک ہی غرور و خود بینی کا نشان ہے اور عرف میں ناک عزت و آبرو کو بھی کہتے ہیں اسلیئے ہیں غرور و خود بینی کے نشان پر داغ لگایا جانا خداوند جہان کی ساتھ متکبری و سرکشی کی مناسب سزا ہے بعض کہتے ہیں اسمیں کنایہ ہے اسکی عزت و شان بگاڑ دینے سے۔

ف ۴ گیا ولید کی ناک بڑی اور سونڈ جیسی تھی جو تیسی مگر متکبر اور مغرور اپنی ناک بڑھایا کرتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے مقابلے میں ناک بڑھانا بلندی کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ پستی پیدا کرتا ہے اسلیئے اسکو سونڈ سے تعبیر کیا اور ممکن ہے کہ دراصل اس بدبخت کی ناک ظاہری لمبی اور جھکی ہوئی ہو جو ادبار و ہلاکت کا نشان ہے اور ایسے کریہ المنظر مغرور کی ناک کو خرطوم کہنا جو ہاتھی اور سوّر کی ناک کو کہتے ہیں اسکی پوری اہانت بھی ہے اور اسمیں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ لسنے اصحاب الفیل کا واقعہ دیکھا تھا انکی لمبی ناک کا جو انجام ہوا اسے خیال کرکے باز آوے۔

ف ۵ حضرات انبیاء علیہم السلام کو باوجود حلم اور خلق کے کبھی ضرورت مجبور کرتی ہے کہ وہ مخالف سرکش کو سخت الفاظ سے یاد کریں حضرت مسیح علیہ السلام نے یہودیوں کو سانپوں کا بچہ کہدیا تھا اور قرآن مجید نے تو کسی کا نام نہیں لیا ایک صاف اوصاف ذمیمہ کی تصویر کھینچی ہے اب اتفاق سے وہ اوصاف ذمیمہ ولید میں ہوں یا کسی اور میں۔

---

ف ۵ ا نسب فی الدین یہ ہے کہ منافق [illegible] کو اسکی مخالفت احادیث صحیحہ میں آئی ہے بلکہ ایسے امور سے حضرت عبیداللہ بن [illegible] جس کو آج کل تعصب کہتے ہیں اور برا سمجھتے ہیں مگر یہ نادانی ہے۔ لیکن مداہنت اور چیز ہے اور خوش خلقی اور چیز ہے۔ بعض صاحبوں نے ترشی و سخت مزاجی کا نام دین رکھا ہے یہ بھی غلطی ہے ۱۲ منہ

یہ لکھا ہے کہ ملک یمن میں ایک شہر ضروان صنعاء سے دو کوس پر ایک شخص کا باغ تھا جسکا مالک بڑا باخدا شخص تھا۔ آمدنی میں سے فقراء و مساکین کے حصے مقرر کر رکھے تھے باغ کے میووں میں بھی حصے مقرر تھے اور اسکے اندر جو کھیتی ہوتی تھی اس میں سے بھی حصے تھے اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ذکر ہے جب وہ مرد باخدا گزر گیا تو اسکے بیٹے اسکے وارث ہوئے انہی میں فرق آگیا۔ کہنے لگے ہم عیالدار ہیں اگر باپ کی طرح لٹائینگے تو کیا کھائینگے لگے گا شیطانی وسواس انکے دلوں میں گھس آئے اور خفیہ ٹھہری کہ بڑے سویرے اٹھکر پھل توڑ کر گھر میں لے آؤ فقراء کے آنے سے پہلے مگر ان میں ایک بھائی خدا ترس بھی تھا اسنے منع کیا کہ ابا کو فقراء و مساکین کو دینے سے برکت ہوتی ہے اور انکی دعاؤں سے لشکر تھا ہم باقی کیا کرتے ہیں خدا تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم کرنے والا ہے مہربان ہے ہمارے لئے خدا پاک کو یہ بھولو اپنی مرضی پر نازاں کہ وہ قادر ہے جو درست کرتا ہے وہی بگاڑ دیتا ہے آخر اسکی بات نہ مانی اور بڑے سویرے اٹھکر چلے اور خدا کی طرف سے رات ہی میں اس باغ پر آفت آئی ان کا باغ مصیبت آگئی کوئی لو کا ایسا جھونکا چلا کہ جسنے جلا کر برباد کردیا جب باغ کے قریب پہنچے تو جھلسا ہوا دیکھتے ہیں پہچانتے نہیں کہ یہ ہمارا باغ نہیں ہم راہ بھول کر کسی اور کے اس برباد باغ میں آنکلے ہمارا باغ تو شاداب ہے تروتازہ ہے یعنی اسکی ایسی حیثیت بگڑ گئی تھی کہ پہچان نہیں سکے تھے پھر غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہمارا ہی باغ ہے اسپر آسمانی مصیبت آپڑی پھر تو باہم کہنے لگے اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے اور ایک دوسرے کو کہنے لگا تو نے یہ صلاح دی تھی وہ کہنے لگا تم نے ہی تو کہا تھا اس مرد خدا نے کہا کیوں جی میں نے نہیں کہا تھا کہ خدا کو اور اسکی تسبیح و تقدیس کو نہ بھولو پھر کہنے لگے بیشک ہم خطاوار تھے اور ہمارے رب کی پاک ذات ہے اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنے کیے پر نادم ہوتے ہیں امید ہے کہ ہمارا رب اس سے بہتر دے۔ چنانچہ اسکے بعد خدا نے اس باغ میں بڑی برکت دی ابو خالد یمانی کہتے ہیں کہ میں نے وہ باغ دیکھا ہے جس میں ایک ایک خوشہ انگور کا ایسا تھا کہ جیسا سیاہ آدمی کھڑا ہو ف

(۲) اور آزمائش اسی کی تھی کہ انہوں نے اس نعمت کا شکر نہ کیا بلکہ نیت میں فتور آیا اسلئے اسپر بلا آگئی اور جب توبہ کی۔ نادم ہوئے تو خدا نے پھر اس سے بہتر دیا اور کذلک العذاب کا فقرہ کہہ رہا ہے کہ جو کوئی خداوند تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا نہ کریگا اور اسکو اسکے موقع پر صرف نہ کریگا اسپر بلائے آسمانی کبھی نہ کبھی ضرور ٹوٹ پڑیگی۔ عمر اور جوانی اور تندرستی بھی ایک نعمت ہے اسکو بیکار اور ناشائستہ افعال میں صرف کرنے والے آخر ایک روز مصیبت کا منہ دیکھتے ہیں بیماری اور بے وقت پیری اور پست ہمتی وغیرہ کس قدر مصائب ان پر آپڑتی ہیں کہیں آتشک میں سڑتے پڑے ہیں کہیں کثرت مے نوشی سے بدن میں رعشہ پڑگیا دانت گر گئے تیس برس کے اندر ہی اندھے ہوگئے گردن ہلنے لگی بال پک گئے چہرہ کی تازگی جاتی رہی ضعف معدہ و درد گردہ سلس البول و ضعف بصارت کیا کیا آفات ہیں اسوقت کے عیاش لوگوں میں دیکھتے ہیں ابھی آخرت کا عذاب باقی ہے۔ مال و ملک بھی ایک نعمت الٰہی ہے اسمیں عدل و انصاف ملحوظ رکھنا غرباء و فقراء کے ساتھ ہمدردی کرنا بلکہ عیاشی اور فضول خرچی میں اڑانا حقداروں کو محروم کرکے رنڈیوں بھانڈوں مسخروں کو دینا بے برکتی کا باعث ہوتا ہے تھوڑے دنوں میں خزانہ خالی ملک میں ابتری لشکر میں بد دلی اور ہر طرح کی بے امنی پیدا ہوجاتی ہے موقع پاکر دشمن کھڑے ہوجاتے ہیں آخر ایک روز سب سلطنت و ملک چھوٹنا پڑتا ہے اور چہرہ پر برائیوں کا سیاہ داغ ابد تک باقی رہتا ہے۔ دیکھ لیجئے پچھلے عیاش بادشاہوں کو ف

(۳) مکے کے کفار اس قصہ کو بخوبی جانتے تھے کیونکہ گرمی سردی میں شام اور یمن جایا کرتے تھے اسکے سوا اس مضمون کو ان کے دل تسلیم کرتے تھے

ف انگور کا خوشہ لمبا ہوتا ہے پھر بعض سیاہ انگور کا خوشہ گز سوا گز کا بھی لمبا ہوتا ہے لٹکا ہوا دور سے سیاہ آدمی کھڑا ہوا معلوم ہوتا ہے ۱۲ منہ

إِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۝ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ۝ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ

جیسے انکی باغ والوں کی طرح آزمائش کی جبکہ انھوں نے قسم کھائی کہ صبح کو ہی کا میوہ توڑہی لینگے اور ان شاء اللہ کہتے تھے۔ پھر وہ اسپر رات ہی میں تیرے رب کی طرف سے ایک پھیرا کرنے والا پھر گیا

وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۝ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۝ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۝

اور وہ سوتے پڑے تھے پھر صبح کو وہ باغ ایسا ہوگیا جیسا کہ کٹا ہوا۔ پھر وہ صبح کو پکارنے لگے کہ اپنے کھیت پر سویرے چلو اگر تمکو توڑنا ہے۔

فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ۝ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ۝ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ۝ فَلَمَّا

پھر وہ چلے باہم چپکے چپکے کہتے ہوئے۔ کہ آج وہاں تمہارے پاس کوئی محتاج نہ آنے پاوے۔ اور سویرے چلے جلدی جلدی زور سے۔ پھر جب

رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَ

اسکو دیکھا تو کہنے لگے بیشک ہم راہ بھول گئے۔ نہیں بلکہ ہماری قسمت پھوٹ گئی۔ پھر انہیں کے اچھے شخص نے کہا کیا میں تم سے نہیں کہا تھا کہ تم کسلئے اسکی پاکی نہیں بولتے وہ بولے پاک ذات ہے

رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ۝ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ

ہمارے رب کی ہم ہی خطاوار تھے۔ پھر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگا۔ کہنے لگے ہاے رے بیشک ہم سرکش تھے۔ شاید ہمارا رب ہمکو

يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

اس سے بہتر دیدے کیونکہ ہم اپنے رب کی طرف سے توقع رکھتے ہیں۔ یوں آتی ہے مصیبت۔ اور آخرت کی مصیبت تو بڑھ کر ہے۔ کہیں وہ جانیں لو

## ترکیب

اذ تعلیلیۃ او ظرفیۃ متعلق للتمحیح لان الاقسام کان قبل ابتلائہم لیصرمنہا جواب القسم مصبحین حال من الفاعل فی یصرمنہا ولا یستثنون جملۃ مستانفۃ لبیان ما وقع منہم وقیل حال فتنادوا معطوف علی اقسموا وما بینہما اعتراض لبیان ما نزل بتلک الجنۃ ان اغدوا ان مفسرۃ لان فی التنادی معنی القول او مصدریۃ ای اخرجوا غدوۃ ان کنتم الخ جواب الشرط محذوف فاغدوا وہم یتخافتون الجملۃ حال من فاعل فانطلقوا ان لا یدخلنہا ان مفسرۃ للتخافت المذکور لما فیہ من معنی القول علی حرد یتعلق بقادرین ۲ حال وقیل خبر غدوا لانہا حملت علی اصبحوا ۔

## تفسیر

اہل مکہ خصوص ولید وغیرہ ثروت وحشمت پر نازاں ہوکر کہتے تھے کہ ہمپر خدا کی نظر عنایت ہے جو دنیا میں ایسا دیا وہ آخرت میں اس سے بھی زیادہ دیگا ایسے خیالات اکثر بے دین متمولوں کے دل میں گذرا کرتے ہیں اور دیندار مساکین کی دل شکنی اور شبہ کا باعث ہوتے ہیں اسلئے اللہ تعالیٰ اس متمول وشوکت کی وجہ بیان فرماتا ہے فقال انا بلونٰہم کہ ہمنے جو انکو یہ فراخدستی اور عیش و آرام دے رکھے ہیں یہ انکی آزمائش ہے۔ بدکار منافق فاجر کافر بت پرستوں کو دنیا میں نعمتیں دی جایا کرتی ہیں آزمائش کے لیے اسپر پھولنا نچاہیئے یہ اور یہی انکی غفلت گمراہی وسرکشی کا سبب ہوجاتا ہے۔ آخرت میں سوال ہوگا کہ کیا شکرگذاری کی تھی؟ اور نیز یہ نعمتیں فانیہ ہیں یہ اور یہی انکے دلوں کو قساوت کے بعد حسرت کا باعث ہوتی ہیں کما بلونا اصحاب الجنۃ جیساکہ ہمنے باغ والوں کو آزمایا تھا۔ باغ والے کون تھے اور کب تھے؟ اور انکی کیا آزمائش تھی؟ اور مکے کے کفار کی روبرو ان کا ذکر کیوں کیا گیا کیا وہ اس بات سے واقف تھے؟ (۱) بات کی نسبت مؤرخین نے

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝ أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ۝ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ

بیشک پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے ہاں باغ ہیں نعمت کے۔ پھر کیا ہم تابعداروں کو نافرمانوں جیسا کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہوا کیسا فیصلہ کرتے ہو؟ کیا تمہارے لیے کوئی کتاب ہے جس میں

تَدْرُسُونَ ۝ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۙ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ۝

پڑھا کرتے ہو کہ تمہارے لیے وہی ہے جسکو تم پسند کرو۔ کیا تمہاری ہم پر کوئی قسم ہے جو قیامت تک کے لیے ہو کہ تمہیں وہی ملیگا جو تم حکم کر دو گے

سَلْهُمْ أَيُّهُم بِذَٰلِكَ زَعِيمٌ ۝ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ۝

ان سے پوچھ کہ ان میں سے اسکا کون ضامن ہے۔ کیا انکے معبود ہیں۔ پھر اپنے معبودوں کو بولے آئیں اگر سچے ہیں ؛

## ترکیب

جنات النعیم اسم ان للمتقین خبرہا عند ربہم یجوز ان یکون ظرفاً للاستقرار وان یکون حالاً من جنات افنجعل الہمزۃ للانکار والفاء للعطف علی مقدر یقتضیہ المقام ای انحیف فی الحکم فنجعل المسلمین کالکافرین ام منقطعۃ کتاب موصوف فیہ تدرسون الجملۃ صفۃ لکتاب ان فی الجملۃ بالکسر علی انہا معمولۃ لتدرسون ای تدرسون فی الکتاب ان لکم فیہ لما تخیرون۔ وقیل تم الکلام عند قولہ تدرسون ثم ابتدأ فقال ان لکم الخ بالغۃ بالرفع نعت لایمان وبالنصب علی الحال والعامل فیہا الظرف الی یوم القیامۃ متعلق بالمقدر فی لکم ای ثابتۃ لکم الی یوم القیامۃ او ببالغۃ ای ایمان تبلغ ذلک الیوم ؛

گروہ اشقیاء کا حال پہلے مجملاً بیان فرمایا تھا کہ ولعذاب الآخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون (تفسیر) اب سعداء کے گروہ کا حال بیان فرماتا ہے فقال ان للمتقین عند ربہم جنات النعیم کہ پرہیزگاروں کے لیے انکے رب کے پاس یعنی دار آخرت میں نعمت و عیش کے باغ ہیں جنمیں کبھی کدورت و کلفت نہیں برخلاف دنیا کے باغوں کے۔ مقاتل کہتے ہیں اس آیت کو سنکر کفار یہ کہتے تھے جب دنیا میں خدا نے ہمکو مسلمانوں سے مال و دولت میں بہتر کیا تو آخرت میں کیا بڑھکر نہیں کریگا اور برابر کہنا ہی تو ضرور ہی کرے گا اسکے جواب میں فرماتا ہے۔ یا یوں کہو اس آیت پر کفار کو خیال گزرنے والا تھا چنانچہ انہوں نے ایسا کہا بھی اسکے رد میں یہ آیت ہی افنجعل المسلمین کالمجرمین کہ کیا ہم فرمانبرداروں پرہیزگاروں کو نافرمانوں کفار و بدکاروں جیسا کر دینگے؟ یعنی نہیں کریں گے۔ دونوں برابر نہ ہونگے اور ابھی ہم کہہ چکے ہیں کہ انکے لیے جہنم ہے ان مسلمانوں کے لیے ہرگز نہیں اب انکے لیے ضرور جنات النعیم ہیں جنمیں کفار کو حصہ بھی نہیں پھر بڑھکر اور برابر ہونا کیسا ہے۔ مالکم کیف تحکمون تمہیں کیا ہوا کیسا فیصلہ کرتے ہو کہیں نیک اور بد بھی برابر ہوتے ہیں؟ پھر اس بات کو موکد کرتا ہی ام لکم کتاب فیہ تدرسون ان لکم لما تخیرون کہ اس خیال کو عقل سے تو کچھ بھی دخل نہیں سو نہیں ملتا پھر کیا کوئی دلیل نقلی تمہارے پاس ہی یعنی کوئی کتاب آسمانی ہی کہ جسمیں یہ لکھا ہی کہ جو تم پسند کرو گے اور چاہو گے قیامت میں تمہیں وہی ملیگا؟ ایسی کوئی کتاب نہیں جسمیں یہ ہو پھر کسلیے کہتے ہو اب ایک اور بات ہی کہ خدا نے تمہارے لیے عہد اور ذمہ داری کر لی ہو اور قسم موکد کھا لی ہو کہ جو تم کہتے ہو وہ وہی کریگا سو یہ بھی نہیں ام لکم ایمان علینا بالغۃ الی یوم القیامۃ ان لکم لما تحکمون کہ کیا تمہارے لیے ہم پر عہد اور قسمیں قیامت تک یعنی مستحکم جو کبھی نہ ٹوٹے کہ ہم تمہیں وہی دینگے جو تم کہتے ہو۔ ایسے غلط خیال اکثر مذاہب باطلہ میں لوگوں کو ہوا کرتے ہیں یہود کو بھی تھا اور ہند میں برہمنوں کو بھی ہی اور جاہل مسلمانوں بزرگوں کی اولاد میں بھی پایا جاتا ہی کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم فلاں کی اولاد ہیں پھر آگ حرام ہی اسلیے فرماتا ہی سلہم ایہم بذلک زعیم کہ ان سے پوچھو کون اسکا دعویدار ہی جب خدا کی طرف سے نہیں تو کیا اپنے معبودوں کے گھمنڈ پر ایسا کہتے ہو کہ وہ ایسا کر دینگے ہم ان کو پوجتے ہیں سبب جڑھاتے ہیں اسلیے فرماتا ہی ام لہم شرکاء فلیأتوا بشرکائہم ان کانوا صادقین کہ کیا انکے معبود ہیں جنکو وہ ہمارا شریک اور کارمختار جانکر پوجتے ہیں اور مدد مانگتے ہیں وہ ایسا کر دینگے اچھا انکو لاؤ اور کہلاؤ وہ اگر سچے ہیں یعنی یہ بھی غلط خیال ہے ؛

کہ خدا کی راہ میں دینا نیک پھل لاتا ہے اور سرکشی اور بخل بڑے نتائج دکھاتا ہے کیونکہ وہ دہریے نہ تھے جو خدا کو اور اُسکی قدرتوں کو نہ مانتے ہوں وہ خدا تعالیٰ اور اُسکی قدرت کو مانتے تھے مگر اپنے خیال فاسد میں اور لوگوں کو بھی ان امور میں شریک سمجھتے تھے کہ اسنے انکو یہ اختیارات دے رکھے ہیں۔ ولید اور مکے کے اور سرداراپنی دولت پر گھمنڈ کرکے پیغمبر علیہ السلام سے سرکشی کرتے تھے اور فقراء سے بیرحمی کرتے تھے۔ اسکے بدلے سات برس کے قحط میں مبتلا ہوئے کتوں کو بھون بھون کر کھانے کی نوبت آئی۔ اور پھر جب اسلام لائے اور توبہ کی تو خدا نے انکو ملکوں کا مالک کردیا۔ یہ مناع للخیر کی شرح ہوئی ۔

اب ہم الفاظ قرآنیہ کی تفسیر کرتے ہیں۔ لیصرمنہا یہ صرم یصرم کا مضارع ہے جمع مذکر غائب با نون ثقیلہ۔ اور ہا ضمیر جنت کی طرف راجع ہے۔ صرم پھلوں اور کھیتی کا کاٹنا۔ انصرام انقطاع اصرام پھلوں کے کٹنے کا وقت آنا۔ اور مفلس ہوجانا۔ اور تلوار کو صارم اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ زیادہ کاٹنے والی ہے۔ صریم شب تاریک۔ وصبح۔ فاصبحت کالصریم۔ یعنی جل کر سیاہ ہوگیا۔ ولایستثنون۔ جمہور مفسرین کہتے ہیں اسکے معنی ہیں کہ وہ ان شاء اللہ نہ کہتے تھے اور کسی آیندہ کام کرنے کا اظہار کرنا اور ان شاء اللہ نہ کہنا بے برکتی کا باعث ہے بعض کہتے ہیں یہ معنی کہ مساکین و فقراء کو مستثنیٰ نہ کرتے تھے محرومی سے۔ طائف اسم فاعل ہے طیف سے یا طوف سے۔ علی الاول طائف کے معنی رات میں آنیوالی چیز یہاں مراد ہے لو کا جھونکا جسنے جلاکر باغ کو سیاہ کردیا۔ حرثکم حرث کھیتی۔ اس سے مراد پھل اور کھیتی او انگور سب ہیں کسلیئے کہ باغ میں صرف ایک ہی چیز نہ تھی مگر پھلوں کا توڑنا زیادہ مقصود تھا اسلیئے صارمین فرمایا حرد آہنگ کردن و منع فاکرد (صراح) یعنی صبح کو لینا ارادہ سے پرمضبوط ہوکر چلے۔ او اسکے معنی منع کرنے کے بھی ہیں کہ صبح کو مساکین کے منع کرنے کے لیئے قادر ہوکر چلے۔ بعض کہتے ہیں حرد اس باغ کا نام تھا کہ اس باغ پر چلے قادر ہوکر انا لضالون یہ اول بار دیکھ کر کہا جبکہ باغ پہچانا نہ گیا۔ بل نحن محرومون جب کہا کہ جب پہچان گئے کہ تقدیر پھوٹ گئی باغ تو وہی ہے اوسطھم سے مراد منجھلا نہیں بلکہ ان میں سے بہلا (اے اعدلھم وافضلھم ومنہ وجہ فی تفسیر قولہ امۃ وسطا) کبیر۔ لولا تسبحون۔ کیوں نہیں تسبیح کرتے یعنی اپنے رب کی پاکی نہیں بیان کرتے تھے ان ناپاک خیالات سے کہ اگر ہم دیں گے تو محتاج ہو جاویں گے پھر کون دیتا ہے خدا پہلا اور برکت کون دینے لگا اور جو نہ دے تو ہم کیا کریں" ان خیالات سے روکنے کو تسبیح کرنے سے تعبیر کیا۔ نہ یہ مراد کہ زبانی تسبیح کیوں نہیں پڑھتے کسلیئے کہ اس سے مساکین کو کیا فائدہ تھا؟ ۔

جب باغ یہ مصیبت دیکھ چکے تو قالوا سبحان ربنا کہنے لگے کہ پاک ذات ہے ہمارے رب کی اسکے وعدے سچے ہیں انا کنا ظالمین ہماری بدگمانی بُری تھی ہم نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا عسی ربنا ان یبدلنا خیرا منہا انا الی ربنا راغبون چونکہ خدا پرست کے بیٹے تھے اور خود بھی اچھے تھے یہ ایک شیطانی وسوسہ آگیا تھا جسکے سبب مصیبت آپڑی مگر پھر سمجھ گئے اور تائب ہوئے اور امید خیر کی اللہ سے رکھی اور ہر مصیبت کے بعد اگر اللہ کی طرف رجوع و رغبت کی جاتی ہے تو وہ راحت اور اس تلف شدہ چیز کا بدلہ دیتا ہے۔ اسی لیئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب مؤمن پر کوئی مصیبت آئے تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا چاہیئے تاکہ دنیا یا آخرت میں اسکا بدلہ ملے ۔

اس تمام قصے کے بعد فرماتا ہے وکذلک العذاب کہ یوں آپڑا کرتی ہے مصیبت اس سے کبھی نڈر نہ رہے لیکن عذاب آخرت اس سے بھی بڑھ کر ہے مگر یہ لوگ جانتے نہیں اگر وہاں آنے والی مصیبت کا یقین ہوجاوے تو یقیناً اسکی فکر کریں جب کچھ بھی فکر نہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکا کچھ بھی یقین نہیں ۔

کمال ہیں کہ جو جدا جدا عالم میں ظاہر نہیں ہو سکتے علم بغیر قدرت کے اور قدرت بغیر حیات کے اور دونوں بغیر حیات کے پائے نہیں جاتے اور صفات تابع ہیں ذات کے ان میں بغیر ذات کے [illegible] استقلال نہیں ہے [illegible] تمثال کو جنکو متاخرین آلہ بھی کہتے ہیں اور وہ بعض بعض صفات کی طرح محض غیر مستقل ذات کی طرح [illegible] عالم میں انسان کے اعضاء کے ساتھ پوری مشابہت اور ایک خاص [illegible] ہے کیونکہ انسان کے اعضا ہاتھ پاؤں پنڈلی منہ وغیرہ [illegible] صفات [illegible] غیر مستقل اور ذات انسان کی طرح مستقل ہیں اور انسان کے کمالات کا اظہار بھی انہی [illegible] حقائق کی [illegible] تمثیل [illegible] ہیں [illegible] ساق [illegible] جس طرح ساق اور قدم [illegible] حقائق الٰہیہ [illegible] پنڈلی اور پاؤں [illegible] تشبیہ [illegible] اسی [illegible] دونوں [illegible] مخالف نہیں [illegible] فرمایا کہ خدا تعالیٰ [illegible] سجدہ کرو [illegible] کرنا چاہیں گے تو انکی [illegible] سجدہ نہ کر سکیں گے [illegible] بھی کشف [illegible] اسی جہت [illegible] کا ظاہر [illegible] کیا گیا ہے ﴿

الحاصل محشر میں [illegible] کی [illegible] تجلی ظاہر ہوگی جسکو [illegible] ساق سے تعبیر کیا ہے [illegible] اور اسکے سوا اس نورانی تجلی کی طرف نظر بھی نہ کر سکیں گے خاشعۃ ابصارہم بلا اذنی [illegible] ہوگی وترہقہم ذلۃ اور [illegible] رسوائی [illegible] غیر اللہ کی پرستش کرتے تھے اسکے نام پاک کی توہین [illegible] ظاہر [illegible] سجدہ اور حال [illegible] کیوں نہ کر سکیں گے [illegible] یدعون الی السجود وہم سالمون [illegible] دنیا میں [illegible] اس مادہ [illegible] عالم [illegible] اشتیاق [illegible] نافرمانی اور سرکشی کر کے [illegible] اس بات کو ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے کہ اس سے پہلے یعنی دنیا میں انکو [illegible] کے لیے اس وقت بلایا جاتا تھا کہ وہ سالم تھے انکی فطرت اور اصلی مادہ میں کوئی نقصان نہیں آیا تھا پر انہوں نے انکار و سرکشی کی اور [illegible] برباد کر دیا آج اس تجلی کے میدان میں سب کو کھڑا کر کے تجلی نورانی کا جلوہ دکھایا جاویگا تاکہ شقی و سعید کا پورا امتیاز ہو جاوے پھر وہ جو دنیا میں اسکے آگے جھکتے تھے سر کے بل اسکے آگے حاضری کرتے سجدے کرتے تھے دل بھی اسی کے آگے جھکے ہوئے تھے انکے دلوں میں وہ اشتیاق و محبت کا شعلہ تھا جسکو ایمان سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ فوراً اسکے آگے سجدہ میں گر پڑینگے انہیں کہاں تاب ہوگی وہ اسکے [illegible] فیض آثار سے سرفرازی حاصل کرینگے اسوقت مشتاقان جمال کبریائی کی عجب حالت ہوگی۔ اور بدلوگ نہ کر سکیں گے۔ وہ جنت میں یہ جہنم میں بھیجے جاویں گے ﴿

ابراہیم تیمی کہتے ہیں یعنی کہ وہ اذان و تکبیر کی آوازوں سے بلائے جاتے تھے پر نہ آتے تھے سعید بن جبیر کہتے ہیں حی علی الفلاح سنتے تھے اور نہ آتے تھے کعب احبار کہتے ہیں یہ آیت نازل نہیں ہوئی مگر ان لوگوں کے لیے جو جماعت سے پیچھے رہتے ہیں ابن عباسؓ کہتے ہیں وہ کفار دنیا میں بلائے جاتے تھے اور وہ امن کی حالت میں تھے پھر آج بلائے جاوینگے اور وہ خائف ہونگے ﴿

یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّیُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ۝ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ وَقَدْ

جس دن پردہ کھل جاوے گا اور وہ سجدہ کے لیے بلائے جائیں تو نہ کرسکیں گے۔ انکی آنکھیں جھکی ہونگی ذلت ان پر چڑھی جاوے گی۔ اور وہ پہلے

كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ۝ فَذَرْنِیْ وَمَنْ یُّکَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

بلائے جایا کرتے تھے سجدہ کے لیے اور وہ بھلے چنگے تھے۔ سو چھوڑ دو مجھے اور اس بات کے جھٹلانے والوں کو میں انکو بتدریج پکڑ لیتا ہوں ایسا کہ انکو خبر بھی نہ ہو

وَاُمْلِیْ لَهُمْ ؕ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ ۝ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَکْتُبُوْنَ ۝

اور میں انکو ڈھیل دیتا ہوں بے شک میرا داؤں بڑا مضبوط ہے۔ کیا تو انسے کچھ اجرت مانگتا ہے کہ جس تاوان کا ان پر بوجھ پڑ رہا ہے۔ کیا انکے پاس غیب ہے کہ وہ لکھا کرتے ہیں ۔

## ترکیب

یوم منصوب بمقدر ای اذکروا یوم و یدعون معطوف علی یکشف فلا یستطیعون جواب یوم یکشف خاشعۃ بالنصب علی انہا حال من ضمیر یدعون ابصارہم مرفوع علی انہ فاعل خاشعۃ ونسبۃ الخشوع الی الابصار لظہور اثرہ فیہا وہم سالمون الجملۃ حال من ضمیر فی یدعون ومن منصوب عطفا علی الضمیر المنصوب فی ذرنی

## تفسیر

انکے بعد قیامت کا ہولناک واقعہ بیان فرماتا ہے کہ اس روز انکے افترا اور خیالی ڈھکوسلوں کا یہ نتیجہ ہوگا فقال یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود فلا یستطیعون کہ جس دن پردہ کھل جاویگا اور وہ سجدے کے لیے بلائے جاوینگے تو سجدہ نہ کرسکینگے۔ ساق کے لغوی معنی پنڈلی کے ہیں پھر کیا یہ حقیقت پر محمول ہے یا کنایہ ہے؟ اول احتمال کی طرف فرقہ مشبہ گیا ہے وہ کہتے ہیں اس روز اہل خدا تعالیٰ بندوں پر تجلی کریگا اور پوری تجلی دیکھنے کی کسیکو قدرت نہ ہوگی اسلیے صرف پنڈلی کھلجاویگی جو ادنیٰ تجلی ہوگی گو وہ پنڈلی ہماری پنڈلی جیسی نہ ہو لیکن اسکی ذات کے مناسب تب سجدے کے لیے حکم ہوگا پس جو لوگ دنیا میں اسکو سجدہ نہیں کرتے تھے وہ سجدہ نہ کرسکینگے انکی پشت تختہ کی طرح ہوجاویگی۔ یہ مضمون اکثر احادیث صحیحہ میں وارد ہے اور اہل ظاہر کا اسی طرف رجحان ہے مگر اہل حق کہتے ہیں استعارہ مراد ہے کیونکہ لفظ حقیقی معنی پر محمول ہو نہیں سکتا کیونکہ خدا تعالیٰ اعضا سے پاک ہے۔ پھر اس سے کیا مراد ہے؟ اسمیں چند اقوال ہیں اول یہ کہ مراد شدت کرب ہے جو قیامت کے روز ہوگا چنانچہ ابن عباس سے کسی نے اسکے معنی دریافت کئے آپ نے یہی بیان فرمائے اور فرمایا جب تمکو کسی لفظ قرآن کے معنی معلوم نہ ہوا کریں تو شعرائے عرب کے اشعار کو دیکھا کرو۔ پھر آپ نے اس معنی کی سند میں یہ شعر پڑھا ؎ سن لنا قومک ضرب الاعناق ✿ وقامت الحرب بنا علی ساق ✿ اور اسی طرح مجاہد نے بھی اس معنی کے ثبوت میں ابو عبیدہ اور جریر وغیرہ کے چند اشعار پڑھے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ انسان جب کسی کام پر زور کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو پائچے چڑھاتا ہے اور پنڈلی کھلجاتی ہے اسلیے شدت کے موقع پر کہا کرتے ہیں کشف عن ساقہ ✿ دوم ابی سعید ضریر وغیرہ کا قول ہے وہ یہ کہ کشف ساق سے مراد پردہ اور اصل کھل جانا ہے یہ ایک محاورہ ہے اور ساق ہر شے کی اسکی اصل اور جڑ ہے کہ جس پر وہ کھڑی ہوتی ہے جیسا کہ ساق الشجر وساق الانسان تب یہ معنی ہوئے کہ جس روز حقائق الاشیاء اور انکے اصول ظاہر ہوجاوینگے یعنی قیامت کے دن کہ یہ پردہ کھل جائیگا جیسا کہ سورۂ ق میں فرمایا لقد کنت فی غفلۃ من ہذا فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید کہ تو اے انسان اس سے غفلت میں تھا سو ہمنے تیرا پردہ کھولدیا پس تیری آنکھیں آج تیز ہیں۔ اس عالم میں پردہ حسی آنکھوں پر پڑا ہوا ہے اسیر شہوات و لذات حسب عناصر کے او پر پردے پڑے ہوئے ہیں حقیقت الامر منکشف نہیں ہونے دیتے اسلیے ادیان و مذاہب میں اختلاف ہے کوئی کچھ کوئی کچھ بے تک کہہ رہا ہے جس طرح کسی کے کان والی ہاتھی کو ٹٹول کے بیان کرتے تھے ✿

سوم قول بہت درست ہے اور حاصل اسکا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ایک تو ذات ہے کہ جسکا ادراک محال ہے اور وہ مستقل محض ہے۔ دوسرے صفات

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ۝ لَّوْلَا أَن تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّن رَّبِّهِ

پھر تو صبر کر دیکھتا رہ اپنے رب کا حکم اور مچھلی والے جیسا نہو جائیو۔ جب اسنے اپنے رب کو پکارا اور وہ غصہ میں تھا۔ اگر اسکو اسکے رب کی رحمت نہ سنبھال لیتی

لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ۝ فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَإِن يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ

تو وہ برے حال سے چٹیل میدان میں پھینکا جاتا۔ پھر اسکو اسکے رب نے برگزیدہ کرلیا پھر تو وہ اچھا ہوگیا۔ اور کافر تو تجھے گھور گھور کر ڈگا دینگے جب ہی یہ دیکھیں

بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ۝ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ۝ ۶۰

قرآن سنکر اور کہتے ہیں یہ تو دیوانہ ہے۔ اور یہ قرآن جو ہے تو تمام دنیا کے لئے نصیحت ہے ؛

---

اذ العامل فیہا معنی قولہ کصاحب الحوت یرید لا تکن کصاحب الحوت حال **(ترکیب)** ندائہ وذلک لانہ فی ذلک الوقت کان مکظوما فکانہ قیل لا تکن مکظوما وہو مکظوم الجملۃ حال من ضمیر نادی علیہا مدار النہی لا علی النداء لانہ امر مستحسن تدارکہ فعل ماض مذکر حمل علی معنی النعمۃ لان تانیثہا غیر حقیقی نعمۃ موصوف من ربہ صفۃ والمجموع فاعل تدارکہ والضمیر فی تدارکہ مفعولہ ہذا قراءۃ الجمہور وقری بتشدید الدال تدارکہ وہو مضارع ادغمت التاء فی الدال والاصل تتدارکہ وقری تدارکتہ بتاء التانیث جواب لولا محذوف ای لولا ہذہ النعمۃ لنبذ بالعراء مع وصف المذمومیۃ فلما حصلت ہذہ النعمۃ لم یوجد النبذ بالعراء مع ہذا الوصف لما انہ ہذا الوصف والمجموع وان ہی المخففۃ من المثقلۃ واللام فی لیزلقونک قرأ الجمہور بضم الیاء وقرأ نافع واہل المدینۃ بفتحہا والاول من ازلق والثانی من زلق ومعنی النبی من موضعہ (الغرض) بابصارہم والباء اما للتعدیۃ واما للسببیۃ لما سمعوا الذکر لما ظرفیۃ منصوبۃ بیزلقونک حرف جواب کادوا یزلقونک وما ہو الخ الجملۃ مستانفۃ او فی محل نصب علی الحال من فاعل یقولون ای والحال انہ ذکر ؛

کفار کے طریق کی مذمت بیان فرما کر آنحضرت صلعم کو صبر و استقلال کی تاکید **(تفسیر)** کرتا ہے اور ضمناً ایک نبی کی جلد بازی پر عتاب [illegible]

فاصبر لحکم ربک ولا تکن کصاحب الحوت کہ اپنے رب کے حکم کا انتظار کر کہ انجام ان کفار کا کیا ہوتا ہے ان پر عذاب آنے کے لئے جلدی نہ کر [illegible] حضرت یونس علیہ السلام نے انجام نہ لیا مچھلی والا کہہ کے یہ بتا دیا کہ اس جلد بازی کا نتیجہ مچھلی کے پیٹ میں جانا ہوا پھر حضرت یونس کا قصہ اذ نادی [illegible] وہو مکظوم کہ اسنے اپنے رب کو مچھلی کے پیٹ میں پکارا نہایت غم والم کی حالت میں اور لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین کہا (مکظوم مشتق ہے کظم سے جسکے معنی ہیں برتن کے بھر دینے کے کہتے ہیں کظم السقاء اذا ملاہ۔ جب رنج و غم سے بھر جاتا ہے تو اسکو بھی کاظم کہتے ہیں اور مکظوم بھی اور اسی طرح غصے سے بھرے ہوئے کو بھی) ؛

**ف** اس قصہ کئی جگہ بیان ہو چکا ہے کہ شہر نینوی کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور لوگوں سے کہدیا تھا کہ فلاں وقت تم پر عذاب آئیگا لوگوں نے یقین کرکے رونا اور توبہ کرنا شروع کیا جس سے وہ آتا ہوا عذاب ان سے ٹل گیا حضرت یونس علیہ السلام کو غصہ ہوا کہ میں جھوٹا ہوا اسلئے نینوی شہر چھوڑ کر کہیں کو چلدیے رستے میں ایک کشتی پر سوار ہوئے دریا میں ڈالے گئے مچھلی نے لقمہ کرلیا اسکے پیٹ میں آپ نے پھر اپنے رب کو پکارا تو مچھلی نے ایک کنارے پر جاکر اگلدیا۔ اللہ نے وہاں کدو کے پتوں کا ان پر سایہ کیا اور ان کو سمجھایا کہ ہمکو اپنی مخلوق پر رحم ہے ہم ایسا جلد انھیں کیونکر ہلاک کردیتے۔ پھر خدا نے پاک ان پر اور ان میں صلاحیت و صفائی ہوئی اور شہر نینوی کی طرف بھیجے گئے اس بات کو مجملاً بیان فرماتا ہے لولا ان تدارکہ کہ اگر رحمت الٰہی اسکے لئے دستگیر نہوتی تو میدان میں مچھلی کے پیٹ سے برے حال میں ڈالے جاتے یا وہیں رہ جاتے پھر قیامت کے میدان میں برے حال میں لائے جاتے لیکن اسکو اللہ نے برگزیدہ کرلیا یعنی نواز دیا اس سے درگزر کی اور پھر نینوی کی طرف بھیجا پھر وہ بہت صلاحیت پر آگیا وہ تیزی جاتی رہی (ورنہ نبی تو پہلے ہی سے تھے کیونکہ نبی تھے اور اجتبا کے معنی یہی ہیں کہ انکو نوازا انکی جلد بازی سے درگزر کیا پھر اسی منصب کام پر بھیجے گئے کیونکہ اول نہیں بھیجے گئے تھے [illegible]) ؛

حضرت یونس علیہ السلام کا حال بیان فرما کر پھر آپ کی وہ حالت بیان فرماتے ہیں کہ جو قوم کے ہاتھوں پیش آرہی تھی اور جس سے آپکا جلدی کرنا اور یونس علیہ السلام کی طرح

ابی مسلم اصفہانی کہتے ہیں کہ آیت میں قیامت کا معاملہ مراد نہیں کیونکہ اس روز عبادت و سجدہ نہیں وہاں تو نہیں کے اعمال کا بدلہ ملیگا بلکہ مراد یہ ہے کہ انسان کے وقت اخیر کا معاملہ ہے اسوقت خدا کی طرف رجوع نہیں کر سکتا اور پہلے تو لوگ اسکو نماز و عبادت کے لیئے بلاتے تھے نہیں آتا تھا اب بجز حسرت کے اور کچھ نہیں یا بڑھاپے اور مرض کا واقعہ ہے کہ جوانی اور تندرستی میں جو سلامتی کا وقت تھا خدا تعالیٰ کے آگے نہیں جھکتے تھے لوگ بلاتے تھے نہیں آتے تھے اور نشے میں چور رہتے تھے اب بڑھاپا اور بیماری آئی خود اسکی طرف جھکنے اور عبادت و نماز ادا کرنے کی قدرت نہیں رہی یہ مراد بھی ممکن ہے مگر یہ کہنا کہ آخرت میں سجدہ نہیں ٹھیک نہیں کسلیئے کہ وہاں سجدہ بطور تکلیف کے نہیں مگر بطور امتحان و سرزنش کے ہوگا ؂

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیان میں وہ سخت تکذیب کرتے تھے اور آپ کو ٹھٹھوں میں اڑاتے تھے اور دھمکاتے بھی تھے اس سے آپ کو کمال رنج انکی بدنصیبی اور سرکشی پر ہوتا تھا اسلیئے آنحضرت صلعم کو تسلی دیتا ہے فقال فذرنی ومن یکذب بہذا الحدیث کہ چھوڑ مجھے اور اُسے جو اس بات کو جھٹلا رہا ہے یعنی آپ کچھ رنج و فکر نہ کریں میں آپ سمجھ لوں گا سنستدرجہم من حیث لا یعلمون میں رفتہ رفتہ انہیں ابھی پکڑے لیتا ہوں اس طرح سے کہ انھیں خبر بھی نہوگی۔ استدراج۔ جلدی نکرنا۔ اور اسکے اصلی معنی ہیں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف نقل کرنا کہتے ہیں۔ استدرج فلان فلانا اے استخرج ما عندہ قلیلا قلیلا اور اسی سے تدریج ہے ؂

اللہ تعالیٰ کا استدراج بندہ کے لیئے یہ ہے کہ نعمت پر نعمت مراد پر مراد ملے جاوے اور یہ بدکاری اور ناشکری اور کفر میں پڑا ہوا ہو یہاں تک کہ کشتی بھر جاوے جلد ڈوب جاوے عذاب الٰہی نازل ہو جائے۔ یکا یک موت آجائے یا اور کوئی ایسی مصیبت آئی کہ سر بھی نہ اٹھا سکے توبہ اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہونیکی مہلت بھی نملے۔ یہ ہے کہ عیش و نشاط میں پڑا ہوا مگن ہے اور اپنی بدکاری کے عمدہ پھل سمجھ رہا ہے اودھر مصیبت ہے کہ چپکے چپکے اسکے پاس آن لگی ہے اور اس کمبخت کو خبر بھی نہیں۔ آج کن شادمانیوں کے ساتھ فاحشہ عورتوں کے لیئے قہقہے کر رہا ہے شام کو مرگئے کل اسی وقت گور کے تنگ اور اندھیرے گڑھے میں پڑے اعمال کو بھگت رہے ہیں۔ یہ ہے اللہ کا استدراج جس سے بندہ واقف بھی نہیں ہوتا ؂

اور یہ بھی استدراج ہے کہ انسان کی عمر گرانمایہ آناً فاناً کم ہوتی چلی جارہی ہے ہر صبح آفتاب کی جگمگاہٹ دیکھ کر خوش ہوتا ہے ہر رات اسکی بہار لیتا ہے مگر یہ خبر نہیں کہ یہ میرے سفر کے منازل ہیں جو بے اختیار طے ہو رہے ہیں پھر یکبارگی منزل پر پہنچ گیا اب آنکھ کھل گئی رونے پیٹنے لگا مگر اب کیا ہو ماہی اسی لیئے فرماتا ہے واملی لہم ان کیدی متین۔ کہ میں انھیں ڈھیل دے رہا ہوں میرا داؤ بڑا مضبوط ہے کہ جس سے رستگاری ممکن نہیں اور کیونکر رستگاری ہو سکے جب کہ اس کا داؤ انسان کے جمیع قویٰ ادراکیہ کو احاطہ کیئے ہوا ہو اور بری بات کو بھلی سمجھتا ہو۔ جیسا کہ کفار مکہ کہ تو ان کو علوم نافعہ بتا رہا ہے اور آب حیات پلا رہا ہے اور وہ ہیں کہ اسکے مقابلہ میں سرکشی کرتے ہیں اور یہ بھی نہیں سوچتے کہ آپ کی اس سے کوئی غرض دنیاوی نہیں ام تسئلہم اجرا فہم من مغرم مثقلون کہ کیا آپ لینے کوئی اجرت یا مزدوری مانگتے ہیں جسکے بوجھ سے وہ دبے جاتے ہیں جس لیے آپ سے استفادہ نہیں کرتے۔ ام عندہم الغیب فہم یکتبون اور جب آپ سے استفادہ نہیں کرتے تو پھر کیا انکے پاس غیب ہے یعنی انھیں امور غیبیہ احکام الٰہیہ و منافع و مضرات آخرت کا بطور کشف و الہام علم ہے کہ جسکو وہ لکھتے ہیں یا اپنے دلوں کے ورقوں پر لکھے بیٹھے ہیں۔ پھر جب یہ دونوں باتیں نہیں تو قطعاً جان لینا چاہیئے کہ وہ کید الٰہی میں گرفتار ہیں کہ انکو کسی طرح فکر و تامل کرنے کی مہلت نہیں ملتی اور کسی طرح انکے دلوں تک نہیں پہنچ سکتا ؂

| سورۃ الحاقہ مکیہ ہے اس میں | بسم اللہ الرحمن الرحیم | باون آیات اور دو رکوع ہیں |
|---|---|---|

اَلْحَاقَّةُ ۝ مَا الْحَاقَّةُ ۝ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْحَاقَّةُ ۝ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝

ہونے والی کیا ہی ہے ہونے والی اور تو کیا جانے کیا ہی ہونے والی ثمود اور عاد نے کھڑ کھڑانے والی کو جھٹلایا پھر ثمود جو تھے وہ زلزلے سے ہلاک کئے گئے

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ

اور جو عاد تھے تو وہ ہوا سے ہلاک ہوئے جو زناٹے کا طوفان تھا وہ آن پر سات رات اور آٹھ دن لگاتار چلا کی پھر تو انہیں دیکھتا

فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝

پچھڑے پڑے گویا کھجور کے کھوکھلے ٹھنڈ پڑے ہیں پھر ان میں سے کسی کو دیکھتا کہ بچ رہا ہو

الحاقۃ ای الساعۃ او الحالۃ التی یحق فیہا الامر۔ مبتداء ما الحاقۃ ( **ترکیب** ) خبرہا والاصل ما ہی فوضع الظاہر موضع المضمر للتہویل و ما مبتداء و ادریٰک خبرہا والجملۃ فی محل النصب لکونہا مفعولاً ثانیاً لادریٰک واما ثمود مبتداء فاہلکوا الخ خبرہ والطاغیۃ مصدر کالعافیۃ وقیل الصیحۃ التی جاوزت الحد وہی صیحۃ جبرئیل وقیل الرجفۃ ای الزلزلۃ صرصر الشدید الصوت لہا صرصرۃ عاتیۃ من العتو وقیل عتت الریح علی الخزان فلم یکن لہم علیہا سبیل وقیل عتت علی عاد فما قدروا علی ردہا بحیلۃ من استتار ببناء او لیاذ الی جبل وقیل لیس من العتو بمعنی العصیان بل بمعنی بلوغ الشی وانتہائہ کما فی قولہ تعالیٰ (وقد بلغت من الکبر عتیا) عاتیۃ ای بالغۃ منتہاہا فی القوۃ والشدۃ سخرہا جملۃ مستانفۃ لبیان کیفیۃ اہلاکہم ویجوز ان تکون صفۃ لریح وان تکون حالاً منہا وثمانیۃ ایام معطوف علی سبع لیال وہما منصوبان علی انہما ظرف لسخر حسوما ای حسوم جمع حاسم کشہود وقعود والحسم فی اللغۃ القطع بالاستیصال ومنہ الحسام للسیف ومعناہ فی الآیۃ التتابع لان تلک الریاح لما کانت متتابعۃ ما سکنت ساعۃ کانہا قطعت القوم ومنہا استاصلتہم فعلی ہذا القول انتصابہا علی نعت لسبع لیال الخ ای متتابعات ہذا قول الاکثرین وقیل الحسوم مصدر کالشکور والکفور فعلی ہذا انتصابہ اما الفعل المضمر والتقدیر تحسمہم حسوما واما لکونہ مفعولاً لہ ای سخرہا علیہم للاستیصال وقیل حال من الریح ای مستاصلۃ صرعیٰ جمع صریع یعنی موتیٰ ہو حال کانہم الخ حال من القوم او جملۃ مستانفۃ والنخل یذکر ویؤنث ہذا اخبار عن عظم اجسامہم ؂

قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ سورہ بھی بالاتفاق مکیہ ہے یعنی ہجرت سے پہلے ( **تفسیر** ) مکہ میں نازل ہوئی ہے ابن عباسؓ و ابن زبیرؓ بھی یہی فرماتے ہیں۔ طبرانی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں سورۂ حاقہ اور اسکی مثل اور سورہ پڑھا کرتے تھے ؂

مناسبت اس سورۃ کی سورۂ نون سے یہ ہے کہ انسان کی بدکرداری وکفر پر جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے سزا نازل ہوتی ہے جو در اصل اسی کے افعال بد کا نتیجہ یا ایک اثر غیر منفک ہوتا ہے اسکی دو قسم ہیں **قسم اول** کو ابتلا کہتے ہیں جو شخص اسکی سرزنش اور تنبیہ کے لیے ہوتی ہے کہ اسکی وجہ سے اپنی کردار بد سے باز آجاوے اور اسکو امتحان و آزمایش بھی کہتے ہیں جیسا کہ قحط و وبا بدامنی باہمی نفاق و قتال و جدال جبار بادشاہوں کا تسلط زلزلہ ژالہ باری کثرت امراض طوفان ہوا طوفان آب وغیرہ یہ مصیبت ایک حیثیت سے قہر تو دوسری حیثیت سے کہ یہ زاجر ہے اسکے سبب باز آویں گے) مہر بھی ہے اسلیے اسمیں بدوں کے ساتھ نیک بھی پس جاتے ہیں تاکہ نیکوں کو تنبیہ ہو جو امر معروف میں انسے کوتاہی صادر ہوئی تھی کچھ اس سستی کا خمیازہ یہ بھی تو اٹھاویں یا انکے گناہوں کا کفارہ ہو جاوے یا رفع درجات اخرویہ کا وسیلہ ہو جاوے اور ان کا امتحان بھی ہوتا ہے کہ ایسی حالت میں بھی ثابت قدم رہتے ہیں ؟ ؂

دل میں پیچ و تاب کھانا ممکن تھا و ان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارہم لما سمعوا الذکر کہ تحقیق نزدیک تھا کہ کافر تجھ کو اپنی آنکھوں سے ڈگمگا دیں یعنی استقلال کے مقام سے کہ انکی تیز تیز نگاہیں دیکھ کر آپ کو بھی غصہ آجاتا ہے اور مضطرب ہو کر یونس علیہ السلام کی طرح قبل از وقت انکے لیے بددعا کر کے نزول عذاب کے منتظر ہو جاویں۔ یہ کب ہوتا ہے لما سمعوا الذکر جبکہ قرآن مجید سنتے ہیں اسلیے کہ عین نصیحت کے وقت جس پر خیر خواہی کا وقت ہوتا ہے ایسی سخت مخالفت ناصح کو جوش میں لے آتی ہے اور یہی ہے کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہے جو حضرت صلعم کا نہایت محبوب تھا اور اپنی بڑی سینے سے اس قدر عزیز نہیں آنا پس قدر کہ محبوب کی تحقیر سنکر غصہ آتا ہے۔ یہ آنکھ ایک بات ہے جو آنکھوں سے متعلق ہے اسپر بس نہیں کرتے بلکہ زبان سے بھی برا بھلا کہتے ہیں ویقولون انہ لمجنون اور کہتے ہیں تحقیق یہ شخص یعنی محمد صلعم دیوانہ ہے۔ حالانکہ کوئی جنون اور دیوانگی کی بات آپ میں یا آپکے کلام میں نہیں پائی جاتی کہ جو کلام کہ آپ لوگوں کو سناتے ہیں وما ہو الا ذکر للعالمین وہ صرف ایک قوم یا ایک ملک یا ایک خاندان کے لیے نافع اور سودمند ہی نہیں بلکہ تمام جہان کے لیے کیونکہ اس عہد میں تمام جہان بت پرستی و بدکاری کی نجاست میں آلودہ تھا اور قرآن مجید میں تمام نجاستوں کی دور کرنے والی چیز ہے اسکے سوا اور مکارم اخلاق و اصول و حسنات و ارکان سعادت دارین کے زیور اور لباس سے مزین کرنے والی بھی ہے۔ پھر جب ایک قوم یا ایک شخص کو نصیحت و سعادت سکھانے والے کو مجنون نہیں کہا جا سکتا تو تمام جہان کے ناصح اور معلم سعادت کو کیونکر دیوانہ کہہ دیا اور وہ کیونکر دیوانہ ہو سکتا ہے۔

اکثر مفسرین لیزلقونک بابصارہم کے یہی معنی بیان کرتے ہیں کہ وہ تیز تیز اور غصہ بھری نگاہوں سے آپ کو دیکھتے تھے اور اس سے آپ کو مقام سے برد استقلال سے پھسلانا چاہتے تھے اور کلام عرب میں اس قسم کی تیز اور غصہ بھری نگاہ کو گرا دینے والی کہا کرتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں نظر الی نظرا یکاد یصرعنی اور یکاد یاکلنی کہتے ہیں ایسا دیکھتا ہے جیسا مجھے کھا جائیگا یا گرا دیگا ایک شعر میں بھی یہ مضمون آیا ہے ۔ یتقارضون اذا التقوا فی موطن ٭ نظرا یزیل مواطئ الاقدام ٭ اور ابن عباس نے بھی ایسے محل پر ایک شعر پڑھا ہے ۔ نظروا الی باعین محمرۃ ٭ نظر التیوس الی شفار الجازر ٭ (کلبی) کہتا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کفار نے دیکھا کہ آپ کی نبوت کے ابطال میں کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی تو بنی اسد کے قبیلے میں سے جو نظر بد کے حق میں مشہور تھا ایک شخص کو لائے جو اس فعل میں بھی ممتاز تھا اور وہ جب تین روز بھوکا رہ کر کسی چیز کو دیکھتا اور یہ کہتا تھا کہ واہ کیا خوب ہے تو اسپر فوراً اثر ہوتا تھا اسکو بہت کچھ طمع دی اور اسنے تین روز کا فاقہ کیا اور جہاں آپ قرآن مجید سناتے تھے وہاں گیا اور آپ کو دیکھ کر اسی نسبت سے کہا واہ کیا خوب شکل اور کیا خوب آواز ہے مگر آپ پر اسکا کچھ بھی اثر نہیں ہوا اپنا سا منہ لیکر چلا آیا ان آیات میں اسی قصے کی طرف اشارہ ہے ٭

**اب قابل بحث یہ بات ہے** کہ آیا در اصل نظر میں کوئی ایسا اثر ہے کہ جسکو دیکھا جائے اسپر کوئی برا اثر پہنچے جسکو اصابۃ العین کہتے ہیں؟ معتزلہ کہتے ہیں نہیں کسلیے کہ ایک جسم کا اثر دوسرے تک بغیر مماسہ کے پہنچ نہیں سکتا اور نظر میں یہ بات ہوتی نہیں پھر محض توہم باطل ہے جسکا اثر متوہم کو محسوس ہوتا ہے اور توہمات کا اثر انسان پر محسوس ہونا بڑی بات ہے محققین قائل ہیں کہ اثر ہوتا ہے کسلیے کہ علاوہ مماستہ اجسام کے نفوس میں بھی ایک خاص اثر ہے جسکو دوسرے نفوس قبول کر لیتے ہیں جسکی نظیر عمل مسمریزم ہے روحانی اثر جسمانی اثر سے بڑھکر قوی ہوتے ہیں جس طرح طیبات کے آثار معجزات و کرامات ہیں ارواح خبیثہ کا اثر ویسا ہی خبیث ہوتا ہے پھر اس اثر کی علامت میں گفتگو ہے کوئی کہتا ہے نظر کرنیوالے کی آنکھ میں ایسے سمیہ ہوتے ہیں جو شعاع بصری کے ساتھ نکل کر مرئی پر برا اثر کرتے ہیں مگر یہ ٹھیک نہیں اب تک کوئی علت معین نہیں ہوئی ہے احادیث سے بھی نظر بد کا اثر ثابت ہوتا ہے حضرت امام بصری فرماتے ہیں بعض آیات وان یکاد الخ کا پڑھکر دم کرنا بہت سریع الاثر علاج ہے اور جسکی نظر بد کا اثر پہنچا ہے اسکے ہاتھ پاؤں اعضا دھلا کر اسکے پانی سے مریض نظر کو غسل دینا بھی عمدہ علاج ہے کہیں نظر والے کے پاؤں کی مٹی بھی لیکر آگ میں ڈال دیتے ہیں کہیں سرخ مرچیں آگ میں جلاتے ہیں ہندوستانی خیالات نے اسکو اور ترقی دی ہے پھر کہیں نظر کے لیے گنڈا ڈالتے ہیں کہیں فال کھلواتے ہیں کہیں سیاہ ٹیکے لگاتے ہیں اور کیا کیا کرتے ہیں۔ جاہل قوموں میں بقدر جہل اسکا زیادہ چرچا ہے —

اور قیامت بھی ایک ایسا ہولناک واقعہ ہے کہ دلوں کو اپنی ہول و دہشت سے ہلا دیگا اسلیئے اس کی ہولناک حالت یاد دلانے کے لیئے القارعہ کے لفظ سے تعبیر کیا اور حاقہ اور قارعہ رؤس آیات میں ایک وزن خاص بھی رکھتے ہیں جو نظم قرآنیہ کو اور بھی لطف دے رہے ہیں بعض کہتے ہیں القارعہ سے مراد خاص قیامت نہیں بلکہ عموماً زواجر اور گناہوں سے روکنے والی اور دل کو ہلانے والی باتیں ہیں جو انکے انبیاء علیہم السلام حضرت صالحؑ و حضرت ہودؑ نے بیان فرمائیں تھیں ؛

پہلے قوم ثمود کا بیان

دونوں قومیں ایک جرم میں شریک تھیں ہر چند انکے انبیاء نے سمجھایا جب نہ مانا تو انتقام الٰہی کا وقت آگیا پھر آگے ہر فرقے کی ہلاکت بیان فرماتا ہے۔ فاما ثمود فاہلکوا بالطاغیۃ کہ قوم ثمود طاغیہ سے ہلاک ہوئی۔ یہ زلزلہ کی سخت اور حد سے متجاوز آواز تھی جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے انا ارسلنا علیہم صیحۃ واحدۃ فکانوا کہشیم المحتظر۔ بعض کہتے ہیں بجلی کی کڑک تھی۔ بعض کہتے ہیں طاغیہ مصدر ہے جیسا کہ کاذبہ و عاقبہ تب اسکے یہ معنی کہ وہ سرکشی کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ بعض کہتے ہیں طاغیہ سے مراد وہ بدنہاد شخص ہے جسنے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اور ت مذکر کے لیئے بھی آجاتی ہے جیسا کہ نسابہ و راویہ میں ہے۔ اگر طاغیہ سے مراد وہ فاحشہ عورت لیجائے کہ جسکے کہنے سے اس بدبخت نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں تو اور بھی انسب۔ لیکن قول اول قوی ہے ؛

قوم عاد کی ہلاکت

قوم ثمود کا واقعہ بہ نسبت عاد کے واقعہ کے زمانے میں قریب تھا اسلیئے اول اسکو ذکر کیا کیونکہ قریب زمانے کی بات زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ اسکے بعد عاد کے واقعہ کو جو اس سے پہلے گزرا تھا۔ فقال واما عاد فاہلکوا بریح صرصر عاتیۃ لیکن عاد سو وہ ہوا سے ہلاک ہوئے جو صرصر یعنی زناٹے کی تھی اور عاتیہ بہت تیز و تند تھی کسیکے بس کی نہ تھی۔ سخرہا علیہم سبع لیال وثمانیۃ ایام حسوما۔ اسکو ان پر سات رات آٹھ دن پے در پے مسلط کیا تھا برابر چلتی رہی جسنے نہ کوئی درخت چھوڑا نہ مکان۔ قوم عاد ہلاک ہوگئی۔ ہوا بدھ کے روز صبح سے شروع ہوئی تھی پھر اگلے بدھ کی شام کو تھمی ان ایام کو عرب عجوز کہتے ہیں سردی بھی سخت تھی۔ اور سردی کا اخیر موسم تھا عرب میں اس موسم کے نام ہیں صن صنبر وبر آمر مؤتمر معلل مطفی الجمر مکفی الظعن ؛

سخرہا کے لفظ میں اشارہ ہے کہ ہمنے مسخر و مسلط کیا تھا اسکو کوئی موسم و کواکب کی تاثیر سے نہ سمجھے کیونکہ گمراہ ہر ایک آسمانی چیز کو سبب ظاہری پر منحصر کرتے ہیں انکی کوتاہ نگاہیں مسبب الاسباب تک نہیں پہنچتیں۔ عاد قوم کے لوگ بڑے قد آور تھے ہوا کے بعد فتری القوم فیہا صرعیٰ ہر ایک کی لاش میدان میں زخمی ہوئی ایسی پڑی دکھائی دیتی ہے جیسا کہ کھجور کے بڑے بڑے درخت کٹے پڑے ہوں کانہم اعجاز نخل خاویہ کھوکھلے ٹھونٹھوں سے اسلیئے تشبیہ دی کہ انکے اندر نور و معرفت کچھ نہ تھا یا یوں بھی انسان اندر سے مجوف ہوتا ہے اور وہ لمبے بھی تھے اسلیئے کھجور کے درختوں سے جو کھوکھلے ہوتے ہیں پوری تشبیہ ہے ؛

فہل تریٰ لہم من باقیۃ۔ پھر آپ کو اے دیکھنے والے ان میں سے کوئی بھی باقی دکھائی دیا ہے۔ کوئی نہیں سب مرکر رہ گئے۔ لیکن حضرت ہود علیہ السلام اور جو انپر ایمان لائے تھے وہ سب بچ گئے اور حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو پہلے سے خبر دی تھی مگر انہوں نے ٹھٹھوں میں اڑا دیا۔ بڑے مالدار بڑے زور آور تھے ؛

عاد و ثمود کے قصے کی پوری شرح مؤرخانہ طور پر ہم سورۂ اعراف کی تفسیر میں بیان کر آئے ہیں وہاں دیکھو ؛

اب اس کلیہ کو آپ اسکے سینکڑوں امثال پر مطابق کر لیجئے۔ طوفان نوح۔ سدوم وغیرہ بستیوں کی بربادی۔ بنی اسرائیل پر وبا۔ اور غیر بادشاہوں کا تسلط جسمیں سینکڑوں تہ تیغ ہو گئے۔ حضرت دانیال علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی بھی قیدیوں میں بابل پہنچے۔ انھیں نظائر کو قرآن مجید نے بار بار بندوں کو یاد دلایا ہے کہ انپر پڑی تھی تم سنکر باز آجاؤ اور پہلی کتابوں میں بھی ان ہولناک وقائع کو یاد دلایا ہے ؛

**قسم دوم** انتقام جو ابتلا کے بعد بھی نہ سمجھے۔ اور اس سزا کو حاقہ کہتے ہیں جو کسی کے ٹالے نہیں ٹلتی اور یہ انتقام الٰہی اخیر پر ہوتا ہے جہاں نہ توبہ کی مہلت نہ استغفار کی فرصت ملتی ہے اور اسکے بعد دنیا سے رحلت ہو کر عالم برزخ کا قیدخانہ ہوتا ہے یا قیامت کا تازیانہ۔ اسمیں نیک لوگ شامل نہیں ہوتے انکو خدائے پاک بہرطور محفوظ ہی رکھتا ہے جو اسکی عدالت کا عین مقتضیٰ ہے ؛

سورہ نون میں کفار مکہ کو ابتلا سے ڈرایا گیا تھا اور باغ والوں کا قصہ بھی یاد دلایا تھا انا بلونا ہم کما بلونا اصحاب الجنۃ۔ جو انکی تباہی کی سزا تھی کہ وہ آنحضرت صلعم کو دیوانہ کہتے تھے جیسا کہ اصحاب الجنۃ کی بدنیتی کی سزا انکو ملی تھی مگر مکہ کے کفار بیکہ ہلوں پر جنہوں نے مہر کر دی تھی اس ابتلا کو جو سات برس کا قحط تھا اور اور بھی مصائب تھے کب خاطر میں لانے والے تھے اسکے بعد بھی وہ الٹے ہی سخت دل رہے اور وہ انکی سے سخت تر اس آمنے کے خواستگار رہے اسلیے اس سورہ مبارکہ میں حاقہ عذاب بیان فرماتا ہے جو بیشتر قیامت میں ہوگا اور کبھی عبرت الٰہی دنیا پر بھی نازل کر دیتی ہے اور پہلی امتوں پر جو دنیا میں حاقہ نازل ہوا اسکی انکے مسلمہ واقعات سے نظیر دیتا ہے ؛

فقال الحاقۃ ما الحاقۃ حاقہ کیا ہی حاقہ ہے۔ یہ اور اسکے بعد کا جملہ وما ادراک ما الحاقۃ کہ تو کیا جانے کیا ہے حاقہ ؟ حاقہ کی عظمت بتانے کے لیے آیا ہے جیسا کہ کہتے ہیں زید ما زید کہ زید کیا زید ہے۔ مفسرین کہتے ہیں الحاقۃ سے مراد یہاں قیامت ہے۔ پھر اسکے لفظی معنی میں چند اقوال ہیں۔ اول حاقہ حق بمعنی ثابت سے ہے پھر حاقہ کے معنی ہیں الساعۃ الواجبۃ الثابتۃ۔ دوم یہ وہ ساعت ہے کہ جسمیں سب باتیں معلوم ہو جاویں گے اور بھی اقوال ہیں۔ وما ادراک میں مخاطب بالخصوص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ ہر مخاطب۔ وہ حاقہ کی حقیقت سے بیشک واقف نہ تھے اسلیے ما ادراک کہنا بیجا نہیں اور اگر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مخاطب ہوں تو وہ بھی حاقہ کی کنہ نہیں جانتے تھے علم بالکنہ کی نفی ہے نہ علم بالوجہ و بوجہ ما کی اسلئے آپ کی نسبت بھی ما ادراک کہنا ناروا نہیں ؛

**ف** یحییٰ بن سلام کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں ما ادراک ماضی کے صیغہ سے آیا ہے آخر اس چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا گیا ہے اور جہاں کہیں ما یدریک کے صیغہ سے آیا ہے وہاں وہ بات آپ سے بھی مخفی رکھی گئی ہے۔ وفیہ ما فیہ ؛

اب اسکے بعد چند نظائر حاقہ کے بیان فرماتا ہے جو اگلی قوموں پر دنیا میں نازل ہوئیں (۱) عاد و ثمود کی ہلاکت جو عرب کے ملک میں ہوئی اور وہ ایک متواتر روایت تھی جسکا کوئی عرب انکار نہیں کر سکتا تھا فقال کذبت ثمود وعاد بالقارعۃ کہ قوم ثمود نے جو عرب کے شمال و غرب کے حصے میں آباد تھی جنکے پہاڑوں میں تراشے ہوئے گھر اب تک یادگار ہیں اور اسی طرح انسے پہلے قوم عاد نے جو یمن میں بستے تھے قارعہ یعنی قیامت کو جھٹلایا۔ جھٹلایا تو رسولوں اور انکی تمام باتوں کو بھی تھا مگر قیامت کی تکذیب ایک ایسا فعل بد ہے جو انسان کو دلیر بنا کر تمام اصول سعادت سے روک دیتا ہے اسلیے بالخصوص اسکا نام لیا گیا۔ اور قیامت کو قارعہ اسلیے کہا کہ قرع ٹھوکنے اور کھٹکھٹانے کو کہتے ہیں

قسم دوم

فوائد لطیفہ

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ ۝ وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً ۝ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝

پھر جب صور میں ایک ہی پھونک ماری جاوے اور زمین اور پہاڑ دونوں اٹھا کر ایک ہی بار ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جاویں تو اس روز ہونیوالی ہو پڑے

وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ ۝ وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ ۝

اور اس روز آسمان پھٹ کر شکستہ ہو جاوے اور فرشتے اسکے کناروں پر ہوں اور تیرے رب کا تخت اس روز آٹھ فرشتے اٹھاویں

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ ۝ إِنِّي

اس دن تم حاضر کئے جاؤ گے تم میں سے کوئی چھپ نہ سکے گا پھر جسکو اسکا اعمالنامہ داہنے ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا لیجیو میرا اعمالنامہ تو پڑھو میں تو

ظَنَنْتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ ۝ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۝ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ۝ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا

سمجھا ہوا تھا کہ مجھے میرا حساب ملنا ہے سو وہ تو دل پسند عیش میں ہے اونچی بہشت میں جسکے میوے جھکے پڑتے ہیں (کہا جائیگا) کھاؤ پیو حض سے

بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ ۝ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝

ان کاموں کے بدلے میں جو سابق دنوں میں کئے تھے پھر جسکا لکھا اسکے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو کہے گا اے کاش میرا لکھا مجھے نہ ملتا اور مجھے خبر ہوتی کیا میرا حساب ہے

يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ ۝ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ۝

کہیں موت فیصلہ کر دینے والی آجاتی میرا مال بھی کام نہ آیا میری حکومت بھی جاتی رہی (حکم ہوگا) اسکو پکڑو پھر طوق پہناؤ پھر اسکو دہکتی آگ میں ڈالو

ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ۝ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ

پھر اسکو ستر گز کی زنجیر میں جکڑ و کیونکہ یہ خدائے عظیم پر ایمان نہیں لاتا تھا اور نہ غریبوں کو کھانا کھلانے کی رغبت دلاتا تھا

الْمِسْكِينِ ۝ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هَاهُنَا حَمِيمٌ ۝ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ ۝ لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ ۝

پھر اسکا بھی آج یہاں نہ کوئی دوست ہے اور نہ کھانا ہے مگر زخموں کا دھوون جسکو گنہگاروں کے سوا اور کوئی نہیں کھائیگا

نفخة واحدة بالرفع علی انہا مفعول مالم یسم فاعلہ من نفخ المجہول و انما حسن تذکیر (**ترکیب**) الفعل للفصل وان التانیث غیر حقیقی وقرئہا بالنصب علی ان فی الصور مفعول مالم یسم فاعلہ ثم نصب نفخة علی انہا مفعول مطلق و واحدة تاکید لہا۔ وحملت الارض الخ بالتخفیف وقری مشددا عطف علی نفخ فدکتا ای جملة الارض و جملة الجبال من الدک (کوفتن و ریزہ کردن و ہموار کردن صراح) والدک ابلغ من الدق۔ ناقة دکاء لاسنام لہا ومنہ الدکة بالفتح (چبوترہ) والدکان بالضم دکة واحدة قال الفراء لایجوز ہہنا الا النصب لارتفاع الضمیر فی دکتا ولم یقل فدککن لانہ جعل الجبال کالواحدة والارض کالواحدة کما قال ان السموات والارض کانتا رتقا ولم یقل کن فیومئذ ظرف لوقعت وانشقت معطوف علی وقعت یومئذ ظرف لواہیة فیومئذ و مابعدہا جواب اذا نفخ قال الزجاج یقال لکل ما ضعف جدا وہی فہو واہ ارجائہا ای اطرافہا وجوانبہا جمع رجی مقصورا یقال رجا ورجوان الجمع الارجاء ثمانیة بالرفع علی انہ فاعل یحمل فوقہم ای فوق الملائکة الذین علی الارجاء وقیل ان الحملة یحملون العرش فوق رؤسہم والضمیر قبل الذکر جائز کقولہ فی بیتہ یؤتی الحکم فوقہم و یومئذ منصوبان بیحمل علی انہما ظرفان لہ ہاؤم من اسماء الفعل۔ ہا بمعنی خذ یقال ہا یا فتی ومعناہ تناول ویقیمون الہمزة للمذکر کالکاف فی ہاک یقال للاثنین ہاؤما وللجمع ہاؤم و ہاؤم والمیم فی ہذہ الموضع کالمیم فی انتما وانتم والضمة فی ہاؤم امنا ہی ضمة میم الجمع

یا لیتہا الضمیر یعود الی الموتة الاولی فانہا کالمذکورا والی الحالة التی شاہدہا ای لیت ہذہ الحالة کانت الموتة التی قضیت علی ۱۲ منہ

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ

اور فرعون اور اس سے پہلے　اور الٹی ہوئی بستیاں گناہ کے مرتکب ہوئے تب ہر ایک نے اپنے رسول کے رب کی نافرمانی کی تو ہم نے انکو خوب ہی پکڑا بیشک جبکہ پانی

حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۙ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝

حد سے گذر گیا تھا تمکو کشتی میں سوار کیا تاکہ ہم اسکو تمہارے لئے یادگار بنائیں اور حفاظت کرنے والے کانوں میں پڑی رہے

من موصلۃ قبلہ قرأ الجمہور بفتح القاف وسکون الباء ای من تقدمہ من الامم (**ترکیب**) وقرأ ابو عمرو وعاصم والکسائی بکسر القاف وفتح الباء معناہ من جہتہ وطرفہ وعلی الوجہین موصلۃ والمجموع معطوف علی فرعون وہو فاعل جاء والمؤتفکات معطوف علیہ بالخاطئۃ مفعول جاء والباء للتعدیۃ والخاطئۃ اما مصدر کالخطاء واما الفعلۃ ای بالفعلۃ الخاطئۃ رسول ربہم مفعول عصوا ای عصی کل واحد رسولہ اخذۃ مفعول مطلق رابیۃ صفۃ من ربا الشیٔ اذا زاد انا ﷲ احملناکم خبرہ فی الجاریۃ حال من مفعولہ اذ فی متعلقہ بمحذوف لیست بصلۃ للحمل لما طغا الماء ظرف حملنا دخلت بین المبتدأ وخبرہ لنجعلہا واللام متعلقۃ بمحذوف ای فعلنا والضمیر المنصوب فی نجعلہا للفعلۃ ای انجاء المؤمنین واہلاک الکافرین ہی معلومۃ وان کانت غیر مذکورۃ قال الفراء الضمیر للسفینۃ۔ وتعیہا معطوف علی نجعل ای ولتعیہا وہی بکسر العین عند القراء السبعۃ وقرئ باسکان العین کما فی فخذہ وکبدہ وانما فعل ذلک لان حرف المضارعۃ لا ینفصل من الفعل فاشبہ ما ہو من نفس الکلمۃ وصار کقول من قال فہو وہی ومثل ذلک قولہ ویتقہ فی قرأۃ من سکن القاف (الکبیر) والوعی ان تحفظ الشیٔ فی نفسک والایعاء ان تحفظ فی غیرک کالبضاعۃ ۱۲

(۲) فرعون کا قصہ (۳) وہ جو اس سے پہلے گزرے ہیں انکا واقعہ۔ (**تفسیر**) حضرت نوح و ابراہیم علیہما السلام کے درمیانی زمانے میں یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد سے فرعون کے عہد تک جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عہد تھا۔ اس عرصے میں بھی بہت انبیاء آئے اور انکی امتوں پر نافرمانی سے بلائیں نازل ہوئیں اور وہ غارت کردیے گئے انکا تفصیلی علم اللہ ہی کو ہے۔ یا من قبلہ سے فرعونی لوگ مراد ہیں یعنی فرعون اور اسکے لوگوں کا قصہ کہ وہ اپنی بدکاری کی وجہ سے قلزم میں غرق ہوئے (۴) مؤتفکٰت الٹی ہوئی بستیاں۔ حضرت لوط علیہ السلام کے عہد میں پانچ بستیاں جو جھیل مردار کے کنارے پر آباد تھیں سدوم عاموراہ وغیرہ انکی بدکاری اور نافرمانی و سرکشی کی وجہ سے الٹی گئی تھیں فرماتا ہے ان سب لوگوں نے خطا کی گناہوں میں پڑ گئے تھے۔ پھر سب کے قصے کو مختصر کرتا ہے۔ فعصوا رسول ربہم۔ کہ نہ صرف گناہ ہی کیے تھے بلکہ گناہوں کے سبب دل سیاہ ہوگئے تھے جسلیے خداوند تعالیٰ کے رسولوں کی نافرمانی کی فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا علیٰ ہذا القیاس اس سے پہلے لوگوں نے یا اسکے لوگوں نے اور سدوم وغیرہ بستیوں کے رہنے والوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی نافرمانی میں کوئی کمی نہ کی فاخذہم اخذۃ رابیۃ۔ پھر تو ان سب کو اللہ قادر نے انتقام میں زور سے پکڑا ہر ایک مختلف عذابوں میں مبتلا کرکے غارت کیا گیا۔ فرعون اور اسکی قوم بدکو قلزم میں ڈبو دیا۔ لوط علیہ السلام کی قوم پر آسمان سے پتھر برسائے انکی بستیوں کو الٹ دیا (۵) انا لما طغا الماء یہ پانچویں نظیر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی ہے گرچہ من قبلہ میں اجمالی طور پر داخل تھی مگر ایک بڑا عبرتناک واقعہ تھا۔ اس قصے میں سے صرف ان باقی رہنے والوں پر کشتی میں سوار کرلینے کا احسان یاد دلاتا ہے کہ جنکی اولاد سے پھر بدکاری پر بدکاری اور بت پرستی پر بت پرستی کی یہ فرعون اور قوم لوط اور دیگر کفار کون ہیں انہیں کی اولاد کہ ایسے سرکشوں جب پانی کی طغیانی ہوئی تو تمکو (تمہارے باپ دادا کو جنکی پشتوں میں تم نالائق مکلّم تھے) ہمنے کشتی پر اٹھا لیا تاکہ یہ ہمارا فعل آئندہ نسلوں میں یادگار رہے مگر تم بھول گئے اور تاکہ اسکو یاد رکھنے والے کان سنیں تم سنتے ہو مگر تمہارے کان اسکو پھینک دیتے ہیں محفوظ نہیں رکھتے یہاں اجمالی بیان ہر ایک قوم کا کافی تھا اسلیے یہی

وثانیہ وصعقہ ونشور وحساب و وقوف سب کچھ ہوگا۔ یوم زمانہ اور وقت کے لئے کلام عرب میں بکثرت مستعمل ہے

**ف** والملک علیٰ ارجائہا ملک سے ایک فرشتہ مراد نہیں بلکہ جنس۔ یہ عالم کے برباد ہونے کی کسی گھر کے برباد ہونے سے تمثیل ہے کہ جب گھر گرنے کو ہوتا ہے تو وہاں کے لوگ نکل کر باہر کنارے کھڑے ہوجاتے ہیں گو بعد میں وہ بھی ہلاک ہوجاویں گے اور جو ہلاک نہ مانے جاویں تو بھی ممکن ہے کس لئے کہ ایک جگہ آیا ہے الا من شاء اللہ پس ممکن ہے کہ ملائکہ مستثنیٰ ہوں۔

**ف** ویحمل عرش ربک فوقہم یومئذ ثمانیہ ایسا ہی مضمون سورۂ زمر کی اس آیت میں ہے وتری الملائکۃ حافین من حول العرش اب کلام یہ ہے کہ تخت رب العلمین کے سر پر اٹھانے سے کیا مطلب؟ بیضاوی فرماتے ہیں کہ یہ ایک تمثیل ہے لوگوں کے سمجھانے کے لئے دنیا میں بادشاہوں کے دربار اور ان کے تخت عدالت سے کہ جسکو خدام کی جماعت عزت احترام سے دربار میں لاکر رکھتے ہیں تاکہ وہ اسپر بیٹھکر عدالت کرے۔

بعض علما اسکو حقیقت پر محمول کرتے ہیں انکے نزدیک کوئی تاویل و توجیہ آیات احادیث میں جائز نہیں ہر ایک کو انکے ظاہری معنی پر محمول کرنا در اصل قرآن احادیث کا ماننا کہتے ہیں اگرچہ حسن اعتقادی کا یہی مقتضا ہے مگر جب اسلوب کلام میں غور کیا جاوے اور یہ بھی تسلیم کرلیا جاوے کہ قرآن مجید اعلیٰ درجہ کی بلاغت وفصاحت کے قوالب میں ڈھلا ہوا ہے تو یہ ضرور تسلیم کرنا پڑیگا کہ بلغاء کے کلام میں مجاز استعارہ تمثیل تشبیہ بہت کچھ ہوتا ہے محاورات زبان و عرف کا بہت خیال ہوتا ہے اور قرآن مجید میں یہ سب باتیں موجود ہیں پھر جس طرح معتزلہ کا یہ قول تفریط ہے کہ جہاں اسکے حقیقی معنی ہوسکتے ہیں پر بھی وہ تاویل کردیتے ہیں اور اسطرح کی تاویلات کا دروازہ کھولنا متکلم کی مراد کو ظاہر نہیں ہونے دیتا انہیں کی تقلید سے آجکل کے تعلیم یافتہ قرآن کو خیالات مغربیہ پر تاویلات کے ذریعہ سے مطابق کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ اسکو معز سخن تک پہنچنا اور اعلیٰ درجہ کی لیاقت سخن فہمی قرار دیتے ہیں اسی طرح بالکل تاویل و توجیہ استعارہ کنایہ مجاز تمثیل کا دروازہ بند کرکے ظاہری معنی پر محمول کرنا سخت افراط ہے جو کلام کو مہمل اور بے تک بلکہ غلط بنا دینے کا پورا ذریعہ ہے اب اپنے داعیہ کے موافق ہر فریق قرآن مجید کے ایسے مواقع میں تفسیر کرتا ہے مگر حق وہی بات ہے کہ جسکو اہل سنت والجماعۃ کے علماء ربانیین اختیار کئے ہوئے ہیں وہ یہ کہ جہاں تک ظاہری معنی مراد لئے جاسکتے ہوں تو کلام کو ضرور حقیقی معنی پر محمول کرنا چاہئے اور جہاں تعذر ہو خواہ عقل سلیم کے فتویٰ سے خواہ اصول اسلامیہ دیگر آیات واحادیث صریحہ کی وجہ سے تو وہاں ضرور مجاز پر محمول کرنا پڑے گا۔ مگر مجازی معنی کی زمام بھی ہر ایک کے ہاتھ میں نہیں بلکہ علماء راسخین کے۔

آیات مذکورہ میں معتزلہ تاویل کرتے ہیں کہ عرش و کرسی کے معنی مجازی مراد ہیں تسلط و حکومت وغیرہ اور فرشتوں کے سر پر اٹھانے سے مراد انکے ذریعہ سے اسکا ظہور ہے اہل سنت میں سے بیضاوی وغیرہ علما کلام فرماتے ہیں کہ یہ تمثیل ہے کس لئے کہ خدا پاک مجسم نہیں جو کسی تخت پر بیٹھے یا اسکے لئے کوئی جگہ معین کیجاوے یہ چیزیں اسکے لئے حدوث اور نقصان کا باعث ہیں۔ اسیطرح صوفیہ کرام بھی ظاہری معنی مراد نہیں لیتے۔ پھر ان میں سے کسی نے کہا کہ عرش مجید صورت جہانداری حق سبحانہ تعالیٰ کی ہے یعنی اسکی جہانداری اور بادشاہت کو عرش مجید سے تعبیر کیا ہے اور قیامت میں وہ بصورت عرش یعنی تخت شاہی ظہور کریگی اور اسکی جہانداری دنیا میں چار صفت سے ہے کہ موجودات میں کوئی ذرہ بھی انسے خالی نہیں وہ سب کو محیط ہیں اول علم دوم قدرت سوم ارادہ۔ چہارم حکمت۔ آخرت میں ان چاروں صفتوں کے ساتھ چار صفات اور زیادہ ہونگی تاکہ دونوں جہانداریوں میں امتیاز کلی ہوجاوے اور وہ چار یہ ہیں اول ظہور و انکشاف تام کہ اس عالم میں ہر چیز کی اصل حقیقت ہر ایک پر واضح ہوجاویگی دھوکہ اور شبہ اور غلطی نہ رہے گی وہاں جاہل عالم کافر و مومن سب پر حقائق مخفیہ بالبداہت ظاہر ہوں گے اس بات پر قرآن مجید میں بھی کئی ایک جگہ اشارہ ہے الا انہم یوم تبلی السرائر وسمعہم وابصارہم یومئذ فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید

ویقال للاتی ہاء یا امرأۃ وہاء ما یا امرأتان وہاؤن یا نسوۃ مفعول ہاؤم محذوف وکتابیہ مفعول اقرؤا والانہ اقرب العاملین ولانہ لو کان مفعول ہاؤم لقیل اقرؤہ اذ الاولی اضمارہ حیث امکن والہاء فی کتابیہ وحسابیہ ومالیہ ہی ہاء السکت وحق ہذہ الہاآت ان تثبت فی الوقف وتسقط فی الوصل ولما کانت مثبتۃ فی الامام ای مصحف عثمان استحبوا الوقف علیہا وقرأ ابن محیصن باسکان الیاء بغیر ہاء وقرأ جماعۃ باثبات الہاء فی الوصل والوقف جمیعا لاتباع المصحف

## تفسیر

دنیاوی حاقہ کے نظائر بیان فرماکر ایک سخت حاقہ کا ذکر کرتا ہے یعنی قیامت کے برپا ہونے کا۔ پھر اُس کی تمام کیفیت ہولناک بیان فرماتا ہے کہ صور پھونکا جاویگا ایک ہی بار کے پھونکنے میں اول زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے پھر اُسکے بعد علویات فنا ہوں گے آسمان پھٹ جائیں گے اور فرشتے جو آسمانوں میں تھے سمٹ کر اُسکے کناروں پر آجائیں گے۔ اسطرح کہ جب کوئی مکان گرتا ہے تو اُسکے رہنے والے چھوڑ کر اُسکے گرد ہوجاتے ہیں اُسکے بعد جبکہ تمام چیزیں فنا ہوجائیں گی الا ماشاء اللہ تو بار دیگر صور پھونکیگا جس کی کیفیت سورۂ زمر میں بیان ہوئی تو تمام چیزیں بار دگر پیدا ہونگی مردے زندہ ہونگے عدالت کے لئے تخت رب العلمین لاکر رکھا جائیگا جسکو آٹھ فرشتے اٹھائے ہونگے (اور ہر ایک کیساتھ ہزاروں کی جماعت ہوگی) پھر بنی آدم خدا تعالی کے حضور میں لائے جائیں گے کوئی شخص مخفی نہ رہیگا نہ کوئی بات اُس سے مخفی رہیگی پھر نامۂ اعمال دئے جائیں گے جس کا نامۂ اعمال دہنے ہاتھ میں دیا گیا جو نیک ہونیکی علامت ہے تو وہ خوشی میں آکر لوگوں سے یا خدا کی طرف کے نامۂ اعمال دیکھنے والوں کو کہے گا۔ لو میرا نامۂ اعمال دیکھو اور میں پہلے سے سمجھا ہوا تھا کہ حساب لیا جائیگا اس لئے دنیا میں نیک کام کرتا اور بدیوں سے بچتا تھا۔ پھر وہ عمدہ عیش میں ہوگا۔ یعنی حیات جاودانی عطا ہوگی اور سعادت باقیہ ملے گی بلند یا بیش قیمت باغوں میں ہوگا جس کے میوے جھکے ہوں گے یعنی پختہ کس لئے کہ پختگی پر میوے جھک جاتے ہیں یا اُس کے لئے قریب ہوں گے توڑنے میں دقت نہ ہوگی ہاتھ بڑھایا اور توڑ لیا انکو سنا دیا جاویگا کھاؤ پیو مزے کرو یہ تمہارے نیک اعمال کا بدلہ ہے جو دنیا میں تم نے کئے تھے اور جس کا اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں دیا جاویگا وہ افسوس وحسرت کہیگا کیا ہوتا جو میرا اعمالنامہ مجھے نہ ملتا اور میرا حساب مجھے نہ بتلایا جاتا پھر وہاں کی سختی اور عذاب طرح طرح کی رسوائی دیکھکر موت کی آرزو کریگا کہ کاش میں مرجاؤں تو اس بلا سے چھوٹ جاؤں مگر وہاں پھر موت کہاں؟ وہاں دنیا کی نعمتیں یاد کرکے روئیگا کہ آج میرا مال کچھ کام نہیں آیا نہ کوئی رشوت لیتا ہے نہ مالدار سمجھکر لحاظ وعزت کرتا ہے یا یہ کہ دنیا میں نیک کاموں میں صرف کرتا تو یہاں کام آتا جیسا کہ اوروں کے کام آرہا ہے اُسکے بدلے میں اُسکی سزائیں کم ہورہی ہیں اجر مل رہے ہیں اور سرآج میری عزت وحشمت وشوکت کچھ کام آئی یہاں بادشاہ وفقیر دونوں برابر ہیں نہ کوئی خاندان کو پوچھتا ہے نہ حسب ونسب دریافت کرتا ہے یا یہ کہ میری حجت ودلیل باطل ہوگئی جو دنیا میں باطل مذہب اور بیہودہ باتوں کے برحق ثابت کرنے میں کیا کرتا تھا اور بڑی زبان چلایا کرتا تھا پھر اُسکے لئے حکم ہوگا کہ اسکو پکڑو اور اسکے گلے میں طوق پہناؤ (وہ اُسکے اعمال بد ہوں گے) اور اسکو دہکتی آگ میں ڈالو اور ستر گز کی زنجیر میں جکڑو یہ اسلئے کہ نہ یہ اللہ پر ایمان لاتا تھا نہ اسکے اعمال اچھے تھے مالی عبادت سے بھی دور تھا کس لئے کہ فقرا کو آپ کھلانا تو درکنار اوروں کو بھی رغبت نہیں دلاتا تھا۔

یہ آیات کا خلاصہ مطلب تھا اب ان کے متعلق کچھ فوائد ہیں جو خالی از لطف نہوں گے۔ وہی ہذہ

(۱) پہلے نفخہ پر تمام عالم خراب وبرباد ہوجاویگا اسکے بعد جب بار دگر نفخہ صور ہوگا اور ہر چیز بار دگر زندہ ہوگی تب عدالت کے لئے لوگ خدا پاک کے روبرو لائے جائیں گے حالانکہ آیت میں انشقت السماء کے بعد عرش اٹھانیکا ذکر کرکے کہدیا آج کے روز پیش پائے جاؤگے اس کا جواب یہ ہے کہ یومئذ تعرضون سے مراد وہی دن نہیں کہ جس روز خرابی عالم کے لئے نفخہ صور ہوگا۔ بلکہ اور دن۔ یا یوں کہو یوم سے مراد زمانہ ہے جس میں نفخۂ اولی

اسکے بعد جہنمیوں کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ اسکے لئے فرشتوں کو حکم ہوگا خذوہ کہ اس کو پکڑو و فہرو عذاب میں فغلوہ پھر اسکے ہاتھ اس کی گردن میں باندھو غل بالضم گردن بند جمعہ اغلال بصراح۔ یہ اس لئے کہ اسنے دنیا میں فراخ دستی کی نعمت کا شکر یاد انکیا تھا اور کار خیر میں ہاتھ نہ کھولے تھے ثم پھر حکم ہوگا الجحیم صلوہ پھر اسکو دہکتی آگ میں ڈالدو یعنی باندھ کر ڈالو کہ ہاتھ پاؤں نہ مار سکے ثم پھر حکم ہوگا فی سلسلۃ ذرعہا سبعون ذراعا فاسلکوہ کہ ستر گز لمبی زنجیر میں جکڑ دو کہ پڑا پڑا جگہ سے ہلنے بھی نپاوے۔ بعض علما کہتے ہیں ستر گز سے تعداد مقصود نہیں بلکہ طول مراد ہے جیسا کہ اس آیت میں ان تستغفر لہم سبعین مرۃ مراد مرات کثیرہ ہیں۔ لمبی زنجیر اشارہ ہے اسکے حرص ہوا و طول امل و دنیا کی طرف کہ بڑی بڑی لمبی زنجیروں میں دنیا کی بندھا ہوا تھا جن کا اسکے خیال میں کہیں سلسلہ منقطع نہیں ہوتا تھا۔ یوں ہوگا اور یوں کروں گا۔ اس میں خدا تعالی سے غافل رہا کہ موت آگئی۔ جس کو وہاں کی زنجیر سے بچنا ہو یہاں کی زنجیر سے نکلے۔ شہوات و لذات کی لمبی زنجیریں اسکو جکڑے ہوئے ہیں اور طوق بھی گلے میں بدکاری اور اخلاق رذیلہ کے پڑے ہوئے ہیں اور شہوت و حرص کی دہکتی آگ میں ایسی زنجیروں میں جکڑا ہوا پڑا ہے۔ مردان خدا ہی ان بیڑیوں اور اس آگ سے نکل بھاگے ہیں دنیا کے کاروبار کرتے ہیں بیاہ شادی کرتے ہیں مگر دل نہیں لگاتے لیکن بقدر ضرورت۔ پھر آگے ان جہنمیوں کا اصل جرم بیان فرماتا ہے کہ جس کے سبب وہ آج اس جرم میں گرفتار ہوئے تھا انہ کان کہ تسلسل حوادث کا قائل تھا اور اسباب کی زنجیروں میں بند تھا۔ ہر حادثہ کو اسکے سبب کی طرف منسوب کرتا تھا مسبب الاسباب تک نظر نہیں پہنچی تھی انہ لایؤمن باللہ العظیم وہ اللہ بزرگ برتر پر ایمان نہیں لاتا تھا۔ یہ اشارہ ہے کہ اس کی قوۃ نظریہ باطل ہو چکی تھی۔ وہ احمق ان پتلیوں کو آپ سے حرکت کرتا ہوا سمجھا ہوا تھا۔ نہیں جانتا تھا کہ پس پردہ کوئی اور حرکت دیکر رہا ہے۔ ایک خدا بزرگ تر کو چھوڑ کر سینکڑوں اسباب کی طرف دوڑا دوڑا پھرتا تھا اور اپنی طبع اور خام خیالی سے بہت چیزوں کو قضا و قدر کا مالک و مختار جانکر ان کی طرف رجوع کرتا تھا۔ الغرض یہ کافر و مشرک تھا توحید و ایمان کی روشنی نصیب نہ تھی اسکے سوا قوۃ عملیہ بھی باطل ہوگئی تھی ولا یحض علی طعام المسکین کس لئے اعلی کاموں میں عبادت کے بعد نفع خلائق اعلی درجہ کی نیکو کاری ہے پھر یہ بدبخت خدائے بزرگ پر تو ایمان ہی نہیں رکھتا تھا کہ یہ سمجھتا کہ اس کھانا کھلانے کا بدلہ دنیا اور آخرت میں خدا پاک دے گا اس کی رضامندی ہمارے لئے کام آوے گی۔ پھر آپ مسکین غریب کو روپیہ پیسا دینا کپڑا پہنانا راستہ بتانا تو درکنار معمولی کھانا بھی نہیں دیتا تھا اور دینا تو درکنار اوروں کو بھی اس طرف رغبت نہیں دلاتا تھا۔ بلکہ اس کام کو عبث اور فضول جانتا تھا کبھی یہ حیلہ کرتا تھا کہ ہمارے پاس کچھ نہیں کبھی یہ کہ ان کا ہمارے اوپر کیا حق ہے۔ اور ان لوگوں کو دینا بے ہمتی بے غیرتی گداگری سکھانا ہے۔ یہ گفتگو ان درماندوں کے حق میں کہ جو دراصل قابل رحم ہیں محض بخل اور اندرونی خباثت پر مبنی ہے

ایسی تنگی اور مصیبت کے ٹالنے یا کم کرنے کے دو ہی سبب ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ تسلی و دلاسا دینے والا اور چارہ گری کرنے والا ہو۔ دوم یہ کہ ایسی درماندگی کے وقت کھانا کھلایا جاوے اور اسی لئے اہل مصیبت کے ساتھ تعزیت میں یہ دونوں باتیں برتی جاتی ہیں تسلی و دلاسا بھی دلایا جاتا ہے کھانا بھی کھلایا جاتا ہے سو اس کے لئے یہ دونوں نہوں گے فلیس لہ الیوم ہہنا حمیم کہ آج اس کا یہاں کوئی دوست حامی نہ ہوگا جو اس کو چھڑا دے۔ یہ اس لئے کہ بڑا حمایت کرنے والا اللہ ہے اور اس کی حمایت کا پرتو دوسرے حامیوں کے دلوں پر پڑتا ہے جو حمایت پر کمر باندھتے ہیں سو اللہ پر تو اس کا ایمان ہی نہ تھا اس سے بگاڑ رکھی تھی۔ ولا طعام اور نہ کھانا ہے کس لئے کہ دنیا میں یہ کسیکو نہیں کھلاتا تھا۔ الا من غسلین ہاں وہ جو لوگوں کے دل دکھاتا تھا اب ان زخموں کا دھوون ضرور پینے کو ملے گا۔ جو خطا کاروں کا کھانا ہے۔

دوم کمال وسبوغ کہ ہر چیز مرتبہ نقصان سے اپنے موافق مرتبہ کمال تک پہنچ جاویگی استعداد و قابلیت کا ہر مرتبہ فعلیت پر آجائیگا یہانتک کہ جو دنیا میں لنگڑے لولے اندھے زخمی بیمار ہے تھے صحیح و سالم اٹھیں گے اور اسی طرح قوای باطنیہ کا حال ہوگا خلود و بقائی غیر متناہی بھی اس صفت کی وجہ سے ہوگی جسکی طرف اس آیت میں اشارہ ہے ان الدار الآخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون سوم تقدس کہ کدورات و الواث سے ہرشے دور ہوجائیگی کس لئے کہ عالم حدثی کا چھلکا دور ہوکر عالم باقی و صافی کا جوہر نکل آئیگا چہارم صفت عدل و القائے حق کہ جس کے سبب پورا پورا انصاف ہوگا ہر ایک کو اسی کے پیمانے سے تول کر دیا جائیگا۔ پھر جب اس عالم میں جہانداری کے ساتھ جس کو عرش کہا گیا یہ چار صفات اور ملگئیں تو گرانی اور وزن بڑھ گیا اور اس عرش معنوی کو عرش صوری کے ساتھ ایک خاص مشابہت ہے دنیا میں یہ عرش جہانداری چار فرشتوں پر تھا جو ان چار صفتوں کے مظاہر تھے آخرت میں اس گرانباری کی وجہ سے چار اور بڑھائے جاویں گے جو ان چار صفتوں کے مظاہر ہوں گے۔ یہ معنی ہیں قیامت میں آٹھ فرشتوں کے تخت رب العالمین اٹھانے کے

(مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ)

بعض فرماتے ہیں عرش [illegible] رب العالمین [illegible] انسان کا قالب [illegible] اس کو چار صفات اٹھائے ہوئے ہیں قیامت میں آٹھ اٹھاوینگی اور اٹھانا عبارت ان صفات کے [illegible] میں کلام طویل ہے

[illegible] عرش ربک [illegible] وہ عرش [illegible] جن کو سب آسمانوں کے اوپر کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں یہی عرش قیامت میں دربار عدالت کے سامنے لاکر رکھا جاویگا۔ بعض کہتے ہیں وہ اور ہوگا۔

قریب الفہم وہی قول ہے جو بیضاوی نے فرمایا ہے کس لئے کہ انسان اس عالم ناسوت میں کسی معنی کو صور و اشکال سے مجرد کرکے مشکل سمجھتا ہے اور ہر ایک معنی کی اپنے مشابہ صورمیں تصویر کھینچتا ہے۔ اب صرف فرمانا تو یہ مقصود تھا کہ قیامت کے دن خداذوالجلال جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے عدالت کریگا مگر حیال انسانی اس عدالت کی تصویر تمام شاہانہ تجملات میں کھینچتا ہے کہ تخت ہوگا اور اس کے گرد ایسے خدام و سپاہ ہوں گے جیسا کہ اولوالعزم بادشاہوں کے دربار میں ہوتا ہے خدا تعالیٰ انسانی ادراک سے بھی بہت دور تر ہے اس کے دربار اور اس کی عدالت کی اصل حقیقت بیان کرنے کے لئے نہ الفاظ ہیں اور نہ تو بیان انسانیہ تیار ہیں لیکن اس حقیقت کو اس کے مشابہ تصویر میں بیان فرمایا پورا اظہار ہے اس لئے تخت لایا جانا اور تخت پر جلوس فرمانا اور تخت کے اردگرد ملائکہ کا صف بستہ کھڑا ہونا اور مجرموں اور نیکوں کا پیش ہونا اور اپنے ایمان اور نیک اعمال کی جزا اور کفر و بدکاری کی سزا حیات جاودانی یا رنج و عذاب دائمی پانا اور ان کا حسرت کرنا اور ان کا حسرت و افسوس کرنا ایک سچے واقعہ کی تصویر کھینچنا ہے نہ محض ترغیب و ترہیب جیسا کہ کوڑھ مغز اور تنگ دماغ خیال کرتے ہیں۔

ف یومئذ تعرضون سے لیکر اخیر تک اس عدالت کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ سب حاضر ہونگے کوئی بات مخفی نہ رہیگی پھر آگے جزا و سزا کی تشریح کرتا ہے کہ جس کی کتاب (یعنی نامہ اعمال جو دنیا میں کراماً کاتبین نے اسکے نامہ اعمال کا روزنامچہ لکھا تھا اور وہ ایک عالم غیب کا فوٹو ہے ہماری قلموں اور ہمارے کاغذوں کا لکھا ہوا دفتر نہیں) اسکے داہنے ہاتھ میں دی گئی تو وہ خوش ہوگا اور جسکے بائیں ہاتھ میں دی گئی وہ روئے پیٹیگا داہنا ہاتھ اشارہ ہے جانب قوی سے جو عقل و نور و غلبہ ایمان کی جانب ہے اور بایاں ہاتھ اشارہ ہے جانب صفت نفسانی حیوانی کی طرف ف ہنیئاً ہناء سے مشتق ہے جسکے معنی ہیں وہ چیز جو بے مشقت ملے (قاموس) ہن گوارا شدن طعام و شراب ہنی گوارندہ ہنیئاً منصوب ہے یا اس لئے کہ مفعول مطلق کی صفت ہے اے اکلا و شربا ہنیئا یا صفت ہے مصدر کے قائم مقام کی گئی اے ہنئتم ہنیئا ہنی بروزن فعیل والمصدر ہن

چیزون کی قسم کھانیکی حاجت نہیں کس لئے کہ بات ظاہری وہ کیا کہ انہ لقول الخ کہ یہ قرآن رسول کریم کا قول ہے رسول کریم سے یہان مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنکو کافر شاعر وکاہن کہتے تھے نہ جبرئیل کسلئے کہ انکی نسبت وہ یہ نہین کہتے تھے البتہ سورۂ اذا الشمس کورت میں انہ لقول رسول کریم سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں کسلئے کہ اسکے بعد ہی وما ہو بقول شیطان رجیم جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ملک کریم کا کلام ہے نہ شیطان رجیم کا اسی طرح اس جگہ فرماتا ہے وما ہو بقول شاعر کہ یہ شاعر کا کلام نہیں جیسا کہ ابوجہل کہتا ہے کس لئے کہ اول تو شعراء کو وزن و بحر لازم ہے اور قرآن مجید میں یہ بات نہیں دوم شعراء تخیلات بے اصل و مبالغہ کو دخل دیتے ہیں قرآن مجید میں یہ بالکل نہیں بلکہ قرآن میں حقائق و معارف بدلائل ثابت کئے گئے ہیں دونون کلامون میں بڑا ہی فرق ہے لیکن قلیلا ما تومنون تم بہت کم مانتے ہو محض ہٹ دھرمی کر رہے ہو ولا بقول کاہن اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے جیسا کہ عقبہ کہتا ہے

کاہن عرب میں اسکو کہتے تھے جو جن اور چڑیلون کی نذر و نیاز کیا کرتے تھے اور کبھی ارواح خبیثہ ان پر مسلط ہو کر عالم محسوس کے واقعات مخفی اور سجع عبارت میں بیان کیا کرتے تھے کہ فلان مسافر فلان منزل پر ہے اسوقت یہ کر رہا ہے یا فلان شخص کا مال چور چرا کر فلان جگہ لیگیا ہے وغیر ذلک جیسا کہ ہندوستان مین بعض لوگ بھتنیون وغیرہ کے زور سے ایسی باتیں بنایا کرتے ہیں۔ کوئی تیج سدو سے پوچھا کرتا ہے کسی کے سر پر میران آتے ہیں کسی کے زین خان کسی کے بھیرون کسی کے ہنومان۔

قرآن مجید میں اور ایسے کلام میں بہت بڑا فرق ہے۔ اول تو ایسے لوگ مکارم اخلاق و اصلاح معاش و معاد کے قوانین کی تعلیم کیا جانین نہ انکو عالم آخرت کے احوال سے خبر نہ واقعات گذشتہ کی صحیح صحیح خبر نہ روح کو منور کرنے والے علوم نہ مکارم اخلاق کی تعلیم برخلاف اسکے قرآن مجید میں یہ سب باتیں ہین دوم وہ بھوت و جن اپنی نذر و نیاز کی تاکید کرتے ہیں اور جو نہیں مانتا اسپر خفا ہوتے ہیں۔ برخلاف اسکے قرآن مجید میں ان باتوں کی برائی اور بت پرستی اور ان خبائث کی مذمت ہے۔ پھر کیا یہ خبائث اپنی برائی آپ کرتے ہیں! ذرا غور کرو لیکن قلیلا ما تذکرون تم کم غور کرتے ہو بہت کم سمجھتے ہو بعض مفسرین کہتے ہیں کم ایمان لاتے ہو کم سمجھتے ہو کے معنی ہیں کہ بالکل ایمان نہیں لاتے بالکل نہیں سمجھتے کس لئے کہ محاورہ ہے جب کوئی نہیں آتا تو اسکو کہتے ہین تم کم آتے ہو۔ اسی طرح عرب کا یہ محاورہ ہے۔

اب ایک بات یہ باقی رہگئی کہ قرآن مجید تو اللہ کا کلام ہے جیسا کہ آپ ہی فرماتا ہے تنزیل من رب العالمین کہ یہ رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے کلام اپنے متکلم کی شان خود بیان کر دیتا ہے۔ شہوت پرستوں عیاشوں کا کلام ویسا ہی ہوتا ہے بادشاہون کے کلام میں شان و شوکت نمایان ہوتی ہے حکیمون کے کلام مین حکمت کے انوار چمکا کرتے ہین۔ اب قرآن کا شان و انداز کہے دیتا ہے کہ یہ رب العالمین کا کلام ہے۔ ہر قوم و ہر ملک کے لوگوں کو اسی شان ربوبیت سے مامور کرتا ہے بلا لحاظ شرافت خاندانی و دولتمندی ہر ایک کو انھیں بزرگی بھرے لفظون سے مغفرت کا وعدہ اور سزا کی خبر دیتا ہے۔ پھر جب یہ اللہ کا کلام ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم و جبرئیل علیہ السلام کا کلام کیونکر کہدیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اضافت کے لئے ادنی ملابستہ اور تھوڑا سا علاقہ بھی کافی ہوتا ہے خود بادشاہ نوکر سے کہدیا کرتا ہے تم اپنے ملک مین ایسا کرو اپنے گھوڑون کو یون رکھو حالانکہ ملک اور گھوڑے بادشاہ کے ہوتے ہیں۔ قرآن مجید در اصل کلام الٰہی ہے مگر عالم ملکوت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک لانے مین جبرائیل علیہ السلام واسطہ ہیں اسلئے ان کا کلام کہدینا ٹھیک ہے وہی اپنی زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک سے امت کو سناتے ہیں اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام کہدینا بھی بیجا نہیں۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَا

پھر میں قسم کھاتا ہوں انکی جسکو تم دیکھتے ہو اور اسکی کہ جسکو تم نہیں دیکھتے کہ بیشک یہ کلام رسول کریم کا کلام ہے اور یہ شاعر کا کلام نہیں تم کم ایمان لاتے ہو اور نہ

بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ

کسی کاہن کا کلام ہے تم بہت کم سمجھتے ہو یہ رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے اور اگر محمد ہم پر کوئی بات بھی جھوٹی بنا لاتا تو ہم اس کا

بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ

داہنا ہاتھ پکڑتے پھر اسکی شاہ رگ کاٹ ڈالتے پھر تم میں سے کوئی بھی اس کو روک نہ سکتا اور بیشک یہ تو پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے اور ہم جانتے ہیں

مُّكَذِّبِيْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝

کہ بعض تم میں سے جھٹلاتے ہیں اور بیشک قرآن کافروں کے لئے حسرت ہے اور حق ہے سو یقین کرنیکے قابل ہے پس اپنے رب کی پاکی بیان کر جو بڑا ہے

فلا اقسم قیل لا مزیدۃ او فلا رد لانکارہم البعث ثم اقسم وقیل نافیۃ للقسم (**ترکیب**) کانہ قال لا اقسم علی ان القرآن قول رسول کریم لظہور الامر واستغنائہ عن التحقیق بالقسم انہ لقول الخ جواب القسم مؤکد بان واللام والاسمیۃ وما ہو الخ الجملۃ تاکید لقولہ انہ لقول رسول کریم قلیلا ما زائدۃ للتاکید ولا بقول کاہن عطف علی قولہ بقول شاعر تنزیل خبر مبتدء ہو تنزیل تقول فی الجمہور مبنیا للفاعل المفعول تکلف لقول الافتراء والاقاویل جمع اقوال جمع قول کالاباییت جمع ابیات جمع بیت و الاقوال المفتراۃ اقاویل تحقیرا لہا لاخذنا جواب لو حاجزین وصف لاحد فانہ عام لکونہ نکرۃ واقعۃ فی سیاق النفی حق الیقین من اضافۃ الصفۃ للموصوف ای الیقین الحق و قیل ہو کقولک محض الیقین۔

## تفسیر

یہاں تک امور حاقہ کا بیان شواہد کے ساتھ اور اخیر حاقہ قیامت کا مفصل بیان تھا کہ اس طرح سے ہوگی اور اسکے بعد نیکوں کی یہ حالت اور بدوں کی یہ صورت ہوگی۔ اس بیان میں دو مسئلہ ثابت کئے گئے توحید باری تعالیٰ کہ اس کی نافرمانی کی سزا کو کوئی دوسرا روک نہیں سکتا عاد و ثمود و نوح علیہ السلام کی قوموں پر جو عجیب حوادث آئے دنیا نے آنکھ سے دیکھے محفوظ کانوں نے سنکر یاد رکھے یہ اس کی توحید کی پوری دلیل ہے کس لئے کہ اگر کوئی دوسرا بھی اس کا شریک ہوتا۔ جیسا کہ ان لوگوں کا اعتقاد تھا اور اسی لئے وہ انکی پرستش کرتے تھے تو ایسے مواقع میں ان کی مدد کرتا عذاب الٰہی کو ٹال دیتا دوسرا مسئلہ معاد کہ قیامت برپا ہوگی اور وہاں یہ ہوگا اسکے بعد اب تیسرے مسئلہ نبوت کو ثابت کرتا ہے جس پر دونوں مسئلوں کی بنیاد ہے کس لئے کہ پچھلے واقعات گو محسوس تھے مگر ان کو جاہل اسباب پر مبنی کرتے تھے اسکے بعد قیامت کا واقعہ ہے جو آنکھوں سے غائب ہے اب زیادہ دارومدار نقل پر رہا ہے اسلئے نقل کا استحکام ضروری ہوا فقال فلا اقسم بما تبصرون وما لا تبصرون کہ میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی کہ جنکو تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی جنکو تم نہیں دیکھتے مفسرین نے اسباب میں متعدد اقوال بیان فرمائے ہیں بعض کہتے ہیں بما تبصرون سے مراد عالم شہادۃ محسوسات آسمان و زمین وغیرہ اور ما لا تبصرون سے عالم غیب جانیات عالم جن و ملائکہ اب دونوں کو ملا کر سب چیزیں آگئیں خالق و مخلوق دنیا و آخرت اجسام و ارواح انس و جن نعمائے ظاہریہ و باطنیہ بعض کہتے ہیں ما تبصرون سے مراد واقعات گذشتہ کہ جن کے آثار اب تک تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں و ما لا تبصرون سے مراد قیامت کا واقعہ جو نظروں سے غائب ہے بعض کہتے ہیں ما تبصرون سے مراد حضرت محمد صلعم کہ جو کفار کے سامنے تھے اور ما لا تبصرون سے مراد جبرئیل علیہ السلام جو انکو دکھائی نہیں دیتے تھے قرآن شریف کے لانے میں یہی دو واسطے ہیں اسلئے انکی قسم کھا کر جو اس کے نزدیک محترم تھے یہ بات بیان فرماتا ہے انہ لقول رسول کریم بعض مفسرین کہتے ہیں فلا اقسم میں لا نفی کے لئے ہے حق سبحانہ فرماتا ہے کہ مجھے ان

## سورۃ معارج مکیہ ہے اس میں چوالیس آیات دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۙ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ

ایک مانگنے والے نے کافروں پر پڑنے والا عذاب مانگا جس کو کوئی ٹالنے والا نہیں اللہ برتر کی طرف سے فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھ کر جاتے ہیں

يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۙ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝

اُس دن کہ جس کی درازی پچاس ہزار برس کی ہے پھر تو خوب صبر کر وہ تو اسکو دور دیکھتے ہیں اور ہم اسکو قریب دیکھ رہے ہیں

### ترکیب

سأل قرء الجمهور بالهمزة من السؤال و هو متضمن لمعنى الدعاء ولذا عدى بالباء وقرئ بغير همزة و هو اما من باب التخفيف و المعنى احد او من السيلان والمعنى سال واد فی جہنم فيقال له سائل کما قال زيد بن ثابت و يؤيده قراءة ابن عباس سال سيل اى اندفع واد و بعذاب اى فع بعذاب و الباء بمعنى عن كقوله فاسئل به خبيرا و هو مفعول ثان لسال و المفعول الاول محذوف اى السائل النبى سأل يتعدى الى مفعولين ويجوز الاقتصار على احدهما قال ابو على الفارسى للكافرين ايجاز متعلق بواقع و يمكن ان يتعلق بسائل ويكون صفة اخرى لعذاب والاولى واقع ليس له الخ صفة اخرى لعذاب او حال منه او مستانفة من الله متعلق بواقع اى واقع من جهته سبحانه او متعلق بدافع اى ليس له دافع من جهته تعالى ذى المعارج صفة للّٰہ تعالى جمع معرج بفتح الميم و هو موضع الصعود تعرج الملائكة استيناف لبيان ارتفاع تلك المعارج على التمثيل و التخييل فى يوم متعلق بتعرج وقيل بواقع وقيل بسال اذ جعل من السيلان والضمير فی يرونه و نراه للعذاب او ليوم القيامة

### تفسیر

قرطبی کہتے ہیں یہ سورۃ بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس و ابن زبیر کا بھی یہی قول ہے اور مضامین بھی اسی کے مؤید ہیں۔

**شان نزول** نسائی اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ عذاب کا سوال کرنے والا نضر بن حارث بن کلدہ کافر تھا سورۃ الحاقہ سنکر اس سنگدل نے تمسخر شروع کر دیا اور کہنے لگا اگر یہ حق ہے تو ضرور ہم پر عذاب آوے اور اسی طرح سے اور سب باطن لوگ بھی تمسخر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ عذاب کیوں نہیں آتا ہے انکے فکر میں قیامت کا آنا ایک امر محال تھا اس لئے انکار کے طور سے سوال کرتے تھے اس پر یہ سورہ مبارکہ نازل ہوئی جس میں اُس دن کی ہیبتناک کیفیت اور اُس عذاب کا آنا مذکور ہے جو کسی تدبیر سے ٹالے نہیں ٹلیگا۔

اور **مناسبت** کی وجہ بھی سورۃ الحاقہ سے ظاہر ہے کس لئے کہ اس سورہ میں اُسی حاقہ کی تفصیل و تاکید ہے اور یہ بھی ہے کہ وہ حاقہ ایسا ہے کہ جس کے دن کی درازی پچاس ہزار برس کی ہے۔ اور یہ بھی کہ حاقہ یعنی قیامت کا سر بھی اس سورہ میں بیان کر دیا گیا کہ در اصل وہ دن ملائکہ اور ارواح کے عالم اجسام سے فراغت پاکر اپنی اصل کیطرف رجوع کرنے کا دن ہے وہ اُس دن اُسکی طرف چڑھیں گے تعرج الملائکۃ الخ گویا اس عالم کی بنا و تعمیر و بقا و تدابیر میں جو مصروف تھے [illegible] ابر سے کوئی ہوا سے کوئی پانی سے متعلق تھا پھر جمادات نباتات حیوانات پر ارواح مقرر

ایک شبہ پیدا ہوسکتا تھا کہ ممکن ہے رسول اپنی طرف سے بھی کچھ اس کلام میں جو رب العالمین کی طرف سے نازل ہوتا ہے ملا دیتے ہوں اسکو دفع کرتا ہے ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین الخ کہ اگر وہ ہم پر اپنی طرف سے کوئی بات بھی بناتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر گردن مار دیتے عرب میں دستور تھا کہ جب مجرم کو قتل کرتے تھے تو اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے تھے کہ کچھ نہ کر سکے پھر اس کی گردن مار دیتے تھے اسی طریقے کے موافق رسول کی نسبت کلام کیا گیا (ابن جریر) فراء و ابن قتیبہ و مبرد و زجاج کہتے ہیں یمین کے معنی ہیں قوۃ کے یعنی ہم اسکو مضبوطی سے پکڑتے کہ سرکنے نہ پاتا اور ثم لقطعنا منہ الوتین کے معنی بھی ابن قتیبہ کے نزدیک یہ ہیں کہ ہلاک کر دیتے حاصل گردن مار دینا مراد ہے۔ وتین ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ دل کی رگ ہے بعض کہتے ہیں نخاع رگ مراد ہے جو گردن میں نمایاں ہے حلقوم کے قریب اسکے کٹ جانے سے آدمی زندہ نہیں رہ سکتا۔ فما منکم من احد عنہ حاجزین پھر تم میں سے کوئی بھی اسکو بچا نہ سکتا حاصل یہ ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کچھ کہتے اور ہماری طرف منسوب کرتے جیسا کہ منکرین نبوت کا شبہ ہے تو ہم اپنے قدیم قانون کے موافق جسکا کہ ہم نے توریت میں بھی ذکر کیا ہے ضرور ہلاک کر دیتے سرسبز نہ ہونے دیتے۔

یہ ایک اور دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے سچے ہونے کی ہے جس کی طرف توریت میں ایما ہے توریت سفر استثنا کے اٹھارہویں باب میں ۲۰ فقرہ یہ ہے لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے دنیاوی بادشاہ فرامین اور احکام شاہی میں جعل کرنے والے یا جھوٹے مدعی کو بنظر انتظام مملکت نہیں چھوڑتے تو پھر خداوند عالم نبوت کے باب میں جھوٹے مدعی کو کب سلامت چھوڑتا ہے اور اسکو سرسبز بھی ہونے دیتا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اظہار نبوت کے بعد سرسبز ہوتے گئے روز بروز ترقی ہوتی گئی آپکے خلفا کے عہد میں عرب کے ریگستان سے نکل کر مشرق و مغرب میں کس شان و شوکت اور آسمانی برکت کیساتھ اسلام پھیلا اور جاہل وحشی قوموں پر سایہ افگن ہوا اور جنہوں نے اسکو نہیں مانا بہت جلد خوار و ذلیل ہو کر دل میں پشیمان ہوا ان باتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے وانہ لتذکرۃ للمتقین کہ یہ قرآن پرہیزگاروں خدا ترس لوگوں کے لئے نصیحت و پند ہے اس میں کہانت اور شاعری اور شہوانی کونسی بات ہے۔

جو قومیں سخت وحشی اور درندہ تھیں پھر جو وہ جھٹ پٹ کا یا پلٹ ہو گئیں مہذب خدا پرست با خدا رستباز رحمدل محنتی اولو العزم و فہم سلیم رکھنے والی بن گئیں انکے لئے اس بے نامہ کے سوا اور کونسی کتاب تھی ہاں تھوڑی دیر کے لئے عرب کے ایام جاہلیت کی سیر کیجیے اسکے بعد اسلامی دنیا کو دیکھئے پھر ان دونوں کا فرق آپکو حیرت میں نہ ڈالیگا جبکہ آپ قرآن مجید کو تذکرہ تسلیم کرلیں گے وانا لنعلم ان منکم مکذبین اور ہم خوب جانتے ہیں کہ اے کفار قریش تم میں سے بعض تو ذاتی مکذب یعنی جھٹلانے والے ہیں جو کبھی بھی اسپر ایمان نہ لاوینگے اور ان کا کفر ہی پر خاتمہ ہوگا انکو بیشک اس قرآن سے کچھ نفع نہیں بلکہ وانہ لحسرۃ علی الکافرین بلکہ وہ انکے لئے حسرت و افسوس کا باعث ہے دنیا میں غلبہ و شوکت اسلام کے وقت آخرت میں عذاب کیوقت کہ ہائے ہمنے اسکو کیوں نہ مانا! اور یہ شک و شبہ جو لوگ پیدا کرتے ہیں انہیں کی ناپاکی اور کجی باطن کے سبب سے ہے ورنہ قرآن تو لحق الیقین سراپا یقین کرنے کے قابل ہے کوئی بات شبہ و انکار کی نہیں ان تینوں مباحث کو پورا کر کے کلام کو اپنی تقدیس و تسبیح کرنے پر تمام کرتا ہے فسبح باسم ربک العظیم کہ اپنے رب کی پاکی بیان کر جسنے قرآن بندوں کی بہتری کے لئے نازل کیا

اس آیت اور اس قسم کی دیگر آیات پر عمل کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکوع و سجود میں سبحان ربی العظیم و سبحان ربی الاعلی کہا کرتے تھے اور پھر نماز میں یہی طریقہ مسنون ہو گیا کہ رکوع اور سجود میں بجز تسبیح کے اور کوئی چیز نہیں اور یہی مذہب ہے فقہا و محدثین کا۔ و للہ الحمد علی الاتمام حمدا کثیرا سبحانک اللہم

معرج کی جمع چڑہنے کی جگہ۔ جیساکہ اس آیت میں آیا ہے ومعارج علیہا یظہرون مفسرین کے اسکی تفسیر مین چند اقوال ہین۔

(١) ابن عباس فرماتے ہین اسکے معنی ہیں سماوات اور انکو معارج اسلئے کہا کہ ان میں فرشتے چڑہا کرتے ہیں۔

(٢) قتادہ کہتے ہیں فضائل و نعمائے کہ یہ لوگون کیطرف مختلف طور پر پہونچتے ہیں۔

(٣) معارج سے درجات مراد ہیں جو دنیا و آخرت میں لوگوں کو مختلف طور پر عطا ہوتے اور ہونگے۔

(٤) بعض کہتے ہیں بیدون کے اعمال اور ادراکات ہیں کہ انکے سبب سے اسکے نزدیک مراتب و مقامات میں ترقی کرکے اس تک پہنچتے ہیں اور وہ منازل و منا[illegible] ہیں اور مراتب قرب حق بھی مراد ہو سکتے ہیں جسکو عارفان راہ حق طے کرجاتے ہیں۔ انسانی [illegible] سلوک میں جنکو طے کرتے ہیں [illegible] مقصود تک پہونچا [illegible] سے اسمین اسطرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ [illegible] اور فضائل عطا کرنے والا [illegible] [illegible] سے پہنچا ہے جیساکہ ایک جگہ فرماتا ہے والمقسمات امرا والمدبرات امرا [illegible] [illegible] کے سے اس عالم میں [illegible] [illegible] [illegible] ہاتھ میں ہیں جسکو چاہے عطا کرے اور یہ بھی کہ وہ خود بلند [illegible] والا ہے [illegible] [illegible] ایمان [illegible] ہیں اسلئے اسکے بعد فرماتا ہے تعرج الملائکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ [illegible] اس دن کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے۔ روح سے مراد بعض کے نزدیک جبرئیل علیہ السلام ہیں انکو [illegible] ملائکہ سے جدا گانہ [illegible] بیان کیا جاتا ہے جیساکہ اس آیت میں تنزل الملائکۃ والروح وقولہ تعالیٰ یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا اور ان آیات سے یہی معلوم ہوتا ہے [illegible] اول و [illegible] مین آخر ہے اور اسی جگہ بعض اہل کشف نے کہا ہے کہ روح نوعظیم ہے اور وہ [illegible] جلال الٰہی کے قریب [illegible] اور اسی سے تمام ارواح ملائکہ اور ارواح بشریہ جو تمام ارواح سے اخیر درجہ میں ہیں پہیلتی ہیں اور دونون طرفون کے درمیان معارج مراتب ارواح ملکیہ و مدارج منازل انوار قدسیہ کے ہین اور انکی مقدار حق سبحانہ کے سوا کوئی نہین جانتا۔ بعض کہتے ہیں روح سے مراد ایک اور چیز ہے یعنی نور اعظم جیساکہ ابھی معلوم ہوا۔ بعض کہتے ہیں ارواح بشریہ مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں جمیع ارواح حیوانیہ و نباتیہ و فلکیہ وغیرہ۔ تعرج سے مراد اوپر چڑہنا جیساکہ جمہور کا قول ہے۔ بعض کہتے ہین عروج حسی مراد نہین بلکہ عروج رتبۃ یعنی اسرار ملائکہ اور روح کو خداوند کے نزدیک عروج یعنی علو مرتبہ حاصل ہوگا۔ فی یوم سے مراد جمہور کے نزدیک قیامت کا دن ہے۔ بعض کہتے ہین دنیا کا دن ہے مقدارہ خمسین الف سنۃ پچاس ہزار برس کی درازی جمہور کے نزدیک دراصل ہوگی لیکن ایماندارون کے حق میں نہوگی دلیل اسپر آیت اصحاب الجنۃ یومئذ خیر مستقرا و احسن مقیلا ہے۔ اور یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا حضرت پچاس ہزار برس کی درازی اس دن کی بڑی درازی ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے اسکی قسم کہ جسکے ہاتھ میں میری جان ہے وہ مومن پر بہت کم ہوگا۔ یہان تک کہ وہ دن نماز فرض پڑہنے کے وقت کے برابر ہوگا (اخرجہ احمد و ابو یعلیٰ و ابن جریر و ابن ابی حاتم والبیہقی فی البعث) لیکن اسکی سند میں دراج اور ابی الہیثم دو راوی ضعیف ہین۔ اسی طرح ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ اس دن کی درازی مومن پر اسقدر رہوگی کہ جسقدر عصر اور ظہر کا وقت ہے (اخرجہ ابن ابی حاتم والحاکم والبیہقی) بعض کہتے ہیں عدد حقیقۃً مراد نہین بلکہ درازی اس تقدیر پر اس آیت اور اس آیت سورہ سجدہ مین یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون کچھ بھی

معین تھے کہ وہ انکی تولید و تغذیہ وغیرہ کا بندوبست کرتے تھے کرات افلاک و آفتاب و سیارات کو حرکت دیرہے تھے جنکو حکما نفوس فلکیہ وغیرہ کہتے ہیں) اس دن یہ عالم خراب ہو جاویگا اور وہ سب فارغ ہو جاوینگے اور چونکہ وہ نورانی ہیں حق سبحانہ تعالی کی بارگاہ قدس کیطرف عروج و صعود کرجاوینگے اور بھی وجوہ مناسبت ہیں جو غور و فکر کرنے سے ظاہر ہو سکتے ہیں۔

فقال سال سائل بعذاب واقع کہ کسی سوال کرنے والے یعنی درخواست کرنے والے نے عذاب کی درخواست کی جو پڑنے والا ہے۔ سائل نضر بن حارث تھا۔ مگر اس ذلیل کا نام نہیں لیا گیا کیونکہ وہ اس قابل نہ تھا یا یہ کہ قرآن مجید کی عادت نہیں کہ معائب میں کسی کا نام لیا جائے اور نیز یہ بھی ہے کہ نام لینے میں ایک شخص کا تعین ہو جاتا اور ابہام ہے تاکہ ہر ایک اس بات کا جو ستمگار جو کمال حماقت اور دلیری کرکے ایک آنے والی مصیبت کو بلاتا ہے اور اسکی خبر دینے والے کی شکرگذاری کی جگہ تمسخر کرتا ہے اس آیت کا مصداق سمجھا جاوے سال کے بعد فاعل کا اظہار کیا لطف رکھتا ہے جس کو بلغا پسند کرتے ہیں۔ اور اس مانگنے والے نے کیا مانگا؟ عذاب اور عذاب بھی کیسا واقع جو قطعاً آنے والا ہے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں سوال کرنے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے کہ ایک سبب کفار کی تکذیب شر سے تنگ ہوا تو بارگاہ الٰہی میں سوال کیا الٰہی ان پر عذاب کا نزول نازل کر تاکہ انکی سرکشی ٹوٹے تب آپ کی قبول ہوئی اور قریش پر سات برس کا وہ بگر اس قحط پڑا کہ ہڈیاں اور مردار تک کھانے کی نوبت آئی اور جلا آتے اسکے بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے فاصبر صبرا جمیلا دعا کے اثر ظاہر ہونے میں جلدی نکرو بلکہ صبر کرو اور اس میں قدرے تنبیہ بھی ہے کہ ایذا رکی برداشت کرو بد دعا نہ کیا کرو جب ناصح مشفق نا امید ہو جاتا ہے اور اسکو بے حد ایذائیں پہنچتی ہیں تو وہ اس ناپاک قوم کے لئے بددعا بھی کر دیا کرتا ہے یہ بھی ایک انسانی خاصیت ہے اور اس میں مصلحت بھی ہوتی ہے کہ یہ بے ثمر درخت کٹ جائیں تو اور عمدہ ثمردار پیدا ہوں اس لئے حضرت نوح علیہ السلام نے بھی عذاب کی درخواست کی تھی سو پھر طوفان آیا اور دنیا غرقاب ہوئی اور حضرت موسی علیہ السلام نے فرعون کے لئے بددعا کی تھی اس تقدیر پر سائل سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور تنکیر تعظیم کے لئے ہے اور لفظ واقع میں اور اسی طرح اسکے بعد کے جملوں میں للکافرین اور لیس لہ دافع میں کہ اسکو کوئی ٹال نہیں سکتا اور من اللہ ذی المعارج میں کہ وہ عذاب اللہ کی طرف سے ہوگا جو بڑا بلند مرتبہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اجابت کی تسلی بھی ہے کہ وہ ضرور ہو کر رہے گا جس میں عذاب دنیا کی طرف اور عذاب آخرت کی طرف اشارہ ہے دنیا میں قحط آیا بدر میں مارے گئے مسلمانوں کے ہاتھ میں مسخر ہوئے آخرت کا عذاب تعرج الملائکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ میں بتایا گیا اور پھر آپ کو تنبیہ اور جلد عذاب نہ آنے پر دلاسا بھی دیتا ہے فاصبر صبرا جمیلا کہ خوب اور عمدہ طور پر صبر کر یہ جو کچھ کہیں کہنے دے۔ اور اگر سائل نضر بن حارث قرار دیا جائے تو عذاب واقع کے میں عذاب آنے کا قطعی اشارہ کرکے فاصبر صبرا جمیلا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور صبر کا حکم دیتا ہے۔ یہاں تک تفسیر سال سوال کے معنی میں لئے جانے پر تھی جیسا کہ جمہور کا قول ہے خواہ سال کو ہمزہ کے اظہار سے پڑھیں۔ یا تخفیف کرکے مگر بعض نے سال کو سیلان کے معنی میں لیا ہے تب یہ معنی ہوں گے کہ کفار کے لئے عذاب واقع ہونے والا بہ پڑا دریا کی طرح امڈا آیا جس میں قیامت کے ہولناک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو تعرج الملائکۃ والروح - سے سمجھا جاتا ہے۔ یعنی وہ بے خبر اس کی تکذیب کر رہے ہیں اور وہ ہے کہ امڈا آ رہا ہے۔ پھر آگے اس کی تشریح ہے واقع للکافرین کہ وہ عذاب کافروں کے لئے ہونے والا ہے کفر باعث اس عذاب کا ہے کوئی کافر کیوں نہ ہو سب کو وہ عذاب پیش آنے والا ہے لیس لہ دافع اسکو کوئی دفع کرنے والا نہیں من اللہ ذی المعارج اور وہ عذاب کس کی طرف سے ہوگا جو کسی کے ٹالے نہ ٹلے گا؟ اللہ کی طرف سے جو رتبوں والا ہے معارج

يَوْمَ تَكُونُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ۝ يُبَصَّرُونَهُمْ ۚ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ

اُس دن کہ آسمان پگھل کر تانبے جیسے ہو جاویں اور پہاڑ رنگی ہوئی اُون کی طرح ہو جاویں اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے دیکھ کر بھی گنہگار چاہے گا کہ اُس دن کے عذاب کے بدلہ میں

عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِۦ وَأَخِيهِ ۝ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُـْٔوِيهِ ۝ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ۝ كَلَّآ ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ۝

اپنی اولاد　　اور بیوی　　اور بھائی اور اُس کنبے کو جو اُسکو پناہ دیتا تھا اور جو کچھ کہ زمین پر ہے سب کو دیکر پھر چھوٹ جاوے ہرگز نہ ہوگا ہم کی گ بھڑکنے والی

نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ ۝ تَدْعُوا مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ۝ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ۝

دماغ کھینچنے والی　　پکارے گی اُسکو کہ جس نے پیٹھ دی اور منہ پھیر لیا اور مال جمع کر کے رکھا تھا

---

یوم ناصبہ قریبا والتقدیر نراہ قریبا یوم یکون کذا ویکن ان یکون (ترکیب) بدلا عن فی یوم ان علق بہ ولا یسئل قرء الجمہور مبنیا للفاعل فالمفعول الثانی محذوف ای لا یسئل حمیم حمیما نصرہ ولا شفاعتہ وقری مبنیا للمفعول علی اسقاط حرف الجر ای لا یسئل حمیم عن حمیم این حمیمک وکیف حالہ الحمیم القریب یبصرونہم یقال بصرتہ بہ اذا بصر ویقال بصرت لزید بکذا اذا اخذفت الجار فاتت بصرنی زید کذا۔ استیناف او حال وجمع الضمیرین لعموم الحمیم لکونہ واقعا فی سیاق النفی۔ لو یفتدی لو بمعنی ان والجملۃ معمول یود المجرم فاعلہ ومن معطوف علی بنیہ والجملۃ حال من احد الضمیرین فی یبصرونہم او استیناف ثم ینجیہ عطف علی یفتدی ای یود لو یفتدی ثم ینجیہ الافتداء والعطف بثم للاستبعاد کلا ردع للمجرم انہا الضمیر للنار او مبہم یفسرہ لظی وہو خبر او بدل او القصہ نزاعۃ قرء الجمہور بالرفع علی انہا خبر ثان لان او خبر مبتدء محذوف او تکون لظی بدلا من الضمیر المنصوب نزاعۃ خبر ان وقری بالنصب علی الحال والشوی الاطراف او جمع شواۃ کنوی ونواۃ وہی جلدۃ الراس

## تفسیر

اُس دن کی درازی بیان فرما کر اُس کی اور تشریح ہولناک حالات سے کرتا ہے اور یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ آج جو اُس دن کے منکر ہیں اور دنیا ہی پر دلدادہ اور فریفتہ ہیں اُس روز اُنکی یہ حالت ہوگی گویا یہ بیان سابق کا تتمہ ہے فقال (۱) یوم تکون السماء کالمہل کہ جس دن آسمان پگھلے تانبے جیسے ہو جاویں گے عکرمہ وغیرہ کہتے ہیں مہل تیل کی تلچھٹ کو کہتے ہیں اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے سماوات پر جب فنا و طاری ہوگا تو اُنکا مادہ ایسی رنگت میں آ جاویگا۔ پہلے اس گھر کی چھت آسمان توڑے جاویں گے پھر نیچے کی نوبت آویگی (۲) وتکون الجبال کالعہن اور پہاڑ رنگی ہوئی پشم کی طرح ہو کر اُڑتے پھریں گے پہاڑ بعض سیاہ بعض سرخ بعض سفید ہیں جب اُنکے ریزے ریزے ہو کر باہم ملجاویں گے تو رنگین نظر آوینگے اسلئے عہن سے پوری تشبیہ ہے یہ نفخہ اولی کا حال تھا اب نفخہ ثانیہ کا حال بیان فرماتا ہے جبکہ بار دگر ہر چیز پیدا ہوگی (۳) ولا یسئل حمیم حمیما کہ کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا اپنی اپنی پڑی ہوگی یبصرونہم باہم دیکھ کر بھی کوئی التفات نہ کریگا بعض مفسرین کہتے ہیں یہ جملہ ملائکہ کی طرف رجوع ہے کہ ملائکہ ہر ایک نیک و بد کو دیکھیں گے کوئی چھپ نہ سکے گا دوست کا دوست کو پوچھنا تو درکنار بلکہ (۴) یود المجرم الخ گناہگار آرزو کریگا کہ کاش مجھے چھوڑ دیا جاوے اور میرے بدلہ میں میری اولاد اور بیوی اور بھائیوں اور کنبے کو جو اس کے مددگار دنیا میں تھے اور جو کچھ مال و حشمت دنیا پر ہے سب لے لے۔ انہیں لوگوں کے لئے تو دنیا جمع کرتا اور خدا سے غافل تھا مگر نہ چھوٹے گا کس لئے کہ انہا جہنم کی آگ شعلہ مارتی ہوگی بھلستی ہوگی زبان حال سے وہ خود اپنے داروغہ پکارے گی ان دو گروہوں کو (۱) من ادبر و تولی جسنے خدا سے منہ پھیرا اور نبی علیہ السلام سے پھر گیا (۲) جمع فاوعی مال جمع کیا حق خدا کا حق نہ دیا بلکہ سمیٹ کر رکھ لیا اور جمع کرتے ہیں حلال و حرام کی بھی کچھ پروا نہیں معاذ اللہ ایک کفر و روگردانی اسپر یہ طمع و حرص مردم آزاری ہے

منافات نہین کس لیئے کہ اُسی درازی کو کبھی ہزار برس سے کبھی زیادہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اول تقدیر پر مطابقت یون ہو گی کہ دنیا سے لیکر اول آسمان تک مقدار رفعت ہزار برس ہے اور اسفل عالم سے لیکر انتہا عرش تک پچاس ہزار۔ پس سورۂ سجدہ مین اول رفعت بیان ہوئی اور اس سورۃ میں دوسری کچھ بھی منافات نہین۔

بعض علما کہتے ہیں کثرت اندوہ و رنج مراد ہے اور رنج و اندوہ کے دن کی درازی محاورہ مین بہت بڑی بیان کیجاتی ہے۔ شب فراق اور روز جدائی و ایام مصیبت کی درازی ہزاروں برسوں کی بیان کرنا کمال بلاغت اور قوم کی بول چال کی رعایت ہے نہ جھوٹھ نہ مبالغہ۔

(۱) ان اقوال پر لحاظ کر کے آیت کے معنی میں چند اقوال ہیں (۱) یہ کہ ملائکہ اور ارواح (جو اس عالم کی تدبیر و تصرف میں مصروف و معین تھے جنکی طرف ذی المعارج مین اشارہ تھا کس لیئے کہ ہر چیز عالم کے ساتھ ایک فرشتہ اور روح مدبر حق سبحانہ کی طرف سے معین ہے وہی اس مادہ کو ان قوالب میں ڈھال رہے ہیں اور وہ بحکم الٰہی انکے نمو اور بقا اور استکمال و تولید و تناسل و توالد کے محافظ ہیں) سب اپنے اپنے کامون سے فارغ ہو جاوینگے اور چونکہ وہ نور ہیں اپنے حیز اصلی نور الانوار حق سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس تک چڑھین گے اور وہ بارگاہ عالم ناسوتی سے بہت بلند ہے یہان تک کہ اگر کوئی تیز رفتار چڑھکر جاوے تو پچاس ہزار برس میں بھی وہان تک نہ پہنچے۔ اور یہ کس دن ہوگا قیامت کے دن جو بڑا مصیبت کا دن ہوگا۔ اس تقدیر پر فی یوم تعرج کے متعلق ہوگا۔

(۲) یہ کہ اُس روز جو بڑے سے بڑا عاقل و ذکی فیصلہ کرنے بیٹھے تو پچاس ہزار برس میں بھی فیصلہ نہ کر سکے اور وہ ایام دنیا کے آدھے دن میں کر دے گا۔ اور اُس دن ملائکہ اور روح اپنے اپنے مواضع و مواقع رفعت میں بہت جلد عروج کر جاوینگے اگر اور کوئی وہان تک چڑھے تو پچاس ہزار برس میں چڑھ سکے۔ یہ وہب اور مفسرین کی ایک جماعت کا قول ہے۔

(۳) ابی مسلم[۱] کہتے ہین یہ دنیا کا تمام دن ہے جس کی ابتدا اول آفرینش اور انتہا آخر فنا ہے پھر حق سبحانہ نے بیان فرمادیا کہ دنیا کے دن مین ملائکہ کا عروج و نزول ضرور ہے اور اس دن کی مقدار پچاس ہزار برس ہے اِس سے یہ لازم نہین آتا کہ ہم کو قیامت کا وقت معلوم ہو جاوے کس لیئے کہ نہین معلوم کہ اُس دن میں سے کسقدر گذر گیا اور کسقدر باقی رہا۔ تفسیر کبیر

(۴) صاحب عرائس فرماتے ہین کہ ملائکہ اور روح کے عالم ملکوت مین مقامات معینہ ہین پھر جب کوئی فرشتہ موقع نزول سے مرتبہ معلومہ کیطرف چڑھتا ہے تو ایک ایسے دن بھر میں چڑھتا ہے کہ جسکی مقدار ہمارے نزدیک پچاس ہزار برس کے مساوی ہے اور وہ تو ایک ساعت سے بھی کم میں چڑھ جاتے ہین اور حق کے لیئے کوئی مکان او منتہی نہین کہ جہان مخلوق چڑھکر جاتی ہو۔ بلکہ اُسکی عزت جلال کا ظہور ہر ذرہ سے عیان ہے پھر جب قرب و بعد مسافت نہین اور افہام اور اوہام اُٹھا دیئے تو روح کے حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ وصال مین کچھ دیر نہیں۔ اسکے بعد فرماتا ہے فاصبر صبرا جمیلا کہ ای نبی عمدہ صبر کر غیر سے جھٹلانیوالون کو عذاب مقرر ہے سہل فرماتے ہین صبر جمیل رضا ہے بغیر شکوے کے انہم یرونہ بعیدا کس لیئے کہ وہ اُس کے معتقد نہین ونراہ قریبا کس لیئے کہ وہ دن ہماری آنکھون کے سامنے ہے۔

[۱] یعنی ابتدائی آفرینش سے لیکر فنا تک لیکر تمام ایام دنیا کو ایک دن سمجھئے جس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے ۱۲

کامیابی حاصل ہوجاتی ہے تو ہاتھ روک لیتا ہے کہ بس اب ہی نعمت حاصل ہوگئی اتفاقی بات بھی روزروز کہاں حاصل ہوتی ہے
اسکو روک کر رکھو اس میں سے حقداروں کا حق ادا نکرو گویا یہ اس نعمت کو خدا پاک کا عطیہ نہیں سمجھتا بلکہ اپنی محنت و کوشش اور
و اتفاق کی یاوری خیال کرتا ہے یہ بھی نامحمود حالت ہے جسکو ایمان کی روشنی سے کچھ بھی بہرہ نہیں۔

پھر فرمایا کہ اس مکروہ حالت سے آٹھ گروہ مستثنیٰ ہیں اور انکو جہنم نہ بلائیگی فقال (۱) الا المصلین مگر نمازی صرف ایک بار نماز
پڑھنا کافی نہیں بلکہ الذین ہم علی صلوتہم دائمون وہ جو اپنی نماز پر ہمیشہ اسکے چلے جاتے ہیں کبھی رک نہیں کر... یہ فرقہ
فرقون سے اول ذکر ہوا اور یہ ہے بھی اول اور یہ اس لیے مستثنیٰ ہے کہ نماز بندے اور خدا تعالیٰ میں ایک اعلیٰ رابطہ ہے جو اسکو دنیا
اسکی بارگاہ تک باریابی کا موقع دیتی ہے بھلا جو پانچ وقت دن رات میں حضور قلب اور دلی نیاز سے اسکے سامنے جائیگا اسکی روح پر اسکے
انوار کا پرتو کیونکر نہ پڑیگا اور اسکی یہ ظلمت کیونکر دور نہ ہوگی اور اسکا سختی و نرمی میں اسے قادر مطلق پر کیونکر توکل نہ ہوگا اور جو اسکے
دربار میں حاضر ہو کر اسکے آگے سر نیاز خم کرتا ہے اسپر اسکی کیونکر رحمت نہ ہوگی۔ وہ ضرور آخرت کی بلاؤن سے اسکی رکھ...

(۲) والذین فی اموالہم حق معلوم للسائل والمحروم کہ جنکے مال میں سائل اور محروم یعنی بے سوال کا جو نہ مانگے کیونکہ... حق
حق ہے اور حق بھی کیسا معلوم کہ آسنے کھولدیا ہو کہ اسقدر دیا کرونگا یہ نہیں کہ کبھی دیا اور کبھی نہ دیا بلکہ ایک حصہ معین کردیا...
سیرین وغیرہ علماء فرماتے ہیں کہ حق معلوم سے مراد زکوٰۃ[1] ہے جو خدا تعالیٰ کیطرف سے معلوم و معین کیا گیا ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں
زکوٰۃ کے بعد اگر اور نہ دے تو اسپر کچھ الزام نہیں مجاہد اور عطاء و نخعی وغیرہ فرماتے ہیں صدقات واجبہ کے علاوہ خیر و خیرات مراد ہے
کس لیے کہ صدقات واجبہ زکوٰۃ و صدقات کے مصارف بیان فرما دئے گئے ہیں اور اسکا مصرف سائل و محروم بیان فرمایا فی اموالہم
جمع کا صیغہ بتا رہا ہے کہ سب مالون میں خیرات جاری رہے زراعت میں سے مواشی میں سے تجارت میں سے نقد میں سے
جس طرح ممکن ہو نفع پہنچاتے ہیں مکان ہیں تو مفت ان میں مساکین و غربا کو رہنے دیتے ہیں مہمان کو اتارتے ہیں انکی گاڑی
اور گھوڑون کو حاجت والے مانگ کر لیجاتے ہیں انکے کپڑون اور ہتیارون اور کتابون اور دیگر اشیا سے نفع اٹھاتے ہیں یہ کریم
النفس دریغ نہیں کرتے۔ حق کا لفظ کہہ رہا ہے کہ ایسے درماندون کا انکے مال میں بڑا زور ہے اور حصہ معین ہے جیسا شریکون کا ہوتا
ہے انکے دامن ہمیشہ مسکینون کے ہاتھ میں رہا کرتے ہیں۔

سائل تو معلوم ہے مگر محروم کے معنی میں علماء کے متعدد قول ہیں (۱) تو وہی جو ہمنے پہلے بیان کیا بےزبان مسہ بند (۲) بعض کہتے ہیں
محروم بےزبان جانور ہیں کچھ نہیں کہتے اسلیے محروم رہ جاتے ہیں اپر رحم کرنا اور انکو اپنی کھیتی پانی یا نقد مال سے نفع پہنچانا چاہیے
(اس سے یہ مراد نہیں کہ گائے بیل کی پرستش کیجاے) (۳) بعض کہتے ہیں محروم وہ مصیبت زدہ لوگ ہیں جو اپنے گھرون میں بیٹھے ہوے
ہیں حالانکہ انکو دنیا زیادہ تو اسے کس لیے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسکین وہ نہیں کہ جو لقمہ یا دو لقمہ یا ایک چھوارا یا دو چھوارے مانگ
مانگ کر لیجاتے ہے بلکہ وہ جو حاجتمند ہو اور کسی سے سوال نہیں کرتا۔ باوجود اسکے سائل کو مقدم اسلیے کیا کہ یہ نفس الامر میں ہر جگہ پہلے پہنچا کرتا ہے

[1] صدقہ الفطر اور نفقات واجبہ بھی اس میں شامل ہین ۱۲ منہ

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ

آدمی پیدا کیا ہے لالچی جب اس کو برائی پہنچے تو چلا اٹھے اور جب اسکو بھلائی پہنچے تو کنجوس ہو جائے مگر نمازی وہ جو اپنی نماز پر

دَائِمُونَ ۝ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ۝ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ وَالَّذِينَ هُم

ہمیشہ لگے ہوئے ہیں وہ جو انکے مالوں میں حصہ معین ہے سائل اور بے مایہ کا اور وہ جو تقدیر کرتے ہیں انصاف کے دن کا اور وہ جو

مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ۝ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ

اپنے رب کے عذاب سے ڈرا کرتے ہیں کس لئے کہ انکے رب کے عذاب کا خطرہ لگا ہوا ہے اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھتے ہیں مگر

أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝ وَالَّذِينَ

اپنی بیویوں یا لونڈیوں سے کس لئے کہ ان پر کچھ الزام نہیں پھر جس نے اسکے سوا اور کچھ چاہا تو وہ حد سے گزرنے والے ہیں اور وہ جو

هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُم بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝

اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت رکھتے ہیں اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں اور وہ جو اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں

أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ۝

وہی لوگ باغوں میں عزت سے رہا کریں گے

ع

## ترکیب

ہلوعا حال مقدرۃ من الانسان الہلع اشد الحرص یقال ہلع الرجل یہلع ہلعا و ہلاعا فہو ہالع و ہلوع وکذا جزوعا و منوعا حالان واذا الاولی ظرف لجزوعا و الاخری لمنوعا الا المصلین استثناء من الجنس والمستثنی منہ الانسان و ہو جنس فی جنات ظرف لمکرمون۔

## تفسیر

اور یہ مال جمع کرنا اور کنجوسی کرنا اس لئے ہے کہ ان الانسان خلق ہلوعا انسان (بعض کہتے ہیں اس سے مراد کفار ہیں) فطرتی طور پر لالچی اور بے صبر پیدا ہوا ہے اس کمبخت کی دور اندیشی اور اسکی زیرکی (جو خداوند عالم کی طرف بہ نسبت اور حیوانات کے زیادہ ملی تھی) اسکو بخل اور لالچ پر آمادہ کرتی ہے اور بڑے بڑے خیالات اور امیدیں بندھاتی ہے کہ سیکڑوں برسوں کا انتظام کرتا ہے اور اپنی عمر رواں کی بے ثباتی سے بیخبر ہو کر دنیا ہی میں محو ہو جاتا ہے یہ حالت آخرت اور حق سبحانہ سے غافل کرنے والی ہے۔ اس سے باز رہنے کو یہ اسکی جبلت بیان فرمائی جاتی ہے (ابن عباس سے کسی نے ہلوع کے معنی دریافت کئے فرمایا آپ ہی حق سبحانہ اسکی تفسیر کرتا ہے کہ اذا مسہ الشر جزوعا) جب اسکو برائی پہونچتی ہے بیماری تنگ دستی زن و فرزند و اقارب کی موت یا کسی مقصد میں ناکامی جنگ اور خصومت عدالتی میں شکست مال جاہ کا زوال وغیرہ کوئی بات پیش آجاتی ہے تو فریاد کرنے لگتا ہے صبر و شکیبائی کو کھو بیٹھتا ہے کفر کے کلمات اور خدا کا گلہ و شکوہ آغاز کرتا ہے۔ الغرض خدا پاک سے امید کی رسی کو کاٹ ڈالتا ہے یہ بھی بری حالت ہے جو اسکے ضعف [illegible] خدائے ذو الجلال پر توکل نہ کرنے کی دلیل ہے واذا مسہ الخیر منوعا اور جب خیر تندرستی اولاد و مال و جاہ و عزت میں

بیشتر اسی اختلاط پر مدار ہے بیوی کون ہے اور کیا شرطین ہیں اسکو عرف پر چھوڑ دیا اور قرآن مین متعدد جگہ بتلا دیا گیا۔ سوم نسل انسانی کا ابقا منشاء خداوندی ہے اور وہ بغیر اسکے عادتاً ہو نہیں سکتا (۳) او ما ملکت ایمانہم لونڈیون پر جو مردون کے ہاتھ کا مال ہین یہان بھی جماع کرنا ممنوع نہین۔ لونڈی غلام ماننے کا دستور حضرت موسی علیہ السلام کی شریعت سے بھی پایا جاتا ہے توریت موجودہ مین لونڈی غلامون کے احکام مذکور ہین۔ دیکھو کتاب استثنی کا ۲۱ باب ۱۰ درس میں کتاب مذکور ۲۰ باب کا ۱۳ درس اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضے میں کر دے تو وہان کے ہر ایک مرد کو تلوار کی دھار سے قتل کر (۱۴) مگر عورتون اور لڑکون اور مواشی کو اور جو کچھ اس شہر میں ہو اسکی ساری لوٹ اپنے لئے لے لینا۔ کتاب مذکور کا ۱۵ باب ۱۲ تا ۱۷ جملہ جس مین غلام لونڈیون کے رکھنے اور آزاد کرنے کا صاف حکم ہے اور ۱ باب ۔ مین صحبت کرنیکی اجازت ہے۔

آج کل کی عیسائی قومین اسکو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی اور اہل اسلام پر عیب لگاتی ہین مگر انکو معلوم رہے کہ اسلام مین لونڈی غلامون کے حقوق عیسائی آزاد رعیت سے زیادہ ملحوظ ہیں۔ لونڈی جب مرد کا مال ہے اور گھر مین رہکر کار و بار کرتی ہے اگر اسکا کسی سے نکاح نہین کیا گیا تو اسکے ساتھ ہم بستری بھی اسیر پر رحم اور اولاد کی مان کہلانے کے لئے عزت دینا ہے۔

فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ہم العادون جو ان دونون طریقون کے سوا رفع شہوت کے لئے اور طریقہ عمل مین لاوے وہ حد سے تجاوز کرنے والا سرکش اور خدا کا باغی ہے متعہ کی ہوئی عورت بھی اس آیت سے حرام ثابت ہوتی ہے کیونکہ وہ نہ بیوی ہے کہ حق زوجیت میراث نان و نفقہ وغیرہ اسکے لئے ثابت ہین نہ لونڈی ہے اور اسی طرح وطی فی الدبر بھی ممنوع ہے خواہ لڑکے سے ہو خواہ غیر عورت سے ہو خواہ اپنی بیوی یا لونڈی سے ہو کیونکہ وہ نہ بیوی ہے نہ لونڈی اور جلق لگانا اور عورت کا عورت سے مساحقہ کرنا اور عورت کا ... کام ... استمنا کرنا یا اجرت دیکر فعل کرنا سب ممنوع ہین (۲) والذین ہم لامانتہم وعہدہم راعون وہ جو اپنی امانتون اور عہدون کی رعایت رکھتے ہین۔ امانت الٰہی کئی قسم پر ہین ایک تو اللہ تعالی کی امانت اسکے عطا کردہ قوی اور اعضاء ہیں انکو بیجا صرف نہ کرنا چاہیے ۲ بندون کی امانت آنا اور مال کی امانت ۳ علما کے پاس علم امانت ہے اسکو نہ چھپائین۔ اسی طرح عہد بھی کئی قسم کا ہے خدا کا عہد کہ اسی کی عبادت کرینگے باہمی بندون کے جائز عہد خاوند بیوی کا باہمی سلوک حسن معاشرت کا عہد جو لفظ نکاح سے قائم ہوتا ہے سب کی رعایت لازم ہے۔

(۳) والذین ہم بشہاداتہم قائمون وہ جو اپنی گواہی پر قائم ہین۔ سچی گواہی ادا کرنے مین کسی کی رعایت کرتے ہین نہ کسی سے ڈرتے ہین اس سے انتظام عالم کا قیام اور حقوق عباد کا تحفظ لازم ہے۔ لفظ قائم بتلا رہا ہے کہ نہ تو گواہی چھپائی جاوے کہ کہدے مجھے نہین معلوم اور نہ حیلہ بہانے سے کنارہ کشی کرے دونون کبیرہ گناہ ہین کس لئے کہ اس میں حقوق العباد تلف ہوتے ہین اور سب سے زیادہ گناہ ہے کہ جھوٹی گواہی دے حقوق العباد کی شہادت کے سوا توحید و رسالت کی گواہی بھی ہر ایماندار پر واجب ہے (۴) والذین ہم علی صلاتہم یحافظون وہ جو اپنی نمازون کی حفاظت کرتے ہین۔ ہمیشہ پڑھنا جو پہلے مذکور ہوا تھا اور بات ہے اور محافظت رکھنا جو یہان مذکور ہے اور بات ہے کس لئے کہ محافظت کے معنی شرائط و ارکان کی بجا آوری اور مفسدات و مکروہات سے بچنا ہے اور اہتمام کرنا اور حضور قلب سے ادا کرنا ہے۔ جن مین یہ آٹھ صفات ہین اولئک فی جنات مکرمون وہی لوگ مرنیکے بعد دوسرے جہان میں باغون مین عزت سے رہا کرینگے۔ وہان کی عزت اور وہان کے دائمی عیش اور آیات میں مفصل مذکور ہین

افسوس ہے ان سائلوں پر کہ جنھوں نے اسکو دائمی پیشہ بنا لیا ہے اور اس کے ساتھ اظہار کرامت و ولایت کا بھی دعوی کرتے ہیں افسوس صد افسوس (ف) نماز بدنی و روحانی عبادت تھی اسکے بعد مالی عبادت بھی ضرور ہے اسلئے اس دوسرے جملہ کو اسکے بعد بیان فرماکر جتلا دیا کہ نری نماز کافی نہیں مال میں سے خیرات و صدقات بھی دیا کرو ع بخیل ار بود زاہد بحر و بر ٭ بہشتی نباشد بحکم خبر

(۳) والذین یصدقون بیوم الدین وہ جو جزا کے دن کو سچا جانتے ہیں۔ اس میں سب نیکیوں کی طرف اشارہ ہے اور ہر قسم کی بدی سے بچنے کیطرف ایما ہے کسلئے کہ جو شخص جزا کے دن کا معتقد ہوگا وہ جو نیکی کریگا دل کھول کر کریگا غربا کو دینا اقارب و ضعفا پر رحم کرنا اسکے بدلہ کی یقینی امید ضرور تحریک کرتی ہے اسی طرح ہر قسم کے ظلم اور ناحق شناسی سے روکنے کو بھی یقین مدقوی ہے یہ جملہ اور اسکے بعد کا جملہ پہلے اور آیندہ احکام کے لئے تاکید کا فائدہ بخشتا ہے (۴) والذین ہم من عذاب ربہم مشفقون وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرا کرتے ہیں کسلئے ان عذاب ربہم غیر مامون انکے رب کے عذاب کا کچھ ٹھکانا نہیں کہ کب اور کس وقت نازل ہو جائے اس سے ڈر رہنا بچاتا ہے۔ پہلا جملہ عذاب اور ثواب آخرت کے خوف و امید کی وجہ سے نیکی پر ابھارنیوالا بدی سے روکنے والا تھا مگر انسانی حرص و طمع و شہوت کبھی اسقدر دور و دراز کی سزا یا جزا سے غافل کردیتی ہے [illegible] اسکے برے کام پر دنیا [illegible] اسلئے خوف لایا جاتا ہے کہ آخرت تو آخرت ہی ہے [illegible] کاموں کی سزا [illegible] کوئی ناگہانی مصیبت ارضی و سماوی عامہ یا خاصہ قحط و وبا تسلط حکام ظالم [illegible] خرابی وغیرہ [illegible] ہو جاتا ہے اسلئے اسکے بعد ان عذاب ربہم غیر مامون بھی دیا اور دنیا میں اعمال بد پر آزمائشیں [illegible] کہ کوئی [illegible] اس سزا کو من [illegible] نہ سمجھے اور اسباب کیطرف منسوب کرے [illegible] غور کرے تو دیکھے گا تو اسباب کا سلسلہ بھی اسی مسبب الاسباب کے ہاتھ میں دیکھے گا یہانتک یہ چار اوصاف ذکر ہوئے ان میں دو پہلے قوت عملیہ کی تکمیل کے [illegible] تھے اور چونکہ مقصود تھے اس لئے انکو مقدم کیا اور یہ دونوں اخیر قوت نظریہ کی تکمیل کے لئے ہیں اور یہ دونوں ان دونوں کے لئے محرک ہیں۔

اسکے بعد چار فریق اور بیان فرماتا ہے جنھیں چار صفات حقوق العباد کے ملحوظ رکھنے اور تمدن اور نظام عالم کے قائم رکھنے کے لئے بیان فرمائے اور ان چاروں میں اخیر جملہ [illegible] کے لئے بھی ایک رکن اعظم ہے اور اسی پر صفات کا اتمام ہے فقال (۱) والذین ہم لفروجہم حافظون الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فانہم غیر ملومین کہ وہ جو اپنے ستر خاص کو محفوظ رکھتے ہیں کسی پر نہیں کھولتے یعنی جماع نہیں کرتے مگر اسی قدر پر بس کرنا انسان کی طاقت سے زیادہ اسپر بوجھ ڈالنا تھا کس لئے کہ انسان میں ایک ایسی قوۃ رکھی ہے کہ اسکو مجبور و مقہور کردیتی ہے اور اسکے حواس و عقل میں اپنے غلبہ کیوقت فتور ڈالدیتی ہے اور اسی لئے یہ تجرد اسلام میں کوئی عمدہ بات نہیں گو عیسائیوں کے راہبوں اور ہنود کے گسائیوں جوگیوں میں عمدہ عبادت اور نفس کیساتھ اعلی درجہ کا مقابلہ ہے اسلئے اسکے بعد اس حکیم مطلق نے دو جگہ کے لئے اجازت دیدی (۱) الا علی ازواجہم اول بیوی کے لئے مرد کو اپنی بیوی سے جماع درست ہے کسلئے کہ بیوی کو زوج اسکا جوڑا کہتے ہیں جو دونوں کے ملنے سے امور خانہ داری سر انجام پاتے ہیں اسکے اندر بھی خدا تعالی نے یہ مادہ رکھا ہے اگر مرد اسپر نظر نہ کرے تو اسکی حاجت روا نہ ہو اسکے لئے فتنے میں پڑنے کا خوف ہے پھر باہم اتحاد قائم نہ رہے دوم مرد و عورت کی صحبت باہمی کا اسپر تمام خانہ داری موقوف

معنی بیان کرتے ہیں کہ ان کفار کو کیا ہو گیا جو جماعتیں کی جماعتیں تیرے پاس سے بھاگے جاتے ہیں ۔ فقلت استغفروا ربکم انہ
نہیں سنتے جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہے فما لہم عن التذکرۃ معرضین کانہم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ　　سب میں سے کہہ دیا اپنے رب سے بخشش مانگو کیونکہ وہ
یہ ہے انسان کہ وہ جب تک ایمان اور عمل صالح سے نورانیت اور پاکیزگی حاصل نہ کرلے محض الا ان الکم جنت وبنین ویجعل لکم انہارا ۰
تک نہیں پہنچ سکتا وہ پاک جگہ ناپاکوں کے قابل نہیں ۔ امام احمد و ابن ماجہ و حاکم و بیہقی وغیرہ محدثین نے لئے ما رح بیان کرتے اور منارے سے باہر
فمال الذین الخ ما یعلمون تک یہی پھیرا اپنے ہاتھ پر پھونک کر اس پر انگلی رکھی اور فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے
تجھے ایسی چیز سے پیدا کیا یہاں تک کہ تیرے ہاتھ پاؤں بنائے تو کپڑے پہن کر پھر [illegible] کا نعم الرسال اى مجاھرا و فاجہارا و صفہ مصدر
جاتا ہے یہاں تک کہ گلے میں دم آ گیا تو کہنے لگا [illegible] کی [illegible] الاسرار [illegible] وا والمدرار
ایک مال ایک ماں باپ ہے ۔ ایک ہی [illegible] سے پیدا ہوتے ہیں [illegible] المد [illegible] وقف ای ارسالا ادرارا ۔
ہیں ۔ اللہ کی یاد اور اُسکی تعلی سے جو صفائی حاصل ہوتی ہے البتہ وہ ایک امتیاز کی چیز ہے ۔
[illegible] اور [illegible] سرکشی کہا کرتے تھے اس لئے انکو منایا جانا ہے فلا اقسم برب [illegible]
مغارب کے رب کی (یعنی اپنی ذات کی) قسم کھاتے ہیں کہ ہم تم سے بہتر لوگ پیدا کرنے پر قادر ہیں ۔ ہم [illegible] ای اباد ہوا انا القدرۃ
عار [illegible] اور آئندہ انسان عمدہ پیدا کر سکتے ہیں ۔ اور جگہ بھی یہی مضمون آیا ہے فسیاتی اللہ بقوم الخ [illegible] لوگوں کی زندگی کے
بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (ان بدکاروں کے ہلاک و برباد ہو جانے کے بعد) ایسی مطیع اور نیک قوم عطا کی جو دین کا اور قوم کو ڈرانا اور قوم
آمادہ ہوگئی اور خدا تعالیٰ کے دین مرضی کی وہی حامل و معین ہوئے ۔ ان کو جس طرح اخلاقی و روحانی سلطنتیں ملی [illegible] بیان کرتا ہے فذال
عطا کی گئیں جیسا کہ حضرت یسعیاہ علیہ السلام نے خبر دی تھی اِسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور ان ناہنجار قوم کو عذاب الیم (دنیا
ہے فذال فذرہم یخوضوا کہ انکو چھوڑ باتیں بنانے دے یا ہر قسم کی بدکاری میں گھسنے دے و یلعبوا اور کھیلنے دے ۔ اولاد وغیرہ میں نوح نے جسے
کھیل و تماشہ ہے جو انسان کو اسکے منزل مقصود سے روکتا ہے یہاں تک کہ اپنے موعود دن کو پالیں یعنی قیامت کو ام جو درپاسے نکلنے ہیں
قیامت کے دن قبروں سے زندہ ہو کر تخت رب العلمین کی طرف اسی طرح دوڑے چلے آئیں گے جیسا کہ کوئی شرط میں ہوتیں ان اعبدوا اللہ
جلد جلد دوڑتا ہے ۔ یا یہ کہ جس طرح دنیا میں اپنے بتوں اور خیالی معبودوں کی طرف دوڑتے ہیں اسی طرح قبروں سے نکلکر سید معلوم ہوا کہ قوم بہت
رب العلمین کی طرف دوڑیں گے آنکھیں شرمندگی کے مارے نیچی ہوں گی موہنوں پر لعنت کی سیاہی چڑھی ہوگی ۔ پھر ان سے بدکرداری اور سیقدر
دن ہے جس کا تم سے وعدہ دنیا میں کیا گیا تھا اور تم انکار کرتے تھے ۔　　لو انکی بدکاری اور

---

سلہ مشارق مشرق کی جمع آفتاب نکلنے کی جگہ اور مغارب مغرب کی جمع آفتاب غروب ہونے کی جگہ مشرق اور مغرب گرمی اور سردی کے موسم میں اکہنا مانو
جو آفتاب بر آمد و غائب ہوتا ہے دو مشرق اور دو مغرب کہہ سکتے ہیں جاڑے میں جنوب کی طرف سے گرمی میں شمال کے رخ مائل ہو کر آفتاب نکلتا ہے آ پہنچے گی اور
المشرقین و رب المغربین آیا ہے لیکن ہر روز آفتاب کا طلوع و غروب بدلتا رہتا ہے اسلئے مشارق و مغارب کہے جاتے ہیں انکا مالک جس کے حکم سے یہ ہوتا ہے بڑا بادشاہ ہے
جو کمال قدرت رکھتا ہے اسلئے رب المشارق و المغارب کی صفت یاد دلا کر قسم کھانا اپنی کمال قدرت کو دکھانا اور جتلانا ہے ۔　　ابو محمد عبد الحق

فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ ۝ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ ۝ أَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ

پھران کافروں کو کیا ہوا تیری طرف دوڑے چلے آتے ہیں داہنے اور بائیں سے ٹکڑیاں ٹکڑیاں ہو کر کیا ہر ایک ان میں سے یہ طمع کرتا ہے کہ وہ نعمت کے باغوں میں داخل کیا جاویگا

كَلَّا ۖ إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّمَّا يَعْلَمُونَ ۝ فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ إِنَّا لَقَادِرُونَ ۝ عَلَىٰ أَن نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ

ہرگز نہیں کس لئے ہم نے انکو اس چیز سے پیدا کیا ہے کہ جسکو وہ بھی جانتے ہیں پھر ہم مشرقوں اور مغربوں کے رب کی قسم کھاتے ہیں (کہ ہم اس بات پر قادر ہیں) کہ ہم انکی جگہ ان سے بہتر لوگ بدل کر لے آسکتے ہیں

وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۝ فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ۝ يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ

اور ہم عاجز نہیں ہیں　　پھر ان کو چھوڑ دے باتیں بنایا کریں اور کھیلا کریں یہاں تک کہ اپنے اس دن کو جا ملیں کہ جس سے وعدہ کیا گیا　　وہ دن کہ قبروں سے دوڑتے ہوئے

سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ ۝ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۝

نکلیں گویا کہ وہ کسی نشان کی طرف دوڑے چلے جاتے ہیں آنکھیں نیچی کئے ہوئے ان پر ذلت چڑھی ہوگی یہ ہے وہ دن کہ جس کا ان سے وعدہ کیا گیا

## ترکیب

مہطعین المہطع المسرع وقیل المادّ عنقہ ہو حال من الذین کفروا قبلک ظرف معمول مہطعین عزین جمع عزۃ وہی العصبۃ من الناس وقیل اصلہا عزوۃ من العزو کان کل فرقۃ تعتزی ای تنتسب الی غیر من تعتزی الیہ الاخری فی الصحاح العزۃ الفرقۃ من الناس والہاء عوض عن الیاء والجمع عزی وعزون عن یتعلق بعزین ویجوز ان تکون حالا ان یدخل الجنۃ مفعول للطمع انا لقادرون جواب القسم وما نحن اما جواب آخر للقسم او حال عن القادرون یخوضوا ویلعبوا مجزومان علی انہما جواب الامر یوم بدل من یومہم سراعا جمع سریع والاجداث جمع جدث ہو القبر ہو حال من فاعل یخرجون وکذا کانہم نصب عند الجمہور بفتح النون وسکون الصاد بمعنی العلم وقرئ بضم النون والصاد جمع نصب کاسد واسد الایفاض الاسراع فی القاموس وفض یفض وفضا بالسکون وبالتحریک عدا واسرع خاشعۃ منصوب علی الحال من ضمیر یوفضون ابصارہم مرفوع علی انہا فاعل خاشعۃ ترہقہم من الرہق یقال رہقہ بالکسر یرہقہ رہقا غشیہ ومنہ المراہق اذا غشیہ الاحتلام والجملۃ مستانفۃ او حال من فاعل یوفضون او یخرجون ذلک مبتدأ الیوم الخ خبرہ والمجموع مبتدأ والخبر محذوف

## تفسیر

اہل جنت کا اعزاز و اکرام سنکر مشرکین مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو ہو کر آتے اور ارد گرد بیٹھکر تمسخر کی راہ سے کہتے تھے کہ اگر آپ کا فرمانا حق ہے کہ دار آخرت میں یوں نعمتیں ملیں گی تو ان ذلیل و خوار لوگوں سے جو آپکے تابع ہو گئے ہیں ہم اشراف ان نعمتوں کے زیادہ مستحق ہیں۔ دنیا میں بھی ہم انسے زیادہ عزت و شوکت حشمت والے ہیں پھر وہاں ان بیچاروں کو تو ہم دھکے دیکر نکالدینگے اور آپ جا بیٹھینگے انکے خیالات کا رد ان آیات میں کیا گیا۔ فرماتا ہے کہ ان منکروں کو کیا ہوا جو تیرے اس پاس پرا باندھے دوڑے چلے آتے ہیں۔ کیا ان میں سے ہر ایک کو یہ طمع ہے کہ وہ جنت النعیم میں داخل کیا جاویگا؟ ہرگز نہ ہوگا کس لئے کہ ہم نے انکو جس چیز سے پیدا کیا ہے وہ بھی جانتے ہیں یعنی منی سے جو نہایت حقیر ہے پھر اس عالم قدس میں بغیر اسکے کہ اس ناپاکی کے آثار بہیمیہ قوای روحانیہ و ملکیہ کو ایمان و اعمال صالحہ سے جلا دیکر نہ مٹائے کس طرح سے جا سکتا ہے۔ ابن کثیر اپنی تفسیر میں ان آیات کے

ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُھُمْ جِھَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّیْ اَعْلَنْتُ لَھُمْ وَاَسْرَرْتُ لَھُمْ اِسْرَارًا ۝ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ

پھر میں نے انکو پکار کر بلایا　پھر میں نے انکو خبردار کر دیا　اور چپکے چپکے بھی کہا　تب میں نے کہدیا اپنے رب سے بخشش مانگو کیونکہ وہ

کَانَ غَفَّارًا ۝ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّیُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْھٰرًا ۝

بڑا بخشنے والا ہے　تاکہ تم پر برستے ہوئے بادل بھیجے　اور تمکو مال اور اولاد میں ترقی دے اور تمہارے لیے باغ تیار کردے اور تمہارے لیے نہریں بنا دے

## ترکیب

جہارا منصوب علی المصدریۃ لان الدعاء یکون جہارا وغیر جہار فالجہار احد نوعیہ ویجوز ان یکون مصدرا فی موضع الحال ای مجاہرا او ذا جہار او صفۃ مصدر محذوف بمعنی دعاء جہارا ای مجاہرا بہ اسرارا منصوب مطلق من اسررت یرسل کذا ما بعدہ ویجعل مجزوم علی انہ جواب الامر ای استغفروا والمدرار الدرور وھو التحلب المطر وانتصابہ علی الحال من السماء ولم یؤنث لان مفعالا لا یذکر ویؤنث وانتصب المدرار ویجوز وصفہ ای ارسالا مدرارا۔

## تفسیر

حضرت نوح نے اپنی قوم کو بت پرستی اور بدکاری سے منع کرنا شروع کیا اور توحید اور مکارم اخلاق کی تعلیم کی۔ لوگوں کی زندگی کے ایام پورے ہو چکے تھے کہ سرکشی نہ مانا اور مقابلہ کو آمادہ ہوئے اب ان آیات میں فرماتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا یہ تبلیغ کرنا اور قوم کو ڈرانا اور قوم کا نہ ماننا اور پھر نوح کا خدا سے بطور شکایت عرض کرنا کہ میں نے انکو یوں سمجھایا میرا کہا انہوں نے نہ مانا۔ بیان فرماتا ہے فقال انا ارسلنا نوحا الی قومہ ہم نے نوح کو انکی قوم کی طرف بھیجا کس لئے کہ ان انذر قومک من قبل ان یاتیہم عذاب الیم کہ اپنی قوم کو عذاب الیم (دنیا کا غرق آخرت کا جہنم) کے آنے سے پہلے ڈرا اور خبردار کرتا کہ وہ اپنی بدکرداری سے باز آویں قال یاقوم انی لکم نذیر مبین نوح نے سب سے اول قوم سے یہ کہا اے قوم میں تمہارے لئے صاف صاف ڈرانے والا ہوں کوئی مخفی اور مبہم اور معما کی بات نہیں۔ ایسی قوم جو دریائے نکبت میں ڈوب رہی ہو اس کے ناصح کو مناسب یہی ہے کہ صاف صاف کہے ابہام اور معما میں گول گول باتیں نہ کہے کہ وہ سودمند نہیں ہوتیں ان اعبدوا اللہ اول یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو بت پرستی اور توہمات باطلہ کی پابندی چھوڑ دو اسی کے ہاتھ میں موت و حیات نفع و نقصان ہے۔ معلوم ہوا کہ قوم بت پرست تھی اسلئے پہلے توحید کا حکم دیا کیونکہ تمام مکارم اخلاق کی بنیاد توحید و خداپرستی ہے (۲) واتقوہ اور اللہ سے ڈرا بھی کرو بدکرداری اور جو بد کام ہیں چھوڑ دو کیونکہ ایسے کاموں پر وہ سزا دیتا ہے یہی اللہ سے ڈرنے کے معنی۔ معلوم ہوا کہ قوم بڑی بدکار تھی زمین کو انکی بدکاری اور گندے کاموں نے گندہ کر رکھا تھا (۳) واطیعون اور معاملات و اصلاح رسم و رواج اور درستی اخلاق امور تمدن معاشرت یعنی عبادت میں میرا کہنا مانو جس راہ میں تم کو لیچلوں چلو کیونکہ سعادت کے پرخطر رستہ کا ہادی نبی ہوتا ہے جو قوم اسکے قدم بقدم چلے گی سعادت دارین تک پہنچے گی اور جس نے اپنے رسول کو چھوڑ دیا وہ پرخار اور عمیق گھاٹیوں میں ٹکرا ٹکرا کر مر جائے گی صحابہ آنحضرت کے قدم بقدم چلے دین و دنیا کے بادشاہ ہوگئے آج کل اکثر مسلمانوں نے اپنے ہادی برحق کا رستہ چھوڑ رکھا ہے اسلئے دین و دنیا کی رسوائیاں اور ذلتیں ان پر سوار ہیں۔

جعلوا اصابعہم فی اذانہم واستغشوا ثیابہم واصروا واستکبروا استکبارا اور میں نے جب کبھی انکو بلایا کہ تو انھیں معاف کردے یعنی تیری طرف معافی کے لئے بلانا چاہا تو انھوں نے (۱) اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال لیں کہ کہیں میری بات سننے میں نہ آوے اور اسی پر بس نہیں کیا (۲) بلکہ اپنے اوپر کپڑا ڈال لیا منہ چھپا لیے کہ میری صورت بھی نہ دیکھیں یا یہ عداوت کرنے سے کنایہ ہے کہتے ہیں کہ فلاں نے دشمن کا جامہ پہن لیا ابن عباس کہتے ہیں اسلئے کپڑا ڈال لیتے تھے کہ پہچانے نہ جاویں اور انکو پیغمبر نہ بلاوے (۳) اور اپنے کفر و بدکاری پر اڑ گئے ہرگز توبہ و ندامت نہیں کرتے (۴) اور بڑا غرور کرنے لگے اسپر بھی میں نے بس نہیں کی بلکہ ثم انی دعوتہم جہارا اس کے بعد بھی میں نے بآواز بلند انکو بلایا ثم انی اعلنت لہم پھر میں نے انکو جبرا بھی کیا اور جتا دیا کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس پیغام لایا ہوں واسررت لہم اسرارا اور مخفی طور پر بھی سمجھا دیا یعنی ہر طور سے بلایا و نصیحت کی فقلت استغفروا ربکم کہ تم اور کسی سے نہیں بلکہ اپنے پرورش کرنیوالے محسن اور رب ہی سے معافی مانگو انہ کان غفارا کیونکہ وہ بڑا معاف کرنیوالا ہے یرسل السماء علیکم مدرارا وہ (۱) تم پر بارش برساویگا قحط و گرانی کے عذاب سے نجات دیگا لفظی معنی یہ ہوئے کہ وہ تم پر برستے ہوئے بادل بھیجیگا سماء سے مراد بادل ہے (۲) ویمددکم باموال وبنین اور تم کو مال و اولاد میں ترقی دیگا۔ اولاد نہ کہا جس میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں شامل ہیں کس لئے کہ لڑکیوں کی پیدائش سے وہ ناخوش ہوتے تھے اسلئے بنین کہا یعنی لڑکے دیگا (۳) ویجعل لکم جنات اور تمھارے لئے باغ تیار کردیگا خوب میوے کھاؤ گے (۴) ویجعل لکم انہارا اور تمھارے لئے نہریں تیار کردیگا۔ ان دنیا کی چیزوں کی طرف طبائع عامہ کی رغبت ہوتی ہے اور وہ قوم بھی انھیں پر فریفتہ تھی اسلئے معافی مانگنے پر ان چیزوں کا وعدہ دیا اور یہ وعدہ سچا تھا طمع خام نہ تھی اب بھی استغفار کی یہ خاصیت ہے کہ جو کوئی سچے دل سے اور عجز و نیاز سے اپنے رب العالمین سے معافی مانگتا رہے گا اسکے مال و اولاد میں برکت ہوگی قحط سالی رفع ہوگی زمین کی پیداوار زیادہ ہوگی مجرب بات ہے۔

**روایت** ہے کسی نے حسن بصری رحمہ اللہ سے قحط سالی کی شکایت کی فرمایا استغفار کر ایک نے تنگدستی کا گلہ کیا کسی اور نے نسل کی قلت کا شکوہ کیا ایک اور نے کہا زمین کی پیداوار کم ہوتی ہے سب کو آپ نے اللہ سے مغفرت مانگنے کا حکم دیا ربیع بن صبیح نے کہا آپ سے لوگوں نے مختلف اغراض بیان کئے اور جدا جدا چیزیں چاہیں آپ نے سب کو استغفار کا ہی حکم دیا حسن نے یہ آیت پڑھی۔

**علمائے کرام فرماتے ہیں** صرف زبان سے استغفر اللہ کہنا کافی نہیں بلکہ گناہوں سے باز آوے اور دل و زبان کو پاک رکھے اور عجز و نیاز اور خلوص دل سے استغفار کرے۔ دنیا میں اسکی یہ برکتیں ہیں آخرت میں جنت ہے کسلئے کہ اہل جنت کی شان میں آیا ہے وبالاسحار ہم یستغفرون کہ صبح کیوقت خدا سے معافی مانگا کرتے تھے احادیث صحیحہ میں استغفار کے بہت سے فوائد بیان ہوئے ہیں راقم الحروف بھی ہر صبح استغفر اللہ الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم واتوب الیہ پڑھا کرتا ہے۔ مگر واہ رے بدنصیب قوم اسپر بھی حضرت نوح علیہ السلام کا کہنا نہ مانا جب ناچار ہو کر حضرت نوح نے ان سے کہا مالکم لا ترجون للہ وقارا کہ تمھیں کیا ہو گیا جو تم اللہ سے عزت و حرمت کی امید نہیں رکھتے اپنے بتوں سے رکھتے ہو کہ فلاں عزت دیگا فلاں مال دیگا۔ یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ تمھیں کیا ہو گیا جو تم اللہ کی توقیر و عزت نہیں خیال کرتے اور دل میں نہیں لاتے اور وہ کی عزت و حرمت دل میں ہے مگر اللہ کی نہیں جیسا کہ اس سے ڈرتے اور اسکی نذر و نیاز کرتے ہو۔ نوح علیہ السلام نے اول توحید کا حکم دیا اسکے بعد اسکے ثبوت میں چند دلائل بیان فرمائے (۱) وقد خلقکم اطوارا کہ اس نے تم کو طرح طرح سے بنایا تم اول نطفہ تھے پھر علقہ ہوئے پھر مضغہ ہوئے پھر انسان بنے پھر کسی کو امیر کسی کو غریب کسی کو خوبصورت کسی کو بدصورت بنایا پھر سب کا ڈھانچ ایک ہے مگر

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۝ أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝ وَجَعَلَ

تمکو کیا ہو گیا جو تم اللہ کی عظمت نہیں سمجھتے حالانکہ اُسنے تمکو رنگ برنگ پیدا کیا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اُسنے سات آسمان اوپر تلے کیسے بنائے ہیں اور

الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝ وَاللّٰهُ أَنْبَتَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ۝

انمیں چاند کو چمکتا ہوا بنایا اور آفتاب کو چراغ بنا دیا۔ اور اللہ ہی نے تمکو زمین سے اگایا لہلہاتا ہوا پھر وہ اُسی میں تمکو لے جاویگا اور اُسی میں سے باہر نکالیگا

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا ۝ لِتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝

اور اللہ ہی نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا کر دیا تاکہ تم اُسکے کھلے رستوں میں چلا کرو۔

ع ۲

## ترکیب

الوقار بمعنی التوقیر ترجون بمعنی تعتقدون و انما عبر عن الاعتقاد بالرجاء التابع لادنی الظن مبالغۃ و للّٰہ اللام للتبیین بیان للموقر و یمکن ان یکون صلۃ للوقار وقد خلقکم الجملۃ حال من الضمیر فی لکم اطوارا مختلفین حال من ضمیر فی خلقکم وقیل مفعول ثان لخلق بمعنی جعل قال اللیث الطور التارۃ یعنی حال بعد حال وقال ابن الانباری الطور الحال و جمعہ اطوار طباقا نصبا علی المصدر یقال طابقہ طباقا و مطابقۃ او حال بمعنی ذات طباق فحذف ذات و اقیم طباقا مقامہ نباتا منصوب علی انہ مفعول مطلق ولم یقل انباتا کما یقتضیہ الظاہر للدقیقۃ اللطیفۃ وہی انہ لو قال انباتا کان صفۃ للّٰہ تعالیٰ وہم لا یعتقدونہ بل اکثر المادیین بل کلہم یقولون اللہ لا ینبتنا ولما قال نباتا صار صفۃ للنبات و النبات العجیب مشاہد محسوس یستدل بہ علی وجود الباری تعالیٰ شانہ فنباتا اما مصدر علی حذف الزوائد ویسمی اسم المصدر ویجوز ان یکون مصدر النبتم مقدرا تقدیرہ انبتکم فنبتم نباتا حسنا فیکون منصوبا بالمطاوع المقدر وعند الخلیل و الزجاج ہو مصدر محمول علی المعنی لان معنی انبتکم جعلکم تنبتون نباتا وقیل المعنی اللہ انبت لکم من الارض النبات فعلی ہذا ہو مفعول بہ وعلی الاول معنی انبتکم انشاکم فاستعیر الانبات للانشاء لانہ ادل علی الحدوث و التکون من الارض۔ فجاجا جمع فج وہو الطریق الواسع سبلا جمع سبیل وہو مفعول فیہ۔

## تفسیر

اس حکم برداری کا یہ ثمرہ ہوگا (۱) یغفر لکم من ذنوبکم تمہارے گناہ بخشدیگا۔ بعض علما کہتے ہیں من تبعیض کے لئے ہے تب اسکے یہ معنی ہونگے کہ کچھ گناہ بخشدیگا یعنی حقوق العباد معاف نہونگے وہ ادا کرنے سے یا اُن کے معاف کرنیسے معاف ہوتے ہیں (۲) ویؤخرکم الی اجل مسمی اور تم کو ایک معین مدت تک دنیا میں رہنے آرام کرنے دیگا غارت و برباد نکریگا جیسا معتوب لوگ کئے جاتے ہیں اور آخر کار یہ بھی کئے گئے۔ مدت معین تک اسلئے فرمایا کہ دنیا میں ہمیشہ کوئی نہیں ٹھہرتا اور نہ یہ ہمیشہ ٹھہرنے کا مقام ہے کسلئے کہ ان اجل اللّٰہ اذا جاء لا یؤخر اللہ کا وعدہ جب آجاتا ہے تو ٹلتا نہیں یعنی موت کا وقت معہود نہیں ٹلتا باقی عقاب و عذاب میں گرفتار ہو کر فنا ہونا جو گناہوں پر ہوتا ہے نیکوکاری سے ٹل جاتا ہے لو کنتم تعلمون اگر تم کو خبر ہے تو میری اطاعت کرو ایمان لاؤ۔ یا کیا کاش وہ جانتے مگر وہ بدنصیب قوم برسوں بلکہ سینکڑوں برسوں کے سمجھانے پر بھی نمانی اور اسقدر عرصے میں عذاب آنے سے اور بھی دیر ہوگئی تب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے بطور مناجات عرض کرنا شروع کیا قال رب انی دعوت قومی لیلا و نہارا فلم یزدہم دعائی الا فرارا کہ اے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن ہدایت کی طرف بلایا وعظ و پند کیا اس کام میں کوئی کمی نہیں کی مگر وہ اس سے اور بھی بھاگنے لگے وانی کلما دعوتہم لتغفر لہم

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ۝ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ۝ وَقَالُوا

نوح نے کہا اے میرے رب انھوں نے میرا کہنا نہ مانا اور اسکو مانا کہ جسکے مال اور اولاد نے اسکو نقصان کے سوا اور کچھ نہ بڑھایا اور بڑا فریب کیا اور قوم سے کہا

لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۝ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۝

اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑیو اور نہ وَدّ کو اور نہ سُواع کو اور نہ یغوث کو اور نہ یعوق و نسر کو اور انھوں نے بہتوں کو گمراہ کیا تھا

وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ۝

اور نوح نے کہا ان گنہگاروں کو سوائے گمراہی کے اور کچھ نہ بڑھانا

## ترکیب

انہم الجملۃ مفعول قال من مفعول اتبعوا والضمیر فاعلہ قری ولدہ بفتح الواو واللام وبضم الواو وسکون اللام وہما سبعیتان وقری بفتح الاول وسکون الثانی وہی لغۃ وقیل جمع الولد کبارا قرء الجمہور بالتشدید وہی کبیر اعظما لفراء وحکی قال المبرد والفعال للمبالغۃ وقری بکسر الکاف وتخفیف الباء وہو جمع کبیر وقرء الجمہور بفتح الواو وقری بضمہا قال اللیث بضم الواو صنم لقریش وبفتحہا صنم کان لقوم نوح وفی الصحاح الود بالفتح الوتد فی لغۃ اہل نجد کانہم سکنوا التاء وادغموہا فی الدال سواعا ہما منصرفان یغوث ویعوق عند الجمہور غیر منصرفین فان کانا عربیین فللعلمیۃ ووزن الفعل وان کانا عجمیین فللعجمۃ والعلمیۃ وقری منصرفین للتناسب بما قبلہما ولا تزد الظالمین معطوف علی رب انہم عصونی وقال ابو حیان انہ معطوف علی قد اضلوا ومعنی الضلال الخسران والعذاب

## تفسیر

حضرت نوح علیہ السلام نے دلائل بھی قائم کئے پھر بھی اس کم بخت قوم نے خدا پاک کی طرف رجوع نہ کیا اور کوئی امید انکی ہدایت کی باقی نہ رہی تب ناامید ہو کر بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کرنے لگے قال نوح رب انہم عصونی کہ یارب ان لوگوں نے میرا کہنا نہ مانا واتبعوا من لم یزدہ مالہ وولدہ الا خسارا اور ان ناپاک اور گمراہوں کے تابع ہو گئے کہ جنکے مال اور اولاد نے بجائے فائدۂ آخرت کے ان کو اور نقصان دیا آل اور اولاد کی افزایش سے اور بھی سرکشی و گمراہی میں پڑ گئے اور اترا گئے اور سمجھنے لگے کہ ہم جس طریقے پر ہیں وہی برحق ہے کس لئے کہ اگر برحق نہ ہوتا تو پھلتے پھولتے نہیں یہ شخص ناحق کی بک بک کیا کرتا ہے۔

ف خدا کی پناہ انسان بدکاری پر بدکاری و بت پرستی کرے اور خدا کی طرف سے اس کو کوئی روکنے والی سزا نہ ملے اور وہ افزایش مال و اولاد میں ترقی کرتا جاوے پھر وہ تو اپنے طریقہ کو کبھی برا نہیں سمجھے گا بلکہ اور بھی دل کھول کر کرے گا اور مغرور ہوتا جائے گا۔ یہ بڑا فتنہ اور آزمایش ہے۔ اسی لئے آپ دیکھتے ہیں کہ بت پرست و بدکار قومیں کس طرح سے پھولتی پھلتی ہیں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ انکے لئے دنیا یا آخرت میں کوئی سخت عذاب تیار ہے۔ ومکروا مکرا کبارا اور بڑے مکر و فریب کئے کہیں ان بتوں اور ہیاکل کی پرستش کی عجیب دلیلیں بنا رکھی تھیں اور بحث میں ہارتے نہ تھے کمینوں اور لچوں شہدوں کو لالچ دیکر حضرت نوح علیہ السلام کی توہین و ایذا پر آمادہ کیا اور انھوں نے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا وقالوا لا تذرن آلہتکم اور بڑی دلیری سے ان کے سرداروں نے کہہ دیا کہ خبردار اپنے معبودوں کو اس شخص کے کہنے سے نہ چھوڑنا ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا خصوصاً ان پانچ معبودوں کو تو ہرگز نہ چھوڑنا وَدّ کو سُواع کو یغوث کو یعوق کو نسر کو۔

صورتیں جدا جدا۔ یہ زیادہ تر شعور کا کام ہے نہ طبیعت کی کاریگری ہے آخر کوئی علیم و خبیر ہے کہ جسنے یہ بڑا کام کیا ہے۔ یہ بڑی مستحکم دلیل ہے جو انسان ہی کے حالات سے متعلق ہے اپنے آپ ہی میں غور کریگا تو سیکڑوں نشان قدرت پاویگا۔ دلائل نفس کے بعد اب دلائل آفاق شروع کرتا ہے (۱) الم تروا کیف خلق اللہ سبع سماوات طباقا کیا تم نہیں دیکھتے کہ اُسنے کیسے سات آسمان اوپر تلے بنائے ہیں آسمانوں کے وجود پر کئی بار بحث ہو چکی ہے۔ سماوات اُسکی قدرت کاملہ کا بڑا نمونہ ہیں (۲) وجعل القمر فیہن نورا وجعل الشمس سراجا کہ اُسنے آسمانوں میں چاند کو روشنی اور سورج کو چراغ بنایا۔ آفتاب و ماہتاب کا فرق دہریوں اور مادیوں کو حیرت میں ڈالدینے والا ہے اور ناچار ایک حکیم علیم و قدیر کا قائل ہونا پڑتا ہے۔

س ا چاند پہلے آسمان پر ہے ساتوں میں نور ہونا کیونکر فرمادیا؟ جواب کبھی ایک چیز کو جو ایک جزو خاص میں ہوتی ہے اُسکا مجموعہ میں ہونا بیان کر دیا جاتا ہے کہتے ہیں بادشاہ ہندوستان میں ہے حالانکہ وہ اُسکے ایک خاص جزو میں ہوتا ہے اسیطرح یہاں بیان فرمایا گیا۔

س ۲ چاند روشنی میں بڑھکر ہے نہ جسم میں پھر اُسکو تو نور فرمایا جو بڑھکر بات ہے اور آفتاب کو چراغ اس میں کیا فرق ہے۔ جواب (۱) آفتاب کی روشنی میں گرمی ہے جیسی طرح چراغ کی اسلئے اسکو چراغ کہا۔ اور چاند میں یہ بات نہیں اسکو محض نور کہدیا۔ (۲) ضو جس کو چمک کہتے ہیں نور یعنی روشنی سے بڑھکر ہے اسلئے آفتاب جو چمکتا ہوا ہے اُسکو ضیا اور سراج کہا کیونکہ چراغ میں چمک ہے اور اُس چمک سے روشنی پیدا ہوتی ہے اسلئے ماہتاب کی روشنی فرمایا جو آفتاب کی چمک سے ہے۔ پھر اول دلیل کی تشریح کرتے ہیں جو ایک طور سے نئی دلیل ہے فقال واللہ انبتکم من الارض نباتا ثم یعیدکم فیہا ویخرجکم اخراجا کہ اللہ نے تم کو زمین سے اگایا حضرت آدم علیہ السلام جو سب بنی آدم کی اصل ہیں انکو زمین سے بنایا اور اگانا انکی اولاد کا اُگانا ہے یا یوں کہو کہ انسان منی سے بنا ہے اور منی زمین کی غذاؤں سے اور وہ غذائیں زمین سے اُگتی ہیں اسلئے کہا جاتا ہے کہ انسان کو خاک سے اُگایا۔ نباتا کے لفظ میں اس اُگنے کی ایک کیفیت کی طرف اجمالا اشارہ ہے اول کیسے پودے نکلتے ہوئے اُگتے ہیں اور ان کا نشو و نما جوانی کی بہار پر کیا دلکش نظارہ ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ کس طرح سوکھتے جاتے ہیں اور پھر خاک میں جا ملتے ہیں ان باتوں کو وہ خود بھی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے تھے جب اُس قدیر کی یہ قدرت کاملہ ثابت ہو گئی تو گویا حشر کے دن قبروں سے نکالنے پر قادر ہونا بھی ثابت کر دیا گیا اُسکے مقابلہ میں یہ کہنا کیسا صحیح ہو گیا کہ حشر کے دن وہ پھر تم کو اس خاک میں سے نکالیگا اور لفظ اخراجا میں اسکی کیفیت خاص کی طرف اشارہ ہے جس کو حضرات انبیاء علیہم السلام نے بیان فرمایا ہے۔ اس دلیل میں انسان کی ابتدا اور انتہا اور اُسکی بے ثباتی سب کچھ بیان کر دی اور مسئلہ مبدء و معاد کا پورا ثبوت کر دیا جو نبوت کا اہم کام تھا (۴) واللہ جعل لکم الارض بساطا کہ اللہ نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنادیا نہ زیادہ سخت کیا نہ زیادہ نرم بلکہ بیٹھنے ٹھہرنے چلنے پھرنے کے قابل۔ یہ بڑی قدرت کا کام ہے نہ طبیعت اسیاہ کا نہ کسی اور کا بلکہ اُس علیم و حکیم کا لتسلکوا منہا سبلا فجاجا تاکہ تم کشادہ رستوں میں چلا کرو۔ اول تو اس گھر کے باشندے بیان فرمائے یعنی انسان۔ انکا بنانا بھی بتایا کہ کس طرح اور کس چیز سے پیدا ہوئے اور کب تک یہاں رہیں گے آخر کیا ہو جائیں گے پھر اس گھر کی چھت سبع سماوات بیان فرمائی کہ کس صناع نے کس حکمت کاملہ سے اسکو بنایا اور اسکو چاند سورج سے منور کیا رات میں ماہتاب اور دن میں آفتاب روشنی دیتے ہیں کیسی عمدہ قندیلیں اُس حکیم نے روشن کی ہیں اور انکی رفتار کیا ہی عمدہ ڈالا ہے جو ہزاروں برسوں سے اسی طرح چلا آتا ہے اسکے بعد زمین کی کیفیت بیان فرمائی جو اس گھر کا فرش ہے جس سے یہ مقصود کہ دنیا کا گھر فرش اور چھت اور اسکے رہنے والے اُسی نے بنائے ہیں پھر اور کسی کا کیا حق اور کونسا حصہ ہے جو اُنکو بھی اُسکے ساتھ پکارا جاتا ہے سبلا فجاجا میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ کفر و بدکاری کے رستے تنگ اور پرخار اور پرخطر ہیں اُنپر نہ چلو توحید و خدا پرستی کا وسیع رستہ ہے اُسپر چلو تاکہ منزل سعادت کو پہنچو

یہی صفت بقائی عالم کا باعث ہے اس معنی کو عورت کی شکل میں متشکل کیا تھا اسلئے کہ خانہ داری و انتظام خانگی سب عورت کی ذات سے ہے ہندو اس صفت کو بتن سے تعبیر کرتے ہیں اور انھوں نے بھی اسکو ایک صورت مورت بنا رکھی ہے یغوث (غوث بمعنی مدد کسے) حاجت روائی و مشکل کشائی کی صفت کا بت گھوڑے کی تصویر میں بنا رکھا تھا اسلئے کہ گھوڑا جلد دوڑ کر آتا ہے اس لحاظ سے کہ یہ بت اپنے پوجنے والوں کی مدد کو جلد آتا ہے اہل ہند اس کا مظہر اندر دیوتا کو بتاتے ہیں یعوق عوق روکنے اور مصائب و اعداء کے دفع کرنے کی صفت اسکا بت شکل شیر بنا رکھا تھا کہ یہ جانور دشمنوں پر بڑا حملہ کرتا ہے اہل ہند اسکا مظہر شیو بتاتے ہیں نسر گدھ یہ صفت سرمدیت کا بت بشکل گدھ اس لحاظ سے بنایا تھا کہ گدھ کی بھی بڑی عمر ہے اور بھی ہر ایک خیال سے بت تھا اور آخر یہ مطلب تھے مگر ان پانچوں پر تو یہ ختم ہو گئے تھے اسلئے بالخصوص انکی بابت تاکید کی کہ انکو نہ چھوڑنا اور بت پرستی کی یہ توجیہات جو یہ لوگ کرتے ہیں مگر عظیم تھا جسکے سبب وہ ضلوا کثیرا ہزاروں بندگان خدا کو گمراہی میں ڈال دیا تھا خدا پاک کو چھوڑ کر انہیں مظاہر کی پرستش میں لگا کر رہتے گئے اس تک رسائی نہ ہوئی

۵۵ طوفان کے بعد بھی پانچوں بت جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں پوجے جاتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت ہونے تک پہلے تک بعد قبائل عرب میں بھی پوجے جاتے تھے بخاری نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ قوم نوح کے بت عرب میں پہنچے چنانچہ ود قوم کلب دومۃ الجندل میں قبیلہ کلب کا بت تھا اور سواع ہذیل کا اور یغوث مراد کا پھر بنی غطیف کا اور یعوق ہمدان کا اور نسر حمیر آل ذی الکلاع کا بت تھا یہ اس قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں جب وہ مر گئے تو شیطان نے کہا ان کے نام کے بت بنا کر پوجنے لگے انکے علاوہ عرب کے اور بھی بت تھے لات بنی ثقیف کا اور عزیٰ بنی سلیم و بنی غطفان و بنی نظر و بنی سعد و بنی بکر کا بت تھا اور منات اہل قدید مشلل کا بت تھا اور اہل مدینہ بھی انکی زیارت کو جایا کرتے تھے اساف و نائلہ و ہبل ایک مکہ کے بت تھے اساف کو حجر اسود کے سامنے کوہ صفا پر کھڑا کر رکھا تھا اور نائلہ کو رکن یمانی کے سامنے اور ہبل کو خاص کعبہ کے اندر یہ بڑا قد آور آٹھ گز کا اونچا بت تھا جنگ کے وقت اسی کا نام پکارتے تھے ابوسفیان نے احد کی لڑائی میں پکارا تھا اعل ہبل جسکے جواب میں حضرت عمر نے کہا اللہ اعز و اجل ۔

جب حضرت نوح بالکل نا امید ہو گئے تو اس ناپاک قوم کی نسبت یہ بددعا کی ولا تزد الظالمین الا ضلالا کہ یہ ظالم اور بھی گمراہی میں بڑھیں کہ جلد عذاب آکر تمام ہو جائیں یا یہ معنی کہ ان پر عذاب نازل ہو کیونکہ ضلال کے معنی ہلاکت و تباہی کے بھی ہیں ۔

---

انکا یہ مذہب تھا کہ سب اس جہان کا ایک پیدا کرنے والا ہے جو تمام حوادث کے دھبوں سے پاک ہے اور وہ حکیم بھی ہے اور ہم اسکے جلال تک بغیر واسطے کے پہنچ نہیں سکتے ہم کو ان وسائط سے کام پڑا جو اسکے ہاں مقرب ہیں اور وہ روحانیات ہیں (اسلئے اس فرقہ کو اصحاب الروحانیات بھی کہتے ہیں) اور وہ اپنے جوہر اور افعال و حالت میں پاک ہیں جوہر میں اسلئے کہ وہ مواد جسمانیہ قوائے جسمانیہ و حرکات مکانیہ و تغیرات زمانیہ سے پاک ہیں وہ طہارت پر مجبول اور تسبیح و تقدیس الٰہی پر مفطور ہیں پس یہ ہمارے رب اور سفارشی ہیں وہ رب الارباب ہے یہی ہماری حاجات کا پورا سامان کرتے ہیں اور افعال میں یوں کہ ایجاد و اختراع میں اور تبدل حالات میں اور مخلوقات کو کمال تک پہنچانے میں یہی واسطہ ہیں حق سبحانہ کی طرف سے قوت حاصل کرکے موجودات سفلیہ تک پہنچاتے ہیں پھر کچھ ان روحانیات میں سے سات ستاروں کے مدبر ہیں اور یہ ستارے انکے لئے ہیکل ہیں جیسا کہ ارواح انسانیہ کے لئے انکے ابدان اور ہر ایک روحانی کے لئے ایک ہیکل ہے اور ہر ہیکل کا ایک آسمان میں ہے اور کچھ روحانیات آثار علویہ کے مدبر ہیں جو زمین اور آسمان کے درمیان ظاہر ہوتے ہیں اور کچھ ان فنون پر موکل ہیں جو تمام مخلوقات میں پائی جاتی ہیں اور کچھ ہدایت کے لئے اور کچھ ہلاکت کے لئے غرض ہر کام کے لئے وہی سائط ہیں اور حالت انکی یہ ہے کہ وہ قرب الٰہی میں خوش و خرم ہیں انکا کھانا پینا تسبیح و تقدیس ہے کوئی رکوع میں کوئی سجدے میں ہے جو حق سبحانہ فرماتا ہے وہی کرتے ہیں طریق عبادت انکا یہ ہے ستاروں اور بتوں کی پرستش کرنا نذر و نیاز چڑھانا

ف۲ دنیا میں جب حضرت آدم علیہ السلام آئے اور اُنکی اولاد پھیلی اسکے ساتھ ہی شیطان نے بھی قابو پایا تھوڑے ہی زمانے بعد حضرت کی اولاد میں بدکاری اور جور و جفا نے رواج پانا شروع کیا قوت بہیمیہ اور قوت غضبیہ نے اپنا جلوہ دکھایا اور فرشتوں کا من یفسد فیہا ویسفک الدماء کہنا صادق آیا قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو مار ڈالا۔ شیطان کا اثر اول انھیں دونوں قوتوں پر ہوا کرتا ہے اسکے بعد قوت عقلیہ میں بھی اپنے ظلمات سے خلل ڈالدیتا ہے۔ پھر سینکڑوں توہمات باطلہ علمی حقیقی قرار پاجاتے ہیں۔ شدہ شدہ توہمات و تخیلات کی پرستش بھی شروع ہوگئی اور اس وادی جہالت میں ٹکریں مارتے مارتے ایک باقاعدہ مخلوق پرستی بھی شروع ہوئی اور ایک جدید مذہب کی بنیاد پڑگئی جو صابیہ کے نام سے مشہور تھا یہ فرقہ بقول بعض مورخین طہمورث کے اول سال جلوس میں پیدا ہوا انکے دو فریق تھے ایک اصحاب ہیاکل یعنی ستاروں کی شکل و صورت کو انکی روحانیت کا مظہر جانکر پرستش کرتے تھے دوسرے اصحاب اشخاص جو ان چیزوں کی مورتیں پوجا کرتے تھے یہ پانچ بت بھی اسی قسم سے تھے ف۳ دنیا میں بت پرستی کا ایک تو یہی سبب ہے جو بیان ہوا اسکے سوا اور سبب بھی ہیں از انجملہ یہ کہ خدا تعالیٰ کو ایک مجسم چیز تصور کرلیا اور یہ خیال کیا کہ ملائکہ اسکے تخت کے اردگرد کھڑے ہیں اسی خیال کے مطابق انھوں نے حق سبحانہ کی بلند مورت بنائی اور چھوٹی چھوٹی ملائکہ کی اور اس کا دھیان دھرنے کے جلد سے انھیں مورتوں کو پوجنے لگے از انجملہ یہ کہ جو دنیا میں نیک اور نامور یا صاحب کرامات لوگ گزرے ہیں اُنکی یادگاریں پہلے لوگوں نے تانبے پیتل لوہے پتھر کے بت اُنکی شبیہ پر تراشے بعد میں جہل بڑھتا گیا انھیں کو پوجنے لگے اور انکے نام کی منّت مورتیں بنانی شروع کردیں شدہ شدہ یہی قاعدہ ملحوظ رہا از انجملہ یہ کہ خدا تعالیٰ کی صفات کو محسوس اشکال میں ایک مناسبت خاصہ سے ڈھالا اس لئے ہر ایک صفت کی جدا صورت بنائی اور باہر کت اور اہل قدرت اشخاص کی نسبت کہ جن کو اپنی فہم میں معمولی درجے کی قدرت و طاقت سے زیادہ سمجھتے تھے یہ خیال کیا کہ ان میں خدا تعالیٰ گھس گیا اور اُس نے چون و بے چگوں نے اُس ہیکل انسانی یا حیوانی یا نباتی یا علوی میں ظہور کیا تو اسی کو معبود حقیقی سمجھکر پرستش کرنے لگے ہنود کا اوتاروں اور عیسائیوں کا حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت یہی اعتقاد ہے اور اس لئے انھوں نے اوتاروں کی مورتیں بنائیں اور پوجنے لگے اور کہنے لگے ان مورتوں کی پرستش در اصل انکی پرستش ہے کہ جنکی یہ مورتیں ہیں اور انکی پرستش عین حق تعالیٰ کی پرستش اور باعث نجات ہے۔ یہ قوت متوہمہ کا ضلال مبین ہے۔ برہما بشن۔ مہادیو کو اُسکی صفات کا مظہر جانکر پرستش کرتے ہیں۔ اسی طرح عناصر و سیارات و نباتات و حیوانات میں سے اہل ہند نے کوئی چیز نہیں چھوڑی کہ اسکو پوجتے نہ ہوں۔

ف۴ ودّ یہ محبت و خواہش کا بت تھا اس معنی کو ظاہر کرنیکے لئے اُس کو مرد کی صورت میں ڈھالا تھا اور اسی کو تمام کائنات کا باعث ایجاد جانتے تھے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی محبت و خواہش ہوئی کہ میں ظاہر ہوں اس لئے آس نے دنیا پیدا کی اور مرد کی صورت اس لئے بنائی کہ مرد کے دل میں عورت کی محبت و رغبت ہوتی ہے اور ہندو اس مظہر کو برہما کہتے ہیں سواع کے معنی قائم کرنے اور ٹھیرنے کے ہیں شروع میں اسکو صفت قیومیت کہتے ہیں

یقال صبا الرجل اذا مال و زاغ فرنبہم عن طریق الحق یقال لہم الصابئۃ وقد یقال صبا الرجل اذا عشق و ہواہ یہ فرقہ اپنے تئیں عاذیمون و ہرمس کا پیرو کہتا تھا اس کا حدوث عہد طہمورث میں بیان کرتے ہیں۔ طہمورث ہوشنگ کا جانشین ہے اور ہوشنگ کیومرث کا جس کو پارسی آدم علیہ السلام کہتے ہیں۔ یہ فرقہ ایشیا کوچک اور شام و عراق میں ظاہر ہوا تھا یہ ہمیشہ سے فریق انبیاء کا منکر تھا اور فریق متبع انبیاء علیہم السلام حنفیہ اور اُسکے پیرو حنفاء کہلاتے تھے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حنیف اس فرقہ صابیہ کے مقابلہ میں کہا گیا اور قرآن مجید میں اکثر جا اس لفظ کا انھیں معنی میں استعمال ہوا ہے جس سے مراد بت پرستی سے یکسو ہونا ہے اور بت پرستی فریق صابیہ کے اصول میں داخل ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں اس فریق صابیہ کا عراق میں بہت زور تھا اور انھیں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقابلہ ہوا تھا ۱۲

صابیوں کا مذہب

ہنود کا عقیدہ حلول

ف فادخلوا کی فائی اور صیغۂ ماضی سے اہل سنت والجماعت نے ثابت کیا ہے کہ حشر سے پہلے بھی مرنے کے بعد کافر کو ثواب و عذاب اسکے اعمال و ایمان کا ملتا ہے اور عالم قبر اور عالم برزخ [illegible] اسکو کہتے ہیں کیونکہ [illegible] وہ ایک دوسرا عالم [illegible] ملتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ڈبو دیئے گئے اور پھر آگ میں داخل [illegible] معلوم ہوا کہ حشر سے پہلا ہی آگ میں داخل ہوئے ہیں اور قرآن مجید میں اور جگہ بھی اسکا ذکر ہے النار یعرضون علیہا غدوا و عشیا و یوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب [illegible] آتش جہنم کے سامنے لائے جاتے ہیں اور قیامت کو سخت عذاب [illegible] اور احادیث صحیحہ میں بھی اس کا ثبوت [illegible] مگر معتزلہ اور شیعہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد حشر سے پہلے عذاب و ثواب کا کچھ ثبوت نہیں [illegible]

وقال نوح اور جب قوم غرق ہونے لگی تب حضرت نوح علیہ السلام نے اس پر جا کر بیٹی کو کٹتے ہوئے دیکھ کر اسی قہر الٰہی کی تجلی میں حق سبحانہ سے یہ عرض کیا رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا [illegible] انک ان تذرہم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا کیونکہ اگر آپ نے کسی کو چھوڑا تو یہ بھی گمراہ ہوں گے اور بندوں کو بھی گمراہ کریں گے [illegible] دنیا کو پاک ہی کرنا چاہئے اور انکی گمراہی [illegible] الا ملنے اگر انکی نسل سے اولاد بھی ہوگی [illegible]

یہ دونوں باتیں نہیں تو ایسی جار دار ناپاک چیز سے باغ دنیا کو پاک ہی کیا جائے [illegible]

ف کبھی کافروں بدوں کے گھر نیک اور نیکوں کے گھر شیطان بھی پیدا ہو جاتا ہے [illegible]

اسکا جواب یہ ہے کہ [illegible] اور وقت مقارنت کبھی فطرت کا نور اس پر غالب آ جاتا ہے حالت کفر و فجور کی ظلمت کم ہو جاتی ہے [illegible] نطفہ سے نیک [illegible] پیدا ہوتے ہیں۔ ابھی انکے تخم میں وہ زہر اثر نہیں کر گیا ہے۔ برعکس اسکے کبھی نیک اور باخدا لوگوں پر بعض گناہوں یا ترک اولیٰ [illegible] ایک ظلمت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ فضلات کے ذریعے سے جسم میں جلد خروج کرنا چاہتی ہے اس وقت کے نطفہ سے بدکردار ناہنجار پیدا ہوتے ہیں۔ یہ ایک وجہ ہے ورنہ وہ فاعل حقیقی جو چاہتا ہے کرتا ہے رات میں سے دن اور دن میں سے رات نور میں سے ظلمت اور ظلمت میں سے نور [illegible] سے مردہ مردہ سے زندہ پیدا کرتا ہے وہ اسباب کی رسیوں میں جکڑا ہوا نہیں۔ فافہم [illegible]

اسکے ساتھ ہی حضرت نوح علیہ السلام نے جب قہر الٰہی کے شعلے بلند ہوتے دیکھے تو اسکی شان کبریائی اور بے پروائی سے ڈرے اور ڈرنا چاہئے بھی اور یہی کمال ایمان بھی ہے تو اپنے لیے اور اپنے والدین اور مسلمین کے لئے دعا کرنے لگے رب اغفر لی کہ الٰہی مجھے بخش دے جو کوئی بشریت سے چوک ہو گئی ہے اسکا انتقام نہ لے ولوالدی اور میرے ماں باپ کو بھی۔ اولاد پر حق ہے کہ ماں باپ کے لئے دعائے خیر کرے پہلے آپ مغفور ہوئے کہ دعا مستجاب ہو اور آپکے والدین موحد اور باخدا تھے ولمن دخل بیتی مومنا اور جو کوئی ایمان لا کر میرے گھر میں آ جائے یعنی کشتی میں کیونکہ یہ تیری پناہ کی جگہ ہے اور اسکے سوا للمومنین والمومنات اور جس قدر ایماندار مرد اور عورت ہوں کہیں ہوں اور کسی زمانہ میں ہوں سب کو معاف کر ولاتزد الظالمین الا تبارا ظالموں کو تو ہلاک ہی کر ڈال یہ بدبخت ہیں۔

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۬ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ۝ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى

اپنے گناہوں کے سبب غرق کئے گئے پھر جہنم میں داخل کئے گئے پھر ان کو اللہ کے سوا اور کوئی مددگار نہ ملا اور نوح نے کہا اے رب نہ چھوڑ

الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ

زمین پر کوئی کافر بسنے والا اگر تو نے انکو چھوڑ دیا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور یہی بدکار ناشکرے جنیں گے اے رب مجھے بخش دے

وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝

اور میرے ماں باپ کو اور اسکو جو میرے گھر میں مومن ہو کر آوے اور ایماندار مردوں کو اور عورتوں کو اور ظالموں کو بربادی کے سوا اور کچھ زیادہ نہ کر

## ترکیب

مما ما مزیدۃ للتاکید والمعنی من خطیاتہم قرء الجمہور علی جمع السلامۃ وقری خطایاہم علی جمع التکسیر دیارا من یسکن الدیار ویدور فی الارض ولا یستعمل الا فی النفی العام اصلہ دیوار علی وزن فیعال من الدار او الدور فقلبت الواو یاء وادغمت احدہما فی الاخری قالہ الزجاج والفراء وقال ابن قتیبۃ یقال بہا دیار ای نازل دار لا فیعال والا لکان دوارا البیضاوی۔ مومنا حال لمن دخل۔ تبارا۔ ہلاکا

## تفسیر

اس کشمکش میں حضرت نوح علیہ السلام کو سینکڑوں برس گذر گئے اور سوائے چند شخصوں کے کوئی بھی ہدایت پر نہ آیا تب ان حضرت کی بددعا کے سبب عذاب آیا کہ آسمان سے بے انتہا پانی برسا اور زمین نے بھی اپنی سوتیں کھولدیں تمام قوم غرق ہوئی مگر مما خطیاتہم انکے گناہوں کے سبب۔ اور غرق ہو کر بھی چھٹکارا نہ ہوا بلکہ ادخلوا نارا مرنے کے بعد آگ یعنی جہنم میں داخل کئے گئے۔ دنیا و آخرت دونوں میں مبتلائے عذاب ہوئے فلم یجدوا لہم من دون اللہ انصارا اور ان کے ان معبودوں میں سے انکے کوئی بھی کام نہ آیا کسی نے ان کو کوئی بچا نہ سکا۔ یہ برہان قاطع مذہب صابیہ و بت پرستی کے ابطال کے لئے ہے اور طلسم و نجوم فال گنڈے بھی اس سے باطل ٹھہرتے ہیں کس لئے کہ اس وقت کچھ بھی کوئی ٹوٹکا شعبدہ ستارہ دیوتا کام نہ آیا اور نہ آسکتا تھا معلوم ہوا کہ معبود حق وہی ایک ہے اسی کی عبادت اسی کی اطاعت فرض ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اس کو روک نہیں سکتا حضرات انبیاء محض اس مسئلہ کے بتانے کو آیا

---

بخور جلا کر وہ منتر و عزائم پڑھنا کہ جن میں ان ستاروں آفتاب ماہتاب زہرہ مشتری زحل عطارد مریخ اور برجوں کی بے حد مدح اور انہی حاضری ہوتی ہے اور پھر ہر ایک ستارہ کی پرستش کے بڑے بڑے دستورات ہیں۔ پھر صابیہ کے دو فرق ہو گئے اصحاب الہیاکل یعنی ستاروں کے پوجنے والے۔ ہر ستارہ کا مندر اسکے اوقات مخصوصہ میں مع رعایت اقلیم و دیگر منتر و طلسمات رکھے تھے دیوتا جو پیتر کا مندر یعنی مشتری کا اور اسی طرح وینس یعنی زہرہ کا بنایا تھا دوسرے اصحاب الاشخاص کہ ان ستاروں کے خواص و آثار کے لحاظ سے مورتیں بنائیں کسی کی بہادری کے لحاظ سے شیر کی خوبصورتی کے لحاظ سے حسین عورت کی اور وہ پھر ان مورتوں کو پوجنے لگے اور نیز ان مورتوں کے جواہر میں بھی ستاروں کی رعایت کی تھی کسی کو لوہے کا کسی کو پیتل کا ڈھالتے تھے یہ بت جو قوم نوح علیہ السلام میں تھے غالباً اصحاب الہیاکل کے تھے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں پھر اس فرقہ کا زور ہو گیا تھا پھر اسوں اور اہل ہند و یونان و روم میں بھی صابیت نے زور کیا اور ہر ملک میں انہی کی فلسفی چڑھی اگر رگوید کے حصہ اول کو ملاحظہ کریں گے تو اس میں بعض ارواح اور عناصر اور جنوں کی مدح کے منتر پاویں گے اور پھر انکی پرستش ور ہاتیں کے طریقے ہیں اور کچھ ایسے پوجنے والوں کے لئے جو جو مدد ملی جو ہیں آسکے جھوٹے سچے مبالغہ آمیز قصے ہیں اسی طرح وساتیر میں ستاروں کی پرستش اور انکی دعائیں مذکور ہیں ستاروں کی پابندی اور ان سے نحوست کا تعلق اور نیرنجات شعبدہ اور فال گنڈے آور دیگر توہمات باطلہ اسی فرقہ کے آثار ہیں عرب میں بھی صابیت آئی تھی گو وہ حضرت ابراہیم کی طرف منسوب ہوتے تھے سبب صابیت کو برا جانتے تھے۔ حنفا کا طریق جو سلسلہ انبیاء علیہم السلام ہے ہمیشہ صابیت کا رد کرتا آیا ہے اور یہ بتلاتا رہا ہے کہ گو ملائکہ عالم کی تدبیر و تصرف میں اسکے حکم سے مصروف ہوں مگر وہ بادر کوئی سیارہ وغیرہ جز حق سے یا نہ سکے نفع و ضرر نہیں دے سکتا ہر حال میں اسی کی پرستش اسی کی نذر و نیاز اسی سے مدد مانگنا اسی کو پکارنا لازم ہے اور دوسرے کو اسکے اقتدار آ تو سمجھنا شرک ہے۔ جو کبیرا لکبائر ہے محمدیت کا اصل منشا توحید ہے۔ مگر افسوس تابع انبیاء میں بھی اجنبیوں کی صحبت سے صابیت نے اثر کر لیا ۱۲ منہ

## سورۂ جن مکیہ ہے اس میں اٹھائیس آیات دو رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ فَقَالُوۡۤا اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا ۙ یَّہۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ ؕ

تو کہہ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جن سن گئے پھر انھوں نے جاکر کہا کہ ہم نے عجب قرآن سنا ہے جو نیک راہ بتلاتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے

وَ لَنۡ نُّشۡرِکَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ وَّ اَنَّہٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَۃً وَّ لَا وَلَدًا ۙ وَّ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوۡلُ

اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ بنائیں گے اور ہمارے رب کی شان بلند ہے نہ وہ جورو رکھتا ہے نہ اولاد اور ہم میں سے بعض

سَفِیۡہُنَا عَلَی اللّٰہِ شَطَطًا ۙ وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنۡ لَّنۡ تَقُوۡلَ الۡاِنۡسُ وَ الۡجِنُّ عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ۙ

بیوقوف اللہ پر جھوٹی باتیں بنایا کرتے تھے اور ہم سمجھے ہوئے تھے کہ انسان اور جن اللہ پر جھوٹی بات نہیں کہا کرتے

### ترکیب

الوحی من الایحاء وهو القاء المعنی الی النفس فی خفاء کالالہام وانزال الملک ویکون ذلک فی سرعة انه بالفتح الجملة فاعل اوحی والضمیر فی انه للشان ای اخبرت بالوحی من الله عجبا مصدر وصف به للمبالغة - یہدی الخ الجملة صفة قرآنا او حال منه وانه تعالی قرا ابن کثیر وغیره من اہل البصرة بالکسر فی احد عشر موضعا الی قوله وانه لما قام عبد الله الاول وان لو استقاموا وان المساجد وانه لما قام عبد الله فانها من جملة الموحی به ووافقهم نافع وابو بکر الا فی قوله وانه لما قام علی انه استیناف او مفعول وجه الکسرة انها من جملة المحکی بعد القول وقرا الباقون بالفتح فی هذه المواضع عطفا علی محل الجار والمجرور فی امنا به کانه قیل صدقناه وصدقنا انه تعالی جد ربنا ای عظمته من جد فلان فی عینی ای عظم او سلطانه او غناءه ما اتخذ الجملة بیان لتعالی جد ربنا ولیس المراد بالجد اب الاب وانه کان اسمها سفیہنا ویقول خبره ویجوز ان یکون سفیہنا فاعل یقول والجملة خبر کان واسمها ضمیر یرجع الی الحدیث والامر ویجوز ان تکون کان زائدة وشططا الغلو فی الکفر وقیل الجور وقیل الکذب واصله البعد عن القصد کذبا انتصابه علی المصدریة لانه نوع من القول او علی انه وصف لمحذوف ای قولا مکذوبا فیه ومن قرا تقول بالتشدید کیعقوب جعله مصدرا لان التقول کذب -

### تفسیر

قرطبی کہتے ہیں کہ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی ہے ابن عباس و عائشہ و ابن زبیر کا قول ہے اور اسی پر جمہور کا اتفاق ہے -

سورۂ نوح میں یہ بات بتلائی گئی تھی کہ نوح علیہ السلام نے سینکڑوں برس وعظ و پند کیا مگر چند اشخاص کے سوا اس شقی قوم نے نہ مانا آخر ہلاک ہوئی اب اے قریش تم جو نہیں مانتے اور عذاب کے خواستگار دلیری سے ہوتے ہو جیسا کہ سورۂ نوح سے پہلے سورۂ سأل سائل میں بیان ہوا تھا یہ کوئی نئی بات نہیں اور نہ ہمارے پیغمبر کی تعلیم میں قصور ہے بلکہ تمہاری استعداد کا فتور ہے ورنہ چند جنوں نے حضرت سے قرآن مجید سنا باوجودیکہ کہ ایکبار صبح کے وقت نماز میں آپ پڑھ رہے تھے اور جنوں کا گزر ہوا انھوں نے سن لیا سنتے ہی ایمان لے آئے اور قرآن کی خوبی کے قائل ہوگئے اپنے عیوب کا اقرار کر لیا اور اپنی قوم میں جاکر اسلام لانے کی ترغیب دی حالانکہ نہ انکو ہمارے نبی سے صحبت تھی نہ ہم جنس تھے عادات بھی جنوں کی سخت اور ہیبت کی ہوتی ہیں تم ہمقوم ہم زبان ہم صحبت اور انسان ہو کر نہیں مانتے - اور لطف یہ کہ تم جنوں کو پوجتے اور انسے مدد مانگتے ہو -

ف حضرت نوح علیہ السلام نے تمام مومنوں کے لیے دعائے خیر کی ہے پھر جس طرح انکی بد دعا کفار پر پڑی کوئی نہ بچا اور مقبول ہوگئی تو دعائے خیر کے مقبول ہونے میں کیا کلام ہے لیکن مومن ہونا چاہیئے اول ان پانچ ظاہری بتوں سے بچے مگر خانۂ دل میں بھی یہ پانچوں بت موجود ہیں انسے بھی دور رہے وُدّ تن پروری لذات جسمیہ کی محبت ہے سواع نفس کی معشوقہ ہے جسکے لیے لذات و عیش و آرام میں غرق ہے اسلیئے تکلیف و رنج سے بھاگتا اور تقویٰ و اطاعت میں قصور کرتا ہے یغوث اسکے اقارب مادر و پدر و فرزند برادر ہیں جنکی مدد پر بھولا ہوا ہے جنکی دل جوئی میں حکم خدا و رسول کو پس پشت ڈال دیتا ہے برادری کی رسم پر مٹا ہوا ہے یعوق اسکا مال و اسباب ہے کہ اسکو زکوٰۃ و صدقات سے روک رہا ہے اور بوقت ضرورت مال کی مدد پر بڑا بھروسہ ہے اور خدا سے غافل ہو رہا ہے نسر اسکا شیطان ہے جو حرص و غصہ کے دونوں بازوؤں سے دفعۃً اڑکر آتا ہے اور نیک و بد کی امتیاز کو کھو دیتا ہے اور وسواس اور خیالات فاسدہ اسکے دل میں ڈالکر ہزاروں برسوں کے اہتمام و انتظام میں لگاکر خدا سے دور پھینکتا ہے ان پانچوں بتوں سے بھی بچنا چاہیئے تاکہ ایمان کامل ہو اور حضرت نوح علیہ السلام کی دعا سے حصہ ملے۔

ف اکثر مورخین کہتے ہیں کہ طوفان تمام دنیا پر آیا تھا کسلیئے کہ اُسوقت دنیا میں یہی بدکاری پھیلی ہوئی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی نسل کے سوا دنیا میں اور کوئی نسل باقی نہیں رہی یہ بھی ایک دلیل ہے۔ اور نیز قرآن مجید کی انہیں آیات میں ولاتذر علی الارض من الکافرین دیارا آیا ہے کہ زمین پر کسی کافر کو نہ چھوڑ۔ اور نیز کشتی میں ہر ایک چیز کا جوڑا لینا بھی اسی کی دلیل ہے کسلیئے کہ طوفان اگر تمام دنیا پر نہ تھا تو ان چیزوں کی نسل منقطع ہو جانے کا کوئی سبب نہ تھا پھر کشتی میں لینے سے کیا فائدہ تھا؟

رہا یہ شبہ کہ اور ملکوں کے لوگوں کے پاس حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت نہیں پہنچی کسلیئے کہ وہ خاص ایک ملک میں رہے جہان میں پھر کر منادی کرنا ثابت نہیں پھر جب دعوت نہیں پہنچی تو بحکم آیتہ وما کنا معذبین حتی نبعث فی امہا رسولا۔ ان کا ہلاک کرنا منافی انصاف و عدالت ہے اور اگر اور قوموں میں بھی نبی آگئے تھے تو انکا کشتی میں سوار ہونا ثابت نہیں پھر وہ کیوں ہلاک ہوئے اور کشتی کے سوا اور کوئی چیز پناہ کے لیے نہ تھی بقولہ ساوی الی جبل یعصمنی من الماء الخ اسکا جواب یہ ہے کہ اور ملکوں میں رسول عقل توحید و مکارم اخلاق کا علم ضرور آیا تھا اور نیز اس زمانے میں ایسی دور دراز جگہوں میں بنی آدم پھیلے ہوئے بھی نہیں تھے حضرت نوح علیہ السلام کی سینکڑوں برس کی منادی ان تک پہنچنا خیال میں آسکتا ہے اور ممکن ہے کہ ان ایمانداروں میں سے جو آپ پر ایمان لائے تھے آپ کی طرف سے ان ممالک میں گئے ہوں۔ بعض لوگ کہتے ہیں صرف آرمینا وغیرہ بلاد ایشیا کوچک میں طوفان آیا تھا یا اُسکے آس پاس کے ملکون میں۔

مگر عام اہل اسلام اور یہود و عیسائی سب طوفان کے قائل ہیں لیکن بعض بت پرست قومیں انکار کرتی ہیں۔ ان کا انکار محض قیاسی بات ہے۔ کسی دلیل و حجت پر مبنی نہیں۔ اور اہل ہند کی بعض کتابوں سے بھی طوفان کا پتا ملتا ہے۔ جس کے ذکر کی اس مختصر میں گنجایش نہیں۔

خدا تعالیٰ مجھے اور میرے والدین اور جمیع ایمان داروں کو اپنے غضب و قہر کے طوفان سے دنیا و آخرت میں بچائے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کشتی میں پناہ دیتا رہے۔ آمین آمین

ف طوفان عام [illegible]

فقال قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن اے محمد کہدے کہ مجھے وحی سے بتایا گیا کہ جنوں نے قرآن سنکر کہا فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا یہدی الی الرشد فآمنا بہ اور سنکر اپنی قوم سے جا کر کہنے لگے ہمنے قرآن سنا جو عجب ہے کہ کوئی انسان و جن ایسا کلام بنا نہیں سکتا۔ وہ راہ حق بتاتا ہے ہم اسپر ایمان لائے۔ **ف** وجود جن میں اکثر اختلاف رہا ہے اکثر فلاسفہ انکار کرتے ہیں انکے نزدیک خداوند تعالیٰ کی مخلوقات کا کارخانہ محسوسات میں ہی تمام ہے جس چیز کو وہ حواس خمسہ سے دریافت نہیں کر سکے انکے نزدیک محض خیالی امر ہے اسکا وجود خارج میں نہیں۔ آج کل کا فلسفہ یورپ بھی اسکا قائل ہے اور انکے مقلد مسلمان بھی اسی کے قائل ہیں اور اس قسم کی آیات کی تاویلات کرتے ہیں اور اسکا نام انکے نزدیک روشن دماغی اور عقل بھی ہے مگر یہ بہت کوتاہ خیال ہے کیونکہ ان فلاسفہ کا ایک گروہ طبعی اور مادی ہے جو خدا تعالیٰ کا قائل نہیں اور عالم کے تمام کائنات کو اور ترکیب و آثار نباتات و حیوانات کو مادہ اور اسکی حرکت کے آثار بتلاتے ہیں۔ مذہب آریہ آخر کار اسی طرف پھر آجاتا ہے لیکن ایسے جب مادہ کی حقیقت دریافت کی جاتی ہے تو وہ ایسے امراض و صفات بتلاتے ہیں جو آجتک کسی کی سمجھ میں نہ آئے۔ نہ دریافت ہوئے کسی خوردبین سے دیکھے گئے پھر مادہ خود انکے نزدیک خیالی ہے کس حواس خمسہ سے محسوس ہوا ہے یا ہوسکتا ہے؟ تصور حکما غیر محسوس موجودات کے قائل ہوئے ہیں اور قدما کا ایک گروہ علما وجود جن کا قائل ہوا ہے اور اصحاب روحانیات بھی کہ ارواح سفلیہ کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ارواح سفلیہ جلد قبول کرلیتی ہیں مگر ضعیف ہیں بخلاف ارواح فلکیہ کے کہ وہ دیر میں قبول کرتے ہیں مگر قوی ہیں اسی طرح کل اہل مذاہب اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے ماننے والے اہل اسلام و عیسائی و یہودی بلکہ ہنود وغیرہ بھی جن کے قائل ہیں ہندی انکو بھوت کہتے ہیں جن کا ایک نام ہے۔ انجیل موجودہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کا جنوں کا مریضوں میں سے نکالنا ذکر ہے ؎

پھر جو وجود جن کے قائل ہیں انکے دو قول ہیں ایک یہ کہتے ہیں کہ جن اور ملائکہ اجسام ہیں۔ اجسام میں حلول کئے ہوئے ہیں بلکہ جواہر ہیں مجردات جو بذاتہ موجود ہیں پھر انکے مختلف انواع و اقسام ہیں بعض بزرگ نیکی پسند ہیں بعض رذیل جنس شرو آفات کو پسند کرنے والے ہیں انکے سبب اقسام ہیں جنکو خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی جان نہیں سکتا وہ افعال قویہ کر سکتے ہیں علم رکھتے ہیں دیکھتے سنتے ہیں دوسرا قول یہ کہ جن بھی اجسام ہیں مگر اجسام لطیفہ ہیں لطافت کی وجہ سے دکھائی نہیں دیتے مگر وہ جس شکل میں چاہیں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ پھر بعض کا مادہ اجزاء ہوائیہ ہے بعض کا ناریہ۔ پھر اس مادہ کے لحاظ سے بعض اقسام بالذات نیک اور عادل ہیں کہ جنپر فرشتہ یا ملک کا بھی اطلاق ہوتا ہے اور بعض گندہ اور سرکش اور ناپاک ہوتے ہیں جنپر شیطان کا بھی اطلاق ہوتا ہے اور بعض میں خیر و شر دونوں کی صلاحیت ہے اور وہ بعض اوقات ہی انسان سے مجامعت و مجالست بھی کرتے ہیں۔ بعضے کہتے ہیں بنی آدم کی ارواح مرنے کے بعد جو کثافت کی وجہ سے عالم قدس تک نہیں پہونچتی وہ جنوں میں مل جاتی ہیں ایسی ہی ناپاک روحیں لوگوں کے سروں پر آتی ہیں اور ادھر ادھر کی خبریں بھی اپنے نذر و نیاز کرنے والوں کو دیا کرتی ہیں ؎

**ف** جن کا وجود حیوان اور ملائکہ میں ایک برزخ ہے اسی لئے ان میں دونوں کی باتیں پائی جاتی ہیں تشکل باشکال مختلفہ و تدبیرات کلیہ و فہم و شعور حسن و قبح امور و قیقہ کا ملائکہ کا وصف ان میں ہے اور اسی لئے وہ بھی مکلف ہیں اور کھانا پینا و جماع و غصہ حیوانات کے اوصاف ان میں ہیں اور اسی لئے انکی عمر طبعی بھی ہوتی ہے مرتے بھی بیمار بھی ہوتے ہیں توالد و تناسل بھی ہوتا ہے جن گویا عالم ملائکہ کا سفلانی سطح ہے اکثر بنی آدم اس سطح سفلانی میں اٹک گئے اور اس پردہ کو پھاڑ کر اوپر تک انکی عقل کو پرواز نہ ہوئی اسی لئے بنی آدم نے ان میں سے عمدہ جنوں کو اپنا معبود بنا لیا اور بعض ان سے حاجات میں مدد طلب کرنے لگے اور بعض حوادث آئندہ کی ان سے خبریں دریافت کرنے لگے۔ اکثر عرب کے جاہل اس اندھیرے میں پڑے ہوئے تھے اگر بغور دیکھا جائے تو ہنود وغیرہ مشرک قومیں اس وادی ضلالت میں ٹکریں مارتے رہتے ہیں بلکہ جہال مسلمان بھی اس دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں بعض جنوں کا نام سید اور بعض کا پیر اور بعض کا پریان اور کسیکا شیخ سدو کسیکا زین خان کسیکا ہنومان کسیکا بھیروں رکھ چھوڑا ہے انکی نذر و نیاز اور پرستش کے طریقہ عمل میں لاتے جاتے ہیں انکو نافع و ضار سمجھتے ہیں اسلئے

وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا ۝ وَأَنَّهُمْ ظَنُّوا كَمَا ظَنَنتُمْ أَن

[illegible] اور وہ بھی سمجھے بیٹھے تھے جیسا کہ تم سمجھ رکھا ہے [illegible]

لَّن يَبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا ۝ وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا ۝ وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا

اللہ ہرگز کسی کو نہ اٹھاوے گا　اور یہ کہ آسمانوں کو ہم نے چھو دیکھا تو سخت نگہبانوں　اور انگاروں سے بھرا پایا　اور یہ کہ ہم آسمانوں کے ٹھکانوں میں

مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ فَمَن يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَّصَدًا ۝ وَأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرٌّ أُرِيدَ بِمَن فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝

سننے کو بیٹھا کرتے تھے پھر اب جو کوئی سننے جاتا ہے تو اپنے لئے ایک انگارا گھات میں پاتا ہے اور یہ ہمیں نہیں معلوم کہ زمین کے رہنے والوں سے کوئی برائی چاہی گئی ہے یا انکے رب نے انکو راہ دینا چاہا

## ترکیب

رہقا کبرا وعتوا مفعول ثان لزادوا والرہق فی الاصل غشیان الشی و انہم من کلام الجن بعضہم لبعض او استیناف من اللہ سبحانہ ومن فتح ان

فیہما جعلہا من الموحی بہ ان لن الجملۃ ساد مسد مفعولی ظنوا للسمع صلۃ لنقعد او صفۃ لمقاعد۔

**تفسیر** [illegible]) اس سورہ کی شان نزول میں امام احمد اور ترمذی اور بخاری

[illegible] اس تفسیر کے جو کتب سیر میں ہے یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے برسوں قریش کو مکہ میں سمجھایا اور انکی سختیوں کی بڑی استقلال سے برداشت کی اور بجز چند لوگوں کے ایمان نہ لائے (اسی لئے سورۂ نوح میں حضرت

نوح کا قصہ سنا کر اطمینان دلایا گیا) تو یہ خیال کیا گیا کہ یہ نہیں مانتے چلو باہر کے لوگوں کو نصیحت کریں اس غرض سے پہلے طائف تشریف

[illegible] تین شخص تھے تینوں بد لوکی سے پیش آئے اور آپ کو [illegible] شہر سے نکال دیا

تب آپ نے عکاظ کا قصد کیا (یہ ایک پینٹھ یا منڈی لگا کرتی تھی یہاں عرب کے مختلف ملکوں کے لوگ باہم خرید و فروخت کیا کرتے تھے) آپ

رستہ میں مقام نخلہ شہر سے اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھانے کھڑے ہوئے شہر نصیبین کے نو جن جو اس تلاش میں نکلے تھے کہ ان پر

آسمانی خبریں بند ہونے کا کیا سبب ہے یہاں بھی آنکلے آپ سے قرآن سنکر ششدر رہ گئے اور کان اور دھیان لگا کر سننے لگے۔ جب

سن چکے تو کہنے لگے واللہ یہی چیز ہے جس سے ہم کو اوپر رسائی نہیں ہوتی (اسکی حفاظت کے لئے خدا نے جنوں کو اوپر سے باتیں لاکر

کاہنوں سے کہدینے سے بند کر دیا تھا کہیں یہ بھی کوئی آیت سنکر اس میں کچھ ملا کر کسی سے نہ کہدیں اور وہ لوگ قرآن کے برابر بنانے کا

دعوی نہ کر بیٹھیں) پھر وہ بھی ایمان لائے اور اپنی قوم کو جا کر ہدایت کی۔

اس واقعہ کی خبر اللہ تعالی نے بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی [illegible] احقاف میں بھی اسی واقعہ کی طرف اشارہ تھا بقولہ واذ

صرفنا الیک نفرا من الجن یستمعون القرآن۔

اس کے بعد پھر ان جنوں کی قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور آپ عبداللہ بن مسعود کو لے کر شب کو جنگل میں گئے

اور ان لوگوں کو راستہ بھر تعلیم و تلقین کرتے رہے۔ پھر ایک بار مدینہ منورہ میں بھی حاضر ہوئے تھے۔ بخاری و مسلم وغیرہ محدثین نے

بسند صحیح نقل کیا ہے۔

ایک رات میرے خواب میں آکر کہا اُٹھ اور ہوشیار ہو اگر کچھ شعور ہے ایک پیغمبر لوی بن غالب کی نسل سے پیدا ہوا ہے پھر اُسنے یہ چند اشعار پڑھے ✦

| | |
|---|---|
| عجبت للجن وارجاسہا ۔ وشدّہا العیس باحلاسہا | مجھے جنوں کے حال سے اور انکے اضطراب سے تعجب آتا ہے اور کجاوے کسکر اونٹوں کی ہانکنے سے تعجب ہے |
| تہوی الی مکۃ تبغی الہدیٰ ۔ ما مؤمنوہا مثل ارجاسہا | کہ مکہ کی طرف جاتے ہیں ہدایت کے لئے ۔ انکے ایماندار انکے ناپاک لوگوں کے برابر نہیں ۔ |
| فانہض الی الصفوۃ من ہاشم ۔ واسم بعینیک الی راسہا | تو اُٹھ برگزیدۂ بنی ہاشم کی طرف ۔ اور اپنی دونوں آنکھیں اِس قبیلہ کے سردار کی طرف اُٹھا |

سواد کہتے ہیں برابر تین راتوں مجھے یہی معاملہ پیش آیا آخر میں مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں آکر مشرف باسلام ہوا اِسی طرح اور بھی روایات ہیں ✦

ف ۔ جب جنوں پر عالمِ غیب کا رستہ بند ہوا اور وہ اُس کی تحقیق میں نکلے اور آپ کا قرآن پڑھنا سنکر ایمان لائے اور اسکے بعد جو کچھ انہوں نے کہا اُن باتوں کو خدا تعالیٰ (بذریعۂ وحی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا کر کفار مکہ اور عرب کے جاہلوں کو جو جنات کے معتقد تھے آپ کی نبوت کا اطمینان اور اُنکے خیالات کا ابطال کرتا ہے چند وجوہ (۱) یہ کہ کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خیال اور بدگمانی کرتے تھے کہ ایسا عمدہ کلام جو اِن سے صادر ہوتا ہے جسکی مثل کوئی نہیں بنا سکتا اسکو کوئی بڑا فصیح و بلیغ جن تعلیم کرتا ہے کیونکہ کاہنوں کو ایسی تعلیم جن کرتے تھے اور مقفّٰی و مسجع کلام میں خبریں دیا کرتے تھے اسلئے آپ کو کاہن کہتے تھے اب اِس سورہ میں بتلایا گیا کہ جن کیا تعلیم کریں گے وہ تو خود اسکی خوبی پر ایمان لا کر یہ کہتے ہیں انا سمعنا قرآنا عجبا یہدی الی الرشد فآمنا بہ اور نیز آگے چلکر بتوں کی ہجو اور انکی پرستش و نذر و نیاز کی مذمت اور اُن کا مخلوقِ الٰہی ہونا اور اُسکے بس میں ہونا وغیرہ وہ باتیں بیان ہیں جو جنوں کے خلاف ہیں پھر اگر آپ کو جن تعلیم کرتا تو کیا جن اپنی بُرائی اور مذمت آپ کرتا اِس لئے یہ شبہ بھی بے اصل ہو گیا کہ ہمکو کیونکر معلوم ہو کہ جن ایمان لائے اور اُنہوں نے یہ کلام کیا کس لئے کہ اگر یہ کلام بھی جن کا ہے یعنی سورۂ جن تو جن ایسی باتیں اپنی نسبت کہہ نہیں سکتے اور اگر جن کا نہیں تو آپ کاہن نہیں پھر کیا وجہ کہ اسکی مثل بھی تم اور تمہارے مددگار جن نہیں لا سکتے پس ثابت ہوا کہ یہ کلام منزل من اللہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام القا کرتے ہیں ✦

(۲) کہ جنوں کی پرستش اور اُنکی نذر و نیاز سب لغو ہے اُنکا کچھ بھی خدائی کارخانہ میں حصہ نہیں خود جن اسبات کا اقرار کرتے ہیں ✦

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت نہ صرف آدمیوں کے لئے ہے بلکہ جن بھی کہ جنکی پرستش اور مدد پر مشرکین نازاں ہیں آپکی زنجیر اطاعت میں بندھے ہوئے ہیں ✦

ف اسکے بعد اور جنوں کے کلمات نقل کرکے جن پرستوں کو متنبہ کرتا ہے فقال ولن نشرک بربنا احدا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے جن بھی مشرک تھے بعض کاملوں کو جیسا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام یا بعض جن بعض جنوں کو خدا تعالیٰ

حاجات طلب کرنے غیب کی خبریں دریافت کیا کرتے ہیں اور عرب میں تورات دن انہیں کے کرشمے پائے جاتے تھے اور وہ جن بھی طرح طرح کی تدابیر اپنی حکومت ثابت کرنے کے لئے کرتے تھے کبھی بتوں کے اندر سے آوازیں دیتے اور باتیں کرتے تھے کبھی کسی درخت میں سے بول اٹھتے تھے اور کاہنوں کے سر پر آکر دور دراز کی باتیں بتاتے تھے اور کبھی کسی مشکل کام کے لئے وہ لوگ اپنی چوکی چڑھاتے اور بکرا ذبح کرتے تھے خصوصاً دشمنوں کے مقابلے کے وقت اور بیماری یا وبا کے دفع کرنے کے وقت اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ اگر ہماری اس کام میں مدد کریں گے اور انکے خیال کے موافق کبھی کچھ ظہور بھی ہوتا تھا اور کبھی انکے مخالف کو کچھ مصرت بھی پہونچ جایا کرتی تھی وید کے اشلوکوں میں دیوتاؤں کی مدح اور منتر اور انکے یگ کرنے کے طریقے جو مذکور ہیں خصوصاً فتح ونصرت ارزانی وبارش ودفع مرض وکثرت اولاد ومال کے لئے وہی باتیں ہیں ہاں یہ فرق ہے کہ انکے جنوں کے نام انکی زبان میں اور رکھے اور غیر مرئی ارواح کو جو ہر جزو عالم پر مؤکل سمجھے تھے جنکو شرع میں ملائک کہتے ہیں پوجتے تھے اور نیز ستاروں اور آفتاب کو بھی۔ اور کبھی وہ جن کاہنوں کے سر پر آکر کلام مسجع میں غیب کی خبریں بھی دیا کرتے تھے اور شعراء کے دلپر مضامین کے القا کرنے میں مدد کرتے تھے۔ الغرض اس طوفان بے تمیزی میں دنیا ڈوبی ہوئی تھی اور ارواح بشریہ کی ترقی روحانی میں یہ پتھر حائل تھا اب خدائے پاک کی رحمت نے جلوہ کیا اور دنیا کو اس ورطۂ ضلالت سے بچانا چاہا تو بر عرب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا اور آپ کی بعثت سے کسی قدر اول ہی ان جنوں کی بادشاہی چھین لی اور انکے کرشموں کو روک دیا اور جب آفتاب جلوہگر ہونے کو ہوتا ہے تو رات کے چور صبح صادق سے پہلے چھپنے لگتے ہیں اس لئے جنوں پر عالم بالا کے اسرار بند کئے گئے اب جو اوپر جاتے ہیں شہاب ثاقب سے مار کر نکالے جاتے ہیں اپنے کاہنوں کو کوئی خبر نہیں لا کر دیتے بلکہ شرمندگی کے مارے ان پاس آنا بھی کم کر دیا اور جہاں جہاں ان شیاطین کے جھنڈے گڑے ہوئے تھے وہاں سے بھی الوداع الوداع کہہ کر چلنے لگے چنانچہ صحیح روایات سے یہ ثابت ہوا ہے صحیح بخاری وغیرہ کتابوں میں موجود ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایام جاہلیت میں اپنے بتوں کے پاس میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آکر بت پر گائے ذبح کی جو اس کی نذر کے لئے لایا تھا۔ اس بت کے پیٹ میں سے یہ آواز اس درجہ بلند ہوئی کہ سب نے سنی وہ کہتا تھا یا جلیح امر نجیح رجل فصیح یقول لا الٰہ الا اللہ۔ اے مرد قوی ایک بات پیش آئی کہ جس میں کامیابی ہے کہ ایک شخص یہ آواز بلند کہہ رہا ہے لا الٰہ الا اللہ کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا۔ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ یہ آواز سنکر بھاگ گئے میں وہیں بیٹھا رہا کہ اس آواز کی حقیقت دریافت کروں دوبارہ پھر وہی بلند آواز پیدا ہوئی تیسری بار پھر وہی آواز بلند ہوئی یہاں تک کہ میں حیرت میں تھا کہ لوگوں نے مجھے خبر دی کہ اس جگہ ایک پیغمبر ظاہر ہوا ہے وہ لوگوں کو کلمۂ لا الٰہ الا اللہ تعلیم فرماتا ہے۔ اسی طرح مجاہد رضی اللہ عنہ نے دوسرے شخص کا واقعہ نقل کیا ہے اسی طرح بیہقی نے سواد ابن قارب کا قصہ نقل کیا ہے کہ ایام جاہلیت میں ایک جن میرا یار تھا اخبار آئندہ مجھے بتلایا کرتا تھا میں لوگوں سے کہتا اور خوب صحیح واقع ہوتا تھا

بھی بہت طریقے تھے ان سب باتون کو اسلام نے ممنوع کردیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ اللہ ہی کی پناہ مانگا کرو وہی نذر و نیاز کے لایق ہے
مالی اور جسمانی عبادتین اُسیکو ہین اُسکے حکم بغیر کوئی پتا بھی نہین ہلا سکتا۔ پھر تھوڑے دنون مین تمام عرب ان سب اوہام پرستی کی نجاستون سے پاک و صاف ہوگیا
جنون کا مادہ ناری یا ہوائی ہے اسلئے علو و تکبر اُنکی طبیعت مین داخل ہے ایسے اعمال و نذر و نیاز اور منترون سے وہ اترا کر اُنکے کام کرنے مین کوشش کرتے ہین
تاکہ ہماری عظمت و وقعت بنی آدم کے دلو نسے نہ نکلے اور اسیلئے لوگون کے ذہنون مین سیکڑون مکر و حیلون سے اپنی عظمت بٹھاتے ہین کبھی اپنے آپکو اولیاو
و انبیا کی ارواح طیبات مین منسوب کرتے ہیں اور اُنکے نام بتاتے ہین کہ مین فلان بزرگ ہون یا فلان شخص ہون تاکہ لوگون کو اعتقاد پیدا ہو اور پھر رفتہ رفتہ
اپنی خباثت ظاہر کرتے ہین۔ اور کبھی کسی مُردہ شخص کا نام اپنا نام رکھکر اُسکے گھر کی خبرین بتلاتے ہین تاکہ ثواب و عقاب اُخروی کا اعتقاد دلون سے زائل
ہوجاوے اور جان لین کہ مرکر یونہی اسی دنیا مین سیرین کرتے پھرا کرتے ہین جیسکے سر پڑجاتے ہین آتے ہین اسی بات کی طرف ان جملون مین اشارہ
ہے وانہم ظنوا کما ظننتم ان لن یبعث اللہ احدا اور ان جنون نے سمجھ رکھا تھا جیسا کہ اے مخاطب لوگو تمنے سمجھ رکھا ہے کہ خدا مرنے کے بعد زندہ کریگا
یعنی حشر و نشر کچھ نہین بس مرکر روحیں پھرتی رہتی ہین اور یہیں رہینگی۔ یہ کہین انہین جنون کا مقولہ ہے اپنی قوم سے کہہ رہے ہین خطاب کرکے کہ جیسا
تمہارا عقیدہ حشر کی بابت ہے کہ کچھ نہیں ایسا ہی ان جنون کا تھا جنکو بنی آدم پوجتے اور اُنسے پناہ مانگتے تھے۔ بعض یہ معنی کہتے ہین ان لن یبعث
اللہ احدا کے یہ معنی کہ خدا کسی پیغمبر کو حضرت موسیٰ کے بعد مبعوث نہ کریگا کہ وہ آکر ان جاہلانہ خیالات سے پاک کرے ہماری خدائی ہمیشہ یونہی رہیگی
یہی جہالت کی گھٹائین بنی آدم پر چھائی رہینگی ۔

یہانتک تو ان ایماندار جنون کا کلام اپنی قوم کے سامنے توحید و حشر کے مسئلہ مین تھا اسکے بعد وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت کرنے کے
لئے ایک تمہید بیان کرتے ہین تاکہ قوم بھی آنحضرت صلعم پر ایمان لائے وانا لمسنا السماء فوجدناہا ملئت حرسا شدیدا کہ ہمنے آسمان جا چھوا یعنی اسرار
آسمانی کی بہت تلاش کی اور بہت بلند اڑکر گئے گویا کہ آسمان کو چھولیا اور وہانتک پہونچ گئے تو وہان بیشمار پہرے چوکی دار پاسبان پائے جو اسرار آسمانی
سے منع کرتے ہین وانا کنا نقعد منہا مقاعد للسمع اور اس سے پہلے تو ہم اپنے ٹھکانون پر جا بیٹھتے اور آسمانون کے ملائکہ کی باتین سنتے اور کاہنون کو
لاکر دیتے اور اپنی غیب دانی اور خدائی کا سکہ جمایا کرتے تھے فمن یستمع الآن یجد لہ شہابا رصدا پھر اب جو کوئی سننے کیلئے جاتا ہے تو اسکے لئے ایک انگارا
تیار اور نگہبان پاتا ہے جو اُسکے پیچھے دوڑتا ہے۔ حاصل یہ کہ پہلے تو یہ حال تھا کہ عالم بالا کے اسرار ہم حاصل کرلاتے تھے اور اب یہ دروازہ بند ہوگیا یہ
ایک بڑا حادثہ ہے وانا لا ندری اشر ارید بمن فی الارض ام اراد بہم ربہم رشدا اب ہم نہین کہہ سکتے کہ اس سے خدا نے اپنے بندون کی بھلائی چاہی ہے
یا برائی۔ اس بات کو فہم مخاطبین پر چھوڑکر یہ کہلانا منظور ہے کہ خدا نے بندون کی بہتری چاہی ہے کہ جنون کے بیجا تسلط اور باطل خدائی کو پست
کرکے ایک ایسے شخص کو برپا کیا ہے جو نور و ہدایت کی جہان افروز شمع ہاتھ مین لیکر اٹھا ہے۔ جنون کے لئے اس دلیل سے بڑھکر آنحضرت صلعم
کی صداقت پر اور کوئی دلیل ہو نہین سکتی کہ اُنہون نے آسمانی اسرار کا بند ہونا وغیرہ امور بظہور نبوت آنحضرت صلعم خود دیکھ لیا۔ اور اس کلام مین
طریقۂ ادب کہانتک ملحوظ رکھا ہے کہ شر کی نسبت خدا پاک کی طرف نہین کی بلکہ صیغہ مجہول بولا گیا اور رشد کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کردیا
تاکہ معلوم ہو کہ وہ بندون کی رہنمائی اور بہتری چاہا کرتا ہے اور شر کے مقابلے مین خیر ہونا چاہئے تھا مگر خیر عام تھی اسکا جو فرد کامل یہان
مقصود تھا اُسی کو ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ اصل خیر رشد ہے ۔

کار رشتہ دار اور خدائی میں دخیل سمجھتے تھے اسی لئے اسکے بعد اسکی تفصیل کرتے ہیں وانہ تعالیٰ جد ربنا کہ ہمارے رب کی شان بلند ہے مااتخذ
صاحبۃ ولا ولدا نہ اُسنے کسکو جورو بنایا ہے نہ اولاد کسلئے کہ یہ باتیں عجز وحدوث پر دال اُسکی شان بلند کے منافی ہیں۔ اسکے بعد اپنے
اعتقادات سابقہ کی (جو لوگوں کی سُنی سنائی باتوں پر مبنی تھے) لغویت بیان کرتے ہیں وانہ کان یقول سفیہنا علی اللہ شططا کہ جسکو ہم پہلے
عقلمند اور دانا سمجھکر اُنکی باتوں پر یقین کرتے تھے اور جو کچھ وہ حق سبحانہ کی نسبت زن و فرزند ہونیکی روایت کرتے تھے اُسکو برحق جانتے تھے اب
معلوم ہوا کہ وہ احمق اور نادان خدا تعالیٰ پر جھوٹھ بولتے اور غلط باتیں بنایا کرتے تھے۔ اور ہمنے اُنکی باتوں کو کسی دلیل و برہان سے برحق نہیں سمجھ رکھا تھا بلکہ محض
تقلید باطل سے اس طور کہ وانا ظننا ان لن تقول الانس والجن علی اللہ کذبا ہم سمجھے ہوئے تھے کہ کوئی آدمی اور کوئی جن خدا پر جھوٹھ نہیں کہتا اس اعتقاد
اور اس سادہ لوحی نے ہمکو گمراہ کر رکھا تھا اب معلوم ہوا کہ سیکڑوں آدمی اور جن اللہ پر جھوٹھے ڈھکوسلے بنانے اور اپنی عاقبت برباد کرکے
اوروں کی عاقبت بھی تباہ کر رہے ہیں۔ ف۔ حقیقت میں اس سادہ لوحی اور خوش اعتقادی نے دنیا کو شرک و غلطی اور بد عملی میں مبتلا
کر رکھا ہے اگر اب کسی بت پرست و فال و شگون اور ارواح غیر مرئیہ کے پوجنے والے سے پوچھیں گے کہ کونسی دلیل اور برہان تمہارے حق پر ہونے کی
لئے ہے تو سر پھر کر آخر کار یہی کہیں گے کہ ہمارے اگلے یوں کرتے اور کہتے آئے ہیں اگر یہ باتیں غلط ہیں تو وہ کیا اللہ پر جھوٹھ بولتے تھے اور اسلام
انکو نہیں سمجھتے۔ افسوس ہے اُن صاحبوں پر کہ جنکے دماغ نے ایک صحبت بادی پر جس سے ایسی ترقی کی اور افسوس ہے اُن عقلمند آدمیوں پر کہ وہ اس
اندھیرے گڑھے سے باہر نہیں نکل سکے۔ اور اس طوفان بے تمیزی میں آدمیوں کی پرستش سے جنوں کے مقرب بنکے خدائی کے دعوے
کرنے لگے وانہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزادوہم رہقا کہ بہت سے انسانوں کے مرد (لفظ مرد میں ایک لطف
سی تعریض ہے کہ جب اپنے مثل کو پوجا مردانگی کو کھو دیا مردوں کی یہ شان نہیں کہ اپنے مثلوں کے غلام اور بندے ہو جاویں یہ نامردی اور
زنانہ پن ہے) جنوں کے مردوں سے پناہ مانگا کرتے تھے اسنے انکی اور بھی سرکشی اور غرور و نخوت بڑھا دی اس پناہ مانگنے اور مدد طلب کرنے کے
کئی طریقے عرب میں مروج تھے اول یہ کہ جب کسیکو کوئی مرض لاحق ہوتا اُسکو جن و پری کی نظر بد کا اثر سمجھ کر اُسکے لئے کھانا عمدہ پکاتے اور خوشبو
شامل کرتے اور بخور جلاتے اور وہاں جاکر رکھتے کہ جہاں اُنکو جنوں کے گذرنے کا گمان ہوتا تھا تاکہ اس رشوت و نذرانہ میں وہ تکلیف نہ پہنچاویں
اب بھی ہند کے جاہل کھانا پکاکر کہیں چوراہوں میں کہیں دریا پر کہیں کسی قبر پر کہیں کسی درخت تلے رکھواتے ہیں جسکو اُتارا کہتے ہیں
اور ایسے معاملات کے لئے برہمنوں نجومیوں پنڈتوں سیانوں ملّاؤں تعویذ و گنڈے والوں کا ارشاد ہوا کرتا ہے۔ دوم یہ کہ مشکل کے
وقت اُنکے نام کو جپتے اور وظیفہ بناکر پڑھتے اور نذر و نیاز اور بخور وغیرہ شرائط کو عمل میں لاتے ایسا کرنے سے وہ سمجھتے تھے کہ یہ مشکل وہ
دلوا آسان کر دینگا سیر اور مہمات کے حاصل کرنے کے لئے اب بھی بڑے بڑے ڈل لوگ بجائے مراقبہ و اذکار الٰہی کے بادروائیل وبا
رضائل دریا یا جنگل میں بیٹھ کر ہزاروں بار پڑھتے ہیں اور جو کوئی شیطان حاضر ہو جاتا ہے تو اُسکو فوز المرام جانتے ہیں۔ سوم جب
کسی آیندہ آنے والی بات پوچھنے کی ضرورت پڑتی تھی تو کاہنوں کے پاس جاکر اُنکے معابد کے منتر پڑھواتے نذر و نیاز بھینٹ چڑھاکر پڑھاتے
تب وہ ان کاہنوں کے سر پر آکر وہ باتیں بتلاتا تھا (چہارم) جب کسی سفر میں ہوتے اور کسی جنگل و بیابان میں اُترتے تھے تو اُس وادی کے خون
سے پناہ چاہتے اور یوں آواز بلند کہتے (اعوذ بسید ہذا الوادی من شر سفہاء قومہ) تاکہ اُنکے چھوٹے لوگوں کے شر سے محفوظ رہیں اور

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۙ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ

اور یہ بھی (میری طرف وحی کیا گیا) کہ اگر سیدھے رستہ پر رہتے تو ہم انکو بہت پانی پلاتے — اسمیں انکو آزمانے کے لئے — اور جو اپنے رب کی یاد سے موہنہ موڑتا

يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۙ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۙ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ

[illegible] اور یہ بھی وحی کیا گیا کہ سجدہ اللہ ہی کیلئے ہے پھر اللہ کے ساتھ کسیکو نہ پکارو اور یہ بھی کہ جب اللہ کا بندہ (نبی) اسکو پکارنے

يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ؕ ع

[illegible] لوگ [illegible] اسپر ہجوم کیا کرنے لگے ہیں —

## ترکیب

وان [illegible] وقرئ بکسرہا [illegible] وہذا معطوف علی جملہ انہ استمع فیکون من جملۃ

الموحی الیہ [illegible] الی انہ استمع وان لو استقاموا فیکون ہذا ہو النوع الثانی مما اوحی الیہ وان

[illegible] جواب الشرط لنفتنہم [illegible]

[illegible] وال [illegible] عذابا صعدا [illegible] الجواب لانہ

[illegible] وان المسٰجد من جملۃ الموحی الیہ وہو النوع الثالث والمساجد

[illegible] الکنائس والبیع ومساجد المسلمین وقال الحسن القارع

[illegible] الکبدان والیدان والجبہۃ والالف فعل ہذا جمع مسجد

[illegible] معنی ہذا جمع مسجد بفتح الجیم مصدر بمعنی السجود وانہ لما قام

[illegible] النوع [illegible] من الموحی الیہ یدعوہ الجملۃ حال من فاعل قام اسے قام موحدًا للّٰہ کادوا الجملۃ جواب

لما لبدا جمع لبدۃ [illegible] علی بعض وازدحم بعضہ علی بعض ومنہ اللبود التی تفرش ویقال لبدۃ الاسد لا تیلدمن

الشعر بین کتفیہ وقرئ لبدا بضم اللام وقرئ لبدا جمع لابد کسجد فی ساجد وقرئ بضم اللام والباء جمع لبود کصبر فی صبور کبیر

## تفسیر

جنون کا کلام نقل کر کے جو آنحضرت صلعم کو وحی کی طور بتایا گیا تھا تین اور باتین ارشاد فرماتا ہے کہ اے محمد صلعم لوگون سے کہدے کہ

جسطرح مجھے جنون کا کلام وحی کیطور پر بتایا گیا یہ باتین اور بھی وحی کی گئیین انا نجملہ یہ (۱) وان لو استقاموا علی الطریقہ لاسقینٰہم ماءً غدقا

لنفتنہم فیہ ومن یعرض عن ذکر ربہ یسلکہ عذابا صعدا کہ اگر لوگ سیدھے رستہ پر قائم رہین تو ہم انکو بہت پانی پلائین یعنی مال

و اولاد کھیتی باڑی تندرستی عافیت عطا کرین (اسکو ماء غدقا سے تعبیر کرنا عرب کا محاورہ ہے) اور جو ہماری یاد سے موہنہ موڑیگا اور

توڑ کر شیاطین سے جوڑیگا تو ہم اسکو سخت عذاب مین داخل کرینگے دنیا مین بھی اور آخرت مین بھی - اس جملہ مین یہ بھی بتلایا گیا کہ جن انس

اطاعت الٰہی اور نیک چلنی پر اسودہ ہین نیکی کی جزا بدی کی سزا پاتے ہین پھر انمین شان معبودیت کیا ہے اور انکی پرستش محض بیجا ہے

وَأَنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَٰلِكَ ۖ كُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا ۝ وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّن نُّعْجِزَ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ

اور یہ کہ کچھ ہم میں سے نیک ہیں اور کچھ اور طرح کے۔ ہم مختلف طریقوں پر تھے اور ہم سمجھ گئے کہ ہم اللہ کو زمین پر نہ تھکا سکیں گے

وَلَن نُّعْجِزَهُ هَرَبًا ۝ وَأَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ آمَنَّا بِهِ ۖ فَمَن يُؤْمِن بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا

اور نہ ہم اس سے بھاگ کر تھکا سکیں گے - اور یہ کہ جب ہم نے ہدایت کی بات سنی تو اس پر ایمان لے آئے پھر جو اپنے رب پر ایمان لے آتا تو نہ اسکو نقصان کا ڈر رہیگا نہ ظلم کا

وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ ۖ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝ وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا

اور یہ کہ ہم میں سے فرمانبردار بھی ہیں اور کچھ نافرمان پھر جسنے مان لیا تو انہوں نے اچھا رستہ تلاش کر لیا اور جو نافرمان ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن بن گئے

## ترکیب

[illegible] والصالحون [illegible] ومنا دون ذلک [illegible] احوالہم [illegible] کنا ذوی طرائق قددا او کانت طرائقنا طرائق قددا فی الارض [illegible] فی الارض حال من الفاعل [illegible] ولن نعجزہ [illegible] فلا یخاف [illegible] جواب الشرط وہو فمن [illegible] جواب ولولا ذاک لقیل لا یخف

## تفسیر

[illegible] وانا منا الصالحون ومنا دون ذلک کنا طرائق قددا کہ ہم میں سے نیک بھی ہیں اور بعض [illegible] کے لوگ ہیں [illegible] اور کون ناحق پر بجز نبوت اور الہام الٰہی کے کون کر سکتا ہے (۲) وانا ظننا ان لن نعجز اللہ [illegible] کہ ہم کو بعض ہو گیا ہے کہ جن گو قوی اور زبردست اور جاہل وباغ انسانوں پر حکمران ہیں مگر خدا تعالیٰ کے آگے کچھ حقیقت اور رو نہیں [illegible] کہ [illegible] لیا کہ کسی ادھر اور دور کا گیہوا اور پڑھتے ہیں تو انگارے برستے ہیں پھر جو نے اسکے طراق کا خلاف کیا اور پھر اسکا [illegible] اسکے بس سے نہیں نکل سکتے اور بھاگ کر کہیں پناہ گزین ہو سکینگے اسلئے نبی آخرالزمان کا ناصر و مددگار بنے قوم تم مانو یا نہ مانو لیکن وانا لما سمعنا الہدیٰ آمنا بہ ہمنے جب ہدایت یعنی قرآن سن لیا تو ہم اسپر ایمان لے آئے فمن یؤمن بربہ فلا یخاف بخسا ولا رہقا پھر جو تم میں سے بھی کوئی اپنے رب پر ایمان لے آئیگا تو اسکو دنیا و آخرت میں کسی نقصان کا خوف نہ رہیگا نہ اسکو خداوندی انتقام وسزا کا ڈر باقی رہیگا +

ایسی ہی یہ بات کہ قوم کی حالت یکساں ہے تا کہ عذاب ثواب میں یکساں سمجھے جاویں سو یہ تو ہرگز نہیں کسلئے کہ وانا منا المسلمون ومنا القاسطون کہ ہم میں اسکے فرمانبردار بھی ہیں اور جفاکار بھی ہیں پھر دونوں مساوی کیونکر ہو سکتے ہیں بہر طور قوم میں سے ایک گروہ پر مصائب دنیا و آخرت کا نازل ہونا یقینی ہے پھر اسکے بچاؤ کا اور اسکی عدالت سے رستگاری کا یہی قانون ہے کہ فمن اسلم فاولٓئک تحروا رشدا کہ جو ایمان لے آیا اور اسکا حکم بردار ہو گیا تو اسنے دنیا و آخرت کے لئے عمدہ رستہ تلاش کر لیا اور ہر ایک مصیبت سے بچنے کے لئے امن الٰہی کا مستحکم قلعہ ڈھونڈھ لیا واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا اور جو جفاکار بدکردار ہے ایمان لائے آخر وہ جہنم کا ایندھن بنینگے +

ف ۱ پہلے جو منا الصالحون ومنا دون ذلک کہا وہ اسلام سے پہلے کی حالت بیان تھی کسلئے کہ اسلام سے پہلے بھی نیک ہو سکتے ہیں کیونکہ ظلم وبدکاری کی برائی عاقل عقل سے بھی دریافت کر سکتا ہے اور بعض کیہ صالحون کے مقابلہ میں دون ذلک اشارہ مہذبانہ الفاظ میں کر دیا تاکہ ان کا رذکو صراحۃً سبکی نہ معلوم ہو اب منا المسلمون منا القاسطون میں عہد نبوت کا ذکر ہے اور بدکاروں کی بری سمجھنے کے لئے صاف صاف بیان کر دی ف ۲ قسط عدل مگر جب اسکا استعمال ثلاثی مجرد ہوگا تو اسکے معنی ظلم کے ہونگے اور جب باب افعال میں لائینگے تو انصاف و عدل کے معنی ہونگے اسلئے قاسط ظالم مقسط عادل نیک ف ۳ یہاں تک ان جنوں کی گفتگو تمام ہو گئی اللہ کا قصہ بیان نہیں آیا کہ قوم ایمان لائی یا نہیں جاننا چاہئے کہ لائے اور ان جملوں میں کفار پر تعریض ہے -

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۝ قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ

تو کہہ میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اسکے ساتھ کسیکو بھی شریک نہ کرونگا — کہدے میرے ہاتھ تمہاری برائی ہے اور نہ راہ پر لانا — کہدے مجھکو اللہ سے

مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۝ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

کوئی نہ بچاویگا　　اور نہ مجھے اسکے سوا پناہ ملیگی —　مگر اللہ کا پیغام　اور اسکا حکم پہونچانا ہے — اور جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کریگا

فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ۝

تو اسکے لئے دوزخ کی آگ ہے جہمیں سدا رہا کریگا ۔

( ترکیب )

قل ہو علی الامر علی الغیبۃ ای قال عبدالله لما قالوا لہ ای لما جاء ہم النبی صلعم یقول انما ادعوا ربی فحکی اللہ ذلک عنہ بقولہ قال ولکن ذاکر من مقولات الجن وقرء عاصم وحمزۃ قل علی الامر یکون ہو انما ادعو وہو المراد قل انی لا املک وہو الاظہر والاقوی ملتحدا ملجا وحرزا اشتقاق الملتحد من الالحاد المیل الارض فی الی ان اموری بیدہ الیہ فی المحاج الملتجی بالفتح اسم الموضع وہو الملجاء — الا بلاغا قال الفراء استثناء من قولہ لا املک قال الزجاج ارشاد والنعام وقولہ قل انی لن یجیرنی اعتراض مؤکد وقدرہ اہمس لانہ لنفی الاستطاعۃ عنہ وبیان عجزہ وقیل الا ہنا لیست کلمۃ الاستثناء بل ہی ان لا ومعناہ ان لا ابلغ بلاغا لم یجد من دونہ ملتحدا فیا دلیل الجواب ای کلام مدل علی جواب الشرط وعلی ہذا من اللہ لیس صلۃ للتبلیغ لان صلتہ یکون بعن کقولہ علیہ السلام بلغوا عنی ولو آیۃ — انما ہی بمنزلۃ من فی قولہ براءۃ من اللہ ومعناہ الا بلاغا کائنا من اللہ ورسالاتہ عطف علی بلاغا ای لا املک لکم الا التبلیغ والرسالات خالدین حال من الہاء فی لہ والجمع باعتبار معنی من والافراد فی لہ باعتبار لفظہ ۔

( تفسیر )

کفار کہ جب آپکے ارد گرد قرآن پڑھتے اور خالص اللہ کو پکارتے ہیں جمگھٹا کرتے تھے تو یہ بھی کہتے تھے کہ اے محمد تو ان بتوں کا برا او ان کا آنکی ہجو نہ کر نہ انکی پرستش سے منع کیونکہ وہ ہمارے کچھ مالک ہیں پھر ان سے ہمیں بھی ہدایت ہے اور ہمارے معبود آپکو مصائب سے پناہ دینگے اسکے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ قل ان کا فروں کہدے انما ادعوا ربی میں اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور آیندہ بھی اسیکو پکارونگا ولا اشرک بہ احدا اور اسکے ساتھ کسیکو بھی شریک نہ کرونگا — تمہارے معبود خواہ روحانیات ملائکہ ہوں یا مین ہوں خواہ اسکے برگزیدہ لوگ ہوں خواہ ستارے ہوں خواہ خیالی چیزیں ہوں خواہ پتھر و لکڑی کے تراشیدہ بت ہوں خواہ عناصر و نباتات و حیوانات ہوں کسیکو بھی اسکی خدائی میں کچھ بھی دخل نہیں ہے جو چاہتا کرتا ہے کوئی اسکے حکم کو ٹال نہیں سکتا نہ اسکے حکم بغیر نفع و ضرر دے سکتا ہے باوجودیکہ نبی اسکا ہوں اور مراتب قرب میں اسنے میرے لئے اعلیٰ رتبہ تجویز کیا ہے مگر میں بھی تمہارے نفع یعنی گمراہی اور رہنمائی کا مالک نہیں ہوں کہ جسکے لئے میں بھیجا گیا ہوں اور بات تو لکا تو کیا ذکر ہے — ان سب سے وہ خود جسکو چاہتا ہے گمراہی اور ہدایت دیتا ہے اور اسیلئے دنیا میں مجھکو بھیجا ہے یہی کہدے قل انی لن یجیرنی من اللہ احد کہ اگر میں اسکی نافرمانی کروں تو مجھکو کوئی جب آسمانی سے نہ چھڑائے اسکے سوا کوئی پناہ نہیں پھر تمہارے معبود کیا پناہ دینگے جنکے پھرو ہم گمراہی میں پڑے ہوئے الغرض میں بھی بشر ہوں اور جمیع مخلوقات جوا وہ کوئی کیوں نہو اسکی ذات و صفات و قدرت والوہیت میں شریک نہیں ہیں اور جسقدر دنیا میں ہدایت کے لئے اسنے رسول بھیجے نہ کسی چیز کے مالک نہیں کئے گئے الا بلاغا من اللہ ورسالاتہ مگر اللہ کے پیغام و احکام پہونچانیکے ان لفظوں سے ظاہر کر دیا گیا ہے — خلاصہ یہ کہ نبوت تبلیغ من اللہ ہے الوہیت میں نبی کو کوئی شرکت نہیں اسکی ذات پاک سے ممتاز ہے بعض مفسرین نے الا بلاغا کو ملتحدا سے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ اگر میں حکم پہونچانے میں کوئی کمی کروں تو مجھے اسکے عذاب سے بچنے کے لئے کوئی پناہ نہیں ملیگی پھر اسکا کلام پہونچانیکے بعد جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کریگا کفر و بت پرستی سے باز نہ آئیگا ابداً جہنم میں جلیگا ۔

استقاموا کے جملہ میں بعض مفسرین کہتے ہیں جنون کی طرف ضمیر پھرتی ہے اسلئے کہ انہیں کا ذکر چلا آتا ہے اور انہیں کی حقیقت کا اظہار بھی مقصود ہے کہ اے منکرین تمہارا معبود خود مامور و محکوم ہے۔ بعض کہتے ہیں آدمیون کی طرف کیلئے کہ اہل مکہ اسوقت سات برس کے قحط میں مبتلا تھے پانی اور رزق کی تنگی سے جان لبون پر آرہی تھی انکو بتلایا جاتا ہے کہ یہ تمہاری بت پرستی اور جنون سے مدد مانگنے اور بدکاری کا نتیجہ ہے اگر تم راستی اختیار کرتے اور ہمارے آگے جھکتے تو ہم تمکو بہت پانی پلاتے اور رزق فراخ کرتے لیکن یہ بھی تمہاری آزمایش کے لئے کہ شکر کرو یا اترا کر سرکشی کرو ۔

ربیع بن انس اور زید بن اسلم اور ابن کیسان وغیرہ کہتے ہیں آیت کے معنی یہ ہیں کہ کفار اگر اپنے اس طریقہ کفر پر رہتے جس پر کہ ہیں اور سب کفار ہوتے تو انکی آزمایش کے لئے دنیا میں انکو فراخدستی دیتا اور پھر آخرت میں عذاب دیتا اور دلیل ان کی یہ آیت ہے فلما نسوا ما ذکروا به فتحنا علیهم ابواب کل شیء وقوله لولا ان یکون الناس امة واحدة لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتهم سقفا من فضة الآیه اور لنفتنهم فیه قرینہ ہے۔

تیسری بات جو وحی کی گئی یہ ہے وان المساجد لله فلا تدعوا مع الله احدا کہ سب عبادتگاہیں اللہ کے لئے ہیں اسکے سوا ان میں اور کوئی پکارا جانے عبادت کئے جانے کا مستحق نہیں اسی کو پکارو۔ مساجد کے کئی معنی ہیں ایک تو مسجدیں عبادتگاہیں گرجا کنشت مسجد اہل اسلام سب کو شامل ہے یعنی دنیا میں کوئی عبادتخانہ اسکے سوا اور کے لئے نہ ہونا چاہیے (۲) سعید بن جبیر کہتے ہیں جنون نے عرض کیا کہ آپکے ساتھ کس طرح سے مسجد میں آکر نماز میں شریک ہوا کریں حالانکہ ہم دور دراز رہتے ہیں اسپر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہر جگہ اسکے لئے عبادت ہوسکتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ تمام زمین میرے لئے عبادتگاہ بنائی گئی کسی خاص جگہ پر منحصر نہیں (۳) سعید بن المسیب کہتے ہیں مساجد سے مراد وہ اعضا جو سجدے میں کام آتے ہیں ہاتھ پاؤن پیشانی گھٹنے ناک - کہ یہ نعمت الٰہی ہیں اور کے لئے نہ جھکنے چاہئیں (۴) بعضے کہتے ہیں مساجد سے مراد سجدے ہیں کہ سجدہ اسکے سوا اور کے لئے نہونا چاہیے۔ بعضے کہتے ہیں یہ معنی ہیں کہ مساجد خاص عبادت کے لئے ہیں اور کام وہان نہونے چاہئیں جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جو کوئی مسجد میں گمشدہ چیز کو ڈھونڈنے آوے تو کہدو کہ خدا کرے کہ نہ ملے کس لئے کہ مساجد اس کام کے لئے نہیں بنائی گئین۔ ہر ایک معنی آیت میں سے پیدا ہوسکتے ہیں ۔

چوتھی بات وانه لما قام عبد الله یدعوه کادوا یکونون علیه لبدا کہ جب اللہ کا بندہ محمد صلعم اسکی عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اسپر ازدحام کر لیتے ہیں۔ کون ازدحام کر لیتے ہیں اور کس لئے ؟- اکثر مفسرین کہتے ہیں کفار مکہ جب آپکو اللہ کی عبادت کرتے اور اسی کو پکارتے دیکھتے تو گرداگرد جمع ہوکر تمسخر کرتے تھے اس بات کو خدا تعالیٰ اپنے نبی سے کفار کو سنواتا ہے کہ یہ کیسی بات ہے اور انکی عبادت کرنے والے پر تو یہ ازدحام اور تمسخر نہو اور ہماری عبادت کرنے والے کے لئے یہ ہو یہ بہت نازیبا اور ناحق شناسی ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ مراد کہ جب ہمارا بندہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کو پکارنے قرآن سنانے جنون کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اسکے سننے کے لئے ہر طرف سے آکر ازدحام کر لیتے ہیں جیسا کہ اس رات کو ہوا کہ جس رات آپ مکہ سے باہر عبداللہ بن مسعود کو لیکر جنون کو قرآن سکھانے گئے تھے مگر اسے قریش مکہ تمپر افسوس ہے کہ تم قرآن سننے سے بھاگتے ہو۔ لبدا کو جمہور بکسر اللام وفتح الباء پڑھتے ہیں لبدا اور بعض نے لام کے ضمہ اور باء کے فتح سے پڑھا ہے لبدا اور بضم ب ولام وتشدید باء مفتوحہ بھی پڑھا ہے۔ پہلی قراۃ پر وہی معنی ہیں اور دوسری پر لبد کے معنی بہت کے ہیں جیسا کہ اس آیت میں اہلکت مالا لبدا کہ بہت ہو جاتے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں اسکے معنی ہیں جماعتیں کہ جماعت پر جماعت آگھیرتی ہیں

اسکے بعد فرماتا ہے عالم الغیب [illegible] کی باتیں [illegible] آیت والی باتیں کا [illegible] اسکو [illegible] معلوم ہوتا ہے فلا یظہر علیٰ غیبہ احدا الا من ارتضیٰ
کہ وہ اپنے غیب پر کسی کو [illegible] مطلع نہیں کرتا مگر [illegible] الا من ارتضیٰ من رسول مگر جس رسول کو پسند کرتا اور برگزیدہ رسول کو جانتا ہے واقف کر دیتا ہے
اور اسکو بھی [illegible] واقف کرتا ہے کہ فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا کہ اس رسول کے آگے اور پیچھے [illegible] کے
آگے اور پیچھے ملائکہ [illegible] کو شیاطین [illegible] سے بچاتے ہیں۔ یعنی خداوندی غیب کا خریطہ جب رسول کے پاس آتا ہے
تو اسکے آگے پیچھے فرشتے [illegible] تاکہ کوئی [illegible] اس غیب کی بات سے کچھ واقف ہو جائے وہ ملائکہ شیاطین کو [illegible]
[illegible] اور [illegible] ابلغوا رسالات ربہم تاکہ خدا تعالیٰ یہ معلوم کر لے کہ فرشتوں نے رسول تک بحفاظت اسکے احکام پہنچا دیئے ۔

فائدہ [illegible] مگر [illegible] علم کا اطلاق [illegible] تو اس سے علم تفصیلی مراد ہوتا ہے [illegible] ارشاد ہوا ہے
[illegible] معلوم ہو جاوے [illegible] کہ رسولوں کو معلوم [illegible] کہ فرشتوں نے احکام و پیام
پہنچا دیئے [illegible] اسکا قائل [illegible] کہ ہر ایک کو معلوم [illegible]
[illegible] معلوم ہوا [illegible] اور [illegible] کا فاعل [illegible] فرشتے ہیں۔
[illegible] رسولوں کو [illegible] ہو سکتے ہیں کہ تاکہ اللہ کو معلوم ہو جاوے [illegible] اللہ کے علم [illegible]
[illegible] یہ کہ محمد صلعم کو معلوم ہو کہ اگلے رسولوں نے جو اللہ کے احکام
و پیام پہنچا دیئے [illegible] لوگوں کو معلوم ہو [illegible] ہر ایک [illegible] اول اقویٰ ہے ۔
اسکے بعد فرماتا ہے [illegible] اور [illegible] عادت اللہ کے موافق ہے ورنہ واحاط بما لدیہم اسکے
احاطہ علمی میں ہے جو کچھ [illegible] کہ اس کو کوئی [illegible] علم [illegible] واحصیٰ کل شیء عددا اسنے ہر ایک چیز کو گن رکھا ہے دریا کے
قطرے ریگستان کے ذرے درختوں کے پتے ہر ایک کی گنتی اور تعداد اسکو معلوم ہے یہ کمال احاطہ علمی کی علامت ہے ۔

ف۔ غیب کے معنی پوشیدہ کے ہیں۔ [illegible] پوشیدگی کئی قسم کی ہے اول اضافی کہ ایک چیز ہمارے سامنے ہے اور جو کوس دو کوس دور ہے
اس سے غائب اور غیب ہے یہاں تک کہ عالم ناسوت کی جمیع چیزیں اگر ایک سے غیب ہیں تو دوسرے کے نزدیک موجود ہیں کیا اس قسم کا غیب بھی
خاصۂ خدا ہے؟ عقل صافی فوراً کہدیگی کہ ہرگز نہیں کیونکہ یہ غیب مطلق نہیں بلکہ من وجہ مشہود ہے اسکو ایک جانتا ہے تو دوسرا نہیں جانتا جن اکثر
اسی قسم کے غیب کو کاہنوں سے بیان کر دیتے تھے اور اب بھی بیان کر دیں تو کچھ بات نہیں (دوم عالم ناسوتی سے غیب یعنی عالم مثالی کی چیزیں تمام
ہیں کہ وہ ابھی اس عالم میں نہیں آئی ہیں بلکہ آنے والی ہیں یا اگر چلی گئی ہیں [illegible] ان آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ ان کانوں سے سُنی جا سکتی ہیں
نہ ان ہاتھوں سے ٹٹولی جا سکتی ہیں نہ ناک سے سونگھی جا سکتی ہیں نہ زبان سے چکھی جا سکتی ہیں۔ اس قسم کا غیب اول غیب سے بلند ہے گریہ بھی غیب مطلق
نہیں جسکو غیب الغیب کہتے ہیں کیونکہ یہ چیزیں عالم ملکوت کے لوگوں کے سامنے ہوتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کبھی روح خواب میں جبکہ اسکو کثافت جسمانیہ
سے فراغت حاصل ہوتی ہے تو ان چیزوں میں سے بعض یا کل کو دریافت کر لیتی ہے اور اسی طرح اہل کشف صادق بحالت بیداری اسی روحانی تجلی میں دیکھ
لیتے ہیں جیسا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام چنانچہ صحیح بخاری میں حدیث کسوف ہے جس میں روایت ہے کہ نبی صلعم کو نماز میں اس عالم غیب کی چیزیں

تقسیم غیب بر چند قسم — قسم اول

قسم دوم

حَتّٰٓی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا ۝ قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ

یہانتک کہ جب وہ دیکھینگے جسکا ان سے وعدہ کیا گیا — تو جان لینگے کہ کسکی مدد کمزور اور گنتی میں کم ہے؟ — تو کہدے کہ مجھے خبر نہیں کہ قریب ہے

مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا ۝ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ

جسکا تمسے وعدہ کیا گیا یا اسکے لیے میرا رب کوئی مدت ٹھیراتا ہے — وہ غیب جاننے والا ہے اپنے غیب پر ہر ایک کو واقف نہیں کرتا — مگر جسکو پسند کرے رسولوں کو

فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَ اَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ۝

پھر اسکے آگے اور پیچھے پاسبان مقرر کردیتا ہے — تاکہ جان لے کہ رسولوں نے رب کا پیغام پہنچا دیا — اور اللہ نے قابو کر رکھا ہے جو انکے پاس ہے اور ہر چیز کو گن رکھا ہے

## (ترکیب)

حتی التی التی جعل ما بعدہ غایۃ لہ فیہ قولان الاول انہ متعلق بقولہ یکونون علیہ لبدا التقدیر انہم یتظاہرون علیہ بالعداوۃ حتی اذا راوا ما یوعدون من الہوم اسلم او یوم القیامۃ او وقت الموت فحینئذ یعلمون من ہو اضعف ناصرا واقل عددا الثانی انہ متعلق بمحذوف کانہ قیل الکفار لا یزالون علی ما ہم علیہ حتی اذا راوا کذا ونظیرہ الایۃ فی سورۃ مریم وہی حتی اذا راوا ما یوعدون اما العذاب واما الساعۃ اذا شرطیۃ فسیعلمون جوابہا والمفہوم من کلام القرطبی ان حتی ہہنا الابتداء ای بمعنی الغایۃ فتکون جملۃ مستقلۃ بالاستفادۃ — عالم الغیب خبر مبتدأ محذوف ای ہو والجملۃ مستانفۃ مقررۃ لما قبلہا من عدم الدرایۃ والفاء لترتیب عدم الاظہار علی تفردہ بعلم الغیب علی الاطلاق الا استثناء من احدا من رسول بیان لمن فانہ تقریر وتحقیق للاظہار المستفاد من الاستثناء وبیان لکیفیتہ ای فانہ یسلک من بین یدی الرسول علیہ السلام عند اظہارہ علی غیبہ حرسا من الملائکۃ یحرسونہ من تعرض الشیاطین لما اظہرہ علیہ من الغیوب ای یعلم متعلق بیسلک غایۃ لہ من حیث انہ مترتب علی الابلاغ المتعلق بہ علیہا اذ المراد بہ العلم المتعلق بالابلاغ الموجود بالفعل وان مخففۃ من الثقیلۃ واسمہا محذوف وہو ضمیر الشان والجملۃ خبرہا واحاط الخ الجملۃ فی محل الحال من فاعل یسلک باضمار قد او بغیرہ واحصی معطوف علی احاط عددا نصب علی التمییز محولا من المفعول ویجوز ان یکون علی المصدریۃ واللہ اعلم۔

## (تفسیر)

شوکت

ان مضامین و دلائل کے بعد بھی کفار مکہ سرکشی اور پیغمبر خدا صلعم کی توہین اور انکے اردگرد جا ملا نہ ہجوم کرلیتے تھے اور بلاؤنکی کچھ پروا نہ کرتے تھے، یہ ایک ایسی بات تھی کہ جسکا گمان نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کا ذکر کرکے طرح طرح سے آنحضرت صلعم اور ایمانداروں کو ایذائیں دیتے تھے اسلئے ایمانداروں کی تسلی اور کفار کی دھمکی کیلئے یہ فرمادیا گیا حتی اذا راوا ما یوعدون فسیعلمون من اضعف ناصرا واقل عددا کہ یہ لوگ جب تک نہیں مانینگے کہ انکو وہ چیزیں نہ دکھائی جاویں کہ جنکا انسے وعدہ ہوا ہے (بدر کے دن کا قتل و مغلوب ہونا یا مرنے کے بعد عذاب و مصائب کا دیکھنا یا قیامت جسکا آنحضرت صلعم نے من اللہ بار بار انسے وعدہ کیا تھا) پھر جب یہ چیزیں دیکھ لیں گے یا انہیں آ پہنچیں گی تب معلوم ہو جائیگا کہ کسکی مدد کمزور اور قلیل ہے۔ ہاں اسوقت انکی آنکھیں کھل جائینگی مگر پھر کیا فائدہ ہوگا توبہ اور ایمان لانے کا وقت باقی نہ رہیگا۔ اسکو سنکر کفار تمسخر کی راہ سے کہنے لگے کہ ان چیزوں کا کہ جنکا آپ ہمسے وعدہ کرتے ہیں یعنی عذاب و مصائب کون وقت ہے اور ٹھیک وقت بتلائیے۔ یہ سوال محض جاہلانہ اور گستاخانہ ہے کسلیئے کہ آنیوالی مصیبت جبکہ یقینی ہو تو اسکے وقت دریافت کرنے سے کیا فائدہ بلکہ اس سے بچنے کی تدبیر میں مصروف ہونا دلیل سعادت ہے اسلیئے یہ وقت پوچھنا گویا اس سے پہلے انکے ہلاک ہونیکا باعث تھا بلکہ اپنے نبی کو یہ کہدیا کہ قل ان ادری اقریب ما توعدون ام یجعل لہ ربی امدا کہ انسے کہدے کہ مجھے معلوم نہیں کہ اسکا وقت بہت قریب ہے یا میرا رب اسکو دیر میں کھینچیگا۔ یہ جواب سعادتمندوں کے لیئے نہایت مستعدی اور سرگرمی کا باعث ہے۔

سورۃ مزمل مکہ میں نازل ہوئی اس میں بیس آیات دو رکوع ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝

اے اوڑھنے والے — رات کو اٹھا کر مگر کم — آدھی رات — یا اس سے بھی کچھ کم — یا اس سے زیادہ کر — اور قرآن پڑھا کر ٹھہر ٹھہر کر

اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْـًٔا وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۝ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝

ہم تجھ پر ایک بھاری بات ڈالنے والے ہیں — بیشک رات کا اٹھنا نفس کو زیادہ کچلتا ہے اور بات کو سیدھا کرتا ہے — بیشک دن میں تو تجھے بڑے شغلے رہتے ہیں

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝

اور اپنے رب کا نام یاد کر — اور اسی کی طرف سب سے ٹوٹ کر سب کو چھوڑ کر — وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم اسی کو کارساز بنا رکھو

## (ترکیب)

[illegible] الاوا التزمل المتلفف فی الثوب الا قلیلا استثناء من اللیل ای قم اللیل کلہ الا یسیرا منہ وما دون النصف [illegible] والمراد [illegible] بقدر [illegible] وجہان (الاول) ہو بدل من اللیل بدل البعض الا قلیلا استثناء من النصف (والثانی) ہو بدل من [illegible] بالسہر الی الکل [illegible] اخری) والضمیر فی منہ وعلیہ یرجع الی النصف [illegible] استئناف خبران [illegible] بکسر الواو بمعنی مواطاۃ وبفتحہا ہو اسم المصدر [illegible] اشد [illegible] سبحا شغلا وتصرفا اسم ان لک خبرہ فی النہار خبر رب المشرق بالجر علی البدل وبالنصب باضمار اعنی او [illegible] النصب فاتخذہ وبالرفع علی انہ خبر مبتدء محذوف ای ہو او مبتدء خبرہ لا الہ الا ہو۔

## (تفسیر)

یہ بھی مکہ میں نازل ہوئی بیہقی اور ابن مردویہ وغیرہ محدثین نے ابن عباس و ابن زبیر سے نقل کیا ہے کہ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی۔

**شان نزول** — اسکی شان نزول میں بزار و طبرانی نے اوسط میں اور ابو نعیم نے دلائل میں یوں نقل کیا ہے کہ دار الندوہ میں قریش جمع ہو کر کہنے لگے اسکا یعنی نبی صلعم کا کوئی نام تجویز کرو کہ لوگوں کو روکا جاوے بعض نے کہا کاہن بعض نے کہا کاہن نہیں مجنون کہو بعض نے کہا یہ مجنون نہیں اسکو ساحر کہو بعض نے کہا یہ جادوگر بھی نہیں اسکے بعد قریش اٹھ گئے یہ خبر آنحضرت صلعم کو پہنچی آپ غمگین ہو کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے اسوقت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا یا ایہا المزمل یا ایہا المدثر کہ اے جھرمٹ مارے ہوئے کھڑا ہو رات کو نماز پڑھا کر ان کی باتوں سے رنج نکر ہم سمجھ لیں گے ذرا مہلت دے ہمارے پاس انکے لئے عذاب الیم تیار ہے۔ ان سے مونہہ موڑ اور حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہو اور اسی کو اپنا کارساز بنا۔

**ربط** — اس سورہ کا سورہ جن سے یہ ربط ہے کہ سورہ جن میں بتلایا گیا تھا کہ غیب کا علم اللہ ہی کو ہے وہی جسقدر چاہتا ہے اپنے رسول کو عطا کرتا ہے اب اس سورہ میں [illegible] رسول کو علم غیب حاصل کرنے کی قابلیت پیدا کیا سکھایا وہ کیا بات ہے حق سبحانہ کی عبادت کرنا جس میں انسان کے نائب

اور اُنکی مثل اور اسیطرح اشراقی اور اہل ریاضت بھی کبھی کبھی بعض چیزون سے واقف ہو جاتے ہین اور کاہن اور رمال و شمار اور نجومی بھی کبھی کبھی اپنے قواعد سے کچھ اٹکل ہوئی بات معلوم کر کے اپنی قوت متوہمہ سے ایک قالب مین ڈھالتے ہین گر خود ان قواعد کی غلطی یا اُنکے استنباط کی لغزش اور اسی طرح خواب و مکاشفہ مین قوت وہمیہ کی آمیزش اس علمی مرتبہ کو ظن کے مرتبے مین کر دیتی ہے یعنی بجز کشف انبیاء علیہم السلام کے اور جسقدر طریقے ہین علی در ما اُن مین غلطی کا احتمال باقی رہتا ہے اسلئے انکے جاننے کو علم بمعنی یقین نہین کہہ سکتے پس اس قسم کا غیب بھی اُسکی طرف سے خاص حضرات انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوتا ہے جسکی یہ احتیاط کی جاتی ہے کہ آگے اور پیچھے ملائکہ کا پہرہ رہتا ہے تاکہ شیاطین اور وسوسۂ فکر و قوت وہمیہ وخیالیہ آگے سے اور عادات وطبائع ماسبق سے اسمین کچھ بھی دست اندازی نہ کر سکین اور بعد کی چوکی سے علوم مخزونہ و عادات واخلاق متروکہ اسمین آمیزش کرنے نہین پاتے۔ رمالون شماروں نجومیون کاہنون وغیرہ کے غیب مین تو ہزارون من کوڑا کرکٹ ہوتا ہے اور حضرات اولیاء کرام کے مکاشفات مین بھی یہ محافظت نہین ہوتی جو توہم وتخیلہ کی آمیزش سے امن نہین اسلئے اُنکو بھی آخر الامر کتاب وسنت پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے جو اقسام وحی کے ہین اور اسی لئے اور مکلفین کو بھی اُنکے الہامات کا پابند نہین کیا گیا اور نہ وہ الہامات حجت قاطعہ ٹھہرائے گئے۔ یہ بات خاص الہام انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے کہ جیسے حاصل ہونے سے پہلے بھی حفاظت ہوتی ہے کہ وحی کے وقت اُنکے قوی کو معطل کر دیا جاتا ہے اور بعد مین بھی حفاظت ہوتی ہے یہ اسلئے کہ ہر ایک کو معلوم ہو جائے کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنے رب ہی کے پیغام واحکام پہونچائے اُسمین کچھ آمیزش اور کمی زیادتی تبدیل وتغیر نہین ہوئی۔

تیسری قسم عالم الغیب اور غیب مطلق جسکو سوا خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہین جانتا پھر اُسکی بھی کئی قسمین ہین بعض وہ ہین کہ جنکے جاننے کی کسی ممکن کو قدرت ہی نہین اور یہ ایک ہے انتہا غیب ہے لا یحیطون بہ علما اور بعض ایسی بھی ہین جنکو ملائکہ مقربین وحاملان عرش جانتے ہین مگر نہین بتلائی جاتین اور بعض ایسی ہین کہ کبھی کبھی بتلائی بھی جاتی ہین اور جب بتلائی جاتی ہین تو عالم ملکوت مین اک ہیبت اور دہشت ہوتی ہے جس سے مقربین ماتحت کے ملائکہ سے پوچھتے ہین۔ اور علی غیبہ مین اضافت اسی غیب کی طرف اشارہ کر رہی ہے نہ غیب من وجہ کی طرف

ف من ارتضی من رسول سے کیا سب رسول مراد ہین؟ جمہور اسی کے قائل ہین کسلئے کہ من رسول بین من بیانیہ ہے نہ تبعیضیہ۔ پھر کیا اس سے حضرات انبیاء علیہم السلام بالخصوص مراد ہین یا ملائکہ بھی؟ جمہور کے نزدیک ملائکہ بھی رسول ہین جیسا کہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ہین اور اُنکو اور ملائکہ پر فوقیت ہے۔ معتزلہ اس سے ابطال کرامات اولیاء اللہ پر استدلال کرتے ہین کہ وہ کسی آیندہ آنے والے واقعہ کی خبر بطور پیشین گوئی نہین دے سکتے۔ مگر یہ اُنکی غلط فہمی ہے کسلئے کہ غیبہ یعنی اپنے غیب پر بجز رسول کے اور کسیکو مطلع نہین کرتا اسطرح سے کہ اُسمین کسی قسم کا اشتباہ واقع ہو اور اسی کو اظہار غیب کہتے ہین اس سے اسکی نفی نہین ہوتی کہ قسم اول و دوم کے بعض غیوب کا بطور ظن کسی پر اظہار کیا جائے جسکو اظہار الغیب بھی کہتے ہین امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ [illegible] تفسیر مین اس اعتراض سے اور ان شبہات سے بچنے کے لئے کہ بعض غیب کاہن اور اہل خواب بھی جانتے ہین [illegible]

ف رسول اللہ صلعم نے ان غیب کی باتون کو جو بذریعہ الہام [illegible] صحابہ کو آیندہ آنے والے [illegible] بتائے ہیں جیسا کہ احادیث صحاح سے ثابت ہے پھر ان مغیبات کا [illegible] اسکا جواب یہ ہے کہ لوگون کو علم بتصدیق نبوت یہ حاصل ہوا علم استدلالی ہے کہ غیب پر مطلع ہونے سے [illegible]

ندر رہنا جسمیں یہ ساعتیں باتیں ہوں اُسپر یہ خرقہ زیبا ہے اور اسی لئے اس خرقہ کی شروط بجا لانے کی وجہ سے آنحضرت صلعم کو مزمل کا خطاب عطا ہوا جو بڑا پیارا خطاب ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ ادا حضرت حق کو پسند آگئی تھی اسلئے فرماتا ہے یا ایہا المزمل کہ اسے چادر اوڑھنے ہوئے اس چادر باعفت کا حق بجا لا قم اللیل رات بھر نماز و تلاوت کے لئے قائم اور مستعد و سرگرم رہ۔ عکرمہ رض کہتے ہیں مزمل کے معنی ظاہری چادر اوڑھنے والے ہی کے نہیں بلکہ مراد ملتزم و ذمہ داری کرنے والے کے ہیں کہ اسے نبوت و رسالت کے ذمہ دار اور کمالات ملکوتی کے حامل اور اسی لئے وہ اس لفظ کو تخفیف زاے و دال اور فتح میم مشدد سے پڑھتے تھے وہ اسکو زمل سے لیتے ہیں جسکے معنی اُٹھانے کے ہیں کہتے ہیں زمل الامر اسے حملہ۔ قم اللیل کے معنی پر مفسرین نے متعدد رائیں ظاہر کی ہیں (۱) جمہور کا قول ہے کہ آپ پر اور آپکی امت پر ابتداء اسلام میں پنجگانہ نماز فرض ہونے سے پہلے رات کی عبادت فرض تھی اور یہ حکم قریب ایک برس کے رہا چنانچہ احمد و مسلم و ابوداؤد و نسائی و بیہقی و حاکم وغیرہ نے عائشہ رض سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورہ کے اول میں قیام اللیل فرض کردیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب برس تک ایسا ہی کرتے رہے یہانتک کہ انکے پاؤں سوج گئے پھر بعد ان کے اخیر سورہ کا حصہ نازل ہوا (فاقرؤا ماتیسر من القرآن) اس سے تخفیف کی گئی اور حکم فرض نفل رہ گیا یہی مضمون ابن عباس رض سے بیہقی و طبرانی وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے بعض علما اسکی یوں تشریح کرتے ہیں کہ اول اس حکم میں سے تخفیف کی گئی کہ قم اللیل کے بعد الا قلیلا فرمایا جس سے آپ رات بھر میں کچھ کچھ ٹھہر جاتے اور آرام لیتے تھے مگر یہ حکم برس تک رہا پھر نصفہ فرمایا تمام رات کی جگہ پچھلی آدھی رات کی عبادت فرض رہ گئی مگر گھڑی گھنٹہ نہ تھے ٹھیک آدھی رات کا اندازہ مشکل تھا اور اسکے علاوہ اسطرح کی متعین پابندی بھی کٹھی اسلئے او انقص منہ قلیلا او زد علیہ فرمادیا گیا کہ نصف پر کچھ موقوف نہیں اس سے کم زیادہ کرنا تمہاری حالت صحت و مرض حواس و بیداری فرط شوق وغیرہ پر محوّل ہے مگر آدھی سے بالکل ہی کم نہ کرو بلکہ جسقدر ہو ہر حال تہائی رات جاگنا عبادت کرنا ضرور ہے اسمیں سردی گرمی کی راتوں کے لحاظ سے بھی ایک تخفیف ہے۔ پھر اس رات میں کیا کرو؟ آپ ہی بتلاتا ہے ورتل القرآن ترتیلا کہ نماز میں قرآن بہت عمدہ طور سے۔ ترتیل کے معنی ہیں اچھی طرح سے پڑھنا۔ اسطرح پڑھنے سے دل پر ایک اثر ہوتا ہے اور جلد جلد پڑھنا گھاس کاٹنا ہے۔ (ان جملوں کی اور اسکے بعد کے جملوں کی ہم بعد میں شرح کرینگے) اسکے بعد فرمایا ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل الخ کہ ہمیں معلوم ہے کہ تو دو تہائی رات کے قریب اور نصف شب کے قریب اور تہائی کے قریب اُٹھتا ہے اور تیرے ساتھ تیرے اصحاب کا ایک گروہ بھی اُٹھتا ہے رات کا اندازہ تم ٹھیک ٹھیک نہیں کر سکتے اور رات دن کا اندازہ اللہ ہی کرتا ہے ابر باد ل وغیرہ اسباب سے دو ثلث اور نصف کا اندازہ مشکل تھا اسلئے اُسنے اپنی مہربانی سے تمہاری حالت مرض و سفر پر بھی نظر کرکے یہ حکم دیدیا کہ فاقرؤا ماتیسر من القرآن جسقدر تم سے ہو سکے نماز میں قرآن پڑھ لیا کرو۔ یہ اخیر رکوع کا خلاصہ ہے اس سے دو ثلث اور نصف اور ثلث رات کی قید بھی اُٹھ گئی جسقدر نشاط خاطر سے ہو سکے پھر اسکے بعد پنجگانہ نمازیں فرض ہوئیں جیساکہ سورہ کے اخیر میں ہے واقیموا الصلوٰۃ نسخ امت پر تہجد کی نماز جسکی بارہ رکعت سے لیکر چھ تک (موقع اور فرصت و حالت صحت و مرض کے لحاظ سے) ہیں سنت رہ گئی اور آنحضرت صلعم پر بدستور فرض رہی مگر یہ تخفیف ہوگئی کہ تمام رات یا دو ثلث یا ثلث کی قید باقی نہ رہی اور اخیر عمر تک آپ تہجد کی نماز پڑھتے رہے اور صحابہ رض بھی کرتے رہے اور صالحین امت کا یہی دستور اور طریق ہوگیا۔ (۲) بعض علماء کہتے ہیں شب بیداری نہ آنحضرت صلعم پر واجب و فرض تھی نہ امت پر بلکہ امر ندب کے لئے ہے کہ بہتر ہے جیساکہ ایک جگہ آیا ہے نافلۃ لک

قول اول

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا ۝ وَذَرْنِیْ وَالْمُكَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِیْلًا ۝ اِنَّ

اور انکی باتوں پر صبر کر　اور ان کو اچھی طرح سے چھوڑ دے　اور چھوڑ مجھے اور مالدار جھٹلانے والوں کو　اور ان کو ذرا مہلت دے کیونکہ

لَدَیْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِیْمًا ۝ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِیْمًا ۝ یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِیْبًا مَّهِیْلًا ۝

کہ ہمارے پاس بیڑیاں اور جہنم　اور گلا گھونٹنے والا کھانا　اور سخت عذاب ہے　جس دن کہ زمین اور پہاڑ لرزیں　اور پہاڑ پھسلنی ریت کا ٹیلا ہو جاویں

## (ترکیب)

والمکذبین عطف علی المفعول او مفعول معہ اولی النعمۃ صفۃ للمکذبین او بیان او بدل قلیلا ای زمانا قلیلا یوم ظرف لما فی لدینا من معنی الفعل وقیل وصف لعذاب۔ واصل مہیل مہیول فحذف الواو عند سیبویہ وسکنت الیاء وقیل قلبت الواو یاء۔

## (تفسیر)

ہو کر باطمینان قلبی بلا شور و شغب پورا پورا متوجہ ہونے کا موقع ملتا ہے کیونکہ کہ جس نے جو کچھ پایا شب بیداری میں پایا۔ بالی لاف زنی اس راہ میں کار آمد نہیں (٢) اور نیز یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ جن آدمیوں سے غائب ہیں پھر قرآن سنکر ہدایت پا گئے عبادت کرنے لگے آپ اسکے رسول اور ہادی ہیں آپ کو بھی رات میں عبادت کرنا چاہئے کہ اس وقت آدمی حاضر نہیں ہوتے اور ان سے یکسوئی حاصل ہوتی ہے تاکہ عالم غیب آپ پر منکشف ہو اور (٣) قرآن شب میں پڑھنے کا حکم دیا تاکہ دن میں لوگ فیضیاب ہوتے ہیں تو شب میں جن وغیرہ عالم کے لوگ بہرہ ور ہوں کیونکہ کہ آپ نبی الثقلین ہیں ظہور کا وقت جو دن ہے عالم ظہور کے لوگوں کے لئے یعنی آدمیوں کے لئے اور مخفی لوگوں کے لئے مخفی شب کا وقت دیا گیا (٤) اور یہ بھی ہے کہ ابتداء اسلام میں کفار دن میں آپ پر یورش کرتے تھے جیسا کہ فرمایا تھا وانہ لما قام عبد اللہ یدعوہ کادوا یکونون علیہ لبدا اسلئے مشغولی بحق کے لئے رات کا وقت مقرر کیا گیا جسمیں عبادت و تلاوت کی حلاوت بخوبی حاصل ہو سکے اور لوگوں کے شور و شغب سے انتشار خاطر نہ ہو۔ اسکے سوا مضامین و الفاظ میں بہت کچھ مناسبت ہے اور چونکہ سر سورہ پر مزمل کا لفظ تھا اسلئے اسکا نام سورۂ مزمل ہوا ۞

مزمل عرب میں اسے کہتے ہیں جو چادر میں لپٹا ہو یا چادرہ اوڑھے ہو آنحضرت صلعم کے پاس چودہ ہاتھ کا لمبا ایک کمبل تھا تہجد کی نماز اور تلاوت کے لئے جب اٹھتے تو اسی کو اوڑھ لیتے تھے تاکہ نماز میں اٹھنے بیٹھنے میں حرج نہ ہو وضو آسان ہو ہوا سرد سے محافظت ہو۔ اور نیز اس قسم کی چادر اوڑھنا یا لپیٹ لینا کفن لپیٹنے کی طرف اشارہ ہے تاکہ نفس ہر وقت موت سے آگاہ رہے اور رات کی اندھیری قبر کی اندھیری اور دنیا کے عدم کی ظلمت سے مشابہت رکھتی ہے اسلئے حضرات انبیاء علیہم السلام اس قسم کا کثیر اوڑھتے تھے خصوصاً حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام اور ہمیشہ سے صلحاء کا یہ لباس رہا ہے اور اسی لئے فقراء میں خرقہ پوشی ایک سنت چلی آتی ہے اور یہ لباس اس بات کی علامت ہے کہ اسکے اوڑھنے [illegible] نے ترک دنیا و عبادت مولیٰ کا التزام کر لیا ہے جیسا کہ وردی سپاہیوں کی علامت ہے۔ اس خرقہ کے لئے سات [illegible] ہیں (١) [illegible] و نماز تہجد و تلاوت قرآن (٢) دن میں اوقات کو یاد الٰہی میں مصروف رکھنا (٣) ہمیشہ ذاکر رہنا (٤) ترک و تجرد غیوب سے کل و اعتماد بر کارسازی خالق (٦) خلق کی جفا و ظلم پر صبر کرنا (٥) اہل دنیا کی صحبت ترک کرنا اور اسکے ساتھ انکی خیر خواہی بھی فا[illegible]

ہو جاتی تھی اور سرد موسم میں پسینہ آجاتا تھا اور جب روح کی یہی حالت ہو جاتی تھی اسلئے بار بار پہلے سے اس کا مشتاق ہو جانا سہولت کا باعث ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کے پڑھنے کے حکم کے بعد فرماتا ہے انا سنلقی علیک قولا ثقیلا کہ ہم ابھی تجھ پر بھاری بات ڈالیں گے جس سے مراد یہی وحی ہے قرآن مجید کا نازل ہونا ہے۔ آپ پر نہایت گران ہوتا تھا یہ ابتدا وحی میں تھا پھر آخر میں یہ ثقل جاتا رہا تھا پس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ رات کو اٹھنے اور قرآن کے پڑھنے کا آپ کو اسلئے حکم دیا کہ ہم آپ پر ایک بھاری بات ڈالینگے یعنی قرآن مجید یکے بعد دیگرے نازل کریں گے جو باعتبار نزول کے آپ پر بھی بھاری اور عمل کرنے اور عادت و رسوم کفر چھوڑنے کے لحاظ سے کفار و مشرکین پر بھاری ہے اور خود قرآن بھی ایک وزنی اور گران بہا ہے اپنی بلاغت اور جمیع وجوہ اعجاز اور تعلیم مکارم اخلاق کے لحاظ سے اور اس سبب سے کہ اسکے لئے ظہر و بطن ہے ہر پہلو میں ایک معنی ہیں بس امارہ کی تلوار میں توڑتے ہیں۔ بے نظیر ہے وغیرہ وغیرہ سب سی خوبیاں اسمیں جمع ہیں جس کا شل بارانسر ہے ممکن نہیں پس آپ پہلے سے مستعد رہیں اور عادت ڈالکر نفس کو اشراق جلال الٰہی کے لئے تیار رکھیں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ قول ثقیل سے مراد کلمۂ توحید ہے جسنے دنیا میں زلزلہ ڈالدیا تھا اور جس پر ہر طرف سے مار دھاڑ پڑی اور خویش و اقارب اکثر اسکے دشمن ہو گئے اور پھر تکلیف کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ بعض کہتے ہیں قول ثقیل وانذر عشیرتک الاقربین ہے یعنی اقارب تمام بنی آدم کے لئے دین حق کی منادی کرنا جس سے بھاری اور کوئی بات کیا ہوگی؟ تمام عالم کے سدھارنے کا بیڑا اٹھانا اس حالت میں کہ دنیا ہلاکت کے عمیق گڑھے میں گر پڑی ہو اور جہالت کی کالی گھٹاؤں نے ہر طرف سے گھیر لیا ہو بڑا بھاری کام ہے۔ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام صرف بنی اسرائیل کے سدھارنے کے لئے آئے تھے اور انہیں کے ہم قوم اور ہم زبان بھی تھے پھر بھی معاملہ ٹیڑھا تھا تب کہ جسقدر پہاڑ توڑ سکے اہل تو اگر یہ بھی نہیں جیہ جائیکہ ایک شخص تمام جہان کے لئے سمجھا جاوے ﴿ آفرین بر جان پاکت آفرین ، مرحبا بر روح پاکت مرحبا ﴾ اسلئے آپ کو تقرب الٰہی کی قوت اور انوار سے جو تہجد گذاری و ذکر و تلاوت کے سبب حاصل ہوتے ہیں پہلے سے قوی و مستعد ہونے کا حکم دیا گیا اور آپ کے ساتھ اس کام کے رفقاء کو بھی شریک کیا گیا کہ پہلے سے تیار ہو رہو تمسے بڑا کام لینا ہے ؎

﴿ والہ سوز تو کار ہا بکند ، دعا نیم شبت دفع صد بلا بکند ﴾ یہ جو تھوڑے سے دنوں میں تمام جہان میں توحید و حق پرستی و پرہیزگاری کی روشنی پھیل گئی اس اندھیری راتوں کے سوز و فغان کا اثر ہے۔ اے خدا کے پیارے اسقدر بھاری بوجھ اٹھانے والے پیغمبر اور تیری پاکباز جماعت پر جنہوں نے خوشی سے اس گرانبار بوجھ کے تلے کندھا دیا اور ڈوبتی کشتی بنی آدم کو بھنور سے کھینچ کر کنارہ پر لا ڈالا لاکھ لاکھ درود اور کروڑ کروڑ سلام اور جان فدا ہوا ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے فرزند ارجمند آپنے اپنے جد بزرگوار کے کام کو پورا کر دیا آپ کا احسان قیامت تک بنی آدم ادا نہیں کر سکینگے علیک صلوٰۃ اللہ وسلامہ ؛

اسکے بعد رات کے اٹھنے کے فوائد بیان فرماتا ہے اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا کہ رات کا اٹھنا نفس پر سخت ہے اور بات کہنے میں بہت عمدہ وقت ہے (ناشی پیدا ہونے والا کہتے ہیں نشات تنشاء نشاءً یعنی ناشیۃ والانشاء الاحداث) ناشئۃ اللیل کے دو معنی ہیں (۱) ابو عبیدہ کہتے ہیں ناشئۃ اللیل رات کی ساعتوں اور گھڑیوں کو کہتے ہیں جو یکے بعد دیگرے پیدا ہوتی ہیں (۲) جو رات میں پیدا ہو انسان کا نفس بھی ناشئۃ اللیل ہے جو خواب کے بعد گویا دوبارہ پیدا ہوتا ہے اور قیام لیل کو بھی کہہ سکتے ہیں ابن الاعرابی کہتے ہیں جب اول رات سو کر اٹھے تو انشاء کہتے ہیں اور اس سے ناشئۃ اللیل ہے اور شب میں جو بیدار ہونے کے بعد روح پر انوار غیبی پیدا ہوتے ہیں وہ بھی ناشئۃ اللیل ہیں۔ الحاصل اس کا

اور [illegible] پھر [illegible] نصف [illegible] کا حکم [illegible] بیداری اور [illegible] کا اٹھا رکھا گیا آخر
[illegible] برابر ہو [illegible] گرانی [illegible] اول اول جو حصہ کہ شب بیداری [illegible] کی جو قم اللیل الا
قلیلا کا مصداق [illegible] نصف شب [illegible] کبھی ایک تہائی رات [illegible] نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ سے سمجھا جاتا ہے اور
اسپر [illegible] فرماتا ہے ان ربک یعلم انک تقوم کہ تیرا رب جانتا ہے کہ تو اور تیرے ساتھ والے دو ثلث اور نصف اور ایک ثلث رات
مین اٹھے اور شب بیداری کرتے ہین اگر او انقص منہ قلیلا او زد علیہ کے یہی معنی نہ تھے تو آپ دو ثلث اور نصف اور ثلث رات مین کیون
اٹھنے اور کہان سے یہ بات پیدا ہوئی تھی مگر سمجھ اس ثلث و نصف و ثلث کی قید بھی جو آنحضرت و صحابہؓ نے اپنے لئے نفل کی طور لگا رکھی تھی
اٹھ گئی اور تہجد گزارون کے شوق اور فرصت پر چھوڑ دیا **ف** ورتل القرآن ترتیلا مبرد کہتے ہین عرب بولتے ہین ثغر رتل جبکہ دانت
گنجان ہون بلکہ جدا جدا ہون اور کلام مرتل اُس کلام کو کہتے ہین جو باترتیب ہو اور جسکے جملے الگ الگ ہون قرآن کی ترتیل اسکے حروف
و کلمات کا مخارج سے ادا کرنا اور جلدی نکرنا اور حرکات و وقوف کو ایسی طرح سے ادا کرنا کہ سننے والا اگر گننا چاہے تو گن سکے تدبر و تفکر کے لئے ہے کہ معانی
و معانی پر خوب نظر رہے حضرت ام سلمہؓ سے یعلی بن مالک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کا حال دریافت کیا فرمایا تم آپکی نماز کیا پوچھتے ہو پھر آپکی قرأت
بتلائی ایک ایک حرف جدا کر کے (اخرجہ النسائی) اسیطرح بخاری و ترمذی وغیرہ محدثین نے روایات نقل کی ہین شعر کے طور سے پڑھنے سے اور جلد جلد پڑھنے
سے آنحضرت صلعم نے منع فرمایا ہے اور حکم دیا کہ جس سے دلونکو حرکت ہو اسطرح سے پڑھو **ف** یہ پڑھنا بظاہر نماز تہجد مین ہے اگر نماز سے فارغ ہو کر اون بھی
کوئی قرآن مجید پچھلی رات پڑھتا ہے تو عجب نور و سرور روحانی پیدا ہوتا ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ الفاظ قرآنی اسکے معانی پر دلالت کرتے ہین اور وہ معانی
مدتون کلام نفسی کا مرتبہ علم الٰہی مین حاصل کر چکے ہین پھر حسب وہ معانی ان الفاظ سے کہ ضمن او بہت تقدس کا رنگ پیدا ہو گیا ہے اور اُس عطر حقیقی سے معطر
ہو چکے ہین کان کے رستہ سے دل تک پہونچتے ہین تو پڑھنے والیکی روح پر وہی کیفیت پیدا کرتے ہین۔ اور کچھ کلام الٰہی پر منحصر نہیں جس کلام کو بار بار
پڑھا جاویگا اور اُسکے معانی کا ذہن علی الدوام ملاحظہ کریگا متکلم کی صفت اور اُسکا رنگ اسکے اندر نمودار ہوگا مثنوی شریف اور بزرگون کے
ملفوظات کو دیکھئے اور اسی طرح برے کلامون کو قیاس کر لیجئے عشق و حسن اور فواحش کے افسانے اور عیارون بدمعاشون کی داستانین اُنکے
پڑھنے والون بلکہ سننے والون پر ایسا ہی رنگ پیدا کرتے ہین ؛

معنی ترتیل

حاصل کلام یہ کہ قرآن مجید کے پڑھنے سے انوار روحانیہ اور قرب حق میسر آتا ہے اور بندہ کے تمام مدرکات و مشاعر کو انوار قرب الٰہی پر کر لیتے ہین اور صفات
الٰہیہ بندہ کی صفات پر اور اسکے افعال اسکے افعال پر غالب آجاتے ہین اور یہی دنو و تدلی ہے خصوصاً جبکہ اس استحضار و التفات کا دوام ہو۔
علما فرماتے ہین کہ قرأت قرآن اور اسمین غور و تدبر کے تین مرتبے ہین اول یہ کہ ہر خطاب و قصہ مین اپنے آپکو مخاطب سمجھے دوم یہ کہ بغیر واسطہ اس کلام
کو حق سبحانہ سے سُنے تیسرا مرتبہ جو اعلیٰ ہے یہ ہے کہ متکلم کی صفات و افعال کا اسمین مشاہدہ کرے ؛

فوائد قرأت قرآن

**ف** نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید پڑھنے کا حکم دینا انکو علم غیب حاصل کرنیکے لئے تیار کرنا ہے اور وحی کے لئے مشتاق کرنا ہے کیونکہ بار بار زبان سے کان تک کلام الٰہی کا
پہونچنا اور کان سے دل تک جانا صدمۂ وحی مین تخفیف پیدا کرنیکا باعث ہے یعنی پہلے سے سدھانا ہے کیونکہ نزول وحی کے وقت ارواح ملکیہ بمقام متعددہ سے آیا کرتے
تھے اور فرشتہ اس کیفیت کے جانبکا قلب و جوارح تک پہونچا حواس و قویٰ بشریہ کو ایک سخت صدمہ پہونچاتا تھا یہانتک کہ آپ پر ایک بیہوشی طاری
[illegible] تحمل و اعتماد [illegible]

طریقہ مبتدی و منتہی کے مناسب مقرر کئے ہیں اور تجربہ ثقات نے بتلادیا ہے کہ انکا اثر جلد محسوس ہوتا ہے اور نور قلب و روح میں انکا ایک عجیب خاصہ ہے اسکا انکار بدیہیات کا انکار ہے۔ منتہی ہر حال میں ذاکر رہتا ہے کوئی شغل اور کوئی حال اسکو یاد الٰہی سے غافل نہیں کرسکتا مگر مبتدی کے لئے ذکر شغل کے ساتھ ہو تو جلد اثر بخشتا ہے اسلئے فرماتا ہے وتبتل الیہ تبتیلا کہ ما سوی اللہ جسقدر شواغل و علائق ہیں انکو منقطع کرکے اسی کی طرف متوجہ ہو جا اسکے بعد تحلیہ و تخلیہ میں نجر ہوگا تو اسمیں کوئی خطرہ اور وسوسہ سد راہ ہوگا ورنہ ہزاروں خطرات کی نجاست کے ساتھ ذکر کچھ مفید نہیں۔

سے زبان تسبیح و دروِ دل گاؤ خر اینچنین تسبیح کے دارد اثر ؂

ذکر مع التبتل کی عرفا نے ایک صورت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ علاوہ اہل دنیا کو منقطع کرے اگر کرسکے ورنہ کم تو ضرور کرے نہ کسی سے دوستی کسی سے دشمنی نہ جھگڑا نہ مطلب نہ کینہ نہ حسد باقی رکھے بقدر ضرورت مال سے لباس و مکان پر اکتفا کرکے شب کو کسی گوشہ میں سر ڈھانک کر قبلہ رو با طہارت بیٹھے استغفار و درود کے بعد ذکر شروع کرے فرائض و سنن و نوافل کے بعد کوئی ذکر ہو اگر ذکر قلبی ہو تو بہتر اور توجہ تام حق سبحانہ کی طرف ہو اسکے بعد اسپر ایک حالت طاری ہوگی کہ جسمیں تعداد ذکر بھی جاتی رہیگی۔ اسکے بعد ایک جاذبہ محبت اسپر طاری ہوگا اور اسکو ایک بیخودی ہوگی جسمیں اپنے و ماسوا و فوائد کے حالات سے بھی فراموشی ہو جائیگی اور اس مرتبہ کو قرب کہتے ہیں اسکے بعد ذکر بھی ساقط ہو جاویگا اور ذکر بھی مذکور کا شہود باقی رہ جاویگا اسکے بعد ایک [illegible] سے قیاس حاصل ہوگا اور اس مرتبے کا نام بقا ہے۔ اسطرح سے ادا کرے کم از کم چار چلے تو اسکو عمل کرے کھرد کیکیے کہ حال کیسے کیسا راسرار منکشف ہوتے ہیں مگر صلاحیت و قابلیت شرط ہے ؂

ف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے ذکر مع التبتل کیا کرتے تھے کہ مکہ سے کئی میل کے فاصلہ پر حرا ایک پہاڑ ہے اسکے غار میں اپنا خلوتخانہ بنا رکھا تھا آپکی بیوی حضرت خدیجہ رض کچھ کھانا پانی آپکو وہاں پہنچا دیا کرتی تھیں۔ یہ ٹھیک معلوم نہیں کہ کتنے عرصہ تک آپ وہاں رہے مگر جب عالم غیب کے مشاہدہ کا وقت آگیا تو ملائکہ سے مانوس ہوئی نہیں آخر جبرئیل امین آئے اور سورۂ اقرء ساتھ لائے اسکے بعد چھ مہینے تک وحی بند رہی اور آپ پر اس قلق سے ایک سخت صدمہ تھا اور اس حالت کا نام ضلال تھا جسکے دفع کی طرف سورۂ الم نشرح میں اشارہ ہے ووجدک ضالا فہدیٰ چھ مہینے کے بعد پھر سورۂ مزمل نازل ہوئی اور پھر پے درپے قرآن نازل ہونے لگا اور اعلاء کلمۃ حق سے مکہ میں ایک شور برپا ہوگیا ایذاؤں کے دروازے کھل گئے اس سورہ میں بھی انہیں حالات کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ لفظ مزمل اور نماز تہجد و ذکر و تبتل کا اشارہ ہے جو اسوقت کی حالت سے مناسب تھا بعد میں جلوت کا زمانہ آگیا جو ارشاد و ہدایت کے لئے ضروری تھا ؂

تبتل پر خیال بشری یہ اشکال پیدا کرسکتا تھا کہ پھر دنیاوی کام کیونکر چلیں گے کھانا پینا مرنا جینا شادی غمی تندرستی بیماری میں جو امور تمدنی ہیں ضروریہ نوع کی طرف حاجت پڑتی ہے پھر سب سے الگ ہو جانا مشکل بات ہے اسلئے اپنے نبی کریم کو بتایا جاتا ہے رب المشرق والمغرب لا الٰہ الا ھو فاتخذہ وکیلا کہ وہ مشرق و مغرب کا رب ہے اسکے سوا اور کوئی معبود نہیں تمام دنیا اور اسکے جمیع اسباب و رسائل سلسلے اسی کے ہاتھ میں ہیں وہی اہل مشرق و مغرب کی پرورش کرتا ہے پتھر میں کیڑے کو گھونسلوں میں پرندوں کو بیابانوں میں چرندوں کو روزی دیتا ہے مشرق سے دن نکالتا ہے جہان کو روشن کرتا ہے تمام کام کا سلسلہ جاری کردیتا ہے مغرب کا رب ہے اندھیری چھا دیتا ہے رات میں بستر خواب پر سب کو لٹا کر موت کا نمونہ دکھا دیتا ہے پس اسکو اپنا کارساز بنا رکھ وہ آپکے کام سرانجام کردیگا

الاصل یہ ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ابتداء میں سخت ریاضتیں کی ہیں چالیس روز کے روزے اور صحرا نشینی اور [illegible] اور دعا و نماز میں مصروف رہنا اور حواریوں کو تاکید کرنا اور دنیا سے بالکل الگ رہنا اور یہ فرمایا کہ خدا و دنیا دونوں کو [illegible] اور [illegible] سو جنگل میں سبز [illegible] ہے وغیرہ بہت سی باتیں مذکور ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی ابتدائی حالت میں ہوتی ہیں جیسا کہ آنحضرت صلعم کے حالات میں اور اقوال [illegible]

[illegible]

اُٹھنا بھی ناشئۃ اللیل ہے) وطأً کو جمہور نے بفتح واو وسکون طا پڑھا ہے اسکے معنی ثقیل اور سخت کے ہین بولنے میں اشتدت علی القوم وطأۃ السلطان اور اسی معنی میں ہے آنحضرت صلعم کا یہ قول اللھم اشدد وطأتک علی مضر یہ مطلب کہ رات کا اُٹھنا نفس پر گران ہے اور یہ واقعی بات ہے پچھلی رات کی میٹھی نیند خصوصاً سردی مین جبکہ لحاف میں لپٹا ہوا ور زنان محبوب و فرزندان مرغوب بغل مین ہون اور اسیطرح گرمی کی راتون مین جبکہ اول رات گرمی کی شدت اور پسوؤن اور مچھرون کی بدولت کے دیر سے آنکھ لگی ہو اُٹھنا وریاد آلہی میں مصروف ہونا بڑی جوانمردی کا کام ہے اسیلئے ان اُٹھنے والون کی مدح خدا تعالےٰ کرتا ہے تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا کہ بستروں سے اُٹھکر اپنے رب کو طمع و خوف میں پکارتے ہیں اور فرماتا ہے یبیتون لربھم سجدا وقیاما کہ اللہ کے نیک بندے اپنے رب کے لئے سجدہ اور قیام مین رات گذارتے ہین۔ بعض نے بکسر الواو وفتح الطاء بھی پڑھا ہے اس تقدیر پر اسکے معنی مجاہد و ابن ابی ملیکہ وغیرہ نے موافقت اور مطابقت کے لئے ہین کہ رات کے اُٹھنے میں زبان اور دل اور آنکھ اور کان میں بہت موافقت ہوتی ہے کیونکہ کہ انتشار اور تشویش کا وقت نہین ہوتا بلکہ سکون اور تسکین کا وقت ہوتا ہے جو کچھ منہ سے نکلتا ہے دل سے نکلتا ہے کان اُسکو دل تک پہونچانے کے لئے تیار رہتے ہین واقوم قیلا اور اسوقت بہت درست اور ٹھیک بات منہ سے نکلتی ہے۔ قتادہ و مجاہد کہتے ہین قرأت قرآن اسوقت بہت ٹھیک ہوتی ہے کیونکہ دنیا میں جیسے حجاب ہوتی ہے اور عالم غیب کے انوار کا بھی روح پر ایک خاص انکشاف ہوتا ہے اور حظیرۃ القدس کو ارواح بنی آدم کی طرف التفات تام ہوتا ہے اسی بات کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے کہ ینزل ربنا تبارک وتعالی کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الآخر (متفق علیہ) کہ جب تہائی رات باقی رہجاتی ہے تو ہر رات میں سبحانہ آسمان زمین کی طرف اُترتا ہے اور فرماتا ہے کہ کوئی مانگنے والا ہے کہ میں قبول کرون؟ کوئی مانگتا ہے دون کوئی مغفرت مانگے بخشدون۔ خدا پاک نزول و صعود جسمانی سے پاک ہے اس سے مراد وہی تدلی و دنو ہے جسکو عرفا لطف کہتے ہین۔ نماز تہجد کے فضائل اور اسکی تاکید اور اسکے برکات احادیث صحیحہ مین بکثرت بیان ہوئے ہیں جنکے ذکر کی یہان گنجائش نہیں۔ اسکے برکات مین سے ایک یہ بھی ہے کہ تہجد گذار کے منہ پر ایک عجب نور نمودار ہوتا ہے اور اُسکی قبر میں کبھی اندھیری نہیں ہوتی اور اُسکی مشکلات کو خدا آسان کرتا ہے ہر ایک دنیا کی ظلمت سے نجات دیتا ہے ۔

فرماتا ہے رات کے اُٹھنے کا کیوں حکم دیا گیا ان لک فی النھار سبحا طویلا اسلئے کہ دن مین تیرے لئے بڑا کام رہتا ہے (السبح الجری والدوران ومنہ السباحۃ فی الماء لتقلبہ بیدیہ ورجلیہ وفرس سابح ای شدید الجری۔ قال ابن عباس السبح الفراغ للحاجۃ والنوم) یعنی دن مین ہدایت و ارشاد و فیصلہ خصومات و تدابیر دفع اعداء دین و عیادت مرضیٰ و تدبیر خانہ داری وغیرہ کار رہتے ہین تخلیہ مشکل ہے اسلئے رات کا وقت مناجات و تلاوت و نماز کے لئے عمدہ وقت ہے۔ زجاج کہتے ہین یہ معنی ہیں کہ رات کے جاگنے مین نیند اور آرام حاصل نہ ہو تو دن آپ کے لئے بڑا وسیع ہے اسمین آرام کرلو سو لو ۔

رات کی عبادت ہی پر موقوف نہین کہ دن مین خدا سے غافل ہو جاوے دنیا ہی کے دھندے مین پھنسا رہے بلکہ ہر وقت یاد رکھے اسلئے ارشاد فرماتا ہے واذکر اسم ربک کہ اپنے رب کو یاد رکھ ہر حال مین اُسے نہ بھول کیونکہ جب دم بندہ اُس سے غافل ہو جاتا ہے تو سلسلہ انوار کا روح سے منقطع ہو جاتا ہے اور تاریکی پھر جاتی ہے روح پژمردہ ہو جاتی ہے ف ذکر عام ہے خواہ زبان سے ہو خواہ قلب سے خواہ روح سے خواہ سر سے خواہ خفی خواہ جلی خواہ نفس و غیرہ کا اسم ذات کا ورد ہو یا کسی اسم صفاتی کا کہ جس سے اسکو مناسبت ہو اور اُسکے حال کے موافق ہو۔ حضرات صوفیہ کرام نے اجتہاد و استنباط اور تعلیم الہامی اذکار کے مختلف

اور انکے لئے آگ جلانے والی بھی تیار ہے یہ انکے عشق و محبت دنیا کی آگ ہے اور نیز دین حق کے مقابلہ کی آگ ہے اور شہوات و لذات کی بھی آگ ہے جو انکے دلون مین جلا کرتی تھی اور یہ اسمین جلا کرین اور کھانے مین گلا گھونٹنے والے گلے ہے یہ آج سے ہی نہین ہے انکے دنیا مین عمدہ عمدہ کھانون کا بدلہ ہے جو کہ کر شہوت پرستی اور بدکاری پر تیار کرتے تھے اور نیز یہ وہ بزرگان دین کی نصیحت بھی انکے گلے سے نیچے دل مین نہین اترتی تھین اور بری اور بڑا او نیچے تھے اور یہ وہ شادیانا اور ناچ و رنگ اور کھیل تماشے بھی ہین کہ جنمین مسرور اور خوش رہا کرتے تھے آج وہ گلو گیر ہو رہے ہین اور طرح طرح کے دردناک عذاب بھی ہین یہ سامان آج کے لئے تیار ہین مرنیکی دیر ہے اس چند روزہ زندگی مین جو کچھ کر رہا ہے کر لین اور یہ چیزین پوری ہونگی کسدن ملین گی یوم ترجف الارض کہ جسدن زمین لرزے گی اور پہاڑ کانپ اٹھین گے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر ٹیلہ ریت کے ہوجاوین یعنے قیامت کے روز — اور قیامت سے پہلے بھی مگر کم — انجیل لوقا کے ۱۶ باب مین ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ایک دولتمند کافر اور ایک غریب دیندار کا ذکر کیا ہے جو ناسور اور زخمون سے چور تھا اور کتے اسکے زخم چاٹتے تھے اور دولتمند کے پاس خوردہ ٹکڑون کی آرزو کیا کرتا تھا آخر بیچارہ وہان مرگیا العزر کہ جو غریب تھا فرشتون نے لیجا کر ابراہیم کی گود مین رکھا اور دولتمند کو دوزخ مین اسنے ابراہیم کو دیکھا اور اسکی گود مین العزر کو بھی اور آسنے پکارا کہ اے باپ ابراہیم مجھپر رحم کر اور العزر کو بھیج کہ اپنی انگلی کا سرا پانی سے بھگو کر میری زبان ٹھنڈی کرے کیونکہ مین لو مین تڑپتا ہون تب ابراہیم نے کہا اے بیٹے یاد کر کہ تو اپنی زندگی مین اچھی چیزین لے چکا اور العزر بری چیزین سو اب وہ آرام پاتا ہے تو تڑپتا اور ہمارے تمھارے درمیان ایک بڑا گڑھا ہے ادہر کے ادہر اور ادہر کے ادہر نہین جاسکتے تب دولتمند نے کہا مین منت کرتا ہون کہ تو میرے باپ کے گھر بھیج میرے پانچ بھائی ہین انکو مطلع کرے تاکہ وہ بھی اس عذاب کی جگہ نہ آوین ابراہیم نے فرمایا انکے پاس انبیا ہین چاہئے کہ انکی سنین اسنے کہا اے باپ اگر مردون مین سے کوئی انکے پاس جائے تو وہ توبہ کرینگے ابراہیم نے فرمایا جب نبیون کی نہ سنی تو مردون کی کب سنینگے

آیات ہاکی تفسیر کے بعد ہمکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کا بیان کرنا ضروری ہے

## نماز تہجد

اسکا وقت جمہور کے نزدیک آدہی رات ڈہلنے کے بعد سے صبح صادق تک ہے — آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وتر تہجد کی نماز کے بعد پڑہا کرتے تھے اور جسکو نماز تہجد کیلئے بیدار ہونیکا پورا بھروسہ نہو تو وہ عشاء کی نماز کیساتھ پڑہ لے تو کچھ مضائقہ نہین چنانچہ بعض صحابہ ایسا ہی کرتے تھے — احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ شب بیداری اور نماز تہجد کی حالت سورۂ مزمل کے بعد سے ایکساطرز خاص پر تھی کبھی آپ عشاء پڑہکر سوجاتے اور آدھی رات کے بعد اٹھکر وضو کرکے دو رکعت پڑہتے انمین بہت کچھ قرآن مجید پڑہتے تھے سورۂ بقرہ و آل عمران وغیرہ اور یہ دو رکعت بڑی دیر مین تمام کرتے اور تھک جاتے تو لیٹ جاتے تھے پھر اٹھکر اسی طور سے دو رکعت پڑہتے کبھی چھ رکعت پڑہتے کبھی زیادہ دس تک پڑہتے پھر اخیر مین تین رکعت وتر پڑہتے بعض محدثین کے نزدیک چھ رکعت یا آٹھ یا دس رکعت کے بعد متصلا ایکرکعت اور ملادیتے طاق کرنیکے لئے اور اسی کو وتر کہتے ہین اسکے یہ نہین پایا گیا کہ وتر کی ایکرکعت جداگانہ بھی پڑہی ہو صبح صادق کے بعد صبح کی دو رکعت پڑہکر ذرا لیٹ جاتے اور پھر نماز صبح پڑہاتے اور کبھی صبح صادق تک برابر نماز پڑہتے رہتے — تہجد مین بروایت مسلم جو زید بن خالد جہنی سے ہے تیرہ رکعت مع وتر کے ثابت ہوئی ہین — اور عائشہ صدیقہ رض کی روایت مین جسکو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے گیارہ رکعت بھی ثابت ہین — اور کبھی کھڑے ہوکر کبھی بیٹھکر بھی نماز تہجد پڑہتے تھے اور رکوع و سجود کے وقت اٹھکر رکوع و سجدہ کرتے تھے — کوئی خاص سورۃ مقرر نہین تھی — آپ نماز تہجد مین بہت رویا کرتے تھے — اور قرآن مجید کبھی آواز سے کبھی آہستہ پڑہتے تھے — اور کبھی تہجد مین دو رکعت اول جلدی تمام کرتے بعد کو طول دیتے — اور نماز مین اٹھنے سے پہلے بہت دعائین پڑہتے تھے جو کتب حدیث مین مذکور ہین

... ... ... انسان کی ... دو باتین ضروریتیں آتی ہیں ایک وہ کہ جنکا تعلق اپنی ذات اور خالق سے ہے دویم یہ کہ جنکا تعلق اورون سے بھی ہے اسلیئے یہان تک
آنحضرت صلعم کو ... قسم اول کی تعلیم تھی کہ انکو عمل مین لاؤ اور وہ چار باتین ہین (۱) قیام شب و نماز تہجد و قراءت قرآن عام ہے کہ آدھی رات یا ثلث
ایک ثلث رات ... اسکے ضمن مین قیام شب کے فوائد بھی ارشاد کردیئے تھے کہ ہم تجھپر ایک بھاری بات ڈالینگے عبادت و ریاضت سے اسکے لئے تیار رہو اور نیز رات کا
اٹھنا نفس کشی کا اثر عمدہ آلہ اور قراءت اور مناجات کا خوب وقت ہے (۲) اسکے سوا ہر وقت اور ہر حال مین اپنے رب کو یاد رکھو (۳) سب علائق کو توڑکر اسکی طرف متوجہ ہو
علائق توڑنے کے یہی معنی نہین کہ زن و فرزند سے و شرکار و بار معاش کو معطل کردو بلکہ تعلق خاطر اٹھالو دلمین جگہ نہ دو اور ان پر فریفتہ نہو جاؤ دفع الوقتی اور ایام گزاری لحوظ
رکھو اور اسلام مین یہی تبتل معتبر ہے نہ رہبانیت کہ لنگوٹا باندھکر جنگل اور پہاڑون مین جابیٹھو اسلیئے کہ ایسا حکم نظام عالم کو برہم کرتا ہے ہان اگر خاص لوگ اپنے مناسب
حال سمجھیں اور جذبہ محبت انکو دنیا سے بالکل الگ کردے تو انپر کچھ عتاب بھی نہین (۴) اسپر توکل کر تمام دنیا کا وہی کارساز ہے۔ توکل صرف منہ سے کہنے کا نام
نہیں بلکہ تدابیر و اسباب ظاہریہ کے بعد بھی یقین کامل رہے کہ وہی ہمارے کاربار کا متکفل ہے وہی مصائب دفع کرتا ہے۔ اور ان حکمون مین عمدہ ترتیب طبعی ملحوظ ہے کس لئے
کہ جب بیدار تہجد گزار کو ذکر مین حلاوت پیدا ہو جاتی ہے وہ دن مین بھی اس محبوب حقیقی کو نہین بھولتا بلکہ اس مزہ مین رات کا منتظر رہتا ہے اور جب یہ کیفیت ہو جاتی
ہے تو خود بخود دل سے قطع تعلقات بھی ہو جاتے ہیں کیسلیئے کہ یہ تعلقات اس محبوب حقیقی کے وصال مین موانع اور رقیب ہیں ایک دل مین دو مخالف خواہشین
کیونکر جمع ہو سکتی ہین۔ اسکے بعد اسپر تجلی اور ... ہوتا ہے پھر اسکی آنکھ مین اور کوئی دکھائی نہین دیتا کہ جسپر وہ توکل کرے یا اسکو کارساز سمجھے اسکے سوا کسی چیز
کو ہستی مین نہیں آتا ؎ چو سلطان عزت علم برکشد ۔ جہان سر بجیب عدم درکشد ۔

اسکے بعد قسم دویم کی باتیں ذکر فرماتا ہے جنکی اپنی آراستگی و درستی کے بعد مخلوق کی درستی کے لئے ضرورت ہے اور وہ بھی چار ہین (۱) واصبر علی ما یقولون کہ انکی
باتون پر صبر کر۔ کفار کی باتیں کئی قسم کی تھین اول یہ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپکے اصحاب کو برا کہتے اور گالیان دیا کرتے تھے۔ دیوانہ۔ جھوٹا
اور سخت باتیں کہتے تھے جس سے جوش آتا اور درپے انتقام و مقابلہ ہونا ایک فطری بات ہے مگر اس سے آنحضرت کو روکا گیا کسلیئے کہ اس سے عداوت قائم ہوتی ہے
جس سے ہدایت کا دروازہ بند ہوتا ہے جو کچھ کہین کہنے دو برا نہ مانو اپنا کام عبادت و ہدایت کا کئے جاؤ (دوم) وہ اپنے بتون کی مدح اور انکی کرامات کے کرشمے اور اسلام
کا انکار کرکے لوگون کو توحید اور آخرت کے مبدا اعمال حسنہ سے روکتے تھے ایسی باتون پر بھی خداپرست طبائع کو غصہ آنا معمولی بات ہے مگر ابتدا میں انکے جواب و مقابلہ
سے روکا گیا (۲) واھجرھم ھجرا جمیلا اور ان بیوقوفون کو اچھی طرح سے چھوڑدے۔ ہجر جمیل یہ ہے کہ کینہ نہ رکھے انکو برائی اور ایذا پہونچانے کا قصد نہ کرے نہ گلہ و
شکوہ کرے ہجو و توہین تو کجا جہان تک ہوسکے بھلائی اور نصیحت سے بھی درگزر نہ کرے۔ آنحضرت صلعم اور صحابہ نے جب یہ اخلاق حمیدہ کفار سے برتے
تو پھر انکے دلون پر ایک ایسا اثر ہوا کہ روز بروز سیکڑون اسلام کی طرف مائل ہونے لگے۔ واعظ اسلام مین یہ باتین شرط ہین اگر ایسی طبیعت نہ ہو تو
اسکو وعظ و ہدایت کی مسند پر بیٹھنا روا نہین کسلیئے کہ بجائے ہدایت کے اسکے اخلاق درشت اور منتقم طبیعت اور لڑنے والی زبان سے اور بھی عداوت
ہوکر لوگون کو اپنی بیہودہ باتون پر اصرار ہوجائیگا (۳) وذرنی والمکذبین اولی النعمۃ کہ مالدار جھٹلانے والون کو مجھ پر چھوڑ دے آپ انکے لئے بددعا بھی نہ کرین
(۴) ومھلھم قلیلا اور انکو تھوڑی مہلت دیجئے۔ اول تو ایسے گمراہ اور گمراہ کرنے والون کو جو اپنے خداداد مال و جاہ کا شکریہ نہیں کرتے بلکہ اسکو خدا کے مقابلے مین صرف
کرتے ہین دنیا ہی مین سزا ملا کرتی ہے ورنہ مرنے کے بعد تو ضرور ہی ملیگی اور یہ چند روزہ مہلت ہے۔ اور وہ سزا کیا ہے ؟ ان لدینا انکالا و جحیما و طعاما ذا غصۃ
و عذابا الیما کہ انکے لئے ہمارے ہان بیڑیان تیار ہین اسلئے کہ ان پاؤن سے خدا کی راہ میں چلکر نہین آتے تھے اور نیز کفر سے ہوکر نماز نہین پڑھتے تھے بلکہ فساد اور نفسانی خواہشون

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں برکت دینے کا وعدہ بھی ہوا ہے اگر اسکا مصداق حضرت عیسے ہا اور کوئی اسرائیلی ہی ہو تو نبی اسرائیل میں سے نام ہوا سمجھا جائیگا نہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے دوسرے اس نبی کی نسبت یون فرمایا کہ وہ موسیٰ کے مانند ہوگا۔ اور یہہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل مین سے کوئی بھی موسیٰ کے مانند نہین گزرا بلکہ ہر ایک انکا شریعت مین متبع تھا اور حضرت عیسے علیہ السلام مین تو کوئی بھی مشابہت حضرت موسی سے نہین تھی کیونکہ حضرت موسیٰ ماں باپ سے پیدا ہوئے تھے بیوی اولاد رکھتے تھے ایک فرومایندہ قوم کو سرکشون کے پنجون سے چھڑا کر لائے اور اوسکو ایک ملک کا سردار کر گئے برخلاف حضرت عیسے کے کہ وہ بقول نصاریٰ کے آدم زاد ہی نہ تھے بلکہ خدا زادے یعنی خدا کے بیٹے (تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیرا) اور نہ انکی بیوی تھے نہ قوم کو رومیون کی قید سے آزاد کرا گئے۔ اور نیز حضرت موسی کے جانشین انکی نسل کے غیر لوگ ہوئے جیسا کہ یوشع بن نون انکے بعد ان کا خلیفہ ہوا حالانکہ آپکی اولاد بھی موجود تھی اسی طرح آنحضرت صلعم کے بعد آپ کے جانشین حضرت ابوبکر ہوئے باوجودیکہ آپ کے اقارب و اولاد بھی تھی جنکے عہد مین عرب غیر قومون پر کامیاب ہوئے جیسا کہ یوشع بن نون کے عہد مین بنی اسرائیل شام اور فلسطین پر قابض ہوئے اور دونون کی شریعت مین بھی حلت و حرمت طہارت و نجاست قوانین عبادت احکام معاملات اور دستور عبادات مین بہت مشابہت ہے اور حضرت عیسے کے پاس کوئی نئی شریعت ہی نتھی بلکہ موسے علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے اس لئے فرماتے تھے کہ مین توریت کا ایک شوشہ بھی مٹانے نہین آیا اور نہ شریعت کو منسوخ کرنے آیا ہون اور جو بعد مین پولوس وغیرہ نے شریعت بنائی تو اس مین ان باتون مین سے کچھ بھی نہین حضرت موسے نے جہاد کئے اسی طرح آنحضرت صلعم نے بھی کئے وہ لوگون مین صاحب شوکت اور وجاہت تھے ایسا ہی آنحضرت صلعم بھی برخلاف حضرت عیسے علیہ السلام کے کہ وہ محض فقیرانہ اور عاجزانہ پیرایہ مین تھے حضرت موسے علیہ السلام کو کوئی مخالف قتل نکر سکا اپنی موت سے مرے ایسا ہی آنحضرت صلعم برخلاف حضرت عیسے علیہ السلام کے کہ وہ بقول نصاریٰ یہود کے ہاتھ سے مارے گئے۔ الغرض پیدائش سے لیکر شریعت و احکام اور زیست کے حالات اور موت اور بعد مین جانشینون تک کے حالات مین حضرت موسے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم مین جیسی مشابہت ہے اس کا سوان حصہ بھی حضرت عیسی علیہ السلام مین نہین۔

پھر فرماتا ہی اگر اسے قریش تم ہمارے نبی الرحمۃ کی وجہ سے دنیاوی ہلاکت سے بچ گئے یا جیسا کہ تم ڈھائی سے کہتے ہوکہ ہم دنیا مین ہر قسم کی مصیبت اٹھا سکتے ہین تو کیف تتقون ان کفرتم یوما یجعل الولدان شیبا اوس دن سے کیونکر بچوگے (اگر تم کافر رہے اور کفر مین مرگئے) جو لڑکون کو بوڑھا کر دیگا۔ یعنی قیامت کا دن علماء فرماتے ہین یہہ کنایہ ہے اس دن کی شدت اور درازی سے کہ غم کے مارے لڑکے بوڑھے ہوجاوینگے یا وہ اس قدر بڑا دن کفار پر ہوگا کہ لڑکے بوڑھے ہوجاوینگے کس لئے کہ وہ بڑا دراز دن ہوگا بیضاوی فرماتے ہین ہذا علے الفرض والتمثیل الخ کہ یہ تمثیل اور فرض کے طور پر ہے کہ اگر لڑکے بھی ہونگے تو غم کے مارے بوڑھے ہوجاوینگے کیونکہ غم والم سے بڑھاپا جلد آتا ہے مطلب یہہ کہ بڑا اندوہناک روز ہوگا السماء منفطر بہ اور آسمان پھٹ جاویگا۔ یجعل الولدان حشر کے وقت کا حال ہے اور السماء منفطر بہ نفخہ اول کا ہے اور دونون کا ایک ہیبتناک متصلاً حادثہ ہے سب کو ایک دن (یعنی وقت مصیبت) بیان فرمانا پوری تشریح ہے اور ان باتون مین اے آدم زاد کچھ شک و شبہ نکر کس لئے کہ کان وعدہ مفعولا اسکا وعدہ جو اسنے رسول کی معرفت کیا ہے قیامت کے آنیکی بابت اور جزاوسزا کی بابت ضرور ہو کر رہیگا اب جو تم کو سمجھایا اور ڈرایا جاتا ہے ان ہذہ تذکرہ یہہ محض تمھاری نصیحت اور خیر خواہی اور تمکو آگاہی کیجاتی ہے ورنہ اور کچھ غرض نہین فمن شاء اتخذ الیٰ ربہ سبیلا ہم نے اپنے تک تقرب حاصل کرنیکی راہ بیان فرمادی ہے پھر جو چاہے ہماری طرف مین جگہ پانے اور ہم پاس آنے کا رستہ اختیار کرلے وقت ہے۔ ورنہ دوسرے رستہ کا انجام جہنم اور مصیبت دائمی ہے سو یہ فیض الٰہی وا ہے آئے جسکا جی چاہے برخلاف اسکے دوزخ ہے جائے جسکا جی چاہے ۔۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ

ہم نے بھیجا ہے تمہارے پاس ایک رسول تم پر گواہی دینے والا جیسا کہ فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا ۔ پھر فرعون نے رسول کی نافرمانی کی

فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ۝ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ۝ السَّمَاءُ مُنفَطِرٌ بِهِ ۚ

تب ہم نے اُس کو وبال میں پکڑ لیا ۔ پھر تم کیونکر بچ سکوگے (اگر تم منکر ہوگئے) اُس دن سے جو لڑکوں کو بوڑھا کردیگا ۔ آسمان اُس دن پھٹ جاوے گا ۔

كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ۝ إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝

اسکا وعدہ ہوکر رہیگا ۔ یہ تو ایک نصیحت ہے ۔ پھر جو چاہے اپنے رب کی طرف رستہ بنا رکھے ۔

## ترکیب

شاہدا وصف رسولا وبیلا قال الاخفش شدیدا وبہ قال ابن عباس ومنہ مطر وابل وطعام وبیل اذا کان لایستمرأ ۔ یوما مفعول تتقون ای کیف تتقون یوما ان کفرتم وقیل ہو مفعول کفرتم یجعل الجملۃ صفۃ یوم شیبا جمع اشیب والاصل فی شین شیب الضم وکسرت لمجانسۃ الیاء منفطر بہ والباء سببیۃ ویمکن ان تکون بمعنی فی ۔ وانما قال منفطر ولم یقل منفطرۃ لتنزیل السماء منزلۃ الشیء لتغیرہا عن صفتہا وقال الفراء السماء یذکر ویؤنث ۔

## تفسیر

قریش اپنے تکبر اور سرکشی میں آنحضرت صلعم کے مطیع نہیں ہوتے تھے اور اُنکو فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بھی معلوم تھا اسلئے ان آیات میں تبلایا جاتا ہے کہ ہمنے تمہارے پاس بھی ویسا ہی رسول بھیجا جیسا کہ فرعون کے پاس بھیجا تھا پھر اُسنے سرکشی کی سزا پائی غرق ہوا پھر تم فرعون سے زیادہ مالدار اور صاحب حشمت و شوکت نہیں ہو ۔ یا یون کہو کہ نبوت کے مسئلہ کی ضرورت بیان فرمائی جاتی ہے کہ جب بدکاری اور بُت پرستی ہوئی ہدایت کے لئے نبی آیا جیسا کہ پہلے فرعون کے پاس موسےؑ آئے تھے تمہارے پاس محمد صلے اللہ علیہ وسلم آئے فرماتا ہے انا ارسلنا الیکم رسولا ہمنے تمہاری طرف رسول بھیجا ایسا رسول شاہدا علیکم تم پر تمہارے کاموں کی شہادت دینے والا وہ خدا کی طرف سے گواہی دیتا ہے کہ یہ کام بُرے اور ناپسند ہیں اور یہ کام عمدہ اور قابل نجات ہیں ۔ یا یہ کہ وہ قیامت میں تمہارے اوپر گواہی دیگا جو کچھ تم نے کیا اور کرتے ہو وہ سچا گواہ آسمانی عدالت میں تمپر ثابت کردیگا اور تم کو ملزم ٹھہرائیگا اگر برائی سے باز نہ آؤگے اور نیک کام اختیار نکروگے ۔ کما ارسلنا الی فرعون رسولا جیسا کہ فرعون کے پاس رسول یعنے موسیٰ علیہ السلام بھیجا تھا ۔ اس میں اسطرف اشارہ ہے کہ جسطرح بنی اسرائیل نے انکی اطاعت کی تو قید فرعون سے نجات پائی تمام کی سرزمین کنعان کی و بالکے سردار ہوئے اور فرعون نے سرکشی کی تو ہلاک ہوا اسی طرح اس نبی کے مطیع دنیا کی سرسبز بادشاہتوں کے مالک ہون گے اور آخرت کے بھی درجات حاصل کرینگے اور نافرمان و سرکش خوار و ذلیل ہونگے چنانچہ ایسا ہی ہوا قریش بدر میں مارے گئے سات برس کے قحط میں گرفتار ہوئے پھر فتح مکہ کے دن مغلوب ہو کے اور صحابہ بیاور دین کے سردار ہوئے۔ اس جملہ میں اس بشارت کی طرف بھی اشارہ ہے جو توریت سفر استثنا کے اٹھارویں باب میں آنحضرت صلعم کی بابت منقول ہے اس میں موسےؑ علیہ السلام اللہ کی طرف سے بنی اسرائیل کو پہلے سے سناتے ہیں میں اُنکے لئے اُنکے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اُسکے مونہہ میں ڈالونگا انتہی متعصب عیسائی اس بشارت کا مصداق حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ٹھہراتے ہیں اور سند بھی عیسائی مصنفوں کے اقوال سے لاتے ہیں ۔ مگر یہ بشارت بجز آنحضرت صلعم کے اور کسی پر صادق نہیں آتی کس لئے کہ اصل بشارت میں موافق عبرانی ترجمہ کے اُنکے بھائیوں میں سے ہی برپا کرنا فرمایا ہے یعنے بنی اسرائیل کے بھائیوں میں جو بنی اسماعیل ہیں

دوسرا رکوع یہاں

پابندی تم سے ہمیشہ نہ ہو سکے گی کیونکہ بیماری بھی لگی ہوئی ہے اور سفر وجہاد بھی پیش آنے والا ہے یا قد
ین اٹھنا ایک شاق امر ہے اس لئے دو ثلث اور نصف اور ثلث کی قید بھی تمہارے لئے کو — بسم اللہ الرحمن الرحیم
جسقدر قرآن باسانی تم سے نماز میں پڑھا جاسکے پڑھ لیا کرو اس مضمون کو ان آیات میں ارشاد فرمایا والرجز فاھجر ولا تمنن تستکثر ولربک فاصبر ۵

ہی کہ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اس پابندی کو نباہ نہ سکو گے فتاب علیکم اسنے تم پر مہربانی کی اس لئے حکم دیا وہ اولہ پاسے کے لئے احسان نہ کر - اور اپنے رب کے لئے صبر کر
آسان ہوا تنا پڑھ لیا کرو یا سو در نماز تہجد تم سے ادا ہو سکے کر لیا کرو (چونکہ نمازمیں قرآن پڑھا جاتا ہے اس لئے
سے کرتے ہیں) اور یہ پابندی کس لئے تم سے اٹھا دے علم ان سیکون منکم مرضی واخرون یضربون فی الارض یبتغون قوله علیه السلام الا انه مار شعار والناس دثار
سبیل اللہ کہ اسکو معلوم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار بھی ہونگے اور کئی کو سفر بھی در پیش ہوگا اللہ کا فضل تلاش کرنے افانفار زائدہ در ربک فثیابک والرجز
کے لئے اور تجارت اسکے لئے سرگردان وہن سے ملنے کے لئے غربا و مساکین یا درماندوں کی چارہ جوئی جاہئے اور دین کی وقیل علی نفسہ ہدان وبقار علما -
و رحمت کی طلب کا سفر اطلاق ہو سکتا ہے - اور نیز جہاد بھی پیش آنے والا ہے - یہ سب باصور بلکہ ایسی ہیں کہ جنمیں اس
سے اٹھو اور یا قرآن پڑھا ایک امر مشکل ہے اس لئے پھر بار دیگر تمکو تاکید کی جاتی ہے کہ فاقرءوا ما تیسر منہ کہ جس قدر تم — رگ سے اول اقرار کا
اس قدر پڑھو -

ہوجھکو رسول الله
تہا دے کو ادھا

ف

بعض علما فرماتے ہیں کہ یہ آیات ان ربک یعلم الخ پہلے حکم قم اللیل الخ کے ایک برس بعد نازل ہوئیں ہیں اس قدر عرصہ تک آنحضرت
صلعم اور صحابہ اسی پابندی خاص سے پابندی کرتے رہے اور راتوں کے جاگنے اور نماز میں کھڑا رہنے سے پاؤں بھی ورم کر آئے تھے جب
قریش نے طعنہ کے طور سے کہا تھا کہ محمد پر قرآن کیا اترا مصیبت میں پڑ گیا اس کا جواب سورہ طہ میں دیا گیا کہ طہ ما انزلنا علیک القران لتشقی الخ - انہیں بعض
یہ آیات اول آیات کی کہ جنمیں دو ثلث ونصف وثلث کی پابندی تھی ناسخ ہیں خاص پابندی کے لئے نہ تہجد کے لئے کیونکہ فاقرءوا ما تیسر منہ باواز
دکھہ رہا ہے کہ تہجد میں قرآن پڑھنا ہنوز باقی ہے صرف اس قدر ہے کہ جسقدر تم سے ہوسکے پابندی نہیں - اس آیت سے تہجد کو منسوخ قرار دینا تحکم ہے
ہاں اگر فاقرءوا سے نفس قرآن پڑھنا نماز میں یا نماز کے باہر مراد لیا جاوے تو کہہ سکتے ہیں کہ اس سے نماز تہجد کا بقا نہیں سمجھا جا سکتا مگر فاقرءوا سے
یہ تعمیم سیاق آیات کی منافی ہے کس لئے کہ اول سے نماز تہجد اور اس میں قرآن پڑھنے کا ذکر چلا آرہا ہے اور لطف یہ ہے کہ پھر ان علما کے اقوال پر اس
قرآن پڑھنے کو بھی منسوخ ماننا پڑتا ہے بعد کی آیت واقیموا الصلوۃ سے بس صاف معنے آیات کے یہی ہیں کہ دو ثلث اور نصف اور ثلث رات کی پابندی
اٹھا دی ہے اور تہجد گذاروں کے شوق وفرصت پر چھوڑ دیا ہے اور حکم تہجد بدستور باقی ہے آنحضرت پر فرض اور امت پر مندوب -

بعد میں حکم اور دیتا ہے فقال واقیموا الصلوۃ واٰتوا الزکوۃ واقرضوا اللہ قرضا حسنا کہ نماز قائم کیا کرو زکوۃ دو اللہ کو قرض حسنہ دو محققین
کہتے ہیں کہ پنجگانہ نماز کی فرضیت شب معراج میں ہوئی اور یہ سورۃ شب معراج سے کئی برس پہلے نازل ہوئی اور نیز اس وقت
زکوۃ بھی نہ تھی کیونکہ زکوۃ مدینہ میں آکر فرض ہوئی ہے پھر آیت میں اقیموا الصلوۃ واٰتوا الزکوۃ سے کیا مراد ہے ؟ - اس کا جواب

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ

تیرا رب جانتا ہے کہ تو دو تہائی رات اور آدھی اور تہائی رات کے قریب اٹھا کرتا ہے اور ایک جماعت تیرے ساتھ والوں میں سے بھی - اور اللہ ہی

اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ

رات اور دن کا اندازہ کیا کرتا ہے اس نے معلوم کر لیا کہ تم اس کو پورا نہ کر سکو گے سو اس نے تم کو معاف کیا پھر جو کچھ آسان ہو قرآن میں سے وہ پڑھا کرو - اس کو یہ بھی معلوم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے

وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ

اور کچھ لوگ سفر بھی زمین میں کریں گے خدا کے فضل کی تلاش میں اور کچھ اللہ کی راہ میں بھی لڑیں گے پھر جو کچھ تمہیں اس میں سے آسان ہو

مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ

پڑھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور قرض دو اللہ کو قرض حسنہ - اور اپنے لئے جو کچھ نیکی آگے بھیجو گے تو اس کو اللہ کے پاس

عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ ع ۳

بہتر اور ثواب میں بڑھ کر پاؤ گے اور اللہ سے بخشش مانگو بےشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

## ترکیب

انک الجملۃ مفعول یعلم ونصفہ وثلثہ بالنصب عطفا علی ادنی کما قرء بہ ابن کثیر والکوفیون وبالجر عطفا علی ثلثی اللیل کما قرء الجمہور وطائفۃ بالرفع عطفا علی الضمیر فی تقوم وجری الفصل مجری التوکید ان لن تحصوہ ان مخففۃ من الثقیلۃ واسمہا ضمیر الشان محذوف ای انہ لن تحصوہ وکذا ان سیکون یبتغون حال من الضمیر فی یضربون وما تقدموا الخ الجملۃ مبتدء تجدوہ وخبرہ خیرا قرء الجمہور بالنصب علی انہ مفعول ثان لتجدوا وہو فصل او بدل او تاکید وقری بالرفع علی انہ خبر ہو والجملۃ فی محل النصب علی انہا مفعول ثان لتجدوا واعظم بالنصب عطفا علی خیرا او بالرفع لکونہ خبرا ثانیا اجرا منصوب علی انہ تمیز من اعظم -

## تفسیر

آنحضرت صلعم اور آپ کے ساتھ صحابہ تہجد کی نماز میں کبھی آدھی رات کے قریب سے اٹھتے جیسا کہ قم اللیل الا قلیلا سے سمجھا جاتا ہے اور کبھی تہائی رات سے جیسا کہ او انقص منہ سے سمجھا جاتا ہے اور کبھی دو ثلث رات سے اٹھتے تھے جیسا کہ او زد علیہ سے سمجھا جاتا ہے اور نماز پڑھتے اور نماز میں قرآن مجید درد و سوز کے ساتھ پڑھا کرتے تھے جیسا کہ رتل القرآن ترتیلا سے سمجھا جاتا ہے اور یہ کمی زیادتی صحت و مرض اور غلبۂ شوق و فرصت اور خواب و بیداری سے تھی - اب عام ہے کہ یہ شب بیداری آپ پر اور آپ کے اصحاب پر فرض ہو یا بطور ندب یا آپ پر فرض اور لوگوں پر مندوب علی اختلاف اقوال العلماء مگر مدتوں تک آپ اور آپ کے اصحاب اسی شب بیداری کے پابند رہے اور کم از کم ایک ثلث رات شب بیداری کو بہت ہی ضروری سمجھتے رہے اور اسی لئے رات کا اندازہ سارے دن کیا کرتے تھے اس حالت محمودہ کو خدا تعالیٰ ان آیات میں بیان فرماتا ہے فقال ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل ونصفہ وثلثہ وطائفۃ من الذین معک واللہ یقدر اللیل والنہار کہ اللہ جانتا ہے کہ اے محمد آپ اور آپ کے ساتھی دو ثلث اور نصف اور ایک ثلث رات سے اٹھتے ہیں اور صحیح اندازہ رات دن کا اللہ ہی کرتا ہے کہ دراصل اب آدھی رات رہی یا ثلث یا دو ثلث مگر تم بھی اپنے نزدیک ان اوقات کی پابندی کرتے ہو اور اپنے اندازہ کے موافق دو ثلث و نصف و ثلث رات میں اٹھتے ہو - اس کے بعد اس پابندی کو بھی اپنی مہربانی سے معاف کرتا ہے کس لئے کہ یہ دو ثلث و نصف و ثلث کی

## سورۂ مدثر مکہ میں نازل ہوئی اسمیں چھپن آیات دو رکوع ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝

اے کپڑے میں لپٹے ہوئے کھڑا ہوکر ڈر سنا۔ اور اپنے رب کی بزرگی بیان کر اور اپنے کپڑے پاک کر۔ اور میل کچیل دور کر۔ اور زیادہ ادلا پانے کے لئے احسان نہ کر۔ اور اپنے رب کے لئے صبر کر۔ 1

### ترکیب

المدثر اصلہ المتدثر ادغمت التاء فی الدال للمجانسۃ وقریء المتدثر بالادغام۔ والدثار ما یلبس فوق الشعار والشعار ما یلی الجسد ومنہ قولہ علیہ السلام الانصار شعار والناس دثار فانذر الفاء فیہ وفیما بعدہ لافادۃ معنی الشرط کانہ قال ما یکن من شیء فانذر وکبر۔ وقال ابن جنی ہو کقولک زیدا فاضرب فالفاء زائدۃ وربک وثیابک والرجز منصوب بالفعل المحذوف یفسرہ ما بعدہ تستکثر بالرفع علی انہ حال وبالجزم علی انہ جواب النہی وبالنصب علی تقدیر لتستکثر وقیل علی تقدیر ان وبقاء عملہا۔

### تفسیر

بخاری ومسلم وغیرہما نے نقل کیا ہے کہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے کہا سب سے پہلے یا ایہا المدثر نازل ہوئی اسپر یحیی بن ابی کثیر نے کہا کہ لوگ سب سے اول اقرء کا نازل ہونا بیان کرتے ہیں۔ ابو سلمہ نے کہا میں نے بھی یہ بات جابر بن عبد اللہ سے پوچھی تھی تب اُسنے کہا میں آپ کو وہی بات سناتا ہوں جو مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سنائی آپ نے فرمایا کہ میں غار حرا میں گوشہ نشین تھا جب نیچے اترا تو آواز آئی میں نے دائیں بائیں پیچھے دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا تب اوپر کو نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو حرا میں نظر آیا تھا ایک کرسی پر بیٹھا دکھائی دیا آسمان و زمین کے درمیان۔ اُس سے مجھے دہشت معلوم ہوئی اور گھر میں آیا اور یہ کہا دثرونی دثرونی مجھے کپڑا اوڑھا دو کپڑا اوڑھا دو تب یہ سورۃ نازل ہوئی والرجز فاہجر تک۔

علماء نے احادیث میں غور کرکے فیصلہ کردیا ہے کہ سب سے اول سورۂ اقرء نازل ہوئی مالم یعلم تک اور پھر کچھ دنوں وحی نہ رہی پھر سورۂ مدثر نازل ہوئی اس کے بعد مزمل۔ بعض کہتے ہیں مزمل نازل ہونے کے بعد مدثر نازل ہوئی مگر یہ بالاتفاق ہے کہ یہ سورہ بھی مکہ میں نازل ہوئی اور اسمیں بھی وہی توحید وغیرہ کے مطالب ہیں

مناسبت اس سورہ کی سورۂ مزمل سے یہ ہے کہ سورۂ مزمل میں اپنے آراستہ کرنیکا حکم تھا کہ رات کی نماز و تلاوت سے پہلے خود کامل ہوجاؤ اس کے بعد اس سورہ میں لوگوں کو کامل کرنیکا حکم دیا گیا بقولہ فانذر کس لئے کہ جب تک آپ کامل نہ ہولے تو دوسروں کی تکمیل کا انذار و تبشیر سے بیڑہ اٹھانا زیبا نہیں اسکے سوا دونوں کے مطالب میں بھی بہت کچھ مناسبت ہے وہاں ابتدا یا ایہا المزمل کیساتھ تھی یہاں یا ایہا المدثر کیساتھ ہے اور دونوں کے معنے قریب قریب ہیں وہاں رات میں نماز و تلاوت کا حکم تھا یہاں اسکے شرط کپڑے اور جسم کی پاکی بتائی گئی وہاں بھی قیامت کا ہولناک واقعہ بیان ہوا تھا کہ لڑکوں کو بوڑھا کردینے والا دن آنیوالا ہے یہاں اسکی نسبت فرمایا گیا یوم عسیر علی الکافرین غیر یسیر کہ وہ دن بڑا سخت ہے کافروں پر آسان نہیں وہاں خاتمہ میں تھا اللہ غفور رحیم اس سے بخشش مانگو یہاں بھی خاتمہ میں ہے ہو اہل التقوی واہل المغفرہ کہ اس سے ڈرنا چاہیئے اور وہ بخشش والا ہے

### قفال

یا ایہا المدثر کہ اے کپڑا اپنے ہوئے شعار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو جسم سے ملا ہو اور اسکے اوپر جو کپڑا ہو اسکو دثار کہتے ہیں اور ایسے کپڑے اوڑھے ہوئے کو مدثر عام مفسرین اسکے ظاہری معنے مراد لیتے ہیں کہ آپ سردی کی وجہ سے کپڑا اوڑھے ہوئے تھے اسی نام سے پیار سے یاد فرمایا جیسا کہ حضرت علی نے ایکبار مٹی پر سوئے ہوئے تھے کہ آپنے پیار سے فرمایا قم یا ابا تراب

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ ۔ نماز اور زکوۃ تھی اور مطلقاً سے مراد یہ ہے کہ رکوع و سجود قیام و قعود مین دعا کرنا فرض تھا اور اسی کو

تیرا رب جانتا ہے کہ تو دو تہائی رات اور آدھی اور تہائی رات کے قریب　اور تھا　ہجوم رہتا تھا صرف تہجد کی نماز تھی ممکن ہے کہ اقیموا الصلوٰۃ مین اسی طرف اشارہ ہو کہ جسقدر تم سے

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اور ثلث اور نصف کی نہین اور خیرات کرنا بھی اس وقت فرض تھا گو کوئی تعداد خیرات کی

رات اور دن کا اندازہ کیا کرتا ہے اس نے معلوم کر لیا کہ تم اس کو پورا نکر سکوگے　ہی خیرات مطلقہ مراد ہے اور اقرضوا اللہ قرضاً حسناً اٰتوا الزکوۃ کی تاکید ہے جسمین یہ بتلانا مقصود ہے کہ

وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ خدا اسکا بدلہ نفع کیساتھ تمکو دنیا اور آخرت مین دیگا گو یا وہ تمھارے اس دئے ہوئے مال کی ضمانت کرتا

اور کچھ اور لوگ سفر بھی رہیں ہیں کرینگے　خدا کے فضل سے پاک ہے اسکو کوئی حاجت نہین - اور قرضاً حسناً مین یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ ناپاک اور حرام کا مال منظور

مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ نفس طعنہ ندو اور دیکر کسی کو شرمندہ نکرو اس لئے حکم ہے کہ مخفی طور پر دے اور خلوص نیت سے دے - ان سب باتون کو

پڑھو　اللہ نماز قائم کرو　اور زکوۃ کے سب آداب کی طرف اشارہ ہے لہذا اسکے بعد پھر اطمینان دلاتا ہے فقال و ما تقدموا لانفسکم من خیر کہ جو نیکی تم اپنے

عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ تجدوہ عند اللہ ہو خیراً و اعظم اجراً اسکو اللہ کے ہان بہتر اور ثواب مین بڑھکر پاؤگے رائیگان نجائیگی - ہم گن گن اور جمع کرکے

بہتر اور ثواب پاؤگے بہتر اور بڑھکر پاؤگے ایک پیسہ کے دس پیسہ کا ثواب بلکہ زیادہ کا موجود ہے - لانفسکم مین اس طرف اشارہ ہے کہ اس عبادت

ہمارا کوئی فائدہ نہین تمھارے ہی لئے فائدہ ہے -

انکہ الجملہ مفعول کے بعد فرماتا ہے واستغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم کہ اللہ سے گناہونکی بخشش اور معافی مانگا کرو کیونکہ وہ معاف کرنے والا اور

علی الضمیر مہربان ہے اس مین اس طرف اشارہ ہے کہ نماز و خیرات پر غرور نکرو اسکے بعد بھی معافی مانگا کرو جو مقتضائے عبودیت ہے اور نماز و زکوۃ

مین جو کوئی قصور و فتور ہو جاوے تو معاف کیا جاوے آخر کار ہمارے فضل پر مدار ہے -

ف

علماء اصول نے فاقرؤا ما تیسر من القرآن پر ایک دلچسپ بحث کی ہے وہ یہ کہ امام ابو حنیفہ ما کے لفظ کو عام رکھکر فرماتے ہین نماز مین قرأت قرآن مطلقاً فرض ہے کوئی آیت اور کوئی سورۃ ہو اور چونکہ سورہ الحمد کی بابت آگیا ہے لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کہ الحمد بغیر نماز نہین اس لئے الحمد کا پڑھنا اور اسکے ساتھ اور کوئی سورۃ یا آیت ملانا جیساکہ اور احادیث سے ثابت ہے واجب ہے نہ فرض اور دونون مین ایک باریک سا فرق ہے امام شافعی فرماتے ہین کہ ما تیسر کے عموم سے بقرینہ احادیث صحیحہ سورۂ فاتحہ مراد ہے - اس لئے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے اور یہی ما تیسر من القرآن ہے -

ف

اس سورہ مین رسالت اور قیامت اور نیز توحید کا کامل ثبوت عجیب پیرایہ مین کیا گیا اور دار آخرت مین کارآمد باتون کی تاکید اور تعلیم بھی کردی کہ شب بیداری کرو نماز پڑھو خیرات دو یہی باتین وہان کارآمد ہین اور مخالفون کی ایذا پر صبر اور تحمل کرو کس لئے کہ دنیا کی عافیت اسی مین ہے اور یہ بھی ظاہر کردیا کہ یہ دین دنیا مین پھیل کر رہے گا فرعون کی شہ زوری جیسے موسی علیہ السلام کے مقابلہ مین کچھ نہ چلی اسی طرح کفار عرب کی بھی نہ چلے گی -

شامل ہو جاوے اور کپڑے اور بدن کی نجاست ظاہری اس مناسبت مین خلل انداز ہے - گوہ موت منی قے خون خنزیر شراب مردار ناپاک چیزین ہین اور اسی طرح حیوانات کا گوہ موت بھی ناپاکی ہے اور کتا وغیرہ نجس جانور اور انکے پس خوردہ چیزین بھی انسے ہر وقت دور رہنا چاہئے خصوصاً نماز کے وقت تو فرض ہے - یہ حکم آپ کو اس لئے دیا کہ مشرکین اپنے بدن اور کپڑون کو نجاست سے پاک نہین رکھتے تھے اس لئے آپکو اور آپکی امت کو پاکیزگی اختیار کرنیکا حکم دیا گیا - اور یہ بھی ہے کہ مشرکین مکہ آپ پر نجاست ڈالدیا کرتے تھے اس لئے حکم ہوا کہ انکی حماقت کا خیال نہ کرین کپڑے پاک کر لیا کرین -

(دوم) کپڑے کو حقیقی معنے پر اور طہارت کو مجازی پر یعنے باطنی پاکی پر محمول کرین یہ معنے کہ اپنے کپڑون کو معنوی نجاست سے پاک کرین غصب اور چوری کے کپڑے اسی طرح ناجائز کمائی کے اور وہ کہ جنپر تصاویر ہون اور اسی طرح دامن نیچا اور ریشمی جو مردون کے لئے درست نہین معنوی ناپاکی رکھتی ہین مسلمان کو دور رہنا چاہئے خصوصاً یاد آلہی کیوقت ایسے کپڑے سے دور رہنا کیا بیٹے [illegible] سکتا چاہئین - اسی طرح مرد کے لئے زنانہ لباس اور زنانہ آرائش اور عورت کے لئے مردانہ لباس بھی معنوی نجاست ہے (سوم) یہ کہ کپڑون کے مجازی معنے اور طہارت کے حقیقی لئے جاوین کپڑون سے آپکی ذات وصفات واخلاق مراد ہین کہ آپ انکو نجاست سے دور رکھین کپڑا بولکر شخص مراد لینا محاورہ ہے عرب کہتے ہین الکرم فی بردیہ وطاہر الذیل ونقی الثوب جیسا کہ کہتے ہین پاک دامن - اپنے بدن کو استنجے وغیرہ سے پاک رکھین اور بول و براز منی وغیرہ سے پاک رکھین کیونکہ طہارت ظاہری کو طہارت قلبی مین بڑا اثر ہے -

(چہارم) دونون کے معنے مجازی لئے جاوین تب یہ معنے ہونگے کہ اپنے دل کو صفات ذمومہ سے پاک رکھ - یہہ اس لئے فرمایا کہ جب کفار نے آپ کو ساحر کا لقب دیا اور آپکو رنج ہوا تو یہ بدخلقی اور انتقام کا مقتضی تھا جس سے منصب انذار مین فرق آجانے کا موقع تھا اس لئے آپکو حکم دیا کہ آپ ان کی حماقت سے وعظ نہ چھوڑین اور انکے اخلاق رذیلہ اور کج خلقی کو دل مین جگہ ندین - اور یہہ حکم اس لئے دیا کہ اول مین آپکو مدثر فرمایا اور دثار لباس اور کپڑون کو کہتے ہین اس لئے ارشاد فرمایا کہ جو جامہ آپ پہنے ہوئے ہین اس جامہ نبوت کو ان داغ دھبون سے پاک رکھین تا کہ تکبیر کا اثر نمایان ہو اور تکبیر کا مقتضی بھی یہی ہے کس لئے کہ اللہ کی کبریائی کا سب سے اول تکبیر کہنے والے کے دل اور اخلاق پر اثر ہونا چاہئے جس سے اسکا جامہ انسانیت شہوات ولذات اور غضب و کبر کے دھبون سے پاک ہوجانا لازمی بات ہے اس لئے اسکے بعد فرماتا ہے والرجز فاہجر رجز بالکسر عذاب کما فی قولہ رجزاً من السما اور بالضم قبیح و مستقذر - یہہ فثیابک فطہر کا تکملہ ہے - اگر اس جگہ بدن اور کپڑے کی ظاہری طہارت مراد تھی تو یہان طہارت باطنی مراد ہے اخلاق رذیلہ غرض یہ کہ ظاہر و باطن کو پاک رکھ اور منجملہ نجاسات قلبیہ کے جو ہادی دین کے لئے دھبہ لگانے والی بات ہے طمع دنیا ہے اس لئے بالتخصیص اس سے بھی منع کیا فقال ولا تمنن تستکثر یعنے قرآن مجید کی تعلیم و تبلیغ احکام آلہی کا کسی پر احسان نہ جتلا کہ تو مریدون معتقدون کی کثرت کر کے مال وجاہ پیدا کرے اور لوگون سے کچھ حاصل کرے یا کسی کو کچھ دے اور حاجت براری اس نیت سے کرے کہ وہ اس کے بدلہ مین مجھے زیادہ دیگا کیونکہ یہہ بھی ایک قسم کی طمع ہے بعض اسکے معنے یون بیان کرتے ہین کہ جو کچھ دے اس کو بہت نہ سمجھ یا یہہ کہ کسی پر احسان جتانے کو نہ دے - ان سب مکارم اخلاق تعلیم کرنے کے بعد اس شخص کے لئے جو مسند انذار پر بیٹھے لوگون کی بدگوئی اور ایذا پر صبر بھی ضرور ہے ورنہ ارشاد و تعلیم کا دروازہ بند ہوتا ہے اس لئے اس کے بعد یہ بھی فرمادیا ولربک فاصبر کہ اپنے رب کی رضامندی کے لئے صبر کر اس مین بندون کی دولت وثروت کا لحاظ نکر بلکہ خاص اللہ کی رضامندی کا - اس کے یہہ بھی معنے ہین کہ اللہ کے لئے اوامر و فرائض کا بوجھ اٹھا اپنیر قائم رہ -

اب اس کپڑا اوڑھنے کے چند وجوہ علماء نے بیان فرمائے ہیں (۱) فرشتہ کو دیکھکر دہشت ہوئی تھی اور اس سے سردی معلوم ہوئی تھی جس لئے کپڑا اوڑھے ہوئے تھے اسی حالت مین تھے کہ یہہ سورت نازل ہوئی اور اسی حالت پر محبت سے خطاب کیا گیا (۲) کفار قریش نے جمع ہوکر لوگون کو آپ سے بدگمان کرنیکے لئے لفظ ساحر تجویز کیا اور پکار دیا تو اس سے آپکو رنج ہوا اور طبع مبارک پر کسل طاری ہوا جس لئے کپڑا اوڑھکر پڑے ہوئے تھے کہ اسی حالت پر مخاطب کرکے فرمایا آ کپڑا اوڑھنے والے کھڑا ہو۔ (۳) آپ کپڑا اوڑھے سو رہے تھے اسی حالت مین یہ سورۃ نازل ہوئی جسمین جتلایا جاتا ہی کہ کپڑا سونہہ سے اوتار اور نیند سے ہوشیار ہو اور منصب نبوت پر قائم یعنی آمادہ ہو۔ ایک گروہ علما کا یہ کہنا ہی کہ ظاہری کپڑا اوڑھنا مراد نہین بلکہ یہ مراد ہے (۱) یہ کہ ای نبوت و رسالت کی چادر اوڑھنے والے کھڑا ہو جیسا کہتے ہین البسہ اللہ لباس التقویٰ و زینہ برداء العلم۔ (۲) یہہ کہ کپڑا اوڑھنے سے آدمی مخفی ہوجاتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اے خلوت و گوشہ نشینی کی چادر اوڑھنے والے کب تک مخفی رہے گا کھڑا ہو اور لوگون کو متنبہ کر کس لئے کہ دنیا گناہون مین ڈوبی ہوئی ہے (۳) یہ کہ اے خلق عظیم اور رحمت عالمین کی چادر اوڑھنے والے اس لباس کو پہنکر چپ کیون بیٹھے ہو کھڑے ہو اور لوگون کو متنبہ کرو۔ دین حق کی منادی کرو۔

قم فانذر کھڑا ہو یعنی اس مرتبہ پر مستحکم و آمادہ ہو یا خواب گاہ سے اٹھ۔ قم کے یہہ دونون معنے ہوسکتے ہین۔ پھر کھڑے ہوکر کیا کر۔ فانذر لوگون کو ڈرسنا جیسے کہ آپ نذیر تھے بشیر بھی تھے مگر ابتدائی حالت مین بشارت کا موقع نہ تھا کس لئے کہ دنیا بدکاری اور بت پرستی کے گرداب مین پڑی ہوئی تھی اس لئے مقدم یہی بات تھی کہ انکو ہلاکت کے کامون سے ڈرایا اور بچایا جاوے اس کے بعد اصول حسنات پر قائم ہونے سے بشارت کا موقع آئیگا

اور لوگون کو خدا تعالی کی طرف سے ڈرانا اور عذاب آخرت اور مصائب دنیا کی خبر دینا جو بدکاری اور بت پرستی کا ثمرہ ہوتا ہی بغیر اس کے مخاطبین کے ذہن نشین نہین ہوتا کہ خداوند عالم کی عظمت و جبروت بیان کی جائے اس لئے حکم ہوا وربک فکبر کہ اپنے رب کی عظمت و شوکت بیان کر اور اسکے آثار جبروت و قدرت اظہار کر تاکہ مشرکین کے دلون سے (اسکی قدرت و یکتائی سنکر) بتون اور خیالی معبودون کی وقعت کم ہو اور وہ توحید کی طرف مائل ہون اور یہ بھی سمجھ لین کہ نافرمانی پر جو بلا آئیگی اسکو ہمارے معبود دفع نکر سکینگے۔ بعض مفسرین کہتے ہین کہ آپکو حق سبحانہ نے مرتبہ نبوت و تبلیغ عطا کیا اس لئے اس خوشی پر تکبیر کہنا فرمایا۔ شادمانی کے وقت اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے اس لئے آپ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور آپ کے ساتھ حضرت خدیجۃ الکبریٰ آپکی بیوی نے اور اسی لئے اہل اسلام مین یہ عام دستور ہوگیا ہے کہ خوشی کے وقت اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہین اور اسی لئے نماز عیدین اور حج مین تکبیر آواز بلند کہی جاتی ہے بلکہ دشمنون کے مقہور کرنیکے لئے اور آفات دور کرنے کے لئے بھی تکبیر اکسیر کا حکم رکھتی ہے عظمت و ہیبت الٰہی مخالف کے دلون کو ہلا دیتی ہے مصیبت کو دفع کرتی ہے اسی لئے صحابہ جہاد مین اور ہر خوشی کے موقع پر اس آواز کو بلند کرتے تھے۔ بعض کہتے ہین کہ نماز مین تکبیر کہنا مراد ہے تحریمہ کے وقت اور رکوع و سجود کے وقت اللہ اکبر کہا جاتا ہی۔ گو اس سورہ کے نازل ہونے کے وقت نماز پنجگانہ فرض نتھی مگر نوافل تھے انہین مین تکبیر کہنا مامور بہ تھا۔ ہر ایک معنے چسپان ہوسکتے ہین یہہ بھی قرآن کا اعجاز ہے۔

لیکن تکبیر کا اثر طہارت کی حالت مین زیادہ ہوتا ہی اس لئے اسکے بعد حکم دیتا ہے وثیابک فطہر کہ اپنے کپڑے پاک کر۔ علماء کے اسکی تفسیر مین چند اقوال ہین۔ (اول) ثیاب اور طہر حقیقی معنے پر محمول کئے جاوین یہ معنے کہ ظاہری کپڑون کو ظاہری نجاست سے دور رکھ۔ اور جب کپڑون کو دور رکھنا فرمایا تو بدن جو کپڑون کے نیچے چھپا ہوا ہوتا ہے بدرجہ اولی نجاست سے دور رکھنا اور پاک رکھنا مراد ہوگا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ناپاک کپڑون اور ناپاک بدن سے نماز درست نہین کس لئے کہ نوافل و ذکر مین مومن کو ہمیشہ مشغول رہنا اور عالم قدس سے مناسبت پیدا کرنا چاہئے تاکہ مرنیکے بعد اس جماعت مین

# تفسیر

پہلے فرمایا تھا ولربک فاصبر کہ اللہ کے لئے مخالفون کی بیہودگیون پر صبر کیجئے۔ اب اُس صبر کا انجام بیان کرتا ہے اور آپ کو اطمینان دلاتا ہے فقال فاذا نقر فی الناقور
فذلک یومئذ یوم عسیر علی الکافرین غیر یسیر کہ دنیا چند روزہ ہے اور آنیوالا ہے جو کافرون پر سخت ہوگا بھاری اون کے لئے ہوگی وہ دن وہ ہے کہ جسدن
صور پھونکا جاویگا۔ اُس روز یہ لوگ اپنے کئے کی سزا پاوینگے اور آپ کو صبر کا بدلہ ملیگا۔

منجملہ ان ایذا دینے والون کے کہ جنکی ایذا پر آپ کو صبر کرنیکا حکم دیا گیا ایک شخص ولید بن المغیرہ تھا چونکہ وہ بڑا مالدار تھا اُسکی اولاد بھی بہت تھی اور
بڑا عزتدار کہلاتا تھا اسکو لوگ وحید یعنی یکتا اور یگانہ کے لقب سے ملقب کیا کرتے تھے۔ ان آئندہ آیات مین اسکی ایذا کا اور جو کچھ خداوند تعالیٰ نے اسپر فضل
وکرم کیا تھا اسکا ذکر کرکے آنحضرت صلعم کو اطمینان دلاتا ہے اور عام ایماندارون کو متنبہ کرتا ہے کہ دنیاوی مال وجاہ اولاد وحشمت اسکا فضل وکرم ہے اس کا
شکریہ ادا کرنا چاہئے نہ یہ کہ اسکے گھمنڈ مین خدا تعالیٰ اور اسکے فرستادون سے مقابلہ کرے جسکا انجام دنیا کی بربادی اور آخرت کا ابدی جہنم ہے۔ اخیر رکوع
تک اسی کا حال ہے اور کچھ جہنم کے داروغون کا جو ملائکہ ہین بیان ہے۔ اسلئے کہ ولید کو اپنے زور اور اقارب کی حمایت کا بڑا غرور تھا وہ کہتا تھا کہ مجھے کون
عذاب دیگا۔ کہتا ہے ان کا بیان کیا گیا کہ وہان بڑے طاقتور فرشتے متعین ہین اور وہ انیس ہین اور اونکی یہ تعداد اس لئے بیان کی گئی کہ اہل کتاب کو
اور ایماندارون کو یقین کامل ہو اور کافر اور بھی تمسخر کرین کہ یہ صرف انیس ہی تو ہین ہم ان سے کس لئے ڈرین یہ نکتہ آگے آتا ہے [illegible] آیات کا
ولید بن المغیرہ کی بابت ابن عباس فرماتے ہین کہ وہ ایکبار آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا آپ نے اسکو کچھ قرآن سنایا جس سے اسکا دل نرم ہوا یہ
خبر ابوجہل کافر کو بھی پہونچی تب وہ ولید کے پاس آکر کہنے لگا اے چچا آپکی قوم چندہ کرکے آپکو دینا چاہتی ہے اس نے کہا قریش کو معلوم ہے کہ مین سب سے
زیادہ مالدار ہون مجھے اسکی حاجت نہین تب اسنے کہا آپ محمد کی شان مین کوئی ایسی بات کہئے جس سے آپکی قوم کو معلوم ہو کہ آپ انکے منکر ہین اُس نے
کہا مین کیا کہون مجھ سے زیادہ کوئی شعر سے بھی واقف نہین مین ہر قسم کے اشعار سے واقف ہون جنون کے اشعار بھی مجھے معلوم ہین خدا کی قسم اس کا کلام شعر
نہین بلکہ اسمین شیرینی اور برکت ہے وہ غالب ہے مغلوب نہین ابوجہل نے کہا خدا کی قسم آپکی قوم ہرگز خوش نہوگی جب تک کہ اُنکے حق مین کوئی بُری بات
نہ کہینگے تب اسنے کہا مجھے مہلت دو کہ فکر کرکے تجویز کرون تب اُسنے فکر کرکے تجویز کی کہ یہ جادو ہے جو کسی سے سیکھا ہے اسپر یہ آیات ذرنی ومن خلقت وحیدا
نازل ہوئین (اخرجہ حاکم والبیہقی فی الدلائل) ان آیات مین اسی کی طرف اشارہ ہے مگر روئے سخن تمام ناشکر دولتمندون کی طرف ہے اور اسی لئے اسکا
نام نہین لیا گیا ولید کی تخصیص نہین۔

فرماتا ہے چھوڑ مجھے اور اسکو کہ جسکو مینے خود پیدا کیا نہ اسکے جھوٹے معبودون نے یا یہ معنے کہ جسکو مینے یگانہ پیدا کیا اس مین اسپر تعریض بھی ہے کہ جب پیدا
ہوا تھا کیا ساتھ لایا تھا اکیلا تھا اولاد مال کچھ نہ تھا یہ سب مینے دیا۔ یا یہ کہ وہ اپنے آپ کو وحید کہلاتا تھا اسی لقب سے اسکو استہزا کیا کہ آپ تو بڑے
یگانہ اور یکتا روزگار ہین۔ اور اس مین یہ بھی تعریض ہے کہ باپ نہین اکیلا ہے یہ چوٹ ہے اس پر کس لئے کہ قریش مین یہ زنیم یعنے بدنسل
مشہور تھا دس برس تک اس کا باپ کہتا رہا کہ میرا نطفہ نہین وجعلت لہ مالا ممدودا اور اسکو بہت مال دیا زجاج کہتے ہین مال ممدود سے مراد ہے مال غیر
منقطع۔ مد کے معنے درازی کے ہین جو بڑھنے سے علاقہ رکھتا ہے علماء فرماتے ہین ولید کے پاس بہت مال تھا تجارت سے بھی بہت نفع حاصل ہوتا تھا اور
طائف مین اسکے باغ اور زمینین تھین اونٹ گھوڑے بھیڑ بکری ہر قسم کا مال تھا انسے نفع حاصل ہوتا تھا اور ہر ایک مین نفع آتا تھا روز افزون تھا۔

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ۙ فَذٰلِكَ یَوْمَئِذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ ۙ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ ۝ ذَرْنِیْ وَ مَنْ خَلَقْتُ

پھر جبکہ صور پھونکا جاوے گا تو وہ دن کا دور بڑا مشکل ہوگا کافروں پر آسان نہ ہوگا چھوڑ مجھے اور اسکو جسکو میں نے

وَحِیْدًا ۙ وَّ جَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۙ وَّ بَنِیْنَ شُهُوْدًا ۙ وَّ مَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِیْدًا ۙ ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ

یکتا پیدا کیا۔ اور اوسکو ثروت والا مال۔ اور پاس رہنے والے بیٹے دیے اور اسکے لیے ہر قسم کی طیاری کی پھر امید رکھتا ہے کہ اور بھی دوں

كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا ؕ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ؕ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَ قَدَّرَ ۙ فَقُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ۙ ثُمَّ قُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ۙ ثُمَّ نَظَرَ ۙ

ہرگز نہیں کس لیے کہ وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے۔ میں اسکو عنقریب چڑھاؤں گا۔ اوس نے سوچا اور ٹھیرایا پھر مارا جاوے کیسی تجویز کی پھر مارا جاوے کیسی تجویز کی پھر دیکھا

ثُمَّ عَبَسَ وَ بَسَرَ ۙ ثُمَّ اَدْبَرَ وَ اسْتَكْبَرَ ۙ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ؕ سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ ۝ وَ مَاۤ

پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنایا پھر پیٹھ پھیر لی اور اکڑ کر کہنے لگا یہ تو جادو ہے جو چلا آتا ہے یہ تو آدمی کا کلام ہے۔ ہم اسکو ابھی جہنم میں ڈالینگے اور کیا

اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ؕ لَا تُبْقِیْ وَ لَا تَذَرُ ۚ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۚ عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ؕ وَ مَا جَعَلْنَاۤ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً

جانے کیا ہے جہنم نہ باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے آدمی کو جھلس دینے والی ہے اوس پر انیس مقرر ہیں اور ہم نے دوزخ پر فرشتے ہی رکھے ہیں

وَّ مَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۙ لِیَسْتَیْقِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ یَزْدَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِیْمَانًا وَّ لَا یَرْتَابَ

اور اون کی تعداد کافروں کے آزمانے کو ٹھیرائی ہے تاکہ اہل کتاب یقین کریں اور ایمانداروں کا ایمان بڑھے اور اہل کتاب

الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَ لِیَقُوْلَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْكٰفِرُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ

اور ایماندار شک نہ کریں اور تاکہ جنکے دلوں میں بیماری ہے اور کافر یہ کہیں کہ اللہ کی اس مثال سے کیا غرض ہے؟

كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ مَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ مَا هِیَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۧ

اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ جسکو چاہتا ہے اور ہدایت کرتا ہے جسکو چاہتا ہے اور تیرے رب کے لشکر کو اسکے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور یہ تو محض لوگوں کی نصیحت ہے

## ترکیب

فاذا والفاء للسببیۃ کانہ قیل اصبر علی اذاہم فبین ایدیہم یوم ہائل یلقون فیہ عاقبۃ امرہم والعامل فی اذا ما دل علیہ قولہ فذلک لانہ اشارۃ الی النقر اوی وقت النقر وقیل ما دل علیہ عسیر ای یعسر نقر نقر الناقور علی وزن فاعول من النقر بمعنی التصویت فذلک اشارۃ الی وقت النقر مبتدا و یومئذ بدل منہ او ظرف لخبرہ یوم عسیر خبرہ غیر یسیر تاکید وقال الاخفش اذا مبتدا والخبر فذلک والفاء زائدۃ یومئذ ظرف لذلک وقیل ہو فی موضع رفع بدل من ذلک او مبتدا و یوم عسیر خبرہ والجملۃ خبر ذلک و علی یتعلق بعسیر او ہی نعت لہ او حال من الضمیر الذی فیہ ومن مفعول معہ او معطوف علی الضمیر المنصوب وحیدا حال من الیاء ای ذرنی وحدی معہ فانی اکفیکہ او من التاء ای ومن خلقتہ وحدی لم یشرکنی فی خلقہ احد او من العائد المحذوف ای ومن خلقتہ فریدا لا مال لہ ولا ولد وہذا ذم فانہ کان یلقب بہ فسماہ اللہ تعالی بہ تہکما واستہزاء او اراد انہ وحید ولکن فی الشرارۃ او عن ابیہ لانہ کان زنیما لا تبقی مثلہ الفتہ او حال من سقر والعامل فیہا معنی التعظیم لواحۃ بالرفع ای ہی لواحۃ وبالنصب مثل لا تبقی او حال او علی الاختصاص تسعۃ عشر مبتدا وہذہ الکلمۃ مرکبۃ وکلا الجزئین مبنیان علی الفتح وقری عشر بالاسکان لتوالی الحرکات وقری عشر جمع عشیر علیہا خبر مقدم ❊

حنفی کی ہے جہاں ظاہر ہو اسلام کرنے اور ملاقی مثال کرنا ۔ ۱۲

مطالب قرآنی ایسی جگہیں دراصل مقرری ہیں ان کو کیسی ہی چیزیں ہیں ہم دکھائیں مثالیں دلی کو ملاقی

ع ۱۲ نعمت ۱۲ منہ

اور کہانت اور جنون کی ندپائی اور جب اسکی طبیعت اور ذہن نے اسکو جواب دیدیا اور طعن کا کوئی رستہ نہ ملا ثم عبس تو پھر ترش روئی کی وبسر اور تیوری چڑہائی ثم ادبر حق اور سیر ظاہر ہوا مگر اس نے اس سے مونہہ پھیر لیا واستکبر اور سرداری اور مال کے غرور میں آکر فقال ان ہذا الا سحر یوثر یہہ کہدیا کہ یہہ جادو ہے جو چلا آتا ہے اہل بابل یا عجم سے یا پہلے ساحروں سے سیکہا ہے۔ حال کا جادو نہیں بڑا قدیم جادو ہے جو سینہ بسینہ چلا آتا ہے یہ خدا کا کلام نہیں ان ہذا الا قول البشر بلکہ یہ آدمی کا کلام ہے۔ اس عناد کی سزا یہہ ہے کہ ساصلیہ سقر کہ ہم اسکو ابھی سقر میں داخل کرینگے یہ جہنم کے ایک طبقہ کا نام ہے جسمیں اس قسم کے سوا نہیں ڈالے جاوینگے۔ پھر سقر کی ہولناک حالت بیان کرنے کے لئے جیسا کہ محاورہ عرب ہے فرماتا ہے وما ادراک ما سقر کہ اے محمد یا اے مخاطب آپ کیا جانتے ہیں کہ سقر کیا ہے پھر اسکی چند صفات بیان فرماتا ہے (اول) لا تبقی ولا تذر کہ کسی جنس کو جو اسمیں داخل ہونے کے قابل ہے باقی نہیں چھوڑیگی یا یہ کہ ہڈی اور گوشت پوست کو باقی نچھوڑیگی جلادیگی اور پھر جلانے سے وہ چھوٹ نجاوینگے بار دگر جسم تیار ہوگا اور جلے گا ابدالاباد یہی معاملہ رہیگا (دوم) لواحۃ للبشر آدمیوں کو بڑی دور سے دکھائی دینے والی ہے کما فی قولہ وبرزت الجحیم لمن یری دور سے نظر آویگی اور جو آنکھیں رکھتے ہیں انکو بہت دور سے دکھائی دیتی ہے یا یہ معنی کہ جھلس دینیوالی ہے جیسا کہ کہتی ہیں عرب لاحتہ النار والبرد والحزن والسقم اذا غیرہ (۳) اسکے داروغہ جو اسپر متعین کئے گئے ہیں انیس شخص ہیں علیہا تسعۃ عشر ان انیس فرشتوں کی تعداد بیان کرنیکی وجہ تو وہی ہے کہ جو آئندہ آیات میں خود بیان فرماتا ہے کہ کافروں کی آزمائش اہل کتاب کی تصدیق ایمانداروں کے ایمان کا استحکام مگر تعداد میں جو کچھ حکمت ہے اسکی بابت علماء کے چند اقوال ہیں (۱) یہ کہ دوزخ غضب و قہر الٰہی کا مظہر ہے جیسا کہ جنت رحمت کا مظہر ہے اور تمام کارخانوں کے انتظام کے لئے روحانیات یا ملائکہ متعین ہیں۔ عرش کرسی سات آسمان چار عناصر آب آتش ہوا خاک[13] اور تین موالید ثلثہ حیوانات نباتات وجمادات[14] اور پھر حیوانات میں سے انسان اشرف ہے اس کی بنیاد اور راحت کا ارکان تین لطیفوں پر ہے طبع کا محل اس کا جگر ہے قلب کہ فرحت و سرور اور حیات کے کارخانے اس سے متعلق ہیں اور دماغ کی حس وادراک اس سے متعلق ہے یہہ سب انیس چیزیں ہوئیں ان انیس چیزوں کے موکلات ملائکہ ہیں۔ اب دوزخ کے سرانجام دینے کو بھی وہی انیس ملائکہ موکل ہوں گے انمیں جو موکل عرش ہے وہ مالک ہوگا اس کو وہاں کے کارخانہ کا بادشاہ سمجھنا چاہئے اور کرسی کا فرشتہ اس کا دیوان اور اسی طرح ہر آسمان کا فرشتہ ایک ایک خدمت پر متعین ہوگا اور اسی طرح عناصر کے فرشتے اپنے اپنے موافق سرانجام دینگے معدنیات کا فرشتہ لوہے کی زنجیریں ڈالیگا نباتات کا زقوم کا درخت کہانے کو دیگا حیوانات کا سانپ بچھوؤں کو ڈسنے کے لئے متعین کریگا طبع کا موکل پیاس بھوک دیگا کہ الجوع الجوع اور العطش العطش کرینگے قلب کا فرشتہ خوف اور غم اور بیحد رنج دیگا دماغ کا فرشتہ جو عقل کا محل ہے ان کو ان کی گذشتہ خطاؤں پر متنبہ کریگا اور ان کے خیالات فاسدہ وتخیلات باطلہ کی کہ جس میں وہ گرفتار تھے قلعی کہولیگا جس پر حسرت اور افسوس پر افسوس ہوگا۔

دوسرا قول ارباب حکمت کا قول ہے کہ نفس انسانیہ کا خراب اور درست ہونا اس کے قوی کی خرابی واصلاح پر موقوف ہے اگر اس کے قوی نیک اور عمدہ باتوں میں صرف ہوتے ہیں تو نفس ناطقہ کمال کو پہونچتا ہے اور بعد مفارقت بدن اس کمال کے سبب عالم قدس میں آرام پاتا ہے اور اگر برے کاموں میں صرف ہیں تو سفل چیزوں میں داخل ہوکر جہنم میں جاتا ہے کیونکہ اسفل اور خسیس چیزوں کا وہی مقام ہے اور انسان میں انیس قوت ہیں کیونکہ دس تو قوائی حوانیہ ہیں پانچ ظاہر ہیں جن کو حواس خمسہ کہتے ہیں آنکہہ ناک دیکھنا سونگھنا ٹٹولنا سننا چکھنا اور پانچ باطنیہ ہیں حس مشترک وغیرہ اور سات قوی طبیعیہ ہیں جاذبہ ماسکہ ہاضمہ دافعہ غاذیہ نامیہ مولدہ اور دو قوت اور ہیں ایک قوت غضبیہ دوسری شہوتیہ سب انیس ہوئیں۔

اول قول

دوسرا قول

وبنین شہودا (یہ مالا پر عطف ہے جعلت کا مفعول ہے) کہ بیٹے اس کے لئے بیٹے دئے کیسے؟ جو حاضر رہتے تھے دولت کی وجہ سے باہر جانے اور غائب رہنے کی نوبت نہ آتی تھی مجلسوں میں باپ کے ساتھ جب یہ ویدار و بیٹے آتے تھے تو ایک شوکت مجلس پر نمایاں ہوتی تھی۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں تیرہ بیٹے تھے مقاتل کہتے ہیں سات تھے سب لڑکے ہی تھے لڑکی نہ تھی۔ ان میں سے ہشام اور خالد بن ولید اور ولید بن الولید مسلمان ہو گئے تھے ومہدت لہ تمہیدا اور ہم نے عزت و مال و جاہ کو اسکے لئے فرش کر دیا۔ تمام قریش اسکی عزت کرتے تھے اور اسی لئے اسکو وحید۔ اور ریحانۃ قریش سے ملقب کرتے تھے۔ تمہید کے معنے بچھانے کے ہیں اور اسی سے مہد الصبی ہے۔ ان سب خوبیوں کے بعد باوجود اس کفر و عناد و ناشکری کے پھر بھی امید کرتا ہے ثم یطمع ان ازید کہ ہم اسکو دنیا میں یا آخرت میں اور زیادہ دیں گے؟ وہ کہتا تھا کہ اگر محمد سچے ہیں تو سب سے زیادہ جنت کا میں مستحق ہوں کس لئے کہ سردار اور عزت والا ہوں نہ یہ غریب و مفلس مسلمان۔ فرماتا ہے کلا یہ ہرگز نہ ہوگا کس لئے انہ کان لایاتنا عنیدا کہ وہ ہماری آیات قدرت کا مخالف رہا ہے کبھی ان میں غور نہیں کیا اور اسنے اوپر جو نعمتیں ہیں انکو بھی اسکا فضل نہیں سمجھا بلکہ اپنے بخت کی یاوری جانتا رہا اور آیات قرآنیہ کا بھی دیدہ و دانستہ مخالف رہا ہے کس لئے کہ جب قریش نے اس سے پوچھا کہ محمد کے لئے کونسا لقب تجویز کرنا چاہئے تاکہ ایام حج میں جو لوگ آویں یہ سنکر ان سے دور رہیں تو اسنے سوچکر کہا کہ وہ شاعر نہیں کس لئے کہ میں شعر سے واقف ہوں اور نہ مجنون ہیں کس لئے کہ وعظ و پند مجنون کا کام نہیں اور نہ کاہن ہیں کس لئے کہ کاہن کی کوئی بات جھوٹی کوئی سچی ہوتی ہے اسکی تمام باتیں سچ نکلتی ہیں اور جادوگر بھی نہیں کس لئے کہ جادو کے منتر اول تو بیشتر مہمل ہوتے ہیں اور یہ ان میں یہ انوار اور دلکشی کہاں اور نیز جادوگر طامع ہوتے ہیں اسکو شاہ و گدا کی کوئی پروا نہیں طمع اسکے پاس بھی نہیں پھٹکتی اور نیز جادوگر ناپاک اور سیاہ باطن ہوتے ہیں اسکے انوار باطن اسکے چہرہ پر چمکتے ہیں مگر جب قریش نے اصرار کیا تو سوچ ساچ کر منہ بنا کر کہا تو معلوم ہو گیا وہ جادوگر ہے مگر یہ جادو نہیں بلکہ سحر بابل کسی سے اسکے ہاتھ لگ گیا ہے کس لئے کہ یہ جادو ہی کی تاثیر ہے کہ باپ سے بیٹے کو اور بیٹے سے باپ کو خاوند کو بیوی سے اور بیوی کو خاوند سے اور بھائی کو بھائی سے جدا کر دیتا ہے۔ باوجودیکہ قرآن مجید کو من اللہ جانتا تھا مگر جا بجا اسکے مٹانے میں کوشش کرتا تھا اور ایسے شخص کو عنید کہتے ہیں اسکے عناد کا بدلہ بجائے اسکی طمع خام کے اسکو یہ ملیگا سارہقہ صعودا کہ ہم ابھی اسکو مصیبت کے پہاڑ پر چڑھائیں گے۔ مفسرین کہتے ہیں یہ ایک محاورہ ہے تکلیف اور مصیبت میں مبتلا کرنیکا جیسا کہ اس آیت میں یسلکہ عذابا صعدا بعض کہتے ہیں صعود جہنم میں ایک آتشیں پہاڑ ہے اسپر چڑھایا جاویگا اسکی دنیاوی عزت و بلندی کے مقابلہ میں جسکی اسنے شکرگزاری نہ کی تھی جس حدیث میں صعود کو جہنم کا پہاڑ بیان کیا ہے اسکو احمد و ترمذی و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن حبان و حاکم و ابن مردویہ و بیہقی نے روایت کیا ہے۔ ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث غریب ہے اسکو ابن لہیعہ نے دراج سے ہی روایت کیا ہے اور کسی سے ثابت نہیں۔ اور ابن کثیر ابن جریر کی روایت میں کلام کرتے ہیں۔

اسکے بعد اسکے عناد کی کیفیت بیان فرماتا ہے انہ فکر و قدر کہ اسنے باوجود قرآن اور نبی صلعم کو برحق جاننے کے محض قریش کے کہنے سے سوچ اور فکر کر کے تجویز کی کہ یہ جادو ہے اس لئے اسکی اس سوچ اور تجویز پر پھٹکار بھیجتا ہے فقال قتل کیف قدر لعنت ہو اسپر مارا جاوے وہ اسنے کیونکر یہ تجویز آنحضرت صلعم کی بابت کی ثم قتل کیف قدر پھر اسپر لعنت ہو وہ مارا جاوے باوجود عقل و فہم کے اسنے ایسی بیہودہ اور بے اصل بات کیونکر تجویز کی دوبارہ اس کلمہ کو تاکید اور اظہار غضب کے لئے استعمال کیا یا اس لئے کہ باوجودیکہ پہلے جان چکا تھا ایکبار اس لئے لعنت کا مستحق ہوا اور بار دیگر اس لئے کہ اسنے سوچا اور اسکے فکر نے یہ فتویٰ نہ دیا مگر عناد کی وجہ سے جادو کہدیا اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ ثم نظر اسنے پھر حضرت کے حالات میں نظر کی اور کوئی بات جادوگری

اس سے انکے اعتقاد میں اور بھی قوت ہوجاویگی کس لئے کہ اجمال کے بعد تفصیل علم اور یقین کو قوی کرنے والی بات ہے۔ (٣٣) ولا یرتاب الذین اوتوا الکتاب والمؤمنون تاکہ اہل کتاب اور ایمانداروں کو آخرت کے بارہ میں شک نہو یا یہہ کہ آنحضرت کی نبوت میں شک نہو۔ انکو شک نتھا مگر اہل شک پر تعریض ہے اس لئے یہہ جملہ پہلے جملہ کی تاکید ہے (٣۴) ولیقول الذین فی قلوبهم مرض والکافرون ماذا اراد اللہ بهذا مثلا تاکہ جنکے دلون میں شک ہے اور منکر ہیں یہہ کہیں کہ اس مثل یعنے بیان سے اللہ نے کیا ارادہ کیا ہے؟ یعنی وہ اسمین نکتہ چینی کریکے اور زیادہ گمراہ ہون اس لئے اسکے بعد فرماتا ہے کذلک یضل اللہ من یشاء و یهدی من یشاء کہ اللہ جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے یا اسکے لئے اسباب ہدایت پیدا کردیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے یا اسباب گمراہی پیدا کرتا ہے۔ ہدایت و گمراہی اسکی طرف سے ہے۔ یعنی جس طرح جہنم اور اوسکے کارکنون کے بارے میں کسی کو سمجھہ میں آنے اور ایمان لانیسے ہدایت ہوتی اور کسی کو سمجھہ میں نہ آنے اور انکار کرنیسے گمراہی ہوئی ہر معاملہ میں ایسا ہی کرتا ہے کسی کو اس بات کے سمجھنے کی توفیق دیتا ہے اور اسکے دل میں اس بات کی تہ تک پہونچنے کی قابلیت پیدا کرتا ہے اور کسی کو نہیں ہوتی اس لئے شک اور تردد میں پڑکر انکار و تمسخر سے پیش آتے ہیں یہی وہ ضلال مبین ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ انیس [19] تو سردار ہیں باقی ہر ایک کے متعلق جتھہ تعداد کثیر تابع ہے وہ بیشمار ہے وما یعلم جنود ربک الا هو وہ بیشمار لشکر تیرے رب کے ہیں جنکو اسکے سوا اور کوئی نہیں جانتا امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ نے ابی ذر سے روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آسمان چرچر بولتا ہے اور بولنا چاہیے کس لئے کہ کوئی انگلی دہرنے کی جگہ بھی ایسی نہیں کہ جہاں ایک فرشتہ سجدہ میں نہ پڑا ہو۔ عالم محسوس میں ٹڈیون اور چیونٹیون و مچھر وغیرہ چھوٹے چھوٹے جانورون کی تعداد پر عقل حیرت میں آجاتی ہے پھر عالم روحانی کی وسعت اور وہان کے رہنے والون کی تعداد اسکے سوا اور کون جان سکتا ہے؟ پھر فرماتا ہے وما هی الا ذکری للبشر کہ جہنم انسان کے لئے ایک نصیحت دینے والی چیز ہے کہ اسکے حالات سنکر غضب و قہر الٰہی سے ڈرین اور نافرمانی سے باز آوین نہ یہ کہ سنکر انکار کرین اور تمسخر سے پیش آوین۔ بعض مفسرین کہتے ہین ما ہی کی ضمیر آیات کی طرف راجع ہے جو جہنم کی کیفیت بیان کررہی ہین کہ یہہ آیات بشر کے لئے پند و نصیحت ہین۔

**ف** اس سورہ کے نازل ہونے کے وقت مکہ مین نہ اہل کتاب تھے نہ وہان کوئی منافق تھا کہ جنکے دلون مین شک کا مرض ہو پھر ان آیات مین اہل کتاب کا ذکر آنا کہ تا اہل کتاب یقین کرین اور ان کے اور ایمانداروں کے دلون مین شک نہ پیدا ہو اور اسی طرح منافقون کا ذکر آنا کہ تا جنکے دل مین شک ہے اور کفار یہ کہین کہ اگر یہ اللہ کا کلام ہے تو اُس کے اس بیان سے کہ جہنم پر انیس [19] فرشتے ہین کیا مراد ہے۔ ایک بے موقع ذکر معلوم ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالے کو معلوم تھا کہ یہہ دین مکہ کے پہاڑون ہی مین بند نہ رہے گا بلکہ دنیا مین پھیلے گا اور یہہ بھی معلوم تھا کہ نبی علیہ السلام مدینہ مین تشریف لیجاوینگے وہان منافق بھی ہون گے اور اہل کتاب بھی اور وہ اس سورہ مبارکہ سے بھی مطلع ہون گے اس لیئے ان کا ذکر بطور پیشین گوئی کے آگیا اور یہہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا **اعجاز** ہے اگر آپ کو من جانب اللہ اس دین اور وحی کے دنیا مین پھیلنے کا کامل وثوق نہین دلایا گیا تھا تو آپ اس حالت مین کہ مکہ مین بھی آپ کو امن نتھا اور وہین کے سرکشون کو زیر کرنا مشکل ہو رہا تھا کس طرح سے معلوم ہوگیا تھا کہ اہل کتاب اور منافقون تک بھی اس کی نوبت پہونچے گی؟ خصوصاً فریبی اور منتفنی آدمی تو کبھی بھی ایسی حالت مین اپنی کامیابی پر پورا بھروسہ نہین کرسکتا اور نہ وہ ایسی باتین کہہ سکتا ہے کہ جسپر اس کا تمسخر ہو اور لوگ اس کے درپے ہوجاوین۔ عقل سلیم ہرگز ہرگز باور نہین کرسکتی۔

پس جب انتشار فساد یہہ انیس قوتین تھین تو انتقام کے گھر مین ہر ایک قوت کی ناشکری مین ایک فرشتہ عذاب کے لئے معین ہوگا
تاکہ انیس[19] قسم کا عذاب ہو اور ہر قوۃ کا برا مزہ چکھے دنیا کے عمدہ نظارون کے بدلہ ہیبتناک چیزین دیکھنی پڑین مزیدار و پر شہوت
نغمات کے بدلہ رنج دہ باتین سنی پڑین علی ہذا القیاس ۔

**(تیسرا قول)** علماء کلام کا ہے کہ دوزخ کے سات دروازے ہون گے ایک دروازہ پر کہ جس مین سے مسلمان گناہگار جاوینگے
صرف ایک ہی فرشتہ نگہبان ہوگا کس لئے کہ اس نے تین باتون مین سے صرف ایک ہی ترک کی تھی اور وہ تین یہ ہین اعتقاد بالجنان
اقرار باللسان عمل بالارکان اور باقی چھ دروازون پر تین تین فرشتے ہون گے ہر ایک فرشتہ ایک ایک بات کی پرسش کریگا عذاب
دینے کے لئے ۔ اس لئے انیس ہوئے ۔

**(چوتھا قول)** واعظونکا ہے وہ کہتے ہین دن رات کے چوبیس گھنٹے یا گھڑی یا ساعت ہوتی ہین پنجگانہ نماز کی برکت سے پانچ گھنٹون کو
تو معاف کیا جاویگا باقی ہر ایک گھنٹے کے ضائع کرنے پر ایک فرشتہ عذاب کے لئے معین ہوگا ۔ بعض علما فرماتے ہین کہ اسکی مصلحت وہی جانتا ہے
اس تعداد پر کفار مکہ مضحکہ کرتے تھے چنانچہ ابو الاشد نے قریش سے کہا کیا غم ہے قیامت کے ان دس کو داہنے کندھے سے پھینکدونگا اور نو کو بائین سے
اور ہم الکلکر جنت مین سیدھے چلے جاوینگے ۔ اور ابو جہل نے کہا اے قریش تمھاری اس قدر جماعت ہے کیا ہم مین سے سو آدمی ایک کا بھی مقابلہ
نکر سکین گے ۔ ان بیہودہ دعاوٰن کو دوزخ کے داروغون کی حالت بیان کرنے کے لئے یہہ بھی فرمایا گیا وما جعلنا اصحاب النار الا ملائکۃ کہ ہمنے دوزخ پر اور
کوئی معین نہین کئے بلکہ فرشتے جنکی قوت کو بنی آدم کی قوت سے نسبت نہین ایک فرشتہ لاکھون کروڑون کو کافی ہے اور نیز وہ غیر جنس ہین رعایت مروت
رحم بھی نہ کرینگے وما جعلنا عدتہم الا فتنۃ للذین کفروا اور انکی تعداد انیس کافرون کے عذاب کے لئے بھی ہے تاکہ انیس قسم کا عذاب کرین ۔ اور یہ معنی بھی ہوسکتے ہین
کہ کافر آزمائش مین پڑین انکی تعداد کو کم سمجھ کر تمسخر کرین اور کفر مین دلیر ہون تقدیر الٰہی مین انکا گمراہ ہونا بھی ٹھہر چکا ہے ۔

اسکے بعد ظاہر کرتا ہے کہ اس تعداد کے بیان کرنے مین چار فائدے ہین (اول) لیستیقن الذین اوتوا الکتاب تاکہ اہل کتاب کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت
کا یقین کامل ہو کس لئے کہ وہ فرشتون کی طاقت کے قائل تھے سدوم اور عمورہ لوط علیہ السلام کی بستیون کو دو فرشتون نے ہلاک کر دیا تھا توریت
سفر پیدائش کے ۱۹ باب مین یہ واقعہ موجود ہے اور اسکے علاوہ اور بہت واقعات ہین جن سے فرشتون کی طاقت معلوم ہوتی ہے اور اسبات کے
بھی اہل کتاب قائل تھے کہ جہنم مین کفار و بت پرست ڈالے جاوینگے اس بات مین بھی اس آیت سے دار آخرت کے معاملہ مین انکو وثوق اور یقین ہونا
ایک معقول بات ہے کس لئے کہ یہود مین دو فرقے تھے ایک قیامت اور وہان کے عذاب اور حشر برپا ہونے کا منکر تھا اور انکو صدوقی کہتے تھے چنانچہ
اس معاملہ مین انھون نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کئی خاوند والی عورت کی بابت ایک سوال بھی کیا تھا کہ اگر قیامت برپا ہوئی تو وہ کس کو ملے گی
انجیل متی باب ۲۲ ۔ اور ایک فرقہ قیامت کا قائل تھا یہہ بیان انکے اعتقاد دار آخرت اور وہان کے عذاب و ثواب کو قوت دینے والا ہے اس لئے
ان کو اس کے یقین کرنے مین کچھ تامل نہین ہونا چاہئے اور اس کے ساتھ آنحضرت صلعم کی نبوت کا بھی خدا ترس اہل کتاب کو یقین کرنے کا موقع
ہے جسنے ایک مختلف فیہ مسئلہ آخرت کا فیصلہ کر دیا

(۲) ویزداد الذین امنوا ایمانا کہ ایماندارون کا ایمان زیادہ ہوجاوے یعنے اور بھی تقویت ہوجاوے کس لئے کہ اب تک قرآن مین جہنم کی زیادہ تشریح نہ تھی

ایک چیز ہے کچھ ایسی ویسی بات نہین جسکو تم ہلکا سمجھ رہے ہو - اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جواب قسم محذوف ہو کس لئے کہ وہی جواب قسم ہے جسکی بابت انہا لاحدی دلالت
ہو رہی ہے اس قرینہ سے اسکو حذف کرنا عین بلاغت ہے اور انہا لاحدی الکبر ان تینون چیزونکی بابت ہو کہ جنکی قسم کھائی ہے یعنی ہم ان چیزونکی اسلئے قسم کھاتے ہین کہ یہ
بڑی چیزون مین سے ہین اور نذیرا للبشر بھی ان تینون چیزونکی نسبت کہا انکے واقعی حال کو بیان کرتا ہے - یا یہ کہ ہم انکی قسم انسان کے تنبہ کرنیکو کھاتے ہین یا یہ
ہے کہ محمد صلعم کو انسان کے تنبہ کرنیکو بھیجا ہے تاکہ قیامت کا واقعہ انسان کے ڈرانے اور ہوشیار کرنے کو بیان کیا ہے -

عرب کے یقین دلانے کو تو صرف ان چیزونکی قسم کھانا کافی تھا مگر اور لوگون کیلئے جو ان تین چیزون مین قیامت اور آنحضرت کی نبوت کا ثبوت ہے گویا یہ اشیا ان دونون
مسئلون کے لئے دلائل ہین ذرا اسکے حالات مین غور کرے تو خود بخود قیامت کا اقرار ہوتا اور آنحضرت کا نبی مرسل ہونا ثابت ہو جاوے اب اختیار ہے کہ اسکے حالات کو
قضایا بناکر نتیجہ نکالا جاوے یا یون ہی طبیعت صافیہ سمجھ جاوے - یہ تینون چیزین وجود قیامت پر اس لئے دلیل ہین - چاند اس لئے کہ اسکے نور کا گھٹنا بڑھنا اسکے
کمال قدرت کی دلیل ہے اور یہ نمونہ ہے دنیا کو آباد کرکے بگاڑنے اور پھر دوسرے بار زندہ کرنے کا - چاند رفتہ رفتہ روشنی زیادہ دیتا جاتا ہے آخر جب کامل ہو جاتا
ہے تو اوسکے بعد نقصان شروع ہوتا ہے یہانتک کہ بالکل غائب ہو جاتا ہے اسکے بعد پھر چاند نمودار ہوتا اور اگلے مہینے مین روشنی کا سامان ہو جاتا ہے
اسی طرح دنیا نے بتدریج ترقی کی اور کرتی جارہی ہے جب پوری ترقی اور اسکی حد پر پہنچ جاوے گی تو رفتہ رفتہ انحطاط شروع ہوگا جب لوگ اور جو سامان انکی حاجت کی
آخر کار فنا ہو جاویگی اور اس تاریکی عدم کے بعد اسکو دوسری زندگانی کا سورج بخشا جاویگا وہ پھر فنا نہوگا اور اس لئے بھی چاند قیامت کی نشانی ہے
کہ قیامت کے قرب مین اس کا شق ہونا پہلی کتابون مین مذکور ہے جیسا کہ فرمایا تھا اقتربت الساعۃ وانشق القمر اور آنحضرت صلعم کی نبوت پر چاند اس لئے دلیل ہے
کہ یہ رات کو روشن کرتا ہے جس سے اسطرف اشارہ ہے کہ دنیا مین بھی اندھیر ہو رہی تھی اس حکیم نے اپنے فضل سے نبی آخر الزمان بھیجا جو تاریکی دور کرنے والا
چاند ہے - اور واللیل اذ ادبر والصبح اذا اسفر نے تو صاف صاف بتا دیا ہے کہ رات کی اندھیریان پیٹھ پھیر چلیں ظلمت کا زمانہ رخصت ہوتا چلا ہے اور صبح ہدایت
روشن ہوتی جاتی ہے اور اسی لئے حضرت کو کہین چراغ روشن سے کہین چاند سے تشبیہ دیجاتی ہے اور ایام جاہلیت کو رات سے - اور قیامت کی طرف اسلئے
اشارہ ہے کہ دنیا مع اپنے چاند اور ستارون کے تمام ہوا چاہتی ہے اذا ادبر اس کا وجود عارضی اور چند روزہ ہے اور یہان کی ہستی کدورتون اور ظلمت سے صافی
نہین اس لئے اسکو رات سے تشبیہ ہے آنحضرت صلعم کی بعثت اسکی صبح ہے اخیر زمانہ اور تنویر کے لحاظ سے - اب اسکے بعد آفتاب برآمد ہونے والا ہے جس
دار آخرت اور اس ابدی جہان کی طرف اشارہ ہے وہان ہر ایک کو اصلی روشنی مین اپنے نیک و بد کا اور علم وجہل کی حقیقت معلوم ہو جاویگی - یہ جہان
رات ہے اسمین جو کچھ نور ہے تو وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی ہدایت وارشاد کا نور ہے حق و باطل مین امتیاز کرنیکو اسی قدر روشنی کافی ہے کہ جس قدر چاند سے
رات مین پیدا ہوتی ہے مگر انکشاف کلی قیامت کے دن ہی مین ہوگا جسکی صبح نمودار ہو چلی - اس لئے فرماتا ہے انہا لاحدی الکبر یہ ایک بڑی بات ہے نذیرا
للبشر بشر کو خواب غفلت سے بیدار کرنیوالی ہے - جاگو جاگو اے لذات وشہوات کے متوالو خدا کی طرف سے بیدار کرنے والا پکار رہا ہے مگر جاگے کون ؟
وہی تو بشر ہو مگر جو بشریت سے خارج ہو کر حیوانیت مین داخل ہوگیا ہو جسکو رات دن کھانے پینے سونے جماع کرنے یا باہم لڑنے کے سوا اسے اور کوئی کام نہین کیا
جاسکے گا -؟

---

[1] کتاب یسعیاہ علیہ السلام کے ۲۴ باب درس ۲۳ مین ہے اور چاند مضطرب ہوگا اور سورج شرمندہ جبوقت رب الافواج کوہ صیہون اور یروشلم پر اپنے بزرگون کے
گروہ کے آگے حشمت کے ساتھ سلطنت کریگا ۱۲ منہ

كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝ وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ۝ وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ۝ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ۝ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ۝ لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن

نہیں نہیں قسم ہے چاند کی اور رات کی جبکہ ڈھلے اور صبح کی جبکہ روشن ہو جائے البتہ دوزخ بڑی چیزوں میں سے ہے انسان کے ڈرانے کو ہر ایک کے لئے جو چاہے وہ آگے

يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۝ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۝ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ۝ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ۝

بڑھے یا پیچھے ہٹے　ہر شخص اپنے اعمال میں گرو ہے　مگر اہل سعادت　باغوں میں ہونگے گنہگاروں سے پوچھیں گے

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۝ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۝

کہ تم کاہے سے دوزخ میں آپڑے　وہ کہیں گے ہم نمازی نہ تھے　اور نہ محتاجوں کو کھانا کھلاتے تھے　اور باتیں بنانے والوں کے ساتھ ہم بھی باتیں بنایا کرتے تھے

وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ۝ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ۝

اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے -　یہاں تک کہ ہم کو موت آپہنچی　پھر ان کو کسی سفارش کرنے والے کی سفارش فائدہ نہ دیگی

## ترکیب

کلا ردع لقول الکفار انا نقدر علی مقاومۃ خزنۃ النار والقمر الواو للقسم انہا الخ ہذا الکلام جواب القسم والضمیر الی سقر او تعلیل لکلا والقسم معترض للتاکید الکبر فی الکشاف انہا جمع الکبری جعلت الف التانیث کتاء التانیث فکما جمعت فعلۃ علی فعل جمعت فعلی علیہا نذیرا بالنصب حال من الضمیر فی انہا قالہ الزجاج وقال الکسائی انہ حال من قولہ قم حال کونک نذیرا للبشر وقال الفراء مصدر بمعنی الانذار منصوب بفعل مقدر وقیل تمیز لاحدی لتضمنہا معنی التعظیم وقیل مفعول لاجل انذار البشر وقری بالرفع علی انہ خبر بعد خبر او بحذف المبتدا لمن شاء بدل من قولہ للبشر والتقدیر انہا نذیر لمن شاء منکم ان یتقدم او یتاخر ونظیرہ قولہ وللہ علی الناس حج البیت من استطاع وقیل ان یتقدم فی محل الرفع بالابتداء ولمن شاء خبر مقدم علیہ کقولک لمن توضا ان یصلی والمعنی التقدم والتاخر مطلقان لمن شاء منکم رہینۃ اسم بمعنی الرہن کالشتیمۃ بمعنی الشتم ولیست بصفۃ لرعایۃ النفس لان وزنہا فعیل یستوی فیہ المذکر والمؤنث فلو کانت صفۃ لقیل رہین الا اصحاب الیمین الاستثناء متصل لان المستثنی المؤمنون الخالصون من الذنوب فی جنات فی محل الرفع علی انہ خبر مبتدا محذوف ای ہم فی جنات والجملۃ استئنافیۃ او حال من اصحاب الیمین ویمکن ان یکون ظرفا لقولہ یتساءلون حتی غایۃ للامور الاربعۃ لم نک الخ -

## تفسیر

کفار کی بیہودہ باتوں کا رد کر کے اب اور دوسری قسم کے دلائل قیامت برپا ہونے اور دنیا میں نبی بھیجنے پر قائم کرتا ہے اور ایک عجیب موثر بیان سے اہل جہنم کی حالت کی تصویر کھینچتا ہے اور الفاظ کے اندرونہ پہلو میں جہنم پر ۱۹ فرشتوں کے ہونیکا سر بھی روزمرہ معاملات سے بتاتا ہے ان چند آیات میں مسئلہ حشر اور وہاں کی کیفیت اور دخول نار کے اسباب اور مسئلہ نبوت اور دنیا کا ابتدا اور انتہا اور انسان کا انجام کار جو اسکے اس دنیا میں آنیکا نتیجہ ہے اور سعادت و شقاوت کے اسباب کن مختصر الفاظ میں بیان فرمائے کہ عقل دنگ ہوتی ہے - اور ضمنًا مذاہب باطلہ کا رد بھی ہے -

فقال کلا نہیں نہیں ضرور قیامت برپا ہوگی اور ضرور جہنم کے اوپر انیس فرشتہ مقرر ہیں اور تمہارا زور کام نہ آویگا - اور تم جو کہتے ہو نبی کی کیا حاجت بھیجنا بیکار ہے نہیں نہیں اسکی بہت ضرورت ہے - اب ان باتوں کے ثبوت میں چند چیزوں کی قسم کھاکر بیان کرنا عرب کے لئے کافی تھا کس لئے کہ وہ قسم کھاکر جھوٹھ نہیں بولتے تھے اور اسکو مصیبت آنے کا سبب تصور کرتے تھے اس لئے فرماتا ہے والقمر واللیل اذ ادبر والصبح اذا اسفر تین چیزوں کی

سلہ فی اولاد کی کوئی شتوں کے کام کوئی اماں کی کھانا ناہی کوئی وہم اور معمور ۱۲ منہ

لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ○ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ○ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ○ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ

انکو کیا ہوگیا جو نصیحت سے موہنہ موڑتے ہیں - گویا کہ وہ گدھے ہیں جو کہ بھاگ رہے ہیں شیر سے بلکہ ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا ہے

أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ○ كَلَّا ۖ بَل لَّا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ○ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ○ فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ○ وَمَا يَذْكُرُونَ

کہ اسکو کھلی ہوئی کتاب دیجائے - ہرگز نہیں بلکہ وہ آخرت سے نہیں ڈرتے　نہیں نہیں یہ قرآن ایک نصیحت ہے پھر جو چاہے اسکو یاد کرے اور وہ یاد نہیں کر سکتے

إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ○

ع

مگر جبکہ اللہ چاہے - وہی ہے جس سے ڈرنا چاہیے اور وہی بخشنے والا ہے

## ترکیب

معرضین حال من الضمیر فی متعلق الجار والمجرور فما مبتدأ لہم خبرہ کانہم الجملۃ حال من الضمیر فی معرضین علی التداخل مستنفرۃ قرأ الجمہور بالکسر یقال نفر واستنفر مثل سخر واستسخر وعجب واستعجب وقری بالفتح قال ابو علی الفارسی الکسرۃ اولی فرت الخ حال بعد حال او قد والقسورۃ عند الاکثر الاسد فعولۃ من القسر ہو القہر والغلبۃ سمی بذلک لانہ یقہر السباع وقیل جماعۃ الرماۃ قال الازہری اسم جمع للرماۃ لا واحد لہ من لفظہ وقیل ذکر الناس واصواتہم وقیل ظلمۃ اللیل بل یرید عطف علی مقدر یقتضیہ المقام کانہ قیل لا یکتفون بتلک التذکرۃ بل یرید الخ کلا بل لا یخافون اضراب انتقالی لبیان ہذا التعنت وقیل کلا بمعنی حقاً - اردع لہم عن اعراضہم عن التذکرۃ والضمیر فی انہ وذکرہ للتذکرۃ والمصدر ذو التاء یذکر ویؤنث -

## تفسیر

یہاں قیامت کے مصائب کا یہ حال ہے کہ کسی کی سفارش کفار کو کام نہ آویگی اور وہ دن آنیوالا ہے جس کا پہلا دروازہ موت ہے فما لہم عن التذکرۃ معرضین ان کافروں کو کیا ہوگیا ہے جو اس روز کے لئے کارآمد نصیحتوں سے موہنہ پھیر لیتے ہیں اور موہنہ بھی کس طرح پھیرتے اور بھاگتے ہیں کانہم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ گویا کہ وہ جنگلی گدھے ہیں جنگل میں شیر کو دیکھکر یا آواز اور شور و غل سنکر بدک کر بھاگتے ہیں - نفع نقصان کچھ نہیں دیکھتے سوچتے ہیں - نصیحت اور بھلائی سے موہنہ پھیرنا کبھی کم فہمی اور بےعقلی سے ہوتا ہے کہ اسکے فوائد اسکی سمجھ میں نہیں آتے جیسا کہ کم عمر بچے تحصیل علم سے بھاگتے ہیں اور کبھی طبعی نفرت سے ہوتا ہے باوجودیکہ فوائد معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ بیمار دوا پینے سے اعراض کرتا ہے اور کبھی کسی وہم اور خیالی اندیشہ سے جیسا کہ فصد سے جس میں وہم ہوتا ہے کہ مر نہ جاؤں اور کبھی عادات و رسوم کی پابندی اور خسیس لذت اور الفت امر ناقابل سے ہوتا ہے جس لئے اس کے خلاف کسی کی نصیحت سننا نہیں چاہتا جیسا کہ عوام جہال اپنے مالوفات اور رسوم بد کے خلاف سننا گوارا نہیں کرتے اور فساق و فجار کی ناپاکی خواہش انکی عقل پر غالب آجاتی ہے وہ شراب بازنا لواطت یا اور برے کام نہیں چھوڑتے ان چاروں صورتوں میں عقل سلیم مغلوب ہوجاتی ہے اس لئے ان کو جنگلی گدھوں سے تشبیہ دینا اور ناصح مشفق کو شیر سے جس کی نصیحت کو اپنی قوت متوہمہ کے سبب مضر و خطرناک جانتا ہے بہت ٹھیک تشبیہ ہے ایک پانچویں صورت اور بھی اعراض کی ہے کہ اس کا تکبر اور غرور نہیں رخصت دیتا کہ کسی اور سے مستفید ہو حالانکہ اس کی بھلائی سمجھتا ہے اس لئے فرماتا ہے بل یرید کل امرئ منہم ان یؤتی صحفا منشرۃ بلکہ اس لئے بھی نہیں مانتے کہ ہر ایک ان میں سے یہی چاہتا ہے کہ اس پر آسمان سے بند اور ملفوف نہیں بلکہ فرامین شاہانہ کے طور کھلی ہوئی کتاب اترے یعنی ہر ایک بغیر وسیلہ نبی مرسل خدا پاک سے ہمکلام اور مخاطب ہونے کی ہوس رکھتا ہے

ناسہے لمن شاء منکم ان یتقدم او یتأخر اب جو چاہے ہم مین سے آگے آے سعادت کے رستہ مین بڑھکر قدم رکھے جو چاہے پیچھے ہٹے اور جہنم کی عمیق گڑھے مین
پڑے فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر - وقد تبین الرشد من الغی مگر جو پیچھے ہٹے وہ یہ نہ سمجھے کہ مین دار آخرت کی دار وگیر سے آزاد ہو جاؤن گا ہیر اعمال
باز پرس ہوگی کس لیے کہ کل نفس بما کسبت رہینۃ ہر شخص امیر غریب شریف و وضیع اپنے اعمال مین گروی ہے چھٹکارا نہین الا اصحاب الیمین مگر داہنے والے
نہین - داہنے والون سے مراد وہ گروہ ہے جو قیامت کو تخت رب العالمین کے داہنی طرف کھڑا ہوگا اور اون کو اون کے نامہ اعمال داہنے ہاتھ
مین دیے جائین گے اور روز میثاق بھی وہ داہنی طرف تھے - اور یمین یمن سے ماخوذ ہے جس کے معنے برکت اور بہتری کے ہین یعنے اہل خیر اہل ایمان نیکوکار
اپنے اعمال مین ماخوذ نہون گے کس لیے کہ ان کے اعمال قابل مواخذہ ہی نہین اور وہ اصحاب الیمین اس روز روشن مین کہ جس کی صبح نمودار
ہونے والی ہے کہان رہین گے فی جنات باغون مین جہان اپنے اعمال وایمان کے پھل کھا دین گے - اور یہ انکی اس گرمی ومحنت کا نتیجہ ہے جو
یہ دنیا مین انھون نے اٹھائین تھین یتساءلون عن المجرمین ماسلککم فی سقر گنہگارون سے پوچھین گے کہ کس چیز نے تمکو جہنم مین پہونچایا - (فی جنات
باغون کا ظرف بھی ہو سکتا ہے کہ ان باغون مین رہکر مجرمون سے پوچھین گے) اس عالم مین اہل جنت کو اہل النار دکھائی دین گے کیونکہ جسمانی
قرب وبعد کا رویت مین فرق پیدا کرتا ہے اٹھ جائیگا دوزخی انکو جواب دین گے لم نک من المصلین کہ ہم دنیا مین نماز نہین پڑھتے تھے اہل صلوۃ
جماعت مین نہ تھے ولم نک نطعم المسکین اور نہ فقیرون محتاجون کو کھانا کھلاتے تھے - یعنے نہ بدنی وروحانی عبادت کرتے تھے اور نہ مالی عبادت
کرتے تھے - نماز بدنی وروحانی عبادت ہے کھانا کھلانا مالی - اہل دنیا کے نزدیک بدنی خدمت مالی خدمت سے آسان تر ہے اس لیے اول نماز نہ پڑھنا
ذکر کیا بعد مین کھانا نہ دینا - یہ دونون کام قوت عملیہ کی تکمیل کے رکن ہین کس لیے کہ تعظیم امر اللہ جو نماز مین ہے اور شفقت بر خلق خدا جو خیرات مین
ہے تمام اہل عقل ونقل کے نزدیک عمدہ کام ہین - اس کے بعد دو کام قوت نظریہ کے فاسد کرنے والے اور بتائے وکنا نخوض مع الخائضین اور
اور رسول کی باتون مین اور غوطہ لگانے والون کے ساتھ ہم بھی غوطہ لگاتے تھے - غوطہ لگانے سے مراد باتین چھانٹنا انکار کرنا شک وشبہات
پیدا کرنا ہے وکنا نکذب بیوم الدین اور ہم روز جزا کو بھی جھٹلایا کرتے تھے کہتے تھے قیامت نہوگی اجی وہان کی کیا خبر ہے کون دیکھ کر آیا ہے اب
مزے کر لو یہ دونون باتین قوت نظریہ کے خراب کرنے والین بہت کچھ تھین - اعمال نیک بھی نہ کیے ایمان بھی نہ لائے تھے - اور یہ بات
یہانتک رہی حتی اتنا الیقین یہانتک کہ ہمکو موت آگئی اور مر گئے کسی سمجھانے والے کی بات کو نہ مانا اپنی اسی جہالت پر اڑے رہے -
موت کو یقین اس لیے کہتے ہین کہ اس کی بابت دنیا مین کسی کو بھی شک نہین ملحد خدا پرست جاہل عالم بدکار نیک سب اسکے قائل ہین اور یہ بھی
کہ مرنے کے وقت وہ پردہ جو اس جہان اور اس جہان مین پڑا ہوا ہے اٹھ جاتا ہے پھر وہان کی ہر بات دکھائی دینے لگتی ہے یقین آجاتا ہے مگر گیا
وقت ہوا ایمان وعمل کا وقت جاتا رہا اس لیے خود ہی فرماتا ہے فما تنفعہم شفاعۃ الشافعین کہ اس روز سفارش کرنیوالون کی سفارش کام نہ آوے گی
اس لیے کہ شفاعت یا ایمان واعمال صالحہ کرتے ہین وہ انکے پاس ہین نہین یا حضرات انبیاء واولیا کرتے ہین انسے بیزاری پیدا کرلی تھی وہ الٹے
بیزار تھے - ان آیات مین انسان کا انجام بتایا گیا اور یہ بھی بتلا دیا کہ دار آخرت مین کارآمد یہ باتین ہین نماز خیرات ایمان اطاعت خدا ورسول
اور ان کے برخلاف کرنے سے سقر مین داخل ہونا یقینی ہے -

## سورۂ قیامہ مکہ میں نازل ہوئی اسکی چالیس آیات و دو رکوع ہیں

### بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

لَآ أُقۡسِمُ بِيَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ ۙ وَلَآ أُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ ؕ أَيَحۡسَبُ الۡإِنۡسَانُ أَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَهٗ ؕ بَلٰى قٰدِرِيۡنَ

قسم ہے قیامت کے دن کی اور قسم ہے پشیمان ہونے والے شخص کی کیا آدمی سمجھ رہا ہے کہ ہم اسکی ہڈیاں جمع نہ کریں گے ؟ ہاں ہاں ہم اس کے

عَلٰٓى أَنۡ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ؕ بَلۡ يُرِيۡدُ الۡإِنۡسَانُ لِيَفۡجُرَ أَمَامَهٗ ؕ يَسۡـَٔلُ أَيَّانَ يَوۡمُ الۡقِيٰمَةِ ؕ فَإِذَا بَرِقَ الۡبَصَرُ ۙ

جوڑوں کے ٹھیک کرنے پر قادر ہیں بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ اسکے سامنے ڈھٹائی کرے پوچھتا ہے کہ کب ہے قیامت کا دن پھر جبکہ نظر چندھیا جاوے

وَخَسَفَ الۡقَمَرُ ۙ وَجُمِعَ الشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ ۙ يَقُوۡلُ الۡإِنۡسَانُ يَوۡمَئِذٍ أَيۡنَ الۡمَفَرُّ ۚ كَلَّا لَا وَزَرَ ؕ إِلٰى رَبِّكَ

اور چاند گہن جاوے اور سورج اور چاند اکٹھے کئے جاویں اوس دن آدمی کہے گا کہاں جاؤں بھاگ کر نہیں نہیں کہیں پناہ نہیں تیرے رب ہی

يَوۡمَئِذِ الۡمُسۡتَقَرُّ ؕ يُنَبَّؤُا الۡإِنۡسَانُ يَوۡمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ؕ بَلِ الۡإِنۡسَانُ عَلٰى نَفۡسِهٖ بَصِيۡرَةٌ ۙ وَّلَوۡ أَلۡقٰى مَعَاذِيۡرَهٗ ؕ

کی طرف اوس دن ٹھکانا ہے اوس دن انسان کو بتا دیا جاوے گا کہ وہ کیا لایا اور کیا چھوڑ آیا بلکہ ہر ایک انسان اپنے حال کو دیکھ رہا ہے گو بہانے کیا کرے

## ترکیب

لا اقسم قیل لا زائدۃ کما زیدت فی قولہ لئلا یعلم وقیل لیست بزائدۃ وحینئذ فی معناہا وجہان احدہما انہ نفی القسم بہا لوضوح الامر والثانی ان لا رد لکلام متقدم لانہم قالوا انت مفتر ایحسب الہمزۃ للاستفہام الانکاری وان مخففۃ من المثقلۃ واسمہا ضمیر الشان محذوف وجواب القسم محذوف یدل علیہ ہذہ الجملۃ ای لیجمعن العظام بلی ایجاب لما بعد النفی المنسحب الیہ الاستفہام والوقف علیہ حسن ۔ ویبتدی الکلام بقولہ قادرین وانتصابہ علی الحال من الفاعل ای نجمعہا قادرین وقیل المعنی بل نجمعہا نقدر قادرین بنان جمع او اسم جمع لبنانۃ لیفجر اللام زائدۃ وناصبہ ان مقدرۃ ای ان یکذب امامہ ظرف ای لیکفر فیما یستقبل یسئل تفسیر لیفجر ایان خبر مقدم یوم القیامۃ مبتدء موخر ثم بل یرید عطف علی ایحسب فیجوز ان یکون ایضا استفہاما ویجوز ان یکون ایجابا یقول الانسان جواب اذا برق البصر وجمع الشمس والقمر ولم یقل جمعت لان التانیث مجازی قال المبرد الی ربک خبر والمبتدء المستقر ویومئذ منصوب بفعل دل علیہ المستقر الانسان مبتدء بصیرۃ خبرہ وعلی متعلقۃ بالخبر والتاء فی بصیرۃ للمبالغۃ کما فی العلامۃ ولو وصلیۃ معاذیرہ قال الواحدی المعاذیر جمع معذرۃ یقال معذرۃ و معاذر ومعاذیر وقال صاحب الکشاف والمعاذیر لیس جمع معذرۃ وانما ہو اسم جمع لہا کالمناکیر فی المنکر وجمع المعذرۃ معاذر قال المبرد والزجاج المعاذ الستور واحدہا معذار ۔

## تفسیر

یہ سورۃ بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے جمہور اسی کے قائل ہیں اور ابن عباس اور ابن الزبیر کا بھی یہی قول ہے ۔ اسکی چالیس آیات ہیں اسمیں سورہ پر قیامت کی قسم کہائی ہے اور بعد میں بھی قیامت کے حالات مذکور ہیں اس مناسبت سے اسکا نام سورہ قیامہ ہوا ۔

یا کہ بعض حکما کہتے ہین نبی کی ضرورت نہین ہر ایک کا واسطہ اسکے رب سے کافی ہے ۔
ض مفسرین کہتے ہین کہ کفار قریش کہتے تھے کہ ہم آپکو جب مانین گے کہ ہر ایک کے پاس آسمان سے ایک فرمان آوے جسمین لکھا ہو کہ یہ فرمان رب العالمین
طرف سے فلاں بن فلاں کی طرف ہے کہ تو محمد کا کہنا مان ۔ یہی مضمون ایک اور آیت مین بھی ہے کہ حتی تنزل علینا کتابا نقرءہ فرماتا ہے کلا یہ ہرگز نہوگا
لئے کہ ہر ایک مین اُس سے مخاطب ہونیکی قابلیت نہین کیونکہ نفوس انسانیہ کے درجات متفاوت ہین بعض کو عالم علوی سے مناسبت ہے اور
ض کو نہین دنیاوی کاروبار مین ایک عمدہ کام کی ہر ایک صلاحیت نہین رکھتا چہ جائیکہ عالم ملکوت کے اسرار پر مطلع ہونے کی ۔
و اُن کی حرستی کی باتین ہین بلکہ بات یہ ہے بل لایخافون الآخرۃ کہ وہ آخرت کے معاملات سے ڈرتے نہیں کس لئے کہ انکا ان باتو نپر ایمان نہین
انکو کچھ بھی ان پیش آنیوالی مصیبتون کا خوف و اندیشہ ہوتا جیسا کہ دنیاوی امور مین ہوتا ہے اور اسکی چارہ جوئی کے لئے ہر ایک کے پاس دوڑے
سے پھرتے ہیں تو ضرور ہمارے نبی علیہ السلام کی خدمت مین حاضر ہو کر انکے دفعیہ کی تدابیر پوچھتے ۔
پھر اعادہ کرتا ہے کلا کہ جو تم چاہتے ہو وہ ہرگز نہوگا ۔ انہ تذکرہ یہ قرآن ایک نصیحت ہے فمن شاء ذکرہ جو چاہے اسکو یاد کرے نصیحت ۔ سے
مستفید ہو کس لئے کہ اسکا اسی کو نفع ہے اور جو چاہے نہ مانے جہنم مین جاوے ۔ وما یذکرون الا ان یشاء اللہ اسکو یاد بھی وہی کرتے ہیں
جن کو یاد کرانا اللہ چاہتا ہے کس لئے کہ ۔ ہو اہل التقوی واہل المغفرۃ وہی متقی بناتا ہے اور وہی متقی بنا کر بخش دیتا ہے یا یون کہو
وہی اس قابل ہے کہ اس سے ڈرنا چاہئے تمام نفع ونقصان کی ڈوریان اُسی کے ہاتھ مین ہین پھر جب اس سے کوئی ڈرتا ہے تو وہ
بخش دیتا ہے وہی بخشنے کے قابل ہے ۔ اس کے ڈر کے ساتھ بخشش لگی ہوئی ہے ۔ انس فرماتے ہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس
آیت کو پڑھکر فرمایا کہ تمھارا رب فرماتا ہے انا اہل ان اتقی فلا یجعل معہ الٰہ فمن اتقانی فلم یجعل معی الٰھا فانا اہل ان اغفر لہ (رواہ احمد والدارمی
والترمذی وحسنہ والنسائی وابن ماجہ والبزار وابو یعلی) کہ مین ہی اس قابل ہون کہ مجھ سے ڈرے پس میرے ساتھ کوئی شریک
نہ بنایا جاوے پھر جو مجھ سے ڈریگا میرے ساتھ اور معبود نہ ٹھہرائیگا تب مین اس کو بخشدونگا (اس حدیث کو ترمذی وابن ماجہ و
نسائی وغیرہ محدثون نے نقل کیا ہے)
یعنی یہان تقوی سے اعلی مرتبہ مراد نہین کہ جسمین تمام صغائر و کبائر سے مجتنب رہنا شرط ہو کس لئے کہ اول تو ہر ایک بندہ سے اس قسم
کا تقوی مشکل ہے ای عبد لک لا الم دوم ایسے تقوے کرنے والے پر مواخذہ ہی نہین بلکہ شرک سے بچنا مراد ہے اور اس سے وہ
اس کے دربار مین راہ پانے کے قابل ہو جاتا ہے اس کے بعد اور باقی گناہو نپر اسی کی طرف رجوع کرنے سے مغفرت ہے ۔ یعنے
اگر مشرک نہین تو قابل مغفرت ہے ۔
سورہ کی ابتدا مین تھا کہ اے مدثر کھڑا ہو اور لوگون کو ڈرا اخیر مین کلام کو تمام اس پر کیا کہ اوسی سے ہی ڈرنا چاہئے اور انجام کار
تیری نصیحت کا تقوی ہے جس کا پہلا مرتبہ شرک سے بچنا ہے اور بعد اس کے اور مراتب ہین جس کا انجام مغفرت ہے حاصل یہ کہ
تو خلعت نبوت پہنکر چپ نرہ بلکہ متقی بنانے مین کوشش کر اور متقیون کے لئے میری بخشش تیار ہے ۔ ابتدا و انتہا کلام مین ایسی
مناسبت رکھنا کمال بلاغت ہے ۔

ں علماء فرماتے ہین نفس لوامہ وہ نفس اور وہ شخص ہے جو قیامت کے دن اپنے برے کامون پر اپنے تئین ملامت کریگا اور وہ کفار کا نفس ہے اس لئے
لا اقسم بالنفس اللوامۃ مین لا کو زائد نہین کہتے بلکہ نفی کے لئے اور یون معنے بیان کرتے ہین کہ ہم قسم کہاتے ہین قیامت کی اور نہین قسم کہاتے نفس لوامہ کی
ں لئے کہ وہ ناپاک اس قابل نہین -
ار منکرین قیامت کے مقابلہ مین قیامت کی قسم کہانا بظاہر مصادرہ علی المطلوب تہا مگر قیامت کا آنا انکے لئے دلائل سے ثابت کر دیا گیا تہا اس لئے اسکے
بد انکے شبہات کو اور بھی رفع کرتا ہے انکے دو قسم کے شبہات تھے اول جہالت کی وجہ سے دوم شہوت اور حب دنیا کی وجہ سے کہ وہ قیامت اور حساب کے نام
ہے کو بھی مخل عیش سمجھتے تھے اول شبہ کو بیان کرکے انکار کرتا ہے فقال ایحسب الانسان الن نجمع عظامہ کیا انسان یعنے وہ انسان جو قیامت کے منکر ہین
سمجھ رہا ہے کہ ہم اسکی بوسیدہ ہڈیون کو پھر جمع نکر سکینگے ؟ مشرکین مکہ کا قیامت کے بطلان پر کسی دلیل و برہان پر اعتقاد نہ تہا وہ اسی شبہ سے باطل
تے تھے کہ ہم دیکھتے ہین انسان مرجاتا ہے اسکی ہڈیان اور گوشت پوست خاک مین ملجاتا ہے ہوا اڑا کر لیجاتی ہے سڑ کے ذرات ہو کر کہین اڑ گئے کا تھہ
ون سے دور سے ذرے ہو کر کہین دور جا پڑے اب بار دیگر یہ سب کیونکر جمع ہو سکتے ہین اس لئے کہتے تھے ہیہات ہیہات لما توعدون یہ بات کب ہو سکتی ہے
اسی استبعاد کو ایک شاعر جاہلیت نے بھی بیان کیا ہے ؎ حیات ثم موت ثم نشر ٭ حدیث خرافۃ یا ام عمرو ٭ کہ جیکہ مرنا پھر زندہ ہونا ایک لغو بات ہے
ے ام عمرو - یہ اس شاعر کی بیوی یا معشوقہ ہے جس سے کلام کر رہا ہے - اسکے جواب مین فرماتا ہے بلی ہان ہم جمع کرینگے - پھر فرماتا ہے قادرین علی ان نسوی بنانہ
ہم اسکی انگلیون کے پورون کے درست کرنے پر قادر ہین - انسان کے بدن مین سب بدن تیار ہونے کے بعد اخیر انگلیون کی کہال تیار ہوتی ہے یہ
سکی تعمیر بدن کا خاتمہ ہے اور نیز یہان گوشت اور چربی ہے اور اسکے اندر عروق وشرائین وارد ہین اور پھر اعصاب و رباطات وعضلات و مفاصل
ہین اور اسی لئے تمام بدن مین حکماء کے نزدیک اس کا مزاج بہ نسبت اور اعضاء کے زیادہ معتدل ہے اور گرمی سردی رطوبت یبوست کے دریافت
کا مادہ زیادہ ہے - پھر جب ان کو بار دگر درست اور ٹھیک کر دینا فرمایا تو تمامی اعضاء کا بھی بار دگر ٹھیک کر دینا سمجھا گیا

آسمان و زمین کی پیدائش اور انسان کا اول بار منی کے قطرہ سے بننا وغیرہ ہزارون اسکی قدرت کاملہ کے نمونہ ان لوگون نے دیکھے تھے اور
سب دیکھتے ہین پھر جو ایسا قادر و حکیم ہے کہ جسنے اول بار اسکو ایسی چیزون سے پیدا کر دیا وہ بار دگر پیدا کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے اس بات کو عقول
صافیہ اور اذہان سلیمہ کے حوالہ کر دیا کہ وہ خود سمجھ سکتے ہین - اور یہی ایک بڑی قوی دلیل حشر کے برپا ہونے پر ہے اس لئے فرماتا ہے کہ یہ انکار و تعجب
دراصل کچھ نہین ہے بل یرید الانسان لیفجر امامہ بلکہ اس انکار سے اسکی غرض یہ ہے کہ پہلے تو جو کچھ کیا تھا سو کیا تھا آئندہ بھی دل کھول کر بدکاری پر بدکاری
کرے کس لئے کہ اب قیامت اور وہان کی بازپرس کا کھٹکا تو اسنے اس انکار سے نکال ہی دیا - اس فسق و فجور کا نشہ اسکو قیامت کا لفظ بھی مونہ پر نہین
لانے دیتا اور نہ اسکے دلائل مین غور و فکر کی مہلت دیتا ہے اس لئے دلیر ہو کر پوچھتا ہے یسئل ایان یوم القیامۃ کہ کب ہے قیامت کا دن ؟ یسئل سے

یہان تک دوسرے شبہات کا رد ہے جو شہوات پر مبنی ہے -
بعض مفسرین امامہ کی ضمیر اللہ تعالی کی طرف پھیرتے ہین تب یہ معنے ہونگے کہ قیامت کا انکار کرکے اللہ کے سامنے بدکرداری کرنا چاہتا ہے جو پوچھتا ہے کہ
ایان یوم القیامۃ کہ کب ہے قیامت کا دن - یہ انسان کی کمال بے شرمی اور بیحد دلیری ہے کہ اپنے مولا کے روبرو گستاخانہ سوال کرتا ہے کسی کو اسکو ڈرنا اور
اپنے حال کی اصلاح کرلی چاہئے کوئی طبیب حاذق خبر دے کہ یہ مرض تجھکو لاحق ہے علاج کر ورنہ مرجائیگا پھر یہ بڑے جاہل کا کام ہے کہ اس سے پوچھے کیا اور کس تاریخ مرونگا

# مناسبت

اسکی سورۂ مدثر سے یہ ہے کہ سورہ مدثر مین قیامت کے ظاہری واقعات کی ابتدا مذکور تھی بقولہ فاذا نقر فی الناقور اور انتہا بھی بقولہ ما سلککم فی سقر وکل نفس بما کسبت رہینۃ الخ اور اس سورہ مین قیامت کے باطنی واقعات کی ابتدا اور انتہا مذکور ہے ابتدا یہ کہ عقل اسروز متحیر ہو جائیگی بقولہ فاذا برق البصر الخ اور انتہا دیدار آلہی یا اس سے محرومی کے بعد سیاہ روئی حسرت و ندامت ہے بقولہ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ ووجوہ یومئذ باسرۃ تظن ان یفعل بہا فاقرۃ۔

اور یہ بھی ہے

کہ سورہ مدثر کے اخیر مین فرمایا تھا ہو اہل التقوی واہل المغفرۃ کہ وہی ڈرنے اور بخشنے کے قابل ہے یا اسکی شان ہے کہ اس سے خوف کیا جاوے اور وہی معافی دیتا ہے مگر دنیا چند روزہ جو دار العمل ہے اس تقوی اور مغفرت کے آثار تو یہ ظاہر ہونیکی جگہ نہین بلکہ ایک دوسرا جہان ہے جو ابدی ہے اور اسکی ابتدا قیامت سے ہے اسی لئے قیامت کی قسم کھاتا ہے اور اسکے بعد نفس لوامہ کی بھی یعنی اچھے لوگون کی جان کی بھی جو اپنے برے کامون پر ملامت کرتے ہین اور دراصل ایسے ہی لوگ متقی ہین یہ اس لئے کہ اس روز وہ لوگ مغفرت کے آثار دیکھینگے۔ اور بھی الفاظ اور معانی مین باہم مناسبتین ہین جو غور کرنے سے ظاہر ہو سکتی ہین اور صحابہ کبار کے عجیب اذہان صافیہ تھے کہ ترتیب سور کے وقت انپر یہ مناسبات ظاہر تھین۔

## فقال

لا اقسم بیوم القیامۃ ولا اقسم بالنفس اللوامۃ کہ ہم قسم کھاتے ہین قیامت اور نفس لوامہ کی کہ انسان اس روز اپنی تقصیرات پر حسرت کریگا اور سخت نادم ہوگا۔ نفس لوامہ مین اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح اچھے[٥] لوگ دنیا مین اپنی تقصیرات پر حسرت و ندامت کرتے ہین کیونکہ انکو چشم بصیرت ہے برے بھلے مین امتیاز کرتے ہین نفس کی خواہش سے اگر کوئی تقصیر ہو جاتی ہے تو فوراً نادم بھی ہو جاتے ہین ان اندھے جاہلون کی طرح اوپر اڑتے نہین اسی طرح یہ اندھے اس روز حسرت و ندامت کرینگے کیونکہ اوس روز روشن مین انکی آنکھین کھل جائینگی (فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید) اوس روز روئینگے دانت پیسینگے مگر کیا فائدہ آج اگر روتے اور ندامت کرتے تو فائدہ تھا۔

نفس سے مراد جان یا روح انسانی ہے اور وہی مدرک ہے اور وہی دراصل انسان ہے اور یہ جسم اکتساب کمالات کے لئے اسکا آلہ یا ہتیار یا اوزار ہے پھر نفوس انسانیہ اپنی استعداد و فیضان کے لحاظ سے کئی قسم پر ہین۔ حضرت انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام کے نفوس قدسیہ مطمئنہ ہین کہ ان کو حق سبحانہ کی قربت سے اطمینان و سکون حاصل ہوتا ہے (الا بذکر اللہ تطمئن القلوب) انکے بعد صالحین ہین انکے قلوب کو بھی ذکر الہی سے اطمینان ہے مگر نہ اوتنا اور ان مین اپنی تقصیرات پر ملامت کرنے کی صفت غالب ہے اس لئے انکے نفس کو نفس لوامہ کہتے ہین۔ ولم یصروا علی ما فعلوا ثم نادمون

بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیر خویش ✽ عذر بدرگاہ خدا آورد ✽ ورنہ سزاوار خداوندیش ✽ کس نتواند کہ بجا آورد ✽ ۔ بدکار اور فاسقون کا فرون کا نفس امارہ ہے وہ ہل من مزید کہتا رہتا ہے ہر وقت لذات و شہوات حسد و بغض کینہ و انتقام کا حکم ہی دیتا ہے ندامت و ملامت تو درکنار بلکہ وہ ان لائق باتون پہ اصرار کیا کرتا ہے۔ نفس مطمئنہ کو تو قیامت کے ہولناک واقعات سے بحکم وہم من فزع یومئذ آمنون اطمینان ہی ہوگا اور امارہ سقر کا ایندھن ہین البتہ نفس لوامہ متوسط ہے اور زیادہ قیامت کے معاملات سے خوف و رجا مین اسی کو تعلق ہے اس لئے قیامت کی قسم کے بعد اسکی قسم کھانا اسکی خوبی اور قیامت کے روز فلاح مندی بتاکر اسکو تسلی دیتا ہے۔

[٥] یعنی کرنا ... ملامت کرتے ہین کرکم کی اچھی طرح ... ہین کی اور ... کرسکے بھی ... کی ... کرینگے بعد اس سے دل کو ایک سخت صدمہ ہوتا ہے ۱۲

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ

تو اسپر اپنی زبان نہ چلا تاکہ اس کی جلدی کرے کیونکہ یاد دلانا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔ پھر جب ہم پڑھنے لگیں پھر تو اسکے پڑھنے میں پیچھے رہ۔ پھر ہمارا ذمہ ہے اسکا بیان کرنا۔ نہیں نہیں بلکہ تم پسند کرتے ہو

الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ ۝

جلد آنے والی کو اور چھوڑتے ہو پیچھے آنے والی کو بہت سے مونہہ اُس روز بشاش ہونگے اپنے رب کی طرف دیکھینگے۔ اور بہت سے مونہہ اُس دن اُداس ہونگے۔

تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَقِيْلَ مَنْ رَاقٍ ۝ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ

خیال کرتے ہونگے کہ اُنپر کوئی کمر توڑنے والی مصیبت ڈالی جاویگی۔ نہیں نہیں جبکہ جان گلے تک پہونچ جاویگی۔ اور کہینگے کوئی جھاڑنے والا ہے اور وہ سمجھ گیا کہ اب جدائی ہے۔ اور لگٹی ٹانگ سے

بِالسَّاقِ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨالْمَسَاقُ ۝ؑ

ٹانگ۔ اس روز تیرے رب کی طرف روانگی ہے۔

## تركيب

جمعه وقرآنه اسم ان علينا خبرها۔ والمراد القراءة والقرآن ۔ مصدران فاذا شرط قرانا ه ای اتممنا قراءته عليك فاتبع جواب الشرط ای استمع قراءته وكرر ها وقيل اتبع حلاله … كلا للردع عن العجلة وقيل بمعنی حقا … وجوه مبتدا وجاز الابتداء بالنكرة لحصول الفائدة ناضرة خبره ويومئذ للظرف للخبر ناضرة ناعمة حسنة يقال شجر ناضر اى حسن ناعم وبشارت العيش حسنة وقيل مضيئة مسفرة مشرقة ناظرة خبر بعد خبر الى ربها متعلق به۔ وقيل وجوه مبتدا وناضرة صفة للوجه ويومئذ ظرف لناضرة وناظرة خبر۔ تظن الجملة صفة باسرة في الصحاح بسر الرجل وجهه بسورا اى كلح وقيل متغيرة شديد العبوس والباسل ابلغ من الباسر لكنه غلب في الشجاع اذا اشتد كلوحه فاقرة داهية تكسر الفقار اذا شرط والجواب الى ربك يومئذ المساق التراقي جمع ترقوة وهي فعلوة لا تفعلة وهي عظم بين ثغرة النحر والعاتق يمينا وشمالا ولكل انسان ترقوتان ويكنى ببلوغ النفس التراقي عن قرب الموت وقيل هذا وما بعده معطوف على الجملة من مبتدا راق خبره۔ اصله راق فعليل۔ فهو اسم فاعل اما من رقى يرقى بالفتح في الماضي والكسر في المضارع فهو من الرقية فهي كلام معد للاستشفاء واما من رقي يرقى بالكسر في الماضي والفتح في المضارع فهو من الرقي بمعنى الصعود ومنه الترقي۔

## تفسیر

پہلے ذکر تھا کہ انسان جلد باز ہے اور یہ جلد بازی خواہ دینی کاموں میں ہو خواہ دنیاوی اس حکمت کے خلاف ہے جو اُسنے باوجود ایکدم میں پیدا کر سکنے کے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا۔ کفار قیامت کے بارہ میں جلد بازی کرکے پوچھتے تھے کہ ایان یوم القیامۃ اسیطرح بتقضائے بشریت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے حاصل کرنے میں جلدی کرتے تھے ادھر جبرئیل علیہ السلام نے وحی سنانا شروع کیا ادھر اُسکے ساتھ ساتھ شوق میں آپ بھی پڑھتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ کبھی بھول نہ جاؤں۔ اور نیز یہ بھی شوق تھا کہ جلد مطلع ہو کر لوگوں کو مطلع کروں اسلئے قیامت کے بیان میں بطور جملہ معترضہ کے لا تحرک بہ لسانک سے لیکر ثم ان علینا بیانہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس جلدی سے منع کیا اور تلقی وحی کا ادب و قاعدہ سکھا دیا اور تسلی کردی کہ آپکو بھولنے نہ دینگے اور ہم خود اسکو لوگوں پر ظاہر کردینگے۔ اور یہ جملہ معترضہ اس مسلسل بیان میں ایسا ہے کہ جیسا کوئی معلم کسیکو تعلیم کرتا ہو اور اثنائے درس میں شاگرد ادھر اُدھر متوجہ ہوتا ہو تو وہ اُسکو بیچ میں ٹوک دے اور کہدے کہ ادھر اُدھر متوجہ نہ ہو پھر کیا اُسکے کلام میں بے ربطی کا باعث تصور ہو سکتا ہے ایسے موقع پر یہ الزام قائم کرنا معترض

اسکے بعد قیامت کے علامات و حالات بیان کرتا ہے جن کے سننے سے دل لرزتا ہے فقال فاذا برق البصر کہ جب آنکھیں چوندھیا جاویں۔ یہ اس روز کی تجلی نورانی سے ہوگا جبکہ تخت رب العالمین عدالت کے لئے فرشتہ لاکر دھر دیں گے اس قہر و جبروت کی تجلی کو آنکھیں دیکھ نہ سکیں گی آفتاب کے سامنے آنکھیں چوندھیا جاتی ہیں پھر وہ تجلی تو اس سے لاکھوں درجہ بڑھکر ہوگی جسکے آگے بجلی کی چمک بھی کوئی چیز نہیں جیسا کہ سورہ زمر میں آیا ہے واشرقت الارض بنور ربہا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ قیامت صغریٰ موت کے وقت ہوگا جب اس عالم ناسوتی پر پردہ پڑجائے گا اور دوسرے عالم کا پردہ اٹھ جائیگا تو وہاں کے ہولناک حالات دیکھکر کافر و فاسق کی آنکھیں حیرت و دہشت کے مارے اوپر چڑھ جائیں گی وہ شہوت کا نشا جس سے انکار قیامت کرتا تھا اتر جائیگا موت کے بعد اسکو قیامت کبریٰ کا آپ یقین ہوجائیگا یہیں سے اسکا وقت شروع ہے۔ اور ایماندار نیک لوگوں کی آنکھیں عالم ملکوت کی تجلیات دیکھکر خیرہ ہوجاویں گی اور اولیاء کرام و انبیاء عظام کی اسکی تجلی ذاتی سے جو عین وصال ہے۔ یہ قیامت کی پہلی علامت تھی۔ اسکے بعد دوسری علامت بیان فرماتا ہے وخسف القمر کہ چاند گہنا جاویگا یعنی بے نور ہوجاویگا یہ قیامت کبریٰ کے قریب ہوگا بعض کہتے ہیں کہ یہ بھی موت کے وقت ہوگا کس لئے کہ قمر سے مراد قمر عقل ہے۔ اسوقت عقل ماری جاویگی۔ تیسری علامت وجمع الشمس والقمر چاند اور سورج جمع کئے جاوینگے یہ بھی قیامت کے وقت نفخ صور پر ہوگا کہ دونوں بے نور کرکے عدم کے گڑھے میں ایسا پھینکدیئے جاوینگے اور نفخ صور دوم پر نیا آسمان نئی زمین نئے چاند اور سورج پیدا ہونگے۔ جو انکو بھی علامات موت سے قرار دیتے ہیں انکے نزدیک قمر و شمس کے جمع ہونے سے مراد کنایہ ہے روح آفتاب اور قمر دل کا جمع ہونا مراد ہے کہ پھر اس وقت ولیپرادہر ادہر کے خیالات طاری ہوں گے بلکہ صرف روحانی۔ یا ذات و صفات کا اجتماع مراد ہے جو دار دنیا میں عوارض کے سبب اختلاف تھا ذات کا تو انکار معرفت تھا صفات شہوانیہ و غضبیہ اس کو دور پھینکتے تھے۔ اب یہ اختلاف نہ رہے گا۔

اس وقت آدمی کی عجب حالت ہوگی ویقول الانسان این المفر اور کہے گا آج بھاگ کر جانے کی کونسی جگہ ہے کہاں جاؤں جو اس مصیبت سے امن پاؤں فرماتا ہے کلا نہیں نہیں لاوزر کوئی امن اور پناہ کی جگہ اس دن نہوگی۔ جس نے آج پناہ کی جگہ پیدا نہیں کرلی اس کو اسدن نہ ملے گی۔ الی ربک یومئذ المستقر اس روز تیرے رب کے پاس ٹھہرنے کی جگہ ہوگی مشتاقان دیدار خود بخود آوینگے اور اشرار و فجار بال پکڑکر کھینچتے ہوئے دربار میں لاوینگے پھر وہاں حساب و کتاب شروع ہوگا ینبؤا الانسان یومئذ بما قدم واخر اس روز آدمی کو بتادیا جاوے گا کہ اس نے کیا نیک کام آج کے دن کے لئے آگے بھیج دیئے تھے اور کیا نہیں کئے تھے۔ یا قدم سے مراد نیک و بد کام ہیں جو اس نے کئے تھے اور آخر سے وہ نیک و بد باتیں ہیں جو دنیا میں پیچھے چھوڑ آیا کہ اس کے بعد بھی نیک کاموں کا ثواب پہونچتا رہتا ہے جیسا کہ بنا مساجد و مدارس و رسم نیک اور بندگان خدا کی صلاح و فلاح کی تدابیر اسیطرح برے کاموں کا عذاب ملتا رہتا ہے رسم بد چھوڑ آیا تھا یا دنیا کو برباد و ہلاک کرنے والی بات قائم کر آیا تھا یا کسی میں جھگڑے اور عداوت کا بیج بو آیا تھا یا قدم سے وہ اعمال مراد ہیں جو پہلے کئے جاتے ہیں اور آخر سے وہ جو ان کے بعد ظہور میں آتے ہیں۔ فرماتا ہے بتلانے کی کوئی حاجت نہ ہوگی محض الزام و اکرام مقصود ہوگا ورنہ بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ آدمی خود اپنے حال اور نیک و بد اعمال سے واقف ہوگا اور اب بھی منصف مزاج واقف ہوسکتے ہیں ولو القی معاذیرہ بڑا حیلے بہانے بنایا کرے۔ یا بڑا پردہ اپنے ڈالے اور چھپائے مگر کچھ بھی نہ چھپا سکے گا نہ کوئی حیلہ بہانہ کام آوے گا۔ وہاں یہ حجتیں اور ابلہ فریب تقریریں کچھ کام نہ آئیں گی۔

سلہ اس سے دھیان ... کی طرف اشارہ ہے کہ چاند اور سورج ... ۲۱۲

مین بھی خدا پرست چہرون پر ایک خاص نورانیت ہوتی ہے اور وہی اپنے رب کو دیکھتے ہونگے یعنی دیدار آلہی کی دولت سے سرفراز ہونگے اور اسی کی خوشی مین اُنکے مونہہ چودھوین رات کے چاند کی طرح چمکتے ہونگے **ف** اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ قیامت کے دن اور اسکے بعد جنت مین بھی ایماندار نیک بندون کو دیدار آلہی ہوگا - بخاری و مسلم و ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید و ترمذی و ابن جریر وغیرہ محدثین نے ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ لوگون نے پوچھا یا رسول اللہ کیا ہم قیامت مین اپنے رب کو دیکھینگے آپنے فرمایا کیا تم آفتاب کے دیکھنے مین جبکہ بادل نہو کچھ شک کرتے ہو یا کوئی مانع ہوتا ہے عرض کیا نہین یا رسول اللہ پھر فرمایا کیا چودھوین رات کے چاند دیکھنے مین جبکہ کوئی حجاب اور بادل نہو کوئی مانع ہوتا ہے لوگون نے عرض کیا نہین یا رسول اللہ آپنے فرمایا پھر تم اسیطرح قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھوگے - ابن کثیر کہتے ہین بحمد اللہ یہ مسئلہ صحابہؓ مین متفق علیہ تھا اور تابعین اور اُنکے بعد ائمہ اسلام مین بھی سبکا اسپر اتفاق ہے

شیعہ اور معتزلہ کہتے ہین عیانا دیکھنا جسمانی چیزون کے لئے ہوتا ہے اور وہ جسمانیت سے پاک ہے اسلئے عیاناً دیکھنا محال ہے آیت کے معنی سے بھی یہ بات ثابت نہین ہوتی کسلئے کہ نظر او چیز ہے جو آیت مین آئی ہے اور رویت دیکھنا اور چیز ہے نظر دیکھنے کا آلہ ہے جیسا کہ کان سننے کا یہ ممکن ہے کہ نظر کرین اور وہ چیز دکھائی نہ دے اور سننا چاہین اور سنائی نہ دے خصوصاً نظر کے بعد الیٰ کا لفظ کلام عرب مین انتظار اور توقع کے معنی دیتا ہے آیت کے یہ معنی ہو کہ وہ اپنے رب کی توقع کرتے ہونگے کسلئے کہ قرآن مجید مین دوسری جگہ صاف آگیا ہے لا تدرکہ الابصار کہ اسکو کوئی آنکھ دیکھ نہین سکتے اور وہ لطیف و خبیر ہے ممکنات مین بھی لطیف چیزین دکھائی نہین دیسکتین جیسا کہ ملائکہ و جن اور ہوا پھر وہ تو سب سے زیادہ لطیف ہے ان آنکھون سے کیونکر دکھائی دیسکتا ہے -

اہل سنت کہتے ہین نظر رویت کے معنی مین بہت مستعمل ہے اشعار عرب اور آیات قرآنیہ اسپر دال ہین اور الیٰ کے ساتھ بھی دیکھنے کے معنی مین مستعمل ہے اور آیت لا تدرکہ الابصار مین ان جسمانی آنکھون سے دیکھنے کی نفی ہے جو عالم ناسوتی مین مکدرات کے دیکھنے کے لئے مخصوص ہین نہ عالم آخرت مین جہان اور آنکھین عطا ہونگی اور یہ نفی ادراک کی ہے جو ہر طرف سے گھیر لینے کو کہتے ہین نہ دیکھنے کی ؛

طرفین کے دلائل علم کلام کی کتابون مین بہت کچھ مذکور ہین جسکو اسپر زیادہ واقف ہونا ہو وہ شرح مواقف و شرح مقاصد وغیرہا کتابین دیکھے ؛

وُجُوہٌ یَّومَئِذٍ بَاسِرَۃٌ اور بہت مونہہ اُس روز ترش اور بگڑے ہوئے یا سیاہ ہونگے قیامت کی دہشت اور سخت سزاؤن کے خوف سے اور بجائے کسی نیک توقع اور دیدار آلہی کے تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِہَا فَاقِرَۃٌ یہ یقین ہوگا کہ ابھی ہمپر کوئی مصیبت پڑتی ہے کسلئے کہ آنکھون کے سامنے جہنم جوش مارتی ہوگی فرشتے طوق و زنجیر لئے اُس قید خانہ مین داخل کرنے کے لئے پولس کے سیاہ پوش گارد کی طرح تیار کھڑے ہونگے اسوقت اِدھر اُدھر دیکھیگا کہ کوئی چھوڑانے والا پیدا ہو کَلَّا یہ ہرگز نہ ہوگا اسکے بعد قیامت صغریٰ کا حال بیان فرماتا ہے جو انسان کے ہر وقت دروازہ پر کھڑی ہے یعنی موت جسکا ذائقہ چکھے بغیر چھٹکارا نہین - اس صورت مین کَلَّا کو آیندہ کلام مین شامل کیا جاوے اور اسکے معنی ضرور کے لئے جاوین تو ممکن ہے فقال کَلَّا اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ ضرور ضرور جب جان گلے تک پہونچ جاویگی - یہ نزع کے وقت کا ذکر ہے جبکہ جان نکلنے کو ہوتی ہے گویا کہ حلق تک آگئی یہ اس حالت بیکسی کی تصویر کھینچی جاتی ہے وَقِیْلَ مَنْ رَاقٍ اور لوگ کہینگے کوئی جھاڑنے والا یا علاج کرنے والا ہے؟ جاہل عرب ٹوٹکون شعبدون تعویذ گنڈون جھاڑ پھونک کے بڑے قائل تھے اسلئے انہین کے خیال اور حال کا ذکر کیا گیا کہ اسوقت وارث جھاڑنے والے کی تلاش مین پھرتے ہین کہ کوئی جھاڑنے منتر سے اسکو ہوش مین لائے وَظَنَّ اَنَّہُ الْفِرَاقُ کہ وہ بیمار قریب الموت علامات موت اور ملائکہ کو دیکھ کر یہ سمجھ رہا ہے کہ اب فراق ہے - پیارے فرزند اور محبوبہ بیوی اور یہ گھر کہ جسکی تعمیر مین سرگرم رہا کرتا تھا اور یہ املاک

ہم بھی اور اسلوب بلاغت و طرز خطاب سے محض بیخبری کی دلیل ہے۔ اور ممکن ہے کہ آیات میں انسان کے عذر بیجا کا دعویٰ کاٹ کیلئے عذرات میں اپنی زبان چلاتا ہے
تیرے اعمال جمع کرنے اور تجھکو سنوانے اور پڑھوانے آخرت میں جو بعد میں آئیگی اور تم بعد کی چیزونکو سامنے کی چیزون پر ترجیح دیتے ہو۔ بخاری و مسلم وغیرہ نے
ابن عباس رض سے اس آیت لا تحرک به لسانک کے متعلق یوں روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے وقت ایک گرانی معلوم ہوتی تھی اسلئے آپ
بھی ساتھ ساتھ پڑھتے تاکہ بھول نہ جائیں اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی لا تحرک به لسانک لتعجل به کہ آپ قرآن سیکھنے میں جلدی کرکے زبان نہ ہلاوین بلکہ متوجہ
ہوکر تمام وحی کو سن لیا کریں۔ اسیطرح ایک اور آیت میں بھی یہی مضمون آیا ہے لا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیه الآیۃ کیلئے ان علینا جمعه کہ ہمارا ذمہ ہے
اسکا تیرے دل میں جمع کرنا یہانتک کہ آپکے سینے سے کچھ بھی فراموش نہوگا اور سبا نکا بھی ذمہ ہے قرآنه کہ تیری زبان سے پڑھواوین یا یہ معنی کہ اس متفرق کلام کو جمع
کردین سب ایکجا مجتمع ہو جاویگا تب قرآن یعنی قرءت نہوگا بلکہ معنی قرآن فاذا قرأناه پھر جب ہم آپکو جبرئیل کے ذریعہ سے پڑھکر سنا دین تو فاتبع قرآنه آپ اسکو چپکے ہوکر
سنین یا یہ معنی کہ اسپر چلین اور اسکے تابع ہون اسکے موافق عمل کرین اور اسی پر موقوف نہین بلکہ ہم ان علینا بیانه پھر یہ بھی ہمارا ذمہ ہے کہ ہم اسکو آپسے بیان بھی
کراوین گے یا یہ کہ آپ اسکے اشکالات اثناء وحی مین نہ پوچھین بعد میں خود ہم آپکو الہامی طور پر بتا دینگے ۔

ف اسجگہ سے علماء کا ایک مسئلہ مین اختلاف ہوا ہے وہ یہ کہ بوقت خطاب کسی مجمل بات کا بیان اگر بعد مین کر دیا جاوے تو درست ہے اس آیت سے ثابت ہوتا ہے
بعض کہتے ہین نہین ف قفال کہتے ہین ان آیات کے یہ معنی ہین کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دل جبکا ذکر چلا آتا ہے انسان کو اسکے اگلے پچھلے اعمال بتلاتے ہوئے اور
اسکے عذاب کرتے ہوئے یہ کہیگا کہ اپنی کتاب یعنی نامہ اعمال پڑھ پھر جب پڑھنے لگیگا تو زبان لڑکھڑائیگی جلدی جلدی پڑھیگا تب حکم ہوگا کہ اسکے پڑھنے مین
جلدی کر کیلئے کہ اپنی حکومت پا اپنے وعدہ کے موافق ہمنے ذمہ کر لیا ہے کہ تیرے اعمال جمع کرین اور تجھ سے پڑھواوین یا تجھکو سنوا دین پھر جب سنا وین تو سن اور
اسکے تابع ہو یعنی اقرار کر پھر ہم اس عقوبت کی شرح اور اسکے اسرار بھی بیان کئے دیتے ہین۔ اس تقدیر پر تمام کلام مسلسل ہے ف خدا پاک نے اپنے وعدہ
کو سچا کر دیا قرآن مجید کو ایک جگہ مجتمع بھی کرا دیا کیلئے کہ ٹکڑے ٹکڑے اور سورتین سورتین ہوکر نازل ہوا ہے اب سب ایک جا ترتیب موجود ہے اور آپکے سینہ مین
بھی جمع کرا دیا آپ تمام قرآن مجید کے حافظ تھے اور آپکی برکت سے بہت صحابہ بھی حافظ تھے اور بعد مین امت مین بھی اب تک لاکھون حافظ ہین جو ایک ایک حرف اور زیر
زبر پر حاوی ہین یہ عہد آدم علیہ السلام سے اب تک کسی مذہبی کتاب کی بابت نہ دیکھا گیا نہ سنا گیا اور قیامت تک یہ سلسلہ یونہی جاری رہیگا انشاء اللہ اور یہ کھلا ہوا
معجزہ ہے جسکی آنکھین ہون دیکھے کان ہون سنے دل ہو سمجھے۔ اسکے بعد پھر قیامت اور اسکی نسبت انسانی طبیعت کا تعلق بیان فرماکر خواب غفلت سے بیدار کرتا
ہے فقال کلا نہین ہرگز نہین جلدی نکر۔ مگر کیا کیجئے انسان جلد باز ہے جیسا کہ بل تحبون العاجلة وتذرون الآخرة اے بنی آدم تم جلدی کی بات پسند کرتے ہو دیر
اور بعد مین آنیوالی چیز کو چھوڑتے ہو۔ اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تنبیہ ہے اور نیز یہی آیندہ بیان آخرت کی تمہید بھی ہے اور سلسلہ وار کفار سے کلام بھی ہے
کیونکہ وہ جلد بازی کرکے پوچھتے تھے کب ہے قیامت کا دن؟ اسکے جواب مین یہ جملہ ہے کہ کیون جلدی کرتے ہو ٹھیرو وہ دن بھی آتا ہے اور نیز انسان غفلت شعار کو
اسکی ناعاقبت اندیشی پر ملامت بھی ہے خصوصاً کفار کو جو عاجلہ یعنی دنیا اور اسکے عیش و نشاط فانی کو پسند کرتے ہین اور انپر فریفتہ ہوکر آخرۃ پیچھے آنیوالی یعنی قیامت
یا موت کو چھوڑ بیٹھے اسکا سامان اور سرانجام کچھ نہین کرتے حال کا سبز باغ دیکھکر آدمی فریفتہ ہو جاتا ہے انجام نہین سوچتا ۔
اب لوگوں آخرت کا کچھ حال سن لو جسکو دنیا پر فریفتہ ہوکر چھوڑے بیٹھے ہو وجوه یومئذ ناضرة الی ربها ناظرة کہ بہت سے منہ یعنی ایماندارونکے منہ جو دنیا مین آخرت
کی تیاری مین رات دن مصروف تھے بیتر تازہ اور روشن ہونگے فرحت اور سرور کی وجہ سے یا اس تجلی خاص سے کہ جسکا اثر بدن انسانی پر بھی نمایان ہوگا اور دنیا

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ۙ وَلٰکِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ۙ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰۤی اَهْلِهٖ یَتَمَطّٰی ؕ [illegible]

[illegible]

[illegible] اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًی ؕ [illegible]

کیا انسان سمجھتا ہے کہ وہ آزاد چھوڑ دیا جاوے گا [illegible]

فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی ؕ اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی ؏

پھر اس سے مرد و عورت کا جوڑا بنایا۔ پھر کیا وہ مردہ زندہ کرنے پر [illegible]

## ترکیب

فلا صدق ای سلم لم یصدق [illegible] کلام العرب [illegible]

[illegible]

موضع نصب الذکر والانثی بدل من الزوجین ۞

## تفسیر

اب اس روح کی حالت بیان فرماتا ہے کہ خدا کے پاس جانے کے بعد اس سے کیا معاملہ پیش آئیگا اور اسکو کیا کہا جائیگا۔ مؤمن کا حال چھوڑ دیا گیا کیونکہ بالفعل ان سرکش کافروں کا انجام کار بیان کرنا اہم مقاصد تھا اسلئے کفار و بت پرست اور گناہگاروں کا حال بیان فرماتا ہے فقال فلا صدق ولا صلی کہ جب وہ دربار میں حاضر ہوگا تو کہا جائیگا تو نے دنیا میں نہ مالی عبادت کی یعنی خیرات نہ دی نہ فقیروں محتاجوں کو کچھ دیا جوڑ جوڑ کر رکھتا رہا خلق خدا پر رحم نہ کھایا اور نہ جانی عبادت کی نہ نماز پڑھی نہ خدا کے سامنے رکوع و سجود کیا نہ عاجزی اور دعا کی ثم ذهب الی اهله یتمطی بلکہ اپنے گھر کی طرف اکڑتا ہوا چلا گیا خدا کی طرف کے داعی سے مونہہ موڑ لیا۔ یا یوں کہو تصدیق نہ کی اللہ اور اسکے رسول کی باتوں پر ایمان نہ لایا نہ اعمال اچھے کئے نماز سے بیخبر رہا اولی لک فاولی ثم اولی لک فاولی اسکے بعد غصہ سے اسکو کہا جاویگا کمبختی ہو تیری پھر کمبختی ہو تیری یعنی تیری زندگی پر پھٹکار اور مرنے پر پھٹکار اور یہاں نذر رو خالی ہاتھ آنے پر پھٹکار پھر تیرے جہنم میں جانے پر پھٹکار۔ یہ کلمہ زبان عرب میں ایسے موقع پر بولا جاتا ہے چار بار بولا گیا چار موقعوں کے لحاظ سے اسکے بعد اسکو اس اندوہناک اور تاریک قید خانہ میں ڈالدیا جاویگا جہاں آگ کی لپٹیں اور طرح طرح کے عذاب ہیں۔ اس قیامت صغری (موت) کے واقعہ کا بیان فرما کر حشر برپا ہونے پر ایک دلیل قائم کرتا ہے

وجائداد و مال خزانے ہاتھی گھوڑے اور پیارے احباب اور جانی دوست جو ہر وقت شریک جلسہ ہا کرتے تھے اور پیارے اور مہربان جنہنے گود مین پالا تھا اور شفیق باپ کہ جو جان بھی نثار کرنیکو تیار تھا اور پیارے ساتھ کھیلے ہوئے بھائی بہنین جو باہم ملکر ایک گھر مین پرورش پائی اور ملکر ہنستے بولتے تھے - ہائے آج مجھ سے چھوٹتے ہین الفراق الفراق الوداع الوداع ؎ کوس رحلت بکوفت دست اجل ۔ ای دو چشمم وداع سر بکنید ۔ ای کف دست وساعد و بازو ۔ ہمہ تودیع یکدگر بکنید ۔ بر من اوفتادہ دشمن کام ۔ آخر ای دوستان گذر بکنید ۔ روزگارم بشد بنادانی ۔ من نکردم شما حذر بکنید ۔ آخر روح پرواز کرگئی والتفت الساق بالساق اور پنڈلی سے پنڈلی مل گئی - مردیکے پاؤن اور ٹانگین ملا دیتے ہین اور سیدھا اور چیت لٹا دیتے ہین اور بعض علماء فرماتے ہین ساق سے مراد سختی اور شدت ہے عرب ساق بولکر شدت اسوجہ سے مراد لیا کرتے ہین کہ تیاری کے وقت پنڈلی پر سے کپڑا اٹھا لیا اور دامن چڑھا لیا جاتا ہے ایسے وقت کافر پر دو شدت پیش آتی ہین ایک لذات دنیا اور اقارب و اموال کا بڑی حسرت کے ساتھ چھوڑنا دوسرے وہانکی بازپرس اور گوناگون عذاب مین مبتلا ہونا ایک شدت سے دوسری شدت اور ایک مصیبت سے دوسری مصیبت مل گئی ۔

اسیطرح من راق مین بھی وہ یہ فرماتے ہین کہ جان نکلنے کے بعد کا حال ہے فرشتے باہم ایک دوسرے سے کہینگے کہ اسکو کون اوپر چڑھا کر لیجاتا ہے کیونکہ ایماندار کی روح کو اوپر لیجانیکے لئے خوشرو و خوش خلق ملائکہ متعین ہین اور کافر کی روح کے لئے ہیبتناک بد خلق متعین ہین ۔

امام احمد و نسائی نے ابوہریرہ و براء بن عازب سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے جسمین مرنیکے بعد کی کیفیت مذکور ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ جب مومن مرتا ہے تو رحمت کے فرشتے آتے ہین نہایت خوشرو گویا انکے منہ آفتاب ہین اور انکے پاس جنت کا کفن اور خوشبو بھی ہوتی ہے تو وہ جہانتک میت کی نظر جاتی ہے آکر بیٹھ جاتے ہین اور ملک الموت آکر نہایت نرمی کے ساتھ جان قبض کرکے انکو دیدیتا ہے وہ اسکو لیکر عالم بالا کو جاتے ہین اور اسکی روح سے خوشبو آتی ہے اثناء راہ مین ملائکہ پوچھتے ہین یہ کون ہے تو اسکا تعظیم سے نام لیتے ہین یہانتک کہ آسمانون پر حق سبحانہ کے حضور مین پیش ہوتا ہے تب حکم ہوتا ہے کہ اسکو علیین مین لیجاؤ جہان اور مومنین کی ارواح رہتی ہین یہ وہان آتا ہے وہان کے لوگ اس سے اپنے دنیا کے قرابت دارونکا حال پوچھتے ہین اگر سنتے ہین کہ فلان مرگیا اور یہان نہین آیا تو کہتے ہین جہنم مین گیا اور کافر کے پاس سیاہ رنگ بری شکل کے ملائکہ آکر بیٹھ جاتے ہین ملک الموت شدت سے جان قبض کرکے انکے حوالے کرتا ہے وہ اس ناپاک اور بدبودار روح کو اوپر لیجاتے ہین اول آسمان تک جاکر اوپر جانیکی پروانگی مانگتے ہین اسکے لئے اوپر جانیکا حکم نہین ہوتا (لاتفتح لہم ابواب السماء ولایدخلون الجنۃ) پھر حکم ہوتا ہے کہ اسکو عالم سفلی گڑھے مین ڈالدو پھر وہ اسکو پھینکدیتے ہین کہ جہنم مین آگرتا ہے - انتہی ملخصاً مسلم نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کی ہے ۔

جبکہ سامان موت سب مہیا ہوچکتے ہین اور ملائکہ روح قبض کرلیتے ہین تو کہتے ہین الی ربک یومئذ المساق آج تیرے رب کے پاس جاتا ہے چلئے وہان سامنے ہونا ہے اب تجھکو وہانکی حاضری سے کوئی روک نہین سکتا - مومن کو بعزت و احترام سماوات پر حضوری ہوتی ہے کافر کی آسمان اول سے نیچے ہی پیشی ہوجاتی ہے اور اسکے بعد جنت مین جو عالم قدس ہے اور کافر جہنم مین رہتا ہے ۔

عالم آخرت کے حالات جو کچھ حضرات انبیاء علیہم السلام نے مکاشفہ صادقہ اور الہام سے بیان فرمائے ہین سچ ہین سرمو تفاوت نہین انکے خلاف جو کہتا ہے غلط کہتا

## سورۃ دھر مکیہ میں نازل ہوئی اس میں اکتیس آیات دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۝

ضرور انسان پر ایک ایسا زمانہ بھی آیا ہے کہ اس کا کہیں کچھ بھی ذکر نہ تھا۔ ہمیں نے انسان کو منی کے ایک لچھے سے بنایا ہے

نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ

کہ اس کو آزمائیں پس اس کو سنتا دیکھتا کر دیا ہمیں نے اس کو رستہ دکھا دیا پھر کچھ شکر گزار اور کچھ ناشکر ہوتے ہیں ہم نے کافروں کے لئے تیار کی ہیں

سَلٰسِلَا۠ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ۝ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا

زنجیریں اور طوق اور دہکتی آگ۔ بے شک نیک لوگ ایسا پیالہ پئیں گے کہ جس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ اس چشمہ کو اللہ کے نیک بندے

عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝

پئیں گے [illegible] جہاں چاہیں گے جس طرح

## ترکیب

هل ههنا عند الفراء والكسائي وابي عبيدة وابن عبيد بمعنى قد كما في قوله هل اتاك حديث الغاشية وكقوله عليه السلام هل بلغت۔ وقال بل بمعنى الاستفهام التقريري الاول اولى من الدهر صفة حين او صفة لم يكن الخ محله النصب على الحال من الانسان وقيل محله الرفع على انه صفة لحين امشاج بدل او صفة من نطفة قيل هي جمع مشج او مشيج كعدل وشريف جمعها اعدال واشراف۔ والمشج في اللغة الخلط يقال مشج يمشج مشجا اذا خلط وانما وقع الجمع صفة لمفرد لانه في معنى الجمع لان النطفة ماخوذة من اشياء مختلفة او جعل كل جزء من النطفة نطفة والمراد نطفة الرجل ونطفة المرأة۔ وقال صاحب الكشاف الامشاج لفظ مفرد وليس بجمع بدليل انه وقع صفة للمفرد ونظيره برمة اعشار [illegible] قطع بكسرة وثوب اخلاق نبتليه في موضع الحال اي خلقناه مبتلين له يعني مريدين ابتلائه فاما شاكرا واما كفورا في انتصابها اقوال الاول شاكرا او كفورا حالان من الهاء في هديناه السبيل اي هديناه السبيل حالتي كونه شاكرا او كفورا (والثاني) انتصابها باضمار كان والتقدير سواء كان شاكرا او كان كفورا (والثالث) معناه انا هديناه السبيل ليكون اما شاكرا واما كفورا۔ واما على هذا القول كقول القائل قد نصحت لك ان شئت فاقبل وان شئت فاترك (والقول الرابع) هو المطابق لمذهب اهل السنة ان تكون اما في هذه الآية كاما في قوله اما يعذبهم واما يتوب عليهم۔ والتقدير انا هديناه السبيل ثم جعلناه تارة شاكرا وتارة كافرا۔ اما عند الجمهور بكسر الهمزة هي عند الكوفيين كما حكاه مكي ان الشرطية زيدت بعدها ما للتاكيد اي بينا له الطريق ان شكر وان كفر۔ واختاره الفراء ولا يجوز عند البصريين لان ان الشرطية لا تدخل على الاسماء الا ان يقدر بعدها فعل ولا يصح ههنا اضمار الفعل لانه لا يلزم رفع شاكرا وكفورا۔ فتأمل وقرأ ابو السماك وابو العجاج بالفتح فعلى هذا هي اما العاطفة في لغة بعض العرب او هي التفصيلية وجوابها مقدر سلاسل عند البعض منصرف لان مثل هذه الجموع تشبه الاحاد لانهم قالوا صواحبات يوسف فلما جمعوه جمع الاحاد المنصرفة جعلوه في حكمها فصرفوها وعند البعض غير منصرف لكونه صيغة منتهى الجموع وسلاسل جمع سلسلة والاغلال جمع غل قرأنا الحاق الالف في الوقف نحو كما تحقها في قوله الظنونا والرسولا الابرار في الصحاح جمع البر الابرار جمع البار البررة كان مزاجها كافورا

دلیل اول قیامت

اس انداز میں کہ ادنیٰ فہم کے لوگ بھی سمجھ سکیں فقال أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسکو بیکار اور آزاد اور نکما چھوڑا جاویگا؟ ہرگز نہیں اسیطرح اور چند آیات ہیں جو حشر برپا ہونے کی دلیل ہیں۔ تقریر اسکی یہ ہے کہ انسان کو قدرت واسباب وعقل عطا کئے گئے ہیں اور ان چیزون کا عطا کرنا اس بات کا مقتضی ہے کہ اسکو چند نامناسب باتون سے منع کیا جاوے اور چند ضروری باتون کا حکم دیا جاوے اور یہ اسبابت کا تقاضا کرتا ہے کہ امور نہی عنہا پر عذاب اور مامور بہا پر ثواب ہے جسکا محل دار آخرت ہے کیا آدمی کا اس جہان میں آنا عقل وحواس پانا اور پھر چند روز بکر دار دنیا سے غائب ہو جانا اس حکیم وکریم کا کوئی عبث فعل یا کوئی کھیل ہے ہرگز نہیں پھر کیا یہ سارے باتین ایک نئی زندگانی کے لئے سامان واسباب فراہم کرنے کے لئے نہیں؟ ضرور ہیں۔ پھر انسان بیکار اور بیکار اور شتر بے مہار کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو چاہے سو کرے دنیا کے جائز اور ناجائز مزے اڑایا کرے جانورون کی طرح سونے جماع کرنے کھانے پینے کے سوا اسکو کچھ کام نہو۔ ضرور ضرور وہ کسی کام کے لئے یہان آیا ہے اسکی فطری بناوٹ اور اسکے عقل وحواس اسپر دلالت کرتے ہیں۔
اور اثبات نبوت کی بھی یہ دلیل ہو سکتی ہے کیسلئے کہ جب انسان شتر بے مہار نہیں چھوڑا گیا تو ضرور اسکیلئے کوئی رہنما معلوم ہونا چاہئے جو اس جہان کے اسرار کے کئے گئے ہیں ان اور وہ اسکو وہان کے مناسب باتین تعلیم کرے اور ایسا شخص نبی ہوتا ہے۔ پھر اسکا اتباع بھی ضرور ہے ۔

دوسری دلیل

دوسری دلیل حشر برپا ہونے پر یہ ہے أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُمْنَى کہ وہ انسان کیا ایک منی کا قطرہ نہیں تھا؟ ضرور اسکی ابتدا یہی ہے اسکو کافر و مومن سب جانتے ہیں پھر کیا وہ قطرہ خود بخود انسان بنگیا اسمین یہ تناسب اعضا پیدا ہوگیا یا کسی مادہ بیخرد اور طبیعت بیشعور نے یہ عقل وحواس عطا کردیے؟ ہرگز نہیں بلکہ اسی ذات نے اسکو ترتیب دیا کیسلئے کہ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّى قطرہ منی سے خون کا لوتھڑا بنا پھر بتدریج اسکے اعضا بنے پھر اعضا بھی ایسے بنائے کہ جنکی تشریح وتناسب میں عقل حیران ہے ہر ایک عضو اسکی کمال صنعت وقدرت کی آواز بلند گواہی دے رہا ہے۔ پھر خود انسان کا تو یہ کام نہیں کہ از خود بنجاوے از خود ہوتا تو یکبارگی ہوتا بلکہ کسینے بنایا ہے۔ پھر کیا یہ اسکے ماں باپ کا کام ہے؟ ہرگز نہیں انکو تو خبر بھی نہیں کہ اندر پیٹ میں کیا ہو رہا ہے پھر کیا مادہ اور طبیعت کا کام ہے؟ جیسا دہریہ اور طبعی کہتے ہیں یہ بھی نہیں کیسلئے کہ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى اسنے اس ایک قطرہ منی سے مرد بھی پیدا کئے اور عورت بھی۔ مادہ منویہ برابر تھا طبیعت کا مقتضی یکسان تھا پیٹ بھی وہی پیٹ ہے اور نطفہ بھی اس شخص کا نطفہ ہے پھر یہ مرد وعورت کا تفاوت کیونکر ہوگیا؟ اور لطف یہ کہ ایک ہی حمل میں ایک لڑکی دوسرا لڑکا کبھی دونون لڑکے کبھی دونون لڑکیاں یہ تفاوت کیون ہوا اور کسنے کیا؟ بیشک اس حکیم مطلق نے اور یہ بھی اسکی کمال قدرت وصنعت اور انسان پر رحمت کی دلیل ہے کیسلئے کہ اگر سب عورتین ہی ہوتین یا سب مرد ہی ہوتے تو انسانی توالد وتناسل اور اسکے عیش وزندگانی کے لطف کا خاتمہ ہو جاتا ایک نطفہ اور اسی سے یہ اعضا مختلف الآثار کس مرجح کا کام ہے۔ پھر جسنے یہ سب کچھ کردیا تو أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى کیا وہ مردے کو حشر میں زندہ کردینے پر قادر نہیں؟ ضرور قادر ہے اسمین کوئی بھی شک نہیں ۔

عبد بن حمید وابن الانباری وابوداؤد وترمذی وبیہقی وابن المنذر وحاکم وغیرہ محدثین نے باسناد مختلفہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے بعد یہ فرماتے تھے بلیٰ کیون نہیں آپ ضرور قادر ہیں۔ اور اسی طرح سورۂ والتین کے بعد بلیٰ وانا علی ذلک من الشاہدین اور سورہ مرسلات کے بعد آمنا باللہ کہتے اور حکم دیتے تھے کہ کہو کیسلئے کہ یہ آداب سماعت میں سے ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں نماز کے باہر ان مواقع میں یہ الفاظ کہے نماز میں نہیں بعض کہتے ہیں نماز میں بھی مضائقہ نہیں کیسلئے کہ ان الفاظ سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ لیکن اول قول احوط ہے

مذکورا وجود لفظی اور ذہنی کی نفی کرتا ہے کہ انسان کا وجود نہ کسی کے ذہن میں تھا نہ کسی کی زبان پر اب تو خواہ جب اس قید کو بھی ملحوظ کر کے نفی کریں تو
وجود ذہنی اور وجود لفظی کی نفی دلالت مطابقی سے اور خارجی وجود کی نفی دلالت تضمنی سے سمجھی جائیگی۔ مگر اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ علم الٰہی میں بھی انسان
کا وجود نہ تھا کس لئے کہ علم الٰہی کا مرتبہ بالاتر ہے۔ حاصل یہ کہ انسان پر ایک ایسا وقت گزرا ہے کہ اس وقت نہ یہ دنیا میں موجود تھا نہ اہل دنیا میں اسکا
ذکر تھا کوئی حضرت کے نام سے بھی واقف نہ تھا ۔

اسکا ثبوت کہ نسل انسان ایک وقت دنیا پر نہ تھی اور اسکی پیدائش کی ایک ابتدا ہے اہل کتاب کے نزدیک مسلم ہے کیونکہ انکے ہاں آفرینش انسان
کا زمانہ انکے تخمیناً سات ہزار برس کا ہے اور اسبات کا نصف دنیا سے زائد کو یقین ہے۔ اہل ہند و اہل پارس اگرچہ لاکھوں برس کی تعداد بیان کرتے
ہیں مگر پھر بھی ایک ابتدا معلوم ہوتی ہے البتہ حکماء یونان اور دیگر فلاسفہ ہر نوع کو قدیم زمانی کہتے ہیں علی سبیل البدلیۃ اسکے افراد کو قدیم زمانی مانتے
ہیں خصوصاً دہریہ۔ اس فرقہ کا یہ اعتقاد ہے کہ جو کچھ تجددات و انقلابات جہان میں ہو رہے ہیں سب گردش زمان اور اوضاع فلکیہ و تاثیرات سیارات
سے ہوتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں بعض ان اوضاع میں سے رات دن میں بعض مہینے میں بعض فصل میں بعض ایک برس میں بعض قرانات میں متبدل
ہو جاتے ہیں اور بعض بہت دراز زمانہ میں اکوار و ادوار کہتے ہیں اس سے انقلابات عظیمہ اور انواع مختلفہ پیدا ہوتے ہیں آبادیاں جنگل اور جنگل آبادی
خشکی دریا اور دریا خشک جنگل ہو جاتے ہیں اور اسیطرح بنی آدم اور دیگر انواع حیوانات پیدا ہوتے ہیں اور جو پیدا ہیں مٹ جاتے ہیں اور ایک
نوع بدلکر دوسری نوع بنجاتی ہے انسانوں سے بندر اور بندروں سے انسان ترقی کر کے ہو جاتے ہیں ۔

انکے عقول کو حق سبحانہ کی طرف رسائی نہیں ہوتی۔ انکے مذہب کا ابطال صرف ایک اسبات سے ہو سکتا ہے کہ نسل انسانی کا ایک زمانہ میں بالکل نہ ہونا
حال کی تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے۔ حال کے محققوں نے کوہ ہمالیہ کی بلند چوٹیوں پر پتھروں میں سیپیاں اور گھونگے دیکھے ہیں جس سے علم جیالوجی کے واقف کار
کو کامل یقین ہے کہ کسی زمانہ میں تمام ہندوستان سمندر کا سطح تھا اور سمندر کا پانی ان چوٹیوں کے اوپر تک تھا پھر گھٹتے گھٹتے یہ زمین نکل گئی۔ پھر جب کوہ
ہمالیہ کی چوٹیاں سمندر کے پانی میں غرق تھیں تو پھر مساحت اور ارتفاع کے لحاظ سے قیاس ہو سکتا ہے کہ کوئی بھی ملک ایسا نہ تھا جو پانی سے ڈھکا ہوا نہ ہو
پھر جب ایسا ہو گا تو نسل انسانی کا زمین پر قطعاً وجود نہ ہو گا اور اسیطرح سیاحوں کو اور ملکوں کے پہاڑوں پر بھی سمندر کے نشان معلوم ہوئے ہیں ۔
جب یہ ثابت ہو گیا کہ نسل انسانی ایک زمانہ میں دنیا پر نہ تھی تو ثابت ہو گیا کہ ان چیزوں کا پیدا کرنا دہر اور اسکے کسی وضع کا مقتضی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت
اور مشیت سے ہے۔ اگر یوں کہیں کہ ممکن ہے کہ اس سے پہلے نسل انسانی تھی اور مدتوں رہ کر نیست ہو گئی پھر بار دیگر پھیلی اور اسیطرح پھر نیست ہو گی اور پھر
زمین پر آباد ہو گی اور یہی تسلسل رہیگا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے نسل انسانی کا موجود نہ ہونا کس دلیل سے معلوم ہوا؟ کیا اس سے پہلے کے کچھ
آثار باقیہ پائے گئے یا قواعد زیچ و تقویم سے معلوم ہوا یا کسی دیکھنے والے مخبر صادق نے خبر دی؟ پھر جب انمیں سے کوئی بات بھی نہیں محض عقلی ڈھکوسلا
اور وسوسۂ شیطانی ہے شیئاً مذکوراً کا لفظ ان سب باتوں کیطرف اشارہ کر رہا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ انسان سے مراد نوع نہیں بلکہ ایک انسان تب ملک مثال
اس آیت میں خدا تعالیٰ کی ذات کا ثبوت دہریوں کا رد ہے اور نیز توحید کا بھی ثبوت ہے کیونکہ جمیع افراد انسان ہیں انکو کارخانہ قدرت اور قضا و قدر
میں کچھ دخل نہیں اور نیز دوسرے پہلو میں قیامت کا بھی ثبوت ہے کہ ہم بار دیگر پھر نیست کرنے پر قادر ہیں اور حشر میں پھر زندہ کرنے پر قدرت رکھتے ہیں ۔
ف دہر زمانہ دراز جس کا ایک ٹکڑا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم مجھے گالیاں دیا کرتا ہے جب وہ دہر کو گالیاں دیا کرتا ہے

الجملۃ فی محل [illegible] ان [illegible] الانسان [illegible] الکافور

علی معنا [illegible] الا [illegible] فصل

[illegible] العینا

تفسیر

اس سورہ کا نام اسکے الفاظ کی وجہ سے سورہ دہر اور سورہ انسان اور سورہ ہل اتی اور سورہ امشاج بھی ہے - اسکے نزول میں علماء کا اختلاف ہے ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ و مقاتلؒ و کلبیؒ کہتے ہیں کہ مکہ میں نازل ہوئی اور اسی طرف بیضاوی و زمخشری گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ مدینہ میں نازل ہوئی - بعض نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ انا نحن نزلنا علیک القرآن تنزیلا سے آخر تک تو قطعاً مکی ہے اور باقی میں احتمال ہے کہ مدینہ میں نازل ہوئی ہو یا مکہ میں اور آیت یوفون بالنذر جو بعض اہل بیت کرام کی شان میں بیان کی گئی ہے [illegible] اسباب کا قرینہ ہے کہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے -

مناسبت اسکی پہلی سورۂ قیامہ سے یہ ہے کہ اسمین دو فریق کا معاملہ ذکر تھا جو قیامت میں پیش آئیگا ایک وہ کہ جنکے منہ روشن ہونگے اور دوسرے وہ کہ جنکے منہ سیاہ ہونگے تتمہ کے طور اس سورہ میں ہر دو کا اول کے اور بھی حالات بیان کئے گئے - اور یہ بھی ہے کہ سورۂ قیامہ میں [illegible] قیامت اور [illegible] کی قسم سے ابتداء کلام بھی بیان کیا ہے [illegible] استدلال [illegible] زیر بحث ہیں (۱) خدا تعالی کی توحید اور اسکی قدرت کا ظہور کا ثبوت (۲) قیامت کا برپا ہونا اور وہاں کے حالات [illegible] کی ابتداء و انتہا اور اس کے اس جہان میں آنے کی وجہ (۳) انسان [illegible] اور [illegible] ان کی حیات جاودانی اور سلطنت ابدی نصیب ہوگی اور یہ وہ باتیں ہیں کہ جنکے سبب سے یہ شبہ ہوا ہم کے تمیز کرنے [illegible] کے لئے ڈالا جائیگا - پھر ان مسائل کو عجیب انداز سے بیان کیا ہے اور عجیب دلکش طرز سے بلحاظ لفظ کم و تا [illegible] ذکر [illegible] اشارہ الفاظ اور روح کو جنبش دینے والے فقرات میں بیان فرمایا ہے اور ہر ایک بحث پر دوسرے مسئلہ کا لحاظ رہا ہے یعنی اگر اس بیان اور کلام کے ایک پہلو میں ایک مسئلہ کا ثبوت ہے تو دوسرے پہلو میں دوسرے کا - اگر خدا پاک کسی مفسر کی روح پر وہی فیضان مصطفوی ڈالے تو وہ کچھ ان مطالب کی تفسیر کر سکتا ہے اور اسی لئے قرآن کو دریا بے کنار کہا جاتا ہے اور اسکا ظہر و بطن اور ہر حد کا مطلع بیان کیا گیا ہے -

سورہ قیامہ میں بھی انہیں مسائل پر انہیں طرزوں میں بحث تھی اس سورہ میں بھی اور اسکے بعد کی سورہ میں بھی علی ہذا القیاس اور اسی لئے باہم لفظی بھی بہت کچھ مناسبتیں پیدا ہیں - جو شخص اس رمز پر واقف ہوگا اسکو ہر قسم کی روایات سے ایک خاص شان نزول تلاش کرنے کی حاجت نہ ہوگی کیسلئے کہ ان مسائل کی ضرورت ہی سبب نزول ہے اور آیات میں انسانی نیک و بد فطرت کا فوٹو کھینچا جایا کرتا ہے عام لوگ اسکو کھینچ تان کر رطب و یابس روایات کے ذریعہ سے ایک شخص کا قصہ یا واقعہ بنا دیتے ہیں جسکا جسکی طرف رجحان ہوا اور جو انکے برائی کے لئے جھنڈے پر چڑھ گیا - فقال -

ہل اتی علی الانسان حین من الدہر لم یکن شیئا مذکورا کہ بیشک انسان پر ایک ایسا زمانہ بھی گزر گیا ہے کہ اسکا کوئی ذکر بھی نہیں تھا شیئا سے وجود فی الخارج کی نفی کر دی گئی کیسلئے کہ متبادر معنی شئے کے جبکہ اسکو وجود ذہنی اور لفظی کی قیود سے مبرا رکھا جائے تو موجود فی الخارج کے ہیں

شاکر ہو گئے جنت کی راہ پر چلے گئے اور کچھ کافر ناشکر ہو گئے جہنم کی راہ پر چلے - یا یون کہو کہ اب تو خواہ شاکر ہو یا کافر یہ بھی یاد رہے انا اعتدنا للکافرین سلاسل واغلالا وسعیرا کہ ہمنے کافرون ناشکرون کے لئے زنجیرین اور طوق کان اور آنکھ کی ناشکری اور انکو اچھے کامون مین استعمال نہ کرنے پر اور دہکتی آگ دل اور عقل کو راہ راست پر کام مین نہ لانے پر تیار کر رکھی ہے ذرا مرنے کی دیر ہے اور جو شاکر ہین وہی ابرار ہین کیونکہ شکر منعم کے احسان کا بدلہ ہاتھ سے پاؤن سے دل سے ادا کرنے کو کہتے ہین اور اسی کا نام نیکی ہے اسمین مخلوق خدا کے ساتھ بھلائی خیرات صدقات ہمدردی بھی آگئی کیونکہ منعم حقیقی کو اُنکے بدلہ کی اُسکو کیا حاجت ہے؟ اُسکی مخلوق کی حاجت برآری اسکے قائم مقام ہے اور اسی لئے آیا ہے کہ جو کوئی فقیر مسکین ذو حاجت کو دیتا ہے یا کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو گویا ہماری عیادت کرتا ہے اور ہمکو دیتا ہے اور نماز و عبادت و ذکر بھی آگیا کیونکہ جان و تن کو اُسی کی طرف جھکانا اس نعمت کا بدلہ ہے اور بُری باتون سے پرہیز بھی آگیا کیونکہ جو کام کرتا ہے درحقیقت وہ ان اعضاء اور دل کی قدر دانی نہین کرتا پھر ان نیکیون کے لئے آخرت مین کیا ہے؟ یا فرماتا ہے ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجہا کافورا کہ نیکون کو جنت مین شراب طہور کا وہ پیالہ پینے کو ملیگا جسمین چشمۂ کافور کی آمیزش ہوگی یا اُسکا مزاج کافوری ہوگا کوئی گرمی اور سوزش نہ ہوگی تاکہ حشر کی گرمی سب دور ہو جاوے ۔

ان آیات مین اس طرف بھی اشارہ ہے کہ دنیا مین منکر زنجیرون مین جکڑے ہوئے ہین کسیکے گلے مین محبت زر کی زنجیر ہے کسیکے محبت زن و فرزند کی کوئی باغ اور کھیتی اور تعمیر مکانات کی زنجیر مین جکڑا ہوا ہے کوئی ملک گیری کی زنجیر مین پابند ہے الغرض علائق دنیا کی زنجیرین انکے لئے تیار ہین تا زیست اُنسے چھٹکارا نہین کہ ذرا بھی معرفت و عبادت کی طرف متوجہ ہو سکین - اور اُنکے گلون مین طوق بھی پڑے ہوئے ہین کسیکے گلے نوکری کا طوق ہے کہ امیرون اور بادشاہون کی خدمت اور حاضرباشی سے دم بھر کی مہلت نہین کسیکے گلے مین شراب یا فاحشہ عورتون کی محبت کا طوق پڑا ہوا ہے کسیکے گلے مین دنیا طلبی اور حب جاہ و مال کا طوق ہے جو ایکدم بھی اُسکو خدا کی طرف پھرنے اور متوجہ ہونے نہین دیتا اور اُنکے لئے دہکتی آگ بھی تیار ہے وہ کیا؟ عداوت و حسد کی آگ ناکامی کی آگ حرص و شہوت کی آگ یا فوائد متوہمہ کے فوت ہو جانے کی آگ یہ آگ ہر وقت دل مین جلتی رہتی ہے محبت الٰہی اور رغبت دار آخرت کو وہان گنجایش نہین ہوتی مرنے کے بعد بھی زنجیر اور یہی طوق اور یہی آگ جہنم مین لوہے کی بڑی زنجیر اور گران بار طوق اور دہکتی آگ ہو جاویگی جسطرح یہان چھٹکارا نہ تھا وہان بھی اُنسے رستگاری نہ ہوگی - برخلاف ابرار و اہل ایمان کے انکو شراب محبت الٰہی کا پیالہ پلایا جاتا ہے جسمین کافور کا اثر ہے جس سے وہ باوجود علائق دنیاویہ کے سب سے آزاد رہتے ہین اُنکے دلون سے یہ آگ سرد کر دی جاتی ہے یہی پیالہ جنت مین شراب طہور کی شکل مین متشکل ہو کر سامنے آئیگا اور اس پیالہ ہی پر بس نہین بلکہ عینا یشرب بہا عباد اللہ وہ اللہ کے نیک بندے ایک چشمہ کو پیوینگے یعنی اُنکے لئے چشمہ تیار ہے جو جاری ہے کبھی بند نہین ہوتا نہ اس مین کمی ہوتی ہے نہ وہ اور نہ صرف پیوینگے بلکہ یفجرونہا تفجیرا کہ اُسکو بہا دینگے جس طرح سے چاہینگے کام مین لاوینگے - دنیا مین جو ند صرف ایک ہی جام پیتے ہین بلکہ چشمۂ محبت الٰہی سے پیتے اور اُس کو بہاتے ہین اور اُن کے ہر کام مین اور ہر بات مین اور ہر شان مین محبت الٰہی کا انتشار ہے وہ وہان چشمۂ کافور کا بھی اسیطرح دل کھول کر استعمال کرینگے اور وہ کافور یہ دنیا کا کافور نہین بلکہ وہ ایک دوسری چیز ہے جسکو اس کافور سے کسی خاص خاصیت مین مناسبت ہے سردی اور سپیدی تقویت دل و دماغ مین

ملہ یہ سب حالی ابرار آنحضرت صلعم اور صحابہ کو کہا ہی کا وری شراب کا پیالہ کہ جسکو پلایا گیا کہ جسکے نشہ مین دنیا سر و کش اور پھر اسکو کیا بہایا سکی بالیان پید اور عشق اور ترکستان اور روم کے جنگل میدانون تک گئیں اور وہان سے لاکھون ... ساقی سے کہ پیا پلایا کہ جسکا نشہ اتک ہیں ابرار کے مزہدات مقتدر ہے اسکے جاکی سکی کیا ہوا کافی ہے اور کفار کا زنجیر اور طوق اور دہکتی آگ

میں ہی ہون دہر میرے ہاتھ مین سب مین راتدن کو پلٹتا ہون متفق علیہ یعنی دہر کی طرف اسکا حوادث کو منسوب کرنا جتلی ہے وہ دہر کیا کرتا ہے جو کچھ کرتا ہون مین ہی کرتا ہون - انجام کار دہریہ بھی جب اُس سے دہر کی حقیقت دریافت کیجاوے تو اللہ جل جلالہ کیطرف آرہتا ہے صرف لفظون کا فرق رہجاتا ہے یہی اسکی گمراہی ہے کہ پھر بھی وہ حق سبحانہ کا انکار کرتا ہے اور مادی و طبعی لوگون کا بھی اسیکے قریب قریب مذہب ہے وہ دہر کی جگہ مادہ کو ہٹا کرتے ہین - نئے فلسفہ نے آج کل یورپ مین دہریت اور الحاد اور مادیت کا دریا بہا رکھا ہے انکے کھربائی تجربات انکی آنکھون پر حجاب ہو رہے ہین اس اندھیری مین اِدھر اُدھر ٹکرین مارتے پھرتے ہین ؀

اسکے بعد نسل انسانی پھیلنے کا طریقہ بتلاتا ہے جو خاص اُسیکے قبضہ و تصرف کی بات ہے فقال انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج کہ اور کسی نہین بلکہ ہمنے انسان کو منی کے لچھے سے پیدا کردیا - حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش پیچھے کی سورتون مین بیان ہوچکی کہ انکو مٹی سے بنایا اسلیئے انکا ذکر چھوڑ دیا گیا مقصود نسل انسانی کا پھیلانا بتاتا ہے گرچہ مبدا انکا آدم ہین - حضرت آدم کی نسل قطرۂ منی سے شروع ہوئی ہے منی کو امشاج جیب اور لچھہ - کہنے مین انسان کی حقیقت بیان کرتا ہے کہ آپ جو زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہین اور خدا کا انکار کرکے کہین دہر کو کہین مادہ کو خالق کہتے ہین آپ کو علم و شعور ہی کیا ہے آپ پہلے اپنی اصل کو تو بیان کردیجئے کہ وہ منی جسمیں جیب تھا اور وہ نر و مادہ کی منی رحم مین ملکر لچھہ سا ہوگیا تھا وہ کون کون سی غذاون کے کھانے سے بنی تھی اور کیونکر بنی تھی اور رحم مین اسپر کس کس وقت کیا کیا تغیرات پیدا ہوئے تھے اور اس سے پہلے آپ کیا تھے آپ کا نام و نشان بھی نہ تھا - پھر جب انکو ان باتون کا علم نہین تو آپ کس اعتماد پر دہر اور مادہ کو خالق کہتے ہین ؟ اور اگر کوئی بھی خالق نہین تو پھر آپ خود بخود کیونکر بتدریج بنگئے فعل بغیر فاعل کے اور حادث بغیر محدث کے کیونکر ہوگیا ؟ اور یہ بھی اشارہ ہے کہ یہی نطفہ کا لچھہ تو ہے جسمین انسان کی تمام قوتین اور اعضاء ودیعت ہین بھلا اب کوئی بتلا تو سہی کہ نطفہ کے کونسے جزو مین سے کونسی قوت اور کونسا عضو ودیعت رکھا گیا ہے ؟ اور یہ بھی کہ آپ ایسی حقیر اور ناپاک چیز سے بنے ہین جو کپڑے پر لگے تو دھوئی جاوے پھر یہ غرور یہ باتین ؟ اب انسان کے دنیا مین پھیلانے اور پیدا کرنے کا راز بھی بتلاتا ہے نبتلیہ کہ ہم اُسکو آزمائین کہ دنیا کی اندھیری مین کیا کرتا ہے اور ہماری طرف بھی متوجہ ہوتا ہے یا لذات و شہوات ہی پر فریفتہ رہتا ہے اور اسلیئے فجعلناه سمیعا بصیرا اسکو ہمنے سننے دیکھنے والا بھی کردیا - کان دیئے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی باتین سنکر ایمان لائے اگلے مشرکون کے حالات اور انکی آفات سنکر عبرت کرے اُن بیہودہ کامون سے بچے آنکھ دی ہین کہ آیات قدرت دیکھ کر ایمان لائے بُرے بھلے کو دیکھے اور امتیاز کرے لوگون کے غلط افسانون ہی پر لٹو نہ رہے دنیا کی رواروی اور اُسکی بے ثباتی دیکھ کر اپنے چلنے کی بھی فکر کرے -

**ف** انسان کمبخت بڑی مصیبت مین ہے لذات و شہوات دنیا اُسکے کانون کو بہرا آنکھون کو اندھا کرکے اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہین عقل سلیم و آخرت کی طرف کھینچ رہی ہے ملہم غیبی پڑا پکار رہا ہے کہ او نادان اُدھر نہ جا آگے جہنم کا عمیق گڑھا ہے - اِدھر بیماری فکر معاش موت احباب و اقارب رنج و الم اور بھی کھائے جاتے ہین اور مہلت ایسی تھوڑی ؎ فکر معاش عشق بتان یاد رفتگان ؀ اس اتنی سی زیست پر کوئی کیا کیا کرے ؀ اسی لئے بعض حضرات اکابر نے یہ کہدیا کہ کاش ہم اسی حالت مین رہتے کہ شیئا مذکورا نہ ہوتے ؀

اس آزمائش کی پھر تشریح کرتا ہے انا ہدیناه السبیل کہ ہمنے انسان کو کان آنکھ دیکر بری بھلی سب راہین دکھادین اور بتادین کہ یہ برا رستہ ہے وہ دیکھ سیدھا جہنم کو جاتا ہے اور یہ رستہ سیدھا جنت کو جاتا ہے اور تجھے دونون پر چلنے کا قضا و قدر نے اختیار دیا ہے فاما شاکرا و اما کفورا پھر کچھ

مطلب یہ کہ جو بغیر نذر ماننے کچھ بھی للہ نہ دیتا ہو اور وہ نذر کو تقدیر الٰہی کے پلٹنے کا وسیلہ بنائے یہ بخیل کے مال صرف ہونیکا سبب ہے نذر ممنوع کاموں میں بھی جو اسکی قدرت نہوں نہ ماننی چاہئے کیونکہ مسلم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ معصیت میں اور جن کاموں کے کرنیکی قدرت نہیں رکھتا نذر کا پورا کرنا نہیں - امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں اس قسم کی نذر کو پورا نکرے مگر کفارہ لازم ہوگا کیونکہ ابو داود و ترمذی نے روایت کی ہے کہ لانذر فی معصیۃ اللہ وکفارتہ کفارۃ الیمین اور اسی طرح ابن ماجہ و ابو داؤد نے یہ جملہ بھی نقل کیا ہے من نذر نذرا لا یطیقہ فکفارتہ کفارۃ یمین - امام شافعی رح فرماتے ہیں یہ نذر درحقیقت نذر نہیں نہ کفارہ واجب نہیں - نہ اسکو پورا کرے ۔

باقی اور سب نذروں کا پورا کرنا واجب ہے کسلئے کہ اللہ تعالیٰ ابرار کی شان میں فرماتا ہے یوفون بالنذر اور ایک جگہ یوں فرمایا ہے ولیوفوا نذورھم کہ اپنی نذریں پوری کرو - پھر جو اپنی مالی نذر کے پورے کرنے میں آمادہ ہے وہ خدا پاک کے واجب کردہ احکام و عبادات پر بدرجہ اولیٰ سرگرم ہے دوسرا قول یہ ہے کہ آیت میں نذر سے مراد واجبات ہیں عام ہے کہ از خود بندہ نے اپنے اوپر واجب کر لئے ہوں یا خدا تعالیٰ نے واجب کئے ہیں تیسرا قول کلبی کا ہے کہ نذر سے مراد عہد ہے عہد وفا کرنیکی قرآن میں تاکید ہے عام ہے کہ باہمی جائز عہد ہو یا خدا تعالیٰ کا عہد جو نبیوں کی معرفت بندھا ہے شریعت و احکام کی بجا آوری کا (۲) یخافون یوما کان شرہ مستطیرا کہ وہ اس دن کے شر سے بھی ڈرا کرتے ہیں کہ جسکا شر پھیل پڑیگا گرمی اور سردی کا جس طرح دنیا میں ایک عام اثر ہوتا ہے اسی طرح قیامت کا شر اور اسکا ہول اور دنیا کے زیر و زبر ہونیکا حادثہ اور پھر نفخ صور اور اسکے بعد قبروں سے نکلنے کا حادثہ ایک عام وحشت انگیز حادثہ ہوگا - وہ ابرار اسدن کے حادثہ عظیمہ سے ڈرا کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اسدن کی تیاری میں نذریں پوری کرتے ہیں اور اپنے جان و مال کو انہوں نے دنیا میں نذر للہ کر دیا ہے اسلئے ویطعمون الطعام کھانا کھلاتے ہیں علی حبہ محض اللہ ہی کی محبت سے نہ ریاکاری اور شہرت کے لئے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ باوجودیکہ اس کھانیکی انکو رغبت و محبت ہوتی اور حاجت دامنگیر ہوتی ہے اسپر بھی وہ کھلا دیتے ہیں کسکو؟ مسکینا فقیر کو ویتیما یتیم کو واسیرا قیدی کو - اگلے زمانہ میں قیدیوں کو شاہی خزانہ سے کھانا نہیں ملتا تھا وہ اپنی محنت مزدوری کرکے کھاتے تھے اسمیں انپر سختی گزرتی تھی فاقہ کشی پر فاقہ کشی ہوتی تھی اسلئے انکا کھانا بھی اس حالت بیکسی میں بڑا عمدہ کام تھا بعض علما کہتے ہیں اسیر سے مراد وہ بے بس لوگ ہیں جو خود کوئی کام نہیں کر سکتے یا وہ لڑکے اور عورتیں اور غلام ہیں جو ظالموں کے پنجے میں گرفتار ہیں اور انکو پیٹ بھر کر کھانا نہیں ملتا بیچارے ادھر ادھر بھٹکتے پھرتے ہیں اسمیں بے زبان جانور بھی داخل ہیں جو ایسے موذیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہیں اور دانہ پانی نہیں ملتا اور انپر اپنا کچھ احسان بھی نہیں جتلاتے بلکہ یہ کہتے ہیں انما نطعمکم لوجہ اللہ لانرید منکم جزاءً ولا شکورا کہ ہم تو خالص اللہ کے لئے تمہیں کھانا کھلاتے ہیں کہ وہ خوش ہو جاوے اپنی مخلوق پر رحم کرنے سے نہ ہمکو تم سے اسکا بدلا مقصود ہے نہ یہ کہ تم شکر گزاری کرو ہماری تعریف و مدح کرتے پھرو اور یہ بھی کہتے ہیں انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطریرا کہ ہم اپنے رب سے ڈرتے ہیں اس دن کے عذاب سے جو نہایت سخت اور دشوار گزار ہوگا اس روز کے لئے یہ ذخیرہ جمع کرتے ہیں - یہ کچھ ضرور نہیں کہ اللہ کے نیک بندے یہ باتیں ہر مسکین و یتیم و اسیر کے سامنے زبان سے کہتے ہوں بلکہ ممکن ہے کہ زبان حال سے کہتے ہوں اور انکے دلمیں یہ مضمون ہو اور انکی اس نیت اور حسن اخلاص کو خدا پاک انکے قول سے تعبیر کرتا ہو اور ایسا ہوتا ہے اور یہی قوی ہے - یوفون بالنذر سے لیکر یہانتک کی آیات کے بارہ میں ابن مردویہ نے ایک

---

ف یمین خدا کے نام یا صفات کی قسم کھانا کہ ایسا کرونگا یا نہ کرونگا - اور نذر بغیر قسم کے کوئی کام واجب کر لینا کہ میں روزے اللہ کے لئے رکھونگا یا صدقہ اسقدر دونگا وغیرہ اگر یہ ایسے کاموں کی بابت یا غیر مقدور کی بابت نہیں تو وفا کرنا لازم ہے ورنہ گنہگار ہوگا - اور ترک میں کفارہ ہے دس مسکینوں کو کھانا یا کپڑا دینا یا بردہ آزاد کرنا ورنہ تین روزے رکھنا ۱۲ منہ

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝

(ابرار وہ ہیں) جو نذر پوری کرتے ہیں　اور اُس دن سے ڈرتے ہیں کہ جسکا شر پھیل پڑیگا۔　اور وہ اُسکی محبت پر فقیر اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلایا کرتے ہیں۔

إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۝ فَوَقَاهُمُ

(کہتے ہیں) ہم جو تمکو کھلاتے ہیں سو خاص اللہ کے لئے نہ ہمکو تم سے بدلہ یا مطلوب ہے نہ شکرگزاری۔　ہم تو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ایک اُداس ہولناک دن سے۔　پھر اُن کو

اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ۝ وَجَزَاهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ۝ مُّتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ

اللہ اُس روز کے شر سے محفوظ رکھیگا اور اُنکو تازگی اور خوشی عطا کریگا۔　اور اُنکے صبر کے بدلے اُنکو جنت اور ریشمی پوشاک دیگا۔ تکیہ لگائے وہاں چھپرکھٹوں پر بیٹھے ہونگے

لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ۝ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ۝

وہاں دھوپ دیکھیں گے نہ　سردی۔　اور اُنکے سایے اُن پر جھکے پڑتے ہونگے۔ اور میووں کے گچھے بہت ہی پاس لٹک رہے ہونگے

## ترکیب

یوفون جملۃ مستانفۃ لبیان حال الابرار النذر فی اللغۃ الایجاب والمراد ہہنا ما اوجب اللہ علی العباد او ما اوجب العبد علی نفسہ من فعل الخیرات وترک المنکرات و الوفاء الاتیان بما اوجب۔ المستطیر اسم الفاعل من باب الاستفعال ماخوذ من الطیران العرب تقول استطار الحریق اذا انتشر ویطعمون الجملۃ معطوفۃ علی السابقۃ انما نطعمکم الخ الجملۃ فی محل النصب علی الحال بتقدیر القول ای قائلین انما الخ عبوسًا تعبس وتکلح فیہ وجوہ الناس من شدتہ وہولہ فالمعنی انہ ذو عبوس القمطریر اشد ما یکون فی الایام واطولہ فی البلاء قال مجاہد ان العبوس بالشفتین والقمطریر بالجبہۃ والحاجبین متکئین حال من ہم فی جزاہم و العامل جزٰی الارائک جمع اریکۃ وہی بیت مزین بالثیاب والاسرۃ والستور لایرون الجملۃ فی محل نصب علی الحال من مفعول جزاہم او من الضمیر فی متکئین فعلی الاول حال مترادفۃ وعلی الثانی متداخلۃ۔ او صفۃ اخرٰی لجنۃ۔ ودانیۃ من الدنو بمعنی القرب قرء الجمہور بالنصب عطف علی ما قبلہا حال مثلہا او صفۃ لمحذوف معطوف علی جنۃ۔ وقرئ بالرفع علی انہ خبر والمبتدء ظلالہا والجملۃ فی حیز الحال والمعنی لایرون فیہا شمسا ولا زمہریرا والحال ان ظلالہا دانیۃ۔ وعلی تقدیر النصب ظلالہا مبتدء وعلیہم الخبر وذللت الجملۃ حال من دانیۃ او معطوفۃ علی دانیۃ وعلی تقدیر رفع دانیۃ علی جملۃ اسمیۃ والقطوف جمع قطف بالکسر العنقود وخوشہ ۔

## تفسیر

بیان سے اُن ابرار کے اوصاف و حالات بیان فرماتا ہے جنکے سبب وہ ابرار کئے گئے (۱) یوفون بالنذر کہ وہ نذر پوری کیا کرتے ہیں۔ نذر بیان (ومنہ نذرت للہ کذا انذر بالضم والکسر صراح) وفا پورا کرنا۔ قتادہ و مجاہد کہتے ہیں اسکے معنی عبادت و طاعت کے ہیں لغوی اور شرعی معنی کے لحاظ سے اسمیں مفسرین کے تین قول ہیں (اول) نذر شرعی کہ بندہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کو اپنے اوپر واجب کر لے کہ میں اللہ کے لئے یوں کرونگا یا یہ کام نہ کرونگا اب عام ہے کہ یہ نذر کسی آنے والی مراد کے حاصل ہونے یا بلا کے دفع ہونے پر کی ہو جیسا کہ عام دستور ہے یا بغیر مگر اس قسم کی نذر کی بابت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے لاتنذروا فان النذر لایغنی من القدر شیئا وانما یستخرج بہ من البخیل (متفق علیہ) کہ نذر نہ مانا کرو کسلئے کہ تقدیر الٰہی کو نذر ماننا کچھ بھی ٹال نہیں سکتا جو ہونا ہے ہو کر رہیگا ہزار نذر مانا کرو بلکہ اس حیلہ سے بخیل کا مال خدا پاک باہر نکلوا دیتا ہے

وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا ۝ قَوَارِيرَ مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ۝ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا

اور انکے پاس چاندی کے برتن اور شیشے کے کوزے لائے جائیں گے۔ شیشے کی چاندی سے یہ موسے جوایک خاص اندازہ ڈھالے گئے ہیں۔ اور وہاں انکو پیالہ

كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ۝ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا ۝ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ

پلایا جائیگا کہ جس میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی۔ وہاں اس چشمہ میں سے جسکا نام سلسبیل ہوگا۔ اور انکے پاس سدا کے لڑکے پھرا کریں گے۔ جب تو انہیں دیکھیگا تو انکو بکھرے

لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ۝ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ۝ عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ

ہوئے موتی سمجھیگا اور جب تو وہاں دیکھیگا تو نعمت اور بڑی سلطنت دیکھیگا۔ اور اوپر کپڑے ہونگے باریک سبز ریشم کے اور مخمل کے۔ اور انکو پہنائے جائینگے

مِن فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۝ إِنَّ هَٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُورًا ۝

چاندی کے کنگن اور انکا رب انکو پاک شراب پلائیگا۔ (کہا جائیگا) یہ ہے تمہاری جزا اور تمہاری کوشش مقبول ہوئی۔

ع ۲۲ ۱۹

## ترکیب

آنیہ جمع اناء ککساء واکسیۃ وغطاء واغطیۃ والاصل آانیۃ بہمزتین الاولی مزیدۃ للجمع والثانیۃ فاء الکلمۃ فقلبت الثانیۃ الفا۔ من فضۃ بیان لآنیۃ واکواب جمع کوب وہو الکوز الکبیر (کوزہ بے دستہ۔ صراح) عطف علی آنیۃ کانت قواریرا الجملۃ صفۃ لاکواب والقواریر جمع قارورۃ (شیشہ)۔ قرأ نافع والکسائی قواریرا بالتنوین فی الموضعین مع الوصل ومع الوقف بالالف کسلاسلا وقرأ حمزۃ بعدم التنوین فیہما وعدم الوقف بالالف لصیغۃ منتہی الجموع والثانی بدل من الاول۔ وقرئ برفع الثانی علی تقدیر ہی قواریر قدروہا صفۃ لقواریر زنجبیلا منصوب علی انہا بدل من کأس واذا رأیت ثم ثم فی موضع النصب علی الظرف یعنی فی الجنۃ وفی مفعول رأیت اختلاف قیل معدوم وقیل لا عالیہم قرأ نافع وحمزۃ بسکون الیاء وکسر الہاء علی انہ خبر مقدم وثیاب مبتدا مؤخر وقرأ الباقون بفتح الیاء وضم الہاء لتحرک ماقبلہا علی انہ ظرف کانہ قیل فوقہم ثیاب فنصبہ علی الظرفیۃ۔ وقیل نصب عالیہم علی الحال اما من ہم فی قولہ یطوف علیہم او من الولدان ای اذا رأیتہم حسبتہم لؤلؤا منثورا فی حال علو الثیاب ایاہم والجملۃ صفۃ اخری للولدان وقرئ علیہم خضر بالرفع نعت للثیاب وبالجر نعت لسندس لکونہ اسم جنس واستبرق بالرفع عطفا علی ثیاب وحلوا عطف علی یطوف علیہم ۔

## تفسیر

یہ تتمہ ہے بیان سابق کا کہ جنت میں جنتیوں کے لئے کھانے پینے کا بھی شاہانہ سامان ہوگا صرف میوؤں ہی پر بس نہ ہوگی برتن اور آبخورے اور لوٹے وغیرہ ظروف چاندی کے ہونگے مگر بھی چاندی جیسی کی چمک اور صفائی آئینہ جیسی ہوگی شیشہ دنیا میں مٹی کے مادہ سے ہوتا ہے وہاں کے شیشے کا مادہ چاندی ہوگا ایسی چیز دنیا میں کسیکے پاس نہیں کہ مادہ تو چاندی ہو اور صفائی میں شیشہ ہو اور پھر وہ برتن بے ڈول نہ ہونگے بلکہ قدروہا تقدیرا ایک عجیب صنعت اور اندازہ سے بنائے اور ڈھالے جاوینگے اور ہر ایک برتن میں وقت حاجت کی رعایت ہوگی جسقدر پانی اور کھانا مطلوب ہو اور جس موقع کے لئے ہو اتنا ہی انمیں آوے۔ اور سونے کے بھی برتن ہونگے جیسا کہ سورۂ زخرف میں آیا ہے یطاف علیہم بصحاف من ذہب واکواب ہر موقع اور محل کے مناسب کہیں طلائی کہیں نقرئی برتن ہونگے

طویل قصہ نقل کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حسینؓ کی بیماری میں نذر مانی تھی کہ تین روزے رکھونگا جب صاحبزادونکو شفا ہوئی اور روزے رکھنے شروع کئے اور کھانے کے لئے بہزار دقت شمعون خیبری یہودی غلہ فروش سے کچھ جو لاکر روٹیاں پکائیں شام کو افطار کرنے کے جب کھانے بیٹھے اور آپکے ساتھ حضرت فاطمہؓ اور آپکی لونڈی فضہ بھی روزہ دار تھیں تو ایک مسکین نے سوال کیا پانچوں روٹی اسکو اٹھا دیں دوسرے روز ایک یتیم نے آکر سوال کیا تیسرے روز جب کھانا مہیا کیا تو ایک اسیر نے آکر سوال کیا اور تین روز پے درپے پانی پیر روزہ رکھا اسپر یہ آیات انکی مدح میں نازل ہوئیں یہ عمل ہے کسلئے کہ حضرات اہل بیت کرام ایسے ہی تھے مگر اول تو اس روایت کی صحت میں کلام ہے دوم اول سے آخر تک سلسلہ عموماً انسان کی بابت کلام چلا آرہا ہے تخصیص کسیکی نہین۔ ہان اس عموم مین حضرات اہل بیت کرام بدرجۂ اولی شریک ہین (تفسیر کبیر)

اسکے بعد اُن ابرار کی جزاءِ خیر کا ذکر کرتا ہے فقال فوقٰہم اللہ شر ذالک الیوم کہ اللہ تعالیٰ ان لوگون کو اُس روز کے شر سے محفوظ رکھیگا انپر کوئی مصیبت اور آفت اُس روز نہ آئیگی۔ اور نہ صرف یہی بات کہ اُنکو شر سے بچا کر نعمتون سے محروم رکھیگا بلکہ ولقّٰہم نضرۃ وسرورا انکو فرحت اور خوشی عطا کریگا اور دیدار الٰہی کی فرحت سے شادمان ہونگے۔ یہ جنت روحانی تھی اسکے بعد جنت جسمانی کا ذکر کرتا ہے وجزاہم بما صبروا جنۃ وحریرا کہ اُنکے صبر کے بدلے مین جو نذر کے وفا کرنے اور اسیرون اور یتیموں اور فقیرون کے کھلانے مین تکالیف برداشت کرنے تھے جنت دیگا اور اسمین ریشمی لباس پہنے کو ملیگا۔ اور نہ یہی کہ صرف ایسے کپڑے اور خوبی ملیگی بلکہ اُنکے رہنے کے لئے اور بیٹھنے اور سونے کے لئے متکئین فیہا علی الارائک چھپر کھٹ اور طلائی پلنگ ملین گے جنپر تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے لایرون فیہا شمسا ولا زمہریرا جنت مین نہ دھوپ دیکھیں گے کسلئے کہ وہان عرش کا سایہ ہوگا آفتاب کی روشنی کی وہان حاجت نہ ہوگی اور نہ وہان سردی ہوگی ایک معتدل موسم ہوگا جو بہت ہی پربہار موسم ہوگا نہ خزان کا ڈر نہ برسات کی کیچڑ نہ مچھر نہ پسُو نہ گرمی نہ سردی۔ دنیا مین جو نہایت پربہار موسم باغون مین ہوا کرتا ہے اور جو عمدہ ملکون مین ہوتا ہے یہ وہانکا ایک ادنیٰ نمونہ ہے ودانیۃ علیہم ظلالہا اور جنت کے سائے انپر جھکے ہون گے گرچہ وہان آفتاب نہ ہوگا اور نہ اُسکی دھوپ مگر اور اجرام نورانیہ بھی پرتو افگن ہوتے ہین کبھی طبیعت انسانی ہمیشہ یکسان حالت سے گھبرا جاتی ہے اسلئے کبھی اسکے تبدل و تغیر مین سرور پاتا ہے اسواسطے اُنکے لئے بڑے دراز سائے ہونگے جنکے نیچے تختون پر تکیہ لگا کر بیٹھینگے اور آپسمین باتین کرین گے اور دنیا کے تذکرے بھی آئین گے اور ایسے ثمر درختون کے سائے نہ ہونگے بلکہ وذللت قطوفہا تذلیلا اُنکے پھل اُنکے بس مین ہون گے۔ سایون کے ساتھ پھل بھی جھکے ہوئے ہونگے جنکے لینے اور توڑنے مین کوئی دقت نہ ہوگی۔

اصل یہ ہے کہ دنیا کی ہر ایک صفت نیک اُنکے لئے جنت مین ایک نعمت بنکر سامنے آئیگی۔ اِنکی فرحت و خوشی اِنکے دل غمناک اور اندوہگین کے خوف و خطر کا نتیجہ ہے وہان ان مین اِسکے بدلے خوشی بھر دی جاوےگی اور انکے صبر کی تپش اور خدا کی راہ مین سختیان اُٹھانے کا ثمرہ جنت اور نرم لباس ہے اور وہ خود خدا کے آگے جھکے ہوئے تھے وہان جنت مین درخت میوہ دار اُنپر جھکے ہوئے ہونگے اور یہ میوے اُنکے اعمال صالحہ و معارف الٰہیہ اور اُسکے اشواق و مواجید ہین۔

وحُلُّوا اَسَاوِرَ مِن فِضَّۃٍ اور اُنکو چاندی کے کنگن پہنائے جاوینگے۔ سورۂ کہف مین ہے یحلّون فیہا من اساور من ذہب کہ سونے کے کنگن پہنائے جائینگے ممکن ہے کہ کسی کو سونے کے کسی کو چاندی کے ہر ایک کی رغبت یا مرتبے کے لحاظ سے یا کسی کو ایک وقت چاندی کے دوسرے وقت سونے کے پہنائے جاوین۔ بعض فرماتے ہین کہ چاندی کے خادمانِ جنت کے کنگن ہونگے اور حُلّوا کی ضمیر انہین کی طرف ہے اور اہل جنت کے سونے کے۔

زیور عورتون کی زینت ہے مرد کے لئے عیب ہے پھر جنت مین پہنائے جانے کی کیا وجہ؟ اسکے جواب مین علماء کے چند اقوال ہین (۱) یہ دراصل یہ چاندی اور سونیکا زیور وہانکے خادمون اور عورتونکو پہنایا جائیگا مگر لفظ مین جانب تذکیر کو غلبہ دیکر مذکر کے صیغے اسلئے لائے گئے کہ انکی عورتون اور خادمون کو پہنانا انہین کی خوشنودی کا باعث ہے گویا انکو پہنایا گیا (۲) یہ کہ مشرقی ملکون مین قدیم رواج ہے کہ سردار کے ہاتھ مین چاندی یا سونے کا کڑا یا کنگن ڈالا جاتا ہے کہ چاندی سونا اسکے ہاتھ مین ہے گویا یہ سرداری کی علامت ہے جیسا کہ مہذب ملکون مین تمغہ پس اسی قسم کا یہ بھی جنت مین انکی سرداری کا تمغہ ہوگا نہ زینت کے لئے زیور (۳) ہر کہ یہ کنایہ ہے انکے اُن انوار برکات سے جو دنیا مین اُنہون نے ان متبرک ہاتھون سے نیک اعمال کئے تھے ہاتھ کی روشنی اور نور ہوگا جو ہاتھ مین کنگن معلوم ہوگا ؛

وسقاہم ربہم شرابًا طہورًا اور انکا رب انہین شراب طہور پلائیگا۔ طہور کہ جسمین نہ نشہ ہے نہ سرور اور نہ خمار۔ لا فیہا غول ولا ہم عنہا ینزفون وہ ان سب قباحتون سے پاک ہوگی۔ اہل دل کہتے ہین شراب طہور کنایہ ہے شراب وصال سے کہ انکو وہان اُس معشوق و محبوب حقیقی کا بے کیف وصال نصیب ہوگا جسکے نشہ مین وہ ابدالآباد مسرور رہینگے نعماء جسمانیہ کے بعد نعماء روحانیہ کا ذکر کیا کہ اُسکے آگے وہ سب ہیچ ہین۔ اور سقاہم ربہم مین سقا کو ربہم کی طرف منسوب کرنے مین جو کچھ لطف ہے کہ وہ اہل دل پر مخفی نہین کہ وہ خود اپنے دست مبارک سے یہ جام مے بھر بھر کر پلائینگے پھر اسکے آگے اور کیا نعمت ہوگی؟

اہل ظواہر کہتے ہین خادم پلائینگے مگر وہ اُسی کے حکم سے پلائینگے اسلئے اُن کا پلانا گویا خود اُسی کا پلانا ہے۔

اہل جنت سے کہا جائیگا ان ہذا کان لکم جزاء کہ یہ تھی تمہاری جزا اور تمہاری دنیاوی کوششون ایمان اور عمل صالح اور محبت الٰہی کا بدلہ جو تمہارے لئے پہلے سے تیار تھا اسمین اطمینان دلایا جاتا ہے کہ تمہاری نیکی اور پرہیزگاری رائیگان نہ جائیگی جیسا کہ منکر کہتے ہین بلکہ اسکا بدلہ تیار ہے تمہارے مگر وہان جانے کی دیر ہے وکان سعیکم مشکورا اور تمہاری کوشش مقبول ہوئی اسکی قدردانی کی گئی اکارت نہین گئی برخلاف بت پرستون اور مخلوق پرستون کی بیکار کوشش کے کہ وہ انکا آگ کے آگے سر جھکانا ٹھنڈے پانیون مین نہانا بتون کے لئے نذر و نیاز کرنا عمر بھر ترک دنیا کرنا ہاتھ پاؤن کا سکھا دینا اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرا کر مار ڈالنا دریا مین غرق ہونا آگ مین جل کر مرجانا گوشت اور نعماء الٰہیہ کو چھوڑنا نکاح نہ کرکے تجرد مین گدائی کرکے گزر کرنا سب رائگان جاویگا بلکہ اس بت پرستی اور مخالفت رسول پر اورالٹا عذاب ہوگا محنت برباد گناہ لازم کیونکہ وہ محنت تعلیم شیطانی خدا سے روکنے والی تھی۔

اور یطاف میں اشارہ ہے کہ کبھی کبھی نہیں بلکہ اکثر اوقات انہیں برتنوں کی آمدورفت رہیگی خادم ان پر پیالے لائینگے لے جائینگے
عیش و نشاط کا ایک تار بندھا رہیگا انکے صبر کا بدلہ ہے جو دنیا میں سونے چاندی کے برتنوں میں نہ کھاتے تھے اور فقیرانہ گزر کرتے تھے۔ اور
ایسے لذیذ کھانوں کے بعد یا ساتھ کھانا جلد ہضم ہونے کے لئے ویسقون فیہا کاسا کان مزاجہا زنجبیلا انکو ایک ایسی عمدہ چیز کا پیالہ پلایا جاویگا
کہ جسکا مزاج اور کیفیت یا آمیزش سونٹھ کی ہوگی تاکہ حرارت غریزی جوش میں آوے اور عیش و نشاط کا لطف تازہ ہو۔ اور شوق و مزا آگے
بڑھے تاکہ شوق کے بعد جو چیز ملے اسکی قدر اور لذت زیادہ ہو۔ اول مرتبہ کافوری شراب کا پیالہ پلایا جانا فرمایا تھا کہ حشر کی گرمی اور ہموم
و غموم کی تپش بالکل جاتی رہے بعد شراب زنجبیل کا پلایا جانا فرمایا کہ ایک دوسری گرمی پیدا ہو جو لذات حاصل کرنیکا ذریعہ ہے کسلئے کہ
جب انسان کی اصلی گرمی کم ہو جاتی ہے تو پھر نہ ہضم جید ہوتا ہے نہ کسی محبوب کے وصال کا شوق باقی رہتا ہے نہ دلمیں جو چلبلے
اور اچھل کود کی امنگ رہتی ہے ایک مٹی کا سا جسم ڈھیر رہجاتا ہے جیسا کہ بڑھاپے میں ہوتا ہے۔ مگر وہ زنجبیل دنیا کی زنجبیل نہیں
کہ جسمیں سوزش اور کسیقدر مضرت ہو بلکہ عینا فیہا تسمی سلسبیلا وہ جنت میں ایک چشمہ ہوگا جسکا نام سلسبیل ہوگا۔ سل سبیل کے
معنی ہیں پوچھ رستہ۔ اسمیں اشارہ ہے کہ اسکو پی کر شوق بڑھیگا اور ساقی سے محبوب کا رستہ پوچھیگا۔ یہ دنیا میں اس شراب شوق
الٰہی اور اسکی گرمی کا اثر ہے جو خاصان خدا کو نصیب تھا۔ اور اس شراب کو اور ان لذیذ نعمتوں کو کون لائینگے لیجائینگے؟
ویطوف علیہم ولدان مخلدون لڑکے جنکا لڑکپن ہمیشہ باقی رہیگا جوان اور بوڑھے نہ ہونگے ہمیشہ اسی حالت پر رہینگے
لڑکوں میں ایک شوخی شرارت پھرت پھرت اور بھولاپن ہوتا ہے ایسی نشاط کی مجلسوں میں انکا کھانے پلانے میں کام کرنا
عجب لطف دیتا ہے اور نیز وہ انکے خلوتخانوں میں انکی محبوب بیبیوں کے ساتھ ہم نوالہ وہم پیالہ ہونے میں آجاتے ہیں
ناگوار نہیں معلوم ہوتے نہ وہ عورت ہوتے ہیں اسلئے مرد کو انکا آنا برا معلوم ہوتا ہے نہ عورت کو برخلاف جوان مرد و عورت کے
اذا رأیتہم حسبتہم لؤلؤا منثورا وہ ایسے حسین اور پر نور ہونگے کہ ان کو خدمت میں ادھر ادھر آتے جاتے کھڑے بیٹھے جو کوئی
دیکھے تو یہ سمجھے کہ گویا لڑی کے موتی بکھر گئے ہیں۔ موتی تو اسلئے کہ وہ ایسے خوبصورت ہونگے اور بکھرے ہوا اسلئے کہ وہ کار بار میں
ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہونگے اونکے حسن اور ہر طرف پھرنے کی بکھرے ہوئے موتیوں کے ساتھ نہایت عمدہ تشبیہ ہے ⁂
پھر فرماتا ہے کہ یہ جو کچھ نعمتیں بیان کیں طلائی برتن وغیرہ کچھ انہیں پر موقوف نہیں بلکہ واذا رأیت ثم رأیت نعیما وملکا کبیرا کہ
جب تو دیکھنے والے جنت میں نظر کریگا تو ہزاروں نعمتیں اور بڑی سلطنت اور شاہانہ تکلفات وتجملات دیکھے گا۔ جو دنیا میں
عمدہ باغات اور سنگ مرمر کے طلائی اور جواہرات کے کام کئے ہوئے مکانات اور بڑے بڑے عیش و نشاط کے سامان اور بہاریں بڑے
بڑے بادشاہوں کو حاصل ہیں وہ لاکھواں حصہ بھی وہاں کی نعمتوں کا نہیں جو ایک ادنیٰ سے شخص کو جنت میں ملینگی ⁂
اب انکی پوشاکوں کا حال بیان فرماتا ہے عالیہم ثیاب سندس کہ انکے اوپر خلعت کے طور پر چکنے والے اور صاف ریشم کے مہین
کپڑے خضر سبز رنگ کے ہونگے کہ انکی سرسبزی کی دلیل ہو واستبرق اور ریشم کے دبیز کپڑے بھی ہونگے کاشانی مخمل وغیرہ جسطرح دنیا
میں ہے یعنی اعلیٰ سے اعلیٰ شاہانہ لباس ہوگا یہ انکے صفات حمیدہ ہیں جو اس روز لباس بنکر ظہور کرینگے لفظ عالیہم میں اسی طرف اشارہ

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ۝ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ

یہ لوگ تو دنیا پر ریجھتے ہیں اور بھاری دن کو اپنے پس پشت پھینک رہے ہیں - ہمنے انکو پیدا کیا اور انکی گرہ مضبوط باندھی - اور ہم جب چاہیں ان

اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ۝ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ط

کے بدلے اور ویسے آسکتے ہیں - یہ تو ایک نصیحت ہے - پھر جو چاہے اپنے رب تک پہونچنے کا رستہ اختیار کرے - اور تم جب ہی چاہو گے جبکہ اللہ چاہیگا -

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ط وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ ع

کیونکہ وہ سب کچھ جانتا حکمت والا ہے جسکو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے - اور ظالمون کے لئے اسنے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے +

## ترکیب

یذرون معطوف علی یحبون وکلاہما خبران یوما مفعول یذرون وراء اسم ظرف لہ اذا شئنا شرط ومفعول شئنا محذوف بدل علیہ الجواب وہو بدلنا الا ان یشاء اللہ استثناء الا وقت مشیۃ اللہ او الا فی حال مشیۃ اللہ والظالمین منصوب بفعل محذوف یفسرہ ما بعدہ ای اعد —

## تفسیر

**ف** یہان سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کفار و مشرکین کی فرمانبرداری و جان نثاری کسیلئے کہ یہ اللہ اور اسکے رسول کے برخلاف ہین دنیا کے طالب ہین اسلامی احکام کے مقابلے مین سخت ممنوع ہے بلکہ کفر کے قریب ہے +

اسکے بعد تین چیزون کا حکم دیتا ہے فقال واذکر اسم ربک بکرۃ واصیلا کہ صبح وشام اپنے رب کا نام لیا کر (۲) ومن اللیل فاسجد لہ اور رات مین اسکو سجدہ کیا کر (۳) وسبحہ لیلا طویلا اور بڑی رات سے اسکی تسبیح اور تقدیس کیا کر - ان آیات مین مفسرین کے دو قول ہین اول کہ ان آیات مین نماز پڑھنا مراد ہے بکرۃ سے صبح کی نماز اور اصیلا سے ظہر و عصر کی نماز اور من اللیل فاسجد لہ سے مغرب و عشاء مراد ہے اور سبحہ لیلا طویلا سے تہجد (دوم) یہ کہ اسوقت نماز پنجگانہ فرض نہ ہوئی تھی تہجد کی نماز اور رات مین عبادت کرنا تھا ان آیات مین مقصود ہر حال مین عبادت کی ترغیب ہے جیسا کہ اس آیت مین یا ایہا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا و سبحوہ بکرۃ و اصیلا اور تسبیح و تہلیل و دعا و استغفار و سجود ہی اسوقت کی نماز تھی +

اوقات مخصوصہ مین عام مفسرین کے نزدیک مراد نماز پنجگانہ اور تہجد ہے - تہجد گو امت کے لئے فرض نہ ہو مگر مسنون ہے اور آنحضرت صلعم کے لئے اسکے پڑھنے کا حکم تھا اسلئے بلفظ امر تعبیر کیا گیا - لیلا طویلا مین اشارہ ہے کہ تمام رات سونے اور عیش و نشاط ہی کے لئے نہین بلکہ اسکا بڑا حصہ یاد الٰہی کے لئے بھی ہونا چاہئے اور کچھ نہ ہو تو پچھلی تہائی رات کو تو اٹھ کر دربار الٰہی مین حاضر ہو نہ کہ دن چڑھے تک مدہوشون کی طرح بستر پر کروٹین لیا کرے +

**ف** یہان خدا تعالی نام یاد کرنا بتلاتا ہے اسمین اس طرف اشارہ ہے کہ عقول بشریہ کو اسکی صفات تک رسائی ہے مگر اسکی حقیقت و ذات تک رسائی نہین انہین اسماء و صفات سے اسکا علم حاصل ہوتا ہے اسی کو کبھی اذکر ربک سے تعبیر کیا اور کبھی واذکر ربک فی نفسک سے اور کبھی واذکر اسم ربک سے +

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ۝ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ۝ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ

بیشک ہم ہی نے تجھ پر قرآن آہستہ آہستہ اتارا ہے۔ پھر تو اپنے رب کے حکم کی برداشت کر اور ان میں سے کسی بدکار اور ناشکر کا کہنا نہ مان۔ اور اپنے رب کا نام یاد کر

بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا

صبح و شام۔ اور کچھ رات سے اسکو سجدہ کر۔ اور بڑی رات سے اسکی تسبیح کر

## ترکیب

انا نحن نزلنا مبتدا و خبر وقال الزجاج او ہہنا اولہ من الواو لانہا بدل علی ان کل واحد منہما ان لایطاع بخلاف الواو لانہا تدل علی ان لایطاع کلاہما و جاز ان یطاع احدہما وقال الفراء او بمعنی لا کانہ قال ولا کفورا بکرۃ من اول النہار الی الزوال والاصیل من الزوال الی الغروب وہما منصوبان علی انہما ظرفان لاذکر ومن اللیل من للتبعیض والفاء دالۃ علی معنی الشرطیۃ والتقدیر مہما یکن من شئ فصل من اللیل اسمے فی اللیل لیلا منصوب علی انہ ظرف لسبحہ +

## تفسیر

اس سورہ کی ابتدا میں یہ تبلایا گیا تھا کہ آدمی معدوم تھا عدم سے وجود میں لایا گیا ایک قطرۂ منی سے بنایا گیا جسمیں اسکی تمام قوتیں اور کل ظاہر و پوشیدہ اوصاف و حالات ودیعت رکھے گئے تھے جسکی طرف لفظ امشاج میں اشارہ تھا اور یہ بیکار اور عبث نہیں عالم ہستی میں لایا گیا بلکہ امتحان اور آزمایش کے لئے نبتلیہ اور اس امتحان میں پورا نکلنے کے اسباب (کان آنکھ عقل) بھی اسکو عطا ہوئے اور عقل زیادہ کارآمد تھی اسلئے اسکو جدا گانہ ذکر کیا انا ہدیناہ السبیل اس امتحان میں کچھ کامل (شاکر) کچھ ناقص (ناشکر) نکلے پھر ناقصوں کی سزا مختصر سے الفاظ میں بیان کر کے کاملوں کی جزا و حیات جاودانی اور وہاں کے عیش و نشاط بڑی تفصیل سے بیان فرمائے تاکہ معلوم ہو کہ رحمت کا پلہ جھکا ہوا ہے +

اسکے بعد کاملوں کو چند باتوں سے جو مضر ہیں منع کرنا چاہتا ہے اور چند نافع چیزوں کے عمل میں لانے کی ناصح مشفق تاکید فرماتا ہے مگر اس مشقت عمل کی آسانی کے لئے اول تو جزا و سزا و دار آخرت کی بیان فرما دی تھی دوم اور بھی آنحضرت صلعم اور آپکی پاک جماعت کو اطمینان دلاتا ہے تاکہ بڑے فراخ حوصلہ اور اطمینان قلب سے عمل کریں انا نحن نزلنا علیک القرآن تنزیلا کہ لوگوں کی آسانی کے لئے خود ہمنے اے محمد تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن نازل کیا ہے یہ محمد نے از خود نہیں بنا لیا ہے نہ یہ جن کا قول ہے نہ کسی کاہن کا۔ وہ نافہم جو اسمیں شبہ کرتے ہیں اور اسکے بیان دار آخرت پر تمسخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کسنے دیکھا ہے کیا انکا یہ وسوسۂ شیطانی جو راہ سعادت کا روڑا ہے ٹھیک ہے یا ہمارا فرمانا جو ہم رب العالمین علام الغیوب ہو کر اسمیں تاکید سے کہتے ہیں کہ بیشک ہمنے قرآن نازل کیا ہے بیشک تم اسپر عمل کرو اسکے وعدوں کے موافق ضرور حیات جاودانی پاؤ گے اور مخالفت سے جہنم تاریک گڑھے میں جلو گے فاصبر لحکم ربک پس اے محمد اور اسکی جماعت اپنے رب کے حکم کی پابندی کر۔ یا اس حکم ربی کا انتظار کر جو تمہارے غلبہ کے لئے چلا آتا ہے اسکی راہ دیکھو آپ معلوم ہو جاویگا کہ قرآن کسنے بھیجا ہے ؟ اسکے بعد دو باتوں سے منع فرماتا ہے اور دونوں کو ایک ہی جملہ میں جمع کرتا ہے فقال ولا تطع منہم آثما او کفورا کہ تو انمیں سے کسی گناہگار بدکار کا کہنا نہ مان نہ کسی ناشکر کا۔ آثم گناہگار ہر گناہ کے مرتکب کو آثم کہتے ہیں خواہ صغیرہ خواہ کبیرہ خواہ شرک خواہ کفر اور کفور انمیں سے خالص گناہگار کو کہتے ہیں جو ناشکر ہو ہر کفور آثم ہے مگر ہر آثم کفور نہیں۔ پھر بعض علما کہتے ہیں اسمیں کسیکی خصوصیت نہیں کوئی ہو بعض کہتے ہیں آثم سے ولید کیطرف اور کفور سے عتبہ کی طرف اشارہ ہے بعض کہتے ہیں آثم سے عتبہ کی طرف اور کفور سے ولید کیطرف اشارہ ہے اور بعض کہتے ہیں دونوں کا مصداق ایک شخص ابوجہل ہے۔ الخ کوئی کافر ہو یا مومن منع

پھر یہ تم اس بات پر مغرور نہ ہون کہ ہم آنحضرت کے اقارب اور اہل وطن ہین جو ہم نے اسکو قبول نہ کیا تو اور کوئی
کیا قبول کریگا کیونکہ ان ہذہ تذکرہ یہ آیات پند و نصیحت ہین کوئی برادری کا حصہ نہین کہ آنحضرت ... تمہارے
سمجھانے کے لئے مجبور ہون فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا پھر جو کوئی ہو عرب یا عجم عربی ... جو چاہے ان آیات سے
اپنے رب تک پہونچنے اور اسکی مہربانی سے جنت مین حیات جاودانی حاصل کرنیکا رستہ اختیار کرے خدا تعالیٰ تمام
جہان اور تمام قومون کا خدا ہے اسکا دین بھی سب کے لئے برابر ہے سب کے لئے اسکی رحمت ... ہے اسمین
بنی اسرائیل و بنی اسماعیل کی کوئی خصوصیت نہین ۞

مگر یہ جاننا بھی درحقیقت اے بندگان خدا تمہارے بس مین نہین وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ تم ... چاہ سکتے ہو
کہ جب اللہ بھی چاہے اور فائدہ توفیق تمہین ادھر کھینچکر لے چلے۔ ہرچند قوت و قدرت ہر ایک مین رکھی ہے تاکہ دار امتحان
کا معاملہ معطل نہ ہو لیکن محرک اسی کی توفیق ہے ان اللہ کان علیما حکیما یدخل من یشاء فی رحمتہ بیشک اللہ جاننے والا
ہے جسمین صلاحیت اور نور ازلی دیکھتا ہے اسکو اپنی رحمت یعنی راہ راست پر لاتا ہے ... ورنہ بڑے بڑے
عاقل ہوشیار پرفن ... یون ہی وادی ضلالت مین ٹکرا ٹکرا کر مر گئے اور جہنم کے بھی گڑھے
مین جا پڑے اور عرب کا یہ کو کھینچ لایا۔ یعنی قریش پر تعریض ہے کہ تمنے کیا دین حق کو قبول نہین کیا اور ...
نے تمکو ... اور تمہاری سرکشی اور بدکاری کی ناپاکی نے بارگاہ قدس مین آنے کے قابل نہ رکھا اسی
بس نہین یہ تو دنیا مین تمہارے نامقبول اور مردود ہونے کی وجہ ہے مگر آخرت مین والظالمین اعد لہم عذابا الیما ظالمون
کے لئے اسنے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے مرنے کی دیر ہے ۞

سورہ کی ابتدا اس بات سے تھی کہ انسان پر ایک ایسا زمانہ گزرا ہے کہ جسمین نیست و نابود تھا پھر اسکو اس قادر
مطلق نے منی کے قطرے سے پیدا کیا اور عقل و حواس دیے پھر جسنے ان عقل و حواس سے کام لیا اپنی ابتدا و انتہا
کو سوچا راہ راست اختیار کی وہ سعادت کی کرسی پر بیٹھا اور آخرت مین حیات جاودانی اور سلطنت کا مالک ہوا اور جسنے
ان سے کام نہ لیا لہو و لعب لذات و شہوات مین غرق ہوا اور انبیاء علیہم کا مقابل ہوا اسکے لئے عذاب الیم تیار
رکھا ہے ۞

ابتدا و کلام کو انتہاء کلام سے کمال ارتباط ہے اور یہ کمال درجہ کی بلاغت ہے۔ اگر یہی سورہ مبارکہ بغور و تامل دیکھی جاوے
تو انسان کی ہدایت کے لئے اعتقادیات سے لیکر عملیات تک کامل رہبر ہے جسمین دار آخرت کی ترغیب روح کو اس جہان
کی نعمتین بیان فرما کر کامل تشویق اور بدکارون سرکشون منکرون کو انکے عذاب یاد دلا کر تخویف دلائی گئی ہے اور اصول حسنات نماز خیرات
بھی تعلیم فرمائے گئے ہین۔ ان تمام مقاصد کا جب کوئی خدا ترس طبیعت دل پر نقش جماوے تو فوراً ایک نورانیت پیدا ہوتی ہے پھر یہ
مطالب عالیہ کس دلکش عبارت مین بیان کئے گئے نہ کوئی شاعرانہ مبالغہ ہے نہ شہوات برانگیختہ کرنے والے شاعرانہ خیالات ہین

اوقات مخصوصہ مین خدا پاک کی عبادت کرنا تسبیح وتہلیل مین مصروف ہونا دعا مانگنا گریہ وزاری کرنا وغیرہ جسکا حکم دیا گیا تھا بقولہ واذکر اسم
ربک بکرۃ واصیلا الخ انہین لوگون کا کام ہے جو دار آخرت کے قائل ہین اسلئے وہان کے لئے یہ توشہ ساتھ لیتے ہین اور دار آخرت
کا یقین ہی ہے جو انسان کو اس طرف ابھارتا ہے برخلاف کفار ومشرکین کے کہ وہ ادھر متوجہ ہی نہین ہوتے نہ انکو اس عبادت وشب بیداری
مین کچھ حلاوت ملتی کیسلئے کہ ان ہؤلاء یحبون العاجلۃ ویذرون وراءہم یوما ثقیلا یہ تو دنیا اور اسکی لذات وشہوات پر فریفتہ ہین شب و
روز مال وزر زن وفرزند اسباب دنیا کے جمع کرنے مین مصروف ہین انہین باتون مین انکو مزہ اور حلاوت معلوم ہوتی ہے انہین کامون
کو کام سمجھتے ہین اور انہین چیزون مین کامیابی حاصل کرنے کو خوش نصیبی اور فوز عظیم جانتے ہین اور دار آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہین اول
تو اسکا یقین ہی نہین اور جو کچھ ہے بھی تو اسکے لئے تدابیر نہین نہ کوشش ہے نہ دل مین رغبت ہے نہ طبیعت مین میلان اور ان دونون
حالتون مین دار آخرت کو (جو بڑا بھاری اور مصیبت ناک دن ہے مصائب کی وجہ سے) چھوڑنا اور پیچھے پھینک دینا ہے ۔

اور انکا یہ عذر کہ ہم مین دار آخرت کی قدرت نہین کار وبار دنیا سے مہلت نہین نماز پنجگانہ خصوصًا صبح اور عشا اور تہجد کیا ہم سے کیونکر
ادا ہوسکتی ہے وہ سونے کا وقت ہے) محض غلط ہے کیسلئے کہ نحن خلقناہم وشددنا اسرہم ہمنے انکو پیدا کیا ہے اور انکے بنیاد جسم کو
مضبوط کیا ہے ہٹے کٹے ہین نیک وبد نفع ونقصان کی سمجھ بوجھ ہے ۔ بدبخت اکثر اپنی کمزوری اور ناچاری کا عذر کیا کرتے ہین اور وہ
دراصل انکی سستی اور کاہلی سے ہوتی ہے اسکے جواب مین یہ آیت ہے ۔

مگر بعض بدنصیب ازلی ہوتے ہین نیک کام کیسا ہی آسان ہو انکو پہاڑ معلوم ہوتا ہے اور برا کام کیسا ہی مشکل ہو انپر آسان ہوتا ہے
ناچ تماشے مین رات بھر جاگین آنکھ نہ جھپکے عبادت الٰہی مین دو گھڑی بھی بیٹھ نہ سکین یہ آیت انکے سرشت کا بھی حال بیان کرتی
ہے کہ یہ بدبخت عاجلہ دنیا اور اسکے عیش ونشاط لذات وشہوات کو پسند کرتے ہین اور آخرت سے غافل ہین کیسلئے کہ ہمنے انکو پیدا کیا ہے انکی سرشت
بد سے ہم خوب واقف ہین وشددنا اسرہم اور انکی قوت شہوانیہ کو قوی کر دیا ہے کتون اور خنزیرون جیسی قوت انمین بہت رکھی گئی ہے آئے دن حریصانہ اور
جفتی کرنیکے سوا انجام کار کے سوچنے اور فکر کرنیکی انمین قابلیت ہی نہین اور جو کچھ ہے تو مہلت نہین اولئک کالانعام بل ہم اضل ۔ ذرہم یاکلوا ویتمتعوا کما
تاکل الانعام والنار مثوی لہم ایسے ناپاک اور زمین کو اپنے گھنونے کامون سے گندہ کرنے والے اپنے قیام ودوام کا دعوی نکرین اور نہ اس مہلت چندروزہ
پر نازان ہون کیسلئے کہ واذا شئنا بدلنا امثالہم تبدیلا ہم جب چاہین انکو مٹا کر ویسے ہی (شکل وصورت وقوت مین) اور لوگ پیدا کر سکتے ہین
اور ایسا ہی کرتے بھی ہین قوم نوح برباد ہو کر اور قومین پیدا ہوئین ہر صدی پر بلکہ پچاس برس کے بعد دوسرا ہی نقشہ جم جاتا ہے پہلون
مین سے صدی دو صدی کے بعد انسان تو کیا انکے استعمال کے جانور بلکہ اکثر مکانات بھی نہین رہتے اس قرن کی کشتی بھری ہوئی
عدم کے عمیق گڑھون مین پڑی ہوتی ہے اور دوسرے لوگ بستے ہوتے ہین ۔ اور اسطرف بھی اشارہ ہے کہ انکے بدلے اسے بہتر اور لوگ
ہم تیرے لئے پیدا کر سکتے ہین چنانچہ عتبہ کے بدلے اسکے بیٹے حذیفہ کو اور ولید کے بدلے اسکے بیٹے خالد کو معین دین بنا دیا ۔ امثالہم کے بعض
مفسرین نے اشکالہم کے معنی بھی لئے ہین تب یہ معنی ہونگے کہ ہم جب چاہین انکی صورتین بدل دین مسخ کر دین یا فراغدستی اور اقبال
سے خواری اور ذلت کی حالت مین کر دین جس سے انکی وہ صورت بدل جائے ڈرتے رہنا چاہئے ۔

والمرسلات عرفا الخ اس سورہ میں پانچ چیزوں کی قسم کھا کر بیان فرمایا ہے انما توعدون لواقع کہ جسکا تمسے وعدہ کیا جاتا ہے وہ واقع ہونے والا ہے یعنی منکروں کے لئے اُنکے اعمال پر عذاب اور نیکوں کے لئے اعمال صالحہ پر ثواب ہو کر رہیگا۔ اس میں کوئی شبہ اور شک نہیں یہ مسئلہ کہ روح جسم سے جدا ہو کر ایک خاص پیکر میں باقی رہتی ہے اور اسکو یہاں وقت کی باتیں یاد رہتی ہیں اور اُسکے دنیاوی اعمال وا عمادات اُسکے سامنے عذاب و ثواب کا باعث بنکر پیش آتے ہیں جمیع اہل ادیان کے نزدیک مسلّم ہے مگر دہری اور کچھ جہلا دور از حقیقت یا وہم داغ اُسکے منکر ہیں اور یہ مسئلہ عرب کے جاہل اور قریش مکہ پر بھی بہت ہی شاق تھا اسکے مقابلہ میں اس مسئلہ کے ثبوت کے لئے قسم کھا کر بیان فرمایا جاتا ہے اور اس سے زیادہ جہلا کے نزدیک بجز دروغ گوئی کو قسم کھانے کے اس شخص بیچارے کی صداقت اور راستبازی کا اور یقین دلانے کی کوئی صورت نہ تھی ۱۲

ان پانچ چیزوں میں قدما مفسرین کے کہ حضرت جلال الدین رحمہ اللہ وغیرہم بھی ہیں مختلف اقوال ہیں اول قول یہ ہے کہ ان پانچوں چیزوں سے مراد ملائکہ ہیں مرسلات عرفا وہ فرشتے جو وحی کیسا تھ عرفا انبیاء علیہم السلام کے پاس بھیجے گئے عرفا بمعنی ارسالا متتابعا کعرف الفرس[1] یا عرفا بمعنی نیکی اور بھلائی کے لئے وہ ان کو بھیجا ہے علی ہذا الوجہ علی انہ مفعول لاجلہ یعنی نظام دنیا اور مصالح دینی کے لئے لاکھوں بھیجے جاتے ہیں آیت فالعاصفات عصفا پھر اُنکی قسم کھاتا ہے فالعاصفات عصفا تیزی سے ہوا کی طرح جو بہت تیز جانے والے ہیں یعنی ملائکہ کی قسم جو ملائکہ کہ عالم میں بعض عظیم پیدا کرتے اور ہلاک کر ڈالتے ہیں والناشرات نشرا وہ قسم ہے ملائکہ کی جو ان کی عزت کے پر پھیلا دیتے ہیں کھول کر۔ وہ امور جو امور غیبی ہوتے ہیں اُنکے اظہار اور نشر کے لئے ملائکہ کی ایک جماعت ہے اور وہ اتفاقی اور بالائی تمام امور مصیبۃ جو ظاہر ہوتے ہیں اور دنیا کے نظم و تفصیل جانتے ہیں یعنی وہ درجے کے آگے کے ملائکہ معین کر رکھے ہیں۔ ان میں ادراک سب اور مٹی کا کھیل آسمانی آ گیا۔ فالفارقات فرقا پھر اُن فرشتوں کی جو ہر ایک معاملہ میں عرفی واعتبار دینے میں فارق ہیں جو حق و باطل میں فارق ومشروح رسولوں میں سعادت مندوں اور شقیوں میں نیکوں اور خدا پرستوں میں فرق کرنے والے ہیں اور اسی طرح عہد جوانی اور بڑھاپے اور لڑکپن اور حیات وممات اور ایک قرن سے دوسرے قرن میں فرق کرنا بھلا ان کو رہے الگ کرنا اشیاء عنصر یہ کو سب مادہ کیسے ہر ایک کام میں اسیطرح اجزاء متشابہ انسان وحیوانات ونباتات میں فرق کرکے پتے اور پھول اور شاخ وثمر کو جدا کر دیا اور ایک کو اُسکے خواص وکمال میں دوسرے سے امتیاز دیا اسیطرح انسانی نطفہ میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا پھر اُسی میں سے سر اور پاؤں ناک آنکھ وغیرہ اجزا جدا جدا موجود کرنا سب اسی جماعت کے متعلق ہے ان کی بھی قسم کھاتا ہے فالملقیات ذکرا عذرا او نذرا پھر اُن فرشتوں کی قسم جو مخلوق کی تکمیل کے بعد ان میں ذکر ڈالدیتے ہیں۔ ذکر الٰہی اور اپنے خالق کے وجود و قدرت کاملہ پر گواہی جسکا بھی ذکر ہے پھر یہ ذکر دو قسم پر ہے پھر اختیاری جسکو تسبیح قہری کہتے ہیں یہ ذکر ان ملائکہ نے ہر مخلوق کی سرشت میں ڈالدیا ہے نباتات حیوانات پرند چرند وحوش سب اسی کے ذکر میں مشغول ہیں ؎ ہر گیاہی کہ از زمین روید ٭ وحدہٗ لاشریک لہ گوید ٭ دوسری قسم ذکر اختیاری ذوی العقول کا جیسا کہ اہل ایمان انسان وجن وملائکہ ان یا خواص مسلمانوں کے دلمیں اس ذکر کا القا بھی ملائکہ کی طرف سے ہے انکے حق میں بازپرس آخرت سے یہ ذکر ہوگا اور نجات پاوینگے اور یہی ذکر اس سے غافل رہنے والوں کے لئے عذاب آخرت کا ایک خوفناک پیغام یا تنبیہ ہے۔ یا یہ کہ ذکر سے مراد قرآن و وحی ہے

[1] عرف الفرس گھوڑے کی ایال یعنی اُسکے گردن کے بال اسیطرح عرف الدیک مرغ کا تاج گھوڑے کی ایال میں بال متصل ہوتے ہیں اور ایک قطار سے یکے بعد دیگرے ہوتے ہیں یہ لفظ اس محاورہ سے ماخوذ ہے ۱۲ منہ

# سورۃ المرسلات مکہ میں نازل ہوئی اس میں پچاس آیت دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝ فَالْمُلْقِیٰتِ ذِكْرًا ۝ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝

قسم ہے دم بدم چلنے والیوں کی۔ پھر زور سے چلنے والیوں کی۔ قسم ہے پراگندہ کر کے پھیلانے والیوں کی۔ پھر جدا کر دینے والیوں کی۔ پھر نصیحت پہنچانے والوں کی عذر کے لیے یا ڈرانے کے لیے

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝

جس کا تمسے وعدہ کیا جاتا ہے ضرور ہو کر رہیگا

## ترکیب

والمرسلات الواو للقسم عرفا مصدر فی موضع الحال ای متتابعۃ او مفعول لہ ای ارسلت للاحسان والمعروف فالعاصفات الفارقات الملقیات وکذا ما بعدہا معطوف علی المرسلات عصفا مصدر مؤکد یقال عصف بالشئ اذا اباده واہلکہ یقال ناقۃ عصوف وعصفت الحرب بالقوم ای ذہبت بہم ذوات ھوا نشرا۔ وفرقا مصدران عذرا او نذرا قیل مصدران یسکن وسطہما او یضم وقیل جمع عذیر ونذیر فعلی الاول فینصبان علی المفعول لہ او علی البدل من ذکرا او بذکرا وعلی الثانی حالان من الضمیر فی الملقیات ای معذرین ومنذرین انما اصلہ ان ما بمعنی الذی وانما کتب لواقع والکلام جواب القسم

لذا صدرت بان للتاکید

## تفسیر

یہ سورہ حسن و عکرمہ و عطا و جابر کے نزدیک مکہ میں نازل ہوئی اور جمہور کا اسی طرف رجحان ہے قتادہ کہتے ہیں مگر یہ آیت واذا قیل لہم ارکعوا لا یرکعون مدینہ میں نازل ہوئی اور بخاری و مسلم کی وہ روایت جو ابن مسعود سے ہے اسی کی مؤید ہے وہ یہ کہ ابن مسعود رضی فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منی کے ایک غار میں تھے کہ سورۂ مرسلات نازل ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسکو پڑھ رہے تھے اور میں آپکے مونہہ سے لے رہا تھا اور ہنوز آپکا دہن مبارک تر ہی تھا کہ ایک سانپ ہم پر کود پڑا آپنے فرمایا اسکو مارو ہم مارنے دوڑے لیکن وہ چلا گیا آپنے فرمایا کہ اسکو حق سبحانہ نے تمسے بچا لیا جسطرح تمکو اس سے بچا لیا۔

اور شیخین وغیرہما نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ میں اس سورہ کو پڑھ رہا تھا ام الفضل نے سنکر کہا اے فرزند تیرے اس پڑھنے نے مجھے یاد دلا دیا کہ اسپر جو کچھ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے سنا وہ یہی سورہ تھی کہ آپ اسکو مغرب کی نماز میں پڑھ رہے تھے۔

ربط اس سورہ کو سورہ دہر سے یہ ہے کہ اسکی ابتدا میں کافروں کے لئے عذاب شدید کی تہدید تھی بقولہ انا اعتدنا للکافرین سلاسلا واغلالا وسعیرا اور اسکے اخیر میں ظالموں کے لئے عذاب الیم تیار کرنا فرمایا کفار کو اس عذاب میں شک تھا کیسلئے کہ دنیا میں اسکا ظہور نہیں تھا آخرت کے منکر تھے اس سورہ میں چند چیزوں کی جو اسکے کمال قدرت کے نمونہ اور تغیرات عالم کے اسباب ہیں قسم کھا کر ثابت کرتا ہے کہ اس عذاب کا گھر اور موقع دار آخرت ہے نہ دار دنیا۔ الحاصل اس سورہ میں مسئلہ معاد پر کلام تمام کیا تھا اس سورہ کی ابتدا میں مسئلہ معاد کو ایک نئے اسلوب سے ثابت کیا اور نئے نئے اسلوب سے ایک بات کو بار بار دلکش عبارت میں بیان فرمانا دلوں پر نہایت اثر رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایک ہی مضمون کو متعدد سورتوں میں اعادہ کیا گیا ہے

فالملقیات ذکراً پھر قسم ہے ذکر پہونچانے والی ہواؤں کی۔ ذکر سے مراد کلام اللہ کا وجود لفظی ہے کہ جسکو قرآن مثلو کہتے ہیں اس کے لوگوں کے پہونچانے میں ہوا کو دخل ہے کیونکہ لفظ ایک کیفیت ہے جو آواز کو عارض ہوتی ہے اور پھر ہوا کے ذریعہ سے کان میں پہونچتی ہے پس ہوا لوگوں کے کانوں میں قرآن پہونچانے کے لئے ایک خادم ہے اور حقیقت جبرئیل علیہ السلام کا ایک شعبہ ہے اور اسلئے کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہواؤں پر متوکل ہیں۔ اس ذکر کے کانوں میں پہونچنے سے ایک نفس ناطقہ میں انقلاب عظیم پیدا ہوتا ہے پھر یا سعادت کی طرف مائل ہوتا ہے اگر روح نے اسکو قبول کر لیا اور یا شقاوت کی طرف مائل ہوگا اگر قبول نہ کیا جیسا کہ فرماتا ہے عذراً یعنی کلام الٰہی کا پہونچانا یا اسلئے ہے کہ وقت از بس گزرنے کے وہ کہے کہ یہ کام میں نے خدا کے فرمودہ کے موافق کیا اور یہ کام اسکے فرمانے کی وجہ سے چھوڑ دیا بہرحال اسکے عذر اور رشد اور دستاویز ہے۔ عذر سے مراد اس کلام الٰہی کی بابت ہے جو متضمن اوامر و نواہی یا اعتقادیات ہو جیسے اکہ ذات و صفات کے متعلق اور سامع کی نسبت نہیں ہو سکتا ہے کیا ایک قصہ اور حکایات میں تصدیق کے سوا عبرت و نتائج حاصل کرنیکا بھی موقع دیا ہے اور نذراً اور ذکرو ازلی ہے اور اسکو کلام الٰہی بچ خود پہونچانے کے لئے مانا جاتا ہے

اور ان پانچوں قسم کی ہواؤں میں ملائکہ مشتغلان عالم کی ہر ایک صفت کی رعایت۔ ہر ایک کے لئے ہے کہ صفت اول مرسلات عرفاً میں جبکائیل ملحوظ ہے کیونکہ پرورش عالم انہیں کے متعلق ہے اور بھلا اسباب پرورش کے ہواؤں کا نرم نرم چلنا بھی ہے کہ جیسے نشو ونما اور ارادہ ہوتا ہے اور صفت دوم عاصفات میں حقیقت عزرائیلی ملحوظ ہے کیونکہ عالم کا درہم وبرہم کرنا اور انقلاب عظیم انہیں کے ساتھ وابستہ ہے اور اس انقلاب کے اسباب میں سخت ہواؤں کا چلنا بھی ہے جو بڑے بڑے نشانوں کو مٹاتی ہے اور صفت سوم و چہارم ناشرات و فارقات میں صفت اسرافیلی ملحوظ ہے کیونکہ صور پھونکنا ارواح کا ابدان میں اور نیز حق و باطل میں امتیاز اور نیز دنیا میں ارواح کا ابدان سے متعلق کرنا انہیں کے سپرد ہے اور ہوائیں بھی انہیں کے کام میں کام آتی ہیں صفت پنجم فالملقیات ذکراً حقیقت جبرئیلی کا شعبہ ہے۔ چونکہ یہ صفت بلند مرتبہ ہے اسلئے فا تعقیب اسپر لائے گویا یوں فرمایا کہ صفات سابقہ کے بعد اس صفت کی قسم کھاتے ہیں بخلاف فا تعقیب فالعاصفات فالفارقات کے کیونکہ وہ تعقیب ایک فعل کی دوسرے فعل کے لئے ہے نہ تعقیب قسم کے لئے گویا تین چیزوں کی قسم ہے اول نرم نرم چلنے اور سخت چلنے والی ہواؤں کی دوئم پھیلانے اور فرق کرنے والی ہواؤں کی سوئم ذکر پہونچانے والی ہواؤں کی ❊

تیسرا قول یہ ہے کہ ان پانچوں چیزوں سے ایک قسم کی چیزیں مراد نہیں بلکہ متعدد پھر اسمیں کئی قول ہیں بعض کہتے ہیں کہ پہلی چاروں چیزوں سے ہوائیں مراد ہیں اور پانچوں سے ملائکہ جو ذکر یعنی کلام الٰہی دنیا میں لاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں اول دونوں صفات سے مراد ہوائیں اور اخیر تینوں سے ملائکہ۔ اور ملائکہ اور ہواؤں میں کمال مناسبت ہے لطافت کی وجہ سے۔ قفال کہتے ہیں کہ ان پانچوں چیزوں سے مراد آیات قرآنیہ ہیں کہ اہل ایمان کے دل کو نرم کرتی ہیں پے در پے نازل ہوئی ہیں کفار و مشرکین پر آندھی کا اثر رکھتی ہیں اور آثار ہدایت و انوار سعادت کو جہان میں منتشر کرتی ہیں پھر اہل حق و باطل میں فرق ظاہر کر دیتی ہیں پھر ایمان داروں میں یاد خدا پیدا کرتے ہیں اگر عمل کیا تو حجت میں ورنہ خوف کا پیغام۔ بعض سب سے حضرات انبیاء علیہم السلام مراد لیتے ہیں حضرات صوفیہ فرماتے ہیں کہ مرسلات عرفاً سے مراد دواعی و الہامات ربانیہ ہیں کہ سالک کے نفع کے لئے پے در پے اسکے قلب پر وارد ہوتے ہیں اور عاصفات سے مراد جذب و کشش الٰہی کے جھونکے ہیں کہ اسکے دل کو ما سوی اللہ سے گھیر دیتی ہیں اور ناشرات سے مراد اشغال و اذکار ہیں کہ تمام جوارح میں انوار پھیلا دیتی ہیں اور فارقات سے مراد واردات الٰہیہ ہیں کہ وجود ناسوتی کو فنا کر کے وجود حقیقی اور مجازی میں فرق کر دیتے ہیں اور ملقیات ذکراً سے علوم و معارف ہیں جو بقا حاصل کرنیکے بعد حاصل ہوتے ہیں جنکے طرح سے عذر یا خوف کے طریق ہو نذر

اور ذکر کا اطلاق قرآن و وحی پر بھی ہوا ہے جیسا کہ ان آیات میں ص والقرآن ذی الذکر و انہ لذکر لک و لقومک و ہذا ذکر مبارک ۔ پس معنی
ہونگے کہ قسم ہے ان فرشتوں کی جو قرآن لاتے ہیں یعنی نازل ہوتے ہیں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ہیں اور یہ قرآن ماننے والوں کے لئے
عذر ہے یعنی اسکے سبب سے جمیع معاصی سے معذور اور مغفور ہونگے اور نہ ماننے والوں کے لئے نذر خوف و اتمام حجت ہے ۔

ان پانچ اقسام کے فرشتوں کی قسم کھانے میں عالم کی آفرینش اور ہر چیز کے وجود کی ابتدائی حالت ۔ اور پھر اسکی قوت و کمال تک پہنچ جانے کی نہایت اور
پھر گھٹنا گھٹے انقلاب خیر و شر اور اُسکے بعد کمی کی حالت اور پھر بقاء عالم کے اسباب اور ہر چیز کی نشو و نما کی کیفیت کہ عالم قدم عالم ظہور میں ایک جگہ کیا ہے اور میں پیدا کی
ہے اور اُس پر کیا کیا انقلابات ہوتے ہیں ۔ اور پھر سب کی کا نتیجہ دار آخرت کی تیاری جو ہوشیار کے لئے عذر اور اُس کے غافل کے لئے نذر ہے) کس عمدہ اسلوب میں بتائی گئی ہے

دوسرا قول جمہور مفسرین کا ہے کہ ان پانچوں چیزوں سے مراد ہوا ہے ۔ ہر چند فرشتے مخلوق میں عمدہ اور بہتر ہیں مگر ہوا کو بھی اس عالم کی بقا اور فنا اور کاروبار میں
عجیب دخل ہے سننا دیکھنا چکھنا ٹٹولنا سونگھنا ہوا ہی پر موقوف ہے کیونکہ آواز جب متکیف ہوتی ہے تو ہوا کے ذریعہ سے کان کے سوراخ تک پہنچتی ہے اور دیکھنے
میں شعاع آنکھوں سے نکلتے ہیں اور ہوا چونکہ عنصر لطیف ہے اُن کا حائل نہیں اسلئے چیزیں دکھائی دیتی ہیں اور سونگھنے میں ہوا ہی متکیف ہو کر ناک کے رستہ سے کیفیت پہنچاتی
ہے اور چھونے میں بھی ہوا کو دخل ہے کیونکہ حرارت و برودت رطوبت و یبوست نہایت مسامات میں گھستی ہے اور نیز اندرونی کیفیت ہوا ہی کے ذریعہ سے جلد تک پہنچتی
ہے اور نیز ہوا ہی پر جانداروں کی زندگی کا مدار ہے سانس بند ہوا اور مرا اور نباتات کی بالیدگی وغیرہ بھی ہوا ہی کے ذریعہ سے ہے ۔ دریاؤں میں جہازوں کو ہوا ہی لئے پھرتی
ہے اور ہوا میں لطافت بھی ہے اس وجہ سے اسکو فرشتوں سے کمال مناسبت ہے ۔

پس والمرسلات عرفا سے وہ ہوائیں نرم نرم مراد ہیں جنکے چلنے سے دل خوش ہوتا ہے اور انہیں سے روئیدگی ہوتی ہے اور اُنکا عُرفا ہے اور عاصفات عصفا سے مراد
آندھیاں اور سخت ہوائیں ہیں جیسے انقلاب عظیم پیدا ہوتے ہیں دریا میں طوفان ہوتا ہے صحرا میں درخت جڑ سے اکھڑ جاتے ہیں درخت سبز مردہ ہو جاتے
ہیں لفظ فا گویا اسطرف اشارہ ہے کہ نرم نرم چلنا اور سخت چلنا یکے بعد دیگرے ایک ہی چیز کا کام ہے اور دونوں ایک ہی چیز کے ہر دو وصف ہیں ۔ نرم نرم چلنے
کے بعد وہی ہوا تند اور تیز ہو جاتی ہے اور اسکی یہ حالت بتلاتی ہے کہ دنیا میں انقلاب ہے اور نیز جو راحت کا سامان ہے وہی آفت بنجاتی ہے مال اولاد عورت
وغیرہا تمام اسباب عیش و عشرت میں یہی بات ملحوظ ہے ۔ والناشرات نشرا قسم ہے اُن ہواؤں کی کہ جو دنیا میں پھیلاتی ہیں ۔ بادلوں کو بھی ہوا ہی پھیلاتی
ہے اگر نہ پھیلیں اور لگاتار ایک ہی جا برسے جاویں تو طوفان برپا ہو جاوے اور ہر ہر چیز کے اجزاء لطیفہ کو ایک جا سے دوسری جا لیجاتی ہے کارخانہ جمع و تالیف
نقل و تحویل کیمیات اجزاء لطیفہ اشیاء کا جس پر ایجاد و اعدام اشیاء نصیبہ مربوط ہے ہوا ہی پر منحصر ہے ۔ فالفارقات فرقا پس قسم ہے اُن ہواؤں کی جو بالکل جدا
کرتی ہیں ۔ یہ بھی ہوا کا کام ہے کہ دانہ کا گھاس سے جدا کرنا اور پانی کا کدورت سے صاف کرنا اسی کے سبب سے ہے اور اجزاء نباتیہ و حیوانیہ کا باہم جدا ہونا ہوا ہی کے
نشو و نما سے ہے سبز و ترشی کے اجزاء بھی ہوا ہی جدا کرتی ہے متکبروں اور پیغمبروں کے اجسام کے اجزاء مرنے کے بعد ہوا ہی اُڑاتی ہے سر پر غرور کے اجزاء کہیں پڑے ہوتے
ہیں اور نازنین ہاتھوں کے کہیں ۔ ایسیں بھی انقلاب عظیم عالم کی طرف اشارہ ہے کہ جسطرح جمع و تالیف ہوا ہی کے وسیلے سے تھا تفریق و انتشار بھی آخر انہیں کے
سبب سے دیکھ لیا یہاں بھی فا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ناشرات اور فارقات ایک ہی چیز کے دو وصف یکے بعد دیگر ہیں وہی ناشرات بعد میں فارقات
ہو جاتی ہیں جس ہوا کی تازگی سے سروان اور دلکش صورت لئے پھرتے تھے آج اُسی نے اسکے ریزے ادھر اُدھر بکھیر دیئے ۔ صبا نے اسکے کوچے سے آ کر
خدا جانے ہماری خاک کیا کی ۔ غبار کو عبرت کی نگاہوں سے دیکھنا چاہئے کہ یہ ذرے کس کس جسم کے ہیں انپر حیات میں کیا کیا بہاریں تھیں ؟

اِس نظام قائم کرنے کی کیا عقل کہ ہزارون برسون سے یہ کارخانہ چلا آتا ہے کوئی ستارا دوسرے سے ٹکرا نہین جاتا اور غیر محسوس چیز کے تم قائل نہین پھر قائل ہوتے تو کیون نہین دو چار قدم آگے بڑھکر یہ دیکھنے کہ وہ غیر محسوس سب کا موجد یا دہ کا تقسیم کرنے والا نئی نئی صورتین پہنانے والا خدا تعالیٰ ہے اور حس عمار وسیع کو تم مانتے ہو وہی تو آسمان ہے۔ اور بات کہ لطافت کی وجہ سے اُسکا جسم کما ینبغی ہمکو کسی دوربین سے محسوس نہین ہونا ہوگا پھر کیا ناممکن ہے کہ وہ خالق اُن ستارون کو باہم ایک وقت ٹکرا کر چورا چورا کردے اور آسمان پھٹ جائے؟ بیشک ممکن ہے۔

تیسری علامت واذا الجبال نسفت کہ جب پہاڑ اُڑتے پھرین اور زمین سے اُکھڑ جائین۔ قیامت کے دن جو پہاڑون پر واقع گزریگا اُسکا قرآن مجید مین متعدد الفاظ مین بیان ہوا ہے ان سب کی مطابقت بطور پر ہے کہ اول زلزلۂ عظیم کے سبب پہاڑ آپس مین ٹکرا کر چورا چورا ہو جاوینگے جیسا کہ فرمایا وحملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ پھر اِس چورا ہونے کے بعد اس زیر و زبر ہونے سے ریزہ ریزہ ہو جاوینگے جیسا کہ فرمایا وکانت الجبال کثیبا مہیلا اور فرمایا وکانت ہباءً منبثا پھر ہوا کی شدت اور تموج سے اُنکا غبار بادلون کی طرح اُڑتا پھریگا جیسا کہ فرمایا وتری الجبال تحسبہا جامدۃ وہی تمر مر السحاب اور اُڑتے ہوئے پہاڑون کی مختلف رنگتون کے سبب ایک رنگت سرخی نامعلوم ہوگی جیسا کہ فرمایا وتکون الجبال کالعہن المنفوش۔ پھر زمین پہاڑون سے صاف ہو جاویگی جیسا کہ فرمایا ویوم نسیر الجبال وتری الارض بارزۃ۔ یہ نیون علامت نفخ صور کے بعد ہونگی یہانتک کہ سب کچھ فنا ہو جائیگا اُسکے بعد خدا تعالیٰ ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان پیدا کریگا اور بنی آدم زندہ ہونگے اور حساب کے لئے دربار قائم ہوگا اب اُس وقت کے حالات بیان فرماتا ہے فقال واذا الرسل اقتت اور جبکہ رسولون کے لئے میدان حشر مین وقت مقرر کیا جاوے تاکہ باری باری ہر ایک رسول اپنے وقت مقررہ پر اپنی اپنی اُمت کی کوشش کرے ان سب شرطون کا جواب جو لفظ اذا سے مذکور ہوئین محذوف ہے جو قرینہ سے سمجھا جاتا ہے وہ یہ کہ جب یہ باتین ہونگی تب وہ وعدہ پورا ہو جاویگا جو تم سے رسول حساب و کتاب آخرت کی بابت کرتے ہین اور تم اپنی غفلت یا حب دنیا اور لذات و شہوات کی کورئی سے انکار کرتے ہو۔

اِس بیان کو سنکر بھی منکرین قیامت یہ کہتے تھے کہ پھر کس دن کے لئے دیر کی گئی ہے لای یوم اجلت کہ کس دن کے لئے ان باتون کے آنے مین دیر کی گئی ہے کیون ابھی نہین ہو جاتین؟ اسکے جواب مین فرماتا ہے لیوم الفصل کہ فیصلہ کے دن آنے کے لئے دیر کی گئی ہے جب وہ دن آئیگا تو یہ سب چیزین واقع ہون گی اور اس دن کی تاخیر کا راز ایسا نہین کہ تمہاری ناقص سمجھ مین آجاوے اِس مضمون کو اس آیت مین بیان فرمایا وما ادراک ما یوم الفصل کہ اے مخاطب تو اس فیصلہ کے دن کی حقیقت کیا جانے اور کیا کیا اسرار اُسکی تاخیر مین ہین۔ اور یون بھی اُس عالم کی تخریب اور بارِ دیگر بنا تمہاری سمجھ مین نہین آتی۔ مگر سمجھ مین آوے یا نہ آوے وہ دن مصیبت کا ضرور آنے والا ہے جسمین ویل یومئذ للمکذبین اِس دن جھٹلانے والون کی خرابی ہے ہو سکے تو کچھ اسکا بندوبست کرو۔

واضح ہو کہ جملہ اِس سورہ مین دس جگہ ارشاد ہوا ہے اسکی وجہ چند ہین اوّل یہ کہ فصحاء عرب اپنی کلام مین چند جملون کے بعد ایک خاص جملہ لوٹاتے تھے پھر چند جملون کے بعد اُسکا اعادہ کرتے تھے اور یہ جملے گویا اُسکے اولہ متعدد ہوتے ہین جس سے مخاطب کے دل پر بار بار اثر پیدا ہوتا ہے جیسا کہ مخمس و مسدس مین ہر بار اخیر مین وہی مصرع یا شعر ذکر کیا جاتا ہے دوم یہ کہ ان منکرین قیامت کو دس وجہ سے اُس روز مصیبت پیش آویگی ہر ایک وجہ کے لئے اس کلام کا اعادہ کیا گیا۔ واضح ہو کہ انسان مین مبدء فیاض نے تین قوتین رکھی ہین جنکی اصلاح سے سعادت اور فساد سے شقاوت دارین نصیب ہوتی ہے۔ اول قوت نظریہ جسپر اعتقادات و ادراک صحیح کا مدار ہے کفار نے اسکو بگاڑ رکھا تھا کئی وجہ سے اول خدا کی ذات پاک و اتم اسکی

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝ لِاَيِّ يَوْمٍ

پھر جبکہ ستارے بے نور کئے جائیں - اور جب آسمان پھٹ جاوے - اور جب پہاڑ اڑتے پھریں - اور جبکہ رسولوں کیلئے وقت مقرر کیا جاوے - کس دن کے لیے

اُجِّلَتْ ۝ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝

دیر کی گئی؟　فیصلہ کے دن کے لئے - اور تو کیا جانے کیا ہے　فیصلہ کا دن؟　خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی - کیا ہم نے پہلوں کو مار نہیں ڈالا

ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

پھر انکے پیچھے بھیجتے ہیں پچھلوں کو - ہم گنہگاروں سے ایسا ہی کیا کرتے ہیں - خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی

## ترکیب

فاذا ہذہ وما بعدہا کلہا شرط وجوابہا محذوف تقدیرہ بان الامر او فصل طمست یقال طمس الشئ اذا درس وذہب اثرہ نسفت یقال نسفت الشئ والنسفۃ اذا اخذتہ بسرعۃ وقیل جعلت کالحب الذی ینسف بالمنسف قال ابو عبیدۃ قلعت من مواضعہا اقتت الہمزۃ بدل من الواو والمضمومۃ وکل واو مضمومۃ لضمۃ لازمۃ یجوز ابدالہا بالہمزۃ وقد قرئ بالواو لای یوم اجلت الامور او الرسل الجملۃ استفہامیۃ والاستفہام للتعظیم والتعجب مقولہ لقول مقدر لیقال وقیل ہو جواب لاذا والراجح انہا فی محل النصب علی الحال من الضمیر فی اقتت لیوم الفصل الجار متعلق باجلت والجملۃ بیان لما قبلہ ویل مبتدء یومئذ ظرف لہ للمکذبین خبرہ وکررت ہذہ الآیۃ فی ہذہ السورۃ عشر مرات علی تعداد مستحقی الویل ثم نتبعہم الجمہور علی الرفع ای ثم نحن نتبعہم ولیس بمعطوف لان العطف یوجب ان یکون المعنی اہلکنا الآخرین بعد الاولین ولیس کذلک -

## تفسیر

یوم جزاء کے واقع ہونے کی خبر دیکر اسکے علامات و اسباب بیان فرماتا ہے فقال فاذا النجوم طمست جبکہ ستارے بے نور ہو جاویں یا انکے مٹا دیں ایک آیت کو ایک جگہ یوں فرمایا واذا النجوم انکدرت کہ جب ستارے دھندلے ہو جاویں انکی روشنی جاتی رہے اور ایسا ہی ہوگا بھی اول بے نور ہو جاویںگے جیسا کہ مرتے وقت پہلے انسان کی نارگی جاتی رہتی ہے اسکے بعد گر پڑینگے جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہے واذا الکواکب انتثرت جبکہ ستارے جھڑ جاویںگے یہ اسوقت ہوگا کہ جب انکا مدبر یا روح یا نفس یا فرشتہ موکل ان سے الگ ہو جاویگا جو انکو حرکت دے رہا ہے اور وہ ایسا ہے جیسا کہ بدن انسانی کے لئے روح یا نفس ناطقہ اسکا علیحدہ ہونا ہے کہ آدمی کا مردہ اور بے نور ہوکر گر پڑتا ہے (دوسری علامت) واذا السماء فرجت اور جبکہ آسمان پھٹ جاویں فلسفہ قدیم کے نزدیک آسمان اور ستاروں کا گرنا اور پھٹنا محال ہے جن دلائل کے بھروسے پر حکماء نے یہ کہا ہے انکا نقص علماء کلام نے ثابت کر دیا ہے فلسفہ حال کے نزدیک آسمان کوئی چیز نہیں ایک فضاء وسیع ہے جسمیں ستارے اور آفتاب لاکھوں کوسوں کے فاصلے پر ایک خاص مدار پر حرکت کرتے ہیں اور مشتری ایسا جلد رفتار ہے کہ ایک گھنٹہ میں کئی ہزار میل کا فاصلہ طے کرتا ہے اور یہ اجرام علویہ زمین سے سیکڑوں حصے بڑے ہیں اور زمین بھی انکے رہنے والوں کو ایک چھوٹا سا تارہ حرکت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے - مگر انکے نزدیک ان سب باتوں کا موجد و محرک مادہ ہے جسکو وہ قدیم کہتے ہیں جو نہ دکھائی دیسکتا ہے نہ کسی حس سے محسوس ہو سکتا ہے مگر جب الہامی عقل کی دوربین صافی سے صحیح نظر سے ابھی دیکھیگا تو فوراً ایمان لے آئیگا کہ یہ مادہ کا کام نہیں کسلئے کہ اگر مادہ ہی سب باتوں کی علت تامہ ہے تو مادہ سب کا یکساں ہے پھر اُسنے سب جا یکساں کام کیوں نہیں کیا - اور سب کو ایک صورت کیوں نہیں دی اور پھر صورت اور مادہ دونوں غیر عقل وغیر مدرک ہیں انکین

أَلَمْ نَخْلُقكُّم مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ ۝ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ إِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۝ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُونَ ۝ وَيْلٌ

کیا ہم نے تم کو ایک بے قدر پانی کی بوند سے نہیں بنایا۔ پھر اس کو ٹھیرنے کی جگہ میں رکھا۔ ایک اندازہ معلوم تک۔ پھر ہم قادر ہوئے سو ہم اچھے قادر ہیں۔ خرابی ہے

يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا ۝ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا ۝ وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ شَامِخَاتٍ وَّ

اُس دن جھٹلانے والوں کی۔ کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا۔ زندوں اور مُردوں کے لیے۔ اور اس میں بلند پہاڑ بنائے اور

أَسْقَيْنَاكُم مَّاءً فُرَاتًا ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝

تم کو میٹھا پانی پلایا۔ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی

## ترکیب

الی قدر متعلق بجعلنا بمعنی اثبتنا۔ فقدرنا قرأ نافع وعبد اللہ بن عامر بالتشدید والباقون بالتخفیف علی الاول من التقدیر (اندازہ کردن) وعلی الثانی من القدرۃ کفاتا قیل ہو جمع کافت کالصائم والصیام وقیل مصدر مثل کتاب وحساب اتنا تذہب ذات کفت جمع۔ ومعنی الکفت فی اللغۃ الضم والجمع یقال کفت الشئی اکفتہ کفتا اذا ضممتہ ویقال جراب کفت و کفیت اذا کان لا یضیع شیئا مما یجعل فیہ قال صاحب الکشاف ہو اسم ما یکفت کقولہم الضمام والجماع لما یضم ویجمع احیاء وامواتا منصوب بان انا علی انہا مفعول کفاتا ای لیکفت الاحیاء علی ظہرہا والاموات فی بطنہا او منصوب بفعل مضمر والتقدیر تکفت احیاء وامواتا او علی انہما الحال والمفعول الثانی لجعلنا الارض محذوف والمعنی الم نجعل الارض کفاتا احیاء بالنبات وکفاتا علی حال ذاما علی انہما حالا من الارض او من الضمیر ای تکفتہم احیاء وامواتا شامخات ای الرواسی الثوابت والشامخات الطوال وکل عال فہو شامخ۔

## تفسیر

منکرین حشر ونشر کا زیادہ انکار انسان کی آخری حالت پر مبنی تھا کہ انسان مر کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے اسکا اجزاء بدن منتشر ہو جاتے ہیں پھر انکا باہم جمع کرنا اور بدستور اول اس قالب میں سیکڑوں ہزاروں برسوں کے بعد جان ڈالنا اور اسکی زندگی چند روزہ کے حالات افعال واقوال یاد کرانا جیسا کہ انبیاء علیہم السلام خصوصًا قرآن کہتا ہے سمجھ میں نہیں آتا۔ انکی قوت نظریہ کے فساد کو جسکا منشا غلط فہمی تھی انسان کی ابتدائی حالت سے ثابت فرماتا ہے اور اس ابتدائی حالت پر انکو یقین تھا اور ہونا بھی چاہیے اور سکو یقین ہے فقال الم نخلقکم من ماء مہین کہ کیا ہم نے تمکو اے بنی آدم ذلیل اور حقیر اور بودار پانی سے نہیں بنایا یعنی منی سے؟ اسکو سب مانتے ہیں اور مسلم الثبوت بات ہے کہ انسان کی آفرینش منی سے ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ منی کن کن غذاؤں سے بنی ہے اور کسطرح سے اُس حکیم مطلق نے انسان کے تمام ہضموں اور متعدد استحالوں کے بعد یہ قطرہ بنا کر اُسکے محل میں تیار رکھا ہے۔ پھر دوسری بات قابل عبرت یہ ہے کہ اس قطرہ میں تمام وہ قوتیں ودیعت رکھی گئی ہیں جو اُس سے بننے والے شخص میں ہونگی اور تمام اجزاء انسانیہ کا بھی مادہ اسی ایک چیز مساوی الحقیقت والصورۃ میں رکھا ہوا ہے کوئی حکیم ودانشمند تمیز نہیں کر سکتا کہ اس قطرہ کے کونسے حصے سے سر بنیگا کس سے دل کس سے جگر۔

تیسری بات حیرتناک یہ ہے فجعلناہ فی قرار مکین کہ ہم نے اپنی قدرت کاملہ سے اس نطفہ کو ہواء خارجی اور مفسدات داخلی سے بچا کر مرد کے آلہ ناسل کے محفوظ نل سے اُسکے ٹھیرنے کی جگہ عورت کے رحم یا بچہ دان میں پہونچایا اور وہاں کس حکمت بالغہ سے رکھا کہ جس سے بڑے بڑے حکیم حیرت میں ہیں۔ رحم کی تشریح اور اُسکے خصیوں کی حالت اور اُسکے نلیوں کی کیفیت اور اُن میں نطفہ کا جا کر نئی نئی صورتیں پیدا کرنا اور پھر اُنمیں اعضاء اور دیگر چیزیں نمود ہونا اور اُن میں قوی کا رکھا جانا جو کتب طب قدیم وجدید میں مذکور ہے اُسکے دیکھنے سے حیرت ہوتی ہے۔ چوتھی بات حیرتناک

صفات میں بیہودہ خیالات پیدا کر رکھے تھے۔ سوم ملائکہ کرام کی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ خدا کی بیٹیاں ہیں ہمارے کاروبار کے وہی مستقل مالک ہیں۔ چہارم مر کر بارو دیگر جینے اور اعمال پر حساب ہو کر حشر میں جزا و سزا کے منکر تھے پنجم مخلوقات کو قضا و قدرت میں شریک جانتے تھے ششم حضرات انبیاء علیہم السلام اور کتب الہامیہ کا انکار اور انکے اوامر عبادت و صلہ رحمی سے سرتابی تھے دوسری قوت شہویہ اسمیں افراط اسدرجہ تھی کہ بہائم کی حد تک پہونچ گئے تھے اور تفریط بھی تھی کہ حلال اشیاء کو حرام جانتے تھے یہ دو وجہ ہوئیں تیسری قوت غضبیہ ہے اسمیں بھی افراط بہانتک تھی کہ ظلم و تعدی میں درندوں سے بڑھکر تھے اور تفریط بھی یہانتک تھی کہ محارم الٰہیہ اور اسکی گستاخی میں دست درازی کرنے والے پر غصہ تو کیا جون بھی کان پر نہیں چلتی تھی۔ یہ بھی دو وجہ ہوئیں [illegible] ان [illegible] تھے کہ جنمیں سے ہر ایک کی وجہ سے ویل کے مستحق تھے اور اسلئے قیامت میں ہر ایک [illegible] [illegible] [illegible] آیا اور ان کہد کہ [illegible] طرح سے ویل ہوگا خواہ [illegible] ایک [illegible] متعدد [illegible]

## واضح ہو کہ

اس عذاب مذکورہ بالا میں سے بعض کا بیان ذکر نہیں کر کے اسکا جواب دیا ہے چنانچہ قیامت کی بابت انکو [illegible] انکار تھا اور [illegible] کہ ہمارا یہ تو دیکھا اور سنا بھی گیا ہے کہ ایک حادثہ ایک مکان یا شہر یا خاندان پر آیا اور وہ برباد ہوا مگر یہ نہیں کہ تمام دنیا اور آسمان و زمین سب ایکبار برباد ہو جاویں۔ اسکا جواب یہ ہے الم نہلک الاولین کیا ہمنے پہلوں کو ہلاک نہیں کر دیا ہے؟ اپنے سے سو دو سو برس پہلے کے لوگوں کو خیال کرو اور انکے اسباب معاش اور مکانوں کو بھی غور کرو اس تمامی دنیا میں سے اب کوئی ایک بھی باقی ہے؟ ظاہر ہے کہ [illegible] ہستی پھر یہ سب مخلوق فنا ہو گئی یا نہیں اور اسیطرح ہمارا [illegible] [illegible] فنا ہو جاوینگے ثم نتبعہم الآخرین انکے پیچھے لگا تے [illegible] [illegible] کہ پچھلی قرون بھی پہلوں کیطرح ہلاک ہونگے کذلک نفعل بالمجرمین یہانتک کہ پچھلے قرنوں میں قریب قیامت کے کوئی ایسا بندہ باقی نہیں رہیگا جو قیامت برپا ہونے میں حاجب ہو سب بدکار و گنہگار ہی رہجاوینگے جسطرح کہ پہلے اور بعد کے قرنوں کو ہمنے فنا کر دیا یکبارگی انکو بھی ہلاک کر دینگے صور پھونکنے سے بس یہی سلسلہ قیامت کا ہے جسکا ایک سرا اب بھی موجود ہے اور پہلے چلا آتا ہے پھر اسمیں شک و شبہ کی کیا بات ہے؟

ان آیات میں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ اے کفار قریش تم اپنے زور و زر پر مغرور ہو کے کیوں حکم آسمانی کا مقابلہ کرتے ہو کیا تمنے نہیں سنا کہ ہمنے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا جو تم سے بھی زیادہ قوت و شوکت میں تھے عاد کا حال تمکو معلوم ہے اور انکے بعد میں جنہیں پیچھا انکو ہلاک کیا تمہیں نہیں معلوم کہ قوم ثمود کو ہلاک کیا اور قریات لوط علیہ السلام کو الٹ دیا ہماری عادت ہے کہ ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں پھر تم کیا چیز ہو جو اس سرکشی اور مقابلہ میں ہمارے سامنے ٹھیرو گے؟ اسمیں ان کفار قریش کو اور ان جیسے اور بدکار لوگوں کو رب العالمین کی طرف سے ایک اعلان ہلاکت ہے جس سے ہر عاقل کو ڈرنا چاہیے۔ کوئی بدکار قوم دنیا میں ہلاکت کی سزا سے نہیں بچی ہے اور اب بھی اسکا قانون برابر جاری ہے۔

اس دن سے پہلے ہر عاقل کو درست ہو جانا چاہیے کیونکہ اگر وہ روز آگیا تو پھر ویل یومئذ للمکذبین اس روز اس دن کے جھٹلانے اور اس سے غافل رہنے والوں کی خرابی ہے۔ وہ کیا؟ عذاب الٰہی جسمیں نئی قسم کا دکھ ہوگا +

انْطَلِقُوا إِلَىٰ مَا كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ۝ انطَلِقُوا إِلَىٰ ظِلٍّ ذِي ثَلَاثِ شُعَبٍ ۝ لَّا ظَلِيلٍ وَلَا يُغْنِي مِنَ اللَّهَبِ ۝

(کہا جاویگا) چلو اُدھر جسکو تم جھٹلایا کرتے تھے ۔ چلو اُس سایہ کی طرف جسکی تین شاخیں ہیں ۔ جو نہ سرد سایہ ہے اور نہ لپٹ سے بچاتا ہے

إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝ كَأَنَّهُ جِمَالَتٌ صُفْرٌ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ هَٰذَا يَوْمُ لَا يَنطِقُونَ ۝ وَلَا يُؤْذَنُ

وہ آگ بڑے بڑے انگارے پھینکے گی ۔ جیسا کہ زرد اونٹ ۔ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ۔ یہ وہ دن ہے کہ جسمیں بات نہ کر سکیں گے ۔ اور نہ اجازت

لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ هَٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنَاكُمْ وَالْأَوَّلِينَ ۝ فَإِن كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيدُونِ ۝

ہوگی اُنکو کہ عذر کریں ۔ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ۔ یہ ہے فیصلہ کا دن کہ جسمیں تمکو اور پہلوں کو اکٹھا کر لیا ۔ پھر اگر تمہارا کوئی داؤں ہے تو مجھ پر چلاؤ

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝

خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی

## ترکیب

ذی ثلث شعب صفة ظل وکذا لا ظلیل [illegible] قرأ الجمہور بفتح الشین وقرأ ابن عباس وابن مقسم بشرار بکسر الراء [illegible] قال الواحدی شررة وشرر وشرارة وہو ما تطایر من النار متبددا فی کل جہة واصلہ من شررت الثوب اذا اظہرتہ [illegible] للشمس والشرار ینبسط [illegible] کالقصر فیہ قولان الاول ان المراد منہ البناء المسمی بالقصر والثانی انہا جمع قصرة ساکنة الصاد کتمرة وتمر وجمرة وجمر قال المبرد یقال للواحد من الحطب الجزل الغلیظ قصرة والجمع قصر عن ابن عباس قال ہو خشب کانہ نرفعہ للشتاء [illegible] وکنا نسمیہ القصر وہذا قول سعید بن جبیر ومقاتل والضحاک ۔ قرأ الجمہور باسکان الصاد وقری بفتحہا وہو جمع قصرة وہی اصل النخلة والشجرة جمالات قرأ حمزة والکسائی وحفص جمالة جمع جمل وقرأ الجمہور جمالات بکسر الجیم وہی جمع جمال وہی الابل او جمع جمالة وقرأ ابن عباس جمالات بضم الجیم وہو قراءة یعقوب [illegible] منہا انہا من الشئ المجمل یقال اجملت الحساب وجاء القوم جمالة [illegible] والمعنی ان الشررة ترتفع کانہا شئ مجموع غلیظ اصفر وہذا قول الفراء ہذا مبتدأ یوم لا ینطقون خبرہ وقری بفتح المیم فہو منصوب علی الظرفیة ولا یؤذن لہم معطوف علی الخبر فیعتذرون فی رفعہ وجہان احدہما انہ نفی کالذی قبلہ والثانی انہ مستانف وقیل اصلہ فیعتذروا ولکن زیدت النون لتوافق رؤس الآیات ، فان کان لکم شرط فکیدون [illegible] حذف الیاء الجملة جواب ۔

## تفسیر

دلائل انفس و آفاق سے قیامت کا برپا ہونا ثابت کر کے اسکے بعد قیامت مین جو کچھ منکرین کی حالت ہوگی جسکو کئی بار بلفظ ویل تعبیر کیا تھا اُسکو بیان فرماتا ہے فقال انطلقوا الی ما کنتم بہ تکذبون کہ منکرین کو قبرون سے اُٹھانے کے بعد جبکہ آفتاب کی تپش سے مارے دماغ اُبلتے ہون گے اور ایماندارون کے لئے عرش کا سایہ ہوگا اور انکے لئے نہ ہوگا اور یہ حیرت و دہشت مین ہون گے فرشتے یون کہین گے چلو اُس چیز کی طرف جسکو تم دنیا مین جھٹلایا کرتے تھے وہ کیا؟ حساب اور اعمال بد پر عذاب ۔ تو اب چلو اُسکو دیکھ لو یہ سنکر نہایت گریہ و زاری سے کہین گے کہ سر دست ہمکو سایہ ملے کہ کچھ تو اس بلا سے نجات پاوین فرشتے کہین گے انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب چلو اُس سایہ کی طرف جسکی تین شاخین نمودار ہین وہ دور سے سایہ معلوم ہوگا وہان آوین گے تو کچھ

یہ ہے الی قدر معلوم اسکو اس رحم میں ایک وقت معین تک رکھا جس سے مراد مدت حمل ہے جو کم از کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو برس
اور بعض کے نزدیک چار برس اور کثیر الوقوع نو مہینے ہیں۔ چونکہ یہ مدت مختلف ہے اسلئے ایک عام و شامل لفظ میں بیان فرمایا ایک خاص
مدت کا نام نہیں لیا۔ پھر اس مدت میں ہمنے اُسکے اعضا بنائے اور اُسکی تکمیل کے تمام اسباب جمع کئے اور ان سب باتوں کے کرنے پر
ہم قادر ہوئے فقدرنا فنعم القادرون پھر دیکھو ہم کیسے قادر ہیں۔ جب وہ کامل ہو چکا تو اپنی قدرت کاملہ کے زور سے اسکو کشاں کشاں اُس
تنگ و تاریک مکان سے باہر لائے۔ پھر جب یہ ثابت ہوا کہ ہم بڑے قادر ہیں اور ہماری بے انتہا قدرت کا تم نمونہ دیکھ چکے تو کیا اسکے اجزاء متفرقہ
کو جمع کر کے بارِ دیگر اسمیں روح پھونک سکنے پر قادر نہیں؟ ضرور قادر ہیں اسکو اُن ہیئون ابتدائی حالت پہ انتہائی کا قیاس کیون نہیں کرتے؟
پھر کس لئے حشر کا انکار کرتے ہو بلکہ یہ بھی انسانی تکمیل کا تتمہ ہے کہ جسطرح اسکو اس تنگ و تاریک مکان سے باہر لائے اور وسیع جگہ میں رکھا اسیطرح
یہ جہان اُس دوسرے جہان کی نسبت ایسا ہی تنگ و تاریک ہے جیسا کہ ماں کا پیٹ دنیا کی نسبت جسطرح حمل کی حالت کا تصور حمل میں نہیں
معلوم ہوتا بلکہ باہر آنیکے بعد اسیطرح تم اس دنیا کے پیٹ میں حمل کی حالت میں ہو یہاں اسکا تصور بھی یہاں نہیں معلوم ہوتا بلکہ اس حمل سے باہر نکلنے کے
بعد معلوم ہوگا یعنی دوسرے جہان میں صرف اتنا فرق ہے کہ حمل مادری میں تمکو اپنی تکمیل کی قدرت نہ تھی اس حمل دنیاوی میں تمکو قدرت دی ہے کہ
جسمیں اعمال و اقوال بد اور عقائد فاسدہ کے قصور رہ گئے اس جہان میں ویل یومئذ للمکذبین اس فیصلہ کے دن ان قصورونکی خرابی ہوگی جو اس دن کو جھٹلا دیتے ہیں

ف بعض علما نے لفظ قدرنا کو تشدید سے پڑھا ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ حالت حمل میں ہمنے اندازہ کیا یعنی اسکے اعضاء ظاہریہ اور قوی باطنیہ کو
ایک خاص اندازہ پر بنایا نہ دنیا کے کاریگرون کی طرح کہ کچھ مصالحہ اندازہ سے بچ رہا ہو یا اُس مصنوع میں کوئی کمی رہ گئی ہو۔ اور یہ بھی معنی ہیں کہ رحم میں ٹھہرنے
اور تکمیل کر کے باہر آنیکا زمانہ جو ہمنے اندازہ کر لیا تھا اسمیں وہ تکمیل ہو گئی جیسی شکل جیسا قد بنانا تھا بنا دیا اور پردہ سے باہر لے آئے

یہ تو حمل مادری میں اسکی قدرت کا نمونہ تھا جو خاص انسان ہی کی آفرینش سے متعلق تھا جسمیں غور کرنا اپنی ہی ذات سے خدا کا پہچاننا ہے جیسا کہ
عرفا کہتے ہیں من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کہ جسنے اپنے آپکو پہچان لیا کہ میں کیا تھا اور کیونکر بنا اسنے اپنے رب کو بھی پہچان لیا کیونکہ مصنوع صانع کا
علم لازمی بات ہے اور ان دلائل کو دلائل انفس کہتے ہیں۔ سو اسکے بعد حمل دنیاوی میں جو کچھ انسان اُسکی قدرت کے نمونے دیکھتا ہے اور نہ صرف وہ اُسکی قدرت
بے انتہا کے نمونے ہی ہیں بلکہ اسنے حمل دنیاوی میں انسان کی پرورش بھی ہوتی ہے اور اسکے لئے رحمت ہیں اُنکو ذکر کرتا ہے اور ان دلائل کو دلائل آفاق کہتے ہیں
فقال الم نجعل الارض کفاتا احیاء و امواتا کہ کیا ہمنے زمین کو تمہارے لئے سمیٹنے والی اور جگہ دینے والی نہیں بنایا زندون کے لئے بھی اور مردون کے لئے بھی
یعنی زمین میں وہ صلاحیت رکھی کہ جس سے تمہاری معاش اور بود و باش کا زندگی میں کام چلتا ہے اور مرنے کے بعد اسمیں دفن ہوتے ہو یا یون کہو زمین
تمہارے اسباب معاش اور بود و باش کے لئے ہمنے بنادی سرسبزی کی حالت میں بھی اور اسکی خشکی کی حالت میں بھی۔ زمین سرسبز کو زندہ سے اور خشک کو مردہ
سے تعبیر کیا کرتے ہیں قرآن میں احیاء الارض بعد موتہا وجعلنا فیہا رواسی شامخات اور اس میں ہمنے ٹھہرنے والے بلند پہاڑ بنائے جنکے منافع بیشمار ہیں از انجملہ یہ
واسقیناکم ماء فراتا کہ پہاڑون سے شیرین پانی کے چشمے پھوٹ کر نکلتے ہیں اور ندیان بنکر بہتے ہیں جنکا پانی پیکر انسان زندگی بسر کرتا ہے اور یون بھی بارش
اور کنوون کے ذریعے سے شیرین پانی پلاتا ہے۔ اب انہیں سے ہر ایک چیز کی قدرتی بناوٹ اور اُنکے منافع میں غور کرنے سے صاف معلوم ہو جاویگا کہ یہ
اُس قادر حکیم کا کام ہے جو بارِ دیگر دنیا کو فنا کر کے قائم کر سکتا ہے پھر ان ناشکرون کے لئے ویل یومئذ للمکذبین خرابی ہے وہ اسکی قدرت و نعمت کو جھٹلاتے ہیں

روشن زرد ہوتی ہے اور ایک کے بعد دوسری آوے گی لگاتار جیسا کہ قطار میں ایک اونٹ کے بعد دوسرا اونٹ ہوتا ہے [illegible]
بھی ایسے ہی ہونگے جیسا کہ اونٹ اور یہ بھی ہے کہ اس قدر جسامت کی چنگاریاں گول نہیں ہوتیں بلکہ لمبی اور آگے سے پتلی [illegible]
حالت میں اُس کی نوک کو اونٹ کی گردن سے اور باقی کو جسم سے پوری تشبیہ ہے۔ بخاری میں ابن عباس کا قول [illegible]
کہ جمالات [illegible] مراد حبال السفن کشتی کے رسے ہیں جمع ہوتی تھی کہ [illegible] رسال [illegible] اونٹ کی [illegible]
کشتی [illegible] ہوا ہوں۔ اور بھی اس کے معنی علماء نے بیان کئے ہیں اول تقدیر پر جمالہ جمل کی جمع ہے جسکے معنی ہیں اونٹ
اور [illegible] تاکید کے لئے زیادہ کر کے جمالہ بھی کہتے ہیں۔
چنگاریوں کو اونٹوں کے ساتھ تشبیہ دینے میں اور بھی لطف ہے کہ کفار مکہ کو دنیا میں بڑی حسرت دنیا اور اسکے مال و متاع کی
تھی اور [illegible] تھے کہ سفر میں بھی ہمارے خیمے اور سامان [illegible] اونٹوں پر لاد کر ساتھ چلا کرتے تھے اُنکی یہ حسرت اُس روز [illegible]
کی [illegible] ظاہر ہوگی جو زرد اونٹوں کی قطار سے مشابہ ہونگی۔ اور زرد اونٹ عرب کے نزدیک بڑا مرغوب [illegible] ہے گویا یہ دکھایا
جاویگا [illegible] سایہ کرنے کے سامان لیکر زرد اونٹ جہنم سے قطار باندھے نکل رہے ہیں لو اس [illegible]
لئے سفری اور حضری دونوں قسم کا سایہ [illegible] اونٹوں کی قطار کا دھیان آویگا تو کیسی [illegible] ہوگی اور [illegible]
دوگنا عذاب ہوگا نعوذ باللہ منہا۔ اسلئے فرماتا ہے ویل یومئذ للمکذبین کہ اُس روز جھٹلانے والوں کی خرابی [illegible]
سایہ کی جگہ جہنم کے گرم دھوئیں کا سایہ جس میں جی بھی گھٹے اور ٹھنڈک بھی نہ ہو دوسرے یہ کہ چنگاریوں کی بوچھاڑ کہ حیرت
سے [illegible] اوپر گر رہی ہیں۔ تیسرے اُن چنگاریوں کی قطار سے زرد اونٹوں کی قطار کا دھیان آنا یہ کیا کم خرابی
ہے نعوذ باللہ منہا ؁
ایسی مصیبت جانگداز کے وقت خلاصی کی یہ بھی ایک تدبیر ہے کہ یا تو زبانی سے انکار کرے یا عذر و معذرت کرے
سو یہ دونو باتیں بھی وہاں انکو میسر نہ آئیں گی کیونکہ ہذا یوم لا ینطقون یہ وہ دن ہوگا کہ جسمیں اسوقت بات نہ کر سکیں گے
حیرت و دہشت میں بدحواسی ہوگی چپ زبانی اور انکار بھی مونہہ سے نہ نکلیگا سُن ہو جاوینگے ولا یوذن لہم فیعتذرون
اور نہ انکو عذر و معذرت کی بھی اجازت ہوگی۔ یہ ایک اور خرابی ہوگی اسلئے فرماتا ہے ویل یومئذ للمکذبین کہ اُس دن
جھٹلانے والوں کی یہ ایک اور خرابی ہوگی۔ قرآن مجید میں اس موقع پر کافروں کا ساکت رہنا اور عذر آوری کی اجازت
نہ ملنا مذکور ہے۔ مگر دوسری آیات میں اسکے خلاف آیا ہے کہ کفار کہیں گے واللہ ربنا ما کنا مشرکین کہ بخدا ہم
مشرک نہ تھے اور ایک جگہ یوں آیا ہے ثم انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون تم قیامت میں اپنے رب کے
پاس جھگڑو گے اور بہت آیات ہیں جن میں کفار کا کلام کرنا بروز قیامت ثابت ہے اسکا جواب ابن عباس نے یوں دیا
ہے کہ قیامت کا دن ایک بڑا دن ہزاروں برس کے برابر ہوگا کلام نہ کرنا کسی خاص وقت اور خاص جگہ [illegible]
کرنا کسی دوسرے وقت اور دوسری جگہ میں اسلئے کچھ منافات نہیں

ورہی یا ہوں گے وہ کیا؟ لا ظلیل ولا یغنی من اللہب نہ در اصل وہ سایہ ہے کہ جسمیں ٹھنڈک ہو اور نہ سردی تپش اور لو کے دفع کرنے
میں کارآمد ہے پھر وہ کیا ہے؟ جہنم کا دھوان ہے اور جب دھوان گرم اور بہت ہوتا ہے اور اسکا لقہ اٹھتا ہے تو اوپر سے اسکی کئی شاخیں
ہو جایا کرتی ہیں کچھ ادھر کچھ ادھر۔ اسی سایہ کو سورۂ واقعہ میں یون بیان فرمایا ہے وظل من یحموم لا بارد ولا کریم کہ وہ سیاہ دھوئیں
کے سایہ میں ہونگے جو نہ ٹھنڈا ہے نہ انہیں کوئی آرام ہے ۔

علما فرماتے ہیں اس دھوئیں کی ایک شاخ انکے دائیں ایک بائیں ایک سر پر محیط ہوگی یعنی ہر طرف سے گھیر لیگا۔ اور سر اسکا عرفا نے
یون ارشاد کیا ہے کہ عالم مثالی میں انکے اعمال فاسدہ وعقائد باطلہ جنکی تاریکی میں ہر طرف سے گھرے ہوئے تھے دھوئیں کی صورت میں
ظاہر ہونگے۔ انسان کے اندر تین لطیفے جنبی ہیں انکی اصلاح جماعت ملائکہ میں ملادیتی ہے اور فساد سے شیاطین کے زمرہ میں مل جاتا ہے اول
دو بائیں طرف سے منجملہ انکے فساد کے ایک یہ ہے کہ قوت غضبیہ حد سے بڑھ جاوے اور ظلم و تعدی پر کمر باندھ لے اسلئے ایک دھوان
اس جانب سے نکلکر محیط ہوگا دوئم جگر جو دائیں جانب ہے انکے فساد میں سے ایک یہ ہے کہ قوت شہوانیہ بڑھ جاوے اور فسق و فجور
میں ڈوب جاوے اسلئے ایک دھوان اس طرف سے نکل کر محیط ہوگا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ تمام قوائے شہوانیہ کا خزانہ اور جگر ہے کیونکہ
خون یہیں بنتا ہے اور اس سے تمام جگہ پھیلتا ہے اور انسان کی قوت اکل و شرب جماع کا دار و مدار اسی خون پر ہے ... ان میں خون ہے تو
سب کچھ ہو سکتی ہے سوم دماغ جو قوت ادراکیہ کا چشمہ ہے اگر یہ خراب ہوگیا اور اوہام باطلہ اور عقائد فاسدہ میں مبتلا ہوا تو سر پر شاخ دھوئیں کی
اسمیں سے نکلکر محیط ہوگی۔ یا یون کہو کہ حس و خیال و وہم بھی روح کو انوار قدس سے منور ہونے میں مانع ہیں اور ہر ایک کی ان میں سے
ایک ظلمت ہے اسلئے ہر ایک ظلمت دھوئیں کی صورت میں ظاہر ہوگی۔ صوفیہ کرام کے نزدیک قوت غضبیہ و شہویہ دونو کا منشا اول ہے
غضب اسکی دائیں جانب ہے اور شہوت بائیں سے تعلق رکھتی ہے اسلئے کہتے ہیں کہ قوت غضبیہ کا دھوان دائیں جانب سے اور شہوانیہ کا بائیں
سے احاطہ کریگا۔

دھوان حساب سے فارغ ہونے تک محیط رہیگا اسکے بعد جہنم میں ڈالدیے جائینگے اور جہنم کے کنارے پر کھڑے کرکے انسے حساب لیا جاویگا۔
بعض کہتے ہیں یہ کیفیت جہنم میں پیش آویگی۔ اسکے بعد جہنم کی کیفیت بیان فرماتا ہے جہاں سے یہ دھوان اٹھتا ہوگا فقال انہا ترمی بشرر کالقصر
جہنم سے محل جیسی چنگاریاں اڑیں گی۔ قصر کے معنی میں علمائے مفسرین کے دو قول ہیں اول تو یہی کہ قصر سے مراد محل ہے یعنی بڑا مکان جسکی جمع قصور
ہے دوئم یہ کہ یہ قصرہ کی جمع ہے اور قصرہ لکڑیوں کے انبار کو کہتے ہیں جو جلانے اور تاپنے کے لئے رکھی جاتی ہیں۔ ابن عباسؓ سے کسی نے جو یہی
معنی پوچھے تو انہوں نے بھی یہی معنی بتائے کہ ہم تین ہاتھ یا اس سے کم یا زیادہ لکڑیوں کو جمع کرتے اور اسکو قصر کہا کرتے تھے (رواہ البخاری)
پس مطابق یہ معنی ہونگے کہ اسقدر بڑی چنگاریاں باہر پھینکیگی جیسا کہ لکڑیوں کا ایک ڈھیر ہوتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ قصر درخت کے تنہ کو کہتے
ہیں اور سعید بن جبیر وضحاک کہتے ہیں بڑے درخت کے تنہ کو قصر کہتے ہیں ایسی ایسی چنگاریاں اڑینگی جیسے کہ بڑے درخت کا تنہ کہ جسپر وہ قائم ہوتا
کانہ جمالۃ صفر و شرارہ یعنی چنگاریاں گویا زرد اونٹ ہیں کہ قطار میں ایک کے بعد دوسرا چلا آتا ہے۔ چنگاریوں کو زرد اونٹوں سے کئی باتوں
میں تشبیہ دی بڑائی میں رنگت میں پے درپے جلد جلد ایک کے بعد دوسرے کے آنے میں۔ چنگاریاں جو جہنم سے اڑینگی آگ ہونگی اور آگ

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَالٍ وَعُيُونٍ ۝ وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ ۝ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُم مُّجْرِمُونَ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ۝

فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝

[illegible]

## تفسیر

اب ایک اور مصیبت کفار پر پیش آویگی وہ یہ کہ ان المتقین فی ظلال وعیون وفواکہ مما یشتہون پرہیزگار یا ایماندار اس روز ٹھنڈی چھاؤں میں ہونگے برخلاف اسکے کفار گرم دھوئیں کی چھاؤں میں ہونگے اور دوزخ کی چنگاریوں میں جلتے ہونگے مگر ایماندار اسکے بدلے چشموں میں نہاتے پانی پیتے عیش کرتے ہونگے کفار کو زقوم اور پیپ اور لہو کھانے کو ملیگا یا غصہ اور غم مگر ایمانداروں کے لئے میوے ہونگے اور میوے بھی وہ جنکو دل چاہیگا وہی حاضر ہونگے اور کفار کو لعنت ملامت ہوگی برخلاف انکے ایمانداروں کو یہ کہا جاویگا کلوا واشربوا ہنیئا بما کنتم تعملون کہ خوب کھاؤ پیو مزے سے بسبب اپنے ان نیک عملوں کے بدلے جنکو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔ یہ کلمہ ایسا ہے جیسا کسی معظم و مکرم مہمان کو کہا جاتا ہے کہ کھائیے ہرچند تمہارے اعمال نیک چند روزہ تھے اور انکا بدلہ اور اجرت اسقدر نہیں مگر ہم کریم ہیں انا کذالک نجزی المحسنین نیکوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں ایک نیکی کے بدلے دس بلکہ اس سے بھی زیادہ اور فانی کے بدلے باقی عطا کرتے ہیں۔ یہ کیفیت عرصات کی ہے کفار کے جہنم میں فیصلہ ہو کر جانے سے پہلے [illegible] جب کفار ایمانداروں کے لئے عرصات میں یہ انعام و اکرام دیکھیں گے اور اپنے لئے [illegible] میں اپنے دشمنوں کی عزت و اکرام دیکھ کر کسقدر رنج اور غم ہوگا اور نیز اس بات

مراد اور غور کرنے سے مراد معقول [illegible] کلام اور [illegible] سے عذر کرنا [illegible] اور دوسرے مسئلی کلام اور غوا [illegible]
اسلیئے منافقانہ [illegible] کہ [illegible] اور [illegible] جاتی کہ غذر
مت کو [illegible] باطل جاتی - دوم [illegible] فرق [illegible] کی جائیگی [illegible]
اسلیئے جواب بھی [illegible] باقی رہی کہ ان [illegible] بزرگوار [illegible] کا [illegible]
[illegible] مصیبت جیسا کہ [illegible] سب [illegible] باری اور [illegible] نام [illegible]
واحد مین کے سامنے ہوگی اور [illegible] اسطرح انکے [illegible] پیغمبر [illegible]
قرابت وعقیدت تھا [illegible] اور [illegible] حضرت [illegible] وحضرت [illegible]
علیہم السلام کچھ عرض کرینگے کیسا [illegible] جدائی ہو جاویگی [illegible]
کہ گذشتہ ناموروں کو جنکی جناب مین [illegible] اور [illegible] اگر [illegible]
ہم فلان بزرگ کو پوجتے تھے اگر وہ [illegible] ہوتے [illegible] قوم [illegible] اپنے
مقدا علیہم کو پکارتے تھے [illegible] اور یاری [illegible]
حضور صلی [illegible] کو بھی پکارا کرتے [illegible] انہین کو پکارتے تھے
اور جہلاء اہل اسلام بھی بزرگان دین کو بھی پکارا کرتے [illegible] والد [illegible] جانتے
کیا بدگمانی ہے اسکی دہائی اور اس متبرک نام کو کلمہ پکارتے ہین - قرآن [illegible] سب [illegible] فان کان لکم کید
فکیدون اگر انکی مدد سے کچھ داؤن کرسکتے ہو یعنی ہمارے عذاب کو ٹال سکتے ہو تو ٹالو [illegible] داؤن کرو اور کوئی حیلہ باقی [illegible]
مگر کیا کرسکینگے وتقطعت بہم الاسباب انکے سب وسائل منقطع ہو جاوینگے پھر اسوقت ویل ہو [illegible] جھٹلانے والونکی ہر خرابی کی
اس خرابی سے کیا بڑھکر ہوگی کہ کوئی تدبیر کارگر نہین ہوسکتی تمام امیدین منقطع ہوگئین دنیا مین عمر بھر جنکو پکارتے اور انکی پرستش
کرتے تھے آج انکی طرف موتہ بھی نہین کرتے اور انکی بات بھی نہین سنتے پھر کبھی حسرت اور کبھی غصہ ہے کہ ناحق حق جل علا کو چھوڑ کر
جنکی پرستش کی آج تو سوائے اسکے اوکسیکی بھی سلطنت او حکومت نہین دکھائی دیتی اور اس سے دنیا مین کچھ بھی واسطہ نرکھا
نہ اسکو کامل قاضی الحاجات سمجھا نہ قادر مطلق جانا - اسکی طرف سے غافل رہنے کی جو کچھ حسرت ہوگی وہ بھی ایک روحانی عذاب ہوگا
جسکو لفظ ویل حاوی ہے ؛

ف بعض علما کہتے ہین کہ یہ آیت فان کان لکم کید فکیدون ممکن ہے کہ دنیا مین رسول کیطرف سے ہو کفار کے لئے کیونکہ بات ہونیوالی
ہے اسمین تمکو مطلع کردیا اگر تم ناخوش ہو تو جو تمسے میرے لئے مکر و فریب ہوسکے کرلو مگر پہلے معنی چسپان زیادہ ہین کیونکہ قیامت
مین جب حقوق العباد کی بابت کفار سے مطالبہ ہوگا تو انسے کہا جاویگا جو کچھ دنیا مین تم حیلہ بازی کرتے تھے حق تلفی کیا کرتے تھے تو
اب کرلو - یہان کوئی حیلہ بازی نہ چلیگی ؛

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ

اور جب انکو کہا جاتا ہے کہ جھکو تو نہیں جھکتے　خرابی ہے اسدن جھٹلانے والوں کی -　پھر کس بات پر اسکے بعد ایمان لاوینگے

## ترکیب

واذا شرط لا یرکعون اسکے ہم لا یرکعون الجملہ جوابہ فبای الباء متعلق بیومنون بعدہ ظرف لیومنون والجملۃ استفہام بمعنی الانکار [illegible]

## تفسیر

فقال واذا قیل لہم ارکعوا لا یرکعون یعنی وہ ایسے مغرور اور [illegible] کی طرف [illegible] ہیں کہ جب دنیا میں کہا جاتا ہے (رسول یا اسکے نائب کہتے ہیں) خدا کی طرف [illegible] احکام کا فرمانبرداری [illegible] کافر ہوں [illegible] بڑا اصرار ہے کہ مومن [illegible]
کے وقت راحت کے وقت بیماری میں تندرستی میں افلاس میں [illegible] اسکا ذکر کرتا ہی وہی [illegible]
کسی بازی نے روک بھی لیا تو جب مانع اٹھ گیا ادھر ہی [illegible] اسکی طرف [illegible] کافر [illegible]
بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ رکوع سے مراد نماز میں [illegible] شعرا [illegible] کہ [illegible]
آپ [illegible] احکام کا بوجھ [illegible] سلام کرنا [illegible]
انقیاد کی علامت ہے اور یہ رکوع نماز میں اسلام [illegible] داخل [illegible]
داخل ہوں تو نہیں مانتے ❊

مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت قوم ثقیف کے معاملے میں نازل ہوئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں [illegible] سلام
فرمایا نماز پڑھو اور نماز تعلیم فرمائی انہوں نے کہا ہم رکوع نہ کرینگے کہ [illegible] عار ہے کیونکہ آدمی [illegible] گا اسکے
[illegible] آنحضرت صلعم نے فرمایا لاخیر فی دین لیس فیہ رکوع ولا سجود کہ اس دین میں کچھ بہتری نہیں کہ جسمیں نہ رکوع ہے نہ سجود ❊
بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ جملہ کفار سے اس وقت کہا جاویگا جبکہ تجلی الٰہی ہو کر کشف ساق ہوگا اور لوگوں کو سجدہ کا حکم ہوگا پھر جو دنیا میں
نہیں کرتے تھے وہاں بھی نہ کر سکینگے تختے کی طرح پیٹھ اور گردن اکڑ جاویگی رکوع و سجود میں خم نہ ہو سکیگا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ کفار
قیامت میں رکوع و سجود کرنے والوں کو دیکھینگے کہ طرح طرح کے انعام و اکرام انپر ایک آسان عمل سے ہو رہے ہیں تو سخت پیچ و تاب
ہوگا کہ ہا ہے ہمنے کسلئے اس حکم کو نہ مانا ویل یومئذ للمکذبین یہ ایک اور خرابی ہوگی جو دسوین خرابی ہے ❊
پھر جب ان کفار کو دار آخرت کا حال اسطرح معلوم کرایا گیا اور یہ بتایا گیا کہ منکروں کے لئے یہ خرابیاں اور ماننے والوں کے لئے یہ نعمتیں
تو پھر اگر اسکو سنکر بھی ایمان نہ لائے تو فبای حدیث بعدہ یومنون پھر کس بات پر اس بیان کے بعد ایمان لائینگے ❊ مفسرین کہتے ہیں کہ
ضمیر بیان واضح قرآن کی طرف راجع ہے جو قرینہ حال سے سمجھا جاتا ہے۔ ابن ابی حاتم نے ابوہریرہ رض سے نقل کیا ہے کہ جب اس آیت کو
تو اسکے بعد کہے آمنا باللہ وبما انزل ❊

تم بحمد اللہ سبحانہ المجلد السابع فی ۱۷ شعبان المعظم ۱۳۱۳ھ یوم الاثنین بعد صلوٰۃ العصر فی ایام [illegible] ❊

ایسے جلتے رہا ہے یہ اور بھی رنج ہوگا کہ کاش [illegible] للمکذبین کہ خرابی ہے اس روز جھٹلانے والوں کی ؂

آیت میں اہل سعادت کا انجام بھی بیان کر دیا تاکہ [illegible] ہو جاوے ظلال یعنی سائے فرمایا جو جمع کا لفظ ہے - اسکی وجہ یہ ہے کہ
ایمانداروں کے لئے متعدد سائے ہونگے اول عرصات میں عرش رب العالمین کا سایہ ہوگا پھر پل صراط سے گزرتے وقت اعمال
صالحہ و صدقات کا پھر جب بہشت میں جاوینگے تو [illegible] کا سایہ ہوگا اور پر بہار درختوں کا اور جب اپنے منازل و مکانات سکونت میں
آوینگے تو جنت کے عمدہ محلوں اور وہاں کے چھپر کھٹ [illegible] کا سایہ ہوگا اور سب سے بڑھکر رحمت الٰہی کا سایہ ہوگا جو ایک سایہ ہزار سایوں
سے بہتر ہوگا اور اسیطرح عیون بھی جمع کا لفظ ہے عین [illegible] چشمہ عیون جمع ہے - وہاں چشمے اور نہرین جاری بھی انکے لئے متعدد ہونگی جو انکے
معارف اور اعمال صالحہ کا مظہر ہوگا اقسام اقسام کے اعمال و معارف تھے ویسے ہی چشمے بھی اقسام اقسام کے ہونگے کسی میں کافور کی آمیزش کسی میں
زنجبیل کی کسی میں شہد کی شیرینی کسی میں دودھ کی خالص[illegible]ت - یہ دنیا میں انکے روزہ کی تشنگی برداشت کرنیکا اور دین میں کوشش کرنیکا
ثمرہ ہوگا اور اسیطرح فواکہ جمع کا لفظ ہے فاکہ کی جمع ہے یعنی میوہ سو وہاں انکا ہر ایک عمل اور ہر ایک خصلت ایک ایک لذیذ میوہ
کی صورت میں ظاہر ہوگی اور یہی وجہ ہے کہ بما کنتم تعملون فرمایا جاویگا کہ یہ تمہارے نیک عملوں کا بدلہ ہے ؂

ایک اور مصیبت انپر یہ آئیگی وہ یہ کہ تمسخر کے طور پر ان کفار سے کہا جاویگا کلوا و تمتعوا قلیلا انکم مجرمون کہ چند روز کھا لو پی لو
آخر تو تم مجرم ہو - یہ انکی دنیاوی حالت کو یاد دلاکر انپر تعریض کی جاویگی کیونکہ منکرین قیامت دنیا ہی کو سمجھتے تھے اور کہتے
تھے ابھی قیامت قیامت سنا کرتے ہیں [illegible] انکے ادھار کے لئے کیوں آج نقد عیش و عشرت کو چھوڑ دیں کھاؤ حرام و
حلال جو ملے اور ہر طرح کا مزہ کرو شراب زنا وغیرہ لذتوں سے کیوں محروم رہیں یہ خشک دماغ جو قیامت کے بھروسہ پر بیٹھے ہیں
آج ان مزوں سے محروم رہتے ہیں قیامت کسنے دیکھی ہے - دن بھر روزے میں بھوکا پیاسا مرنا کس عقل کا کام ہے پھر کیا بار دگر دنیا میں
آنا ہے یہ مزے کیوں چھوڑیں - بعض شعرا نے جو انہیں لوگوں کی ذریت میں سے ہیں ان باتوں کو اشعار میں بھی نظم کیا ہے -
تب وہاں انسے فرشتے انہیں کی اسی بات کو انہیں کے دنیاوی خیالات یاد دلانے کے لئے اسمیں نمک مرچ ملا کر یوں
کہیں گے کہ کھاؤ مزے کرو چند روز آخر تم مجرم ہو - بعض کہتے ہیں کہ یہ کلام دنیا میں کفار کی طرف بالفعل ہے کہ اے کفار تم
جو قیامت کے منکر ہو دنیا ہی کی لذات پر دلدادہ ہو تھوڑے دنوں کھا لو عیش کرلو آخر تم مجرم ہو جسمیں دائمی اور
سزا ابدی میں گرفتار ہو گے اسلئے ویل یومئذ للمکذبین اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے - اور اس خرابی
سے بڑھکر اور کیا ہے کہ دنیا کے مزے یاد کر کر کے اور حسرت آمیز آنسوؤں سے روئیں گے کہ ہائے چند روزہ عیش و
نشاط کے سبب جو اب خواب و خیال ہو گئے ہمیشہ کا عذاب [illegible] زندگانی [illegible] جہان موت

[illegible] لیکن [illegible] سوال [illegible] میں سب حقوق العباد کی بابت کفار [illegible] جاتا ہے [illegible]
اسے کرلو - یہاں کوئی حیلہ بازی نہ چلیگی ؂ [illegible]

# خاتمۃ الطبع

الٰہی تیرا ہزار ہزار شکر ہے کہ تیرے محض عنایت و فضل سے تفسیر حقانی کی ساتوین جلد بھی ۱۳۰۰ھ م کو پہونچی اور بہ اہتمام جناب مولوی حافظ محمد عبد الاحد سلمہ الصمد کے ارشاد فیض بنیاد سے اور کارپردازان مطبع کے اہتمام سے مطبع مجتبائی دہلی مین چھپکر تیار ہوئی ہے

شائقین جو ایک عرصہ سے اسکی طرف آنکھین لگائے بیٹھے تھے وا جس کے دیدار پر انوار سے [illegible] ہو کر آنکھوں مین اور دلوں مین سرور پیدا کرین اور آٹھوین جلد کے منتظر رہین کہ وہ فقط پارہ عم ہی کی تفسیر [illegible]

[illegible]

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

الحمد للہ والمنۃ

کہ آٹھواں منزل یعنی جلد ہشتم جس میں پانچ حصہ کی تفسیر یعنی

# تفسیر فتح المنان

مشہور بہ

# تفسیر حقانی

بعہد ہمایوں مہد شاہ اسلام حضور پرنور آصف جاہ نظام الملک میر محبوب علیخاں بہادر شاہ دکن خلد اللہ ملکہ

باہتمام احقر الانام محمد عبد الاحد

مطبع مجتبائی دہلی میں طبع ہوئی

# اشتہار

اے راستے کے تلاش کرنے والو اے دین کی پستیوں سے نکل کر قوموں کی سیر بینوں پر قدم رکھنے والو اے راستے کی اندھیروں میں حیران و سرگردان مشعل ہدایت کے طالب
اے ہدایت الٰہی کے طالبو عالم آخرت کے مشتاقو ادھر آؤ اور آنکھیں کھول کر دیکھو کہ جس نے فاران کی چوٹیوں [illegible] سے دنیا کو منور کر دیا تھا اور جس نے
وحشیوں کو [illegible] اخلاق اور متمدنوں کو کرسی تہذیب خدا پرستی پر بٹھا کر بنی آدم کے لیے اللہ والا کر دیا تھا وہ قرآن مجید ہے جس کی برکت سے لاکھوں انسان نجات پا چکے [illegible]
اور جس کے مسائل حقائق و دقائق پر مطلع ہونے کی وجہ سے محروم تھے اور سیکڑوں قوم اور بہت امتیں اس پاک کے شکوک و شبہات کے گرداب میں پڑی ہوئی ہیں کالی گھٹا کی طرح اٹھا
اس آفتاب جہان تاب کی روشنی سے حصہ کافی نہ پا سکتے تھے لہذا اس زمانہ میں اس کی اردو سلیس میں ایسی تفسیر لکھی گئی جس کو آج تک ختم ولایت نے بھی نہ دیکھا ہوگا - یہ نادر تفسیر زبان اردو آٹھ جلد
تمام ہوئی جن کے پہلے حصے طبع ہو چکی ہیں اور آٹھویں جلد خاص کر زیر طبع ہے - اس کی اول جلد میں کو مقدمہ کہنے میں تھیا بارہ جز کا ہے اس کے اول باب میں باری تعالیٰ کا دلائل سے
اور جو اس کے منکرین و ملحدین کے شکوک و شبہات کا جواب ثانی پھر اس کی صفات پر بحث ہے جس کے ضمن میں تمام زاہب کا مقابلہ کر کے قرآنی مذہب ہے پھر دلائل عقلیہ سے ملائکہ اور ان کی صفات کا ثبوت
ان کا وجود مستقل اور ہر صورت میں متشکل ہونا اور ان کا [illegible] بہت اور ابلیس میں جو کچھ فرق ہے اور اہل ادیان کے اقوال میں ان کی تحقیق اور فرقہ نیچریہ کی تاویلات باطلہ کا رد اس سے [illegible] ثابت ہونا
بعث اور اس کی حقیقت الہام اور وحی کے اقسام اور حروف و اصوات و معجزات کا ثبوت اور اس کے تعلق سے اولیائے کرام میں کسی اس قوت کا ثبوت [illegible] مخالفین نبوت اور منکرین
فرقہ نیچریہ کے تمام دلائل طبعی کا رد کا جواب اصول و براہین اور عالم آخرت اور اہل انسان کا جانا اور اس کے اعمال پر ایک و مدہ مرتب ہونا ان سب باتوں کی بحث اور اس میں ادیان
اور ملاحدہ کا رد مع تفصیل اقوال دوسرے باب میں نزول قرآن اور اس کے جمع و ترتیب کی کیفیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیشتر عرب کے مذاہب اور ان کے رسم و رواج کا ذکر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقائع عمریہ اور اسپر مخالفین کے شکوک و شبہات کا جواب مع شہادت محققین فرنگ قرآن کے اعجاز پر بحث اور اس کے علوم خمسہ اور [illegible]
کا بیان اس امر میں بھی جو کچھ مخالفوں نے شکوک کیے ہیں سب کا رد پھر شان نزول اختلاف قراءت آئمہ قراء اور ان کے تلامذہ اور بعض قراءت کا بیان اور محاکمہ کے
کا جواب پھر اصول تفسیر اور آئمہ مفسرین اور ان کے طبقات اور دیگر بہت سا امر ضروریہ سے بحث مشرحہ باب میں توریت و انجیل زبور اور دیگر صحف انبیاء پر بحث کر کے کہ وہ کس کی
ہیں اور ان میں کیا کیا مضامین ہیں اور کب تصنیف ہوئی ہیں اور الہامی ہیں کہ نہیں اگر الہامی ہیں تو اب تک بلا تحریف دستیاب ہوتی ہیں یا نہیں - یہ بحث بڑی طول طویل
نہایت دلچسپ کئی فصلوں میں ہے اور دوسری جلد جو صرف پارہ الم کی تفسیر ہے اس میں چند آیات کا ایک مطلب جامع ہے [illegible] لکھتی ہیں ہر صفحہ سے نقل کی جاتی ہیں ان کے
اردو ترجمہ آج کل کے محاورہ کے موافق لکھا جاتا ہے پھر ایک خط کھینچکر ترکیب نحوی اور صرف نحوی الفاظ سے بحث ہوتی ہے پھر ربط آیات و شان نزول روایات صحیحہ بیان کر کے
کا مطلب واضح کیا جاتا ہے پھر اگر ان آیات میں احکام ہیں تو مسائل منصوصہ کی تشریح اور ائمہ مجتہدین کے اقوال اور ان کے دلائل مع صحابہ و تابعین کے اقوال آتا اگر وہاں قصص ہیں تو ان کا
کتب مخالفین سے جیسا کہ بنی اسرائیل کی تمام تاریخ اور ان کے مقامات کا جغرافیہ نقشہ بھی دیا گیا ہے اور پھر آیات کے متعلق نکات متصوفانہ اور رموز صوفیانہ بھی ہیں اسی طرح دیگر مقامات کا
جغرافیہ و نقشہ ہے کوئی نقشہ بلا سند و بلا ثبوت سے نہیں لکھا گیا ہے نہ بے تحقیق مفسرین کے اقوال پر اعتبار کیا گیا ہے احادیث ہیں تو مع سند اقوال سلف صالحین ہیں تو مع حوالہ اور
متقدمین طریقہ اہل سنت والجماعت کی پوری پابندی ہے تیسری جلد میں سوا چار پارہ کی تفسیر ہے چوتھی جلد میں ربا پونے تین پارہ کی تفسیر ہے پانچویں میں سورہ حجر سے لیکر سورہ نمل کے آخر تک سوا چھ پارہ کی
تفسیر ہے اس میں بھی جا بجا ہر مقام مناسب پر نقشے دیے گئے ہیں اور ایک مطول تاریخ بیت المقدس لکھی گئی ہے جو کچھ بیان کیا گیا ہے دریائے ذخار کا ایک قطرہ ہے الغرض [illegible]
[illegible] شکوک و شبہات قرآن شریف اور اسلام پر کیے گئے ہیں ان سب کا جواب شافی دیا گیا ہے پھر زبان کی سلاست و زبان کی لطافت دیکھنے سے متعلق ہے جیسی [illegible]
سورہ قصص سے لیکر سورہ زمر کے آخر تک سات پاروں کی تفسیر ہے - اور ساتویں جلد میں سورہ مومن سے لیکر سورہ مرسلات تک تقریباً پونے تین پارہ کی تفسیر ہے
اول جلد کی قیمت [illegible] پھر ہر جلد کی قیمت [illegible] ہے یہ جلدیں مطبع مجتبائی دہلی سے مل سکتی ہیں المشتہر محمد عبد الاحد [illegible]

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

الحمد للہ والمنۃ کہ تفسیر نادر زمانہ موضح اسرار قرآن مجید بطرز محققانہ آئی

# تفسیر فتح المنان

مشہور بہ

## تفسیر حقانی

جلد ہشتم

یہ جلد ایک پارہ عم تیسپاروں کی تفسیر ہے جس میں اعجاز قرآنیہ کا پورا اظہار ہے

مطبع نظامی واقع بلدہ دہلی باہتمام سید محمد میاں طبع شد ۱۳۱۱ھ

# فہرست مضامین تفسیر حقانی جلد ہشتم

یعنی یہ چرچا کرنے اور تعجب و انکار کرنے کی بات نہیں بلکہ مان لینے کی چیز ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ پوچھنے یا چرچا کرنے والے کفار تھے کیونکہ اس کے بعد کلا سیعلمون اور ہم فیہ مختلفون میں ضمیریں کفار کی طرف پھرتی ہیں اس لیے یتساءلون کی ضمیر بھی ان ہی کی طرف پھرنی چاہیے دوسرا قول یہ ہے کہ مسلمان و کفار باہم ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کفار مسلمانوں پر شبہات پیش کرتے تھے مسلمان ان کے جواب دیتے تھے تیسرا قول یہ ہے کہ مسلمان اور کفار سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے تھے مسلمان اس لیے کہ اور بھی یقین قوی ہو جائے اور کفار تمسخر کی راہ سے یا شکوک و شبہات وارد کرنے کی غرض سے۔

پھر آپ ہی فرماتا ہے عن النبأ العظیم الذی ہم فیہ مختلفون اس بڑی خبر سے سوال کرتے ہیں کہ جس میں اختلاف کر رہے ہیں یعنی کیا وہ بڑی خبر پوچھ رہے ہیں؟ جس کا پوچھنا اور تعجب کرنا لازم نہیں لفظ عظیم اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ وہ تو ایک بڑی بھاری بات ہے کہ جس کی عظمت دلوں پر خود بخود اثر ڈال رہی ہے بشرطیکہ دلوں پر حجاب غفلت اس اثر سے روکنے والے نہ ہوں اور جملہ ہم فیہ مختلفون بھی اسی طرف اشارہ کر رہا ہے کس لیے کہ اختلاف کرنا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ اس بڑی خبر کے جھٹلانے پر بھی انکے پاس کوئی برہان قاطع اور تسلی بخش دلیل نہیں بلکہ محض توہمات ہیں پھر انکے زعم پر الہامی باتوں پر اسقدر اصرار اور انکار حماقت ہے۔

نبا کے معنی ہیں خبر۔ نبا عظیم بڑی خبر وہ کیا ہے؟ اس میں تین قول ہیں اول قیامت۔ اور اس پر چند دلیلیں ہیں (۱) یہ کہ بعد میں فرمایا ہے سیعلمون جس سے تہدید مراد ہے اور وہ تہدید قیامت میں زیادہ متحقق ہے (۲) یہ کہ بعد کی آیات میں الم نجعل الارض مہادا الخ میں وہ دلائل بیان فرمائے ہیں جو اسکی قدرت و جبروت انعام و افضال کے نمونہ ہیں جن سے قیامت برپا کرنے پر اپنا قادر ہونا ثابت کرنا مقصود ہے (۳) یہ کہ لفظ عظیم ایک اور جگہ بھی قرآن میں قیامت پر اطلاق ہوا ہے بقولہ تعالیٰ الا یظن اولئک انہم مبعوثون لیوم عظیم یوم یقوم الناس لرب العالمین وقولہ تعالیٰ قل ہو نبأ عظیم انتم عنہ معرضون دوسرا قول یہ کہ نبا عظیم سے مراد قرآن شریف ہے اور اس میں ان کا اختلاف تھا کوئی اسکو سحر کوئی شعر کوئی اگلوں کے قصے کہتا تھا اور نیز نبا جسکے معنی خبر کے ہیں قرآن سے زیادہ چسپاں ہیں کس لیے کہ قرآن خبر دیتا ہے برخلاف قیامت کے کہ وہ مخبر عنہ ہے تیسرا قول یہ کہ اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے اور وہ بڑی چیز ہے جسنے دنیا میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا پہلے قانون اور رسم و رواج پلٹ دیئے پرانی بادشاہتیں غارت کر کے نئی قائم کر دیں ان ہی باتوں سے آن کفار کو جو دقیانوسی خیالات کے پابند اور پرانی لکیر کے فقیر تھے آنحضرت کی نبوت میں اختلاف تھا۔ اختلاف بمعنی انکار

قیامت کا اکثر عرب کو انکار تھا اور تعجب سے کہتے تھے ءاذا متنا وکنا ترابا ذلک رجع بعید۔ اور کچھ قائل بھی تھے نصاریٰ معاد جسمانی کے منکر تھے صرف معاد روحانی کے قائل تھے بلکہ اب بھی ہیں یہود کے بعض فرقے بالکل قیامت کے منکر تھے اور ہنود تناسخ کے پیرایہ میں سزا و جزا کے قائل ہیں پھر قیامت کی کیفیت میں بھی سخت اختلاف تھا بعض کہتے تھے کہ مر کر انسان کی روح جنوں یا فرشتوں میں ملجاتی ہے اور اسی کا نام قیامت ہے پھر اس عالم میں اس جسم سابق میں آنا محال ہے اور نہ یہ آسمان و زمین فنا ہونگے نہ عناصر بلکہ جسطرح یہ قدیم ہیں اسی طرح ابدی بھی ہیں البتہ ان سے باہم ترکیب پا کر جو چیزیں پیدا ہوتی ہیں وہ حادث ہیں اور وہی فنا پذیر بھی ہیں۔ ان سب کے جواب میں فرماتا ہے کلا سیعلمون تمہارے خیالات صحیح نہیں عنقریب یعنی مرنے کے بعد تمکو معلوم ہو جاویگا ثم ہم پھر کہتے ہیں کلا تمہارے خیالات صحیح نہیں سیعلمون تمکو قیامت اور اسکی اصلی کیفیت عنقریب معلوم ہو جاویگی کیونکہ دنیا روزے چند ہے

# المجلد الثامن

## (سورۂ نبأ مکیہ ہے اس میں چالیس آیات دو رکوع ہیں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؀

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۝ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ ۝ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ ۝ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝

وہ کیا پوچھ رہے ہیں؟ کیا وہ بڑی خبر؟ کہ جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں نہیں نہیں ابھی جان لیں گے پھر نہیں نہیں ابھی جان لیں گے

### ترکیب

عم صلہ عن ما فادغمت النون فی المیم وحذفت الالف لتمییز الخبر عن الاستفہام وکذلک فیم وبم۔ والاستفہام فی اللفظ وفی المعنی لتفخیم القصۃ کما تقول ای شیء ترید اذا عظمت شانہ عن النبأ العظیم عن بدل من الاولی والف الاستفہام التی ینبغی ان تعاد محذوفۃ وعن الاولی متعلقۃ بیتساءلون وقیل عن الثانیۃ متعلقۃ بفعل محذوف غیر مستفہم عنہ ای یتساءلون عن النبأ علی ہذا التقدیر عن النبأ جواب الاستفہام کما فی قولہ تعالیٰ لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار الذی ہم فیہ مختلفون الموصول صفۃ للنبأ بعد وصفہ بکونہ عظیما

### تفسیر

اس سورت کو سورۂ تساؤل اور سورۂ نبأ بھی کہتے ہیں یہ بالاتفاق مکے میں نازل ہوئی ہے اس میں چالیس یا اکتالیس آیات دو رکوع ہیں اسکی مناسبت سورۂ مرسلات سے مسئلۂ معاد میں ہے۔ اور ہجرت سے پہلے ہی یہ مسئلہ زیادہ تر مبحوث عنہا تھا۔

شانِ نزول اس کا یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں مبعوث ہوئے۔ اور آپ انسانی اعمال کی جزا و سزا کے منکروں کو ایک آنے والے دن کی خبر دی کہ ایک دن آنیوالا ہے جس میں یہ دنیا زیر و زبر ہو جائیگی اور انسان بار دگر زندہ ہونگے اور ان کے نیک و بداعمال کی ان کو جزا و سزا ملیگی یہ خبر عقلمند کے نزدیک البتہ بڑی خبر ہے۔ کس لیئے کہ شتر بے مہار ہو کر نفسانی خواہشوں کو پورا کرنیوالوں اور پھر سلسلۂ حیات کو اسی حیات پر تمام سمجھنے والوں کو ایک سخت پریشانی کا سبب اور نہایت فکر کی بات ہے تب وہ کفار بار بار تعجب کی راہ سے حضرت نبی علیہ السلام سے دریافت کرتے تھے کہ کب وہ دن ہے اور یہ کیونکر ہوگا کہ بوسیدہ ہڈیاں پھر زندہ ہونگی؟ ان کے اس سوال اور تعجب کا ان آیات میں ذکر کرتا ہے۔

فقال عم یتساءلون کہ یہ لوگ کیا پوچھ رہے ہیں؟ خدا تعالیٰ کو معلوم تھا جس چیز کا وہ سوال کرتے تھے۔ مگر یہ ایک محاورہ ہے کہ جب کوئی بڑی بات پوچھتا ہے یا چاہتا ہے تو کہتا ہے تو کیا پوچھتا ہے۔ کیا چاہتا ہے۔ یعنی یہ پوچھنے اور چاہنے کی چیز نہیں۔ تساؤل باہم سوال کرنا۔ ایک دوسرے سے پوچھنا۔ یہ پوچھنے والے کون تھے؟ بظاہر کفار تھے کہ تعجب و انکار و تمسخر کی راہ سے آپس میں چرچا کرتے اور پوچھتے تھے۔ فرا کہتے ہیں تساؤل بات چیت کو بھی کہتے ہیں گرچہ باہم سوال وجواب نہ ہو کما فی قولہ تعالیٰ واقبل بعضہم علی بعض یتساءلون قال قائل منہم انی کان لی قرین یقول انک لمن المصدقین اس تقدیر پر یہ معنے ہیں کہ وہ آپس میں کس چیز کا چرچا کرتے ہیں؟

آسمان ہونگے جو آج ٹھہر قائم ہیں نہ یہ آفتاب ہوگا نہ یہ زمین ہوگی نہ یہ پہاڑ ہونگے جنکے نفع میں سب شریک ہیں نہ ان بدلیوں سے پانی برسے گا۔ باغوں اور نباتات کی روئیدگی کے اور ہی سامان ہونگے۔ نہ یہ رات اور دن ہونگے جن میں رات کو پڑ کر بیخبر سوتے اور دن کو روزی تلاش کرتے پھرتے ہیں اُن کے سوال کا بھی فی الجملہ جواب بنا مقصود تھا اسلیئے اسکے بعد یہ نو چیزیں بیان کرتا ہے جنپر دنیا اور اُسکی زندگی مربوط ہے فقال (۱) الم نجعل الارض مھادا کہ کیا ہمنے زمین کو تمہارے رہنے چلنے پھرنے کے لیئے فرش نہیں بنا دیا؟ ضرور بنا دیا۔ اگر زمین ہوا کی طرح خفیف اور پانی کی طرح نرم اور آگ کیطرح گرم ہوتی تو تم کہیں اسپر بس سکتے تھے؟ ہرگز نہیں۔ پھر ہمارے اس انعام میں مؤمن و کافر سبہی تو شریک ہیں، برخلاف دار آخرت کے کہ وہاں مطیعوں کے رہنے کی اور جگہ ہے نافرمانوں کی اَور۔ اس سے یہ بھی تم غور کرسکتے ہو کہ جس قادر مطلق نے کرۂ ارض کو ایسا بنا یا کیا وہ اسکو فنا نہیں کرسکتا اور نئی زمین نہیں بنا سکتا؟ ضرور بنا سکتا ہے۔ یہ دنیا کے گھر کا فرش ہے جس پر ہوا میں اُڑنے اور رہنے چلنے کے سیئے (۲) والجبال اوتادا کیا ہمنے پہاڑوں کو میخیں نہیں بنا دیا؟ ضرور بنا دیا جس سے یہ فرش ہلتا نہیں۔ اس میں بھی کافر و مؤمن سب شریک ہیں اور پہاڑوں سے جو کچھ نفع ہیں سب اُسنے حصہ پارہے ہیں برخلاف یوم الفصل کے پھر کیا قادر مطلق جسنے پہاڑوں میں ثقل پیدا کرکے زمین کو ڈگمگانے اور ہلنے جلنے سے محفوظ رکھا وہ ایکروز اسکو ہلا نہیں سکتا؟ اذا رجت الارض رجا

حکماء حال کے نزدیک زمین حرکت کرتی ہے جیسا کہ اور ستارے اپنے مدار پر گھومتے ہیں یہ بھی دورہ تمام کرتی ہے انکے نزدیک بھی ان آیات سے انعام الٰہی اور اسکی حکمت بالغہ کا کافی ثبوت ہے کس تیزی کیساتھ کسطرح حرکت کرتی ہے کہ اسپر رہنے والوں کو کچھ بھی لغزش نہیں جیسا کہ کشتی میں ٹھہرا دینے سے وہ اِدھر اُدھر ڈگمگاتی نہیں اور ایک خاص انداز پر چلتی ہے زمین کے فرش بنانے اور پہاڑوں کو میخیں بنانے سے ان کے نزدیک یہی مراد ہے اور یہ اُس کا بڑا انعام اور قدرت کاملہ کا نمونہ ہے۔

یہ فرش بناکر اسکو یوں ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ (۳) وخلقناکم ازواجا تم کو اے بنی آدم جوڑے جوڑے پیدا کیا مرد کا جوڑا عورت اور عورت کا مرد بنایا تاکہ اس فرش پر رہیں اور اولاد جنیں اور پھلیں پھولیں۔ اس نعمت میں بھی کافر و مؤمن سب ہی شریک ہیں۔ ازواج کے معنے اور بھی عام ہیں کہ صفات کے لحاظ سے ایک کے مقابلہ میں دوسرا ہے بادشاہ ہے تو فقیر بھی ہے غنی ہے تو مفلس بھی ہے نیک ہے تو بدکردار بھی ہے حسین ہے تو بدشکل بھی ہے کالے ہیں تو گورے بھی ہیں عقلمند ہیں تو احمق بھی ہیں علیٰ ہذا القیاس۔ اس میں اُسکی قدرت کاملہ کا اظہار ہے کہ جسنے ایک ہی فرش پر ایک ہی مادہ سے کیسی مختلف چیزیں بنا دیں۔ اور نیز انسان کو اسکی فطرت اور آفرینش میں مجبوری بھی دکھادی اور ثابت کر دیا کہ انسان کو جو ہمنے قدرت دی ہے وہ محدود ہے اپنے اندر بھی فطری چیزوں میں تغیر نہیں کرسکتا پھر کیا وہ قادر مطلق تم کو بار دگر پیدا نہیں کرسکتا اور تمہارا یہ اختلاف تو صاف صاف کہہ رہا ہے کہ تمہارے مختلف اعمال کی جزا و سزا کا ایک اور گھر ہے۔ پھر اس دنیا کے فرش پر تم کو کس طرح سلایا (۴) وجعلنا نومکم سباتا اور ہمنے تمہاری نیند کو تمہارے لیئے راحت بنا دیا اگر رات کو یا دن کو انسان اچھی طرح نہ سوئے اور نوم غریق نہ آوے جسکو سبات کہتے ہیں یا سرے سے نیند ہی نہ آوے اور جو آوے تو غریق نہ ہو بلکہ نیم خوابی سی ہو تو پھر دیکھیئے حضرت انسان کی کیا حالت ہوتی ہے؟

اس میں بھی کافر و مؤمن سب شریک ہیں برخلاف یوم الفصل کے کہ وہاں مجرموں کو نیند کہاں بیقراری اور سوزش میں نیند کب آتی ہے؟ دنیا کی بیفکری کی نیند یاد کرکے رویا کرینگے۔ اس میں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ یہ نعمت ہے اس کا شکر یہ کرو بقدر ضرورت اس سے کام لو پھر طلب معاش یا یاد الٰہی میں وقت گزارو نہ یہ کہ سوسو کر تم گزار دو۔ اور نیز یہ موت کا بھی ایک نمونہ ہے کہ ابھی تو باتیں کرتے تھے یا جھٹ پٹ سو گئے دنیا سے غفلت ہوگئی گویا مر گئے۔

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا ۙ وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا ۙ وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا ۙ وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ

کیا ہمنے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنادیا اور تمکو جوڑے جوڑے پیدا کیا۔ اور تمہاری نیند کو آرام بنادیا اور رات کو

لِبَاسًا ۙ وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۙ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۙ وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا ۙ وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ

اوڑھنا بنادیا اور دن روزگار کے لیے بنایا اور تمہارے اوپر سات مضبوط عمارتیں بنائیں اور چراغ چمکتا ہوا بنایا اور برسنے والوں سے

مَاءً ثَجَّاجًا ۙ لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا ۙ وَجَنَّاتٍ أَلْفَافًا ۙ

پانی کا ریلا اتارا کہ اس سے اناج اور گھاس اور گھنے باغ اگاویں

## ترکیب

آ الاستفہام للتقریر ای جعلنا الارض مفعول اول ومہادا مفعول ثان لجعلنا والجعل بمعنی الخلق وفیہ معنی التقدیر والتسویہ وقیل بمعنی التصییر المہاد جمع مہد بمعنی الفراش قرأ الجمہور بالجمع وقرئ مفردا۔ اوتادا جمع وتد (میخ) وخلقناکم معطوف علی المضارع المنفی داخل فی حکمہ ازواجا حال ای متجنسین ذکرا واناثا سباتا قال الزجاج السبات ان ینقطع عن الحرکۃ والروح فی بدنہ وحاصل المعنی الراحۃ ای جعلنا نومکم راحۃ لکم معاشا منصوب علی الظرفیۃ والمعاش مصدر میمی بمعنی المعیشۃ شدادا جمع شدیدۃ ای قویۃ محکمۃ وہاجا والوہاج المضیئ من قولہم وہج الجوہر ای تلألأ المعصرات فیہا قولان الاول وہو احدی الروایتین عن ابن عباس وقول مجاہد ومقاتل وقتادہ والکلبی انہا الریاح التی تثیر السحاب ومن بمعنی الباء والمعنی انزلنا بالریاح المثیرۃ للسحاب الثانی وہو الروایۃ الثانیۃ عن ابن عباس واختیار ابی العالیۃ والربیع والضحاک انہا السحاب بوجوہ منہا انہ قال المؤرج المعصرات السحائب بلغۃ قریش ماء موصوف ثجاجا صفۃ والمجموع مفعول انزلنا والثجاج شدۃ الانصباب یقال ثج الماء ای سال بکثرۃ وثجہ ای اسالہ فیکون لازما ومتعدیا الفافا ای بساتین ملتفۃ قال صاحب الکشاف انہ لا واحد لہ کالاوزاع والاخیاف الجماعات المتفرقۃ والجماعات المختلطۃ والآخرون اثبتوا لہ واحدا ثم اختلفوا فیہ فقال الاخفش والکسائی واحدہا لف بکسر اللام وقیل بضمہا وقال المبرد واحدہا لفاء وجمعہ لف وجمع لف الفاف وقیل جمع لفیف کشریف واشراف والمعنی ان کل جنۃ فیہا الاشجار المجتمعۃ المتقاربۃ یقال امرأۃ لفاء اذا کانت غلیظۃ الساق مجتمعۃ اللحم یبلغ من تقاربہ ان یتلاصق۔

## تفسیر

اس دن یا اس خبر کی عظمت بیان فرما کر اسکے بعد چند دلائل بیان فرماتا ہے جو اسکی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا کافی ثبوت کرتی ہیں اور جن سے ثابت کیا جاتا ہے کہ وہ قادر مطلق اور حکیم برحق اس عالم کو درہم برہم کر کے ایک دوسرا اور عالم پیدا کرنے پر قادر ہے اور اس عالم کو فنا کر کے دوسرے عالم کے پیدا کرنے میں جو کچھ اسکی حکمت ہے اسکی کیفیات و خصوصیات تک عقول بشریہ کو رسائی نہیں پھر ایسی چیزوں سے سوال کرنا محض نادانی ہے اور یہ وہ چیزیں ہیں جنکے بنانے میں ذرا بھی کسیکو شرکت نہیں سو یوں کہو کہ وہ دن جسکی وہ خبر پوچھتے اور اسکے آنے کی جلدی کرتے ہیں وہ یوم الفصل ہے جیسا کہ بعد میں بیان ہوتا ہے ان یوم الفصل الخ جس دن مطیعوں اور نافرمانوں میں بالکل امتیاز ہو جائیگا نہ مکان میں شرکت نہ کھانے پینے کے کسی سامان میں شرکت باقی رہیگی نہ اسباب تعیش و موجبات راحت میں برخلاف دنیا کے کہ یہاں ان سب چیزوں میں مؤمن و کافر مطیع و عاصی سب شریک ہیں پھر یہاں وہ دن کیونکر آسکتا ہے اس لیے جلدی کرنا اور سوال کرنا عبث ہے اور نیز یوم الفصل کی حقیقت بھی فی الجملہ بیان کر دیگئی کہ وہاں نہ یہ

تمہارے انکارو اصرار کی وجہ سے ٹل نہیں سکتا کس لیے کہ اسوقت کے لیے دو چیزیں لازم ہیں اول یہ کہ ارواح کا بار دیگر ابدان سے تعلق۔ دوم یہ کہ جب تک یہ تمام کارخانہ درہم برہم نہو اور اسکے گھر کی چھت اور فرش اور قندیل اور اسکے سامان رزق و راحت جنکا آج فائدہ عام ہے منقطع نکر دیئے جاویں اور تمام آنیوالی روحیں اس گھر میں آکر فائدہ نہ اٹھالیں اس وقت تک قیامت نہیں آئیگی میقاتا کے یہ بھی معنے ہیں کہ یوم الفصل میقات یعنی حد ہے اس عالم کے تمام ہونیکی یا وقت ہے ان چیزوں کا کہ جنکا اللہ نے وعدہ کیا ہے یا وقت ہے اجتماع خلائق اور معاملات کے فیصلہ کا۔

میقات کے لفظ میں انکے سوالات کا جواب بھی ہے کہ کیوں جلدی کرتے ہو اور کس لیے تعجب کی راہ سے پوچھتے ہو آخر ہر ایک بات کی حد بھی تو ہوتی ہے دنیا کا حادث ہونا جبکہ ان نو دلائل مذکورۂ بالا سے ثابت ہو گیا تو یہ جان لینا کچھ بھی مشکل نہیں کہ ہر حادث کی انتہا اور حد بھی ہے ایکروز یہ کارخانہ تمام بھی ہونا ہے بس وہی قیامت ہے اور وہ اس دنیا کی انتہائی حد ہے۔

(۲) یوم ینفخ فی الصور اس دن صور پھونکا جاویگا۔ پہلے صور پھونکنے سے تمام دنیا الٹ پلٹ ہو کر نیست و نابود ہو جاویگی جیسا کہ اس صور اول کے حالات بعض آیات میں آئے ہیں اور چونکہ وہ حالات اور واقعات ہولناک ہیں اس لیے آنکو بعض میں جداگانہ بیان فرماتا ہے اسکے بعد بار دیگر صور پھونکا جاویگا اور صور ایک بگل یا نرسنگی کیسی مجوف چیز ہے حضرت اسرافیل اس میں پھونکیں گے جسکی سخت آواز کی تاثیر سے عالم خراب ہوگا۔ اسکے بعد بار دیگر پھونکیں گے تو اسکی تاثیر سے تمام ارواح اپنے اپنے اجسام سے متعلق ہو جاوینگی اور اجسام گو ریزہ ریزہ ہو گئے تھے مگر وہ ریزے باقی تھے صحیح ہو جاوینگے اور ہر ایک بار دگر زندہ ہوگا اور فتاتون افواجا تم سب کے سب جوق جوق تخت رب العالمین کی طرف عدالت کیلئے آؤ گے۔ افواجا کے معنے کی قرآن مجید میں بہت جگہ تشریح آئی ہے ایک جگہ آیا ہے یوم یحشر اعداء اللہ الی النار فہم یوزعون ایک جگہ ہے واذا النفوس زوجت ایک جگہ ہے یوم ندعوا کل اناس بامامہم اور احادیث میں بھی تفصیل و تشریح بہت کچھ ہے نیکوں کی جدا جماعت ہوگی بدوں کی جدا۔ پھر نیکوں میں سے نمازیوں کی جدا۔ صدقات و خیرات دینے والوں کی جدا۔ صابروں کی جدا شاکروں کی جدا رات میں چھپ کر عبادت کرنے والوں کی جدا۔ مجاہدین کی جدا۔ اشاعت علم و دین کرنے والوں کی جدا۔

بدوں میں مشرکوں کی جدا۔ پھر مشرکوں میں سے آفتاب پرستوں کی جدا۔ اصنام پرستوں کی جدا۔ ارواح غیر مرئیہ سے مدد مانگنے والوں کی جدا توہمات پرستوں کی جدا حضرات انبیاء و اولیاء علیہم السلام کے پوجنے والوں کی جدا ملائکہ کے پوجنے والوں کی جدا۔ جنوں بھوتوں سے مدد مانگنے والوں کی جدا۔ پھر زناکاروں کی جدا لوطیوں کی جدا۔ دغابازوں جھوٹ بولنے والوں کم تولنے والوں کی جدا جماعت ہوگی ہر ایک جماعت کا نشان ہوگا اور اسپر لکھا ہوگا کہ یہ فلاں جماعت ہے۔ ہر ایک جماعت عدالت میں حاضر ہوگی اور اپنے اعمال کا بدلہ پاویگی۔

اسکے بعد صور اول کی کیفیات بیان فرماتا ہے (۳) وفتحت السماء فکانت ابوابا اور آسمان کھولے جاوینگے تو اس میں دروازے ہو جاوینگے۔ اسکے معنے میں مفسرین کے کئی قول ہیں اول یہ کہ صور پھونکنے سے آسمان میں دراڑیں پڑ جاوینگی جنکو دروازوں سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی مستحکم گول چھت گرتی ہے تو پہلے اس میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں۔ دوم یہ کہ ملائکہ کے لشکر نازل ہونیکے لیے جو دنیا کے خراب کرنیکو آئینگے آسمان میں بہت دروازے ہو جاوینگے۔ یہ دنیا کی چھت گرنے کا حال تھا جسکو سبعا شدادا سے تعبیر کیا تھا۔ اسکے بعد فرش کے اٹھائے جانے کا حال بیان فرماتا ہے (۴) وسیرت الجبال فکانت سرابا کہ پہاڑ اڑائے جاوینگے اور ریزہ ریزہ ریتے کی مانند ہو جاوینگے یہ وہ

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۝ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ۝ وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ۝ وَ

بے شک فیصلہ کا دن معین ہو چکا ہے جس دن صور پھونکا جاوے تم فوج فوج چلے آؤ اور آسمان کھولا جاوے تو دروازے ہی دروازے ہو جاویں اور

سُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝ لِّلطَّاغِينَ مَآبًا ۝ لَّابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ۝

پہاڑ اڑائے جاویں تو ریتا ہو جاویں دوزخ شریروں کی تاک ہی میں ہے انکا ٹھکانا ہونے کو پڑے رہیں گے اس میں قرنوں

لَّا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۝ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ۝ جَزَاءً وِفَاقًا ۝ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ۝

نہ وہاں کسی ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گی اور نہ کسی پینے کی چیز کا مگر گرم پانی اور زخموں کی پیپ بدلہ ملے گا پورا پورا کیونکہ وہ حساب کی توقع نہ رکھتے تھے

وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ۝ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ۝ فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ۝

اور ہماری آیتیں جھٹلاتے تھے تکرار کر اور ہم نے ہر چیز گن رکھی ہے لکھ کر پھر چکھو پھر ہم تم پر نہ بڑھاتے جاوینگے مگر عذاب

## ترکیب

كان ميقاتا الجملة خبر ان يوم الفصل اسمها۔ يوم ينفخ بدل من يوم الفصل او عطف بيان۔ الصور اما جمع الصورة فالنفخ في الصور عبارة عن نفخ الارواح في الاجساد واما هي عبارة عن قرن ينفخ فيه افواجا حال من فاعل تاتون وهي جمع فوج اے جماعات جماعات والفار في فتاتون فصيحة وفتحت معطوف على ينفخ وصيغة الماضي على تحقق الوقوع وقيل عطف على فتاتون۔ مرصادا خبر كانت والمرصاد اسم المكان الذي يرصد فيه كالمضمار للمكان الذي يضمر فيه الخيل وكذا المنهاج۔ وقيل مفعال من الرصد والمفعال من ابنية المبالغة كالمعطار على هذا ان جهنم ترصد اعداء الله وتشهق عليهم للطاغين ان قلنا ان جهنم مرصاد للكفار فقط فكان قوله للطاغين من تمام ما قبله اي جهنم كانت مرصادا للطاغين ثم قوله مآبا بدل من قوله مرصادا وان قلنا انها مرصاد للكفار والمؤمنين ثم قوله على مرصادا وكان للطاغين مآبا كلاما مبتدءًا مآبا خبر ثان لكانت للطاغين متعلق به او بمحذوف او بكانت المآب المرجع يقال آب يؤب اذا رجع۔ لابثين منصوب على الحال المقدرة من الضمير المستكن في الطاغين۔ واحقابا منصوب على الظرفية وهي جمع حقب بضمتين وهو الدهر الاحقاب الدهور وتقدير الحقب عند اهل اللغة ثمانون سنة واصل الحقب الترادف والتتابع يقال احقب اذا اردف لا يذوقون الجملة حال من الضمير في لابثين او صفة لاحقابا او مستانفة لبيان ما اشتملت عليه من انهم لا يذوقون في جهنم او في الاحقاب بردا ولا شرابا۔ برد خنکی آب یا ہوا ہے وقيل النوم والشراب الماء جزاء وفاقا اے موافقا لاعمالهم وفاقا صفة لجزاء اما على حذف المضاف اے ذا وفاق واما على المبالغة ونصب جزاء على انه مفعول مطلق من فعل محذوف قال الفراء والاخفش جازيناهم جزاء وافق اعمالهم وقال الزجاج جوزوا جزاء وفاقا۔ قال الفراء الوفاق جمع الوفق والوفق والموافق واحد انهم كانوا الجملة مستانفة وتعليل لاستحقاقهم الجزاء المذكور۔ وكل شيء منصوب على الاشتغال اي احصينا كل شيء۔ وقرئ بالرفع على انه مبتدأ وما بعده خبره كتابا في نصبه اوجه احدها انه تمييز من احصيناه والثاني انه حال اي مكتوبا في اللوح والثالث انه مصدر من معنى الاحصاء والتجوز اما في المصدر او في الفعل اذ يراد بالاحصاء والكتب الضبط

## تفسیر

اسکے بعد قیامت کے چند احوال بیان فرماتا ہے (۱) ان یوم الفصل کان میقاتا کہ فیصلے کا دن موقت و معین ہے اس وقت سے پہلے

اور حساب کا اعتقاد نہیں رکھتا تو نفس کی خواہشوں کے پورا کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتا۔ کوئی گناہ ہو اس کے نزدیک کچھ بھی بڑی بات نہیں۔ اور کسی نیک کام کی مشقت بھی سر پر نہیں رکھتا۔ باز پرس اور حساب ہی کا خیال انسان کو ہر ایک بدی سے روک دیتا ہے اور نیکی کو عمل میں لانے پر تحریک کرتا ہے۔ جن قوموں میں یہ اعتقاد نہیں وہ برائی میں کوتاہی نہیں کرتیں نیکیوں سے دور رہتی ہیں۔ عیسائیوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ہمارے تمام گناہوں کے عوض حضرت مسیح علیہ السلام کفارہ ہو گئے۔ اب ہم سے کچھ باز پرس نہیں پھر شراب خوری اور زناکاری اور عیاری کا کونسا کام ہے جو ان سے رہ گیا ہے۔

قوتِ نظریہ کا فساد اس جملہ سے ثابت کرتا ہے وکذبوا بآیٰتنا کذابا اور ہماری آیات کو عام ہے کہ آیات قرآنیہ ہوں یا آیات قدرت ہوں سب کو جھٹلایا اور خوب ہی جھٹلایا یعنی حق کے منکر اور باطل پر مصر تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ روارت و فساد میں حد سے بڑھ گئے تھے اس لیے جزاءً وفاقا کے مستحق ہوئے۔

اس کے بعد یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ ہم نے ان کی شقاوت کے اصول بیان کر دیے ورنہ جزئیات اعمال اور ہر ایک بات جو وہ کرتے تھے اور ہر ایک اعتقاد باطل جس کے وہ پابند تھے وہ بھی ہمیں سب معلوم ہیں کس لیے وکل شیء احصینٰہ کتابا کہ ہر شے کو ہم نے گھیر رکھا ہے ہر ایک چیز ہمارے احاطۂ علم میں ہے اور علم بھی کیسا کہ اس کو دفتر غیب میں لکھ رکھا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جزئیات کا علم بتفاصیلہا اخصہا وجمیعہا کیفہا وکمیہا حق سبحانہ کو حاصل ہے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح ان کے اعمال و اقوال و اعتقادات ایک ایک ہم کو معلوم ہیں اسی طرح ہر ایک کے مناسب وفتاً فوقتاً جو سزائیں ہونگی وہ بھی ہم کو معلوم ہیں اس لیے جزاء وفاق دیا جانا صحیح بات ہے گویا اس جزاء وفاق کی یہ بھی ایک دلیل ہے جس میں ضمناً منکروں کے شبہ کا بھی رد ہے کہ خدا کو ہمارے ہر روز کے کام اور خیالات کیونکر معلوم ہیں۔ اور معلوم ہیں تو اس وقت کیونکر یاد رہیں گے۔ پھر جب یہ نہیں تو جزاء وفاق کا دعویٰ غلط ہے۔ خلاصۂ جواب یہ ہے کہ ہم کو ہر شے معلوم ہے اور معلوم بھی کس طرح کہ ہم نے اس کا احصا کر لیا ہے جو کمالِ علمی اور علم کا اعلیٰ مرتبہ ہے اور احصار بھی اس قسم کا ہے کہ وہ دفترِ غیب میں درج ہے جہاں نسیان و ذہول کا گذر بھی ممکن نہیں۔ وہ کچھ ایسا لکھنا نہیں کہ جیسا دنیا کے دفتروں میں قلم سے کاغذ پر لکھا جاتا ہے جس میں تلف ہو جانے کا خطرہ باقی رہتا ہے بلکہ وہ ایک ثبوت علمی ہے اور عالمِ غیب میں چھپ جاتا اور نقش ہو جاتا ہے اور وہ لوح علمی ہمیشہ اس کے حضور میں رہتی ہے۔

جب یہ ہے تو ہر ایک عمل بد اور قولِ بد اور اعتقادِ فاسد پر ہم وقتاً فوقتاً ایک سزا اس کے مناسب دینگے فلن نزیدکم الا عذابا اور یہ بھی ہے کہ جوں جوں بیمار کا زمانۂ مرض دراز ہوتا جاتا ہے تکلیف پر تکلیف بڑھتی جاتی ہے۔ اسی طرح جہنمیوں کے عذاب کی کیفیت ہو گی۔ لمحہ بہ لمحہ عذاب اور دکھ بڑھتا جاوے گا۔ اور اس میں اس طرف بھی تعریض ہے کہ اے منکر و بدکار جس طرح باوجود پند و نصیحت کے تم دم بدم سرکشی اور بدی میں بڑھتے جاتے ہو آگے ہی پاؤں رکھتے ہو پیچھے نہیں ہٹتے تھے اسی طرح تمہیں دم بدم عذاب زیادہ ہوتا جاویگا کس لیے کہ ہم کہہ چکے ہیں جزاءً وفاقا اعمال کے موافق جزا دیجاویگی۔ فلن نزیدکم حرف کے ساتھ کلام صادر ہوا گویا اسی تمام کلام سابق کو مدلل کر کے نتیجے کے طور پر ثابت کر دیا یہ کمال بلاغت ہے۔

پہاڑ تھے جو زمین کی میخیں تھیں پھر جب وہ نہ رہے تو زمین کہاں؟ ان دونوں کے ضمن میں باقی اور چیزوں کی فنا بھی بیان ہو گئی۔ کس لیے کہ جب آسمان و زمین نہ رہیں گے تو اُنکے اندر رہنے والے کہاں؟

اس کے بعد پھر صور دوم کے بعد کے حالات بیان فرماتا ہے جو دربار الٰہی میں پیش ہونیکے بعد ظاہر ہونگے سب سے اول بدوں کے حالات بیان فرماتا ہے جو دنیا میں اُس دن کو بھول بیٹھے تھے اور شہوات و لذات میں فریفتہ ہو کر حق سبحانہ سے باغی ہو گئے تھے اب دربار الٰہی اور عدالت ربانی سے اُنکے لیے کیا حکم ہوتا ہے! فقال (۵) ان جہنم کانت مرصاداً للطاغین مآباً کہ جہنم سرکشوں یعنی بدکاروں مشرکوں کافروں کی تاک میں ہوگی منتظر ہوگی کہ کب میرے منہ کا لقمہ ہوتے ہیں آخر اُس میں ڈالے جاوینگے اور یہی ان کا ٹھکانا ہوگا۔ اور ٹھکانا بھی ایک دو گھڑی کے لیے نہیں بلکہ (۶) لابثین فیہا احقاباً۔ سالہائے دراز اور قرنوں اور مدتوں اس میں جلیں گے۔ کافر و مشرک تو ابدالآباد وہاں رہینگے اور ایماندار گنہگار ایک زمانے کے بعد نکل آئیں گے۔ افسوس حیات دنیا تو چند روزہ تھی دس بیس پچاس ساٹھ ستر اسی۔ سو دو سو برس جہان لذات و شہوات کے مزے اُڑائے تھے۔ اُس کے بدلے یہاں ہزاروں لاکھوں برس بلا میں مبتلا ہونا پڑا۔ کیا بُرا سودا کیا۔ اور کیا بُری کمائی کر کے آئے گھڑی دو گھڑی کے ایسے مزے پر ٹھپکار جسکے بدلے برسوں گوناگوں عذاب اور تکالیف بھگتنی پڑیں کوئی عاقل ایسا نہیں کریگا مگر اس جہان میں غفلت اور شیطانی تخیلات کے پردے عقلوں پر پڑے ہوئے ہیں جنکے اُٹھانے کو حضرات انبیاء علیہم السلام دنیا میں آئے اور کتاب الٰہی ساتھ لائے۔

پھر اس جہنم میں کیا ہوگا؟ (۷) لا یذوقون فیہا برداً ولا شراباً الا حمیماً وغساقاً کہ ہاں ان بدبختوں کو کوئی ٹھنڈک میسر نہ آئیگی۔ نہ ٹھنڈا پانی نہ سرد ہوا نہ سرد مکان نہ سرد لباس نہ سرد کھانے نہ ٹھنڈک دینے والی چیزیں آنکھوں کے سامنے ہونگی۔

بعض علماء فرماتے ہیں برد سے مراد نیند ہے۔ عرب میں برد کا اطلاق نوم پر بھی ہوتا ہے کہ اس مصیبت میں انکو نیند نہ آویگی۔ اور استعارہ کے طور پر چکھنے کی نفی کر کے یہ بتلا دیا کہ ذرا بھی ٹھنڈک میسر نہ آئیگی دل بھر کر تو کجا۔ نہ بدن کی ٹھنڈک نہ دل کی ٹھنڈک نہ آنکھوں کی ٹھنڈک نہ کانوں کی۔ لفظ کو عام رکھنا بہتر ہے اور شراب سے مراد پانی ہے کہ اور تو کیا جو دنیا میں ہلکی چیز ہے یعنی پانی جو قیدی اور خونی کو بھی پلا دیا جاتا ہے وہاں انکو وہ بھی نصیب نہ ہوگا بلکہ اس کے بدلے الا حمیماً کھولتا ہوا پانی جو منہ جھلس دے وہ ملیگا اور کھانے کو وغساقاً جہنمیوں کے زخموں کی پیپ حمیم اور غساق کے معنے میں مفسرین نے بہت کچھ کلام کیا ہے۔

اور یہ کس لیئے جزاءً وفاقاً یہ ان کا پورا بدلہ ہوگا۔ شہوت و حب جاہ و مال کی آگ جو دل میں بھڑکا کرتی تھی وہی تو یہ آگ ہے۔ اب اس سزا اور کامل جزا کے مستحق ہونے کی وجہ بیان فرماتا ہے کہ ان کو یہ سزا کیوں دیگئی فقال انہم کانوا لا یرجون حساباً کہ وہ حساب کی توقع نہ رکھتے تھے واضح ہو کہ نفس انسانیہ کو دو قوتیں عطا ہوئی ہیں۔

**اول** قوت نظریہ کہ حقیقت الامر کو ٹھیک ٹھیک دریافت کرے۔

دوسری قوت عملیہ کہ اس صحیح دریافت کے موجب عمل بھی کرے۔ جنکی یہ دونوں قوتیں درست ہیں وہ سعادتمند ہیں اور جنکی یہ دونوں قوتیں فاسد ہیں وہ شقی ہیں۔ سو ان کفار کی قوت عملیہ کا فاسد ہونا تو اس جملہ سے بیان فرما دیا اور اسی لیے کسی گناہ کا نام نہیں لیا کہ اسکی وجہ سے ان کو یہ دن نصیب ہوا حالانکہ بہت سے گناہ تھے بلکہ عموماً قوت عملیہ کا فساد ظاہر فرمایا اور وہ اس لیے کہ انسان جب اپنے اعمال پر بازپرس

کچھ بھی شبہ نہ کرنا چاہیئے متقی لغت میں بچنے والے کو کہتے ہیں جو بری چیزوں سے بچے اور جنکا حکم ہے انکو کرے۔ پھر تقوے کے چند مراتب ہیں۔ اول مرتبہ توحید اور ایمان ہے۔ اس مرتبہ میں ہر مومن متقی ہے۔ گو وہ گناہگار ہی کیوں نہو۔ دوم مرتبہ ایمان کے بعد اعمال صالحہ کو عمل میں لانا برے افعال سے بچنا۔ اس مرتبہ میں گناہگار ایمان دار کو متقی نکہا جاوے گا جب تک کہ کبائر سے نہ بچے اور فرائض و واجبات کا پابند نہو۔ تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ ماسوی اللہ کی محبت اسکے دلپر نہو یہ اولیاء اللہ کا مرتبہ ہے اور تقوی کا انتہا درجہ ہے کہ ماسوا اللہ کوئی چیز ان کے قلوب صافیہ تک نہیں پہونچتی وہ اس کے سوا سب سے بچتے ہیں۔ قرآن مجید میں لفظ متقی کو مطلق رکھا ہے کیا عجب ہے کہ اسکی رحمت گناہگار ایمانداروں کو بھی مفاز یعنی کامیابی سے محروم نہ رکھے۔

جس طرح متقی میں اطلاق تھا اسی طرح مفازا میں بھی کوئی تخصیص نہیں بلکہ ہر قسم کی کامیابی مراد ہے روحانی ہو یا جسمانی۔ لیکن بندوں کی عام رغبتیں ان چند چیزوں کی طرف زیادہ ہوتی ہیں اس لیے اس کامیابی کے خزانے میں سے ان چند جواہر کو بیان فرماتا ہے فقال حدائق باغ رہنے کو ملیں گے۔ زبان عرب میں حدیقہ اس باغ کو کہتے ہیں جسکی چاردیواری ہو اور ہم جلیسوں اور یاروں کے ساتھ اسی میں رہنے سے لطف بھی ہوتا ہے۔ وہ باغ ہیں جو دنیا میں توحید و ایمان سے لگائے تھے اور اعمال صالحہ سے سینچے گئے تھے اور معارف سے آراستہ کیے گئے تھے۔ یہ لفظ بھی عام تھا باغ کہنے میں جو کچھ چیزیں باغوں میں ہوتی ہیں۔ سبھی آگئی تھیں پر کوئی یہ نہ سمجھے کہ ان باغوں میں شاید وہ چیزیں نہوں جو ہمکو مرغوب ہوتی ہیں اور نئی قسم کی چیزیں ہوں۔ دنیا میں اقالیم کے لحاظ سے باغوں کا مختلف حال ہوتا ہے چہ جائیکہ دوسرے جہاں کے باغ اس لیئے اپنی مہربانی سے اس خطرہ کو بھی دور کرتا ہے اور ان باغوں میں جو دل پسند چیزیں ہونگی انکا ذکر فرماتا ہے فقال و اعنابا کہ وہاں انگور بھی بکثرت اور عمدہ ہونگے۔ انگور ایک ایسا میوہ ہے جو غذا کا کام بھی دیسکتا ہے اور اس سے شراب بنتی ہے اور سرسبز باغ میں انگور ٹٹیوں پر ہوتا ہے اسکا سایہ اور بھی لطف دیتا ہے اس عمدہ باغ میں جہاں کھانے پینے کے یہ سامان ہوں اگر یار و ہم نشین نہوں تو کچھ بھی لطف نہیں اس لیئے فرماتا ہے وکواعب اترابا کہ وہاں نوجوان عورتیں بھی ہونگی جنکی جوانی کی پستان ابھی ابھری ہونگی یہ نوعمری اور سادگی معشوقوں میں اور بھی لطف تازہ کرتی ہے۔ پھر انکی نوعمری اور نئی جوانی کے ساتھ اگر اہل جنت بڑی عمر کے ہوں تو بھی لطف نہو انسان اپنے ہم عمروں سے رغبت کیا کرتا ہے اور وہیں اسکا دل کھلتا ہے نوجوان لڑکی بوڑھے مرد سے کبھی لطف صحبت نہیں پاتی۔ اس لیئے اترابا کا لفظ بھی ارشاد فرمادیا کہ یہ متقی بھی انکے ہم سن یعنی نوجوان ہونگے۔ پھر یہ سب کچھ ہو اور دل میں حجاب ہو اور چہچلے اور اچھل کود نہو تو سوئی سوئی سی صحبت رہتی ہے اس لیئے اس کا بھی سامان کردیا جائیگا وکاسا دہاقا کہ جام شراب کے دور چلیں گے جن سے ایک فرحت و سرور تازہ ہوگا۔ دہاق کے معنے بھرے ہوئے کے بھی ہیں یعنی لبریز پیالے اس سے اور بھی لطف ہوتا ہے اور پے در پے کے بھی معنے ہیں کہ یکے بعد دیگرے اس جام کا تسلسل جاری رہیگا۔ یہ وہ شراب محبت الٰہی ہے جو دنیا میں ساقی کوثر کے میخانے سے عطا ہوئی تھی۔

شراب کے ساتھ اگر اسکی خرابیاں بھی ہوں جیسا کہ دنیا کی شراب میں ہوتی ہیں بیہوشی اور دردسر اور اہل مجلس کی بیہودہ بکواس یا مارپیٹ تو کچھ بھی مزہ نہیں اس لیئے فرماتا ہے لایسمعون فیہا لغوا ولا کذابا کہ وہاں ایذا اور مارپیٹ تو کیا کوئی لغو بات بھی سننے میں نہ آئیگی اور نہ جھوٹی بات نہ کوئی دل کو رنج دینے والی بات کہ اسکو کوئی جھٹلاوے اور رنج ہو۔ اس میں اشارہ ہے کہ علم و ادراک اور اخلاق پر کوئی برا اثر پیدا نہوگا

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ۝ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ۝ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ۝ وَكَأْسًا دِهَاقًا ۝ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ۝

ضرور پرہیزگاروں کو کامیابی ہے باغ ہیں اور انگور اور نوجوان عورتیں ہم عمریں اور پیالہ چھلکتا ہوا نہ وہاں بیہودہ بات سنیں گے اور نہ تکرار

جَزَاءً مِنْ رَبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ۝ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَٰنِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ۝

بدلہ دیا جاوے گا تیرے رب کی طرف سے گن گن کر جو رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور اس کے اندر کی سب چیزوں کا جو بڑا کرم کرنے والا ہے مقدور نہیں کہ کوئی اس سے بات کر سکے

## ترکیب

مفازا اسم ان وللمتقین خبرہا والمفاز مصدر میمی بمعنی الفوز والظفر بالمطلوب والنجاة من الہلاک ولذا اطلق المفازة علی الفلاة تفاؤلا بالخلاص منہا وقیل الفوز النجاة والہلاک ایضا فاطلاق المفازة علی الفلاة حقیقی حدائق بدل من مفازا بدل الاشتمال او بدل الکل علی طریق المبالغة وہی جمع حدیقة وہی کل بستان محوط علیہ من قولہم احدقوا بہ ای احاطوا بہ وکذا اعنابا معطوف علی حدائق وہی جمع عنب دانگور وکواعب عطف علی اعنابا وہی جمع کاعبة وہی الناہدة التی تکعبت ثدیہا ای استدارت مع ارتفاع اترابا صفة کواعب وہی جمع ترب بالکسر ہمزاد یقال ہذہ تربہ وہن اتراب صراح وکاسا موصوف دہاقا صفتہ عطف علی کواعب الکاس جام با شراب مؤنث جمعہ کؤوس واذا لم تکن فیہا خمر فلیس بکاس دہاق بالکسر جام پر و باق پر کردن جام را و بر ریختن آب را صراح لا یسمعون الجملة حال من الضمیر فی خبر ان ویجوز ان یکون مستانفا والضمیر فی فیہا یرجع الی الکاس ای لا یجری بینہم لغو فی الکاس التی یشربونہا بخلاف کاس الدنیا وقیل یرجع الی الجنة ای لا یسمعون فی الجنة ما یکرہونہ کذابا بالتخفیف ای کذبا وبالتشدید ای تکذیبا من واحد لغیرہ بخلاف ما یقع فی الدنیا عند شرب الخمر جزاء منصوب علی انہ مصدر ای جازاہم جزاء من ربک صفة عطاء بدل منہ حسابا مصدر اقیم مقام الوصف او باق علی مصدریتہ مبالغة او ہو علی حذف مضاف وفی معناہ کلام طویل قیل معناہ کافیا ماخوذ من قولہم اعطانی ما احسبنی ای ما کفانی وقیل معناہ بقدر ما وجب لہ فیما وعدہ من الاضعاف ماخوذ من قولہم حسبت الشیء اذا اعددتہ وقدرتہ وقیل معناہ کثیرا والاول ارجح وفی القاموس حسبک درہم کفاک وشیء حساب کاف ومنہ عطاء حسابا رب السموات الخ بالرفع علی الابتداء وفی خبرہ وجہان احدہما الرحمن فیکون ما بعدہ خبرا آخر او مستانفا والثانی الرحمن نعتہ ولا یملکون الخبر ویجوز ان یکون رب خبر مبتدأ محذوف ای ہو رب السموات الرحمن وما بعدہ مبتدأ وخبر ویقرأ رب والرحمن بالجر بدلا من ربک لا یملکون الجملة مستانفة لما اقتضتہ الربوبیة والالوہیة من العظمة والکبریاء

## تفسیر

دار آخرت میں اشرار و بدکاروں کی جو حالت ہوگی اس کو بیان کرکے ابرار و صلحا کا حال بیان فرماتا ہے تاکہ بیان پورا ہو جاوے یا یوں کہو کہ بدکاروں کے حق میں بیان فرمایا تھا کہ ان کو عذاب دم بدم زیادہ ہوگا۔ اسکی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پرہیزگاروں کو جو ہر دن نئے عیش و کامرانی میں دیکھیں گے اور بھی دل جلیں گے گویا یہ روحانی عذاب ہوگا اس لئے پرہیزگاروں کا حال بیان فرماتا ہے فقال ان للمتقین مفازا کہ ضرور بالضرور پرہیزگاروں کو وہاں ہر طرح کی کامیابی اور سعادت اور حیات جاودانی اور کامرانی حاصل ہے آہیں

لہ فلاة صحرا خالی از آب و حورش ۱۲ منہ ؎ وہ باغ جسکی دیوار ہو ۱۲ منہ ؎ یعنی پستان ابھری ہوئی ہوں ۱۲ منہ ؎ ہم سن اور ہم عمر ۱۲ منہ

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ ذٰلِكَ الْيَوْمُ

جسدن کہ کھڑی ہو روح اور فرشتے صف باندھکر کوئی نہیں بولے گا مگر وہ کہ جسکو رحمن نے اجازت دی اور اسنے بات بھی ٹھیک کہی ہو وہ دن

الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ

برحق ہے پھر جو چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنا رکھے ہمنے تم کو ایک پاس کے عذاب سے مطلع کر دیا ہے جس دن کہ انسان آپ دیکھ لیگا کہ اسنے کیا کچھ آگے بھیجا تھا

وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝

اور کافر کہے گا ہائے کاش میں خاک ہوتا

## ترکیب

یوم منصوب بلا یملکون او بلا یتکلمون صفا حال ای صافین او مصدر ای یصفون صفا والجملۃ مستانفۃ او حالیۃ الا من استثناء من فاعل لا یتکلمون ای لا یتکلم احد الا الماذون من الرحمن فالاستثناء متصل وقال معطوف علی قولہ اذن ذلک مبتدا الیوم الحق خبرہ الی ربہ مآبا الی متعلقۃ بمآبا قدم علیہ اہتماما ورعایۃ للفواصل فمن شاء المفعول محذوف شرط اتخذ جوابہ یوم ینظر یوم منصوب علی انہ بدل من عذابا او ظرف لمضمر ہو صفۃ لہ ای عذابا کائنا یوم ینظر المرء ما موصولۃ قدمت یداہ صلتہ والعائد محذوف والصلۃ والموصول المجموع منصوب محلا علی انہ مفعول ینظر والمرء فاعلہ ویقول معطوف علی ینظر

## تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ اُس سے کوئی کلام نہیں کر سکتا اُسکی ہیبت و جلال کبریائی کی وجہ سے اب اسبات کی اور بھی تشریح کرتا ہے کہ یہ کس روز کا واقعہ ہے اور اُسدن کی کیا کیفیت ہوگی فقال یوم یقوم الروح والملئکۃ صفا کہ جس روز روح اور فرشتے پرا باندھے کھڑے ہونگے یعنی دربار کا وقت ہوگا اور ہیبت و جلال کبریائی سے ہر ایک کا دل لرزتا ہوگا تو اُس روز لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمن وقال صوابا کہ وہ روح اور ملائکہ جو خدمت میں صف باندھے کھڑے ہونگے بات نکرینگے ہیبت و خوف کے سبب مگر ان میں سے وہی کلام کریگا جسکو رحمن کلام کرنیکی اجازت دیگا اور اجازت پاکر بھی وہ واہی تباہی باتیں نکریگا بلکہ ٹھیک ٹھیک ادب و قاعدے کو ملحوظ رکھکر یا یہ معنی کہ وہی کلام کریگا یعنی شفاعت اُسی کے لیے کرینگے کہ جسکے حق میں اجازت خدا تعالیٰ نے دی ہوگی اور حال یہ ہوگا کہ وہ شخص کہ جسکے لیے شفاعت کی اجازت ہوگی وہ شخص ہوگا کہ جسنے دنیا میں ٹھیک بات کہی ہوگی اور وہ صحیح بات کیا ہے نیکی کا حکم اور بدی سے ممانعت یا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ قول صواب ہے یعنی مومن کے حق میں کلام کرنیکی اجازت پاکر بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یتکلمون کا فاعل روح اور ملائکہ ہی نہیں بلکہ سب زمین و آسمان کے رہنے والے یعنی سب آسمان و زمین کے رہنے والے ہیبت الٰہی کے باعث بات نکر سکینگے صرف وہی بات کریگا جسکو اجازت ہوگی اور وہ بھی ایسی بات بھی غلط اور بیقاعدہ نکر سکے گا یعنی شفاعت میں کسی کافر و مشرک کی بابت لب کشائی نکر سکیگا اُسی طرح اگر وہ کسیکی گواہی میں اجازت پاکر بولیگا تو کچھ رو رعایت نکریگا نہ کمی زیادتی جو بات ٹھیک ہے اُسی قدر کہے گا۔

ان آیات میں اُن مذاہب باطلہ کا کس خوبی کے ساتھ بطلان ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے عہد میں تھے اور کچھ اب بھی ہیں اور انکے مذاہب بڑے غلط خیالات پر مبنی تھے عرب کے بعض مقامات پر عیسوی مذہب کی حکومت تھی وہ یہی کہتے تھے اور اب بھی کہتے ہیں کہ بنی آدم کے تمام گناہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ذمے لے گئے اور انکے عوض آپ تین روز جہنم میں رہنے کی سزا پائی

یہ دنیا کی شراب محبت الٰہی کا ظہور ہے جسکے نشے میں احوال و مقامات کے ابکار اور اُنکے ثمرات کے پھل کھاتے اور وقار و تہذیب کو عمل میں لاتے تھے۔ دنیا کی شراب اور یہاں کی اور نعمتوں اور آخرت کی شراب اور وہاں کی نعمتوں میں شرکت اسمی ہے ورنہ اُنکی حقیقت اور اُنکی اور چہ نسبت خاک را با عالم پاک" یہاں کی فانی اور ظلمانی چیزوں پر نام کی شرکت سے وہاں کی چیزوں کا قیاس کر کے اعتراض کرنا بے فہمی ہے اس لیئے فرماتا ہے جزاء من ربک کہ یہ سب نعمتیں بدلہ ہیں بندوں کے اعمال و عقائد و معارف کا تیرے رب کیطرف سے۔ اس میں اسطرف اشارہ ہے کہ جو یہاں بوئے گا وہی وہاں کاٹے گا جیسا کریگا ویسا پاویگا بغیر تقوی اختیار کیئے اُن نعمتوں کی ہوس کرنا اور اپنی اضافی نسبتوں کو وسیلہ سمجھنا کہ ہم فلاں کی اولاد فلاں کے شاگرد فلاں کے مرید ہیں کچھ مفید نہیں اب دنیا میں متقی بننے کی راہیں کھلی ہوئی ہیں۔ کوشش کرو اور تقوے کا سرمایہ حاصل کرو۔ جزاء کو رب کی طرف کہنے میں اسطرف اشارہ ہے کہ گو اعمال کی جزا ہے مگر جزا بھی کسی تنگ دل تنگ حوصلہ شخص کیطرف سے نہیں بلکہ اے محمد صلعم تیرے رب یعنی پرورش کرنیوالے کیطرف سے جسکی بخشش اور جود کے دریا رواں ہیں جو ایک ذرا سے کام کے بدلے میں سیکڑوں حصہ بڑھکر دیگا اور اس دنیا کی چندروزہ کوشش میں نعماء باقیہ صافیہ عطا فرماویگا اس لیئے فرماتا ہے عطاء کہ یہ سب کچھ گو جزا یا اعمال کے بدلے میں ہے مگر اسقدر اور ایسی چیزیں درحقیقت عطا یعنی بخشش ہے اور بخشش بھی کیسی حسابا کافی اور پوری اور بہت کچھ اور یہ اس لیئے کہ یہ انعام و افضال اُسکی طرف سے ہیں جو رب السموات والارض وما بینہما آسمانوں اور زمین اور اُنکے اندر کی چیزوں کا پرورش کرنیوالا ہے۔ ہر ایک چیز کو بغور دیکھے تو اُس کے وجود اور ذات اور اُسکے بقا میں سینکڑوں عنایات ہیں بغیر کسی سابقہ واسطہ یا عمل کے۔ درختوں کو پتے عطا فرمائے اُنکی جڑوں میں زمین سے غذا حاصل کرنیکی قوت دی پھر رنگا رنگ کے پھول دیئے جو نہایت خوشنما ہیں جنکے نقل کرنے میں بڑے بڑے صناع اور کاریگر نقاش حیران ہیں۔ پھر جب اس عالم میں بے کسی عمل اور کوشش کے اُس نے ہر ایک شے پر یہ عطا و فضل کیا تو اس جہان میں اُسکی عطا کا کیا ٹھکانا ہے جس کے لیئے ذرا سا عمل کا ہی بہانہ ہے۔

اب یہ شبہہ کرنا کہ نعماء آخرت کو جزاء کہنا جو بدلہ ہوتا ہے اور پھر اوس کو عطاء کہنا جو بے بدل ہوتی تعارض ہے محض کم فہمی ہے جزاء اور لحاظ سے ہے تو عطا اور لحاظ سے۔

رب السموات الخ کے بعد وہی صفت جود کا اظہار کرتا ہے الرحمٰن کہ وہ عطا کس کی طرف سے ہے؟ رحمٰن کی طرف سے جسکی رحمت کا کچھ حساب نہیں۔ ہر ذرہ پر بے شمار رحمتیں ہیں جن کا کسیکو بھی استحقاق نہیں لایملکون منہ خطابا اور کوئی اپنے استحقاق کی بابت اُس سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتا جس کو جو کچھ دیا محض فضل ہی فضل ہے جسکو نہیں دیا وہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ چیز مجھے کیوں نہیں دی کیونکہ اسکو کسیکا دینا نہیں آتا جو وہ اپنا حق جتلاوے اور گلہ کرے۔ ف ابن عباس فرماتے ہیں کہ لایملکون کی ضمیر کفار کی طرف پھرتی ہے کہ کفار قیامت میں اُس سے کچھ کلام نکر سکیں گے یعنی متقیوں پر رحمٰن ہوگا اُنکو شرف کلام حاصل ہوگا مگر یہ نعمتیں دیکھ کر کفار کو اُسکی ہیبت و جبروت دیکھکر کلام کرنیکی قدرت نہوگی۔ مگر اول معنی بہت ٹھیک ہیں اور اس جملہ سے شفاعت کا انکار نہیں ثابت ہوتا کس لیئے نفی جو ہے تو استحقاق جتلانے میں کلام کرنیکی ہے اور شفاعت میں استحقاق نہیں جتلایا جاتا بلکہ وہ بھی فضل و کرم پر موقوف ہے اور فضل و کرم کا دروازہ بڑا وسیع ہے ہر مؤمن اُس سے وہاں کلام کریگا بلکہ عذر و معذرت کیلیئے کفار بھی کلام کرینگے صرف نفی کلام استحقاقی کی ہے۔ حاصل یہ کہ رحمٰن بھی ہے اور اُسکے ساتھ یہ ہیبت و جبروت بھی ہے کہ کوئی بات نہیں کر سکتا بے اذن اُسکے۔

ہدایت اور گمراہی کا رستہ بتا کر اور آنیوالے دن کی مصیبت جتا کر پھر اپنے بندوں پر حجت تمام کرتا ہے فقال انا انذرنٰکم عذابًا قریبًا کہ ہم نے تو اے
بنی آدم تمکو بہت نزدیک کی مصیبت سے خبردار کر دیا ہے قیامت کا دن گو ابھی دور ہے مگر آنیوالی چیز گو دور ہو بہت ہی قریب ہے اور نیز عقلمند
ہزار کوس دور کی مصیبت کو قریب ہی سمجھتا ہے اور دنیا کی زندگی بہت ہی بے ثبات ہے موت بہت ہی قریب ہے اور موت اس دن کا دروازہ ہے
اس لیے مرکر جو کچھ انسان کو پیش آنیوالا ہے وہ بہت ہی قریب ہے کس لیے کہ مرکر انسان کے برے کام کی ظلمت جو نفس پر غالب تھی ہولناک صورتوں
میں پیش آتی ہے اور ایمانداروں کا ایمان اور نیک کاموں کی روشنی عمدہ صورتوں میں ظہور کرتی ہے اس جہان میں نفس ادراکات و تصرفات میں مصروف ہے
اس لیے وہ صورتیں اور وہ آثار جو اسکے نیک و بد اعمال کا ظہور عالم مثالی میں متشکل ہو رہا ہے اسکو دکھائی نہیں دیتا لیکن جب مریگا اور نفس ان
شواغل سے فارغ ہوجاویگا تو اس روز سب کچھ دیکھیگا یوم ینظر المرء ما قدمت یداہ اس روز انسان دیکھ لیگا کہ اسنے کیا کرکے آگے بھیجا تھا اور کیا کیا کام
نیک و بد کیے تھے وہ سب عالم مثالی میں اپنی اپنی مناسب صورتوں میں اسکو نظر آوینگی ما قدمت یداہ کے لفظی معنی ہیں کہ کیا اسکے دونوں ہاتھوں نے آگے
بھیجا تھا اسکو دیکھ لیگا اس سے مراد اسکی کوشش ہے مگر ہاتھ دنیا میں ہر کام کا ذریعہ ہیں اس لیے ہاتھوں کی طرف منسوب کرنا ایک محاورہ ہے۔
پھر جب وہ پردہ کھل جاویگا اور کافر اپنے کفر اور بداعمال کو ہیبتناک صورتوں میں دیکھے گا کہ اسکے ہلاک کرنے پر تیار ہیں اور کوئی ٹھکانا اور پناہ نہ پاویگا تو یقول
الکافر وہ کافر کہیگا یا لیتنی کنت ترابًا کہ اے کاش میں خاک ہوا ہوتا یا خاک ہوجاتا اور انسان نہ پیدا ہوتا جو آج اس مصیبت کو نہ دیکھنا پڑتا اور جیسے کوئی گناہ نہ ہوتا
انسان کے جسم کی اصل خاک ہے کیونکہ غذاؤں سے نطفہ بنا اور غذائیں خاکی چیزوں سے بنیں تو ایسے وقت اپنی اصل حالت کی آرزو کریگا کہ کاش میں خاک
ہی رہتا انسان نہ بنایا گیا ہوتا۔ نہ پھر پھر کر انسان بنے اور یہ مصائب دیکھنے میں آئے اور اپنے جسم کا مآل کار بھی انسان خاک ہی دیکھتا ہے
کہ مرکر سب کچھ خاک ہوجاتا ہے اس جہان میں روح کے زندہ و باقی ہونے سے جب یہ بلائیں دیکھیگا تو آرزو کریگا کہ ہائے کاش خاک ہوجاتا روح باقی نہ رہتی۔
عبد بن حمید و ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن المنذر و بیہقی نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ حیوانات کا حساب لیکر
نیک و بد کا بدلہ دیکر حکم دیگا کہ سب خاک ہوجاؤ وہ سب خاک اور نیست ہوجاوینگے اس وقت کافر آرزو کریگا کہ ہائے کاش میں بھی خاک ہوجاتا زندہ
نہ رہتا۔ ابتدا خاک تھی اور انتہا بھی خاک ہے ہر اعتبار سے آرزو خاک بنجانے یا ہونیکی کریگا۔

ف بعض صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ کافر کے اس قول سے کہ کاش میں خاک ہوتا یہ مراد ہے کہ کاش دنیا میں خاک ہوتا تکبر و غرور نکرتا خاکسار
بنکر احکام الٰہی مانتا بعض فرماتے ہیں کہ کافر سے مراد خاص ابلیس ہے کہ وہی سب کافروں کا پیر و مرشد ہے جب وہ حضرت آدم اور انکی نسل کو
جو خاک سے پیدا ہوئے ہیں دیکھیگا کہ حق سبحانہ نے ان کو کیا کیا عزت بخشی تب آرزو کرے گا کہ کاش میں بھی خاک سے پیدا ہوتا آگ سے نہ بنتا
جس پر میں نے فخر کیا تھا خلقتنی من نار و خلقتہ من طین۔

ف واضح ہو کہ کافر کا حال بیان فرمایا مؤمن گنہگار کا ذکر نہیں کیا۔ اس لیے کہ مؤمن کے اعمال بد نے گو اس میں تاریکی پیدا کر دی تھی لیکن
اسکے ایمان اور اعتقاد صحیح نے بھی اس میں ایک بڑی نورانی ہیئت پیدا کر دی ہے۔ کشاکش کے بعد انجام کار نور ایمان ظلمت اعمال بد پر غلبہ
پاویگا اور وہ ہیئت ظلمانیہ گھٹا کی طرح پھٹ جاویگی جب کہ آفتاب ایمان کا نور چمکے گا اس لیے وہ بھی انجام کار نجات پاوینگے برخلاف کافر کے
کہ وہاں نور کا نام بھی نہیں۔ اللھم نورنا بنور الایمان والعرفان

پس اب قیامت میں بازپرس اعمال کا تو کھٹکا ہی نہیں صرف مسیح علیہ السلام پر ایمان لانا یعنی اُنکو خدا اور خدا کا بیٹا الغرض کر لینا کافی ہوگا پھر اُسی روز حضرت مسیح علیہ السلام کے تو تمام کارخانہ ہاتھ ہی میں ہوگا وہ اپنے بندوں کو جنت میں لیجاوینگے اور وہ سب خدا کے دہنے ہاتھ کی سیدھ پر جا بیٹھیں گے اب جو چاہو کرو مشقت عمل اور قید حلال و حرام بیکار ہے اس عقیدہ کا بطلان کر دیا گیا کہ وہاں اُسکے برابر کون کرسی پر بیٹھ سکتا ہے وہ روح جسکو تم روح القدس کہتے ہو اور جسکو الوہیت کا ایک اقنوم قرار دیتے ہو اور حضرت مسیح کی تائید ان سے ہوا کرتی تھی وہ بھی اور فرشتوں کے ساتھ باادب صف بستہ کھڑے ہونگے بغیر اجازت کے بات بھی نہ کر سکیں گے اور سفارش کرینگے تو اُسکی کہ جسنے حق بات دنیا میں کہی نہ اُسکی کہ جسنے کفر بکا اور خدا تعالیٰ کی ذات بیچون و بیچگوں کے حصے بخرے کر ڈالے ہوں اور اقنوم قرار دیئے ہوں۔ اور اسی لیئے روح کا ذکر اس آیت میں آیا۔ اِس سے روح حیوانی یا انسانی یا نباتی یا جبرئیل علیہ السلام مراد نہیں بلکہ روح اعظم جو ایک اور دوسری چیز ہے یعنی سب فرشتوں سے بڑا فرشتہ (ابن عباس) ادھر مشرکین عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ حضرات ملائکہ اور انبیاء و صلحاء اور دیگر اوہام کو بھی اس غرض سے پوجتے تھے کہ انکا ہی اُسکے گھر کا مختار سمجھتے تھے دنیا میں تمام حاجات کے پورا کرنیکا ان ہی کو سبب کہتے تھے اور اسی لیئے انکی خوشنودی اور تقرب کے لیئے انکی نذر و نیاز کرتے تھے اڑے وقت انکے نام کی دہائی دیتے تھے المدد المدد پکارتے تھے اور آخرت میں انکو اپنی بخشش کا وسیلہ جانتے تھے اور بہت تو آخرت کے قائل ہی نہ تھے اِس خیال کا بطلان بھی ان آیات میں کر دیا گیا کہ تمام آسمان و زمین کے رہنے والے باادب کھڑے ہونگے کسیکو لب ہلانے کی قدرت نہوگی مگر اجازت پاکر سفارش بھی کرینگے تو اُسی کی کہ جسنے حق بات دنیا میں بولی تھی توحید و رسالت کا اقرار کیا تھا نہ خدا کے دشمنوں باغیوں سرکشوں کی۔ اسی کے قریب قریب دنیا کے تمام مذاہب کے تراشیدہ خیالات عالم آخرت کے باب میں ہر جنمیں حق سبحانہ کی تنقیص ہے اور انکے خیالی معبودوں کی عظمت ہے اور اسی طرح جو کچھ ان لوگوں کو شہادت کی بابت گمان ہے کہ ہمارے حق میں مفید شہادت دینگے یہی غلط کسیلیئے کہ وہ سچ اور حق بات کہیں گے خواہ مفید ہو یا مضر آور یہ اس لیئے کہ ذلک الیوم الحق کہ وہ دن حق ہے آج جو حق و باطل میں اشتباہ ہوجاتا ہے اُس روز نہوگا حق کا ظہور ہوگا باطل باقی نرہیگا پردہ کھلجائیگا۔ یا یہ معنی کہ اُسدن کا آنا حق ہے جس میں یہ حال ہوگا اُس کے آنے میں کچھ شبہ نہیں وہ آنیوالا ہے اور اُس روز سوائے حق سبحانہ کی پناہ اور ٹھکانے کے اور کوئی پناہ اور کوئی ٹھکانا نہیں فمن شاء اتخذ الی ربہ مآبا پھر جو چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنالے تقویٰ اختیار کرے بُری راہ سے ہٹ جاوے جو جہنم تک پہنچاتی ہے ایمان و پرہیزگاری ایک سیدھا رستہ ہے جو حق سبحانہ تک پہنچتا ہے۔ اس راہ میں چلتے چلتے انسان اللہ کے قرب و جوار رحمت میں پہنچ جاتا ہے۔ پھر اس رستہ کا اختیار کرنا اللہ کے ہاں اپنا ٹھکانا بنانا ہے۔

آدمی جب کسی نئے شہر میں جاتا ہے تو ضرور فکر کرتا ہے کہ وہاں رہنے ٹھہرنے کا کوئی بندوبست کرنا چاہیئے پھر اُس دن کا آنا برحق ہے اور ہر انسان کو اُس نئے جہان میں جانا ہے جہاں کا مالک اور بادشاہ اللہ ہے پھر جو پہلے سے اُس سے آشنائی پیدا کیئے بغیر وہاں جاتا ہے تو اُسپر ہزار افسوس وہ وہاں کیسا مارا مارا پھریگا اور جہنم میں ڈالا جاویگا۔ اہل اللہ اس جہان میں ہی حق سبحانہ کو اس طرح ٹھکانا بناتے ہیں کہ ہر کاروبار میں دل اُسی کی طرف لگا رہتا ہے جہاں کہیں اُدھر سے ذرا غفلت ہوگئی تو گھبرا کر اُسکی طرف دوڑتے ہیں کہ جیسا کوئی گھر بھول جاتا ہے اور جب اُس کا رستہ پاتا ہے تو دوڑ کر اُدھر ہی آتا ہے اُنکی روح پاک کا وہی حیز طبعی اور مرکز اصلی ہوجاتا ہے بے اُسکے کہیں قرار اور چین نہیں آتا۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ اس عالم سے گزرنے کے بعد پھر تو اُنکے اور حق کے درمیان کوئی حجاب جسمانی بھی حاجز نہیں رہتا ہے اُسی کے درباری ہوجاتے ہیں

قیامت کا برپا ہونا بیان فرمایا مگر ان پانچ چیزوں کے ذکر سے نفوس بشریہ کو اس عالم کا مشتاق بنا دیا اور ان میں سے بدکاروں اس خیال میں یہاں پر شیدا ہو کر یہیں بسیر جانے والوں کو پر چند بھی کر دیا اور بتا دیا کہ خود نہ جاؤ گے تو گھسیٹ کر فرشتے بری حالت سے لیجائیں گے یہاں رہنا نہیں ہوگا۔ یا یوں کہو کہ اس سورہ میں انکے سوال قیامت کے جواب یوں فرمایا تھا فتاتون افواجا کہ تم گروہ گروہ اور جماعت جماعت ہو کر عدالت میں حاضر ہوگے اب یہاں اس سورہ کے مطلع یعنی شروع میں پانچ چیزوں کی قسم کھا کر ان پانچ صفات کی طرف اشارہ کر دیا کہ جنکے سبب ہر نیک و بد کو اپنے مراتب سعادت و شقاوت میں دوسرے سے امتیاز ہے اور ہر ایک صفت کا ایک گروہ ہوگا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ نفوس انسانیہ جب سعادت کیطرف عروج کرنا چاہتے ہیں تو انکو یہ پانچ مرتبے طے کرنے پڑتے ہیں انکے بعد اس مقصود کو پہنچتے ہیں اول مرتبہ یہ کہ جو چیزیں اسکے اس مقصود کے خلاف اور اسکے لیے حائل و مانع ہیں اور انکی طرف اسکی طبیعت مائل رہے تو اسکو ضرور ہے کہ طبیعت کو کھینچا اور نفس کو گھسیٹ کر ادھر سے لاوے اور اپنے مطالب کی تحصیل میں کوشش کرے اس مرتبہ کو والنازعات غرقا سے تعبیر کیا۔ شہوات و لذات کے روکنے میں یہ حالت زیادہ واقع ہوتی ہے شرع میں اسکو مجاہدہ کہتے ہیں۔ ہر کام میں جسکے کرنے کا ارادہ کیا جاتا ہے اول مجاہدہ اور سچی کوشش اور بڑی عرق ریزی درکار ہے ... اور ہوا و ہوس کے بندے نہ کبھی دنیاوی مقاصد میں کامیاب ہوسکتے ہیں نہ دینی میں۔ بادشاہوں کو ملک گیری میں پہاڑ اور دشوار گزار جنگل ... کرنے پڑتے ہیں گرمی سردی کی ... اٹھائی ہیں۔ علم حاصل کرنے میں علماء نے بڑی بڑی عرق ریزیاں کی ہیں۔ اولیاء اللہ نے بڑی شدید ریاضتیں کی ہیں سالہا راتوں جاگے ہیں نفس سے لڑائیاں کی ہیں چلے کھینچے ہیں۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ ان ریاضات اور مشقتیں اٹھانے کے بعد ایک ملکہ پیدا ہو جاتا ہے اور اس کام میں ایک نشاط و سرور معلوم ہونے لگتا ہے اور اشتیاق پیدا ہو جاتا ہے اور اب ان موانع و شہوات کے مقابلہ نہیں کرنے پڑتے میدان صاف ہو جاتا ہے اس کو نشاط کہتے ہیں اور اس مرتبہ کو والناشطات نشطا سے تعبیر فرمایا اہل اللہ کے نزدیک اس حالت کا نام جو ریاضات و مجاہدات کے بعد پیدا ہوتی ہے شوق و ذوق ہے یہی شوق بڑی بڑی مشکلوں کو آسان کر دیتا ہے تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس شغل میں پوری مہارت پیدا ہو جاتی ہے اور بے تکلف وہ کام اس سے سرزد ہونے لگتا ہے اس مرتبہ کو والسابحات سبحا سے تعبیر فرمایا کہ اچھی طرح تیرنا کس لیے کہ تیرنے والا کسی آڑ بغیر کے کھٹکے سیر کرتا ہے اس مناسبت سے اس مرتبہ کو سباحت کہتے ہیں۔ اہل سلوک کے نزدیک اس کا نام سیر احوال و مقامات ہے۔ اب یہاں سے شاہد مقصود تک رسائی شروع ہوتی ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پوچھے آپ نے فرمایا کہ آپ کا خلق قرآن ہے یعنی قرآن پر عمل کرنا آپکے لیے بے کلفت و مشقت ہے۔

چوتھا مرتبہ یہ کہ اپنے ہمسفروں سے اس شغل میں بڑھ جاوے یہ سب آگے ہو جاوے اس حالت کو فالسابقات سبقا سے تعبیر فرمایا اور یہ اعلیٰ کمال ہے۔ صوفیہ کرام کے نزدیک اسکا نام طیران و عروج ہے اس کے بعد پانچواں مرتبہ یہ ہے کہ جمیع مراتب کمال کو طے کر کے دوسروں کی تکمیل کرنے لگے اور لوگوں کا اس کام میں مقتدا و مرشد ہو جاوے اور اس مقصود کے طالب اس سے رجوع کریں۔ اس مرتبہ کو فقراء کے نزدیک رجوع و نزول و دعوۃ الخلق الی الحق کہتے ہیں۔ اس مرتبہ کو اس عبارت سے تعبیر فرمایا۔ فالمدبرات امرا۔

چونکہ ہر ایک مرتبہ عمدہ ہے اس لیے انکی قسم کھاتا ہے۔ اور بھی مضامین میں اس سورہ کو سورہ عم یتساءلون سے مناسبتیں ہیں۔ اب ہم آیات کی

## سورۂ والنازعات مکیہ ہوا س میں چھیالیس آیات و دو رکوع ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝

قسم ہے گھسیٹ لانے والوں کی گھسیٹ کر اور گرہ کھول دینے والوں کی چھٹ پٹ اور پیرنے والوں کی جو پیرتے ہیں پھر دوڑنے والوں کی دوڑ کر پھر کام کے بندوبست کرنے والوں کی

### ترکیب

الواو للقسم جارة النازعات مجرور مقسم بہا والناشطات والسابحات عطف علیہ بالواو وفالسابقات فالمدبرات عطف بالفاء لکونہا مسببة عن التی قبلہا کانہ قیل واللاتی سبحن فسبقن کما تقول قام فذہب فضرب وانتصاب غرقا علی انہ مصدر محذوف الزوائد ای اغراقا او علی الحال ای ذوات اغراق یقال اغرق فی الشئی یغرق فیہ اذا اوغل فیہ وبلغ غایتہ وکذا نشطا وسبحا وسبقا مصدر وانتصب علی انہا مفعول مطلق وامرا مفعول بہ وقیل حال ای یدبرن مامورات وجواب القسم محذوف ہو عند الفراء لتبعثن وقال الاخفش والزجاج لتنفخن فی الصور نفختین وقال الکسائی الجواب المحذوف ہو ان القیامة واقعة والدلیل علی جمیع الاقوال ما بعدہا من الآیات ۔ وقیل الجواب مذکور ثم فیہا اقوال الاول انہ قولہ قلوب یومئذ واجفة والثانی ہو ہل اتاک حدیث موسیٰ الثالث ہو قولہ تعالیٰ ان فی ذلک لعبرة لمن یخشیٰ

### تفسیر

مناسبت

ابن عباس و ابن الزبیر فرماتے ہیں کہ یہ سورہ بھی مکہ میں نازل ہوئی ہے اس میں چھیالیس آیات و دو رکوع ہیں مناسبت اس سورت کو سورۂ عم یتساءلون سے یہ ہے کہ اس سورہ میں کفار کا سوال مع جواب مذکور تھا جو وہ قیامت کے بارہ میں انکار کے طور سے کیا کرتے تھے اس سورہ میں قیامت کے مبادی قسم کے طور سے ذکر فرما کر بعد میں قیامت اور اس جہان باقی کی مجملاً کیفیت بیان فرمائی تاکہ ان نادانوں کو معلوم ہو کہ قیامت دور نہیں کس لیے کہ اسکے مبادی یعنی موت اور اسکے سامان بہت قریب ہیں اور یہ موت قیامت کا دروازہ ہے اسی لیے کہا گیا ہے کہ من مات فقد قامت قیامتہ جو مر گیا اسکی قیامت برپا ہو گئی اور نیز ان پانچ چیزوں کی قسم کھا کر موت کی کیفیت بھی بیان فرما دی کہ بدوں کی روح کھینچ کر اور گھسیٹ کر انکے جسم سے نکالی جاتی ہے اور غافل و مست شہوات دنیا کو یوں فرشتے گھسیٹ کر لیجاتے ہیں اور نیکوں کی روح کی جسم سے گرہ کھولدیجاتی ہے گویا وہ اس عالم کی مشتاق تھے خصوصاً جبکہ نزع میں وہاں کی کیفیت سے وہ خبردار ہو چکے تھے تو اس تن کے پنجرے میں اسطرح تڑپتے اور پھڑپھڑاتے تھے کہ جس طرح مرغ چمن جو پنجرے میں بند ہو چمن دیکھکر اور مرغان چمن کی آوازیں سنکر تڑپا اور پھڑپھڑایا کرتا اور مشتاق ہوتا ہے کہ جلد قفس کا دروازہ کھولدیا جاوے تو اڑ جاؤں ؎ آواز من برسانید بمرغان چمن ۔ کہ ہم آواز شما در قفسے افتادست ۔ یہی حال مومن کا ہوتا ہے پھر فرشتے اسکی گرہ اور قفس کا دروازہ کھولدیتے ہیں پھر وہ ارواح طیبات اڑتی ہوئی اور ایک دوسرے سے تیز روی کرتی ہوئی عالم قدس میں جا پہونچتی ہیں ؎ خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم ۔ راحت جان طلبم و سوئے جاناں بروم ۔ در ہوائے رخ تو ذرہ صفت رقص کناں ۔ تا لب چشمہ خورشید درخشاں بروم ۔ پھر اس عالم میں ملائکہ انکے لیے انکے درجات کے موافق انکے عیش جاودانی کا سامان و انتظام کرتے ہیں ۔ سبحان اللہ پانچ چیزوں کی قسم کھا کر

ہیں بعض اور بھی سریع السیر ہیں جیسا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی ارواح طیبات اور اُن میں سے بعض عالم علوی کے مدبر امور بھی ہیں چنانچہ احادیث صحیحہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے آگے جاتا ہوں کہ تمہارے لیے تیاریاں کروں اور اسی طرح سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس عالم میں ارواح مؤمنین کے مربی و مدبر امور ہیں۔ بلکہ جو لوگ ایمان و اعمال صالحات سے منور ہو کر اس جہان میں جاتے ہیں وہ اپنے اُن آنیوالے عزیزوں محبوں کے لئے جنت میں تیاریاں کیا کرتے ہیں۔

بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضرات اولیاء و انبیاء کی ارواح پاک گروہ ملائکہ میں ملجاتی ہیں پھر ملائکہ کی طرح وہ بھی مدبر عالم سفلی میں مصروف ہوتی ہیں۔ پہلی اُمتوں نے جو حضرات انبیاء و اولیاء کرام و ملائکہ عظام کی پرستش اور اُن سے نذر و نیاز کر کے اپنے مقاصد کا سرانجام چاہنا دستور کر لیا تھا غالباً وہ اسی خیال سے تھا جسکو اسلام نے رد کر دیا اور بتا دیا کہ گو وہ مامور ہیں مگر کرتے وہی ہیں جو حکم الٰہی ہوتا ہے نہ وہ کسی کی نذر و نیاز سے خوش ہوتے ہیں نہ بیکار [illegible] [illegible] کام بناتے ہیں وہ حق سبحانہ کی مرضی کے تابع محض ہیں اُن کا ذاتی ارادہ و اختیار ان معاملات میں کچھ بھی نہیں۔

بعض کہتے ہیں یہ پانچوں کلمات [illegible] [illegible] کی بابت ہیں نازعات وہ گھوڑے ہیں جو گردن کھینچکر اور بلند کر کے چلتے ہیں اور وہی ناشطات ہیں یعنی دارالاسلام سے نکلکر دارالحرب کی طرف جاتے ہیں [illegible] قول عرب سے ثور ناشط اذا خرج من بلد الی بلد اور وہی سابحات ہیں دوڑتے ہیں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کہتے ہیں اور [illegible] [illegible] [illegible] آگے دوڑ کر دشمن کے [illegible] [illegible] اور انجام کار [illegible] [illegible] فتح و ظفر [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] دشمن پر فتح و غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ ابومسلم اصفہانی کہتے ہیں کہ ان پانچوں کلمات [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اور ناشطات [illegible] [illegible] جو انگلی کمانوں سے [illegible] [illegible] چھوٹتے ہیں اور سابحات [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کر بڑھ کر دشمن تک پہنچتے ہیں اور ان ہی کو مجازاً باعتبار انجام [illegible] ظفر کے مدبرات کہا گیا ہے۔ و الناشطات نشطا نشاط بالفتح شادمانی نمودن و گرہ کشادن [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کشیدن بر آید و ایضاً [illegible] از [illegible] [illegible]۔ ان لغوی معانی کے لحاظ سے ہر ایک کی توجیہ بیان ہو سکتی ہے۔

والسابحات سبحا سبح سباحۃ بالفتح و الکسر شناوری کردن سبح تصرف کردن در معاش قولہ تعالیٰ ان لک فی النہار سبحاً طویلا۔ و [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] تسبیح بوی گیرندہ [illegible] تسبیح پاکی و بپاکی یاد کردن سبحان اللہ معناہ التنزیہ [illegible] نصب علی المصدر یہاں بھی معنی مناسب بیان کرلینے چاہئیں فالسابقات فالمدبرات کے معنے ظاہر ہیں یا اول سبقت یعنی پیش روی اور آگے بڑھنا اور دوسرے کے معنے تدبیر کرنا آگے بڑھنے والوں تدبیر کرنیوالوں کی قسم کھاتا ہے مگر سب سے اول معنی صاف ہیں یعنی قسم ہے اس جماعت کی جو اپنے نفس کو کسی کام میں کھینچتے ہیں یعنی کوشش و سرگرمی کرتے ہیں اور قسم ہے اُس جماعت کی جو نیک کاموں میں نشاط و شوق پیدا کرتے ہیں اور قسم ہے اُس جماعت کی کہ نیک کاموں میں دوڑتے ہیں پھر اس جماعت کی قسم جو اس دوڑ کے بعد آگے بڑھنے میں سبقت کرتے ہیں پھر اس جماعت کی قسم جو ان مراتب سے فارغ ہو کر لوگوں کی تکمیل و رہنمائی کی تدبیر کرتے ہیں اور چونکہ یہ اخیر دونوں جماعت پہلی تینوں جماعت سے بالاتر ہیں اس لیئے فا لائی گئی جسکو تعقیب کہا جاتا ہے۔

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

تفسیر بیان کرتے ہیں: النازعات غرقًا نزع کشیدن چیزے از جائے خود و برکندن و مانند شدن بہ بدر و کشیدن کمان یقال نزع فی القوس ای مدہا وفلان فی النزع ای فی قلع الحیٰوۃ ونزاع آرزو مند شدن یقال نزع الی اہلہ نزوع پرداختن از کار (منتہی الارب) بہر نزوع بالفتح و نزیع چاہ کہ قعر او نزدیک باشد (از صراح) غرق آب از سر گذشتن و سخت کشیدن کمان را و مبالغت کردن در مدح و ذم و جز آن۔ استغراق فرا گرفتن ہمہ را۔ اغتراق در آمیختن اسپ با اسپان دیگر (صراح)۔ نازعات نازعۃ کی جمع ہے جو اسم فاعل ہے اور غرقًا مصدر ہے۔ ان دونوں لفظوں کے کئی معنے ہیں اس لیئے یوں بھی معنے ہوسکے کہ قسم ہے اُنکی جو کھینچتے ہیں ڈوب کر یا یوں کہو قسم ہے انکی جو کمان کھینچتے ہیں زور سے یا یوں کہو قسم ہے اُنکی جو سخت آرزو مند ہیں۔ یا یوں کہو قسم ہے اُنکی جو اپنے کام سے بالکل فارغ ہونے والے ہیں۔

ہر ایک معنی پر کلام طویل ہے۔ پہلے معنے کہ جو کھینچتے ہیں ڈوب کر اس میں متعدد اقوال ہیں۔ جمہور کہتے ہیں کہ نازعات سے مراد وہ فرشتے ہیں جو جان نکالتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرشتوں کی قسم کھاتا ہے جو اسکی بہتر مخلوق ہے اور ان میں سے بالخصوص اُن فرشتوں کی جو روح کھینچتے ہیں گھس کر۔ اس سے کفار کی جان کنی مراد ہے کہ انکی روح عالم آخرت کے مصائب سے ڈر کر اُنکے بدن میں ادھر اُدھر تمام اطراف و جوانب میں چھپتی پھرتی ہے اس لیئے وہ ملائکہ بھی اُنکے اجسام میں گھسکر روح نکالتے ہیں۔ اسی طرح نشطت۔ سبحت سبقت۔ مدبرات سے بھی مراد ملائکہ ہیں جنکو باعتبار اُنکے صفات و حالات کے مختلف صفات سے تعبیر فرمایا اور اسی تغایر وصفی کو تغایر ذاتی کیطرح عطف کا باعث سمجھنا چاہیئے۔

اس تقدیر پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ نازعات وغیرہ مؤنث کے صیغے ہیں اور فرشتہ مؤنث نہیں بلکہ خدا پاک نے کفار کو فرشتوں کے مؤنث کہنے میں الزام دیا جیسا فرمایا وجعلوا الملٰئکۃ الذین ہم عباد الرحمٰن اناثا الآیہ

اس کا جواب یہ ہے کہ عرب کی زبان میں جمع اور جماعات کو بصیغہ مؤنث تعبیر کرتے ہیں اور ملائکہ سے اشخاص مراد نہیں بلکہ جماعات۔

بعض کہتے ہیں کہ نازعات غرقًا سے مراد ستارے ہیں اور یہ حسن بصری کا قول ہے اور انکو نازعات باعتبار طلوع کے کہتے ہیں کہ وہ اپنا آپکو کھینچکر اوپر لاتے ہیں اور غرقًا سے اشارہ اُنکے غروب کی طرف ہے۔ اس میں اپنے عجائب قدرت اور عالم کے عروج و نزول اور فنا و بقا پر اپنا قادر ہونا ثابت کرکے یہ دکھایا جاتا ہے کہ اے بنی آدم ہم قیامت برپا کرنے پر بھی قادر ہیں اور یہ کہ جب یہ روشن اجسام غروب کرتے ہیں تو پھر تمہارا غروب یعنی فنا و موت کیا بات ہے اور پھر جس طرح غروب کے بعد یہ طلوع کرتے ہیں قیامت کے روز تم بھی باردگر طلوع کروگے اور اسی طرح نشطت وغیرہ سے بھی مراد ستارے ہیں باعتبار اُنکے اوصاف کے۔ اور ایک جگہ ستاروں کی نسبت یوں بھی آیا ہے وکل فی فلک یسبحون اس تقدیر پر مدبرات امرا سے ستارے مراد لینے میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ تدبیر اُمور حق سبحانہ کے ہاتھ میں ہے نہ ستاروں کے اس لیئے اکثر مفسرین نے یہ کہا کہ اس اخیر جملہ سے مراد ملائکہ کرام ہیں وہ خدا تعالیٰ کیطرف سے ارضی و سماوی معاملات کے سرانجام دینے پر مامور ہیں۔ مگر ستاروں کے مدبرات ہونیکی یہ توجیہ بھی ہوسکتی ہے کہ حرارت و برودت شعاع و ضیا کی وجہ سے انکی تاثیرات زمین پر پڑتی ہیں پھل پکتے ہیں پھول آتے ہیں وفیہ ما فیہ

بعض کہتے ہیں ان پانچوں کلمات سے مراد ارواح ہیں۔ پس نازعات سے مراد وہ ارواح ہیں جو اس عالم سفلی اور ظلمانی پر مبتلا ہیں اس لیئے انکا جسم سے فراق نزع شدید ہے یعنی کھینچکر اور گھسیٹ کر سختی سے دور کیئے جاتے ہیں اور جو ارواح علائق جسمانیہ سے الگ ہیں اور انکو عالم علوی کا از حد اشتیاق ہے وہ بہت جلد ادھر کو جسم چھوڑکر روانہ ہوتی ہیں انکی اس سیر کو نشط اور سباحت سے تعبیر کیا پھر ان میں بھی درجات سابقات

بعض کہتے ہیں

ابن عباس فرماتے ہیں یوم ترجف الراجفۃ سے مراد وہ بڑی ہیبتناک آواز ہے جو نفخہ اولیٰ کے وقت ہوگی جس سے زمین و آسمان وحوش
وطیور حیوان و انسان نیست و نابود ہوجاوینگے۔ اور تتبعہا الرادفۃ سے مراد نفخہ ثانیہ ہے یعنے باردگر صور پھونکنا جس سے تمام حیوان و انسان باردگر
زندہ ہونگے اور ان دونوں نفخ صور میں بمقدار چالیس برس کا زمانہ ہوگا۔ اور رادفہ اس لیے باردگر صور پھونکنے کو کہتے ہیں کہ وہ اول کے بعد
ہے۔ اور ایک شے سے بعد کی چیز کو رادف کہتے ہیں اور گھوڑے پر دو شخص بیٹھنے والوں میں سے اخیر کو ردیف کہتے ہیں۔

امام احمد و ترمذی و حاکم وغیرہ نے اُبی بن کعب رض سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب چوتھائی رات گذر چکتی تھی تو فرمایا کرتے
تھے اے لوگو اللہ کو یاد کرو۔ راجفہ آئی اس کے پیچھے رادفہ آتی ہے۔ موت اور اسکے سامان قریب آپہنچے۔ ابو ہریرہ رض سے نقل ہے کہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ سبحانہ فرماتا ہے یوم ترجف الراجفۃ تتبعہا الرادفۃ کہ زمین اور جو اس پر ہے ہلیں گے کہ جس طرح کشتی ڈگمگایا
کرتی ہے (اخرجہ ابوالشیخ وابن مردویہ والدیلمی) ابو مسلم ان دونوں جملوں سے قیامت کے احوال مراد نہیں لیتے بلکہ راجفہ و رادفہ سے مراد
مشرکوں کے گھوڑے ہیں۔

پھر جب یہ حالت ہوگی تو اس روز قلوب یومئذ واجفۃ بہت دل دھڑکتے ہوں گے کس لیے کہ عمر رائگاں گئی۔ پھر عمل کرنے کا موقع
نہیں رہا ہے۔ اعمال اور خیال کا نتیجہ سامنے آیا۔ جہنم جوش مار رہی ہے۔ احکم الحاکمین کی طرف سے دار و گیر ہو رہی ہے۔ اور ایسی حیرت و دہشت
طاری ہوگئی ابصارہا خاشعۃ کہ انکی آنکھیں شرم کے مارے نیچی ہونگی ان مصائب کو دیکھ نہ سکیں گے خوف کے وقت جبکہ سامنے مہلک
سامان موجود ہوتے ہیں تو لازم آنکھ بند کر لیتا ہے اور شرمندگی سے بھی آنکھیں نیچی ہو جاتی ہیں۔

قیامت کا حال بیان فرما کر کفار کے اقوال نقل کرتا ہے کہ وہاں تو یہ حالت ہوگی اور وہ وقت قریب آلگا ہے اور یہ لوگ اب اس دنیا میں غفلت
ولذات کے نشہ اور جہالت کی تاریکی میں کس غرور سے یقولون ءانا لمردودون فی الحافرۃ کہتے ہیں کہ کیا ہم باردگر پھر اس حالت حیات کی طرف
لوٹائے جائیں گے یعنے کیا مر کر ہم باردگر زندہ کیے جاوینگے! یہ کہنا ان کا تمسخر اور غرور کی وجہ سے تھا۔ ءاذا کنا عظاما نخرۃ ارے کیا جب ہماری
ہڈیاں بوسیدہ اور چورا چورا ہو جاوینگی اس کے بعد پھر زندہ ہونگے؟ یہ انکی ناقص سمجھ میں محال بات تھی اور اسکو خدائے قدیر کی قدرت سے
باہر جانتے تھے قالوا تلک اذا کرۃ خاسرۃ کہتے ہیں تب تو یہ باردگر جینا بڑے نقصان کی بات ہے۔ یعنی اگر مرنے کے بعد زندہ بھی ہوئے تو یہ زندگی
نقصان کی ہوگی کس لیے کہ اتنی مدت میں کوئی عضو کہیں گیا ہوگا کوئی کہیں پھر جو کوئی زندہ ہوا تو کسیکی انگلی نہ ہوگی کسی کے پاؤں نہ ہونگے کوئی
اندھا ہوگا کسی کے بال نہ ہونگے وغیرہ وغیرہ اور نیز اقارب بھی اس حالت میں نہ ہونگے۔ اور دنیا میں جو کچھ کمایا تھا وہ بھی نہ ہوگا اور نیز اس لیے
بھی کہ ہم نے قیامت کے منکر ہو کر اعمالِ صالحہ و ایمان سے غفلت اختیار کی اور آج انکی پرسش ہو رہی ہے اور ہم خالی ہاتھ رہے۔ الحاصل ان
وجوہ سے اس زندگی کو خاسرہ سمجھتے تھے یعنی اگر تسلیم بھی کر لیا جاوے کہ باردگر زندہ ہونگے تو وہ زندگی ناقص ہوگی اور یہ اس حکیم و قدیر کی شان
سے بعید ہے اس لیے بھی وہ اس باردگر زندہ ہونے کو محال جانتے تھے اور اس پر یہ دلیل لاتے تھے۔ ان کے جواب میں اس کا امکان
بلکہ وقوع بتلاتا ہے فقال انما ہی زجرۃ واحدۃ کہ یہ کرہ یعنے باردگر جینا کچھ مشکل نہیں صرف ایک سخت آواز یعنی نفخ صور سے ہو جاوے گا
کوئی حالتِ منتظرہ نہ ہوگی فوراً ہر ایک بدن تیار ہو جاوے گا۔ اور اجزاء بدن مجتمع ہونگے۔ اسی وقت ان ابدان سے ارواح کو متعلق کر دیا جاوے گا

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ۝ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝ يَقُولُونَ

جس روز کہ لرز جائے لرزنے والی (زمین) اس کے پیچھے لرزنے والا ہو کتنے ایک دل اس روز دھڑک رہے ہوں گے انکی آنکھیں جھک رہی کہتے ہیں

أَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ۝ أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝ قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝ فَإِنَّمَا هِيَ

کہ کیا ہم لوٹا دیئے جاوینگے پہلی حالت میں اس وقت کہ جب ہم ہو گئے ہڈیاں بوسیدہ ہو جاوینگے کہتے ہیں تب تو یہ پھر آنا ٹوٹا ہی لوٹا ہے پھر وہ واقعہ

زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ۝ فَإِذَا هُم بِالسَّاهِرَةِ ۝

صرف ایک ہی ہیبتناک آواز ہوگی پھر تو وہ سب فوراً میدان میں آموجود ہوں گے

## ترکیب

یوم منصوب بالجواب المضمر والتقدیر لتبعثن یوم ترجف الراجفة اے فی الوقت الواسع الذی یحصل فیه النفختان وقیل منصوب بماول علیه قلوب یومئذ واجفة ای یوم ترجف وجفت القلوب۔ والرجفة الحرکة والاضطراب یقال رجف یرجف اذا اضطرب ومنه قوله تعالی یوم ترجف الارض والجبال وقیل الهدة المنکرة والصوت الهائل من قولهم رجف الرعد یرجف رجفا ورجیفا ومنه قوله تعالی فاخذتهم الرجفة فعلی هذا الراجفة صیحة عظیمة تتبعها الرادفة الجملة منصوب علی الحال من الراجفة والمعنی لتبعثن یوم النفخة الاولی حال کون النفخة الثانیة تابعة لها۔ والرادفة کل شئ جاء بعد شئ آخر یقال ردفه ای جاء بعده قلوب مبتدا و یومئذ منصوب بواجفة وهی صفة لقلوب ابصارها مبتدا ثان خاشعة خبره والجملة خبر الاول۔ والضمیر فی ابصارها راجع الی اصحاب القلوب۔ وجب۔ وجیف طپیدن و تیز رفتار شتر دعم فث ک(؟) ایجاف راندن شتر بران رفتار ومنه قوله تعالی فما اوجفتم علیه من خیل ولا رکاب۔ ءانا الجملة الاستفهامیة مقولة لیقولون الحافرة عند العرب اول الشئ وابتداء الامر ومنه قولهم رجع فلان علی حافرته ای علی الطریق الذی جاء عنه والمراد الحالة الاولی واصل الحافرة الطریقة حفر بالے اثرفیها فعیلة فیها حیل اثرفدسمیه حفرا فهی فی الحقیقة محفورة الا انها سمیت حافرة کما فی عیشة راضیة وماء دافق۔ احتفار زمین کندن حفره بالضم کنده حافر سم ستور حافره اول ہر چیزے (صراح)، ءاذا کنا الجملة تاکید للانکار والعامل فی اذا مضمر یدل علیه مردودون قرء الجمهور نخرة وقرء حمزة والکسائی ناخرة قال الاخفش هما لغتان ای معناهما واحد۔ وقیل ان الناخرة غیر النخرة لان الناخرة من النخیر بمعنی الصوت کنخیر النائم والمخنوق فهی العظام الفارغة التی یحصل من هبوب الریح فیه صوت والنخرة من نخر العظام ینخر فهو نخر کعفن یعفن عفن اذا بلی وصار لوسیته تفتت تلک مبتدا کرة خاسرة خبره الساهرة وجه الارض قال الفراء سمیت بها لان فیها نوم الحیوان وسهرهم وقیل الساهرة ارض بیضاء

## تفسیر

ان مذکورہ بالا چیزوں کی قسمیں کھا کر فرماتا ہے کہ اے منکرین قیامت تم اس کا کیا انکار کرتے ہو تم ضرور مرنے کے بعد بار دیگر حساب کے لیئے زندہ کیئے جاؤ گے یوم ترجف الراجفة اس روز کہ لرزنے والی چیزیں لرزیں یعنی زمین اور پہاڑ ہلیں اور تتبعها الرادفة پے در پے لرزہ اور زلزلہ آوے یہ نفخ صور اول کے وقت ہوگا کہ زمین ہلجاویگی اور پے در پے لرزے آکر یہ تمام دنیا نیست و نابود ہو جاویگی اس کے بعد بار دگر ہر ایک انسان زندہ ہوگا۔ ابتدا سے نفخ صور اول سے لیکر نفخ ثانی تک ایک متصل زمانہ ہے اس لیئے اس میں زندہ ہونا صحیح ہو سکتا ہے ورنہ صرف نفخ اول صور میں تو کوئی زندہ نہوگا بلکہ زندہ لوگ مر جاوینگے

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَىٰ ۝ إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ۝ فَقُلْ هَل لَّكَ

کچھ معلوم ہوئی تجھے موسیٰ کی بات؟ جبکہ اُسکے رب نے اُسکو پاک وادی طویٰ میں پکارا کہ فرعون پاس جا کیونکہ اُس نے سرکشی کی ہے پھر کہو کہ کیا تو

إِلَىٰ أَن تَزَكَّىٰ ۝ وَأَهْدِيَكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ ۝ فَأَرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ ۝ فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ ۝ ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَىٰ ۝ فَحَشَرَ

چاہتا ہے کہ سدھر جائے اور میں تجھے تیرے رب کی راہ بتاؤں کہ تو ڈرنے لگے پھر موسیٰ نے اُسکو بڑی نشانی دکھائی سو اُسنے جھٹلا دیا اور نہ مانا پھر پیٹھ پھیر کر سعی کرنے لگا پھر لوگوں کو جمع کر کے

فَنَادَىٰ ۝ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ۝ فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ ۝ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ ۝ ع

پکارا تو کہا میں ہی تو تمہارا بڑا معبود ہوں پھر تو اُسکو اللہ نے آخرت اور دنیا کی رسوائی میں گرفتار کیا بے شک اس میں ہر ایک ڈرنے والے کو عبرت ہے

## ترکیب

ہل استفہامیۃ او بمعنی قد والجملۃ مستانفۃ لبیان مسئلۃ النبوۃ اذ متعلق بحدیثہ لا باتاک لاختلاف وقتیہما طوی قرئ بالتنوین وترکہ وہما سبعیتان فمن صرفہ جعلہ اسم وادٍ ومکانٍ وجعلہ نکرۃ ومن لم یصرفہ جعلہ بلدۃ وبقعۃ وجعلہ معرفۃ۔ وہو وادٍ بین الشام وقلزم وہو بدل من الواد اذہب ای قال اذہب وقیل ہو تفسیر للنداء تزکی قرا الجمہور بالتخفیف وقرا نافع وابن کثیر بتشدید الزاء علی ادغام التاء فی الزای قال ابو عمرو بن العلاء علی الاول معناہ تکون زکیا مؤمنا وعلی الثانی الصدقۃ۔ والی متعلقۃ بمحذوف وہو رغبۃ او توجہ وہو مبتدأ لک خبرہ واہدیک معطوف علی تزکی منصوب بان والفاء فی فتخشی لترتیب الخشیۃ علی الہدایۃ یسعی حال من الضمیر فی ادبر نکال الآخرۃ وفی نصب النکال وجہان احدہما ہو مصدر لان اخذ ونکل بمعناہما واحد والثانی ہو مفعول لہ ای اخذہ اللہ لاجل نکال الآخرۃ والاولی۔ ورجح الزجاج القول الاول لعبرۃ اسم ان فی ذلک خبرہا

## تفسیر

مسئلہ معاد پر دلائل عقلیہ بیان فرمانیکے بعد وہ دلائل نقلیہ بیان فرماتا ہے جن کا تعلق ایک جم غفیر کے مشاہدہ سے ہے یعنی سینکڑوں آدمیوں نے مردوں کو زندہ ہوتے دیکھا ہے اور جو چیز بظاہر قابل حیات نہیں اس میں حق سبحانہ نے روح پھونکدی ہے۔ اور یہ تاریخی واقعات جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور انکے اتباع کے عہد میں انکی برکت ومعجزات سے سرزد ہوئے تھے عرب میں مشہور اور معروف تھے اسلیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرماتا ہے فقال ہل اتاک حدیث موسیٰ کہ کیا تجھے موسیٰ کی بات پہونچی؟ یعنی ضرور پہونچی۔ پھر دیکھو کیا اُنکے وقت میں مردہ زندہ نہیں ہوا جس کا قصہ سورہ بقرہ میں موجود ہے۔ اور نیز اُنکے پاس ایک عصا تھا جو سانپ بن جاتا تھا۔ پھر مردہ کا زندہ کرنا خشک لکڑی کے سانپ بنانے سے کچھ بڑھ کر ہے؟ ہرگز نہیں۔

یا یوں کہو کہ مسئلہ معاد کے بعد مسئلہ نبوت کا ثابت کرنا بھی اہم مقاصد میں سے تھا اسلیے ایک مسلم النبوۃ نبی کا ذکر کرتا ہے اور اُسکے ضمن میں مسئلہ معاد کو بھی ثابت کرتا ہے اور یہ بھی اشارہ کرتا ہے کہ اے قریش تم نے موسیٰ کا حال تو سنا ہوگا وہ فرعون کے پاس ہماری طرف سے رسول بنکر گئے فرعون اور اُسکی قوم اے قریش دولت وحشمت میں تم سے بدرجہا بڑھکر تھے انھوں نے ہمارے رسول کا کہنا نہ مانا معجزات کو جھٹلایا پھر اُسکا اور اُسکے سرداروں کا یہ انجام ہوا کہ ہمنے اُنکو دنیا اور آخرت کی رسوائی میں گرفتار کیا دنیا میں قلزم میں ڈوب کر مرے آخرت میں جہنم کی آگ میں پھینکے گئے اُنکے سروسامان سب دھرے رہے۔ اب تم جو ہمارے رسول کے ساتھ وہی معاملہ کرتے ہو جو فرعون نے موسیٰ

گویا سوتے جگا دیا۔ اس لیے فرماتا ہے فاذا ہم بالساہرۃ کہ پھر تو جب ہی وہ یعنی انکی روحیں انکے بدنوں سے متعلق ہو جاوینگی اور جاگ جاوینگی۔ یا یوں کہو فوراً وہ میدان میں حاضر ہو جاوینگے۔

اول[1] معنے چسپاں تر ہیں کس لیے کہ اس زندگی کے بعد جو موت طاری ہوتی ہے اس کو خواب سے تشبیہ تام ہے چند وجوہ سے۔ اول یہ کہ جسم سالم اور صحیح موجود ہوتا ہے اور خواب کی وجہ سے بیکار ایک جگہ پڑا رہتا ہے نہ چلتا پھرتا ہے نہ کسی سے بات چیت کرتا ہے نہ کھاتا پیتا ہے نہ کسیکو جواب دیتا ہے۔ یہاں کچھ ہی ہوا کرے اسکو اسکی کچھ بھی خبر نہیں ہوتی۔ یہی حال موت سے ہو جاتا ہے وہی جسم ہے وہی اس کے اعضا ہیں مگر ایک تختہ سا پڑا ہے نہ اب اسکو جورو بچوں کی پرواہ ہے نہ کسی یار دوست کی۔ نہ دنیا کے زر و جواہر پر غرور ہے چیزونکی جن کے لیے مارا مارا پھرتا تھا نہ ان سے منتفع ہو سکتا ہے سب بیکار پڑا ہے۔ اور جس طرح خواب میں اسپر بہت کچھ واقعات گزرتے ہیں کہیں باغوں کی سیر کرتا پھرتا ہے۔ دوستوں سے ملکر لطف صحبت اٹھاتا لذت و سرور پاتا ہے۔ کہیں کسی مکان تنگ میں بند کیا جاتا ہے مار پٹتی ہے۔ سانپ بچھو ڈستے ہیں روتا پیٹتا ہے چیختا ہے چلاتا ہے پاس والوں کو کچھ بھی خبر نہیں ہوتی نہ جسم پر ان خوابوں کی راحتوں یا تکلیفوں کا کچھ اثر نمودار ہوتا ہے۔ نہ خواب کی حالت میں ان خواب کے واقعات کو فرضی اور خیالی سمجھتا ہے بلکہ اصلی بلکہ خواب کو بھی خواب بیدار ہوکر سمجھتا ہے۔ خواب میں تو اسی عالم کو اصلی حالت اور سچے واقعات سمجھتا۔ یہی حال میت کا ہے جب اس پر ادھر سے بیہوشی ہوئی اور دوسرا عالم منکشف ہوا اور فرشتوں سے آمنا سامنا ہو گیا پھر کوئی بہاریں لوٹ رہا ہے حالانکہ پاک صورت حور [illegible] باتیں کر رہا ہے۔ انکے جلسوں میں بیٹھا ہوا ہے باغ قدس کی بہاریں دیکھ رہا ہے۔ کسی پر وبال گزر رہے ہیں جہنم کی لپٹیں اس کو [illegible] جاتی ہیں۔ مکان تاریک و تنگ میں محبوس ہے۔ سانپ بچھو ڈس رہے ہیں روتا ہے چلاتا ہے مگر اس کے جسم پر کوئی اثر نہیں نہ جسم کے دیکھنے والوں کو کچھ دکھائی دیتا ہے۔ پھر جس طرح خواب سے بیدار ہونے والا پھر ایک دوسرے عالم میں آتا ہے اور یہاں کے حالات دیکھ کر اس عالم کو عالم خواب و خیال سمجھتا ہے۔ اسی طرح مردے جب سخت آواز سے خواب عدم سے جگا کر بیدار کئے جاوینگے تو ایک اور زندگی دیکھیں گے اور گھبرا کر کہیں گے من بعثنا من مرقدنا کہ کس نے سوتے ہوئے ہم کو جگا دیا؟ اس لیے بار دگر زندگی کو زجرۃ واحدۃ ایک تند آواز سے وابستہ کیا۔ جیسا کہ خواب سے بیدار کرنا ایک تند آواز سے ہوا کرتا ہے اور جیسا کہ اس عالم خواب سے بیدار ہونا ہے اس لیے اس عالم میں آواز تند سے بیدار ہونا بیان فرمایا۔

اور کبھی موت کو اور مکرر بار دگر جینے کو انسان کی زندگی اور اس کے خواب اور اسکی بیداری سے مشابہتیں ہیں اور یہ کلام تخیلی نہیں بلکہ مقدمات حقہ و یقینیہ پر مبنی ہے اس لیے یہ ایک برہان یا حجت ہے جسکو ہر ایک ذی شعور سمجھ سکتا ہے۔

ل

[1] یعنی لفظ ساہرہ کے دو معنے ہیں اول یہ کہ فوراً یہ لوگ قیامت کے دن جاگ اٹھیں گے موت کی نیند سے۔ دوم یہ کہ فوراً میدان حشر میں آ حاضر ہوں گے اول معنے زیادہ مناسب اور بہت چسپاں ہیں کس لیے کہ موت کو خواب سے زیادہ مناسبت ہے اور حشر بیداری کو کہتے ہیں حیات اخروی بیداری اور موت خواب سے بہت مشابہ ہے چند وجہ سے جن میں سے ایک وجہ تفسیر میں بیان کی گئی۔ ۱۲ منہ

خود بیٹھنے اور لڑنے لگا ہے جو بادشاہ کے دربار تک بھی پہنچ گیا پس اس پر وہ سوار کی گیا یعنی جب بڑی خشیت و دلیل و ملال ہو اس مقام پر بحر گرتا ہے اور کہا کہ جا
بن آتا اطاعت فرعون اگر تجھ کو اس سے یا اور کی رغبت ہو تو پیر کوشش کرو کہ کیونکہ طالب کے لیے ارادہ ... ضرور ہے ورنہ محرومی ہو فرعون ... تمہارا ... 
کی بلکہ انکار و مقابلہ کر کے پوچھا کہ راہ دکھانا اور درست کرنا تو بعد کی بات ہے پہلے اپنا رسول ہونا تو ثابت کیجئے ہم کس دلیل سے جانیں کہ تجکو
خدا نے ہمارے پاس بھیجا ہے اسلئے فاراہ الآیۃ الکبریٰ حضرت موسیٰ نے فرعون کو بڑی نشانی دکھائی۔ بڑی نشانی کیا تھی؟ بعض علما فرماتے ہیں یدِ بیضا
بعض کہتے ہیں عصا دکھایا کہ وہ سانپ بن گیا اور فرعون اور اسکے درباری ڈر کر بھاگنے لگے اور یہی قول قوی ہے بعض کہتے ہیں دونوں معجزے دکھا
ہر ایک کو آیۃ کبریٰ کہا جا سکتا ہے یہ اول ملاقات کا معاملہ ہے اور بعد میں تو اور بہت معجزات دکھائے جنکا ذکر جلد دوم سورۂ بقرہ کی تفسیر تاریخ بنی اسرائیل
میں ہم کر چکے ہیں مگر فرعون معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لایا بلکہ فکذب وعصٰی جھٹلایا اور کہہ دیا کہ یہ جادو ہے میرے جادوگر اس سے بھی بڑھکر دکھا
سکتے ہیں اسلئے میں تیرا ان سے مقابلہ کراتا ہوں اور ایک روز مقرر کر کے تیرے مقابلہ کے لیے انہیں بلاتا ہوں چنانچہ اسنے ایسا کیا مگر جادوگر بار کر
ایمان لے آئے لیکن فرعون نے اس پر بھی خدا کی نافرمانی کی کہ ان جادوگروں کو ایمان لانے کے جرم میں مروا ڈالا۔ اس پر بھی بس نہ کی بلکہ ثم ادبر یسعٰی
اس نے ... بیٹھ پھیر کے یعنی نافرمانی میں کوشش کی اور بنی اسرائیل کو اور زیادہ تکلیف دینی شروع کر دیں اور یہ قصد کیا کہ موسیٰ جو کہتا
ہیں اسکے خدا کا بھی مقابلہ کروں گا اسلئے اس نے ایک روز درباریوں کو جمع کیا فحشر اور جب سب جمع ہو گئے تو فنادی منادی کی فقال انا ربکم الاعلیٰ
کہ میں ہی ہوں تمہارا بڑا رب ... موسیٰ کا خدا ... تم موسیٰ کے کہے میں نہ آنا میری اطاعت کرنا۔
فرعون اور اسکی قوم بت پرست تھی مگر فرعون اپنی سرکشی سے خود ... موسیٰ کے مقابلہ میں اپنے زور و قوت بتانے کو لوگوں کے سامنے کہتا تھا کہ
میں بڑا رب ہوں تمہاری پرورش میرے ہاتھ میں ہے جسکو چاہتا ہوں دوں جسکو چاہوں سزا دوں پھر اتنا اختیار میرے سوا کسکو ہے خدا تعالیٰ
کا محسوس نہ ہونے کے سبب قائل نہ تھا اسلئے وہ بیوقوف اپنے آپکو رب اعلیٰ سمجھتا تھا ہندوستان میں پہلے زمانوں میں راجاؤں کو معبود سمجھا کرتے تھے۔
یہی مصر کا دستور تھا۔
جب فرعون نے موسیٰ کی بات نہ مانی اور سرکشی میں ترقی کرتا گیا تو فاخذہ اللہ اسکو اللہ جبار و قہار نے پکڑ لیا اور کس بلا میں مبتلا کیا نکال الآخرۃ والاولیٰ
آخرت کے عذاب میں اور دنیا کے عذاب میں اس روز اسکی ساری خدائی بوسیدہ ہو کر ہوا میں اڑ گئی۔
اس گرفتاری کی تفصیل اور سورتوں میں موجود ہے کہ فرعون اپنا لشکر لیکر موسیٰ علیہ السلام اور انکی قوم کو گرفتار کرنے نکلا تھا۔ بنی اسرائیل قلزم سے
پار اتر گئے دریا نے رستہ دیدیا بعد میں جو فرعون اور اسکا لشکر آیا تو سب غرق ہو گئے یہ تو دنیا کی رسوائی تھی آخرت کے لیے جہنم تیار ہے۔
آخرت کو اسلئے مقدم کیا کہ دنیا کی رسوائی بمقابلہ آخرت کی رسوائی کے کچھ نہیں اصل عذاب رسوائی وہیں کی ہے اسلئے اسکے اسباب بچنا چاہیے ان فی ذالک لعبرۃ لمن یخشیٰ اس
میں عبرت اور نصیحت ہے مگر کس کے لیے؟ لمن یخشیٰ۔ اسکے لیے جو خدا ترس ہے اور اس کے دل پر کفر اور بدکاری کی سیاہی چھا نہیں گئی ہے
اسکو عبرت و نصیحت ہوتی ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا فرمودہ غلط نہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ یقینی ہے ہو کر رہتا ہے کا ان سے مقابلہ کرنے والا
انجام کار خراب ہوتا ہے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ مگر جو بدبخت ازلی ہے اسکو عبرت و نصیحت نہیں ہوتی کیسا ہی حادثہ ہو وہ اسکو ایک معمولی بات
خیال کرتا ہے اب بھی خدا تعالیٰ کی آیات قدرت وقتاً فوقتاً ہماری عبرت کو ظاہر ہوتی ہیں۔ وبا۔ بربادی خاندان۔ بجلی۔ ہوا۔ ژالہ باری وغیرہ مگر دلکے اندھے
انکو معمولی بات جانتے ہیں۔

[1] کس لئے کہ توریت سفر خروج کے ۱۴ باب میں یہی ہے ۱۲ منہ

کیا اتنا ... آپ ... کہ ... تیار ہو جاؤ۔

حضرت ... اس سورہ میں جو کہ نزول میں اس سے مقدم ہے اجمالاً ... تفصیل ...

بالواد المقدس طوی کہ جب موسیٰ کو اسکے رب نے یعنی ہمنے پاک جنگل میں جسکا نام طوی ہے اور کوہ طور بھی وہیں واقع ہے پکارا۔ مختصر کیفیت یہ کہ

اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ شہر مصر میں پیدا ہوئے تھے بنی اسرائیل کے خاندان میں۔ فرعون نجومیوں کی اس خبر سے کہ بنی اسرائیل

میں ایک شخص ایسا پیدا ہوگا جس سے تیری ہلاکت ہوگی انکے ہر ایک بچے کو قتل کروا ڈالتا تھا۔ اس خوف سے موسیٰ کی ماں نے موسیٰ کو

لکڑی کے صندوق میں بند کرکے دریائے نیل میں ڈال دیا بہتے ہوئے فرعون کے محلوں میں آنکلا اسکی بیٹی نے دیکھ لیا صندوق کھولا

گیا تو چاند سا لڑکا دکھائی دیا۔ فرعون کے کوئی بیٹا نہ تھا اسکی بیوی نے بیٹا بنا لیا۔ ان ہی کے گھر میں نازو نعمت سے پرورش پائی جوان

ہوئے تو ایکبار بازار میں دیکھا کہ ایک فرعونی ایک اسرائیلی کو مار رہا ہے اسرائیلی نے موسیٰ سے فریاد کی آپ نے ظالم سے چھڑا لینے کو بیچ بچاؤ

فرعونی باز نہ آیا تو اس کے آپ نے ایک گھونسا مارا جس سے وہ مرگیا اس خوف سے کہ فرعونی اور فرعون مجھے نہ پکڑیں موسیٰ مصر چھوڑ کر قلزم پار

شہر مدین میں آئے جہاں حضرت شعیب علیہ السلام رہا کرتے تھے یہاں انکی ایک بیٹی سے آپنے شادی کرلی آٹھ یا دس برس یہاں رہے آپ

مصر کا شوق ہوا اور سمجھے کہ اب اس فتنہ کو لوگ بھول گئے ہونگے۔ بیوی بچے بھی ساتھ چلے۔ بیوی حاملہ تھیں ... ایک منزل پر

وادی طوی میں پہنچکر راہ بھول گئے سردی کا موسم تھا ... ہوگئی تھی ... ایک آگ کا جھمکا دیکھا بیوی اور ... کہا تم یہیں

ٹھیرو میں آگ پاس جاتا ہوں آگ لاؤں گا تمہارے تاپنے کے لیے اور اگر آگ نہ ملی تو رستہ تو بتا دیگا ... آگ ... تمام ...

دیکھا دیکھتے ہیں کہ ایک درخت پر تجلی ہے اور ہر ایک شاخ و برگ سے ملائکہ کی تسبیح و تہلیل کی آوازیں آرہی ہیں ... موسیٰ دیکھ کر حیران ہوئے

پھر ایک ایسا نور عظیم الشان متجلی ہوا کہ حضرت موسیٰ کی آنکھیں دیکھ سکیں اور موسیٰ کو آواز آئی کہ اے موسیٰ میں رب العالمین ہوں ...

تیرے ہاتھ میں کیا ہے موسیٰ نے عرض کیا میرا عصا ہے فرمایا اسکو زمین پر ڈالدے۔ ڈالا تو سانپ بن گیا موسیٰ ڈر کر پیچھے ہٹنے لگے

فرمایا ڈرو نہیں اسکو تھام لے اٹھایا تو پھر عصا تھا۔ اور کہا اپنا ہاتھ بغل میں دبا کر نکال نکالا تو آفتاب کی طرح چمکنے لگا یہ دو معجزے یا نشانیاں

عطا کرنیکے بعد فرمایا کہ ہمنے تجھے رسول کیا تو اذہب الی فرعون انہ طغٰی شاہ مصر کے پاس جا کیونکہ وہ سرکش ہوگیا ہے خدائی دعوی کرتا ہے

بندگان خدا کو ایذا دیتا ہے نہایت بدکار ہے اور اسکے سبب سے اسکی قوم بدکاری کے دریا میں ڈوبی ہوئی ہے وہاں جا کر فقل ہل لک

الی ان تزکی یہ کہہ کہ کیا تجکو اس بات کی رغبت اور خواہش ہے کہ تو درست ہوجائے تیرے اخلاق بد دور ہوجاویں اور تو ان تمام روحانی

نجاستوں سے پاک صاف ہوجاوے اور پاک ہونیکے بعد واہدیک الی ربک تیرے رب کا تجھے رستہ بتاؤں جب تک انسان روحانی

نجاستوں میں آلودہ رہتا ہے اسکو اسکے رستہ تک بھی رسائی نہیں اس تک تو کجا یہی تاریکیاں حجاب حاجز ہیں بندے کو خدا تک نہیں پہنچنے

دیتیں یا اول تزکیہ پھر تجلیہ ہے۔ اور صرف یہی بات نہیں کہ تجھے رستہ بتادوں اور تو وہاں پہنچے یا نہ پہنچے بلکہ پہنچا ہی دوں کس لیے کہ کمال ہدایت

ایصال الی المطلوب ہے ارائۃ الطریق اور مرشد کامل جو ہدایت امرا میں مذکور ہیں انکا یہی کام ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام ان میں فرد کامل ہیں

پہلے فرمایا تخشٰی کہ پھر تو ڈرنے لگے کس لیے کہ دربار الٰہی میں جب پہنچ ہوجاتی ہے تو ہیبت کروہ ہوجاتی ہے اور جلال الٰہی کا پرتو دل پر پڑتا ہے جس سے

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۝ فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرَاهَا ۝ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا ۝ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرُ

تجھسے اُس گھڑی کا حال پوچھتے ہیں کہ کب ہے اُس کا وقت ؟ تجھے اسکے ذکر کی کیا پڑی　تیرے رب ہی کو اسکی خبر ہے　تو تو جو اُس گھڑی سے ڈرے اس

مَنْ يَخْشَاهَا ۝ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ۝ ع

اُن کو ڈر سنانے والا ہے جس دن اسکو دیکھ لیں گے تو ایسا جانیں گے کہ دنیا میں گویا ایک شام یا اسکی صبح باک ٹھہرے تھے

ایان ظرف زمانی مبنی علی الفتح مبتدأ مرسٰہا خبرہ ای منتہی قیامہا (ترکیب) قال ابو عبیدۃ مرسٰی السفینۃ مستقرہا والجملۃ بیان السوال فیم محلہا ای فی ای خبر والمبتدأ انت من ذکرہا بیان لای شئی والمعنی لست فی شئی من ذکر وقت القیامۃ انما یعلمہا اللہ تعالیٰ خاصۃ والاستفہام انکاری ورد لسوال المشرکین عنہا الی ربک متعلق بثابت خبر منتہٰہا مبتدأ ای منتہی علمہا فالعلم بتبیین وقتہا الا ہو والجملۃ تاکید للجملۃ الاولی فی رد سوالہم وکذا انما انت الخ منذر مضاف الی من وہذا قراءۃ الجمہور وقرئ بالتنوین قال الفراء کلاہما صواب کقولہ بالغ امرہ وموہن کید الکافرین وقال صاحب الکشاف الاصل ہو التنوین والاضافۃ تخفیف وکلاہما یصلح للحال والاستقبال کانہم کان الخ ہاہم لم یلبثوا خبرہا یوم یرونہا ظرف لقولہ لم یلبثوا ای یظنون انہم لم یلبثوا فی الدنیا الا عشیۃ او ضحاہا ای یوم او بکرتہ وصح اضافۃ الضحی الی العشیۃ لما بینہما من الملابسۃ اذ ہما طرفا النہار والاخر اقوی عند العرب فتقیم بادنی مناسبۃ الفراء ان العشیۃ والغداۃ اخر یومہا وابتداء العشیۃ او عدا اتہا والعشیۃ من الزوال الی الغروب والضحی ہو البکرۃ الی الزوال۔

تفسیر کفار عرب جب قیامت میں دوزخ کا ڈرایا جانا اور بدوں کا سزا اور نیکوں کا جزا پانا سنتا اور نیکی و بدی کا اصول بھی معلوم کیا جو راست ہے لیکن کہ اصول حساب پر عمل کرتے اور بدی سے پرہیز کرتے مگر خود قیامت کے سوال کرتے تھے ایان مرسٰہا کہ اس کا کونسا وقت ہے یہ بڑی نادانی ہے کس لیے کہ اگر طبیب جا کر کہے کہ تمہارا مرض مہلک ہے علاج کرو ورنہ مر جاؤ گے تو احمق بیمار پوچھے کہ اگر سچے ہو تو بتاؤ کہ کب مروں گا حالانکہ اسکو اپنا مرض معلوم کر لینے کے بعد علاج کیطرف متوجہ ہونا چاہیے تھا کہ حکیم سے لایعنی سوال کرنا اور تمسخر سے پیش آنا اس لیے آنحضرت صلعم کو فرماتا ہے فیم انت من ذکرہا تجھے کیا پڑی ہے اس کا وقت ذکر کرے اول تو یوں کہ اسکے کچھ فائدہ نہیں کس لیے کہ وقوع سے پہلے وقت کی خبر کو کب سچا جانیں گے اور وقوع کے بعد کوئی تدبیر ہاتھ میں نہیں دوم الی ربک منتہٰہا اس کا علم اور وقت کی تعیین تیرے رب ہی کو معلوم ہے کیونکہ وہ ایسا حادثہ ہے جو تمام عالم کے ارکان کو درہم برہم کردیگا اور اس کا سبب اس عالم کے سوا اور ہی کوئی ہے پھر کسی علم اور قرائن سے کیونکر معلوم ہوسکے اور حق سبحانہ اسکی خبر اس لیے نہیں دیتا کہ کارخانہ عالم درہم برہم ہوجاویگا بدوں کو نیکی سے باز رہنے کے لیے ایک یہی حیلہ ملیگا کہ ابھی دل کھول کر شہوت پرستی کرو کیا ابھی قیامت آئے جاتی ہے وہ تو بہت دور ہے۔

انما انت منذر آپ کا کام اپنی خبردار کردینا اور لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کردینا ہے مگر آپکے انذار سے نفع اسی کو پہنچیگا جو من یخشٰہا قیامت سے ڈرتا ہے اور جانتا ہے کہ مجھے ایک روز سامنے جا کر حساب دینا ہے وہی اپنے امراض کے علاج کے لیے روحانی حکیموں سے چارہ جوئی کریگا۔ اور وہ کیوں اتنی جلدی کر رہے ہیں کانہم یوم یرونہا لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحٰہا جس روز وہ قیامت کو دیکھیں گے تو اس جہان کی یہ زندگانی ایسی کم معلوم ہوگی کہ یوں سمجھیں گے کہ وہاں آدھے دن رہے تھے صبح یا شام۔ بدحواسی سے پورے طور پر یہ بھی معلوم نہ ہوگا کہ کب تک رہے تھے اول دن یا پچھلے دن۔ دنیا کی عافیت کا خیال آویگا تو صبح سے دوپہر تک کے زمانہ کا خیال کرینگے کس لیے کہ یہ فرحت کا وقت ہوتا ہے اور جو تکالیف کا خیال آویگا تو اخیر دن کا رہنا ڈھلتی پھرتی چھاؤں سا بیان کرینگے۔

قیامت میں آسمانوں کا پھٹنا زمین کا فنا ہونا پہاڑوں کا اڑتے پھرنا جو نفخ صور اول سے متعلق ہے تو طبیعہ تمہید ہے اور اصل مقصد انسان کا بارد گر زندہ ہو کر اپنے اعمال و ایمان کا بدلہ پانا ہے اس لیے طامۃ کبریٰ کے بعد جو قیامت ہے اس اصلی مقصد کو بیان فرماتا ہے فقال یوم یتذکر الانسان ماسعیٰ یعنی جبکہ آدمی یاد کریگا کہ اسنے دنیا میں کیا کیا تھا اسکو وہ قویٰ اور حواس عطا ہونگے کہ جو کچھ آج دنیا میں کرتے ہیں بھول گیا ہے اس روز وہ سب یاد آجاویگا اور اعمال کا نیک و بد نتیجہ اپنی مناسب اشکال میں اسکو آنکھوں سے دکھائی دیگا وبرزت الجحیم اور مظہر قہر الٰہی جسکو جہنم یا جحیم کہتے ہیں ظاہر ہو جاویگی لمن یریٰ ہر ایک دیکھنے والے کے لیے۔ آج جو یہ تفرقہ ہے کہ اسکو اہل بصیرت حضرات انبیاء و اولیاء دیکھتے ہیں اوروں کو دکھائی نہیں دیتی اور اسی لیے شتر بے مہار ہو کر لوگ لذات و شہوات میں گرے پڑتے ہیں اور اسکی کچھ بھی پروا نہیں کرتے اور محسوس نہ ہونیکے سبب سے انکار کرتے ہیں اس روز یہ نہ ہوگا ہر ایک کھلم کھلا دیکھے گا لمن یریٰ کے لفظ نے تعمیم کر دی۔

پھر اس قہرمان الٰہی کے ظاہر ہونے سے یہ ہوگا کہ تمام بنی آدم کو اس میں جھونکدیا جاویگا بلکہ فاما من طغیٰ جسنے سرکشی کی دنیا میں کہ حد مقرر سے آگے پاؤں دھرا یہ لفظ جمیع گناہوں کو شامل ہے معاملات سے لیکر عبادات تک حکم الٰہی سے سرتابی تجاوز طغیان ہے۔ یہ قوت نظریہ کے فساد کی طرف بھی اشارہ ہے کس لیے کہ جسنے اللہ کو پہچان لیا وہ اپنے نفس کو حقیر جانیگا اور ہر دم خداوند قہار و جبار کو انتقام پر قادر سمجھیگا پھر اس سے طغیان یعنی سرکشی سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوگا ہاں مقتضی بشری جسکے بعد توبہ و ندامت ہو وہ طغیان نہیں و آثر الحیوٰۃ الدنیا اور طغیان ہی پر بس نہیں بلکہ زندگی دنیا بھی ترجیح دیا ہو۔ یہ قوت عملیہ کے فساد کی طرف اشارہ ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ جب انسان دنیا کی زندگی پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور دوسرے جہان میں جانیکا اسکو یقین نہیں ہوتا تو وہ رات دن اسباب عیش و آرام کے بہم کرنے میں مصروف رہتا ہے خواہ حرام سے خواہ حلال سے کسی طرح سے ہو مال و زر زمین و جائداد پیدا کرنے کے خیال میں ایسا غرق ہوتا ہے کہ پھر اسکے مقاصد کے حاصل کرنے میں کیسا ہی گناہ اور حق تلفی ہو پروا نہیں کرتا نہ جھوٹ بولنے اور دغابازی کرنے سے عار کرتا ہے نہ ظلم کرنے سے ڈرتا ہے اپنا شیوہ منافقانہ بنانا دنیاداری کے اصول میں سے جانتا ہے۔ پھر اسکو نماز و روزہ یاد اور کسی نیکی کی فرصت و مہلت کہاں رات دن اسی میں رہتا ہے خواب بھی اسی کے دیکھتا ہے آخر اسی حال میں دنیا سے جاتا ہے فان الجحیم ہی الماویٰ تو لامحالہ دوزخ ہی اسکا مقام و ٹھکانا ہوتا ہے مرتے ہی وہ عالم برزخ میں اس بلا میں مبتلا ہو جاتا ہے کس لیے کہ یہ وہی تو اسکا طغیان و حب الدنیا ہے جو جہنم کی شکل میں ظاہر ہوگئی اور حشر میں اور بھی ظہور ہوگا واما من خاف مقام ربہ اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا۔ جو شخص اس خیال کو دل میں جگہ دیگا وہ ہر قسم کی بدکاری اور گناہ سے دور رہے گا اور یہ صفت وصف طغیان کی ضد ہے جس میں یہ صفت ہوگی وہ نہ ہوگی اور اسی خیال پر بس نہیں بلکہ ونہی النفس عن الہویٰ وہ نفس کو خواہش نفسانی سے بھی روکتا رہا جس طرح وہ دونوں صفتیں جمیع قبائح اور الواث کو شامل تھیں اسیطرح یہ دونوں صفات جمیع طاعات و حسنات و تطہیر باطن و ظاہر و مکارم اخلاق کو شامل ہیں۔ اور ان نیک صفتوں میں سے اول دوسری کے لیے علت ہے کس لیے کہ نفس کی بدکاریوں سے لگام روکنا جب ہی ہو سکتا ہے کہ جب یہ تصور کرلیگا کہ مجھے ایک روز خدائے جلیل و جبار کے سامنے کھڑا ہونا اور حساب دینا ہے خاف مقام میں قوت نظریہ کی تکمیل کیطرف و نہی النفس میں قوت عملیہ کی تکمیل کیطرف اشارہ ہے ایسے پاک لوگوں کا فان الجنۃ ہی الماویٰ بہشت انجام ہے وہی انکا مقام ہے وہ عالم قدس میں بادشاہت کیا کرینگے۔

سبحان اللہ ان دو آیتوں میں دار آخرت کا حال اور نیکی و بدی کا انجام اور اصول سعادت و شقاوت کس خوبی سے بیان فرما دیے۔ ان آیات میں تعمیم ہے کوئی کیوں نہو جو ایسا ہوگا یہ انجام ہوگا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ پہلے دونوں جملوں میں عامر بن عمیر کی طرف اشارہ ہے جو بدکار دنیا پرست تھا اور اخیر کے جملوں میں اسکے بھائی مصعب بن عمیر کیطرف اشارہ ہے جو تارک الدنیا تہجد گزار تھا احد میں شہید ہوا اسکے پاس پورا کفن بھی نہ تھا سر ڈھانکتے تھے تو پاؤں کھلجاتے تھے اور جو پاؤں ڈھانکتے تھے

[illegible] ... اصلاح و تزکیہ ... [illegible]

[illegible] ... کی ترقی اور ... کی طرف اشارہ ... [illegible]

[illegible]

[illegible] ... معلوم تھا ... [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ... اور اس میں سمجھایا ... [illegible] ... اس قدر متوجہ ہوتے ہیں اگر وہ ... [illegible]

آپ کا ذمہ نہیں ... [illegible] ... اور تجھ پر کوئی الزام نہیں اگر وہ کافر ... [illegible]

ہو جائے ... اس لئے کہ آپ کا کام تو صرف پہنچا دینا ہے ... [illegible] ... اور تبلیغ کا ... [illegible]

پھیر لینے والا نہیں بلکہ ... [illegible] ... اور خدا ترس بھی ہو جیسا کہ ابن ام مکتوم۔ آپ کو

ان سے متوجہ ہونا چاہیے ... [illegible] ... بر خلاف اس دوسرے گروہ کی طرف متوجہ ہے جو جہنم کے کنارہ کھڑا آپکو دکھائی

دے رہا ہے اس لئے آپ اس شوقین سے التفات نہیں کرتے فانت عنہ تلہی بلکہ اس سے منہ موڑ کر دوسرے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کلا ہرگز

ایسا نہ کرو کیونکہ حکمت الٰہیہ کا مقتضا یہ نہیں کہ ... انہا تذکرہ یہ آیات تذکرہ ہیں یعنی خدا کے نام اور صفات و افعال و احکام

اور اس کی جزا و سزا اور محبت و معرفت و خوف و رجا کو یاد دلاتی ہیں اور خدا سے ملنے کا رستہ بتاتی ہیں سو یہاں

خود طالب کی رغبت و ارادت درکار ہے یہاں یہ چاپلوسی اور التجا ... [illegible] ... نہیں فمن شاء ذکرہ جو چاہے اپنی رغبت

---

۱؎ یہ اس تقدیر پر کہ ... [illegible] ... بعض کی قراءت ہے ... [illegible] ... کان رکھنا ... [illegible]

بہر حال کوشش و سعی کیلئے یہ لفظ مستعمل ہوتا ہے اور اسی لئے ... [illegible] ... کہتے ہیں کہ وہ اپنے کام میں کوشش و ہوشیاری کرتے ہیں ۱۲ منہ

# سورۃ عبس مکی ہے اس میں بیالیس آیات ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۙ اَنْ جَاۗءَهُ الْاَعْمٰى ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۙ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۭ

تیوری چڑھائی اور منہ موڑ لیا اس سے کہ اُس کے پاس اندھا آیا اور تجھے کیا خبر کہ شاید وہ سدھر ہی جاتا یا سوچتا سو اُس کو نصیحت نفع دیتی

اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۙ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۭ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۭ وَاَمَّا مَنْ جَاۗءَكَ يَسْعٰى ۙ وَهُوَ يَخْشٰى ۙ

لیکن وہ جو پروا نہیں کرتا تو اُس کے تو درپے ہو رہا ہے حالانکہ تجھ پر اُس کے نہ سدھرنے کا کوئی الزام بھی نہیں لیکن وہ جو تیرے پاس دوڑتا آیا اور وہ ڈر رہا ہے

فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۚ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَاۗءَ ذَكَرَهٗ ۘ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۢ ۙ

سو تو اُس سے بے پروائی کرتا ہے۔ خبردار یہ تو ایک نصیحت ہے پھر جو چاہے اسکو یاد کرے یہ (قرآن) ہے مکرم بلند مرتبہ مقدس صحیفوں میں

بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۙ كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ ۭ

محترم اور پاک لکھنے والوں کے ہاتھوں میں

## ترکیب

ان جاءہ ای لان جاءہ مفعول لاجلہ والعامل فیہ اما عبس او تولی علی الاختلاف بین البصریین والکوفیین فی التنازع والمختار مذہب البصریین لعدم الاضمار فی الثانی۔ او یذکر عطف علی یزکی داخل فی حکم الترجی معہ فتنفعہ قرا الجمہور برفع المضارع عطفا علی یذکر وقری بالنصب علی جواب التمنی فی المعنی تصدی التصدی الاصغاء وقیل ہو تفعل من الصدی وہو الصوت لاینادیک الا اجبتہ ویجوز ان یکون الالف بدلا من دال و یکون من الصدد وہو الناحیۃ والجانب۔ قرا الجمہور بالتخفیف علی طرح احد التائین تخفیفا وقرا نافع وابن محیصن بالتشدید علی الادغام وما علیک الخ ای لیس علیک باس فی ان لا یتزکی والجملۃ فی محل النصب علی الحال من الضمیر فی تصدی یسعی حال من فاعل جاء وہو یخشی حال من فاعل یسعی علی التداخل او من فاعل جاءک علی الترادف تلہی والتلہی التغافل یقال لہیت من الامر الہی ای تشاغلت عنہ وکذا تلہیت ولیس من اللہو۔ انہا الضمیر الی الموعظۃ والضمیر فی ذکرہ للقرآن فی صحف حال من الہاء وقیل الجار والمجرور نعت لتذکرۃ وما بینہما اعتراض وکذلک بایدی الخ وقیل فی صحف خبر ثان لانہا وما قبلہا اعتراض والاول تذکرۃ سفرۃ جمع سافر من السفارۃ وہو السعی بین القوم او من الکتابۃ قال الزجاج یقال للکاتب سفر بکسر السین وسافر لانہ یسفر ای یکتب۔ والاصل ان معناہ الاظہار یقال اسفر الصبح اذا اضاء ویقال اسفرت المرءۃ اذا کشفت النقاب عن وجہہا وفی السفارۃ والکتابۃ یوجد ذلک المعنی ولذا اطلق علیہما۔ بررۃ جمع بار۔

## تفسیر

یہ سورۃ بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں بیالیس آیات ایک سو تیس کلمات پانسو تینتیس حرف ہیں اور اس سورۃ کا نام سورۂ عبس اس لیے ہے کہ اس کے نزول کا باعث عبوس یعنی ترش روئی تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بے موقع

قُتِلَ الْإِنسَانُ مَا أَكْفَرَهُ ۝ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۝ مِن نُّطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ۝ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ۝

[illegible]

ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ۝ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ ۝ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ ۝

[illegible]

[illegible]

[illegible] ... وہ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ [illegible] ... سے مراد [illegible]

ف: یہ ایک بدو کا خاص محاورۂ عرب اور انکے اسلوب کلام کے لحاظ سے [illegible] کرتا ہے ورنہ وہ خود نازک کرتا ہے اور یہی حال تعجب کا ہے وہ خود جانتا ہے مگر یہی اور اسی قسم کے چند الفاظ جو ایسے محاورہ کے لحاظ سے [illegible] زبان میں کلام کیا جاتا ہے [illegible] استعمال میں لانا فصاحت و بلاغت ہے -

اسکے بعد انسان کے تکبر باطل کرنیکے لئے آپ ہی پوچھتا ہے کہ من ای شئ خلقہ کہ انسان کو خدا نے کس چیز سے بنایا ہے؟ پھر آپ ہی جواب دیتا ہے من نطفۃ کہ ایک بوند یعنی منی کے ناپاک قطرہ سے یہ حضرت کی اصل ہے جو بدن پر یا کپڑے پر لگ جائے تو دھوئے بغیر چارہ نہو پھر اسپر یہ غرور یہ فون فان کہ ہمچو من دیگرے نیست - پھر اس قطرہ میں کیا کاریگری کر کے انسان کو بنایا خلقہ فقدرہ

لہ آجکل یورپ میں عیسائی [illegible] ... ۱۲ منہ

اور شوق سے اس قرآن کو یاد کرے۔ قرآن مجید کلام الٰہی ہے [illegible] اس کی قرأت و سماعت و تہذیب نفس کے متعلق [illegible] کچھ ہے اور
بحمدہٖ و حسن اس میں ایک تاثیر ہے کہ اسکی تلاوت کرنے والے پر ایک حالت طاری [illegible] روح میں نورانیت اور [illegible] ہوا ہے اسلئے
حدیث شریف میں آیا ہے کہ القرآن حبل اللہ المتین کہ قرآن بندے کے لیئے خدا کی [illegible] اس کو پکڑ لیا [illegible] اور امام
[illegible] نے فرمایا ہے تجلی اللہ لعبادہ فی کلامہ [illegible] کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام [illegible] بندے کے لیئے متجلی ہوتا ہے لیکن [illegible]
اسے قرآن مجید کی چند خوبیان بیان فرماتا ہے اور [illegible] کفر و فسق [illegible] ہوا [illegible] میں آلودہ
ہے اور [illegible] قرآن عظیم کی طرف التفات [illegible] اور وہ [illegible] ہے کہ یہ قرآن ایسے پاک ہاتھوں کا لکھا ہوا ہے [illegible] اور [illegible] ناپاک
اور ردی لوگ اگر اس سے نفرت کرین اور اسکی خوبیان [illegible] انکی آنکھیں اندھی ہیں اور انکے ناپاک ہاتھ [illegible] آنکھ
[illegible] اسلئے اسے [illegible] السلام آپ انکی طرف متوجہ ہون بلکہ [illegible] دل [illegible] اور وہ [illegible]
فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ کہ قرآن مجید گرامی قدر بلند شان صحیفون میں ہے یعنی اوراق میں [illegible]
کتب سابقہ (جو معزز اور بلند مرتبہ ہیں) قرآن مجید کے مطالب عالیہ موجود ہیں یا انہیں اسکا ذکر ہے [illegible] الاولیٰ
حضرت ابراہیم و موسیٰ اور ایک جگہ یہ آیا ہے وانہ لفی زبر الاولین اکثر [illegible] یہ فرماتے ہیں کہ [illegible]
لوح [illegible] آسمان مفہم پر ہیں اور وہان سے وقتاً فوقتاً قرآن مجید تھوڑا تھوڑا [illegible]
[illegible] بلند [illegible] بلند بھی ہیں اور رفیع القدر بھی ہیں اور مطہرۃ پاک بھی ہیں کہ [illegible] ناپاک [illegible]
مگر یہ ایماندارونکے قلوب ہیں جنمین قرآن مجید بطور حفظ کے مکتوب ہے [illegible] اور [illegible]
نزدیک مکرم و معظم ہیں اور پاک بھی ہیں نجاسات کفر و شرک و [illegible] انکو [illegible] ہے۔

دوئم بایدی سفرۃ کرام بررۃ وہ قرآن ناپاک اور خیانت آمیز ہاتھوں سے نہیں لکھا گیا بلکہ اُن کاتبون کے ہاتھ سے [illegible] اور بررۃ
نیک ہیں۔ یا تو اس سے مراد ملائکہ ہیں اگر صحف مکرمہ سے مراد الواح نورانیہ ہیں۔ یا دنیا [illegible] یا خدا کے جو قرآن کو [illegible] رسول اللہ صلعم کے حکم سے
لکھا کرتے تھے نہ وہ اپنی خواہش نفسانی سے کم و زیادہ کرتے تھے نہ کسی غرض سے اسمین ہیر پھیر کرتے تھے خیانت اور [illegible]
یہ دو وصف ایسے ہیں کہ جن سے قرآن مجید جمیع کتب پر فوقیت رکھتا ہے اور انہین کے سبب آج تک اسی اصلی [illegible] باقی
ہے اسمین کوئی گرد و غبار پیدا نہین ہوا نہ ہوگا۔ برخلاف اور کتابوں کے کہ آن میں ذلیل اور ناپاک اور ناخدا ترس ہاتھ بھی لگے ہیں اس لئے
کوئی کتاب دنیا میں ایسی نہین جسکی نسبت یہ کہا جاوے کہ یہ وہی ہے جیسی کہ تھی توریت و انجیل و زبور میں جو کچھ تغیرات ہوئے انکا کوئی منصف
مزاج اہل کتاب بھی انکار نہین کر سکتا۔ رہی زند و استا اور دساتیر پارسیون کی آسمانی کتاب اور ہندوؤن کی کتاب چارون وید۔ تو ان تو یہ
بھی تحقیق نہین کہ کس مصنف کی تصنیف ہیں اور وہ کہان کے رہنے والے تھے انکے ماں باپ کا کیا نام تھا کیا عمر تھی کیا کیا کرتے تھے اور بعد
کس نے ان سے لیا اور کسطرح محفوظ رکھا۔ ان اوصاف قرآنیہ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ دنیا میں کوئی کتاب نفیس کاغذون پر طلائی حرفون
مین لکھے جانے اور عمدہ صندوقون اور بلند طاقون میں رکھے جانے سے معزز و محترم نہین ہو سکتی جبتک کہ اسمین یہ خوبیان نہون

اسکے بعد دوسرے عالم کا حال بیان فرماتا ہے فقال ثم اماتہ فاقبرہ پھر اس انسان کو موت دی جیسا پیدا ہونا بے اختیاری تھا [illegible] اسی طرح [illegible]
لاکتا [illegible] اسکو [illegible] ادویہ [illegible] وغیرہ اسباب کو آسمان سے پیدا کیے ہون کوئی ہرگز نہین کر سکتا۔ دنیا مین [illegible]
الٰہی [illegible] رہائی [illegible] دنیا [illegible] علوم ایجاد کیے مگر موت [illegible] کسی کا [illegible] ایک [illegible] اور یہ موت دوسرے جہان [illegible]
دروازہ ہے [illegible] اس دنیا کے [illegible] اسکو [illegible] ان کمالات کے حاصل کر [illegible]
اور [illegible] یہ کام [illegible] بربادی [illegible] اسکا [illegible]
[illegible] اس فعل [illegible] موت بھی ایک بڑی نعمت ہے اگر یون [illegible] کی تلخی [illegible]
کبھی [illegible] ہو جاوے اور [illegible] اہل [illegible]
یہی دنیا کی [illegible] اور اسی [illegible] لوگ موت کی آرزو [illegible] کرتے ہین کیونکہ دنیا [illegible]
چند برسون [illegible] اس عالم جاودانی کو [illegible] والون کو [illegible] ہو جاتی ہے دل [illegible]
کسی [illegible] طرح [illegible] اس منزل [illegible] برزخ [illegible]
جاتا ہے موت [illegible] اسکو قبر مین داخل کرتے ہین قبر [illegible] عالم برزخ کا نام ہے
خواہ کوئی دریا مین ڈوب جاوے [illegible] آگ مین جلایا جاوے [illegible] لاش [illegible] قبر [illegible]
[illegible] اس طرف بھی اشارہ ہے [illegible] پھر کر اس جہان [illegible]
کہان سے پیدا ہوئے نکلکر بار دگر اسی زمین مین جانا [illegible] کہتے ہین کہ جس مین لاش دفنائی جاتی ہے۔ یہ بھی [illegible]
نعمت ہے جسکی تعلیم قابیل کے عہد مین ہوئی۔ اس سے پہلے جانورونکی طرح لاش پڑی سڑا کرتی تھی کتے گیدڑ چیل کوے کھایا کرتے تھے مردونکی
کمال بیحرمتی ہوتی تھی اور نفرت ہوتی تھی اور لوگون کو تکلیف پہنچتی تھی امراض پھیلتے تھے۔ لوگ گھن کھاتے تھے۔ پھر جب اسکو دفنا دیا
تو یہ سب باتین جاتی رہین پردہ ڈھک گیا۔ یہ تعلیم بھی ایک انعام الٰہی ہے جس لیئے فاقبرہ کے جملے مین یاد دلایا۔

پارسی یعنے مجوسی تو اب تک اپنے مردون کی لاش کو اسی جاہلانہ دستور کے موافق یون ہی چھوڑ دیتے ہین صرف اتنی بات کرتے ہین
کہ ان لاشون کے لیئے ایک مکان بنا رکھتے ہین کنوئین کی طرح کا اور اسمین ایک دروازہ ہوتا ہے اور لاش کو دھر کر وہان چلے آتے ہین
گدھ اور چیل کوے اسکو کھاتے ہین اور اس مکان کو یہ دخمہ کہتے ہین۔ اور اکثر ہنود آگ مین جلا دیتے ہین باقی اور تمام اقوام مسلمان
عیسائی یہودی و دیگر اقوام خاک مین دباتے ہین۔

ہنود کہتے ہین دفنانے سے جلانا بہتر ہے اول یون کہ آگ پاک کر دیتی ہے اور زمین کو ناپاک کرنا وہان مردے کو سڑانا بیجا ہے
اسکا جواب یہ ہے کہ آگ پاک نہین کرتی بلکہ فنا کرتی ہے اور جلانے مین مردے کی لاش کی بڑی بیحرمتی ہو دیکھنے والونکے رونگٹے کھڑے
ہوتے ہین دور دور بدبو پھیلتی ہے اور پھر راکھ پاؤن مین روندی جاتی ہے اڑتی پھرتی ہے ناپاک چیزون پر بھی اڑکر جاتی ہے
اور پھر مردے کا نام و نشان بھی باقی نہین رہتا نہ دوستون عزیزون کو اسکی یادگار دیکھنے اور عبرت حاصل کرنیکا موقع رہتا ہے جیسا کہ

اس منی کے قطرہ سے انسان کی آفرینش کی آسمین [illegible] اعضا و بدن مناسب بنانے اور ڈالی رحم مین جس مادہ سے جو [illegible] چیز [illegible] اچھا لی۔ اسے اور آخر میں ایسی چیز سے کہ پیشاب کی راہ سے نکلی اور دوسری مرتبہ ناپاک [illegible] مین گئی [illegible] انسان کے [illegible] آدمی کی اصل جس پر مغرور ہے پھر پیدا کرکے یون ہی بیکار بھی نہین چھوڑ دیا بلکہ فقدّرہ اسکا اندازہ کیا [illegible] کا اندازہ [illegible] رہنے کا اندازہ کیا ف تعقیب بیان کے لیے ہے [illegible] تعقیب لتقریر [illegible] پیدا کیا [illegible] اندازہ علم ازلی مین ہو چکا تھا ابو درداء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ اللہ عزوجل ہر ایک بندے کے پیدا ہو [illegible] بات [illegible] فارغ ہو چکتا ہے اسکی اجل اور اسکے عمل (خیر و شر) اور اسکے سکون و قرار [illegible] اور اسکے رزق [illegible] (رواہ احمد) یہانتک کہ انسان جو پیدا ہو کر بڑھتا ہے خواہ جسم مین ترقی کرے [illegible] احوال مین سب کچھ پہلے ہی سے قدر ہو چکتا ہے [illegible] ممکن ہے کہ لڑکی لڑکے کے رستہ کو طے کرے [illegible] جہان مال [illegible] پھر اعضائے جسم کی بالیدگی مین ذرا بھی تناسب مین فرق نہین ہونے پاتا کیا ممکن ہے کہ کوئی ناسبہ ناک کو ٹانگ کی برابر بڑھا دین یہ اندازہ بھی ان کے پیٹ مین پہلے سے ہو چکتا ہے [illegible] اپنی عمر طبعی کا [illegible] اس تنگ [illegible] مکان [illegible] اسکو اس تنگ رستہ سے باہر لانا ہے ثم السبیل یسرہ اور اس تنگ رستہ کو اسپر سہل کر دیتا ہے [illegible] خیال [illegible] اندام نہانی کو خیال کرو [illegible] ہوتا ہے مگر پھر کس حکمت سے باہر نکالا [illegible] اندام نہانی مین [illegible] کر دیتے ہین پھر وقت ولادت [illegible] کے گوشہ سے پہلے سر باہر نکالتا ہے اور جہان ایسا نہین [illegible] ثابت کرنیکے لیے کبھی ایسا بھی کر دکھاتے ہین بعض مفسرین فرماتے ہین کہ سبیل سے مراد [illegible] اسکو بھی شامل اور پیدا ہونے کے بعد اور سب رستون کو شامل چنانچہ پیدا ہوتے ہی اسکو مان کی پستانون سے دودھ [illegible] چوستا ہے اور بھوک کا اظہار اپنے رونے سے کرتا ہے اور منہ مین پستان کو کس انداز سے دبا تا ہے کہ دودھ نکل آوے پھر اسکا [illegible] آسان ہوتا ہے کہ دانت برآمد کر دیتے ہین جس سے روٹی ٹکڑا کھانا آسان ہو جاتا ہے پھر اسکو معاش کے رستے آسان کر دیتے ہین حرفت صنعت زراعت تجارت مین کیسی کیسی ایجادین کرتا ہے اسیطرح تندرستی بیماری سفر و حضر مقابلہ اعداء بنانے مکان و دیگر اسباب آسایش کے طریقے اسکے لیے آسان کیے جاتے ہین یہانتک کہ بری سفر کی آسانی کیلیے ریل اور بحری کیلیے دخانی جہاز بنا دیئے یعنی انکے بنانے کے علوم اسکے دل مین القا کیے الغرض اسکے ہر ایک کمال تک پہونچنے کے رستے آسان کیے خیر و شر نفع و نقصان مین امتیاز کرنیکی عقل عطا کی یہانتک کہ راہ آخرت کو اور راہ وصول الی اللہ کو بھی (کتابین اور انبیاء علیہم السلام بھیجکر اور مرشدون اور ہادیون کو قایم کرکے) آسان کر دیا اور اسیطرح شقاوت کے رستے بھی بدنصیب کے لیے آسان کر دیئے کسی نے [illegible] ایجاد کی کسی نے اشعار اور [illegible] سے قوی شہوانیہ کو حرکت دی نفس کے گلے مین بدکاری کا طوق ڈالا دینیات سے غفلت کے پردے ڈالے نادیدہ امور آخرت پر توہمات کے پتھر برسائے شبہات کے میخ گاڑ دیئے غرض یہ سب رستے شقاوت کے ہین انکو بھی قضا و قدر نے آسان کر دیا۔ زانی کو جس طرح عورت فاحشہ کا ملنا آسان کر دیا اسیطرح عابد کو رات مین جاگنا اور تہجد پڑھنا آسان کر دیا بخیل کو پیٹ پر پتھر باندھکر مال و زر جمع کرنا آسان کیا تو سخی کے لیے صرف کرنا نامرد کو بھاگنا تو شجاع کو میدان جنگ مین کود پڑنا پارسا کو پارسائی تو فاحشہ کو بے حیائی۔ یہ تمامی حیات دنیا کا مختصر بیان تھا اس مختصر جملہ مین ختم کر دیا

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ۙ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۙ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۙ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۙ وَعِنَبًا

پھر آدمی اپنی خورش ہی کو دیکھے　کہ ہم نے پانی برسایا　پھر زمین کو چیرا پھاڑ کر　پھر اس میں اناج اُگایا　اور انگور

وَقَضْبًا ۙ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۙ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ۙ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۙ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۙ

اور ترکاری　اور زیتون اور کھجور　اور گھنے باغ　اور میوے اور چارہ　تمہارے اور تمہارے چارپایوں کے برتنے کے لیے

## ترکیب

انا قرء الجمہور بالکسر علی الاستئناف والکوفیون بالفتح علی انہ بدل من طعامہ بدل الاشتمال لان نزول المطر سبب لحصول الطعام فہو کالمشتمل علیہ او بتقدیر اللام اے لانہ والمعنی فلینظر الانسان الے انا صببنا الماء صبا - وعنبا معطوف علی حبا وانبات العنب باعتبار شجرتہ وکذا قضبا قیل فیہ قولان الاول انہ الرطبۃ وہی التی اذا یبست سمیت بالقت واہل مکۃ یسمونہا بالقضب واصلہ من القطع وذلک لانہ یقطع مرۃ بعد اخری وہذا قول ابن عباس والثانی ہو قول المبرد انہ العلف [illegible] وبہ قال الحسن البصری - قضب [illegible] واحدہا [illegible] الکلام [illegible] فحسال جمع [illegible] [illegible] البستان علیہا [illegible] وعلیاء کما یجمع احمر وحمراء علی حمر [illegible] غلظ الرقبۃ [illegible] وابا - الاب ہو المرعی قال صاحب الکشاف [illegible] قیل الاب الفاکہۃ [illegible] لانہا توب [illegible] متاعا منصوب [illegible] قال الزجاج ہو منصوب لانہ مصدر مؤکد لقولہ فانبتنا لان انبات ہذہ الاشیاء امتاع للانسان والحیوان -

## تفسیر

قرآن مجید کی عادت ہے کہ کسی مقصد پر دلائل انفس کے بعد دلائل آفاق بیان فرمایا کرتا ہے تاکہ دل میں زیادہ اثر پیدا کرے یہاں تک انسان کا احوال کہا تھا اور مقصود تو اپنی قدرت کاملہ کا اظہار تھا کہ جس میں کسی کو بھی شرکت نہیں جس سے رد شرک و اثبات توحید ہو یا تھا اور اس مقصود کے اثبات سے یہ مطلب تھا کہ وہی خدا ئے قادر واحد لاشریک انسان کو مرنے کے بعد زندہ بھی کرسکتا ہے اور اُسکے اعمال نیک و بد کی جزا و سزا بھی دے سکتا ہے۔ اس مقصود کے اثبات کے لیے پہلے وہ دلائل بیان فرمائے تھے کہ جنکا خود انسان کی پیدائش اور اس کے حالات سے تعلق تھا اب بیرونی دلائل بیان فرماتا ہے فقال فلینظر الانسان الی طعامہ کہ آدمی اپنے کھانے کیطرف نظر کرے کہ ہمنے اُسکو کسطرح سے پیدا کیا ہے؟ انا صببنا الماء صبا کہ ہمنے اوپر سے پانی برسایا۔ بادل اُٹھائے اور بادلوں نے کس لطف کے ساتھ پانی برسایا۔ بادلوں کا پیدا کرنا اور پھر اُن میں سے پانی برسوانا کیا اے بنی آدم تمہارے کسی علم و حکمت کا اثر ہے؟ ہرگز نہیں ثم شققنا الارض شقا پھر ہمنے حکمت بالغہ سے زمین کو پھاڑا کہ اُسمیں سے سہولت سے گھانس اور جڑی بوٹیاں برآمد ہوتی ہیں - ان جڑی بوٹیوں کا وجود آسمانی پانی سے ہے وہ بمنزلہ نطفہ انسانی کے ہے اور زمین بمنزلہ رحم کے ہے اور یہ نباتات بمنزلہ مولود کے ہیں پھر زمین کو پھاڑکر فانبتنا فیہا حبا ہمنے اس زمین میں سے اناج نکالا یعنی جن سے دانہ پیدا ہوتا ہے جیسا گیہوں چنا جوار باجرہ جو انسانوں کے کھانے میں آتے ہیں

قبر دیکھکر دل ٹھنڈا کرنیکی جگہ رہتی ہے۔ اور اسی لیئے قبر مین دفنائی ہوئی میت کو ہی لاش سے ایک روحانی تعلق باقی رہتا ہے اور یہی سبب ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام کی قبروں سے برکات وفیوض مشاہدہ ہوتے ہین برخلاف جلادینے کے کہ جسم سے بالکل تعلق منقطع ہوجاتا ہے اور دھوئین اور آگ سے ارواح کو آمیزش ہوکر شیاطین وجنات سے مشابہت ہوجاتی ہے۔

اور دفنانے مین اور بھی مصالح ہین اول یہ کہ انسان کا مادہ خاک ہے تو اسکو اسکی اصل خاک ہی کیطرف پھیر لانا چاہیئے جیسا کہ فرمایا منہا خلقناکم وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃً اخری نہ آگ سے نہین بنا تھا کہ اسکو آگ کے حوالے کیا جاتا ہے دوم۔ اس دفنانے مین انسان کے فطرتی سفر اور اسکے منازل اور انکی مشابہت کو باقی اور برقرار رکھنا ہے برخلاف جلادینے کے کیونکہ مان کا پیٹ اسکی ایک منزل تھی جسکے بعد وہ اس عالم مین آیا ہے۔ اب یہان کا سفر تمام کرنیکے بعد جب قبر مین دفنایا تو گویا دوسرے جہان کی تیاری کیلئے ایک اور پیٹ حمل مین آیا ہے اس جہان کی سو پچاس برس کی عمر کے لیئے حمل مادری نو مہینے کا کافی تھا مگر اس جہان کی زندگی ابدی ہے اسکے لیئے حمل بھی ایسا ہی طویل ودرازمدت ہونا چاہیئے بس نفخ صور ایک دردزہ ہے جسکے بعد حمل قبری سے لوگ پیدا ہوکر ایک ابدی جہان مین آوینگے اور اسی لیئے اس حمل قبری کے زمانہ کو برزخ کہتے ہین جو حیات دنیا اور حیات آخرت کے درمیان ہے اور اسی لئے کبھی اسکو خواب سے اور قبر کو خوابگاہ سے تعبیر کرتے ہین اور قبر کو مرقد کہتے ہین سوم جب سے پیدا ہوا ہے تو گویا حق سبحانہ اپنی ایک امانت ودیعت رکھتا ہے پھر جسطرح اسکو پالا پرورش کیا جاتا ہے اسیطرح روح نکلنے کے بعد اسکو دفنانا اور زمین کے سپرد کرنا گویا امانت کو مالک کے حوالہ کردینا ہے اور [illegible] اس کیلئے زمین ہی موزون ہے نہ آگ۔ نہین تو مانی کو مبالغ کرکے ایک شاعر کہتا ہے [illegible] تو سے یہ کہا ہے کہ آگ کا ہر کسی کیلئے؛ چہارم۔ اپنے دوست یا بزرگ کی لاش کو آپ دیکھتی آگ مین جلانا اور لاٹھیون سے اسکی ہڈیان کو جدا جدا کرنا علاوہ سنگدلی کے انسانی رحمدلی ومروت ومحبت کے بھی برخلاف ہے برخلاف اسکے باعزت وشان اسکو ایک مناسب طور پر زمین مین دفن کرنا گویا اسکو ایک مکان یا تہخانے مین پہونچانا ہے۔ پنجم دفنانے مین بسا اوقات بہت سی جانین جو حکام وقت کے ہاتھ سے مردہ سمجھکر دفن کردی گئین کسی وجہ سے جلد قبر کھلجانے پر زندہ نکل آئے اور پھر برسون جئے جلادینے مین یہ احتمال بھی باقی نہین رہتا۔ اسکے سوا بہت سا مال لیکے کسیکو سر دیکر یا گلا گھونٹ کر یا قتل کرکے دفن کیا تھا موقع پر مطلع ہوجانے کے بعد لاش سے ملاحظہ جرم بھی ممکن ہے مگر جلادینے مین تو پورا پورا اخفاء واردات ہے جسمین ستمگارونکو اپنی اس وحشیانہ حرکت پر پورا اطمینان ہوتا ہے۔ اور بھی بہت سے وجوہ ہین۔

پھر اس حمل قبر کے بعد جو ایک اور نئی زندگانی کی ولادت ہوگی اسکا حال بیان فرماتا ہے فقال ثم اذا شاء انشرہ کہ پھر جب چاہیگا اللہ تعالی اس مردہ کو اسکی قبر سے زندہ کرکے کھڑا کردیگا تاکہ اس جہان مین اس جہان کے اعمال خیر وشر کا پورا بدلہ پاوے گویا یہان آکر اتنی الٹی پلٹی ہوئی کیونکہ یہ انسان اپنی منزل مقصود کو پہونچگیا اور اب یہان سے اسکو اور کہین نہین جانا۔ اسی لیئے اس جہان کے کارآمد افعال واعمال وعقائد تعلیم کرنیکے لیئے حضرات انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے کہ انسے خبر پاکر وہانکے لیئے بڑی سرگرمی سے طیاری کرین لیکن کلا لما یقض ما امرہ کہ بیشک انسان نے پورا نہین کیا جسکا اسکو حق سبحانہ نے بمعرفت انبیاء علیہم السلام اسکی بھلائی کے لیئے حکم دیا تھا۔ یا یون کہو کہ انسان اس جہانکی نعمتونکو دیکھکر جو اسکو بے سابقہ عمل عطا ہوئین یہ قیاس کرتا ہے کہ وہان بھی بغیر عمل وایمان یون ہی نعمتین ملینگی اسلیئے اسکے جواب مین فرماتا ہے کلا ہرگز نہین۔ ایسا کبھی نہوگا کس لیئے کہ پہلے یہ مامور نہ تھا اب مامور ہوا نیک وبد کی تمیز دی گئی تعمیل احکام کی طاقت دی گئی اسپر جو اسنے نافرمانی کی مضر چیزون اور برے کامون کو عمل مین لایا عمدہ کو چھوڑا جنکا اثر اسکی روح پر پہونچا ضرور سزا وجزا پاویگا۔ بعض مفسرین کہتے ہین آیت کے یہ معنی ہین ہرگز نہین۔ اللہ نے کبھی وہ قضا وقدر مین مقرر نہین کیا ہے جو انسان اپنی خواہش سے اپنے لیئے آپ تجویز کرتا ہے اور امر کرتا ہے کہ ہمیشہ یون رہونگا اور یہ پاؤنگا جیسا کہ یہود وہنود وعیسائی من گھڑت باتین بنایا کرتے ہین۔ انسان کی ابتدا وانتہا کن مختصر الفاظ مین بیان فرمادی۔ ٭

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ

پھر جب کہ وہ شور برپا ہو　جس دن کہ انسان اپنے بھائی　اور ماں باپ　اور بیوی اور اولاد سے دور بھاگے گا　اس روز ہر ایک کی

مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ ۝ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا

ایک ایسی حالت ہوگی جو اسکے لئے بس کرتی ہو　کیسے ایک چہرے نورانی ہونگے　ہنستے خوشی ہوتے　اور کیسے ایک منہ پر اس دن خاک

غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝

پڑی ہوگی　سیاہی چڑھ رہی ہوگی　وہی ہیں منکر بدکار لوگ

## ترکیب

فاذا حرف الشرط جاءت فعل الصاخۃ فاعلہ والجملۃ شرطیۃ والجواب محذوف یدل علیہ الکلام الآتی وھو لکل امرئ منھم الخ الصاخۃ الصیحۃ سمیت بھا لشدۃ صوتھا کانھا تصخ الآذان [illegible] فلا تسمع واصل الکلمۃ من الصخ وھو الطعن والصک [illegible] یقال [illegible] والمراد بھا النفخۃ الاخیرۃ [illegible] والفاء للدلالۃ علی ترتیب ما بعدھا علی ما قبلھا یوم [illegible] اذا جاءت [illegible] لکل امرئ منھم یومئذ شان یغنیہ جملۃ یومئذ ظرف [illegible] والجملۃ [illegible] بیان لسبب الفرار [illegible] مقام التفصیل [illegible]

خبر اول ضاحکۃ خبر ثان مستبشرۃ خبر ثالث [illegible] علیھا غبرۃ [illegible] ترھقھا قترۃ خبر ثان [illegible] بالتحریک [illegible] (مجمع کنز صفحہ ۲) قولہ تعالی ولا یرھق وجوھھم قتر ولا ذلۃ [illegible] اذا [illegible]

برجرائم وتباہی [illegible] یقال [illegible] قولہ تعالی [illegible] طغیان قولہ تعالی فزادوھم رھقا

اے سفہا وطغیانا و نزدیک آمدن و دریافتن چیزے را۔ صراح۔

قتر قترۃ بفتحتین گرد و قتر جمع۔ تقتیر۔ اقتار کذلک دیوے بریان برانگیختن و سخت کردن زن و درویش شدن مرد۔

غبر غبار بالضم غبرۃ بفتحتین گرد۔ غبرہ بالضم تیرگی۔ صراح۔ قال زید بن اسلم القترۃ ما ارتفعت الی السماء والغبرۃ ما انحطت الی الارض۔ وقال ابن عباس القترۃ سواد الوجہ۔ اولئک مبتداء ھم الکفرۃ الخ خبر۔ کفرۃ جمع کافر والفجرۃ جمع فاجر والفاجر المائل عن الحق۔

## تفسیر

اور یہ کب ہوگا فاذا جاءت الصاخۃ جس دن کہ صاخہ آوے یعنی قیامت جسکے نفخ صور سے شور برپا ہوگا ف قیامت کو اسکے اوصاف ہیبتناک کی وجہ سے ہر ایک وصف سے یاد کیا گیا ہے کبھی اسکو طامۃ کبریٰ کبھی واقعہ کبھی الحاقۃ کبھی القارعہ کبھی الصاخۃ۔ وہ کیسا دن ہوگا۔ اور کب اسکا ظہور ہوگا یوم یفر المرء من اخیہ جس دن کہ آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ یعنی اسکی مصیبت میں شریک ہونا پسند نہ کریگا اپنی ہی خلاصی کی پڑی ہوگی۔ وامہ اور اپنی مادر مہربان سے بھی آنکھیں چرالیگا۔ دنیا میں تو دنیا میں بھی ماں سے منہ پھیر لیتے ہیں بیوی اور اولاد پر فدا ہوتے ہیں۔ وابیہ اور اسکے بعد باپ کیطرف توجہ ہوتی ہے سو اس روز باپ سے بھی الگ ہو جائیگا

اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ دفعتاً انگور بھی اگائے یعنی اسکی بیل بھی اگائی انگور میں غذا بھی ہے کہ صرف اسی کو کھا کر بسر
سکتا ہے۔ اور میوہ بھی ہے اور پھر انگور سے سیکڑون کارآمد چیزین منقیٰ کشمش [illegible] بس نہین کی بلکہ دفعتاً یا بتدریج
یون بھی توڑ توڑ کر کھاتے ہین جیسا معلی کا حسن شامم پیاز پھر اگر کہی [illegible] اور کھجور کی پیدا کی نہین بلکہ ورخوما یعنی
پیدا کیا کہ جسکا پھل بہت سے کام آتا ہے اور اسکی لکڑی سے بڑے [illegible] حاصل ہوتے ہین۔ اور ایسے کئی میوے پیدا کئے
جیسون [illegible] ملکون [illegible] دور دراز ملکون تک جا سکین اور [illegible] مدتون [illegible] کام آئی [illegible]
کھانے کے سوا عمدہ سرکہ اور شراب بنتی ہے اور سال بھر تک اسکو رکھ کر کھا سکتے ہین اسکی مٹھائی عمدہ عمدہ کھانون مین پڑتی
اور پھر یہی نہین بلکہ حدائق باغ پیدا کئے جنمین طرح طرح کے پھل اور پھول اور کارآمد بوٹے ہوتے ہین اور باغ بھی کیسے غلباً گھنے
جنکے سایہ مین سرور اور دل کو نور پیدا ہوتا ہے۔ اور ان مین بڑے بڑے [illegible] درخت ہوتے کہ میوے دینے کے علاوہ انکی لکڑی
اور دیگر اشیاء مین کام آتی ہے۔ گاڑیان بنتی ہین صندوق بنتے ہین اور پلنگ اور کرسیان اور کیا کیا آرائش و راحت کے سامان
ہوتے ہین اور باغ کے سوا دفاکہۃً اور بھی صحرائی میوے پیدا کئے جنگلون اور پہاڑون مین کیسے کیسے خودرو درخت میوے
ہین اور کیسے کیسے عمدہ پیڑ اور جھاڑ ہین۔ صحرائی سبزی اور کیا [illegible] سب چیزین ہین [illegible] [illegible] اور
سواد وابا خودرو گھانس۔ اور چارہ بھی پیدا کیا۔

یہ سب چیزین کس لئے پیدا کین متاعاً لکم تمہارے فائدہ اٹھانے کو ولانعامکم اور تمہارے چارپایون گائے بیل بھیڑ بکری
گھوڑے اونٹ کیلئے کہ وہ جانور ان چیزون کو کھا کر زندہ رہین اور تم ان سے فائدہ اٹھاؤ [illegible] دودھ پیو [illegible] بالون کی
[illegible] لاؤ عمدہ عمدہ شالین اور دوشالے بناؤ اور کسیکو فربہ کرکے اسکا گوشت کھاؤ اور کسی پر سواری کرو اور کسی پر بوجھ لادو

اب ہر ایک بات کو غور کرو تو آپ معلوم ہو جائیگا کہ یہ کارخانہ خود بخود نہین بنگیا ہے جیسا کہ دہریہ اور [illegible] کہتے ہین [illegible]
نور عقل تمکو رہنمائی کرے گا کہ ضرور بالضرور ان سب چیزون کا خالق جس نے ہر ایک مین ایک کیا ہزارون مصلحتین اور فائدے
مونہ رکھے ہین ان سب سے نرالا بڑا قادر و حکیم ہے۔ اور اسکے سوا وہ اے بنی آدم تم پر رحیم بھی ہے کہ اس نے صرف تمہارے
پھرنے کے لئے کیسے کیسے سامان پیدا کئے ہے ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری ہمہ
از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری ٭

پھر جس قادر مطلق نے آسمانی بوند سے یہ چیزین بنائین اور ایک بوند سے تمکو بنایا اور عرصۂ وجود مین کیسی کیسی پلٹنین دین [illegible]
ہر ایک نیا روپ اسکا بدلا اسکی ابتدا مین کچھ اور ہی قدرت کا جلوہ دکھایا اور اسکے شباب مین اور ہی شان نمایان کی اور اسکا
جبروت کی اور ہی تجلی دکھائی۔ اس شے کو قدرت کا گھوڑا بنا کر اسکو میدان وجود مین کیسا دوڑایا۔ ہر شے پر قدرت کو سوار کر
کیا وہ انسان کو جو اشرف المخلوقات ہے اسی میدان مین تکر اکر نیست و نابود کر دیگا یا اسکو کسی اور جہان مین نہ لیجائیگا ضرور لیجائیگا۔ انسان
کی اندرونی اور بیرونی ساخت بتا رہی ہے کہ یہ تیز رو کہین اور جانے والا ہے اور یہ دانہ قبر مین سے ضرور پھر اُگے گا ۔٭

# سُورۃ تکویر مکیہ ہے اس میں انتیس آیات اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ○ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ○ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ○ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ○

جبکہ سورج دھندلا ہو جاوے ۔ اور جبکہ ستارے جھڑ پڑیں ۔ اور جبکہ پہاڑ اڑاتے پھریں ۔ اور جبکہ بیانی اونٹنیاں چھٹی پھریں

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ○ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ○ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ○ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ

اور جبکہ جنگلی جانور بھی رل پڑیں ۔ اور جبکہ دریاؤں میں جوش ہو ۔ اور جبکہ جانوں کے جوڑے لگا دیے جاویں ۔ اور جبکہ زندہ گاڑی ہوئی لڑکی

سُئِلَتْ ○ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ○ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ○ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ○ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ○

پوچھی جاوے کہ کس گناہ پر ماری گئی تھی ۔ اور جبکہ نامۂ اعمال کھولے جاویں ۔ اور جبکہ آسمان کی (کھال) اتار لی جاوے ۔ اور جبکہ دوزخ دہکائی جاوے ۔

وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ○ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ○

اور جبکہ بہشت پاس لائی جاوے ۔ تب ہر شخص جان لےگا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے

## ترکیب

اذا شرطیۃ وکذا ما بعدہا وجوابہ الکل علمت نفس الخ الشمس مرفوع بفعل محذوف یفسرہ ما بعدہ لان اذا تطلب الفعل وہذا عند الجمہور وصاحب الکشاف ۔ وعند الاخفش والکوفیین یجوز رفعہ بالابتداء وہو علیہ الجمہور ۔ والتکویر الجمع ماخوذ من کار العمامۃ علی راسہ یکورہا والمراد ذہاب نورہا ولذا قیل فی اللغۃ ہر اسے لمست وقال الآخرون انکسفت ۔ وقیل معنی التکویر الطرح والسقوط قال الاصمعی یقال طعنہ فکورہ اذا صرعہ فقولہ اذا الشمس کورت اسے القیت ورمیت عن الفلک وقیل انہا ماخوذۃ من الفارسیۃ یقال للاعمی کور اسے ظلمت اعمی ۔ انکدرت اسے تساقطت وانقضت یقال انکدر الطائر من الہوی اذا انقض وقیل الانکدار الانصباب ۔ العشار جمع عشراء کنفساء جمع لفاس وہی التی اتی علیہ حملہا عشرۃ اشہر وہی انفس الاموال عند العرب عطلت اسے ترکت ہملا بلا راع وبلا حلب حشرت جمعت من کل ناحیۃ وکل شیء من دواب البر لا یستانس فہو وحش والجمع وحوش سجرت قرئی بالتخفیف والتشدید قال القشیری ہو من سجرت التنور اسجرہ سجرا اذا احمیتہ نشرت اسے فتحت وبسطت للحساب لانہا تطوی عند الموت وتنشر عند الحساب کشطت والکشط القلع عن شدۃ کشط برہنہ کردن وجل از پشت ستور برگرفتن فقط لغۃ فیہ ۔ صراح ۔

سعرت سعر افروختن آتش و جنگ ۔ ازلفت زلف پیش شدن ۔ صراح

## تفسیر

یہ سورہ بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ۔ ابن عباس و ابن عمر و ابن زبیر و عائشہ رضی اللہ عنہم بھی فرماتے ہیں اس سورہ کی انتیس ۲۹ آیات ہیں ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو یہ منظور ہو کہ قیامت کو آنکھ سے دیکھے تو اسکو چاہیئے کہ اذا الشمس کورت اور اذا السماء انفطرت اور اذا السماء انشقت پڑھے (اخرجہ احمد والترمذی وحسنہ وابن المنذر والطبرانی والحاکم) یعنے ان سورتوں میں قیامت کا پورا پورا نقشہ کھینچ کر دکھا دیا گیا ہے ۔

اُسکی شفقت پرورش کا کچھ خیال بھی نہ آویگا وصاحبتہ اور بیوی کی بھی کچھ پرواہ نکریگا آج جسکو مال و عزت اور گھر کی تمام برکات کا خزانچی جانتا ہے حرام و حلال جو ملتا ہے اُسکے آگے لا کر دھرتا ہے اور اُسکی غیرت و عزت کے لیئے جان دینے کو تیار ہوجاتا ہے اور جو اُسکی بڑی مونس و درد و غم کی شریک اور بڑی دلربا اور معشوق ہوتی ہے اُس روز اُس سے بھی مُنہ پھیر لیگا۔ وبنیہ اور پیاری اولاد اور محبوب لڑکون سے بھی آنکھین پھیر لیگا جنکے لیئے آج دنیا مین خدا کو بھولا ہوا ہے اور رات دن انہین کے لیئے مال و زر جمع کرنے مین کوشش کرتا ہے۔

ان آیات مین غالباً ادنے سے اعلیٰ کیطرف ترقی ہے کس لئے کہ سب سے اول انسان کو اولاد اور اُن مین سے نرینہ اولاد پیاری ہوتی ہے اسکے بعد بیوی پھر اسکے بعد باپ کہ جوانی مین بوڑھے باپ کا ترکہ ملنے کی امید ہوتی ہے اسکے بعد ماں اسکے بعد بھائی سوا وسنے ہے لیکر الٰہ تک جو کچھ اُسکے لخت جگر اور محبوب ولی ہین اور جنکی محبت و ہمدردی ایک فطری بات ہے خاص لوگون کے سوا سب جسکو دیکھو انہین کی محبت مین سرگردان ہے اور انہین کے خیال کی بھاری بیڑیون مین جکڑا ہوا ہے اس روز ایسی آپا دھاپی ہوگی کہ ان سے بھی کنارہ کریگا اور کسی کے بدلے آپ سزا پانا ہرگز قبول نکریگا بلکہ اپنے حسنات مین سے حصہ دینا بھی گوارا نہ کرے گا۔ سب ان سے یہ حال ہوگا تو اور رشتہ دارون دوستون ہموطنون کی تو کیا پروا ہوگی۔

یہی مضمون اور کئی ایک جگہ بھی قرآن مجید مین آیا ہے ولایسئل حمیم حمیما یبصرونہم۔ ولا تغنی مولی عن مولی شیئا۔ ومنہا من الآیات۔ اور کیون ایک دوسرے کی پروا نکریگا لکل امرئ منہم یومئذ شان یغنیہ کہ ہر ایک شخص ان مذکور لوگون مین سے ایسی ایک ایسی حالت مین ہوگا کہ وہ حالت اسکو دوسرون سے بے پروا کر دیگی اپنی پڑی ہوگی دوسرے کی خبر نہوگی۔ اور مصیبت مین الساہوا کرتا ہے

ف یہ حالت کب ہوگی؟ قیامت مین اُسوقت کہ قہر و جبروت الٰہی کا ظہور ہوگا اور دروازہ شفاعت کا نہ کھلا ہوگا ہر ایک نبی نفسی نفسی کریگا سب اولین و آخرین حضرت آدم علیہ السلام پاس آکر عرض کرینگے کہ آج آپ جو سب کے باپ ہین شفاعت کیجیئے وہ کہین گے نوح کے پاس جاؤ اسطرح وہ کہین گے ابراہیم کے پاس جاؤ وہ کہین گے موسیٰ کے پاس جاؤ وہ کہین گے عیسیٰ کے پاس جاؤ وہ کہینگے حضرت محمد مصطفیٰ کے پاس جاؤ آج اسکے قابل وہی ہین پھر آنحضرت صلعم کے پاس آئینگے آپ شفاعت کرینگے آپکی شفاعت قبول ہوگی پھر اور انبیا و اولیاء و صلحاء شفاعت کرینگے اور حساب شروع ہوگا تب وجوہ یومئذ مسفرۃ اُسدن بہت سے مُنہ روشن ہونگے خصوصاً جبکہ اُن کو نعیم جنت اور عطاء کا ملنا معلوم ہوگا یہ نیک لوگ ہونگے۔ بزرگون نے فرمایا ہے وہ ہونگے جو رات کو اندھیرے مین نماز پڑھا کرتے تھے۔ یا جنکے چہرون پر اللہ کی راہ مین غبار پڑی تھی۔ یا جنکے چہرون پر سعادت کے حاصل کرنے اور اعمال کی مشقت بھوک پیاس کی شدت اور خوف الٰہی سے تیرگی پیدا ہوئی تھی یا آثار وضو سے۔ ضاحکۃ مستبشرۃ ہنستے ہونگے بشاش ہونگے حساب سے فارغ ہوکر جنت مین جاتے وقت۔ جو دنیا مین خوف الٰہی سے روتے اور غفلت و اعمال بد پر غمگین ہونگے وہ اُس روز ہنستے اور بشاش ہونگے۔ یہ اہل سعادت کا حال ہوگا۔ اسکے بعد اہل شقاوت کا حال بیان فرماتا ہے وجوہ یومئذ علیہا غبرۃ کہ بہت سے مُنہ ہونگے اُس روز غبار پڑی ہوگی۔ جو نعیم دنیا مین چڑچڑے چکنے چہرے رکھتے تھے اور خدا سے غافل تھے ترہقہا قترۃ اور جہنم اور اعمال بد کی سزائین سامنے دیکھکر چہرون پر سیاہی چڑھ جاویگی یا پھٹکار کی سیاہی۔ یہ کون ہین اولئک ہم الکفرۃ الفجرۃ یہ کافر بدکار ہین۔ کفر اور اسکے ساتھ بدکاری اور بھی غضب ہے۔ سبحان اللہ انسان کی ابتداء اور حالت حیات و ممات و دور آخرت کی کیفیت کن مختصر الفاظ مین کس دلکش انداز سے بیان فرمائی۔ یہ کمال اعجاز ہے۔

واذا الجبال سیرت اور جبکہ پہاڑ چلائے جائیں یعنی وہ اکھڑ کر روئی کے گالوں کی طرح ادھر اُدھر اُڑتے پھریں جب آفتاب کی یہ حالت اور تاروں کی یہ نوبت ہوگی تو گویا دنیا کی چھت برباد ہو چکے گی اور زمین کا فرش جسکے لنگر یا میخ فرش پہاڑ ہیں وہ یوں اُڑتے پھرینگے تو پھر اہل زمین کو کس بازار اور کس تجارت اور کس مال کی آرزو باقی رہجاویگی اور کس کی حفاظت اور روک تھام کرینگے ؟ کسیکی بھی نہیں بلکہ اپنی ہی پڑی ہوگی۔ اس مضمون کو ان جملہ میں ادا کرتا ہے واذا العشار عطلت اور جبکہ حاملہ اونٹنیاں جو بچہ دینے کے قریب ہوں یوں ہی بیکار و بے مہار ماری ماری پھرینگی کوئی پرسان حال بھی نہوگا اونٹ عرب کے نزدیک بڑا مال ہے اور خصوصاً گابھن اونٹنی جو بچہ دینے کو ہو اور بھی نفیس اور مرغوب مال ہے اسکی حفاظت و نگہداشت بہت کچھ کیا کرتے ہیں اسلئے گابھن اونٹنیوں کے بیکار رہنے کا ذکر کیا۔ یہ چوتھا حادثہ ہے۔ اس میں ایماء ہے کہ جس مال کے جمع کرنے میں لوگ عمر برباد کر رہے ہیں اسکی ایک روز یہ حالت ہوگی۔ اور یہ طبعی بات ہے دنیا میں جب کوئی سخت بلا یا مصیبت ہوتا ہے تو اسکا یہ نتیجہ ہوتا ہے اور چین نہ پڑے اُسوقت نہ روپیہ اچھا معلوم ہوتا ہے نہ عورت کیطرف رغبت رہتی ہے نہ گھوڑے بیل اچھے معلوم ہوتے ہیں نہ مکان و جائداد کا دھیان رہتا ہے بعض مفسرین کہتے ہیں کہ عشار سے مراد بادل ہیں کہ اسروز وہ معطل ہونگے۔

اور جب یہ حالت ہوجاویگی تو انسان کیا وحشی جانور ونکے بھی ہوش و حواس بجا نہیں رہینگے واذا الوحوش حشرت اور جبکہ جنگلی جانور جو آج انسان سے دور بھاگتے ہیں اور آپس میں بھی ایک دوسرے غیر جنس سے گریز کرتا ہے ہرن شیر سے بکری بھیڑیئے سے ان سب پر اس فصل کے سبب ایسی ہول و دہشت طاری ہوگی کہ سب جنگل اور پہاڑ چھوڑ کر آبادی میں پناہ لینے کیلئے آ جمع ہونگے اور اب بھی جب کہیں آگ لگتی ہے تو جنگل میں آگ لگتی ہے ایسے جانور جو انسان سے بھاگتے ہیں امن کیجگہ جمع ہو جاتے ہیں اور جنگلی ہرن وغیرہ کو اکثر جاڑوں میں دیکھا گیا ہے مصیبت میں نفرت اور باہمی عداوت کافور ہو جاتی ہے بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حشر کے روز وحوش بھی انکے باہمی قصاص و فیصلہ کیلئے جمع ہونگے ابن عباس سے یہ بھی منقول ہے کہ وحوش کے حشر سے مراد ان کا مرنا ہی ہے جیسے کہتے ہیں حشرتہم السنۃ جبکہ لوگوں کے مال اور جان قحط سے تلف ہوں۔ یہ پانچواں حادثہ ہے۔ اسکے بعد چھٹے حادثہ کو بیان فرمایا ہے۔ واذا البحار سجرت اور جبکہ دریا گرم کئے جاویں۔ دریا کا گرم ہونا اور جوش میں آنا اس کی طغیانی سے عبارت ہے۔ پھر جبکہ صور پھونکے گا اور زمین ہلے گی اور پہاڑ اُڑینگے تو جس سطح ارض پر سمندر ہے وہ کب ساکت ہوگا اسکا تموج اور جوش بھی بیحد ہوگا کہ خشکی پر پھیل پڑیگا اور زمین کے حیوانات و انسان بلکہ بڑی بڑی بلند چیزوں کو ڈبو دیگا بعض مفسرین کہتے ہیں کہ بیحد تموج سے اس میں ایسی مفرط حرارت پیدا ہوگی کہ پانی مستحیل ہوکر ہوا ہو جاویگا اور ہوا مستحیل ہوکر آگ بنجائیگی۔ پانی نے تو آفت برپا کی ہی ہوگی پھر ہوا ہوکر اور بھی دنیا کو درہم برہم کر دیگا اور پھر آگ ہوکر اور بھی ستیاناس کر دیگا۔ الغرض یہ تینوں عنصر جو آج دنیا کی آبادی کا باعث ہیں یہی خرابی کا باعث ہو جاوینگے نہ آسمان رہا نہ ستارے نہ سورج نہ پہاڑ نہ انسان و حیوان نہ سمندر گویا ان چھ حادثوں سے جو نفخ صور اول سے ہونگے دنیا کا اور اہل دنیا کا خاتمہ ہو جائیگا۔

مگر ان چھ حوادث کی ترتیب ذکر میں بعض نکتہ چینوں کو یہ اعتراض ہے کہ جب یہ معاملہ نفخ صور اول کا ہے اور سورج اور ستارے بے نور ہو جاوینگے اور پہاڑ اُڑتے پھرینگے تو اُسوقت عشار یعنے گابھن اونٹنیاں اور وحوش موجود ہی کب ہونگے جو انکو معطل اور محشور ہونا کہا جاوے اسکا جواب بہت آسان ہے وہ یہ کہ ان حوادث میں خدا پاک نے ترتیب وقوع کا اظہار نہیں فرمایا کہ اول یہ ہوگا پھر یہ ہوگا

ربط اس سورہ کا سورہ عبس سے یہ ہی کہ اسمین قیامت کا ہولناک واقعہ اخیر مین بیان ہوا تھا کہ اس روز بھائی بھائی سے اور بیٹا باپ سے اور ماں سے اور خاوند جورو سے اور باپ بیٹوں سے بھاگیگا۔ اب اس سورہ مین بیان کیا جاتا ہے کہ وہ صاخہ کہ جس روز یہ ہوگا کب ہوگا اور اسکے اسباب کیا ہونگے ہ فقال اذا الشمس کورت جبکہ آفتاب لپیٹا جاوے یعنی اسکی روشنی جو پھیلی ہوئی اور تھان کیطرح دنیا مین سفید چادر بچھی ہوئی ہے تہ کر دی جاوے اور آفتاب بے نور ٹیکری کی ٹکیہ سی رہجاوے۔ استعارہ ہے اسکے بے نور ہونے سے۔ یا یہ معنی کہ پھینکدیا جاوے اور توڑ دیا جاوے کس لیئے کہ تکویر لپیٹنے اور پھینکنے کو بھی کہتے ہین۔

واضح ہو کہ تخریب عالم کیلئے بارہ نشان بتلائے گئے ہین کہ جب یہ بارہ چیزین ہونگی تب علمت نفس ما احضرت ہر ایک جان لیگا کہ وہ کیا لیکر آیا ہے۔ ان بارہ مین سے چھ تو وہ ہین جو صور اول کے بعد ہونگے اور چھ صور دوم کے بعد ہونگے۔ اور ان بارہ حوادث کے بعد اس دنیا کا کچھ بھی نام و نشان باقی نرہیگا اور نفوس انسانیہ کا اس منزل سے یکبارگی تعلق منقطع ہوجاویگا اور یہی تعلقات اسکے جہل و بے خبری کے اسباب ہین پھر جب یہ نرہینگے تو انکشاف تام اور ظہور کلی ہوجانیکے سبب ہر ایک کو معلوم ہوجائیگا کہ اسنے اس دنیا کی اندھیری رات مین کیا کیا تھا کوئی بات مخفی نرہیگی یہی ان حوادث دوازدہ سے علمت نفس ما احضرت کا تعلق اور شرط سے جزا کا ارتباط۔ ان چھ مین سے جو بعد نفخ صور اول کے بعد واقع ہونگے سب سے بڑا حادثہ آفتاب کا بے نور ہو کر پڑا اور نیست و نابود ہوجانا ہی کیونکہ اس دنیا کی بنیاد آفتاب کے نور اور اسکے وجود پر قائم ہے روشنی مین انسان ہر چیز کو دیکھتا ہی اور محسوسات مین امتیاز کرتا ہی اور یہی سبب ہی کہ دن مین اسکے حواس منتشر زیادہ ہوتے ہین اور اسی سبب سے رات مین اہل مراقبہ و اہل ریاضت اپنی نسبت باطنی کی ترقی کیا کرتے ہین اور یہی وجہ ہی کہ رات مین عشاق اور بیماروں کو اور ہر ایک مبتلائے مصیبت کو اپنا درد زیادہ معلوم ہوتا ہے اور یہی باعث ہی کہ ساحر اور تاثیرات نفسانیہ کے عامل اپنا عمل رات مین زیادہ موثر پاتے ہین۔ اسکے سوا آفتاب کی حرارت اور تاثیر سے سیکڑون چیزین پیدا ہوتی ہین انقلابات سلطنت واقع ہوتے ہین۔ تغیرات ظہور کرتے ہین اشیاء کی عمر اور لڑکپن اور جوانی اور بڑھاپا آفتاب ہی کے سبب سے ہے یہ دنیا کا چراغ ہی یہ نہو تو اندھیرا ہے اور انہین باتون کو مستقل تاثیر سمجھکر بہت سی قومون نے آفتاب کی پرستش شروع کر دی اور سورج دیوتا کہنے لگے اور ہزارون منتر اسکی مدح مین بنگئے ہنود کا گاتری منت اسکی ہی مدح مین ہی جو عمدہ عبادت خیال کیجاتی ہے۔ ہنود کے علماء کو اقرار ہے کہ آفتاب کیا بلکہ عناصر کی مدح اور احکام پرستش سے وید بھرے پڑے ہین۔ آریہ فرقہ وید کو چھپا کر جو تاویلات رکیکہ کرتا ہے اسپر وہ پنڈت ہنستے ہین اور کہتے ہین کہ اس شرمناک دھبہ کو یہ تاویلات مٹا نہین سکتین۔ اسمین آفتاب پرستون اور نیز ان طبیعیون اور دہریون کا بھی کامل رد ہی جو آفتاب کو پوجتے اور دہر مین اسکو علت فاعلیہ سمجھتے ہین اور اسکو قدیم اور ابدی خیال کرتے ہین کہ تمہارا معبود ایک روز یون لپیٹ کر دھر دیا جائیگا۔ آفتاب مین سے لاکھون حصہ بڑا ہی جب یہ خراب ہوا تو پھر زمین کی خیر نہین۔ آفتاب کے بعد اور ستارے ہین انکے اجرام کی عظمت بھی زمین سے سیکڑون بلکہ ہزارون درجہ زیادہ ہی لیکن وہ آفتاب سے کم ہین اگر آفتاب نظر نہ آوے تو یہ ستارے بھی آسمان کی زینت اور روشنی کے قنادیل اور تاثیر مختلفہ پیدا کرنیکے اسباب ہین اسلیئے انکی حالت بھی بیان فرماتا ہے واذا النجوم انکدرت اور جبکہ تارے جھڑ پڑین گر جاوین یہ دوسرا حادثہ ہے نجم کے لفظ سے روشنی اور ظہور سمجھا جاتا ہی اسلیئے انکے لیئے لفظ انکدرت استعمال ہوا جسمین تیرگی کے معنی ہین یعنی بے نور اور دھندلے ہو جاوین اور کوکب بھی تارے کو کہتے ہین مگر اس لفظ مین جڑے رہنے اور جمے رہنے کے معنے ہین اسلیئے کوکب کے ساتھ انتثرت کا لفظ استعمال کیا جسکے ظاہر معنے ہین جھڑ پڑین واذا الکواکب انتثرت جب آفتاب اور ستارے نرہینگے تو کرۂ زمین بھی رخصت ہوگا اسلیئے یہ تیسرا حادثہ بیان فرماتا ہے فقال

کھنچ لینے سے اُسکا گوشت واندرونی اعضا ظاہر ہوجاتے ہین اسیطرح آسمان کا حجاب مرتفع ہوجاوے اور مکنونات خیالات فلک کہ اشیاء کی صورت مثالیہ ہین متجلی ومنکشف ہوجاوین اور ملائکہ نازل ہونے شروع ہون جو عدالت حشر کے کارندے ہونگے - یہ چوتھا حادثہ ہے
امام رازی کشطت کے معنی اسکے قریب قریب بیان فرماتے ہین حیث قال ای کشفت وازیلت عما فوقہا وھو الجنۃ وعرش اللہ کما یکشط الاھاب عن الذبیحۃ والغطاء عن الشئ - یعنی کھولا جاوے اور اسکے اوپر کی چیز جو جنت اور عرش الٰہی ہے ظاہر کیا جاوے جیسا کہ کھال ذبیحہ سے اتاری جاتی ہے اور پردہ کسی چیز سے دور کیا جاتا ہے -
ف لفظ کشطت کو ابن مسعود نے قشطت قاف سے بھی پڑھا ہے اور کاف کی جگہ قاف کا استعمال زبان عرب مین بہت جگہ ہوتا ہے جیسا کہ کافور قافور اور لکمت النرید ولبقتہ -
جب آسمان کھل جاویگا اور جو کچھ عالم بالا مین (جو خزانۂ غیب ہے) ظاہر ہوگا اور انسان کے اعمال نیک وبد کی صورمثالیہ بھی ظاہر ہوگی تو اول بدونکے لیئے واذا الجحیم سعرت دوزخ دہکائی جاوے - بنی آدم کے گناہونکا ایندھن جو اُس پر پڑا سلگ رہا تھا اب جزا کا وقت آگیا غضب الٰہی کا شعلہ اسکو بھڑکا دیگا اور عدل وانتقام کی آگ اس ایندہن کو دہکادیگی پھر تو وہ جوش مارے گی کہ الٰہی توبہ اسکے جوش وخروش اور شعلونکی لپٹ کی آواز دور دور سے سنائی دیگی کما قال ؕ وہی تفور تکاد تمیز من الغیظ - اور بڑے بڑے انگارے اور چنگاریان باہر آنے لگینگے کما قال انہا ترمی بشرر کالقصر کا نہا جمالات صفر اسکے دیکھنے سے لوگونکی جان بیجا ہوگی اور بالخصوص مجرم تو اس حالت کو دیکھکر حواس باختہ ہوجاوینگے اور دنیا کے چندروزہ لذات وشہوات پر ہزارون افسوس کرینگے کما قال واسروا الندامۃ لما راوا العذاب ، یہ جانکاہ پانچوان حادثہ ہوگا اور اسیطرح اہل حشر کے لیئے سامنے لائی جاویگی کما قال واذا الجنۃ ازلفت اور جنت قریب لائی جاویگی - اب جو عالم غیب مین آنکھون سے اوجھل ہے اور اسی لیئے کور باطن اُسکا انکار کرتے ہین اس روز وہ حاضر ہوجاویگی اور تخت عدالت کے قریب لا کر رکھی جاویگی یہانتک کہ اُسکے نعیم اور وہانکے بیحد اسباب آسایش وتجمل نظر آوینگے بدونکو اور بھی مصیبت ہوگی کہ حسرتین کرینگے اور اس سلطنت جاودانی کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا الم دلونکو عذاب جہنم سے کم ہوگا خصوصاً جبکہ اُن غریبون مفلسون کو کہ جنکی عبادت وتقوی پر تمسخر کیا کرتے اور اُنکو بہت ہی ذلیل وخوار سمجھتے تھے یہ دیکھین گے کہ کس اکرام واعزاز سے جنت کے لیئے منتخب کیئے جارہے ہین اور ان دنیا کے عزت دارون سردارون اور ناز ونعمت مین پرورش پانے والونپر جو نبان ڑپڑی ہین ملائکہ گھسیٹے ہوئے جہنم کیطرف مارتے ہوئے لیئے چلے جاتے ہین اب نہ کوئی دنیاوی یار ہے جو حمایت کرے نہ مال وزر ہے جو کام آوے - یہ چھٹا حادثہ اور بھی جانکاہ ہوگا علمت نفس ما احضرت ہر ایک شخص جان لے گا کہ وہ دنیا سے کیا لایا ؟ کیا اعمال نیک وبد کیئے بے حجاب اٹھ جاوے گا -
ف - بعض مفسرین نے ان بارہ حوادث کو انسانی حالات پر محمول کیا ہے جو بوقت مرگ ظاہر ہونگے اور مرگ قیامت صغری ہے اسوقت اسکو نیک وبد معلوم ہوجاویگا - آفتاب کا بے نور ہونا روح کا تعلقات جسمانیہ سے دست بردار ہونا ہے اور ستارونکا بے نور ہونا - اسکے حواس اور قوے کا بیکار ہونا ہے - اور پہاڑون کا اُڑنا اُس کے بنیاد جسم کا ہلجانا اور اسکے بڑے بڑے ارادونکا باطل ہونا ہے - اور گابھن اونٹنیون کے بیکار ہونے سے مراد انسان کی قریب الحصول تمنائونکا بیکار ہونا ہے اور

اور جس ایک کے بعد دوسرے کے ذکر کرنے سے یہ نہین لازم آتا کہ دوسری شئے اول کے بعد ہی واقع ہو۔ چونکہ سورج کا بے نور ہونا ایک بڑی عظیم الشان بات تھی
اسلئے اول اسکو ذکر کیا گو وہ فرد اسکا آیندہ مذکور چیزون کے بعد ہو اسیطرح اسکے بعد ستارونکا جھڑنا بے نور ہونا بڑی بات تھی اسکو ذکر کیا جب علویات
کے ذکر فساد سے فراغت ہوئی تو اسکے بعد سفلیات کا بطلان وفساد ذکر فرمایا اور سفلیات مین پہاڑ بلند اور بڑے مستحکم اور ثابت القدم معلوم ہوتے ہین
انکی بے ثباتی اور اڑنا پھرنا ذکر کیا حالانکہ یہ ممکن ہے کہ پہاڑ پہلے اُڑ چکین اور زمین سے وحوش وطیور مرچکین دریا جوش زن ہو چکین تب آفتاب اور
ستارے بے نور ہون۔ اور اسکے بعد انسان کا بدحواس ہونا اور اپنے مرغوب مال سے بے خبر ہوجانا اور وحوش میں کھل بلی پڑ جانا اور سب کا مجتمع ہونا بہ نسبت
پہاڑونکے اڑتے پھرنے کے ایک کم مرتبہ چیز ہے اسلئے اسکا ذکر پیچھے کیا حالانکہ یہ انسان کی بدحواسی اور وحوش کی بدحواسی پہلے ہوگی کس لئے جب صور کی
آواز قدرے بھی بلند ہوگی انسان تو جبہی بدحواس ہوکر اونٹ اور اونٹنیون سے بیخبر ہو جائیگا اور حیوانات اور جنگلی جانورون مین رول پڑجاوے گی
پھر ذرا اور آواز بلند ہوگی تو یہ سب مرجائینگے پھر آواز بلند ہوگی تو دریاؤن مین تموج ہوگا اور ابل پڑینگے چونکہ دریا کا گرم ہونا کسقدر اسے بھی بعض موج
پر ہوتا ہے گویا ایک معمولی سی بات ہے حالانکہ اس روز اس سے بدرجہا بڑھکر ہوگا اسلئے اسکو انسان کی بدحواسی اور وحوش کی کھل بلی کے بعد ذکر کیا اور یہ
بھی ممکن ہے کہ تموج بحری کے بعد انسان وحیوانات کی موت اور بدحواسی ہو۔ پھر جب اور بھی زیادہ بدحواسی ہوگی تو زمین لرزے گی اور پہاڑ اوڑجاوینگے
اور ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوا کے تموج سے ہوجاوینگے پھر زمین کا خاتمہ ہوچکے گا تو علویات کی بربادی ہوگی۔ آفتاب بے نور ہوکر پڑ گیا ... ستارے گر پڑینگے
پھر جب سب فنا ہوجائینگے اور ایک معلوم المقدار مدت فنا کا گذر چکے گا تو حق سبحانہ پھر اسرافیل کو صور پھونکنے پر مامور کریگا اور پھر سارے عالم پھر ایک
نئے وجود سے زندہ ہوگی اور یہ وجود ہمیشہ باقی رہیگا۔ اسلئے اسوقت کے ان چھ حوادث کو ذکر کرتا ہے جنکا ذکر نفوس انسانیہ کو انکے اعمال ... 
سعادت کیطرف ابھار رہا ہے اول وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ اور جبکہ نفوس انسانیہ کے جوڑے لگین۔ اول تو نفوس یعنے ارواح کا انکے اجسام سے
پھر جوڑا لگے پھر جسمون مین روح پھونکی جاوے اور گویا روح کی جسم سے پھر ایسی شادی اور بیاہ ہوکہ باہم پھر جدائی نہوگی۔ اسکے بعد ہر ایک جنس اور نوع کا
باہم جوڑا لگے نیک جدے کھڑے ہون تو بد جدے پھر نیکو نمین نمازیونکی قطار مجاہدونکی قطار جدا جدا ہو علی ہذا القیاس۔ اور سب سے اول تین جماعتین قائم
ہون کما قال وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ایک اصحاب الیمین کی دوسری اصحاب الشمال کی تیسری سابقین کی اسکے بعد نفوس انسانیہ کا نفوس سماویہ ارضیہ
سے جوڑا لگے تاکہ قوت ادراک خیر وشر کی پوری ہوکر اپنے اعمال خیر وشر کا پورا بدلہ پاوے۔ اور ہر نفس اپنے اعمال خیر وشر کی صورت مثالیہ سے بیاہا جاوے
اور ہر نیک کا حور العین سے جوڑا لگے۔ تمام جزا وسزا آخرت کو یہ ایک لفظ وسیع المعنی حاوی ہے مگر اسکے بعد چند مہتم بالشان امور کو بیان فرماتا ہے
وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ اور جبکہ زندہ گاڑی ہوئی لڑکی پوچھی جاوے بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ کہ کس گناہ مین ماری گئی تھی! خواہ سوال مظلوم لڑکی سے ہو خواہ
قاتل ظالم سے بہر حال اسکی بازپرس ہوگی۔ عرب کے جاہل اور مغرور لوگ ننگ وامادی یا خوف افلاس سے لڑکیونکو زندہ گڑھے مین ڈالکر مٹی دیدیا کرتے
تھے انکو سنایا جاتا ہے کہ ایکروز تم سے پوچھا جائیگا کہ کس جرم پر اس معصوم کو قتل کیا یا اس مظلوم دادخواہ سے دریافت ہوگا۔ یہ ایسا پراثر بیان ہے کہ اسکے
بعد عرب سے یہ رسم بکلیت موقوف ہوگئی۔ یہ دوسرا حادثہ ہے وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ اور جبکہ نامۂ اعمال کھولے جاوین اور حساب شروع ہو اور کہا جاوے کہ پڑھ
یہ صحائف ان معمولی کاغذ پر معمولی رسم الخط سے نہونگے بلکہ ایک انجلا وانکشاف صور اعمالیہ کا ہوگا جسکا مجموعہ ایک صحیفہ ہے۔ یا جو کچھ اسکی حقیقت عنداللہ ہو برحق ہے
یہ تیسرا حادثہ ہے وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ اور جبکہ وہ آسمان جو بار دیگر نفخ صور ثانی کے بعد قائم ہوگا اسکو کھولا جاوے یعنی جسطرح جانور مذبوح کی کھال

فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ۝ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ۝ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ

سو ہم کو قسم ہے ان ستاروں کی جو پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں چلتے رہتے ہیں جا چھپتے ہیں اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے اور قسم ہے صبح کی جب وہ آنے لگے کہ یہ قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا

ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ۝ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ ۝ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ۝

جو طاقت والا ہے عرش والے کے نزدیک ذی رتبہ ہے وہاں کا سردار امانت دار ہے اور تمہارے یہ ساتھی دیوانے نہیں ہیں اور انہوں نے اس فرشتہ کو آسمان کے صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ۝ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝

اور وہ غیب کی باتوں پر بخل کرنے والے بھی نہیں اور یہ کسی شیطان مردود کی بات نہیں سو تم لوگ کہاں چلے جا رہے ہو یہ تو بس دنیا جہان والوں کے لئے ایک بڑا نصیحت نامہ ہے

لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ ۝ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝

[illegible] ایسے شخص کے لئے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے اور تم بدون خدائے رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے

تشریح

ولا اقسم للتقریر ... ولا زائدة کما مر تحقیقه فی سورة القیامة ... [illegible] اذا ... فی الصباح الخنس الکواکب کلها ... [illegible] والمریخ والزهرة وعطارد ... [illegible] الشیطان یوسوس ... فاذا ذکر الله خنس ولذا سمی الخناس الجوار جمع جاریة وهی السیارات لانها تجری ... [illegible]

الخنس ـ الکنس جمع کانس وکانسة یقال کنس اذا دخل الکناس وهو مقر الوحش ... کناس بالکسر خوابگاه آهو وبهایم ... [illegible] کنس ... کناسه بالضم جاروب ... [illegible]

والمراد بها الکواکب لانها تکنس ای تختفی بالنهار ... والیل الواو للقسم اذا ظرف والعامل فیه معنی القسم عسعس من الاضداد یقال عسعس اللیل اذا اقبل وعسعس اذا ادبر والمراد هنا اقبال اللیل وقیل الادبار والصبح هذه الواو ایضا للقسم تنفس ای اسفر وامتد وفلق شبه اللیل المظلم بالمکروب المحزون الذی جلس بحیث لا یتحرک اجتمع الحزن فی قلبه فاذا تنفس وجد راحة فهنا لما طلع الصبح فکانه تخلص من ذلک الحزن فعبر عنه بالتنفس وهو استعارة لطیفة ـ

وجواب القسم الاول والثانی والثالث قوله انه لقول رسول کریم ثم وصف الرسول المذکور باوصاف محمودة (۱) ذی قوة (۲) عند ذی العرش مکین (۳) مطاع ثم ـ قرء الجمهور بفتح ثم علی انها ظرف مکان والعامل فیه مطاع او امین والمعنی انه مطاع فی الملاء الاعلی او امین ههنا وقری بالضم علی انها عاطفة وکان العطف بها للتراخی فی الرتبة لان ما بعدها اعظم مما قبلها وما صاحبکم هذه الجملة داخلة فی جواب القسم ولقد رآه اللام جواب قسم محذوف ای وتالله لقد رآی محمد صلی الله علیه وسلم جبرئیل بالافق المبین بمطلع الشمس من قبل المشرق لان هذا الافق لطلوع الشمس منه مبین فالمبین صفة الافق وقیل صفة لمن رآه قاله مجاهد وتالله لمن شاء بدل من العالمین باعادة الجار ومفعول شاء ان یستقیم بتاویل المصدر ای لمن شاء الاستقامة ـ

وحوش کا جمع ہونا اسکے نفرت انگیز کاموں کا نصب اور انکی صورتین سامنے آنا ہے اور دریاؤن کا گرم ہونا اور جوش مارنا اسکے حسرات و آرزؤن کا بطلان اور خیالات کا انتشار ہے کہ ہر ایک بے کنار دریا ہے اور نفوس کا جوڑا لگنے سے مراد ملکات کسوبہ کا انکے مناسب چیزون سے ارتباط ہے ظلمانی ملکات کا ظلمانی چیزون سے اور نورانی ملکات اور علوم و معارف کا نورانی چیزون سے جوڑا لگایا جاتا ہے اور موؤدہ سے مراد وہ انسانی قوےٰ و مدارک ہین جو اسکے اندر ودیعت ہین جنکو زندہ گاڑ دینا کہنا استعارہ ہے انسے سوال ہوگا کہ ان کو برمحل صرف کیا تھا یا بے محل جس نے بے محل اور بے موقع خداداد قوت کو صرف کیا گویا زندہ معصوم بچہ کو قبر مین ڈالدیا مثلاً قوت شہوانیہ ایک اسکی عطا کردہ امانت ہے اگر اسکو اپنی بوبی پر اور حلال چیزون کے کھانے مین صرف کیا تو مضائقہ نہین ورنہ عتاب و عقاب ہے اسیطرح قوت غضبیہ ایک ودیعت ہے اگر اسکو غیرت دینیہ وملیہ کے لیئے اور ظالمون کے مقابلہ مین اپنے ناموس اور ملت کے محفوظ رکھنے مین صرف کیا تو بہت خوب۔ اگر زیردستون کے ستانے اور لوگون پر ظلم و جفا کرنے مین صرف کیا تو عتاب اور عذاب ہے اسیطرح نطق یعنے گویائی ایک امانت ہے اگر اچھی باتین کہین خدا کی حمد و ثنا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر و اصلاح بین الناس مین صرف کی ثواب ہے ورنہ وزر۔ پس جس نے اسکو بیہودہ گوئی فحش گوئی اور ہجو کے مضمون کے سنانے اور لوگون مین فساد کرانے اور نقصان دینے مین صرف کیا تو عذاب ہے۔ اور صحائف کے کھولے جانے سے مراد فرشتون اور نفوس کے وہ صحائف ہین کہ جنمین اعمال کی ہیئت ہے اور آسمان کے کھولنے سے مراد احکام روحی کا ظہور ہے جو بوقت مرگ ہوتا ہے اور دوزخ کے دہکائے جانے سے مراد وہ شدائد و اہوال ہین جو موت کے بعد ظاہر ہونگے اور بہشت کے نزدیک لائے جانے سے مراد وہ روح و ریحان ہین جو عالم برزخ مین ایماندارون کے سامنے آتے ہین۔

یہ کہنا کہ ان بارہ چیزون سے یہ چیزین مراد ہین تفسیر نہین بلکہ تاویل ہے ہان اس کہنے کا مضائقہ نہین کہ ان چیزون کی طرف بھی الفاظ قرآنیہ مین اشارہ ہے ٹھیک بات ہے کس لیئے کہ قرآن مجید کیلئے ظہر و بطن ہے اسکے اندرونی پردون مین جو کچھ معانی مخفی ہین وہ ایک دریائے بے کنار ہے جسکو وہان تک رسائی ہو وہ سمجھے۔

اسیطرح بعض صوفیہ کرام فرماتے ہین اذا الشمس کورت مین اشارہ ہے تجلی ذات و صفات کے ظہور کیطرف جو قلوب عارفین پر ہوتی ہے پس اسوقت انکی ارواح کے آفتاب بے نور ہوجاتے ہین اور انکے عقول کے ستارے دھندلے ہوجاتے ہین بسبب غلبۂ نور ذات و صفات کے۔ اور اسوقت انکے دلونکے پہاڑ یعنی واردات محبت سخت ہواؤن سے اڑتے پھرتے ہین اور ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتے ہین اور انکے نفوس کی باروار اونٹنیان اسکے سطوت جلال کے سامنے بیکار ہوجاتی ہین پھر اسوقت توحید کے دریا گرم ہوجاتے ہین اور وحوش تفرید مجتمع ہوجاتے ہین اور بجز ذات پاک ذوالجلال والاکرام کے اور کچھ باقی نہین رہتا اور ہر عارف کے ان احوال مین ایک قیامت ہے اور اسیطرح روح ناطقہ کا نفس مطمئنہ سے جوڑا لگا دیا جاتا ہے پھر وہ دونون ہمیشہ قرب کے باغون اور وصال کے بہشتون مین رہا کرتے ہین جیساکہ دنیا مین مقامات مراقبات مین رہا کرتے تھے اور اسیطرح مشاہدات کے باغ قریب کیئے جاتے ہین۔ واللہ اعلم باسرار کلامہ۔

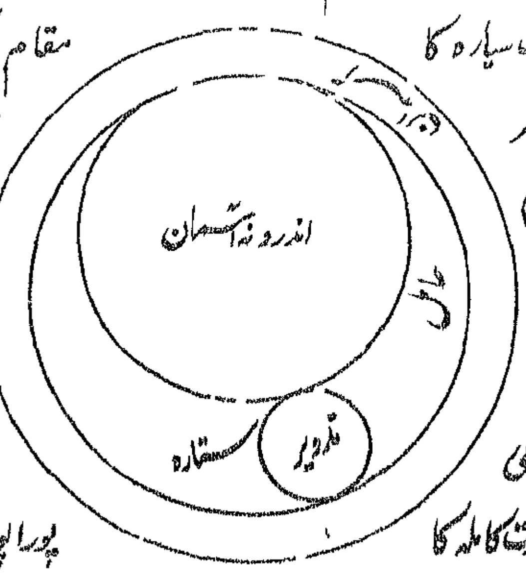
ور اُن کے پرستش کرنیوالون کے خیالات فاسدہ کا بطلان بھی کردیا

**ف** حضرت نوح و ابراہیم علیہما السلام کے عہد مین تو ایک فرقہ صابیہ تھا جو ان ستارون کی پرستش کیا کرتا تھا پھر بھرور دہر اسکے متعدد فرقے ہوگئے اور ہر فریق نے اپنے ملکون مین ایک جدا رنگ پیدا کیا چنانچہ روم و یونان کے لوگ جو یورپ بلکہ ایشیا کی حکمت و فلسفہ کے استاد مانے گئے ہین جو پیٹر کو پوجا کرتے تھے اور اسکے نام کا بڑا مندر بنا رکھا تھا اور ستارون کی پرستش بھی کیا کرتے تھے پارسیون کی دساتیر مین تو ناہید کی بہت کچھ مدح اور پرستش کے دستورات موجود ہین۔ یہی حال ہنود کا ہے۔ بعض مفسرین فلا اقسم مین لا زائدہ نہین کہتے بلکہ نافیہ مانتے ہین تب یہ معنے ہونگے کہ مین ان ستارون کی قسم نہین کھاتا کس لیے کہ انکو کوئی انکے نزدیک خود بخود قرآن مجید کی صداقت ظاہر ہے۔

**ف**۔ ان خمسہ متحیرہ کی اس حرکت کے حکماء نے اسباب تلاش کیے تو حکماء قدیم نے جو ہیئت مین بطلیموس کے پیرو ہین یہ کہا کہ آسمان کے ثخن مین ایک اور دوسرا آسمان ہے اسکو حامل کہتے ہین اور حامل مین ایک گول ہنڈا سا لگا ہوا ہے جسکو تدویر کہتے ہین۔ اس تدویر مین ستارہ جڑا ہوا ہے پھر وہ تدویر اس مین ستارہ کو لیکر گھومتی ہے اور گھومتی ہوئی تدویر کو لیکر حامل گھومتا ہے اور اس گھومنے مین تدویر اور حامل کی حرکت موافق ہے تو ستارہ سیدھا چلتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور اگر مخالف ہے تو الٹی حرکت محسوس ہوتی ہے پھر وہ مخالف اگر اسقدر جنبش ہے کہ جسقدر ستارہ ایک کی حرکت سے آگے بڑھتا ہے اتنا ہی بقدر مخالفت حرکت سے ہٹتا ہے اسلیے اسوقت یہ ستارہ ٹھہرا ہوا معلوم ہوتا ہے اور اگر مخالف حرکت غالب آگئی اسکو الٹا ادھر ہی واپس کرلانے لگے کہ جدھر سے وہ چلا تھا تو اسوقت وہ ستارہ الٹا حرکت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

## حامل اور آسمان اور تدویر اور ستارہ کا نقشہ

اس لیے ہر ایک ستارہ کے لحاظ سے سات آسمان تسلیم کرنے پڑے پانچ تو یہی ستارے اور دو چاند اور سورج انکو بھی سیارہ کہتے ہین سبع سیارات یہی ہین پھر ہر ایک سیارہ کا مقام ایک ایک آسمان قرار دیا ہے اور دیگر ستارون کا مقام (جو حرکت کرتے نظر نہین آتے اور ایک ہی جگہ ثابت رہتے ہین اور اسی لیے انکو ثوابت کہتے ہین) آٹھوان آسمان قرار دیا اسکے اوپر نوان آسمان اور تجویز کیا ہے جسکو فلک اطلس کہتے ہین۔ اور علماء اسلام نے آٹھوین آسمان کو عرش اور نوین کو کرسی سے تعبیر کیا ہے۔ اور حکماء حال آسمانون کی سیر کے قائل ہی نہین وہ) ان ستارونکی اس حرکت کا سبب انکا سیلان ذاتی بیان کرتے ہین۔ جو کچھ ہو بہر حال اسمین قدرت کاملہ کا پورا پورا ثبوت ہے۔




**ف** بعض مفسرین کہتے ہین کہ خنس جوار کنس کل ستارون پر صادق آتا ہے۔ رات مین مشرق سے مغرب کی طرف چلتے ہین وہین غائب بھی ہوجاتے ہین اور الٹے مشرق کیطرف چلتے ہین جہانسے اگلے روز نمودار ہوکر چلے تھے آج پھر وہین سے چلنے لگے۔ الغرض علویات کا انقلاب اُسکی قدرت کی دلیل ہے

## تفسیر

چونکہ یہ واقعات ہولناک کہ جنکی اذا اذا کرکے خبر دیگئی ہے امور بدیہیہ نہین تھے نہ ایسے تھے کہ عقول متوسطہ انکو کسی برہان یا دلیل سے بے کھٹکے مان لیتے اور اگر ایسے ہوتے تو ان مین عقلاء کا اختلاف اس درجہ نہ ہوتا اور اسی لیئے شرع مین ان چیزون پر ایمان لانے کو ایمان بالغیب کہتے ہین ان کا ثبوت محض نبی کے بیان پر موقوف ہے جسنے نبی کو سچا مان لیا ہے اسکے نزدیک ان امور کے سچے ہونے مین سرمو تفاوت نہین اسلیئے[1] ان کے بعد ضرور ہوا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت و صداقت اور نبی کے ذریعہ سے جو کتاب آسمانی ظاہر ہوئی ہے اور جس مین یہ باتین مذکور ہین اسکی سچائی بھی ثابت کیجاوے اور عرب کے نزدیک جھوٹی قسم کھانا ہلاکت کا باعث تھا اس لیئے اس آیندہ کلام کو قسم سے صادر کیا اور قسم ہی پر موقوف نہین رکھا بلکہ بعد مین وہ دلائل بھی بیان فرمائے کہ جن سے قرآن کا کتاب الٰہی اور آنحضرت صلعم کا نبی ہونا ثابت ہوتا ہے فقال

فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس کہ بس مین قسم کھاتا ہون خنس کی ایسے خنس جو جوار اور کنس ہین۔ ان تینون لفظونکا مصداق ایک ہی چیز ہے تین چیزین جدا جدا نہین جوار۔ کنس اسی خنس کے صفات ہین ان الفاظ کے معانی یہ ہین (۱) خنس خانس اور خانسہ کی جمع ہے اور خنوس ان کا مصدر ہے جسکے معنے مخفی ہونا اور ہٹنا ہین۔ خنس پیچھے ہٹ آنے والی چیزین (۲) جوار جاری ہونے والی چیزین یعنی سیدہا چلنے والیان (۳) کنس کانس اور کانسہ کی جمع کنس چھپ جانا کنس تشدید کے ساتھ چھپ جانے والی چیزین۔

جمہور مفسرین کہتے ہین کہ خنس اور جوار اور کنس سے پانچ ستارے مراد ہین جنکو اہل ہیئت خمسۂ متحیرہ کہتے ہین یعنی زحل۔ مشتری۔ مریخ۔ زہرہ عطارد۔ انگریزی مین سیٹرن۔ جوپیٹر۔ مارز۔ وینس۔ مرکیوری کہتے ہین۔ فارسی مین۔ کیوان۔ برجیس۔ سرگ فلک۔ ناہید۔ دبیر فلک ہندی مین سنیچر۔ برہسپت۔ منگل۔ سکر۔ بدھ کہتے ہین۔ ان پانچون ستارونکی عجیب حیرتناک چال ہے یہ کبھی سیدھے چلتے ہین اس لحاظ سے انکو جوار کہتے ہین اور کبھی اُلٹے چلتے ہین جدہر سے گئے تھے پھر لوٹ کر اُدھر ہی آجاتے ہین اس لحاظ سے انکو خنس کہتے ہین اور کبھی غائب ہوجاتے ہین یا حرکت منقطع ہوجاتی ہے اس لحاظ سے انکو کنس کہتے ہین انہین ستارون کے یہ تین حال ہین۔ ان کی ہمیشہ ایک روش پہ چال نہین جیساکہ کوئی حیرت زدہ سیدھا جاتا ہے پھر لوٹ آتا ہے ادھر و اُدھر مارا مارا پھرتا ہے۔ اسی لیئے انکو متحیرہ کہتے ہین۔ یا تو مغرب سے مشرق کی طرف بترتیب بروج چل رہے تھے کہ حمل سے ثور اور ثور سے جوزا برج کو طے کر رہے تھے یایکایک حرکت بند ہوگئی اور پھر اُلٹے مشرق سے مغرب کیطرف چلنے لگے۔ پہلی حالت کو استقامت دوسری کو وقوف و اقامت تیسری کو رجعت کہتے ہین۔

ان ستارون کا اس میدان مین اسطرح سے پھیر پھیر کرکے دوڑنا صریح دلیل ہے کہ انکی ڈوری کسی قادر مطلق کے ہاتھ مین ہے جو بڑا قادر اور بڑا حکیم ہے یہ ستارے اس لحاظ سے اسکی قدرت و عظمت جبروت و کبریائی کی روشنضمیر کے نزدیک بڑے روشن دلائل ہین اسلیئے انکی قسم کھائی

[1] یا یون کہو کہ تمام معاد کے بعد مسئلہ نبوت کا ثابت کرنا اسلیئے مناسب معلوم ہوا کہ مسئلہ نبوت کے نبوت پر مسئلہ معاد کا ثبوت منحصر ہے اور نبوت کا اثبات بھی اس لطف سے کیا کہ قرآن مجید کی صداقت ثابت کی جسمین یہ امور مذکور ہین اور قرآن جسکے نزدیک کتاب الٰہی ہے تو آنحضرت صلعم کی نبوت بھی اسکے نزدیک قطعی ہے ۱۲ منہ

[illegible] انکے ... اور بھی ... یہ ہے کہ جب کسی نبی کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو انکے تمام تخیلات و توہمات کو جو غلطی میں ڈالنے کے اسباب
ہیں ... کوئی اثر ... کا باقی نہیں رہتا پھر جو کچھ وہ لاتے ہیں وہی لاتے ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں وہی کہتے ہیں جو
کوئی ... اسطرح ... نہیں بولتی ... یہی حال حضرات انبیاء بلکہ اولیاء کا بھی (۳) عند ذی العرش مکین
... اس ... کہ اسکو ... رسائی نہیں ... بلکہ انکو بارگاہ قدس میں صرف رسائی ہی نہیں بلکہ (۱) مطاع ثم
وہاں وہ ... ہیں ... اور کسی ... کوئی نیک بات الہام و القا کرتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام ان ملائکہ ... کبھی ایک کو
... الہام ... اور یہ فرق ہے الہام انبیاء و الہام اولیاء میں۔ حدیث صحیح میں آیا ہے ان الشیطان
لمۃ بابن آدم ... والملک ... بالحق واما لمۃ الملک فایعاد بالخیر و تصدیق بالحق الحدیث رواہ الترمذی کہ شیطان بنی آدم
کے دل میں القا کرتا ہوا ... شیطان ... برائی ڈالتا ہے اور حق بات سے انکار کراتا ہے اور فرشتہ کا القاء نیکی پر ابھارنا اور حق کا تسلیم کرنا ہے
(۴) امین کہ جبرئیل امین بھی ہیں یعنی اس وحی میں کوئی کمی زیادتی نہیں کرتے کوئی آمیزش نہیں ہونے پاتی

چونکہ کلام الٰہی ... واسطہ ہیں ایک جبرئیل علیہ السلام یہانتک انکے صفات بیان فرمائے تاکہ صداقت و حفظ جو شرط
راوی ... اور راوی کو ثقہ اور صحیح الحافظہ ہو
... بادشاہ کا چوبدار یا خواص کو ثقہ اور صحیح الحافظہ ہو بادشاہ کا پیغام لائے اور ایک کوئی امیر ... سردار راز دار
بڑا معتبر ثقہ صحیح الحافظہ ... دونوں میں فرق ہے اسلئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بارگاہ قدس میں سردار اور مطاع ہونا بھی بیان
فرمادیا۔ دوسرا واسطہ ... کہنا کافی ہے کہ انکی عدالت اور تقویٰ اور راستبازی پر تو کفار بھی ایمان
لائے ہوئے تھے۔ پھر ایسا سچا اور نیک آدمی کہ جس نے تمام عمر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ کبھی کوئی طمع نفسانی اس سے سرزد
نہیں ہوئی جسکے بزرگانہ اخلاق اور صداقت ضرب المثل ہوں وہ خدا پر بلا منفعت دنیا کوئی ایسا جھوٹ باندھے کہ جس سے
ہزاروں مصائب سر پر آپڑیں مار دھاڑ ہونے لگے قوم اور کنبہ چھٹے دنیاوی فوائد یک قلم موقوف ہو جاویں عقلاء کی شان سے
بعید ہے اسلئے قسم کھانے کے بعد اس جملہ کو بھی ارشاد فرماتا ہے وما صاحبکم بمجنون کہ تمہارا صاحب یعنی دوست اور بہی خواہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
دیوانہ نہیں جو ایسی جھوٹی بات کہہ کر مفت اپنے سر پر مصیبت لیتا۔ یہ بھی تم خود جانتے ہو کہ بڑے عاقل ہیں دنیا کے بڑے بڑے عاقل انسے عقل
سیکھتے ہیں پھر جب یہ بھی نہیں تو اس واسطے کے سچے ہونے میں بھی کوئی کلام باقی نہیں رہا۔

اسکے بعد انکو یہ شبہ باقی تھا کہ آپ سچے بھی ہیں دیوانہ بھی نہیں مگر ممکن ہے کہ جبرئیل سے آپنے یہ کلام نہ سنا ہو اور جبرئیل کو دیکھا بھی نہو
کوئی اور شیطان ان سے آکر کہہ جاتا ہو اور وہ اسکو جبرئیل سمجھتے ہوں اس کا جواب دیتا ہے ولقد رآہ بالافق المبین کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم
نے جبرئیل کو آنکھ سے مشرقی کنارہ پر دیکھا ہے وہ انکو پہچانتے ہیں۔ سورہ نجم میں فرمایا تھا کہ جبرئیل کو آنحضرت صلعم نے افق اعلیٰ پر دیکھا
اور یہاں افق مبین پر دیکھنا فرمایا۔ علماء فرماتے ہیں کہ وہی افق اعلیٰ اور وہی افق مبین ہے مشرقی کنارہ مجاہد کہتے ہیں کہ جبرئیل کو اجیاد کیطرف
دیکھا تھا اور وہ مکہ سے مشرق رخ ایک میدان ہے۔ اور یہ دیکھنا ابتداء زمانہ نبوت میں ہوا تھا بعض کہتے ہیں جب وحی آکر بند ہوگئی تھی تب کا یہ واقعہ ہے

اسکے بعد عالم میں ایک اور تغیر ہوتا ہے اسی قدرت کاملہ کا نمونہ دنیا ہی اور اسکو بھی [illegible] فرمایا ہے
فقال والیل اذا عسعس اور قسم ہی رات کی جبکہ وہ ڈھلنے پر آنے لگے عسعس کے معنی رات [illegible] اور [illegible] بھی ہیں
رات ڈھلنا بھی اسکی قدرت کا نمونہ ہے یا تو دنیا پر اندھیرا چھایا ہوا تھا یا اب سمٹنے لگا اور یہ وقت [illegible] مرگ کا بھی وقت ہے [illegible] رکھتا ہی
اسلئے اسکی بھی قسم کھائی۔ اسطرح رات کا آنا اور دنیا پر چھایا جانا بھی ایک تغیر عظیم ہے یا نور [illegible] والصبح اذا تنفس اور قسم ہے صبح کی جب کہ
روشن ہونے لگے یہ تیسری قسم ہے تنفس سانس لینا گویا رات ایک غمگین شخص دم گھونٹے بیٹھا تھا پھر سانس لیا اور [illegible]
لطیف استعارہ ہی۔ پہلے ان پانچ ستارونکی قسم کھائی کہ جنکی حرکت و رفتار اسکی کبریائی کی روشن دلیل ہے [illegible] اولوالعزم نبی
ان پانچ ستارونکی طرح روشنی پھیلانے والے تھے مگر انکی روشنی یعنی شریعت اقوام سے لیکر [illegible] کے لحاظ سے [illegible] ایک چال پر [illegible] پانچ ستارے
یہ ہیں حضرت آدم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible] نے
دنیا کو مذاہب باطلہ سے پاک کیا انکے جھگڑے سے منور ہے مگر جہل و کفر و بت پرستی کی تاریکی [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کے بعد سے ہوا پھر تورات پھیلگئی یہ زمانہ حضرت عیسیٰ کے حواریوں کے بعد سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک کا ہی [illegible] کریم
جو اپنی حکمت بالغہ سے دنیا میں رات دن بدلتا ہی ستارونکو چلاتا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا [illegible] اندھیری رات
ڈھل چلی تھی اسلئے لوگونکو کچھ کچھ غیبی آثار نمودار ہونے لگے تھے کہیں کہیں بتوں سے آواز سنائی دی گئی کہ [illegible]
آخروہ آفتاب ہدایت مکہ کے پہاڑوں میں طلوع ہوا اور دنیا کو روشن کردیا۔ ان ہدایت کے ستاروں اور ڈھلتی رات اور [illegible]
فرماتا ہے کہ انہ لقول رسول کریم کہ یہ قرآن جو صبح صادق کیطرح روشنی پھیلا رہا ہے از خود محمد نے ولیسے نہیں بنالیا ہے جیسا کہ [illegible]
کرتے ہیں بلکہ یہ ایک معزز رسول کی زبانی پہنچا ہے یعنی جبرئیل آپکے پاس وحی لاتے ہیں اور پڑھکر سناتے ہیں تب آپ اسکو تم لوگونکو سناتے ہیں [illegible]
کیطرف سے اور بہت سی آیات میں اسکی تصریح ہوئی ہی علمہ شدید القوی ذو مرۃ بس یہی ہیں لقول رسول کریم کے معنی۔ اب [illegible] رسول
کریم کا قول ہوا تو اللہ کا کلام کیونکر ہوا حالانکہ بالاتفاق قرآن مجید کلام اللہ ہے اسکا کوئی مسلمان بھی منکر نہیں) محض لغو ہے کیونکہ قول سے یہ مراد نہیں کہ
جبرئیل کی تصنیف بلکہ یہ کہ جبرئیل نے کہا خدا کیطرف سے جیسا کہ اور آیات میں ان معنے کی تصریح ہے۔
اسی جگہ سے بعض علماء اسکے بھی قائل ہوئے ہیں کہ قرآن مجید کی عبارت جبرئیل علیہ السلام کیطرف سے ہے اور معنی خدا کیطرف سے جبرئیل کو القاء
ہوتے اور جبرئیل وہ عبارت مع الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے تھے مگر یہ بھی ایک لغو بات ہی کیونکہ جس جبرئیل علیہ السلام کو خدا کیطرف سے
معنی القاء ہوتے تھے انکو الفاظ کی بندش بھی القاء ہوتی تھی کیا خدا پاک کو الفاظ کی بندش نہیں آتی تھی اور جبرئیل علیہ السلام کی کونسی بات اپنی طرف کی ہے
ہر حرکت و سکون خدا تعالیٰ کے حکم سے ہی وہ تو اسطرح تابع ہیں کہ جسطرح انسان کی زبان تابع ہے زبان از خود کیا بولتی ہی وہی جو انسان بولنا چاہتا ہی۔ پھر جبرئیل
علیہ السلام کے چند اوصاف بیان فرماتا ہی جن سے وحی کی مضبوطی اور استحکام متعلق ہی اول کریم کہ وہ معزز فرشتہ ہی ایسا ویسا نہیں بلکہ ناموس اکبر ہی اور حضرات
انبیاء علیہم السلام چونکہ جامۂ بشریت میں ہیں انکا تجرد ایسا نہیں کہ ہر وقت حق سبحانہ سے بغیر اس واسطے کے کلام کرسکیں اسلئے وحی لانے میں یہ نورانی شخص
کہ جسکا تجرد اس مرتبہ پر پہونچا ہوا ہی کہ بلا واسطہ حق سبحانہ سے کلام کرسکتا ہی واسطہ قرار دیا گیا۔ (۲) ذی قوۃ قوت والا۔ تاریکی میں اگر قوت نہ ہے تو

اور باقی قراءنے ضاد سے پڑھا ہے جسکے معنی ہین کہ وہ بخیل نہین ۔ وحی کے پہنچانے مین بخل نہین کرتے ابن عباس یہی معنی لیتے تھے ۔
اسکے بعد ایک اور دلیل بیان کرکے اس بحث کا خاتمہ کرتا ہے فقال وما ہو بقول شیطان الرجیم کہ یہ قرآن شیطان رجیم کا کلام نہین
یعنی جب تم یہ کہتے ہو کہ قوت بشریہ سے تو یہ کلام بڑھکر ہے پھر یا تو کاہن کا کلام کہتے ہو سو یہ بھی نہین کس لیئے کہ کاہن غیب کے بیان مین مبہم
ہے کچھ سچ ہے تو زیادہ جھوٹ اور یا اسکو شیطان یا جن خبیث کا کلام کہتے ہو اُنکے اعجوبہ افعال پر نظر کرکے تو یہ بھی نہین تم خود اس کلام مین غور کرلو
کس لیئے کہ پھل سے درخت پہچانا جاتا ہے نہ درخت سے پھل ۔ اس قرآن مجید مین بیشتر یہ مطالب ہین توحید باری تعالےٰ ذات وصفات
بلکہ افعال مین بھی ۔ بت پرستی اور توہمات پرستی کی مذمت اچھے کامون کی ترغیب خیرات وصدقات صلہ رحمی عبادت عفت
صداقت رحمدلی راستبازی صبر وحلم کی تعلیم مکارم اخلاق کی خوبی بُرے کامون سے نفرت خصوصاً افعال شہوت وغضب کبر وغرور
اور سخت دلی ظلم ایذارسانی مکروزور کی مذمت اور ان کے خراب نتائج بیان فرمائے دنیا اور اسکے تجملات سے نفرت دلائی حیات جاودانی
اور دار آخرت کا شوق دلایا خدا کے اسماء وصفات ذکر فرمائے پہلی قومون کے عبرت انگیز حالات بیان کیئے صادقون کی خوبی بدکارون
نافرمانون کی مذمت ہین اُنکے قصص ارشاد ہوئے باہمی عدل وانصاف کے قانون بنائے معاملات مین ظلم وتعدی روکنے کے لیئے اٹل ارشاد
ہوئے زمین وآسمان دیگر مخلوقات کے حالات سے اپنی قدرت ورحمت کے نشان بتلائے وغیرہ بھلا ان باتون سے شیطان کو کیا واسطہ یہ تو اُسکی آنکھون
مین خار ہین خصوصاً جبکہ شیطان کی تمام سرگذشت بھی بیان کردی کہ اسنے تکبر کیا اور ابدالاباد وہان سے دھکے دیکر نکالا گیا ان حالات کو
تو وہ سن بھی نہین سکتا آپ بیان کرنا تو کجا فاین تذہبون پھر اے نادانون تم کدہر جارہے ہو کیون راستی کی طرف نہین آتے ان ہو الا ذکر للعالمین
یہ قرآن تو بلحاظ مضامین مذکورۂ بالا اور دیگر خوبیون اور روحانی تاثیرونکے جہان والون کے لیئے نصیحت وہدایت ہے لازم کہ اسکو یاد کرین
اسپر چلین مگر جہان والون مین سے وہی اس سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے اور اسی کے لیئے یہ ذکر ہے لمن شاء منکم ان یستقیم کہ جو تم مین سے
سیدھا ہونا چاہے اور اپنے امراض نفسانیہ کا علاج کرنا چاہے اور جسکا یہ قصد نہین بلکہ حجت آرائی اور کج بحثی تو اُسکو اس سے نفع بہر
بلکہ مضرت ہے اور یہ ارادہ کیسکے بس کا نہین وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العالمین جسکے لیئے اللہ سدھرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہی اپنے
سدہرنے کا بھی ارادہ کرسکتا ہے یہ توفیق اسکی طرف سے ہے ۔ انسان قضاء وقدر کی زنجیرون مین جکڑا ہوا ہے صرف اتنی بات ہے کہ
جو کچھ قضا وقدر اس سے کراتی ہے وہ اسی کے ارادہ واختیار سے کراتی ہے اور اسی ارادہ واختیار کے سبب بندہ ثواب وعقاب مدح وذم
کا مستحق ہوتا ہے ۔

**ف** اس آیت مین جبر وقدر دونون کا ابطال ہے ۔ جبر کا لمن شاء منکم ان یستقیم سے اور قدر یعنی تقدیر کے انکار اور بندہ کے فاعل مختار
ہونے کا ابطال جیسا کہ وہ معتزلہ کا مذہب ہے اور فرقہ قدریہ کی ایک شاخ ہے اس آیت سے وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العالمین
اور لفظ رب العالمین مین اشارہ ہے کہ بندہ کی ہدایت کے اسباب پیدا کرنا اور اسکی سعادت کی راہین بتانا بُرے کامون سے
روکنا یہ بھی اسکی شان ربوبیت ہے ورنہ اسکو کیا پڑی کوئی ہدایت اختیار کرے جہنم مین جائے اپنا سر کھپائے ۔
اس سورہ کے ابتدا اور وسط اور مقطع کو غور کیا جائے تو صدہا اسرار بلاغت پائیگا جو اس مین رکھے ہوئے ہین ۔ والحمد اللہ اولاً وآخراً وظاہراً وباطناً ۔ *

اور بعض کہتے ہیں جبکہ آپ غار حرا میں تشریف رکھتے تھے اور سورۂ اقرأ نازل ہوئی تب کا واقعہ ہے کہ اول تو مشرقی کنارہ پر آنحضرت صلعم کو جبرئیل علیہ السلام ایک زرین کرسی پر بیٹھے ہوئے دکھائی دیئے اپنی اصلی صورت میں نہایت عظمت وجلال کی صورت تھی اور کنارہ بھرا ہوا تھا اسلیئے جب اوپر کے کنارہ پر تھے تو اسکو افق اعلیٰ سے تعبیر کیا اور ثم دنی فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنیٰ پھر حضرت جبرئیل نیچے آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو گئے (اس وقت کے لحاظ سے افق مبین کہا گیا) اور دونوں مل گئے بعض کہتے ہیں دوبار دیکھا تھا بعض محققین فرماتے ہیں کہ عالم مثال کے دو افق ہیں ایک افق اعلیٰ جو عالم تجرد و القدس سے ملی ہوئی ہے اور دوسری ادنیٰ جو عالم شہود سے ملی ہوئی اور اسی سبب سے اسکو افق مبین کہتے ہیں کہ عالم شہود کے قریب ہونیکے سبب ظہور وابانت اسمین ہویدا ہے پھر جبکہ جبرئیل علیہ السلام نے چاہا کہ اپنے کمالات کے مناسب شکل میں آنحضرت صلعم کو دکھائی دیں تو اول افق اعلیٰ پر مجسم و بشکل مثالی کا لباس پہنے ہوئے نظر آئے اور پھر آہستہ آہستہ نزدیک ہوئے یہانتک کہ افق ادنیٰ کے قریب پہونچگئے اور عالم شہود کے کنارہ پر آرہے اور آنحضرت صلعم سے بالکل ملگئے پس افق اعلیٰ اور افق مبین سے یہ افق مراد ہیں استعارہ کے طور پر یہ اسلیئے کہ عوالم غیبیہ غالباً اہل کشف و شہود کی نظروں میں دوائر کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں)۔

الحاصل جب آپ پر حقیقت جبرئیلیہ منکشف ہوگئی اور کئی بار عالم شہود میں بھی آپ انکو دیکھ چکے ولقد رآہ نزلۃ اخریٰ عند سدرۃ المنتہیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ کے پاس بھی شب معراج میں دیکھ چکے تو اب اشتباہ شیاطین وجنات کا شبہ پیدا کرنا محض حمق ہے ہم اپنے وجدانیات میں کبھی اشتباہ نہیں پاتے اور نہ محسوسات میں تو پھر ادراک تام حضرات انبیاء علیہم السلام کا تو کیا کہنا ہے جنکے سامنے حقائق الاشیاء منکشف ہیں۔

اب ایک شبہ یہ باقی رہجاتا تھا کہ ممکن ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کاہن ہوں کاہن بھی غیب کی باتیں جنون سے سنکر بیان کیا کرتے ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ وما ہو علی الغیب بضنین کہ قرآن مجید غیب کی باتیں بتانے میں بخل اور کمی نہیں کرتا ہے برخلاف کلام کاہن کے کہ وہ نہ دار آخرت بیان کرسکتا ہے نہ انسان کی سعادت وشقاوت کا رستہ بتاسکتا ہے نہ مرضیات الٰہی اور اسکے نزدیک ناپسند باتوں کی خبر دیسکتا ہے نہ پہلی امتوں اور اگلے انبیاء علیہم السلام کے گذشتہ حالات بیان کرسکتا ہے جنمین عبرت ونصیحت کوٹ کوٹ کر بھری ہو نہ آیندہ آنیوالے واقعات ہولناک کی خبر دیسکتا ہے جن پر مطلع ہونا انسان کو آگے آنیوالی زندگی دائمی کیلئے ضرور پر ضرور ہے۔ صرف دنیاوی معاملات پیش آنے والوں کا کچھ پتہ سا حال بیان کیا کرتا ہے وہ بھی پورا نہیں ایک بات سچ تو سو غلط یا محض مجمل طور پر کہ جسکے حواشی اور متعلقات محض قیاسی ہوا کرتے ہیں۔ اور یہی بات نجوم و رمل وجفر وغیرہ علوم میں ہوتی ہے اور اسیطرح خواب کے انکشاف ہوتے ہیں اور ذرا اس سے بڑھکر مکاشفات غیر انبیاء علیہم السلام کا حال ہے برخلاف الہام انبیاء اور خصوص اس وحی کے جو بذریعہ جبرئیل امین آتی ہے یعنی قرآن مجید اسمین علوم خمسہ پورے پورے ہیں اور چھٹا علم بیکار ہے اسمین سے بھی بقدر ضرورت بہت ہے باقی زید بکر کے مریض ہونے شفا پانے دولتمند ہونے فقیر ہونے کسی کام میں کامیابی حاصل کرنے یا ناکامی ہونے بارش ہونے یا ہوا چلنے سے جو منصب نبوت سے دور تھا درگزر کیا اسلیئے قرآن مجید غیب کی باتیں بتانے میں کمی نہیں کرتا برخلاف کاہن اور اسکے کلام کے کہ وہ ان باتوں میں کمی کرتا ہے پورا بخیل ہے۔ ابن کثیر وابو عمرو اور کسائی نے لفظ بضنین کو بظنین ظاء سے پڑہا ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ وہ قرآن یا محمد صلے اللہ علیہ وسلم غیب کی باتیں بتانے میں متہم نہیں قیاسی باتیں نہیں کہتے گویا یہ جملہ پہلی دلیل کا نتیجہ ہے یعنی جب دونوں واسطہ ثقہ اور معتبر ہیں تو متہم نہیں بلکہ جو کچھ وہ اللہ کی طرف سے روایت کرتے ہیں اسمین ثقہ ہیں ابن مسعود کی بھی یہی قرأت ہے اور عائشہ رض سے مروی ہے کہ نبی کریم بھی ظا ہی سے پڑہا کرتے تھے روایت کیا اسکو دارقطنی نے افراد میں اور حاکم نے

ف صاحب کشاف کہتے ہیں والقرآن الفصل بین الظاء والضاد واجب الخ کہ ان دونوں حرفوں میں فرق کرنا ضروری ہے مخ اور ظا میں اکثر عجم فرق نہیں کرتے حالانکہ اسکے مخرج جدا جدا ہیں ظا کا تو سرہ زبان اور اگلے دانتوں کی جڑ سے نکلتی ہے اور ضاد دائیں یا بائیں داڑھ سے اور زبان کی جڑ سے۔ ایک کی جگہ دوسرا پڑہنا ایسا ہی ہے کہ جیسا دال کی جگہ جیم اور تا کی جگہ شین ۱۲

و ستارے بھی جھڑ پڑینگے اس لیئے اسکے بعد فرماتا ہے وَاِذَا الْکَوَاکِبُ انْتَثَرَتْ اور جبکہ ستارے جھڑ پڑین - ٹوٹ پھوٹ جاوین - یہانتک علویات کی بربادی مذکور ہوچکی اب اسکے بعد عالم سفلی کی بربادی بیان فرماتا ہے فقال وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ اور جبکہ دریا بہ پڑین - بحر عربی زبان مین دریاے شور کو کہتے ہین (سمندر) اور دریا سے روان کو خواہ وہ کیسا ہی عریض و عمیق ہو جیساکہ دجلہ - فرات - نیل - گنگا - جمنا - سب کو نہر کہتے ہین اور سمندر تین حصہ زمین کو حاوی ہے اور ایک جو تھائی کے قریب کھلا ہوا ہے جسپر تمام اقلیمین اور جنگل اور پہاڑ واقع ہین - قیامت کے قریب جبکہ یہ دنیا برباد ہونے کو ہوگی (اب خواہ پہلے چھت یعنی آسمان اور ستارے برباد ہوں یا زمین برباد ہوکر پھر علویات برباد ہوں کس لیئے کہ یہ بات آیات سے صاف معلوم نہین ہوتی کہ پہلے کون برباد ہوگا ہان ترتیب ذکر وغیرہ قراین سے جو چاہو قرار دے لو) تب زلزلہ عظیم ہوگا جس سے پہاڑ اور بڑی بڑی عمارات بھی زیر و زبر ہوجاوینگی اور دریاے شور جو اب ایک جگہ ٹھہرا ہوا ہے آبادی پر پھیل پڑیگا اور دنیا کو اور بھی تہ و بالا کر دیگا اور سورۂ تکویر مین جو وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ آیا تھا اس سے بھی یہی مراد تھی - دونون جملون کے ایک ہی معنی ہین جیساکہ ان دونون جملون کے ایک معنی ہین وَاِذَا النُّجُومُ انْکَدَرَتْ اور وَاِذَا الْکَوَاکِبُ انْتَثَرَتْ

جب اسقدر زلزلہ عظیم ہوگا تو زمین بھی پھٹ جاویگی اور زمین کی مدفون چیزین نکل پڑینگی اس بات کو اسکے بعد ذکر کرتا ہے وَاِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ - اور جبکہ قبرین اکھاڑی جاوین - اور بعض مفسرین کہتے ہین کہ یہ نفخ صور دوم کا واقعہ ہے یعنی مردے قبرون سے زندہ کرکے اٹھائے جاوین - اور جو زمین کے اندر دفن ہے باہر آپڑے زلزلہ مین ایسا ہوتا ہے یہ واقعات ہولناک تھے اس لیئے ہر ایک کے ساتھ اِذَا کے لفظ سے یاد دلا کر ان کی عظمت شان معلوم ہوا ان واقعات کے بعد کیا ہوگا آپ ہی فرماتا ہے - عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ہر شخص جان لیگا کہ اس نے کیا عمل کیا تھا اور کیا نہین کیا تھا مَا قَدَّمَتْ سے مراد تقدیم فی العمل ہے وَمَا اَخَّرَتْ سے مراد پیچھے ہٹنا - کام نہ کرنا - پس جس نے اعمال صالحہ کی تقدیم کی یعنی عمل مین لایا اور کبائر سے کوتاہی کی تو اسکا ٹھکانا جنت ہے - اور جس نے اسکے برخلاف کیا اسکا ٹھکانا جہنم ہے - بعض کہتے ہین کہ مَا قَدَّمَتْ سے مراد وہ اعمال ہین کہ جو اس نے اول عمر مین کیئے وَمَا اَخَّرَتْ سے مراد وہ جو اخیر عمر مین کیئے - یہ ابو مسلم کا قول ہے بعض علماء اسکے معنی یون بیان فرماتے ہین کہ مَا قَدَّمَتْ سے مراد وہ اعمال ہین جو اس سے سرزد ہوئے اور مَا اَخَّرَتْ سے وہ رسوم مراد ہین کہ جنکی اس نے بنیاد ڈالی تھی - جن کامون کی یہ بنیاد ڈالکر دنیا سے گیا ہے اگر وہ نیک کام ہین تو اسکو بھی ایسا ہی اجر ملتا رہتا ہے جیساکہ اسپر عمل کرنے والون کو ملتا ہے - اور اگر بری رسم قائم کرکے گیا تھا تو اسکے لیئے بھی اسیقدر گناہ ہے جسقدر کہ اسپر عمل کرنے والونکو ہے - یہ مضمون ایک حدیث مین وارد ہے کہ جسکو حذیفہؓ سے حاکم نے بسند صحیح نقل کیا ہے بعض مفسرین کہتے ہین کہ مَا قَدَّمَتْ سے مراد اعمال ہین نیک و بد وَمَا اَخَّرَتْ سے مراد وہ مال و زر ہے جو اس نے وہان چھوڑا تھا -

سوال یہ واقعات تو نفخ صور اول کے ہین پھر اسوقت تو انسان یا مردے ہونگے یا قریب مرگ مصیبت مین مبتلا انکو اعمال خیر و شر کیونکر معلوم ہونگے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ اِذَا سے وہی متصل زمانہ مراد نہین بلکہ وسیع زمانہ جسکی ابتدا یہ حوادث اور انتہا نفخ صور ثانی ہے -

سورۃ انفطار مکیہ ہی وہی تسع عشرۃ آیات الخ و فیہ رکوع واحد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۙ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۙ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۙ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۙ

جبکہ آسمان پھٹ جاوے　اور جبکہ تارے جھڑ پڑیں　اور جبکہ دریا ابل پڑیں　اور جبکہ قبریں اکھاڑی جاویں

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝

تب ہر شخص جان لیگا کہ کیا لیکر آیا　اور کیا چھوڑ آیا

ترکیب

اذا شرطیہ السماء فاعل فعل محذوف یدل علیہ انفطرت والجملۃ معطوف علیہا واذا الکواکب الخ عطف علیہا ۔۔۔ علمت الجملۃ جواب الشرط۔ نفس فاعل علمت ماقدمت واخرت مفعولہ ۔۔۔ بعثرت ۔۔۔ اخرجت ما فیہا من الدفائن وذلک من اشراط القیامۃ ان تخرج الارض ذہبہا وفضتہا۔

تفسیر

یہ سورۃ بھی مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس و ابن زبیر کا بھی یہی قول ہے نسائی نے روایت کی ہے ۔۔۔ کی نماز میں بڑی سورۃ پڑھی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تو فتنہ میں ڈالنے والا ہے کیوں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور اذا السماء انفطرت نہیں پڑھ لیا کرتا۔ یہ حدیث صحیحین میں بھی ہے مگر وہاں اذا السماء انفطرت کا ذکر نہیں صرف نسائی نے روایت کی ہے

ربط

اس سورۃ کا اول سے ظاہر ہے کہ جسطرح اسمین اسباب تخریب عالم کو اذا اذا کر کے بیان فرمایا تھا اور اسکے بعد انہیں نفوس انسانیہ کا اپنے کیے پر مطلع ہونا بیان فرمایا تھا اسیطرح اس سورۃ میں اس مضمون کو ۔۔۔ عنوان سے شروع کیا اور بعد میں انسانی سعادت و شقاوت کی ایک دلکش انداز سے تصویر کھینچی ہے۔

فرماتا ہے اذا السماء انفطرت جبکہ آسمان پھٹ جائے تب کیا ہوگا اس کا اور اسکے بعد اذا الکواکب وغیرہا سب جملوں کا جو اس مضمون کے ہیں آپ ہی جواب دیتا ہے کہ علمت نفس ماقدمت واخرت ہر شخص جان لیگا کہ کیا لیکر آیا اور کیا چھوڑ کر آیا۔

آسمان کے پھٹنے کا مضمون متعدد آیات میں واقع ہے کہیں یہ ہے السماء منفطر بہ اور کہیں فاذا انشقت السماء فکانت وردۃ کالدہان اور کہیں یہ ہے ویوم تشقق السماء بالغمام اور کہیں اذا السماء انشقت اور کہیں ۔۔۔ السماء فکانت ابوابا ۔۔۔ بیان ۔۔۔ یہ آخر الامر ہے کہ یہ عالم خراب ہو جاویگا اور ایک دوسرا عالم ابدی قائم ہوگا جسکے لیئے انسان اس دار فانی میں چند روزہ مہمان ہے کہ وہاں کے لیئے حسنات حاصل کر کے لیجائے کہ پھر اسکی تمام عمر عافیت سے آرام سے بسر ہو اور اس عالم کی خرابی کا شروع اسکی چھت سے ہوگا یعنی آسمان سے کسلیئے کہ جب مکان بناتے ہیں تو شروع بنیاد سے کرتے ہیں اسلیئے زمین کا اول بنانا بیان فرما کر پھر فرمایا تھا ثم استوی الی السماء اور جب گراتے ہیں تو شروع چھت سے کرتے ہیں پس جب آسمان لپٹ جائیگا اور ٹوٹ پھوٹ جائیگا

یہ بھی رب کریم سے غرور اور بڑا دھوکا ہے۔ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی اور نصرانی خیال کو باطل کردیا جبکہ اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرمادیا تھا کہ دنیا کا مال واسباب جو میرے پاس ہو لے اور قیامت کے بارہ مین یہ غرور نکرنا کہ مین محمدؐ کی بیٹی ہون مین خدا کے مقابلہ مین کچھ کام نہ آؤنگا۔ یہ مضمون احادیث مین موجود ہے اور نیز آیندہ آیات مین بھی یہی مضمون ہی۔ اسلام اسبابون پر فخر کرنا ہے کہ اپنے خدا اور بندے کے مرتبہ کو ایسا الگ کرکے بتایا کہ جسمین کوئی سائبہ اشتراک کا لگا نہیں رکھا اور پھر بندون مین بھی موروثی اعزاز قائم نہین رکھا بلکہ تقوی اور ایمان پر اور یہی شایان شان دین حق ہے۔ ہنود مین برہمنونکا بھی یہی خیال ہے کہ ہم برہماجی کی اولاد ہین۔ برہمن نرک مین نہ جائیگا وہ جو چاہے کرے اسکو کچھ ڈر نہین ہے۔ الغرض یہ غرور اور یہ دھوکا بنی آدم مین وبا کے عام کیطرح پھیلا ہوا تھا جسکو اسلام نے رد کیا۔ اور اسیطرح انکار قیامت اور بازپرس قرآن غرورون سے بھی زیادہ خطرناک غرور تھا۔ جو بیشتر عرب مین پھیلا ہوا تھا۔

ف[۲] غرور کو رب اور پھر کریم کیساتھ متعلق کرنے مین اشارہ ہے کہ اپنے رب یعنی وقتاً فوقتاً پرورش کرنیوالے سے غرور (جسکی طرف ہر وقت حاجت پڑتی رہتی ہے اور پھر اُسکی پرورش بھی کریمانہ ہے ہر بار مین کرم و فضل کرتا ہو) انسانیت کا مقتضے نہین ایسا انسان جواسکا احسان فراموش ہو انسان نہین یا کہ حیوان سے بھی بدتر ہے اسکو عقل بھی نہین کہ جس سے ہردم حاجت متعلق ہو اس سے بگاڑے اور چند عطا کردہ نعمتون پر ایسا مغرور ہو کہ اپنے آقا اور محسن کی طرف ذرا بھی نہ جھکے سر سیدھا اُٹھائے آگے کو نہ دیکھے کیسی نالائقی ہے مگر لفظ کریم مین یہ بھی بتلا دیا کہ اس اکڑفون کا سبب ہمارا کرم ہے اگر فوراً سزا دیا کرتے یا اپنے کرم کو باز رکھین حاجت روا نکرین تو سارا غرور خاک مین ملجاوے۔ ع لطف حق با تو مواسا ہا کند ٭ چونکہ از حد بگزرد رسوا کند ٭ بدکار بدی کررہا ہے اور جانتا ہے کہ میرا اقبال اور جاہ و بخت اسی مین ہے۔ بت پرست بت پرستی کررہا ہے اور سمجھ رہا ہے کہ انہین میرے خیالی معبودون سے بہرہ ہین۔ گمراہ گمراہی مین اڑا ہوا ہے اور اس گمراہی کو راہ راست سمجھ رہا ہے یہ بھی غرور ہے اور سیکڑون خیالی اور فرضی عقائد ہین کہ جنپر فلاح وسعادت کا انحصار سمجھ رہا ہے یہ بھی غرور ہے۔ یہ غرور اسکے جہل اور شیطان کے بہکانے کا نتیجہ ہے جہل کا اسلیے کہ اُسکے قہر اور صفت انتقام کو نہ جانا اور شیطان نے دلمین یہ ڈالا کہ جو تو کررہا ہے یہی اسکی رضامندی کا سبب ہے۔ کسین کہا کرتی ہو کہ اگر وہ ہمارے کام سے ناراض ہوتا تو ہمکو یہ دولت وثروت کیون دیتا چور اور ظالم بھی یہی کہا کرتے ہین۔ بت پرست اور توہمات باطلہ کے بندے بھی یہی کہا کرتے ہین اور غضب یہ کہ اُلٹے اور قیامت مین جزاء خیر کے مستحق اپنے آپ کو ان بد باتون پر سمجھتے ہین۔ نعوذ باللہ من الغروریہ۔

ف واضح ہو کہ غرور اور تمنی اور رجاء یا امید مین فرق ہے۔ غرور اور تمناء مذموم ہین غرور کی بابت یہ ہے ولا یغرنکم باللہ الغرور۔ اور تمنی کی مذمت یہ ہے تلک امانیہم ولیس بامانیکم ولا امانی اہل الکتاب۔ اور امید کی مدح آئی ہے اولئک یرجون رحمۃ اللہ۔ سوامید یا رجاء یہ ہے کہ ایک مرغوب چیز کا انتظار کیا جاوے۔ اسکے اسباب مناسب بہم پہنچا لینے کے بعد جیسا کہ زمین عمدہ کو خوب بوجوت کر کاشتکار غلہ کی انتظاری کرے یا نوکر آقا کی خدمت بجالا کر انعام کی توقع کرے یا نیک کام کرکے ایمان واعمال صالحہ مین کوشش کرکے نجات آخرت کی توقع رکھے سو یہ عمدہ بات ہے اور جب اسپر کچھ کامیابی کا اشارہ ہو جاتا ہے تو اسی کو اطمینان کہتے ہین جو بوقت اخیر[۱] اہل اللہ کو نصیب ہوتا ہے اور دنیا مین حاصل ہو تو یقین کہلاتا ہے اور اس آیت (واعبد ربک حتی یاتیک الیقین کہ اپنے رب کی عبادت کر یہانتک کہ تجھے یقین آجاوے) مین یہی یقین مراد ہے۔ رہا غرور سو وہ

[۱] اور اسی اطمینان کے لحاظ سے بوقت مرگ اہل اللہ سے فرشتے کہتے ہین یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک الخ ۱۲ منہ۔

آرزو تمنی رجا امیدواری

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ ۝

ارے او انسان کس چیز نے تجھے اپنے کریم پروردگار سے بہکا دیا جس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے برابر کیا پھر تجھے اعتدال پر کیا جس صورت میں چاہا تیرے اعضا کو جوڑ دیا

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّينِ ۝ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِينَ ۝ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ۝

یوں نہیں بلکہ تم جزا کو ہی نہیں مانتے　حالانکہ تمہارے بزرگ لکھنے والے محافظ ہیں یعنی (کراماً کاتبین)　جو کچھ تم کیا کرتے ہو انکو معلوم رہتا ہے۔

## ترکیب

الکریم صفۃ اولی للرب الذی الخ صفۃ ثانیہ مقررۃ للربوبیۃ مبنیۃ للکرم فسواک فعدلک عطف علی صلۃ الذی ای خلقک فی ای صورۃ الجار متعلق برکبک و ما مزیدۃ وشاء صفۃ لصورۃ ای رکبک فی ای صورۃ شاءہا وقیل متعلق بمحذوف علی انہ حال ای رکبک حاصلا فی ای صورۃ شاءہا وانما لم یعطف الجملۃ علی ما قبلہا لانہا بیان لعدلک وان علیکم خبران لحافظین اسمہا کراما صفۃ للحافظین وکذا کاتبین وکذا یعلمون وقیل ہذا حال من الکاتبین فان مع اسمہا وخبرہا وصفات الاسم جملۃ اسمیۃ فی محل النصب علی الحال من فاعل تکذبون ای تکذبون والحال ان علیکم من یرد تکذیبکم وقیل مستانفۃ مسوقۃ لبیان ما یبطل تکذیبہم ؛

## تفسیر

جب یہ حالت ہے کہ ایک روز قیامت آنیوالی ہے انسان اُس روز اپنے نیک و بد اعمال کا ملاحظہ کر کے افسوس کریگا یا خوش ہوگا تو آج اے بنی آدم تم کس خواب خرگوش میں پڑے ہوئے ہو اور خدا تعالیٰ کی کریمی کے سبب (کہ جلد دنیا میں افعال بد کی سزا نہیں دیتا اور نیک و بد کو اپنی نعمتوں سے بھرپور کر رکھا ہے) نیکی میں کوشش کرنا تو درکنار بلکہ اُسکے رسولوں سے مقابلہ کر رہے ہو۔ اس جانگداز مضمون کو ان آیات میں کن دلکش اور پُراثر الفاظ میں ارشاد فرماتا ہے فقال یا ایہا الانسان ما غرک بربک الکریم کہ اے انسان تجھے اپنے رب کریم سے کس نے مغرور کر دیا۔

ف بعض علماء فرماتے ہیں کہ انسان سے مراد کافر ہے کیونکہ وہی قیامت کا منکر ہے اور یہ انکار قیامت اور اسپر دلیرانہ گناہ کرنا اس کا اللہ سے غرور ہے یعنی سزا کی کچھ پروا نہیں کرتا شتر بے مہار بنا ہوا ہے کسیکی نہیں سنتا عطاء فرماتے ہیں کہ یہ ولید بن مغیرہ کے حق میں ہے۔ کلبی اور مقاتل کہتے ہیں یہ ابن الاسد بن کلدہ بن اسید کافر کے حق میں ہے کہ اُسنے آنحضرت صلعم کی گستاخی کی مگر اسپر خدا نے دنیا میں اُسکو سزا نہ دی جس سے وہ اور بھی اترا گیا تب یہ آیت نازل فرمائی۔ اور علماء فرماتے ہیں کہ کافر اور گناہگار مومنوں سب کو شامل ہے۔ مومن ہی سہی مگر جب وہ ایک گناہ کرتا ہے اور باز نہیں آتا تو گویا اُسکا حال سزا و جزا کا برپا ہونا نہیں مانتا اور سزا کا اندیشہ دل میں نہیں اور یہ اندیشہ نہ ہونا غرور اور عدالت آسمانی کا انکار ہے۔ احیاناً گناہ ہو جانا اور اسپر تائب و نادم ہونا منافی شان ایمان نہیں ایسے ہی شفاعت کے مستحق ہیں۔ نہ کہ عیسائیوں کی طرح یہ دل میں ٹھان لینا کہ ہمارے گناہوں کا تو حضرت مسیح علیہ السلام کفارہ ہو چکے اب جو چاہو کرو دل کھول کر حرامکاری مے نوشی مکر و فریب کرو جھوٹ بولو۔ لوگوں پر ظلم کرو کچھ پروا نہیں۔ یہ بھی رب کریم سے غرور ہے اور بڑا دھوکا ہے اس قسم کے خیالات فاسدہ یہود میں بھی تھے وہ حضرت ابراہیم و اسحاق علیہما السلام کی اولاد سے ہونا کافی جانتے تھے ولن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ وسیغفر لنا کہا کرتے تھے جیسا کہ جاہل بزرگ زادے اور جاہل سید یہ کہا کرتے ہیں کہ ہمارے بزرگ یعنی باپ دادا فلاں ولی یا غوث و قطب تھے ہمکو سب گناہ معاف ہیں مواخذہ نہ ہوگا اور ہوا تو وہ چھڑا لینگے۔ اور بنی فاطمہ پر تو آگ حرام ہے اور اسی لیے بعض جاہل دنیادار آگ میں کود کر سالم نکلنا فاطمیت کی دلیل سمجھا کرتے ہیں

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ۝ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ

نیک بندے تو بہشت میں اور بدکار دوزخ میں ہونگے انصاف کے دن اسمین داخل ہونگے اور وہ اس دوزخ سے کہیں جا بھی نہ سکینگے اور تجھے کیا معلوم

مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ۝

ع

کیا ہے انصاف کا دن پھر (کہتے ہیں) تجھے کیا خبر کہ انصاف کا دن کیا ہے؟ اس دن کسی کا کسی کے لیئے کچھ بھی بس نہ چلے گا۔ اور اُس دن اللہ ہی کی حکومت ہوگی۔

## ترکیب

ان الابرار الجملۃ وما ہو معطوف علیہا على الجملۃ الثانیۃ مستانفۃ لبیان نتیجۃ الحفظ والکتابۃ من الثواب والعذاب یصلونہا الجملۃ اما صفۃ لجحیم او مستانفۃ جواباً لسوال مقدر کانہ قیل ما حالہم فقال یصلونہا الخ و قیل حال من الضمیر فی الخ یتعلق الجار والمجرور یوم منصوب بیصلون قرء الجمہور مبنیا للفاعل وقرئ مشددا مبنیا للمفعول وما ہم الخ و ہذہ الجملۃ اما صفۃ بجحیم و ما ادراک لتعظیم شان یوم الدین ولذا کرہ یوم لا تملک قرئ یوم بالرفع قرء ابن کثیر وابو عمرو علی انہ بدل من یوم الدین او خبر مبتدء محذوف وقرء ابو عمرو فی روایۃ بالتنوین والقطع عن الاضافۃ وقرء الباقون بالفتح وفیہ وجوہ الاول باضمار یدانون لان الدین یدل علیہ والثانی باضمار اذکر والثالث قول الزجاج وہو ان یکون فی موضع رفع الا انہ مبنی علی الفتح لاضافتہ الی قولہ لا تملک والمضاف الی غیر المتمکن مبنی علی الفتح وان کان فی موضع رفع وجر قال الواحدی قول الزجاج انما یجوز عند الخلیل وسیبویہ اذا کانت الاضافۃ الی الفعل الماضی نحو قولک علی حین عاتب اما اذا کانت الاضافۃ الی الفعل فلا یجوز عندہم ویجوز عند الکوفیین الرابع قول ابو علی وہو ان الیوم لما جری فی اکثر الاحوال ظرفا ترک علی حالۃ الاکثر والدلیل علیہ اجماع القراء والامر مبتدء یومئذ للّٰہ خبرہ رفع ابن کثیر یوم علی البدل من یوم الدین او خبر لمحذوف۔

## تفسیر

اب یہاں سے اس جزا کی تفصیل و تشریح فرماتا ہے کیونکہ پہلے اسکو ثابت کرلیا فقال ان الابرار لفی نعیم کہ بیشک نیک بندے نعمت مین ہونگے یعنی بہشت مین کس لیئے کہ بہشت سے زیادہ اور کیا نعمت ہے جہان کھانے اور پینے اور مکان ولباس و مجالس کے متعلق سب دلخواہ سامان ہین اور اسپر حیات ابدی بھی ہے اور کوئی مرض رنج موت بڑہاپا نہین اور سب سے بڑھکر وہان دیدار الٰہی بھی ہے۔ یہ جگہ کسی ملک کے باشندون یا کسی قوم یا خاندان کے لوگونکا حصہ نہین بلکہ ابرار کا ہے کوئی ہو۔ بر یعنی نیکی کی تفسیر خود خدا تعالےٰ نے اپنی کتاب مین فرمادی ہے لیس البر الخ کہ نیکی یا نیک کون ہے جو ایمان لاوے اور پھر نیک کام کرے ایمان و عمل صالح ہون تو نیک ہے ورنہ دنیا کی مشہور نیکی کسی کام کی نہین۔ یہ تو نیکونکا انجام کار تھا اب بدون کا انجام کار بیان فرماتا ہے فقال وان الفجار لفی جحیم اور بد یعنی جو ایمان اور عمل صالح دونون نہین رکھتے یا ان دونون مین سے ایک نہین رکھتے اگر ایمان نہین تو بھی فاجر ہے۔ اور ایمان ہے مگر نیک کام نہین بلکہ گناہ کرتا ہے چوری زنا شراب خواری ترک صوم وصلوٰۃ حج وزکوٰۃ ظلم و دغا ناچ و رنگ مین مبتلا ہے تو بھی فاجر ہے مگر اوسے سے کم کس لیئے کہ ایمان کی بدولت آخر کار اُسکی نجات ہے۔ فاجر بھی کوئی ہو امیر ہو غریب ہو بادشاہ ہو عزت دار ہو خواہ ذلیل ہو کسی بزرگ کی اولاد ہو کسی مقدس شہر کا رہنے والا ہو سب کے لیئے حکم عام ہے۔

ف۔ علماء بدیع کہتے ہین کہ اس آیت مین کئی صنعتین موجود ہین اول جمع و تقسیم وہ یہ کہ اول چند اشیا کو جمع کرلیا جاوے اور پھر تقسیم کیا جاوے سو یہان بھی

ابرار کی تفصیل

ایسی چیز کی توقع کرنا ہے کہ اسکے برخلاف اسباب بہم پہنچا چکا ہے مثلاً آقا کی بغاوت کر کے بخشش کی امید رکھے یا مال برباد کر کے نفع کی امید رکھے کھیت اجاڑ کر غلہ کی آرزو کرے۔ برے کام کر کے نجات کی امید کرے ؎ ہر آنکہ تخم بدی کشت وچشم نیکی داشت ؂ دماغ بیہدہ پخت وخیال باطل بست ؂ اور تمنی وہ ہے کہ کسیقدر اسباب بہم پہنچا کر کامیابی کی توقع کرے یا اسباب کے حصول میں شک ہو تب امید کرے۔ حاصل کلام اسباب بہم پہنچا کر توقع کرنا رجا ہے اور اسکی حالت میں تمنی ہے اور اسباب بالکل بہم نہ پہنچائے ہوں یا برخلاف اسباب جمع کیئے ہوں تب توقع نیک نتیجہ کی کرنا غرور یعنی دھوکا ہے دنیا کے لوگ اس اندھیری رات میں کہ جسکو حیات کہتے ہیں دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں مگر وہ کہ جنکو روشنی عطا ہوئی ہے۔

اسکے بعد رب کے کرم کی تفصیل سناتا ہے تاکہ اس مغرور کی آنکھیں کھلیں اور معلوم ہو کہ میں کس کے ساتھ غرور کر رہا ہوں فقال الذی خلقک وہ کہ جس نے تجھکو پیدا کیا عدم سے ہستی میں اپنے کرم سے لایا نہ تیرا سوال تھا نہ تیری دعا تھی۔ پھر یون ہی بیڈول اور اینڈ بینڈ نہیں پیدا کر دیا بلکہ اس طور سے کہ فسواک تجھے برابر کیا۔ اعضاء جسم میں تناسب رکھا کان کی جگہ کان ناک کی جگہ ناک آنکھ کی جگہ آنکھ رکھی اور فعدلک قوی ومزاج میں بھی تعدیل ملحوظ رکھی جس عضو میں جسقدر گرمی درکار تھی اتنی ہی عطا کی جسکو جسقدر رطوبت درکار تھی اتنی ہی عطا فرمائی۔ یہ دو وصف ہیں ایک تسویہ جو ظاہری بناوٹ سے متعلق ہے سو پہلے ماں کے پیٹ میں تسویۂ اعضاء جسم ہو لیتا ہے سب ہر ایک میں اسکی قوت ولطف رکھی جاتی ہے اور دوسرا وصف تعدیل ہے جو اسکی باطنی استحکام سے متعلق ہے مزاج کی تعدیل سے لیکر اسکے جمیع قوی کی تعدیل تک کو شامل ہے اسلیئے خالق کی تفصیل میں اول تسویہ کو ذکر کیا فسواک فرمایا پھر تعدیل کو فعدلک فرمایا۔ ان دونوں باتوں کے بعد اور کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہی بلکہ ہوتا ایک صورت خاصہ عطا ہوتی ہے جسکو صورت تخصیصیہ کہتے ہیں خواہ مرد کی خواہ عورت کی پھر ان میں بھی ایک خاص نقشہ خوبصورت بدصورت جیسا واہب العطایا کی طرف سے عطا ہو دیا جاتا ہے اسلیئے اس بات کو بغیر عطف کے یون فرمایا فی ای صورۃ ماشاء رکبک کہ جس صورت خاص میں چاہا اسے انسان تجھے مرکب کر دیا۔ ان میں سے کوئی بات بھی تیرے اختیار کی نہیں نہ تیرے سوال پر عطا ہوئی ہے یہ اسیکا کرم ہے جو آج تو اپنی صورت اور حسن وجمال پر اتنا غرور کرتا ہے کیا خوب کہا ہے کسینے ؎ تناسب ہے اعضا کے اتنا نہ تنفخر ؂ بگاڑا تجھے خوبصورت بنا کے ؂ اکثر انسان کے غرور کے اسباب تین ہیں ایک حسب نسب دوسرا حسن تیسرا مال وزر حکومت وشوکت ان تینوں کی حقیقت اسی ایک جملہ میں بیان فرما دی۔ اب انسان کے کرتوت بیان فرماتا ہے کہ جسکو اس رب کریم نے یہ کچھ دیا وہ اسکے مقابلہ میں کیا شکر گزاری کرتا ہے؟ فقال کلا ہرگز نہیں بل تکذبون بالدین بلکہ اے بنی آدم تم جزا کا انکار کر رہے ہو شتر بے مہار بنکر حصول لذات وشہوات میں غرق ہو اور جانتے ہو کہ اسیمین مزہ اڑانے کے لیئے پیدا کیئے گئے ہیں نہ مر کر جینا ہے نہ حساب کتاب ہے نہ اعمال کی جزا ہے نہ سزا ہے وان علیکم لحافظین حالانکہ اسنے اپنے کرم سے تم پر نگاہبان فرشتے مقرر کر رکھے ہیں انکی محافظت نہو تو تلف ہو جاؤ وہی تمہارے دلمین حفاظت کے علوم القا کرتے ہیں یعنی صرف پیدا ہونے ہی میں اسکی محتاجی نہ تھی بلکہ پیدا ہونیکے بعد بھی بقا اور وجود میں بھی احتیاج باقی ہے سوتے میں وہی سانپ بچھو وغیرہ مہلکات سے بچاتے ہیں یہ محافظت بڑی شرح طلب ہے اور صرف وہ محافظت ہی نہیں کرتے بلکہ کراماً کاتبین کرم کرتے ہیں مباشرت کے وقت اور شرمناک کاموں کے وقت تمہارے روبرو نہیں ہوتے کسی پر افشاء راز نہیں کرتے لیکن جو کچھ نیک وبد تم کرتے ہو اسکو دفتر غیب میں لکھ لیتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو فرشتے شام کو آتے ہیں صبح تک رہتے ہیں پھر صبح کو دو آتے ہیں شام تک رہتے ہیں پہرہ بدلتا رہتا ہے اور یہ لکھنا ان کا بے خبری سے نہیں بلکہ یعلمون ما تفعلون جو کچھ تم کرتے ہو اسکو جانتے ہیں تم ان سے کچھ چھپا نہیں سکتے۔ پھر جبکہ یہ ہے تو یہ سمجھ لو کہ تم کو اس رب کریم نے شتر بے مہار نہیں پیدا کیا بلکہ اس جہان میں نیکی کمانے کیلیئے اسلیئے ہر ایک کام کی جزا وسزا ہے ؂

تسویہ اور تعدیل میں فرق ١٢

[illegible]

# سُوْرَةُ تطفیف مکیہ ہے اس میں چھتیس آیات ہیں

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝

خرابی ہے کم تولنے والوں کی　وہ جو لوگوں سے ماپ کر لیں تو پورا پورا لیں　اور جب ان کو ماپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں

اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

کیا وہ خیال نہیں کرتے کہ انکو ایک بڑے دن میں اٹھایا جاویگا (قیامت میں)　جس دن کہ سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے

## ترکیب

ویل مبتدء وجاز الابتداء بہ لکونہ دعاءً قال مکی ویل وشبہہ اذا کان غیر مضاف فالمختار الرفع ویجوز النصب ، واذا کان مضافا او معرفا فالمختار فیہ النصب - والویل کلمۃ تذکر عند وقوع البلاء یقال ویل لک وویل علیک - وقیل واد فی جہنم للمطففین خبرہ المطفف ماخوذ من الطفیف وہو الجانب او الشئ الیسیر یقال طف الوادی و الاناء اذا قارب الامتلاء ولم یمتلئ بعد قال الزجاج انما قیل للذی ینقص المکیال والمیزان مطفف لانہ یسرق الشئ الیسیر والتطفیف البخس فی الکیل والوزن الذین الخ صفۃ کاشفۃ للمطففین اذا اکتالوا الاکتیال الاخذ بالکیل علی الناس قال الفراء علی ومن فی ہذا الموضع یعتقبان یقال اکتلت منک ای استوفیت منک وتقول اکتلت علیک ای اخذت ما علیک واذا الاکتیال یستعمل بمن وعلی وفی الکشاف لما کان اکتیالہم اکتیالا یضرہم ابدل علی مکان من لا لالۃ علی ذلک - واذا کالوہم ای کالوا لہم او وزنوا لہم حذف اللام فعدی الفعل الی المفعول فہو من باب الحذف والایصال قال الکسائی والفراء ہذا من کلام اہل الحجاز ومن جاورہم یقولون زنی کذا کلنی کذا وکسبتک وکسبت لک قال الزجاج لایجوز الوقف علی کالوا حتی یوصل بالضمیر ویروی عن عیسی بن عمرو وحمزۃ انہما کانا یجعلان الضمیرین توکیدا لما فی کالوا ویقفان عند الواوین ای علی کالوا او وزنوا ثم یقولان ہم یخسرون وزعم الفراء والزجاج انہ غیر جائز - الا یظن الخ جملۃ مستانفۃ - یوم منصوب باعنی وقیل بمبعوثون او مرفوع المحل خبر المبتدء محذوف او مجرور بدلا من یوم عظیم مبنی علی الفتح لاضافتہ الی الفعل وان کان مضارعا علی مذہب الکوفیین -

## تفسیر

یہ سورہ بقول ابن مسعود وضحاک ومقاتل مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس وابن الزبیر سے بھی یہی منقول ہے کہ آخر جو مکہ میں نازل ہوا وہ یہ سورہ ہے - مگر حسن وعکرمہ کہتے ہیں کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی - اور سب سے اول جو مدینہ میں آکر آنحضرت صلعم پر نازل ہوا وہ یہی سورہ ہے قول اول قوی ہے اور اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ میں تشریف لائے تو یہاں کے لوگوں کو لینے دینے میں پیمانہ اور تول میں کمی زیادتی کرتے پایا سو سب سے اول جو ایک مجلس میں انکو قرآن سنایا تو انکے حسب حال یہی سورۃ سنائی جسمیں یہاں اور

ایسا ہی ہوا ہے جمع ( ان علیکم لحافظین الخ) میں تھا کہ سب کو ایک حکم میں جمع کر لیا کہ سب پر محافظ کراما کاتبین مقرر ہیں پھر یہاں تفریق کر دی کہ ان میں سے نیک نعیم
میں اور بد جحیم میں ہونگے۔ دوم صنعت ترصیع ہے۔ اور کلام مرصع وہ ہے کہ دونوں فقروں میں ایسے الفاظ استعمال ہوں کہ جنکا وزن برابر ہو سجع یعنی اخیر کا حرف ایک ہو۔ یہ
یہ بات بھی ہے ابرار کے مقابلہ میں فجار نعیم کے مقابلہ میں جحیم ہموزن ہے۔ سوم صنعت تضاد بھی ہے جسکو اطباق و تطبیق کہتے ہیں کسلیئے کہ ابرار کی ضد فجار اور نعیم کی ضد جحیم
ایک کلام میں جمع ہیں۔ اسکے بعد جحیم کے ہولناک احوال بیان فرماتا ہے تاکہ انکو سنکر لوگ فجور سے باز آویں (اول) یصلونہا یوم الدین کہ اس جحیم میں جزا کے
دن فاجر داخل ہونگے یعنی بطرح دنیا میں حیلہ بہانہ سے یا بھاگ کر قید خانہ سے بچ جاتے ہیں یا قید خانہ کے حکام کو رشوت دیکر خوشامد و منت کر کے بچ جاتے ہیں ایسا
نہوگا وہ قید خانہ ایسا نہیں کہ جو مجرم اس سے بچ سکے معاذ اللہ۔ دوم وما ہم عنہا بغائبین کہ اس جحیم سے وہ غائب بھی نہو سکین گے۔ قید خانہ سے خلاصی کی ایک یہ
صورت ہوتی ہے کہ قیدی مرجاوے اور مرکر چھوٹ جاوے اور دوسری صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ کسی تدبیر سے داخل ہوکر نکلجائے دلوار پھاند کر بھاگ جائے یا نگاہبانوں
جسکو نکلجائے یا زبردستی سے نکلجائے یا رشوت دیکر نکلجاوے سو یہ بھی وہاں نہوگا ان سب باتوں کی نفی اس ایک جملہ وما ہم عنہا بغائبین میں کر دی کہ وہاں
باہر نہونے پاوین گی۔ ف ٢ اس جگہ سے معتزلہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ مسلمان کبیرہ گناہ کرنے والے بھی ہمیشہ جہنم میں رہیں گے کسلیئے کہ
کبھی فاجر ہیں اور فاجروں کی نسبت آگیا ہے وما ہم عنہا بغائبین کہ وہ وہاں سے غائب نہونگے یعنی کبھی نہ نکلینگے جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے وما ہم بخارجین منہا
اسکا جواب امام رازی رحمہ اللہ نے یوں دیا ہے کہ یہ تمہارا عقیدہ قطعی ہے اور الفاظ کی عموم پر دلالت ظنیہ ہے پھر اس سے ثبوت کرنا بیکار ہے اور ظن
اسلیئے ہے کہ استعمال جمع معرف باللام کا معہود سابق میں اکثر ہوا کرتا ہے پس محتمل ہے کہ یہاں الفجار سے مراد کافر ہوں جنکا ذکر چلا آتا ہے جو روز جزا کی تکذیب
کرتے ہیں۔ اگر عموم کو قطعی بھی مان لیا جاوے تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اہل کبیرہ فاجر ہیں کس لیئے کہ پہلے آچکا ہے اولئک ہم الکفرۃ الفجرۃ کہ کفار
کافر و فاجر ہیں اسلیئے یہ بات کہ اصحاب الکبائر ہی علی الاطلاق فاجر ہیں غیر مسلم ہے اور اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جاوے تو وما ہم عنہا بغائبین کے صدق
کے لیئے ان فاجروں میں سے کفار کا خلود کافی ہے۔ مگر راقم الحروف کہتا ہے کہ معتزلہ کا اس آیت سے استدلال ہی صحیح نہیں کس لیئے کہ مراد یہ
کہ وہ از خود کسی مکر و تدبیر سے وہاں سے نہ نکل سکین گے نہ یہ کہ خود خدا تعالیٰ بھی نہیں نکالیگا سو یہ ممکن ہے کہ وہ ان میں سے اہل الکبائر کو رہائی دیدے
ممکن ہے کہ ایک مدت کے بعد اپنے فضل و کرم سے یا شفاعت سے انہیں رہائی دے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔ واللہ اعلم۔
اسکے بعد اس روز کی شدت کے اظہار کے لیئے آپ ہی پوچھتا ہے وما ادراک ما یوم الدین کہ اے انسان تو کیا جانے کہ کیا ہے جزا کا دن؟ پھر اسکا اعادہ کرتا
ثم ما ادراک ما یوم الدین پھر تو کیا جانے کہ کیا ہے جزا کا دن؟ یہ اسلیئے کہ دنیا کے جسقدر مصائب ہیں اس روز کے مصائب کے آگے کچھ بھی نہیں پھر انسان اسکی
حقیقت سے کیونکر واقف ہو سکے اسکے سوا جزا کا معاملہ بھی عقل میں اچھی طرح سے نہیں آسکتا کہ انسان کے اعمال کیونکر اپنی مناسب اشکال میں متشکل ہوکر رنج
و رنج کا باعث ہونگے بجز حقیقت جزا تو کیا جانیگے اسلیئے وہانکی ایک ہی بات پر سخن تمام کرتے ہیں یوم لا تملک نفس لنفس شیئا کہ اس روز کوئی کسیکے لیئے کچھ بھی اختیار نہ
نہ بھائی نہ باپ نہ یار نہ کوئی اور اہل قرابت کچھ کام آئیگا جیسا کہ دنیا میں شریک ہو جاتے ہیں اور دفع مصیبت میں کوشش کرتے ہیں وہاں یہ نہوگا۔
ف ٢ نفس نکرہ لنفس نکرہ شیئا نکرہ تینوں نکروں کے عموم نے یہ بات بتلادی کہ اس روز کسیکا بھی اختیار نہوگا والامر یومئذ للہ اس روز اللہ ہی کا اختیار
برخلاف دنیا کے کہ بیوی پر میاں کی حکومت ہوتی ہے آقا کی نوکر اور غلام پر بادشاہ کی رعیت پر مگر اس روز بجز اسکے اور کسیکی حکومت نہوگی۔ ف ٣ اس آیت سے
شفاعت کا رد کرنا جیسا کہ معتزلہ کرتے ہیں غلط فہمی ہے کسلیئے کہ شفاعت اپنا اختیار نہیں بلکہ خدا کی طرف سے اور اسکے حکم سے سو وہ بھی اسیکا امر ہے۔

بیان صنعت بدیعی سے ایجاز کلام کا ذکر

عذاب فاجروں کا بیان

اس کے بعد ان کے مکر و خیانت کی تشریح فرماتا ہے فقال الذین اکتالوا علی الناس یستوفون کہ جب اوروں سے
ماپ کر لیں تو بھر کر لیں۔ عرب میں عموماً اور دیگر ملکوں میں بھی رواج تھا بلکہ اب بھی ہے کہ غلہ وغیرہ انسان کی غذا
اور کار آمد چیزوں کو تولنے کی جگہ پیمانہ سے لیتے دیتے تھے۔ مثلاً آدھ سیر کا ایک لکڑی کا برتن بنا رکھتے ہیں۔ آدھ سیر غلہ دینا ہو یا
لینا ہو تو اس میں بھر کر لیتے دیتے ہیں اس میں آسانی بہت ہے۔ اور پیمانہ کو کیل اور مکیال کہتے ہیں اور کیل اسم ہے
اور جو چیزیں پیمانہ سے لی دی جاتی ہیں انکو مکیل کہتے ہیں۔ اور جو چیزیں تول کر بکتی ہیں ان کو موزون کہتے ہیں سو وہ تول کی چیزوں
میں بھی خیانت کرتے ہیں واذا کالوهم او وزنوهم اور جب اورونکو ماپ کر دیتے ہیں او وزنوهم یا تول کر دیتے تھے یخسرون کمی کرتے تھے۔

ف پیمانہ اور وزن سے لینا ایک حالت ہوئی اور انہیں سے ناپ یا تول کر دینا دوسری حالت ہے لینے میں
دھوکا دیکر زیادہ لے لینا پیمانہ میں اکثر ہوتا ہے دوسرے نے اسکو پیمانہ بھر کر دیا اس نے زیادہ دبا دبا یا اوپر سے چوٹی
باندھ دی اس لئے لینے کی صورت میں پیمانہ کا ذکر کیا برخلاف دینے کے کہ وہاں پیمانہ میں بھی خیانت ہوا کرتی ہے اور تولنے
میں بھی جسکو ڈنڈی مارنا کہتے ہیں اور عرب میں ایسا دستور بھی تھا اس لئے اس صورت میں پیمانہ اور وزن دونوں کا ذکر کیا۔

ف اہل زبان اس مقام پر کہتے ہیں کہ اکتیال کا استعمال من کے ساتھ ہوتا ہے مگر علی کے ساتھ اسلئے کیا کہ علی مضرت کے لئے آتا ہے
اور خیانت میں دوسرے کی مضرت ہے۔ اسی طرح کالوهم اور وزنوهم لام کے ساتھ استعمال ہوتا ہے یہاں بغیر لام کے اسلئے استعمال ہوا
کہ انکا اس کاروبار کی کثرت بیان کرنی مقصود تھی اور کثرت استعمال میں ایسے حروف محذوف ہو جایا کرتے ہیں عرب کا خاص محاورہ ہے۔

ف بقول علماء محققین یہاں بھی تول اور پیمانہ کی خاص خیانت مراد نہیں بلکہ عام خیانت مراد ہے آپس کے معاملات میں اور خدا کے
معاملات میں بھی جیسا کہ علامہ نسیری قدس سرہ کے قول میں تشریح کی گئی۔

فرماتا ہے الا یظن اولئک انهم مبعوثون لیوم عظیم کہ یہ جو ایسی گندم نمائی جو فروشی کرتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ ان کو ایک بڑے
سخت اور مصیبت کے روز کھڑا ہونا اور عدالت الٰہی میں حاضر ہونا ہے؟ گویا ان کا بیباکانہ ایسی حق تلفی اور خیانت کا عمل
میں لانا قیامت کے دن میں کھڑے ہونے کا انکار کرنا ہے گو زبان سے انکار نہ ہو ورنہ جو اس دن کھڑے ہونے کا دل میں یقین رکھتا
ہوگا اس سے یہ بیباکی سرزد نہ ہوگی خلاصہ یہ کہ انکو اپنے اعمال کے وزن اور تول کا خیال نہیں کہ حشر میں ہوتا ہے۔

وہ دن کیسا ہوگا یوم یقوم الناس لرب العالمین ایسا ہوگا کہ جس میں تمام لوگ رب العالمین کے آگے کھڑے ہونگے
اور لفظ رب العالمین میں اشارہ ہے کہ لوگوں کے حقوق کا انصاف کرنا بھی اسکی ربوبیت عامہ کا مقتضٰی ہے اور یہی صفت
اس روز مظلوموں کے بدلے لینے پر محرک ہوگی۔

حقیقت میں نفوس سرکش کی باگ تھامنے والی اگر کوئی چیز ہے تو یہی خیال ہے ورنہ حکام وقت کی قانونی بندش یا اور کوئی
ترغیب و ترہیب باز نہیں رکھ سکتی جیسا کہ آجکل ہم لوگوں میں بدکاری اور خیانت کا زیادہ رواج اسی لئے دیکھتے ہیں کہ قیامت
کا اعتقاد کم ہوتا جاتا ہے۔

تول میں کمی زیادتی کرنے کی سخت برائی ہے اس سبب سے لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ مگر سبحان اللہ کیا وعظ تھا کہ اسی روز کے بعد سے ابتک اہل مدینہ سے بڑھکر کوئی شہر اور بستی پورا تولنے اور پیمانہ بھرنے میں نہوگی ایک بخت سب نے وہ کام چھوڑ دیا۔

## ربط

اس سورہ کا سورہ اذا السماء انفطرت سے یہ ہے کہ اس سورہ کے اخیر میں حشر کا معاملہ مذکور تھا کہ نیک نعیم میں اور بد جحیم میں ہونگے اور کوئی کسی کے کچھ کام نہ آویگا۔ اس لیئے اس سورہ میں اس بدی کی شرح کردینا ناسب ہوا جو حقوق العباد سے متعلق ہے کس لیئے کہ حقوق العباد سے زیادہ تر بازپرس ہوگی۔ اور وہ بدی کیا ہے؟ حقوق العباد میں دیدہ ودانستہ کمی زیادتی کرنا جسکو عربی میں تطفیف اور اسکے مرتکب کو مطفف کہتے ہیں خصوصاً لین دین میں زیادہ لینا اور کم دینا تول یا پیمانہ کے ذریعہ سے۔

اس لیئے فرماتا ہے ویل للمطففین خرابی ہے حقوق العباد تلف کرنے والوں کی پیمایش اور وزن میں۔ ہرچند لفظ تطفیف کے معنی لغوی پیمایش اور وزن میں خیانت کرنے کے ہیں مگر شیخ ابوالقاسم قشیری قدس سرہ العزیز اور دیگر بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ لفظ وسیع المعنی ہے پیمایش اور تول کی خیانت کو بھی شامل ہے اور اسکے سوا ہر قسم کی خیانت اور خصومت کو بھی جیسا کہ اپنے عیوب کو چھپانا اور لوگوں کے وہی عیوب ظاہر کرنا۔ لوگوں سے انصاف طلب کرنا اور آپ انصاف نہ کرنا لوگوں کی عیب جوئی کرنا اپنے عیوب کی پروا نکرنا لوگوں سے تعظیم طلب کرنا اور خود کسیکی تعظیم وتکریم نکرنا نوکروں غلاموں تابعداروں سے خدمت توٹھوک بجاکر لینا اور تنخواہ اور اجرت دینے میں کمی کرنا۔ اپنے لیئے جو پسند کرنا وہ دوسروں کے لیئے نہ کرنا۔ رزق وعزت وعافیت تو خدا تعالیٰ سے بہت کچھ مانگنا اور اسکی حکم برداری سے دل چرانا۔ لوگوں سے اللہ کے لیئے سوال کرنا آپ اللہ کیلئے کچھ نہ دینا۔ اوروں کو نصیحت کرنا خود مبتلا ہونا۔ حال خراب رکھنا قال ٹھیک رکھنا۔ بزرگوں کی صورت بنانا۔ باطن میں شیطانی کام کرنا ریاکاری کرنا وغیرہ۔ یہ سب لوگ مطفف ہیں ان سب کے لیئے ویل یعنے خرابی ہے۔

پھر اس خرابی کی جو دنیا اور آخرت میں مطفف کو پیش آتی ہیں سیکڑوں صورتیں ہیں لوگوں کی آنکھوں میں ذلیل وخوار ہونا اسکے کاموں میں برکت نہونا مرض ووبا وودیگر دنیا کے اشد مصائب میں مبتلا ہونا اور آخرت میں جہنم اور اسکی پیپ اور بدبودار وادی ہے جہاں عمر بھر رہنا اور رونا اور سر پیٹنا ہوگا۔ دنیا کی خرابیوں کی بابت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں تفسیر کی ہے کہ خمس بخمس یعنی سن لو پانچ چیزوں پر پانچ سزائیں مقرر ہیں۔ جو قوم عہد شکنی کرتی ہے تو اسکے دشمن اسپر مسلط ہوجاتے ہیں۔ اور جو قوم احکام الٰہی کو خواہش نفسانی اور رشوت ستانی سے ترک کرتی ہے تو فقر وافلاس میں مبتلا ہوتی ہے۔ جس قوم میں زنا واغلام کی کثرت ہوگی وبا وغیرہ حوادث سے ہلاک ہوگی۔ جو قوم ناپ اور تول میں خیانت کریگی قحط میں مبتلا ہوگی باغ اور کھیتوں کی پیداوار سے بہرہ ور نہوگی جو قوم زکوٰۃ اور حقوق مساکین سے دست کشی کرے گی ان سے بارش روک لی جاویگی۔

مگر خدا تعالیٰ جب کسی قوم اور ملک کو بالکل برباد کرنا چاہتا ہے تو ان سے ان سزاؤں کو چند روز کے لیئے روک لیتا ہے تاکہ دلیر ہوکر ان افعال کو کریں اور پھر دفعتاً برباد ہوجاویں۔ واملی لہم ان کیدی متین کہ میں ڈھیل دیتا ہوں اور میرا داؤ مضبوط ہے۔ معاذ اللہ۔

بعضے حقا ... لیتے ہین ... یہ آیندہ کلام سے متعلق ہوگا کہ بیشک ان کتاب الفجار لفی سجین کہ روز نامچہ بدکاروں کا سجین مین انکے اعمال لکھے ہوئے ہین سجین ہین ہے سجین سے وہ واقف نہ تھے اس لیئے آپ ہی فرماتا ہے وما ادراک ما سجین کہ اے مخاطب تو کیا جانے کیا ہے سجین؟ پھر آپ ہی فرماتا ہے کتاب مرقوم وہ کہ ایک نشانی لگے ہوئے دفتر کی جگہ ہے۔ یعنی وہان ایک دفتر ہے جسمین مجرمون کے نام وہ ان اور اعمال کی کیفیت ... لکھی ہوئی ہے۔

سجین ... [illegible] ... اس قید خانہ کی کہ جہان مرنیکے بعد ارواح جاتی ہین۔ احادیث و اقوال صحابہ و تابعین مین یون ... آئی ہے کہ وہ جہنم کا طبقہ ہے اور ساتوین زمین کے تلے ہے یعنے عالم بالا یا علوی کے برخلاف عالم سفلی ... [illegible] ... اور جہان طرح طرح کی تکالیف اور آگ کی لپٹین ... [illegible] ...

... [illegible] ... اور امام احمد و نسائی ... ابوہریرہ ... اور ابن ماجہ ... [illegible] ...

... [illegible] ... اگر ... [illegible] ... مین کو ... ہے ... [illegible] ...

... [illegible] ... اور اسکے قریب ... [illegible] ...

... [illegible] ... فرحت و نشاط ... [illegible] ...

اور وہ اسکو لیکر عالم بالا کو چلے ... [illegible] ... جہان ملائکہ ملتے ہین تو پوچھتے ہین یہ کون معطر اور روشن روح ہے ... [illegible] ...

... [illegible] ... اسکو وہان تک لیجاتے ہین کہ جہانتک اسکی رسائی اسکی نورانیت و صفائی کیوجہ سے ہوتی ہے کہ کوئی اول آسمان تک ... ساتوین تک پھر وہان اسکو اپنے رب ... نصیبی ہوتی ہے اور ... ہوکر ... حاصل ہوتا ہے تب حکم ہوتا ہے اکتبوا کتاب عبدی فی علیین کہ میرے بندہ کا نام علیین کے دفتر مین لکھ۔ یعنے علیین جو عالم بالا مین ایک فرحت بخش جگہ ہے اور جہان اہل ایمان وارونکی روحین رہتی ہین اور وہان عیش اور بہار ایسی ہے کہ جسکا بیان ممکن نہین وہان بھی رہے اور وہان جو ایک دفتر ہے جسمین وہان کے رہنے والونکے نام ہین اسکا نام بھی وہین درج کرو۔ تب وہ روح وہان آتی ہے اور جو اس سے پہلے وہان آگئے ہین اس سے بڑی خوشی کے ساتھ ملتے ہین اور جسطرح سفر سے واپس آنے والے سے ملکر خوش ہوتے ہین اس سے بھی زیادہ انکو خوشی ہوتی ہے تب وہانکے لوگ اپنے دنیاوی اقارب کا حال اس سے دریافت کرتے ہین کہ فلان کیسا ہے فلان کا کیا حال ہے پھر جو یہ بعض کی نسبت کہتا ہے کہ وہ تو مر گیا تمہارے پاس نہین آیا تب وہ کہتے ہین افسوس وہ ہاویہ مین گرایا گیا۔ اور اگر کافر و منافق ہے تو اسکے مرنے کے وقت اسکے سامنے ہیبتناک اشکال کے فرشتے آتے ہین جنکے چہرون سے غضب کے آثار دیکھنے والے کے زہرہ کو پانی پانی کیئے دیتے ہین جہانتک اسکی نظر جاتی ہے وہی بیٹھے نظر آتے ہین تب وہ کہتے ہین اے روح خبیث اس ناپاک بدن سے نکل اور اپنی سزا اور عذاب کی جگہ چل تب وہ اسکو کھینچ کر لیجاتے ہین اور اس مین بدبو آتی ہے جس جگہ سے لیکر گزرتے ہین وہان کے فرشتے پوچھتے ہین یہ کون روح خبیث ہے؟ تب وہ کہتے ہین فلان بن فلان برے نام سے یاد کرتے ہین پہلے آسمان تک لیکر آتے ہین اور دروازہ کھلواتے ہین مگر اوپر چڑھنے کے لیئے دروازہ نہین کھلتا اس مقام پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑہی لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط کہ انکے لیئے آسمان کے دروازے نہ کھلین گے اور نہ وہ جنت مین داخل ہونگے

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ○ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ○ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ○ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ○

سنو نہیں بدکاروں کا دفتر تو سجین میں ہے　اور تو کیا جانے کیا ہے سجین　دفتر ہے لکھا ہوا　خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی

الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ○ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ○ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ

ان کی جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہیں　اور اسکو وہی جھٹلاتا ہے جو　حد سے بڑھا ہوا گنہگار ہے　کہ اسکو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ○

(یہ تو پہلوں کی کہانیاں ہیں)

قال قتادة مرقوم رقم لهم بشر [illegible] ... بمعنى مختوم [illegible]

## ترکیب

كلا ارتدعوا عن ذلك ... كلمة ردع وتنبيه اي ليس الامر كما تتوهمون [illegible] وقال ابو حاتم كلا ابتداء يتصل بما بعده على معنى حقا و هو قول الحسن - كتاب الفجار اسم ان لفي سجين خبرها - وفي السجين قولان الاول وهو قول الجمهور انه اسم علم منقول من وصف على وزن فعيل اي الاسفل ... الارض السابعة السفلى وهو قول ابن عباس وقيل جب في جهنم والقول الثاني انه ليس [illegible] من السجن [illegible] الحبس [illegible] لانه يحبس من الفوق وهذا قول المبرد والزجاج وابي عبيدة ورده الواحدي - وقال صاحب الكشاف ان السجين فعيل من السجن ثم انه [illegible] اسم علم لديوان من وضع فيه كالنار وهو منصرف لانه ليس فيه الا سبب واحد وهو التعريف - كتاب مرقوم [illegible] فلا يرد ما قيل ان الله تعالى اخبر ان كتاب الفجار في سجين ثم فسر السجين بانه كتاب مرقوم فكانه قال ان كتابهم في كتاب مرقوم واجاب القفال بان قوله كتاب مرقوم ليس تفسيرا لسجين بل التقدير ان كتاب الفجار لفي سجين وان كتاب الفجار كتاب مرقوم فيكون هذا وصفا لكتاب الفجار بشيئين احدهما انه في سجين والثاني انه مرقوم وقوله وما ادراك ما سجين جملة معترضة واجاب الرازي بانه لا استبعاد في كون احد الكتابين في الآخر ان يوضع كتاب الفجار في الكتاب الذي هو الاصل المرجوع اليه في تفصيل احوال الاشقياء او بان يحمل ما في كتاب الفجار الى ذلك الكتاب المسمى بالسجين - وفيه وجه آخر وهو ان يكون المراد من الكتاب الكتابة فالمعنى كتابة الفجار في سجين ثم وصف السجين بانه كتاب مرقوم فيه جميع اعمال الفجار - من الكبير -

قال ابن عطية من قال ان سجينا موضع فكتاب مرفوع على انه خبر الظرف وهو قوله لفي سجين [illegible] ومن جعله كتابا فكتاب خبر مبتدء محذوف والتقدير هو كتاب - الذين يكذبون بدل من المكذبين او صفة - اساطير جمع اسطورة او اسطارة -

## تفسیر

جب قیامت کے دن دربار الٰہی میں کھڑے ہونے اور نیکی بدی کے حساب دینے جزاء و سزا پانے کا ذکر آیا تو مناسب ہوا کہ نیکوں اور بدوں کے ان حالات کا بھی بیان کیا جاوے جو مرنے کے بعد حسب اعمال پیش آوینگے - ہر چند جزا و سزا کا مسئلہ بہت جگہ بیان ہوا لیکن اس مسئلہ کے سخت منکروں کے مقابلہ میں بار بار مختلف عنوان سے بیان کرنا انکے دلپر نقش کر دینا مقصود ہے جو نبوت کے اہم مقاصد میں سے ہے اسلئے فرماتا ہے کلا نہیں نہیں یعنی تم جو یہ سمجھے ہوئے ہو کہ مر کر خاک ہو جاینگے نہ سزا ہے نہ جزا ہے جو چاہو دل کھول کر مزے اڑا لو کوئی پوچھنے والا نہیں یہ خیال غلط ہے ہرگز ہرگز ایسا نہیں - پھر اسکے بعد جزا و سزا کا حال بیان فرماتا ہے بعض مفسرین کلا کو

خبر دی ہے جو مردہ کے زندہ ہوکر دنیا میں جاکر خبر دینے سے زیادہ معتبر ہے (۵) حضرت ابراہیم علیہ السلام روحانی باپ ہیں اسلئے اسلامی انہر بھی نابین وردو بھیجتے ہیں
دیا تا ہے ویل یومئذ للمکذبین کہ اسروز (یعنی جس روز کہ بدکار اور منکر سجین میں داخل ہونگے اور وہ دن بہت دور نہیں صرف چند گھڑی دیر ہے)
جھٹلانے والونکی بڑی خرابی ہوگی۔ جو الہامی باتوں کو آج دنیا میں جھٹلاتے ہیں بعض تو اللہ تعالیٰ ہی کو نہیں مانتے کہتے ہیں کوئی خدا نہیں آپ ہی
چیزیں پیدا ہوتی ہیں آپ ہی مٹ جاتی ہیں خدا صرف ایک وہمی بات ہے جو بڑوں سے کانوں میں پڑتی چلی آئی ہے۔ یہ خیال آجکل فرنگستان میں بہت ہیں سوانحا
کے چند علوم نے جنکی غلطیاں روز بروز نکلتی جاتی ہیں انکو تاریک گڑھے میں ڈال رکھا ہے پھر ان میں کچھ طبعی ہیں جنکو نیچری کہنا چاہیے اور کچھ دہری اور کچھ مادی ہیں
اور کچھ خیالی ہیں کہ سب باتونکو توہمات و خیالات ہی کہتے ہیں۔ اور بعض خدا تعالیٰ کو نہیں جھٹلاتے اسکے قائل ہیں مگر پھر اسکی صفات توحید و تنزیہ و قدرت کے منکر ہیں
پھر کسی نے مخلوقات میں سے اسکے وسائل قرار دیکر شریک بنا رکھے ہیں جیساکہ مشرکین عرب و مشرکین ہند و فرقہ مجوس پھر کسی نے خدا تعالیٰ کو ممکنات
پر قیاس کرکے اسکی ذات مقدسہ کے حصے کرڈالے ہیں جنکو اقانیم کہتے ہیں باپ۔ بیٹا۔ روح القدس پھر اسکے توجیہ میں کیا کیا باتیں بناتے ہیں کہیں ریاضی
سے اور مثلث شکل سے ثابت کرتے ہیں کہیں کرسٹان جو کچھ مسلمانوں کے علوم سے واقف ہیں یہ سمجھ بوجھ انکو تعبیرات اور تنزلات کے قالب میں ڈھالتے
ہیں اور صوفیہ کرام کے اقوال و اشعار سے عام کو دھوکا دینے کے لئے سند میں لاکر لیتے ہیں حالانکہ نہ تثلیث کو تنزلات سے واقف نہ مصطلحات صوفیہ
کرام سے آگاہی مگر یہ وہیں پادری انکی اس سرگشتگی سے جو محققین اہل اسلام کے نزدیک قابل تمسخر ہے انکی خوب قدردانی کرتے ہیں۔ اور بعض نے بلکہ اصول
عالم کو قدیم مانا ہے اور انکے پیدا و فنا کرنے سے اسکو عاجز سمجھتے ہیں جیساکہ آجکل فرقہ آریہ اور بعض نے حضرات انبیا کو جھٹلایا وہ کسی ہی کو بھی نہیں
مانتے نہ نبوت کی کچھ ضرورت سمجھتے ہیں جیساکہ فرقہ آریہ اور برہمو۔ اور بعض انبیا کو تو مانتے ہیں لیکن خاص خاص کو نہیں مانتے
جیساکہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے اور عیسائی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب
کرتے ہیں یہ سب مکذبین ہیں اور ان کے سوا آیات قدرت کے منکر بھی مکذبین ہیں جو ہر روز دنیا میں انکی قدرت کے کرشمے
دیکھتے ہیں پر نہیں مانتے اور قیامت اور جزا و سزا کے منکر تو مکذبین میں سے بہت ہی بڑے مکذبین ہیں کس لیے کہ دل کھول کر بدکاری کرنے
کا یہ عمدہ ذریعہ ہے اس لیے بالخصوص مکذبین میں سے اسی گروہ کا ذکر کرتا ہے فقال الذین یکذبون بیوم الدین وہ مکذبین جو روز جزا کی
تکذیب کرتے ہیں اسکو نہیں مانتے اس لیئے دل کھول کرکے بدکاری کرتے ہیں۔ اس مضمون کو اس جملہ میں بیان فرماتا ہے وما
یکذب بہ الا کل معتد اثیم کہ روز جزا کو وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے گذرا ہوا اور بدکار ہے۔ اسکی یہ سرکشی اور بدکاری روز جزا کے
خیال کو کبھی دل میں نہیں آنے دیتی جیساکہ عرب کے بت پرست تھے اور اب یورپ کے عیش پسند حرامکار بدکار لوگ ہیں
اذا تتلی علیہ آیاتنا قال اساطیر الاولین۔ جب ان کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں بالخصوص وہ کہ جنمیں جزا کا حال ہے
تو تمسخر ٹھٹھوں میں اڑاتے اور کہدیتے ہیں کہ پہلی کہانیاں ہیں یوں ہی کہتے چلے آئے ہیں کسنے دیکھا ہے۔ آجکل تعلیم انگریزی کا یہ اثر دیکھا جاتا
کہ ابتدا ہی سے جوان ملحدوں کے خیالات انکے دلپر نقش کیے جاتے ہیں اور کسیقدر علوم جدیدہ کے کرشمے دکھائے جاتے ہیں تو وہ الہامی باتوں سے تمسخر
کرتے ہیں اور مرنے کے بعد جزا و سزا کے قائل نہیں رہتے پھر تو خوب مے نوشی اور زناکاری کرتے ہیں پاک ناپاک حلال و حرام کی کچھ بھی پروا نہیں
کرتے۔ خرابی کی شرح نہیں کی کس لیئے کہ کئی جگہ ہو چکی ہے آگ سانپ بچھو۔ درد و غم۔ لو۔ پیاس۔ وغیرہ۔

یہانتک کہ اونٹ سوئی کے ناکے مین سے گزرجاوے تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسکا نام سجین مین لکھو سب سے نیچے زمین مین تب اُسکی روح اوپر سے نیچے پھینکدی جاتی ہے اور اس مقام پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑہی ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء الآیہ کہ جس نے اللہ سے شرک کیا گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا الآیہ۔ تب سجین مین اُسکو طرح طرح سے عذاب ہوتا رہتا ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مرنیکے بعد روح کو خبر رہتی ہے اور اُسکو عذاب و ثواب ہوتا ہے جسم یہان پڑا رہتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سجین مجرمون کا قیدخانہ عالم پستی مین ہے اور وہان نام لکھنے سے یہ مراد ہے کہ وہان دفتر رہتا ہے جیسا کہ جیلخانون مین قیدیونکے لئے دفتر رہا کرتا ہے اور جب کوئی قیدی آتا ہے تو اُسکا اسمین نام لکھ لیا جاتا ہے اس لحاظ سے اس سجین کو دفتر کی جگہہ بھی کہنا نامناسب نہین اور ہے دراصل قیدخانہ۔ اور علیین جسکا ذکر اگلی آیتون مین آتا ہے عالم بالا مین ایک پرفزا اور فرحت کی جگہ ہے　قیامت تک بد سجین مین پھر جہنم مین اور نیک علیین مین اور پھر جنت مین رہین گے اور سجین جہنم کا ابتدائی طبقہ ہے جیسا کہ علیین جنت کا ابتدائی مقام ہے

حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی سجین اور علیین کا کچھ حال بیان فرمایا ہے چنانچہ انجیل لوقا کے سولہوین[16] باب مین حضرت کا یہ قول منقول ہے

۱۹۔ ایک دولتمند تھا جو لال اور مہین کپڑے پہنتا اور روز روز شان و شوکت سے عیش کرتا تھا (۲۰) اور لعزر نام ایک غریب آدمی جو ناسورون سے بھرا تھا جسکو اسکی ڈیوڑھی پر ڈال جاتے تھے ۲۱۔ اور وہ آرزو رکھتا تھا کہ ان ٹکڑون سے جو دولتمند کی میز سے گرتے تھے اپنا پیٹ بھرے بلکہ کتّے آکے اُسکے گھاؤ چاٹتے تھے ۲۲۔ اور ایسا ہوا کہ وہ غریب مرگیا اور فرشتون نے اُسے لیجا کے ابراہیم کی گود مین رکھا (کس لیئے کہ عالم روحانی مین ارواح انکے ظل عاطفت مین رہتی ہین یہ کام اُنکے سپرد ہے) اور دولتمند بھی مرگیا اور گاڑا گیا ۲۳ اُس نے دوزخ کے درمیان عذاب مین ہوکے اپنی آنکھین اُٹھائین اور ابراہیم کو دور سے دیکھا اور اُسکی گود مین لعزر کو اور اُسنے پکار کے کہا کہ اے باپ ابراہیم مجھپر رحم کر اور لعزر کو بھیج کہ اپنی اُنگلی کا سرا پانی سے بھگوکے میری زبان ٹھنڈی کرے کیونکہ مین اس لو مین تڑپتا ہون ۲۵ تب ابراہیم نے کہا اے بیٹے یاد کر کہ تو اپنی زندگی مین اچھی چیزین لے چکا اور لعزر بری چیزین سو وہ تسلی پاتا ہے اور تو تڑپتا ہے ۲۶۔ اور ان سب کے سوا ہمارے تمہارے درمیان ایک بڑا گڑھا حائل ہے ایسا کہ وے جو یہان سے تمہارے پاس جایا چاہین نہ جاسکین اور نہ وے لوگ جو وہان ہین اس پار ہمارے پاس آسکین ۲۷ تب اُسنے کہا اے باپ تیری منت کرتا ہون کہ تو اُسے میرے باپ کے گھر بھیج ۲۸ کیونکہ میرے پانچ بھائی ہین تاکہ اُن پر گواہی دے ایسا نہو کہ وہ بھی اس عذاب کی جگہ مین آوین ۲۹۔ ابراہیم نے کہا کہ اُن کے پاس موسےٰ اور انبیاء ہین چاہیئے کہ وے اُنکی سُنین ۳۰۔ اُسنے کہا نہین اے باپ ابراہیم پر اگر کوئی مردون مین سے اُنکے پاس جاوے تو وہ توبہ کرینگے ۳۱۔ اُس نے اِسے کہا کہ جب وہ موسےٰ اور نبیون کی نہ سُنتے ہین تو مُردون مین سے اگر کوئی اُٹھ کر جاوے تو اُسکی کب سُنین گے۔

یہان سے یہ باتین معلوم ہوئین (۱) یہ کہ مرنیکے بعد عذاب و ثواب ہوتا ہے اور بد طرح طرح کا عذاب پاتے ہین اور نیک راحت اور اُسیکو شرع محمدی مین قبر کا عذاب و ثواب کہتے ہین (۲) یہ کہ نیکونکا مقام بالا تر ہے جہان دور سے ابراہیم کو دیکھا اور اُنکے پاس لعزر کو بھی اور اسیکو شرع محمدی مین علیین کہتے ہین اور بدون کا مقام پستی مین ہے جہان گڑہا حائل ہے اسکو سجین کہتے ہین جو قیدخانہ سے نکلنا مشکل ہے (۳) مرنیکے بعد دنیا کی باتین اور اقارب کی محبت بھی باقی رہتی ہے اور سبکو جانتا ہے (۴) مرنیکے بعد جو واقعات پیش آتے ہین اُنکی حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے بھی

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ ۝ كِتَابٌ مَرْقُومٌ ۝ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ۝ إِنَّ

تحقیق نیکوں کا روزنامچہ علیین میں ہے اور تو کیا جانے کیا ہے علیین ایک دفتر ہے لکھا ہوا کہ جسکو اللہ کے مقرب دیکھا کرتے ہیں بلاشک

الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ۝ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ۝ يُسْقَوْنَ مِنْ

نیک لوگ عیش میں ہونگے تختوں پر بیٹھے نظارہ کیا کرینگے تجھے انکے چہروں پر عیش کی تازگی دکھلائی دیگی ان کو شراب

رَحِيقٍ مَخْتُومٍ ۝ خِتَامُهُ مِسْكٌ ۚ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ۝ وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ ۝

خالص پلائی جاویگی جسپر مشک سے مہر لگی ہوگی اور للچانے والوں کو للچانا تو اسی کے لیے چاہیئے اور اس شراب میں تسنیم کی بھی آمیزش

عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ۝

ہوگی وہ ایک چشمہ ہے جس سے مقرب پیا کرینگے

## ترکیب

کلا الخ جملہ مستانفہ لبیان حال الابرار۔ علیین قال ابو الفتح الموصلی جمع علی وہو فعیل من العلو وقال الفراء والزجاج جمع واعرابہ کاعراب الجمع رفعا ونصبا وجرا ولکن لا واحد لہ من لفظہ نحو ثلاثین وعشرین۔ والمراد بہ المقام الاعلی فی السماء السابعۃ وہناک مجمع ارواح الابرار۔ یشہدہ صفۃ اخری لکتاب ای یحضرون ذلک الکتاب ویحفظونہ وقیل یرون ما فیہ فعلی الاول من الشہود وعلی الثانی من الشہادۃ۔ ینظرون حال ویجوز ان یکون مستانفا وعلی یتعلق بہ والارائک جمع اریکۃ وہی السریر فی حجلۃ والحجلۃ بیت مربع من الثیاب الفاخرۃ ترسخ علی السریر۔ واقال فی الہندیۃ (چھپر کھٹ ومسہری) تعرف الخ الجملۃ مستانفۃ لبیان حال الابرار وکذا یسقون قال المبرد والزجاج الرحیق من الخمر ما لا غش فیہ وفی الصحاح الرحیق صفوۃ الخمر مختوم صفۃ لرحیق ختامہ مسک صفۃ اخری۔ التنافس شدۃ الحرص ومزاجہ معطوف علی ختامہ مسک صفۃ اخری۔ من تسنیم ہو شراب ینصب من علو۔ والتسنیم فی اللغۃ الارتفاع ومنہ سنام البعیر لعلوہ من بدنہ ومنہ تسنیم القبور فہی عین تجری من علو الی سفل وقال ابن مسعود عین فی الجنۃ تمزج للابرار ویشرب بہا المقربون کما فسرہ اللہ تعالیٰ بقولہ عینا الخ وفی نصب عینا وجوہ الاول انہ علی المدح والثانی انہ علی الحال وانما جاز کونہا حالا مع انہا جامدۃ غیر مشتقۃ لاتصافہا بقولہ یشرب بہا وقال الاخفش منصوبۃ بیسقون وقال الفراء بتسنیم۔ والباء فی بہا زائدۃ او بمعنی من

## تفسیر

فقال کلا کہ جیسا تم سمجھے ہوئے ہو کہ نیکوں کی نیکی بیکار ہے ایسا ہرگز نہیں یا یوں کہو کہ بے شک و شبہ ان کتاب الابرار لفی علیین ابرار کا روزنامچہ کہ جہاں انکے کام اور نام لکھے ہوئے ہیں علیین میں ہے پھر جسکا اس دفتر میں نام ہے وہ محو نہیں ہو سکتا نہ وہ مرنیکے بعد اکرام و اعزاز سے محروم رہتا ہے عرش ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما وہ جریدۂ بقا ہے ان کے لیے حیات جاودانی اور ابدی عیش کامرانی میں کوئی شبہ نہیں +

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُو الْجَحِيمِ

ہرگز نہیں بلکہ انکے (برے) کاموں سے انکے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے   ضرور وہ اسدن اپنے رب کے سامنے آنے نہیں پائینگے   پھر وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے

ثُمَّ يُقَالُ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ۝

پھر ان سے کہا جاویگا یہ ہے وہ جسکو تم جھوٹ جانتے تھے

## ترکیب

کلا ردع وزجر للمعتدی الاثیم ۔ وقال الحسن بمعنی حقا ۔ ماکانوا یکسبون والعائد محذوف ای یکسبونہ ۔ والجملۃ فاعل ران رین ریم وزنگ گرفتن ومنہ قولہ تعالیٰ بل ران الخ ای غلب وقیل ہو الذنب علی الذنب حتی یسود القلب (صراح) لمحجوبون خبر ان عن ربہم متعلق بہ یومئذ ظرف لہ ۔ ثم انہم ثم لتراخی الرتبۃ ہذا الذی الخ الجملۃ مفعول مالم یسمی فاعلہ لیقال

## تفسیر

ان حد سے بڑھنے والے گناہگاروں کے خیال کو باطل کرتا ہے بقولہ کلا کہ جو تم سمجھے ہوئے ہو وہ ہرگز نہیں پھر ان کے اس انکار اور آیات کو پہلوں کی کہانیاں کہنے کا سبب بیان فرماتا ہے فقال بل ران علی قلوبہم ماکانوا یکسبون کہ انکے دلوں پر انکے اعمال بد کا زنگ چڑھ گیا ہے جس لیئے وہ ایسی باتیں بناتے ہیں ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب پر ایک سیاہ نقطہ ہوجاتا ہے پھر اگر توبہ واستغفار کر لیا تو صاف ہوگیا اور اگر اور گناہ کیا تو وہ نقطہ بھی بڑھتا چلا جاتا ہے یہانتک کہ اسکے دل پر چھا جاتا ہے پس یہی وہ رین ہے کہ جس کا ذکر اس آیت میں ہے کلا بل ران علی قلوبہم ماکانوا یکسبون (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ) بکثر گناہ کرتے کرتے جب دل سیاہ ہوجاتا ہے تو کوئی حق بات اسمیں نہیں آتی پھر اگر اس سے بھی بڑھ گیا تو دل پر ایک حجاب ہوجاتا ہے جسکو مُہر لگنے سے تعبیر کیا جاتا ہے اور پھر اس سے بھی بڑھکر قفل کا مرتبہ ہے اب اس میں صلاحیت ہی نہیں رہی کہ کوئی اسکو صاف کردے گویا مر گیا پہلے تو بیمار ہی تھا اس سے یہ مراد نہیں کہ مضغہ گوشت پر کوئی سیاہ نقطہ ہوجاتا ہے اور پھر پھیلتے پھیلتے سب کو سیاہ کر ڈالتا ہے یہانتک کہ چیرنے کے بعد وہ سیاہ معلوم ہونے لگتی ہے کس لیئے کہ قلب سے مراد شرع میں وہ انسان کی روحانی قوت ہے جو ادراک کرتی ہے گناہ کرنے سے اسپر تاریکی آجاتی ہے اور آخر اس تاریکی کا ایک حجاب بنجاتا ہے جو اسکو انوار الٰہیہ کی تجلی سے اور مرنے کے بعد دیدار سے محروم کرتا ہے کما قال کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون کہ بیشک یہ لوگ اس روز اپنے رب سے روکے جاوینگے حجاب یعنی پردہ حائل ہوجاوے گا دیدار کے شرف سے محروم ہونگے ۔

پھر جب وہ ایسے ناپاک اور گندے ہیں تو ثم انہم لصالوا الجحیم انکو جہنم میں پھینک دیا جاوے گا اسی کے لائق تھے ثم یقال ہذا الذی کنتم بہ تکذبون پھر ان کو شرمندہ کرنے کے لیئے کہا جاوے گا کہ وہ جہنم جسکا تم دنیا میں انکار کرتے اور جھٹلاتے تھے یہی تو ہے اب تو یقین آیا کہ نبیوں کا فرمانا برحق تھا ۔

جسطرح پہلی آیات میں اشقیاء کا وہ حال بیان ہوا تھا جو مرنے کے بعد سے لیکر حشر تک ہوگا یعنی عالم برزخ کا اسیطرح ان آیات میں عالم حشر اور اسکے بعد کا حال بیان فرمادیا ۔ اور اسکے بعد نیک لوگوں کا حال بیان کرتا ہے اور بدوں کا حال پہلے اسلیئے بیان فرمایا کہ اس سے پہلے کم تولنے وغیرہ جرائم کا ذکر تھا

یعنے ٹھیرنے کی جگہ وہ نہین اور یہ عبور روحانی بعد مفارقت جسم کے روح کو حاصل ہوتا ہے کہ مقربین کی ارواح کو اعلی علیین مین لیجاتے ہین اور ابرار اُنکے قریب جگہ پاتے ہین اور فجار سجین مین لائے جاتے ہین - اور اسی لیئے سجین کو بطور استعارہ کے زمین کے طبقۂ سفلی اور علیین کو ساتوین آسمان پر بیان کیا گیا محیط اور مرکز کے لحاظ سے ۔

اسکے بعد وہ حالات بیان فرماتا ہے جو حشر مین ابرار کو پیش آوینگے فقال ان الابرار لفی نعیم کہ بیشک ابرار یعنے نیک بندے نعمتون مین ہونگے - جتنی نعمتین کہ انسان کا دل چاہے عمدہ مکان باغ و انہار نفیس کپڑے حور و غلمان سواری اور خادمان پریرو اور کھانے کی دلپسند چیزین اور فرحت و سرور جاودانی کے وہ سب سامان وہان موجود ہونگے جنکو نہ کسی کی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کے کان نے سنا نہ کسی کے ذہن مین آئے لفظ نعیم سب کو شامل ہے - مگر اسکے سوا انکو بادشاہ کے تخت پر بھی بٹھایا جاویگا جیسا کہ فرماتا ہے علے الارائک ینظرون کہ تختون پر بیٹھے ہوئے نظارہ کیا کرینگے - اور وہ تخت ایسے معمولی تخت نہونگے کہ لکڑی یا پیداوار جوہر بیش بہا جواہرات اور بیش بہا کپڑون اطلس و دیبا وغیرہ سے مزین ہونگے کہ انکو کوئی نہ دیکھے اور انہیں تخت پر وہ سب چیزین دیکھینگے اسی لیئے ینظرون کا مفعول حذف کردیا کہ نعیم سمجھی جاوے جنت کے سب تماشے اور عیش و نشاط کے سامان بھی دیکھینگے اور دوزخیون کی حالت زبون کا بھی ملاحظہ کرینگے مگر تعرف فی وجوہہم نضرۃ النعیم انکو انکی یہ حالت دار و کیفیت سے کچھ ملال اور پریشانی نہوگی یہانتک کہ اگر کوئی دوست اور قرابت دار کافر و مشرک عذاب مین مبتلا نظر آویگا تو انکی محبت کا رشتہ اس سے بالکل منقطع ہوجاویگا اور اسکے اس تماشا مین انکے چہرے حال کے دیکھنے سے کوئی تغیر پیدا ہوگا بلکہ انکے چہرون پر وہی شادمانی اور نعمت کے آثار اور تازگی نمایان ہوگی اور جیسے رات کے چاند کیطرح انکے نورانی چہرے چمکتے ہونگے - ف - عرفا فرماتے ہین کہ ارائک جسکا ذکر قرآن مجید مین جابجا آیا ہے وہ اہل اللہ کے مخفی حالات و مقامات ہین اور انکی راتین لوگون سے چھپ کر تہجد و دعا و استغفار و تسبیح و تہلیل ہے اور انکے دلون کا وہ سوز و گداز ہے جو لوگون سے مخفی تھا اور انکی وہ محبت الٰہی ہے جو کسیکو نظر نہ آتی تھی آج وہ ارائک کی شکل مین جلوہ گر ہوگی اور انکے چہرون کی وہ پژمردگی جو دنیا مین محبت الٰہی اور فاقہ کشی اور غربت و فقر سے تھی آج تازگی بنجاویگی - اور اس نظارہ کا لطف زیادہ کرنے کے لیئے یسقون من رحیق انکو شراب خالص بھی پلائی جاویگی کہ جسمین تلخی ہوگی نہ بدبو نہ بعد مین خمار و دردسر نہ بیہوشی نہ بدحواسی جو تمام لطف کو درہم برہم کردے بلکہ وہ ایک ایسی شراب ہوگی جو ان باتون سے خالص ہوگی اور اس سے ایک سرور پیدا ہوگا اور وہ ایسی ویسی مبتذل شراب نہوگی کہ جس تک ہر ایک کا ہاتھ پہونچتا ہو بلکہ اسپر مہر لگی ہوگی نہ دنیا کی شرابون کی طرح کہ جن پر مٹی یا لاکھ کی مہر ہوتی ہے بلکہ ختامہ مسک اسکی مہر مشک سے ہوگی جسکی خوشبو اسمین سرایت کرجاویگی اور فرحت و سرور بڑہاویگی اور نیز مشک ایک مناسب گرمی بھی پیدا کریگا جو ہضم بڑہاتا ہے -

بعض مفسرین ختام سے مراد تمامی لیتے ہین کہ پینے کے بعد مشک سے انکے منہ خوشبودار کیئے جاوینگے جیسا کہ کھانا کھانے اور شربت پینے کے بعد پان یا الائچی کھاتے ہین اور یہ اسکا اختتام ہوتا ہے اسیطرح وہان بعد مین ایسی خوشبودار فرحت خیز چیز دیجاویگی جسکو مشک سے تشبیہ ہے - واضح ہو کہ یہانتک ابرار یعنی اصحاب الیمین کے نعما بیان ہوئے ہین کہ جو تختون پر بیٹھے ہونگے شراب رحیق پیتے ہونگے یہ شراب رحیق وہ محبت خالص ہے جو دنیا مین شرک و بدکاری کا ملاؤ نہین رکھتی تھی اسلیئے جنت مین وہ شراب خالص بنکر انکے رگ و ریشہ

چونکہ علیین پر آگاہی اُنکے افہام ناقصہ کو نصیب نہین اس لیئے آپ ہی پوچھتا ہے وما ادراک ما علیون کہ اے انسان تو کیا جانے کیا ہے علیین؟ کس لیئے کہ انسان محسوسات کا ادراک کرتا ہے اور حس سے باہر جو کچھ ہے اُسکا ادراک با ترتیب معقولات سے بطور نظر و فکر کے کرتا ہے سو اسمین سیکڑون غلطیان ہوجاتی ہین اور اسی لیئے عقلاء کا ایسے امور مین اختلاف ہوا ہے۔ پھر اگر ادراک صحیح ہے تو کشف و شہود سے ہے اور اسمین کامل حصہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو نصیب ہے پھر جو کوئی ایسی باتونکے دریافت کرنیکا ارادہ کرے تو اسکو وحی کا اتباع لازم ہے اس لیئے زریعہ وحی آپ ہی بتاتا ہے کتاب مرقوم کہ وہ ایک بالاتر اور عالم قدس کی عمدہ جگہ ہے جہان وہ لکھا ہوا دفتر ہے جسمین نیکون کے نام ہین۔ اور وہ مقام چونکہ بہت بلند ہے وہان نیکون مین سے بھی ہر ایک نہین پہنچتا بلکہ یشہدہ المقربون وہان مقربین حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام ہی پہونچتے ہین عام مومنین و صلحاء امت اُسکے نیچے اپنے درجات کے موافق عالم قدس کے اور مقامات مین ہوتے ہیں مگر نام اُنکے اس بلند دفتر مین درج ہوتے ہین کہ ترقی کرکے وہان تک پہونچنے کی اُنکے لیئے امیدواری ہے۔ یہ تفسیر اس تقدیر پر ہے کہ جملہ یشہدہ المقربون کو علیین کی صفت قرار دیا جاوے اور بسبب مقام ہونیکے ضمیر مفرد اُسکی طرف پھرائی جائے اور اگر کتاب مرقوم کی صفت مانا جاوے تو یہ معنی ہونگے کہ اس دفتر تک ہر ایک کی رسائی نہین بلکہ ملائکہ مقربین کی کہ وہی اس دفتر کے محافظ اور کارپرداز ہین۔ یہانتک عالم برزخ کا حال تھا جو مرنے کے بعد ابرار اور مقربین پر گزرتا ہے نفخ صور سے پہلے تک اور اسکے بعد کا حال آیندہ آیات مین بیان فرماتا ہے

ف اکثر سورتون مین نیک بندون کو دو جماعت مین تقسیم کیا ہے ایک اصحاب الیمین اور ان سے بڑھکر السابقون اور پھر بعض مقامات پر اصحاب الیمین کو ابرار اور سابقین کو مقربین سے تعبیر کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اصحاب الیمین اور ابرار ایک ہی جماعت کا نام ہے اور سابقین اور مقربین دوسری جماعت کا نام ہے۔ پہلی جماعت مین صلحا و شہداء امت داخل ہین اور دوسری مین حضرات انبیاء و اولیاء جنکو صدیقین سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اچھے لوگون کو انہین چار قسمون مین داخل کیا ہے من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین الآیہ اب بتلا دیا گیا کہ مرنیکے بعد ابرار کا نام علیین مین ہے وہ خاص علیین مین یا اُسکے متعلق کسی بلند جگہ مین رہینگے اور مقربین علیین مین۔

ف علیین اور سجین کی تصویر بعض عرفا نے یون کھینچی ہے کہ نوع انسانی کا بحسب وسعت معرفت اور اسکی تنگی کے اور باعتبار تہذیب لطائف و تحصیل انوار ملکیہ اور اُنکے تکدر اور ظلمات بہیمیہ و سبعیہ کے بڑا وسیع میدان ہے جسکو ایک وسیع دائرہ خیال کرنا چاہیئے کہ جسکا مرکز ادنے مرتبہ انسانیت کا ہے جو بہت ہی فروتر مرتبہ ہے اور محیط اسکا اعلے مرتبہ ہے اور جب عالم غیب مین اس شکل متخیل نے ایک صورت پیدا کی ہے تو اسکے مرکز کا نام سجین اور محیط کا علیین نام ہو گیا اور یہ ثابت ہے کہ جسقدر دائرے مرکز کے قریب ہونگے وہ بہت ہی چھوٹے ہونگے درجہ بدرجہ۔ اور جو دائرے محیط کے قریب ہونگے وہ بہت ہی بڑے ہونگے درجہ بدرجہ۔ اس لیئے انسانیت فجار کے مراتب درجہ بدرجہ قریب مرکز کے ہین یہانتک کہ بعض محض مرکز ہی تک پہونچے ہوئے ہوتے ہین اور اسیطرح انسانیت ابرار کے مراتب ترقی کرتے ہوئے درجہ بدرجہ قریب محیط کے ہوتے ہین اور وسعت و فراخی مین ایک دوسرے سے زائد یہانتک کہ نوبت اعلے علیین تک پہونچ جاتی ہے۔ اعلے علیین کو رفیق اعلے سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے خاص مقربین کا مقام ہے اور ابرار اُنکے طفیل سے اس مقام پر عبور کرتے ہین لیکن اُنکا مستقر

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ۝ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ۝ وَإِذَا انْقَلَبُوا

بے شک گنہگار (دنیا میں) ایمان والوں سے ہنسی کیا کرتے تھے اور جب ان کے پاس سے گذرتے تو آنکھیں مارتے اور جب اپنے گھر

إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ۝ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ۝ وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ ۝ فَالْيَوْمَ

لوٹ کر جاتے تو خوش ہوتے ہوئے اور جب ایمانداروں کو دیکھتے تو کہا کرتے بیشک یہی تو گمراہ ہیں حالانکہ یہ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے پھر آج

الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ۝ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ۝ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝

وہ ایماندار [illegible] کافروں سے ہنسی کر رہے ہیں تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں اب تو کافروں نے اپنے کئے کا بدلا پایا۔

## ترکیب

[illegible] اسم ان کانوا اسم کان ضمیر متصل یضحکون خبرہا من الذین آمنوا متعلق بیضحکون [illegible] یتغامزون منہم فالجملۃ کانوا الخ خبر لہ اذا مروا [illegible] الاولین [illegible] بیننا مفردون الکفار من الغمز ہو الاشارۃ بالجفون والحواجب واذا انقلبوا الی [illegible] الکفار شرطیہ علیہ جواب اذا انقلبوا [illegible] فکہین [illegible] فی ہذا الموضع وحدہ وقرأ الباقون فاکہین بالالف [illegible] احد وقیل ان الفکہ [illegible] واذا شرطیۃ [illegible] الکفار [illegible] لوا فالیوم [illegible] الذین امنوا [illegible] الفاعل للتخصیص اولا [illegible] ینظرون [illegible] یضحکون [illegible] فی محل نصب بینظرون [illegible] اضمار القول [illegible] بعض المؤمنین لبعض [illegible] الکسائی [illegible] فی ثاء ثوب والباقون بترک الادغام۔

## تفسیر

فرمایا تھا کہ آخرت کی نعمتوں کی رغبت کرنی چاہیئے اور یہی رغبت کرنے کے قابل چیز بھی ہے اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ جب کوئی دنیا پر رغبت کرتا ہے اور یہانتک فریفتہ ہوتا ہے کہ دار آخرت پر رغبت کرنا تو کجا سرے سے اسکا انکار ہی کر بیٹھتا ہے اور اسپر بھی بس نہیں بلکہ جو دار آخرت پر یقین رکھکے وہانکے لیئے تیاری کرتا ہے تو اپنے مشرب کے خلاف سمجھ کر اس سے نفرت کرتا ہے اور ایذا دینے پر کمر باندھ لیتا ہے اور اسکو برا بھلا بھی کہتا ہے پھر ان برے افعال کا بدلہ پاتا ہے خدا سے عادل (جو میزان عدل ہاتھ میں لئے بیٹھا ہے اور دنیا میں بھی ناپ تول پورا کرنیکا حکم دیتا ہے اور کمی دینیوالونکی خرابی بیان فرماتا ہے) قیامت کے دن ان دنیا کے فریفتہ لوگوں کو اسی ترازو سے تول کر اور اسی پیمانہ سے ناپ کر دیگا۔ جس سے انہوں نے خداپرستوں کو تول کر اور ناپ کر دیا تھا یعنی ایماندار آخرت پر رغبت کرنے والے اس روز اپنی کامیابی پر خوش ہونگے ان احمقوں پر ہنسینگے ان مطالب کی ان آیات میں تصویر کھینچی جاتی ہے تاکہ دنیا سے نفرت اور دار آخرت سے رغبت ہو فقال ان الذین الخ کہ وہ لوگ جنہوں نے جرم کیا ہے (دار آخرت سے بیخبری اور نفرت دنیا کی رغبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اسی لیئے حدیث میں آیا ہے حب الدنیا رأس کل خطیئۃ) اور اس جرم میں یہان تک دلیر ہوئے ہیں کہ جو خدا کے مجرم نہیں بلکہ مطیع ہیں اُنپر ٹھٹھے کیا کرتے ہیں یہ اُن کا ایک فعل بد ہے یا تھا۔ اول تو کسی پر ہنسنا یوں بھی برا ہے اسکی دلشکنی کا باعث ہے اور یہ اخلاق اور مروت انسانی سے بعید ہے۔ اسکے سوا

مین سرایت کرینگی مگر یہ شراب رحیق تسنیم سے جو خاص مقربین کا [illegible] جیسا کہ آگے آتا ہے کم مرتبہ ہے اس لیئے اس رحیق مین کبھی کبھی اس تسنیم سے کچھ ملا دیا جاویگا [illegible] یہ وغیرہ چیزین ملا کر پیتے ہین - اور کم اس لیئے کہ رحیق وہ فرحت و شادمانی ہے جو موجودات عالم علوی [illegible] ابرار مصنوعات کے ملاحظہ سے صانع کو پہچانتے ہیں اور پھر ایک [illegible] کر شادمانی کرتے ہیں اسیطرح اُس جہان مین انکو ایک شراب خالص پلائی جاویگی کہ جو وہان کے عجائب موجودات کو ملاحظہ کرینگے اور اُسکے جمال باکمال کا مشاہدہ کرینگے اور نہایت شادمانی ہوگی - بخلاف تسنیم کے کہ وہ خاص ذات حق کے مشاہدہ کے لیئے [illegible] موجودات کے آئینون مین جھلکی دکھائی جاوے اس لیئے اس شراب مین سے بھی کبھی ان کو حصہ ملیگا کہ ذات پاک کا مشاہدہ کرینگے اسکے بعد فرماتا ہے وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون اور چاہیئے کہ للچانے والے [illegible] اور اسکی آرزو اور خواہش کرین نہ کہ دنیا کی نعمتون کی جو کدورت سے خالی نہین اور اسپر بھی انکو دوام و [illegible] جوانی بادہ [illegible] ایک دم کے لیئے آئی اور چلی گئی پھر جب جوانی نہین تو اور نعمتون کا کیا مزہ باقی رہا - پھر دنیا کی شراب کی کیا رغبت کی [illegible] اور [illegible] اور زوال عقل و حواس اور موروث درد سر و خمار ہے - اور کم تولنے یا حقوق الہیات [illegible] اسقدر برباد کرنا چاہیئے یہان کا مال و زر کیا اور یہان کے اسباب عیش و نشاط ہی کیا ہین - ان [illegible] چیزون پر ریجھ کر جیسے برباد کرتے ہو رغبت اور ریجھنے کی چیز تو آخرت کی یہ نعمتین ہین -

اسکے بعد کچھ حال مقربین کا بھی بیان کیا جاتا ہے انہین ابرار کے ضمن مین تاکہ معلوم ہوجاوے کہ جب مقربین کے روز کے پینے کی چیز کبھی کبھی ان ابرار کی شرکت مین مزید لطف و اکرام و اعزاز کے لیئے لائی جاتی ہے اور یہ ابرار ان نعمتون مین ہین تو پھر مقربین کا تو ان سے مرتبہ بڑھکر ہے اُنکی نعیم کا کیا کہنا ہے اس لیئے فرماتا ہے ومزاجہ من تسنیم کہ اس رحیق کی آمیزش تسنیم سے ہوگی یعنی تسنیم اسمین ملائی جاویگی - تسنیم کے لغوی معنی بلندی کے ہین اور اونٹ کے کوہان کو اسی لیئے سنام کہتے ہین کہ وہ بلند ہوتا ہے اس لغوی معنی کے لحاظ سے تسنیم کے باب مین مفسرین کے چند اقوال ہین (۱) یہ کہ وہ اوپر سے نیچے کو گرتا ہوا چشمہ ہے ایسا چشمہ بہ نسبت اسکے کہ ہموار زمین مین بہتا ہو نہایت صاف اور پر لطف ہوتا ہے (۲) یہ کہ وہ ہوا مین بہتا ہے اس بلندی و ارتفاع سے اسکی لطافت کا اندازہ کر سکتے ہین کہ کیسی ہوگی (۳) یہ کہ وہ بلند قدر عالی مرتبہ چیز ہے اس لیئے اسکو تسنیم کہتے ہین اور اسی لیئے عکرمہ کہتے ہین تسنیم کے معنی تشریف کے ہین یعنے عالی قدر بلند مرتبہ - ابن عباس و حسن بصری فرماتے ہین اسکی حقیقت سے بجز پروردگار کے کوئی واقف نہین وہ ایک نہایت عمدہ اور بیش بہا چیز ہے جسکی نسبت حق سبحانہ کا اسقدر بیان کافی ہے عینا یشرب بہا المقربون کہ وہ ایک چشمہ ہے کہ جس سے مقربین پیا کرتے ہین اور ابرار کو اس مین سے ملا کر دیا کرتے ہین اس سے ابرار کی شان بھی معلوم ہوئی کہ پلائی تو انکو رحیق جاتی ہے مگر اس مین اور لطف بڑھانے کے لیئے تسنیم ملا دیتے ہین اور مقربین کا بھی حال معلوم ہوا کہ وہ خاص اسی تسنیم کو پیا کرتے ہین جو ایسی قدر و قیمت کی چیز ہے کہ جس مین سے کچھ ابرار کی شراب مین ملائی جاتی ہے ۔

# سورۃ انشقاق مکیہ ہے اس پچیس آیات ہیں

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۙ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۙ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۙ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا

جب کہ آسمان پھٹ جاوے [illegible] اور اپنے رب کا حکم سن لے اور اس کو یہی چاہیئے اور جبکہ زمین پھیلا دی جاوے اور جو کچھ اس میں ہے اگل دے

وَتَخَلَّتْ ۙ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۙ

اور خالی ہو جاوے اور اپنے رب کا حکم سن لے اور اس کو یہی چاہیئے

ترکیب

اذا قیل شرطیہ فیقدر لہا الفعل والتقدیر اذا انشقت السماء انشقت [illegible] قال [illegible] قیل [illegible] شرطیۃ بل ہی منصوبۃ باذکر المحذوف وہی مبتدء وخبرہا اذا الثانیۃ والواو مزیدۃ والتقدیر وقت [illegible] الارض [illegible] ومعنی اذنت اطاعت فی الانشقاق ولم تاب ولم [illegible] من الاذن وہو الاستماع للشی والاصغاء الیہ [illegible] الاذن فی الاستماع کثیر فی کلام العرب وحقت الجملۃ حال من فاعل اذنت [illegible] یا ایہا الانسان [illegible] ربہا [illegible] واذا الارض مثل اذا السماء الخ ومعنی مدت بسطت وصارت قاعا وقیل زید فی سعتہا من المد وہو الزیادۃ والقت ما فیہا من الکنوز والدفائن والاموات وطرحت الی ظہورہا فعلی تقدیر کون اذا شرطیۃ جوابہا امحذوف تقدیرہ لیقتم وقیل مذکور فقیل ہو قولہ یا ایہا الانسان الخ وقیل قولہ فاما من الخ قالہ المبرد والکسائی وقیل ملاقیہ قالہ الاخفش۔

تفسیر

یہ سورہ بھی بلا خلاف مکی ہے۔ ابن عباس و ابن زبیر کا یہی قول ہے۔ بخاری و مسلم وغیرہما نے ابی رافع سے روایت کی ہے کہ ابوہریرہ نے عشاء کی نماز میں یہ سورۃ پڑھی اور بعد میں سجدۂ تلاوت کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے اور میں سدا ایسا کرونگا۔ اور بھی روایات صحیحہ میں اس سورہ کے اختتام پر سورہ کے پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ تلاوت کرنا واجب بیان ہوا ہے۔ قرآن مجید میں ایسے بہت سے مواقع ہیں جنکے پڑھنے اور سننے والے کو سجدہ کرنا چاہیئے کس لیئے کہ وہاں اسیکا حکم یا ذکر ہے اس قسم کے سجدہ کو سجدۂ تلاوت کہتے ہیں اور وہ چودہ[14] سورتیں ہیں جن میں سجدۂ تلاوت ہے۔ آخر اعراف[1]۔ رعد[2]۔ نحل[3]۔ بنی اسرائیل[4]۔ مریم[5]۔ اول سجدہ حج[6] میں۔ فرقان۔ نمل۔ الم تنزیل۔ ص۔ حم سجدہ۔ النجم۔ اذا السماء انشقت۔ اقرأ۔ ہدایہ۔ مضامین سجدہ کے لحاظ سے علماء کا سجدہ تلاوت میں اختلاف ہوا ہے۔ امام ابوحنیفہ کا تو یہی قول ہے جسکا اوپر بیان کیا امام شافعی اور امام احمد سورہ حج میں اخیر سجدہ بھی مانتے ہیں اور سورہ ص میں نہیں مانتے۔

ربط

اس کا پہلی سورہ سے ظاہر ہے دونوں میں قیامت کے واقعات اور مرنے کے بعد کے حالات مذکور ہیں ذرا تامل سے معلوم ہو سکتا ہے سب سے اول یہ بتلایا جاتا ہے کہ ایک وقت ایسا آنیوالا ہے کہ جسمیں اس جہان کا درہم برہم ہونا علم الٰہی میں ٹھہر چکا ہے تاکہ پھر ایک دوسرا جہان قائم کیا جاوے

یہ بھی ہے کہ جو کوئی کسی پر ہنستا ہے تو ضرور اپنے آپکو بہتر اور دوسرے کو کمتر سمجھتا ہے یہ بھی سخت عیب ہے سوئم جو کوئی کسی پر ہنستا ہے تو اپنے آپ کو اس حالت سے کہ جس پر ہنس رہا ہے محفوظ سمجھتا ہے اور یہ نہین خیال کرتا ہے کہ مجھ پر بھی کوئی بلا آسکتی ہے ممکن ہو کہ مجھے اس سے بھی بدتر کرے اور اسکو مجھ سے بہتر بنا دے۔ ایسا کور باطن حوادث دہر اور قدرت کے انقلابات سے غافل ہے اور یہ باطن کی کوری ہے اور خدا تعالی کو غصہ مین لانیوالی بات ہے۔ اسی لئے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو کوئی کسی پر طعن کرے گا خود اسی مین مبتلا ہوگا۔ اور بزرگون نے فرمایا ہے جو کسی پر ہنسے گا ہنسا جائیگا۔

**دوسرا فعل** بد انکا یہ تھا کہ اذا مروا بہم یتغامزون کہ جب وہ دیندار انکے پاس سے گزرتے تو تحقیر کیلئے آنکھو نکے اشارے کرتے یہ بھی ایک بڑی کمینہ خصلت ہے اور اکثر نالایق طعن و طنز کی راہ سے دوسرو نکی طرف آنکھین بھوئین مارا کرتے ہین منہ بنا کے اشارے کیا کرتے ہین سو وہ دنیا پرست ان خدا پرستون کے ساتھ یہ بھی کیا کرتے تھے۔ اور انکی غرض ان دونون فعلون سے انکی تحقیر ہوتی تھی جو انکے ظاہر حال شکستہ پر اپنی ثروت دولت و اقبال کے رو مین ہنستے آنکھین مارتے تھے کہ لو یہ ہین جنت کے وارث حور و نکے شوہر جب انکی دنیا مین یہ حالت ہے تو وہان کیا ہوگی اور ہمپر یہ فضل ہے اسلئے عزت والے ہین ہمکو کہ وہان اس سے بڑھکر نعمت ملیگا اگر وہان کچھ ہے ورنہ خالی دڑ کسے ہین۔ حالانکہ یہ نہین جانتے کہ اس عالم کا معاملہ یہان انکے برعکس ہے ؏ بسا امیر کہ آنجا امیر خواہد بود [illegible] کہ آنجا سوار خواہد بود

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الا اخبرکم باہل الجنۃ کل ضعیف متضعف لو اقسم علی اللہ لابرہ الا اخبرکم باہل النار کل عتل جواظ مستکبر متفق علیہ کہ مین تمہین اہل جنت بتلاؤن ہر ایک ضعیف بیکس اگر خدا پر کوئی قسم کھا بیٹھے تو اللہ اسکو پورا ہی کردے اور دوزخی بتلاؤن ہر اکڑ [illegible] متکبر آخرت کے مستحق وہی ہین جو دنیا مین مسکین کمزور عاجز متواضع خدا پرست ہین ؏ کہ ساکنان در دوست خاکسار انند۔

**تیسرا فعل بد**۔ ان کا یہ تھا واذا انقلبوا الی اہلہم انقلبوا فکہین کہ باہر تو یہ کچھ کرتے ہی تھے مگر جب اپنے گھر و نکو جاتے تو وہان بھی ہنستے اترانے دل لگیان کیا کرتے یا یہ معنی کہ انکو آخرت کا اندیشہ اور آنیوالے مصائب کا کبھی خیال نہین آتا تھا۔ گھرون مین رات دن اٹھکیلیان ہی کرتے تھے یہ بھی دنیا پرست کی شان ہے جسکو کبھی مرنیکا بھی خیال نہین آتا۔ باخدا لوگ ہمیشہ مغموم رہا کرتے ہین انکے دلون پر ایک اندیشہ رہتا ہے بات بات پر ہنسی کیسی اہا اہا اہو اہو کیسی رنگ رلیان کہانکی یہ مجلسین کر رات دن ناچ رنگ عیش و نشاط کے سامان بہم پہنچانا اس جہان سے غافلونکا ہی کام ہے اور اسکا نتیجہ حزن دائمی اور مصائب کا نازل ہونا ہے جن گھر و نپر یہ سامان تھے ہمنے وہان خاک اڑتی دیکھی ہے۔ دردمندان محبت الہی کو اسکی فرصت کہان ؏ کمر باندھے ہوئے چلنے پہ یان سب یار بیٹھے ہین ٭ بہت آگے گئے باقی جو ہین تیار بیٹھے ہین ٭ نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی ٭ تجھے اٹکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین ٭۔

**چوتھا فعل بد** انکا یہ تھا کہ اذا راوہم قالوا ان ہولاء لضالون کہ جب ان دیندار و نکو دیکھتے تو کہتے یہی گمراہ ہین دنیا کے مزے چھوڑکر کس مصیبت مین پڑے ہین یہ سب جنکی گفتگو ہے کہ حق سبحانہ وہان یون فرمائیگا کہ دنیا مین یہ ایسا ایسا کرتے تھے۔ پھر انکی بیہودہ بات کا آپ ہی جواب دیتا ہے وما ارسلوا علیہم حافظین کہ یہ کفار ان دیندارو نکے داروغہ یا فوجدار بنا کر تو نہین بھیجے گئے ہین ان کو انکی کیا پڑی جو ایسا کرتے ہین اب جو قیامت مین ان کو ان افعال کی جزا ملیگی اسکو بیان فرماتا ہے فالیوم الخ کہ آجکے دن ایماندار ان کفار پر تختون پر بیٹھے نظارہ کرتے ہوئے ہنسینگے یا یون کہو کفار سے ہنسین گے کہ وہ تمہارے جاہ و جلال کیا ہوئے اب یہ تمہے کیا ہو رہا ہے اور تختون پر بیٹھے بادشاہ بنے نظارہ کرینگے اور فرشتے پکار دینگے کہ اب تو کفار نے اپنے کئے کا بدلہ پایا اور وہ جو ہنستے تھے آج انپر ہنسا جا رہا ہے کس لطف کے ساتھ دار آخرت کی جزا و سزا کا نقشہ کھینچا ہے اور کس انداز سے انسان کو بری باتون سے روکا ہے۔ وللہ الحمد۔

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۚ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ

اے آدمی تو تو کھٹا کھٹ اپنے رب کیطرف چلا جا رہا ہے پھر جسکو اُس سے جا ملنا ہے پھر جسکا نامۂ اعمال اُسکے داہنے ہاتھ میں دیا گیا تو اُس سے آسانی سے

حِسَابًا يَّسِيْرًا ۙ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۗ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ فَسَوْفَ

حساب لیا جاوے گا اور وہ اپنے گھر والوں پاس خوش ہوتا ہوا آوے گا اور جسکو نامۂ اعمال پیٹھ پیچھے سے دیا گیا سو وہ

يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۗ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۗ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۚ

موت کو پکارے گا اور آگ میں پڑے گا کیونکہ وہ تو اپنے گھر میں خوش رہا کرتا تھا اُسنے سمجھ لیا تھا کہ پھر کر تو جانا ہی نہیں

بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۗ

کیوں نہیں اُسکا رب تو اُسے دیکھتا ہی رہا تھا

## ترکیب

انک الخ الجملۃ نداء الکدح السعی فی الشیء بجہد۔ کدح۔ در رنجیدن و کار کردن و کوشش نمودن۔ و روی خراش بدن یقال بہ کدوح وکدوح ای خدوش وفی الحدیث فی وجہہ کدوح وہو یکدح لبسالہ اسی یکدح لعیالہم۔ ازصراح۔ فاما من فیہ معنی الشرط فسوف جوابہ و ینقلب عطف علیہ و مسرورا حال وراء ظہرہ ظرف لأوتی لن یحور قال الراغب الاصفہانی الحور التردد فی الامر ومحاورۃ الکلام مراجعتہ والمحار المرجع۔ الحور الرجوع یقال حار یحور اذا رجع ومنہ قولہ علیہ السلام اللہم انی اعوذبک من الحور بعد الکور یعنی من الرجوع الی النقصان بعد الزیادۃ۔ بلی ایجاب للمنفی بلن ای بلی یحور۔ ان ربہ جواب قسم مقدر فالجملۃ تعلیل لما افادتہ بلی۔

## تفسیر

فقال یا ایہا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملاقیہ۔ کدح کے معنی لغت میں حرکت کرنا اور کوشش کرنا ہے اس لحاظ سے مفسرین نے اسکے کئی معنی بیان فرمائے ہیں اور ہر ایک معنی کے لحاظ سے انسان سے بھی کبھی کافر مراد لیا ہے فرد ناقص سمجھکر اور کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرد کامل جانکر اور کبھی مطلقاً سب بعض نے یوں معنی بیان کیے ہیں کہ اے انسان یعنی نبی کریم تو ابلاغ رسالت میں اور ارشاد و تعلیم میں جو کوشش بلیغ اور سرگرمی کر رہا ہے ضرور تو اسکا بدلہ نیک پاویگا تیری کوشش رائگان نہ جاویگی۔ بعض نے کہا یہ معنی ہیں کہ اے کافر ابوجہل و ابی بن خلف تو جو طلب دنیا اور ابطال رسالت اور اصرار کفر پر کوشش کر رہا ہے اسکا بدلہ پاویگا یہ تیرا کام تجھے ملیگا ایک دن ہیبتناک شکل میں تیرے سامنے آئیگا۔ تیسرے یہ معنی ہیں کہ اے انسان (سب کی طرف خطاب ہے مومن ہو یا کافر نیک ہو یا بد) تو جو دنیا میں سرگرمی کر رہا ہے نیک حسنات میں بد فسق و فجور و طلب دنیا اور اسکے لذات و شہوات میں تجھے یہ تیری کوشش اور عمل کا نیک و بد پھل ضرور ملنا ہے یوں ہی عبث نہیں چھوڑا جائیگا۔ اس میں کمال درجہ کی تنبیہ ہے کہ جو کچھ کرو آنکھ بند کرکے تکرو تقلید آبائی و پابندی رسم و رواج میں اندھے بنکر نکرو سوچ بچار لو کہ کیا کر رہے ہو جو تم کر رہے ہو ایک روز تمہارے سامنے آئیگا۔ چوتھے معنی یہ ہیں اور وہ زیادہ تر چسپاں ہیں کہ اے انسان سب کی طرف خطاب ہے تو یہ نہ سمجھ کہ میں سدا دنیا ہی میں رہونگا مجھے اپنے خدا پاس نہیں جانا ہے مر کر خاک ہو جاؤنگا یا اس میدان ناسوت میں تناسخ کے ذریعہ سے قوالب بدلتا رہونگا اس جہان میں ٹھوکریں کھاتا رہونگا یہ ہرگز نہیں بلکہ تو کھٹا کھٹ ہماری طرف چلا آ رہا ہے یہ رات اور دن

اور جو کچھ دنیا میں نیک و بد کیا تھا اسکی جزا و سزا دیجاوے اور اس نئے جہان کی ابتدا کت سے ہی آپ ہی فرماتا ہے اذا السماء انشقت جبکہ آسمان پھٹ جاوے اور یہ بات کچھ محال نہیں کس لیئے کہ واذنت لربہا وہ اپنے رب کے حکم پر کان رکھے گا یعنی جو کچھ امر تکوینی اسکی نسبت صادر ہوگا اسکو وہ فوراً قبول کریگا اور آسمان پر وہی حالت طاری ہوجاویگی جو خدا قادر ذو الجلال چاہیگا وحقت اور آسمان کو لایق بھی یہی ہے کہ وہ تعمیل حکم کرے کس لیئے کہ وہ ممکن ہے ہر وقت اپنے وجود اور بقا میں اسیکا محتاج ہے۔ اور جب ممکن اور محتاج ہے تو اسکا وجود اور عدم دونوں اسکے آگے یکساں ہیں جب چاہے نیست و نابود کردے۔ ان آیات میں بہت سے اوہام باطلہ کا جنکو لوگوں نے مذہب بنا رکھا ہے ابطال کردیا گیا۔ بہت سے لوگ آسمان ہی کو انسانی سعادت و نحوست کا مالک و مختار جانتے تھے۔ اسی لیئے شعرا ناکامی کے وقت آسمان کو برا بھلا کہا کرتے ہیں اور بہت سے اقوام اجرام سماویہ کو معبود جانتے تھے کوئی زہرہ کو کوئی آفتاب کو کوئی کسی اور ستارے کو اسی خیال سے پوجتا تھا انسے مدد مانگتا تھا۔ فرقہ صابیہ اور اسکی شاخیں مجوس و ہنود ابتک ایسا کرتے ہیں اور عرب میں بھی یہی خیال تھا ان سب کے خیال کو باطل کردیا کہ ایک روز آسمان پھٹ جاویگا اور اسکے بعد ستارے بے نور ہوکر جھڑ پڑینگے یہ سب ہماری مخلوق اور حکم کے تابعدار ہیں یعنی یہ مخلوق ہیں حادث ہیں فانی ہیں حکم بردار ہیں یہ اس عالم کی چیزیں ہیں ایک وقت معہود تک باقی ہیں پھر ہم ایک اس عالم سے وسیع عالم پیدا کرینگے تو ان کو نیست و نابود کردینگے۔ یہانتک تو عالم علوی کی کیفیت بیان ہوئی اسکے بعد عالم سفلی کی حالت بیان فرماتا ہے واذا الارض مدت اور جبکہ زمین پھیلائی جاوے یا بڑھائی جاوے زمین بالفعل گول کروی الشکل ہے۔ جب باری سبحانہ اسکو بھی نیست کرنا چاہیگا تو یہ چپٹی ہوجاویگی اسکی صورت جو محافظ تھی اس سے چھین لیجاویگی اور عادتاً بھی یوں ہی ہے کہ کروی چیز ٹوٹتے وقت پھیل جاتی ہے۔ یہ نفخ صور اولی کے وقت کا حادثہ ہے جیسا کہ آسمان کا پھٹنا بھی اسیوقت کا حادثہ ہوگا اور بعد میں تو نیا آسمان اور نئی زمین پیدا ہوگی کما قال یوم تبدل الارض غیر الارض والسماوات

اور جب زمین کی یہ حالت ہوجاویگی تو والقت مافیہا وتخلت تو جو کچھ اسکے اندر ہے اس کو باہر ڈالدے گی اور خالی ہوجاوے گی اور یہ ظاہر ہے کس لیئے کہ جب یہ درہم برہم ہوگی اور اسکی صورت و شکل بگڑ جاوے گی جسطرح کہ مرتے وقت ہر جاندار کی اور ڈہیتے وقت مکانات کی بگڑتی ہے اور اسوقت اسکے اندر جو کچھ مخفی ہے جس سے مراد خزائن و دفائن زر و جواہر اور مردے ہیں جو اس میں دفن ہوئے تھے یا جو کچھ اسکے رب نے اس میں ودیعت رکھا ہے وہ سب اوپر آپڑے گا۔

اس میں اشارہ ہے کہ آج جن چیزوں کو عزیز از جان سمجھکر زمین کی تہ میں چھپاتے اور زمین کو اپنا خزانچی جانتے ہو ایک روز یہ سب کچھ باہر آجاوے گا۔ اور یہ بات کچھ محال نہیں کس لیئے کہ واذنت لربہا کہ زمین بھی اپنے رب کے حکم کی طرف کان لگاوے گی یعنی مانے گی اور کوئی وجہ سرتابی کی اسکو حاصل نہوگی وحقت اور ماننا بھی چاہیئے اسکو لایق بھی یہی ہے کہ حکم الٰہی مانے کیونکہ یہ بھی ممکن ہے اسکا وجود اور عدم دونوں اسی کے ہاتھ میں ہیں جسکو چاہے بلند کرے جسکو چاہے پست۔

ان حوادث کی نسبت اذا اذا کرکے یہ تو بیان فرمایا کہ جب ایسا ہوگا اور جب ایسا ہوگا مگر یہ نہیں فرمایا کہ جب یہ ہوگا تو کیا ہوگا یعنی اذا شرطیہ کی جزا یا شرط کا جواب بیان نہیں فرمایا اسکو اہل زبان کے مذاق پر چھوڑ دیا کہ وہ خود سمجھ لینگے کہ اسوقت ضرور انسان کا یہ خیال غلط ثابت ہوجاوے گا کہ اسکو مرکر کسی دار جزا و سزا کیطرف جانا نہیں ہے۔ اور اسی لیئے بعد میں اسی مقصود کی تصریح بھی کردی جسکو بعض نے جواب شرط سمجھ لیا۔ فقال۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۙ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۙ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۙ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۗ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ

پھر میں قسم کھاتا ہوں شفق کی اور رات اور اسکے سمٹنے کی اور چاند کی جبکہ پورا ہو جاوے کہ تم کو ایک حال پر دوسرے حال پر چڑھنا ہوگا پھر ان کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے

وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۞ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۙ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۙ

اور جب انکے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے بلکہ منکر لوگ جھٹلا رہے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ دل میں دبا رکھتے ہیں

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۧ

سو ان کو عذاب الیم کا مژدہ سنا مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کو تو بے انتہا اجر ملے گا

ع

## ترکیب

فلا لا زائدۃ کما مر الشفق الحمرۃ التی تبقی بعد غروب الشمس وسمی شفقا لرقتہ ومنہ الشفقۃ علی الانسان وہی رقۃ القلب علیہ۔ واللیل عطف علی الشفق وکذا ما وسق الوسق فی اللغۃ ضم الشیء بعضہ الی بعض یقال استوسقت الابل اذا اجتمعت والسمٰن والراعی یسقہا ای یجمعہا ای جمع وضم ما کان منتشرا فی النہار لان اللیل اذا اقبل اوی کل شیء الی منزلہ قال قتادہ والضحاک ومقاتل بن سلیمان ای ما ثم من الظلمۃ او من الکواکب وقال سعید بن جبیر ای ما عمل فیہ من التہجد والاستغفار والقمر معطوف علی اللیل اتسق ہو افتعل من الوسق وہو الجمع ای تکامل فی النور لترکبن جواب القسم لترکبن بفتح التاء وضم الباء صیغۃ جمع المذکر الحاضر من الرکوب وقری بفتح الباء خطاب للواحد وہو النبی صلی اللہ علیہ وسلم او کل فرد من افراد الانسان وقری لیرکبن بالتحتیۃ وضم الموحدۃ علی الاخبار طبقا منصوب علی انہ مفعول ترکبن عن طبق صفۃ لطبقا ای طبقا حاصلا عن طبق ای حالا عن حال۔ واذا قری الجملۃ فی محل النصب علی الحال الا الذین استثناء منقطع او متصل۔

## تفسیر

یعنے اگر تمہاری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ مرنے کے بعد جزا و سزا ہے اور تمہارے عقول مکدرہ کو وہاں تک رسائی نہیں تو ہمارے کہنے سے مان لو اور اگر اسطرح سے کہنے پر بھی اعتبار نہیں کرتے ہو تو لو فلا اقسم بالشفق میں ان تین چیزوں کی قسم کھاتا ہوں جو ہماری قدرت کاملہ کا پورا نمونہ اور تمہارے متبدل حالات کا کامل آئینہ ہے۔ اول شفق کی۔ شفق آفتاب غروب ہونے کے بعد کی سرخی کو کہتے ہیں۔ ذرات پر جو آفتاب کی شعاعیں پڑتی ہیں تو ایک سرخ رنگ آسمان کے کناروں پر نمودار ہوتا ہے طلوع کے وقت بھی اور غروب کے وقت بھی۔ اور چونکہ یہ رقیق ہوتی ہے اس لیے اسکو شفق کہتے ہیں۔ اور اسی لیے مہربان کو شفیق کہتے ہیں کہ اسکے دل میں اپنے دوست کی طرف سے رقت ہوتی ہے یعنے نرمی۔

ف جمہور کے نزدیک نماز مغرب کا وقت غروب آفتاب سے لیکر اس سرخی کے غائب ہونے تک رہتا ہے مگر امام ابوحنیفہ سے ایک روایت ہے کہ اس سرخی کے بعد سفیدی بھی شفق ہے اس تک مغرب کا وقت رہتا ہے اور جب یہ سفیدی جاتی رہے اور سیاہی آجاوے تو عشا کا وقت آجاتا ہے جمہور کے نزدیک اس سفیدی کے وقت سے عشاء کا وقت آجاتا ہے مغرب کا وقت باقی نہیں رہتا

تیری سواری کے دو پہیے ہیں یا تیرے سفر کرنے کیلئے دو پاؤں ہیں تو نے اختیار اس راہ چلنے کو طے کر رہا ہے [illegible] لڑکا بنا پھر جوان ہوا بڈھا ہوا مرگیا پھر قبر میں پڑا اور بڑا پاتیرے اس سفر کے منازل ہیں آخر ایک روز ہمارے سامنے آ جائیگا مرنے کے بعد ہمارے سامنے کھڑا کیا جائیگا پھر تیرے نیک وبد اعمال تول تول کر تیرے پلے میں ڈال دئے جائینگے فاما من اوتی کتابہ [illegible] الی اہلہ مسرورا پھر جسکا نامہ اعمال اُسکے داہنے ہاتھ میں دیا گیا اور یہ نیک لوگ ہونگے [illegible] اسکے لیئے بشارت ہے کہ وہ اہل خیر میں سے ہے تو اسکے بعد جھٹ پٹ اُس سے حساب آسان لیا جاویگا [illegible] اُسنے توبہ و استغفار کیا اور نادم ہوا درگذر کیا جاویگا اور دراصل یہ حساب نہیں بلکہ [illegible] کا اندازہ کرلے۔ اسلیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے حساب لیا گیا وہ تو ہلاک ہوا [illegible] اللہ تعالیٰ تو یوں فرماتا ہے فسوف یحاسب حسابا یسیرا یہ آیت پڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [illegible] ایک ملاحظہ کرانا ہے اور جس سے حساب لیا جاویگا وہ تو ہلاک ہو جاویگا (رواہ البخاری ومسلم [illegible]) اور [illegible] امت کو تعلیم کرنیکے لیئے اللھم حاسبنی حسابا یسیرا کہ اے اللہ مجھ سے حساب آسان لینا [illegible] جو پہلے سے جنت میں تیار کیا گیا ہے جہاں اُسکے دنیاوی اقارب [illegible] اور وہ گھر اسکو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا وہیں رہا کرتا تھا اور اب لوٹ کر وہیں جاتا ہے [illegible] کہ یہ دار آخرت کا گھر اُسکے اُن اعمال حسنہ اور محبت الٰہی کا تو مظہر ہے جو ہمیشہ اُسکے پاس رہا کرتے [illegible]۔

اسکے بعد بدونکا حال بیان فرماتا ہے واما من اوتی کتابہ وراء ظہرہ اور جسکا نامہ اعمال اُسکی پیٹھ کیطرف سے دیا گیا [illegible] وراء ظہرہ کی جگہ بشمالہ کا لفظ آیا ہے گویہ ملزم زنجیر ونجنبر کسا ہوگا مشکین بندھی ہونگی ہاتھ پیٹھ کیطرف [illegible] یہاں ذکر فرمایا تاکہ اُسکی مشکین بندھی ہونیکو بھی ثابت کرے (اسلیئے دونوں لفظوں میں کوئی تعارض نہیں) تو وہ ہلاکی اور موت کو پکاریگا ہائے مرگیا اور کہیگا کہ موت آجاوے تو میں مر کر اس مصیبت سے بچ جاؤں پھر وہاں موت کہاں ویصلی سعیرا وہ تو دہکتی آگ میں ڈالا جاویگا وہیں پڑا جلا کریگا۔

اب اسکا سبب بھی بیان فرماتا ہے کہ وہ کیوں دہکتی آگ میں ڈالا جاویگا انہ کان فی اہلہ مسرورا کہ وہ اپنے گھر میں مگن تھا شہوات و لذات کے گھوڑے پر سوار تھا آخرت کی کچھ فکر نہ تھی بلکہ سرے سے قائل ہی نہ تھا رات دن طلب مال و زر میں مصروف تھا حرام وحلال کی کچھ پروا نہ کرتا تھا شراب زنا ناچ تماشے راگ رنگ میں مسرور تھا اور اسکے سوا انہ ظن ان لن یحور وہ یہی سمجھے ہوئے تھا کہ اللہ کے پاس جانا نہیں حساب دینا نہیں کوئی پوچھنے والا نہیں جو چاہو کرو یہ بھی معنی ہوسکتے ہیں کہ وہ اس خیال میں تھا کہ اُسکی یہ حالت کبھی متغیر نہوگی ہمیشہ یون ہی رہیگا یہ دو باتیں سبب ہیں اُسکے آگ میں پڑنے کا۔ اُسکی وہ خوشی اور وہ اعتقاد کہ جس میں یہ پڑا ہوا تھا آج آتش جہنم بنگئی گویا یہ خود ہی جہنم میں پڑا ہوا تھا۔ بلیٰ ہاں ہاں اسکا یہ خیال غلط تھا کیونکہ ان ربہ کان بہ بصیرا۔ اُسکا رب تو اُسکو دیکھا کرتا تھا کوئی حرکت وسکون اسکی نظر سے غائب نہ تھا۔

ف بلیٰ کا کلمہ نفی کا اثبات کرتا ہے یعنی وہ جو سمجھتا تھا کہ خدا کے پاس نہ جاؤنگا اسکے جواب میں ہے بلیٰ ہاں جاویگا۔ اور یہ کلمہ اول کلام سے بھی متصل ہے اور بعد سے بھی اس لیئے اسپر وقف بھی درست ہے اور ملا کر بھی پڑھا جاتا ہے۔

بجنابک الذی انزلت و بنبیک الذی ارسلت - بہرحال خواب و بیداری مین خصوصاً رات کے وقت منازل پر پہنچ ہونے اور سونے
مین جسکو رات کے سمٹنے سے تعبیر کیا اُسکی قدرت کاملہ کا پورا نمونہ ہے کہ تھوڑی دیر پہلے تو دنیا آباد تھی اب ہے کہ سناٹا ہے
موت کا نمونہ طاری ہے - اسی لیئے ایسے انقلابات پر اہل اللہ اُسکی تسبیح و تہلیل اور یاد کرتے ہین جو روح کے منور کرنے مین بڑا اثر رکھتا ہے
اسکے بعد یعنی اس رات کے بعد چاند روشن ہوگا وہ گویا قیامت برپا ہو کر ابدان کو ایک نئی زندگانی عطا ہوگی اس لیئے اس تیسری قسم
مین یہ تیسری حالت مذکور ہوتی ہے فقال والقمر اذا اتسق کہ قسم ہے چاند کی جبکہ اُسکی روشنی پوری ہوجاوے تیرہوین چودہوین
پندرہوین رات کا چاند اُس وقت حجاب دور ہوجاوینگے ہر ایک پر حقائق منکشف ہوجاوینگے نیکی بدی کا راز کھل جاویگا -
ان تینون حالات کی قسم کھا کر فرماتا ہے لترکبن طبقا عن طبق کہ ضرور اے بنی آدم تم کو ایک سیڑہی پر دوسری سیڑہی کے بعد چڑھنا ہے
یعنی ایک منزل کے بعد دوسری منزل طے کرنی پڑیگی پہلے ماں کے پیٹ مین رہنے کی ایک منزل تھی جب اسپر چڑھ چکے تو دوسری
منزل پر چڑہے کہ پیدا ہوئے باہر آئے اور لڑکپن کی منزل پر چڑھے پھر اسکو طے کر کے جوانی کی منزل پر چڑہے اسکے بعد بڑھاپے کی سیڑہی
طے کی اسکے بعد موت کی اور عالم برزخ مین پہنچنے کی ایک بڑی منزل پھر حشر بہشت یا دوزخ کی - تغیرات عالم خصوصاً ان کا تغیر و تبدیل آواز
بلند پکار پکار کے کہہ رہا ہے کہ انسان کہین سے آیا ہے اور بے اختیار ہر مسافر کہین جا رہا ہے جو کسیکے روکنے سے نہین رکتا
اور چونکہ ان حالات کا طے کرنا قطع مراحل و طے منازل سے مشابہ تھا اسلیئے لفظ رکوب کو جسکے معنے سوار ہونا ہے استعمال کیا -
اور چونکہ یہ حرکت صعودی ہے کہ اس خاکدان پست سے عالم بالا کی بلندی پر جانا ہے اسلیئے ان حالات و مقامات کو طبقا عن طبق سے
تعبیر فرمایا کس لیئے کہ طبقا ن طبق نہ پرتہ کو کہتے ہین جیسا کہ آسمان کے ساتھ طبق اور بلند مکانات کے طبقات یعنی درجات
عرف مین مستعمل ہین اور یہ آیت گویا پہلی آیت یا ایہا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملاقیہ کی تفصیل و شرح ہے -

ف طبق اُسکو کہتے ہین جو دوسرے سے مطابق ہو کہتے ہین ما ہذا الطبق کذا اے لایطابقہ ومنہ قیل للغطاء الطبق ثم قیل
للحال المطابقۃ لغیرہا طبق ومنہ قولہ تعالی طبقا عن طبق اے حالا بعد حال کل واحدۃ مطابقۃ لاختہا فی الشدۃ والہول
ویجوزان یکون جمع طبقۃ وہی المرتبۃ من قولہم ہو علی طبقات (کبیر)

لترکبن کی مختلف قرأتون کی وجہ سے معنی بھی متعدد پیدا ہو سکتے ہین صیغہ جمع مذکر حاضر کی صورت مین ایک تو یہی معنی ہین جو ابھی
بیان کیئے دوسرے معنی یہ ہین کہ اے لوگو تم قیامت کا انکار کیا کرتے ہو - ہم ان تین چیزون کی قسم کھا کر کہ جو علویات
مین تغیر و تبدل پیدا کرنے کے سبب ہماری قدرت و جبروت پر دلیل بین ہے یہ کہتے ہین کہ وہ دن ہو کر ہی رہیگا اور اسروز
شدائد و اہوال پیش آوینگے اور ایک مصیبت کے بعد دوسری کا سامنا ہوگا - تیسرے معنی یہ ہین کہ دنیا کے لوگونکا امروزہ
حال متبدل ہوجاویگا بہت سے امیر فقیر ہوجاوینگے اور ذلیل عزیز ہوجاوینگے ؎ بسا امیر کہ آنجا اسیر خواہد شد و بسا پیادہ کہ آنجا
سوار خواہد بود و خافضۃ رافعۃ چوتھے معنی یہ کہ تم پہلے لوگوں کے طریقہ کو اختیار کروگے شبرا بشبر یہ معنی یہان مناسبت نہین رکھتے
اور جس نے لترکبن کو واحد مذکر حاضر کا صیغہ پڑہا ہے تب آیت کے معنی بلحاظ مخاطب کے بھی متعدد ہونگے اگر مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہین

اس شفق کے وقت ایک درمیانی حالت رہتی ہے نہ تو پورا پورا دن ہی رہتا ہے نہ پوری رات ہی آجاتی ہے - اس شفق کی قسم کھانے مین
انسان کو اسکے مرنے کے بعد سے لے کر حشر تک کے زمانہ کو یاد دلاتا ہے ایک پوری تشبیہ مین تصویر کھینچ دیتا ہے کس لیئے
کہ جب انسان کا آفتاب روح غروب ہوجاتا ہے یعنی اس جسم عنصری کو چھوڑ دیتا ہے تو اسوقت روح پر شفق کے وقت جیسی حالت طاری
ہوتی ہے کسیقدر دن سا ہوتا ہے تو ایسا ہی روح پر کسیقدر ہنوز آثار زندگی باقی رہتے ہین اپنے افارب [illegible] محبت دنیاوی
مالوفات کے ترک کا رنج اسی لیئے تھوڑے دنون تک مردہ خواب مین بکثرت آتا اور سچے سچے کی باتین جو پنہا ہین اسکے متعلق
تعین بتا جاتا ہے - ایک بوڑھیا ماما کا انتقال ہوگیا بظاہر اُسنے کچھ نہین چھوڑا تھا - ایک رات ایک عورت کی خواب مین
آکر کہا کہ میرے اتنے روپیے اتنے پیسے میرے اس بوسیدہ تکیہ مین سیے ہوئے ہین کہ جسکو تم نے گندہ جان کر کوڑے
کی جگہ پھینک رکھا ہے - صبح کو کھولا تو اسیقدر روپیے اور پیسے برآمد ہوئے [illegible] اور صدہا واقعات
کاتب الحروف کے سامنے کے ہین - اور اسی لیئے مردہ اسوقت اپنے تئین زندہ سمجھتا اور کہتا ہے [illegible] کہ ذرا مجھے
چھوڑ دو کہ نماز پڑھ لون اور اپنے اس حال کی اپنے لوگون کو خبر کر آؤن ارجع الی اہلی فاخبرہم اور اسی لیئے احیا کیطرف سے
صدقات و دعا کا زیادہ منتظر رہا کرتا ہے اور اسوقت [illegible] آثار بھی نمودار ہوتے ہین تو [illegible] دوسری حالت
طاری ہوتی ہے کہ اسکے نیک و بد اعمال کے آثار اسپر وہان منکشف ہوتے ہین - اور جون جون وقت زیادہ گزرتا جاتا ہے
اتنا ہی دنیا سے تعلقات کا انقطاع ہوتا جاتا ہے یہانتک کہ ایک استغراق عظیم [illegible] کیفیات کے مشاہدہ مین
اسپر طاری ہوتا ہے جو اسکے نیک یا بد اعمال کا نتیجہ ہین اور اسکے قوی مدرکہ دنیا سے [illegible] بالکل منقطع ہوجاتے
ہین اور اسکے اور دنیا کے درمیان ایک پردہ اندھیری رات جیسا حائل ہوتا جاتا ہے اسلیئے اسکے بعد رات کی قسم کھاتا ہے واللیل
وما وسق [illegible] رات کی اور اس چیز کی کہ سب کو وہ اپنے سمیٹ لیتی جمع کرتی ہے دن کو لوگ اور حیوانات بکھر کر تھے رات مین اپنے
اپنے ٹھکانون پر آجاتے ہین گویا رات دن کے بکھرے ہوؤن کو جمع کرلیتی ہے اسلیئے اسکا نام عشاق کے نزدیک جامع المتفرقین ہے
اور ما کو مصدریہ بھی کہہ سکتے ہین تب یہ معنی ہونگے کہ رات کے سمیٹنے کی قسم کہ اسمین سب سمٹے چلے آتے ہین اشیاء بھی آفتاب کا نور بھی
سمٹ جاتا ہے - یہ دوسری قسم تھی جسمین رات کی اور رات مین سمٹنے والون کی قسم تھی انکا سمٹنا بھی ایک شان ہے جو اسکی طرف
رجوع کرنے کو اور موت کو یاد دلاتی ہے اور اسی لیئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب رات کو سوتے تو ایسی دعائین پڑھتے جن مین
مرنے کیطرف اور خدا کے پاس جانے کی طرف اشارہ ہوتا تھا اور لوگونکو بھی اسکی تعلیم دیا کرتے تھے چنانچہ بخاری و مسلم نے روایت کی ہے
کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جو سونیکا قصد کرتے تو اپنا ہاتھ داہنے رخسارہ کے نیچے رکھکر یہ کہا کرتے تھے اللہم باسمک اموت واحیے کہ الٰہی تیرے ہی نام
سے مرتا اور جیتا ہون اور جب بیدار ہوتے تو یہ کہتے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور کہ سب تعریف اس اللہ کو ہے کہ جسنے ہمکو مرنے
کے بعد زندہ کردیا اور اسکے پاس جاکر جمع ہونا ہے - اور صحیحین مین اس دعا کا پڑھنا بھی بوقت خواب ثابت ہوا ہے اللہم اسلمت
نفسی الیک ووجہت وجہی الیک وفوضت امری الیک والجأت ظہری الیک رغبۃ ورہبۃ الیک لا ملجأ ولا منجا منک الا الیک آمنت

# سورۃ بروج مکیۃ وھی اثنتان وعشرون آیۃ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۙ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۙ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۙ النَّارِ

قسم ہے برجوں والے آسمان کی ۔ اور وعدے کے دن کی ۔ اور حاضر ہونے والے کی اور جس پاس حاضر ہوں ۔ مارے گئے کھائی والے آگ بھری

ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۙ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۙ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝ وَمَا نَقَمُوْا

ایندھن والے ۔ جبکہ وہ اس کے کنارہ پر بیٹھے ۔ ایمانداروں سے جو کچھ کر رہے تھے اسکو دیکھ رہے تھے ۔ اور ان سے

مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

اسکا بدلا لیتے تھے یہی کہ وہ اللہ زبردست ۔ خوبیوں والے پر ایمان لائے تھے ۔ اسی پر کہ جسکی سلطنت ہے آسمان اور زمین میں ۔

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

اور اللہ کے سامنے ہر چیز ہے ۔

## ترکیب

والسماء الواو للقسم ۔ ذات البروج صفة السماء ۔ والیوم موصوف الموعود صفة والمجموع معطوف علی السماء وکذا شاہد ومشہود وجواب القسم محذوف ای لتبعثن ونحوہ وقیل جوابہ قتل اصحاب الاخدود الخ وقیل جوابہ ان بطش ربک لشدید الاخدود جمع خد وہو الشق العظیم المستطیل فی الارض کالخندق وسمی الخد لمجازی الدموع النار قرء الجمہور بالجر علی انہا بدل اشتمال من الاخدود لان الاخدود مشتمل علیہا وقیل التقدیر ذی النار وقرئ بالرفع علی انہا خبر مبتدء محذوف ای ہی النار ذات الوقود صفة النار بانہا نار عظیمة والوقود عند الجمہور بفتح الواو وقرئ بضمہا وہو الحطب اذ ہم ظرف لقتل ای لعنوا حین احرقوا بالنار قاعدین علی جوانبہا الذی الخ نعت للہ

## تفسیر

یہ سورہ بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے اسمیں بائیس آیات ہیں ۔ ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم عشاء میں والسماء ذات البروج والسماء والطارق پڑھا کرتے تھے ۔ اخرجہ احمد ۔ رات میں ستاروں کی کیفیت اس سورہ کے معانی کو اور بھی ذہن نشین کر دیتی ہے ۔

مناسبت ۔ اسکی پہلی سورہ سے الفاظ و معانی میں ظاہر ہے کیونکہ اسمیں آسمانوں کا پھٹنا مذکور ابتداء میں تھا تو یہاں اسکے بروج کی صفت مذکور ہوئی تاکہ محل تجزیہ وتقسیم وانشقاق کا اظہار ہو ۔ اور مضامین میں بھی اور مقطع میں بھی مناسبت تامہ ہے ۔

سبب نزول اس سورہ کا یہ ہے کہ مکہ میں جبکہ آفتاب نبوت جلوہ گر ہوا اور صدیوں کے ظلمات کم ہونے شروع ہوئے تو قریش مکہ کو ناگوار گزرا کیونکہ انکے مالوف ومرغوب دستور کے خلاف تھا اسلئے انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ستانا شروع

اور [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے ایک بشارت ہے اعداء پر فتح وظفر پانے کی کہ اے محمد تو ایک حال پر سلوط ہو کر دوسرے حال پر پہونچے گا [illegible] یعنی دوسری پر تمکن ہوگا - یہ کفار جو آج تیری تکذیب کرتے ہیں نادم ہونگے (۲) یہ کہ تمکو روحانی مراتب [illegible] ہوگی - نسبت ظاہری معراج ہیں اور باطنی ترقی مراتب قرب و وصال ہیں ہر روز اور ہر آن آنحضرت صلی اللہ علیہ [illegible] ہر قرب کے بعد دوسرے کو طے کرتے جاتے تھے جیسا کہ فرمایا ہے ولاٰخرۃ خیر لک من الاولٰی کہ پچھلی ساعت تمہارے لیئے ترقی قرب کے لحاظ سے اول ساعت سے بہتر ہے - واللہ اعلم باسرار کلامہ -

[illegible] تغیرات عالم اور خاص انسان کے تبدلات براہین ہیں اس بات پر کہ ضرور انسان کو کسی اور جگہ جانا اور اپنے کیئے کا بدلا پانا ہے یہ ایسی بات ہے کہ ذرا غور کرنے سے بھی واضح ہو جاتی ہے اسلیئے فرماتا ہے فما لھم لا یؤمنون کہ انہیں کیا ہو گیا جو ایمان نہیں لاتے اور آخرت کے لیئے کوئی سامان نہیں کرتے مصیبت سر پر آنے والی ہے اس سے کسقدر غافل ہو کر دنیا کی دھندوں میں غرق ہیں - عاقل کو ذرا بھی کھٹکا ہوتا ہے تو اسکی تدبیر سے غافل نہیں رہتا - اور اس دار آخرت کے لیئے ہادی پیشوا صرف قرآن ہے - اور ان کا قرآن سے یہ حال ہے واذا قریٔ علیھم القرآن لا یسجدون کہ جب ان کو قرآن سنایا جاتا ہے آپ پڑھنا اور غور و تدبر کرنا تو درکنار اسکے آگے نہیں جھکتے - یعنی اسکے پابند نہیں ہوتے بلکہ قہقہے اڑاتے ہیں یا یوں کہو کہ اسکے شکر نازل کرنے کا اس کے شکر میں کہ اسنے ہمارے لیئے ایسی کتاب نازل کی جو ہماری مشکلات دنیا و آخرت کی رہبر ہے سجدہ نہیں کرتے اور حق سبحانہٗ کی عبادت جو آخرت کا سرمایہ اور قرآن کی تعلیم کا اعلیٰ تر مقصود ہے ادا نہیں کرتے -

ف جمہور علماء کے نزدیک اس آیت کے پڑھنے اور سننے والے کو سجدہ کرنا چاہیئے کس لیئے کہ یہاں سجدہ نکرنے والونکی برائی مذکور ہے - احادیث صحیحہ سے سجدہ کرنے کا ثبوت ہم شروع میں کر چکے ہیں - اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ سجدہ واجب ہے -

پھر فرماتا ہے کہ سجدہ کرنا تو کجا بل الذین کفروا یکذبون بلکہ منکر تو جھٹلاتے ہیں - اور گو بعض زبان سے نہیں جھٹلاتے لیکن دل میں قائل نہیں واللہ اعلم بما یوعون اور اللہ خوب جانتا ہے جو انکے دلوں میں مخفی ہے - اسکی حب شہوات و لذات اور انکار آخرت کے متعلق انکے دلوں میں جو گندگی بھری پڑی ہے اور زبان سے بڑے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں انکو خدا خوب جانتا ہے -

ف اس میں ان ریاکاروں کیطرف تعریض ہے کہ زبان سے دعویٰ اسلام و محبت خدا اور رسول اور دلمیں حب شہوات و لذات جب ان بدنصیبوں کی یہ حالت ہے تو اے نبی کریم فبشرھم بعذاب الیم انکو درد ناک سخت عذاب کا - بشارت کا لفظ علیٰ سبیل تہکم و استہزاء استعمال کرنا عین بلاغت ہے اسلیئے کہ وہ اپنی بت پرستی اور بیہودگی پر نتائج نیک کے امیدوار تھے کوئی شخص اس جہان میں فلاح نہیں پا سکتا الا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت مگر وہ جو ایمان لائے اور ایمان لانیکے بعد انہوں نے نیک کام بھی کیئے لھم اجر انکے لیئے اجر ہے اسکے ایمان اور نیک کاموں کا نیک بدلہ ہے اور بدلہ بھی کیسا غیر ممنون بے انتہا اگرچہ ایمان و عمل محدود تھا کیونکہ عمر کا زمانہ بھی محدود ہے وہ کریم و رحیم اپنے فضل و کرم سے ابد الآباد تک کا بدلہ دیتا ہے کہ جو غیر محدود ہے

آتی ہے تو دفعتہً نہیں آتی بلکہ ایک زمانہ بیچ میں حائل ہوتا ہے اور اسکو ربیع کہتے ہیں اور اسیطرح گرمی کے بعد سردی
بھی دفعتہً نہیں آتی بلکہ درمیان میں ایک زمانہ دونوں سے ملتا جلتا ہوتا ہے اسکو خریف کہتے ہیں یہ موسم ہندوستان
میں برسات کے بعد پیدا ہوتا ہے - یہ چار فصلیں ہوئیں - اور ہر ایک فصل کی تین حالت ہیں ابتداء انتہاء اوسط
اور آفتاب کی حرکت جس سے یہ فصلیں پیدا ہوتی ہیں جمہور کے نزدیک آسمان پر ہے اس لیئے آسمان کے باعتبار
ہر ایک فصل کے چار حصے کیئے اور ہر ایک حصہ کے تین تین ہر حصہ کا نام برج ہوا اور جنکے نزدیک آسمان کا وجود نہیں
وہ اس بُعد اور فضاء نیلگون ہی کو آسمان کہتے ہیں اُن کے نزدیک بھی اس آسمان کے بارہ حصے اسی لحاظ سے
ہو سکے یا یوں کہو کہ رات کے وقت آسمان پر ستاروں کے اجتماع سے مختلف اشکال نمودار ہوتی ہیں - آسمان کے
ہر ایک حصہ کو اُن اشکال کے لحاظ سے نامزد کیا - حمل - ثور - جوزا - سرطان - اسد - سنبلہ - ان چھ برجوں
میں جب آفتاب آتا ہے تو گرمی ہوتی ہے حمل سے لیکر سرطان تک بڑھاؤ ہوتا ہے اور دن بھی بڑھا کرتا ہے
اور پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے جس طرح حمل میں رات دن برابر ہو جاتے ہیں اسیطرح میزان میں بھی -
اس کے بعد سردی شروع ہوتی ہے اور اسکے برج یہ ہیں میزان عقرب قوس جدی - دلو - حوت -
(حمل مینڈھے کا بچہ) چونکہ اکیس ستاروں کے باہم ملنے سے مینڈھے کی شکل پیدا ہو گئی ہے جسکا منہ مغرب کیطرف سر مشرق کیطرف دُم ہے
ثور بیل - بتیس ستاروں کے ملنے سے بیل کی سی صورت نمودار ہو گئی ہے - جسکا سر تا سینہ مشرق اور دُم جانب مغرب ہے اور بھی اسکے
سامنے ستارے ہیں جنکو عین الثور کہتے ہیں اور ثریا بھی جو انگور کے خوشہ کیطرح ہیں - جوزا دو آدمی ملے ہوئے - اٹھارہ ستاروں
کے ملنے سے ایسی صورت پیدا ہو گئی ہے کہ گویا دو آدمی جڑے ہوئے ہیں - سرطان کیکڑہ - فارسی میں اسکو خرچنگ کہتے ہیں - نو ستاروں
کے ملنے سے یہ صورت بنگئی ہے - اسد شیر ستائیس ستاروں کے ملنے سے یہ صورت پیدا ہو گئی ہے - اور زہرہ ستارہ بھی اس سے
تعلق رکھتا ہے سنبلہ خوشہ - یہ ایک عورت کے مانند میں معلوم ہوتا ہے جسکا سر اسد کی دُم کیطرف اور پاؤں میزان کیطرف اور اسکے
اُس ہاتھ کے پاس کہ جسمیں خوشہ معلوم ہوتا ہے ایک ستارہ ہے کہ جسکو سماک اعزل کہتے ہیں - یہ شکل چھبیس ستاروں سے بنی ہے - میزان
ترازو - یہ آٹھ ستاروں سے بنی ہے - عقرب بچھو - یہ شکل اکیس ستاروں سے بنی ہے - قوس کمان - یہ ایک ایسی شکل ہے کہ ایک
آدمی کے ہاتھ میں کمان ہے جسمیں تیر لگا ہوا ہے یہ اکتیس ستاروں سے مرکب ہے - جدی بزغالہ - بھیڑ کا چھوٹا بچہ اٹھائیس ستاروں سے مرکب ہے
سعد ذابح جو ایک ستارہ ہے وہ بھی اسی سے متعلق ہے - دلو ڈول ایک مرد کے ہاتھ میں ایک ڈول سا معلوم ہوتا ہے بیالیس ستاروں سے
مرکب ہے - حوت مچھلی - یہ دو مچھلیاں باہم ملی ہوئی معلوم ہوتی ہیں ایک کا منہ دوسرے کی دُم کی طرف ہے یہ چونتیس ستاروں سے مرکب ہے

---

۵۱ یعنی دراصل آسمان میں برج و گنبد کچھ نہیں بلکہ اہل ہیئت و نجوم نے ستاروں کی رفتار و مقام سمجھنے کے لیئے آسمان کے بارہ حصے مقرر کر لیئے ہیں اور پھر
ستاروں کے اجتماع سے جیسی شکل پیدا ہو گئی ہے اسکو اسی کے نام سے نامزد کر دیا ہے کہیں بیل کی شکل نمودار ہے تو اُس حصہ کو برج ثور کہتے ہیں علی ہذا القیاس
۱۲ منہ - ۵۲ حمل بفتحتین برہ حملان بالضم جمعہ ۱۲ منہ

بھی کیسا تھا مگر وہ [illegible] تم [illegible] ہوا کروی تھی [illegible] کالی گلو [illegible] گزر کر دھوپ

مین باندھ کر ڈالدیا [illegible] پھر [illegible] عورتوں کو [illegible] ذلیل کرنا بت پرست

مذہب کی حمایت مجھ رکھی تھی [illegible] مسلمین آنحضرت [illegible] آپ [illegible] دیر کی بات رکھی ہے

ان کا [illegible] ذلیل و مقہور [illegible] مسلمانوں کو تسلی دینے

کیلیئے اور ستمگرون کو متنبہ کرنیکے لیئے یہ سورہ نازل فرمائی۔

اور اس کے ابتدا میں وہ کلمات ارشاد فرمائے [illegible] اور [illegible] بہ پا

ہونے کو بتا رہے ہیں۔ فقال [illegible] والیوم الموعود

اور اس دن کی کہ جسکا وعدہ کیا گیا ہے [illegible]

ان تین چیزون کی قسم کھا کر یہ فرمایا [illegible] پکڑتا ہے

تو پھر اسکو کوئی چھڑا نہیں سکتا۔ جس قوم [illegible]

ہین۔ لوگون کی آنکھوں [illegible] آنکھوں اور آگ

[illegible] اور [illegible] باقی نہیں رہتا

دشمنون کا غلبہ اور افلاس کو ترقی ہوتی جاتی ہے [illegible] ناکامی [illegible] آ لگتی ہے

حکومتی ایسا زبردست اُنپر مسلط ہوتا ہے کہ کام ہی تمام کر دیتا ہے اور [illegible] آسمانی بلائیں [illegible] زلزلہ

زلزلہ باری اور ہوا اور پانی کا طوفان بجلی اور وبا بھی اُنکے آلات تیار رہتے ہیں۔ یہان [illegible] آخرت

[illegible] الذین

ن اجمال بیان مین جس طرح کفار کو تنبیہ ہے اسیطرح مسلمانون کو تسلی بھی ہے کہ وہ ہماری قدرت و قبضہ سے باہر نہین مگر ان

ون چیزون مین کہ جنکی قسم کھائی ایک کو دوسرے سے نہایت ارتباط ہے۔ اسلیئے ہم ان تینون چیزون کی

تفسیر کرتے ہین **اوّل** برجون والے آسمان سے کیا مراد ہے ؟ اور پھر اس صفت کے ذکر کرنے سے کیا مقصد ہے ؟

آسمان کے وجود بلکہ جسم کے قائل ہین اور یہ قدیم خیال ہے۔ اور صحیح بھی معلوم ہوتا ہے وہ کہتے ہین کہ

آسمان پر آفتاب کی گردش سے ایک دائرہ پیدا ہوتا ہے جسکو دائرۃ البروج کہتے ہین۔ جس کو آفتاب حرکت ذاتی

سے برس بھر مین تمام کرتا ہے۔ اور جب اس دائرہ کو بارہ حصون مین برابر تقسیم کیا جاوے تو ہر ایک حصہ برج ہے

یا کہ خربوزے کی پھانکین اور ہر ایک پھانک کو برج کہا جاوے۔

[illegible] کہو کہ آفتاب کی حرکت سے اکثر آباد اور معتدل بلاد مین چار فصلین پیدا ہوتی ہین۔ ربیع ، صیف ، خریف

[illegible] [illegible] فصلیں [illegible] جاڑا اور گرمی۔ مگر جاڑے کے بعد جب گرمی

نے فرمایا الیوم الموعود قیامت کا دن ہے اور مشہود عرفہ کا اور شاہد جمعہ کا جو سب دنوں سے افضل ہے اس میں ایک
ایسی ساعت بھی آتی ہے کہ اس میں جو کچھ بندہ مانگتا ہے اسکی دعا قبول ہوتی ہے اور جس سے پناہ مانگتا ہے
اس سے پناہ پاتا ہے اور بعض مفسرین نے ہر ایک مجمع کو کہ جو ذکر الٰہی اور دین کے لیئے ہو مشہود اور جماعت کو شاہد بتایا ہے جسمین
عیدین و جمعہ و عرفہ بھی شامل ہے۔ اور بعض نے شاہد و مشہود میں صرف گواہی کے معنے کا لحاظ کر کے کہا ہے کہ شاہد سے مراد
حق سبحانہ بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ خود قرآن نے فرمایا ہے وکفی باللہ شہیدا۔ اور نیز جبرئیل ہیں۔ اور خاص آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم بھی شاہد ہیں کیونکہ قیامت کو وہ گواہی دینگے۔ ان دونوں صورتوں میں مشہود توحید۔ اور امت ہے اور
نامہ اعمال کے لکھنے والے فرشتے بھی شاہد ہیں اور مشہود علیہ بنی آدم اور انکے اعمال ہیں جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے وجاءت
کل نفس معہا سائق و شہید۔ اور انسان کے اعضا ہاتھ پاؤن وغیرہ بھی شاہد ہیں جیسا کہ فرمایا یوم تشہد علیہم
السنتہم وایدیہم وارجلہم۔ اور رات دن بھی شاہد ہیں یہ بھی انسان کے نیک و بد کاموں کی گواہی دینگے۔ اور نیز
آسمان و زمین بھی شاہد ہیں یہ بھی گواہی دینگے۔ اور نیز جمیع ممکنات بھی شاہد ہیں ہر چیز اُس کی ذات اور توحید پر
گواہی دے رہی ہے کہ جیسا کہا ہے کسی نے۔ ففی کل شئ لہ شاہد یدل علی انہ واحد صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ تمام
بلا میں شاہد حق سبحانہ ہے اور مشہود مخلوق اور مقام استجلاء میں شاہد خلق اور مشہود حق سبحانہ۔

ایک اور توجیہ کہ جو اس مقام پر چسپان ہے اور وہ یہ کہ شاہد سے حاضر ہونے والا اور آنے والا مراد لیجاوین
تو شاہد سے مراد فرشتے بھی ہو سکتے ہیں جو شام و صبح نامہ اعمال لکھکر لیجاتے ہیں اور نامہ اعمال لکھنے آتے ہیں
خصوصاً صبح کی نماز میں قرآن پڑھتے وقت جیسا کہ خود قرآن میں ہے وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا۔ اور ممکن
ہے کہ آنے والے دن کو جو مسلمانوں کی دنیاوی فتح و نصرت اور اعداے دین پر غلبہ پانے کا دن ہے۔ شاہد
سے تعبیر کیا ہو اور آنے کے ساتھ وہ برکات و فتوحات بھی مراد ہوں جو آنے والے تھے۔ اور مشہود صحابہ اور انکے
پیرو کار جنکے پاس یہ برکات و فتوحات آئینگے۔ اس تقدیر پر الیوم الموعود سے وہ دن مراد ہو سکتا ہے کہ جسکا وعدہ
صحابہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے جبکہ صحابہ مکہ میں کفار کی ناقابل برداشت ایذاؤن کی شکایت
کرتے تھے۔ گویا الیوم الموعود وہ فتح و نصرت کا دن ہے اور شاہد اُس دن کے برکات و فتوحات اور مشہود سچے دینکا
یہ توجیہ سورت کے شان نزول سے زیادہ تر چسپان ہے۔ واللہ اعلم بمرادہ۔

الغرض ان تین چیزون کی قسم کھا کر کیا فرماتا ہے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں وہ بات جس پر
قسم کھائی اور جسکو جواب قسم کہتے ہیں محذوف ہے۔ اُسوقت کے مخاطبین اپنے ذوق سلیم وطرز کلام سے خوب
سمجھے تھے۔ پھر کسی نے کہا وہ ایمانداروں کا دنیا و آخرت میں کامیاب ہونا اور منکروں کا برباد ہونا کسی نے اسکے قریب
قریب کچھ اور فرمایا بہر طور مدعا ایک ہی ہے۔ اور یہ ٹھیک ہے کس لیئے کہ محاورہ میں بعض اوقات قسم کھاتے ہیں اور وہ بات

**ف** نزول قرآن مجید سے پہلے عرب بھی آسمان میں اس قسم کے برجوں کے قائل تھے اشعار جاہلیت سے اسکا پتہ ملتا ہے قرآن مجید میں آسمان کو اس صفت سے ذکر کر کے قسم کھانا اسطرف اشارہ ہے کہ انقلاب عالم ہمارے ہاتھ میں ہے ہم موسموں کو بدلتے ہیں کفار قریش اس چند روزہ جاہ وحشم پہ نازاں نہوں منقلب الاحوال ہم ہیں اور اسمیں ایمانداروں کو تسلی بھی ہے کہ چند روزہ مصیبت پر صبر کریں سدا ایکسے دن نہیں رہا کرتے **ف** بروج کے معنی اور بھی علماء نے بیان کئے ہیں (۱) یہ کہ بروج سے مراد منازل قمر ہیں (۲) یہ کہ بروج بڑے بڑے ستاروں کو کہتے ہیں کیونکہ برج کے لغوی معنی ظہور کے ہیں اور جو ستارے ظاہر اور روشن ہوں اسلئے انکو بروج کہتے ہیں - یہ ابن عباس و مجاہد و ضحاک و حسن و قتادہ و سدی کا قول ہے - اس تقدیر پر یہ معنی ہوئے کہ قسم آسمان روشن ستاروں والے کی - اور یہ معنی مذاق عرب العرباء سے زیادہ چسپاں ہیں - منہال بن عمرو کہتے ہیں اسکے معنی ہیں عمدہ پیدائش -

**دوسری بات** والیوم الموعود کہ قسم ہے وعدہ کے دن کی - اس سے کیا مراد ہے؟ ابن ابی حاتم نے ایک حدیث نقل کی ہے جسمیں ہے کہ الیوم الموعود سے مراد قیامت کا دن ہے جس کا تمام انبیاء علیہم السلام کی معرفت سزا و جزا کے لئے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے یا جو کچھ خدا نے اپنے نیک بندوں کے لئے دنیا میں فتح و ظفر آخرت میں بہشت اور وہاں کی نعیم کے وعدے کئے ہیں اور اُنکے لئے ایک دن معین کر رکھا ہے اُسکی قسم کھاتا ہے جس سے اپنے وعدہ کا وثوق دلانا مقصود ہے - یہ ایک بڑا وسیع المعنی لفظ ہے جو ہر پہلو پر ایک نئے معنی کا افادہ کرتا ہے حضرات اہل دل یوم موعود وصال کے دن کو کہتے ہیں جس دن حجاب اُٹھ جاوینگے اور صاف صاف اپنے معبود و محبوب حقیقی کا دیدار دیکھینگے اس دیدار کا اللہ وعدہ ہے اسی یوم موعود کے سہارے سے تو انکی زندگی ہے سو وعدے پہ جیتے ہیں ہجر کے صدمے سے مرتے نہیں ورنہ جیتے نہیں ہر شخص کے لئے ہر قوم کے لئے جسطرح بحالی اور اقبال کا ایک دن مقرر ہے اسیطرح اُسکی بربادی اور تنزل کا بھی ایک دن معین ہے جسمیں اشارہ ہے کہ دنیا کی ترقی اور اقبال اور اُسکی جملہ شادمانی محدود ہے اور اُسکی بقاء کا وقت مقرر ہے پھر اُسکی فنا کا بھی ایک دن موعود ہے اسپر مغرور نہونا چاہیئے اسیطرح دنیا کے تکالیف اور رنج و غم بھی سدا نہیں رہتے اُنکے لئے بھی ایکدن موعود ہے کہ پھر وہ نہ رہینگے - اس لفظ میں جسطرح غمگین ایمانداروں کو تسلی ہے تو اسیطرح دنیا کے متوالوں نعیم و ناز کے بندوں اور مغروروں کو تہدید بھی ہے کہ خبردار کس بات پر ناز ہے اُسکے زوال کا دن بھی موعود ہے -

**تیسری چیز** کہ جسکی قسم کھائی گئی ہے وہ بھی ایک بڑی متبرک چیز ہے یعنی شاہد و مشہود اب شاہد سے کیا مراد ہے اور مشہود سے کیا؟ لغت میں شاہد کے معنی سامنے ہونیوالے کے ہیں اور پاس آنے والے کے اور گواہی دینے والے کے یہ لفظ بھی بڑے وسیع المعنی ہیں اسلیئے انکے معنی میں بھی علماء کے متعدد اقوال ہیں - بعض علماء نے فرمایا ہے کہ شاہد جمعہ کا دن ہے کہ ہر شہر اور ہر مسجد میں آتا ہے اور مشہود عرفہ کا دن ہے کہ تمام بلاد و اطراف سے حاجی وہاں حاضر ہوتے ہیں اور دراصل وہ بیرون مکہ کے ایک خاص میدان سے تعلق رکھتا ہے جہاں دعاء قبول ہوتی ہے اور انوار و برکات کا فیضان ہوتا ہے - چونکہ جمعہ ہر ہفتہ میں اور یوم عرفہ ہر سال میں آتا ہے اسلیئے انکو نکرہ لایا گیا بخلاف قیامت کے دن کے کہ وہ ایک ہی ہے اسلیئے اسکو معرفہ باللام لایا گیا والیوم الموعود فرمایا اور اس قول کی تائید اُس حدیث سے ہوتی ہے کہ جسکو ترمذی و عبد بن حمید و ابن جریر و بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم

نے جو یمن میں کیا تھا اُسکی طرف اشارہ ہے کس لیئے کہ اس واقعہ کو عرب جانتے تھے اور اسکے دیکھنے والے بعض اشخاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد تک باقی تھے اور قریش کو اس واقعہ سے عبرت دلائی گئی کہ وہ بھی اصحاب الاخدود کی طرح غریب ایمانداروں پر ظلم وستم ڈھاتے تھے۔

مسلم نے اپنی صحیح کے اخیر میں اور اسیطرح نسائی نے اور امام احمد نے اور ترمذی نے صہیب رومی سے جو انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ ان نقول میں باہم کسیقدر الفاظ و مطالب میں کمی زیادتی ہے مگر ترمذی نے جو نقل کیا ہے ہم اسکا خلاصہ نقل کرتے ہیں کہ کوئی بادشاہ تھا اور اسکے ہان ایک بوڑھا کاہن[1] تھا اُس نے ایک روز بادشاہ سے کہا میری عمر اخیر ہوئی آپ کسی ذہین وفطین لڑکے کو میرے حوالے فرمائیے کہ میں اسکو اپنا یہ علم سکھا جاؤن تب ایک ہوشیار لڑکے کو منتخب کیا وہ اس کاہن کے پاس آیا جایا کرتا تھا اور رستہ میں ایک راہب[2] اپنے صومعہ میں رہا کرتا تھا (معمر راوی کہتا ہے کہ اس عہد تک راہب لوگ اصلی دین پر قائم تھے) لڑکا راہب سے بھی ملنے لگا راہب نے اسکو دین حق اور توحید کی تعلیم کرنی شروع کی اور لڑکا ایمان لے آیا کاہن کے پاس اسنے دیر میں آنے لگی تو اُسکے گھروالون سے کہلا بھیجا کہ یہ کہان رہا کرتا ہے میرے پاس کم آتا ہے گھروالون نے ادھر کاہن نے اس بات پر اسکو مار پیٹ شروع کی ایک روز رستہ کا ہوا تھا کسی مہلک جانور نے روک رکھا تھا بعض خیال کرتے ہیں کہ وہ شیر تھا بعض کہتے ہیں سانپ تھا اور لوگ رستے کے کھڑے تھے تب اُس لڑکے نے ایک پتھر اٹھا کر یہ کہا کہ الٰہی اگر راہب[3] کی بات حق ہے تو میں سوال کرتا ہون کہ اس پتھر سے یہ موذی مر جائے یہ کہکر اسنے پتھر پھینکا جس سے وہ موذی جانور مر گیا لوگون میں چرچا ہوا اور لڑکے کی بڑی تعریف ہونے لگی یہ شہرہ سنکر ایک اندھا بھی لڑکے کے پاس آیا اور کہا اگر تو میری آنکھین اچھی کر دے تو میں تجھے بہت کچھ دون (یہ اندھا بادشاہ کا مصاحب تھا) لڑکے نے کہا مجھے کچھ نہین چاہیئے مگر یہ کہ جو تجھے بینائی دے تو اسپر ایمان لائے اسنے کہا بہت اچھا لڑکے نے دعا کی تو اسکی آنکھین روشن ہو گئین یہ خبر بادشاہ کو پہونچی جو بت پرست تھا اُس نے ان سبکو بلایا اور اُس اندھے اور راہب کو آرے سے چیر دیا اور لڑکے کی نسبت حکم دیا کہ اسکو فلان پہاڑ کی چوٹی سے گرا دو جب شاہی لوگ اسکو اوپر لے گئے تو وہ خود گر کر مر گئے اور لڑکا بچ رہا پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ اسکو کشتی میں سوار کر کے دریا میں لیجا کر غرق کر دو وہان بھی شاہی لوگ ڈوب گئے اور لڑکا سلامت نکل آیا تب لڑکے نے بادشاہ سے کہا آپ مجھے کبھی نہ مار سکیں گے مگر اس تدبیر سے کہ مجھے سولی پر چڑھا دو اور یہ کہکر کہ باسم رب الغلام (اس لڑکے کے رب کے نام سے) میرے تیر مارو۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا لڑکا مر گیا اسکی کنپٹی میں تیر لگا اور مرتے وقت اسنے اسپر ہاتھ دھر لیا۔ بادشاہ سے لوگون نے عرض کیا کہ آپ نے ان تین شخصون کو تو ہلاک کیا جو آپکے مذہب کے برخلاف تھے مگر اب تو سب لوگ آپکے دین کے مخالف ہو گئے (لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے) تب بادشاہ نے حکم دیا کہ خندقین کھودو اور انمین لکڑیان بھر کر آگ لگا دو اور لوگون کو حکم دیا کہ حاضر ہون اور کہا جو اپنے اس دین سے نہ پھرے تو اسکو آگ میں ڈالتے جاؤ تب بادشاہی لوگون نے ایماندارون کو آگ میں ڈالنا شروع کر دیا۔ اسی واقعہ کا خدا تعالیٰ اس آیت میں ذکر کرتا ہے قتل اصحاب الاخدود النار یہانتک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے العزیز الحمید تک آیت پڑھی۔

---

[1] کاہن جادوگر ۱۲ [2] راہب خدا پرست ۱۲ [3] [illegible] ہے۔ اور بادشاہ سے مراد ذونواس ہو سکتا ہے یا نجران کا حاکم۔ مگر احادیث میں راویون سے اصل قصہ میں فروگذاشت ہو گئی کس لیئے کہ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ وہ نجران کا بادشاہ ایمان لے آیا اسنے قتل نہیں کیا بلکہ دوسرے بادشاہ نے جو ذونواس تھا ۱۲ منہ

کہ جسپر قسم کھائی گئی ذکر نہین کرتے کیونکہ اُسکو مخاطب و متکلم خوب جانتے ہین یا اُسکے اخفا مین کوئی مصلحت ہوتی ہے ۔ دیگر علماء فرماتے ہین کہ وہ بات جسپر قسم کھائی گئی ہے اسی سورہ مین مذکور ہے پھر بعض نے کہا وہ ان بطش ربک لشدید الخ ہے۔ اور بعض نے کہا یہ جملہ قتل اصحاب الاخدود النار ہے چونکہ کلام الٰہی سب معانی پر حاوی ہے ہر احتمال درست ہے قتال قتل اصحاب الاخدود النار ۔ غارت ہوگئے (مارے گئے یا ہو جاوین) دہکتی آگ سے خندقون کے بھرنے والے ذات الوقود اور آگ بھی کیسی تھی ایندھن والی یعنے بہت تیز لمبے چوڑے گڑھے کھود کر اُن مین لکڑیان بھر دی تھین اور آگ لگادی تھی جب شعلہ مارنے لگی تو ایماندارون کو اگر وہ ایمان سے باز نہین آتے تھے تو اُس دہکتی آگ مین پکڑ پکڑ کر ڈالتے تھے اذ ہم علیہا قعود اور خود اُن خندقون کے کنارون پر بیٹھے ہوئے وہم علیٰ مایفعلون بالمؤمنین شہود جو کچھ ایماندارون کے ساتھ کر رہے تھے اُسکا تماشہ دیکھ رہے تھے اُنکے تڑپنے اور جلنے پر خوب ٹھٹھے لگاتے تھے (ان تمہ پر شہود بمعنی شاہد یہ ظالم اور شہود وہ مظلوم ہین) اور ایماندارون کو یہ سزا کسی چوری ڈکیتی خون وغیرہ جرائم کے سبب سے نہ تھی بلکہ وما نقموا منہم الا ان یؤمنوا باللہ العزیز الحمید۔ صرف اسی لیئے اور اسی جرم مین یہ سزا دیجاتی تھی اور اُن سے بدلہ لیا جا رہا تھا کہ وہ اللہ زبردست ستودہ صفات پر ایمان لائے تھے ۔ یعنے ایمان لانا جرم قرار دیا گیا تھا۔ سو بلوح ریسیدہ ام یا فتند ار غیب تحریرے ۔ کہ این مقتول را جزبے گناہی نیست تقصیرے ۔ اور آسمان بھی کس پر اللہ جو تمام مخلوق کا خالق و مالک ہے اور اسپر زبردست بھی ہے متکبرون اور گردن کشون کو چاہے تو دم بھر مین خاک مین ملادے ۔ اس بات کا بھی کچھ خیال نہ کیا ۔ اور وہ حمید بھی ہے تمام خوبیان اُس مین ہین ازانجملہ عدل وانصاف رحم ہی ۔ ہے سو اس بات کا بھی خیال نہ کیا کہ وہ ایسے ظلم و ستم پسند نہین کرتا اور یہ بھی نہین کہ اُسکے بندون پر یہ ظلم ہو اُسکو خبر نہو بلکہ واللہ علیٰ کل شئ شہید کہ اللہ کے سامنے ہر چیز حاضر ہے کوئی چیز اُس سے مخفی نہین ۔

اب دو باتین قابل غور ہین **اوّل** یہ کہ وہ اصحاب الاخدود کہ جنہون نے آگ کی کھائیان کھودی تھین اور ایماندارون کو بجرم ایمان آگ مین ڈالا تھا کون لوگ تھے ۔ کس ملک مین اور کس زمانہ مین تھے اور اُن کا کیا مذہب تھا ؟ مقاتل نے کہا کہ یہ واقعہ تین جگہ ہوا ہے ایک نجران مین جو ملک یمن مین واقع ہے ۔ اور ایک بار شام مین اور ایک بار فارس مین ۔ یمن مین ذونواس نے کھائیان کھدوا کر آگ سے بھر دی تھین اُن مین ایماندارون کو ایمان کے جرم مین ڈالتا تھا ۔ شام مین انطاخوس رومی نے ایسا ہی کیا تھا ۔ فارس مین بخت نصر نے جسکے عہد مین دانیال علیہ السلام تھے ۔ ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے حضرت علی رضؓ سے نقل کیا ہے کہ حبشہ مین بھی ایکبار یہ واقعہ گزرا ہے ۔ ابن جریر نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ یہ واقعہ بنی اسرائیل مین گذرا ہے جبکہ اُن مین بت پرستی کا رواج ہوا ۔ اور اُنہون نے خدا پرستون کو ایمان سے روکنا چاہا تو خندقین کھدوا دین اور اُن مین آگ جلادی اور بت کو کھڑا کر دیا اور حکم دیا کہ جو اسکو سجدہ نکرے اُسکو آگ مین ڈالدیا جائے مگر ان آیات مین ان مین سے کون سے واقعہ کی طرف اشارہ ہے ؟ با معان نظر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذونواس

ملک یمن پر ایک بادشاہ اُٹھیگا اور حیرا ملک لے لیگا اور دین یہودی سے لوگون کو برگشتہ کریگا اور حبشیون کا زور یمن پر ہوجائیگا بادشاہ نے پوچھا اسکے بعد کیا ہوگا اُس نے کہا ایک شخص اُٹھیگا جسکا نام سیف بن ذی یزن ہوگا اور حبشیون سے ملک چھین لیگا پھر سیف مارا جائیگا اور عرب سے ایک پیغمبر پیدا ہوگا اور اُسکا دین لوگ قبول کرینگے اور قیامت تک باقی رہیگا۔ اس خواب کے اندیشہ سے ربیعہ نے اپنے لوگون کو حیرہ مین بھیجدیا تھا جنمین سے منذر بن نعمان بھی تھا جو نوشیروان کا تابع تھا اور اُسکی سلطنت بصرہ کوفہ اور عراق اور کچھ شام اور نواحی عرب مین تھی۔

ربیعہ چند سال سلطنت کرکے مرگیا لوگون نے پھر تبع کے بیٹے حسان کو بادشاہ بنایا اُس نے حجاز اور شام پر چڑھائی کی اور یمن مین اپنے بھائی عمرو کو چھوڑگیا تھا جب وہ موصل مین پہونچا تو لوگون نے عمرو کو بادشاہ بنالیا اور اُسنے اپنے بھائی حسان کو قتل کرڈالا جسکے بعد وہ دیوانہ ہوکر مرگیا اس عرصہ مین ایک شخص جو خاندان سلطنت سے نہ تھا کھڑا ہوا اور یمن کا بادشاہ بن بیٹھا اسکا نام لخیعہ بن ینوف تھا وہ بڑا ظالم اور بدکار تھا لوگون سے بدفعلی کیا کرتا تھا جو نئی دُلہن ہوتی تھی پہلے ایک رات وہ رکھا کرتا تھا۔ زرعہ جو تبع کا چھوٹا بیٹا باقی رہ گیا تھا وہ نہایت حسین تھا اُسکو بھی اُس نے اس ارادہ سے بلایا اُس نے تنہا پاکر اس ناپاک کو مارڈالا اور لوگون نے تخت و تاج دیکر زرعہ ہی کو یمن کا بادشاہ بنالیا۔

ادھر نجران مین شام سے ایک شخص حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریون کی ذریت مین سے آیا جسکا نام فیمون تھا۔ اور نجران مین عرب کا قبیلہ بنی ثعلبہ تھا اور وہان ایک کھجور کا پیڑ تھا سب لوگ پوجا کرتے تھے اور اُس کے آگے قربانی کرتے تھے۔ فیمون مرد راضیا تھا اور عبادت کیا کرتا تھا اور دن کو مزدوری اور آج اس گاؤن مین ہے تو کل دوسرے مین اسیطرح سے قیام کیا کرتا تھا جب لوگون نے اُسکی کرامات دیکھی تو اُسکی طرف متوجہ ہوگئے اور کہا اگر تو ہمارے بتون پر غالب آگیا تو ہم تیرا دین اختیار کرلینگے فیمون کی دعا سے اُنکے بت گر پڑے لوگون نے دین عیسوی اختیار کرلیا اور فیمون وہان انجیل کی تعلیم کرنے لگے وہان کے سردار تامر کا بیٹا عبداللہ بھی فیمون کا شاگرد ہوگیا اور بڑا بزرگ اُٹھا اب نجران کے لوگون نے بجز عیسوی دین کے اور کسی مذہب کو باقی نہ چھوڑا جو اُنکا دین قبول نکرتا تھا قتل کیا جاتا تھا۔ ایک یہودی نجران مین گیا اور جاکر اُسنے یہ سب کیفیت ملاحظہ کی اور زرعہ کو خبر کی۔ اور یہ زرعہ ذونواس بھی کہلاتا تھا یہ سنکر ذونواس پچاس ہزار لشکر لیکر نجران پر چڑھ گیا۔ اور جو عیسائیون کا عبادت خانہ تھا جلادیا اور کھائیان کھدواکر اُن مین آگ جلوائی اور حکم دیا کہ جو دین عیسوی سے برگشتہ نہو اُسکو اس مین ڈالدو اس لیے لوگون کو آگ مین ڈالنا شروع کیا اور عبداللہ بن تامر کو بھی قتل کیا۔ یہ ہین وہ اصحاب الاخدود جن پر خداتعالےٰ قرآن مجید مین لعنت کرتا ہے بقولہ قتل اصحاب الاخدود النار ذات الوقود اذہم علیہا قعود۔ اور یہ ظلم و ستم کرکے ذونواس یمن مین واپس آیا (بعض کہتے ہین ذونواس زرعہ نہ تھا بلکہ اُسکا سپہ سالار تھا) اس حادثہ کے بعد نجران کے لوگون مین سے ایک شخص جلی ہوئی انجیل لیکر قیصر روم پاس بہ وہ بھی عیسائی تھا فریادی گیا قیصر یہ ماجرا سنکر سخت ناراض ہوا اور رویا اور کہا میرے لشکر کا پہونچنا مشکل ہے مین حبش کے بادشاہ نجاشی کو لکھتا ہون کہ وہ بھی عیسائی ہے اور یمن سے قریب ہے وہ تمہاری مدد کریگا چنانچہ قیصر کے نامہ کے ساتھ یہ شخص حبش مین آیا وہانکا بادشاہ

مذکور ہے کہ وہ لڑکا دفن کیا گیا اور حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانہ میں اسکی لاش برآمد ہوئی تو اسکی کنپٹیون پر اسیطرح سے ہاتھ دھرے ہوئے تھے اور خون بہ رہا تھا۔ محمد بن اسحاق بن یسار اسلامی مورخ نے اسی واقعہ کو اور بھی تفصیل سے نقل کیا ہے مگر اس پہلی نقل مین اور اسکے بیان مین کسیقدر مخالفت ہے وہ کہتا ہے کہ یہ شہر نجران کا واقعہ ہے اور اس لڑکے کا نام عبداللہ بن تامر تھا۔ اور راہب کو کہتا ہے کہ وہ عیسوی دین پر تھا اور کھائیان آکر ذونواس بادشاہ یمن نے کھدوائی تھین اور اسی نے آکر جبکہ یہ دیکھا کہ اکثر اہل نجران عیسائی ہوگئے تب یہ حرکت کی تھی اور عبداللہ بن تامر کو اسی نے قتل کیا تھا۔ اس حادثہ مین تخمیناً بیس ہزار آدمیون کو اس ظالم نے قتل کیا تھا۔

(اب ہم کسیقدر اس ذونواس کا حال بیان کرتے ہین)

واضح ہو کہ ملک یمن میں قوم حمیر کا آخری بادشاہ [illegible] تبع [illegible] یہ بادشاہ [illegible] عادل کے عہد کے قریب تھا یا ہم عہد تھا۔ اس نے فتح بلاد کا اپنے بزرگون کے طور پر قصد کیا حجاز اور یاثرب [illegible] سفر کرتا ہوا مدینہ پہونچا مدینہ کے آس پاس قوم یہود کی جو [illegible] آباد تھی [illegible] کے حادثہ [illegible] دیگر حوادث سے اس ملک مین آرہے تھے فدک خیبر قریظہ نضیر وادی القری [illegible] ان کی [illegible] بھی لوگ توریت اور دین موسیٰ علیہ السلام کے [illegible] عرب بت پرست [illegible] مدینہ کا گرد و نواح اس بادشاہ کو بہت پسند آیا مدینہ کا سردار ان دنون عمرو بن طلیان [illegible] بادشاہ [illegible] مدینہ [illegible] آیا اور عمرو کی جگہ اپنے بیٹے کو سردار کرکے شام کی طرف کوچ کرگیا سب [illegible] چلاگیا تو بعض اہل مدینہ نے اسکے بیٹے کو قتل کرڈالا اس نے اس خبر کو سنکر ارادہ کیا کہ واپسی مین اس شہر کے مرد و زن کو تہ تیغ کرونگا چنانچہ جب یہ لوٹتا ہوا آیا تو مدینہ کا محاصرہ کیا بہت دنون محاصرہ رہا مگر شہر فتح نہو سکا اس عرصہ مین بنی قریظہ کے دو یہودی عالم [illegible] اسکے پاس آئے جنمین سے ایک کا نام کعب اور ایک کا اسید تھا انہون نے کہا اے بادشاہ آپ اس شہر کو برباد نکر سکین گے لوٹ جایئے۔ اس نے پوچھا کسلئے عرض کیا کہ اس شہر کو خدا نے اپنے ایک اخیر نبی کے لئے مخصوص کر رکھا ہے جو قریش مکہ مین سے برپا ہوگا اور جب مکہ کے لوگ اسپر ظلم کرینگے تو اس شہر مین آکر رہیگا یہین اسکی قبر ہوگی۔ یہ خبر ہماری توریت مین ہے بادشاہ نے پوچھا توریت کیا ہے انہون نے آگاہ کیا اور دین موسیٰ کے فضائل بیان کئے تب یہ بت پرست بادشاہ مذہب یہودی مین داخل ہوگیا اور ان دونون عالمون کو یمن مین ہمراہ لے گیا اور وہان اس مذہب کو رواج دیا پھر یہ بادشاہ مرگیا اور اس نے تین بیٹے چھوڑے حسان عمرو زرعہ۔ یہ کم سن لڑکے تھے اسلئے بنی لخم مین سے ایک شخص ربیعہ بن نصر اٹھ کھڑا ہوا اور سلطنت کا مالک ہوگیا اسی ربیعہ نے ایک خواب دیکھا تھا جسکی تعبیر کے لئے سطیح اور شق دو کاہنون کو بلایا انہون نے از خود بادشاہ کا خواب بیان کردیا کہ آپ نے یہ دیکھا ہے کہ ایک سیاہی جہان مین پھیل گئی اور اس سیاہی مین سے ایک کوئیلا نکل کر زمین پر گرا اور آگ ہوگیا اور لوگون کو جلادیا بادشاہ نے کہا تو نے درست کہا اب اسکی تعبیر کیا ہے اسنے کہا

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ

بیشک جنہون نے ایماندار مردوں اور عورتوں کو ستایا پھر اس سے باز نہ آئے تو اُنکے لیئے جہنم کا عذاب ہے اور اُنکے لیئے جلنے کا عذاب ہے ۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ۝ إِنَّ

وہ جو ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک کام بھی کیئے اُنکے لیئے باغ ہیں کہ جن کے نیچے نہرین بہ رہی ہونگی ۔ یہ ہے بڑی مراد بیشک

بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۝ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ۝ وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ۝ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۝

تیرے رب کی پکڑ بھی سخت ہے ۔ وہ اول پیدا کرتا اور دوبارہ بھی زندہ کریگا اور وہی بخشنے والا پیار کرنے والا تخت والا بڑی شان والا ہے

فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ ۝

جو چاہتا ہے کر ہی ڈالتا ہے

## ترکیب

فلہم الخ الجملۃ خبر ان ولہم الجملۃ الثانیۃ معطوفۃ علیہا ۔ الذین امنوا الخ اسم ان لہم جنات الجملۃ خبرہا تجری الخ صفۃ جنات المجید قرءہ الجمہور بالرفع علی انہ نعت لذو وقرئ بالکسر علی انہ نعت للعرش ومجدہ علوہ وعظمہ ۔ وقیل ہو نعت لربک وقال مکی ہو خبر بعد خبر فعال مرفوع علی انہ خبر مبتدء محذوف وقال الفراء مرفوع علی التکریر والاستیناف وقیل مرفوع علی الاتباع ۔

## تفسیر

کفار قریش کو اصحاب الاخدود کا آل کار سنا کر کہ اُن پر لعنت پڑی دنیا میں بھی برباد ہوئے تخت بخت سب جاتا رہا ذلت سے مرے آخرت میں بھی رسوا ہوئے اپنا دائمی قانون بتاتا ہے فقال ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنات کہ جنہون نے ایماندار مردون اور عورتون کو فتنہ مین ڈالا عام ہے کہ مار پیٹ کی یا قتل کیا یا قید مین رکھا یا اور کسی قسم کی تکلیف دی یا اُنکے لیئے گمراہی مین اور لہو و لعب مین پڑنے کے سامان پیدا کیئے ناچ تماشا اور رقص و سرود کی محفل کر کے مسلمان مرد اور عورتون کو شریک کرنا بھی اُنکو فتنہ مین ڈالنا ہے ۔ ثم لم یتوبوا ۔ اور پھر اس سے وہ باز نہ آئے کیونکہ اگر باز آجاتے اور توبہ کرتے تو انکو حقوق العباد کا مطالبہ باقی رہتا مگر خدائی مقابلہ کے جرم مین عذاب عظیم نہ پاتے فلہم عذاب جہنم تو اُنکے لیئے آخرت مین عذاب جہنم ہے ولہم عذاب الحریق اور دنیا مین جلانے والا عذاب ہے یعنی وہ مصیبت کہ جس سے اُنکے دلونپر صدمہ ہو اور جلا کرین اقبال جاتا رہے دشمن غلبہ پاوین افلاس و نااتفاقی اور بیماریان اور قحط پیش آوین قتل کیئے جاوین گھر بار چھنین بال بچے قید ہون یا غلام بنائے جاوین عورتین اُنکے روبرو بے عزت کیجائین ۔ اُنکے ملک اور دولت پر دشمن قابض ہون اور یہ دیکھا کرین ۔ خدا کی پناہ ہے عذاب حریق سے اور سب عذابون سے اور ف جو فلہم مین آئی تو اس سے یہ بات بتلادی کہ یہ بلا انہین کے افعال سے آتی ہے وہ افعال سبب اور یہ مسبب ہے ہماری عدالت اور رحم کا مقتضی نہین کہ خواہ مخواہ ہم بغیر کسی ایسے جرم کے عذاب مین مبتلا کرین یہ اُنکی سوزش کا بدلہ ہے جو اُنکے ہاتھ سے ایمانداروں کو پہونچتی تھی ۔ اب دوسری بات اسکے مقابلے مین نیکی کرنے والون ایمانداروں کی بابت بھی سن لو ان الذین امنوا وعملوا الصالحات کہ جو لوگ ایمان لائے اور ایمان ہی پر بس نہین کیا

یہ حال سنکر بہت رویا تب شاہ حبش نے ستر ہزار پیادہ سوار تیار کی اور اسکا سپہ سالار رباطہ کو کیا۔ حبش اور یمن کے درمیان چھوٹا سا ٹکڑا سمندر کا ہے یہ لشکر ہوائی جہازون پر سوار ہوکر یمن مین حضرموت کے مقام پر اُتر پڑا۔ ذونواس نے ایک حیلہ کیا کہ رباطہ کو نامہ لکھا کہ شاہ نجاشی کو مجھ سے عداوت نہین اس لیئے مین بھی لڑنا نہین چاہتا آپ کہین خزانونکی کنجیان دیئے دیتا ہون پھر آپ مجھے یا اپنے پاس رکھیئے یا نجاشی کے پاس بھیجدیجیئے۔ رباطہ نے کہا مین نجاشی کو مطلع کرتا ہون جو وہ حکم دیگا آپ کو مطلع کرونگا اس نے نجاشی کو سب حال لکھا نجاشی نے خوش ہوکر حکم دیا کہ خزانے اُس سے لیلو اور اُسکو میرے پاس بھیجدو۔ اس بات کی ذونواس کو خبر دی ذونواس نے اونٹون پر کنجیان لادکر رباطہ کے پاس بھیجین اور پھر شہر صنعا مین رباطہ کو لے آیا اور جو کچھ تھا اُسکے حوالے کیا اور یہ بھی کہا کہ اور صوبجات مین بھی سر سے خزانچی اور خزانے ہین آپ جہان جہان مین کہون ضبط اموال کے لیئے لشکر روانہ کیجیئے۔ رباطہ نے ایسا ہی کیا اور تمام لشکر ملک مین منتشر کردیا اور درپردہ لوگون کو لکھ بھیجا کہ ہر جگہ ان پر حملہ کردو چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حبشی لشکر جا بجا مارا گیا۔ رباطہ کو جب یہ خبر ملی تو صنعا سے بھاگ کر حضرموت مین آیا اور کشتی مین آبیٹھا اور نجاشی کو اس حال سے مطلع کیا نجاشی نے ایک لاکھ پیادہ اور سوار کا دوسرا لشکر مرتب کیا اور انکا افسر ابرہہ بن صباح کو کیا جو شاہی خاندان سے تھا اور اُسکو عرب ابرہہ الاشرم بھی کہتے تھے اور اشرم نکٹے کو کہتے ہین۔ جب ذونواس نے دیکھا کہ ایسے بڑا لشکر آیا اور کوئی تدبیر پیش نہین چلتی تو گھوڑے پر بیٹھ کر سمندر مین گھس گیا یہ گھوڑا تیرا کرتا تھا تھوڑی دیر کے بعد گھوڑا اور سوار دونون ڈوب گئے۔ ابرہہ نے آکر تمام ملک اور صنعا کی بیش بہا چیزون پر قبضہ کرلیا اور حکم دیا کہ جو دین عیسوی اختیار نکریگا قتل کیا جاویگا چنانچہ جسنے ذرا بھی انکار کیا گردن ماردیگئی۔ نجاشی کو ابرہہ کے تحائف و نذرانہ و فتوحات نہ بھیجنے سے گمان ہوا کہ خود سر ہوگیا اسلیئے چار ہزار لشکر دیکر رباطہ کو بھیجا کہ ابرہہ کو معزول کرکے میرے پاس بھیج اور تو میری طرف سے وہان کا حاکم ہوکر رہ جب رباطہ آیا اور ابرہہ سے کہا تو ابرہہ نے کہا اگر یہ سب چیزین تیرے سپرد نکردون تو تو کیا کریگا رباطہ نے کہا جنگ کرونگا ابرہہ نے کہا آؤ تو مین اور تو ہی کیون نہ لڑین فوج کو کیون تلف کرین فوج سے نکلکر دونون میدان مین آئے ادہر ابرہہ نے اپنا ایک غلام چھپا رکھا تھا رباطہ نے ابرہہ کے سر پر تلوار ماری چونکہ یہ لوہے کا خود پہنے ہوئے تھا سر تو نہ کٹا مگر ناک اُڑگئی اسلیئے اسکو اشرم کہنے لگے ادہر غلام نے رباطہ پر ایک حربہ کیا اور ایک ہی وار مین کام تمام کردیا باقی رباطہ کے لوگ کچھ مارے گئے کچھ بھاگ گئے دریا مین ڈوبنے کچھ کشتیون مین سوار ہوکر نجاشی پاس آئے اور سب حال سے مطلع کیا نجاشی نے قسم کھائی کہ مین جبتک ابرہہ کو قتل نہ کرلونگا خاموش نہ رہونگا ابرہہ کو بھی خبر لگی اُسنے ایک عرضی مین عذر لکھا اور کہا کہ رباطہ نے مجھپر زیادتی کی تھی میرے غلام نے اُسکو مارڈالا مین آپ کا فرمانبردار ہون اور عرضی کیساتھ بہت کچھ تحائف بھی بھیجے نجاشی نے عذر قبول کرکے ابرہہ کو ہی یمن کا حاکم رہنے دیا۔ یہ وہی ابرہہ ہے جو بہت سے ہاتھی لے کر کعبہ ڈھانے آیا تھا اور اُسکا لشکر اور یہ قہر الٰہی مین مبتلا ہوا جس کا ذکر سورہ الم ترکیف کی تفسیر مین آوے گا (ملخص از تاریخ طبری) اس تاریخ کے مطابق عبداللہ بن تامر کو ذونواس نے قتل کیا تھا اور واضح ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک دین عیسوی کی پابندی فرض تھی یہ اور بات ہے کہ اس دین مین عیسائیون نے صدہا بدعات ملاکر اُسکی اصلی صورت بگاڑ دی تھی۔

هَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ

آپ کو لشکروں کا حال تو معلوم ہوا ہی ہوگا۔ فرعون اور ثمود کا بلکہ منکر تو جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں اور اللہ نے ان کو ہر طرف سے

مُّحِيْطٌ ۝ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝

گھیر رکھا ہے بلکہ یہ قرآن ہے بڑی شان کا لوح محفوظ میں لکھا ہوا۔

## ترکیب

ہل اتاک الجملۃ مستانفۃ مقررۃ لما قبلہا من شدۃ بطشہ وکونہ فعالا لما یرید۔ فرعون وثمود بدل من الجنود والمراد بفرعون ہو وقومہ وثمود قوم معروفون عند العرب والمراد بحدیثہم ما وقع منہم من الکفر والعناد وما وقع علیہم من العذاب واللہ الخ الجملۃ حال من فاعل کفروا محفوظ بالجر نعت اللوح وبالرفع نعت للقرآن والاول قراءۃ الجمہور۔

## تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ تیرے رب کی پکڑ سخت ہے اور اس کے ثبوت کے لئے اول اصحاب الاخدود کا قصہ نقل کیا تھا اجمالاً جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھوڑے ہی برسوں پہلے گذرا تھا اور عرب میں زبان زد تھا اس کے بعد پھر اسی بات کے ثبوت کے لئے اجمالی طور پر دو واقعات کو یاد دلاتا ہے جن میں سے ایک کو عرب اور اہل کتاب جانتے تھے اس لئے اس کو مقدم کیا اور وہ فرعون اور اس کی قوم کی سرکشی اور ہلاکت کا قصہ ہے اور دوسرے کو عرب جانتے تھے یعنی قوم ثمود کا حال کہ جو کچھ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ گستاخی اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے گذرا اس لئے فرماتا ہے ہل اتاک حدیث الجنود کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا اے مخاطب کیا تجھے لشکروں کی بات پہنچی ہے یعنی ضرور پہنچی ہوگی۔ بعض علماء کہتے ہیں ہل بمعنی قد ہے یعنی تحقیق تو بھی سب جانتے ہیں۔ جنود جند کی جمع ہے اس میں اشارہ ہے کہ کفار قریش کیا چیز ہیں ان کا تو ایک لشکر بھی نہیں اس سے پہلے بہت سے لشکروں کو ہم غارت کر چکے ہیں۔ پھر فرماتا ہے فرعون وثمود وہ لشکر کون تھے؟ فرعون کے اور قوم ثمود کے لشکر جو بڑے طاقتور اور کثرت سے تھے کچھ ایسے ویسے لشکر بھی نہ تھے۔ پھر دیکھو ان پر کیا گذری کس طرح سے خدائے جلیل وجبار نے ان کی سرکشی اور بدکاری سے ان کو ہلاک کیا۔ ان دونوں قصوں کی تفصیل کئی بار قرآن مجید میں آچکی ہے۔

منکرین قریش ایسے واقعات سن کر کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم کیا خدا کے قائل نہیں اور کیا اس کی قدرت کو نہیں مانتے اس لئے کہ وہ مشرک تھے بتوں کو وسیلہ جانتے تھے اور خدا پاک کو بھی مانتے تھے اس کے جواب میں فرماتا ہے بل الذین کفروا فی تکذیب ہرگز نہیں بلکہ منکر جھٹلانے میں پڑے ہوئے ہیں گو زبان سے کہتے ہیں مگر ان کا حال جھٹلا رہا ہے اور اگر دل میں ان کے اثبات کا نقشہ جما ہوتا کہ وہ سخت پکڑ کرنے والا ہے تو ایسا نہ اڑاتے اور ہمارے پیغمبر پر یہ ظلم وستم نہ کرتے اور سرکشی سے باز آتے اور ہماری مرضی کے تابع ہوتے بلکہ ان کو اپنے جہل سے اپنی طاقت اور قومیت کا غرور ہے اور دراصل یہ غرور باطل ہے کس لئے کہ واللہ من ورائہم محیط کہ وہ ہر طرف سے اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں کسی طرف سے باہر نہیں نکل سکتے اور تمام ممکنات کا یہی حال ہے کہ اس کی قدرت کے احاطہ میں ہے وہ سب کو احاطہ کئے ہوئے ہے یہ احاطہ جسمانی نہیں جیسا کہ برتن کا پانی کے لئے اور گھر کا گھر میں رہنے والوں کے لئے ہوتا ہے بلکہ احاطۂ قدرت اور احاطۂ ذاتی ہے۔ چونکہ یہ سب واقعات اور ہدایت مضامین قرآن میں ہیں وہ ان باتوں کو کیا نہیں مانتے بلکہ قرآن کو نہیں مانتے مگر ان کے نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے بل ہو قرآن مجید بلکہ وہ قرآن بلند شان والا ہے کسی کے باطل کرنے سے باطل نہیں ہو سکتا کس لئے کہ فی لوح محفوظ لوح محفوظ میں ثبت ہے جہاں کسی معاند کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ لوح محفوظ کی کیفیت سابقہ تفسیر سے معلوم کرو

بلکہ اسکے بعد انہوں نے نیک کام بھی کیے عبادت [illegible] لهم جنات تجري من تحتها الانهار انکے لیے ایسے بہشت ہیں اور باغ ہیں کہ انکے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ نہریں انکے خونوں کا بدلہ ہے جو دنیا میں انکے بہائے گئے [illegible] اللہ کی راہ میں [illegible] یا وہ حسنات جاریہ ہیں جنکا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

ذلک الفوز الکبیر یہ بہت بڑی کامیابی کس لیئے کہ اگر دنیا میں کسی نے مال بے حساب اور ملک اور عمدہ مکان اور اسباب اور جواہرات اور عیاشی و عیش کے سامان بہم بھی پہنچا لیئے اول تو سب چیزوں کا بہم پہنچنا مشکل ایک نہ ایک حسرت باقی ہی رہجاتی ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے ؛ بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے ، تو پھر ان چیزوں کو دوام دنیا میں نہیں دشمن کا کھٹکا ان چیزوں کی بے ثباتی کا کھٹکا وقت ساتھ ہی لگا ہوتا ہے بڑے سے بڑے بادشاہوں کو آخر عمر میں اپنے ملازموں اور اولاد اور بیویوں کے ہاتھ [illegible] حکیم کر بڑی حسرت سے مال اور ملک رخصت کرنا پڑا ہے اور یہ بھی نہ ہو تو خود اسکی عمر رواں کا کیا اعتبار اور پھر جوانی اور تندرستی تو [illegible] ہیں [illegible] جلی جاتی ہے برخلاف دار آخرت اور وہاں کے نعیم کے وہاں ان باتوں میں سے کسی کا بھی [illegible] نہیں [illegible] کے ہیں اسی لیئے عالی دماغوں نے اس چند روزہ عیش پر لات ماردی تھی اور نہیں اسکے [illegible] انبساط اٹھا [illegible] خود انہوں نے اسکو چھوڑ دیا تھا اس لیئے بڑی کامیابی جنت اور وہاں کے نعیم ہیں۔

دو باتیں بیان فرمائی تھیں ایک یہ کہ ایمانداروں کو ستانے والوں کو جہنم ہے دوسری یہ کہ ایمانداروں کو [illegible] اسلیئے ان دونوں کے مناسب دو قسم کے صفات بیان فرماکر کلام کو موکد کرتا ہے پہلی بات کے لیئے اپنی [illegible] قہر و قدرت کا اظہار فرماتا ہے فقال ان بطش ربک لشدید کہ تیرے رب کی گرفت سخت ہے جسکو پکڑ لیتا ہے تو پھر کوئی چھڑا نہیں سکتا ۔ دنیا میں بھی خوار و ذلیل کر دیتا ہے ۔ آخرت میں مبتلاء عذاب کرتا ہے نہ پھر کوئی تدبیر کام آتی ہے نہ کوئی حیلہ اور زور چلتا ہے ۔ بندہ کو کسی بات پر ناز نہ کرنا چاہیئے وہ دم بھر میں سلطنتوں کو خاک میں ملا دیتا ہے دولتمندوں کو مفلس کر دیتا ہے آبائی اعزاز کو برباد کر دیتا ہے ۔

دوسری بات کے لیئے صفات رحم و عطاء و بذل وجود کو ذکر کرتا ہے فقال انه ہو یبدئ و یعید کہ وہ سب دو فیاض ہے پہلا وجود بھی اسی نے عطا کیا تھا اور مرنے کے بعد بھی جو نئی زندگانی ہوگی اس وجود کو بھی وہی عطا کریگا۔ یہاں دار آخرت کا ضمناً ثبوت بھی تھا اور یہی زندگی فوز کبیر کا مقدمہ ہے اس لیئے اسکے بعد فوز کبیر کے متعلق صفات بیان فرماتا ہے۔

وہو الغفور کہ وہ بخش دینے والا بھی ہے ۔ بندوں کے گناہوں سے توبہ و استغفار پر درگذر بھی کرتا ہے اور جو سرے سے نیکوکار ہیں انکے لیئے الودود پیار اور محبت بھی کرنے والا ہے ۔ اسکو اپنے بندوں سے ایسی محبت ہے کہ ماں کو اپنی اولاد سے بھی نہیں ۔ اور اسکے یہ بھی معنے ہوسکتے ہیں کہ وہی محبت کرنے کے قابل ہے وہی محبوب اصلی ہے ۔ ذو العرش تخت والا بھی تخت پر بیٹھکر اپنے ملک میں جو چاہتا ہے کرتا ہے کون ہے اسکے آگے صاحب تخت ؟ المجید بڑی شان والا ہے ۔ فعال لما یرید ۔ اور قادر مطلق بھی ہے جو چاہتا ہے کر ڈالتا ہے کوئی اسکو روک نہیں سکتا نہ کسی کام میں اسکو کسی مددگار کی طرف حاجت پڑتی ہے نہ وہ کسی سامان کا محتاج ہے۔

موت۔ حیات۔ تندرستی۔ بیماری۔ فتح و شکست۔ دولتمندی۔ افلاس عزت و ذلت سب آسمانی احکام ہیں بھلا کوئی انکو ٹال تو دے۔ انہیں احکام
کے ٹالنے میں اوہام باطلہ کہیں فال اور شگون سے مدد لیتے ہیں کہیں گنڈے اور ٹوٹکے کرتے ہیں کہیں بتوں سے مدد لیتے ہیں کہیں قبور صلحا
و انبیاء سے مدد لیتے ہیں کہیں انکی ارواح طیبات کو پکارتے ہیں مگر آسمانی حکم ہو کر رہتا ہے نہ کوئی تدبیر پیش چلتی ہے نہ کوئی حیلہ کارگر ہوتا ہے
اب بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے احاطہ میں ہر چیز ہے؟ کس لیئے کہ آسمان اُسکے احاطہ میں ہے۔ اور اُس نے لوگونکو احاطہ کر رکھا ہے۔ دوسری
بات کے لیئے یہ ارشاد ہوا والطارق اور قسم ہے مہین طارق کی۔ طارق کے لغوی معنی ہیں رات میں آنے والے کے خواہ کوئی آوے اور اسی لیئے
احادیث میں آیا ہے نعوذ باللہ من طوارق اللیل کہ اللہ کی پناہ ان حوادث سے جو رات میں یکایک آویں۔ اسلیئے کہ رات میں اُن کا تدارک
استغاثہ۔ تدبیر۔ علاج۔ استعانت وغیرہ اسباب سے مشکل ہوتا ہے مگر اسجگہ کیا مراد ہے؟ اسکو اللہ تعالیٰ آپ ہی تعظیم شان کے لیئے سامعین سے
دریافت کرکے وما ادراک ما الطارق کہ تو کیا سمجھا کہ طارق کیا ہے یعنی کوئی ایسی ویسی چھوٹی موٹی بات رات کی نہیں ہے پھر آپ ہی بتلاتا ہے
النجم الثاقب کہ وہ روشن ستارہ ہے۔ پھر علماء کے اسمیں کئی قول ہیں (۱) بعض کہتے ہیں جنس مراد ہے ہر ایک تارے کو شامل ہے کسی کی خصوصیت
نہیں کس لیئے کہ ہر ایک طارق ہے یعنی رات میں آنے والا ہے نمودار ہونے والا (۲) بعض کہتے ہیں ستارہ معین مراد ہے پھر اس معین میں
بھی کئی قول ہیں بعض کہتے ہیں زحل مراد ہے کس لیئے کہ ثقب چھید کرنے کو کہتے ہیں اور اسکی روشنی ساتوں آسمانوں کو چیر کر پہنچتی تک
آتی ہے بعض کہتے ہیں ثقوب روشنی کے معنی میں ہے اور ثریا کا گچھا بسبب اجتماع کے زیادہ روشن ہے اس لیئے وہ مراد ہے
بعض کہتے ہیں شہاب ثاقب مراد ہے۔ اور یہی اخیر قول زیادہ ترجیحان ہے کس لیئے کہ حفاظت کا نمونہ دکھانا منظور ہے۔ اور یہ بات
شہاب ثاقب سے زیادہ حاصل ہے کس لیئے کہ جب شیاطین عالم بالا میں اسرار غیبی لینے کو جاتے ہیں تاکہ لوگوں پر افشا کرکے اُن کے
اعتقادات خراب کریں اور قرآن میں خلل اندازی کریں تو شہاب ثاقب انپر دوڑ کر جاتا اور ہانک دیتا ہے گرچہ اور ستاروں سے بھی
حفاظت ہے عالم ارضی کی حفاظت اسلیئے کہ نباتات کی روئیدگی اور انکا پکنا پھولنا وغیرہ امور ستاروں کی شعاعوں سے متعلق ہیں
اور نیز وہ اجسام نورانیہ ہیں اور نور سے بالطبع شیاطین کو نفرت ہے کس لیئے کہ ان کا مادہ ظلمانی ہے اس لیئے وہ ان شمعوں اور آسمانی
چراغوں کی چکاچوند سے خیرہ ہو کر ہٹ آتے ہیں۔ اور یہی سبب ہے کہ اندھیرے مکانوں میں اور رات کو جہاں کہ چراغ وار روشنی نہو
شیاطین و خبائث کا زیادہ گذر اور اثر ہوتا ہے۔

اس محافظت کے مضمون کو جو مقصود اصلی اس مقام پر تھا اگرچہ ضمناً ثابت کیا گیا تھا مگر اسکو بصراحت ثابت کرتا ہے
اور اسکے موکد کرنے کو اسی کو جواب قسم قرار دیتا ہے فقال ان کل نفس لما علیہا حافظ کہ ہر نفس پر محافظ ہے یا یوں کہو ایسی کوئی جان یا
چیز نہیں کہ جسپر وہ محافظ نہو۔ پھر قرآن کی حفاظت کون بڑی بات ہے۔ نفس سے بعض علماء کے نزدیک مطلق ذات الشیٔ مراد ہے
اس تقدیر پر حافظ اللہ ہے کس لیئے کہ سوائے حق سبحانہ کے جو چیز ہے ممکن ہے اور ہر ممکن وجود و عدم میں مساوی الطرفین ہے
جانب وجود کسی مرجح کی ترجیح سے قائم ہوتی ہے اور وہ واجب تعالیٰ ہے پس وہی حق سبحانہ ہر چیز کا قیوم ہے وہی موجودات
کو باقی رکھتا ہے وہی حفاظت کرتا ہے اس بات کو اللہ تعالیٰ اس آیت میں ظاہر فرماتا ہے ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا

# سورۂ طارق مکیہ ھی اسمیں سترہ آیات ہیں

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ۙ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ ۙ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۙ إِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۙ

قسم ہے آسمان کی اور رات میں آنیوالے کی　اور تو کیا جانے کیا ہے رات میں آنے والا　تارہ چمکتا ہوا　ایسی تو کوئی بھی جان نہیں کہ جس پر ایک محافظ مقرر نہو۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ ۝ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝ إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝

پھر آدمی اسی ہی دیکھے کہ وہ کاہے سے بنایا گیا　ایک اچھلتے قطرہ سے جو پیٹ اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے۔ بیشک وہ اسکو لوٹا بھی سکتا ہے۔

## ترکیب

و للقسم۔ السماء مجرور معطوف علیہ والطارق عطف علیہ۔ والطارق ما یاتی لیلا سواء کان کوکبا او غیرہ (طروق بشب آمدن (منتخب ص ۲) طارق بشب آینده و ستاره و کشتی کردن فعل۔ از صراح۔ وما ادراک الجملۃ الاستفہامیۃ لتفخیم الطارق النجم الثاقب مستانفۃ جواب سوال کانہ قیل ما ہو فقال النجم الثاقب۔ ثقوب افروختہ شدن آتش ص۔ ان کل نفس لما علیہا حافظ قرء ابن کثیر وابی عمرو ونافع وکسائی لما بالتخفیف وقرء عاصم وحمزۃ والنخعی بالتشدید فمن خفف کانت ان عندہ المخففۃ من المثقلۃ واللام فی لما تدخل مع ان المخففۃ للفرق بین النافیۃ والمخففۃ واصلہ کما فی قولہ فما رعوہ ومن ثقل فان عندہ النافیۃ ولما بمعنی الا حافظ مبتدء علیہا خبر والجملۃ جواب القسم علی التقدیرین اے انہ الشان کل نفس لعلیہا حافظ۔ او ما کل نفس الا علیہا حافظ۔ مم خلق الخ الجملۃ مستانفۃ جواب سوال مقدر والماء المنی والدفق الصب دافق اے مدفوق مصبوب فی الرحم یخرج الجملۃ صفۃ ماء والترائب جمع تریبۃ وہی موضع القلادۃ من الصدر والصلب والصدر لہما دخل عظیم فی تولد المنی لان للدماغ دخل تام ولہ خلیفۃ وہی النخاع وہی فی الصلب ولہ شعب کثیرۃ نازلۃ الی مقدم البدن وہو الترائب فلہذا السبب خصصہما اللہ بالذکر والمادۃ المنی فی الانثیین تتولد من فضلۃ الہضم الرابع وتنفصل عن جمیع اجزاء البدن حتی یاخذ من کل عضو طبیعۃ وخاصیۃ فیصیر مستعدا لان یتولد منہ مثل تلک الاعضاء انہ الضمیر یرجع الی اللہ سبحانہ والضمیر فی رجعہ الی الانسان فالمصدر مضاف الی المفعول۔

## تفسیر

یہ سورت بھی مکہ میں نازل ہوئی ہے چونکہ لفظ طارق اسمیں ہے اس لیئے اسکا نام سورہ طارق قرار پایا اسکی سترہ آیات ہیں۔ مناسبت اسکی پہلی سورہ سے آسمان کے ذکر اور مسئلہ مبداء و معاد کے ذکر سے اور نیز خاتمہ سے ظاہر ہے۔

سورہ بروج میں فرمایا تھا کہ اللہ کے احاطہ میں لوگ ہیں۔ اور یہ بھی کہ قرآن لوح محفوظ میں بحفاظت ہے۔ اب ان دونوں باتوں کے متعلق دو چیزوں کا ذکر قسم کھا کر کرتا ہے۔ فقال والسماء قسم ہے آسمان کی اسمیں پہلی بات کی تائید ہے کہ آسمان ہمارا بنایا ہوا ہے مگر اسنے سب کو گھیر رکھا ہے صورۃ و معنی جہاں جاؤ اور کسی ملک یا دریا میں چلے جاؤ آسمان سر پر موجود اور ہر طرف سے محیط ہے سو پھر زمین کے روی آسمان بروپیداست و اور نیز آسمانی احکام سے کوئی سرتابی نہیں کر سکتا

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۙ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۗ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۙ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۙ

جس دن کہ بھید کھولے جائیں پھر تو نہ اسکا کچھ زور ہوگا اور نہ کوئی مددگار قسم ہے آسمان بارش والے کی اور زمین بوٹیوں والی کی کہ

إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۙ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۗ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۙ وَّأَكِيدُ كَيْدًا ۚ فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ

یہ بات فیصلے کی ہے اور یہ کچھ ہنسی نہیں وہ تو ایک داؤ کر رہے ہیں اور میں بھی ایک داؤ کر رہا ہوں پھر تو منکروں کو تھوڑی سی

أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۧ

مہلت ان کو تھوڑے دنوں چھوڑ دے

## ترکیب

یوم منصوب برجعہ وقیل لہ او بقول العامل مقدرا ای یرجعہ او اذکر فیکون مفعولا بہ والسرائر جمع سریرۃ والسریرۃ جمعہ اسرار وہو الذی یکتم والاسرار الاختفاء والاستواء۔ قال ابو مسلم بلوت یقع علے اظہار الشیء وعلے امتحانہ والسماء الواو للقسم ذات الرجع صفۃ للسماء۔ قال الزجاج الرجع المطر لانہ یجیء ویرجع ویتکرر وقال الخلیل الرجع المطر نفسہ والرجع نبات الربیع وقال الواحدی الرجع المطر فی قول المفسرین۔ وقال ابن زید الراجع الشمس والقمر والنجوم یرجعن فی السماء یطلع من ناحیۃ وتغرب فی ناحیۃ وقال القفال معناہ ذات النفع وقال ابن عباس الرجع المطر بعد المطر والارض معطوف علے السماء ذات الصدع صفۃ للارض۔ الصدع ہو الشق قال ابن عباس تنشق عن النبات والاشجار وقال مجاہد ہو الجبال بینہا شق وطریق نافذ کما فی قولہ وجعلنا فیہا سبلا فجاجا وقال اللیث الصدع نبات الارض لانہ یصدع الارض فتتصدع ۔ انہ لقول الخ جواب القسم والضمیر فی انہ یرجع الی ما اخبرتکم بہ من قدرتی علے احیائکم یوم تبلی السرائر وقیل یرجع الی القرآن امہلہم بدل من مہل ومہل وامہل بمعنے واحد مثل نزل وانزل رویدا منصوب علے انہ مصدر مؤکد للفعل المذکور او نعت لمصدر محذوف ای امہلہم امہالا رویدا ای قلیلا او قریبا ویجوز ان یکون حالا۔ روید فی کلام العرب علی ثلاثۃ اوجہ (۱) اسم للامر کقولک روید زیدا ای دعہ ولا تتصرف لانہا غیر متمکنۃ (۲) ہو مصدر کسائر المصادر فیضاف الی ما بعدہ تقول روید زید کما تقول ضرب زید (۳) ہو نعت منصوب کقولک سار واسیر ارویدا وربما یحذفون المنعوت فیقولون رویدا مقامہ۔ من الکبیر

## تفسیر

اور وہ اعادہ کس روز ہوگا؟ اسکو بتاتا ہے یوم تبلی السرائر جس روز کہ مخفی باتیں ظاہر ہوجاویں یعنی قیامت کے روز۔ اس جملہ میں قیامت کی بھی ایک صفت بیان ہوگئی کہ وہ ایسا روز ہے کہ جسمیں آج جو کچھ مخفی کہا جاتا ہے ظاہر ہوجاویگا۔ اس عالم ناسوتی میں احکام روح مخفی و مستور اور احکام اجسام ظاہر ہیں گناہ در پردہ ہوں یا ظاہر انکی کیفیت جسم پر ظاہر نہیں ہوتی۔ اسیطرح اخلاق ذمیمہ بخل حسد و کینہ حب جاہ و مال سب مخفی ہیں اور اسیطرح ایمان و حب الٰہی و صداقت و ذکر الٰہی وغیرہ افعال و اخلاق محمودہ کا بھی کوئی اثر ظاہر بدن پر نہیں ہوتا لیکن قیامت کے روز معاملہ برعکس ہوگا روحانی آثار ظاہر ہوجاوینگے سرائر عام ہے پوشیدہ گناہوں اور مکر و حیلہ کو بھی شامل ہو کہ جنکے اخفا کی دنیا میں کوشش کیا کرتے تھے۔ اور عقائد باطلہ و نیات فاسدہ کو بھی اسیطرح نیک کاموں کو بھی جنکو مخفی کرتے تھے۔ روزہ اور نماز تہجد اور

اور اگر نفس انسانیہ یا حیوانیہ مراد ہوں تو بالخصوص انکی قومیت کیطرف اشارہ ہوگا اور اسطرف بھی کہ وہی ہر وقت انکی خبر گیری کرتا ہے انکے منافع و اسباب زندگی بہم پہونچاتا ہے مضرات سے بچاتا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ حافظ سے مراد ملائکہ ہیں جیسا کہ فرماتا ہے ویرسل علیکم حفظۃ ویحفظونہ من امر اللہ۔ ہر بلا سے وہی حفاظت بحکم ربی کرتے ہیں اگر اسکی طرف کی حفاظت نہو تو انسان کے حشرات الارض سے لیکر درندوں تک اور جن و شیاطین بلکہ ارضی و سماوی سیکڑوں جان لینے والے ہیں دریا میں اور خشکی پر وہی حفاظت کرتا ہے۔ انسان کے اندرونہ اعضا کے افعال و قوے کی وہی محافظت کرتا ہے

جبکہ یہ ثابت کردیا گیا کہ وہی محافظت کرتا ہے اسی نے امن دے رکھا ہے تو اس حالت میں اور اس فرصت میں اصلی مقصد کی تحصیل میں کوشش کرنا چاہیے خصوصاً جبکہ انسان کے اعمال بھی حفاظت سے دفتروں میں لکھے جاتے ہیں اور اعلیٰ مقاصد میں سے تمام اہل ادیان و اہل عقول کے نزدیک مبدء و معاد کی معرفت ہے اور یہ بھی متفق علیہ ہے کہ معاد کی معرفت مبدء کی معرفت پر مقدم ہے اس لئے اولاً اللہ نے معرفت مبدء کیلئے پہلے یہ کلام ذکر فرمایا فقال فلینظر الانسان مم خلق کہ آدمی خود نظر کرے کہ وہ کاہے سے بنایا گیا ہے وہ دیکھے کہ اس کی اصل کیا ہے اور کس نے اسکو کیونکر بنایا ہے؟ پھر آپ ہی فرماتا ہے خلق من ماء دافق کہ ایک پانی کی بوند سے بنایا گیا ہے اچھلتا ہوا یعنی منی کی قطرہ سے جو کود کر نکلتا ہے۔ یخرج من بین الصلب والترائب وہ قطرہ پیٹھ اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے کیونکہ اطبا کے نزدیک منی کا خزانہ انثیین ہے اور رحم میں پڑنے کے وقت وہیں سے نکلتی ہے لیکن اس مادہ کی تولید کا اصل سرچشمہ تمام اعضا و درستی بدن ہے اور خصوصاً دماغ۔ اور اسی لئے جب ضعف دماغ ہوتا ہے تو یہ قوت کم ہو جاتی ہے اور کثرت جماع سے دماغ کو ضعف عارض ہوتا ہے اور اسکے بعد تمام بدن میں بھی نحافت محسوس ہوتی ہے اور دماغ سے پیٹھ پشت کی طرف آتے ہیں جنکو نخاع کہتے ہیں اور اسیطرح اسکی شاخیں مقدم بدن کیطرف بھی آئی ہیں جو سینہ ہے اور عربی میں اسکو ترائب کہتے ہیں اسلئے یہ کہنا بہت صحیح ہے کہ منی پیٹھ اور سینہ کے درمیان سے نکلتی ہے اور یہ مراد نہیں کہ پیٹھ اور سینہ میں منی موجود رہا کرتی ہے وہاں سے نکلتی ہے بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ مرد کی منی دماغ سے نکلکر پیٹھ کیطرف سے انثیین کی رگوں میں آتی ہے اور عورت کی سینہ میں سے۔

آیت میں نہ اس بات کی تصریح ہے کہ انسان مرد و عورت دونوں سے بنتا ہے نہ اس بات کی کہ صرف مرد کی منی سے اور جس کسی نے کچھ ثابت کیا ہے تو قرائن و استنباط سے۔

گرچہ انسان حقیقی روح ہے اور وہ نہ کسی قطرہ منی سے بنی ہے نہ اور کسی مادہ عنصری سے لیکن اس روح کا مرکب عالم حسی میں بدن انسان ہے اور عالم ناسوتی میں غالباً اسی پر اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے اور اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ یہ منی کے قطرہ سے بنتا ہے پھر اسکا بنانے والا کون ہے؟ وہی قادر مطلق اس قطرہ کو رحم میں اس سانچے میں ڈھالتا اور کیا کیا کاریگریاں کرتا ہے۔ اسکے بعد معرفت معاد پر جو دلالت کرے اسکو ذکر فرماتا ہے فقال انہ علیٰ رجعہ لقادر کہ وہ کہ جس نے اسکو ایک قطرہ سے بنایا مرنے کے بعد بار دگر اسکو بنانے اور اسکی اس صورت کیطرف لوٹا دینے پر قادر ہے وہ بار دیگر پھر اسکو ویسا ہی بنا سکتا ہے جن اجزا سے منی بنائی گئی تھی پھر کیا وہ ان اجزا سے اسکی دوبارہ جسمیت کا مادہ مجتمع نہیں کرسکتا؟ ضرور کرسکتا ہے۔ اس کلام کے یہی معنی ہیں کہ وہ پھر اسکو انہیں اجزا کی طرف پلٹا سکتا ہے پھر وہی منی کا ایک قطرہ کرسکتا ہے انسان حیوان و نباتات میں اسکی گردش ظاہر ہے جس قطرہ سے یہ بنا تھا اسکے تمام جسم کا عطر پھر وہی قطرہ ہے جس سے پھر ویسا ہی انسان

## سورۃ الاعلیٰ مکیۃ وھی تسع عشرۃ آیۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝ الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ ۝ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ ۝ وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَىٰ ۝

تسبیح کر اپنے رب کے نام کی جو سب سے اعلیٰ ہے جس نے پیدا کیا ... اور جس نے اندازہ ٹھہرا کر راہ دکھائی اور جس نے ... چارہ نکالا۔

فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَىٰ ۝ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسَىٰ ۝ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَىٰ ۝

پھر اسکو کالا کوڑا کر دیا ... ہم پڑھائینگے تجھکو پھر تو نہ بھولیگا مگر ... وہ کھلا اور چھپا سب کچھ جانتا ہے۔

الاعلیٰ صفۃ ربک، الذی ... الذی ... علی ... الذی قبلہ۔ فقدر قرّی ... والذی اخرج ... فجعلہ بعد ذلک ... الاسود ... من ورق الشجر ... فی القاموس الحوۃ ... قال ابن عباس غثاء ... ولا تنسی ... الا ما شاء اللہ ان ینسیہ ... صلی اللہ علیہ وسلم ... کقولہ خالدین فیہا مادامت السماوات والارض الا ما شاء ربک۔ انہ یعلم الجہر ... لما قبلہ۔

## تفسیر

یہ سورہ بھی جمہور کے نزدیک مکہ میں نازل ہوئی ہے اسمیں انیس آیات ہیں۔ ابن عباس و ابن الزبیر و عائشہ رض بھی یہی فرماتے تھے امام احمد و بزار و ابن مردویہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس سورہ کو بہت محبوب رکھتے تھے (کیونکہ اسمیں بہت سے علوم اور خیرات ہیں) امام مسلم و امام احمد و اہل سنن نے نعمان بن بشیر سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور ہل اتاک حدیث الغاشیہ پڑھا کرتے تھے۔ اور مسلم وغیرہ نے جابر بن سمرہ رض سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھتے تھے۔ ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ نے ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور دوسری میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری میں قل ہو اللہ احد پڑھا کرتے تھے۔

مناسبت اس سورۃ کی سورہ طارق سے بہت سے مضامین میں ہے ازانجملہ یہ کہ سورہ طارق میں انسان اور اسکے بعد دیگر مخلوق کی آفرینش بیان کی تھی کہ انسان قطرۂ منی سے اور نباتات آسمانی پانی سے اسکی قدرت سے پیدا ہوتے ہیں اس سورہ میں انتہا بیان ہے کہ آخرکار

نفسی خیرات اور دل کے ملکات کا ظہور ہوا سید اشواق کو بھی اور سیرات و معاملات کو بھی بر اثر ہیں اور خفا میں تھا پیدا کر دیا جائیگا فمالہ من قوۃ پھر نہ اسکو خود قدرت ہوگی کہ اخفا کر سکے اور انکار رہے۔ یہ کہہ پوشیدہ رہے گی راکو دور کر سکے ولا ناصر اور نہ اور کوئی دوسرا ان اخفا میں اور انکار کے بعد سزا دور کرنے میں مدد کر سکے گا جیسا کہ دنیا میں ہوا کرتا ہے۔

ان آیات میں دو باتیں ذکر ہوئی ہیں اول یہ کہ انسان کو بار دیگر خدا تعالیٰ اسی طرح زندگانی عطا کر سکتا ہے دوسری یہ کہ اس دوسری زندگانی عطا ہوگی مخفی باتیں ظاہر ہو جاوینگی اس لیے ان دونوں باتوں کے لیے مثال پیش کرتا ہے جنکا ہر ایک مشاہدہ کرتا ہے اور لطف یہ کہ ان دونوں مثالوں یا نمونوں کو قسم کھا کر بیان فرماتا ہے۔ اول نمونہ والسماء ذات الرجع کہ قسم ہے آسمان بارش والے کی رجع کے معنی اکثر مفسرین کے نزدیک بارش کے ہیں اور بعض کے بھی عرف عام میں بارش کا آنا ان معنے سے ظاہر ہوتا ہے گویا دلوں سے بستی ہے اور اسی لیے بادلوں کو بھی آسمان سے تعبیر کرتے ہیں اس لحاظ سے آسمان کو بارش والا کہا گیا۔ اس میں بار دیگر زندگانی کا نمونہ ہے برسات میں سبزہ اگتا ہے اگر چہ ابھی کو کچھ کر جو ہرا ہو رہا ہے خشک ہو کر نابود ہو جاتا ہے اگلے سال پھر جو بارش ہوتی ہے تو وہ تمام نباتات دوبارہ سر سبز ہو جاتے ہیں اور اپنی پہلی حالت کیطرف رجوع کر جاتے ہیں انہ علی رجعہ لقادر اس جملہ میں اسی مضمون کی تصریح ہے۔ بعض علماء نے رجع کے معنی حرکت دورہ کے اور جانے کے بھی لیے ہیں اس تقدیر پر آسمان چکر لگانے والے معنی ہونگے اس میں بھی یہ مضمون ثابت ہے جیسا کہ آسمان چکر لگاتا ہے اور آتا ہے اور جاتا ہے پھر دن ہو جاتا ہے اسیطرح انسان کا بھی بار دیگر انہی حالات پر لوٹ آنا کچھ بھی مشکل نہیں۔ دوسری بات کے لیے یہ دوسرا نمونہ پیش کیا جاتا ہے والارض ذات الصدع کہ قسم ہے زمین پھٹنے والی کی صدع کے معنی پھٹنے کے بھی ہیں اور نباتات کے بھی۔ دیکھو زمین میں جو جو چیزیں دفن ہو گئے ہیں ایک وقت پر وہ ظاہر ہو جاتے ہیں زمین پھٹ کر اس میں سے کیسی کیسی جڑی بوٹیاں موسم بہار میں نکل آتی ہیں اور چشمے اور معادن بھی ظاہر ہو جاتے ہیں۔ آسمان کا پانی بمنزلہ منی والد کے ہے اور زمین بمنزلہ رحم مادر کے نباتات واشجار و دیگر اشیاء اسکے بچے ہیں جو ہر سال پیدا ہوتے ہیں اور مرٹ جاتے ہیں اور کچھ پیدا ہوتے ہیں اور پھر مٹ جاتے ہیں یہی حال اس دنیا اور دار آخرت کا ہے کہ اسکے بعد پھر یہ زندگی عطا ہوگی قسم کھا کر وہ جامع بات یہ بیان فرماتا ہے انہ لقول فصل مرکے جینے اور مخفیات کے ظاہر ہو جانے کی بات قطعی اور دو ٹوک بات ہے وما ھو بالھزل اور یہ ہنسی اور لغو بات نہیں جیسا کہ انہم یکیدون کیدا وہ کفار کہتے ہیں کہ ابھی وہاں کا حال کس نے دیکھا ہے۔ لوگوں کی ترغیب و ترہیب کے لیے حضرات انبیاء ایسے خیالی مضامین جنت و دوزخ سزا و جزا کی تراش کر بیان کر دیا کرتے ہیں جیسا کہ بچوں کو خیالی باتوں سے بہلایا اور ڈرایا کرتے ہیں یہ تھا کفار کا کید۔ واکید کیدا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انکے مقابلہ میں میں بھی کید کر رہا ہوں۔ ان باتوں کو دلائل انفس و آفاق سے ثابت کر رہا ہوں یہ اسکا کید ہے۔ یا یوں کہو ان کا دار آخرت سے غافل ہو کر حصول دنیا کے لیے اور دین الٰہی کے برباد کرنے کے لیے تدابیر نکالنا یہ ان کا کید تھا اور اسکے مقابلہ میں اسلام کے غلبہ اور ہدایت کے سامان پیدا کرنا اور انکی بربادی کے سامان قریب لانا یہ کید الٰہی ہے مشاکلت کے وجہ سے کید کا اس فعل الٰہی پر اطلاق ہوا۔ چونکہ وقت قریب آگیا ہے فمہل الکافرین ان کو مہلت دے امہلہم رویدا انکو اور تھوڑے دنوں مزہ کر لینے دیجیے بد دعا نہ کرو۔ پھر تو ہمیشہ کا عذاب انکے لیے ہے یہ مہلت بھی کید الٰہی ہے

یعنی اس ظلمت کدہ اور سناکرات پست میں جو تو نے آنکھ کھول کر ہمساری مخلوق ہی کو دیکھا ہے اور انہی کے حالات کا تجھے مشاہدہ
ہوا ہے اور انہی تو نے ہمکو سمجھا ہے کہ اخر ان کا کوئی بنانے والا ہے اس سے تو ہمکو مخلوق پر قیاس کر لینا ہوا سے لیے جسم اور توالد و تناسل
اور تغذیہ اور خواب اور بچپنا ترقی اور پھر تنزل اور بیچ میں بیماری وغیرہ اور اپنی سی شکل وغیرہ اور اپنے سے اسباب معیشت میں
محتاجگی مکان لباس کھانے پینے وغیرہ امور میں نہ سمجھ ہم ان سب باتوں سے پاک اور منزہ ہیں۔ یہ ہے تسبیح مگر اس سمجھنے پر آمادہ
کرنے والا لفظ سبحان اللہ وبحمدہ۔ یا سبحان ربی الاعلےٰ وغیرہ کہنا ہے اسی لیے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ جب تو سبح اسم ربک الاعلےٰ پڑھے تو کہہ سبحان ربی الاعلےٰ (رواہ عقبہ بن عامر) اور ابو داؤد و ابن ماجہ وابن حبان نے
روایت کی ہے کہ جب فسبح باسم ربک العظیم نازل ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسکو رکوع میں
کہا کرو اور جب سبح باسم ربک الاعلےٰ نازل ہوئی تو فرمایا کہ اسکو سجدہ میں کہا کرو یعنی رکوع میں سبحان ربی العظیم
اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلےٰ کہا کرو۔

علماء نے فرمایا ہے کہ تسبیح کے معنے ہیں خدا تعالےٰ کو ہر عیب سے اور نقصانوں سے بری اور منزہ سمجھنا اسکی ذات اور صفات
اور افعال کو سب نقصانوں سے بری اور پاک جاننا اور منہ سے کہنا تسبیح ہے۔ اور لفظ اسم کے لانے میں یہ حکمت ہے
کہ اسکی ذات تک رسائی نہیں صرف اسم تک ہے۔ لیکن آثار و صفات سے اسکو جانتے ہیں بعض فرماتے ہیں لفظ اسم
محض تعظیم کے لئے ہے ورنہ مراد تسبیح اسکی ذات کی ہے۔ بعض فرماتے ہیں اسلئے اسم کو لائے ہیں کہ اسکا نام ہر بری
سے بچانا نجاست اور ناپاک جگہوں میں پڑھنے سے بچنا کام ہے۔ اور لفظ ربک میں اسرار کا اظہار ہے کہ وہی تسبیح کا مستحق ہے
کیونکہ وہ پرورش دفعتاً فوقتاً پرورش کیا کرتا ہے نطفہ سے لے کر آخر تک وہی تو مربی اور محسن ہے اور لفظ اعلیٰ
میں یہ بات بتلا دی کہ دنیا کے مربی درحقیقت مربی نہیں بلکہ وسائل ہیں جیسا کہ ماں باپ آقا بادشاہ ولی النعمۃ
کیونکہ جو اسکی پیدا کی ہوئی نعمتوں کو دیتے ہیں گو اس لیے وہ بھی قابل شکرگزاری ہیں مگر رب اعلےٰ وہی ہے۔ اور نیز
لفظ اعلےٰ میں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ وہ سب خیالات و توہمات کے احاطے سے بالاتر ہے اس لیے تسبیح کا مستحق ہے
اور یہ بھی کہ وہ سب سے بالادست ہے سب کا حاکم ہے اسکا کوئی شریک نہیں پھر وہی تسبیح و تقدیس کا سزاوار ہے۔ اور
اسطرف بھی اشارہ ہے کہ تسبیح کرنے سے انسان پر بھی اس تنزیہ و تقدیس کا اثر پڑ کر یہ آلایش جسمانی سے پاک و صاف ہو کر اس قابل
ہو جاتا ہے کہ عالم بالا میں شامل ہو۔

ف خدا پاک کی ستایش میں صفات حمیدہ کا اثبات ہوتا ہے اور تسبیح میں صفات رذیلہ سے جو اسکی شان کے منافی ہیں
تنزیہ اور تبری ہوتی ہے یعنی دور کرنا چونکہ ثابت کرنا جسکو تحمید کہتے ہیں بعد کا مرتبہ ہے اس لیے اول تسبیح کا حکم دیا بعد میں
اسکے صفات حمیدہ ذکر کرنے کا۔ اور اسی لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو ملانیکا ارشاد فرمایا ہے سبحان اللہ وبحمدہ
کہنا موجب ثواب واجر عظیم قرار دیا۔ تسبیح کے انوار منعکس ہو کر تسبیح کرنیوالے کی روح پر پڑتے ہیں اور پھر اسکی روح میں نورانیت ہو جاتی ہے

مرجھا جاتے اور چورا چورا ہوکر ہواؤں میں اڑتے بھرتے ہیں پاؤں میں آتے خاک میں ملجاتے ہیں وجود نا سوتی میں ایک جلوہ دکھا کر چلے گئے

**شان نزول** اس سورہ کا مفسرین نے یوں بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی بڑی سورتیں نازل ہونی شروع ہوئیں اور جانب غیب سے بیشمار علوم و معارف کا فیضان ہونا شروع ہوا تو آپکے دل میں یہ خیال گذرا کہ میں خود لکھا پڑھا نہیں ہوں ایسا نہ ہو کہ ان میں سے کوئی چیز بھول جاؤں اس لیئے اس سورہ میں حق سبحانہ آپ کی تسلی کرتا ہے کہ آپ نہیں بھولیں گے۔

(واضح ہو)

کہ قرآن مجید کی ہر ایک سورہ منزل ایک کتاب کے ہے ہر ایک میں علوم و معارف انسانی سعادت کی رہنمائی کرنے میں کافی وشافی ہیں۔ تکمیل انسان کے لیئے ان چند علوم کی اشد ضرورت ہے (۱) مبدء و معاد کی کہ ہر عاقل کو یہ غور کرنا چاہیئے کہ یہ مخلوق کس نے بنائی اور اس میں کیا کیا کاریگری کی۔ اگر کسی درخت یا جڑی بوٹی کو بغور ملاحظہ کیجئے گا تو اسکو معرفت الٰہی کا ایک دفتر پائیگا۔ جب یہ خیال ہوگا کہ اسکی ابتدا کیا تھی؟ ایک تخم خشک پھر زمین میں جا کر آب و ہوائی نے اسکی ان قوتوں کو جو مبدء فیاض نے اسمیں ودیعت رکھی تھیں کسطرح سے ابھارا اور پھر اسمیں سے ایک بتہ نکلا اور نکلکر میدان وجود کو طے کرتے ہوئے اپنے کمال کو پہونچا۔ پہونچتے ہیں تو ایک سانچے میں ڈھلے ہوئے اور پھول ہیں تو عجب رنگ اور صورت میں کس کاریگری کے ساتھ اور پھر ہر شاخ کا نشو و نما ہے تو کس انداز کے ساتھ اور یہ اس مدریجی ترقی میں اسکے لیئے کیا کیا سامان مہیا کیئے جاتے ہیں۔ اور پھر ہر ایک چیز میں ایک جدی خاصیت رکھی گئی ہے اور اسکی بقا اور حاصل کرنے اور تولد و تناسل کے جو قاعدے مقرر کر رکھے ہیں ان میں غور کرنے سے اور بھی حیرت پیدا ہوتی ہے۔ پھر اگر انسان اپنے حالات میں غور کرے کہ میں کسطرح سے پیدا ہوا اور میری بناوٹ میں کیا کیا خوبصورتی کی شانیں نمایاں کی ہیں اور مجھ میں کیا کیا قوتیں ودیعت رکھی ہیں اور میں بے اختیار کیونکر جسمانی ترقی کرتا جاتا ہوں تو حیران رہجائے اور بے اختیار کہہ بیٹھے سبحان ربی الاعلی۔ اور جب اس کتاب وجود کے ان اوراق کا مطالعہ کرکے اسکے اخیر باب پر پہونچے کہ اخیر اسکا کیا ہوتا ہے اور کیونکر تدریجاً فنا کے گڑھے میں گر جاتا ہے تو روح انسانی کو ضرور اپنے خالق و مربی کے ساتھ دل بستگی کرنے کا ولولہ اٹھتا ہے اور یہ تمام دنیاوی زرق برق جسکی ہستی حباب کی بقا سے مشابہ ہے بیقدر ہو جاتی ہے اسلیئے اس دوم (۲) علم کی طرف مشتاق ہوتا ہے کہ میں اپنے ایسے خالق و مالک و مربی سے کہ جسکو نہ میری دنیاوی آنکھیں دیکھ سکتی ہیں نہ ہاتھ ٹٹول سکتے ہیں نہ کان سن سکتے ہیں نہ زبان چکھ سکتی ہے نہ ناک سونگھ سکتی ہے کیونکر پہچانوں اور کسطرح سے تقرب حاصل کروں تاکہ میں اس جسم کے لباس چھوڑنے کے بعد اسکے جلال کبریائی میں جگہہ پاؤں اور اسکی تجلی سے متجلی ہوکر عالم بالا کے لوگوں میں ملجاؤں اور یہی انسان کی تکمیل اور یہی اسکی سعادت اور یہی اسکے اس سفر کا نتیجہ ہے۔

حق سبحانہ اس سورہ میں ان دونوں علوم کو منکشف کرتا ہے۔ مگر چونکہ دوسرا علم مقصود اصلی ہے اسلیئے اول اسی کی رہنمائی کرتا ہے اور بعد میں دوسرے علم کی طرف مشتاق کرتا ہے فقال سبح اسم ربک الاعلیٰ کہ اپنے رب بالا کے نام کی تسبیح کیا کر یہی اس تک تیرے تقرب کا یہی ذریعہ ہے۔ اور وہ کون ہے تیرا رب۔ اور رب بھی اعلیٰ

فقال سنقرئک فلا تنسیٰ کہ مرنے کے بعد تیرے نامۂ اعمال کو ہم تجھ سے پڑھوائینگے کو تو اسے انسان اب اسکو نہین پڑھ سکتا جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہے اقرء کتابک کہ ہم کہین گے پڑھ اپنی کتاب اور اسوقت تو اپنے اعمال نیک و بد بن سے کچھ بھی نہ بھولیگا سب بغیر سے یاد آجائینگے الا ما شاء اللہ مگر وہ کہ جسکو اللہ چاہیگا معاف فرما دیگا اور وہ نہ کہ ان کہ بعض تو سے کام اور انکی شرمندگی کے اسباب ہین جو دنیا مین انسے سرزد ہوگئے تھے اور پھر انہون نے توبہ و استغفار و گریہ و زاری کر کے اپنی بدی مٹا ڈالی تو اگر خدا پاک وہان بھی یاد دلائیگا تاکہ انکی شرمندگی اور رنج کا باعث ہو ان خاص صاحب حضرات انبیاء علیہم السلام کی لغزشین یاد فرما دینا باتین جو انسان سے ہمیشہ مایہ شرمندگی و مرتد ہو جاتی ہین یہ مرنے کے بعد خصوص عنایت مین ایک حضور علمی کا مرتب ارواح کو حاصل ہوتا ہے کس لیئے کہ سب وہان دنیا جیسا [illegible] سب چیزم کہ ہم اور ہم یہ تمام باتین کیون یاد دلائینگے انہ یعلم الجہر وما یخفیٰ اس لیئے کہ اللہ کو کھلی اور چھپی بات سب معلوم ہے کوئی بھی اس سے مخفی نہین اب جو کچھ کرو ہوشیاری سے کرو اور جان لو کہ اسکو ایک روز سب بارے ہمارے جتلائیگا اور ہر ایک برے اعمال کی تو پھر [illegible]

ان آیات سنقرئک الخ کی تفسیر مین بعض مفسرین یہ کہتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب جبرئیل وحی لاتے تو آپ پڑھتے کہ کہین کچھ بھول نہ جاؤن جبرئیل کے ساتھ ساتھ جلد جلد پڑھتے جاتے اور ہر آیت کو یاد کرتے تھے اس سے منع کر دیا گیا اور فرمایا کہ اس محنت کی کیا ضرورت ہے ہم تجھے پڑھائینگے تو آپ نہین بھولینگے الا ما شاء اللہ مگر جو خدا چاہے کہ شریعت سے اسکو منسوخ کردے یہان وہ ہوجاتا ہے کہ بالکل ذہن سے نکل ہی جاوے[ف] اور ایسا ہوتا تھا چنانچہ نماز میں ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک آیت پڑھنی بھول گئے نماز کے بعد آپ نے پوچھا کیا مین کوئی آیت چھوڑ گیا ابی بن کعب نے عرض کیا ہان یا رسول اللہ فلان آیت چھوٹ گئی بعض فرماتے ہین الا ما شاء اللہ تبرکاً فرما دیا گیا تاکہ معلوم رہے کہ بھلا دینا بھی اسی کے اختیار مین ہے ورنہ بھولایا آپکو کبھی نہین اور اسکا قول ہے انہ یعلم الجہر کیونکہ وہ تیرے موجودہ کمالات کو جانتا ہے وما یخفیٰ اور جو تیرے اندر استعداد کامل کمی ہو اسکو بھی جانتا ہے تو اس قابل ہو کہ حق سبحانہ تیرے ذہن کو عالم غیب کا آئینہ یا خزانہ کردے چنانچہ ایسا ہی کردیا پھر قرآن مجید مین سے ایک حرف بھی آپ نہ بھولے تھے اور آپکی برکت سے بہت سے صحابہ بھی قرآن مجید کے حافظ تھے اور امتون کیطرح کتاب آسمانی کا کتابت پر انحصار نہ تھا بلکہ تمام قرآن ان پاک بازو نکے سینو پر لکھا ہوا نہین بلکہ کھدا ہوا تھا اور انکی یہ برکت اب تک امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام مین مستمر چلی آتی ہے خصوصاً اس گروہ مین جو انکے قدم بقدم ہے ہر گاؤن اور شہر مین حفاظ موجود ہین یہان تک کہ چھوٹے چھوٹے لڑکے اور عورتین بھی تمام قرآن مجید کے حافظ ہین اگر خدانخواستہ تمام دنیا مین ایک نسخہ بھی قرآن مجید کا باقی نہ رہے تو ایک گاؤن مین سے ایک لڑکا سب قرآن کو لکھوا دے اور ایک لفظ اور حرف بلکہ زیر و زبر کا بھی فرق نہ آنے پاوے فلا تنسیٰ کی بشارت کیسی جلوہ گر ہو رہی ہے بھلا کوئی دوسری قوم تو اپنی کتاب کا ایک ہی حافظ دکھا دے نہ کوئی وید کا حافظ سننے مین آیا نہ انجیل کا نہ توریت کا نہ زبور کا۔

---

ف اس مین یہ بھی اشارہ ہے کہ جو خدا پاک کی تسبیح و تہلیل کرتا ہے یہانتک کہ اسکی روح پر انوار قدس فائض ہونے لگتے ہین تو علم غیب اسکے دل کو علوم و معارف کا چشمہ کردیتا ہے اسکو اس حال مین وہی پڑھاتا ہے اس صفت مین اول درجہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہین پھر اولیاء کرام ۱۲ منہ

ف اس سے یہ سمجھ لینا کہ پیغمبر علیہ السلام قرآن کی بعض آیات بھول گئے تھے یا بعد اسکے بھلوا دی تھین ایک غلط خیال ہے جسکی بنا پر اخبار احاد غیر صحیحہ اور غلط فہمی پر ہے ۱۲ منہ

اسکے بعد اس اول علم کیطرف اشارہ کرتا ہے جسکو علم مبدء کہتے ہیں کیونکہ جب اُسکی ذات و صفات و لقدس کا علم اور اُسکے انوار اُسپر برتو فگن ہوجاوینگے تو مخلوق کے پیدا کرنے کے اسرار خوب سمجھ سکے گا۔

فقال (۱) الذی خلق فسوّیٰ اسکی تسبیح و تقدیس کر کہ جس نے مخلوق کو پیدا کیا اور پیدا کیکے یونہی ابتر اور بیکار اور بیڈول نہیں چھوڑ دیا بلکہ اُسکو ٹھیک اور درست بھی کیا جسکے لیے جو چیز اور جس قوت اور صورت کی حاجت تھی وہی عطا کی ہر ایک مخلوق میں اگر نظر کیجئے گا انسان سے لیکر حیوانات اور نباتات و جمادات بلکہ علویات تک میں چاند اور سورج اور ستارے بھی شامل ہیں تو جلد اقرار کیجئے گا کہ اسکی بناوٹ ایسی ہی ہونی چاہیئے تھی اور اگر اس میں ذرا بھی فرق ہوتا تو خوشنمائی بگڑ جاتی اور اُسکے افعال میں فرق آجاتا پرندوں کو پر دیئے درندوں کو ناخن اور کچلیاں عطا کیں درختوں کو پوست کا لباس پہنایا پھر ہر ایک کے جسم کی بناوٹ میں ہر ہڈی اور رگ پٹھا کس موقع سے رکھا ہے کہ عقل حیران ہوتی ہے (۲) والذی قدّر فہدیٰ اُسکی کہ جس نے پیدا اور ٹھیک کر کے اندازہ کیا یعنی اُسکے وجود اور اُسکے افعال اور عمر وغیرہ کا علم الٰہی نے اندازہ کر لیا تھا کہ اس حد تک اُسکی کسی بات اور بناوٹ میں فرق نہ آوے مثلاً یہ اندازہ کر لیا تھا کہ یہ حیوان تمام عمر میں اس قدر کھاویگا اور اسقدر دن جیئے گا تو اُسکے معدہ میں اُتنے ہی ایام تک اُتنی غذا ہضم کرنے کی قوت عطا کی اور معلوم کر لیا تھا کہ اتنی حرکت کریگا تو اُسکے پاؤں میں اُسیقدر قوت عطا کی اور اگر یہ اندازہ نہ ہوتا تو بڑی خرابی واقع ہوتی مثلاً چراغ جلانا صبح تک منظور ہو اور تیل تھوڑا ڈالدیا جاوے تو قبل الوقت گل ہوجائے اور زیادہ ڈالدیا جاوے تو بیکار جاوے اور جس اندازہ کی روشنی درکار تھی اُس سے بڑھجاوے اور نیز اس اندازہ کرنے میں اسکی شان ربوبیت بھی نمایاں ہے بعض قراء نے قدّر کو بے تشدید کے پڑھا ہے جسکے معنی ہیں کہ اُسکو قادر کیا یعنی اُسکے مناسب افعال و حرکات کی اُسمیں قدرت بھی رکھی اور قدرت ہی پر بس نہ کیا بلکہ فہدیٰ اُسکو رہنمائی بھی کی انسان کو اُسکے معاش کے اسباب حاصل کرنے کے علوم عطا ہوئے پرندوں کو گرمی سردی میں گھر بنانے کی ہدایت کی حشرات الارض کو زمین کے اندر سوراخوں میں رہنے کی ہدایت کی۔ چیونٹی ایک چھوٹا سا جانور ہے اگر آپ اُسکی ہدایت الٰہی کو دیکھیں تو حیرت میں رہجائیں کس ترکیب سے خورش کی چیزیں لاتی ہے اور باہم کس موقع سے قطار باندھ کر چلتی ہیں انسان کو تو وہ چیزیں بتائیں کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے جس سے ریلگاڑی تار برقی۔ اور طرح طرح کی کلیں اور کہربائی قوتیں ایجاد کیں اور علوم آخرت بھی ہدایت کیئے اسکے لیئے حضرات انبیاء علیہم السلام بھیجے۔ اس ہدایت الٰہی کی شرح کیجائے تو ایک دفتر میں بھی نہ آسکے اب یہانتک تو اُسکے وجود اور بقا سے کا بیان تھا اب فنا کی بھی سن لیجیئے (۳) والذی اخرج المرعیٰ فجعلہ غثاء احویٰ اُسکی تسبیح کر کہ جس نے زمین سے چارہ نکالا یعنی گھانس پھر دیکھیئے وہ کیسی لہلہاتی اور دل لبھاتی ہے پھر چند روز کے بعد وہ زرد پڑجاتی ہے اور کٹ ٹوٹ جاتی ہے اور کوڑا ہوجاتی ہے اور کوڑے کے بعد سیاہی نما مٹی ہوجاتی ہے یا کھو کوڑے سینے ہی میں اُسپر تیرگی آجاتی ہے اسمیں مخلوق خصوص حضرت انسان کی انتہاء کیطرف کس عمدہ پیرایہ میں اشارہ ہے کہ جس سے غور کرنیوالیکے دل پر چوٹ لگتی ہے اب یہاں سے موت اور موت کے بعد کا حال بیان ہوتا ہے۔

دل میں پیدا ہو گیا تو فذکر لوگوں کو سمجھا اور ان کو سدھار۔ درحقیقت اسی کے وعظ و پند کا اثر بھی ہوتا ہے کہ جسکے دلمیں خود ان باتوں کا ملکہ راسخ ہوتا ہے اور اسکے قلب سے ایک سچا جوش اٹھکر موجزن ہوتا ہو ورنہ خالی بک بک اور آنچ کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی کیا خوب کہا ہے عارف جامی نے ؎

گر نہ عشقت خبر ہست بگو اے واعظ ۞ ورنہ خاموش کہ این شور و فغان چیزے نیست ۞

مگر یہ تذکیر ایک دُر بے بہا ہے خنزیر اور کتا اس لائق نہیں کہ اسکی گردن میں لٹکا دیا جاوے بلکہ جو اسکا اہل ہو اور جسکو سمجھتے ہو کہ وہ اس سے فائدہ مند ہوگا اسلئے اسکے بعد فرما دیا کہ ان نفعت الذکریٰ کہ اگر آپ یہ سمجھیں کہ ذکر نفع دیگا شبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھا کہ سبکو نصیحت کریں خواہ کوئی مانے یا نہ مانے اسکو نفع ہو یا نہ ہو کیونکہ آپ تمام خلق کیلئے ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے پھر یہ قید کیوں لگائی کہ اگر ذکر نفع دے تو تذکیر کرو؟ جواب تبلیغ اور تذکیر میں فرق ہے تبلیغ عام ہے وہ ایک حکم کا پہونچا دینا ہے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے جو نہ مانے اسپر حجت تمام ہو جاویگی اور رہی تذکیر جسکے معنے ہیں یاد دلانا یا سمجھانا وہ یہ ہے کہ یہ شخص پہلے سے جانتا تھا اسکی فطرت میں تھا لیکن بعض دلائل و موانع سے بھول گیا تھا اب اسکو ذکر یاد دلاتا ہے۔ گرچہ حق سبحانہ کو علم ازلی سے معلوم ہے کہ فلاں کو تذکیر فائدہ دیگی یہ ازلی سعادتمند ہی ہے عارضی گمراہی اسپر طاری ہو گئی ہے فلاں کو فائدہ نہ دے گی کیونکہ یہ ازلی گمراہ ہے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ آپ اپنے علم و قرائن سے جنکے لئے تذکیر کو مفید دیکھیں تو تذکیر کریں ورنہ ابلاغ و انذار تو سب ہی کے لئے ہے۔

بعض علماء نے اس شبہ کا یہ جواب دیا ہے کہ اصلی عبارت یوں ہی ان نفعت الذکریٰ او لم تنفع کہ خواہ فائدہ دے یا نہ دے آپ سمجھا دیں مگر دوسرے جزو کو حذف کر دیا گیا تاکہ معلوم ہو کہ مقصود اصلی نفع ہی دینا ہے اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ کسی شے کو کسی چیز پر معلق کرنے سے یہ نہیں لازم آتا کہ جب وہ شے کہ جس پر معلق کیا ہے نہو تو یہ بھی نہو ممکن ہے کہ ایک شے کے چند اسباب ہوں ہر ایک کے پائے جانے سے یہ شے پائی جاوے اور انہیں سے ایک کے وجود پر معلق کیا جاوے اور یہ نہیں کہ جب یہ نہو تو یہ شے نہو کیونکہ اس وقت دوسرا سبب پایا جاوے۔ بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ ایک محاورہ کی بات ہے کہ کسی کام کو کسی فائدہ سے اور مقصود اصلی پر معلق کر دیتے ہیں جب کسی حکیم کو کہا جاوے کہ آپ علاج کیجئے اگر علاج سے شفا ہوتے دیکھیں اور صورت یہ ہے کہ علاج ہر حال میں کرانا مقصود ہے

اب یہ بیان فرمایا جاتا ہے کہ تذکیر کسکو نفع دیگی اور کون اسکے اثر سے محروم رہیگا فقال سیذکر من یخشیٰ کہ اس وعظ و تذکیر سے وہ بہت جلد سمجھ جاویگا کہ جو ڈرتا ہوگا۔ واضح ہو کہ تین قسم کے آدمی ہیں ایک وہ جو دار آخرت اور اعمال کی جزا و سزا کے قائل ہیں دوم وہ کہ جو نہ قائل ہیں نہ منکر ہیں بلکہ متردد و شکی ہیں۔ یہ دونوں قسم کے لوگ ڈر جاتے ہیں اول قسم کے تو خوب ہی ڈرتے ہیں اور قسم دوم کے بھی جبکہ انکے سامنے عذاب آخرت کی تصویر کھینچ کر دیجاتی ہے تو وہ بھی ڈر جاتے ہیں ان دونوں فرقوں کو اس میں شامل کر لیا گیا تیسرا فریق وہ ہے جو منکر اور سخت معاند ہے ڈھٹائی کرتا ہے اسکی نسبت یوں فرماتا ہے ویتجنبہا الاشقی کہ اس نصیحت یا نجات سے بدبخت اور بڑا شقی کنارہ کریگا۔ شقی وہ ہے کہ جسکے اعمال خراب ہوں لیکن اعتقاد درست ہو اور اشقی وہ ہے کہ جسکے اعتقادات بھی خراب ہوں پھر اگر یہ کسی رسم و عادت یا کسیکی تقلید سے ہیں تو یہ بھی سمجھانے سے سمجھ جاتا ہے اور اگر حق سے انکار کرنے کی مشاقی کرتے کرتے اور ہٹ دھرمی اور ڈھٹائی کرتے کرتے ایک ملکہ راسخہ پیدا کر لیا ہے تو یہ لا علاج ہے اسکے حق میں آیا ہے لا تغنی الآیات والنذر اس جگہ اشقی سے یہی مراد ہے۔ اسکا انجام بیان فرماتا ہے الذی یصلی النار الکبریٰ کہ وہ بڑی آگ میں پڑیگا اور دنیا کی آگ صغریٰ اور وہاں کی آگ کبریٰ ہو یعنی سخت سوزش والی اور پھر جہنم میں طبقات ہیں ایک سے ایک بڑا پس جو یہاں اشقی یعنی بڑا شقی ہے اسکے لئے وہاں آگ بھی بڑی ہے یہی شقاوت آگ بنجاویگی العیاذ باللہ پھر دنیا کے مصائب ناقابل برداشت سے

وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝ الَّذِيْ

اور ہم سہل کر دینگے تیرے لیے آسان بات ۔ پس سمجھایا کرو اگر فائدہ دے سمجھانا ۔ جو ڈرتا رہیگا سمجھ جاویگا ۔ اور اس سے بدبخت الگ رہیگا ۔ وہ جو

يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝

بڑی آگ میں پڑیگا ۔ پھر نہ وہاں مرے گا نہ زندہ رہیگا ۔ بیشک جس نے پاکیزگی حاصل کرلی اور اپنے رب کا نام لیا اور نماز پڑھا اس نے فلاح پائی

## ترکیب

ونیسرک عطف علی سنقرئک وقوله انه یعلم الجهر وما یخفی اعتراض ای سنقرئک فلا تنسی ونوفقک للطریقة التی هی ایسر واسهل او الیسری ان نفعت الذکری شرط وقوله فذکر یدل علی الجزاء الذی یصلی الخ صفة الاشقی ثم لا یموت عطف علی یصلی وذکر عطف علی تزکی وفصلی عطف علی ذکر۔

## تفسیر

پہلے فرمایا تھا سبح اسم ربک الاعلی کہ اپنے رب اعلیٰ کی تسبیح بیان کر۔ اور اب اس تسبیح کے ثمرات بیان فرماتا ہے فقال ونیسرک للیسری کہ ہم تیرے لئے سہولت اور اسکی سنت کو آسان کر دینگے۔ شریعت کو یسری یوں کہا کہ وہ کوئی دشوار بات مشکل اور محال بات نہیں ہے جیسا کہ مذاہب باطلہ کا ہے کہ کوئی بتوں پر اپنی اولاد کی قربانی کو نجات کا سبب جانتا ہے کوئی آگ میں جل مرنا کوئی دریا میں ڈوب مرنے کو کوئی عمر بھر بیوی کا نہ ملنا اور کوئی لنگوٹی باندھ کر فقیر رہنے اور بھیک مانگتے پھرنے کو نجات جانتا تھا۔ اس لفظ یسریٰ میں اشارہ کردیا ہے کہ یہ خیال باطل ہیں نجات کچھ مشکل نہیں صرف خدا اور اسکے رسول کی فرمانبرداری سے ہے مگر یہ بھی پھر ایسی جسکے لئے آسانیاں ہیں کوئی نماز ہے آسان ہے جیسا کہ نماز ہے کہ جس میں کبھی وقت نہیں ہے وضو نہ ہوسکے تو تیمم کرلے کھڑا ہو کر نہ پڑھ سکے تو بیٹھکر پڑھے۔ لیکن بعض طبائع پر یہ پہاڑ سے زیادہ بھاری ہے۔ زنا بڑا کام ہے مشکل کام ہے ایک عورت ولپسند سے نکاح کرکے قضاء حاجت کرسکتا ہے اگر اسپر بھی بس نہیں تو دو کرلے اور اسپر بھی بس نہیں تو تین اور بہت ہی ضرورت پڑے تو چار بیوی پھر بھی تقدیر کھوٹی ہے وہ سو پر بھی بس نہیں کرتا اور اسکو حلال میں لذت نہیں آتی۔ ایک بدکار عورت یا مرد سے اگر کہا جاوے کہ تم اپنا یہ تعلق قائم رکھو مگر نکاح کرلو تو وہ ہرگز نہیں کرینگے یوں عمر بھر حجک مارینگے علیٰ ہذا القیاس۔ الغرض خدا کی تسبیح و تقدیس کے انوار سے جب روح منور ہوتی ہے تو قوائے بہیمیہ پست ہوجاتے ہیں اسوقت روح کا تقاضا نیکی کا مول ہوتا ہے اور بڑی آسانی سے کرنے لگتا ہے اور وہ نیک کام اسکے نزدیک ایسے آسان ہوجاتے ہیں جیسا کہ ظالمانی کے نزدیک بدکام آسان ہوتے ہیں۔ اسی لیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کل میسر لما خلق له اما من کان من اهل السعادة فسییسر لعمل السعادة واما من کان من اهل الشقاوة فسییسر لعمل الشقاوة الحدیث (متفق علیہ) کہ جو جس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے اسکو وہی آسان کردیا جاتا ہے پھر جو اہل سعادت سے ہے اسکے لیئے سعادت کے کام آسان کردیئے جاتے ہیں اور جو اہل شقاوت سے ہے اسکے لیئے بدبختی کے کام آسان کردیئے جاتے ہیں۔

اب اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مژدہ ہے کہ معرفت عبادت سیاست حسن اخلاق وغیرہ کے لیئے آپکے دل کو منبع کردیا جاویگا اس سے ایک فوارہ جوش کریگا جس سے یہ سب کام آپکے نزدیک بہت آسان ہوجاوینگے اسلیئے آپکو کسی معلم اور استاد اور لکھنے پڑھنے کی طرف حاجت نہ پڑیگی اور نہ کوئی مشقت اٹھانی پڑیگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پھر جب آپ خود کامل ہوگئے اور نیک کاموں کا ملکہ راسخ آپکے

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۖ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۙ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۞ ع

بلکہ تم لوگ [illegible] کی زندگی کو مقدم کرتے ہو۔ حالانکہ دار آخرت بہتر اور سدا رہنے والا ہے۔ یہی بات تو اگلے صحیفوں میں بھی ہے۔ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں

## ترکیب

بل اضراب عن کلام مقدر یدل علیہ السیاق ای انہم لا یفعلون ذلک بل تؤثرون اللذات الفانیۃ العاجلۃ الحاصلۃ فی الدنیا علی الدار الآخرۃ ونعماہا الباقیۃ والآخرۃ مبتدا خیر وابقی خبر والجملۃ حال من فاعل تؤثرون صحف ابراہیم الخ بدل من الصحف الاولی

## تفسیر

[illegible] تزکیہ اور ذکر اور نماز میں کوئی فلاح نہیں معلوم ہوتی کیا ہم عقل و ادراک نہیں رکھتے اسکے جواب [illegible] یا پاؤں کہو کہ وہ بھی تزکیہ کے مدعی رہے۔ ان کے جواب میں ارشاد فرماتا ہے کہ تمہیں عقل و ادراک کیا ہے [illegible] بلکہ تم تؤثرون الحیوۃ الدنیا دنیا کی [illegible] زندگانی اور اسکے لذات فانیہ کو آخرت اور اسکے لذات باقیہ پر فوقیت دیتے ہو حالانکہ والآخرۃ خیر و ابقی [illegible] یہاں دنیا میں کہاں بہتر ہے کس لیئے کہ دنیا کے گھر میں کرنسی [illegible] ہے کہ اول بھی تلخی ہو اور آخر بھی تلخی [illegible] ہو کون [illegible] جسپر غم کا کانٹا نہ لگا ہو اگرچہ دنیا کے بڑے سے بڑے بادشاہوں اور دولتمندوں سے پوچھئیگا کہ کہیں پوری مراد [illegible] گذرا [illegible] کوئی ارمان اور [illegible] باقی نہیں تو فورًا کہدینگے ابھی بہت کچھ ارمان دل میں ہیں جو ابھی [illegible] کیا [illegible] اور اگر یہ پوچھیئے کہ کوئی رنج و غم تو نہیں تو بھٹ بول اٹھیں گے کہ ہزاروں۔ کوئی کہیگا کہ [illegible] کر گیا اور میری زندگی تلخ کر گیا کوئی کہیگا میری محبوبہ مرگئی مجھے اسکی جدائی نے بیچین کر دیا کوئی کہیگا مجھے فلاں مرض نے مجبور کر رکھا ہے۔ اور اگر ان سب باتوں میں سے کوئی بھی نہیں تو پھر بقا نہیں چند روزہ عیش و کامرانی کے بعد فنا ہے اور فنا بھی ایسی کہ گویا کبھی آئے ہی نہیں تھے۔ برخلاف آخرت کے کہ وہاں کے عیش بے خار ہیں اور ہمیشہ باقی ہیں فنا ہی نہیں۔

چونکہ یہ مضمون کہ آخرت کو دنیا پر فوقیت ہے (اس لیئے دل کو اس فانی اور کمتر چیز پر باقی اور بہتر کے مقابلہ میں نہ لگانا چاہیئے) اکثر طبائع بنی آدم کے مخالف تھا کیونکہ انکی جبلت میں دنیا کی محبت اور آخرت سے نفرت اور غفلت ہے اس لیئے اس مطلب کے اثبات کے لیئے پہلی کتابوں سے سند لائی گئی کہ جو اکثر طوائف عالم کے نزدیک بالخصوص عرب کے نزدیک مسلم الثبوت ہیں فقال ان ہذا کہ تحقیق یہ مضمون قد افلح سے لیکر آخر تک لفی الصحف الاولی پہلی کتابوں میں ہے ہرگز منسوخ نہیں ہوا نہ ہوگا۔ بالخصوص صحف ابراہیم و موسیٰ۔ حضرت ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں بھی ہے حضرت ابراہیم پر بھی خدا پاک نے متعدد صحیفے نازل کیئے تھے۔ صحیفہ چھوٹی سی کتاب۔ اب صحیح تعداد تو معلوم نہیں کہ کتنے تھے اور نہ ان میں سے اب کوئی صحیفہ کسی کے پاس باقی ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام پر بھی تورات کے علاوہ اور صحیفے نازل ہوئے تھے ان میں بھی یہ مضمون موجود تھا

[illegible] گار کر دیتی ہے اسی لیئے [illegible] میں لوگ موت کی آرزو کیا کرتے ہیں اور بعض خودکشی بھی کر لیتے ہیں مگر وہاں تو موت بھی نہیں جیسا کہ [illegible] ثم لا یموت فیہا [illegible] اگر ہمیں موت بھی اُس کو نہ آوے گی اور [illegible] عالم میں روح کے احکام بدن پر غالب ہو گئے اسلیئے جسطرح روح فناپذیر نہ ہوگی ابدان بھی نہ ہونگے وہاں ایک چمڑی جل جاوے گی دوسری [illegible] تیار ہو جاوے گی کما قال بدلنا جلودا الآیہ۔ ولا یحیٰی اور نہ زندگی ہی اچھی طرح سے ہوگی کس لیئے کہ ہر وقت مرنے سے زیادہ تلخی جلدی ہوگی [illegible] زندگی کو زندگی ہی نہیں کہتے۔

پہلے فرمایا تھا کہ ڈرنے والے اس نصیحت سے جلد سمجھ جاوینگے اب اس سمجھنے کا [illegible] فرماتا ہے قد افلح من تزکیٰ کہ تحقیق فلاح پائی اُسنے کہ جو پاک بنگیا۔ پاکی عام ہے اول جسم کی پاکی [illegible] ظاہر کو [illegible] اور نہ ناپاک کپڑے پہنے ہوئے ہو [illegible] ناپاک ہوں کہ ان پر نجاستیں لگی ہوں یا کھانا کہ مال حرام یا مشتبہ سے بنائے گئے ہوں [illegible] اور [illegible] گویا انجاد میں اور فساق و بدکاروں کی وضع و تراش ہو اور نہ جسم کو کسی نجاست سے بھی پاک کیا ہو [illegible] اور وضو [illegible] کہ جسم کی پاکی کو روح کی پاکیزگی میں بڑا دخل ہے۔ اسکے بعد روح کی پاکیزگی ہے اور [illegible] روحانی نجاستیں کیا ہیں اول کفر و شرک اور دیگر عقائد باطلہ مثلاً حق سبحانہ کی ذات یا کسی صفات کا انکار یا انبیاء علیہم السلام اور [illegible] اور عالم آخرت اور ملائکہ کا انکار یا ان میں کوئی خیال باطل جیسا کہ گمراہ فرقوں کو ہوتا ہے ان سب سے تزکیہ ایمان لانا اور عقائد [illegible] کرتا ہے اور روحانی پاکی [illegible] افعال زشت اور اخلاق بد سے پاکی حاصل کرنا ہے۔ زنا چوری جھوٹ بولنا۔ دغابازی [illegible] ان سے پاک کرتا ہے جسکے لیئے توبہ و استغفار اور ندامت اور آنکھوں سے آنسو بڑا عمدہ صابن ہیں۔ نہ کسی حوض کا پانی جیسا کہ [illegible] نہ کسی دریا میں نہانا جیسا کہ ہنود خیال کرتے ہیں۔ اور اتلاف حقوق کی نجاست سے بھی پاکی حاصل کرے عام ہے کہ حقوق اللہ ہوں جیسا کہ اُسکے فرائض و واجبات جن میں زکوٰۃ اموال و صدقات بھی شامل ہیں یا حقوق العباد ہوں۔ مگر ان سب باتوں سے صرف ناپاکی دور ہوتی ہے ابھی تک کوئی نیا رنگ نہیں پیدا ہوتا اس لیئے نئے رنگ پیدا کرنے کے لیئے ان جملوں میں ارشاد فرمایا ہے وذکر اسم ربہ کہ اپنے رب کا نام لے عام ہے کہ ذکر قلبی ہو یا ذکر لسانی ہو سراً ہو یا جہراً بشرطیکہ شرعی اور مسنون طریقوں سے ہو ذکر الٰہی سے روح پر ایک الٰہی نورانیت پیدا ہوتی ہے جو اور کسی کام سے نہیں ہوتی اسی لیئے ایک جگہ فرما دیا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً لعلکم تفلحون اب اسکے بعد ترقی ہوتی ہے فقال فصلّٰی کہ پھر نماز پڑھی کیونکہ نماز میں روح اور جسم دونوں ذکر و فکر و مراقبہ میں ہوتے ہیں۔ بعض عرفاء نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں تمام منازل سلوک کیطرف اشارہ ہے کس لیئے کہ تزکیٰ میں توبہ اور معاصی سے تصفیہ آگیا جو اول منزل ہے وذکر اسم ربہ میں ذکر قلبی و لسانی و روحی دوسری آگیا اور فصلّٰی میں مرتبہ مشاہدہ تک پہونچنا آگیا اور اسی لیئے نماز کو معراج المومنین کہتے ہیں فقہاء فرماتے ہیں کہ تزکیٰ میں طہارت کیطرف اور ذکر اسم ربہ میں تکبیر تحریمہ کیطرف اور فصلّٰی میں اداے نماز کیطرف اشارہ ہے۔ اور اسی لیئے امام اعظم فرماتے ہیں کہ اللہ اکبر کی جگہ الرحمن اعظم یا لا الٰہ الا اللہ یا سبحان اللہ بھی کہدے گا تو نماز ہو جاویگی کس لیئے کہ ذکر میں یہ بھی شامل ہے صرف لفظ اللہ اکبر کہکر نماز شروع کرنیکی کوئی خصوصیت نہیں نیز فصلّٰی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تکبیر یا ذکر جو افتتاح نماز کے وقت ہو نماز میں داخل نہیں۔ افلح کے لفظ میں تعمیم ہے دنیا کی فلاح اور آخرت کی فلاح سب آگئی جنت اور دیدار الٰہی سب کو شامل ہے ۞

[illegible]

اور اسکا یہ نام اسلئے ہوا کہ جو چیز ہر طرف سے ڈھانک لیتی ہے اسکو غاشیہ کہتے ہیں اور یہ بات قیامت میں پائی جاتی ہے (۱) یہ دن کہ وہ لوگوں پر
دفعۃً آجاویگی اور نہ اسکے آنے کا کسی کو علم ہے یا ناسٹیہ کہا۔ تھے ہیں جیسا کہ اس آیت میں ہے افامنوا ان تاتیہم غاشیۃ من عذاب اللہ
(۲) یہ کہ سب لوگوں کو ڈھانک لیگی [illegible] جیسا کہ ہم [illegible] چاروں طرف سے اسپر عذاب ڈھانک لیگا [illegible]
آیت میں ہے یوم یغشاہم العذاب من فوقہم ومن تحت ارجلہم اور نیز اہماندار وں کی لغزشوں کو بھی ڈھانک لیگی مغفرت الٰہی سے اور کفار کے نامقبول
اعمال کو بسبب عذاب کے [illegible] کی طرف [illegible] کی طرف [illegible] کی بوری توبہ دلانا اور آئندہ کلام
کو حضور دل سے سننا مقصود ہے [illegible] ذلیل و خوار ہونگے [illegible] چہروں پر
ذلت نمایاں ہوگی [illegible] اور وہ [illegible]
کرتے تھے اور وہ [illegible]
روشنی سے [illegible]
کیا کرتے تھے [illegible]
سے دل لگا کر گھروں میں [illegible]
اور اتارا جاویگا کما قال [illegible]
رستگاری دلانے کیلئے [illegible] ہزاروں جو تہ بہ تہ ہوں گی
کسیکو وہاں جہنم میں کوئی [illegible] ڈالا جاتا ہے اور ان [illegible]
شامت کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہونگے کما قال [illegible] چہروں پر نمایاں ہوگی۔ اگر دنیا میں کسیکی
یہ حالت ہو تو دیکھنے والے کو رحم آجاتا ہے مگر وہاں کون رحم کرتا ہے۔
اب اسکے بعد انکے اور حالات بیان فرماتا ہے فقال تصلیٰ نارا حامیۃ کہ وہ دہکتی آگ میں گرینگے۔ یہ انکی وہی شہوت کی اور حمایت
کفر کی اور حب جاہ و مال کی آگ ہے۔ یہ تو مکان ملیگا۔ اب پینے کی سنیئے تسقیٰ من عین آنیۃ کہ دنیا میں ٹھنڈے پانیوں اور لذیذ
شربتوں اور برف آمیز شرابوں کے بدلے انکو کھولتے پانی کے چشمہ سے پلایا جاویگا وہ بھی جب کہ مدتوں منت کرینگے اور وہ انتڑیوں میں
سے پیٹھ ہی بکل پڑیگا پیتے وقت منہ جھلس جاویگا اب کھانے کا حال سنیئے لیس لہم طعام کہ بھوک سے انکو کھانا ہی نہ ملیگا بھوکوں مرینگے
یہ حرام اور ناجائز نعمتیں کھانے کا بدلہ ہے جو کھا کر اکڑتے اور بدکاری کرتے تھے الا من ضریع اور جو ملا بھی تو اونٹ کٹارا جو لایسمن ولایغنی من جوع
نہ موٹا کرے نہ بھوک دور کرے۔ ضریع کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے (۱) اکثر کہتے ہیں خاردار چیز ہے جسکو اونٹ کھاتے ہیں اور خشک ہوجانے
پر زہر ہے (جواسا) حسن بصری فرماتے ہیں زقوم کا نام ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اسکو اللہ ہی جانتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ
یہ ضراعت سے مشتق ہے جسکے معنی ہیں ذلت و خواری کے یعنے وہ ذلیل و خوار کھانا جو نہایت مکروہ اور قابل نفرت ہے جس سے
فریاد کرینگے۔ واللہ اعلم بمرادہ

## سُوْرَۃُ غَاشِیَہ مکیہ ہے اسمیں چھبیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ۝ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ ۝ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً ۝

(اے) بنی آدم! بھلا تجھے چھا جانے والی چیز کا بھی حال معلوم ہوا؟ اُس دن بہت سے منہ ذلیل ہوں گے مشقت کرتے ہوئے تھکے ہوئے ہوں گے دہکتی آگ میں پڑے ہوں گے

تُسْقَىٰ مِنْ عَيْنٍ آنِيَةٍ ۝ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيعٍ ۝ لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ ۝

کھولتے چشمے کا پانی پلایا جاویگا اُن کو کھانا نہ ملے گا مگر اونٹ کٹارا جو نہ موٹا کرتا ہے اور نہ بھوک میں کام آتا ہے

### ترکیب

ہل بمعنے قد و بہ قال قطرب وقیل استفہامیۃ ۔ الغاشیۃ القیامۃ وسمیت بہا لانہا تغشی الخلائق باہوالہا و قال سعید بن جبیر و محمد بن کعب الغاشیۃ النار تغشی وجوہ الکفار و عن ابن عباس انہا من اسماء القیامۃ و عنہ انہا الساعۃ وجوہ الخ الجملۃ مستانفۃ وجوہ مرفوع علی الابتداء و ان کان نکرۃ لوقوعہ فی مقام التفصیل خاشعۃ خبرہ ۔ یومئذ ظرف للخبر عاملۃ وصف لہا وکذا ناصبۃ تصلی قراء الجمہور بفتح التاء مبنیا للفاعل و قری بضمہا مبنیا للمفعول و الضمیر راجع الی الوجوہ و المراد اصحابہا وہی خبر آخر للمبتدء وکذا تسقی لیس لہم الجملۃ مستانفۃ لبیان حال اہل النار الا من ضریع یجوز ان یکون فی موضع نصب علی اصل الباب و ان یکون رفعا علی البدل

### تفسیر

یہ سورہ بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس و ابن الزبیر کا بھی یہی قول ہے اسمیں چھبیس آیات ہیں ۔ غاشیہ ڈھانکنے والی چیز کو کہتے ہیں اور بیہوش کر دینے والی کو بھی اور یہ قیامت کا اسی سبب سے نام ہے کہ اُسکی دہشت لوگوں کو ڈھانک لیگی اور بیہوش کر ڈالے گی یہ لفظ اس سورہ میں ابتدا میں آیا اسلئے اسکا نام غاشیہ ہوا ۔

مناسبت اس سورۃ کی پہلی سورۃ سے بہت سے مضامین میں ہے انا نجملہ اس مضمون میں کہ سورہ سبح اسم ربک میں اخیر مضمون یہ تھا کہ نجات سے الگ رہنے والا بڑی آگ میں ڈالا جاویگا کہ جہاں نہ اسکو موت آویگی نہ پوری زندگی ہوگی اور جسنے اپنے آپ کو پاک کر لیا اُسنے فلاح پائی اب اس سورہ میں ان دونوں باتوں کا وقت بیان فرماتا ہے اور نیز اُن دونوں گروہوں کے حالات کی پوری تشریح بھی ہے تاکہ نار کبریٰ سے لوگ ڈریں اور آخرت جو ہمیشہ باقی ہے اُسکی نعمتوں کا حال سنکر مشتاق ہوں اور لذائذ دنیا اور اسکی چند روزہ زرق برق کو حقیر جانیں اور اُسپر دل نہ لگائیں ۔ وہاں دو گروہ ہونگے ایک بد لوگوں کا کہ جو اس دنیا کی محبت میں آخرت کو برباد کر بیٹھے تھے دوسرا نیک لوگوں کا جنہوں نے اس چند روزہ زندگی میں آخرت کی کامرانی حاصل کرنے کو غنیمت جانا اور بڑی کوشش کی اس لئے پہلے گروہ کا حال بیان کرتا ہے اور شروع قیامت کے حال سے کرتا ہے فقال ہل اتاک حدیث الغاشیہ کہ کیا تجھے غاشیہ یعنی قیامت کی بات معلوم ہوئی؟ ضرور ہوئی ۔ بعض علما نے یوں معنی بیان کئے ہیں کہ بیشک تجکو اے پیغمبر صلعم یا اے سامع قیامت کا حال معلوم ہو گیا ہے ۔ غاشیہ سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک قیامت ہے

ان سے باغون کی تروتازگی دوبالا لطف کردیگی - دوزخیون کو تو گرم چشمہ کا پانی پینے کو ملتا تھا - یہان نہرین بے حساب ہیں
جو انکے ان اعمال جاریہ اور خدا کے خوف و محبت سے روتی آنکھون کا مظہر ہے - اور تیسری بات یہ ہے کہ فیہا سرر مرفوعۃ
ان باغون مین بلند مرتبہ یا بلند تخت شاہانہ ہونگے جنپر بیٹھ کر نظارہ کرینگے اور اُس سلطنت کے بادشاہ ہونگے جو جنتی
اس جہان مین ملک باقی کا بادشاہ ہوگا - چوتھی بات یہ کہ اکواب موضوعۃ وہان کوزے اور پیالے نفیس سے نفیس جواہر کے
اور نہایت خوشرنگ اور بیش بہا قرینہ سے چنے ہونگے تاکہ ان چیز کی طرف رغبت ہو آسانی ہے اوّاد ہے - پانچوین
یہ کہ نمارق مصفوفۃ کہ برابر برابر حریری اور پُرزر اور نہایت پُرتکلف تکیئے اور جواہر لگی ہوئی مسندین بچھی ہونگی کہ جنکے
رنگون اور تکلف کو دنیا کی آنکھ نے دیکھا بھی نہین - یہ تکیئے اور مسندین تو تختون پر ہونگی اور مکانون مین یہ ہوگا -
وزرابی مبثوثۃ کہ نہایت بیش بہا قالین بچھے ہونگے - ہر کمرہ مین ایک نئی تیاری ہے -

اور مکانات کا تو کچھ پوچھنا ہی نہین کیونکہ وہ جواہرات کے ہونگے اور وہ جواہرات دنیا کے جواہرات سے بدرجہا فائق
ہونگے - اور جب مکانون اور وہان کے سامانون کی یہ کیفیت ہے تو ان مکانون مین آنکھ و دل بہلانے اور آنکھین ٹھنڈی
کرنے کے لیئے وہ وہ حسین عورتین ہونگی کہ جنکے حسن اور خوبی اور انکی نوخیز جوانی اور انکے ناز و ادا اور انکے لباس اور
زیورات کی تصویر وہم و ادراک سے بھی نہین کھنچ سکتی -

یہ سب چیزین روحانی ملکات کے مظاہر ہین کو باطن ان باتون کو ایک تشبیہ اور دل بہلانے والا استعارہ
سمجھتا ہے اور اسکی کوتاہ عقل درحقیقت ایسی چیزون کے وجود کو اُس قادر مطلق کی قدرت کے احاطہ سے
باہر جانتی ہے - یہ سب باتین برحق ہین - عالم ناسوتی کا حجاب انکے دیکھنے مین حائل ہے - جب یہ پردہ ظلمانی موت
سے اٹھا دیا تو یہ سب چیزین نظر آنے لگین گی - اور جو اہل صفا ہین اور انکی روح مین کمال نورانیت پیدا
ہوگئی ہے تو انکو اس عالم مین بھی یہ چیزین دکھائی دیجاتی ہین - اور یہی سبب ہے کہ انکی آنکھون مین نہ یہان کے
حسینون کی قدر و منزلت باقی رہتی ہے نہ وہ دنیا کے عیش و نشاط کو خاطر مین لاتے ہین اور اسی لیئے وہ ہردم
اُس عالم کے مشتاق رہا کرتے ہین - اور دنیا کی زندگی کو قیدخانہ کی زندگی سے بدتر سمجھتے ہین ہان خسیس طبیعتین
بچون کی طرح اس کھیل اور تماشہ پر ایسے گرویدہ ہوتے ہین کہ پھر اور نیک و بد کی تمیز ہی نہین رہتی کیا خوب فرمایا
ہے عارف جامی نے ؎

دلا تاکے درین کاخ مجازی　　کنی مانند طفلان خاکبازی
بیفشان بال و پر ز آمیزش خاک　　بپر تا کنگر ایوان افلاک

قرآن مجید دنیا کے غافلون کو اُس ملک جاودانی کی ہدایت کرتا ہے نفس اور قوائے بہیمیہ مین کہ اسکو آگے نہین جانے دیتے
عجب کشمکش مین پڑا ہوا ہے مگر جسکو جاذبۂ الٰہی چاہتا ہے اُدھر کھینچ لیجاتا ہے

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً ۝ فِيهَا عَيْنٌ

اور بہت سے منہ تر و تازہ ہیں اپنی کوشش سے خوش اور اونچے باغ میں جہاں کوئی بیہودہ بات نہیں سنینگے وہاں چشمہ بہتا

جَارِيَةٌ ۝ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ۝ وَأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ۝ وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ۝ وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ۝

کر رہا ہے وہاں اونچے اونچے تخت ہیں اور آبخورے سامنے رکھے ہوئے اور گاؤ تکئے قطار سے لگے ہوئے اور قالین بچھے ہوئے ہیں

## ترکیب

وجوہ مبتدا ناعمۃ خبرہ یومئذ ظرف للخبر لسعیہا واللام متعلق براضیۃ وہی خبر بعد خبر وکذا فی جنۃ عالیۃ لا تسمع قرء الجمہور بفتح الفوقیۃ ونصب لاغیۃ وقری بضم الیاء المجہول ورفع لاغیۃ ولاغیۃ صفۃ موصوفہ محذوف ای کلمۃ لاغیۃ او ... لا تسمع انت یا ایہا المخاطب فی الجنۃ لغوا ... والجملۃ وکذا ... واکواب جمع کوب وانہ ... للذی لا عروۃ لہ ولا خرطوم ... ونمارق جمع نمرقۃ ... الوسادۃ مصفوفۃ ... زرابی ... زربی وزربیۃ ... الزرابی ... والواحد زربی بالکسر وبالضم ۞

## تفسیر

اب دوسرے فریق کا حال بیان فرماتا ہے یعنی نیک لوگوں کا فقال وجوہ یومئذ ناعمۃ کہ بہت سے منہ اسروز شادمان اور خوش اور تر و تازہ ہونگے انپر وہان کی ہول اور سختی کا کوئی اثر نہوگا یہ وہ لوگ ہین جو دنیا مین روزہ کی بھوک پیاس اور راہ حق مین کوشش اور جہاد کے واسطے تکالیف شاقہ اُٹھا کر اور نیز راتوں عبادت کرکے پژمردہ ہوگئے تھے۔ اور اللہ کی راہ مین فقر و فاقہ نے اُنکے چہرون کو بے رونق کر دیا تھا اسلئے فرماتا ہے لسعیہا راضیۃ اپنی دنیاوی کوششون سے جو انہون نے اللہ کی راہ مین کین نہایت خوش و خورم ہونگے کہ ہماری کوششون کا نیک ثمرہ نمودار ہوا اور کفار بد مذہبون کے کہنے کے موافق رائگان نہ گئین۔ اور وہ نیک ثمرہ یہ ہے فی جنۃ عالیۃ کہ بلند باغون مین ہونگے جہان حوادث دہر کے ہاتھ کو رسائی نہوگی اور نیز بلندی پر جو باغ ہوتا ہے تو نہایت خوش فضا ہوتا ہے۔ یا یہ معنی کہ بلند مرتبہ باغون مین ہونگے یعنی وہ دنیا کے باغون جیسے باغ نہین جنپر خزان کو دسترس ہو بلکہ ایسے کہ جنکے آگے دنیا کے شاہانہ باغ ہیچ ہین جہان تک عقل و وہم انسانی نعمتین تجویز کرے اُنسے بڑھکر انمین ہین اُن مین سے ایک بات یہ بھی ہے کہ لا تسمع فیہا لاغیۃ کہ اے مخاطب تو اُس مین کوئی لغو اور رنج دہ بات نہ سنیگا نہ کوئی کسیکو برا بھلا کہیگا۔ نہ کوئی خوف و اندیشہ کی بات کہیگا نہ کسی کے مرنے کی خبر ہوگی کہ عیش مکدر ہو جاوے نہ اپنی جوانی اور اُس باغ و بہار کے فنا کی بات سُننے مین آئیگی الغرض کوئی رنج دہ بات کان مین نہ پڑیگی بلکہ ہر طرف سے فرحت بخش باتین سننے مین آئینگی۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ فیہا عین جاریۃ کہ ان باغون مین چشمے جاری ہونگے اُنکے پانیون کی خوش آیند روانگی اور

سواری کا بہ آرام [illegible] دودھ [illegible] کہ ایک گھر کو کافی ہو [illegible] سقاوغیرہ امراض [illegible] کے لیئے دوا بھی ہے اسکی پشم بھی کام آتی
ہے کیسے کیسے نفیس [illegible] بیٹھے جانتے ہیں حد ہو [illegible] اور [illegible] چلے ہیں اور جولہوتر
بھی ہوتے ہیں [illegible] پتہ ہیں [illegible] کا [illegible] اسکو سل میں
پرکیسے [illegible] سکتا ہے [illegible] ہیں ہر جگہ [illegible] سکتا ہے اور [illegible] کئی
جالور [illegible] قدرت [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] گو [illegible] دوبارہ [illegible] اور
[illegible] اور [illegible] کرمی [illegible] زندگی [illegible] کیسے [illegible] العام
[illegible] روشن کرسکتی ہے
اور [illegible] پھول [illegible] غریبونکی انگیٹھی
ہے [illegible] تو عقل سلیم کبھی انکار نکرسکے کہ وہ قادر مطلق جواد کریم
اس جہان میں [illegible] لیئے جیسے [illegible] سامان پیدا کرسکتا ہے ۔ اسمین اسطرف بھی اشارہ ہے کہ بعض ستارے لاکھون کوس
دور ہونے کے سبب نظر بھی نہین آتے حالانکہ وہ زمین سے بہت بڑے ہین پھر جب زمین مین کچھ سامان ہین باغ و بہار بھی ہے
جو جنت کا نمونہ ہے اور گرمی و سوزش اور کالسنت کے سامان بھی ہین سانپ بچھو بھی ہین جو جہنم کا نمونہ ہے تو ان اجسام مین کیا کچھ نہوگا
پھر وہ ایک نہین لاکھون ہین پھر اسپر اسکی قدرت و عظمت و انعام و اکرام کو خیال کرلو جو تمہارے تنگ فہم میں بخوبی آسکے ۔
لو اب نیچے اترآؤ اور اپنی زمین اور اس کے عجائبات کو بھی غور کرو والی الجبال کیف نصبت اور پہاڑون کو دیکھو کیسے کھڑے
کردیئے گئے اور کسطرح گاڑدیئے گئے ہین (یا ہمنے انکو کیسا کھڑا کردیا ہے ۔) یہ تیسرا نمونہ ہے ۔ پہاڑ بھی اسکی قدرت ۔ اور
بذل و احسان کا کامل نمونہ ہین ۔ اول تو باوجودیکہ وہ بھی زمین ہی کا ایک جزو ہین پھر زمین سے کسطرح ممتاز ہین اول تو
انکی بلندی قابل حیرت ہے ۔ اور بلندی کے ساتھ عرض و طول بھی دیکھنے کے قابل ہے حکماء و عقلاء نے عقل کے
بڑے گھوڑے دوڑائے ہین مگر اب تک کوئی تسکین بخش وجہ پیدا نہین کرسکے کہ زمین کے اس ٹکڑے کو یہ بلندی اور پھر یہ سختی اور پھر یہ رنگینی
کیونکر پیدا ہوگئین اسقدر کہہ کر چپ ہو جاتے ہین کہ بدء خلقت مین جب قدرت نے زمین بنائی تو اوپر سے پانی برسنے شروع ہوئے

أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ

پھر کیا وہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنائے گئے ہیں ۔ اور آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کیسا بلند کیا گیا اور پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے

وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ

کھڑے کئے گئے اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کیسی بچھائی گئی

تفسیر

افلا ينظرون الى الابل [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

دوسری [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] اس [illegible] اور ان چیزوں [illegible] کم دور کرنے کو دنیا

کی جن چیزوں میں [illegible] عظیم الشان ہیں نظر کرنے کا حکم دیا ہے فقال افلا ینظرون

الی الابل کیف خلقت کہ بیہودہ کیوں اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے پیدا کیے گئے ۔ یا ہم نے انکو کیا پیدا کیا ؟

یہ اول نمونہ اسکی قدرت کاملہ اور بذل وجود کا ہے جو عرب کے ہر وقت سامنے رہتا ہے اور جسپر انکی معاش کا دارومدار ہے

اونٹ کی اول تو خلقت ہی عجیب و غریب ہے اسقدر اونچا اور جب بٹھاؤ بیٹھ جاوے اور جانور ون پر کھڑا کرکے سوار ہوتے اور بوجھ

لادتے ہیں مگر اسکو بٹھا کر اور پھر اپنا پورا بوجھ لے کر گردن کی لچک اور اسکے زور سے کھڑا ہو جاتا ہے یہ کسی جانور میں خوبی نہیں

پھر جسقدر اطاعت کا اسمین مادہ ہے کسی میں نہیں سیکڑون اونٹوں کی قطار کو ایک لڑکا مہار تھام کے جدھر چاہے لیجائے ۔ پھر بارکش

اس کہ تمام گھر بار اسپر لادلو گویا خشکی میں روان کشتی ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ غلہ یا اور اسباب لیجانے مین چھکڑا یا ریلگاڑی ہی

پھر جلد چلنے اور اسپر آرام کے سامان ساتھ لیجانے مین ڈاک گاڑی ہے کہ جسکے لئے نہ سڑک کی ضرورت ہے نہ رستہ کا ہموار ہونا ۔ سانڈنی

(جو سواری کا اونٹ ہوتا ہے) دن میں سینکڑوں تک جا سکتی ہے ۔ اسپر جفاکش اتنا کہ کیسی ہی دھوپ اور گرمی ہو کچھ بھی پروا

نہیں کرتا ۔ پھر کم خوراک اتنا کہ تھوڑے سے چارہ مین گزر کر لیتا ہے جو بلند درختوں کے پتے اور کڑوے کسیلے اور کسی کے کھانے کے

نہیں ہوتے یہ کھا لیتا ہے کچھ ہری بھری گھانس اور دانہ اور بالیدہ کی حاجت نہیں اسپر کئی کئی روز تک پانی نہ ملے تو کچھ بھی پروا نہین

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ إِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ ۝ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ

سو تم سمجھائے جاؤ تمہارا کام تو سمجھانا ہی ہے تم ان پر کوتوال تو نہیں ہو لیکن جس نے منہ موڑ لیا اور منکر ہو گیا سو اسکو اللہ ہی سزا دے گا

الْأَكْبَرَ ۝ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝

بڑی سزا بیشک انکو ہمارے پاس پھر آنا ہے پھر ان سے حساب لینا ہمارا ذمہ ہے

## ترکیب

فذکر الفاء لترتیب ما بعدہا علی ما قبلہا مصیطر بالصاد والسین قال فی الصحاح ہو المسلط علی الشئ لیشرف علیہ ویتعہد احوالہ۔ الا استثناء متصل من اعم المفاعیل وقیل منقطع والعذاب الاکبر العذاب الشدید الدائم وہو عذاب جہنم وانما قال الاکبر لانہم عذبوا فی الدنیا بالعذاب الاصغر وہو الجوع والقتل والاسر قرء قتادۃ وابن عباس الا التی للتنبیہ ایابہم اسم ان الینا خبرہا وقس علیہ حسابہم وجمع الضمیر فی ایابہم وحسابہم باعتبار معنی من کما افراد الضمیر فی یعذبہ باعتبار لفظہا

## تفسیر

جب عالم آخرت کیطرف رغبت کرنیکے اسباب بیان ہو چکے اور اس چند روزہ زندگی کا انجام کار لوگ سن چکے اور نیک و بد کاموں کا انجام بھی معلوم کر چکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ فذکر کہ آپ نصیحت کیجئے وعظ و پند سے سمجھاتے رہئے کیونکہ انما انت مذکر آپ کا کام ہی سمجھانا اسلئے آپ اس پُر آشوب زمانہ میں مبعوث کیے گئے ہیں کہ لوگوں کو تاریکی سے نکالکر روشنی کیطرف لائیں پھر جو کوئی ہٹ دھرم اور شقی ازلی نہ مانے تو اپنا سر کھانے کس لیے کہ لست علیہم بمصیطر آپ انپر کوتوال یا داروغہ نہیں کہ زبردستی انکو ایمان پر لائیں اور جو نہ مانے تو اسکا ذمہ آپ پر ہو

ف بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت اور اس قسم کی دیگر آیات منسوخ ہیں آیت واقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم سے یعنی یہ حکم جب تھا کہ کفار کا غلبہ تھا اور اسلام غالب ہونیکے بعد اگر وہ ایمان نہ لاویں تو انکو قتل کیا جاوے۔ مگر یہ کہنا صحیح نہیں کیونکہ اب بھی جو نہ مانے تو زبردستی مسلمان بنانے کا حکم نہیں۔ ہاں یہ بات ہے کہ وہ لوگ عرب سے نکالدئے جاویں اور دیگر ممالک میں اگر رہنا چاہیں تو شاہ اسلام کی اطاعت میں ذمی[1] بنکر رہیں کچھ جبر نہیں کہ انکو مسلمان بنایا جاوے اور قتل کا حکم بوقت مقابلہ ہے۔

الا من تولی وکفر بعض مفسرین نے اسکو مفعول عام سے مستثنیٰ کیا ہے کہ فذکر کلہم الا من تولی وکفر کہ سب کو نصیحت کر مگر اسکے لیے کچھ ضرور نہیں جو منہ موڑ جاوے اور منکر ہو جاوے کس لیے کہ اس ہٹ دھرم کو نصیحت کچھ فائدہ نہیں دیتی جیسا کہ پہلے فرمایا تھا ان نفعت الذکری ابن عباس و قتادہ الا کو الا تنبیہ کا کلمہ قرار دیتے ہیں تب یہ معنی ہونگے کہ خبردار جو منہ موڑے اور انکار کریگا اسکو خدا سخت سزا دیگا بعض نے اسکو علیہم کی ضمیر سے استثنا کیا ہے کہ آپ انپر داروغہ نہیں لیکن جو نہ مانے گا وہ سخت سزا پاویگا ان الینا ایابہم آخر ان سب کو مرکر ہمارے پاس آنا ہے ثم ان علینا حسابہم پھر ان سے حساب لینا ہمارا ذمہ ہے ہم ضرور باز پرس کرینگے اور منہ موڑنے اور انکار کرنے والے کو سخت سزا دینگے وہ کیا ہے؟ جہنم کا ابدی عذاب اسکے مقابلہ میں سب سزائیں کم ہیں۔ اعاذنا اللہ منہ۔

[1] ذمی اس شخص کو کہتے ہیں جو مسلمان نہو اور شاہ اسلام کی رعیت ہوکر رہے اسکی حفاظت کا شاہ اسلام پر اور اسکو شاہ اسلام کی اطاعت کا ذمہ ہے اسلئے ذمی کہتے ہیں۔ اس سے ایک خاص ٹیکس حفاظتی لیا جاتا ہے جسکو جزیہ کہتے ہیں اسکے بعد یہ فوجی خدمت سے معاف کیا جاتا ہے۔ ۱۲ منہ

اودھر اُدھر کی زمین گھر کر بہہ گئی تو ٹاپو سے تمہیں یہ ٹیلے ویسے ہی بلند رہ گئے اور پھر آفتاب کی حرارت سے ان ٹیلوں میں پھوٹ
آگئی یعنی مٹی کا پتھر بن گیا اور جیسی زمین تھی اُس رنگ کے سرخ سپید سیاہ پتھر بنے۔ اور بارشوں اور ہواؤں کے پھوٹ پڑنے
سے پہاڑوں میں گھاٹیاں ہو گئیں۔ بعض کہتے ہیں یوں نہیں پہلے تمام دنیا پر پانی سمندر کا محیط تھا یہ ٹکڑے جو اوپر اُبھر آئے پانی کی موجوں نے
ان میں نشان کردیئے اور پھر پانی درجہ بدرجہ اُترتا گیا اور بہت سی زمین اور پہاڑ کھلے گئے مگر یہ نکر بے فائدہ ہو گئے۔
بظاہر باتیں تو ٹھیک ہیں تک تو ملادی مگر اس میں سیکڑوں شبہات پیدا ہو سکتے ہیں آخر کار یہی کہنا پڑتا ہے کہ اُس قادر مطلق نے ایسا کردیا اور جو اسباب بھی
تلاش کرو مگر پھر ان اسباب میں گفتگو ہوگی کہ وہ کیونکر پیدا ہوئے؟ پھر آخر کار تو اس قادر مطلق کی یدقدرت تک سلسلہ تمام ہوگا اب پہاڑوں کے منافع میں
غور کیجئے تو عقل حیران رہجائے۔ انہیں پہاڑوں میں سے خوشگوار پانی کے دریا نکلے گنگا جمنا نیل فرات جیحون دجلہ وغیرہ اور پھر ان سے ملک
شاداب ہوئے اور کیا کیا نعمتیں پیدا ہوئیں اور بھی سیکڑوں فوائد ہیں جنکے ذکر کے لیے ایک دفتر چاہیے والی الارض کیف سطحت اور زمین کو دیکھ
کہ کیسی بچھائی گئی دیا ہے کس طرح سے بچھا دیا) یہ قدرت کا چوتھا نمونہ ہے۔ اگر غور کیا جاوے کہ زمین ایک کرہ ہی اکل یعنی گول ہے تو
گول چیز پر کوئی رہ نہیں سکتا نہ مکان بنا سکتا ہے نہ کھیتی باڑی کر سکتا ہے مگر اُس قادر مطلق اور حکیم متقن نے باوجود اسکے کرہ ہونے کے
اسکو ایسا بچھایا کہ سیکڑوں کیا ہزاروں کوس تک ہموار جنگل اور میدان اور پہاڑ اور دریا روان ہیں لوگ کس کشادگی سے بس رہے ہیں
سیکڑوں کوسوں تک سڑکیں ہیں اور بیشمار باغ اور کھیت ہیں اور کیا کیا نفیس اور وسیع شہر آباد ہیں اور کیسی کیسی بلند شان عمارات ہیں کہ نہیں
اسکی کرویت سے کوئی بھی حرج واقع نہیں ہوتا۔ اور یہانتک وسعت دی ہے کہ بڑے بڑے ملکوں پر بادشاہ حکمرانی کر رہے ہیں یہانتک کہ عقول عام
کے نزدیک زمین گول ہی نہیں معلوم ہوتی بلکہ ایک ہموار فرش بچھا ہوا نظر آتا ہے اگر ایسا نہوتا تو زمین کے رہنے والونکو زندگی وبال اور محال ہو جاتی
یہ کیسا انعام ہے جس سے ہر امیر فقیر برابر نفع اُٹھا رہا ہے اور یہ اسکی کیسی قدرت اور کاریگری ہے کہ اسقدر اُسکے محدب کو وسعت عطا کی کہ
کرویت ہی محسوس نہیں ہوتی پھر کیا وہ قادر و حکیم اور منعم اُس عالم میں نیک بندوں کے لیے یہ نعمتیں نہیں پیدا کر سکتا ضرور پیدا کر سکتا ہے
اور لطف یہ کہ ان چاروں نمونوں میں بہشت کی شان بھی نمایاں ہے اور دوزخ کی بھی اونٹ کے منافع پر غور کیجئے تو شان بہشت نمایاں
ہے جدہر چاہو لیچلو بیٹھا لو کھڑا کر لو بوجھ لاد لو اور جو خود اونٹ کی مشقت اور بارکشی کو دیکھیے تو جہنم کی تکالیف کا نمونہ ہے آخر وہ بھی
تو ہماری طرح خدا کا بنایا ہوا ہے پھر بیچارہ کس مشقت میں ہے اور سرسبز پہاڑوں میں جنت کی شان نمایاں ہے خشک اور گرم پہاڑوں
میں خصوصاً ان میں کہ جہاں آتش فشانی ہوتی ہے یا آتشیں مادہ نکلکر بہتا ہے جہنم کا غصہ اور اسکی چنگاریاں نظر آجاتی ہیں
آسمان کی فضا اور چاند سورج کی پُر بہار روشنی اور اچھی موسمیں جنت کا نمونہ ہیں۔ پھر اندھیری راتیں اور گرم لو کے دن جہنم کا نمونہ
ہیں۔ زمین کے شاداب ٹکڑے اور باغات جنت کا نمونہ ہیں اور خشک و گرم اور بدبودار اور عمیق گڑھے جہنم کا نمونہ ہیں۔ مگر یہ چیزیں
روزمرہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں ہر روز دیکھتے دیکھتے ایک معمولی بات ہو گئی مگر روشن دل ان میں پورے نمونوں کا ملاحظہ
کیا کرتا ہے۔ اور یہی آثار قدرت ہیں جو بندوں کو خدا پاک دکھاتا ہے اسلئے جنت کے بیان میں شہوت انگیز مضامین بیان نہیں
ہوئے بلکہ انکو سنکر عالم آخرت کیطرف رغبت ہوتی ہے اور دنیا سے نفرت اسلئے فرمایا۔

سا فرون نے سونے کی تیاری کی۔ کاروباری اپنے کاروبار کی طرف درباری اپنے دربار کی طرف دوڑنے لگے الغرض ایک شور برپا ہوگیا یہ قیامت کا پورا نمونہ ہے کہ مرنے کے بعد خصوصاً جبکہ فنا کے صور سے ہر چیز نیست ہوجاویگی اور عدم کی رات طاری ہوجاویگی و پھر صبح قیامت نمودار ہو کر لوگون کو بیدار کردیگی بادۂ غفلت کے مست کہین گے من بعثنا من مرقدنا کہ ہمکو نیند سے کس نے جگا دیا

اس تقدیر پر فجر سے مراد کسی دن معین کی فجر نہین بلکہ عام ہے جیساکہ اور جگہ بھی آیا ہے والصبح اذا تنفس والصبح اذا اسفر اور یہی حضرت علیؓ و ابن عباسؓ و ابن الزبیرؓ کا قول ہے اور جو اس سے کسی خاص دن کی فجر مراد لیجاوے تو بھی ہوسکتا ہے جیساکہ اور علماء فرماتے ہین چنانچہ (۱) قتادہ کہتے ہین کہ محرم کی پہلی تاریخ کی فجر مراد ہے کس لیئے کہ عرب کے نزدیک شروع سال محرم سے ہوتا ہے تب انکے نزدیک اس فجر مین یہ خصوصیت ہوگی کہ گویا یہ تمام سال کا دیباچہ ہے اور برس بھر کے روز دن کا پیش خیمہ ہے جو ہر روز کے لحاظ سے پورا پورا قیامت کا نمونہ ہے۔ اور سال بھر مین جو کچھ نیک و بد کام ہوتے ہین انکا دروازہ ہے۔ اور مجاہدؒ کہتے ہین کہ یوم النحر کی صبح مراد ہے کیونکہ یہ دن مناسک ملت ابراہیم کے ادا کرنے کا ہے جو تمام خداپرستون کے لیئے ملت ابراہیمیہ کا منتہا ہے۔ اور اس دن دنیا بھر کے خداپرستون کا ایک متبرک مقام پر مجمع ہوتا ہے جو ہر ایک اپنے خدائے پاک پر جان فدا کرنے کو تیار ہے اور جان کے بدلہ اپنی خاص رحمت سے جانورون کی قربانی کی اجازت دیدی ہے۔ یہ دن بڑا متبرک دن ہے اور اجتماع کے لحاظ سے حشر کا بھی نمونہ ہے پھر اسکی صبح تو کیا ہی مبارک صبح ہے۔ ضحاکؒ کہتے ہین کہ ماہ ذی الحجہ کے پہلے روز کی صبح مراد ہے کس لیئے کہ مناسک حج جو حشر کا نمونہ ہین اس سے شروع ہوتے ہین اور اسی سبب اسکے بعد لیال عشر کی قسم کھائی ہے جو اسی مہینہ کی دس راتین ہین۔ بعضؒ کہتے ہین عرفہ کی فجر مراد ہے کس لیئے کہ آج تمام حجاج کا مجمع ہوتا ہے۔ اعظم ارکان حج کے لیئے

اب اگر فجر کے اور معنے لیے جاوین جیساکہ دیگر علماء نے لیئے ہین تب بھی ہر ایک معنی کے لحاظ سے یہ حشر و نشر اور اس دن مین اُسکے جلال و جمال کے اظہار کا پورا نمونہ ہے چنانچہ بعض فرماتے ہین کہ فجر سے مراد لغوی معنی کے لحاظ سے پھٹنا اور بہنا ہے جس سے چشمون کا بہنا اور پھوٹنا مراد ہے اور انپر دنیا کی معاش کا دارومدار ہے اور یہ اُسکے جمال یعنی اُس روز کی خاص رحمت کا جو نیکون کے لیئے رکھی گئی ہے پھوٹ پڑنے اور چشمون کی طرح بہنے کا پورا نمونہ ہے۔

بعض صوفیہ کرام فجر سے مبدء طلوع نور حق مراد لیتے ہین۔ جس کا اول مرتبہ نور روح کا بدن پر ظہور ہے جسکو انسان کی آفرینش یا تولد سے تعبیر کرنا چاہیئے اور پھر ترقی کرتے کرتے اُسکے تجلیات تک نوبت پہونچتی ہے یہ دوسرا مرتبہ ہے مگر ابتک آفتاب ذات حق اُسپر طلوع نہین ہوا اب تیسرے مرتبہ مین جب آفتاب ذات حق جلوہ گر ہوتا ہے تو روز روشن ہوجاتا ہے پھر کوئی چیز مخفی نہین رہتی یہ مرتبہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو اور اُنکے بعض مخصوص لوگون کو حیات ہی مین حاصل ہوجاتا ہے مگر اور لوگون کو مرنے کے بعد حشر کے دن حاصل ہوگا۔ اور اسمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نور نبوت کی ابتدا کیطرف بھی اشارہ ہے کس لیئے کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی ہے تو اسوقت نبوت کی فجر تھی مکہ ہی مین اسلام تھا پھر آفتاب جلوہ گر ہوا اور دنیا کو منور کرتا گیا اس لیئے اس سہانی حالت کی قسم کھاتا ہے۔

## سورۂ فجر مکہ میں نازل ہوئی اس میں تیس آیتیں ہیں

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالْفَجْرِ ۙ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۙ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۙ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ۚ هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ۚ

قسم ہے صبح کی اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی اور رات کی جب وہ جانے لگے کیا ان چیزوں کی قسم ہوشمند کے لیے کافی نہیں [illegible]

[illegible]

والفجر الواو للقسم [illegible] والوتر [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] هل في ذلك القسم [illegible]

[illegible]

المذكور [illegible] في ذلك الامور المذكورة [illegible]

یہ سورہ بھی مکہ میں نازل ہوئی جمہور کا اس پر اتفاق ہے ابن عباس و ابن الزبیر کا بھی یہی قول ہے [illegible] لفظ فجر اسکے شروع میں ہے اس لیے اسکو سورۂ فجر کہنے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ کو [illegible] فرمائی تھی تو سبح اسم اور سورتوں کے اس سورہ کے پڑھنے کا بھی حکم دیا تھا (رواہ النسائی)

واضح ہو کہ اس سورہ میں بھی خدا تعالیٰ جزا و سزا کا پانا اور ایک ایسے دن کا آنا کہ جس میں انسان نے جو کچھ اس ظلمتکدہ میں کیا تھا اسکا ملنا ثابت کرنا بدلائل ثابت فرماتا ہے اور یہی وجہ اس سورہ کی پہلی سورہ سے مناسبت کی ہے مگر ہر سورہ میں ایک نیا رنگ اور پُر اثر انداز ہے جو انسان کو شقاوت کے گڑھے سے نکال کر سعادت کی بلندی کیطرف لاتا ہے اور بعثت انبیاء علیہم السلام سے یہی مقصود اصلی بھی ہے۔

اسلئے اس سورہ مبارکہ کی ابتدا ایسی چند چیزوں کی قسم سے کی کہ انہیں سے ہر ایک میں غور کرنا اس مقصود کو ثابت کرتا ہے اور لطف یہ کہ شبہات کو بھی زائل کر دیتا ہے اس لیئے فرماتا ہے والفجر ولیال عشر والشفع والوتر واللیل اذا یسر یہ کل پانچ چیزیں ہوئیں کہ جنکی قسم کھائی گئی اول فجر: اگر فجر کے معنی صبح کے لیئے جاویں جیسا کہ جمہور کا قول ہے تو یہ بھی قیامت کے برپا ہونیکا پورا نمونہ ہے رات کو ایک سناٹا ہوتا ہے پرند چرند انسان حیوان پر نیند و آرام طاری ہوتا ہے جو ایک حالت موت سے پوری مشابہ ہے نہ وہ شور و غل ہے نہ ہائے ہو ہے نہ وہ آفتاب کی مشعل کی روشنی ہے پھر صبح نمودار ہوتے ہی ہر ایک بیدار ہوتا ہے پرند چہکنے لگے

تندرستی بیماری کا موت وحیات۔ کا جیسا کہ فرماتا ہے ومن کل شئ زوجین لعلکم تذکرون۔ یہ مخلوق تو سب شفع ہے اور وتر یعنی فرد جو ہے وہ حق سبحانہ ان کا خالق ہے جسکا کوئی جوڑا نہیں یہ سفیان بن عیینہ ومجاہد ومحمد بن سیرین وقتادہ وغیرہ کا قول ہے (۲) یہ کہ مخلوف ہین سے شفع اور وتر مراد ہے شفع یوم نحر ہے اور وتر یوم عرفہ پہلے دن مین قربانی ہوتی ہے اور دوسرے پر بہت سے احکام حج کا مدار ہے (۳) ربیع بن انس وابوالعالیہ کہتے ہین صرف نماز مغرب مراد ہے اسکی دو پہلی رکعت شفع ہین اور تیسری رکعت وتر ہے (۴) ضحاک و عطا کہتے ہین شفع دس روز ذی الحجہ کے اور وتر اسکے بعد کے تین روز ہین (۵) بعض کہتے ہین آدم وحوا مراد ہین کس لئے کہ آدم اکیلے تھے پھر حوا کے ملنے سے جوڑا ہو گیا (۶) مقاتل کہتے ہین شفع کل ایام ہین رات دن کے لحاظ سے اور وتر وہ اخیر دن ہے یعنی قیامت کا (۷) حسین بن فضل کہتے ہین شفع جنت کے درجات ہین کیونکہ وہ آٹھ ہین۔ اور وتر جہنم کے طبقات ہین کیونکہ وہ سات ہین (۸) شفع صفات خلق ہین علم ہے تو جہل بھی ہے قدرت ہے تو عجز بھی ہے حیات ہے تو موت بھی ہے۔ اور وتر وہ صفات حق سبحانہ ہین وجود ہے تو عدم نہین علم ہے تو جہل نہین حیات ہے تو موت نہین قدرت ہے تو عجز نہین (۹) شفع انسان کے بعض اعضا دو کان دو ہاتھ دو پاؤن۔ اور وتر وہ جو ایک ہین ناک سر قلب (۱۰) شفع سجدہ اور وتر رکوع ہے۔

اور بھی اقوال ہین الفاظ قرآنیہ مین بڑی وسعت ہے سب کو حاوی ہین۔ مگر ان مین ٹھیک وہی ہین جنکی طرف احادیث صحیحہ مین اشارہ ہو۔ ترمذی و امام احمد وغیرہما نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے شفع اور وتر کے معنی پوچھے آپ نے فرمایا کہ نماز مراد ہے بعض جفت ہین دو دو یا چار چار رکعت بعض طاق یعنی تین رکعت۔ لیکن اس روایت مین ایک راوی مجہول ہے اور اسی لیئے ترمذی نے کہدیا کہ یہ روایت غریب ہے۔ اور امام احمد ونسائی وحاکم نے روایت کی ہے کہ لیال عشر عید الضحی کی دس راتین اور وتر عرفہ کا دن اور شفع نحر کا دن ہے۔ مگر محققین محدثین کے نزدیک ان روایات مین کلام ہے۔

پانچوین چیز کہ جسکی قسم کھائی وہ رات ہے۔ فرماتا ہے والیل اذا یسر کہ قسم ہے رات کی جبکہ ڈھلے۔ یسری تھا۔ ی فواصل آیات کے لحاظ سے محذوف ہو گئی۔ اور کلام عرب مین ایسا بہت ہے۔ اسکے معنی ہین جبکہ جاوے یعنی ڈھلے جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہے والیل اذا ادبر والیل اذا عسعس مگر قتادہ وابوالعالیہ کہتے ہین اسکے معنے ہین جبکہ آوے اسمین کسی رات کی تخصیص نہین ہر رات مین جبکہ ڈھلتی ہے رحمت الٰہی کا ظہور اور اسکی تجلی ہوتی ہے بخاری ومسلم نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تہائی رات باقی رہجاتی ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے[ف] اور فرماتا ہے کون ہے جو مجھ سے مانگے تاکہ مین دون اور کون ہے جو دعا کرے کہ مین قبول کرون اور ہے کوئی جو مجھ سے معافی مانگے مین معاف کردون۔ اور بھی پچھلی رات کے برکات وفضائل آئے ہین اور اسی لیئے حضرات انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام وصالحین کا ہمیشہ پچھلی رات مین جاگنے اور عبادت ودعا کرنے کا دستور رہا ہے۔ اور احادیث مین تاکید ہے۔

رات

---

ف آسمان دنیا کی طرف اترنا یا نازل ہونا کنایہ ہے اسکی ایک توجہ اور التفات خاص سے جو اسکی تجلی سے عبارت ہے نہ نزول وصعود جسمانی کیونکہ وہ اس سے پاک ہے ۱۲ منہ

دوسری چیز جسکی قسم کھائی ولیال عشر ہے جسکے معنے ہیں دس راتیں کی۔ یہ وہ دس رات کہ جنکی خدا تعالیٰ نے قسم کھاتا ہے بڑی متبرک راتیں ہیں جن میں سے ہمہ کے لیئے عالم بالا سے ایک خصوصیت خاصہ ہے جمہور مفسرین کے نزدیک ان دس راتوں سے ماہ ذی الحجہ کی دس راتیں مراد ہیں کہ جن میں دور دراز سے خدا پرست ایک متبرک مقام پر جمع ہوکر عبادت و دعا میں مشغول ہوتے ہیں یہ ایام حج کی راتیں ہیں۔ ان میں بھی مجمع حشر کا نمونہ ہے۔ دوسرا قول بعض مفسرین کا یہ ہے کہ اخیر رمضان کی دس راتیں مراد ہیں جن میں لیلۃ القدر بھی واقع ہوتی ہے اور اسی لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان راتوں میں نہایت شب بیداری کرتے تھے اور گھر والوں کو بھی شریک کرتے تھے اور مسجد میں معتکف ہوکر بیٹھتے تھے دنیاوی کاروبار چھوڑ دیتے تھے جیسا کہ بیع و شرا وغیرہ اگرچہ آپ کے دنیاوی کام بھی اکثر دس تحفظ دین ہی ہوا کرتے تھے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ماہ محرم کی اول دس راتیں مراد ہیں کس لیئے کہ دسویں تاریخ کے روزہ کے فضائل احادیث میں بکثرت وارد ہیں۔ اور اسی لیئے رفع درجات کے لیئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مصیبت اور شہادت بھی انہیں ایام میں واقع ہوئی ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ تمام سال میں سے یہ دس متفرق راتیں ہیں جنمیں سے پانچ رات تو اخیر رمضان کی ۲۱-۲۳-۲۵-۲۷-۲۹ جن میں لیلۃ القدر واقع ہوتی ہے۔ اور ایک عید الفطر کی رات اور ایک عرفہ کی رات۔ اور ایک یوم النحر کی رات اور ایک لیلۃ المعراج یعنی ستائیسویں رجب کی رات۔ اور ایک شب برات اور چونکہ یہ راتیں فی الجملہ مبہم ہیں جیسا کہ چار قولوں میں مختلف اقوال گذرے۔ اور نیز ان کی تعظیم بھی مقصود تھی اس لیئے نکرہ لائیں گئیں تاکہ ہر احتمال کو گنجایش ہو سکے۔ بعض صوفیہ کرام دس راتوں سے حواس عشرہ پانچ باطنہ اور پانچ ظاہرہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور ان کو رات سے اسلیئے تعبیر کیا گیا کہ انوار حق و مجردات کے ادراک اور انسے مشغول ہونیکے وقت معطل و بیکار ہو جاتے ہیں اور شب کیطرح ان پر ظلمت طاری ہو جاتی ہے کیونکہ جب نور الٰہی کی تجلی ہوتی ہے تو یہ جسمانی آلات معطل ہو جاتے ہیں مگر بندہ کے کسب کمالات کے لیئے عمدہ اوزار ہیں اس لیئے انکی قسم کھائی گئی۔ اور یہ تعطل ایک جسمانی عالم کا بطلان ہے جو قیامت اور صور فنا کو یاد دلا رہا ہے۔

تیسری اور چوتھی چیز جسکی قسم کھائی والشفع والوتر ہے کہ قسم ہے شفع اور وتر کی شفع زوج جسکو جفت کہتے ہیں وتر طاق یا فرد ان سے کیا مراد ہے؟ اس میں علماء کے بہت اقوال ہیں مگر وہ سب دو قولوں سے باہر نہیں کس لیئے کہ یا تو ان سے نفس عدد مراد ہوگا یا معدود اول قول جو حسن کا قول ہے یہ ہے کہ نفس عدد جفت و طاق کی قسم کھاتا ہے جسکی حساب کے لیئے اور گنتی کے لیئے لوگوں کو بس ضرورت ہے اور دنیا کی عمر یا خود انسان و حیوان کی عمر ضرور کسی نہ کسی عدد پر منتہی ہوتی ہے۔ دس بیس پچاس سو ہزار لاکھ یا کچھ ہو آخر کوئی نہ کوئی عدد ہوگا طاق ہو یا جفت اسمیں دنیا و اہل دنیا کے حادث اور فانی ہونیکی طرف اشارہ ہے انکی ابتدا بھی ہے پھر انتہا بھی یہی ایک بات اگر عاقل غور کرے تو جلد قائل ہو جاوے کہ آخر ایک روز یہاں سے جانا ہے اور جاکر کیئے کا بدلہ پانا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ معدود مراد ہیں پھر اسمیں بھی کئی قول ہیں (۱) یہ کہ عام ہے سبکو شامل ہے رات دن کا جوڑا نیکی بدی کا شمس و قمر کا جن و انس کا کفر و ایمان کا سعادت و شقاوت کا مرد و عورت کا ذلت و عزت کا دولت و فقر کا آسمان و زمین کا بحر و بر کا

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝ وَثَمُودَ الَّذِينَ

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے عاد ارم سے کیا کیا جو ستونوں والے تھے جن کی مثل دنیا میں پیدا نہ ہوا تھا اور ثمود سے کیسا کیا

جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ۝ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ ۝ فَصَبَّ

کہ جنہوں نے جنگل میں پتھر تراشے تھے اور فرعون میخوں والے سے کیا کیا ان سب نے ملکوں میں سرکشی کر رکھی تھی اور بڑا ہی فساد مچا رکھا تھا پھر تو

عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝

تیرے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا مار دیا کیونکہ تیرا رب لوگوں کی تاک میں ہے۔

ترکیب

[illegible]

ارم ذات العماد [illegible] وارم غیر منصرف للعلمیۃ والتانیث [illegible] وارم جد عاد [illegible] عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح
وقال قتادہ [illegible] وقال [illegible] فالاول [illegible] ذات العماد [illegible] القوۃ والشدۃ [illegible]
یقال رجل طویل العماد [illegible] العماد الابنیۃ الرفیعۃ [illegible] التی لم یخلق مثلہا [illegible] لعاد وقیل [illegible] ارم
[illegible] قال [illegible] ارم [illegible] علیہ عاد مجرور محلا علی انہ [illegible] والسراب [illegible]
الذین [illegible] البلاد اذا قطعہا [illegible] لانہ یطلع بالواد متعلق بجابوا والمراد بالواد
وادی القری [illegible] من جہۃ الشام - قرء الجمہور بالواد [illegible] الیاء [illegible] اسباعا [illegible] المصحف
وقرء ابن کثیر باثباتہا [illegible] باثباتہا [illegible] الوقف [illegible] وفرعون [illegible] ذی الاوتاد صفۃ فرعون والمراد
[illegible] والاوتاد جمع وتد [illegible] والمراد بالاوتاد الجنود لان [illegible] یشد بہا الذین [illegible] الموصول
صفۃ لعاد وثمود وفرعون [illegible] کل طائفۃ منہم فی بلادہم [illegible] فصب [illegible] وافرغ وھذا استعارۃ عن ایقاع
العذاب بہم علی ابلغ الوجوہ - ان ربک تعلیل لما قبلہ ایذانا بانہ عالم باحوال القریش یوقع بہم ما اوقع بمن قبلہم - وقیل ھو جواب القسم

تفسیر

اس بات کا ذکر ہوا تھا کہ جزا و سزا کا دن قیامت ہے اور وہیں پوری سزا و جزا ملا کرتی ہے۔ اب یہاں سے یہ ثابت کرتا ہے
کہ کبھی دنیا میں بھی ہم کچھ سزا دیا کرتے ہیں اور نیکوں کو جزا بھی۔ اس لیے پہلی قوموں کے تین مشہور واقعات یاد دلاتا ہے کہ جنکی
سرکشی پر خدا نے دنیا ہی میں انکو سزا دی تھی فقال الم ترکیف فعل ربک بعاد کہ کیا اے مخاطب تو نے نہیں دل کی آنکھ سے
دیکھا (گو اس زمانہ کے لوگوں نے دیکھا نہیں مگر وہ مشہور واقعہ ایسا ہی یقین بخش ہے جیسا کہ آنکھ کا دیکھا ہوا کرتا ہے اسلئے الم تر
فرمایا) کہ تیرے رب نے عاد کی قوم سے کیا کیا۔ کونسے عاد سے آپ ہی فرماتا ہے ارم یعنے عاد ارم کی قوم سے (جنکو عاد اولے بھی
کہتے ہیں) ارم انکے جد اعلے کا نام تھا۔ عرب میں جد اعلے کی طرف منسوب کرنا عام محاورہ ہے کہتے ہیں قریش کنانہ۔ اور وہ
کیسی قوم تھی؟ ذات العماد بڑی بلند قامت یعنی طاقت ور یا یہ معنی کہ مکانوں اور محلوں والی کیونکہ عاد بلند مکانوں ہی

اور روز جزا پر جو شبہات ہوتے ہیں انکا بھی ان پانچوں چیزوں کی قسم کھانے میں جواب ہے ۔ منکرین قیامت اکثر یہ شبہ کیا کرتے ہیں کہ دنیا میں نیکی و بدی کی جزا و سزا دیتے ہیں کون مانع ہے اگر خدا تعالیٰ ہے اور وہ بندوں کے نیک و بد اعمال پر بھی نظر رکھتا ہے اور وہ جزا و سزا پر قادر بھی ہے تو پھر اسی جہان میں کیوں بدلہ نہیں دیدیتا تاکہ جلدی فیصلہ ہوجاوے ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اسکی حکمت کاملہ کا مقتضی یہ ہے کہ اس بدلہ دینے میں قیامت کا انتظار کیا جاوے کس لیئے کہ انسان کی دو حالتیں ہیں ایک اسکی یہ زندگانی دوسری موت اور بعد کا زمانہ پہلی حالت سزا و جزا کے لیئے کافی نہیں اس لیئے دوسری حالت پر موقوف رکھا ہے کیونکہ اس جہان میں انسان کی تمامی عمر دار آخرت کے لیئے سامان جمع کرنے کے واسطے مقرر ہے کہ اخیر تک تحصیل کمالات کرے اور نیز ہر ایک کے ساتھ بہت سے لوگوں کے حقوق و آسائش بھی متعلق ہیں ۔ اور نیز بعض ایسے بھی لوگ ہیں کہ جنپر ظلم و ستم ہوئے ہیں اور ظالم زندہ ہے مظلوم مرگئے اب اگر اس کو اسی جہان میں سزا دیجاتی تو اول تو اسکو اس کہنے کی جگہہ باقی رہے کہ جلدی کیوں کی میں آیندہ توبہ و استغفار و عبادت کرنے کو تیار تھا مافات کی تلافی کا بھی وقت باقی تھا ۔ دوم اسکے سزا دینے سے اسکے متعلقین پر ایک مصیبت کا دروازہ کھلتا اسکے عیال و اطفال و دیگر اہل حقوق اپنے حقوق سے محروم رہجاتے ۔ سوم جن مظلوموں پر ظلم ہوا ہے اگر اسکے بعد ظالموں کو سزا ہوتی تو انہیں کیا دل دیکھنے ذرا دل ٹھنڈا بھی ہوتا یا وہ اپنے حقوق کا اس سے مطالبہ کرتے ۔ چہارم اس عالم میں جزا و سزا ہونے پر بندوں کی وہ آئندہ امید جو دنیا میں آزادانہ زندگی پر منحصر ہے باقی نہ رہتی اس لیئے اسکی سزا و جزا کے لیئے یہ زندگانی کافی نہیں بلکہ ایک دوسرا جہان ہے جہان نہ یہ عذر باقی رہیگا کہ میرے لیئے تلافی کا وقت باقی تھا نہ اسکی جزا و سزا سے اسکے متعلقین کی آسائش میں کچھ فرق آئیگا نہ انکے حقوق تلف ہونگے ۔ اور جہان مظلوم بھی موجود ہوگا اور ظالم بھی ہوگا اپنی آنکھوں سے دیکھکر دل ٹھنڈا کریگا پس اس جہان کا انتظار کرنا چاہیئے کیونکہ دنیا میں بھی بہت باتیں فوراً ہی نہیں ہوجایا کرتیں انتظار ہی کرنا پڑتا ہے فجر کو دیکھو کہ اکثر لوگ اپنے کام اور ضرورتوں کے سرانجام کے لیئے اس کا انتظار کیا کرتے ہیں بیمار و عشاق تو رات میں تڑپ تڑپ کر صبح کی آرزو کیا کرتے ہیں پرند چرند جب خالی پیٹ ہوجاتے ہیں تو صبح کے انتظار میں کلبلانے لگتے ہیں علی ہذا القیاس پھر لیال عشر دس راتوں کو دیکھو کہ انکے انتظار میں برس گزر جاتا ہے خواہ وہ ذی الحجہ کی دس راتیں ہوں یا رمضان کی یا محرم کی ۔ یا سال بھر میں سے متفرق ۔ اور عدد جفت و طاق کو دیکھو جنکے انتظار سے چارہ نہیں تمام دنیا کے کاروبار تنخواہ و طلب توالد و لین دین اسی عدد پر موقوف ہے خواہ جفت ہو خواہ طاق نو مہینے تک لڑکے کے پیدا ہونیکا انتظار رہتا ہے مہینا یا سال بھر نوکر ماہوار یا سالیانہ کا انتظار کرتا ہے اور رات کو دیکھو کہ اسکا بھی انتظار ہوتا ہے سیکڑوں کام رات کے آنے پر موقوف ہوتے ہیں پھر کیوں جھٹ پٹ اسیوقت نہیں کرلیتے جب دنیاوی کاموں میں وقت و عدد کا انتظار ہے تو پھر اگر ایسے بھاری کام کے لیئے ہو تو کیا تعجب ہے اسلیئے اسکے بعد فرماتا ہے ہل فی ذلک قسم لذی حجر کہ کیا جو کچھ مذکور ہوا عقلمند کے لیئے اتنا کافی قسم ہے ہاں ضرور ہے بلکہ بغیر قسم ہی کے عقلمند ان پانچ چیزوں میں غور و تدبیر کرکے کہہ سکتا ہے کہ بیشک قیامت آنے والی ہے اور مصلحت الٰہی سے اسکا ایک وقت مقرر ہے اور بندے کے نیک و بد کام سے وہ غافل نہیں ۔

اسکے بعد دوسرا واقعہ بیان فرماتا ہے جو اسکے بعد گزرا ہے فقال وثمود الذین جابوا الصخر بالواد اور قوم ثمود کے ساتھ کیا کیا وہ قوم ثمود کہ جس نے جنگلوں میں پتھر تراشے تھے اور بڑے مستحکم مکان بنائے تھے کہ ہم ہمیشہ ان میں رہا کرینگے - یہ قوم شمال عرب میں رہتی تھی حجر سے لیکر وادی القری تک انکی بستیاں تھیں - پہاڑ تراش کر نہایت خوبصورتی کے مکان بنایا کرتے تھے تصویرین اور پھولوں اور درختوں کی صورتیں بھی تراشا کرتے تھے نہایت شادمانی اور فرحت سے زندگانی بسر کیا کرتے تھے مگر ساتھ ہی بدکاری اور بت پرستی بھی بہت تھی حضرت صالح علیہ السلام اس قوم کی طرف مبعوث کئے گئے پھر کب ماننے والے تھے آخر ایک ہی بار ہلاک ہوگئے - ان کا قصہ بھی کئی بار قرآن مجید میں آچکا ہے - ان کے آثار اب تک شام کی طرف جانے والونکو دکھائی دیا کرتے ہیں (حال کے سیاحوں نے بھی انکے مکانات کے کچھ آثار دیکھے ہیں) ۔

اسکے بعد تیسرا واقعہ قوم فرعون کا بیان فرماتا ہے فقال وفرعون ذی الاوتاد اور فرعون کیسے اسنے کیا کیا جو لشکروں والا تھا اوتاد وتد کی جمع ہے شدکو میخ کہتے ہیں جسکے معنی ہیں کہ اسکی تفسیر میں چند اقوال ہیں (۱) یہ کہ اوتاد لشکروں کو کہتے ہیں کیونکہ سلطنت و حکومت کی میخ یہی ہے جس بادشاہ کا لشکر مہیا اور کارآمد نہیں اسکی بادشاہت بے بنیاد ہے اور یہی ابن عباس کا قول ہے (۲) یہ کہ اسقدر گھوڑے اور خیمے تھے کہ جہاں تہان ساتھ چلا کرتی تھیں یہ انکی حشمت اور کثرت مال واسباب کی طرف اشارہ ہے (۳) یہ کہ وہ موسی ایمانداروں کو میخیں گاڑ کر لٹا کر ان پر میخیں رکھ چھوڑتا تھا اسلیئے اسکو اس لقب سے یاد کیا گیا ۔

پھر اجمالاً ان تینوں قوموں کو بیان فرما کر انکے افعال زشت اور حالات بدکا اجمالی حال بیان فرماتا ہے جو انکی بربادی اور غارت ہونیکا باعث ہوا فقال الذین طغوا فی البلاد کہ یہ سب قومیں وہ تھیں کہ جنہوں نے ملک میں رہکر حد سے گزر گئے تھے تکبر کی بھی انتہا نہ تھی سبھی حکومت کے ساتھ نخوت اور بے پروائی - یہ سب لوگ اخلاق کا نام تک نہ تھا سب پر شہوت پرستی اور عیاشی کا بھی کچھ انتہا نہ تھا انہوں نے بہتون کو بھی تہہ و بالا کیا تھا اسپر درندے بھی ٹھگ تھے جسکو چاہا بیٹ ڈالا قید کر دیا مروا ڈالا الزام لگا کر گھر بار ضبط کر لیا - عدل و انصاف عفت و پارسائی پرہیزگاری رحمدلی خوش اخلاقی تو چھو بھی نہیں گئی تھی اسپر اعتقادات وہ بد کہ الٰہی توبہ - خدا تعالیٰ کی بے ادبی اسکے رسولوں اور انکی شریعت کی بے عزتی بت پرستی ایک ادنے بات تھی دار آخرت اور اعمال کی جزا و سزا کا تو خیال بھی نہیں آتا تھا زناکاری اور شراب خواری کے دروازے کھول دیئے تھے لوگوں کو بھی اسی روش اور انہیں خیالات پر پھیر لاتے تھے اور اپنی عقل و تدابیر اور شوکت و حشمت موجودہ پر بڑا غرور تھا ان سب باتوں کی طرف اس ایک ہی جملہ میں اشارہ ہے فاکثروا فیہا الفساد کہ زمین میں بہت ہی فساد کیا ہے ہر ایک بات جو اوپر مذکور ہوئی فساد فی الارض ہے - اب انکی سزا بیان فرماتا ہے فقال فصب علیہم ربک سوط عذاب کہ تیرے رب نے (جو رب العالمین ہے اسکو اپنے غریب بندوں کی پرورش بھی ملحوظ ہے مظلوموں پر رحم کھانا بھی اسکی ربوبیت کا مقتضا ہے) انپر سزا کا کوڑا مارا اسکو ہلاک و برباد کر دیا - اسکے تازیانہ سے ڈرنا چاہیئے کیونکہ ان ربک لبالمرصاد تیرا رب اپنے بندوں کے حالات و حرکات دیکھتا رہتا ہے سب کچھ اسکی نظروں میں رہتا ہے کچھ انہیں قوموں پر انحصار نہیں اور صد ہا قومیں سزا کے کوڑے مارے ہیں اور آیندہ مار یگا - اگر یہی اخیر جملہ بیان کے درمیان میں ہے تو بڑا ہی نیک ہوجاوے - قرآن نے تذکیر میں کوئی مرتبہ اٹھا نہیں رکھا اس سے بڑھ کر کوئی کیا کہہ نہیں سکتا ۔

کہا کرتے ہیں یا خود ستونوں والی کیونکہ اس دولتمند قوم کی عادت تھی کہ اپنے بزرگوں کے مقابر پر بلند منارے بنوا دیا کرتے تھے فخر
اور یادگاری کے لیئے جسکے آثار ملک مصر میں ابتک باقی ہیں۔ التی لم یخلق مثلہا فی البلاد ایسی قوم یا ایسے ستون یا ایسی عمارات
کہ جنکی مثل اس عہد تک ملکوں میں پیدا نہیں کیئے گئے تھے۔ یہ پہلا واقعہ ہے قوم عاد اولی کا۔

واضح ہو کہ عاد دو فرقوں کا نام تھا۔ ایک کو عاد اولی اور عاد قدیمہ بھی کہتے تھے۔ اور وہ اولاد عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح
علیہ السلام سے تھے اور انہیں کو عاد ارم کہتے ہیں کس سبب کہ ارم انکے دادا ہیں اور شہر ارم بھی عدن کے قریب نہایت عمدہ
انہوں نے اپنے نام سے آباد کیا تھا جسکا مثل اس زمانہ میں دنیا بھر میں نہ تھا یا ملک عرب میں نہ تھا۔ دوسرا فرقہ جنکو عاد آخری
کہتے ہیں وہ لوگ ہیں جو اس قوم کے ہلاک ہونے سے بچ رہے تھے اور یہ لوگ ملک یمن کے ضلع حضرموت میں احقاف کی زمین
میں رہا کرتے تھے پھر یہ بھی بڑھے پھلے پھولے اور آخر بدکار و سرکش ہو گئے انہیں میں ہود علیہ السلام پیغمبر بنکر گئے تھے یہ قوم
ہوا کے طوفان سے ہلاک ہوئی انکا قصہ قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے مگر عاد ارم کا صرف دو ہی جگہ آیا ہے ایک انہیں
آیات میں دوسرے سورۂ نجم میں جہاں کہ فرمایا وانہ اہلک عاد الاولی۔

اس قوم کا وہ واقعہ جو صحیح طور پر ثابت ہوا استقدر ہے کہ یہ ایک قوم قدیم زمانہ میں طوفان نوح علیہ السلام کے بعد ملک یمن میں آباد تھی
اس قوم کا یہانتک عروج ہوا کہ تمام عرب بلکہ مصر و دیگر ممالک پر بھی انکی سلطنت ہو گئی اور انہوں نے بڑے بڑے عجائب شہر آباد کیئے اور
دولتمند و سلطنت نے اسکے دل ہار دیا منجملہ انکے شہر ارم بھی اوسوقت میں ایک عجائب زمانہ تھا یہ بڑی طاقتور اور بہادر قوم تھی مگر پھر دولت
و ثروت کے ساتھ بدکاری اور عیاشی اور ظلم بھی ان میں آیا اور یہ بامیں دولت و ثروت کا خمار ہیں ہر چند اس عہد کے انبیاء علیہم السلام نے
انکو سمجھایا اور راہ راست پر لانیکی کوشش کی مگر انکے گناہوں کی کشتی جو بھر چکی تھی غرق ہونیکو تھی کب ماننے تھے آخر عذاب الہی کا کوڑا انپر پڑا
برباد و ہلاک ہو گئے سلطنتیں جاتی رہیں دولت و ثروت نے منہ پھیر لیا وبا اور دیگر مصائب نے ہجوم کر لیا برباد ہو گئے۔

مروی ہے کہ عاد کے دو بیٹے تھے شدید اور شداد یہ ملکو پر قابض ہوئے شدید مر گیا تو شداد اسکا قائم مقام ہوا اسکے اقبال نے بڑی
ترقی کی بڑے بڑے بادشاہ اسکے مطیع ہو گئے اسنے جنت کا ذکر سنکر کہا کہ میں بھی ایک ایسی ہی بہشت تیار کرتا ہوں تب اسنے یمن کے بعض جنگلوں
میں شہر ارم کی بنیاد ڈالدی اور تین سو برس میں ایک شہر تیار ہوا جسکے چاندی سونے کے محل اور یاقوت زبرجد کے انکے ستون تھے اور
تمام اقسام کے اسمیں باغ اور نہریں تھیں جب بنکر تیار ہوا تو ارکان دولت کو لیکر اس بہشت میں چلا جب قریب رہ گیا تو آسمان سے ایک
ہلاک آئی اور سب کو ہلاک کر دیا شداد نو سو برس کی عمر میں مرا۔

یہ بھی روایت ہے کہ ابو قلابہ اپنا اونٹ ڈھونڈتے ہوئے اس جنگل میں جا نکلے اور شہر ارم میں جا پہونچے اور وہاں سے بہت کچھ جواہرات
اٹھا لیئے اسکی خبر معاویہؓ کو پہونچی انہوں نے بلا کر پوچھا سارا احوال بیان کر دیا تب معاویہؓ نے کعب سے دریافت کیا تو کہا یہ وہ شہر ارم
ہے جو شداد نے بنایا تھا۔ اگر یہ روایت صحیح تسلیم کیجائے تو ممکن ہے کہ شہر ارم کے کھنڈرات میں جا پہونچے ہوں اور کچھ جواہر
لے آئے ہوں مگر اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ شہر ارم اسیطرح اب بھی یمن کے جنگلوں میں موجود ہے اور لوگوں کی نظروں سے غائب

مصیبت میں صبر کیا تو ترقی درجات آخرت کا باعث ہے اور نعمت میں شکر نہ کیا تو اور بھی بازپرس کا باعث ہوگا الغرض حصول دنیا اور اس کے عدم حصول پر بھاری رضامندی اور اکرام یا توہین و ناراضی سمجھنا غلط بات ہے جیسا کہ کفار سمجھے ہوئے ہیں اور یہی حجت پیش کیا کرتے ہیں اس لئے اسکے بعد فرمایا ہے کلا کہ ہرگز ایسا نہیں

کلا یعنی فراخدستی کثرت مال و اولاد سے یہ سمجھنا کہ خدا مجھے معزز سمجھتا ہے اچھا اور محبوب مانتا ہے یا تنگدستی سے برا جانتا ہے غلط خیال ہے جس کو لفظ کلا سے تعبیر کیا۔ بلکہ فراخدستی بھی اسکی آزمائش ہے اور تنگدستی بھی کہ فراخدستی میں کیا شکر اور تنگدستی میں کیسا صبر کرتے ہو۔ فراخدستی سے خدا کے نزدیک عزت دار نہیں ہو جاتا نہ تنگدستی سے ذلیل بلکہ ذلت کے اسباب اور ہی کام ہیں۔ گو وہ کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو اور وہ ذلت کے کام کیا ہیں جنکے کرنا مرتکب تم ہی ہو بیان فرماتا ہے (۱) لاتکرمون الیتیم تم یتیم کی عزت نہیں کرتے حالانکہ وہ بے باپ کا ہے۔ دنیا کے مصائب اس پر پڑے ہوئے ہیں اور خود بھی کم سن ہے کچھ کر نہیں سکتا۔ اب تم اپنے سر سے اسکو سنہ بھی نہیں لگاتے شفقت اور کھانا کھلانا اسکی حاجت برآری کرنا تو کجا یہ کام بھی حسن سے اللہ کے نزدیک انسان ذلیل ہو جاتا ہے۔ خواہ بظاہر کیسا ہی دولتمند کیوں نہ ہو جہاں عرب میں یہ بھی عیب تھا کہ یتیموں پر مہربانی نہیں کرتے تھے احادیث صحیحہ میں یتیموں پر مہربانی کرنے کے بڑے فضائل آئے ہیں (۲) ولا تحاضون علی طعام المسکین اور نہ مسکین کے کھانا کھلانے کی رغبت دلاتے ہو نہ اپنے آپ کو اور نہ اوروں کو۔ حالانکہ غریب محتاج کو کھانا کھلانا تمام اہل عقل و نقل کے نزدیک مسلم ہے۔ برخلاف اس کے بدبخت جاہل یہ کہتے ہیں کہ جب اسکو خدا ہی نے نہ دیا اور اسنے اسکی بے قدری کی اور خدا ہی نے یتیم کے باپ کو مار دیا تو ہم اس پر کیوں رحم کریں کیوں کھانا کھلائیں۔ نیک نہیں تو یہ دو کام نہیں کرتے جو کرنے چاہئیں تھے۔ اور کرتے ہیں یہ دو کام کرتے ہیں (۳) وتاکلون التراث اکلا لما کہ مردوں کا مال جو بلا مشقت ورثہ میں ملتا ہے اسکو سمیٹ لیتے ہو اور خوب دل کھول کر کھاتے ہو فضول خرچی کرتے ہو عیاشی اور نمود کے کاموں میں اڑاتے ہو۔ سچ ہے مال مفت دل بے رحم۔ (۴) وتحبون المال حبا جما اور مال کی دل سے محبت کرتے ہو بڑے لالچی اور طماع ہو۔ معاذ اللہ تمام گناہوں کی جڑ یہی محبت دنیا اور یہی لالچ اور طمع تو ہے یہی حق تلفی کراتی ہے یہی جھوٹ بلواتی ہے یہی خون کراتی ہے یہی بے شرم بے حیا بنا دیتی ہے۔ یہ ہیں وہ کام جو تم اے قریش کر رہے ہو۔ بجائے عبادت۔ صداقت ایمان۔ پرہیزگاری خیرات۔ صلہ رحمی کے۔ پھر تم سمجھ لو کہ عاد و ثمود و فرعون پر جو کوڑا پڑا تھا وہ تمہارے لئے بھی تیار ہے۔ پھر بتاؤ لعنت و ذلت خدائی کا سبب حب دنیا ہے یا فقر و فاقہ؟

فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ۝ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ

لیکن انسان ایسا ہے کہ جب اسکا رب اسکو آزماتا ہے پس اسکو عزت اور نعمت عطا کرتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے عزت دی اور جسکہ اسکو (اسطرح) آزماتا ہے کہ اسکی روزی

رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ۝ كَلَّا بَلْ لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ۝ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝

تنگ کر دیتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔ ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے اور مسکین کے کھانا کھلانے کی رغبت دلاتے ہو

وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَمًّا ۝ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝

اور مُردوں کا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال کو بہت ہی عزیز رکھتے ہو

## ترکیب

فاما ہہنا مجرد التاکید [illegible] ... اذا شرطیۃ [illegible] ما زائدۃ فاکرمہ [illegible] للابتلاء فیقول ربی الخ جواب الشرط وقیل اذا ظرف [illegible] وقت [illegible] الثانی فی فیقول [illegible] فاما الانسان [illegible] فیقول ربی اکرمنی وقت ابتلائہ بالنعماء اکرمنی [illegible] ... ولا [illegible] وقس علیہ واما اذا ما ابتلاہ فقدر [illegible] ... التخفیف [illegible] الفعلین فی الجمہور تحضون من حض [illegible] ... لا یحض بعضکم بعضا وقرئ بضم التاء من الحض [illegible] ... طعام المسکین [illegible] مصدر [illegible] لطعام المسکین او اسم للمطعوم فالمضاف محذوف [illegible] التراث [illegible] الوراثۃ ابدلت التاء من الواو المضمومۃ کما فی تجاہ ووجاہ [illegible] اصل اللم الجمع یقال لممت الشیء [illegible] الکثیرۃ [illegible] حم الشیء یجم جموماً یقال [illegible] المال وغیرہ فہو جم وجمام

## تفسیر

پہلے فرمایا تھا ان ربک لبالمرصاد کہ وہ آخرت کے فساد و مضر کاموں کو دیکھ رہا ہے فاما الانسان الخ اور انسان کا یہ حال ہے کہ وہ رات دن حصول دنیا اور اسکے لذات و شہوات میں مشغول ہے۔ اگر دنیا میں دولت و راحت مل گئی تو کہنے لگا کہ میرا خدا مجھ سے خوش ہے اور حبیب ہی تو اس نے مجھے عزت دی ہے اور جو تنگدستی یا تکلیف پیش آگئی تو کہنے لگا کہ ناراض ہے جس لئے اس نے مجھے ذلیل کر رکھا ہے گویا خدا تعالے کی رضامندی اور اسکا عزت و اکرام حصول دولت و راحت دنیا پر منحصر جانا اور اسکی ناراضگی اور توہین کو دنیاوی فقر و فاقہ اور تکالیف پر محمول کیا۔ اور یہ اس کا خیال باطل ہے کس لئے کہ دنیا کی راحت و نعمت اور اسیطرح افلاس و فقر بیماری و خواری سب کی آزمایش ہے کہ نعمت و راحت پا کر کیسی شکر گذاری و فرمانبرداری کرتے ہیں اور مصیبت میں کیونکر صبر کرتے ہیں۔ اگر

اولین و آخرین عدالت کے لیئے خدا تعالے اور اُسکے ملائک مقربین کی راہ تکین گے کہ اس گرمی و مصیبت سے فیصلہ کر کے ہمکو نجات ملے تب وجاء ربک تیرا رب آوے گا یعنی صفت جلال و قہر مین تجلی کرے گا اور بندونکی عدالت کیطرف متوجہ ہوگا والملک صفاً صفاً اور فرشتے بھی صف باندھکر آ حاضر ہونگے یہ تعمیل حکم کرنے کے لیئے صف بستہ کھڑے ہونگے۔ ہر ایک مرتبہ کے فرشتون کی ایک صف ہوگی وجائی یومئذ بجہنم اور جہنم بھی لاکر لوگونکے سامنے موجود کی جاوے گی اور اُسکی بڑی بڑی چنگاریان اُڑتی ہونگی اور اُسکے جوش خروش کی ایک ہیبت ناک آواز لوگونکے ہوش و حواس پریشان کرتی ہوگی۔ لانے سے مراد ظاہر کیا جانا بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ اس آیت مین آیا ہے وبرزت الجحیم لمن یرٰی یومئذ یتذکر الانسان اُس روز انسان یاد کرے گا جو اس نے دنیا مین کیا تھا اور اُس روز اُسکا نشہ ہرن ہو جاوے گا اور اُسکو نصیحت ہو جاوے گی کہ جو کچھ دنیا مین انبیاء علیہم السلام اور اُنکے نائبون نے خبر دی تھی سب حق ہے اور ہم اپنی بدبختی سے آنیوالی مصیبت کو ٹھٹھون مین اُڑاتے رہے اور اُسکے لیئے نیک عمل اور ایمان صادق کا سرمایہ جمع کرنے سے دنیاوی لذات و شہوات فانیہ مین مستغرق رہے وانی لہ الذکرٰی مگر اُس روز کے سمجھنے سے اُس کو کیا فائدہ ہوگا اُس روز کا پچھتانا دانت پیسنا رونا سر پٹنا کچھ بھی کام نہ آئے گا اور اُس دن اس رونے پیٹنے مین منہ سے کیا کہے گا؟ یٰلیتنی قدمت لحیاتی اے کاش مین آج کی زندگی کے لئے جو ابدی ہے دنیا مین ایمان و اعمال نیک کا سرمایہ آگے بھیجتا اُسکے بعد مرتا۔ مین بدنصیب تو جو کچھ کرتا رہا چندروزہ زندگانی کے لیئے کرتا رہا جو ایک خواب سا تھا۔

بعض نے لحیاتی کے لام کو فی کے معنے مین بھی سمجھا ہے تب یہ معنی ہونگے کہ اپنی زندگانی دنیا مین اس دن کے لیئے کاش کچھ آگے بھیجتا۔ یہ حسرت و ندامت بھی عذاب جسمانی کے سوا ایک اور روحانی عذاب ہوگا اس لیئے فرماتا ہے فیومئذ لا یعذب عذابہ احد کہ پھر اُس روز اُسکے عذاب جیسا اور کوئی عذاب نکریگا یعنی حضرت اللہ تعالے اُس روز اس نابکار بدکردار کو عذاب دیگا ویسا کسی نے نہ دیا ہوگا کس لیئے کہ اول تو اُس کا عذاب روحانی اور جسمانی ہوگا دوم ایسا سخت ہوگا کہ ویسا دنیا مین ہو نہین سکتا۔ سوم دنیا کے عذاب کی انتہا، خواہ وہ کیسا ہی کیون نہو موت ہے جس سے چھٹکارا ہو جاتا ہے مگر وہان موت بھی نہین کہ چھٹکارا ہو جاوے ولا یوثق وثاقہ احد اور نہ اُسکی قید جیسی کسی نے قید کی ہوگی۔ وہانکی بیڑیان خدا کی پناہ وہان کے جیلخانہ سے کوئی نکل نہین سکتا ہے دیگر کوئی راحت نہین پہونچا سکتا آخر ہمیشہ کی قید الامان الامان اسکے علاوہ عقل و ادراک تمام اُسی تکلیف کیطرف متوجہ۔ غمزدہ آدمی کہین جاسے اُسکے غم کی بیڑیان اُسکے پاؤن مین رہا کرتی ہین یہ روحانی قید ہے جو وہان بدرجۂ کمال ان بدبختون کو ہوگی۔ پھر ایسی قید اور کون کرسکتا ہے۔ بعض قاریون نے لا یعذب و لا یوثق کو مجہول کا صیغہ پڑھا ہے تب یہ معنی ہونگے کہ اُس روز اُس غافل بدبخت جیسا اور کسیکو عذاب نکیا جاوے گا نہ اُس جیسی اور کو قید کیجاویگی کس لیئے کہ وہ کافر مشرک اور اسپر بدکار لذات و شہوات دنیا کا فریفتہ کسی وقت اور کسی حال مین بھی دنیا مین خدا تعالے اور دار آخرت کیطرف متوجہ نہین ہوتا تھا۔ برخلاف اور ایماندارون گنہگارون کے کہ اگر وہ کبھی بدی کرتے تھے

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۙ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ وَجِایْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ

نہیں نہیں جسکہ زمین چکنا چور ہو جاوے　اور آپ کا رب آجائے اور فرشتے بھی صف بستہ چلے آئیں　اور اُسدن جہنم سامنے لائی جاوے　اُسدن

يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۭ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۚ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ

انسان سوچے گا　اور اُسکو اس سوچ سے کیا فائدہ　انسان کہیگا اے کاش میں اپنی زندگی میں کچھ آگے بھیجتا۔　سو اس دن اُس جیسی مار بھی کوئی

اَحَدٌ ۙ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ۭ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ۤ ۖ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً

نہ مارسکیگا　اور نہ اُس جیسی جکڑ کوئی جکڑے گا۔　(کہا جائیگا) اے تسلی پانے والی جان　چل اپنے رب کی طرف چل تو اُس سے راضی

مَّرْضِيَّةً ۚ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۙ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۧ

وہ تجھسے راضی۔ پھر آ میرے بندوں میں داخل اور میری بہشت میں چل رہ

## ترکیب

کلا ردع۔ اذا ظرف والعامل فیہ یتذکر الانسان۔ دکا منصوب علی انہ مصدر موکد للفعل ودکا تاکید للاول والدک الکسر۔ وجاء معطوف علی دکت۔ صفا صفا حال ای مصطفین او ذوی صفوف۔ وجیء فعل مجہول بجہنم مفعول لم یسم فاعلہ قائم مقام الفاعل۔ یومئذ منصوب بجیء والجملۃ معطوف علی دکت۔ یومئذ بدل من یومئذ قبلہ یتذکر عامل اذا۔ وانی لہ الذکری الجملۃ حال من فاعل یتذکر۔ یقول الخ تفسیر لیتذکر۔ قدمت لحیاتی۔ ای قدمت فی الدنیا من الاعمال الصالحۃ لاجل حیاتی الاخرویۃ فانہا الحیاۃ بالحقیقۃ۔ وقیل ان اللام بمعنی فی والمعنی یا لیتنی قدمت فی حیاتی الدنیاویۃ الاعمال الصالحۃ۔ یومئذ عاملہ لا یعذب الخ عذابہ ووثاقہ بالنصب علی نزع الخافض ای کعذابہ ووثاقہ۔ قرء الجمہور لا یعذب ولا یوثق مبنیا للفاعل فالضمیر فی عذابہ ووثاقہ یرجع الی اللہ تعالی ای لا یعذب احد کعذابہ ولا یوثق احد مثل وثاقہ۔ وقری بصیغۃ المجہول ایضاً فالضمیران راجعان الی الانسان الکافر۔ راضیۃ مرضیۃ حال من فاعل ارجعی۔

## تفسیر

پھر فرماتا ہے کہ یہ مت سمجھو کہ وہ خدا تعالیٰ جو تمہارے نیک و بد کاموں کو دیکھ رہا ہے وہ بدلہ دینے سے عاجز ہے یا بدلہ نہ دے گا کلا ہرگز یہ خیال نہ کرو بلکہ وہ ضرور بدلہ دے گا کس روز؟ اذا دکت الارض دکا جس دن کہ زمین جو اس دنیا کا فرش ہے ریزہ ریزہ ہو جاوے اور بلند و پستی ہموار کر دیجاوے یہ نفخ صور اول کے بعد ہوگا جبکہ زلزلہ عظیم زمین کو زیر و بالا کر دیگا اسکے بعد یہ تمام عالم فنا ہو جاوے گا تب ایک دوسرا جہان پیدا ہوگا اور مردے قبروں سے زندہ ہو کر نکلیں گے اور تمام

# سُورَۃُ بلد مکیہ ہی اسمیں بیس آیات ہیں

## بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۙ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۙ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۙ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ۗ

مین قسم کہاتا ہوں اس شہر کی حالانکہ تو اسی شہر میں مقیم ہے اور قسم ہے والد اور اسکی اولاد کی البتہ ہمنے انسان کو محنت میں پیدا کیا ہے۔

## ترکیب

لا قدم الکلام فیہا فقیل زائدۃ وقیل لانفی کلام الکفار وقیل لنفی القسم بظہور الامر اے لاحاجۃ الی القسم بہذہ الاشیاء والمراد بالبلد عند جمہور المفسرین مکۃ۔ والبلد یذکر ویونث والجمع بلدان والبلدۃ بالفتح جمعہا بلاد بالکسر وانت حل الخ قال الواحدی الحل والحلال والحل واحد وہو ضد المحرم ای احل اللہ لنبیہ صلے اللہ علیہ وسلم القتال فی مکۃ وقد انجز اللہ تعالیٰ وعدہ یوم الفتح فالجملۃ معترضۃ بین المقسم بہ وما عطف علیہ وقیل معناہ حال ای اقسم بہذا البلد وانت مقیم فیہ تشریفا لک وتعظیما لقدرک او لا اقسم بہذا البلد حال کونک مقیما فیہ بل اقسم بک فعلی ہذا الجملۃ منصوبۃ محلا ووالد وما ولد معطوف علی البلد وما بمعنی من لقد خلقنا الجملۃ جواب القسم فی کبد حال اے کابدا واصل الکبد الشدۃ ومنہ تکبد اللبن اذا اشتد وغلظ ثم استعمل فی کل مشقۃ وشدۃ۔ وقیل الکبد الاستواء والاستقامۃ (ابن کثیر)

## تفسیر

یہ سورۃ بھی جمہور کے نزدیک مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ ابن عباس رضؓ وابن الزبیرؓ کا بھی یہی قول ہے اس میں بیس آیات ہیں۔ اور اسکا نام سورۂ بلد اسلئے ہے کہ اسکے اول میں بلد یعنی شہر مکہ کی قسم ہے۔

سورۂ فجر میں ذکر تھا کہ عاد وثمود وفرعون کو ہمنے ہلاک کر دیا ہے۔ دنیاوی اسباب پر غرور کرکے خدا تعالیٰ سے سرکشی کرنا اپنے سر پر قہر الٰہی لینا ہے۔ اس بات پر کفار مکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کہتے تھے کہ اس میں آپ کا امتحان ہے تو ہمپر بھی عاد وثمود جیسا عذاب نازل کرا دو۔ اگر سچے ہو چاہیے کہ مکہ شہر غارت ہو جاوے۔ اس سورہ میں انکے اس واہی شبہ کا شہر مکہ کی قسم کہانے کے پیرایہ میں جواب دیا جاتا ہے کہ یہ شہر مقدس ہے اس میں کعبہ ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا بنایا ہوا سب دنیا کے معابد سے اول معبد یہی ہے۔ اور نیز ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی یہیں رہتے ہیں ماکان اللہ لیعذبہم وانت فیہم ہمارے نبی کا مولد اور اسلام وبرکات کا سرچشمہ بھی یہی ہے۔ پھر تم بیہودہ لوگوں کے کہنے سے ہم اسکو کیوں غارت کرنے لگے تم خود ہی برباد ہو جاؤ گے جیساکہ فی کبد میں اشارہ ہے۔ اور نیز یہ بھی مناسبت ہے کہ سورہ فجر میں بدون پر دنیا اور آخرت میں عذاب نازل ہونا اور نیکوں کو راحت ملنا مذکور تھا جس سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ انسان دنیا میں محض عیش وکامرانی کے لیئے نہیں بنایا گیا ہے جیساکہ اور حیوانات ہیں جنکا کام صرف پیٹ بھر کر کھانا اور سو رہنا اور خرمستی کرنا ہے نہ انکو آیندہ کی فکر ہے نہ کوئی تدبیر در پیش ہے بلکہ انسان کو عقل وادراک دیا گیا ہے اسلیئے یہ مکلف ہے اسی مضمون کو اسکے مناسب چند چیزوں کی قسم کھاکر لقد خلقنا الانسان فی کبد میں بیان فرماتا ہے فقال لا اقسم بہذا البلد

دوسرے کے وقت کوئی نیکی بھی کرلینے تھے ان کو آخر کار انکے ایمان یا اعمال نیک کے سبب رستگاری ہوجاویگی۔
یہانتک تو بدون کا حال بیان فرمایا جو قیامت میں ان پر طاری ہوگا اسکے بعد نیکون کا حال بیان فرماتا ہے
کہ ان سے اس روز کیا معاملہ پیش آوے گا؟ فقال یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ کہ اُس
وقت وہ اس کے وقت فرشتے ان سے تسلی دے کر یہ کہین گے کہ اے اطمینان یافتہ جان اپنے رب کی طرف عدالت مین خوش
خوش چل تو اس سے خوش وہ تجھ سے خوش کوئی غم وہراس نہ کر۔ اس عظمت وشان سے اسکو پیشی مین لاوینگے۔ پھر جب وہ حق سبحانہٗ
کے سامنے ہوگا جو کچھ عنایت ومہربانی اسپر ہوگی اسکا انتہا نہین۔ آخرکار خداتعالی اسکو فرماویگا کہ فادخلی فی عبادی کہ آپ اس بلند مرتبہ
اور بلند جگہ مین آؤ جو میرے بندگان خاص کے لئے ہے جیسا دنیاوی عدالت مین حاکم کسیکی تعظیم وتکریم کے لئے کہا کرتا ہے کہ آپ ادھر
معزز لوگون میں آئیے ہمارے پاس دائیں طرف عزت کی کرسی پر بیٹھیے جہان اور معزز ہین وادخلی جنتی اور میری بہشت مین جو مین نے خاص
ہمارے لئے پہلے سے تیار کر رکھی ہے تمہین رہیئے سدا آرام کیجئے۔ دنیاوی بادشاہ بڑے عالیشان مکانون اور باغون مین لاکر اپنے ان
رہنے والون کے لئے بیٹھنے رہنے کی جگہ کیسی پیاری کرتے ہین تو پھر کیا خدا پاک کا جہان دیدار ہوگا وہ کوئی کوڑی اور ویرانہ
ہوگا؟ ہرگز نہین جہان انکا جلوہ جہان انکا دیدار وہ جگہ گلزار بلکہ لاکھ گلزار سے بہتر [illegible] کے لفظ سے سمجھی جاتی ہے
مین جنت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ بہت سے خشک زاہدون اور بے سمجھ شاعرون نے جنت کی حقیقت نہین سمجھی
جنت کو دنیا کا باغ اور جنگل اور کیا کیا بتانے لگے۔ یون سمجھنا چاہیئے کہ جو اس دیوان خاص مین نہ جانے پائیگا اسکو اسکا
دیدار بھی نصیب نہوگا۔ کوہ طور پر حضرت موسے علیہ السلام کو تجلی دکھائی پھر کیا اسکی وہ عظمت دنیا کے کوہ طور سے بھی کم
ہوگئی؟ ہرگز نہین۔

ف اس نیک کو اطمینان والی جان کیون فرمادیا؟ اسلئے کہ اسکو اس لفظ کے سنتے ہی عذاب وعتاب کی دہشت سے اطمینان
ہوجاوے۔ گویا یہ تسلی دینے والا لفظ پہلے سے بطور مژدہ کے سنایا جاویگا کہ تجھے اطمینان ہے۔

ف واضح ہو کہ انسان کے نفس کی تین صفات ہین امّارہ۔ لوّامہ۔ مطمئنہ۔ امارہ کفار ودنیا کی لذات پر فریفتہ لوگون کی صفت ہے
وہ انکو بدکاری پر باربار امر یعنی حکم کرتا رہتا ہے اور وہ مانتے رہتے ہین۔ لوّامہ لوم ملامت کرنے والا یعنی اپنی برائیون پر ملامت
کرنے والا یہ عاصیان ایماندارون کی صفت ہے ان مین حس وادراک باطنی باقی ہے ابھی گناہ کو گناہ سمجھتے ہین افسوس کرتے ہین لیکن گناہ کر
[illegible] ہوتا ہے۔ مطمئنہ۔ اطمینان یافتہ۔ یہ حضرات انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام وصالحین کے نفس کی حالت ہے انکو عبادت ومعرفت
سے اطمینان ہوجاتا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اور کامون مین انکا دل بیقرار رہتا ہے۔ ہر پھر کر اپنے مرکز اصلی ذکر الٰہی کیطرف آرہتا ہے
یہ بات بوقت مرگ بھی نیکون سے پیش آتی ہے کیونکہ یہ بھی قیامت صغری ہے۔ رحمت کے فرشتے نہایت مہربانی سے کہتے ہین کہ
اے روح اطمینان والی چل اپنے رب کی طرف اس ویرانہ دنیا کو چھوڑ تو اس سے خوش وہ تجھ سے تیرے لیئے وہان بڑی بڑی
[illegible] ہین۔ احادیث صحیحہ مین اسکی بکثرت تصریح ہے۔ جعلنا اللہ منہم۔

کہا ہے کسی نے ؎ جگ میں کوئی نہ ٹک ہنسا ہوگا ٭ کہ نہ ہنسنے ہی رو دیا ہوگا ٭ دل زمانہ کے ہاتھ سے سالم ٭ کوئی ہوگا جو بچ رہا ہوگا ٭ اس مشقت
کی تصویر بعض اکابر نے یوں کھینچی ہے کہ اول تو انسان کی خلقت میں آب باد خاک آتش ایسی چار چیزیں متضاد جمع ہیں کہ ہر ایک کا غلبہ اعتدال
سے دور کر کے طرح طرح کی اذیتیں پہونچاتا ہے ؎ گر یکے زین چہار شد غالب ٭ جان شیرین برآید از قالب ٭ دوم رحم میں محبوس ہونے اور طرح
طرح کے مصائب اٹھانے کی مشقت۔ سوم باہر آنیکی مشقت۔ چہارم لڑکپن میں ضعیف البنیان ہونیکے سبب طرح طرح کے امراض کی
مشقت کہ کسی سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔ پنجم دانتوں کے نکلنے کی مشقت۔ ششم مکتب و مدارس میں تعلیم کی مصیبت۔ ہفتم جب عقل و بلوغ
کی بیڑی پاؤں میں پڑی تو قوی شہوانیہ و سبعیہ و حرص اور انکے ثمرات کی ایسی مشقت کہ الٰہی توبہ۔ ایک ذرا سی دیر کے مزے کے لیئے
عزت مال تندرستی میں سب کو برباد کرتا ہے اور مواد سے خلاف ہوتا ہے پھر غصہ ہے کہ شیر بھیڑیا بناکر مخلوق الٰہی کے درپے آزار کرتا ہے
جس سے خلق کی بدگوئی اور دنیا کی نفرین نہاں اسکو نصیب ہوتی ہیں۔ پھر کبھی حرص و طمع چند دانوں (یعنی غلہ) کیلیئے سخت گرمی اور سردی
برسات اور خشکی میں آرام سے نہیں بیٹھنے دیتی بیلوں کے پیچھے دوڑاتی ہے۔ چند روپیوں کے لیئے فوج میں نوکر ہو کر کیا کیا مصائب
دیکھ کر سر کٹواتا ہے۔ چند پیسوں کے لیئے دن بھر دوکان یا کارخانہ میں حقہ بھرتا ہے۔ پھر حرص و حسد کی آگ ہیت دلمیں شعلے
مارتی رہتی ہے جو کچھ نہیں ہے اسکو ترستے رہتے ہیں ان کا مزہ اور آرام سے تمتع بھی نصیب نہیں ہوتا۔ پھر حب جاہ و مال اور نام آوری کی
حرص ہوئی تو اسکو ایسے ایسے ہولناک گڑھے جھنکواتی ہے۔ ہشتم طبیعت کی عقل و دین سے لڑائی کی مصیبت۔ عقل کہتی ہے یہ کام نکر
اس میں تیری رسوائی اور سخت نقصان ہے مگر طبیعت نہیں مانتی۔ دین یا الہام الٰہی کہتا ہے کچھ آخرت کا توشہ ساتھ لے یہاں سے
بہت جلد جانا ہے اور ایسا جانا کہ پھر کر نہیں آنا ہوگا۔ عبادت کر۔ خیرات کر۔ خلق خدا کے ساتھ نیکی کر۔ صداقت و بردباری اپنا شیوہ بنا مسافرانہ
زندگی بسر کر مگر کمبخت طبیعت اس پر نہیں آنے دیتی۔ حرام کاری فسق فجور سے شرع روک رہی ہے طبیعت اچھل رہی ہے جسکو کبھی
شرع و خرد توبہ کرتا ہے رات کو بحکم نفس اسکو توڑ کر جو نہیں کرنا وہ کرتا ہے۔ یہ تو وہ مصائب تھے جو خاص اسکی ذات سے متعلق تھے
اب جن میں دوسروں کا بھی تعلق ہے وہ سنیئے۔ رعیت کو بادشاہ کی اطاعت بلکہ غلامی اور کار و بیگار و خراج و ٹیکس کی مصیبت
بادشاہ کو جہانداری و حفظ سلطنت کی مصیبت نوکر کو آقا کی اطاعت کی مشقت آقا کو اپنے ملازمین کی نگہداشت اور تمرد و خیانت کی مشقت
بیوی کو میاں کی اطاعت و بچہ کشی کی مشقت میاں کو بیوی کے اخلاق بد اور خیانت مال یا اسکے جا بیجا مصارف اور فرمائشات
کے برداشت کرنے کی مشقت۔ ماں باپ کو اولاد کی پرورش اور بیماری میں انکے درد و غم کھانے کی مشقت۔ اولاد پر مادر و پدر کی
خدمت و اطاعت کی مشقت پھر احباب و ہموطن و ہمسایوں کے خوش رکھنے کی مشقت۔ یہ تو دنیا کی مشقتیں تھیں اب آگے کی سنیئے
نزع کی مشقت تنگی قبر اور مفارقت مال و اولاد و احبہ کی مشقت پھر اگر شقی ازلی ہے تو ابدی جہنم کی مشقت اور مصیبت پر مصیبت
کبد بفتح با بمعنی مشقت اور بکسر با بمعنی جگر۔ جگر غذا کے پکانے اور خون بناکر اعضا میں تقسیم کرنے کا ذمہ دار ہے۔ ابن مسعود
و ابن عباس و عکرمہ و مجاہد و ابراہیم نخعی اسکے معنے یہ کہتے ہیں کہ انسان برابر پیدا کیا گیا اسکی آفرینش میں کوئی قصور نہیں اندھا نہیں
اپاہج نہیں سمجھ بوجھ سب کچھ دیا گیا ہے پھر کیوں ہلاکت کے گڑھے میں گرتا ہے۔ میرے نیک بندوں میں داخل نہیں ہوتا۔

وانت حل بهذا البلد کہ میں قسم کھاتا ہوں اس شہر مکہ کی اور تمکو اے محمد قید نہ رہے گی اس شہر میں بلکہ یہاں کافرون سے لڑنا حلال ہوگا گویا اس نزغہ کے وقت آپ کو بشارت و بیحائی ہے کہ گو یہ شہر مقدس ہے اسمیں شکار کی بھی ممانعت ہے قتل و قصاص کیسا؟ لیکن ان بدبختون کی شرارت کے سبب ایکبار آپکو ان سے انتقام لینا اور ان کو انکی سرکشی کی سزا دینا اس شہر میں حلال ہوجاویگا چنانچہ حدیث صحیح متفق علیہ میں آیا ہے کہ یہ شہر محرم ہے اللہ نے اسکی حرمت قائم کی ہے قیامت تک نہ یہاں شکار کھیلا جاوے نہ گھاس کاٹی جاوے صرف میرے لیئے ایک ساعت کیلئے یہاں کفار سے جنگ کرنا حلال ہوا ہے لیکن پھر اسکی وہی حرمت عود کر آئی ہے۔ (یہ معنی ہین ابن عباس و مجاہد و ابن جبیر و ابی صالح و عطیہ و ضحاک و قتادہ و سدی و ابن زید کے نزدیک) اسمین اسکے اس شبہ کا جواب بھی ہے جو کہتے ہین کہ ہم کیون ہلاک نہین کیا جاتا؟ یعنی صبر کرو ابھی نبی صلعم کیلئے مباح ہوا جاتا ہے تمہاری گردنین ماری جاتی ہین۔ اس پیشینگوئی کو خدا تعالیٰ نے فتح مکہ کے روز پورا کردیا۔ آپ شہر کو حلال ہوا اور اشرار اور دشمنان خدا سے انتقام لیا گیا۔ بعض علماء اسکے یہ معنی بیان کرتے ہین کہ میں اس شہر مقدس کی قسم کھاتا ہون کیونکہ یہان باوجود یکہ مکرم و محترم ہے کوئی اپنے باپ کے قاتل کو بھی یہان نہین مارتا یہ سب کچھ ہے مگر وانت حل بهذا البلد تم اے نبی اس شہر میں حلال ہو تمہارے ساتھ بگڑ کر بیٹھے ہین ظلم و ستم مار دھاڑ سب روا ہے گویا یہ قریش مکہ پر تعریض ہے کہ اور چیز کا مارنا تو ممنوع مگر ہمارے نبی معصوم کا خون مباح اور حلال کر لیا ہے اور کونسی عقل ہے؟ بعض علماء حل کے معنی کہتے ہین مقیم کہ میں اس شہر کی قسم جبکہ تم اسمین مقیم ہو اسکی برکت و حرمت زیادہ تمہارے سبب سے ہے اور بعد میں فرمانے ہین الالفی کے بیٹھ رہے کہ ۔۔۔ وقت آپ اس شہر میں ۔۔۔ کو اسکی قسم کھانے کی حاجت نہیں بلکہ آپ کی کھانی با۔۔۔ کیونکہ ہم تو اس شہر کی برکت اور روح روان ہو اور لطف یہ کہ تمہین پر ظالم ظلم کر رہے ہین۔

ووالد وما ولد اور قسم ہے والد کی اور اسکی جو اس سے پیدا ہوا یہ عام ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ والد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ابو البشر ہین اور ما ولد سے انکی اولاد۔ ان چیزون کی قسم کھاکر فرماتا ہے لقد خلقنا الانسان فی کبد کہ ہمنے انسان کو مصیبت و مشقت کیلئے بنایا ہے پھر اسپر یہ غرور اور سرکشی جو خدا کے بندوں میں داخل ہونے سے دور بھاگتا ہے۔ یہ مناسبت ہے اس سورہ کو سورہ فجر سے۔

اس مضمون سے ان چیزون کہ جنکی پہلے قسم کھائی یہ مناسبت ہے کہ شہر مجمع خلائق ہوتا ہے حاجت ایکدوسرے کو سے تمدن میں پڑتی ہے کوئی بیکار نہین رہتا کوئی کپڑا بنتا ہے تو کوئی بڑھئی کا کام کرتا ہے علے ہذا القیاس ہر ایک ایک نہ ایک دھندے اور مشقت میں ہے اور بالخصوص مکہ شہر جہان اول تو اسکی پہاڑی اور ریگستانی زمین کیوجہ سے مشقت ہے جہان نہ کوئی باغ ہے نہ کھیتی نہ کنوؤن میں میٹھا پانی اور نیز گرم جگہ جہان باد سموم چلا کرتی ہے اور جب سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اور بھی دینداروں کو مصیبت و مشقت ہوگئی آئے دن کی مار پیٹ گالی گلوچ شروع ہوگیا تھا اور والد اپنی اولاد کے لیئے مشقت اور فکر معیشت اور تدبیر پرورش میں مبتلا ہوتا ہے بچون کی بیماریان اور پھر جوان ہوکر مرجانے کے صدمے اور پھر نالائق اٹھنے کے دکھ باپ ہی سے پوچھنے چاہئیں اور اسپر انکے لیئے رزق و آسایش کے سامان بہم پہنچانے اور انکو آرام دینے آپ دکھ اٹھانے کا حال بھی ہر ایک صاحب اولاد پر ظاہر ہے اور بچہ بھی دنیا میں آکر کیسی کیسی مصائب اٹھاتا ہے تو مہینے رحم میں خون کھاکر تنگ رستے سے نکلنا پھر دانتوں کی تکلیف آنکھوں کی تکلیف اور صدہا تکالیف ہین کہ جو ضعیف البنیان بچونکو انکی جسمانی حالت سے پہونچتی ہین اور ماں باپ کو روحانی صدمہ ہوتا ہے اسلیئے یہ فرمانا کہ انسان کو مشقت و مصیبت کے لیئے پیدا کیا ہے بہت ٹھیک ہے۔ کیا خوب

أَلَمْ نَجْعَل لَّهُ عَيْنَيْنِ ۙ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ۙ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ۚ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۖ وَمَا أَدْرَاكَ

کیا ہم نے اسکے لیئے دو آنکھیں اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے اور اسکو دونوں رستے بھی سجھا دیئے مگر گھاٹی میں گھس پڑا اور تو کیا جانے

مَا الْعَقَبَةُ ۚ فَكُّ رَقَبَةٍ ۙ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۙ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۙ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۚ

کیا ہے گھاٹی؟ بردہ آزاد کرنا یا بھوک کے دن قرابت دار یتیم کو یا خاک بسر فقیر کو کھانا کھلانا

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۚ وَالَّذِينَ

پھر جو ایمان لائے اور وہ صبر اور رحم کرنے کی باہم تاکید کرتے رہے انکے گروہ میں سے ہوتا مبارک وہی ہیں اور جو لوگ

كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۚ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۚ

ہماری آیتوں کے منکر ہوئے وہی بد بخت ہیں انہیں کو آگ میں بند کر دیا گیا ہے

## ترکیب

الم نجعل الاستفہام للتقریر انجعل بمعنی الخلق فعینین مفعول له متعلق بنجعل ولسانا وشفتین معطوفان علی العینین النجدین مفعول ثان لہدینا والضمیر المنصوب مفعول اول۔ قال اهل العربیة النجد الطریق فی الارتفاع فکانه لما وضحت الدلائل جعلت کالطریق المرتفعة العالیة بسبب انها واضحة للعقول کوضوح الطریق العالی للابصار فالمراد بہما عند عامة المفسرین سبیلا الخیر والشر وعن ابن عباس وعکرمة وسعید بن المسیب والضحاک النجدان الثدیان فهدی الله سبحانه فی بدء الولادة الطفل الثدیین۔ فلا اقتحم لا حرف تخضیض والاقتحام الدخول فی الامر الشدید یقال قحم یقحم قحوما واقتحم اقتحاما وتقحم تقحما اذا رکب القحم وهی المهالک والامور العظام۔ العقبة مفعوله۔ وهی طریق فی الجبل والجمع العقب والعقاب۔ وهو مثل ضربه الله سبحانه لمجاهدة النفس والهوی فی اعمال الخیر وکف النفس عن اللذات والشهوات الغیر المرضیة۔ فک رقبة الخ تفسیر للعقبة وما ادراک جملة معترضة اوردت لبیان شان العقبة او اطعام عطف علی فک رقبة وهما مصدران والتقدیر هی فک او اطعام۔ وقیل هما فعلان ویؤیده ما بعدهما وهو قوله تعالی ثم کان۔ ذی مسغبة صفة لیوم والسغب الجوع والساغب الجائع والمسغبة مفعلة منه یتیما مفعول الطعام وقری الحسن ذا مسغبة بالنصب علی انه مفعول اطعام ای یطعمون ذا مسغبة ویتیما بدل منه۔ او مسکینا معطوف علی یتیما ذا متربة صفة لمسکینا یقال ترب الرجل یترب تربا ومتربة اذا افتقر حتی لصق بالتراب ثم کان عطف علی المنفی بلا وثم للتراخی فی الذکر لا فی الوجود کقوله ؎ ان من ساد ثم ساد ابوه ٭ ثم قد ساد قبل ذلک جده ٭ لم یرد بقوله ثم ساد ابوه التاخر فی الوجود وانما المعنی ثم اذکر انه ساد ابوه کذا المراد فی الآیة وتواصوا معطوف علی امنوا ای اوصی بعضهم بعضا بالصبر علی طاعة الله وعن معاصیه وعلی ما اصابهم من البلایا والشدائد فی دین الله۔ موصدة ای مطبقة

أَيَحْسَبُ أَن لَّن يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ۝ يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝ أَيَحْسَبُ أَن لَّمْ يَرَهُ أَحَدٌ ۝

کیا وہ اس خیال میں ہے کہ وہ کسی کے قابو میں نہ آئیگا　وہ کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال اڑا دیا　کیا وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ اُسکو کسی نے دیکھا ہی نہیں

## ترکیب

ا الہمزة للاستفہام الانکاری یحسب فاعلہ الضمیر یرجع الی الانسان ان مخففة من الثقیلة واسمہا ضمیر الشان مقدر والجملة مفعول یحسب یقول جملة مستانفة اہلکت صرفت لبدا صفة مالا قال ابو عبیدہ لبد فعل من التلبید وہو المال الکثیر بعضہ علی بعض وقال الفراء جمع لبدة وقال بعضہم ہو واحد۔ ا الاستفہام للانکار ان انہ لم یرہ احد خبر ان والجملة مفعول یحسب۔

## تفسیر

یعنی باوجودیکہ انسان مصائب کش پیدا ہوا ہے سدا کا دکھیا ہے پھر اسپر بھی اُسکو یہ غرور و پندار ہے ایحسب ان لن یقدر علیہ احد کیا یہ خیال کر رہا ہے کہ مجھپر کوئی قابو نہیں پاویگا میرے اعمال بد کی سزا مجھے کوئی نہیں دیگا جو چاہوں کروں گویا حشر کا انکار کرتا ہے اور دنیا میں بھی اعمال بد کی سزا کا منکر ہے اور اپنی تھوڑی سی کامیابی اور دنیاوی اسباب پر یہ گھمنڈ کرتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ کفار تو اپنے مال و اولاد کے گھمنڈ پر خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی یہ صاف صاف کہدیا کرتے تھے کہ وہ اور ہی لوگ تھے جنکو خدا نے غارت کردیا ہمپر کون قادر ہو سکتا ہے کسکا داؤ چل سکتا ہے یقول اہلکت مالا لبدا کہتا ہے کہ میں نے اپنی حفاظت میں بہت سا مال صرف کردیا ہے بڑے عمدہ گھوڑے لڑائی کے قابل اور بڑے عمدہ ہتھیار خرید رکھے ہیں بہت لوگونکو کھلا پلاکر تنخواہیں دیکر تیار کیا ہے پھر وہ بوقت مقابلہ ہمارے ساتھ ہیں۔ اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عداوت اور دین الٰہی کے برباد کرنے کے لیئے بھی وہ بہت کچھ خرچ کرتے تھے۔

اور لوگ بھی گو صاف صاف یہ نہیں کہتے مگر انکی حالت تکبر اور معاصی پر اصرار یہی کہہ رہا ہے۔ دنیاوی بادشاہ اپنی فوجوں اور اعوان و انصار اسلحہ و آلات پر نازاں ہوا کرتے ہیں جنپر بیشمار روپیہ صرف کرچکے ہیں کروڑہا روپیوں سے جنگی جہاز اور عمدہ توپخانے اور کیا کیا سامان بہم پہنچائے و اس زور میں اکڑ کر بکتے ہیں بدکاری کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہمیں کون مغلوب کرسکتا ہے حالانکہ روزمرہ کے حالات بتا رہے ہیں کہ وہ بالکل ہیچ ہیں۔ یہ جملہ یقول اہلکت اُسکے گمان کرنے کی وجہ ہے یعنی اسلیئے گمان کرتا ہے کہ اُسکا اعتماد عزت و جاہ پر ہے جو مال صرف کرنے سے پیدا کیا ہے و بعض تو اپنے آلہہ باطلہ کے نذر و نیاز میں صرف کرنے کو اپنی حفاظت کا ذریعہ سمجھا کرتے ہیں اور کہتے ہیں فلاں دیو اور دیوتا کی نذر و نیاز میں میں نے ڈھیروں خرچ کردیا ہے وہ میرے حامی ہیں مجھے کوئی آسیب نہیں پہونچتا۔

الغرض دنیاوی تحفظ و استحکام میں جو کچھ اُسنے خرچ کیا ہے اُسکو اپنے قیام و دوام کا سبب جانتا ہے اور قادر حقیقی کی قدرت کاملہ پر غور نہیں کرتا کہ وہ یا تھا پھر اُسکو کیا کردیا کیا اُسکی اول حالت کسی نے نہیں دیکھی۔ ایحسب ان لم یرہ احد ضرور دیکھی ہے وہ پہلے ایک قطرہ منی تھا پھر پیدا ہوا تو ایسا بے بس تھا اپنے منہ سے مکھیاں بھی نہ مار سکتا تھا نہ کچھ ہوش و ادراک تھا نہ اُسکے پاس کچھ مال و زر تھا نہ کچھ زور و بل تھا پھر جس نے یہ زور و زر ہوش و ادراک عطا کیا یا وہ اسکو پھر لے نہیں سکتا؟ ضرور لے سکتا ہے۔ وہاں کچھ مال و زر کام نہیں آتا بڑے بادشاہ بڑے مالدار جب بیماری یا کسی آسمانی بلا میں مبتلا ہوتے ہیں تو تمام مال و زر دھرا رہ جاتا ہے پھر اسپر یہ غرور یہ سرکشی۔ اگلی آیات الم نجعل لہ عینین میں اسی بات کو بیان فرماتا ہے۔

فرمایا کہ اپنی زبان بند کرلو گھر میں گوشہ نشین بنکر بیٹھو اور اپنے گناہوں پر رویا کرو۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ زبان سانپ ہے اسکا کھر بند ہے اسلیئے کوئی شاعر کہتا ہے ؎ احفظ لسانک ایہا الانسان ؛ لایلدغنک انہ ثعبان ؛ کہ اے انسان اپنی زبان کو حفاظت سے رکھ یہ سانپ ہے کہیں تجھے ڈس نہ لے حفظ لسان اور کم گوئی کے فوائد۔ اور زیادہ گوئی کے نقصان علماء و حکماء نے نظم و نثر میں بہت بیان کیئے ہیں احادیث صحیحہ ان سب سے زیادہ مذکور ہیں۔

ف [1] ان اعضا کے یہاں ذکر کرنے سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ انسان جب ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے تو اسوقت اسکی غذا صرف ماں کا دودھ ہی ہوتی ہے اُسکے پینے میں یہ اعضاء کام آتے ہیں پھر جب وہ اپنی غذا پر قادر نہ تھا تو اور مال اُسنے اپنی ہمت اور کوشش سے بغیر ہماری مدد کے کیونکر پیدا کر لیا جسکے خرچ کرنے کا بڑا فخر کرتا ہے۔

اور ان اعضا ہی پر بس نہیں بلکہ وہدیناہ النجدین[1] اسکو نیکی اور بدی کے دو رستے بھی سوجھا دیئے۔ مضر اور مفید کی پہچان عطا کردی دنیاوی امور سے لیکر اخروی تک سبکو انسان (بشرطیکہ تھوڑی دیر کے لیئے شیطانی عوارض دور ہوجاویں) بخوبی پہچان سکتا ہے خود اسکا دل فتویٰ دے سکتا ہے کہ یہ نیکی ہے یہ بدی ہے اسجگہ مال خرچ کرنا حق سبحانہ کی خوشنودی کا باعث ہے کہ نہیں پھر کیوں عذر کرتا ہے کہ مجھے نیکی کا رستہ معلوم نہیں۔ بعض علماء نجدین سے مراد دو پستان لیتے ہیں کہ یہ بھی تتمہ ہے بیان سابق کا کہ ہمنے دودھ پینے کے آلات عطا کیئے اور ماں کی چھاتیاں بنائی ہیں خود بخود ملہم غیبی کے کہنے سے بچا ماں کی چھاتوں کیطرف قصد کرتا ہے۔

پھر جب نیکی اور بدی کے دو بلند نشان بتا دیئے تو فلا اقتحم العقبۃ[2] پھر نیکی کی گھاٹی میں کیوں نہیں گھستا۔ اس سخت اور اونچی چڑھائی پر کیوں نہیں چڑھتا جس پر چڑھنا نفس کے خلاف ہے اور بدی کا رستہ خواہش نفسانی کے موافق ہوتا ہے اسلیئے اُسپر چلنا آسان معلوم ہوتا ہے مگر اس میدان دشوار گذار کو وہی طے کرتے ہیں جو جوانمرد ہیں اور جنکی تقدیر میں سعادت ازلی ہے۔ ؎ گوئے توفیق وسعادت درمیان افگندہ اند ؛ کس بمیدان درنمی آید سواران راچہ شد ؛

یہ گھاٹی بڑی دشوار گذار ہے کیونکہ اسمیں سے گذرنا نفس کے خلاف ہے اسلیئے آپ ہی پوچھتا ہے وما ادراک ما العقبۃ اور اے انسان تجھے کیا معلوم کہ وہ گھاٹی ہے کیا۔ پھر آپ ہی بیان فرماتا ہے فک رقبۃ۔ اب نیکی کے اقسام ارشاد ہوتے ہیں اول فک رقبۃ ہے یعنی گردن کا چھڑانا۔ یہ لفظ عام ہے اسمیں کئی معنی ہیں (۱) غلام کا آزاد کر دینا یا اسکی قیمت مالک کو ادا کرکے آزاد کرا دینا عرب میں غلاموں پر ایام جاہلیت میں بڑی سختی ہوتی تھی اُنکو بہائم کے مرتبہ میں رکھکر سخت مشقت کے کام لیا کرتے تھے اسلام نے اس رسم میں بھی اصلاح کی اول تو آزادی کی بڑی ترغیب دلائی اور جو کسیکے پاس رہجاوے تو اُسکے ایسے حقوق قائم کیئے کہ پھر غلام کو

---

[1] نجد بلند جگہ اسکی جمع نجود آتی ہے اور ملک نجد کو اسلیئے نجد کہتے ہیں کہ وہ تہامہ سے بلند قطع زمین پر ہے۔ اسلیئے پستان کو نجدین سے تعبیر کرنا بھی ٹھیک ہوسکتا ہے اور خیر و شر کے دلائل واضح ہونیکے سبب بھی اُنکو دو بلند رستوں سے تشبیہ دینا ٹھیک ہے جو ہر ایک اہل بصارت کو دکھائی دیتے ہیں ۱۲ منہ

[2] عقبہ پہاڑ کا رستہ جسکی جمع عقب و عقاب آتی ہے اس سے مراد نیکی کا دشوار گذار رستہ ہے اس دشواری اور بلندی کی وجہ سے راہ ہدایت کو عقبہ سے بطور تمثیل کے بیان کیا ہے یعنی استعارہ ہے اور نجدین ذکر کرنے کے بعد عقبہ کا ذکر ترشیح ہے ۱۲ منہ۔

مغلقة یقال اصدت الباب واوصدته اذا اغلقته قرء الجمهور بالواو وقرئی بالهمزة والمعنی واحد والمراد علیهم نار ابوابها مغلقة لا تفتح ابداً وقیل المراد احاطة النیران بهم من جمیع الجهات

## تفسیر

فرماتا ہے الم نجعل له عینین کیا ہمنے اُسکے لیئے دو آنکھین نہین پیدا کردین ؟ اسمین چند چیزون کی طرف اشارہ ہے (۱) اندھا نہین ہے دیکھ سکتا ہے کہ ایسا ناپاک مال اور پاک بھی ہو تو ایسے نفس کو خوش کرنے والے کامون مین صرف کرنا کوئی نیکی نہین۔ ہرچند یہ بات محسوس نہین مگر بمنزلہ محسوس کے ہے جسکو ہر ایک آنکھون والا بخوبی دیکھ سکتا ہے (۲) مال کے خرچ کرنے کا فخر بیجا ہے مال حاصل کرنے کے آلات جنمین سے اعلے ترین آنکھ اور زبان اور لب ہین وہ تو ہمنے ہی پیدا کردیئے ہین پھر اُس نے کیا کمایا۔ اندھا اور اپاہج ہوتا تو کیا کماتا (۳) آنکھین ہین تو جاکر دیکھ لے کہ اس سے پہلے لوگ عاد و ثمود جو اس سے کہین زیادہ فخر و نام آوری و تحفظ کے کامون مین صرف کیا کرتے تھے ہلاک ہوگئے (۴) یہ سمجھنا کہ مجھے کسی نے نہین دیکھا نہ میرے اسرار دل پر کوئی واقف ہے یہ بھی غلط ہے کس لیئے کہ جب ہمنے اُسکے لیئے دو آنکھین پیدا کردی ہین جو سیاہ اور سفید مین فرق کرسکتی ہین تو پھر ہمارے علم و بصیرت کا کیا انتہا ہے۔ صرف دو آنکھین ہی نہین پیدا کردی ہین بلکہ لساناً زبان بھی پیدا کردی ہے خود عقل نہین تو پوچھ دیکھے اور نیز یہ بھی سمجھے کہ جس نے مجھے زبان عطا کی ہے جو میرے اندرونی اسرار کو ظاہر کرنے کا آلہ ہے تو کیا وہ اندرونی اسرار نہین جان سکتا ؟ اور نیز زبان ایک ایسا آلہ ہے کہ میٹھے اور کڑوے مین امتیاز کردیتا ہے۔ تلخی اور شیرینی کے اقسام اور مراتب پہچان سکتا ہے نعماء الٰہی کے کھانے پینے کا مزہ اسی سے وابستہ ہے پھر انسان سمجھ لے کہ لسان غیب میرے اندرونی حالات کیونکر نہ بیان کردیگی اور زبان غیب نیک اور بد کامون کا فرق کیونکر نہ بیان کردیگی مگر سننے والے کے لیئے کان ہون تو سن لے کہ ہر دم لسان غیب سے کیا آوازین آیا کرتی ہین اور صرف زبان ہی پر بس نہین کی وشفتین دو ہونٹھ بھی بنا دیئے جن سے تکلم مین مدد پہونچتی ہے اور جن سے چوسنے اور پھونکنے کا کام چلتا ہے۔ اور یہ دونون منہ کے دو کواڑ بھی ہین اور چہرہ کی خوشنمائی بھی۔ خلاصہ یہ کہ انسان کی قوت و اکتساب کے آلات آنکھین زبان لب ہمنے پیدا کیئے ہین پھر اسکو کاہے پر غرور ہے اور نیز یہ سعادت حاصل کرنے کے بھی آلات ہین ان کو کیون کام مین نہین لاتا کیون بری جگہ استعمال کرتا ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ دو آنکھ ایک زبان پیدا کرنے مین اسطرف اشارہ ہے کہ اسکا دیکھنا عام ہے خیر کو بھی دیکھتا ہے شر کو بھی مگر کہنا خاص ہی رہنا چاہیئے۔ صرف خیر کا کلمہ منہ سے نکالنا چاہیئے بری بات منہ سے نہ نکالے۔ اور نیز وہ ہونٹھ اسکے دو کواڑ ہین جو ہر وقت اسپر موکل ہین کہ دیکھ جو کچھ کہنا ہو سمجھکر کہیو۔ نیک بات کہیو کس لیئے کہ تو دل کی کنجی شمار ہوتی ہے۔

ترمذی نے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ مین نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا حضرت نجات کس چیز مین ہے

کی نیکی خود بھی کی اور لوگون کو بھی تاکید کی خصوصاً دنیا سے چلنے وقت۔
تواصوا بالصبر صبر کرنے کی وصیت اور تاکید کر چلے۔ اور صبر ہی پر موقوف نہین بلکہ وتواصوا بالمرحمۃ ایک دوسرے سے باہم مہربانی اور نرمی اور رحمدلی کرنے کی بھی تاکید کر چلے۔

صبر نفس کو بیجا خواہشون سے روکنا۔ راہ راست پر ثابت قدم رہنا۔ صبر کے محامد قرآن مجید مین بکثرت وارد ہین۔ ازانجملہ یہ ہے فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل ازانجملہ یہ ہے یا ایہا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ازانجملہ یہ ہے ان اللہ مع الصابرین ازانجملہ یہ ہے انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب ازانجملہ یہ ہے وجعلنا منہم ائمۃ یہدون بامرنا لما صبروا وغیرہا من الآیات۔ اور احادیث صحیحہ مین بھی اسکے بہت کچھ محامد مذکور ہین۔

واضح ہو انسان کے اندر تین قوتین ایسی ہین کہ جب وہ تیز ہو جاتی ہین تو اسکو راہ راست سے ادہر اودہر گھسیٹ لیجاتی ہین ان سے نفس کو روکنا صبر ہے۔

اول قوت شہوانیہ۔ کھانے پینے جماع کے متعلق۔ اس سرکش گھوڑے کی لگام تھامنا بھی ایک قسم کا صبر ہے۔ جسکو عفت اور اسکے خلاف کو فجور کہتے ہین۔ پس جو چیزین نہ کھانی پینی چاہئین انہین نہ کھائے پئے جیسا کہ شراب و سود رشوت اور جملہ ناجائز کمائی کا مال یا بیگانہ حق یا یتیم کا مال۔ اور جن جگہون پر اسکو ازار کھولنا نہ چاہئے وہان نہ کھولے جس سے زنا اور اغلام اور ہر قسم کی بدکاری ممنوع ہو گئی۔ بلکہ جو ان چیزون کی طرف رغبت دلانے والی چیزین ہین جیساکہ ناچ اور نامحارم کے ساتھ اختلاط اور فواحش سے اور نابکارون کی صحبت۔ ان سے بھی دور اور نفور رہے۔

دوسری قوت غضبیہ ہے۔ جس سے ظلم و ستم برپا ہوتے ہین اسکی لگام بھی بڑے زور سے روکنی چاہئے۔ یہ دوسری قسم کا صبر ہے۔ غصہ کا تھامنا اور انتقام سے درگذر کرنا بھی بڑے جوانمردون کا کام ہے۔ کسی نے گالی دی یا برا کہا اسکو سنکر جو نفس کو ہیجان ہوتا ہے اسکا تھامنا بھی صبر ہے اسی بارہ مین خداتعالے فرماتا ہے ولمن صبر وغفر الخ اور اسکو حلم کہتے ہین۔ عالی حوصلہ انتقام لینے سے درگزر کرنے مین زیادہ لذت پاتے ہین۔

تیسری قسم کی قوت طمعیہ ہے وہ بھی بہت دور دراز کھینچ کر لیجاتی ہے۔ اس سرکش گھوڑے کی لگام تھامنا بھی صبر ہے نیک کام مین خرچ نہ کرنا اس قوت کی بے صبری ہے۔ جسکو بخل کہتے ہین۔ اور نیک راہ مین صرف کرنا سخاوت اور جود ہے اور اسیطرح یہ قوت خیانت اور دوسرون کے حقوق تلف کرنے کی طرف ابھارا کرتی ہے۔ اسکے مقابلہ مین نفس کو روکنا امانت و صیانت ہے۔ اور کبھی تجملات دنیا کے حاصل کرنے کی طرف بلاتی ہے جسکو حرص کہتے ہین اسکے مقابلہ مین نفس سرکش کی مہار تھامنا زہد و قناعت کہلاتا ہے جو ایک قسم کا صبر ہے۔

اسکے سوا مصائب اور تکالیف کی برداشت کرنا اور جزع و فزع نکرنا اور دین پر ثابت قدم رہنا چوتھی قسم کا صبر ہے جیساکہ اللہ کی راہ مین دور دراز کا سفر اختیار کرنا اور سفر اور دھوپ اور بھوک اور پیاس کے صدمے اٹھانا یا اعداء دین کے مقابلہ مین ثابت قدم

غلامی مین آزادی ہے کوئی تکلیف سخت باقی نہین رہتی (۲) جو کوئی قصاص مین گرفتار ہو اُسکا خونبہا ادا کرکے اُسکو آزادی دلانا۔
(۳) کسی نادار قرضدار کو قرض معاف کرکے خود آزادی دینا یا ادا کرکے اُسکی گردن کو اس سخت پھندے سے چھڑا دینا (۴) کوئی ظالم زبردستی
اور ناحق کسی کو بیگار یا قید مین پکڑے اُسکی خلاصی کرانا خواہ بقوت بازو خواہ مال دے کر (۵) اپنے آپ کو حقوق العباد و حقوق اللہ سے ادا کرکے
رہائی دلانا اپنی گردن مین سے یہ پھندا نکالنا یہی حریۃ کبریٰ اور اصل آزادی ہے۔ جسکے بعد سعادت عظمیٰ ہے۔ ورنہ غلامی کی قید مین پڑا ہوا
ہے یہ کام ہین مال صرف کرنے کے

قسم دوم او اطعام فی یوم ذی مسغبۃ یا کھانا کھلانا بھوک اور احتیاج کے دن۔ جیسا کہ ایام قحط مین یا کسی سبب سے غلہ نہ ملتا ہو ایسے
وقت بھوکے کو کھانا کھلانا ہزار روپیہ دینے سے بہتر ہے ۵ شلغم پختہ بہ کہ نقرۂ خام ۵ اسمین کوئی ہو مگر یتیما یتیم کو کھانا کھلانا اور بھی بہتر
ہے کس لیئے کہ اُسکا کوئی سرپرست نہین نہ اُسکی صغر سنی کی وجہ سے اُس سے کوئی توقع ہے نہ اُسکی مدح سے دل خوش ہوتا ہے اور
یتیمون مین بھی ذا مقربۃ اہل قرابت ہو۔ جیسا کہ چچا کا بیٹا یا بھتیجا یا بھانجا یا خالہ زادہ یا ماموں زادہ بھائی ہو کیونکہ انپر رحم کھانے اور
کھانا کھلانے مین صلہ رحمی بھی ہے کسی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے عمدہ کام دریافت کیئے تو فرمایا کھانا کھلانا۔ سلام
کرنا۔ خواہ کسیکو جانے یا نہ جانے اور رات مین جبکہ لوگ پڑے سوتے ہون نماز پڑہنا اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب عمدہ مواقع بتلانے
کے لیئے ہے۔ اور کسکو او مسکینا ذا متربۃ یا فقیر حاجتمند کو کہ فقرہ فاقہ نے اسکو خاک پر بٹھا دیا ہو۔ کیونکہ جب یہ حالت پہونچ جاتی ہے
تو اُس سے کوئی دنیاوی توقع باقی نہین رہتی اسوقت جو کچھ کھلایا پلایا جاویگا خاص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیئے ہوگا۔ یون تو
وہ بھی مسکین ہے کہ جسکا خرچ اُسکی آمد سے بڑہا ہوا ہے یا بالفعل اُسکے پاس کچھ نہین لیکن امید ہے اُسکا کھلانا بھی بہتر ہے مگر
پہلا موقع اس سے بھی بہتر ہے یہی مال صرف کرنیکا عمدہ موقع نہ وہ کہ جسکو وہ دولتمند سمجھ رہا تھا نام آوری تن پروری مین صرف کرنا۔
یہانتک جو کچھ ذکر ہوا وہ صرف مالی عبادت کے بعض عمدہ مواقع بتلائے گئے جنمین کسی مذہب و ملت کو بھی اختلاف نہین مگر یہ اعمال
جب ہی مقبول ہوتے ہین کہ جب ایمان بھی ہو کس لیئے کہ قوت عملیہ کی تکمیل قوت نظریہ کی تکمیل پر موقوف ہے اسلیئے اسکے بعد یہ بھی
ارشاد فرمادیا ثم کان من الذین آمنوا یعنی باین ہمہ پھر وہ ایمانداروں مین سے بھی ہو کیونکہ بغیر ایمان کے کوئی نیکی خدا کے ہان مقبول
نہین ہوتی ایمان جڑ ہے۔ ایمان ہی بنیاد ہے۔ اعمال صالحہ اُسپر عمارت ہے کوئی عمارت بغیر بنیاد کے قائم نہین رہسکتی ۔
ف لفظ ثم اس مقام پر تراخی ذکر کیلیئے ہے یعنی ان سب باتونکے ذکر کرنے کے بعد مین یہ بھی کہتا ہون کہ ایماندار بھی ہونا چاہیئے ۔
ف بعض علماء فرماتے ہین کہ ثم اس جگہ تاخیر وقوع کے لیئے ہے یعنی اعمال خیر کفار کے توقف مین رہتے ہین اگر اخیر مین ایمان
لے آیا تو یہ اعمال قبول ہوجاتے ہین ورنہ مردود چنانچہ حکیم بن حزام نے اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے
سوال کیا کہ مین نے حالت کفر مین بھی بہت کچھ نیک کام کیئے ہین۔ آپنے فرمایا تیرے ایمان نے اُن سب کو ٹھیک اور مقبول کردیا
الحاصل عقبہ سعادت کی گھاٹی مین سے گذرنا نہ صرف بردہ آزاد کرنا۔ یتیمون و مسکینون کو مصیبت کے دن کھانا کھلانا ہے
بلکہ اسکے ساتھ اُن لوگونکے زمرے مین بھی داخل ہونا ہے جو ایمان لائے اور ایمان ہی پر بس کرکے نہ بیٹھ رہے بلکہ پھر ایک

## سورۂ شمس مکہ میں نازل ہوئی اسمیں پندرہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالشَّمْسِ وَضُحٰہَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰہَا ۝ وَالنَّہَارِ اِذَا جَلّٰہَا ۝ وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰہَا ۝ وَالسَّمَآءِ

قسم ہے آفتاب اور اسکی دھوپ کی اور قسم ہے چاند کی جبکہ اسکے پیچھے آوے اور قسم ہے دن کی جبکہ آفتاب کو نمایاں کردے اور قسم ہے رات کی جبکہ آفتاب کو چھپا لے اور قسم ہے آسمان کی

وَمَا بَنٰہَا ۝ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰہَا ۝ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰہَا ۝ فَاَلْہَمَہَا فُجُوْرَہَا وَتَقْوٰہَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ

اور اسکے بنانے والے کی اور قسم ہے زمین کی اور اسکے بچھانے والے کی اور قسم ہے جان کی اور اسکی جس نے اسکو درست بنایا پھر اسکو اسکی بدی اور پرہیزگاری سمجھائی جس نے [illegible]

زَکّٰہَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰہَا ۝

پاک کرلیا اور نامراد ہوا جس نے [illegible]

### ترکیب

والشمس الواو للقسم جارة وضحٰها وما بعدها عطف على الشمس اذا تلٰها وكذا اذا يغشٰها الظرف معمول للقسم اقسم اذا تلٰها واقسم اذا يغشٰها ۔ والضمير في تلاها راجع الى الشمس ومعناه اذا تبعها وذلك بان يطلع القمر بعد غروب الشمس يقال تلا تبعه اذا تبع ۔ وذلك في النصف الاول من الشهر اذا غربت الشمس تلاها القمر في الاضاءة وكذا الضمير في اذا جلاها ويغشاها راجع الى الشمس لان الشمس [illegible] تجلى تمام الانجلاء وكذا عند مجئ الليل تغشى الشمس ويذهب ضوءها فالاسناد في جلا ويغشى مجازي وما بناها ما مصدرية اى اقسم بالسماء وبناءها اذا بناء السماء بالرفعة والاستدارة امر عجيب وقيل موصولة بمعنى من اقسم بالسماء ومن بناها وايثار ما على من لارادة الوصفية لقصد التفخيم والاول قول الفراء والزجاج والثاني قول ابي البقاء ۔ وقس عليه قوله تعالى وما طحاها والطحو البسط من كل جانب كما في قوله دحاها ۔ و معناهما واحد وقيل معنى طحاها قسمها وخلقها وقال ابو عمرو بن العلاء طحا الرجل اذا ذهب في الارض يقال ما ادري اين طحا ويقال طحا به قلبه اذا ذهب به ومنه قول الشاعر ؎ طحا بك قلب في الحسان طروب ٭ بعيد الشباب عصر حان مشيب ٭ وكذا قوله تعالى وما سواها فالهمها عطف على سواها وجواب القسم عند الجمهور قوله تعالى قد افلح الخ قال النحاة ان الماضي المثبت المتصرف الذي لم يتقدم معموله اذا وقع جوابا للقسم تلزمه اللام وقد ولا يجوز الاقتصار على احدهما الا عند الضرورة او طول الكلام وههنا لطول الكلام حذف اللام ۔ ودساها اصله دسسها فابدلت السين الاخيرة الفا ومعنى التدسيس الاخفاء ۔

### تفسیر

یہ سورہ بھی مکہ میں نازل ہوئی ہے ۔ ابن عباس و ابن الزبیر کا یہی قول ہے اسکی پندرہ آیات ہیں احمد و ترمذی و نسائی نے بریدہؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز میں والشمس وضحاہا اور ایسی ہی سورتیں پڑھا کرتے تھے طبرانی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انکو

---

لہ وههنا اشكال تقريره ان تلك الواوات اما للعطف او للقسم على الاول يلزم العطف على معمولي عاملين مختلفين وعلى الثاني يلزم تعدد القسم مع وحدة الجواب وقد تفرع الخليل وسيبويه واجاب بعضهم باختيار الشق الثاني والرد على قول الخليل وسيبويه وبعضهم باختيار الشق الاول ومنع لزوم المحذور بان تلك الواوات نوائب للواو الاولى القائمة الحادة نفسها النائبة مناب فعل القسم فجاز ان

رہنا ان سے خون نکرنا ۔ پانچوین قسم یہ ہے کہ نفس کو ہمیشہ ریاضات شاقہ و عبادات پر لانا اور اسکی خواہشون سے روکنا بھی صبر ہے روزہ مین بھوک پیاس کی برداشت کرنا نیند کا غلبہ ہے مگر نماز کی طرف آنا نہانے اور وضو کرنے سے دل ڈرتا ہے مگر اسکے مقابلے مین نہانا وضو کرنا صبر ہے ۔ چھٹی قسم کا صبر رضا بالقضاء ہے

اسیطرح مرحمت ۔ بھی صدہا خصائل حمیدہ کا رکن اعظم ہے یتیمون پر شفقت چھوٹون پر مہربانی ۔ بیکسون بیواؤن بے زبانونکی چارہ سازی قوم اور ملک کیساتھ بھلائی کرنا بھوکون کو کھانا کھلانا ۔ بیمارونکی دوا کرنا ننگونکو کپڑا پہنانا ۔ بھولون کو رستہ بتانا درماندونکی انکے کام مین مدد کر دینا وغیرہ سب مرحمت کی شاخین ہین ۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الراحمون یرحمہم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (رواہ ابوداؤد والترمذی) کہ رحم کرنے والون پر رحمان رحمت کرتا ہے ۔ زمین والون پر رحم کرو تم پر آسمان والے رحم کرینگے ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اسکی قسم کہ جسکے قبضہ مین میری جان ہے تم مین جبتک کوئی بھی مومن (کامل) نہین ہوتا جبتک کہ جو اپنے لیئے چاہتا ہے وہی اپنے بھائی کیلئے نہ چاہے (متفق علیہ) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نہین ہے ہمارے جو چھوٹے پر رحم اور بڑے کی توقیر نکرے (رواہ الترمذی) آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ایمانداروں کو تو باہمی رحمدلی اور محبت و نرمی مین ایسا پاویگا کہ جیسا ایک جسم جبکہ ایک عضو بیمار ہو جاوے تو دوسرے عضوا مین بھی درد و بخار پیدا ہو جاتا ہے (متفق علیہ) ؎ بنی آدم اعضاے یکدیگر اند ٭ کہ در آفرینش ز یک جوہر اند ٭ چو عضوے بدرد آورد روزگار ٭ دگر عضوہا را نماند قرار ٭ تمام نیکیون کی یہی دو چیز اصل ہین تعظیم لامر اللہ جو صبر سے متعلق ہے اس لیئے اسکو مقدم کیا ۔ دوم شفقت بر خلق اللہ جسکو مرحمت سے تعبیر کیا ۔

جو لوگ ان اوصاف حمیدہ سے موصوف ہین اولئک اصحاب المیمنۃ وہی لوگ یمن اور برکت والے ہین انکی تاکید صبر و تاکید مرحمت کا نفع انکی حیات مین اور انکے بعد بھی ان کو بھی اور بندگان خدا کو بھی پہونچتا رہے گا ۔ اور پہونچتا ہے ۔ بعض علماء میمنہ کو یمین یعنی جانب راست سے لیتے ہین یعنی وہ داہنے والے ہین ۔ تخت رب العالمین کے داہنی طرف کھڑے ہونگے اور یہ جگہ اہل سعادت کی ہے اور عرب داہنی جانب کو متبرک اور بائین کو زبون سمجھا کرتے ہین ۔

ان اہل کمال کے بعد ازلی بدبختون کا حال بیان فرماتا ہے والذین کفروا بایاتنا کہ جنہون نے ہماری آیتون کا انکار کیا اور ہماری آیات مین مکارم اخلاق اور حسنات کی تاکید اور قبائح کی مذمت ہے پھر وہ ان پر عمل سے بھی محروم رہے ۔ اخلاق ذمیمہ اور طرح طرح کی سیئات کے امراض روحانی مین مبتلا رہے ہم اصحاب المشئمۃ وہی شامت اور بدبختی والے ہین انکے بداخلاق کی نحوست نے انکو ہر طرف سے احاطہ کر لیا ۔ اگر مشئمہ کو بمعنی جیپ یعنی بائین کے لیئے جاوین تو بھی ممکن ہے کیونکہ بائین جانب والے بدبخت اور مقہور اور نامبارک لوگ ہین ۔ انکے یہ اخلاق ذمیمہ اور ناپاک عقائد اور یہ کفر و بت پرستی جو یہان انپر محیط ہے وہان آگ بنجائیگی علیہم نار مؤصدۃ اور سر پوش بنکر ڈھانک دیگی جسطرح دنیا مین ان آتشین ملکات و افعال و عقائد سے نہ نکلتے تھے وہان بھی کبھی نہ نکلین گے ۔ اعوذ باللہ من النار ٭

(۶) زمین وہ اُسکی استعداد کی زمین ہے کہ جسقدر اُسکی فراخی وصفائی ہے اُسیقدر احوال ومقامات کا نشو ونما ہوتا ہے لیکن
ان چھ چیزوں میں سب سے عمدہ آفتاب ہے جسکو عربی میں شمس کہتے ہیں اسلئے اس سے ابتدا کی اور اسلئے سورہ کا نام شمس
ہوا۔ یا یوں کہو کہ یہ چھ چیزیں الفت ملاپ وغیرہ کے لئے اصل الاصول ہیں اور یہ الفت ملاپ انسان کو بتارہا ہے کہ اسکو بھی جانا ہے
اور نیز انسانی حالات کا بھی نمونہ ہیں، آفتاب نور نبوت اور اسکی روحانی روشنی پر دلالت کرتا ہے اور قمر اُسکے دوسرے درجہ [illegible] پر جو پہلے
سے کسب کرتا ہو اور دن اُسکی علم معرفت اور روشنی پر کہ جس میں سیاہ وسفید کا امتیاز ہوتا ہے اور رات اسکی جہالت اور قوی [illegible]
اور آسمان اسکی بلندی پر جو قوی روحانیہ کے آفتاب [illegible] سے حاصل ہوتی ہے اور زمین اسکی پستی پر جو قوی بہیمیہ کی رات
اور اندھیرا چھا جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور ان [illegible] ان چھ چیزوں کی طرف اشارہ ہے۔ اور نیز یہ بھی بتلایا جاتا ہے
کہ جس طرح آفتاب اور اُسکی روشنی اور پھر دن کی [illegible] سے نہیں رکتے اسیطرح نور نبوت اور دنیا کی روشنی جو دل سے
عبارت ہے وہ بھی کسی کے روکے سے نہیں رکے گی اے قریش تمہارا انکار بھی [illegible] یہ جدوجہد بے فائدہ ہے اور اتنا
اور انہیں انکار [illegible] پوشیدہ ہونا [illegible] ہے جو [illegible] چھائی ہوئی تھی اسکے بعد طلوع آفتاب [illegible] ہے اور اگر
اس آفتاب نے غروب بھی کیا تو راتوں [illegible] روشنی رہے گی جس سے نائبان نبوت [illegible] مراد ہیں اور آسمان وزمین
ہر ایک کی نفس [illegible] یعنی وبلندی ہے۔ اس لئے ان چھ چیزوں کی قسم کھا کر جو اُسکی قدرت کاملہ کا نمونہ ہیں انسان کی جان
اور اُسکے ٹھیک کرنے کی یعنی قوی باطنیہ وظاہریہ عطا کرنے کی اور پھر اُس سے نیک وبد کی سوجھ بوجھ عطا کرنے کی قسم کھا کر
انجام کار بتلاتا ہے کہ جسنے اپنی اس روح کو آلایش سے پاک وصاف کرلیا اُس نے فلاح پائی آسمان رفعت پر پہونچا اور جسنے اسکو
آلودہ کرلیا شب ضلالت اُسپر طاری ہوگئی وہ جہنم کی پستی کی طرف گیا خراب ہوگیا۔

اور اسکے بعد چند لوگوں کا تذکرہ کرتا ہے کہ جنہوں نے اپنے نفس کو آلایش دنیا میں آلودہ کیا تھا کہ وہ پستی کیطرف ڈالے گئے
دنیا میں بھی ہلاک ہوئے آخرت کا وبال بھی سر پر لے گئے۔ اس مضمون کو اس سورہ میں کس دلکش انداز سے بیان فرماتا ہے فقال
والشمس کہ قسم ہے آفتاب کی جسکا نمونہ نور نبوت ہے وضحٰہا اور قسم ہے آفتاب کی روشنی کی جس کا نمونہ نور نبوت
کا جہان میں پھیلنا ہے۔ جیسا کہ کتاب یسعیاہ علیہ السلام کے ساٹھویں باب میں بشارت ہے۔

---

اُٹھ روشن ہو کہ تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھپر طلوع کیا ہے کہ دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائے گی اور تیرگی
قوموں پر لیکن خداوند تجھپر طلوع کریگا اور اُس کا جلال تجھپر نمودار ہوگا اور قومیں تیری روشنی میں اور سلاطین تیرے طلوع
کی تجلی میں چلیں گے انتہی۔ شمس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اور آپ کی روشنی جو دنیا میں پھیلی وہ ضحٰی
یا ضحو ہے۔ والقمر۔ اور قسم ہے چاند کی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہے یکے بعد دیگرے ونیز حضرات اولیاء کرام
اذا تلاہا جبکہ آفتاب کے بعد آوے یا پیروی کرے۔ آفتاب سے ماہتاب کو چند باتوں میں پیروی اور اتباع ہے اول استفادہ نور میں
دوم غروب میں کہ آفتاب کے غروب ہوتے ہی ماہتاب نمودار ہوتا ہے یہ اول چاند رات سے لیکر پندرہویں یا چودہویں تاریخ تک ہوتا ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ نماز صبح میں واللیل اذا یغشی والشمس وضحاہا پڑھا کرے عقبہ بن عامر سے بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے کہ ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ہم صلوٰۃ ضحیٰ کی دو رکعتوں میں والشمس وضحاہا اور والضحیٰ پڑھا کریں۔ اور حدیث جابر میں بھی یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو فرمایا تھا کہ کیوں سبح اسم ربک الاعلیٰ والشمس وضحاہا واللیل اذا یغشی نہیں پڑھا کرتا۔

مناسبت اسکی سورۂ بلد سے یہ ہے کہ سورہ بلد میں خیر وشر کی رہنمائی کا ذکر تھا کما قال وہدیناہ النجدین اسیطرح اس سورہ میں بھی ارشاد ہوا فالہمہا فجورہا وتقوٰہا کہ ہر ایک کو ہمنے نیکوکاری وبدکاری سمجھادی اور سب سے بڑھکر مناسبت یہ ہے کہ خیر کی رہنمائی میں آفتاب نبوت کی روشنی درکار ہے کہ جسکے سبب نیک وبد میں تمیز کرسکے اسلئے سورۂ بلد کے بعد سورۂ والشمس نازل ہوئی تاکہ معلوم رہے کہ شمس یعنی آفتاب بغیر جسطرح حیات دنیاوی میں چارہ نہیں اسیطرح آفتاب نبوت بغیر ہدایت کی راہ نہیں ملتی اور اسی لیئے اس سورہ کا نام سورۂ شمس ہوا اور انسان کو جو کچھ آفتاب اور ماہتاب اور دن اور رات اور آسمان و زمین کے ساتھ حیات دنیاوی میں احتیاج ہے اسیطرح اسکو جبکہ وہ دنیا کے کھیت میں آخرت کے لیئے کچھ بونا چاہے آفتاب نبوت اور اسکے متعلقات کی طرف بھی حاجت ہے اس لیئے اس کا بیان کرنا بھی آفتاب کے ساتھ مناسب ہوا جسکی تشریح یہ ہے کہ دنیا میں کاشتکار کو ان چھ چیزون کی سخت ضرورت ہوتی ہے اور اکثر انہیں پر انسانی قوت کا مدار ہوتا ہے (۱) آفتاب کہ جسکی گرمی سے دانہ زمین میں پڑنے کے بعد پھوٹ کر باہر نکلتا ہے اور اسکی حرارت سے نشو ونما پاتا ہے اور اسی سے پھل اور پھول آتے ہیں اسکی گردش سے موسم بدلتے ہیں (۲) چاند جسکی رطوبت سے پھل پھولون میں رس پڑتا ہے دریا میں جزر و مد پیدا ہوتا ہے اور اندھیرے میں وہ آفتاب کا خلیفہ بھی ہے (۳) دن کہ جس میں کام کاج کیئے جاتے ہیں (۴) رات کہ جس میں آرام کرتے ہیں اور دن کی گرمی سے ٹھنڈک پاتے ہیں اور رات کی شبنم دن کی حرارت کا تدارک کرتی ہے (۵) آسمان کہ نزول بارش وہیں سے ہی اور اسی میں آفتاب وماہتاب ہیں (۶) زمین کہ جس میں تخم ریزی ہوتی ہے بشرطیکہ قابل بھی ہو۔ اسیطرح انسان کو جو اس دنیا میں آخرت کی کھیتی کرنے آیا ہے ان چھ چیزونکی ضرورت ہے (۱) آفتاب نبوت کی۔ اسی کی روشنی اور اسکی گرمی سے سب کام بنتے ہیں (۲) چاند۔ یعنی آفتاب نبوت کے بعد اسکے جانشین اور نائب ضرور ہین جو بمنزلہ چاند کے ہین جس طرح چاند کی روشنی آفتاب کا پرتوا ہے اسیطرح حضرات اولیاء کرام ونائبان رسول علیہ السلام کی روشنی بھی انہیں کا پرتوا ہے۔ (۳) روز یعنی وہ عمر گرانمایہ کا حصہ کہ جسمین کچھ کام کرسکے (۴) رات یعنی اسکے دنیاوی کاروبار اور راحت کا وقت چونکہ اسمین اللہ سے غفلت ہے اس لیئے اسکو رات سے تشبیہ دیجاتی ہے مگر نفس انسانی کو یہ وقت نہ ملے تو انوار دائمیہ اسکو سست ومعطل کردین اور اسیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑے عابد زاہد صحابی سے فرمایا تھا نم وصلّ کہ سو بھی اور تہجد کی نماز بھی پڑھ اور یہ بھی فرمادیا تھا کہ ان لنفسک علیک حقا الخ کہ تیرے نفس کا بھی تجھپر حق ہے اسکو بھی راحت دو پھر اس سے کام لو۔ (۵) آسمان شریعت جو اسکو جمیع اطراف سے محیط ہے اسکے عقائد و اعمال واحوال وہین سے بارش کیطرح برستے ہین وہین سے شوق کی ہوائین چلا کرتی ہین جو کوئی شریعت سے باہر ہوکر یہ کھیتی کرنا چاہے گویا آسمان سے باہر نکلنے کا ارادہ کرتا ہے جو محال اور خیال باطل ہے۔

بہ رفیع عمارت بنائی۔ آسمان کو شریعت سے تشبیہ ہے کہ جو آسمان کیطرح انسان کے جمیع افعال و احوال و مقامات و نتائج کو محیط ہے اور جس طرح آسمان میں بروج اور ستارے ہیں اسیطرح شریعت میں ابواب و اقسام ہیں اور یہی مناسبات ہیں والارض اور قسم ہے زمین کی وما طحاہا اور اسکی فراخی وکشایش کی یعنی کیا ہی اس میں وسعت رکھی ہے۔ یہاں بھی بعض علماء نے ما کو بمعنی من پڑھا ہے۔ اور یہ استعداد نفس انسانی کی مثال ہے جسکی وسعت و فراخی کے بموجب اس میں تخم معرفت بویا جاتا ہے۔ اب خود نفس انسانی کی عالم میں کوئی نظیر باقی نہ تھی کیونکہ وہ آپ ہی اپنی نظیر ہے اس لیئے خاص اسی کی قسم کھاتا ہے فقال ونفس وما سواہا کہ قسم ہے انسان کی جان کی اور اسکی آراستگی کی یا اسکی کہ جس نے اسکو آراستہ کیا۔ انسان کے جسم کو دیکھو تو اس میں کیا کیا کاریگریاں کی ہیں جسکی پوری شرح کیجائے تو ایک دفتر میں بھی نہ سماوے اور اسکے قوی باطنیہ و ادراکات و علوم کو غور کیا جاوے تو اسکی آراستگی حیرت خیز ہے۔ اور وہ پہلی چھ چیزیں کہ جنکی قسم کھائی گئی اس نفس انسانی ہی کے لیئے بنائی گئی ہیں اور وہ سب ملکر ایک عالم ہیں تو نفس انسانی تنہا ایک دوسرا عالم ہے جسمین اول عالم کی سب باتیں موجود ہیں۔ بایںطور کہ اسکا آفتاب نور روحانی ہے۔ اور ماہتاب دل کی روشنی ہے جو اس سے حاصل ہوتی ہے اور دن اسکے کمالات کا ظہور اور اسکی حیات کے ثمرات کا بروز ہے۔ اور اسکی رات اسکی روح اور قلب کی تاریکی ہے یا اس کے قواے بہیمیہ کا ملکیہ پر غلبہ ہے۔ اور چونکہ قلب جو محل معرفت اور عرش رحمانی ہے وہ نور روح و ظلمت نفس کے ملنے بغیر نہیں ہوتا گویا کہ وہ ان دونوں کے اجتماع سے پیدا ہوا ہے۔ اور اگر نفس کی ظلمت نہو تو قلب بر معانی ظاہر نہوں۔ کیونکہ روح میں کمال صفائی و نورانیت ہے اس لیئے یہ رات بھی ایک عمدہ چیز ہے۔ اور اسکا آسمان روح حیوانیہ ہے اور زمین اسکا بدن ہے کہ جسکے خالق نے اسکو فراخ و وسیع کیا ہے اسطور پر کہ روح حیوانیہ ہر جگہ اثر کر رہی ہے۔ اور یہاں تک نفس انسانی کی درستگی کی کہ فالہمہا فجورہا وتقوٰہا کہ اسکی بدی اور نیکی کی پہچان اسکو عطا کر دی اور نفوس حیوانیہ کی طرح نامکمل نہیں رکھا کہ اپنی شقاوت و سعادت اخرویہ کو نہ جانتا ہو صرف معاش ہی کے رستے جانتا ہو۔

ف علماء فرماتے ہیں کہ الہام فجور و تقوی سے جبر لازم نہیں آتا کس لیئے کہ یہ جبر لازم آتا کہ اس میں بندہ کے ارادہ و اختیار کو دخل نہوتا پھر جبکہ جو کچھ کراتے ہیں بندہ ہی کے اختیار اور ارادہ سے کراتے ہیں تب کسیطرح جبر لازم نہیں آتا۔

(تحقیق المقام)

الہام در دل افگندن وانچہ در دل افگند خداے تعالی یقال الہمہ اللہ و استلہمت اللہ (صراح) یہ الہام ہے جسکے معنی القاء کے ہیں اس سے کوئی فرد بشر بھی خالی نہیں ہر ایک کے دل پر اسطرف کا تار برقی لگا ہوا ہے اُدھر سے نیک و بد بات ذہن پڑتی ہے یہ اہل سنت والجماعت کے عقائد کے موافق ہے اور اسمیں کوئی جبر بھی لازم نہیں آتا کیونکہ القاء ہونیکے بعد کرنا نکرنا اسکے اختیار و ارادے کے ساتھ ہے اور اسی پر عذاب و ثواب کا دارومدار ہے اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ انسان کو خداے پاک نے عقل و ادراک سمجھ بوجھ عطا کی ہے

سوم جسم مین باعتبار حس ظاہر کے کس لیئے کہ اور ستارے گو جو ماسوا مین ماہتاب سے بھی بڑے کیون نہون اور بعد مسافت کی وجہ سے چھوٹے نظر آتے ہون مگر حس ظاہر مین آفتاب کی برابر بجز ماہتاب کے اور کوئی ستارہ نظر نہین آتا۔ چہارم تاثیرات اور حساب سال و ماہ مین بہان اور ستارون کو دخل نہین۔ یہ فیدا سیلیئے لگائی کہ آفتاب کے اتباع کرنے مین ہی ماہتاب کا کمال ہے جس سے اشارہ ہی کہ نائبان خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام کا کمال اور منصب خلافت وامامت آنحضرت صلعم کی پیروی مین ہے۔ والنہار اذا جلّاہا اور قسم ہے دن کی جبکہ آفتاب کو روشن کرے جس سے دین محمدی علیہ السلام کے شیوع وظہور کی طرف اشارہ ہے۔ اور نیز سالک ومرشد کی اُس حالت کی طرف بھی اشارہ ہے جو ریاضات ومراقبات کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ اور نورانیت محمدیہ ؐ اُن مین جلوہ گر ہوجاتی ہے جس مین ایماء ہے کہ خالی ریاضات ومجاہدات بغیر اسکے کہ نور محمدی کو ان مین جمکایا جاوے کچھ بھی قابل عزت وحرمت نہین ورنہ یون تو بہتیرے جوگی سنیاسی عمر بھر فضول ریاضات کیا کرتے ہین۔

ہر چند آفتاب دن کو روشن کرتا ہے نہ دن آفتاب کو مگر آفتاب جب دن دوپہر آتا ہے تو زیادہ روشن وتابان معلوم ہوتا ہے برخلاف وقت طلوع وغروب کے یہہ ظرف ہے اور ظرف کیطرف اس فعل کو نسبت کرنا مجاز ہے جو محاورہ مین کثیر الاستعمال ہے۔ بعض علماء فرماتے ہین ضمیر اذا جلاہا آفاق یا ارض کی طرف راجع ہے گو مذکور نہو مگر مراد ہے والیل اذا یغشاہا اور قسم ہے رات کی جبکہ آفتاب کو چھپا لے۔ رات مین آفتاب چھپ جاتا ہے اس لیئے رات کی طرف مجازاً اسناد کیا گیا اس رات اور اُس کے آفتاب کے چھپا لینے سے اشارہ ہے انسانی راحت اور اُسکے حقوق زن و فرزند اعزہ واحبا کے ادا کرنے پر متوجہ ہونے کی طرف۔ یعنے توجہ الی الخلق کیطرف یہ بھی ایک متبرک چیز ہے اگر ایسا نہو تو بہت سے حقوق اور معاملات دنیا درہم برہم ہوجاوین۔ اور یہ منشاء بعثت انبیاء علیہم السلام کے برخلاف ہے اور اسی لیئے یہ کیفیت توجہ الی اللہ کی ہر وقت نہین ہوتی مگر اس غفلت کو صحابہ اپنی اولو العزمی اور شوق الی اللہ سے نفاق سمجھا کرتے تھے چنانچہ ایک بار ایک صحابی نے جسکا نام حنظلہ ہے اس بات کی حضرت صدیق اکبر سے شکایت کی اور کہا مین تو منافق ہوگیا وہ بات جو حضرت کی صحبت مین نصیب ہوتی ہے بال بچون مین جاکر نہین رہتی صدیق اکبر نے کہا میرا بھی یہی حال ہے۔ دونون آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ آپنے فرمایا اے حنظلہ یہ کیفیت ہر وقت نہین رہا کرتی۔ اگر ایسا ہو تو بشریت سے نکلکر فرشتون مین ملجاؤ (مشکوۃ) اور نیز اس رات سے عارف وسالک کے قبض کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اسوقت آفتاب معرفت بالکل چھپ جاتا ہے جس سے پھر انکشاف تام ہوتا ہے جیسا کہ رات کے بعد پھر آفتاب جلوہ گر ہوتا ہے اور محبت مین یہی مزے ہین ہجر نہو تو وصال کا مزہ نہ آوے اور نیز اسلامی تنزل کیطرف بھی اشارہ ہے جسکی خبر آنحضرت صلعم نے دی مگر وہ تنزل بار دیگر ترقی کا سبب ہے کیونکہ اس رات کے بعد پھر دن ہونیوالا ہے اس لیئے یہ بھی ایک محترم چیز ہے۔ والسماء وما بناہا اور قسم ہے آسمان کی اور اُسکی بناوٹ کی۔ آسمان تو عجیب وغریب چیز ہے مگر اسکی بناوٹ بھی عجائب ہے قدرت کاملہ کا نمونہ ہے بعض علماء نے ما کو مصدریہ نہین بلکہ من کے معنی مین پڑہا ہے جسکے معنی یہ ہین کہ آسمان اور اُسکے بنانے والے کی قسم یعنی اُس بنانے والے کے قربان جایئے جسکے مبارک ہاتھون

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوٰىهَآ ۝ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝ فَكَذَّبُوْهُ

(قوم) ثمود نے اپنی سرکشی سے (صالح پیغمبر کو) جھٹلایا جبکہ اُن میں سے بڑا بدذات سا ہو گیا پھر اُن سے اللہ کے رسول نے کہہ دیا تھا کہ اللہ کی اونٹنی اور اُسکے پانی کی باری (سے) خبردار سو انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا

فَعَقَرُوْهَا ۝ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝

اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں　پھر تو اُنکے رب نے بھی اُنکے گناہ سے انہیں مار کر برابر ہی کر دیا　اور اسکو اُسکے انجام کی پروا ہی نہ تھی

## ترکیب

بطغوٰیہا الباء للسببیۃ الطغوٰی فعلی من الطغیان والواو مبدلۃ من یاء مثل التقوٰی ومن قال طغوت کانت الواو اصلا۔ ثمود فاعل کذبت والجار فی بطغوٰیہا متعلق بکذبت اوظرف لکذبت او للطغوٰی انبعث مطاوع بعث یقال بعثت فلانا علی الامر فانبعث لہ ومعناہ انتدب لذلک وقام بہ ناقۃ اللّٰہ منصوب بفعل محذوف اے ذروا ناقۃ اللّٰہ او احذروا وسقیٰہا معطوف علیہ والاضافۃ فی ناقۃ اللّٰہ للتشریف کبیت اللّٰہ۔ فدمدم فی الصحاح ودمدمت الشیٔ اذا الزقتہ بالتراب۔ والدمدمۃ تضعیف العذاب یقال دمدمت علی الشیٔ اے اطبقت علیہ ودمدم علیہ القبر اے اطبقہ۔ فسوّٰیہا والضمیر یعود الی الدمدمۃ اے فسوی الدمدمۃ علیہم وعمہم بہا فاشتملت علی صغیرہم وکبیرہم وقیل یعود الی الارض اے فسوّی الارض علیہم فجعلہم تحت التراب وقیل یعود الی الامۃ اے ثمود۔ ولا یخاف الخ الجملۃ حال اے فعل ذلک وہو لا یخاف والضمیر فی عقبٰہا یعود الی الفعلۃ او الی الدمدمۃ۔ والضمیر فی لا یخاف یرجع الی اللّٰہ سبحانہ۔ وقیل الی صالح علیہ السلام۔ اے لا یخاف الرسول وہو صالح علیہ السلام عقبی ہذا العذاب کانہ وعد بالنصرۃ　وقیل یرجع الی الاشقٰی اے ذلک الاشقی الذی عقر الناقۃ لا یخاف عقبی ہذہ الفعلۃ

## تفسیر

پہلے فرمایا تھا قد افلح من زکّاہا وقد خاب من دسّاہا جس سے تزکیہ فلاح کا سبب اور تلویث خسارہ کا سبب سمجھا گیا۔ تلویث میں قوائے بہیمیہ عقل و شرع پر غالب آ جاتی ہیں اور تزکیہ میں اُنپر عقل و شرع غالب رہتی ہی اب تلویث کے مضمون پر ایک واقعہ کا ذکر کرنا مناسب ہوا تاکہ واضح ہو جاوے کہ قوائے بہیمیہ کے غلبہ دینے سے دنیا اور آخرت میں کیا کیا برے نتائج پیدا ہو جاتے ہیں اور قوت دراکہ بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ حق باتوں کا انکار کر دینا اور انکار پر اصرار کرنا اور ناصح مشفق کا مقابلہ کرنا اُنکے نزدیک ایک ادنیٰ سی بات ہو جاتی ہے اسلئے اب اس واقعہ کا ذکر ہوتا ہے فقال کذبت ثمود قوم ثمود نے اپنے پیغمبر صالح علیہ السلام کو بطغوٰیہا اپنی سرکشی سے جھٹلا دیا تھا۔ یعنی قوائے بہیمیہ کے جوش و غلبہ کے سبب جسکے وہ عادی ہو رہے تھے۔ اور یہ ہوتا ہے کہ جس قوت کو ترقی دیجاتی ہے اُسکے بعد ایک ملکہ راسخہ ہو جاتا ہے جس سے اُسکے موافق افعال بے تکلف سرزد ہونے لگتے ہیں عبادات و ریاضات والے سے عبادت

جس سے وہ نیک و بد جانتا ہے - یہ ہیں فجور اور تقویٰ کے الہام کے معنی - اور مجاہد اور فراء اسی کے قائل ہیں - اور مذہب معتزلہ بھی یہی ہے ۔

اس الہام عام کے بعد ایک اور مرتبہ خاص الہام کا ہے جو حضرات اولیاء کرام و انبیاء علیہم السلام کا حصہ ہے اس میں اور کو شرکت نہیں واضح ہو کہ

کہ ان آیات میں خداتعالے نے اپنی ذات و صفات غائب پر مشاہد سے استدلال کرتا ہے اور مشاہد چیز عالم جسمانی کے اور نہیں ہیں - اور عالم جسمانی کی دو قسم ہیں - بسیط اور مرکب - پھر بسیط کی دو قسم ہیں - علوی جسکی طرف والسماء وما بناہا میں اشارہ ہے - دوسرا سفلی جسکی طرف والارض وما طحاہا میں اشارہ ہے - اور نیز والشمس و القمر بھی علویات میں داخل ہیں اور رات و دن ان سے پیدا ہوتے ہیں - اب رہے مرکبات سو ان میں سب سے افضل انسان ہے جسکی طرف ونفس وما سواہا میں اشارہ ہے - اس سے ثابت ہوا کہ خدا سے پاک مدبر اجسام ہے خواہ علوی ہوں خواہ سفلی خواہ مرکب خواہ بسیط پس عالم محسوسات میں ایسی کوئی شے نہیں جو اسکو پیدا کرنے اور ایجاد کرنے سے نہ دئی ہو اگر یہ ان ایک شے میں پیدا ہوتا تھا کہ حیوانات ان کے افعال اسکی ایجاد و تخلیق میں داخل نہیں اسکا دفع اس قول میں کردیا فالہمہا فجورہا و تقوٰہا کہ یہ بھی اسی کے پیدا کرنے سے ہیں اور اسی کی قبضہ قدرت سے سرزد ہوتے ہیں - پس ثابت ہوا کہ ماسوی اللہ جو کچھ ہے سب اسکی قدرت سے پیدا ہوا ہے - اسی کے احاطہ قدرت و تصرف میں ہے - پس الہام فجور خذلان ہے اور الہام تقویٰ توفیق ہے اور وہ دونوں ہیں بلکہ امام احمد و مسلم و ابن جریر وغیرہ نے عمران بن حصین سے روایت کیا ہے اسکی مؤید ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا حضرت یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں پہلے ان کے حق میں مقدر ہو چکا تھا یا ایک آیندہ فعل ہے کہ اپنی طرف سے کر رہے ہیں آپنے فرمایا پہلے ہی سے مقدر ہو چکا ہے اسکے موافق کرتے ہیں اسنے عرض کیا پھر لوگ کس لیئے عمل کرتے ہیں آپنے فرمایا کہ جسکو اللہ نے ان دونوں مرتبوں (خیر و شر) میں سے جسکے لیئے پیدا کیا ہے اسکو اسکے موافق عمل کرنا آسان کر دیتا ہے اور تصدیق اسکی کتاب اللہ میں ہے فالہمہا فجورہا و تقوٰہا ۔

مگر اسکے ساتھ ہی انسان کو اختیار باقی رہتا ہے جیسا کہ حدیث مذکور سے پایا جاتا ہے اور اسلیئے اسکے بعد جواب قسم میں اسبات کو واضح کردیا قد افلح من زکّٰہا و قد خاب من دسّٰہا کہ فلاح پائی جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا گناہوں اور غفلات کے میل کچیل سے - انسان جب کوئی گناہ کرتا ہے یا عقائد فاسدہ کو دل میں جگہ دیتا ہے یا بسبب لذات و شہوات میں خدا سے غافل ہوجاتا ہے تو اسکے نفس یعنی روح پر ایک میل یا دھبہ لگ جاتا ہے مرنے کے بعد یہی دھبہ جس مرتبہ کا ہے اسکے موافق ایک خاص صورت میں باعث عذاب ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا وقد خاب من دسّٰہا کہ خراب ہوا جس نے روح کو آلودہ کرلیا اس نورانی جوہر کو گندہ چیزوں میں چھپا دیا تزکیہ و تطہیر نفوس کے لیئے صرف یہی ایک جملہ قد افلح الخ کافی ہے جسکو چند مہتم بالشان چیزوں کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا ہے اور وہ چند چیزیں جنکی قسم کھائی ہے اسکی قدرت کاملہ کا نمونہ ہے اور عالم ہستی کی بنیاد ہیں ۔

کوسی سے پکا کر کھایا اور حضرت صالح علیہ السلام پر ٹھٹھے لگائے مگر حضرت صالح علیہ السلام نے پہلے ہی اُس کام سے منع کر دیا تھا اور کہدیا تھا کہ اگر اسکو ہاتھ لگایا تو جان لینا کہ غضب الٰہی آگیا مگر اب تو صاف صاف کہدیا کہ تین روز کی مہلت ہے اگر ایمان لایا جاوے اور توبہ کیجاوے تو کرلو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور علامت ہلاکی یہ ہوگی کہ اول روز تمہارے چہرے زرد ہو جاوینگے دوسرے روز سرخ تیسرے روز سیاہ چنانچہ صبح کو جب اٹھے تو سب کے چہرے زرد تھے۔ یہ دیکھکر قدار اور اُسکے شریر دوستوں کو حضرت صالح علیہ السلام پر بڑا غصہ آیا۔ جانا کہ عذاب اُنہی سے ہے پہلے اونٹنی کیطرح انکا بھی کام تمام کر دیا جاوے یہ قصد کرکے نو بدمعاش شبخون کی نیت سے حضرت صالح علیہ السلام کے گھر پر رات کو آئے حمایت الٰہی نے حضرت صالح علیہ السلام کو بچا لیا وہ بدمعاش صبح کو وہیں مردہ پڑے پائے۔ پھر دیکھکر قوم کو اور بھی جوش آیا اور انکا بدلہ لینے کے لئے حضرت صالح پر حملہ آور ہوئے۔ ادھر حضرت صالح علیہ السلام کی جماعت بھی آمادۂ جنگ ہو گئی۔ آخر یہ ٹھہرا کہ صالح اور انکے اصحاب شہر سے باہر نکل جاویں چنانچہ یہ سب لوگ نکل گئے اور دوسرے دن کو ثمود نے جانا۔ دوسرے روز انکے چہرے سرخ ہو گئے تھے سب کے منہ لال ہو رہے تھے۔ اگلے روز آیا سب کے منہ سیاہ ہو گئے اور یہ دیکھ کر ان کو یقین ہو گیا کہ اب ضرور کوئی بلا آنیوالی ہے اس لئے وہ اپنے اُن پہاڑوں میں کہ جن میں تراشے ہوئے مکانات ہیں جا بیٹھے جنکی نسبت انکو گمان تھا کہ یہاں نہ بجلی کا اثر پہونچیگا نہ زلزلہ کا نہ بارش کا۔ اسنے میں سیاہ آندھی آئی اور اسکے بعد زلزلہ آیا اور کڑاکا شروع ہوا متواتر دو تین بار ایسی ہیبتناک آوازیں آئیں کہ سب کی روح پرواز کر گئی کوئی بھی زندہ باقی نہ بچا۔ عذاب دفع ہونے کے بعد حضرت صالح علیہ السلام اس بدبخت قوم پاس آئے انکی لاشیں اور اُن کو اوندھے پڑے دیکھ کر حسرت بھرے الفاظ میں فرماتے تھے کہ ہائے تمنے میرے کہنے کو نہ مانا اے بد بخت قوم میں نے تمکو بہت سمجھایا مگر تم نہ سمجھے

یہ ہے اُس قوم کی مختصر سرگذشت جو عرب میں متواتر منقول تھی اور اس واقعہ کو کچھ مدت نہ ہوا تھا یہ شہر کہ جہاں عذاب آیا حجر ہے۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں صحابہ کے ساتھ حجر سے گزرے تو صحابہ کو اس بدبخت قوم کی جگہ پر ٹھہرنے اور اُنکے کنوؤں سے پانی لینے سے بھی منع فرما دیا تھا۔ عرب میں اب تک سیاحوں کو قوم ثمود کے آثار باقیہ شام جاتے آتے دکھائی دیا کرتے ہیں جو اُس بدبخت قوم کے حال زار پر عبرت کے آنسوؤں سے رویا کرتے ہیں۔

اُسی پر موقوف نہیں اب بھی اُسکے قریب قریب حادثات بدبخت قوموں پر گزرتے ہیں مگر وہ اُسکو کبھی زلزلہ اور کبھی سمندر کی طغیانی اور کبھی ژالہ باری اور کبھی بجلی کا صدمہ بتایا کرتے ہیں۔ تھوڑے دنوں پہلے یورپ میں آتش فشاں مادے سے بستیاں غارت ہوئیں اور اٹلی وغیرہ بلاد میں زلزلے سے ہزاروں شخص ہلاک ہوئے شہر اجاڑ ہو گئے آسمانی پتھر برسنے سے ہندوستان میں گاؤں کے گاؤں برباد ہو گئے۔ ہوا نے گاؤں اجاڑ دیئے سیکڑوں آدمی ہلاک ہوئے دریاؤں کی طغیانی سے گاؤں کے گاؤں برباد ہو گئے مگر اب ان واقعات سے عبرت بھی نہیں کیونکہ حال کا علم انکو اسباب کا فعل کہتا ہے مسبب الاسباب کا قائل نہیں انا للہ وانا الیہ راجعون

اب ہم آیات کی تفسیر کرتے ہیں جن میں یہ واقعہ مختصراً مذکور ہے اذا انبعث اشقاہا جبکہ اپنی شرارت اور

دریا فضائے مدکار شہر ستہ پرستی عدارت و ویسے کام۔

**ف** جمہور کے نزدیک طغوی بفتح الطاء مصدر ہے بمعنی الطغیان فراء کہتے ہیں طغوی و طغیان دونوں مصدر ہیں مگر اس جگہ اخیر آیات کے لحاظ سے طغوی کا استعمال ہوا بعض کہتے ہیں واؤ کو اسم وصفت میں فرق کرنے کے لئے یا سے بدل لیا کرتے ہیں جیساکہ تقوی و سعوی۔ اور جس نے طغوی کو بضم الطاء پڑھا ہے اسکے نزدیک یہی مصدر ہے جیساکہ رجعی اور سعی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں طغوی سے مراد اس قوم کا وہ عذاب ہے کہ جس سے وہ ہلاک ہوئے تھے صالح علیہ السلام نے انکی خبر دی تھی انہوں نے اسکو جھٹلا دیا تھا۔ اور چونکہ طغوی کے لغوی معنی حد سے گزرنے کے ہیں اور وہ عذاب جس سے وہ ہلاک ہوئے وہ بھی حد سے گزرگیا تھا اسلئے اسپر طغوی کا اطلاق ہونا بہت ٹھیک ہوسکتا ہے۔

ثمود اس قوم کے بزرگ کا نام تھا جو کئی واسطہ سے حضرت نوح علیہ السلام کا پوتا ہوتا تھا۔ یہ قوم عرب کے جنوبی حصہ میں بھی تھی۔ بن بھی اسکے ہلاک و برباد ہونیکے بعد شمال عرب میں یہ قوم رہ رہ کر آباد ہوئی تھی۔ یہ قوم ملک حجاز کے بیچ میں آباد تھی اسکے دار شہر کا نام جو شام کیطرف تھا حجر تھا اور جو حجاز کیطرف تھا اسکا نام وادی القری تھا۔ ان دونوں شہروں کے درمیان اور بھی بستیاں سے قریات اور شہر اس قوم کے تھے جنکی تعداد بعض مورخین نے ایک ہزار سات سو بتلائی ہے اس قوم میں مال و دولت بہت تھا بڑے بڑے عالیشان مکان بنائے تھے اور سنگتراشی کا ہنر خوب جانتے تھے ایسے پہاڑوں کو کھود کر بڑے بڑے خوبصورت مکان بنائے تھے اور عمیق کنوئیں اور باؤلیاں بھی کھودی تھیں مگر اسکے ساتھ بت پرستی اور بدکاری بھی انکی رسم تھی۔ درندہ پن اور سفاکی اور بیرحمی کا بھی کچھ ٹھکانا نہ تھا الغرض قوت شہوانیہ و غضبیہ دونوں کا دریا جوش زن تھا۔ جسکی وجہ سے دلی پرہیزگاری کا نام و نشان بھی نہ تھا ایسی حالت میں رحمت الٰہی نے انہیں میں سے ایک شخص صالح بن عبید کو منصب نبوت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اس بدبخت قوم کی اصلاح اور وعظ و پند میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا مگر انکی تقدیر میں شقاوت ازلیہ تھی کب ماننے والے تھے پھر جو جو مصائب اور ایذائیں ایسی قوم کے واعظ و ناصح مشفق کو پہنچیں کم ہیں۔

ایکبار قوم نے صالح علیہ السلام کو لاجواب کرنیکے لئے ایک معجزہ طلب کیا اور وہ یہ کہ فلاں پہاڑ میں سے ایک اونٹنی نکلے جو ایسی اور ایسی ہو اور پھر نکلکر وہ اسیوقت بچہ بھی دے چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام نے دعا کی ویسی ہی اونٹنی پہاڑ پھٹ کر برآمد ہوئی اور اسنے باہر آکر بچہ بھی دیا قوم نے یہ معجزہ آنکھ سے دیکھا مگر بجز چند کے جن میں جندع بن عمر رئیس قوم اور اسکے اتباع کے اور کوئی ایمان نہ لایا صرف یہی ایک جماعت ایمانداروں نیکوکاروں کی تھی اور قوم ویسی کی ویسی رہی اور اب اور بھی ایذا و ظلم کا دروازہ کھولدیا۔ ادھر اونٹنی کی نسبت چونکہ وہ قوی ہیکل تھی اور جانور اسکو دیکھکر بدکتے تھے یہ ٹھہرا کہ ایک روز گھاٹ پر یہ پانی پینے آوے تو دوسرے روز اور لوگوں کے جانور۔ چندے اسپر قوم نے صبر کیا مگر ایک فاحشہ عورت نے جسکی ایک شخص شریر سرکش قیدار نامی سے آشنائی تھی یہ فرمایش کی کہ تو اس اونٹنی کا کام تمام کردے کیونکہ میرے جانوروں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ وہ بدبخت اپنے یاروں کو لیکر اسکی تاک میں نکلا اور آخر اسکی کونچیں کاٹ ڈالیں اور پھر سب نے تلواروں سے مار مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور قوم میں اسکا گوشت بانٹ

اور کوچین کاٹنا تھا اور اسے ہلاک کیا کہ فسواہا اس ہلاکت کو سب کے لیئے برابر کر دیا کوئی بھی اُن مین سے نہ بچا چھوٹے بڑے سب ہلاک ہوئے بجز اُن لوگون کے کہ جو حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور کوئی نہ بچا ولا یخاف عقباہا اور خدا تعالےٰ اس ہلاکت کے انجام سے نہین ڈرتا تھا کس لیئے کہ انجام سے ڈرنے کی کئی صورتین ہوا کرتی ہین اول یہ کہ بے سوچے سمجھے کوئی کام کر بیٹھے۔ اسکو انجام بد کا خوف ہوا کرتا ہے سو وہان یہ بھی نہین کس لیئے کہ وہ ہر بات کا انجام اور ابتدا جانتا ہے دوم یہ کہ اُس ہلاک شدہ چیز سے کسی منفعت فوت ہو جانے کا خوف ہو جیسا کوئی نشہ سے گھر مین آگ دیکر بعد مین پشیمان ہوا کرتا ہے سو وہان یہ بھی نہین کس لیئے کہ اُس نابکار قوم مین کوئی صلاحیت اور قابلیت ہی نہین رہی تھی جو اُس سے کوئی مصلحت یا منفعت متصور ہو سکتی ہو بلکہ یہ ناپاک قوم ایسی تھی کہ جیسے باغ مین خار دار درخت آگے آوین اُنکے اُکھاڑے بغیر چارہ نہین ہوتا مگر جانتے ہیکہ اُنکے وجود مین کوئی منفعت یا مصلحت نہ ہو۔ (سوم) یہ کہ ہلاک شدہ قوم کا کوئی اور قوم یا شخص انتقام لینے والا ہو اُس وقت خوف انتقام ہوا کرتا ہے سو خدا پاک کو اُسکی طرف سے یہ کسی کے انتقام کا بھی خوف نہین سعادہ جس قوم یا جس شخص کو برباد کرتا ہے بے دھڑک کرتا ہے۔ اس مین مشرکین کے خیال باطل کا بھی رد ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہین کہ فلان بُت یا فلان روح جسکی ہم پرستش کرتے ہین ہمکو ہر قسم کی مصیبت سے بچاویگی اور جو کوئی ہمین ہلاک کرے گا تو وہ ضرور بدلہ لے گا۔ بتلایا جاتا ہے کہ خدا سے کوئی بدلہ لینے والا نہین۔

بعض علماء نے لا یخاف کا فاعل عاقر یعنی کوچین کاٹنے والے کو قرار دیا ہے۔ یہ سدی اور ضحاک اور کلبی کا قول ہے۔ اس تقدیر پر یہ معنی ہونگے کہ اُس بدبخت نے ایسا نڈر ہو کر اُس اونٹنی کی کوچین کاٹین کہ اُس فعل بد کے انجام سے بھی نہین ڈرا۔ جو کچھ صالح علیہ السلام نے فرمایا تھا اُسکو جھوٹ جانتا تھا۔ اور حقیقت مین ایسا بڑا فعل جو کوئی بدبخت کرتا ہے وہ انجام کار سے نہین ڈرتا اگر ڈرے تو کرے کیون۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ضمیر لا یخاف کی رسول اللہ یعنی صالح علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے کہ جب صالح علیہ السلام اُن سے کہتے تھے کہ خبردار ناقۃ اللہ اور اُسکے پانی پینے سے تعرض نکرو تو اُسوقت نہایت بلند حوصلگی سے یہ فرماتے تھے اُنکو اُس قوم کی ہلاکت مین اپنی اور اپنے متبعین کی ہلاکت کا کچھ بھی خوف نہ تھا گویا اُنکو وعدہ دیا گیا تھا کہ اُنکے ساتھ ہم ہلاک نہونگے اول معنی زیادہ ترجیح پاتے ہین اور یہی جمہور کا قول ہے۔

اس مختصر سی صورت مین کس انداز اور خوبی سے انسان کی سعادت و شقاوت کا نقشہ کھینچ کر دکھایا ہے کہ ایسا نقشہ کھینچنا بشر کی طاقت سے باہر ہے اور ہر آیت کے ہر ایک پہلو مین بیشمار معانی ودیعت رکھے ہین جو انسان کو اگر اُن پر غور کرے شقاوت کے عمیق گڑھے سے نکال کر سعادت کے محل پہ بٹھا سکتے ہین اور لطف یہ کہ کلام مین شان شاہانہ بھی ہے جو کہے دیتی ہے کہ یہ بشر کا کلام نہین فسبحان من انزل القرآن

اور نشاط سے اس قوم میں سے بڑا بدبخت کھڑا ہوا اور وہ قدار بن سالف تھا - یہ پاجی پست قد - چکبرا - نیلی آنکھوں والا سرخ رنگ بڑا موٹا تازہ شریر اور متکبر شہوت پرست شخص تھا - اسی لئے عرب میں یہ مثل مشہور ہوگئی ہے و ہو اشأم من قدار کہ فلاں تو قدار سے زیادہ منحوس و بدبخت ہے -

ہر قوم میں چند ایسے نالایق اور لُچّے ہوا کرتے ہیں جو کام لوگوں کے نزدیک بہت ہی برا اور قابل نفرین اوّلین و آخرین ہو وہ اُسکے نزدیک کچھ بھی نہیں ہوتا وہ اُسکے لئے تیار ہے - چنانچہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ میں بتاؤں تجکو سب سے بڑا شقی علیؓ نے عرض کیا فرمایئے - آپنے فرمایا ایک تو وہ کہ جس نے صالح علیہ السلام کے ناقہ کی کوچیں کاٹیں اور دوسرا وہ کہ جو تیرے سر پر تلوار مارے گا جس سے تیری داڑھی پر خون بہیگا یہ دونوں سرخ رنگ والے سب سے شقی ہیں (رواہ احمد وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ والحاکم وابو نعیم فی الحلیۃ) یہ شخص بھی درحقیقت بڑا ہی بدبخت تھا کس لیئے کہ جناب مرتضوی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پورا نمونہ اور شوکت اسلام کا سرچشمہ تھے گویا اُس بدبخت نے ایک جیسی شہوت کے لئے سلسلۂ خلافت کو درہم برہم کردیا - یہ شخص ابن ملجم خارجی تھا - ایک خارجیہ عورت نے کہ جس پر یہ عاشق تھا حضرت مرتضوی کے شہید کرڈالنے کی ترغیب دلائی تھی -

اسیطرح شمر اور یزید بھی اُس شقی سے کم نہیں کہ جنہوں نے دنیا کے دینے کے لیئے جگر گوشۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کس بیرحمی سے شہید کیا -

جب اس مردود قدار نے ناقہ کی کوچیں کاٹنے کا بیڑا اُٹھایا تھا تو حضرت صالح علیہ السلام کو اُس بدبخت قوم کا ارادہ معلوم ہوگیا تھا اسلیئے آپنے بتاکید فرمادیا تھا فقال لہم رسول اللہ اُنسے رسول اللہ یعنی حضرت صالح علیہ السلام نے کہدیا تھا ناقۃ اللہ وسقیاہا خبردار رہنا اللہ کی اونٹنی اور اُسکے پانی پینے سے کبھی اُسکو بُرائی سے نہ چھونا نہ پانی پینے سے منع کرنا - ف - اللہ کی اونٹنی اسلیئے کہا گیا کہ وہ خاص معجزہ سے اللہ نے پیدا کی تھی یہ اضافت تشریفی ہے یعنی عزت دینے کے لیئے جیساکہ بیت اللہ ورنہ خداپاک کا کوئی خاص گھر نہیں کہ جس میں وہ رہا کرتا ہو ورنہ اُسکے چڑھنے کی کوئی اونٹنی ہے اور یوں تو دنیا بھر کی اونٹنیاں بلکہ کل چیزیں اللہ ہی کی ہیں مگر اُس اونٹنی میں یہ خصوصیت تھی کہ وہ اللہ کی طرف سے آیہ یعنی نشانی تھی اُسکی قدرت کاملہ کا ایک خاص طرز سے پیدا ہونیکے سبب نمونہ تھی -

مگر وہ بدبخت کب ماننے والے تھے فکذبوہ حضرت صالح علیہ السلام کو جو کچھ اُنہوں نے اونٹنی کی بابت فرمایا تھا کہ اگر اُسکو بُری نگاہ سے دیکھو گے تو ہلاک ہوجاؤگے جھٹلا دیا اور کہدیا کہ یہ بھی ایک ڈھکوسلا ہے کس لیئے کہ گناہ کرتے کرتے وہ دلیر ہوگئے دلوں پر سیاہی چھاگئی تھی اس لئے فعقروہا اُس بدبخت قوم نے اُسکی کوچیں کاٹ ڈالیں کوچیں تو قدار نے کاٹی تھیں مگر اور بھی شریک تھے اور اُس فعل بد سے راضی تھے اسلیئے یہ فعل اُن سب کی طرف نسبت کیا گیا فدمدم علیہم ربہم پھر تو اُن کو اُن کے رب نے غارت کردیا بذنبہم یوں ہی نہیں بلکہ اُنکے گناہ کے سبب جو کفر و تکذیب

لہ ا اسیلئے سورہ قمر میں خاص اُس بدبخت کیطرف اس فعل کو نسبت کیا کما قال فتعاطی فعقر اس لیئے دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں ۱۲ منہ

پڑھنے کا حکم ہوا ہے تو فرمایا نہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ تمہارے لئے وقت مقرر کر دوں)

## ربط

ربط اس سورۃ کا پہلی سورۃ سے یہ ہے کہ (۱) دونوں سورتوں میں انسانوں کی دو قسمیں ... بیان فرمائی ہیں (۲) پہلی سورہ میں نفوس انسانیہ کا اختلاف مذکور تھا کہ بعض کو فجور کا الہام ہوتا ہے اور بعض کو تقویٰ کا اس سورۃ میں بھی یہی مضمون بیان فرمایا ہے بقولہ ان سعیکم لشتیٰ اور پھر اس کی آگے تفصیل فرمائی ہے بقولہ فاما من اعطی الخ (۳) اس سورۃ میں اتقیٰ کا بیان ہوا اور اس سورہ میں جماعت اشقیا کا بیان ہے۔

اگرچہ الفاظ سورۃ کے عام ہیں مگر سبب نزول اسکا علما نے یوں بیان فرمایا ہے کہ مکہ میں دو شخص تھے ایک صدیق اکبرؓ دوسرا امیہ بن خلف مگر دونوں کا مال خرچ کرنے میں مختلف طریقہ تھا [illegible] اسکے پاس مال تھا باوجود اسکے خدا کی راہ میں ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرتا تھا اور بڑی [illegible] آجاتی تھی۔ اور یہ کوئی [illegible] پیدا کرنے کو کہتا تھا [illegible] اور یہ غلام اور [illegible] محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے [illegible] اپنا معتقد بنا لیا ہے۔ اس کے غلاموں میں سے ایک بلال حبشی تھے [illegible] اس بدبخت کو جو خبر ہوئی تو روکا ٹوکا۔ اور جب نہ مانا طرح طرح سے ایذائیں دینی شروع کیں [illegible] اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اسکے بدن میں کانٹے اور سوئیاں چبھوؤ دوپہر میں [illegible] پتھروں پر چت لٹا دو اور پھر شام کو اس تنگ [illegible] ہیں کہ جہاں سخت گرمی ہو بند کرو اور [illegible] بلال کے منہ سے یہی نکلتا تھا کہ اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے۔ ایک روز ابوبکر صدیقؓ اس بدبخت کے محلہ میں گئے اسکے گھر میں سے آہ وزاری اور شور و غل کی آوازیں سنائی دیں پوچھا کہ یہ کیا واقعہ ہے کسی نے اصل حال سے مطلع کیا کہ بلال کو بجرم اسلام مار رہے ہیں صدیق اکبرؓ کو ترس آیا اور آپ امیہ سے ملے اور کہا تو خدا سے نہیں ڈرتا کس لئے اس بیکس اور غریب کو اتنی تکلیف دیتا ہے اسنے کہا اگر تو خدا ترس اور اسلام کا حامی ہے تو اسکو خرید لے آپنے فرمایا بہت اچھا کیا مانگتا ہے اسنے کہا اسکے بدلے میں مجھے اپنا غلام قسطاس رومی دیدے یہ رومی غلام بڑا ہوشیار اور قابل تھا [illegible] ہزار دینار اسنے اپنی کمائی سے جمع کر رکھے تھے صدیق اکبرؓ نے قسطاس دیکر بلکہ اور بھی کچھ دیکر بلال کو خریدا اور آنحضرت صلعم کی خدمت شریف میں لائے اور لاکر آزاد کر دیا۔ اسیطرح اور بہت سے غلاموں اور لونڈیوں کو جو مسلمان ہو گئے تھے اور اپنے کافر اور بے رحم مالکوں سے بے انتہا اذیتیں اٹھاتے تھے خرید کر آزاد کیا از انجملہ عامر بن فہیرہ ہے یہ بڑے اولیاء اللہ میں سے تھے یہ شخص ہجرت میں آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے اور جنگ بیر معونہ میں شہید ہوئے۔ از انجملہ زنیرہ لونڈی ہے جسکو خرید کر آزاد کیا۔ آزادی کے بعد اسکی بینائی جاتی رہی تھی اسکے مالکوں نے طعنہ کے طور سے کہا دیکھی ہمارے لات و عزیٰ کی کرامات تجکو اندھا کر دیا۔ اس نے کہا وہ کیا کر سکتے ہیں میرا اللہ ہی اندھا کرتا ہے وہی آنکھوں میں روشنی دیتا ہے اسکے بعد اللہ تعالٰے نے اسکی آنکھیں روشن کر دیں۔

## سُورَةُ اللَّيْلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اِحْدىٰ وَعِشْرُونَ آيَاتٍ

### بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۙ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۙ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۙ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۗ فَاَمَّا مَنْ

قسم ہے رات کی جبکہ چھا جائے اور دن کی جبکہ روشن ہو اور قسم ہے اسکی جسنے پیدا کیا نر و مادہ کو بیشک تمہاری کوشش مختلف ہے سو جس نے

اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۙ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۗ وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۙ وَكَذَّبَ

(اللہ کی راہ میں) دیا اور پرہیزگاری کی اور نیک بات (کلمۂ توحید) کو سچ جانا ہم اسکے لئے سہل کی راہیں آسان کردینگے اور جسنے بخیلی کی اور آخرت کی پروا نہ کی اور نیک بات کو

بِالْحُسْنٰى ۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۗ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗ اِذَا تَرَدّٰى ۗ

جھٹلایا تو اسکے لئے ہم سختی کی راہیں آسان کردینگے اور اسکا مال اسکے کچھ بھی کام نہ آئیگا جبکہ وہ گڑھے میں گر پڑیگا

### ترکیب

واللیل الواو للقسم اذا الحال فیہما معنی القسم والنہار عطف علیہ وماخلق الخ معطوف علی الی قبلہ ... مفاتل والمعنی واقسم خلق الذکر والانثی ۔ وعند الجمہور ما موصولۃ ای والذی خلقہما وما بمعنی من فیہ اقسم بنفسہ الکریمۃ ان سعیکم لشتی جواب القسم ای عملکم مختلف فمنہ عمل للجنۃ ومنہ عمل للنار اومنکم مومن ومنکم کافر والسعی العمل وشتی جمع شتیت کمرضی جمع مریض والشتات ہو الافتراق ومعناہ مختلف لتباعد البعض عن البعض ... فبقیہ العموم فہو جمع بمعنی واما من الخ شرط فسنیسرہ الخ جوابہ والسین فی الموضعین للتسویف وہو من اللہ محض والحسنی اسم الخصلۃ الحسنی تشتمل کل فعل محمود من التوحید والایمان والفرائض والیسری والعسری المراد بہا جماعۃ الاعمال فوجہ التانیث ظاہر وان کان المراد عملا واحدا فجمع التانیث ای الخلۃ او الفعلۃ او المراد بہا الطریقۃ فکانہ قال للطریقۃ الیسری والعسری وفی تفسیرہما اقوال (۱) المراد بالیسری الجنۃ وبالعسری النار (۲) والمراد بالیسری الخیر وبالعسری الشر (۳) المراد بالیسری العود الی الطاعۃ وبالعسری الرجوع الی القبائح کالبخل والتکذیب واتباع الہوی وانما سمیت بالعسری لاعتبار العسر فی ارتکابہا علی اہل السعادۃ او لاعتبار نتائجہا وہی العذاب ۔

### تفسیر

یہ سورہ بھی مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس و ابن زبیر کا بھی یہی قول ہے اسمین اکیس آیات ہیں ۔ بیہقی نے اپنی سنن میں جابر بن سمرہ رض سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر و عصر میں واللیل اذا یغشی جیسی سورتیں پڑھا کرتے تھے ۔
طبرانی نے اپنی کتاب اوسط میں انس رض سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو ایکبار ظہر کی نماز پڑھائی کسیقدر آواز بلند ہوئی تو معلوم ہوا کہ سورہ والشمس وضحاہا اور واللیل اذا یغشی پڑھ رہے ہیں ابی بن کعب نے عرض کیا کہ یا حضرت کیا آپکو اس نماز میں کسی خاص سورہ

وما خلق الذكر والانثى اور قسم ہے نر و مادہ پیدا کرنے کی ۔ یا یون کہو کہ قسم ہے اُس ذات پاک کی (یعنی اپنی) کہ جس نے نر و مادہ پیدا کئے بعض کہتے ہین
نر سے خاص آدم علیہ السلام اور مادہ سے حضرت حوا مراد ہین جو تمام بنی آدم کی اصل ہین ۔ بعض کہتے ہین ہر ایک نر و مادہ مراد ہے خواہ انسانی ہو خواہ
حیوانی خواہ اور مخلوق کی یہ بھی اُسکی قدرت کاملہ کی بڑی نشانی ہے کیونکہ نر و مادہ کا ایک ہی مادہ ہے یعنی ایک ہی تخم سے پیدا ہوتے ہین پھر
کون ہے کہ اسی سے کسیکو نر اور کسیکو مادہ کر دیتا ہے ۔ حیوانات و انسان کے ہر صنف و نوع مین یہی قانون جاری ہے ۔ پھر نر اور مادہ مین جو جو چیزین
ہونی چاہئے تھین وہ سب ہر ایک موقع سے پیدا کین ۔ اعضاء انسانی کے تناسب کو اگر غور دیکھا جاوے تو عقل حیران ہو جاوے ۔ سر ماتھا
سر محسوس کو جو ایک نرم سی چیز ہے کس موقع پر پیدا کیا اور اُسکے ہاتھ پاؤن ہین جسکے سر کے بالون اور دیگر بدن کے ماتھے ہوتے ہین
کیا مصلحتین ملحوظ رکھی ہین ۔ پھر اندرونی اعضاء توالد و تناسل مین کیا کیا کاریگریان کی ہین پھر اُسکے قوی و عادات و افعال طبعیہ مین کیا کیا
مصلحتین رکھی ہین ۔ اگر نر و مادہ نہوتے سب نر ہوتے یا سب مادہ ہوتے تو کیا کیا مشکلین پیش آتین ۔ اور سب سے بڑی علت یہ ہے کہ نر و مادہ مین
ایک مقناطیسی کشش ایسی رکھی ہے کہ جس نے ایک کو دوسرے کا فریفتہ کر دیا ہے ۔ اور اسمین اشارہ ہے کہ جسطرح نر و مادہ کے تخم مین
نر و مادہ ہونے کی صلاحیت رکھی ہوئی ہے اسیطرح ہر ایک مین خیر و شر نقصان و کمال کی بھی قابلیت پیدا کی ہے اور جسطرح نر و مادہ کے
میل سے اولاد پیدا ہوتی ہے اسطرح انسانی قوی کے باہمی اختلاط سے بھی نتائج پیدا ہوتے ہین اگر خیر کیطرف ہے تو
فرشتون سے جا ملتا ہے اور شر کیطرف ہے تو شیاطین سے بھی بڑا ہوتا ہے اور جو کرانکی جماعت مین جا ملتا ہے اور اسی کی اصلاح کے لئے
حضرات انبیاء علیہم السلام دنیا مین بھیجے گئے ہین جسطرح رات اور دن کی کوششین اور افعال و خواص مین اختلاف ہے اسیطرح نر و مادہ کی بھی
نر کا مقتضائے طبعی اور ہے مادہ کا اور اسلئے اس مناسبت سے ان چیزونکی قسم کھا کر فرمایا ہے ان سعیکم لشتی کہ اے بنی آدم اعمال و اشغال مین
تمہاری کوشش و ہمت اور جد و جہد گوناگون ہے ۔ ہر چند یہ بات ذکر و انثی کی پیدایش سے عیان تھی مگر اسکے بعد اسکا ذکر کرنا گویا دعوی کو مع
دلیل ذکر کرنا ہے ۔ پھر کسیکی کوشش رات کیطرح تاریکی ہے برے کام کرتا ہے اور کسیکی دن کیطرح نورانی ہے اچھے کامون مین سرگرمی
کرتا ہے ۔ پھر کوئی اپنی کوشش مین مرد میدان ہے تو کوئی نامرد اور زن ہے اور پھر کسیکی کوشش مردانہ ہے ربون او دنیا سے دونکی طرف
متوجہ نہین ہوتا سعادت کے بلند مقامات ہی کے طے کرنیکے در پے رہتا ہے اور کسیکی کوشش زنانہ ہے دنیا کی خسیس چیزون پر مر رہا ہے
لذائذ فانیہ پر فریفتہ ہے حسیات کے سبز باغ پر شیدا ہے ۔ کوئی ہے کہ رات دن مال و زر کے جمع کرنے مین لگا ہوا ہے نہ اسکو دن
مین چین نہ رات کو راحت نہ کھانے پینے پہننے کا خیال ۔ نہ کبھی یہ خیال آتا ہے کہ ایک روز مرنا اور ان سب کو چھوڑ جانا ہے اور جب
اس دولت سے کوئی تمتع ہی نہین تو پھر کس کام آوے گی ۔ اور کوئی ہے کہ اُسکی ہمت مردانہ کے نزدیک مال و زر تو کیا دنیا کی
سلطنت بھی کوئی چیز نہین وہ سمجھتا ہے کہ چند روزہ مہمان ہون جہان سدا رہنا ہے راحت و عزت ہو تو وہان کے لئے ہو یہان
آرام سے گزر گئی تو کیا اور تکلیف سے گزر گئی تو کیا ۔ شب تنور گزشت و شب سمور گزشت ۔ اسکے بعد ان مختلف مساعی کے نتائج
مختلف بیان فرماتا ہے فاما من اعطی کہ جسنے اللہ کی راہ مین دیا ۔ اور یہ بھی مقدر ہے کہ نیک کامون مین خرچ کیا یہ زکوۃ و صدقات کو بھی شامل
ہے اور ہر قسم کی خیرات کو بھی یہ وہ پہلا کام ہے کہ جسکی خوبی پر تمام مذاہب اور دنیا بھر کے عقلا کا اتفاق ہے ۔ دوم واتقی اور برائیون سے

صدیق اکبر کے پاس چالیس ہزار درم تھے بہت لوگ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانون کے حرج مین صرف ہوئے اور جو کچھ باقی رہے تھے انکو آکر مدینہ مین صرف کیا جن سے مسجد نبوی کی زمین خریدی گئی اور اسی لیئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بارہا فرمایا کرتے تھے

ان من امن الناس علیّ فی صحبتہ ومالہ ابا بکر ولو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا ولکن اخوۃ الاسلام ومودتہ [illegible]

کہ سب لوگون سے جان اور مال سے ابوبکر کا مجھپر بڑا احسان ہے اگر خدا کے سوا مین اور کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو لیکن اخوت اسلامی اور اسکی مودت کافی ہے۔ یہانتک کہ ایکبار جبکہ ابوبکر کے پاس کچھ نہ تھا تو کمبل لپیٹ کر کانٹا لگا کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے تو اسنے مین جبرئیل بھی نازل ہوئے اور کہا کہ حق تعالیٰ نے ابوبکر کو سلام کہا ہے اور پوچھا ہے کہ اس فقر مین بھی تو مجھسے راضی ہے یا کچھ کدورت آگئی۔ یہ سنکر ابوبکر پر ایک وجد کی حالت طاری ہوگئی اور کہنے لگے کہ ہائے ہائے مجھے اپنے مولے سے کدورت ہو؟ اور بار بار اس کلمہ کو کہتے تھے انا عن ربی راض انا عن ربی راض رضی اللہ عنہ حق تعالیٰ اس سورہ مین ان دونون شخصون کے معاملات وحالات کا نقشہ کھینچکر سعادت و شقاوت کے دورے بتاتا ہے اور یہی آدم کی مختلف کوشش کا مآل کار ظاہر فرماتا ہے اور سعادت کی طرف نفوس انسانیہ کو ابھارتا ہے۔

فقال واللیل اذا یغشی یعنی قسم ہے رات کی جبکہ چھا جاوے یا کہ آفتاب کو چھپا لے اور جہان کو تاریک کر دے اور اندھیرا کر دے یہ کنایہ ہے انسان کی اس ظلمانی حالت سے جو اسکے نور روحانی اور نور قلب کو چھپا کر اسکے اندرونی جہان مین اندھیرا کر دیتی ہے اور اس سے پھر گوناگون افعال بد سرزد ہوتے ہین جیسا کہ رات مین اندھیرے کے سبب چورون زناکار دغاباز وغیرہ کو موقع ملتا ہے۔ اسی طرح اس اندھیرے مین شیطان اور نفس امارہ کے چورون قزاقون کو اپنی کارروائی کا موقع ملتا ہے۔ اور رات دنیا مین ایک عالم ظلمت بھی ہے اور موت اور قیامت کا بھی پورا نمونہ ہے کیونکہ رات مین سبکے بعد دیگرے باتین کرتے کرتے سو جاتے ہین تھوڑی دیر کے لیے سناٹا ہو جاتا ہے سب مُردون کیطرح فرشتون پر بیخبر لیٹے ہوتے ہین نہ اسوقت اپنے مال کی خبر ہوتی ہے نہ اولاد کی نہ کسی کے تابع رہتے کہنے کی یہی حال خواب عدم کا ہے یکے بعد دیگرے مر جاتے ہین سب کو یہین چھوڑ جاتے ہین ایک عرصہ کے بعد اسکے ہمعصرون مین سے کوئی انسان کیا جانور بھی باقی نہین رہتا سب پر خواب عدم طاری ہو جاتا ہے اس لحاظ سے یہ ایک بڑی نشانی قدرت کاملہ کی ہے اس لیئے اسکی قسم کھائی گئی

والنہار اذا تجلّی اور قسم ہے دن کی جبکہ روشن ہو جاوے۔ یہ اسکی قدرت کاملہ کی دوسری نشانی ہے کہ اب دوسری حالت پلٹ دی جو بیخبر پڑے سوتے تھے جاگ اٹھے اور پھر ہائے ہو ہونے لگی۔ پرند چہچہانے لگے چرند جنگل کی طرف جانے لگے ہر ایک کاروبار والا اپنے کار کی طرف چلنے لگا۔ مسافر کمر باندھنے لگے۔ یہ حشر کا نمونہ ہے۔ اور اس مین انسان کی اس نورانی حالت کیطرف اشارہ ہے جبکہ اس مین آفتاب روح جلوہ گر ہوتا ہے اور رات کے چور بدمعاش بھاگنے لگتے ہین اور نیک کامون کیطرف اسکے ارادون کے لوگ دوڑنے لگتے ہین چنانچہ آگے انہین دونون حالتون کیطرف اشارہ ہوتا ہے کہ ہم ایماندارون نیکوکارون کو نیکی کا رستہ آسان کر دیتے ہین اور بے ایمانون بدکارون کو بدی کا رستہ آسان کر دیتے ہین۔ رات دن بھی نر و مادہ سے مشابہت رکھتے ہین اور اسکے افعال وخواص مین بڑا اختلاف ہے ہر ایک کی کوشش مختلف ہے اسیطرح مخلوق مین نر و مادہ کا حال ہے اسلئے اسکے بعد نر و مادہ کی بھی قسم کھاتا ہے فقال

اور یہی ملکہ قبر کی روشنی اور پلصراط کا نور اور میدان حشر میں سایہ اور نجات کے لیئے دلیل ہے۔ واما من بخل اور جو بخل کرتا ہے اللہ کی راہ میں کچھ نہیں دیتا۔ مال کی محبت کی جڑ اسکے دل پر ہے یہ اول صفت کی ضد ہے واستغنی اور بے پروائی بھی کی یعنے پرہیزگاری نہ کی۔ بڑی بے پروائی اور تکبر سے برے کام کرنے لگا قوت عملیہ بگاڑلی یہ دوسری صفت کی ضد ہے وکذب بالحسنی اور نیک باتوں کو جھٹلادیا نہ اللہ تعالی کا قائل رہا اور نہ قائل ہوا توحید کا قائل نہیں نہ اوصاف حمیدہ کا نہ دار آخرت کا اور نہ اعمال کی جزا و سزا کا قائل نہ انبیاء علیہم السلام کا قائل یہ تیسری صفت کی ضد ہے اب اس شخص میں بدی کا پورا ملکہ پیدا ہوگیا جو سخت ظلمانی ملکہ ہے فسنیسرہ للعسری تو اسکے لیئے ہر عمل بد خواہ کیسا ہی ہو آسان ہو جاتا ہے جس میں ملکہ خیر ہے اگر اس سے کبھی چوری یا زنا کرایا جائے یا کسی مسلمان کو مار ڈالنا ہو وہ کبھی نکرے گا اور یہ کام اسکو پہاڑ معلوم ہوگا اور کبھی بعد کی نماز پڑھنا اور اللہ کی راہ میں ہزار دینار مسکینوں کو دیا کرے تو بہت ہی آسان کام معلوم ہوگا۔ اور جس میں بدی کا ملکہ پیدا ہوگیا ہے اسکا معاملہ برعکس ہوجاتا ہے۔ تمام عمر زنا کرے گا اور بڑے کرے نزدیک آسان کام ہے اگر کچھ نکار کرے تو نکرے گا مشکل کام ہے ناحق قتل کر ڈالنا رات کو چوری کرنا ... اور سردی کی تکلیف اٹھانا اور رات بھر ناچ دیکھنا اور رات بھر قتل ... میں جاگنا آسان مگر اوس گوشہ میں عبادت کے لیئے جاگنا اور وضو کی تکلیف اٹھانا پہاڑ ہے ... فواحش کو ہزاروں روپیہ دے ڈالنا آسان اللہ کی راہ میں دو پیسہ بھی دینا سخت مشکل یہ ملکہ ظلمانی ہے جسکے سبب خدا نے فرمایا ہوں کہ اسکے لیئے بدی کا کام آسان کردینگے جو دوزخ عذاب اور حسرت میں جہنم اور عذاب قبر ہے۔ اذا تردی اول لکہ دون روشن سے اور دوسرا جانے والی رات ... اول کا حصہ ندومسرکا صاحب یادہ مگر وہ بدبخت جو مال میں بخل کرتا تھا اور نیک کام میں صرف نکرتا تھا نہ آپ فائدہ اٹھاتا تھا نہ اوروں کو وما یغنی عنہ مالہ اذا تردی اسکے مرنے کے بعد وہ کس کام آئیگا وہ تو اوروں کے ہاتھ میں چلا جائیگا۔ یا یوں کہو جبکہ جہنم کے عمیق گڑہے میں گریگا تب وہ مال کیا کام آئیگا۔ پھر اسپر اسقدر فریفتگی۔

ف اسطرح تزکیہ اور کمال کے لیئے تین وصف بیان فرمائے تھے ایک اعطی اللہ کی راہ میں دینا دوم واتقی پرہیزگاری سوم وصدق بالحسنی درستی اعتقاد ایمان اسیطرح نقصان و تلویث کے لیئے ان تین وصفوں کے مقابلہ میں تین صفت رذیلہ بیان فرمائے بخل اعطی کے مقابلہ میں بخل بھی بڑا ہی عیب ہے بخیل کے ہنر بھی عیب معلوم ہوا کرتے ہیں اسکے دوست دشمن ہو جاتے ہیں خلایق میں اس سے نفرت پیدا ہو جاتی کوئی بھلائی سے یاد نہیں کرتا۔ عالم بالا میں یہ حقیر شمار ہوتا ہے۔ اور اتقی کے مقابلہ میں واستغنی تکبر و احکام الہی سے بے پروائی گناہوں اور برے کاموں سے نڈر بے پرواہو کر عمل میں لانا معاذ اللہ فاسق و بدکار بھی مخلوق میں گھنونا ہو جاتا اسکے کسی کام میں برکت نہیں ہوتی عالم قدس کے لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں اسکی دعا کو قبولیت نہیں۔ عمر و مال میں برکت نہیں ہوتی آخرت میں سخت عذاب میں مبتلا ہوتا ہے اور صدق بالحسنی یعنے ایمان کے مقابلہ میں کذب بالحسنی بے ایمانی کا فر و بدعقیدہ تو خدا کا دشمن اور سخت مقہور ہوتا ہے اسکے کسی نیک کام کا بھی آخرت میں ثمرہ نہیں ملتا کیونکہ آخرت کا اعتقاد نہیں۔ اب درمیانی تیسرا مرتبہ رہگیا کہ اسمیں بعض صفات حمیدہ ہیں تو بعض رذیلہ اسکو مخاطبین کے فہم پر چھوڑ دیا کہ وہ آپ سمجھ لینگے اگر ایمان ہے تو قصور عمل سے آخرکار نجات ہے۔

بھی بچنا ظلم و ستم زناکاری جھوٹ بولنا [illegible] [illegible] کرنا چوری کرنا مال باپ کی نافرمانی کرنا وغیرہ کبائر سے دور رہنا جسمین دیگر فقیر و مسکین واہل قرابت پر احسان [illegible] بار بار پاکاری [illegible] [illegible] پرہیزگاری کی [illegible] کرنے کے بعد افعال قبیحہ سے بچنا بھی شرط ہے [illegible] [illegible] [illegible] اپنا خبر [illegible] کی اصلاح بھی۔ عبادت مالی اور بدنی [illegible] اور نیز [illegible] باتوں [illegible] [illegible] عقائد کا درست کرنا بھی ضرور ہے یعنی قوت نظریہ کا بھی [illegible] علم [illegible] [illegible] اور [illegible] باتوں کو سچ بھی جاننا ہو [illegible] صفات کاملہ [illegible] [illegible] اور آسمانی کتب [illegible] کی تصدیق یا جو کچھ حضرات انبیاء نے فرمایا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] بات کو عقلاء و حکماء بھی مانتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان کی روح باقی رہتی [illegible] [illegible] [illegible] علم (گیان) کے موافق [illegible] [illegible] علم ہی [illegible] [illegible] [illegible] پھر اور جسکو جہل و کسب [illegible] کہتے ہیں وہ روح پر بار بھی طاری ہوتی [illegible] [illegible] [illegible] اور اگر علم ہے اور [illegible] علم [illegible] ایک نور ہے جو راحت و سرور و شوق و سرگرمی [illegible] [illegible]

لیکن یہی بات تو قابل بحث [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اس نے جسمین کو ہیئت خیالات و توہمات کو [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اسباب کا فیصلہ بھی انہین الفاظ [illegible] کر دیا [illegible] [illegible] [illegible] لانا [illegible] کو [illegible] کے لفظ سے تعبیر کر کے بتا دیا کہ ایمان لانے کے قابل وہی باتین ہین جو [illegible] [illegible] ایک بات کی [illegible] اور خوبی کی پہچان دو ہی باتون پر منحصر ہے اول یہ کہ کوئی [illegible] شخص جسکے علم وانکشاف [illegible] [illegible] [illegible] تسلیم کر لیا ہو اُن کو [illegible] کہے دوم یہ کہ عقل سلیم کے حوالے کرے کہ (جبکہ عوارض وہم اس سے دور ہون) دریافت کیا جاوے کہ اُن [illegible] حسن و خوبی یعنی راستی بھی ہے کہ نہین۔ وہ شخص کہ جو مسلّم ہے نبی ہے کیونکہ اُسکا علم وانکشاف اور لوگونکے علم وانکشاف سے خواہ وہ کیسے ہی مرتاض ہون بدرجہا فائق ہے پس اُسکے فرمودہ عقائد حسنی ہین اور نیز عقل سلیم بھی انکی عمدگی پر شہادت دیتی رہی ہے مثلاً خدا کی توحید اور صفات مین یکتائی حسنی ہے نہ کہ تثلیث علیٰ ہذا القیاس عمل کے متعلق جو کچھ انہون نے فرمایا خدا کی عبادت وخیرات جملہ بری باتون سے پرہیزگاری اب یہ تین باتین ہوئین۔ پھر جس نے ان تین باتونکے حاصل کرنے مین کوشش اور ہمت کی فسنیسرہ للیسریٰ ہم اُسکے لیے یسریٰ کو آسان کر دینگے۔ یسریٰ سے مراد آسان طریقہ وصول الی اللہ اور وصول الی الجنۃ کا ہے اور وہ طریقہ آسان شرع محمدی ہے علیہ السلام کیونکہ اگر غور دیکھوگے تو ہر طریقہ مین دقت و دشواری پاؤگے برخلاف شریعت کے یعنی ہم اُسکو اس نیک رستہ پر چلنے کی توفیق عطا کرینگے جب انسان کوئی کام بار بار کرتا ہے تو اُسکا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر نیک کاموں کی عادت ڈالے گا جنکا ذکر ہوا تو ایک نورانی ملکہ پیدا ہوگا جس سے اُسکو ہر نیک کام آسان معلوم ہوگا اور پھر مرنیکے بعد بھی ملکہ بارگاہ قدس اور عالم باقی مین پہنچانے کا ذریعہ ہو جاوے گا

اسکا جواب

انسان قائم کیئے تاکہ باختیار وارادہ نیک رستہ کو اختیار کرین برے رستہ کو چھوڑین - اور یہ ہمارا ذمہ نہین کہ زبردستی سب کیلو
بے ارادہ واختیار ہدایت پر لادین بلکہ دونون رستون پر چلانا چلنے والے کے اختیار وارادہ پر چھوڑدیا اگر ایسا نہوتا
تو نافرمان اور مطیع اور نیک وبد مین کچھ فرق نرہتا اور انسان حجر وشجر کیطرح مجبور سمجھا جاتا اور انسان کو قدرت واختیار
دیکر اس عالم مین بھیجنے کا منشا غلط ہوجاتا - رہی تو فیق ہوا ان کے ارادہ اور اختیار سے متعلق ہے وہ ضرور ہمارے
ہاتھ مین ہے - اور یہ کس لیئے کہ وان لنا للآخرۃ والاولیٰ دنیا اور آخرت ہماری ہے ہمین ان کے مالک وخالق
وبادشاہ ہین - ایک ذرہ بھی ہمارے ارادہ اور قدرت اور قضا وقدر کے بغیر عالم وجود مین نہین آسکتا بندہ اور اسکے
افعال اور جو کچھ راحت ورنج دنیا مین ہے وہ ہمارے اختیار وارادہ سے موجود ہوتا ہے - اور جو کچھ آخرت مین نعیم جنت
اور عذاب دوزخ ہے وہ بھی ہمارا ہی مخلوق ومملوک ہے اور اسی لیئے جو ہمسے دنیا مانگتا ہے اور جائز اور ناجائز طور پر
اسی کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جیساکہ ہم کہہ چکے ہین کہ تمہاری کوششین مختلف ہین تو اسکو ہم جسقدر چاہتے ہین دنیا کی
کامیابی عطا کرتے ہین اور جو عقبیٰ کی نعمتون کے طالب ہین اور جاودانی اور سلطنت آسمانی کے خواہان ہین اور اسکے لیئے
سعی وکوشش کرتے ہین اُن کو ہم وہ عطا کرتے ہین - دونون جہان ہمارے ہین جو جسکا طالب ہو اُسکے لیئے آوے اور حاصل کرلے
اس شبہ کو ان دونون جملون سے دفع کردیا اور جبر وقدر دونون کو باطل کرکے درمیانی صاف اور سیدھا رستہ بتادیا -

اور جبکہ ہدایت کرنا ہمارا ذمہ ہے اس لیئے فانذرتکم نارا تلظیٰ ہمنے تمکو اے بنی آدم اس شعلہ مارتی آگ سے خبر دار
اور متنبہ کردیا ہے - اور یہ آگ مرنے کے بعد ایک دوسرے جہان مین کہ جہان سب کو جانا ہے موجود ہے - اور قیامت
کے روز سب پر ظاہر ہوجاویگی - مین رحیم وکریم یون ہی اُس مین اپنے بندونکو نہین جھونک دونگا بلکہ لایصلاہا الا الاشقیٰ
اسمین بجز بڑے بدبخت کے اور کوئی نہین پڑے گا - اب اشقیٰ کی آپ ہی تفسیر بھی بیان فرماتا ہے الذی کذب وتولیٰ
کہ اشقیٰ وہ ہے جسنے اللہ کے رسولون اور اسکی فرمودہ باتون کو جھٹلایا جنمین سے مرنے کے بعد اعمال نیک وبد کی جزا وسزا بھی
ہے اور جب جھٹلادیا اور باور نکیا تو اسنے نیک کامون سے منہ موڑلیا یہ وہی شخص ہے کہ جسکے لیئے عسریٰ یعنی بدی کا رستہ آسان
کردیا گیا تھا اور برے کام گو بظاہر مزے دار تھے مگر اُنکا انجام یہ آگ ہے - اس لیئے اُنکو عسریٰ کہا گیا - اور یہ اسلیئے کہ کذب بالحسنیٰ
کیکیکہ تو کذب موجود ہے جو اس سے بھی عام ہے اور تولیٰ کی تفسیر بخل واستغنیٰ ہوسکتی ہے

ف علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک گناہگار مومن کو بھی آخرت مین عذاب النار ہوگا اگر اللہ معاف نہ کردیگا مگر فرقہ
مرجیہ کہتا ہے کہ ایمان کے بعد کوئی ایسا گناہ نہین جس سے جہنم مین جاوے - ہان گناہونکے سبب جنت مین درجات عالیہ
نصیب نہونگے اس لیئے گناہگار مومن اور نیک مومن برابر نہین - اور دلیل انکی یہ آیت اور اس قسم کی دیگر آیات ہین
اور یہ اس لیئے کہ اشقیٰ سے مراد کافر ومشرک ہی ہے کیونکہ بدبختی کی دو قسم ہین اول دنیا کی بدبختی بیماری تنگدستی
مرگ احبہ شکست وناکامی وغیرہ سو یہ بدبختی دنیا ہی مین تمام ہوچکی ہے - آخرت مین اسکا کوئی اثر نہین پہونچتا دوسری

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ۝ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ۝ فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ۝ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ۝

ہمارے ذمہ رہنمائی کر دینا ہے اور آخرت اور دنیا دونوں ہمارے ہی اختیار میں ہیں سو میں نے تم کو دہکتی آگ سے خبردار کر دیا ہے جس میں صرف وہی بدبخت داخل ہوگا

الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۝ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۝ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ

جو (دین حق کو) جھٹلاتا اور منہ موڑتا رہا۔ اور اس آگ سے وہ پرہیزگار دور رہیگا جو اپنا مال پاکیزگی حاصل کرنے کیلئے دیا کرتا ہے اور کسی کا اس پر کوئی احسان بھی نہیں کہ جسکا

تُجْزَىٰ ۝ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۝

بدلا اتارتا ہو۔ بلکہ صرف اپنے عالی شان پروردگار کی رضا جوئی کیلئے دیا کرتا ہے اور وہ عنقریب راضی ہو جاویگا

## ترکیب

للہدی اسم ان علینا خبرہا۔ اے علینا ان نبین طریق الہدی من طریق الضلال وقد فعلنا ذلک حیث بینا طریق کلا الفریقین ترغیبا وترہیبا۔ قالہ الزجاج۔ للآخرۃ معطوف علیہ والاولی معطوف وکلاہما اسم ان لنا خبرہا والجملۃ معطوفۃ علی الجملۃ السابقۃ ومعناہ لنا کل ما فی الآخرۃ وکل ما فی الدنیا من ارادہما فلیطلب منا۔ تلظی صفۃ نارا۔ اے تتلظی حذفت احدی التائین تخفیفا وقرئ علی الاصل ومعناہ تتوقد وتلتہب یقال تلظت النار تلظیا ومنہ سمیت جہنم لظی لا یصلاہا الجملۃ صفۃ نارا ہو بیان لہا۔ الا الاشقی استثناء متصل اے لا یدخلہا دخولا موبدا احد الا الاشقی۔ وہو الکافر المشرک۔ الذی کذب وتولی وصف الاشقی۔ الذی یؤتی مالہ صفۃ للاتقی یتزکی فی محل نصب علی الحال من فاعل یؤتی اے حال کونہ طالبا للزکاۃ وہی طہارۃ النفس ویجوز ان یکون بدلا من یؤتی داخلا معہ فی حکم الصلۃ۔ وما لاحد الخ الجملۃ حال من فاعل یؤتی وقبل مستانفۃ لتقریر ما قبلہا من کون التزکی خالصا للہ لا علی سبیل المعاوضۃ تجزی صفۃ نعمۃ اے لیس علی ہذا المؤتی احسان احد تجزی۔ الا ابتغاء الخ قرأ الجمہور بالنصب علی الاستثناء المنقطع لعدم اندراجہ تحت جنس النعمۃ وقیل مفعول لہ علی المعنی اے لا یؤتی الا لابتغاء وجہ ربہ لا لمکافاۃ نعمتہ۔ وقرئ بالرفع علی البدل من محل نعمۃ لان محلہا الرفع اما علی الفاعلیۃ واما علی الابتداء او من مزیدۃ ولسوف اللام موطئۃ للقسم اے وباللہ لسوف یرضی بما نعطیہ من الاجر العظیم ۔

## تفسیر

پہلے بیان سے جو اس بابت تھا کہ خیرات اور پرہیزگاری اور ایمان لانے والے کیلئے نیکی کا رستہ آسان کر دیتے ہیں اور ان تینوں باتوں کے خلاف کرنیوالے کیلئے برائی کا رستہ آسان کر دیتے ہیں جو بدبخت ہے) یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ جب سب اُسیکے ہاتھ میں ہے تو پھر آپ ہی کیوں ہدایت نہیں کر دیتا۔ رسولونکے بھیجنے اور کتابونکے نازل کرنے سے کیا فائدہ ؟ اسکا جواب دو جملوں میں دیا جاتا ہے اول ان علینا للہدی کہ بندوں کی رہنمائی کرنا ہمارا ذمہ ہے جسے اپنی رحمت سے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے۔ اس لیئے اول حواس خمسہ ظاہری اور حواس خمسہ باطنی عطا کیئے عقل دی ادراک دیا جو نیک و بد میں امتیاز کرتا ہے۔ اسکے بعد رسول بھیجے کتابیں نازل کیں پھر رسولونکے جانشین علماء وائمہ واولیاء ومرشدان دین وواعظان بزرگوار قائم کیئے۔ اور حوادث دہر اور تغیرات عالم بلکہ آنکے حالات کے عبرت خیز

صدق دل سے کرے اور نہایت ندامت کرے۔ اور صوفیہ کرام کے نزدیک اسکے بعد خطرات اور توجہ الی ماسوی اللہ کی نجاست سے بھی پاک ہو نہ دلمین حب جاہ ومال ہو نہ اللہ جل جلالہ کے سوا اور کسیکو جگہ ہو۔ پھر التقی کے بھی درجات متفاوت ہیں فرد کامل اُسکا نبی ہے صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ۔ اسکے بعد پھر صدیق پھر شہید پھر صلحا امت اور اولیاء کرام بھی صدیقین وشہدا کے زمرہ میں داخل ہین۔ اور یہی لوگ اصحاب الیمین اور سابقون ہین۔

آیۃ پر شبہ اور اسکا جواب۔

اب اس آیت سے بطور مفہوم مخالف کے یہ سمجھا گیا کہ جو اتقی نہین گو متقی ہو وہ اس نار تلظّی سے دور نہ ہوگا یعنی جو صغائر سے مجتنب نہو گو مومن ہو اور کبائر سے بچنے والا ہو اُسکو اتقی نہین کہتے متقی کہتے ہین وہ اس آگ سے نہ بچے گا۔ حالانکہ یہ پہلی آیت کے کہ جس مین یہ تھا کہ اس آگ مین اشقیٰ ہی داخل ہوگا خلاف ہے کس لئے کہ متقی اشقیٰ کیا شقی بھی نہین اس الجھن کے جواب مین علماء نے طرح طرح کے جواب اپنی تفاسیر مین ذکر فرمائے ہین مگر کاتب الحروف کے نزدیک یہ الجھن ہی کچھ نہین کس لئے کہ اول تو ہر جگہ مفہوم مخالف پیدا کرنا لغو ہے جیسا کہ علماء اصول فقہ نے اپنی کتابون مین تصریح کی ہے بلکہ یہ محاورہ کی بات ہے کہ کبھی [illegible] کسی قید یا وصف کو ذکر کیا کرتے ہین مگر یہ مراد نہین ہوتی کہ جس مین یہ قید یا یہ وصف نہین اُسکے لئے مخالف حکم ثابت ہے اسکی نظیر قرآن مجید ہی کی ایات مین انہ انجملہ یہ ہے ولاتکرھوا فتیٰتکم علی البغاء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیٰوۃ الدنیا کہ اپنی لونڈیون کو زنا کرانے اور خرچی کمانے پر مجبور نکرو اگر وہ پاک رہنی چاہین۔ اب پاکدامنی کی قید محض اس لئے ہے کہ پاکدامنی کی خوبی ظاہر کرنا مقصود ہے نہ یہ کہ اگر وہ پاکدامنی نہ چاہین تو خرچی کمانے پر مجبور کیا کرو۔ اسطرح آیت مین وصف اتقی کی خوبی کا اظہار مقصود ہے نہ یہ کہ جو اتقی نہین وہ اس نار تلظّی سے دور نہ ہوگا دوم اگر مفہوم مخالف بھی مان لیا جاوے تو بھی کچھ محذور نہین کس لئے کہ کبائر وصغائر سے بھی انسان مواخذہ کے قابل ہو جاتا ہے جسکی سزا جہنم کی آگ ہے گو وہ ابدی آگ نہین ہوتی بلکہ سوقت یہ اور بات ہے کہ حق سبحانہ صغائر وکبائر کو بشرطیکہ اُنپر اصرار نہو کبھی تو اور دوسرے نیک کامون کے صلہ مین مٹا ڈالتا ہے کما قال ان الحسنات یذھبن السیأٰت کہ نیکیاں گناہون کو دور کردیتی ہین۔ واولٰئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات کہ ان لوگون کے گناہون کو نیکیون سے بدل دیتا ہے۔ اور احادیث صحیحہ صریحہ مین بکثرت وارد ہے کہ ایک جمعہ کی شرائط سے نماز پڑھنا جمعہ بھر کے گناہ معاف کردیتا ہے یا حج عمر بھر کے گناہ اور رمضان کے روزے سال بھر کے وغیر ذلک۔ اور کبھی دنیاوی تکالیف بیماری تنگدستی یا موت اعزہ یا اور کوئی حادثہ بشرطیکہ صبر کیا جاوے گناہونکا کفارہ ہوجاتا اُسکو بہین اسیقدر عذاب پہ رہائی ملجاتی ہے اور کبھی اہل دل کی ندامت واشکباری جو انپر باعتبار تقرب الی اللہ کے نار متلظی یعنے شعلہ مارنے والی آگ ہوجاتی ہے وہ یہین اس آگ مین جلکر تھوڑی دیر کے بعد نجات حاصل کرلیتے ہین اور واللہ یہ دل کی آگ بڑی سخت آگ ہے جسکی گرمی سے دل پگھل کر آنسو نکلتے ہین۔ اور کبھی موت کے وقت کی سختی اور کبھی تھوڑی سی قبر کی تنگی اور گھبراہٹ سے یہ گناہ مٹ جاتے ہین اور نہین تو اُسکی رحمت کا پانی اور شفاعت کا ابر ماطر سب کو بہا دیتا ہے۔ یہ سب کچھ صحیح مگر مرجیہ فرقہ کو کیا جواب آئے گا وہ جو کہتے ہین ایمان کے بعد کوئی گناہ جہنم مین نہین لیجاتا اس آیت کا مفہوم مخالف اُنکے سراسر مخالف ہے۔ واللہ اعلم باسرار کلامہ۔

گناہونکی معافی کے اسباب۔

عقبیٰ کی بدبختی پھر وہ دو قسم ہے ایک یہ کہ ایمان تو ہے مگر برے اعمال کرنے سے یا عبادات و فرائض میں سستی کرنیسے بدبختی پیدا ہوئی جسکا نتیجہ درجات عالیہ سے حرمان ہے اور اسی لیئے اس کو شقی کہتے ہیں - اور دوسرے یہ کہ اسکے ساتھ ایمان بھی نہیں بلکہ الہام الٰہی کی تکذیب بھی کرتا ہے سو یہ اشقیٰ یعنی بڑا بدبخت ہے اور اسی کے لیئے خدا پاک نے جہنم میں جانا بیان فرمایا ہے اور یہ عرف شرع مین کافر و مشرک ہے کسلیئے کہ کذب اسی پر صادق آتا ہے نہ مومن گناہگار پر کس لیئے کہ وہ تکذیب نہیں کرتا اللہ اور اسکے رسولونکی سب باتون کو سچ جانتا ہے مگر خواہش نفسانی یا غفلت و سستی سے گناہ کرتا ہے -

اہل سنت کیطرف سے معتزلہ کا جواب

علماء اہل سنت اسکے جواب مین دو باتین بیان فرماتے ہین اول یہ کہ جو گناہگار مومن جہنم مین داخل ہوگا وہ وہان سدا نرہیگا چند روز سزا ہوگی سو ایسا داخل ہونا کچھ داخل ہونا نہین کس لیئے کہ آیت مین داخل ہونے سے ہمیشہ کے لیئے داخل ہونا مراد ہے - دوم یہ کہ نارا تلظیٰ نو خاص کافرونکے لیئے ہے اور گناہگار مومن جس آگ مین داخل ہوگا تو وہ اور آگ ہوگی جو اس آگ سے آگے کچھ بھی نہوگی وسیجنبہا الاتقیٰ اور اس آگ [illegible] بچایا جائیگا - اب اس اتقیٰ کی تفسیر بیان فرماتا ہے فقال الذی یؤتی مالہ یتزکی کہ وہ جو اپنا مال خرچ کرتا ہے فقیرون اور دوست احباب کو دیتا ہے ریاکاری اور نمود یا غرض دنیاوی کے لیئے نہین بلکہ طہارت اور پاکیزگی حاصل کرنیکے لیئے اور اپنے درجات کی وسعت و ترقی کیلیئے - زکوٰۃ کے معنی پاکیزگی کے بھی ہین اور افزائش و زیادہ کرنے یا ہونے کے بھی ہین - اس جگہ دونون معنی صادق آتے ہین کس لیئے کہ اتقیٰ اپنا مال محض رضاء الٰہی کے لیئے خرچ کیا کرتا ہے جیسا کہ آگے آتا ہے اور رضاء الٰہی مین صرف کرنے سے درجات ولذات مین ترقی وافزائش بھی ہوتی ہے کیونکہ اس شجر تقرب کیلیئے یہ عبادت پانی اور ہوا ہے جس سے یہ درخت بڑھتا ہے اور نیز اسکو ایک قسم کی نورانیت قلب حاصل ہوتی ہے جسکو انشراح کہنا چاہیئے اور یہ نجاست بخل اور کدورات طمع و ظلمت حب مال سے پوری پاکیزگی ہے - پھر اس تزکی کی تشریح کرتا ہے ومالاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ یعنے اسکو کسیکا دینا نہین آتا جو اسکے بدلہ مین دیتا ہو کسی کی نعمت و احسان کا بدلہ نہین اتارتا الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ بلکہ محض اپنے خداے برتر کی ذات کی خواہش مین یعنی خاص اسی کی رضامندی حاصل کرنے کے لیئے دیتا ہے اور کوئی غرض نہین - پھر اس اتقیٰ کا دار آخرت مین کیا انجام ہوگا؟ آپ ہی بیان فرماتا ہے ولسوف یرضیٰ قسم ہے کہ وہ بہت جلد راضی ہو جاوے گا یعنے دار آخرت مین اسقدر نعمتین اور اس جہان کی خوبیان اسکو عطا ہونگی کہ راضی ہو جاویگا - اپنے مال صرف کرنے اور خداے پاک و برتر کی رضامندی حاصل کرنے سے پچتاویگا نہین بلکہ خوش ہوگا - اور سوف کے معنی ہین آیندہ کے - یہ اسلیئے کہ یہ سب کچھ دار آخرت مین ہوگا جسکا شروع موت ہے - یہ اسلیئے فرمایا کہ دنیا مین خیرات کا اگر کسی مصلحت سے بدلہ نہ ملے تو دل تنگ نہو کس لیئے کہ دنیا اس وعدہ پورا کرنے کی جگہ نہین اگر ایسا ہو تو لالچ کے مارے ہر بخیل بھی خرچ کرنے پر تیار ہو جاوے - ہان یہ اور بات ہے کہ بسا اوقات اللہ کی راہ مین صرف کرنے والے کے مال مین برکت ہوتی ہے مصائب سے محفوظ رکھا جاتا ہے -

اتقیٰ کو آخرت میں اسکا نتیجہ ملیگا

ف عرف شرع مین اتقیٰ اسکو کہتے ہین جو مومن صغائر و کبائر سے پاک ہو - اور جو احیانا کوئی گناہ سرزد ہو جاوے تو توبہ و استغفار

## سورۃ الضحیٰ مکیہ ہے نازل ہوئی اسمیں گیارہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالضُّحٰى ۝ وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

قسم ہے روز روشن کی اور رات کی جبکہ چھا جاوے ۔ کہ تمہارے رب نے چھوڑ دیا ہے اور نہ بیزار ہوا ۔ اور تمہارے لئے دنیا سے آخرت کہیں بہتر ہے ۔ اور تمہارا رب تمہیں اتنا دیگا کہ تم خوش ہو جاؤ گے

### ترکیب

والضحی الواو للقسم وهو اول النهار اذا انجلی وارتفعت الشمس وقيل المراد به النهار كله مجازا من اطلاق الجزء وارادة الكل بدليل مقابلته بالليل اذا سجى والليل عطف عليه اذا العامل فيه معنى القسم سجى اى سكن قاله قتادة ومجاهد وابن زيد وعكرمة وغيرهم يقال ليلة ساجية اى ساكنة ويقال سجا الشيء يسجو سجوا اذا سكن وعن ابن الاعرابي ... وقال الاصمعي سجو الليل تغطيته النهار ما ودعك الخ هذا جواب القسم قرأ الجمهور بتشديد الدال من التوديع وقرئ بتخفيفها من قولهم ودعه تركه وما قلى عطف على ما ودعك والقلى البغض يقال قلاه يقليه قلاء ولم يقل وما قلاك لموافقة رؤوس الآى وللآخرة اللام جواب قسم محذوف ۔

### تفسیر

یہ سورۃ بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے ابن عباس کا بھی یہی قول ہے ۔ اس میں گیارہ آیات ہیں ۔ ابن کثیر نے انکو وغیرہ اور نیز حاکم نے اور ابن مردویہ اور بیہقی نے ابی الحسن بزی سے ایک روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے قرآن عکرمہ بن سلیمان کے سامنے پڑھا اور اسنے خبر دی کہ میں نے اسمعیل بن قسطنطین اور شبل بن عباد کے سامنے پڑھا جب میں والضحیٰ تک پہونچا تو ان دونوں نے فرمایا تکبیر کہہ اخیر تک یعنی والناس تک ہر سورہ کے بعد تکبیر کہہ ۔ کیونکہ ہمنے ابن کثیر کے سامنے قرآن پڑھا اسنے یہی حکم دیا اور خبر دی کہ میں نے مجاہد کے سامنے قرآن پڑھا تو اسنے مجھے یہی حکم دیا اور خبر دی کہ میں نے ابن عباس کے سامنے پڑھا تو اسنے مجھے یہی حکم دیا اور خبر دی کہ میں نے اُبی بن کعب کے سامنے پڑھا تو اسنے مجھے یہی حکم دیا ۔ اور خبر دی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھا تو آپ نے مجھے یہی حکم دیا ۔

یہ روایت ابو الحسن احمد بن محمد بن عبداللہ بزی سے ہے جو قرأت کے امام تھے مگر فن حدیث میں ابو حاتم رازی انکو ضعیف جانتے ہیں لیکن اس روایت کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ شیخ شہاب الدین ابو شامہ شاطبیہ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے کسیکو نماز میں اس سورہ کے بعد تکبیر پڑھتے سنا تو فرمایا کہ بہت خوب کیا یہ سنت ہے ۔

پھر بعض علماء فرماتے ہیں کہ والضحیٰ سے لیکر اخیر تک جس سورہ کو تمام کرے تو اللہ اکبر کہے اور بعض کہتے ہیں اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہے اور وجہ اسکی علماء نے یوں بیان فرمائی ہے کہ ایک مدت تک آپ کو وحی آنی بند ہو گئی تھی پھر جب شروع ہوئی تو یہی سورۃ والضحیٰ

**ف** اس مقام پر ایک اور بحث دلچسپ ہے وہ یہ کہ الفاظ آیات کے ہر چند عام ہیں کوئی اشقی ہو اور کوئی اتقی کیون نہو ہر ایک کا حال اور مآل بیان فرما کر شقاوت وسعادت کا نقشہ کھینچا ہے اور کتاب آسمانی میں ایسا ہی ہونا بھی چاہیئے مگر جب قرآن مجید نازل ہو رہا تھا اسوقت بھی اشقیٰ و اتقیٰ کے افراد موجود تھے اور گو ان میں سے کسیکا نام نہیں لیا گیا اور لینا بھی نہین چاہیئے تھا اگر ان پر کسیکر صراحةً کلام کیا گیا اس لیئے ان اشقیٰ و اتقیٰ سے ضرور اسوقت کے لوگون کی طرف اشارہ ہوگا۔ اور اسی بات کو بعض مفسرین نے یون سمجھ لیا کہ یہ آیت فلان شخص کے لیئے نازل ہوئی ہے یا اس سے فلان شخص مراد ہے اور اسی لیئے وہ ان عام مفہومون کے نیچے خاص خاص نام تفسیر مین لکھ دیا کرتے ہین جہان کہین کا فر یا اور کوئی اس قسم کا لفظ آیا اس سے مراد ابوجہل لے لیا۔ یا جہان کہین کسی کے صفات حمیدہ مذکور ہوئے ان سے اپنے معتقد فیہ کا نام لے دیا۔ یہانتک کہ بعض شیعہ نے تو جہان کہین اہل سعادت وشقاوت کے واقعات یا انکے حالات اور مآل کا بیان کیئے گئے ہین ان سے حضرات اہل بیت اور انکے مخالفین جنکو کہ انہون نے مخالف بنا رکھا ہے مراد لیئے ہین گویا تمام قرآن اسی جھگڑے مین نازل ہوا ہے اور وہ ہر دم بجز کرمعاذ اللہ اللہ تعالیٰ اہلبیت کی مدح اور انکے مخالفون کی قدح کرتا ہے صاف صاف نام لینے سے ڈرتا ہے اور کوئی مقصد نہ تھا نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور کسی کام کے لیئے بھیجے گئے تھے اور لطف یہ ہے کہ جو جو مسائل اپنی طبیعتو ن کے زور سے پیدا کرکے مذہب و ملت یا اصول دین بنالیئے گئے ہین[۱] وہ بھی صاف صاف قرآن سے ثابت نہین ہوتے اینچ تان کر ثابت کیئے جاتے ہین اور دور از کار تاویلات کیجاتی ہین اور شیعہ پر کیا موقوف ہے ہر ایک فرقہ کا کم وبیش یہی حال ہے جنکو مذاق تصوف ہے وہ ہر آیت مین توحید وجودی کا جلوہ دکھاتے ہین اور کھینچ تان کر روح اور نفس اور قرب وبعد مقامات پر چسپان کرتے ہین حالانکہ نزول قرآن کے وقت تک یہ مسائل پیدا بھی نہین ہوئے تھے۔ یہ بڑی غلطی ہے۔

مین یہ نہین کہتا کہ کہین بھی قرآن مجید مین بزرگان دین صحابہؓ واہل بیتؓ کی جانفشانیونکی مدح نہین یا روح ونفس اور مقامات واحوال ومواجید واشواق کیطرف ایماء نہین ضرور ہے مگر نہ ہر جگہ۔ اب انہین آیات مین ضرور اتقیٰ اور اشقیٰ سے اسوقت کے بعض اشخاص کی طرف اشارہ ہے مگر یہ کہنا کہ کسکی طرف ہے قرائن کا محتاج ہے اور تعین کرنا ایک ظنی بات ہے۔ اس لیئے مین کہتا ہون کہ اتقیٰ سے حضرت صدیق اکبر ابوبکر رضی اللہ عنہم کی طرف اشارہ ہے کس لیئے کہ جب یہ آیات ہجرت سے پہلے شروع اسلام مین شہر مکہ مین نازل ہوئی تھین تو اسوقت مسلمانون مین یؤتی ماله یتزکی وما لاحد عنده من نعمة تجزیٰ کا مصداق اگر کوئی اور بھی فرض کیا جاویگا تو انسے بڑھکر اور کوئی نہین نکلیگا اول تو اسوقت کوئی مسلمان مالدار ہی نہ تھا بجز انکے نہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہ حضرت عثمانؓ نہ حضرت عمرؓ۔ اور پھر انہین حضرت کا مال اللہ کی رضامندی ہی مین بیدریغ صرف ہوا کرتا تھا۔ انہین نے بلال وغیرہ باخدا مسلمانون کو کافرون سے خرید کر آزاد کیا یہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رفاقت مین مال وجان نثار کرنیوالے یار غار تھے اسی لیئے انکے فضائل آنہین کے ہمعصر صحابہ مین مسلم الکل تھے اور آنحضرت صلعم کے یارون مین بڑی عزت کی نگاہون سے دیکھے جاتے تھے رضی اللہ عنہ۔

[۱] اسمین اشارہ ہے کہ دراصل جو اصول دین ہین وہ تو صاف صاف قرآن سے ثابت ہین مگر وہ جو لوگون مین باہمی مخالفت اور فرعیات مین نزاع قائم ہونے سے ہر ایک نے اصول دین بنالیئے ہین جیسا کہ شیعہ کا مسئلہ امامت وہ قرآن سے ثابت نہین ۱۲ منہ

اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مذاہب مجتہدین و طرق اولیاء اللہ اس نور میں متفاوت درجے رکھتے ہیں ۔ اور یہ بھی ہے کہ ضحیٰ چاشت سے اس نور الٰہی کی طرف اشارہ ہے جو قلب محمدی علیہ السلام پر جلوہ گر تھا اور شب سے اس ظلمت انسانیہ کیطرف اشارہ ہے کہ جو نفوس وارواح پر طاری ہوا کرتی ہے نور اللہ قلوبنا بنور محمد صلے اللہ علیہ وسلم ۔

**فوائد** والضحیٰ کہ جسکی قسم ہے بظاہر عام ہے مگر بعض نے خاص مراد لیا ہے چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس ضحیٰ سے وہ ضحیٰ مراد ہے کہ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے کلام کیا تھا اور رات سے لیلۃ المعراج مراد ہے بعض کہتے ہیں ضحیٰ سے جنت کی روشنی اور لیل سے جہنم کی تاریکی مراد ہے ۔ بعض کہتے ہیں ضحیٰ قلوب عارفین کا نور اور لیل قلوب کافرین کی ظلمت ہے بعض کہتے ہیں ضحیٰ آپ کا چہرۂ منور اور لیل موئے مبارک ۔ بعض کہتے ہیں ضحیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ظاہر حال جو سب پر روشن ہے اور لیل آپ کے اسرار روحانیہ کہ جنکو بجز علام الغیوب کے اور کوئی نہیں جانتا ۔ بعض کہتے ہیں کہ ضحیٰ اسلام کی ترقی کا زمانہ اور لیل اسکا تنزل ۔

چونکہ الفاظ قرآنیہ میں بڑی وسعت ہے ہر ایک احتمال کی گنجائش ہے اور یہ بڑا معجزہ ہے ۔

**ف ۲** اس جگہ دن کو قسم کھانے میں مقدم اور رات کو موخر کیا اور پہلی سورۃ میں برعکس کیا تھا اسکا کیا سبب ؟ علماء کرام نے اسکے جواب میں نہایت بیش بہا موتیوں کی لڑیاں پروئی ہیں ۔ مگر سب سے آسان اور جلد سمجھ میں آنے والی یہ بات ہے ۔

(۱) یہ کہ پہلی سورۃ میں صدیق اکبر رض کے فضائل تھے اس لئے اسکو سورۃ ابی بکر بھی کہتے تھے اور اس سورۃ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل مذکور ہیں اس لیئے اسکو سورۃ النبی صلعم کہتے ہیں ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ صدیق اکبر کے کمالات و انوار جو کچھ تھے وہ آفتاب نبوت کا عکس تھا ورنہ اسلام سے پہلے یہ باتیں حاصل نتھیں وہی اندھیر انپر بھی طاری تھا جو عموماً تمام عرب کیا تمام دنیا پر طاری تھا ۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بلکہ جمیع انبیاء علیہم السلام ماں کے پیٹ ہی سے باکمال پیدا ہوئے ہیں اسلیئے سورہ ابی بکر میں رات کو قسم کھانے میں مقدم کیا اور اس سورۃ میں دن کو تاکہ معلوم ہو کہ نور صدیقی کے پہلے رات تھی اور نور محمدی ابتدا ہی سے نور ہے

(۲) یہ کہ پہلی سورۃ میں رات کا اول ذکر کرنا اور اس سورۃ میں دن کا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صدیقیت سے ترقی کر کے محمدیت کا مرتبہ ہے اور نیز جس طرح دن کے بعد رات ہوتی ہے اسیطرح محمدیت کے بعد دنیا میں صدیقیت ہی باقی رہجایا کرتی ہے ۔ چونکہ گل رفت و گلستان شد خراب ؛ بوئے گل را از کہ جوئیم جز گلاب ؛ اور یہ ان دونوں حضرات میں کمال اتحاد و وصلت کی دلیل ہے جس کا نتیجہ دنیا میں ہر جگہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رفاقت ہر معرکہ میں شرکت تھی اور مرنیکے بعد بھی اپنے آقا کے پہلو بہ پہلو ایک روضۂ منورہ میں لیٹے ہوئے ہیں (۳) یہ کہ رات اور دن اسکے عجائب قدرت کی دلیل ہیں کبھی دن کی قسم کو مقدم کردیا ۔ اور کبھی رات کی قسم کو مقدم کیا ۔ لیکن دن کے اس جگہ مقدم کرنے میں ایک یہ بھی اشارہ ہے کہ یہ کافر جو تجھکو کہتے ہیں کہ تیرا رب تجھ سے ناراض ہو گیا اور تجھے چھوڑ دیا حالانکہ اور مطاعن سے یہ مفارقت محبوب کا طعنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر توجہ بقدر شاق گزرتا ہوگا اسکا اندازہ نہیں ہوسکتا مگر آنحضرت صلعم سے کمتر درجہ کے لوگ اپنے

ناراض ہوئی جسکی خوشی میں آپ نے تکبیر پڑھی - اس روایت کا کوئی ثبوت نہیں مگر بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ابی حاتم و ابن جریر و امام احمد نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوگئے تھے - ایک یا دو رات اٹھے نہیں آیا ایک عورت نے آکر کہا کہ اے محمد میں خیال کرتی ہوں تمہارے شیطان کو نہیں دیکھتی کیا تمہیں چھوڑ دیا تب سورۂ والضحیٰ نازل ہوئی - اور سفیان بن عیینہ کی روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کے آنے میں دیر ہوئی تو مشرکوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ اللہ نے محمد کو چھوڑ دیا تب اُنکے قول رد کرنے کے لیئے کہ اُس نے ہرگز نہیں چھوڑا - یہ سورۃ نازل ہوئی یہی اسکا شان نزول ہے -

ف ابن اسحاق وغیرہ سلف سے منقول ہے کہ وہ جو سورۂ نجم میں مذکور تھا کہ ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی (یعنی ہمنے اپنے بندہ کی طرف ہیکا بہت ہی قریب ہوگیا تھا وحی کی جو کچھ کہ وحی کی) انہیں یہی سورہ والضحیٰ وحی کی تھی

خلاصہ یہ کہ

چند روز وحی کے بند ہو جانے سے جسکو فقرا کے نزدیک قبض کہتے ہیں اور اسکو کبھی ملال بھی کہتے ہیں ایک عجیب حالت رنج و غم کی آنحضرت پر گذری تھی جسکا کو محبوب حقیقی کی ناراضی اور جدائی کہ طعنہ دینے کا موقع ملا - اسپر دریائے رحمت جوش زن ہوا اور یہ سورہ نازل ہوئی جس میں اس طعنہ کا رد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد اور آئندہ کے لیئے تسلی اور قرب روز افزوں کے وعدہ کا مژدہ ہے فقال

والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ کہ قسم ہے روز روشن یا وقت چاشت کی اور قسم ہے رات کی جبکہ چھا جائے اور پھیل پڑے وقت چاشت کو (جبکہ آفتاب کی سلطنت کا عروج ہوتا ہے اور جہان میں نور پھیل جاتا ہے - رات کی کوئی مخفی چیز جو اچھی طرح دکھائی نہیں دیتی مخفی نہیں رہتی) قرب الٰہی اور نزول وحی کے وقت سے پوری مشابہت ہے کیونکہ اسوقت حجاب ظلمانی دور ہو جاتے ہیں - اور حقیقت الٰہی اور حقیقت کونی کا ظہور کلی ہوتا ہے اور عالم ملکوت کے اسرار منکشف ہو جاتے ہیں - اور رات کو قبض و انقطاع وحی کے زمانہ سے کمال مشابہت ہے کیونکہ اسوقت ایک قسم کی ظلمت ہوتی ہے - اور نیز روز روشن کو فرحت و سرور سے اور رات کو رنج و غم سے مشابہت ہے - اسی لیئے والضحیٰ کے مقدم رکھنے میں اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ ایام غم ہجر و انقطاع وحی تمام ہو چکے اب روز فرح و سرور و تتابع وحی کا وقت لیا - اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مژدہ ہے کہ رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند ❊ چنان نماند و چنین نیز ہم نخواہد ماند ❊ رات جب چھا جاتی ہے اور اسکی ظلمت عالم پر طاری ہو جاتی ہے اسوقت کوئی روشنی نہیں ہوتی اور ایسے ہی موقع پر رات کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس میں اشارہ ہے زمانہ جاہلیت کیطرف اور ضحیٰ سے زمانہ آفتاب نبوت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے جلوہ گر ہونے کی طرف اشارہ ہے جو آنحضرت صلعم سے اول نہ تھا - اور آپ کے بعد پھر رات پھیل گئی مگر آفتاب کا خلیفہ قمر خلافت دنوں تابان رہا اور اسکے بعد پھر تاریکی چھا گئی کہ جس میں متعدد فرقے پیدا ہو گئے اور ہر ایک فریق دلائل کے چراغوں اور مشعلوں سے استعانت کرتا ہے -

رب نے اسے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تمہین رخصت کیا ہے اور نہ تمہارا پروردگار تم سے ناخوش ہوا ہے یعنی یہ جو چند روز کسی مصلحت سے وحی بند ہو گئی اس لیئے نہین کہ تمہارے رب یعنی پرورش کرنے والے کی پرورش مین کچھ قصور یا تمہاری حالت مین کچھ فتور آگیا ہو بلکہ عنقریب پھر وہی آفتاب جلوہ گر ہوگا جیسا کہ رات کے بعد پھر آفتاب ظاہری جلوہ گر ہوا کرتا ہے۔ اب جلد وصال دائمی اور قرب روز افزون آپ کو میسر آئے گا اسیلئے فرماتا ہے وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ کہ تمہاری ہر پچھلی ساعت پہلی سے بہتر ہی بہتر ہے جو آج قرب و کمال ہے کل اس سے زیادہ ہے اور جو صبح ہے شام اُس سے زیادہ ہے اور ربوبیت تامہ کا بھی یہی مقتضا ہے کہ ہر آن اور ہر زمان پرورش کا سلسلہ جاری رہے پرورش ظاہری سے تو اور بھی مستفید ہین مگر پرورش باطنی اور جو تائید الٰہی تمہارے لیئے ہے کہ بغیر کسی مرشد و معلم کے خود حق سبحانہ نے تمہاری روح پر تجلی فرمائی اور اسے نور حقیقی سے منور کیا اور علم اولین و آخرین کے خزانے تمہارے ہاتھ مین دیئے وہ کم نہو گی بلکہ اب یہ وصال علے الدوام ہوگا اور مراتب قرب مین آپ درجات طے کرتے جاوینگے اور دنیا سے اُٹھنے کے وقت دنیا و مافیہا سے نفرت کلی اور عالم بالا کا شوق اور جذبہ بیحد مستولی ہوگا چنانچہ بوقت اخیر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بار بار یہی فرماتے تھے اللھم الرفیق الاعلیٰ۔

اور اسی لیئے واصلان حق کی اخیر عمر کا حصہ پہلی سے زیادہ تر متبرک سمجھا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اول عمر مین کمالات باطنیہ کی ترتیب ہوتی تھی تو اخیر مین کھلم کھلا۔ بعض علما نے آخرت سے مراد دار آخرت اور اولیٰ سے دنیا لی ہے۔ انکے نزدیک یہ معنی ہونگے کہ آپکے لیئے دنیا سے آخرت بہتر ہے اور یہ بھی ٹھیک ہے کس لیئے کہ دنیا آپ کے لیئے تکالیف و شدائد کا گھر تھا مہینوں سوکھے ٹکڑون یا چند چھوارون اور پانی پر اوقات بسری کی ہے۔ دو وقت پیٹ بھر کر اچھا کھانا میسر نہین آیا ہے پھر نااہلون کے ظلم و تعدی اور اصلاح عالم کی فکر ہر وقت دامنگیر رہتی تھی مخالف خون بہارہے ہین تو آپ دعا کر رہے ہین کسی سے اپنی ذات کا کبھی انتقام نہین لیا کسی سے اپنے دنیاوی حقوق کا مطالبہ نہین کیا کبھی کوئی عیش و نشاط کا سامان نہ بہم پہنچایا وہ خداے پاک کے نور مجسم جنپر ہماری روح فدا ہو رات دن ہماری فکر مین رہکر دنیا و آخرت کی بھلائیان ہمارے لیئے تجویز کرتے رہے آخرت مین آپکے لیئے نعیم بیحد اور سرور سرمد ہے بلکہ وہ اُس جہان کے سلطان اور حیات جاودانی اور سرور ابدی کے مالک اور تقسیم کرنے والے ہین۔ وہ درحقیقت ابو القاسم ہین۔ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ۔

دوم آپ کی سیادت کبریٰ اور سلطنت عظمیٰ کا ظہور کُلی دار آخرت ہی مین ہوگا مرنیکے بعد ہر مومن پر روح پاک کی تجلی اور نور پرسرور کا جلوہ ہوگا اور ہوتا ہے اور یہی جلوہ نجات کا باعث ہے۔ اور میدان حشر مین تاج کرامت آپکے سر مبارک پر رکھکر مقام محمود مین کھڑے کیئے جاوینگے اور تمام انبیاء و اولیاء و اولین و آخرین کی نگاہین اُس روز آپ ہی کیطرف لگی ہوئی ہونگی آپ ہی شفاعت کرینگے جسطرح کوئی شفیق ماں اپنے گم شدہ بچون کو ڈھونڈھتی پھرا کرتی ہے آپ امت کے مجھ جیسے روسیاہون گنہگارون کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر اپنے رب کریم کے سامنے لیجا کر بخشوائینگے آپ کا حوض کوثر تشنگان میدان حشر کو سیراب کریگا۔ آپ کا سایہ اُمت کو جگہ دیگا (اے میرے آقا روحی فداک مین بھی حضور کا ادنے غلام ہون مین بھی

عارفان طریق بھی اس مفارقت کو عذاب عظیم سے بڑھ کر تصور کرتے ہیں اور جب دعا کرتے ہیں تو یہی کرتے ہیں ع خلاص حافظ زان زلف تابدار مباد ۔ کہ بستگان کمند تو رستگار انند ) سو یہ تکلف تو آپ کو دن ہی میں ہوتی تھی اور رات کا وقت تو آپ کا سراسر اطمینان قلبی اور یاد حق اور انس حقیقی کا وقت ہوتا تھا جس میں آپ کو مواصلات تامہ میسر آتی تھی (۴) یہ کہ یہ جو آپ کو طعنہ دیتے ہیں کہ تجھے چھوڑ دیا اللہ نے ہیں جب کہ دو پہر میں بھی آفتاب نظر نہیں آتا اور پھر رات تو اندھیری ہے آپ انکے کہنے کی کچھ بھی پروا نہ کریں ۔ (۵) [illegible] آفتاب [illegible] کے بعد تاریکی ہوتی ہے مگر اسکے بعد پھر آفتاب جلوہ گر ہوتا ہے دہر ایک وطیرہ پر نہیں رہتا ۔ [illegible] اس دہر [illegible] لیل و نہار [illegible] ہوں تو کیا تعجب ہے عارف کی یکسان حالت نہیں رہتی کبھی آفتاب غیب ، اور خورشید جمال حقیقی [illegible] جلوہ گر ہوتا ہے کہ [illegible] دو پہر ہوتی ہے جہاں ظلمت ہستی کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا اور پھر کبھی [illegible] کی تاریکی اور [illegible] کی رات [illegible] چھا جاتی ہے مگر اس رات کے بعد پھر آفتاب معنوی جلوہ گر ہوتا ہے [illegible] ہو گئی انہیں کا کام ہو چکا پھر سدا انہیں کی رات کا اندھیرا چھایا رہتا ہے ۔ اور [illegible] آفتاب [illegible] کہ [illegible] مزہ دیتا ہے جیسا کہ اہل جہان کے لیئے رات کے بعد آفتاب کا جلوہ گر ہونا [illegible] اس [illegible] کو کیا دیا نہیں جو چند روز وحی بند ہوئی ، [illegible] حقیقۃ [illegible] کیا واقعہ [illegible]

پھر اس بات میں کیا لطیفہ ہے کہ تمام دن کی قسم نہیں کھائی [illegible] چاشت [illegible] رات کے کہ اس میں کسی وقت کی تخصیص نہیں کی بلکہ عموم سمجھا گیا ؟

وہ لطیفہ یہ ہے کہ وقت چاشت فرحت [illegible] اور رات غموم و ہموم کا [illegible] یوں کہو کہ یہ وقت چاشت تمام حیوانات کی بیداری کا وقت ہے کس لیئے کہ دن چڑھے تو بڑے بڑے غافل اور سست بھی جاگ اٹھتے ہیں اور تمام رات نیند او غفلت کا وقت ہے جو موت سے مشابہ ہے جس میں اشارہ ہے کہ انسان کی فرحت اور اسکا سرور بہ نسبت غموم و ہموم کے بہت ہی کم ہے یا اسکی دنیاوی ہستی کا زمانہ اسکے نیست کے زمانہ کے لحاظ سے بہت ہی کم ہے ۔ پھر ایسی سی خوشی اور ایسی حیات سریع الزوال پر یہ غرور یہ گمراہی ۔

ف ضحی یعنے چاشت آفتاب بلند ہونے سے لیکر نصف النہار تک پہونچنے تک کا زمانہ ہے ۔ اس وقت میں کوئی نماز فریضہ نہیں کس لیئے کہ یہ کام کاج کا وقت ہے ۔ لیکن طالبان آخرت کے لیئے اس وقت بھی چند نوافل پڑھنا ایسا ہی مسنون ہے کہ جیسا رات میں تہجد یا اس سے کسیقدر کم ۔ نماز چاشت کم از کم چار رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت ہیں ۔ اس نماز کے بہت سے فضائل ہیں اور اہل اللہ کا دستور قدیم ہے ۔ اور اہل بصیرت نے فرمایا ہے کہ جو فقر و تنگدستی سے دور رہنا چاہیئے تو نماز چاشت پڑھے ۔ اور اگر گور کی تنگی اور وہاں کی اندھیری اور عذاب سے بچنا چاہے تو نماز تہجد پڑھا کرے ۔

اب وہ بات بیان فرماتا ہے کہ جسکی صداقت کے لیئے دن اور رات کی قسم کھائی ہے فقال ما ودعک ربک وما قلی کہ نہ تمہارے

أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ ۝ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ۝ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ ۝ فَأَمَّا الْيَتِيمَ

کیا اسنے تمہیں یتیم نہیں پایا پھر جگہ دی　اور اسنے تمہیں حیران پایا پھر تمکو رہنمائی کی　اور اسنے تمکو تنگدست پایا پھر غنی کردیا　سو یتیم کو تو

فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

دبایا نہ کرو　اور سائل کو تو جھڑکا نہ کرو　اور ہر حال میں اپنے رب کے احسان کو ذکر کرتے رہا کرو

## ترکیب

الم یجدک ہذا شروع فیما انعم اللہ علیہ والہمزۃ لانکار النفی وتقریر المنفی فکانہ قال قد وجدک یتیما والوجود بمعنی العلم۔ فآوی قرأ الجمہور بالالف بعد الہمزۃ رباعیا من آواہ یؤویہ وقرئ ثلاثیا وہو اما بمعنی الرباعی او ہو من اوی لہ اذا رحمہ۔ ووجدک ضالا فہدی معطوف علی المضارع المنفی وقیل علی ما یقتضیہ الکلام السابق والضلال ہہنا بمعنی الغفلۃ کما قال الزجاج ونظیرہ قولہ تعالیٰ لا یضل ربی ولا ینسی وقولہ تعالیٰ ان تضل احدہما فتذکر احدہما الاخری وقیل من الطلب والمحبۃ کقولہ تعالیٰ انک لفی ضلالک القدیم۔ ووجدک عائلا الخ معطوف علی الکلام السابق یقال عال الرجل یعیل عیلۃ اذا افتقر۔ اما الیتیم منصوب بتقہر وقرئ تکہر بالکاف والعرب تعاقب بین القاف والکاف وقیل القہر الغلبۃ والکہر الزجر وقال ابو حیان ہی لغۃ۔ واما السائل منصوب بتنہر والتقدیر مہما یکن من شیء فلا تقہر الیتیم ولا تنہر السائل۔ واما بنعمۃ ربک فحدث قیل المراد بالنعمۃ النبوۃ وقیل عام والتحدیث الابلاغ والاظہار او الشکر۔ الجار والمجرور متعلق بحدث والفاء غیر مانعۃ من ذلک لانہا کالزائدۃ قالہ الکرخی۔

## تفسیر

پہلے فرمادیا ہے کہ ہم آپ کو اسقدر دینگے کہ آپ راضی ہو جاوینگے اب اس قول کی تائید وصداقت یا اطمینان قلبی کے لیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چند گذشتہ واقعات کا اجمالاً ذکر فرماتا ہے جنمین حق سبحانہ کی طرف سے کیسی کیسی عنایتین ہوئین اور ان مواقع مین کیا کیا عطا فرمایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے تین حال ہیں (اوّل) لڑکپن بلوغ کی حد تک کی عمر سو اس عمر مین آپ یتیم تھے آپ پر کیا بیکسی تھی مگر حق سبحانہ نے کیا کیا انعام واکرام کیئے اس لیئے اس پہلی حالت کی بابت فرماتا ہے الم یجدک یتیما فآوی کہ کیا اسنے یعنی خدانے تمہین یتیم نہین پایا کہ پھر تمکو جگہ دی۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حمل مین تھے کہ حضرت کے والد ماجد عبداللہ کا عین جوانی مین انتقال ہوگیا اور کوئی جائداد یا مال نہ چھوڑا کہ جس سے پس ماندون کی پرورش ہوتی پھر حق سبحانہ نے یہ انعام کیا کہ آپکے جد امجد عبدالمطلب کو آپ پر مہربان کردیا ایسا کہ آپکے آگے تمام اولاد کو بھول گئے حالانکہ عبدالمطلب کثیر الاولاد تھے۔ اور حال یہ تھا کہ جب حضرت دو برس کے تھے تو والدہ ماجدہ بھی دنیا سے رخصت ہوگئین تھین اب نہ ماں ہے نہ باپ صرف اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ عبدالمطلب کو فریفتہ کر رکھا ہے جب چھ برس کے ہوئے تو عبدالمطلب بھی چل بسے اب خوف تھا کہ کیا کیا مصیبتین آئین مگر انکی جگہ حضرت کے چچا ابو طالب حضرت

اس فیض عام سے فیضیاب ہوں آپ کے غبار پا کے قربان محروم نکیا جاؤں۔ ننگ امت ہی سہی پر آپکا نام لیوا تو ہوں)
اور چونکہ کفار نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دلشکنی کی تھی تو حق سبحانہ آپ کو خلعت عزواست یاز عطا کرتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی بادشاہ کسی ملازم خاص پر عنایت فرما کر کوئی معزز عہدہ عطا کرے اور وہ کمال جد و جہد سے اس خدمت کو ادا کر رہا ہو لیکن حاسدان بد اندیش محض اسکی دلشکنی کے لیے جھوٹی خبریں اڑائیں اور بدنام کریں کہ بادشاہ نے اس سے یہ خدمت چھین لی اور نظروں سے گرا دیا تو ایسے موقع پر بادشاہ لوگوں میں عزت و امتیاز دینے کے لیئے اور ان مخالفین کی باتوں کو غلط کرنے کے لیئے اس معزز ملازم کو خلعت و عطیات سے سرفرازی بخشا کرتا ہے اور آیندہ ترقیوں کے لیئے وعدہ فرمایا کرتا ہے تاکہ نہایت ہمت و کوشش سے اپنی خدمت کو ادا کرتا رہے۔ اسیطرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مشرف فرماتا ہے فقال ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ کہ تمہیں تمہارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے یہ بڑا وسیع وعدہ اور نہایت گران بہا خلعت ہے کس لئے کہ ایسے وعدوں میں دو باتوں کی طرف نظر کیجایا کرتی ہے اول وعدہ دینے والے کی طرف کس لیئے کہ اگر تنگ حوصلہ یا کم مایہ کسیکو ایسا وسیع وعدہ دے تو وہ بلحاظ اسکی مقدرت و حوصلہ کے ایک معمولی وعدہ بلکہ اس سے بھی کم سمجھا جاوے گا۔ مخاطب خیال کرسکتا ہے کہ یہ کیا بیچے کوئی جاگیر یا ملک دیگا یہی دو چار روپئے یا پیسے۔ اور اگر کوئی شاہنشاہ بلند حوصلہ ایسی بات کہے تو ضرور خیال ہوتا ہے کہ کوئی جاگیر یا ملک عطا ہوگا۔ اسیطرح جسکے لیئے وعدہ ہو اسکی طرف بھی دیکھا جاتا ہے۔ اگر کوئی فرومایہ شخص ہے تو اسکی قابلیت اور حوصلہ کے موافق عطیہ خیال کیا جاوے گا۔ اور اگر بڑا شخص اور بلند حوصلہ ہے تو اسی کے موافق عطیہ متصور ہوگا۔ اب اس مقام پر وعدہ دینے والا تو خدا تعالے ہے جسکے ہاتھ میں دارین ہیں اور اسکی بلند حوصلگی لفظ رب سے ظاہر ہے جو تمام مخلوق کو بلا امتیاز مومن و کافر مطیع و عاصی ہر وقت پرورش کر رہا ہے اور ہمیشہ سے کرتا آیا ہے۔ اور ہمیشہ کرے گا اور جسکی نسبت وعدہ ہے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جو حق سبحانہ کا دنیا میں ظل ہیں اور بلند حوصلگی آپکی اس سے ظاہر ہے کہ کوئی اپنے دشمن کو سر و پانی بھی دینا گوارا نہیں کرتا آپ انکو سلطنت جاودانی اور ملک کامرانی دیتے ہیں پھر اب اس وعدہ کی وسعت کو غور کر لیجئے کہ کیا کیا دینگے۔ جو کچھ آپ کو کمالات جسمانی سے لے کر کمالات اخلاقی و روحانی عطا ہوئے۔ اور جو کچھ شرف و امتیاز دوسرے جہان میں عطا ہونگے اگر ان کو بیان کیا جاوے تو ایک دفتر میں بھی نہ سماویں اور حق سبحانہ نے فقیر کو توفیق دی تو خاص اسی آیت کی تفسیر میں ایک مبسوط کتاب لکھکر آنحضرت کے عطیات و کمالات کا کچھ نمونہ دکھائے گا۔ مگر ادنے بات اس وعدہ کے وسعت کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند حوصلگی کی ایک دلیل ہے۔ یہ بات ہے کہ اس جملہ کو سنکر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ واللہ میں کبھی راضی نہونگا جب تک کہ میری امت کا ایک شخص بھی جہنم میں رہے گا۔ اخرجہ الخطیب فی التلخیص - ویؤیدہ ما فی صحیح مسلم * * * * * * * * *

سو یہ بات حضرت کو بہت کچھ عطا کی اور دراصل جسکو غناءِ نفس حاصل نہیں گو کیسا ہی مالدار ہو مگر سخت محتاج ہے مارا مارا پھرتا ہے دلمین بیقراری ہے برخلاف غناءِ نفس کے کہ اُسکو اطمینان ہے ۔ دوم حضرت کو خدیجہؓ بیوی ملی جس سے اعیان قریش نکاح کرنا چاہتے تھے مگر وہ کسی کی طرف رغبت نکرتی تھین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قبول کیا یہ بڑی مالدار تھین ۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تابعدار بلکہ جان نثار بھی تھین ۔

یعنی ہم نے نبی کریمؐ تمہاری گزشتہ عمر مین تمپر کیا کیا احسان کرتے رہے پھر اب آیندہ جو بیشمار عطیات کا وعدہ کرلیے ہین اُسکو کیونکر نہ پورا کرینگے ۔ اب ان تینون زمانہ کے انعامات کے شکریہ ادا کرنے کے لیئے تین حکم صادر فرماتا ہے (۱) اما الیتیم فلا تقہر کہ یتیم جو ہو سو اُسپر ظلم نکرنا ۔ اپنے یتیمی کے زمانہ کو یاد کرلیا کرو ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو کسی یتیم کو کیا اور بھی کسیکو نہ دباتے تھے نہ کبھی دبایا نہ کسی پر سختی کی ۔ عرب مین اسلام سے پہلے جہالت اور سخت دلی اور بدکاری کی کوئی حد نہ تھی ۔ خصوصاً یتیمون بیوون اور ضعیفون پر زیادتی کرنا اپنے ذرا سے نفع کے لیئے اُن کا نقصان کردینا کوئی بات نہ تھی اس لیئے بظاہر تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے مگر معنی سب کو حکم دیا جاتا ہے کہ یتیم پر قہر نکرنا یہ لفظ عام ہے ۔ زبانی جھڑکنا سخت کلامی کرنا بُری نگاہ سے دیکھنا اور اُسکو مارنا یا اُسکے مال کی خیانت کرنا یا دغا فریب سے لے لینا سب قہر مین داخل ہے ۔ بلکہ اُسکے ساتھ ہمدردی نکرنا اُسکے حال زار پر رحم نہ کھانا بھی قہر ہے ۔ عرب اس مرض مین مبتلا تھے ۔ اور نیز دفع مضرت طلب منفعت سے مقدم ہے اس لیئے یہ فرمایا کہ قہر نکرنا یون نہ کہا کہ رحم کر ۔ اور یہ بھی نکتہ ہے کہ جب قہر نہین تو خواہ مخواہ رحم ہی رحم ہے ۔

پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم بالخصوص یتیمون پر بڑے مہربان تھے اور لوگون کو بھی تاکید رحم کرنے کی فرماتے تھے کہ یتیم کی پرورش کرنے والا میرے ساتھ بہشت مین اس طرح سے رہیگا اور اپنی دونون انگلیون کیطرف ملاکر اشارہ فرمایا کہ جسطرح ہاتھ کی ایک انگلی دوسری سے ملی ہوئی ہے اسیطرح میرے ساتھ یہ ہوگا ۔ یہ مضمون صحیح بخاری مین موجود ہے ۔ اور یتیم ہی پر موقوف نہین ہر ضعیف و بیکس پر رحم کرنا اسلام اور اسلامیون کا شیوہ ہے ۔ اب اُن بیکسون مین سے ایک سائل بھی ہے جب نہایت ذلیل و خوار حالت ہوجاتی ہے تب ہی شریف سوال کرتا ہے اس لیئے فرماتا ہے واما السائل فلا تنہر اور جو کوئی سائل ہو اُسکو نہ جھڑکو ۔ اگر اُسکے سوال پورا کرنے کی قدرت ہو تو پورا کردو بشرطیکہ ممنوع امر کا سوال نہو ورنہ نرم الفاظ مین جواب دیدو ۔ سائل کی دلشکنی نہ کرو ۔ اور دیگر طعنہ و تشنیع نکرو کہ ایسے دینے کا کچھ بھی ثواب نہین یہ اس دوسری نعمت کے شکریہ مین ہے یعنی آپ کو تنگدستی کے بعد غنی کیا اپنے وقت کو نہ بھولو ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور مروت کا کچھ انتہا نہ تھا ۔ نہین تو کہنا جانتے ہی نہ تھے ۔ آپ بھوکے ہین سائل نے مانگا جو میسر آیا دیدیا ۔ ایکبار بحرین سے نوّے ہزار درہم آئے بانٹ کر خالی ہاتھ اُٹھ کھڑے ہوئے ۔ ایک بار ایک عورت نے ایک عمدہ چادر سیکر آپ کو بھیجی ۔ سائل نے مانگی اُسیوقت اتار دی کبھی گھر مین مال و زر کچھ بھی نہین رکھا اسکے سوائے اپنے پاس نہوا تو قرض لیکر دیا یا اور سے فرمائش کرکے دلوادیا ۔ یہانتک کہ ایکبار ایک ہی کرتا تھا جسے پہنے ہوئے تھے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے والد ماجد سرپرستی کرنے لگے اور ایسی کی کہ کوئی اپنی حقیقی اولاد کی بھی ایسی نکرے گا یہ یتیمی کا زمانہ
اس طور سے گزرا اب بالغ ہوئے یہ دوسرا حصہ عمر کا شروع ہوتا ہے اسمین جوانی کی امنگین اور نوخیز شباب کے ولولے بھی کچھ کم
نہین ہوتے ہر چند آپ مادر زاد نبی تھے اور طفولیت ہی مین رئیس الموحدین تھے خدا پرستی مکارم اخلاق آپ کا شیوہ تھا مگر ہنوز مراتب
قرب اور محبت کی سنگلاخ گھاٹیون سے اور نیز وحی اور شریعت اسلام کی حقیقت سے جو آپ کو بعد مین الہام ہوئی ناواقف
تھے اس کوچہ سے بھولے ہوئے تھے اور حیران و طالب تھے لیکن حق سبحانہ نے رہنمائی کی اس بات کیطرف اس جملہ مین ایما کرتا ہے
ووجدک ضالاً فہدیٰ کہ ہمنے تمہین بھولا ہوا طالب پایا کہ پھر تمہین رہنمائی کی جیسا کہ ان آیات مین ارشاد ہوتا ہے ما کنت تدری
ما الکتاب ولا الایمان الآیہ - آپ عبادت کرتے تھے مگر یہ تعداد رکعات اور اُسکے آداب و قوانین نہ جانتے تھے ناپاکی سے دور رہتے
تھے ہاتھ پاؤن دھو لیا کرتے تھے مگر وضو اور غسل کے دستورات نہ جانتے تھے خیرات کرتے اور اسکی تاکید کرتے تھے مگر اُسکے مصارف اور
مقدار زکوٰۃ اور اُسکے دیگر دستورات سے واقف نہ تھے - اسیطرح ایک محبت الٰہی کا جادہ تھا اور دلمین ایک آتش عشق شعلہ مارتی تھی
مگر اُسکی ترقی اور اُسکے قوانین سے واقف نہ تھے اس حالت کو ضلال سے تعبیر کیا گیا - جو انکی ہدایت سے بڑھکر تھی - مفسرین نے
ضلال کے چند معنی بیان فرمائے ہین - کسی نے کہا کہ ضلال سے مراد رستہ بھولنا ہے جو آپ شام کے سفر مین بھول گئے تھے بعض
نے کہا حلیمہ سعدیہ کے ہان ایکبار جنگل مین گم ہوگئے تھے بعض نے کہا کہ مین رہا کرتے تھے تب رستہ بھول گئے تھے - ابوجہل جا رہا تھا
آپکو اُٹھا کر اپنے پیچھے سوار کرکے اونٹنی کو ایڑ ماری تو نہ اُٹھ سکی ہر چند مارتا تھا مگر وہ جنبش بھی نکرتی تھی آخر ہاتف غیب سے آواز دی
کہ تو نادان ہے جہان کے سردار کو پیچھے سوار کرتا ہے اور آپ آگے ہوتا ہے یہ آگے ہونے کے قابل ہے تب آپ کو آگے بٹھایا جب
اونٹنی چلی - آکر عبد المطلب سے کہا کہ یہ تیرا بچہ دیکھئے کیا کیا گل کھلاتا ہے اور سارا قصہ بیان کیا - بعض نے کہا وہ ضلال محبت کی بیتابی ہے
جیسا کہ یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف سے تھی اور اسی لیے بیٹون نے بھی کہا تھا انک لفی ضلالک القدیم حالانکہ حضرت یعقوب
علیہ السلام اور کسی گمراہی مین نہ تھے - لیکن اس مقام پر ضلال سے مراد طلب اور حیرت ہے جو حضرت پر طاری تھی -

ف حضرات انبیاء علیہم السلام جمہور اہل اسلام کے نزدیک گمراہی سے پاک تھے ابتداء عمر سے لیکر اخیر تک کوئی ناپاک دھبہ اُنکے دامن عصمت
پر نہین لگا اور نہ لگنا چاہیئے کس لیئے کہ جسنے انکو نبی اور مخلوق کا ہادی بنا کر بھیجا وہ اُنکی سیرت اور صورت اور اخلاق کو نفرت انگیز کیونکر
ہونے دیتا جسمین سراسر مقصود الٰہی فوت ہو جاتا - بعض گمراہون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گمراہ کہنے مین اس لفظ سے استدلال
پکڑ کر بڑی جرأت کی ہے اگر نادانستگی ہے تو خیر اور اگر متعصب عیسائیون اور ہنود جیسا عناد اور آفتاب پر گرد و غبار ڈالنا مقصود ہے تو
بڑا کمینہ پن اور دارین کی روسیاہی ہے -

تیسری حالت یا عمر شریف کا وہ حصہ ہے کہ جس مین عیالداری ہے - خصوصاً جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ شہر مین نکاح کیا جہان نہ زراعت
تھی نہ صنعت نہ کوئی کارخانہ نہ تجارت - اسوقت حق سبحانہ نے یہ احسان کیا کہ آپ کو غنی کر دیا اس بات کی طرف اس جملہ مین اشارہ فرماتا ہے
ووجدک عائلاً فاغنیٰ اور تمکو فقیر پایا تو غنی کر دیا - حضرت کی تنگدستی تو ظاہر ہے مگر غنی کیونکر حاصل ہوئی ؟ اول تو اصل غنی دلکی غنا ہی

## سورۃ انشراح مکیہ ہے اسمین آٹھ آیات ہین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ ۙ وَ وَضَعۡنَا عَنۡکَ وِزۡرَکَ ۙ الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَہۡرَکَ ۙ وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ ؕ

کیا ہم نے تمہارا سینہ نہین کھول دیا اور کیا ہم نے تمہارا وہ بوجھ نہین اتار ڈالا کہ جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی اور کیا تمہارے ذکر کا آوازہ بلند نہین کیا

فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ۙ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ؕ فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ ۙ وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارۡغَبۡ ۝

پھر مشکل کے ساتھ آسانی ہے بےشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ پھر جب تم فارغ ہوا کرو تو خوب محنت کیا کرو اور اپنے رب ہی کیطرف دل لگا لو

### ترکیب

الم نشرح الم الاستفهام [illegible] ولذا عطف عليه ورفعنا لك صدرك۔ ووضعنا عنك معطوف على معنى ما تقدم و[illegible] [illegible] على [illegible] الصريح [illegible] السابق لتعجيل المسرة والتنوين المؤخر۔ الذي [illegible] صفة الوزر ورفعنا الخ [illegible] على السابق [illegible] اسم ان مع العسر خبرها والعسر في الموضعين واحد لان المعرف اذا اعيدت مرادبها الاول والنكرة غير الاول واذا قال النبي صلى الله عليه وسلم لن يغلب عسر يسرين ان الله يقول ان مع العسر يسرا الخ۔ اخرجه عبد الرزاق وسعيد بن منصور والبيهقي في شعب الايمان وغيرهم۔

### تفسیر

یہ سورۃ بالاتفاق مکہ مین نازل ہوئی جمہور کا اسپر اتفاق ہے۔ حضرت عائشہؓ و ابن عباسؓ کا یہی قول ہے۔ اس مین آٹھ آیات ہین۔ اسکی مناسبت سورہ والضحیٰ سے ایسی ہے کہ بعض نے اسکو پہلی سورۃ کا جز سمجھ لیا اور کہدیا کہ دونون ایک سورۃ ہین۔ چنانچہ شیعہ کا یہی قول ہے۔ لیکن دراصل یہ دونون دو سورت ہین اس لیئے کہ وہان استفہام غائب کے صیغون سے ہے جیساکہ الم یجدک یتیما الخ اور یہان متکلم کے صیغہ سے اور دونون کے اسلوب مین بڑا فرق ہے۔
اس مین کوئی شبہ نہین کہ اس سورۃ کے مضامین سورۂ والضحیٰ کے اخیر مضامین کا بقیہ ہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو افضال الٰہی ہوئے ہین انکی طرف چھوٹے چھوٹے جملون مین اشارہ ہے اور بعد اسکے دو حکم موکد ہین جو تکمیل و ترقی کے لیئے دو رکن رکین ہین۔

آنحضرت صلعم کے اندر خدائے پاک نے دو قسم کے کمالات ودیعت رکھے تھے ایک وہ کہ جنکا تعلق مخلوق سے ہے اور دوسرے وہ کہ جنکا تعلق خاص آنحضرت صلعم کی ذات پاک اور حق سبحانہ سے ہے۔ اول قسم کے کمالات مین سے وہ تین کمال سورۂ والضحیٰ مین مذکور تھے (۱) یتیمی اور اس مین باوجود ایسے اسباب پیدا ہو جانے کے کہ کوئی سرپرست

کسی نے ننگا اُتار دیا۔ اب کوئی کپڑا نہیں جو پہنکر باہر نماز پڑہانے آوین لوگ بیٹھے راہ دیکھ رہے ہین۔ اس بارہ مین آخر آیت نازل ہوئی کہ ایسا ہاتھ نہ کھولو کہ ننگ ہو کر گھر مین بیٹھ رہنا پڑے۔

ف آیت مین سائل سے وہی سائل مراد ہین جو حاجتمند ہیں کر سوال کر [illegible] نہ وہ لوگ کہ جنہون نے بارہ [illegible] گداگری کو پیشہ کرلیا ہے اور صحیح و تندرست ہین کما سکتے ہین مگر گہر گہر کوئی مہر [illegible] بھر لیا ہے کہیں کوئی اور [illegible] اور اشعار یاد کرلیئے ہین اور رہتے کٹے ہین پھر ایک نہین دو دو چار چار [illegible] مانگ [illegible] اور [illegible] مین بیٹھکر مسکرات پیتے ہین بھنگ گھونٹتے ہین۔ چرس [illegible] لگاتے ہین [illegible] نماز [illegible] روزہ اور [illegible] فقیری اور [illegible] اولیے اللہ اور معرفت و حقیقت کی روح جانتے ہین اور [illegible] ننگے کا [illegible] گویا [illegible] حکم [illegible] آڑتے ہین تو لیئے بغیر ٹلتے نہین اور پھر کیسا کیسا آواز [illegible] السلام [illegible] سائل [illegible] اور جو کوئی تھا بھی تو شریعت نے منع کر دیا تھا حضرت [illegible] سائل کو جو [illegible] ہین۔ یہ بے حیائی کا پیشہ جیسا ہندوستان مین ہے [illegible] حاجتمندون کا حق تلف کرا دیا۔ ایسے لوگون کو [illegible] اور جو [illegible] ندیہا بڑا ظلم ہے۔ اگر اس وقت کے مسلمانون کی سخاوت [illegible] قانون محمدی [illegible] موافق [illegible] ہوتا یہ کیا جہل کا کرشمہ ہے۔

ف آیت مین ایک لطیفہ ہے۔ سائل کے لیئے لفظ نہر ایک عجیب لطف عربی زبان دانون کو دے رہا ہے کیونکہ سائل سے سیلان اور نہر سے نہر سمجھا جاتا ہے جسکو سیلان ہوتا ہے۔ سائل سے وہ سائل بھی مراد ہو سکتا ہے جو مسائل پوچھے اسکو بھی جھڑکنا نہ چاہیئے یہ آداب تعلیم ارشاد ہوا ہے۔

اب اس تیسری نعمت کے مقابلہ مین یعنے ہدایت وارشاد کے مقابلہ مین یہ حکم ہوتا ہے واما بنعمۃ ربک فحدث اور اپنے رب کی نعمت کو بیان کیا کر۔ نعمت کا لفظ عام ہے کوئی بھی نعمت ہو۔ اور بیان کرنے سے وہ بیان کرنا مقصود ہے جسمین تعلّی اور استکبار یا ریاکاری نہو۔ بلکہ اوروں کو حق سبحانہ کی عطا وجود کی طرف رغبت دلانا مقصود ہو۔

بعض علماء نے بقرینہ فہدیٰ نعمت سے مراد نبوت وہدایت لی ہے۔ اور دراصل یہ بڑی نعمت ہے اس سے بڑھکر اور کیا نعمت ہوسکتی ہے اور اسکے بیان کرنے سے بندون مین اُسکا اظہار اور ابلاغ اور گمراہون کی رہنمائی کرنا مراد ہے۔

ف قرآن مجید مین جو کچھ روحانی برکات ہین وہ تو ہین ہی ہین مگر امور معاش مین بھی ایک ادنےٰ تاثیر یہ ہے کہ جب کسیکی کوئی چیز گم ہو جاوے تو سات بار اس سورہ مبارکہ کو پڑھے اور انگلی کے سرے کو سر کے اردگرد پھراتا جاوے اور اسکے بعد اَصْبَحْتُ فِي اَمَانِ اللّٰهِ وَاَمْسَيْتُ فِي جِوَارِ اللّٰهِ اَمْسَيْتُ فِي اَمَانِ اللّٰهِ وَاَصْبَحْتُ فِي جِوَارِ اللّٰهِ پڑھکر دستک دے تو وہ چیز ملجائے۔ روح جو اپنا عالم قدس کا آشیانہ کھو بیٹھی ہے اس سے اُسکا بھی جلد پتا ملجاتا ہے۔　　اَللّٰهُ اَكْبَرُ

کوئی بڑی بات نہ تھی۔ ہر حال میں آپ انبساط قلبی کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا کرتے تھے۔ لک کی قید یہ جتلا رہی ہے کہ اور کسیکے لیئے شرح صدر مراد نہیں بلکہ خاص آپ ہی کے لیئے اور آپ ہی کے واسطے

فائدہ شرح صدر فرمایا شرح قلب نہ فرمایا اس میں کیا نکتہ ہے؟ اس میں یہ نکتہ ہے کہ صدر سینہ کو کہتے ہیں کہ جسکے اندر قلب ہے جب قلب کا قلعہ ہی درست کر دیا اور شیطان اور اسکے وسواس کی آمد و رفت بند کر دی ہو تو پھر قلب تک کہاں رسائی ہو سکتی ہے کس لئے کہ وہ تو سینہ میں ایک محفوظ جگہ ہے۔ جیسا کہ جب کوئی شہر محفوظ کر دیا جاوے تو اس شہر میں جو مخصوص گھر ہے وہ بدرجہ اول محفوظ ہو گا۔ اور جب چور اس محفوظ گھر میں آنا چاہتا ہے تو اول اس شہر میں گھستا ہے پھر جب کوئی رستہ نہ پاتا ہے تو اس گھر میں بھی آ گھستا ہے اور ہموم و غموم دنیا کے زہریلے اثر اور حب الشہوات و حرص و آرزوہا ئے دور و دراز کے تلخ ثمر اور دار آخرت سے غفلت اور حق سبحانہ سے محجوبیت کے ظلمات ڈال جاتا ہے پھر نہ کسی طاعت میں لذت نہ اسلام و ایمان میں حلاوت پاتا ہے اور نہ اسکی طرف رغبت کرتا ہے۔ اور جب یہ شہر ہی محفوظ ہو جاتا ہے اور اس میں الٰہی روشنی تجلیات الٰہی کی ہوتی ہے کہ کوئی چور وقت مذاق روحانی جذبات کے پاس بھی [illegible] کے سامنے آ [illegible] نہیں پاتا [illegible] ورہا دات میں حلاوت پاتا ہے اس لئے شرح صدر فرمایا نہ شرح قلب۔

آگے دوسرے [illegible] کمال کا اظہار فرماتا ہے (۲) ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظہرک کہ ہم نے تمہارے اس بوجھ کو کہ جس نے تمہاری پیٹھ توڑ ڈالی تھی تم سے اتار دیا۔ وہ بوجھ کیا تھا؟ سچ تو بات یہی ہے کہ جسکی روح میں جو استعداد رکھی گئی ہے اس کے حاصل کرنے میں کوشش کرنا ایک جبلی بات ہے اور جب انسانی قویٰ اور اسکے اعضاء ان چیزوں کی برداشت نہیں کرتے اور ان استعدادات کے حاصل کرنے میں تائید نہیں کرتے تو وہ چیزیں کہ جنکا داعیہ اسکی روح کو ہے ایک بار گران معلوم ہونے لگتی ہیں۔ اور بڑی کشمکش اور اضطراب میں پڑ جاتا ہے۔ یہ ہے بار گران اور یہ ہر شخص پر اس کے روحانی حوصلے کے موافق کم و زیادہ ہوا کرتا ہے۔ چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا حوصلہ بہت ہی بڑا تھا۔ اور خصوصاً اس حیثیت سے کہ شرح صدر ہو چکی تھی تو آپ کے عزائم کا کیا انتہا۔ اور مکہ میں اس وقت تک آپ کے پاس اس کے سر انجام کے اسباب نہ تھے نہ آپ کے قویٰ و جوارح ان کا تحمل کر سکتے تھے۔ یہ تھا وہ بوجھ بھاری کہ جسنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ توڑ رکھی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو یوں اتار دیا کہ اسکے سامان بہم پہونچا دیئے اور قویٰ و جوارح میں طاقت دیدی یا سامان بہم پہونچانے کا یہ قوی وعدہ ہے چونکہ یقینی ہے اس لیئے اس آنے والی چیز کی ماضی کے صیغوں سے خبر دیتا ہے۔ یہ ایک قوی پیشینگوئی ہے جسکا تحقق بہت جلد ہوا۔

بعض صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ وہ نبوت اور اسکے لوازمات کا بوجھ تھا کس لیئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جب شرح صدر ہو چکا تھا اور تجلیات الٰہیہ و آفتاب ذات حق سبحانہ آپ کی روح پر جلوہ گر ہو چکا تھا تو آپ مقام شہود میں تھے اسوقت سوائے خالق اکبر کے اور کوئی دکھائی ہی نہیں دیتا تھا مخلوق کا وجود ہی معدوم معلوم ہوتا تھا پھر انکے افعال خیر و شر کا

اور معلم نہ رہا تھا۔ پھر کمالات ظاہری اور باطنی کی ایسے معلم نے تعلیم دی کہ انبیاء اولوالعزم اور حکماء باکمال سے صدہا منازل آگے بڑھ گئے (دوم) ہدایت عطا کرنا اور اُسکے صدہا اقسام ہیں۔ اور دنیاوی تدابیر اگر موافق مصلحت اور مقتضائے حال کے نہوں تو گمراہی ہے پھر اُنمیں سیدھی راہ کی تعلیم والہام ہدایت ہے۔ پھر دنی امور میں خواہ وہ نوامیس الٰہیہ سے لیکر قوانین سیاسیہ تک راہ راست سے افراط و تفریط ضلال ہے اور راہ راست کی تعلیم والہام ہدایت ہے اسیطرح اخلاق میں افراط و تفریط ضلال ہے ان میں راہ راست کی تعلیم والہام ہدایت ہے۔ اسیطرح قوی انسانیہ کی تہذیب ہدایت ہے اور اسکے برخلاف ضلال ہے۔ اسیطرح مراتب قرب و منازل تقرب ہیں اوپر کے درجہ کی تعلیم ہدایت ہے اور اب یہ نیچا درجہ نقص و ضلال ہے۔

ان سب امور میں حق سبحانہ نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی یہ کیسی نعمت اور رحمت ہے (۳) تہذیب نفس اور عمدہ کمال جو ایک اور نعمت ہے اُسکا عطا کرنا بڑا احسان ہے کیونکہ ایسے مصلح قوم بنی آدم کے لیے اگر استغنا ہو تو کوئی فائدہ مترتب نہو یہ تیسیر اکمال تھا۔

ان تینوں کمالات کے بعد اس سورہ میں تین وہ کمال بیان فرماتا ہے جنکا تعلق خاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حق سبحانہ کے مابین ہے اور وہ یہ ہیں (۱) شرح صدر۔ اس کے لفظی معنے ہیں سینہ کھولدینا۔ یہ ہدایت کا اخیر مرتبہ ہے اس مرتبہ میں تمام حقائق ملک و ملکوت لاہوت و جبروت منکشف ہوجاتے ہیں۔ زبان اسرار غیب کی کنجی اور دل خزانہ ہوجاتا ہے۔ پھر وہ جو کچھ فرماتا ہے عالم غیب میں مشاہدہ کرکے فرماتا ہے۔ حضرت موسے علیہ السلام نے اسی مرتبہ کے عطا ہونے کی التجا کی تھی رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي کہ اے رب میرا سینہ کھولدے یہ مرتبہ اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوا کرتا ہے اور آنحضرت کی نبوت کبریٰ کے لیئے یہ مرتبہ اور یہ کمال ضروری تھا اس لیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کمال حاصل ہونے کی استفہام تقریری کے پیرایہ میں خبر دیتا ہے کیا ہمنے تمہارا سینہ نہیں کھولدیا یعنے کھولدیا تاکہ آپ کو اور لوگوں کو آپ کی نبوت کبریٰ کا اطمینان حاصل ہو اس لیئے سب سے اول اسی کمال کا اظہار فرماتا ہے فقال الم نشرح لک صدرک کہ کیا ہمنے اے نبی تیرا سینہ نہیں کھولدیا؟ ضرور کھولدیا۔ یہ استفہام تقریری کامل ثبوت کا فائدہ دیا کرتا ہے۔ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ دو بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سینہ فرشتوں نے چاک کرکے قلب مبارک کو نورانی طشت میں آب قدس سے دھویا ایک بار لڑکپن میں جبکہ آپ حلیمہ سعدیہ کے ہاں پرورش پایا کرتے تھے۔ دوبارہ جبکہ معراج کو تشریف شریف عالم بالا کی طرف لیگئے۔ جمیع الواث بشریہ و کدورات انسانیہ دھو دیئے تھے۔ یہ اُسی شرح صدر کی تاثیر تھی کہ دنیا و مافیہا آپ کے نزدیک مچھر کے پر کی برابر بھی وقعت نہیں رکھتے تھے۔ اور غم اور خوشی دونوں حالتیں آپ پر کوئی تغیر پیدا نکرتی تھیں۔ ہمت عالی کے نزدیک تمام جہان کی اصلاح کے لیئے کھڑا ہونا اور دنیا کو ناپاک کرنے والی قوی سلطنتوں کا اکھیڑ کر پھینک دینا کہ جنکی نسبت یہ خیال کرنا بھی جنون شمار ہوتا تھا

اور علوم سیاست منزل و تہذیب اخلاق و درستی آداب حاصل کر رہے ہین - کہین ابو علی سینا کھڑا ہے - کہین ابو ریحان بیرونی کھڑا ہے - کہین ظہیر فارابی - اور کہین شہرستانی - اور کہین نصیر طوسی وغیرہ وغیرہ حکما دہر علوم کا استفادہ کر رہے ہین - اور وہ استاد کل صلے اللہ علیہ وسلم ہر ایک کو اُسکی استعداد و فہم کے موافق تعلیم دے رہے ہین ۔ تیسرے کمرہ مین قانون محمدی کی بہت سی کتابین دھری ہوئی ہین ہدایہ وغیرہ - اور ایک قاضی القضاۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑی تمکنت اور وقار سے بیٹھے ہوئے ہین - اور آپکے سامنے بڑے بڑے معاملہ فہم اور موجد قوانین سیاسیہ و نوامیسیہ حاضر ہین - کہین امام ابو حنیفہ ہین تو کہین قاضی ابو یوسف - اور امام محمد اور امام مالک و امام شافعی حاضر ہین - پھر اُنکے پیچھے امام احمد ہین و ابن دقیق العید و تاج الدین سبکی وغیرہ حاضر ہین اور آپ کے فیصلجات اور ارشادات کو اپنا دستور العمل بنا رہے ہین ۔ چوتھے کمرہ میں ایک مفتی مقبول مسند افتا پر بیٹھے ہوئے ہین اور علوم و فنون کے دریا جوش مار رہے ہین [illegible] روان ہین - کہین [illegible] احکام کتاب [illegible] قواعد اصول کے مطابق نکال کر توضیح کیجا رہی ہے - کہین محدثین [illegible] احادیث [illegible] کر کے استفسار ہو رہے ہین اور کہین مفسرین رجال قرآن مجید کے جلوہ مین جو اسرار و [illegible] ہو رہے ہین اُن [illegible] کے قلمبند کر رہے ہین اور کہین افادات قرآنیہ کی تحقیق کر رہے ہین اور کہین اہل دل اُن آیات سے جنمین روحانی جذبات مذکور ہین استفادہ کر کے ذوق و شوق اٹھا رہے ہین - کہین فرائض نویسون کی ایک جماعت مسائل فرائض و میراث دریافت کر رہی ہے - اور کہین [illegible] بیٹھے ہوئے تصحیح قراءت کر رہے ہین اور الفاظ قرآنیہ کو انہین لہجہ سے ادا کرنا سیکھتے ہین اور کہین نماز و روزہ حج و زکوٰۃ وغیرہ فرائض کے آداب و سنن پوچھ رہے ہین اور کہین معاملات بیع و رہن وغیرہ کے متعلق مسائل دریافت کر رہے ہین اور کہین متکلمین علم عقائد کے مسائل کا استفادہ کر رہے ہین مخلوق کی ابتدا اور انتہا اور صفات باری اور اُسکے افعال اور وجود ملائکہ اور اُسکے پیغمبرون اور اُنکی کتابون اور اُنکی شرائع سے سوال کر رہے ہین کہین مرنے کے بعد سے لیکر جو کچھ اخیر تک روح پر واقعات گزرتے ہین اُن کا حال دریافت کر رہے ہین - اور کہین دنیا بھر کے مذاہب کا حال دریافت کر رہے ہین کہ اُن مین سے کون کون سر سے غلط اور خیالات جاہلانہ پر مبنی تھے اور کون سے من اللہ ہین - جو انبیاء علیہم السلام کی معرفت دنیا مین ظاہر ہوئے تھے مگر بعد مین اُن مین تحریف و تبدیل ہو کر اُنکی صورت بگڑ گئی اور کہین ایک جماعت اسرار احکام الٰہی دریافت کر رہی ہے - اور کہین علم زہد و رقاق کے دقائق حل کر رہے ہین - یہ معنی مظہر دہی سرور کائنات ہین - علیہ افضل التحیۃ و الصلوٰۃ - پانچوین کمرہ مین ایک محتسب باوقار مسند حکومت پر بیٹھا ہوا ہے - اور احکام الٰہی سے نافرمانی کرنے والون کو سزائین دلوا رہا ہے - کہین زانی سنگسار ہو رہا ہے - اور کہین چور کے ہاتھ کاٹے جا رہے ہین - اور کہین مسکرات کے استعمال کرنے والون پر درّے پڑ رہے ہین - کہین ظلم و تعدی کرنیوالونکو سزائین ہو رہی ہین - اور کہین لہو و لعب ناچ باجے والون پر لٹھ پڑ رہے ہین شہوات اور فسق و فجور کے رسوم مٹائے

تو کیا ذکر تھا پھر کس کو کس بات سے منع کرتے اور کس کو کس بات کا حکم دیتے۔ س

بسا میری نظرون مین تو خوبرو ہے ٭ جدھر دیکھتا ہون اودھر تو ہی تو ہے

پھر ایسے مستغرق الحال کو مخلوق کیطرف متوجہ ہونا اور اعلےٰ مقام سے نیچے تنزل کرنا سخت بوجھ ہے پھر اُس بوجھ کو خدا پاک نے یون اُتارا کہ مقام بقا مین آپ کو ایسی ثابت قدمی عطا فرمائی کہ کثرت وحدت کا حجاب نہوئی عین تفصیل مین جمعیت کا مشاہدہ کرتے تھے اور مخلوق کی طرف متوجہ ہونے سے وہ شہود غائب نہین ہوتا تھا یہ انتہی درجہ کا کمال ہے جو انبیاء اولو العزم کا حصہ خاص ہی

بعض حضرات یون بھی ارشاد فرماتے ہین کہ وہ بوجھ بھاری جس نے کمر توڑ رکھی تھی وہ ہیولانیت اور امکان کا بوجھ تھا جو آپکو اوپر نہ اُبھرنے دیتا تھا اور عالم قدس کے تحرک سے مانع تھا پھر جب اُسکو خفیف کر دیا اور جہت [illegible] امکان پر تقدس و وجوب کا پر تو پڑ گیا تو وہ بوجھ اُتر گیا اور باطناً آپ عالم قدس کے لوگون مین داخل ہو گئے اور اسی لیئے طرفۃ العین مین آسمانون پر تشریف لے گئے اور یہی وہ رفع ذکر ہے جسکا ذکر آتا ہے (۴) ورفعنا لک ذکرک ۔ اور ہمنے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا اذان مین اللہ تعالےٰ کے نام کے ساتھ پانچ وقت آپ کا نام مبارک بھی پکارا جاتا ہے خطبہ مین حضرت پر ثناء و درود ہوتی ہے کلمہ جو ایمان کی جڑ ہے اُسکے اندر بھی آپ کا ذکر ہے ہر حال مین باستثناء مواضع چند جہان حق سبحانہ کا ذکر ہے وہان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی ہے عالم غیب مین آپ سلطان ہین کوئی جگہ اور کوئی محل نہین جہان آپ کا ذکر خیر نہو قبر مین بھی اور حشر مین بھی۔ ملائکہ بھی پوچھتے ہین کہ آنحضرت صلعم کا سراج تھا یا نا فرمان آنپر ایمان بھی لایا یا نہین۔ جنت کے دروازون اور عرش کے کنگرون پر بھی اسم گرامی مکتوب ہے۔ موافق یا مخالف کی کوئی ایسی تاریخ نہین جس مین حضرت کا ذکر نہو منکر بھی معاند بھی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اب معمورۂ دنیا پر کوئی ایسی جگہ نہین کہ جہان آپ کا ذکر نہو۔ پھر اس سے بڑھکر اور کیا رفعت ہوگی

اس رفعت ذکر کو ایک محل رفیع الشان سے تشبیہ دیجاوے کہ جس مین بارہ کمرے ہون تو نہایت ہی مناسب ہے ہر ایک مین آپ ہی حاکم اعلےٰ ہون۔ جسکی توضیح یہ ہے کہ ایک کمرہ مین ایک بادشاہ عظیم الشان بیٹھا ہوا ہے اور اُسکے سامنے روے زمین کے بڑے بڑے بادشاہ عرب و عجم روم و شام ایران و ہند وغیرہ ممالک کے دست بستہ حاضر ہین اور تدابیر مملکت اور قوانین جہانداری آپ سے دریافت کر رہے ہین اور جو کچھ آپ فرماتے ہین اُسکو سر اور آنکھون پر رکھتے ہین کہین ہارون الرشید دست بستہ کھڑے ہین کسی گوشہ مین مامون ہین۔ کسی مین سلاطین سلجوقیہ ہین کہین خلفاے مصر ہین۔ پھر اُن سے پیچھے کہین سلطان بایزید یلدرم ہین۔ اور کہین سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ ہین۔ اور کہین تیمور صاحبقران ہین اور کہین علاء الدین خلجی اور سلطان محمود۔ الغرض ہر ملک اور ہر زمانہ کے نام آور باقبال بادشاہ جنکے تذکرون سے کتب تواریخ مزین ہین اور جنکے کارنامے زبان زد خلائق ہین ایک شاہنشاہ کے سامنے مسلح حاضر ہین اور حکم کے منتظر ہین۔ اور وہ اُن جملہ بادشاہون کا بادشاہ کون ہے وہی ذات بابرکات محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم۔

پھر دوسرے کمرہ مین ایک حکیم استاد زمانہ بیٹھا ہوا ہے اور اُسکے سامنے دنیا بھر کے حکماء اور فیلسوف دست بستہ حاضر کھڑے ہین

ہین صلے اللہ علیہ وسلم - نوین کمرے مین ایک واعظ منبر پر بیٹھا ہوا ہے لوگون کی روح اور دلون کو اپنے کلام کی تاثیر سے
ہلا رہا ہے اور ایسا سکہ جما رہا ہے کہ پھر وہ دور ہی نہین ہوتا - کسیکو ثواب عظیم واجر جزیل کی ترغیب سے راہ پر لا رہا
اور کسیکو عذاب قبر اور عذاب جہنم کی لپٹین دکھا کر توبہ کرا رہا ہے - اور کسیکو دار آخرت کے درجات اور حیات
جاودانی کے برکات دکھا کر نیک کامون پر آمادہ کر رہا ہے - ہزارون کافر و بت پرست کفر و بت پرستی سے توبہ
کرکے ایمان لا رہے ہین - بدکار اپنی بدکاری پر نادم ہوکر رو رہے ہین - سنگدلون کا دل موم ہوکر پگھلا جا رہا ہے - مجلس
مین آہ و بکا کی آواز دلون کو ہلا رہی ہے اور پھر لطف یہ ہے کہ اثر ان دو قیام ہے کہ پھر دور ہی نہین ہوتا - جو ایکبار بھی
اس مجلس مین آگیا اسپر بھی ایسا رنگ چڑھا کہ عمر بھر نہ اترا - خونخوار خونی ایسے رحمدل ہوگئے کہ چڑیا کے بچے پر بھی اپنے
بچون سے زیادہ شفقت کرتے تھے - سخت دہریت پرست پرہیزگار بنگئے - مست و غافل ہوشیار بن گئے - کنجوس اور کٹر سخی
ہوگئے - دنیا کی کایا پلٹ گئی یہ حضرت واعظ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہین - دسوین کمرے مین ایک بڑے مرشد کامل
صاحب طریقہ و صاحب دل بیٹھے ہوئے ہین جنکی نگاہ خاک کو کیمیا کر رہی ہے طالبان خدا کا انکے ارد گرد ہجوم ہے وہ
ہر ایک کے اسکی استعداد کے موافق حجاب دور کر رہے ہین - اور وصول الی اللہ کے رستے بتا رہے ہین اور انکے مقامات
واحوال اور مراتب و مناصب ظاہر کر رہے ہین اور مریدون کے باطن مین رنگا رنگ توجہات و تاثیرات پیدا کر رہے ہین -
کسیکو وجد آ رہا ہے کوئی حیرت زدہ ہو رہا ہے کوئی لطائف پر نظر کر رہا ہے کسی پر فنا کا غلبہ ہے تو کسی پر بقا کا کوئی سیر
کے دریا مین ڈوبا ہوا ہے تو کوئی تفرید کے جنگل مین ٹکرا رہا ہے - حضرت جنید بغدادی و شبلی و سید عبد القادر جیلانی و شیخ
احمد بدوی و معین الدین چشتی و نظام الدین محبوب الٰہی و شیخ شہاب الدین سہروردی و خواجہ بہاء الدین نقشبند وغیرہ
اولیاء کرام حاضر ہین - یہ مرشد کامل بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہین - گیارھوین کمرے مین ایک نور پیکر بیٹھا ہوا ہے
جس کے رخسارون پر آفتاب و ماہتاب قربان ہو رہے ہین اور آسمان کے ستارے نثار - وہ جمال الٰہی کا پورا آئینہ
ہے ازلی محبوبیت اسمین کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہے اسمین ایک ایسی کشش ہے جو تمام بنی آدم کے دل بخود اسکی طرف
کھنچے چلے آرہے ہین - مخلوق پروانہ کیطرح بے اختیار اس شمع پر قربان ہو رہی ہے وہ بھی آپ ہی ہین - بارھوین کمرے مین
ایک رسول صاحب کتاب نہایت عز و شان کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہوا ہے - اور حضرت ابراہیم و اسحاق و یعقوب
و داؤد و سلیمان و موسے و عیسے علیہم السلام ان کے ارد گرد تشریف رکھتے ہین - اور یہ خاتم النبیین انکی شریعتین
اصلاح کر رہے ہین - کہین ضرورت زمانہ کے لحاظ سے کچھ احکام بڑھا رہے ہین کہین گھٹا رہے ہین کہین مٹے ہوئے نشانون کو
ازسرنو قائم فرما رہے ہین اور سب تسلیم کر رہے ہین اور اپنا استاد مان رہے ہین یہ بھی وہی ہین صلے اللہ علیہ وسلم -
یہ ہے وہ شرح صدر اور یہ ہے وہ رفع ذکر جسکی پوری شرح ایک کتاب مین بھی ناممکن ہے -
حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ مین چند اشعار نظم کئے ہین اور وہ یہ ہین -

نواں کمرہ
دسواں کمرہ
گیارھواں کمرہ
بارھواں کمرہ

جا رہے ہین - دغابازون - مکارون فریبیون پر سرزنش ہو رہی ہے - سرکشی حکام سے باز پرس ہو رہی ہے یہ صاحب وقار مسند بھی وہی عالیجناب ہین صلے اللہ علیہ وسلم - چھٹے کمرہ مین ایک ملکی مدابر اور پولٹکل خیالات کا حل کرنے والا نہایت عزو وقار سے مسند پر بیٹھا ہوا ہے - بڑے بڑے مدبران ملک دست بستہ زمانہ کے موافق تدابیر پوچھ رہے ہین کہین سلطنت کے اصول بیان فرما رہے ہین امرہم شوری کا اشارہ کرکے کاروبار سلطنت کے لئے مدبران قوم کو کمیٹی یا مجلس قایم ہونے کا حکم دے رہے ہین اور تمام شاہی اختیارات قومی مشورہ کے سپرد فرما رہے ہین - اور کہین سلطنت کے استحکام کے لیئے قومی لشکر جرار کی تیاری کا حکم دے رہے ہین واعدوا لہم ما استطعتم اور ہر زمانہ کے موافق اسلحہ و سامان حرب مین سب سے اول رکھنے کی تاکید فرما رہے ہین - اور ملازمان سلطنت کو افسرون کی اطاعت کا حکم مؤکد صادر فرما رہے ہین من اطاع امیری فقد اطاعنی پھر غیر جوار کی سلطنتون کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیئے اسکے قوانین و دستورات کی تعلیم دے رہے ہین - کہین ملک مین امن و امان قائم کرنے کی تاکید شدید کر رہے ہین کہین عہدناموں کی پابندی پر مجبور فرما کر قوم کے عزت و وقار کو قایم رکھنے کی تدبیر کر رہے ہین - کہین قوم کو ماتحتون پر رحمت و شفقت کی ترغیب دلا رہے ہین اور کہین سرکشون جفاجو جنمون سے سختی اور جوانمردی کرنے کی تاکید فرما رہے ہین کس لئے کہ قیام سلطنت کے یہی اصول ہین - کہین قوم کو نیک چلنی اور پرہیزگاری کی تعلیم اور فسق و نشاط مین پڑنے کی ممانعت کر رہے ہین اور باہمی اتحاد و محبت کے اصول - جماعت کی نماز - جمعہ و عیدین اور حج اور بیمار کی پرسش اور سلام کا جواب دینا - ہمسایون سے نیکی کرنا - خطاؤن سے درگزر کرنا وغیرہ تعلیم کر رہے ہین - اور کہین فتوحات کے حوصلے دلا رہے ہین اور احدیٰ بیٹھ کر گھرون مین بیٹھے رہنے کی برائیان بیان فرما رہے ہین - یہ کون ہین ؟ وہی عالی جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم - ساتوین کمرہ مین ایک عابد و زاہد دنیا و مافیہا پر لات مارے کس استغناء سے بیٹھا ہوا ہے - اور صبح سے شام تک اور رات اور دن مین اپنی عمر گرانمایہ کی ایک گھڑی تو کیا پل بھی بیکار نہین کھوتا کبھی تلاوت قرآن مع التدبر التام ہے اور کبھی نوافل مین مشغول ہین کبھی تسبیح و تہلیل مین مصروف ہین اور اوراد و ادعیہ صبح و شام رات اور دن مین سے کسیکو بھی ترک نہین کرتے ایک ٹکڑے اور پانی کے گھونٹ اور موٹے پرانے کپڑون پر اقتصار ہے - اور کسی غار یا ٹوٹے پھوٹے مکان کے گوشہ مین رہتے ہین انکے چہرے پر انوار چمک رہے ہین لوگون کو ان سے دلی انس ہے - ملائکہ علوی و سفلی بھی انکے پاس آتے ہین اور بندگان خدا بھی جوق جوق آکر مستفید ہوتے ہین پھر کسیکو نوافل اور تہجد مین اوراد و اشغال کی تعلیم ہے کسیکو ذکر کے وظائف کی تلقین ہے نہ کسی امیر کی پروا نہ کسی دولتمند کے آنے کی تمنا یہ حضرت بھی وہی سرور کائنات ہین صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ - آٹھوین کمرہ مین ایک عارف و کامل تشریف رکھتے ہین جو ذات و صفات کے اسرار اور عالم ناسوت و ملکوت کے حقائق انکے دل فیض منزل پر منکشف ہین - حقائق و معارف مواجید و اشواق کا انکی زبان فیض ترجمان سے دریا جاری ہے - فصوص الحکم و فتوحات مکیہ وغیرہ کتابین انہی ذات مقدس کے بیانات سے لکھی جا رہی ہین وہ بھی آپ ہی

سمجھ کر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے پھر اسکا جواب یوں دیا ہے کہ خاص یہ بہت سے وقت میں تسلی اور آئندہ [illegible] والی
راحت کی خوشی اس [illegible] بھی آرام [illegible] ہوتا ہے۔ اگرچہ نہ ہو تو وہ مصیبت نہ سکئے اور پھر دوسرا [illegible] اثر [illegible]
بعد میسر آتا ہے جبکہ اثر محنت یا مصیبت کا اس رحیم و کریم کی طرف سے بدلہ ملتا ہے مگر یہ سمجھ کچھ انسان اور [illegible]
ساتھ مشروط ہے وہ یہ کہ صبر و شکر ایمان نہ جیسے کو خدا تعالیٰ کا [illegible] اسکے وعدہ پر بھروسہ۔ اگر کسی مصیبت [illegible]
راحت نہ دیکھیں اور خود [illegible] اس وقت بھی اطمینان و امید کی [illegible] اگر [illegible] نہ ہو تو کچھ [illegible]
بھی گیا ہے

عرفاء کرام اس آیت کی یوں تفسیر کرتے ہیں کہ عسر مجاہدہ کے ساتھ [illegible] اور یسر انفصال [illegible]
انفصال ہے [illegible] اور [illegible] اور رفع حجاب [illegible]
کہ عسر اول جو احتجاب بالخلق عن الحق ہے اُسکے بعد یسر [illegible] اور دوسرے عسر کے بعد جو احتجاب بالحق عن الخلق [illegible]
بالحق ہے وہ [illegible] اور وہ شرح صدر اور [illegible] مشاہدہ [illegible]
بعض علماء فرماتے ہیں کہ ایک یسر سے مراد [illegible] دنیا اور ملکوں [illegible] اور اعدائے دین پر غلبہ [illegible]
اور دوسرے یسر سے مراد یسر آخرت ہے اور وہ ثواب جنت اور عالم باقی [illegible] اس آیت میں [illegible]
الیسر کو معرفہ [illegible] حالانکہ یہاں دونوں [illegible] گویا اس جملہ میں [illegible]
بشارت ہے کہ اگر تم اسلام میں [illegible] اور کوشش کرو گے [illegible] اور [illegible] ہوکر اسلام میں وفادار
رہو گے تو تمکو دو آسانیاں اور فرحتیں اس ایک تکلیف کے بدلے میں ملیں گی۔ ایک دنیا میں فتح و ظفر عزت و اقبال
دوسری آخرت کے درجات۔ اور اگر یہ [illegible] گوارا نکرو گے تو دنیا میں ذلت اور آخرت میں عذاب الیم پاؤ گے۔

جہانتک تجربہ ہوا اور تواریخ زمانہ شہادت دے رہی ہیں اُس سے یہی ثابت ہوا کہ جب مسلمانوں نے اسلام کے فرائض
بجالانے کی تکلیف گوارا کی خصوصاً اعداء دین کے مقابلہ میں جوانمردی کی تو وہ ملکوں کے مالک اور آخرت کے حصہ دار
ہوگئے جسکی نظیر صحابہ کرام اور اُنکے بعد اسلامیوں کے عروج کا زمانہ ہے۔ پھر جب فرائض اسلام ترک کیئے عیش و
نشاط میں پڑے نامردی اور خیانت اور حمق میں مبتلا ہوئے تو دنیا میں غیروں نے اُنکے تاج و تخت چھینے اُنکی عزتوں
کو خاک میں ملایا غلامی کی ہتکڑیاں اور فرمانبرداری کا طوق جو لعنت کا طوق ہے اُنکی گردنوں میں ڈالا۔ پھر دین بھی برباد
ہوا دنیا بھی گئی۔ سب سے اول خلافت عباسیہ کا انجام دیکھو کہ اُس عہد کے نالایق خلیفہ کی عیاشی اور عہدہ داروں کی تن پروری
اور غفلت اور عیش پسندی اور خیانت نے کیا آفت برپا کی۔ دجلہ کا پانی مسلمانوں کے خون سے سرخ ہوا عورتوں کی عصمت
تاتاری کفار کے ہاتھ کیسی خراب ہوئی۔ سلطنت گئی خزانے گئے علوم مٹے۔ کتب خانے برباد ہوئے مدارس و مساجد منہدم
ہوئے۔ اسیطرح اندلس کی حالت ہوئی پھر اس زمانہ میں جسپر پوری ایک صدی بھی نہیں گزری فرانس نے الجیریا اور ٹونس پر

| | |
|---|---|
| اخبرنا [illegible] ... | عن ابن [illegible] مسعود [illegible] ... |
| [illegible] | [illegible] الحسن [illegible] |
| [illegible] | [illegible] والعسر [illegible] |

[illegible] ذکر [illegible] ... بڑی [illegible] سے یون ہی نہین لکھی ہے اس [illegible]

[illegible] اس لیئے [illegible] فان مع العسر یسرا [illegible]

[illegible] لیکہ [illegible] نہین بلکہ [illegible]

[illegible] کا لفظ [illegible] ... آخرت مین

[illegible] اور اسی لیئے [illegible] ان مع العسر یسرا [illegible]

[illegible] صبر [illegible] ... اشکار [illegible]

[illegible] دیکھتا ہے [illegible] ... اپنی سرکشی

[illegible] اسیطرح ہر ایماندار نفس کو [illegible] اور [illegible]

[illegible] یاد [illegible]

[illegible] اور [illegible] کبھی [illegible] دیکھین گے

[illegible] محاورہ عرب کے موافق زبان والا [illegible] کہ خدا [illegible] کے ساتھ [illegible] ایک [illegible] یا کچھ دو راحت عطا کرنے کا وعدہ کرتا ہے کس لیئے کہ لفظ عسر الف لام آنے سے معرفہ ہوگیا اور یسر نکرہ ہے اور جب معرفہ بار دگر ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے وہی مراد ہوتا ہے برخلاف نکرہ کے کہ اسکے دوبارہ آنے سے پہلے سے غیر مراد ہوتا ہے۔ اس قاعدہ سے عسر تو وہی ایک رہا اور یسر دو ہوگئے اور اسکی تائید ان روایات سے بھی ہے جو عبد الرزاق وسعید بن منصور وعبد بن حمید وبیہقی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک عسر دو یسر پر غالب نہوگا کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہے ان مع العسر یسرا الخ بزار محدث نے کہا ہے کہ اس روایت کے سلسلہ مین ابو حاتم رازی ہے اور اسکی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ حسن بصری سے عبد الرزاق و ابن جریر اور حاکم اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خوش اور شاد گھر سے باہر تشریف لائے ہنس رہے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ ایک عسر یعنی سختی دو یسر یعنی آسانی پر غالب نہ آئیگی فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا۔ کسی عرب کے شاعر نے بھی اس مضمون کو اس شعر مین ادا کیا ہے ؎

اذا اشتدت بک البلوی ففکر فی الم نشرح ✿ فعسر بین یسرین اذا فکرتہ فافرح ✿ کہ جب تجھپر کوئی بلا آجاوے تو الم نشرح سورۃ کو غور کر کہ اس مین ایک مشکل پر دو آسانیون کا وعدہ مذکور ہے۔ بعض علماء نے مع سے حقیقی معیت

## سورۃ والتین مکیۃ وہی ثمان آیات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۡ

قسم ہے انجیر اور زیتون کی اور طور سینا کی اور اس امن کے شہر کی کہ ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۭ

پھر ہم نے اسکو پست سے پست کر دیا مگر ان کو نہیں جو ایمان لائے اور نیک کام کئے سو ان کے لئے تو بے انتہا بدلہ ہے

### ترکیب

والتین الواو للقسم والزیتون وطور سینین وہذا البلد الامین معطوف علیہ لقد خلقنا الانسان الجملۃ المصدرۃ بلام التاکید وقد الی آخرہا جواب القسم والقسم مع جوابہ جملۃ فعلیۃ۔ والمراد بالتین والزیتون عند الجمہور الشجرتان المعروفتان وقیل الجبلان وقیل البلدان وطور جبل کلم اللہ علیہ موسیٰ علیہ السلام فی ناحیۃ الشمال والغرب من العرب وہو مضاف الی سینین عند النحاۃ سینین وسیناء اسمان للمکان الذی حصل فیہ الجبل المذکور۔ وقال ابو علی الفارسی سینین فعلیل کررت اللام التی ہی نون فیہ ولم ینصرف سینین کما لم ینصرف سیناء لانہ علم للبقعۃ وعجمی اسمہ سریانی ولذا اختلفت عادۃ العرب فی تعریبہ فقیل سینین وقیل سیناء والامین بمعنی المامون وصفۃ للبلد فی احسن الخ فی موضع الحال من الانسان والمراد بالتقویم القوام لان التقویم فی الحقیقۃ فعل اللہ تعالیٰ اسفل منصوب مضاف الی سافلین وہو حال من المفعول ویجوز ان یکون نعتا لمکان محذوف والتقدیر علی الاول ای رددناہ حال کونہ اسفل سافلین ای ارذل الاراذل وعلی الثانی رددناہ مکانا اسفل سافلین ای الدرک الا الذین علی الاول استثناء متصل من ضمیر رددناہ فانہ فی معنی الجمع وعلی الثانی منقطع ای لکن الذین کانوا صالحین من الہرمی فلہم اجر غیر ممنوع علی طاعتہم علی الضعف والشیخوخۃ وعلی مقاساۃ المشاق۔

### تفسیر

جمہور کا اتفاق ہے کہ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی جیسا کہ ابن الضریس ونحاس وابن مردویہ وبیہقی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی ہے اور ابن الزبیر سے بھی یہی منقول ہے اور اس میں آٹھ آیت ہیں۔ بخاری ومسلم واہل سنن وغیرہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے اور عشاء کی نماز پڑہائی تب ایک رکعت میں سورۃ والتین والزیتون پڑہی سو میں نے آپ سے بہتر خوش آواز اور سورہ پڑہنے والا نہیں سنا۔ اور انہیں سے خطیب نے روایت کی ہے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑہی تو آپ نے سورۂ والتین پڑہی۔ اور بھی اس قسم کی روایات ہیں۔

خدا تعالیٰ اس سورہ کے ابتدا میں چار چیزوں کی قسم کھا کر انسان کی آفرینش کا حال اور پھر سعادت وشقاوت حاصل کرنے کا مآل بیان فرماتا ہے۔ اور وہ چاروں چیزیں اس کی کمال قدرت کے دلائل ہونے کے سوا اس مطلب کے ساتھ کمال مناسبت بھی رکھتی ہیں فعال

اور روس نے ترکستان پر، انگریزوں نے ہندوستان اور اس کے ملحقات پر کیسا تسلط کیا۔ یہ جو کچھ ہوا مسلمانوں کی عیاشی، بدکاری، سستی، جہالت اور فرائض اسلامیہ سے غفلت کا نتیجہ ہے۔

( فاعتبروا یا اولی الابصار )

ان مضمون کے بعد یہ بھی ارشاد ہوتا ہے کہ اذا فرغت فانصب یعنی جب رسالت کے کاموں سے (مراد احکام وعظ و پند و تدبیر امور فیصل قضایا ہیں) فراغت ہوا کرے تو عبادت کے لیے کھڑے ہو جایا کرو۔ منجملہ ان دو راستوں کے جو ایک سختی کے بعد عطا ہوتی ہیں ایک بڑی راحت مشغولی حق بھی ہے کس لیے کہ ارواح طیبہ کا غذا طبعی تقرب الٰہی ہے اور اور تمام مشاغل ایک قسم کے عوائق ہیں جہاں دور ہوئے فوراً ادھر ہی میلان ہوا اور یہی ان کا آرام جان ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ جو تو تندرست ہو تو اپنا مکان عبادت سے کر (یہ اس لیے کہ نصب کے معنی تکان کے بھی ہیں) یعنی بڑی کوشش اور سعی سے عبادت میں کر کہ تھک جاوے۔ قتادہ و ضحاک و مقاتل فرماتے ہیں اس کے یہ معنی ہیں کہ جب نماز فرض سے فارغ ہو تو نفل کے لیے کھڑا ہو اور دعا کر اور خوب کر کہ تھک جاوے۔ بعض فرماتے ہیں کہ جب مشاغل سے فراغ دل حاصل ہو نماز کے لیے کھڑا ہونا مراد ہے۔ حقیقت میں جو اس قرار کر اس کام میں صرف کرے بلکہ لہو و لعب میں تو وہ عمر گرانمایہ کو برباد کرتا ہے۔ مگر بعض ایسے بھی بدنصیب ہیں کہ انہیں دنیاوی جھگڑوں سے کبھی فراغت ہی نہیں ہوتی پھر ان کو اللہ کی عبادت کی فرصت کہاں اسی جنجال میں موت آتی ہے۔ عاقل کو ضرور فارغ ہونا چاہیے یہ نعمت الٰہی کا شکریہ ہے (۲) والی ربک فارغب کہ اپنے رب کی طرف رغبت کر، اسی کی طرف بھر اسی کو مدنظر رکھ۔ یہ دوسرا امر ہے۔ یعنی ہر کام اور ہر شان اور ہر حال میں اسی محبوب حقیقی کی طرف نظر رہے۔ خصوصاً عبادت میں نہ ریاکاری مطلوب ہو نہ دنیا نہ آخرت بلکہ اسی کی ذات اور اسی کا شوق اور اسی کا جذبۂ محبت۔ اس میں اشارہ ہے کہ شرح صدر میں اس قدر عروج تھا کہ بجز ذات حق کے اور کوئی دکھائی ہی نہیں دیتا تھا محویت کھڑی تھی۔ پھر سب دنیا کی تکمیل کا آپ پر بوجھ ڈالا گیا جو بڑا بھاری بوجھ تھا اس لیے کہ حق سے خلق کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا تو ایسی حالت میں روح پر وہ رنگ جو خاص مشغولی حق میں ہوتا ہے ممکن ہے کہ کسی قدر متغیر ہو جاتا ہو سو اس کی تدبیر بھی ارشاد فرما دی کہ جب اس کام سے فارغ ہوا کرے تو پھر روح کو اسی کے تقرب سے قوی اور منور کر لیا کرو اور پھر اسی مقام شہود میں آ جایا کرو تاکہ ماندگی دور ہو جاوے

؎ ہر چند پیر و خستہ دل و ناتواں شدم ۔ ہر گہ کہ یاد روے تو کردم جواں شدم

اللہ اکبر

اور یہی قول کاتب الحروف کے نزدیک قوی تر ہے کیونکہ توریت سفر استثنا کے تینتیسوین باب کے شروع مین ایک بشارت ہے اور وہ یہ ہے - خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے آن پر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا - دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اُسکے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت اُنکے لیئے تھی -

اسکو تو اہل کتاب کے علماء بھی مانتے ہین کہ سینا سے کوہ سینا مراد ہے اور وہان سے خداوند کا آنا حضرت موسے علیہ السلام پر تجلی کرنا ہے اور کلام کا شرف دینا لیکن شعیر اور فاران سے جلوہ گر ہونے مین وہ اپنے خیال کے موافق توجیہ کرتے ہین اور شعیر اور فاران بھی فلسطین کے پہاڑون کا نام بتلاتے ہین مگر کوئی تسلی بخش بات نہین بتلا سکتے کہ فلسطین یا شام یا سیہ ہی کے پہاڑون کا نام شعیر اور فاران ہے اور اگر تسلیم کر لیا جاوے تو پھر دس ہزار قدسیون کے ساتھ آنیکے کچھ معنی نہین بنا سکتے اسلیئے مین کہتا ہون کہ شعیر سے مراد بیت المقدس کے پہاڑ ہین - مگر اُس پہاڑ کے کہ جسپر بیت المقدس شہر آباد ہے دو ٹکڑے ہین ایک کو تو اب تک زیتون کی پہاڑی کہتے ہین اور دوسرے کو تین کہتے تھے - اور شعیر ان دونون کو کہتے ہین - اور فاران مکہ کے پہاڑ کا نام ہے جہان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہوئے - اور فتح مکہ کے روز دس ہزار قدسی یعنی پاکباز صحابہ آپکے ساتھ تھے اور آتشی شریعت بھی آپکے ہاتھ میں تھی جس نے برسون منکرون زناکارون بدکارون کو جلا دیا - پس اس بشارت کے بموجب خدا پاک ان چارون مقدس جگہون کی قسم کھاتا ہے جہان سے نبوت و رسالت کے آفتاب و ماہتاب دنیا کو منور کرنیکے لیئے جلوہ گر ہوئے تاکہ معلوم ہو کر آیندہ جو کچھ انسان کی سعادت و شقاوت کی بابت کہا جاتا ہے وہ لغو بات نہین بلکہ ان چارون جگہون کے مقدس و ابرار حضرات انبیاء علیہم السلام کا قول ہے کہ جنکو جہان مانتا ہے اور یہی تمام شرائع کا ماحصل اور خلاصہ مطلب ہے -

پس تین و زیتون سے شام کے مقدس پہاڑ مراد ہین جہان سے حضرت عیسیٰ و داؤدؑ و سلیمانؑ والیاسؑ وغیرہ اولو العزم انبیاء مبعوث ہوئے اب خواہ تین سے دمشق کا پہاڑ مراد لو جیسا کہ کعب کا قول ہے اور ابن عباسؓ سے بھی اسی کے قریب قریب منقول ہے اور اسکے قریب ربیع اور ضحاک اور عکرمہ کا قول ہے خواہ بیت المقدس کے سلسلہ کوہ کو کہو جو زیتون کے سوا ہے اور زیتون تو بیت المقدس کا پہاڑ ہی جیسا کہ عکرمہ و کعب و قتادہ کہتے ہین اور طور سینا سے بالاتفاق وہ پہاڑ مراد ہے جہان حضرت موسیٰ پر تجلی ہوئی اور فاران کی جگہ ہذا البلد الامین فرمایا جس سے بالاتفاق مکہ معظمہ مراد ہے جو کوہ فاران پر آباد ہے چونکہ حضرت موسیٰ اور آنحضرت علیہ السلام ممتاز نبی ہین اسلیئے انکے مطلع الانوار مواضع کا جداگانہ نام لیا گیا اور یکے بعد دیگرے ترقی ہوتی گئی کیونکہ سب سے زیادہ مرتبہ مکہ معظمہ کا ہے وہین کے آفتاب نے تمام دنیا کو منور کر دیا -

ف بعض عرفاء فرماتے ہین تین سے شجرہ روح قدسیہ کیطرف اشارہ ہے اور زیتون سے شجرہ عقل قدسی کیطرف کہ اسکی روشنی پھیلتی ہے اور طور سینین سے عارف کے قلب کیطرف اور بلد امین سے محب کے سینہ کیطرف اشارہ ہے کہ جسمین بیشمار اسرار الٰہی امانت رکھے ہین بہر حال ان چیزونکی قسم کھا کر فرماتا ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کہ ہمنے انسان کو بڑے عمدہ انداز اور شان مین پیدا کیا ہے ۵ حق نے کھینچی ہے تری تصویر اپنے ہاتھ سے ۰ اسکے تناسب اجزا کو دیکھا جاوے تو عقل حیران رہجاتی ہے - ناک ہے تو کتنی اور کس موقع پر - آنکھین ہین تو کیسی اور کس موقع پر - بھوؤن اور پلکون کی خوبصورتی اس نرگسی آنکھ کا (جسکی سفیدی اور سیاہی کبھی

والتین والزیتون وطور سینین وہذا البلد الامین کہ قسم ہے انجیر اور زیتون اور طور سیناء اور اس شہر امین کی۔ طور سینا اور بلد امین تو بالاتفاق دو جگہ ہین۔ طور سینا، وہ پہاڑ ہے جہان حضرت موسے علیہ السلام کو شرف کلام باری حاصل ہوا اور بلد امین یعنی محفوظ یا امانت دار شہر مکہ ہے۔ یہ امن کا شہر ہے۔ جاہلیت مین بھی یہ شہر دار الامن رہا عرب مین باوجودیکہ اسلام سے پہلے باہمی وہ مار دھاڑ تھی کہ جسکی انتہا ہونہ تھی مگر مکہ مین کوئی اپنے دشمن سے دشمن کے ساتھ بھی تعرض نکرتا تھا اور اسلام مین بھی اسکی یہی سرمستانہ فی یاسست باقی رہی جو اسپر چڑھکر آیا غارت ہوا جس طرح اور شہرون پر آفات آئین اسپر کبھی نہین آئی یہ اپنے رہنے والونکا امانت دار ہے۔ اسمین بڑی وجہ امن ہونیکی یہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جو دنیا کے لیئے بڑی نعمت اور اسکی امانت تھے اسی شہر کے تفویض ہوئے تھے۔ ہرچند مشرکین آپکی ذات بابرکات کے فنا کرنے مین ساعی تھے مگر کسیکی کچھ بھی نہ چلی اس شہر نے یہ امانت بسلامت مدینہ منورہ کے سپرد کردی۔

مگر تین اور زیتون مین متعدد اقوال ہین (۱) اکثر علماء کا تو یہ قول ہے کہ تین سے انجیر کا درخت اور زیتون سے یہی زیتون کا درخت مراد ہے۔ پھر ان مین کیا شرف ہے جو ان کی حق سبحانہ نے قسم کھائی؟ علمائے کرام نے اسکے چند اسباب لکھے ہین اول یہ کہ انجیر کا عجب میوہ ہے جسمین نہ گٹھلی نہ پوست۔ پھر غذا بھی ہے اور بہت امراض کے لیئے دوا بھی۔ سریع الہضم جید الکیلوس والکیموس بلغم کو کم کرتا ہے بدن کو فربہ گردون کو ریگ وغیرہ سے پاک و صاف کرتا ہے اور کبد وطحال کے مسامات کھولتا ہے اورام کو تحلیل کرتا ہے اسکو انسان بے مشقت کھا سکتا ہے اسکے درخت مین نہ کانٹا ہے نہ بہت بلند ہے کہ پھل لینا مشکل ہو جاوے۔ اور اسمین بعنی اہل کمال سے پوری مشابہت بھی ہے کہ جس طرح وہ ظاہر و باطن مین یکسان ہین یہ بھی ظاہر و باطن مین یکسان ہے نہ چھلکا پھینکنے کے قابل نہ گٹھلی ڈالدینے کے لایق۔ دوم یہ کہ اہل کمال کیطرح یہ بھی لاف وگزاف سے مبرا ہے پھل اور پھولون کی بہار کا دعوی کرنے سے پہلے پھل ہی لے آتا ہے بخلاف اور درختون کے۔ اور سال مین کئی بار میوہ لاتا ہے اور ارزان بھی ہے بہرطور اسکو اہل کمال سے کمال مناسبت ہے اور اس سورہ مین اہل کمال کا حال ہے۔ اور اسیطرح زیتون کو بھی اہل کمال سے ظاہر و باطن مین کمال مشابہت ہے۔ زیتون کے فوائد بھی انجیر کی طرح بہت ہین اس کے سوا اسے زیتون مین ایک اور بات بھی ہے جو انجیر مین نہین وہ یہ کہ اسکے پھلون کا تیل علاوہ سیکڑون فوائد کے جلانے مین وہ روشنی صاف دیتا ہے کہ ایسی اور تیلون مین کم ہوتی ہے جس سے اہل کمال کی اس روشنی کیطرف اشارہ ہے کہ جو دنیا کے ہمراہ مین انکے ساتھ ہوتی ہے اور مرنے کے بعد قبر مین اور حشر مین اور پلصراط پر داہنے بائین دوڑتی چلیگی الغرض ان دونون مین ایک عمدہ خوبی ہے اور انکے لگانے اور پرورش کرنے مین بھی بڑی دقت نہین ہوتی بلکہ پہاڑون مین خود بخود پیدا ہو جاتے ہین یہی حال اہل کمال کا ہے کہ آفرینش سے انکی ذات مین صلاحیت رکھی ہوئی ہے چندان تربیت کی حاجت نہین برخلاف خار دار بے ثمر درختون کے کہ انکی کوئی لاکھ تربیت کرے پھر وہی کے وہی رہتے ہین (۲) قول یہ ہے کہ ان دونون سے دو مبارک شہر مراد ہین کعب کہتے ہین تین دمشق کا نام ہے۔ اور زیتون بیت المقدس کا۔ اور برکات ان دونون شہرونکے بسبب مولد و مسکن ہونے حضرات انبیاء علیہم السلام کے مشہور ہین جس سے اہل کمال کے پیدا ہونیکے مقامات کا ذکر کرکے ان اہل کمال کا یاد دلانا مقصود ہے (۳) قول یہ ہے کہ تین اور زیتون دو پہاڑون کے نام ہین۔

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝

کہ اسکے بعد تجھے قیامت کے معاملہ میں کون جھٹلاتا ہے گا — پھر کیا اللہ سب حاکموں سے زیادہ حاکم نہیں ؟ ضرور ہے

## ترکیب

فما استفہامیۃ ای ای شئی وفیل بمعنی من یکذبک الکاف مفعول یکذب وفاعلہ ضمیر یرجع الی ما والباء للسببیۃ فی بالدین والظرف متعلق بالفعل۔ اللہ فاعل لیس باحکم الحاکمین خبرہا۔ والاستفہام اذ ادخل علی النفی صار الکلام ایجابا وتقریرا۔ فما یکذبک الخ قال الفراء تقدیرہ فمن یکذبک یا محمد بعد ظہور ہذہ الدلائل بالدین۔ وقیل الخطاب للانسان والمعنی فما الذی یلجئک بعد ظہور الامر ایہا الانسان الی تکذیب الجزاء۔

## تفسیر

جب اے انسان تجھے یہ معلوم ہوگیا کہ حق نے تجھے عمدہ اور بہتر سے بہتر انداز اور شان میں پیدا کیا ہے اور پھر تیری حالت کو باعتبار ظاہر کے بھی ایسا پلٹا ہے کہ بوڑھا ہو جاتا ہے نہ آنکھوں میں نور رہتا ہے نہ چہرہ پر تازگی قد رعنا کمان کی طرح جھک جاتا ہے دانتوں کی لڑیاں ٹوٹ پڑتی ہیں بھاڑ سا پوپلا منہ کھلا برا معلوم ہوتا ہے اور بہت سے نقصان پیدا ہو جاتے ہیں سو ہیری و صد عیب چنین گفتہ اند۔ اور باطن میں بھی تغیر ہوتا ہے کہ یا تو فطرت سادہ تھی پھر برے کاموں سے بطلان اور کھوٹ ہو جاتا ہے پھر اس صنعت و قدرت و کمال کے دیکھنے کے بعد فما یکذبک بعد بالدین وہ کونسی دلیل اور کونسی وجہ تیرے پاس ہے جو تجھے دار آخرت کے انکار پر مجبور کر رہی ہے یا کہو اے نبی علیک السلام اس بیان اور ان حالات کے سننے کے بعد وہ کونسا انسان باطن ہے جو تمہیں قیامت اور اعمال کی جزا و سزا کے معاملہ میں جھٹلاویگا۔

اور اگر اسپر بھی باور نہیں الیس باحکم الحاکمین تو پھر کیا خدا تعالیٰ سب حاکموں سے زیادہ حاکم نہیں ؟ ضرور ہے۔ انکو تو سب مانتے ہیں اور عقل کی آنکھوں سے روز دیکھتے ہیں اسکے حکم سب پر نافذ ہوتے ہیں۔ بڑے بادشاہ کو دیکھو جسکے پاس لشکر اور خزانہ اور ملک اور حکماء و عقلاء سحر کار سب حاضر ہیں مگر وہ بھی جلیل و جبار کا زیر فرمان اسیطرح سے ہے کہ جسطرح ایک ادنیٰ فقیر و مفلس و بیکس۔ اس بادشاہ کے ذاتی تغیرات لڑکپن اور جوانی اور بے اختیار بڑھاپا اور پھر بیماری و تندرستی پھر موت اور اسکے اعزہ کی بیماری اور موت اسیطرح سے ہے کہ جسطرح غربا کی وہ بادشاہ ان میں سے ایک کو بھی ٹال نہیں سکتا پھر جب دنیاوی بادشاہ اپنی عدالت کا قائم کرنا لوازمہ سلطنت جانتے ہیں بدوں کو سزائیں دیتے ہیں خیر خواہان سلطنت اور فرمانبرداروں کو انعام عطا کرتے ہیں پھر کیا وہ سب سے بڑا حاکم اپنے نافرمانوں سرکشوں بندگان خدا پر ظلم و ستم کرنے والوں بدکاروں منکروں کو یوں ہی چھوڑ دیگا اور مطیع و فرمانبرداروں کی طاعت ضائع کردیگا ہرگز نہیں۔ اور دنیا تو اس جزا و سزا کا مقام نہیں کس لیے کہ یہ تو اخیر عمر تک دار العمل ہے پھر ضرور ہے کہ اور دوسرا جہان دار الجزاء ہو اور یہی مدعیٰ ہے یہ دوسری دلیل اثبات جزا و سزا پر تھی۔

ابو ہریرہ سے مرفوعاً منقول ہے کہ جب کوئی اس جملہ الیس اللہ الخ کو پڑھے تو کہے بلیٰ و انا علیٰ ذالک من الشاہدین کہ ضرور ہے اور میں بھی گواہ ہوں۔ روایت کیا اسکو ترمذی و ابن مردویہ وغیرہ نے۔ احناف کے نزدیک یہ جملہ نماز میں زبان سے نہ کہے صرف دل سے اور بیرون نماز کہے۔ اور آئمہ ہر جگہ کہنے کا حکم دیتے ہیں۔ اللہ اکبر

عاشق کو گمراہ کر رہی اور کبھی ہدایت پر لا رہی ہے ) اور کبھی حسن بڑھا رہی ہے - پھر ہاتھ - پاؤن ہین تو ایسے قد ہے کہ سرو کو شرما رہا ہے رخسار ونکی خوبی آفتاب و ماہتاب کو ماند کر رہی ہے - لال لب یاقوت بدخشان کو اور دندان مروارید عدن کی لڑی کو شرما رہے ہین اور حیوانات کے اور اسکو ملاکر دیکھا جائے تو قدرت حق کا تماشہ نظر آئے - پھر اُسکے باطن مین کیا کیا قوتیں عطا کین کہ اسکو قادر مرید سمیع و بصیر مدبر و حکیم دگو یا بنا دیا - گویا اپنے صفات عالیہ سے حصہ عطا کیا چنانچہ اس حدیث مین اسیطرف اشارہ ہے ان اللہ خلق آدم علی صورتہ کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا - کیونکہ حق سبحانہ شکل و صورت سے تو پاک ہے لیس کمثلہ شیٔ افمن یخلق کمن لا یخلق کہ اُسکی کوئی مثل نہین اور خالق مخلوق جیسا نہین پھر صفات ہی کیطرف اشارہ سمجھنا چاہیئے انسان باطنی لحاظ سے ایک عجیب مجموعہ ہے تمام عالم کا نمونہ ہے - سیکڑون دریا موج زن ہین - سیکڑون نہرین پڑی بہ رہی ہین سیکڑون بلند پہاڑ اسمین موجود ہین - آتش فشان مادّے بھی ہین - ہیبتناک پُر از ظلمات جہنم کے مشابہ عمیق گڑھے بھی ہین جن مین گر کر نکلنا مشکل ہے - بڑی بڑی پُر خار وادیان بھی ہیں جنکے بھولے کو خضر ہی رستہ بتادین تو بتادین - اب ان چار نہرون کو ہی دیکھئے کہ رات دن کس زور شور سے بہا کرتی ہین شہوت کی نہر غصہ کی نہر - طمع کی نہر - خیال کی نہر اگر یہ ٹھیک ٹھیک ہین تو خیر اور جو طغیانی پر آجائین تو پھر اسکے ڈوبے کبھی نہ اُبھرین - اسیطرح محبت و عشق کی نہرین - علم و ادراک ، کلیات و جزئیات مادیہ و معانی مجردہ کے دریا رواں ہین - قوی ملکوتیہ کے بلند پہاڑ ہین جنمین انجیر اور زیتون اُرکا کیا منفعت اور پر ثمر چیزین ہین اور قوی بہیمیہ کے پُر خار وادی اور ہیبتناک گڑھے بھی ہین جنمین سانپ بچھو اور زہریلے جانور رہا کرتے ہین اور اس عالم کبیر پر ظلمات کی رات اور انوار حق کا دن بھی آتا ہے اور تجلی ذات کا آفتاب اور نور روح کا ماہتاب اور انوار لطائف کے ستارے بھی چمکا کرتے ہین یہ تو اسکی فطری حالت ہے اب جس نے اسکی اصلاح کی اور اُن وادیون اور گندہ نہرون اور ظلمات سے بچنے مین کوشش کی وہ سعادت کے ملک کا بادشاہ بنگیا اور جس نے کوشش نہ کی بلکہ خود انہین کیطرف اُن کا سبزہ باغ دیکھکر جھک پڑا تو شقاوت کے عمیق گڑھے مین گرا جو نہایت نیچے ہے - اب ان دونون حالتونکی طرف ان جملون مین اشارہ ہوتا ہے ثم رددناہ اسفل سافلین کہ پھر ہمنے اُسکو اُسکے برے کرتوتونکے سبب نیچے کے درجہ مین پھینک دیا یا کہو گرا دیا - اور جسقدر سافلین ہین یعنی فروتر اور پست درجہ کے یہ اُن سے بھی فروتر ہوگیا اور حیوانات مین تحصیل کمالات کی استعداد نہ تھی اسلئے وہ فرد اور پست ہوئے مگر اس بدنصیب نے باوجود استعداد کے تحصیل کمالات مین کوشش نہ کی بلکہ نقص پیدا کرلیئے اسلیئے اب اُن سے بھی گیا گزرا ہوا (اسی) بات کی طرف لحاظ کرکے خداتعالے نے قرآن مین فرمایا ہے کہ یہ چارپایون کے مانند بلکہ اُن سے بھی بڑھکر گمراہ ہے - الغرض شیطان ہوگیا اور خبیثون مین مل گیا - یہ ایک حالت تھی اور دوسری حالت کیطرف اس استثنا مین اشارہ کرتا ہے الا الذین امنوا وعملوا الصالحات فلہم اجر غیر ممنون مگر وہ اس پستی سے مستثنا ہین جو ایمان لائے اور اچھے کام کیئے یعنی قوت نظریہ و عملیہ کو درست کرلیا وہ ملک سعادت کے بادشاہ ہین اُنکے لیئے بے انتہا اجر اور نیک بدلے ہین جیسا کہ بادشاہونکو ہر نعمت میسر ہے - اور یہ بھی معنے ہوسکتے ہین کہ انسان کو ہمنے نہایت خوشنما قالب مین ڈھالا عمدہ انداز پر بنایا - چڑھتی جوانی کی بہار قابل دید ہوتی ہے یہ اسکی ایک حالت ہوئی اب اسکی مرضی بغیر اپنے آسمانی حکم سے اسکی حالت علو کو پلٹا اور بڑھاپے کی پست تر حالت مین پہونچایا لیکن ایماندارون نیکون کو اسپر بھی دار آخرت مین ایک نئی زندگانی اور بلندی ہے جسکو اجر غیر ممنون سے تعبیر کیا

شان نزول

اس سورہ مبارکہ کے نازل ہونے کی کیفیت صحیح بخاری میں یوں مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچے خواب دکھائی دینے لگے۔ پھر جو کچھ خواب میں دیکھتے تھے وہی بات صبح کی روشنی کی طرح پیش آتی تھی اسکے بعد آپ کو خلوت نشینی کی طرف رغبت ہوگئی (کیونکہ ابتدا میں فراغ خاطر لوگوں کے ساتھ میل جول ترک کئے بغیر میسر نہیں آتا) پس آپ حراء پہاڑ کے ایک غار میں جاکر عبادت کیا کرتے تھے چند راتیں وہاں رہا کرتے پھر گھر میں آکر حضرت خدیجہ کے پاس سے کھانے پینے کا سامان لیجایا کرتے یہاں تک کہ آپ غار حرا میں تھے کہ فرشتہ وحی لیکر آیا اور کہا کہ پڑھ آپ نے فرمایا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ سو آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ مجھ کو فرشتہ نے پکڑ کر بھینچا اور یہاں تک دبایا کہ مجھ کو تکلیف ہوئی پھر مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا پڑھ میں نے کہا میں نہیں پڑھ سکتا۔ پھر دوبارہ مجھ کو پکڑ کر بھینچا زور سے پھر چھوڑ دیا اور کہا پڑھ میں نے کہا میں نہیں پڑھ سکتا پھر تیسری بار مجھے پکڑا اور بہت زور سے بھینچا پھر چھوڑ دیا اور کہا اقرأ باسم ربك الذي خلق۔ خلق الانسان من علق۔ اقرأ وربك الاكرم الذي علم بالقلم۔ علم الانسان ما لم يعلم۔ یہ پڑھ کر آپ گھر آئے اور آپ کا دل کانپتا تھا الخ

لوٹے یہ ہے پڑھ اور تیرا رب کریم ہے کہ جس نے قلم سے سکھایا الخ اور یہ پہلا پارہ جو نازل ہوا

نکتہ اول

اس واقعہ میں چند نکتے ہیں (۱) کمالات میں ترقی بتدریج ہوا کرتی ہے ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ کی طرف اور اسی طرح ماہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اول خواب یعنی رویائے صادقہ کے ذریعہ سے علم غیب کا افاضہ ہوا اور اس سے عالم غیب کی طرف توجہ حاصل ہونے کی رفتہ رفتہ عادت ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد ایک وقت خاص ترقی کا ہوا کہ عالم بیداری میں بحالت فراغ قلبی عالم ملکوت کا مشاہدہ ہونے لگا۔ اس لئے آپ کو خلوت و عزلت کا شوق ہوا اور آپ غار حراء میں جا بیٹھے۔ جب اس عرصہ میں آلائش بشریہ و کدورات بہیمیہ سے آئینہ باطن بالکل پاک و صاف ہو گیا تو عالم ملکوت کے بادشاہ ہیں۔ یہ ترقی کا تیسرا مرتبہ تھا

نکتہ دوم

(۲) یہ کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو پڑھنے کو کہا تو آپ نے تین بار یہ کیا کہا کہ میں پڑھ نہیں سکتا یا میں نہیں پڑھتا جو ما انا بقاری کا ترجمہ ہے۔ اس میں سر یہ ہے کہ گو آپ بھی صاحب کمال تھے اور جو وہ پڑھاتے تھے آپ کے نزدیک آسان تھا مگر جب ملکیت کبریٰ کا ظہور اتم ہوا اور عالم غیب کے علوم سامنے آئے تو انکا کمال اور فصاحت و بلاغت اسطرح لاشئے ہوگئی کہ جسطرح آفتاب کے سامنے ستاروں کے نور لاشئے ہو جاتے ہیں اور یہ آپ پر ایک بار عظیم معلوم ہونے لگا۔ اس لیئے جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو تین بار لیکر بھینچا اور یہ ایک قسم کی توجہ ہے

سلہ یہ پہاڑ مکہ سے منیٰ کیجانب تخمیناً دو میل دور ہے۔ اسی میں وہ غار ہے جہاں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم قبل نبوت خلوت گزین ہوتے تھے اور یہیں وحی کا آنا شروع ہوا اور سب سے اول سورۂ اقرء کی یہ آیات نازل ہوئیں ۱۲ منہ

سلہ یہ شبہ کرنا کہ اس سے پہلے آپ نے عیاناً جبرئیل کو دیکھا نہ تھا مگر جب وہ سورہ اقرء کی وحی لیکر غار حرا میں آئے اور آپ سے بار بار پڑھنے کی تاکید کرنے لگے تو آپ نے کیونکر پہچان لیا کہ یہ جبرئیل ہیں ممکن ہے کہ کوئی جن بھوت ہو) محض خام خیال ہے کس لیئے کہ جسکا ادراک باطن اس درجہ بڑھا ہوا ہے کہ اسکو عیاناً ملائکہ دکھائی دیتے لیکن اُسکے نزدیک ان کا پہچان لینا بعینہ ایسا ہے کہ جیسا دوپہر میں آفتاب کا پہچان لینا جہاں دلیل کی ضرورت نہیں ۱۲ منہ

## سورۂ اقرأ اس نام سے مکہ میں نازل ہوئی اس میں انیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ

اپنے رب کے نام سے پڑھو [illegible] انسان کو خون کی پھٹکی سے [illegible] اور تیرا رب بڑا کریم ہے [illegible] قلم کے ذریعہ سے علم دیا [illegible] وہ باتین کہ جو وہ نہ جانتا تھا۔

ترکیب

اقرء عند الجمہور بسکون الہمزۃ ہو امر من القراءۃ [illegible] بفتح الراء [illegible] الہمزۃ [illegible] للامر ومفعول اقرء محذوف [illegible] ای ما یوحی الیک۔ باسم ربک [illegible] محذوف [illegible] باسم ربک [illegible] قال ابو عبیدۃ الباء زائدۃ [illegible] والاسم صلۃ ایضاً والمعنی اذکر ربک [illegible] وقیل الباء [illegible] والمعنی اقرء باسم ربک [illegible] علی اسم اللہ [illegible] الذی الخ الجملۃ صفۃ لربک خلق الانسان الجملۃ [illegible] وہی الذی خلق [illegible] للانسان لما فیہ من بدیع الخلق وعجیب الصنع۔ من علق الجار متعلق بخلق [illegible] اسم الجامد واذا جری فہو المسفوح ولم یقل من نطفۃ او من علقۃ رعایۃً للفواصل اقرء تاکید وتقریر للاول وربک [illegible] الاکرم صفۃ۔ الذی موصول علم بالقلم صلتہ والجملۃ صفۃ ثانیۃ فالموصوف مع الصفات مبتدء علم الانسان الخ الجملۃ خبر والمبتدء مع الخبر جملۃ اسمیۃ وہی حال من ضمیر اقرء

تفسیر

یہ سورہ بھی بلاخلاف مکہ مین نازل ہوئی ہے۔ اور قرآن مین سے جو سب سے پہلے سورہ نازل ہوئی یہی ہے۔ اور یہی جمہور صحابہ وتابعین کا قول ہے۔ اور صحیح بخاری ومسلم وغیرہ کتب حدیث کی روایات صحیحہ اسی بات کو ثابت کر رہی ہین۔ اس کے بعد سورۂ فاتحہ پھر نون نازل ہوئی پھر مزمل پھر مدثر۔ اور اس بحث کو ہم مقدمہ تفسیر مین لکھ آئے ہین۔ اور اس مین انیس آیت ہین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ سب سے اول سورۂ فاتحہ نازل ہوئی۔ اور جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سب سے اول سورۂ مدثر نازل ہوئی سو یہ روایت اس قول کے مخالف نہین کس لیئے کہ سب سے اول اس سورۂ اقراء کی یہی پانچ آیات مالم یعلم تک نازل ہوئی تھین اور پھر تعلیم سوال اور نماز مین پڑھنے کے لیئے سورۂ فاتحہ نازل ہوئی اور پھر چھ مہینے تک وحی بند رہی پھر سب سے اول مدثر نازل ہوئی اور لگاتار قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا۔ پس حضرت علی رض جو سب سے اول الحمد کا نازل ہونا ارشاد فرماتے ہین وہ نماز اور تعلیم کے بارہ مین ہے اور جابر رض جو مدثر کو اول کہتے ہین اس لحاظ سے کہتے ہین کہ وحی بند ہونے کے بعد جو سب سے اول نازل ہوا وہ یہی سورۃ تھی۔

تاکہ کسی متعصب کو نکتہ چینی کا موقع نہ ملے۔ انجیل متی کے تیسرے باب کے اخیر میں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے اصطباغ پایا۔ یعنی اُنکے مرید ہوئے اور مریدی کی رسم ادا کی جو دریا میں غوطہ مارنا تھا اور جب دریا سے اوپر آیا تو اُسکے لئے آسمان کھل گیا اور روح خدا کی روح کبوتر کی مانند اُترتی اور اپنے اوپر آتے دیکھا اور آسمان سے آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے پھر چوتھے باب کے اول میں ہے تب عیسیٰ روح کے وسیلہ سے بیابان میں لائے گئے تاکہ انہیں شیطان آزمائے اور جب چالیس دن اور چالیس رات روزہ رکھ چکے آخر کو بھوکے ہوئے تب آزمایش کرنے والے نے اُن پاس آکے کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو کہہ کہ یہ پتھر روٹی بنجاوے۔ مسیح علیہ السلام نے جواب دیکر ٹالدیا پھر شیطان حضرت مسیح کو ہیکل یعنی بیت المقدس کے کنگورے پر چڑھا لے گیا اور کہا کہ اپنے آپ کو نیچے گرادے اگر سچا ہے تو فرشتے اُٹھالیں گے تجھیں ٹھیس بھی نہ لگے گی۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ کی آزمایش نکرنی چاہیئے تیسری بار پھر آزمایا کہ ایک بلند پہاڑ پر چڑھا کر دنیا کی ساری بادشاہتیں اور اُنکی شان و شوکت دکھا کر کہا اگر تو مجھے سجدہ کرے تو یہ سب کچھ تجھے دیدوں تب مسیح علیہ السلام نے فرمایا اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور اُس اکیلے کی بندگی کر۔ تب شیطان چھوڑ گیا اور مسیح علیہ السلام جلیل کو چلے گئے اور کفرناحوم میں جا رہے اور منادی کرنے لگے۔ انتہیٰ ملخصاً یہ تنزلی اُس ترقی سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی کم درجہ پر ہے۔ اول تو آنحضرت صلعم کسی کے مرید نہیں ہوئے نہ کسی کے ہاتھ سے اصطباغ پایا بلکہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے نہ کبوتر کی شکل میں آپ پر روح اُتری بلکہ عیاناً۔

حضرت موسیٰ کی بابت یہ ہے۔ تب آپ بکریوں کو بیابان کے ایک طرف ہانکدیا اور خدا کے پہاڑ حورب کے نزدیک آیا اُسوقت خداوند کا فرشتہ ایک بوٹے میں سے آگ کے شعلہ میں اُس پر ظاہر ہوا اُس نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک بوٹا آگ میں روشن ہے اور وہ جل نہیں جاتا تب موسیٰ نے کہا میں اب نزدیک جاؤں اور اِس بڑے منظر کو دیکھوں کہ یہ بوٹا کیوں نہیں جل جاتا۔ جب خداوند نے دیکھا کہ وہ نزدیک آیا تو خدا نے اُسے بوٹے کے اندر سے پکارا کہ اے موسیٰ نزدیک مت آ اپنے پاؤں سے جوتا اُتار کیونکہ یہ جگہ جہاں تو کھڑا ہے مقدس زمین ہے پھر اُس نے کہا کہ میں تیرے باپ کا خدا اور ابراہیم کا خدا اور اسحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا ہوں الخ۔ توریت سفر خروج باب ۳۔ یہاں حضرت موسیٰ پر خدا نے درخت میں سے تجلی کی مگر وہ تجلی جو غار حرا میں ہوئی تھی اِس سے کہیں بڑھکر تھی کس لیئے کہ وہاں کسی ناسوتی شکل میں تجلی نہ تھی اور بلاکیف تھی اور تجلی کے بعد ناموس اکبر عیاناً دکھلائی دیا۔ اسی فرق اور امتیاز کو خدا تعالیٰ سورۂ نجم میں اور دیگر سورتوں میں جتلاتا ہے کہ ولقد رآہ بالافق المبین فاستویٰ وہو بالافق الاعلیٰ ثم دنا فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ ما کذب الفواد ما رأیٰ افتمارونہ علیٰ ما یریٰ۔ کہ محمد نے جبرئیل کو آسمان کے کنارے پر عیاناً دیکھا۔ اور جبرئیل جبکہ بلند کنارے پر تھے سنبھلے اور نزدیک ہوتے گئے یہانتک کہ کمانوں کے فاصلے کے برابر یا اُس سے بھی کم قریب آکر ہمارے بندہ کو جو کچھ وحی کرنا تھا وحی کیا (سورۂ اقراء کی یہ آیات) اور محمد صلعم کے دل کو اطمینان ہو گیا۔ پھر کیا اے لوگو جو کچھ انہوں نے دیکھا اُس میں شک کرتے اور جھگڑتے ہو۔ رہا ورقہ کے پاس جانا یہ ایک انسانی فطرت کے باعث تھا۔ اور ورقہ جانتے تھے اس لیئے ایمان لے آئے۔

جسکو توجہ اتحادی کہتے ہین اسکے سبب وہ بارگران آسان ہوگیا اور جو پڑھایا پڑھنے لگے۔

واضح ہو کہ صوفیہ کرام کے نزدیک توجہ کی چار قسم ہین (اول) تاثیر انعکاسی اس مین کامل کا عکس مرید مین چمک جاتا ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسا کوئی عطر مل کر کسی مجلس مین آوے اور ہمنشینون کے دماغ مین اسکی خوشبو پہونچے مگر یہ اثر پائدار نہین اسکے اٹھ جانے سے اٹھ جاتا ہے بعد مین باقی نہین رہتا (دویم) تاثیر القائی کہ اپنا اثر مریدون پر ڈالدے۔ اور وہ جب تک کوئی مانع نہو قائم بھی رہتا۔ اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی چراغ جلا کر لاوے اور دوسرا اس سے اپنی بتی روشن کر لے سو یہ جب تک ہوا اور بارش وغیرہ کا صدمہ نہ پہونچے قائم رہیگی اور جسقدر اپنا تیل ہے اسی کی مقدار پر روشن رہیگی۔ یہ اول سے قوی ہے (سویم) تاثیر اصلاحی کہ مرشد اپنی روحانی طاقت سے مرید کے باطن کی اصلاح کرے اور امدادات جاری ہوجاوین اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسا کوئی کاریگر کسی حوض کی نالیون اور پانی کے آنے کی جگہ کو اور فوارہ کو صاف کردے اور پانی ڈالکر فوارہ کو روان کردے یہ اول سے بھی قوی ہے۔ لیکن یہ بھی اسوقت تک جاری ہے کہ جب تک حوض مین پانی ہے اور نیز جسقدر پانی آنے کی نالیون مین وسعت ہے اور جب تک ان نالیون مین بہت کا کوڑا کرکٹ نہین آیا ہے (چہارم) تاثیر اتحادی جو سب سے قوی تاثیر ہے اور وہ یہ کہ مرشد کامل اپنے روحانی زور سے مرید کو اپنے ضمن مین لیکر اپنی روح کو اسکی روح سے ایک کردے اور جو کچھ کمالات اسکی روح مین ہین وہ اسمین بھی آجاوین یہ سب سے اعلی تاثیر ہے اسمین بار بار استفادہ کی حاجت نہین رہتی۔ اور یہ کوئی محال بات نہین روحانی طاقتون کا تو کیا ذکر ہے۔ بعض پرند جانورون مین ایسی تاثیر ہے کہ وہ دوسرے چھوٹے جانور کو ایک مدت مین اپنا سا ہی کردیتے ہیں اور انکے توالد و تناسل کا یہی طریقہ ہے۔ یہ توجہ اتحادی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسول کریم پر کی تھی اور اس توجہ مین یہ کوئی ضرور نہین کہ ہمیشہ اتحاد ظاہری و باطنی باقی رہے (۲۷) یہ کہ اسکے بعد آپ پر ایک عجیب حالت طاری تھی کہ بدن کانپ رہا تھا اس حالت مین آپ گھر تشریف لائے اور آپکو بیوی خدیجہ رض محض اپنی محبت شوہری کے جوش مین اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لیگئین کہ ان کو یہ کیا بات پیش آئی ہرچند خود خدیجہ رض نے بھی تسلی بخش الفاظ کہے تھے کہ آپ غریب و بیکس کے چارہ ساز مہمان نواز حق پسند ہین آپ کو کوئی آسیب و آفت خدا نہین پہنچاویگا مگر پھر بمقتضائے محبت دل نہ مانا اور ورقہ پاس لیگئین۔ یہ ورقہ عیسوی مذہب کا عمر رسیدہ اور نیک شخص تھا تاکہ اس سے اصلی حال دریافت کرین۔ ورقہ نے سب قصہ سنکر کہا کہ یہ ناموس اکبر ہے جو حضرت موسی اور انبیاء اولوالعزم کے پاس آیا کرتا تھا کوئی خوف کی بات نہین اور کاش مین اسوقت جوان ہوتا اور جبکہ تیری قوم تجھے یہان سے نکالیگی تو مین مدد کرتا۔ آپنے فرمایا کیا میری قوم مجھے نکالدیگی۔ ورقہ نے کہا ایسا کون نبی ہے کہ جسکے ساتھ اسکی قوم نے ایسا نہین کیا۔ پھر چند روز کے بعد ورقہ مرگیا اس لئے آنے مین یہ حکمت تھی کہ کوئی یہ خیال نکرے کہ یہ غار کا قصہ بناوٹی ہے بلکہ اسکے آثار ظاہر جسم پر لوگون نے دیکھ لیئے۔ اور ورقہ بھی حضرت پر ایمان لانیکے بعد چند روز مین مرگئے تاکہ کوئی یہ گمان نکرے کہ یہ شریعت و احکام ورقہ سے سیکھے تھے۔

(اب مین) اس مقام پر حضرت عیسی و موسی علیہم السلام کی ابتدائی حالت اہل کتاب کی مسلم کتابون سے دکھلاکر موازنہ کرتا ہون

اسلیئے کمال پر پہونچکر جبرئیل سے بھی بڑھ گئے۔ اور اسی بات کیطرف باسم ربک الذی میں اشارہ ہو کیونکہ یہ انکشاف علوم اسم ربک کی برکت تھی اول اسم ربک فرمایا تاکہ رب کی شان ربوبیت جسمیں تعلیم علوم بھی ہے اپنے اندر غور کرنے سے ظاہر ہو جاوے یہ ستنبۃ النفس ہے اسکے بعد آفاق کیطرف متوجہ کرنے کے لیئے فرماتا ہے الذی خلق کہ جس نے تمام مخلوق کو بنایا۔ اپنی ذات میں ربوبیت کا جلوہ دیکھنے کے بعد کائنات میں سے ظاہر اور باطن میں کیا کیا صنعتیں صرف کی ہیں اور پھر کسطرح ہر لحظہ انکی تکمیل کے اسباب بہم پہونچا رہا ہے مخلوق میں غور کرنے سے اور بھی حیرت ہوتی ہے اور مخلوق میں سے انسان سب سے زیادہ نمونہ ربوبیت ہے اسلیئے اسکے بعد فرمایا خلق الانسان من علق وہ رب کہ جسنے انسان کو جونک کے لوتھڑے سے بنایا۔ علق علقہ کی جمع ہے جسکے معنے ہیں خون بستہ۔ مختلف غذاؤں نے ہضم کے بعد جسم میں ایک نیا رنگ بدلا اور سب کا عطر کھنچکر ایک دوسرا جوہر سا رہا جسکو منی کہتے ہیں جسمیں جملہ کمالات جو تدریجاً ظاہر ہونگے ودیعت رکھے ہوئے ہیں یہ پہلا استحالہ یا اول ترقی تھی اسکے بعد جب وہ منی عورت کے رحم میں جاتی ہے تو چند روز کے بعد خون بستہ ہو جاتی ہے یہ دوسرا استحالہ ہوا۔ پھر یہ خون چند روز کے بعد ترقی کرکے گوشت کا لوتھڑا سا بنجاتا ہے اسکو مضغہ کہتے ہیں یہ تیسرا استحالہ ہوا۔ اب صناع حقیقی اسمیں سے مختلف اجزا ہاتھ پاؤں سر دل وغیرہ نمودار کرتا ہے اور ہر ایک عضو کی خاصیتیں اُسمیں پیدا کرتا ہے اب منی کے اندر جو کمالات ودیعت تھے خوب ظاہر ہونے لگے اب ایک ہی مادہ سے مختلف اجزا بنانا اور ان میں یہ حیرت انگیز نقاشی کرنا کیا طبیعت بے شعور بے تمیز کا فعل ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر کیا ماں باپ کی کاریگری ہے ہرگز نہیں انکو تو خبر بھی نہیں کہ اندر کیا ہو رہا ہے اور ابتک بھی جو جو مصلحتیں اور حکمتیں اُسکے اعضا میں رکھی ہیں اُنکی بھی سمجھ نہیں ہے بڑے بڑے اطباء عاجز ہیں قدرت کے بنائے ہوئے اعضاء میں کوئی جوڑ نہیں لگا سکتے اور نہ کسی میں کوئی زائد قوت رکھ سکتے ہیں پھر ماں باپ بے علم کو کیا خبر پھر یہ کون کاریگر ہے اور کسکے مبارک ہاتھ اس اندھیری کوٹھری میں یہ حیرت بخش کاریگری کرتے ہیں؟ اُسی قادر مطلق اور حکیم برحق کے۔ یہ چوتھا استحالہ تھا۔
اسکے بعد اُسمیں حیات یعنی جان ڈالی جاتی ہے اور وہیں اُسکے تغذیہ و تنمیہ کے سامان وہ رب حقیقی مہیا کرتا ہے اور رحم ہی میں یہ پورے انسان بنجاتے ہیں یہ پانچواں استحالہ تھا۔ الغرض جب وہ منی اتنی الٹی پلٹیوں کے بعد انسان ہو جاتی ہے اور حضرت انسان رحم سے باہر آتے ہیں تب اُسپر ربوبیت کا اظہار یوں ہوتا ہے کہ اول تو اُسی جسم میں سے اُسکے لیئے غذا تیار کی۔ ماں کی پستانوں میں دودھ پیدا کیا اس مرتبہ میں اس سے بڑھکر نہ کوئی غذا مفید ہے نہ آسان ہے پھر اُسکو بھی دودھ پینا اور منہ سے چوسنا سکھایا جب اس عرصہ میں اُسکی اور بھی تکمیل ہو گئی اور اُسکے جسم میں دوسری غذا کیلئے قابلیت پیدا ہو گئی دانت نکل آئے معدہ میں قوت آگئی دودھ چھڑ کر ہضم کرنیکا سامان بھی بہم پہنچگیا تو دنیا بھر کا الوان نعمت سے بھرا ہوا دستر خوان اُسکے لیئے بچھا دیا گیا اب جو چاہیں کھائیں جو چاہیں پئیں۔ اب بولنے بھی لگے حس ادراک بھی کرنے لگے اور اس میدان میں ترقی کرتے چلے یہانتک کہ عقل ہیولانی کے تنگ دائرہ سے نکلکر عقل بالفعل اور عقل کل تک جا پہونچے اب تو زمین و آسمان کے قلابے ملانے لگے۔ ان جملہ مراتب کو لحاظ کرے تو اُسکی شان ربوبیت کا کامل جلوہ نظر آنے لگے اور یہ بھی جان لے کہ اُسکی ربوبیت کا سلسلہ یہیں تک ختم نہیں ہو بلکہ ایک دوسرے عالم تک جاتا ہے جسکے لیئے علوم روحانیہ پڑھائے جاتے ہیں۔
ف منی کے مادہ کا ذکر چھوڑ کر خون بستہ کا ذکر کرنا اسوجہ سے ہوگا کہ ماں کے رحم میں آکر خون بستہ ہو جانا اول استحالہ ہے اور یہیں سے انسان کی عمارت شروع ہوتی ہے اور نیز عمارت تمام ہونیکے بعد بھی خون ہی کے زور پر قائم رہتی ہے اسی سے اجزاء تحلیل شدہ پھر تیار ہوتے جاتے ہیں اور اسی سے روح نفسانی و حیوانی و طبعی بنتی ہے وہ ہی روح انسانی یعنی نفس ناطقہ کا مرکب ہو بھلا کوئی کاریگر کسی مادہ سے ایسا خون بناکر تو دکھا دے

اب ہم آیات کی تفسیر کرتے ہیں۔ اقرأ باسم ربک کہ اے نبی پڑھ اپنے رب کے نام سے۔ اسکے دو معنی ہیں اول یہ کہ با اسم میں زائدہے
تب معنی ہونگے کہ پڑھ اپنے رب کا نام یعنی اسکو یاد کر۔ اور اسم کا لفظ اس مقام میں اسلیئے آیا کہ ذات حق کا ادراک ایسی حالت میں بغیر ملاحظہ صفات کے
رسائی نہیں اور اسم میں صفات کا ملاحظہ ہوتا ہے اور اسیلئے اسکے بعد منجملہ اور صفات کے صفت الذی خلق ذکر کی یعنی وہ جو پیدا کرتا ہے اور اسمیں
شان ربوبیت بھی جلوہ گر ہے جو اول میں باسم ربک میں ظاہر کی گئی ہے اور اسیلئے باسم اللہ نہ کہا بلکہ باسم ربک فرمایا تاکہ ذات بحت کا ملاحظہ
ابتدا میں شاق ہو۔ اور نیز ربک کے لفظ میں تسلی بھی ہے کہ کسی اجنبی کے نام یاد کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا بلکہ تمہارے اس خالق کا کہ جسنے
ابتک تمہاری ظاہری اور باطنی پرورش کی اور کرتا ہے اور کریگا اور یہ اسکی صفت ربوبیت ہی کا تقاضا ہے کہ تمکو تعلیم دیکر دیگر
مخلوق کا ہادی بنانا چاہتا ہے۔ رب کا نام پڑھنا یعنی اسکا ذکر کرنا۔ عام ہے کہ زبان سے ہو یا دل سے اور ہو بے تعداد یا مخصوص تعداد
مگر اصل مقصود اس صفت کا استغراق اور مراقبہ ہے تاکہ اس ... اور اس اسم سے اسکے جمال
با کمال کا نظارہ کرے۔ اور ... جملہ صفات باری ... کا ... قدر ... کل مخلوق کو فطرتاً
وابستگی ہے اسقدر اور سے نہیں کیونکہ اول تو اسکا مشاہدہ ہر دم کرتا ہے کسی دلیل و برہان یا کسی کے اظہار و بیان پر موقوف
نہیں جسقدر جسکو ادراک ہے اسیقدر وہ اپنے اندر اسکی شان پرورش کو ملاحظہ کرتا ہے ... اور مخلوق اور خالق
میں رابطہ ہے اسکا بھی کامل اظہار ہے۔ انسانی محاورے میں لفظ رب کی جگہ کبھی پیارے باپ کا لفظ استعمال ہوتا ہے کس لیئے
کہ باپ میں بھی اپنے بچہ کے لیئے ربوبیت کا ایک جلوہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسی لحاظ سے خدا تعالیٰ پر اس لفظ کا استعمال کیا
اور اسے میرے رب کی جگہ اے میرے باپ کہا مگر انکے بعد عیسائیوں نے یہی سمجھ لیا کہ دراصل حضرت عیسیٰ خدا تعالیٰ کے بیٹے اور وہ انکا باپ ہے
(اور یہ بھی معنے ہیں) کہ ب باسم ربک میں استعانت کے لیئے ہے جیسا کہ کتبت بالقلم میں۔ اس تقدیر پر یہ معنی ہونگے کہ پڑھ
اپنے رب کے نام کی مدد سے۔ کیا پڑھ؟ قرآن یا یوں کہو کہ جو کچھ تجھے سنایا جاوے اور جو کچھ تجھ پر وحی کیا جاوے۔

**ف** ہرچند حضرات انبیاء علیہم السلام خصوصاً سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم ازل ہی میں پڑہائے جاتے ہیں اور مدرسہ
الٰہی میں اعلے درجہ کی تعلیم پاکر دنیا میں مخلوق کو پڑہانے اور سدہارنے آتے ہیں مگر ظہور انکا اس عالم میں پیکر انسانی میں
ہوتا ہے تاکہ اس مجانست سے بنی نوع انسانی بآسانی تعلیم پاسکیں اور پیکر انسانی یہی خاک و آب وغیرہ عالم ناسوت کے کثیف
اجزاء ہیں جنکی خاصیت جہل اور نسیان اور لذات حسیہ پر فریفتگی ہے اس لیئے آنحضرت صلعم کے دل کو بلوغ سے پہلے ہی سینہ چاک
کرکے آب قدس سے دھویا گیا تھا تاکہ لذات حسیہ کی فریفتگی اور جملہ تلویثات دور ہوجاویں۔ اور بلوغ کے بعد ایک دوسرا عالم
شروع ہوتا ہے اس لیئے بعد بلوغ بھی قلب مبارک کو آب قدس سے دھویا تاکہ تمامی خصائص ہیولانیت سے پاک اور مبرا ہوں
پھر جب عالم ناسوتی میں عہدۂ رسالت کبریٰ عطا ہوا تو جبرئیل نے عیاناً غار حرا میں وہ کچھ پڑہایا کہ اولین و آخرین کے جملہ علوم آپکے
بحر علوم کا ایک قطرہ ہوگئے اور ایسا پڑہایا کہ آپنے اندھوں کی آنکھیں کھولدیں دلوں کے حجاب اٹھادیئے مردہ اجسام میں نئی روح پھونکدی جہلا کو
علوم کا چشمہ بنادیا کما قال تعالیٰ یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ۔ اور دراصل پڑہانے والا اللہ تعالیٰ تھا جبرئیل ایک واسطہ رسائی تھی

كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ ۝ أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ ۝ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰ ۝ أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ۝ عَبْدًا

بیشک انسان [illegible] کرتا ہے اسلئے کہ اسنے آپکو بے پرواہ [illegible] تیرے رب ہی کے پاس جانا ہے [illegible] جو بندہ کو

إِذَا صَلَّىٰ ۝ أَرَأَيْتَ إِن كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ ۝ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ ۝ أَرَأَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۝ أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ

[illegible] اگر وہ راہ پر ہوتا [illegible] پرہیزگاری کی [illegible] اگر جھٹلایا [illegible] اور منہ موڑا [illegible] کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ [illegible]

[illegible] (۱) [illegible] الله [illegible] الابد [illegible] کلا ردا لمن [illegible]

(۲) [illegible] (۳) [illegible] الا [illegible]

[illegible] علیها ان رآه [illegible] قال الاخفش [illegible] لان رآه [illegible] اللام [illegible]

[illegible] مفعول [illegible]

[illegible] وذلك من خواص [illegible] فالمفعول الاول [illegible] رآه والثانی [illegible]

[illegible] والرجعی علی وزن فعلی [illegible] فی المواضع الثلثة [illegible]

[illegible] والخطاب لکل من [illegible] الضمیر [illegible]

[illegible] الموصول [illegible] اذا صلی متعلق [illegible] والموصول مع [illegible]

[illegible] ان كان على الهدی معطوف علیه او امر بالتقوی معطوف) مفعوله الثانی

وجواب الشرط محذوف [illegible] بدل [illegible] قوله الم یعلم الخ وارأیت الثانی زائدۃ مکررۃ للتوکید ارأیت الثالث مفعوله

الاول محذوف ان کذب وتولی شرط الم یعلم الخ جوابه والشرط مع الجواب مفعوله الثانی فان قلت کیف

صح ان یکون الم یعلم جوابا للشرط قلت کما صح فی قولک ان احسن الیک زید هل تحسن الیه - الکشاف -

## تفسیر

کیا شکرگزاری اور نیازمندی کرتا ہے یا سرکشی اسکا بیان ان آیات میں ہے - کلا نہیں نہیں انسان شکرگزاری نہیں کرتا بلکہ ان الانسان لیطغی انسان سرکشی کرتا ہے - اور یہ کس لیے کرتا ہو ان رآہ استغنی کہ وہ اب اپنے آپ کو اس منعم کا محتاج اور دست نگر نہیں سمجھتا جانتا ہے کہ اب مجھے کیا پروا ہے مجھ میں زور ہے تو ایسا میرے پاس مال و اسباب ہے تو یہ کچھ - اور مجھے علم و عقل ہے تو یہ کچھ بلکے تمام حیوانات میرے غلام - اور عناصر میرے خدمت گار ہیں - میں بجلی کی طاقت کو بس میں لاکر تار کے ذریعہ سے پل بھر میں سیکڑوں کوس اپنا مضمون پہونچا سکتا ہوں میرا الہام بھی کچھ کم نہیں - کہربائی

مضامین مذکورہ بالا جو شان ربوبیت یاد دلاتے ہیں ذکر فرما کر پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اقرء پڑھ یہ کلمہ تاکید کے لیئے دوبارہ استعمال کیا۔

**ف** مفسرین نے اس کلمہ کے دوبارہ آنے کی بہت سی حکمتیں بتائی ہیں از انجملہ یہ ہے کہ اول بار جو اقرء فرمایا تھا اس سے مراد خود کا پڑھنا تھا کس لیئے کہ آپ پڑھے ہوئے نہ تھے بلکہ امی تھے پھر جب تک کہ پہلے آپ کو نہ پڑھایا جاوے تب تک آپ اوروں کو پڑھا سکتے تھے اس لیئے اسکے بعد دوسرا اقرء فرمایا کہ اب آپ لوگوں کو پڑھائیں آپ ہی استاد الکل فی الکل ہیں یہ دستار فضیلت آپ ہی کے سر مبارک پر قضا و قدر کے ہاتھوں نے باندھی ہے از انجملہ یہ ہے کہ اقرء اول سے علوم باطنیہ کے پڑھنے کی طرف اشارہ ہے اور اقرء ثانیہ سے علوم ظاہرہ کی طرف یا برعکس۔ از انجملہ یہ کہ اقرء اول کی اقرء دوم تاکید ہے جیسا کہ کہتے ہیں پڑھ پڑھ اور یہ اس لیئے کہ آپ نے بھی کئی بار انکار ما انا بقاری کہکر کیا تھا

یہ پڑھانا پڑھنے والے کے لیئے ایک بڑا بھاری کام ہے بغیر مدد غیبی کے ہو نہیں سکتا اسلیے مدد غیبی کا بھروسا دلانے کے لیئے اسکے بعد یہ بھی فرما دیا وربک الاکرم کہ تیرا رب بڑا کریم ہے اُسکے کرم اور فضل پر بھروسہ رکھو اُسکا کرم اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ضرور تمہاری دستگیری کریگا اور یہ بھاری کام تمہارے لیئے آسان ہو جاویگا۔ اور اُسکے کرم کا یہ ثبوت ہے کہ الذی علم بالقلم جس نے انسان کو قلم یعنی لکھنا سکھایا وہ مطالب جو ذہن میں ہوتے ہیں قلم کے ذریعہ سے کاغذ پر ثبت ہو جاتے ہیں جنکو لکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے اور بھولی بات کو لکھی دیکھکر یاد کر لیتا ہے اور دوسرا شخص بھی گو سیکڑوں ہزاروں برس گزر گئے ہوں مگر لکھی ہوئی بات کو سمجھ لیتا ہے اور ایک کے سینہ کا مضمون دوسرے کے سینہ میں منتقل ہو جاتا ہے قلم پر نہ صرف سلطنت تجارت حرفت کا دارومدار ہے بلکہ دینی امور بھی قلم کے ذریعہ سے آیندہ نسلوں تک بحفاظت پہونچتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کی کتابیں اور اُنکے علوم اور اسیطرح اولیاء کرام کے فیوض و برکات جو پچھلوں کو پہونچے اور پہونچ رہے ہیں قلم ہی کے ذریعہ سے اسلیئے قلم کے محامد میں لوگوں نے بہت کچھ عمدہ مضامین لکھے ہیں۔

اور دوسرا ثبوت اُسکے کرم کا یہ ہے کہ علم الانسان مالم یعلم کہ انسان کو جسکی حقیقت بیان ہو چکی ہے کہ وہ خون کی ایک پھٹکی سے بنا ہے وہ وہ چیزیں سکھائیں کہ جنکو وہ جانتا نہ تھا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کو اسرار غیب بتائے بندوں کی نجات اور دنیاوی انتظام کے قانون سکھائے عرفاء کو مواجید و اشواق کے رستے بتائے ذات و صفات کے علوم عطا کئے حکماء کو صدہا علوم اور علوم کے اصول سکھائے جن سے انہوں نے دنیا میں وہ وہ عجائب فنون ایجاد و اختراع کیے جو حیرت بخش ہیں عام ہے کہ قلم کے ذریعہ سے یا خود اسکے دل میں القاء کیے ہیں۔ ان آیات میں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ تعلیم الٰہی کے دو طریقے ہیں ایک تعلیم قلم یعنی تعلیم کتابی یہ کسی دوسرے کا فیض ہوتا ہے جو پڑھنے والے کو حاصل ہوا کرتا ہے۔ دوم تعلیم روحانی یا لدنی جو وحی و الہام کے ذریعہ سے انبیاء کو ہوتی اور قرآن تعلیم لدنی ہے اور یہ قلم کے ذریعہ سے پچھلوں تک متوارث ہوتا رہیگا۔ بعض عرفاء فرماتے ہیں کہ قلم سے مراد قلم اعلیٰ ہے یعنی روح اعظم جو واسطہ ہے علوم غیبیہ کا۔ اسکے ذریعہ سے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو جانتا نہ تھا۔ **ف** انسان کو جن وسائل سے علم آتا ہے بہت سے ہیں از انجملہ قلم ہے جسکا ذکر ہوا از انجملہ حواس ظاہرہ و باطنہ ہیں یہ جزئیات مادیات کے علم میں کام آتے ہیں از انجملہ استدلال و نظر و فکر ہے جو چند معلومات کے مرتب کرنے سے مجہول چیز معلوم ہو جاتی ہے از انجملہ کشف ہے۔ از انجملہ رویاء صادقہ ہیں از انجملہ وحی و الہام ہے۔ نجوم و رمل و جفر علم معین الیقین کے ذرائع نہیں ان سے جو حاصل ہوتا ہے وہ ظن ہے اور وہ کارآمد نہیں۔ اب ان بے انتہا نعمتوں کے بدلہ میں انسان اپنے منعم سے کیا کرتا ہے۔

کسطرف رجوع کرنا ہر ایک پھر کر اسی کیطرف آنا ہوتا ہے ۔ اسکے دو معنی ہیں اول یہ کہ موت سے تو کسیکو بھی انکار نہیں
جن علوم اور سامانوں نے یہ کچھ ایجاد و اختراع کئے ہیں آخر وہ بھی اپنی صحت اور جوانی کی بقا کی کوئی تدبیر نہیں کر سکے
دیکھتے ہیں کہ عمر رواں ہاتھ سے چلی جا رہی ہے تندرستی اور جوانی کا قافلہ لٹ رہا ہے بیکسی بعد و بگڑا [illegible] حکم فوری
مواجبہ [illegible] چلے جاتے ہیں آخر ایک روز یہ سب کچھ چھوڑ کے دعوے کرنیوالا بھی چلد بیٹھ جاتا ہے حس و حرکت ہو کر
گر پڑتا ہے اور اسکی روح خدا کے پاس جاتی ہے پھر اپنے کئے کا بدلا پاتی ہے ۔ دوسرے یہ کہ باوجود ان نعمتوں اور ان علوم کے
جو اسکو خدا نے تعلیم کئے اور جن پر وہ سرکشی کرنے لگا اور گھمنڈ سے اکڑ بیٹھا جب آنکو اسکی کوئی تدبیر بگڑتی ہے تو پھر خدا ہی سوجھتا ہے
زمانہ حال کے لوگ [illegible] جب انکا جہاز سمندر کے طوفان میں پھنستا ہے اور علم و تدابیر سے عاجز آجاتا ہے تو خدا ہی سوجھتا ہے
اسی طرح [illegible] جنگ پر ناز تھا شکست کھاتا ہے اور کوئی تدبیر نہیں پڑتی تو خدا ہی کی طرف دل دوڑتا ہے
[illegible] جو اعجاز [illegible] کے مدعی ہیں تدبیر بگڑتی ہے اور کچھ بن نہیں آتی تو [illegible]
[illegible] اگر غور سے دیکھا جاوے [illegible] تمام تدابیر اور [illegible]
[illegible] اور کچھ نہیں ہو سکتا [illegible]
[illegible] اندرونی آنکھیں [illegible] دل [illegible] رجوع کرتے
ہیں [illegible]
[illegible] گمراہ ازلی ہیں اور بالکل بہرہ باطن ہیں اور بہائم سے زیادہ آن میں باطنی [illegible] ادراک نہیں وہ
[illegible] رجوع الی اللہ کی حالت [illegible] دل [illegible] رجوع نہیں ہوتے اور اسی گمراہی [illegible]
[illegible] سرکشی کی ایک حرکت [illegible] ارءیت الذی ینھی عبدا اذا صلی [illegible] کو نماز [illegible]
[illegible] کو نماز اور [illegible] اللہ سے روکتا ہے ۔ آپ [illegible] اٹھا ہی [illegible]
کو [illegible] روکتا ہے [illegible] سرکشی کا کمال درجہ ہے ۔ ابو جہل لعین نے بھی ایسا ہی رسول کریم صلے اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ کیا [illegible] آپ نماز پڑھ رہے تھے پیچھے سے آکر گلے میں پٹکا ڈالکر اس زور سے کھینچا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں نکل آئیں ۔ اور کہا کہ اگر پھر کبھی تجھے کعبہ میں نماز پڑھتے دیکھوں گا تو گردن توڑ دونگا
اور بلال جو غلام تھے سب تک اسکی ملک میں تھے آنکو بھی نماز سے روکتا تھا ۔ اسوجہ سے مفسرین نے کہدیا
کہ یہ آیات ابو جہل کے حق میں نازل ہوئی ہیں ۔

ف نماز سے روکنے سے وہی روکنا مراد ہے جو عبادت الٰہی کا مخالف بنکر روکے ورنہ بقاعدہ اگر کوئی نماز
پڑھے جیسا کہ اوقات مکروہ میں یا غصب کی زمین میں یا فرائض و سنن کے علاوہ اور زیادہ نوافل میں نوکر یا بیوی
مصروف ہو کر حرج کار کرے تو یہ روکنا وہ روکنا نہیں ۔

طاقتون سے وہ وہ حیرت انگیز کام کرسکتا ہون کہ جو کوئی اور نہین کرسکتا - انجرات مائیہ کے زور سے ہزارون من بوجھ
کھینچنے والی تیز چلنے والی ریل بنا سکتا ہون بخارات کو بس مین کرکے کیسی کیسی مشینین چلاسکتا ہون سمندر کے سفر کیلئے
مین نے اپنے علم اور عقل سے وہ وہ سامان بہم پہنچائے کہ سمندر پر میری حکومت ہوگئی - اور انسانی علاج مین مین نے وہ وہ
نسخے بہم پہونچائے کہ جسکو دیکھکر حیرت ہوجاوے - مین ہڈی کی جگہ اور ہڈی لگا سکتا ہون اور بدن مین حلق جدید
پیدا کرکے قوی کرسکتا ہون - مین نے بارش کی حقیقت معلوم کرلی - اب جب چاہون چند گولے چھوڑدون انکے انجرات
اوپر کو جاکر بادل بنجائین اور پانی برسنے لگے - مین بجلی بنا سکتا ہون نوشادر اور جست اور تانبے کو تیزاب
سے ملادون تو وہی کڑک وہی چمک ہونے لگے - اب مین آسمان کی طرف بھی غبارہ مین بیٹھکر اڑنے لگا ہون
مین نے وہ وہ دوربینین ایجاد کی ہین کہ جن سے عالم غیب کا مشاہدہ ہوجاتا ہے - لاکھون کوس کے ستارے
میرے سامنے آجاتے ہین وہان کی چیزین چھپی ہوئی دکھائی دیتی ہین - مین نے معاش مین وہ وہ کار آمد چیزین
ایجاد کی ہین اور وہ وہ پرلطف مکان بنانے جانتا ہون کہ کوئی کیا بنائیگا - وہ وہ باجے ایجاد کئے ہین
کہ چابی دینے سے خود بخود گھڑیون بجتے ہین اور سننے والے کو محو کردیتے ہین ، ہماری کرسی کا فرش یعنی سامان
کچھ جنت کے سامانون سے کم نہین - ابھی مین بہت سی چیزون کی تحقیق مین سرگرم ہون پھر دیکھئے کیا کیا ہوتا
ہون - خدا خدا ایسے کہان ہے یہ کوئی وہم ہین خود بین یا اور کسی آلہ سے ہم تو دیکھا نہین [illegible] کہتا ہے
یہ ایک انسان کا خیال ہے جو پشت در پشت چلا آیا ہے عالم اجسام مادہ کے سبب موجود ہے - آپ ہی چیزین
بگڑتی بنتی ہین - جیسا کہ دریا کے جوش مین پانی کے بلبلے اٹھتے اور بیٹھ جاتے ہین - مرنے کے بعد کس نے روح
کو دیکھا ہے وہ تو قطعا مرجاتی ہے - پھر آخرت اور ثواب وعذاب کا جھگڑا محض ہوشیار مردون نے لوگون کے ڈرانے کیلئے
ڈرانے کے لئے بنالیا ہے اور اس بغیر انکا کام بھی نہین چلتا تھا - بہت وہ انسان ہے جو [illegible] کی سرکوبی جسنے اس
خون کی بوند کو انسان بنایا اور یہ کچھ سکھایا آج اس سے اکڑتا ہے اور یہ سرکشی کے قدر حرانہ [illegible] سے چلی آتی ہے مکہ
کے کافر اور مشرک اپنے حوصلہ کے موافق کرتے تھے آجکل جو علوم جدیدہ اور نیا فلاسفہ پھیلا یا اور عمدہ عمدہ سامان معاش
بہم پہنچے تو صاف صاف بغاوت کی ٹھہرادی حالانکہ ابھی تو اس سلسلہ تمام کو لاکھوان حصہ بھی نہین بتایا ہے یہ خود جانتا
کہ فلسفہ حال اور اسکی تحقیق کسی حد پر جاکر ٹھہر نہین گئی ہے ہر روز اور ہر سال نئی نئی باتین معلوم ہوتی جاتی ہین
جن باتون کا اگلے سال یقین تھا اب انکو غلط بتایا جاتا ہے - الغرض جن جن نعمتون پر شکر کرنا چاہئے تھا
انہین پر اکڑنے لگا - کوئی حسن پر کوئی حسب ونسب پر - کوئی مال وجاہ پر کوئی علم وذہن پر کوئی اولاد ولشکر
وتخت پر - بعض مفسرین انسان سے مراد آیت مین خاص انسان لیتے ہین - مکہ کے کفار ابوجہل وغیرہ
اس بیان کے بعد انسانی سرکشی کو باطل کرتا ہے - فقال ان الی ربک الرجعی کہ بیشک تیرے رب

كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ

خبردار اگر وہ باز نہ آیا۔ تو ہم اسکی لٹ پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ جو جھوٹا اور گنہگار ہے۔ سو اسے اپنے حمایتیوں کو بلا لے ہم بھی اپنے پیادے بلائیں گے

كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِب ۩

خبردار۔ اسکا کہنا مانیو اور سجدہ کرو اور نزدیک ہو جاؤ

## ترکیب

کلا۔ زجر للناہی عن الصلوٰۃ والخیرات۔ لئن شرطیہ واللام موطئۃ للقسم ای واللہ لئن لم ینتہ عما ہو علیہ [illegible] لنسفعا الخ جواب الشرط۔ واصلہ لنسفعن۔ صیغۃ جمع المتکلم مع لام التاکید ونون الخفیفۃ للتاکید۔ السفع الجذب [illegible] (کشیدن) یقال سفع یسفع (سفع موے سر پیشانی گرفتن (جمع لغتہا) یقال بہ سفعۃ من الشیطان [illegible] (و [illegible]) اور رنگ گردانیدن) [illegible] بالضم سیاہی کہ بسرخی زند) صراح۔ وقریٔ لنسفعن بنون مشددہ۔ ونون الخفیفۃ تبدل بالالف فی الوقف [illegible] [illegible] وکتب [illegible] بالالف [illegible] الوقف۔ ولما علم انہا ناصیۃ المذکر اکتفی بلام العہد عن الاضافۃ [illegible] بالناصیۃ ناصیۃ بدل [illegible] وجاز بدلہا عن المعرفۃ لانہا وصفت بکاذبۃ خاطئۃ۔ فاسنادہ [illegible] [illegible] [illegible] ایسے ہی وقرئت بالنصب [illegible] علی الذم۔ ووصف الناصیۃ بالکذب والخطاء [illegible] [illegible] [illegible] والناصیۃ شعر مقدم الراس۔ النادی المجلس الذی ینتدی فیہ القوم ای یجتمعون والمراد اہل [illegible] [illegible] آواز دادن وخواندن وشنیدن الیضا مثل دعاء وندا۔ مناداۃ [illegible] وتنادوا [illegible] [illegible] [illegible] انجمن صراح۔ الزبانیۃ قال الکسائی والاخفش وعیسیٰ بن عمرو جمع زابن۔ وقال ابو عبیدۃ جمع زبنیۃ [illegible] بشدید السیار۔ وقیل ہو اسم الجمع لا واحد لہ من لفظہ کعبادید وابابیل۔ واصل الزبن الدفع والعرب تطلق ہذا الاسم علی من اشتد بطشہ قال قتادۃ ہم الشرط۔ قرء الجمہور سندع بالنون ولم یرسم الواو کما فی قولہ یوم یدع الداع۔

## تفسیر

کلا۔ خبردار۔ یہ اس ناشکر کو جھڑکی ہے۔ واضح ہو کہ لفظ کلا کے کلام عرب میں کئی معنے ہیں۔ کبھی بمعنی بیشک و تحقیق کے آتا ہے۔ کبھی حرف تنبیہ کی جگہ مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ الا اسکے معنی ہیں دیکھو۔ کبھی تنبیہ و زجر و توبیخ کے لئے آتا ہے جسکے معنے ہیں خبردار۔ یا نہیں نہیں۔ اس جگہ اس معنے میں مستعمل ہے۔ اور یہ کلمہ قرآن مجید کے نصف اول میں مستعمل نہیں ہوا نصف اخیر بالخصوص آیات و سورہ مکیہ میں آیا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ مکہ کے لوگ کفر و بدکاری اور بیہودہ گوئی پر اصرار اور ہٹ دھرمی زیادہ کرتے تھے۔ اس جھڑکی کے بعد فرماتا ہے لئن لم ینتہ لنسفعا بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ خاطئۃ اگر وہ بدکیش ناشکر کافر اسپر بھی باز نہ آیا تو ہم

اب یہ بتاتا ہے کہ بجائے اس سرکشی کے اسکو یہ کرنا تھا۔ فقال [illegible] ان کان علی الهدیٰ او امر بالتقویٰ کہ اسکے روکنے والے دیکھو تو سہی وہ ناشکر متکبر باغی بنکر جو اور ونکو بھی خدا کی طرف رجوع ہونے [illegible] روکتا ہے اگر بجائے اس گمراہی اور سرکشی کے خود ہدایت پر ہوتا یعنی سیدھی راہ چلتا جو انبیاء کی راہ ہے اور اس سے بھی ترقی کرتے اور ونکو بھی تقویٰ و پرہیزگاری کی ہدایت کرتا حکم دیتا تو کیا ہی اچھا ہوتا گمراہی اور سرکشی کے بدلے ہدایت پر ہوتا اور لوگوں کو روکنے کے بدلے انکو بھی ہدایت کرتا مہدی اور ہادی ہوتا تو کیا نکتہ تھا برخلاف اسکے [illegible] ہو گیا [illegible] کی شکرگزاری [illegible]

ف لفظ او چونکہ معنی [illegible] ہیں انفصال حقیقی [illegible] نہیں [illegible] کہ ان [illegible] ایک بات فرد کر لی تھی اور جو دونوں [illegible] تو اور اچھا ہوتا اگر وہ بدلے [illegible] ارأیت ان کذب وتولیٰ الم یعلم بان اللہ یریٰ دیکھو تو سہی اگر اس [illegible] جاننے [illegible] اور منہ موڑ لیا [illegible] پر ہوتا اور دوسروں کو بھی ہدایت کرتا تو بھی اور بجائے [illegible] اور منہ موڑ لیا تو بھی خدا [illegible] نیکی سے روکتا اور بدی کرتا ہے کیا اس نے یہ سمجھ لیا ہے کہ خدا دیکھتا نہیں [illegible] کی جزا و سزا کی طرف اشارہ ہے۔ اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ [illegible] علم سے باہر نہیں اور علم بھی علم حضوری کہ نہ غفلت ہے نہ نسیان اور یہ اس [illegible] مخلوق ہیں اور علت کو معلول کا علم حضوری ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ وہ عادل [illegible] محسن اور مسیٔ نیک اور بد برابر کیونکر ہو سکتے ہیں اور قادر بھی ہے اور قدرت کاملہ [illegible] سے بخوبی ہے۔ پھر جو قادر بھی ہو عادل بھی ہو عالم بھی ہو کہ اعمال تو اعمال دلوں کے خطرات [illegible] معلوم ہوں پھر اگر وہ نیک کو جزا اور بد کو سزا نہ دے تو عالم کی بادشاہی تو [illegible] اسلئے جس طرح اسکے فضل کا مقتضی یہ تھا کہ اس نے انسان کو [illegible] اور علم [illegible] اور مخلوق کا سردار بنایا اسیطرح اسکے عدل و انصاف کا بھی [illegible] ہیں یا مرنے کے بعد جزائے خیر عطا کرے اور وہ کیا ہے حیات جاودانی اور [illegible] اور شکر [illegible] ایمان لانا اور نیک کام کرنا اور یہ خیال رکھنا کہ مجھے اللہ جل جلالہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور دل سے اس محسن کی محبت کرنا۔ اور ناشکری کیا ہے کفر اور طغیان اور نیکی سے اور وں کو بھی روکنا تو اسکی سزا جہنم ہے۔

چنانچہ اگلی آیتوں میں اسکی تصریح فرماتا ہے

اور حملہ کرنے کے لیئے بڑھا۔ جب قریب آیا تو کسی چیز کو ہاتھوں سے ہٹاتا ہوا پچھلے پاؤں جلدی سے لوٹا۔ لوگوں نے
دیکھکر پوچھا تو کہا میرے اور آپکے درمیان آگ کی خندق تھی اور پردوں کی آواز معلوم ہوئی تھی۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا بخدا اگر وہ میرے ہاتھ لگاتا تو اسکو فرشتے اچک لیجاتے اور ہم اسکے سامنے پرزے پرزے کر ڈالتے (رواہ
مسلم و احمد و نسائی وغیرہم)

آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ پیش آیا بدر کی لڑائی میں اس واقعہ کے بعد ابوجہل بہت سے بہادروں کو لیکر نبی کریم صلعم
کے مقابلہ میں نکلا حالانکہ اسکی جمعیت بہت چند تھی مگر جب فرمان الٰہی نازل ہوا تو اسکی مجلس و جلیس کچھ کام نہ آئے اور
بہت سے مارے گئے اور بہت بھاگ گئے اور بہت سے گرفتار ہوئے اور یہ بھی زخمی ہو کر زمین پر گرا۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسکی
گردن کاٹی۔ اور کان میں رسی ڈال کر گھسیٹتے ہوئے لائے۔ اور ایک گڑھے میں لاکر ڈال دیا گیا۔ خدا کے قہر سے ڈرنا ہے
آج وہ پر غرور جھوٹی اور خطاکار پیشانی کس ذلت سے سب کے سامنے بدر میں گھسیٹی گئی۔

اس کے بعد اہل اللہ کی طرف روئے سخن کرتا ہے کلا کہ ہرگز ہرگز لا تطعہ اس کافر بدکیش ناشکر کا کہنا نہ مان
جو تجھے نماز و تقرب و عبادت الٰہی سے روکتا ہے بلکہ اسجد اپنے رب کو کہ جس نے تجھے یہ نعمتیں دین علم دیا سجدہ کر اور
اسکے آگے جھک۔ بندہ کی یہی سعادتمندی ہے کہ اپنے آقا اور محسن کے آگے جھکے۔ سجدہ سے مراد بعض علماء کے
نزدیک نماز ہے۔ اس افضل جزء سے کل کو تعبیر کیا اور اسکے افضل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہ سر پر غرور کہ جسکو
ناشکر اور نابکار رکھتا ہے اپنے رب کے آگے سجدے میں رکھدیا جاتا ہے۔ اور یہ انسان کے تمام جسم میں افضل جزء
ہے۔ یہ کمال نیازمندی کی دلیل ہے اور اسی لیئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب اپنے رب
کو سجدہ کرتا رہتا ہے تو نہایت قریب ہوجاتا ہے (رواہ مسلم) اور اسی لیئے غیر اللہ کے لیئے سجدہ حرام ہوگیا۔
بلکہ جو جھکنا سجدہ سے مشابہت رکھے اسکو بھی فقہاء نے حرام لکھا ہے۔

اور اے بندے اس سجدہ سے اقترب اسکا قرب حاصل کر۔ بندہ جس قدر اپنے رب کی عبادت کرتا ہے
اسیقدر قرب حاصل ہوتا ہے۔ اور سجدہ افضل عبادت ہے اس لیئے اس میں تقرب بھی زیادہ ہے اسلیئے
اپنے رب کو سجدہ کرنا تمام صالحین کی قدیم عادت ہے۔ بعض انبیاء علیہم السلام کی شریعت میں صرف
سجدہ کرنا ہی نماز تھا۔

اس آیت کے پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ کرنا واجب ہے۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس آیت
کو پڑھکر سجدہ کیا کرتے تھے۔ اور یہ قرآن کے مواقع سجود میں سے اخیر موقع ہے

**ف** بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ کلا لئن لم ینتہ الخ خاص ابوجہل کے لیئے نازل ہوا ہے۔ اور خطاب کے صیغوں سے
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مخاطب ہیں۔

ہستی کی ڈپٹ پکڑ کر کھینچیں گے یعنی پیشانی کے بال پکڑ کر جو خطاکار اور جھوٹی پیشانی ہے۔

فائدہ - پیشانی پکڑ کر گھسیٹنے سے مراد سرکا ذلیل وخوار کرنا ہے۔ دنیا اور آخرت میں انجام کار ایسے متکبر وکافر سخت رسوا اور بہت ذلیل ہوتے ہیں۔ خدا سے جبار آنکھ سے نہ زور توڑ دیا کرتا ہے کوئی نہ سبب نفع نہیں دیتی اور جو کسی مصلحت سے دنیا میں چند روزہ مہلت بھی دی تو مرنے کے بعد تو یہی سزا ہے۔ سفع کے معنے گھسیٹنے کے بھی ہیں اور سیاہی کو بھی کہتے ہیں اسلیئے دوسرے معنے پر خیال کر کے علماء نے ان مطالب بیان کہا ہے کہ ہم اسکو روسیاہ کر دینگے۔

فائدہ ۲ پیشانی سر میں ایک نمود کی چیز ہے اور یہی مقام غرور اور بطالت کا خزانہ ہے اس لیئے ذلیل کرنے میں پیشانی کا ذکر کیا اور اس لفظ سے تعبیر کیا۔ اور چونکہ یہ پیشانی یعنی سر غرور اور خیالات بیہودہ کا مخزن ہے دماغ ہی میں لغویت ہوتی ہے۔ اس لیئے اسکو خاطئہ یعنی خطاکار کہا یعنی غلط خیالات کا مخزن۔ اور اس میں جھوٹی ... ہوتی ہے کہ جس طرح دنیا میں ہم نے عزت حاصل کی خدا کے ہاں بھی حاصل کر لینگے۔ اور ... کہ ہم کو کون سزا دے سکتا ہے اس لیئے اسکو کاذبہ یعنی جھوٹی بھی فرمایا۔ یعنی وہ علوم جو اسکو راہ حق سے روکے ... باطل ... بعض فرماتے ہیں کہ پیشانی خاطئہ کاذبہ ہونے سے مجازا پیشانی والا مراد ہے۔

فائدہ ۳ خاطی اور مخطی میں فرق ہے اوّل وہ جو دیدہ دانستہ کوئی برا کام یا غلطی کاری کرے۔ دوسرا وہ جو بھول سے ... کی سزا جہنم ہے جیسا کہ ایک جگہ فرمایا۔ ہے من غسلین لا یاکلہ الا الخاطئون۔ دوسرا قابل درگذر ہے جیسا کہ اس آیت سے سمجھا جاتا ہے ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا کہ اے ہمارے رب بھول اور نادانستہ خطا پر ہمیں نہ پکڑنا

اگر اسپر بھی بس نہو اور یہ سمجھے کہ ہمکو کون پکڑ سکتا ہے جیسا کہ ابوجہل لعین نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ میں نماز اور قرآن پڑھنے سے روکا اور دھمکی دی کہ اب دیکھوں گا تو گردن توڑ ڈالونگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے قہر سے ڈر وہ چاہے تو تیری گردن توڑ ڈالے۔ اسپر اس نے کہا میری گردن کون توڑ سکتا ہے اگر میں اپنے اعوان وانصار تو کیا ہر وقت مجلس اور دربار کے بیٹھنے والوں کو بھی کہوں اور ان کو بلاؤں تو آدمیوں سے جنگل بھر دوں۔ اسیطرح ہر سر پر غرور کو خیال ہوتا ہے تو حق سبحانہ فرماتا ہے جب اسکی پیشانی کو پکڑ کر گھسیٹیں اسکو ذلیل وخوار کرنا چاہیں تو فلیدع نادیہ وہ اپنی مجلس اور اعوان وانصار کو بلا لے دیکھیں کون آکر ہمارے مقابلے میں اسکو بچاتا ہے؟ کس لیئے کہ سندع الزبانیۃ ہم بھی اپنے جلادوں کو بلائے لیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے جلاد وہ قہر الٰہی کے فرشتے ہیں جن کے مقابلے کی کسیکو بھی طاقت نہیں۔ اور نیز وہ حوادث وہولناک وقائع ہیں جو دنیا میں پیش آتے ہیں اور پھر کسی کے ٹالے نہیں ٹلتے۔ وبا۔ قحط بیماری۔ تنگدستی بیعزتی باہمی بزدلی۔ سوء تدبیر کاہلی۔ غلبہ اعداء وغیرہ بھی آسمانی جلاد ہیں۔

فائدہ پھر جب ایکبار حسب دستور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے تو ابوجہل لعین نے دیکھا

ایک روز ایسا ہوتا ہے کہ جس میں الطاف و عنایات خسروانہ بیشمار ہوتی ہین انعامات بٹتے ہین فرمانبرداروں کے لئے ترقی درجات کی یہ
اسیطرح ہمنے بھی انسان کے لیئے ایک رات سال بھر مین ایسی رکھی ہے کہ اگر یہ اس مین ہماری طرف توجہ کرے اور عبادت و دعا و استغفا
کرے تو اسکو لئے انتہا انعامات ملین دعائین قبول ہون اسکے گناہون سے درگذر ہو اور برسون کی عبادت سے یہ عبادت [illegible]
اور وہ لیلۃ القدر کا وقت ہے۔ ان دونون باتون کا اس سورہ مبارکہ مین ذکر ہے۔ اور یہ رحمت خاص نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم
اور آپکے پیرون کے لیئے ہے اور سر اسمین یہ ہے کہ پہلی امتون کی عمرین دراز اور قوی بہتر تھے اس لیئے انکے لیئے عمل اور احکام
کی پابندی کی بھی زیادہ [illegible] تھی کئی کئی سو برسون کی عمرین ہوا کرتی تھین اور ان مین وہ کیسا کیسا عبادت و شاد کرتے تھے اور اسی
بات کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا ہے کہ میری امت اور اگلی امتون کی مثال ایسی ہے کہ جیسا کسی نے
[illegible] وقت تک [illegible] اجرت پر کسی کو کام پر لگایا اور پھر نصف دن [illegible] عصر تک اسی کام اور اسی اجرت پر دوسرے کو [illegible]
[illegible] اور پھر [illegible] دوگنی اجرت پر [illegible] شخص کو [illegible] فرمایا۔ پہلے نے کہا میرا وقت اتنا اور مزدوری [illegible]
[illegible] نصف دن [illegible] اور اس کا وقت [illegible] نصف [illegible] کی [illegible]
[illegible] فرمایا کہ یہ میری عنایت [illegible] کرون مگر تمہارے حق میں سے تو [illegible]
کرئی کمی نہین کی؟ انہون نے کہا نہین۔ وہ یہی لا تخص [illegible] کی امت اور [illegible] حضرت [illegible] علیہ السلام
کی امت اور تیسرا امت [illegible] ہمارے لیئے وقت کم اور اجرت دوچند ہے (اسکو امام مالک وغیرہ نے بسند صحیح نقل کیا ہے)
اور [illegible] الناس کی تھی اور ہمارے بارے مین ارشاد ہوا تھا کہ فاستکبہا للنبی الامی الخ
کہ مین اسکو نبی امی کے حصہ مین لکھے دیتا ہون۔ اور کتب سابقہ سے بھی یہی پایا جاتا ہے کہ مین ایک نئی قوم پیدا کرون گا
اور وہ میری قوم کہلاویگی اور وہ ابد تک مبارک ہوگی مین اپنے دست شفقت کو ان سے نہ اٹھاؤن گا الخ ) یہی تھا کہ اس
امت اور اس مبارک قوم کے لیئے ایک رات تقرب الٰہی مین ہزار راتون سے بڑھکر بنائی جائے تاکہ یہ لوگ تھوڑی عمر اور
تھوڑے زمانہ مین وہ تقرب حاصل کرین جو اورون کو سیکڑون برسون مین بھی حاصل ہوتا تھا گویا دعول اسے اللہ
کے لیئے پہلے بیل گاڑی تھی۔ پھر حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد مین گھوڑا گاڑی ہی اور اس آخر الزمان نبی کے عہد مین ریل
یا اس سے بھی جو کوئی تیز اور آرام کی سواری ہو وہ بنی جلد شہر مقصود تک تھوڑی سی دیر مین پہونچتا ہے اور یہی وجہ ہے
کہ جوگی اور گسائین اور پادریون مین راہب کیا کیا مشقتین اٹھاتے ہین اور کیسی کیسی سخت ریاضتین کرتے ہین مگر ان پر تقرب الٰہی کا
دروازہ نہین کھلتا باطن مین وہی تاریکی باقی رہتی ہے جو کبھی کسی جھری یا سوراخ مین سے کچھ چمک پڑگئی تو کس حساب مین ہو بخلاف
طریقہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے یہان تھوڑی دیر مین اور بہت آسانی سے کشود کار ہوتا ہے پھر جو کوئی اب بھی ادھر نہ آئے تو
بڑا ہی بدنصیب ہے ذرا اس کو بھی کر تو دیکھے۔ ان سب باتون کا ذکر اس سورہ مبارکہ مین ہے گویا شوق دلانے کے لیئے اعلان شاہی ہو
فرماتا ہے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کہ خاص ہمنے نہ کسی اور نے اسکو یعنی قرآن کو جسکا چرچا ہو رہا ہے اور مکہ مین غلغلہ مچا ہوا ہے کوئی کہتا ہے

# سورہ قدر مکیہ ہے اسمیں پانچ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ ۚ وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ۭ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَہْرٍ ۭ تَنَزَّلُ

ہمنے اتارا ہے اسکو شب قدر میں　اور تو کیا جانے کیا ہے شب قدر　شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے　اسمیں

الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْہَا بِاِذْنِ رَبِّہِمْ ۚ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ ۛ سَلٰمٌ ۛ ہِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ

فرشتے اور روح نازل ہوتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام پر　سلامتی کی رات ہے وہ صبح روشن ہونے تک

## ترکیب

انا مبتدا انزلناہ الضمیر یرجع الی القرآن وان لم یتقدم ذکرہ لکونہ [illegible] فی لیلۃ القدر [illegible] بانزلنا والجملۃ خبر المبتدا [illegible] وما ادراک الجملۃ الاستفہامیۃ لبیان عظم شان لیلۃ القدر [illegible] لیلۃ القدر مبتدا خیر من الف شہر [illegible] والجملۃ [illegible] الاستفہام [illegible] تنزل [illegible] التائین من الاصل [illegible] الملائکۃ فاعلہ [illegible] والروح [illegible] الملائکۃ فیہا [illegible] والجار متعلق بتنزل باذن ربہم متعلق بتنزل [illegible] حال من فاعلہ [illegible] باذن ربہم [illegible] من کل امر ای من اجل کل امر [illegible] الی الارض [illegible] من کل امر [illegible] جملۃ مستانفۃ مبینۃ لوجہ فضیلۃ لیلۃ القدر [illegible] الکلام عند من کل امر [illegible] سلام ہی [illegible] وبیان الاول بمعنی تسلیم الملائکۃ علی المؤمنین او تسلیم بعضہم علی بعض [illegible] مبتدا [illegible] سلام خبر مقدم [illegible] متعلقۃ بسلام [illegible] الملائکۃ [illegible] مطلع الفجر والثانی بمعنی سلامۃ [illegible] الوقف علیہا [illegible] المعنی سلام من کل امر [illegible] حتی مطلع الفجر یجوز ان یتعلق حتی بسلام او بتنزل مطلع بکسر اللام وفتحہا لغتان وقیل الفتح اولی۔

## تفسیر

اس میں علما کا اختلاف ہے کہ یہ سورہ کہاں نازل ہوئی! ماوردی کہتے ہیں کہ اکثر علما کے نزدیک یہ مکہ میں نازل ہوئی ہے ابن عباس و ابن زبیر و عائشہ صدیقہ رض کا بھی یہی قول ہے ۔ ثعلبی کہتے ہیں کہ اکثر کے نزدیک یہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے واقدی بھی یہی کہتے ہیں ۔ قول اول زیادہ معتبر اور قرین قیاس ہے ۔ اسکی پانچ آیتیں ہیں ۔

مناسبت اس سورہ کو سورۂ اقرا سے یہ ہے کہ سورۂ اقرا میں بشر پر الطاف اور اسکے ترقیات کا اور پھر اسکی سرکشی اور سرکشی سے باز نہ آنے پر سزا کا ذکر تھا ۔ اس سورہ میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ ان ترقیات و الطاف کے سوا ہمنے انسان پر اور بھی انتہا عنایت کی ہیں (۱) یہ کہ اسکی تہذیب اور دارین کی سعادت کیلئے ہمنے قرآن نازل کیا یعنی اسکو اس علم پر نہیں چھوڑا بلکہ علم الانسان مالم یعلم کے پورا کرنیکے لئے آپ اس سے بواسطہ جبرئیل اور پیغمبر علیہما السلام کے کلام کیا اور خود اسکو آیندہ سعادت کی باتیں سکھائیں اور دنیا میں گرانیوالی باتوں سے بچایا (۲) یہ کہ جسطرح دنیاوی شاہنشاہوں کے ہاں ایک روز

لیلۃ القدر کی وجہ تسمیہ

اب ہم دونوں معنی کے لحاظ سے اس رات کو لیلۃ القدر کہنے کی علماء نے کئی وجہ بیان فرمائی ہیں (۱) ابن عباس فرماتے ہیں اس رات کو اس لیے لیلۃ القدر کہتے ہیں کہ اس رات میں برس بھر کی آنے والی باتیں عالم بالا میں مقدر و معین کی جاتی ہیں کسی کا مرنا بیمار ہونا ۔ رزق کی فراخی تنگدستی عزت و ذلت جو کچھ سال بھر میں اس جہان میں ظاہر ہوگا وہ سب اس رات میں عالم بالا میں مقرر کر دیا جاتا ہے اور ہر ایک کام پر ملائکہ معین کر دیئے جاتے ہیں (۲) یہ کہ اس رات عالم بالا کے روحانیات اس قدر زمین پر آتے ہیں کہ گویا زمین میں تنگی ہو جاتی ہے کہ گنجائش نہیں رہتی اور تنگی کے معنی میں بھی یہ لفظ قرآن مجید میں مستعمل ہوا ہے ومن قدر علیہ رزقہ (۳) زہری فرماتے ہیں اس واسطے اس رات کو لیلۃ القدر کہتے ہیں کہ اس رات نیک بندوں کی خدا تعالیٰ اور عالم بالا کے لوگوں کے نزدیک نہایت قدر و منزلت ہوتی ہے بلکہ اہل سما ان سے مصافحہ بھی کرتے ہیں اور عام ایمانداروں کو بھی تو مصافحہ کرتے ہیں گو انکو محسوس نہ ہو مگر اسکا اثر انکے دلوں میں رقت اور گناہوں پر رونا اور دعا کرنا ہوتا ہے اور انکے اعمال حسنہ کی بڑی قدر و منزلت ہوتی ہے (۴) ابوبکر وراق کہتے ہیں اسلئے اسکو لیلۃ القدر کہتے ہیں کہ اس میں خدا تعالیٰ نے کتاب قابل قدر اور قابل قدر کتاب رسول صاحب قدر کی معرفت نازل فرمائی ۔ اور اسی لیے یہ لفظ تین بار آیا ۔ اور اس لیے بھی کہ اس رات کی قدر کرنا چاہیے

یہ رات کب آتی ہے ؟

اس میں علماء کے متعدد اقوال ہیں بعض کہتے ہیں کہ سال بھر میں ایک بار ہے مہینے کا کوئی تعین نہیں ۔ اکثر کا قول یہ ہے کہ رمضان میں یہ رات ہوتی ہے ۔ پھر اکثر اس رائے پر متفق ہیں کہ رمضان کے آخر عشرہ میں بالخصوص ۲۱ - ۲۳ - ۲۵ - ۲۷ - ۲۹ راتوں میں تلاش کرنا چاہیئے ۔ اور بعض نے ناص کر ستائیسویں رات کی بابت زور دیا ہے اور احادیث بھی بکثرت اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں ہوتی ہے ۔

اس کے اخفاء کی حکمت

اور حکمت اس کے اخفاء میں یہ ہے کہ اسکا طالب سال بھر عبادت میں گزارے ۔ گناہوں سے بچے ورنہ خیر رمضان شریف اور خصوصاً عشرہ اخیرہ میں تو بڑی کوشش کرے ۔ نیکی کرنا تو اس رات میں بڑی قبولیت کا باعث ہے مگر اس رات گناہ کرنا بھی قہر الٰہی کا سبب ہے جیسا کہ کوئی خاص بادشاہ کے دربار میں بغاوت اور نافرمانی ظاہر کرتا ہے بہ نسبت اوروں کے وہ زیادہ سزا کا مستحق ہوتا ہے اس لیے اس بات کی زیادہ احتیاط چاہیئے کہ بالخصوص اس رات گناہ سے بچے اور غفلت و عیش میں اس رات کو نہ گنوائے ۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اسکی برکت سے محروم رہا وہ سب بھلائیوں سے محروم رہا یعنے بڑا ہی بدنصیب ہے ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جسکو دربار کے روز بھی حضوری نصیب نہیں ہوئی تو پھر وہ خلوت میں کیا ملنے کا اور پھر معلوم نہیں کہ اسکی زندگی میں یہ رات اسکو نصیب بھی ہوتی ہے کہ نہیں زندگانی کا بھروسا کیا اس لیے ہر رات کی قدر کرنیوالے کو وہ رات بھی نصیب ہو جاتی ہے ۔ اسی لئے ہمیشہ سے صلحاء کا رات کو جاگنا عبادت کرنا ۔ نماز تہجد پڑھنا دستور رہا ہے ۔

اور سرّ اس لیلۃ القدر کا

یہ ہے کہ یہ اسکی تجلی کی رات ہے اور منجملہ شیون باریتعالیٰ کے ایک شان مواصلت و تقرب و تدلی بھی ہے مخلوق کیطرف جیسا کہ فرماتا ہے کل یوم ھو فی شان ہر روز اسکی ایک شان ہوتی ہے اس رات یہ ہوتی ہے جس سے مدارک واذہان بندگان میں اسکی طرف کا

ویسے وقت نازل نہیں کیا بلکہ اس خاص وقت مین یعنی لیلۃ القدر مین۔

اب اس جگہ ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ باتفاق مورخین قرآن مجید تیئیس ۲۳ برس مین تھوڑا تھوڑا نازل ہوا ہے اور سب سے اول جو سورۂ اقرأ مالم یعلم تک نازل غار حرا مین ہوئی تو شوال کا مہینا تھا اور عالم کا اول عشرہ تھا پھر یہ کیونکر صحیح مان لیا جاوے کہ قرآن مجید کو ہمنے شب قدر مین نازل کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انزال اور تنزیل مین فرق ہے تنزیل ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل کرنا اور انزال ایک بار۔ سو اس مین کوئی شک نہین کہ تنزیل تئیس برس مین ہوئی اور ابتدائے تنزیل ماہ شوال مین ہوئی مگر اس آیت مین انزال کا ذکر ہے نہ تنزیل کا۔ بات یہ ہے کہ قرآن مجید کل یکبارگی شب قدر مین جو رمضان کے مہینے مین واقع تھی (جیساکہ اسی لحاظ سے فرمایا گیا شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن کہ رمضان کا وہ مہینا ہے کہ جس مین قرآن نازل کیا گیا۔) لوح محفوظ سے بیت العزۃ مین جو آسمان پر ایک جگہ ہے نازل کیا گیا اور پھر وہان سے حسب حاجت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلعم کے پاس لاتے تھے اور آپ پر کلام کو اتارتے تھے اصلی مجموعہ مرتب کرا دیتے تھے اور یہ اصلی قرآن مجید کی بھی یہی جواب موجود ہے اور اسی ترتیب سے لوح محفوظ سے بیت العزۃ مین اور وہان سے لاکر رکھا گیا تھا۔

پھر یہ بات دریافت طلب رہی کہ لوح محفوظ کیا ہے اور بیت العزۃ کیا ہے اور کیا قرآن کا عمدہ مجموعہ اور لکھا ہوا مجلد بیت العزۃ مین آیا تھا؟ اس کی تشریح ہم مقدمہ تفسیر مین کر چکے ہین جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لوح محفوظ کوئی لوہے یا چاندی یا سونے یا لکڑی کی تختی نہین ہے۔ بلکہ وہ علم الٰہی کا ایک مرتبہ ہے اور مرتبۂ اشیا۔ جسمین کہ ان کا ظہور ہے۔ چونکہ علم دوسری چیز کے علم سے متعین و ممیز ہے بامتیاز خاص ورنہ ذات بحت کے مرتبہ مین بھی اسکے علوم نا محدود اور متمیز نہین اس مرتبہ کو لوح سے تشبیہ دیگئی کہ جہان ایک مطلب کو دوسرے مطلب سے امتیاز خاص ہوتا ہے اور یہ امتیاز اس سے جدا ہے جو لکھنے والے کے ذہن مین پہلے تھا کس لیئے کہ وہ مرتبہ مخفی و مکنون تھا یہ لوح کے دیکھنے والون پر ظاہر ہے وہ خود پڑھ سکتے ہین اور ممکن ہے کہ عالم شہود مین یہ مرتبہ اپنے مناسب کسی شکل نورانی مین متمثل بھی ہو جسکو عالم جسمانی مین لوح سے کمال مشابہت ہو اور بیت العزۃ اسکے بعد اور دوسرا مرتبہ علم و امتیاز کا ہے کہ جو اعلے طبقہ کے ملائکہ کے اوپر ظاہر و منکشف ہے اور ممکن ہے کہ اس مرتبہ مین قرآن کی حقیقت اپنے مناسب صورت مین متمثل ہو جسکو نوشتہ کتاب سے نہایت مشابہت ہو۔ واللہ اعلم۔

ف لیلۃ القدر کیا ہے؟ قدر مصدر ہے قدرت اقتدار کا اور قدْر اور قدَر سکون دال اور اسکی حرکت سے دونون کے ایک ہی معنی ہین مگر یہ فرق ہے کہ بالسکون مصدر و بالفتح اسم ہے۔ واقدی کہتے ہین قدر کے لغت مین معنی ہین اندازہ کرنا۔ اور قدر شرف و منزلت کو بھی کہتے ہین لفلان قدر عند فلان کہ فلان شخص کی فلان شخص کے نزدیک قدر یعنی عزت ہو (کبیر)

---

ف ایک سوال انا انزلناہ پر یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ یہ جملہ بھی تو قرآن کا جزو ہے۔ پھر جب انزلناہ کی ضمیر قرآن کیطرف پھرتی ہے تو آیت یہ جملہ داخل نہین ہو سکتا ورنہ حکایت و محکی عنہ کا اتحاد لازم آجائیگا۔ اس کا جواب چند وجہ سے ہے کہ گو انزلناہ مین ضمیر قرآن کی طرف پھرتی ہے مگر قرآن کا اطلاق جزو اور کل سب پر ہوتا ہے ایک آیت یا سورہ کو قرآن کہتے ہین جیساکہ مجموعہ کو پس ضمیر قرآن کے ان اجزا کیطرف پھریگی جو سب سے اول لیلۃ القدر مین نازل ہوئے۔ اور بھی جواب ہین ۱۲ منہ

خلاصہ یہ کہ گو ہر مہینہ میں رات اور دن ہوتے ہیں اور ہر رات دن میں تجلیات غیبیہ و مشہودیہ ہوا کرتی ہیں لیکن جو تجلی اس رات ہوتی ہے وہ اُس سے ہزار ہا مرتبہ زیادہ ہے اس رات کی تجلی سے اُس تجلیا کو وہ نسبت ہے جو قطرہ کو دریا سے۔ اور عدد ہزار سے حصر مراد نہیں کہ ہزار ہی مہینوں سے بہتر ہے زائد سے نہیں۔ بلکہ لفظ الف یعنی ہزار سے کثرت مراد ہے کس لیئے کہ عرب میں اس سے اوپر کوئی عدد نہیں۔ اس سے زیادہ جو گنتی کرنی ہوتی ہے تو اسی عدد کے ساتھ اضافہ کرنے سے کرتے ہیں۔

اور برسوں کی جگہ مہینوں کا نام اس لیئے آیا کہ عرب کے سالوں کی پیمائش قمری مہینوں پر ہے اور قمر کو رات سے تعلق ہے برخلاف شمسی مہینوں کے کہ اُن کا مدار دنوں پر ہے اور قمر کو اس تجلی سے نہایت مناسبت ہے یعنی جسطرح قمر اندھیری رات کو روشن کرتا ہے اسیطرح یہ تجلی دنیا کے ظلمتکدہ کو جو رات سے مناسب ہے روشن کرتی ہے۔

ف اس رات کے ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کے کیا معنی؟ ایک یہ کہ اس رات کی عبادت ایک خصوصیت خاصہ سے ایسے ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے کہ جن میں یہ رات نہ ہو

اور اسی لیئے یہ فضیلت اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوئی کہ ان کی عمریں بہ نسبت امم سابقہ کے بہت کم ہیں اگر کسی نے یہ ایک رات بھی پائی تو گویا اُس نے کچھ اوپر تراسی برس عبادت کی اور جو کسی سے عمر میں کئی بار دس بیس بچاس بار پا لیا کس لیئے کہ ہر سال ایک بار یہ رات آتی رہی تو گویا سیکڑوں برس عبادت کرلی۔ اور لطف یہ کہ ہزار مہینے سے بہتر فرمایا نہ برابر اب بہتری کس درجہ تک ہوگی اسکی حقیقت وہی جانتا ہے۔

ف بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اس میں بنی اُمیہ کی سلطنت کی عمر کی طرف بھی اشارہ ہے۔ بلکہ قاسم بن فضل نے ایک روایت بھی کردی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا کہ میرے ممبر پر بندر چڑھتے اور اترتے ہیں (مطلب بنی اُمیہ کے بادشاہ کس لیئے کہ اُس عہد میں خلیفہ ممبر نبوی پر چڑھ کر خطبہ پڑھا کرتا تھا) یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بُری معلوم ہوئی۔ تب آپ کے اطمینان کے لیئے یہ آیت نازل ہوئی۔ اول تو یہ روایت ضعیف ہے جیساکہ ترمذی نے کہا ہے۔ مزی کہتے ہیں کہ یہ روایت غیر معروف ہے اور قاسم جو کہتا ہے کہ ہمنے بنی اُمیہ کی سلطنت کے برس جو گنے تو پورے ہزار مہینے ہوتے ہیں نہ کم نہ زیادہ محض غلط ہے کس لیئے کہ بنی اُمیہ کی سلطنت سن چالیسویں ہجری میں قائم ہوئی معاویہؓ سے اور سن ایکسو بتیس میں مروان الحمار پر ختم ہوگئی جسکی مدت بانوے برس ہوتے ہیں اور ہزار مہینوں کے کچھ اوپر تراسی برس ہوتے ہیں۔ اس سے قطع نظر الف مشہور سے نیز گنے میں یہ اشارہ یا بیان کیونکر ہوگیا کہ بنی اُمیہ کی سلطنت ہزار برس رہے گی۔ ایسے ہی بے تک راویوں نے قرآن مجید کے مطالب میں ایسی گڑبڑ کردی ہے کہ اصل کلام کو اُسکے اسلوب سے ہٹاکر محض پہیلی بنادینے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔

اب اس رات کی دوسری فضیلت بیان فرماتا ہے تنزل الملائکۃ والروح فیہا باذن ربہم کہ اس رات فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں۔

اشتیاق پیدا ہوتا ہے اور قوت خیالیہ قوت مدرکہ کے تابع ہو جاتی ہے اور تمام عالم سفلی میں عالم بالا کی طرف جنبش ہو جاتی ہے اور عالم بالا اور وہاں کے لوگ ملائکہ و ارواح کو بھی اس تجلی کے ساتھ عالم سفلی کی طرف لگاؤ ہو جاتا ہے جسکو اترآنے سے تعبیر کیا جاتا ہے اور عالم غیب کے عالم شہادت سے ملنے سے ایک نئی کیفیت اور لمعات پیدا ہوتے ہیں اور ایک عجیب حالت پیدا ہوتی ہے جسکی تشبیہ نہیں دیجاتی۔ مگر ایک تشبیہ ناقص سی یہ ہے کہ جس طرح بارش کے برسنے اور آفتاب کے ایک موسم خاص میں آنیسے ہر تخم اور سبز جڑی بوٹی میں ایک نئی جان پڑ جاتی ہے ۔ پیڑ اور بوٹیاں نشو و نما کرلی ہیں درختوں میں پتے اور شگوفے اور رنگارنگ کے پھول آتے ہیں اور فرحت و انبساط کی کیفیت ہو جاتی ہے اسیطرح عالم بالا اور حق سبحانہ کی نگاہ سے ارواح لطیفہ بلکہ تمام عالم محسوس پر ایک نئی کیفیت بہار کی پیدا ہوتی ہے ۔

ف : قرآن مجید میں ایک جگہ یوں بھی آیا ہے انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین کہ ہم نے اس کو ایک برکت کی رات میں نازل کیا ہے ۔ پھر کیا یہ اور کوئی رات ہے جیسا کہ بعض علماء شب براءت کہتے ہیں ہوئے ۔ [illegible] امام نووی شرح صحیح مسلم باب صوم التطوع میں کہتے ہیں کہ ابلۃ مبارکہ سے لیلۃ القدر مراد ہے ۔ اور جو لوگ نصف رمضان کی رات کہتے ہیں وہ بڑی غلطی کرتے ہیں ۔ اس تقدیر پر کوئی اشکال باقی نہیں رہتا ۔ [illegible] کہتے ہیں کہ پندرہ شعبان کی رات ہے ۔ اس صورت میں ایک تعارض سا واقع ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شب براءت میں حکم ہوا تھا کہ قرآن کو لوح محفوظ سے نقل کر کے بیت العزۃ میں لیجاؤ یہ ہے لیلۃ مبارکہ میں نازل کرنا اور جب فرشتوں نے نقل کر کے بیت العزۃ میں پہنچایا تو لیلۃ القدر تھی ۔ اور جب دنیا میں نازل ہوا تو شوال یا ربیع الاول کا مہینا تھا ۔

ف : اب ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تجلی کا وقت رات میں کیوں مقرر ہوا ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دن میں ہر چیز ظاہر ہوتی ہے اس لیئے دن عالم شہادت سے مناسبت رکھتا ہے اور رات میں اخفاء و پوشیدگی ہوتی ہے اسلیئے یہ عالم غیب سے مشابہ ہے اور عالم غیب کے اسرار منکشف ہونے کے لیئے نہایت مناسبت رکھتی ہے ۔

ف : بعض عرفاء انا انزلناہ فی لیلۃ القدر سے اسطرف بھی اشارہ کرتے ہیں کہ رات سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حالت ہے جو شہود ذاتی کے بعد پیدا ہوئی تھی یعنی مقام خلوت میں محتجب ہونا کس لیئے کہ قرآن مجید کا نازل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بغیر ایسی حالت کے ممکن نہ تھا اور اسکو لیلۃ القدر اسلیئے کہا کہ یہ حالت قابل قدر و تعظیم ہے ۔

اب آپ ہی حق سبحانہ لیلۃ القدر کے مراتب بیان فرماتا ہے فقال وما ادراک ما لیلۃ القدر کہ اے نبی یا اے مخاطب تو کیا جانے کہ کیا حقیقت ہے لیلۃ القدر کی ۔ کس لیئے کہ گو عارف وسیع المعرفت ہی کیوں نہو ۔ لیکن حقیقت اس تجلی کی کہ جو گوناگوں عالم کو ساتھ لاتی ہے اور قابلیت و استعداد کے موافق ہر ایک میں رنگارنگ تاثیرات پیدا کرتی ہے بغیر اس کے معلوم نہیں کرسکتا کہ تمام عالم اور جمیع قابلیت و استعداد عالم سفلی پر احاطہ ہو اور یہ مقدور بشر سے باہر ہے اسلیئے خود ہی کسیقدر اس کے مراتب بیان فرماتا ہے لیلۃ القدر خیر من الف شہر کہ لیلۃ القدر ہزار مہینے سے بہتر ہے

عالم سفلی کے اجتماع سے بطور تعاکس ایک عجیب ہیئت مرکبہ انوار کی پیدا ہوتی ہے جسکا سرور عالم سفلی والوں اور عالم علوی والوں دونوں کو ہوتا ہے جیساکہ اجزاء مختلفۃ المزاج کے ملنے سے معجون مرکب میں ایک کیفیت تشابہ پیدا ہوتی ہے جو جداگانہ ہر ہر جز کی کیفیت سے ایک جدی چیز ہے اور یہی سر ہے کہ دنیا میں خاص عبادات کے لیئے مجمع کرنا افضل ٹھہرایا گیا جیساکہ نماز جماعت اور جمعہ و عیدین و حج۔ تاکہ باہم ملنے سے انوار کا تعاکس ہو اور ناقصوں کو کاملوں کے فیض سے حصہ ملے اور اسی لیئے جسقدر جماعت زیادہ ہو ثواب زیادہ ہے۔ الغرض یہ نزول ملائکہ و روح ایک طلسم الٰہی ہے کہ ناقصوں کو اس طرح سے کاملوں میں حساب کر لیا جاتا ہے اور یہ نازل ہونا ان کا اختیاری نہیں بلکہ انکے رب کے اذن و اجازت سے ہے گو عالم کے ملائکہ اور ارواح طیبہ کو دنیا کے صلحا و ابرار سے ملنے کا شوق ہو مگر وہ بلے اجازت نہیں آسکتے۔ یہ خیال کر لینا کہ جب ہم چاہیں اور انکو بلالیں کا کوئی سامان کریں وہ فوراً آویں گے گویا کہ ہمارے حکم کے تابع ہیں سب ان جاہلوں کا خیال ہے جو عاملوں اور جاہل ... ہے اسی کے رد کے لئے بِاِذنِ رَبِّہِم کا جملہ ساتھ لگا دیا ہے۔

اب تیسری صفت اس مبارک رات کی یہ بیان فرماتا ہے مِن کُلِّ اَمرٍ سَلامٌ ہِیَ کہ ہر چیز سے یعنے ہر آفت و بلا سے یہ رات سلامتی کی رات ہے شیطانی آفات اور انکے مکر و زور کہ مع اسباب حوا ابن آدم کے لیئے تیار رہتے ہیں اس رات ایمانداروں کے لیئے ان سے سلامتی اور امن ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کس لیئے کہ ملکیت کا غلبہ ہوتا ہے پھر بہیمیت کیونکر ... نچا سکتی ہے۔

بعض علماء مِن کُلِّ اَمرٍ کو ایک جملہ اور سَلامٌ ہِیَ کو دوسرا جملہ قرار دیتے ہیں تب یہ ملائکہ اور روح کے متعلق ہوگا پھر اگر مِن کو بیان کے لیئے کہیں گے تو یہ معنی ہونگے کہ ہر کام کے اور ہر قسم کے فرشتے اترتے ہیں کیونکہ ملائکہ اور روحانیات ایک خاص خاص کام میں مشغول ہیں کوئی رکوع میں تو کوئی سجود میں کوئی تجلی جمال کے مشاہدے میں کوئی ایمانداروں کے لیئے دعا و استغفار میں کوئی خداتعالےٰ کی طرف سے دنیاوی کارخانہ کے سر انجام دینے میں پھر یہ اس رات اپنے اپنے کاموں کو چھوڑ کر دنیا پر ایماندار ... سے ملنے دیکھنے اپنا فیض پہنچانے آتے ہیں آج کی رات جشن شاہانہ اس دنیا پر ہوتا ہے ہر کارخانہ کے لوگوں کو اسمیں شریک ہونے ... چھٹی ملجاتی ہے۔ اور جو مِن کو اجل یا واسطہ کے معنے میں لیں گے تو یہ معنی ہونگے کہ ہر کام کی تدبیر کرنے کو نازل ہوتے ہیں جو کچھ دنیا میں سال بھر تک ہوتا ہے اسکا حکم تو شعبان کی پندرہویں رات ہوتا ہے جسکو شب برات کہتے ہیں اور اسکے جائزہ لینے کے لیئے لیلۃ القدر میں فرشتے دنیا پر نازل ہوتے ہیں پھر سال بھر تک اسکے مطابق کارروائی کرتے رہتے ہیں یہی مدبر امور منجانب اللہ ہیں

بعض قراء نے مِن کُلِّ امرِئٍ پڑھا ہے جسکے یہ معنی ہیں کہ وہ ہر ایک آدمی یعنے مومن کے لیئے نازل ہوتے ہیں اور یہ روایت بھی ہے کہ جب وہ کسی ایماندار مرد یا عورت سے ملتے ہیں تو سلام کہتے ہیں جس میں سلامتی کی دعا ہے پھر سَلامٌ ہِیَ کے یہ معنی کہ یہ رات سلامتی کی ہے جیساکہ اوپر مذکور ہوا۔ یا یہ کہ اسمیں ملائکہ باہم اور نیز مومنوں کو سلام کرتے ہیں۔ اور یہ ایک قرآن مجید کی کمال بلاغت ہے کہ ایک لفظ کو خواہ آخر سے کلام سے ملالو یا اول سے۔ ہر حال میں معنی عجیب پیدا ہوتے ہیں۔ ولہ الحمد حمداً کثیراً۔

پھر یہ تجلی کب تک رہتی ہے آپ ہی فرماتا ہے حَتّٰی مَطلَعِ الفَجرِ کہ صبح صادق کے طلوع تک۔ پھر ملائکہ اوپر چلے جاتے ہیں۔

فرشتے کیا کل ملائکہ نازل ہوتے ہیں؟ بعض علماء فرماتے ہیں کل نازل ہوتے ہیں [illegible] اسبار [illegible] کہتے ہیں بعض
آسمان دنیا ہی تک اتر کر رہجاتے ہیں یہ اسلئے کہ ایک وقت فرشتوں نے انسان کی حالت ابتدائی دیکھکر یہ کہا تھا اتجعل فیہا من یفسد فیہا الخ
کہ یارب زمین پر آپ ایسی قوم پیدا کرتے ہیں جو وہاں فساد کرے [illegible] اور اسکو اپنے گناہوں سے ناپاک بنادے مگر حق سبحانہ نے اس
انسان پر یہ انعام کیئے اور اسکی بتدریج ایسی ترقی کی کہ اب اسکے کمالات کے مشتاق بنکر اوپر سے وہی فرشتے آتے ہیں اور
ایک وقت یہ تھا کہ جب یہ منی کا قطرہ اور خون کا لوتھڑا تھا تو اس کے ماں باپ کو بھی اس سے گھن آتی تھی پھر اسکو صورت جمیلہ عطا فرمائی
اور ماں کے پیٹ سے باہر نکلنے تک لائے تو ماں باپ اور خویش و اقارب اس سے [illegible] ہوئے [illegible] روحانیہ میں ترقی
کی تو آج عالم بالا کے لوگ اپنی مناسبت [illegible] فرماتے [illegible] ملائکہ [illegible] گروہ خاص ہے جنکا جبرئیل
علیہ السلام سے تعلق ہے پھر جب یہ اوپر جاتے ہیں تو اوپر کے ملائکہ [illegible] ہر ایک ہر
اور عورت کا نام لیکر حال بیان کرتے ہیں [illegible] کہتے ہیں فلاں [illegible] اور [illegible] کیلئے
دعا اور دوسرے کیلئے استغفار کرتے ہیں اور افسوس بھی ۔ پھر روح [illegible] سے مراد حضرت
جبرئیل علیہ السلام ہیں جو اس گروہ ملائکہ کے سردار ہیں اسی لئے خاص کر انکا ذکر [illegible]
بعض کہتے ہیں روح ایک اور فرشتے کا نام ہے جسکو روح القدس کہتے ہیں اور اسکو انسانی ترقی میں جو کمالات روحانیہ ہیں
بہ کمال دخل ہے گویا وہ معلم روحانی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں پر روح القدس ایکبار نازل ہوا تھا جب وہ ایک
گھر میں بیٹھے ہوئے تھے جسکی برکت سے مختلف زبانیں بولنے لگے تھے (کتاب اعمال) مگر [illegible] کے پاس ہر سال تشریف
لاتے ہیں جس کا اثر اسکے اوپر کہ جسکے پاس آتے ہیں یہ ہوتا ہے کہ اسکے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں بدن کے
رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ کرامات و برکات کا کارخانہ حواریوں تک چلا ختم ہو گیا برخلاف اس امت کے کہ ابھی
روح القدس کی برکت و تاثیر سے قیامت تک جاری رہیگا اور جو پا ہے اب بھی مشاہدہ کرلے کہ ہر زمانہ میں اسی امت میں ایسے
اولیاء و صلحاء پائے جاتے ہیں کہ ان سے عجائب و غرائب کرامات و برکات سرزد ہوتے ہیں جو اس دین کے برحق ہونے کی کھلی ہوئی
نشانی ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ کسی زمانہ اور کسی جگہ میں ایسے لوگ بہت تھے کہیں تھوڑے مگر زمانہ خالی نہیں رہتا
بعض علماء فرماتے ہیں کہ روح سے ایمانداروں کی روحیں مراد ہیں جو مفارقت بدن کے بعد ملائکہ میں مل گئی ہیں وہ بھی اپنے بھائیوں
سے ملنے اور انکے حالات دیکھنے اور اس عالم سفلی کی کہ جہاں سے یہ گئی ہیں سیر کرنے آتی ہیں نیکی میں دیکھتی ہیں تو
خوش ہوتی ہیں اور دعا کرتی ہیں اور جو برے کاموں میں مبتلا ہیں تو ناراض ہوتی ہیں اور دل میں فرشتوں سے شرماتی ہیں
جنکی ناراضگی کا اس بدنصیب پر بیجا اثر پڑتا ہے ۔ خسارت مال و زوال اقبال دنیاوی مصائب ۔ تاکہ متنبہ ہوکر رجوع الی اللہ کرے
وہ انکی معمولی درود و فاتحہ اور خالی نام کی تعظیم اور انتساب نسبی اور سببی سلسلہ بیعت وغیرہ سے کبھی خوش نہیں ہوتیں بلکہ اپنی طرف
نسبت کرنے سے شرم کرتی ہیں ۔ بہرطور اس رات ایک عجیب بابرکت اجتماع عالم سفلی پر ہوتا ہے اور عالم بالا اور عالم

اُنکے پاس بینہ نہ آوے یہ بتانی ہے کہ بینہ آنے کے بعد ٹلنا چاہیئے اسلئے یہ قرار دیا جاویگا کہ یہ انہیں کافرونکا قول بطور تعریض کے خدا تعالےٰ نے نقل کیا ہے۔ جیسا کوئی کہے اور اصرار کرے کہ جب تک میرے پاس سواری نہ آئیگی مین چلنے والا نہیں پھر سواری آنیکے بعد بھی نہ چلے اور حیلہ بہانہ کرے تو کوئی اسپر تعریض کرے اور یہ کہے کہ آپ تو سواری آئے بغیر چلنے والے نہ تھے یعنی اب سواری بھی آگئی اب کیون نہیں چلتے اسیطرح خدا تعالےٰ اُن کافرونپر تعریض کرتا ہے کہ تم تو بینہ آئے بغیر اپنے مذہب باطل سے ٹلنے والے نہ تھے اب بینہ بھی آگیا اور پھر بھی تم اُسیطرح اڑے ہوئے ہو۔

(۱) بعض علماء فرماتے ہین کہ کفار کا قول نقل نہین کیا بلکہ از خود فرماتا ہے کہ کافر اپنے کفر اور بطالت پر یہانتک جمے ہوئے تھے کہ ٹلے نہین کہ اُن پاس بینہ بھی آگیا اور پھر بھی اُسی جہالت مین بڑے ہوئے ہین ایسی کھلی دلیل کو بھی نہین مانتے۔

(۲) بعض فرماتے ہیں یہ معنی ہین کہ کافر یعنے اہل کتاب اور مشرکین دنیا سے جدا ہونے والے نہین تھے بینہ آئے بغیر یعنے خدا تعالےٰ اُس پر آشوب زمانہ میں کہ دنیا پر کفر کی ظلمت طاری تھی اپنی برہان بھیجے بغیر کفار کو موت نہین دینے والا تھا اب اُس نے بینہ بھیجدیا سیدھی اور بھلی راہ میں فرق کردیا حجت تمام کردی یہ اُسکی رحمت کا تقاضا ہے۔

(۳) بعض فرماتے ہیں یہ معنی ہین کہ بینہ آنے تک اہل کتاب اور مشرکین عرب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے قائل اور اُنکے مبعوث ہونیکے منتظر تھے جب آپ آئے اور بینہ آگیا تو ٹل گئے یعنے منکر ہوگئے کقول تعالےٰ فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ

اہل کتاب کی کتابون مین ایک آنے والے پیغمبر کی خبر تھی توریت مین بھی اور انجیل مین بھی ایک ایسے عالیشان نبی برپا ہونے کی پیشین گوئی ابتک موجود ہے جسکا بیان ہم اپنی تفسیر مین کئی جگہ کرچکے ہین بلکہ اہل کتاب کو مقدس مقام اور زمانہ بھی معلوم تھے اور اسیطرح مشرکین عرب مین بھی چرچا تھا کہ مکہ سے ایک ایسا شخص پیدا ہونے والا ہے جو عرب کی ابدی عزت وشوکت کا باعث ہوگا اور اُسکے سبب سے گھر بار بھی حکومت کرینگے اور یہ بات عرب مین ایسی مشہور تھی کہ ہر کہ ومہ جانتا تھا اور ایسے شخص کے مبعوث ہونیکا انتظار کرتا تھا۔ الغرض اہل کتاب اور عرب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے منفک یعنی جدا اور مخالف نہ تھے پھر جب مبعوث ہوئے تو بدبختی سوار ہوگئی آپ سے جدا ہوگئے دشمن بن گئے۔

(۴) ایک یہ معنی بھی ہوسکتے ہین کہ اہل کتاب اور مشرکین اپنی حالت سرداری اور ریاست سے ٹلنے والے نہ تھے یہانتک کہ اُنکے پاس بینہ آگیا اور جب وہ بینہ پر ایمان نہ لائے تو وہ ریاست جاتی رہی۔ اس مین اُس پیشین گوئی کی طرف اشارہ ہے کہ یہود سے حکومت کا عصا دور نہوگا جب تک کہ اُنکے پاس سشیلا نہ آوے۔ سشیلا سے مراد بینہ ہے۔

یہین کچھ بھی شبہ نہین کہ عرب پر مشرکین کی حکومت تھی عام ہے کہ مشرکین عرب ہون یا مشرکین مجوس ہون کیونکہ یمن مین مجوسی یعنی ایرانی بھی فرمانروا تھے اور باقی ممالک مین بھی بت پرست قبائل کے سردار حکمرانی کرتے تھے اور اہل کتاب بالخصوص نصاریٰ شام اور دیگر ممالک کے فرمانروا تھے وران ممالک پر قیصران روم کا جھنڈا لہرا رہا تھا یہود گو کہین کے فرمانروا مستقل نہ تھے مگر خیبر وغیرہ مقامات مین آپ سردار تھے کیونکہ زیر حکم تھے اور دینی ریاست کا بھی بڑا دعویٰ تھا یہ سب کچھ رنگ بینہ آنے کے بعد مٹ گیا کسیکی بھی ریاست باقی نہ رہی عرب کے سردارونکا تو کیا ذکر ہے اسلام نے قیصر اور کسریٰ کے بھی تاج سر سے اُتار لیئے۔ یہ ایک بڑا اعجاز ہے جسکا چرچا سیکڑون برسون سے ہو رہا تھا اور ہر قوم مین تھا

## سورۂ بینہ (لم یکن) مدینہ میں نازل ہوئی اسمیں آٹھ آیا ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَهُمُ الْبَیِّنَةُ ۙ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ

کافر ... اہل کتاب ... اور ... نہ ... تھے ... ان کے پاس کھلی دلیل ہو ... (وہ کیا) کوئی خدا کی طرف سے رسول آوے

یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ فِیْهَا کُتُبٌ قَیِّمَةٌ ؕ

اور پاک ... جس میں ... احکام ہوں

لم یکن الذین کفروا اسم کان من للبیان اہل الکتاب والمشرکین مجرور منفکین خبر کان ای ... الذین ... اکانوا علیہ من دینہم ہذا حکایۃ عن قولہم قبل الاسلام (کانوا یقولون) لا نترک ما نحن علیہ حتی یجئ النبی الموعود فی التوراۃ والانجیل فلما جاء ... فلما جاء کفروا بہ زجراً وتوبیخاً لہم لاثبات کذبہم۔ البینۃ الحجۃ الواضحۃ وہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ... رسول مرفوع علی انہ بدل من البینۃ او خبر مبتدا محذوف وقرأ ابی ... رسول من اللہ صفۃ لرسول ... کائن من اللہ یتلوا صحفا مطہرۃ ... لرسول او حال والصحف جمع صحیفۃ ... وانہ وان کان امیا ... کان کالتالی لہا۔ فیہا کتب قیمۃ صفۃ لصحف او حال من ضمیرہا والمراد الاحکام المکتوبۃ فیہا او الآیات والسور الثابتۃ فیہا۔

### تفسیر

اس سورہ میں علماء کا اختلاف ہے اکثر کہتے ہیں مدینہ میں نازل ہوئی اور یہی ابن عباس سے منقول ہے اور بعض اسکو مکیہ کہتے ہیں کہ مکہ میں نازل ہوئی حضرت عائشہ صدیقہ کا یہی قول ہے۔ اسمیں آٹھ آیت ہیں۔

اس سورہ کو بینہ اس لیئے کہتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں مشرکین عرب اور اہل کتاب اپنے قبائح مروجہ کو ترک نکرتے تھے اور بینہ آنے پر محول کرتے تھے اس سورہ میں بتلایا جاتا ہے کہ لو اب وہ بینہ بھی آگیا اب کیوں نہیں مانتے۔

مناسبت اسکی سورۂ قدر سے یہ ہے کہ وہاں بتا دیا گیا ہے کہ (انسان کو وہ چیزیں جو وہ جانتا نہ تھا بتانے کے لیئے) ہمنے قرآن کو لیلۃ القدر میں اتارا جو بڑی متبرک رات ہے اور اہل کتاب اور مشرکین ایسے رسول اور ایسی کتاب کے منتظر تھے۔ اب بتایا جاتا ہے کہ لو وہ کتاب اور وہ رسول آگیا ہے۔ اب تو اپنا باطل مذہب چھوڑو اسلیئے سب سے اول اسی بات کا ذکر فرماتا ہے فقال لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین منفکین حتی تاتیہم البینۃ کہ کافر لوگ یعنی اہل کتاب اور بت پرست اپنے باطل مذہب اور جہالت و بطالت سے دور ہونے والے نہیں تھے جب تک کہ انکے پاس بینہ نہ آجاوے۔ آگے بینہ کی تفسیر فرماتا ہے۔

اس آیت کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بینہ آنے کے بعد بھی وہ کافر اپنے کفر سے نہیں ٹلے۔ اور یہ قید کہ جب تک

اور آپ سے صدہا معجزات و آیات بینات ایسے سرزد ہوتے تھے جو فوق العادۃ اور فوق انسانیہ [illegible] آپ کی سچائی کی روشن دلیلیں تھیں جنکے بعد کور اسکی محروم رہتے اور ہے ورنہ فوراً ایمان لاتے تھے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ [illegible] بہ حد درجہ بھی جو نہایت کا اکمل صاف آئینہ تھا اور سب سے بڑھکر ارواح کے لیئے آپ عجیب خاصیت رکھتے تھے اور یہ بات [illegible] اسلام پر ایک دوست کے لئے جاذب پایا جاتا ہے۔ لوہے اور مقناطیس ہی کو دیکھو۔ پھر آپکی روحانیت میں جو ارواح کے لیے [illegible] انسانیہ اسطرف کھچے چلے آتے تھے تو کیا تعجب ہو۔ اور یہی قوت روحانیہ تو ہے جو ایک عالم کو بہت جلد اپنی طرف مائل کر لیتی ہے۔ یہ بوجوہ مذکورہ بالا کے لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کیطرف کی روشن دلیل یا اس اندھیرے کے زمانہ میں جو سخت تاریک تھا [illegible] چودھویں رات کے چاند تھے۔ پھر ان جہنم کے اندھوں کو اس بینہ کے بعد بھی کچھ سوجھائی نہ دے تو ان میں ورا [illegible] باقی نہیں رہا۔ پھر ایسے مردود غلط اگر [illegible] دنیا سے مٹا نہ جائیں تو کیا کیا جاوے۔

## فوائد

(۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد سے پہلے ہدایت کا چراغ بہت روشن ہونیکے بعد ٹمٹمانے لگا تھا اور آخر کار گل ہو گیا تھا وہاں اندھیرا پھیل گیا تھا پہلے سب جو آپ کا مولد و مسکن تھا اُسکی نسبت یہ حالت تھی کہ بت پرستی رگ و ریشوں میں دوڑ گئی تھی [illegible] میں سینکڑوں بت رکھ چھوڑے تھے کہیں جنوں بسوانا خیر مرئی اشیاء کی پرستش ہوتی تھی کہیں صلحاء و ابرار کی ارواح [illegible] مان رکھا تھا کہیں ستارے اور چاند اور سورج پوجا جاتا تھا۔ الغرض سیکڑوں معبود اور انکی پرستش کے سیکڑوں دستور مروج تھے اخلاقی حالت بھی بہت ہی خراب ہو گئی تھی۔ قتل و غارت لوٹ مار و زنا چوری شراب خوری ایک عام پیشہ تھا

اب رہے اہل کتاب سو اُنکے دو فریق تھے ایک یہود انکی یہ حالت تھی کہ اصلی توریت و صحف انبیاء علیہم السلام کو بھی کھو بیٹھے تھے اور جو کچھ محرف باقی تھا اسپر بھی عمل نہ تھا اور اُنکے بھی متعدد فرقے تھے جن میں سے ایک فریق قیامت کا ہی منکر تھا حضرات انبیاء کا کوئی بھی دستور انکا رہبر نہ رہا تھا صرف رسوم باقی رہ گئے تھے اُنکے علماء اور درویشوں نے دین فروشی کا پیشہ بنا رکھا تھا۔ جہلاء انہیں کے کہنے پر چلتے تھے اخلاقی حالت بالکل تباہ و برباد ہو گئی تھی۔ دوسرا فریق **نصاریٰ** کا تھا اُنہیں سے بھی وہ مسیحی خوشبو نکل گئی تھی صرف پھوک باقی رہ گیا تھا۔ انہوں نے خود حضرت مسیح علیہ السلام اور انکی والدہ ماجدہ مریمؑ کی پرستش شروع کر دی تھی۔ خدا ایک کونسل تھی جسکے دو ممبر حضرت مسیح اور روح القدس تھے بعض کے نزدیک حضرت مریم بھی ایک ممبر تھیں حلال و حرام کی اور پاک و ناپاک کی کوئی قید نہ رہی تھی اُنکے علماء نے مکر کا دام پھیلا رکھا تھا جہلا اُنکے بندے تھے پھر اُنکے بھی بہت سے فریق تھے اور آئے دن باہم جوتی پیزار ہوا کرتی تھی روم میں اُنکے اہل علم نے ایک سلطنت قائم کر لی تھی اور وہاں کا سجادہ نشین حضرت مسیح کا نائب کہلاتا تھا جسکو **پوپ** کہتے تھے پھر اُن پوپوں نے لوگوں کو تیا مارا تھا۔ اور طرح طرح کی بدعات اور عجیب و غریب احکام جاری کر رکھے تھے۔ مردے کو یہ نجات کی چٹھی روح القدس کے نام سے دیا کرتے تھے یہ شادی تو نہیں کرتے تھے مگر ہزاروں کنواریاں بیچارہ انکی خدمت کے لیئے رات دن اُنکے پاس رہا کرتی تھیں پھر کیا کیا شرمناک واقعات پیش آتے تھے اسلیئے اُن سب کو خدا تعالیٰ نے کافر کہا اور بہت بجا فرمایا۔ ایمان کی کون سی بات باقی رہ گئی تھی؟

اور یہ اخیر معنی سب سے زیادہ ترچسپان ہین گویا اس آیت مین بطور پیشین گوئی کے آنحضرت صلعم کے مخاطبوں کو جو مشرکین اور اہل کتاب یہود و نصاریٰ تھے متنبہ کیا جاتا ہے کہ اب ہماری کھلی ہوئی دلیل آچکی ہے اب راہ پر آجاؤ اور کجی اور سرکشی چھوڑ دو ورنہ انکا انا اور تمہارا منفک ہونا یعنے زائل و برباد ہونا وابستہ ہے - اور ایسا ہی ہوا بھی -

**ف** منفکین - انفکاک سے ہے جسکے معنی ہین جدا ہونا ٹلنا زائل ہوجانا چھوڑنا - انفکاک کے معنے پر آیت کے معنے کا اختلاف بھی ہے -

بتلایا جاتا ہے کہ وہ بینہ کیا ہے ؟ آپ ہی بیان فرماتا ہے رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ اللہ کا فرستادہ - رسول - اور رسول بھی کیسا ؟ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً کہ وہ پاک صحیفے پڑھکر سناتا ہے - صحیفہ کاغذ - کتاب - رسالہ - قرآن مجید کی ہر ایک سورت ایک صحیفہ ہے جسطرح توریت کے ابواب یا حصص صحیفے ہین - اور صحیفے بھی کیسے ہین پاک انمین جھوٹ اور مبالغہ کی کوئی نجاست نہین - یہ نجاست کتاب کے حق مین ظاہری نجاست سے بڑھکر نقصان دینے والی ہے - اسیطرح تحریف و تبدیل بھی کتاب کیلئے نجاست ہے اسیطرح اُسکے مضامین مین فحش اور خلاف تہذیب باتین بھی نجاست ہے الغرض ہر ایک عیب خواہ کسی قسم کا ہو ایک نجاست ہے سو وہ صحیفے جنکو خدا کا برگزیدہ رسول سنارہا ہے ان جملہ عیوب سے پاک ہین - اس لفظ مین ایک طرف اشارہ ہے بعض اہل کتاب پر ہے کہ جن صحیفوں کو وہ لیے پھرتے ہین اُن مین اُن ناپاکون نے نجاست تحریف لگا رکھی ہے کتاب آسمانی ہونے کے لیئے یہ دو ہی معیار کافی ہین ایک تو یہی کہ ہر قسم کے عیوب سے وہ کتاب پاک ہو جس مین مذکورہ بالا عیوب ہونگے وہ آسمانی کتاب ہو نہین سکتی دوم کہ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ اُن صحیفوں مین بہت محکم اور عمدہ مضامین بھی ہون - یہ اُن صحیفوں کی جنکو خدا کا رسول سنا رہا ہے دوسری صفت ہے -

کتب - کتاب کی جمع ہے - اور کتاب بمعنی مکتوب اکثر مستعمل ہوتا ہے - اور مکتوب مضمون ہوتا ہے - بعض علماء فرماتے ہین کہ مراد احکام و مطالب ہین کیونکہ وہ لکھے تو وہی جاتے ہین اور قیمہ بمعنے مستقیمہ یعنے اُن مطالب مین کوئی کجی نہ ہو عقل سلیم کے مطابق ہون - سو یہ وصف بھی قرآن مجید کے مطالب مین پایا جاتا ہے جیساکہ وصف اول پایا گیا -

**شبہہ** صحف اور کتب تو ایک ہی معنی ہین پھر یہ کیا فرمایا کہ صحیفو نمین کتابین ہون گویا یون کہا کتابون مین کتابین اور یہ کلام غلط ہے -

**جواب** اسکا یہ ہے کہ کتب سے مراد صحیفے نہین بلکہ مطالب و احکام ہین یعنے مکتوب اور وہ کتاب ہی مین ہوا کرتے ہین -

## البینۃ

بان الشئ بیانا فہو بین پیدا - صراح بین ظہور کے معنے مین ہے بینہ وہ شئے جو بالکل ظاہر ہو یا ظاہر کردے اس لیئے شہادت کو جو کسی دعوی کے اظہار کیلئے پیش کیجاتی ہے بینہ کہتے ہین - اس مقام پر اس سے مراد خدا کی طرف کی کھلی ہوئی دلیل اور برہان واضح ہے - اور وہ کون ہے آنحضرت کی ذات بابرکات صلے اللہ تعالے علیہ وسلم - اور اسی لیئے آپ کو سراج منیر یعنے روشن چراغ بھی کہا گیا ہے - اکثر مفسرین کا اسپر اتفاق ہے کہ بینہ سے مراد اس جگہ رسول کریم ہین صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کس لیئے کہ اسکے بعد کا جملہ رسول من اللہ خود اس بات کو بیان کرتا ہے -

رسول کریم خدا تعالیٰ کی دلیل واضح اس لیئے تھے کہ آپ کی تھوڑی سی صحبت بھی گم گشتگان وادی ضلالت کو راہ راست دکھاتی تھی

وما امروا اور وہ جو مخالف ہوئے اور بہت جلد اس رسول سے بگڑ بیٹھے اُن کو کوئی حکم بھی تو ایسا سخت یا توریت و انجیل کے مخالف نہیں دیا گیا تھا الا لیعبدوا اللہ مگر یہی کہ اللہ کی عبادت کیا کریں مگر نہ شرک کی آمیزش کے ساتھ بلکہ ان شرائط سے
(۱) مخلصین لہ الدین اول یہ کہ خاص اُسی کی اطاعت کی نیت سے اُس میں تثلیث کی آمیزش نہو نہ اور کسی معبود کی شرکت ہو اور دل سے پورا اخلاص بھی ہو ریاکاری اور نمود کی گرد بھی نہ لگی ہو۔
اب کہو یہ کونسی بری بات تھی جس سے وہ بینہ سے پھر گئے بلکہ یہ تو وہی بات ہے کہ جسکی توریت و انجیل میں بھی جا بجا تاکید ہے
(۲) حنفاء یکطرفہ ہو کر کسی باطل اور غلط طریق کیطرف میلان نہو جیسے اصول جہل اور خیالات فاسدہ پر مبنی ہوں اور حنیف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسیوجہ سے لقب بھی ہے جسمیں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ حضرت ابراہیم جو رئیس الموحدین اور خداپرست فرقوں کے بزرگ بلکہ اکثر کے جدامجد ہیں اور تمام فریق یہود و نصاریٰ ابراہیمیت کا دعوے کرتے ہیں اُنکے طریق کی پابندی اس عبادت میں ملحوظ رہے۔ سو یہ بھی کوئی ایسی بات نہ تھی کہ جس سے وہ بھاگتے
اس حکم عبادت کے بعد جو ہر قسم کی عبادت کو شامل تھا ایک خاص عبادت کے لیئے دوسرا یہ حکم بھی دیا گیا تھا (۲) ویقیموا الصلوٰۃ کہ نماز قائم کیا کریں۔ یہود و نصاریٰ نے وہ نماز بھی ترک کردی تھی کہ جو اُنکے مذہب میں تھی سجدہ اور دعا بارکوع سست یعنی ہفتہ کے روز۔ یہ حکم بھی کوئی ایسی بات نہ تھی کہ جس سے وہ انکار کرتے بلکہ سچے مذہب کا عطر یہی ہے
تیسرا حکم یہ تھا (۳) ویؤتوا الزکوٰۃ اور زکوٰۃ بھی دیا کریں یعنی خیرات کیا کریں۔ خیرات کرنا بھی وہ بات ہے کہ جسکو تمام مذاہب بالاتفاق اچھا جانتے ہیں پھر وہ کونسی بات ایسی تھی کہ جسکے سبب اہل کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کا حیلہ ملا ہاں اسقدر تو ضرور ہوا کہ نماز اور زکوٰۃ کے طریقے میں اصلاح کی گئی جو عقل سلیم کے سرمو خلاف نہیں۔ پھر اُن سے خلاف و انحراف اگر شقاوت ازلی نہیں تو اور کیا ہے۔ کوئی عیسائی۔ کوئی ہندو۔ کوئی یہودی۔ کوئی مجوسی انصاف سے کہدو سے کہ اس بینہ یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کیلئے اُنکے پاس کوئی دلیل ہے اور جب آپ کے مذہب کے یہ اصول ہیں تو ذلک دین القیمہ تو اس دین کے محکم اور مضبوط ہونے میں کیا شبہ ہے بیشک یہ دین قیم ہے اور یہی مذہب اس بات کا مستحق ہے کہ اسکو آسمانی مذہب قرار دیا جائے اور یہ تمام بنی آدم میں شائع ہو اور سب ایک دین اور ایک مذہب ہو جاویں اختلاف کا نام باقی نہ رہے اور یہ ایک روز ہو کر رہیگا
خلاصہ یہ کہ بینہ آنے کے بعد اہل کتاب نے اختلاف کیا حالانکہ اُن کو جو حکم دیا گیا تھا نہ بلحاظ مشقت عمل کے سخت تھا۔ اور نہ توریت و انجیل کے برخلاف تھا۔ مگر وہ اسپر بھی مخالف ہوگئے اور حکم جو اُنکو دیئے گئے اور رسول نے آنکو سنائے تھے صرف یہ تین حکم تھے۔
(۱) خالص اللہ کی عبادت کرنا (۲) بالخصوص نماز پڑھنا (۳) مالی عبادت کرنا زکوٰۃ و خیرات دینا۔ اور دین قیم یہی ہے۔ تعظیم خدا جو دو پہلے حکموں میں ہے۔ اور ترحم بر خلق جو تیسرے حکم سے متعلق ہے۔

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ

اور اہل کتاب نے جو اختلاف کیا تو بعد اس کے کہ ... اور ان کو حکم بھی کوئی اور نہیں دیا گیا مگر یہی کہ اللہ کی عبادت کیا کریں خالص کرکے

لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝

اللہ کی عبادت ایک ہی کی ہو کر اور نماز پڑھا کریں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی وہ مستحکم دین ہے۔

## ترکیب

وما تفرق الخ الجملة مستانفة لتوبيخ اهل الكتاب وتخصيص ذكرهم للدلالة على ان المشركين مع جهلهم اولى بالتفرق الا استثناء مفرغ من اعم الاحوال والاوقات. وما امروا الجملة في محل النصب على انها حال من اهل الكتاب والحال انهم ما امروا الشئ يخالف اصول دينهم بل بشئ يطابقها. مخلصين قرء الجمهور بكسر اللام وقرء الحسن بفتحها وهي حال من فاعل ليعبدوا حنفاء حال من الضمير في مخلصين فيكون من باب التداخل ويمكن ان يكون من فاعل ليعبدوا جمع حنيف والحنيف المائل عن الباطل الى الحق وقيل المتبع لطريقة سيدنا ابراهيم عليه السلام ويقيموا ويؤتوا معطوفان على ليعبدوا استقلت النون لتقدير ان اي ان ليعبدوا الله الخ دين القيمة قال الفراء هذا من باب اضافة الشئ الى نعته كقوله ان هذا لهو حق اليقين والهاء للمبالغة كما في قوله كتب قيمة۔

## تفسیر

اب یہ ظاہر فرماتا ہے کہ جس بینہ کے انتظار میں اہل کتاب اور مشرک بیٹھے ہوئے تھے اور اسکی آرزو کیا کرتے تھے اس کے آنے کے بعد کیا کیا؟ آپ ہی ارشاد فرماتا ہے وما تفرق الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاءتہم البینۃ کہ افسوس اہل کتاب جو علم اور فہم رکھتے تھے ہدایت انبیاء علیہم السلام سے واقف تھے وہی بینہ پہونچنے کے بعد اس سے مخالف ہو گئے اور مشرکین عرب کا تو کیا ذکر ہے وہ تو جاہل ہی تھے۔ یہ ان کی کمال بدنصیبی پر افسوس ظاہر کیا جاتا ہے کہ جبکا زمانہ دراز سے انتظار تھا اور شدید انتظار تھا مگر جب وہ وقت آیا تو جو ازلی بدنصیب تھے انکی آنکھوں پر پردے پڑ گئے اور عناد و ضد کے نشہ نے انہیں بے خبر کر دیا ؎

آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اٹھ بھی کھڑے ہوئے ٭ میں جا ہی ڈھونڈھتا تیری محفل میں رہ گیا

جسطرح لیلۃ القدر کی تجلی کے انتظار میں کوئی راتوں نہ سوئے پر جب وہ رات آئے تو سو جاوے۔ یہی حال آنحضرت کی بعثت پر اہل کتاب کا ہوا (اور یہ بھی ایک وجہ مناسبت اس سورۃ کی لیلۃ القدر سے ہے) یہی حال حضرت مسیحؑ کی بعثت پر یہود کا ہوا جنکا افسوس حضرت مسیح علیہ السلام عجیب عجیب تمثیلوں اور دل ہلانیوالے فقروں میں کرتے تھے

اس لیئے ہم سب مخلوق سے بہتر اور اشرف ہین ہماری برابر کوئی نہین ہو سکتا عیسائی کہتے ہین کہ جب ہم حضرت مسیح پر ایمان لائے اور
اُن کو خدا اور خدا کا بیٹا جان لیا تو وہ ہمارے لیئے آپ کفارہ ہو گئے سولی چڑہے اور ملعون ہوئے اور تین روز جہنم مین رہے اب ہمکو
کوئی گناہ مضرت نہین پہونچا سکتا حوض مین غوطہ لگا لیے سے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف ہو گئے بہر حال ہماری نجات ہے آسمانی
بادشاہت ہمارے لیئے حیات جاودانی کے ہم مالک۔ ہم باپ کے برابر کرسی پر بیٹھین گے ہم سے بہتر اور افضل کوئی قوم نہیں اور نہ انکے ہان جسمانی
عبادات ہمارے ہان روحانی حیثیت یہ ناپاک اعتقاد۔ ہنود کی بت پرست قومیں جو ہزارون برس احلاقی اور روحانی نجاستون مین آلودہ
ہین اور تمام مذہب توہمات وخیالات فاسدہ پر مبنی ہے ہر چند انکے گروہ آریہ نے اسکی اصلاح کرنی چاہی ہے وید کی تاویلات کر کے اسکو
لوگون سے مخفی رکھکر (تاکہ ظاہر ہو جانے پر قلعی نہ کھلجائے) اُس مین اسلامی توحید واخلاق ملانے کی کوشش کی ہے مگر کہان تک
تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم۔ کا مضمون ہے اسپر وہ اپنے آپ کو بہتر جانتے ہین اورون کو ملیچھ بتلاتے ہیں اور اُن کے
سایہ تک سے بچتے ہین ہاتھ اور کپڑا چھو جانے سے تو دھرم بھرشٹ ہو جاتا ہے سوا اسکے پہرون چرہے تک دھرم ماتا ہے دیگر قوم کی صورت دیکھنا
بھی پسند نہین کرتے۔ پھر سورگ یعنی جنت تو اُن کا زر خرید ہے یا برہمن کا عطیہ اور اُنکے تمام کاروبار انکے ہاتھ چلاتے ہیں۔ پھر جو کوئی پاپ یعنی
گناہ ہو جاتا ہے گنگا جی مین اشنان کرنے سے دہل جاتا ہے بالخصوص ان مین سے فرقہ برہمن تو ایسی بندہ ہین وہ جو چاہین کرین
اُنکو کوئی گناہ ہی نہین کس لیئے کہ برہما جی کے پوتر یعنی پسر ہین وہ کسیکو مارین گالی دین اُس کے مقابلہ مین دہرم راجہ مہاراج کو سزا دینے
کا اختیار نہین نسل مین برکت حاصل کرنے کے لیئے اُن سے نطفہ حاصل کرنا قدیم ہنود کا قدیم دستور تھا۔ اور یہ ہندو قومین تو تناسخ
کے میدان مین ٹھوکرین کھا کر اور کیا کیا جسم لیکر مکتی حاصل کرتی ہین۔ مگر برہمن جی مہاراج تو گھوڑے سورگ مین چلے جاتے ہین انکے
سوا اور اقوام ہند کو دینی کتابون کے پڑہنے کی اجازت تک نہین (تاکہ راز نہ کھل جائے) جو کچھ خیرات کرنا ہو تو برہمن کو دو گرچہ وہ
بڑا مالدار ہی کیون نہو اُنکا دیا مردون کے پاس پہونچتا ہے پھر ہنود کی بیاہ شادی مرنے جینے کے رسوم بتونکی عبادت کرانا
برہمن ہی کے ہاتھ مین ہے۔ پھر قانون بھی جو بنایا ہے جسکو دہرم شاستر کہتے ہین وہ منو جی برہمن کا بنایا ہوا ہے کہ جو کسیطرح سے انکے پچھلے
اوتارون رشیون سے اسکی ترمیم بھی نہو سکی الغرض یہ بھی اپنی فضیلت اور نجات کو موروثی حصہ جانتے ہین اور اسکے قریب قریب عرب
اور دیگر بلاد کی بت پرست قومون کا خیال تھا جسکا ابطال کر دیا گیا اور بتلا دیا گیا ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک
ہم خیر البریہ کہ انسان کی فضیلت کا دار مدار ایمان اور عمل نیک پر ہے یا ہنود کے سمجھانے کو یون کہو گیان اور کرم پر ہے
ذات بھانت پوچھے نا کوئے ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئے۔ یا حکماء کے سمجھانے کو یون کہو کہ کمال انسانی قوت نظریہ وعملیہ کی تکمیل
پر موقوف ہے قوت نظریہ کی تکمیل ایمان سے ہے کس لیئے کہ علوم الہیات کو واقعی طور پر جاننا ایمان شرعی مین داخل ہے اور عملیہ قوت
کی تکمیل نیک کامون کے بجالانے مین ہے۔ اور نیک وہی کام ہین جنکو طبائع سلیمہ نیک کہتی ہون جیسا کہ خدا کی عبادت کرنا بندگان خدا سے
بھلائی کرنا۔ سو اول بات کو لفظ آمنوا حاوی ہے اور دوسری کو وعملوا الصالحات الغرض یہ کہ رب سب کا رب ہے تمام بندے
اور کل بنی آدم اُسکے نزدیک ایک ہی قطرہ کی پیدائش ہین۔ اگر کسیکو فضیلت ہے تو ایمان واعمال صالحہ سے ہے اور یہی مضمون اس آیت مین ہے

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝

بیشک جو لوگ منکر ہیں اہل کتاب اور مشرک وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہا کرینگے وہی ہیں بدتر خلق سے بدتر ہیں

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ

وہ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے وہی ہیں خلق سے بہتر ہیں ان کا بدلہ اُنکے رب کے پاس باغ ہیں بسنے کے

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝

جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں انمیں ہمیشہ ہمیشہ رہا کرینگے اللہ ان سے راضی ہوا وہ اس سے راضی ہوئے یہ اسکو ملتا ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہو

## ترکیب

الذین موصول کفروا صلتہا من اہل الکتاب والمشرکین بیان لکفروا اسم ان فی نار جہنم خبرہا اے یصیرون الیہا بعد الموت خالدین فیہا حال من المستکن فی الخبر۔ اولئک مبتداء ہم مبتداء شر البریۃ الجملۃ خبر۔ قرء الجمہور البریۃ بالتشدید البریۃ بغیر ہمزۃ وقرئ بالہمزۃ وقیل الاصل بالہمزۃ لانہ یقال برء اللہ الخلق بالہمزۃ اے ابتدءہ واخترعہ ومنہ قولہ من قبل ان نبرءہا ولکنہا خففت بعد قلب الہمزۃ یاء والبریۃ الخلیقۃ والباری الخالق الذین آمنوا الخ اسم ان ہم خیر البریۃ خبرہا جزاؤہم مبتداء عند ربہم صفۃ جنات عدن خبر یقال عدن بالمکان یعدن عدنا اے اقام ومعدن الشئ مرکزہ ومستقرہ۔ تجری الخ الجملۃ صفۃ جنات خالدین حال العامل محذوف اے ادخلوہا خالدین ولا یجوز ان یکون حالا من الضمیر المجرور فی جزاؤہم لوقوع الفصل بین المصدر ومعمولہ بالخبر واجازہ قوم ابدا تاکید للخالدین رضی اللہ الخ الجملۃ خبر ثان ویجوز ان تکون فی محل نصب علی الحال باضمار قد۔ ذلک مبتداء لمن خشی ربہ الجملۃ خبر۔

## تفسیر

اب اُن اختلاف کرنیوالوں کا جو اپنے آپکو دنیا سے بہتر سمجھتے ہیں انجام کار بیان فرماتا ہے فقال ان الذین کفروا کہ وہ جو منکر ہو گئے ہیں بینہ کے خواہ اہل کتاب ہوں خواہ مشرکین ہوں وہ جہنم کی دہکتی آگ میں جلیں گے پھر جسطرح یہ انکا کفر کبھی اُنسے دور نہیں ہوتا تھا بلکہ ہمیشہ اُنکے ساتھ رہتا تھا اسیطرح وہ بھی ہمیشہ اُس آگ میں پڑے جلا کرینگے کبھی رستگاری نہوگی جن عقائد و اعمال و رسوم کو وہ موجب نجات جانتے ہیں کچھ کام نہ آئینگے کس لیئے کہ وہ سب باطل کوششیں ہیں۔ اور وہ جو اپنے آپ کو دنیا سے بہتر جانتے ہیں یہ بھی غلط خیال ہے بلکہ اولئک ہم شر البریۃ وہ تمام مخلوق سے بدتر ہیں کس لیئے کہ مخلوق میں مومن اور فرشتے تو بالاتفاق بہتر ہیں اب رہے حیوانات خواہ وہ کیسے ہی کریہ کیوں نہوں سور کتا۔ یہ اُنسے بھی بدتر ہیں کس لیئے کہ وہ اپنے آقا کی ناشکری تو نہیں کرتے اور یہ بدنصیب باوجود عقل و ادراک ہوش و حواس کے ناشکری کرتے ہیں اُسکے احکام اور اُسکے رسول اور اُنکی باتوں کو جھٹلاتے ہیں اور حیوانات کو مرنیکے بعد عذاب و ثواب کچھ نہیں پر اُنکے گلے میں تو رنج و حزن دائمی کی مستحکم رسی پڑی ہوئی ہے۔

یہود کو دعوی تھا کہ نحن ابناء اللہ واحباءہ کہ ہم خدا کے بیٹے اور اُسکے دوست ہیں۔ ہم ابراہیم و اسحاق و یعقوب علیہم السلام کے اجزاء بدن ہیں اور اُنکے لیئے برکت و مغفرت کا وعدہ ہو چکا ہے پھر ہمکو کسیطرح بھی جہنم میں نہ ڈالے گا اور بڑے سے بڑے گناہ ہونگی باز پرس ہوئی بھی تو یہ ہوگی کہ دو چار روز جہنم کی طپش دکھا کر پھر ہمکو ہمارے باپ دادا کے مرتبہ میں پہونچا دیا جاوے گا۔ الغرض مغفرت و جنت ہمارا موروثی حصہ ہے

# سورۃ اذا زلزلت مدنیۃ وهی ثمان آیات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۙ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۚ يَوْمَئِذٍ

جب زمین تھرتھرا کر ہلائی جاوے گی اور جب زمین اپنے بوجھ (دفائن) نکال پھینکے اور انسان کہنے لگے اسکو کیا ہو گیا اس دن

تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۙ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۗ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۗ

وہ اپنی خبریں سنا دیگی اسلئے کہ آپ کا رب اسکو حکم دیگا۔ اس دن لوگ مختلف حالتوں میں لوٹ کر آویں گے۔ تاکہ ان کے اعمال انہیں دکھائے جاویں

ترکیب

اذا شرطیۃ کان والفرق بینها ان اذا تستعمل فی المقطوع به ... اذا ارادت التعلیق بما هو مقطوع الوقوع اذا بخلاف ان فانها تستعمل فی المشکوک فلما کان الزلزال یقینیا قال اذا زلزلت ... الارض زلزالها ... الزلزال یستعمل ... الی الضمیر الراجع الی الارض - قال الفراء الزلزال بالکسر مصدر وبالفتح اسم وقال القرطبی بالفتح مصدر کالوسواس والقلقال وقیل ... فالمصدر مضاف الی فاعله والمعنی ای حرکت الارض حرکة شدیدة کما قال اذا رجت الارض رجا واخرجت ... علی زلزلت الارض والاثقال جمع ثقل والمراد به الدفائن وقال ... ایضا ... وقال الانسان مالها ... والجملة الاسمیة ... والمراد به الانسان من اهوال الارض - وهذه الجمل کلها شرط والجواب یومئذ تحدث الخ قال ابو السعود یومئذ بدل من اذا والعامل فیهما تحدث اخبارها مفعول ثان والاول محذوف ای تحدث الناس اخبارها اما بلسان الحال او بلسان المقال وقیل یجوز ان یکون اذا منصوبا بمضمر ای اذکر اذا زلزلت الارض بان ربک متعلق بتحدث فالباء سببیة ای تحدث بسبب ایحاء اللہ الیها - وقیل زائدة فیکون ان ربک اوحی لها بدلا من اخبارها بمعنی الیها لان اوحی یتعدی تارة بالی وتارة باللام وانما اوثرت اللام ایماء الی انما فعلنا ذلک لاجلها حتی تتوسل الارض بذلک الی الانتقام من العصاة یومئذ اما بدل من یومئذ قبله واما منصوب بمقدر ای اذکر واما منصوب بما بعده یصدر الناس ای یرجع والصدر الرجوع ضد الورود ای من موقف الحساب ای منازلهم اشتاتا جمع شت بمعنی متفرق وهو حال من فاعل یصدر ای یرجعون متفرقین بعضهم بیض الوجوه وبعضهم سود الوجوه بحسب اعمالهم - لیروا اللام متعلق بیصدر قرء الجمهور مبنیا للمفعول من رؤیة البصر ای لیریهم اللہ اعمالهم وقرئ مبنیا للفاعل والمعنی لیروا جزاء اعمالهم -

## تفسیر

یہ سورہ ابن عباس وقتادہ کے نزدیک مدنی ہے اور جمہور کا بھی یہی قول ہے مگر ابن مسعود وعطا وجابر کہتے ہیں کہ مکہ میں نازل ہوئی ہے سورہ کی آٹھ آیات ہیں بعض کہتے ہیں نو اسلئے کہ وہ ایک جملہ کو دو سمجھتے ہیں۔
مناسبت اسکی پہلی سورۃ سے یہ ہے کہ پہلی سورۃ میں تھا جزاؤهم عند ربهم کہ ایمانداروں کی جزا انکے رب کے نزدیک جنات عدن ہیں

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کہ اللہ کے نزدیک تم میں سے وہ افضل و اشرف ہے جو پرہیزگار ہے اور پرہیزگاری ایمان و اعمال صالحہ سے حاصل ہوتی ہے۔ الغرض یہ لوگ مخلوق میں بہتر ہیں۔ اور در اصل وہی بہتر ہے جو ایمان و اعمال صالحہ کے لباس سے آراستہ ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس لئے آخرت کے درجات بیان فرماتا ہے جہاں سدا رہنا ہے اگر وہاں عزت ہے تو در اصل عزت ہے ورنہ دنیا کی چندروزہ عزت مال و زر حسن و جمال حسب و نسب کی عزت ایک خواب و خیال ہے فقال جزاؤہم عند ربہم جنات عدن کہ انکا بدلہ انکے مہربان رب کے پاس رہنے کے باغ یعنی عالم قدس کے باغ ہیں جنمیں تمام راحت کے سامان مہیا ہیں جنکو کبھی خزان نہیں چھو سکتی یہ انکے ایمان و اعمال صالحہ کا مظہر ہے تجری من تحتہا الانہار انکے نیچے نہریں بہتی ہونگی۔ یہ انکے اعمال صالحہ عرفان الٰہی کی نہریں ہیں جو دنیا میں انکے اندر رات دن بہا کرتی تھیں کبھی بند نہوتی تھیں۔ پھر جسطرح یہ ایمان و معارف و اعمال صالحہ ان کے ساتھ ہمیشہ رہا کرتے تھے اسیطرح یہ بھی اس عالم میں ان باغوں خالدین فیہا ابدا ہمیشہ ہمیشہ رہا کرینگے نہ ان کو کبھی موت آوے گی نہ وہاں سے نکالے جاوینگے نہ انکی عمر میں فتور ہوگا یہ خلود اس نیت کا ثمرہ ہے جو ایماندار ان نیک بختوں کے دل میں تھی وہ یہ کہ گو انکی عمریں تھوڑی تھیں مگر نیت اور قصد یہی تھا کہ ہمیشہ ہمیشہ اسی اطاعت و بندگی میں رہیں گے کبھی اس نیک روبہ کو نہ چھوڑیں گے ؎ خلاص حافظ از آن زلف تابدار مباد ＊ کہ بستگان کمند تو رستگار انند اور یہی قصد کفار کا تھا اس لیئے وہ بھی خلود کے مستحق ہوئے مگر جہنم کے خلود کے۔

ان سب نعمتوں سے بڑھکر ایک بڑی نعمت ان کو نصیب ہوگی رضی اللہ عنہم کہ اللہ ان سے راضی اور خوشنود ہوگا ورضوا عنہ اور یہ اس سے راضی اور خوشنود رہیں گے۔ پھر اب اور کسی نعمت کی کیا اصل ہے۔ محبوب کی رضامندی کی لذت عاشق صادق سے اور بادشاہ کی خوشنودی کی فرحت ملازم سے پوچھنی چاہیئے۔ اور لفظ ماضی سے تعبیر کرنے میں اسطرف اشارہ ہے کہ اب دنیا میں بھی انکا رب ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے کوئی حسرت و ارمان ولمین باقی نہیں رہا ایمانداروں نیک کام کرنے والوں کو یہ تمغہ پہنایا گیا جس کا اثر نیک مومن کے دل پر ایسا ہوتا ہے کہ وہ دنیا و ما فیہا کو اسکے آگے ہیچ جانتا ہے تنگدستی بیماری ناکامی میں بھی اسکے دل میں ایک ایسی فرحت ہوتی ہے کہ جسکے سبب وہ تنگدستی بیماری کو کچھ بھی نہیں جانتا۔ یہ تمغہ صحابہ خصوصاً خلفاء اربعہ کو بخوبی حاصل ہوگیا تھا کس لیئے کہ انکے ایمان لانے اور نیک کام کرنے کی بھی گواہی خدا تعالےٰ اور اسکے رسول کریم نے دیدی تھی اور کیوں نہو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے حواریوں کو یہ کچھ فضیلت حضرت مسیح علیہ السلام کی برکت سے عطا ہوئی تھی پھر کیا خاتم المرسلین صلعم کے حواریوں اور قدیم جان نثاروں کو یہ رتبہ نصیب نہوتا؟ اس لیئے نیک مسلمانوں کا عام دستور ٹھہر گیا ہے کہ جب کبھی ان بزرگواروں کا نام لیا جاوے تو اس تمغہ رضی اللہ عنہ سے لیا جاوے اور یہ ایک ادب ہے اور جو لوگ انکی تنقیص کرتے ہیں جیسا کہ شیعہ و خوارج وہ گویا پیغمبر خدا صلعم کی تعلیم اور اثر کی تنقیص کرتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ یہ نعمت کسکو نصیب ہوتی ہے فقال ذلک لمن خشی ربہ یہ اسکو نصیب ہوتی ہے جو اپنے رب سے ڈرا کرتا ہے خواہش نفسانی اور پابندی رسم و رواج قوم کو اسکے احکام کے مقابلہ میں کچھ نہیں سمجھتا۔ یہ حصہ کسی شخص کو اسکے مال و جمال حسب و نسب سے نہیں ملتا بلکہ خدا کے ڈرنے سے سب کا اصل الاصول خوف خدا ہے یہ نہیں تو کچھ نہیں یہی بڑی دولت ہے۔

اس کو وحی کی ہوگی یعنی وحی اور حکم رب سے بندوں پر نیکی و بدی کی گواہی دیگی یہ معاملہ بالاتفاق نفخ صور ثانیہ کے بعد ہوگا۔ حدیث بعض علماء فرماتے ہیں کہ تحدث اخبارہا کے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ زبان حال سے اپنی گزشتہ خبریں بتا دیگی عبرت کرنے والوں کے لئے
واقعات پر نظر کرنا اگر زمین جسم لا یعقل کیونکر کلام کرسکتا ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ مخلوق الٰہی میں سے ہر ایک چیز روح رکھتی ہے صرف اتنا فرق ہے کہ حیوانات کی روح بدن کی تدبیر و تصرف اور حس و ادراک اختیاری کا مصرف رکھتی ہے برخلاف اور اجسام کی روح کے کہ اس کا
ادراک و حس محسوس نہیں مگر کبھی محسوس بھی ہو جایا کرتا ہے بطریق خرق عادات و معجزات اور اسی لیئے بعض دفعہ پتھروں نے حضرات انبیاء علیہم السلام سے کلام کیا ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو شروع نبوت کے وقت پتھر سلام کیا کرتے تھے اور ستون حنانہ حضرت کی مفارقت میں رویا تھا اور آیت سے
ہر شے خدا کی تسبیح و تقدیس کیا کرتی ہے کما قال وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم اور نفوس فلکیہ کے حکما بھی قائل ہیں اور قیامت
کے روز جب ظہور کلی ہوگا ان چیزوں کی گویائی بھی سب کے نزدیک محسوس ہو جاوے گی اور اسی طرف اس آیت میں اشارہ ہے بیدہ ملکوت
کل شیٔ زمین بھی گواہی دیگی انسان کے اعضا بھی گواہی دینگے اور حدیث میں آیا ہے کہ جہانتک مؤذن کی آواز جاتی ہے وہاں کے
شجر و حجر گواہی دینگے مگر سوائے حیوانات کے دیگر اجسام کی حیات فلاسفہ جدید کی سمجھ سے باہر ہے اور اسی لئے وہ اسکو محال خیال کرتے ہیں
مولانا روم اپنی مثنوی میں اس حیات کی کن دلکش الفاظ میں تصویر کھینچتے ہیں۔ سے

ہستی کوہ است محیی از خرد / ہستی ہمچون خرد کے حسب برد
باد را بے چشم گر بینش نداد / فرق و جزا میکرد اندر قوم عاد
آتش نمرود اگر چشم نیست / با خلیلش چون ترحم کرد ایست
گر نبودے نیل را آن نور دید / از چہ کافر را ز مومن برگزید
گر نہ کوہ و سنگ با دیدار شد / پس سرا داؤد را او یار شد
این زمین را گر نبودی چشم جان / از چہ قارون را فرو خورد آنچنان
گر نبودے چشم دل حنانہ را / چون بدیدی ہجر آن فرزانہ را
در قیامت این زمین از نیک و بد / کہ زما دیدہ گواہی ہا دہد

پھر اور کیا ہوگا؟ یومئذ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالہم کہ اس روز دربار عدالت سے اپنے اپنے منازل پر مختلف حالات میں لوگ لوٹ کر آوینگے جو ایماندار و نیک ہیں انکے منہ چاند سے روشن ہونگے جنت کی طرف خوشی میں دوڑتے آوینگے اور کافر و مشرک اور بدکار جہنم کی قید کا حکم سنکر سیاہ رو غمگین جہنم کیطرف جائیں گے یہ اسلیئے کہ ہر ایک کو اسکے اعمال کا بدلہ دکھایا جاوے نیکوں کو نیک بدوں کو بد۔

[1] کیا یہ نہیں سمجھتے کہ انسان کی زبان جو گویائی کا ایک آلہ ہے اور گوشت کا ٹکڑا اس میں کون سے اسباب گویائی کے خود بخود پیدا ہوگئے ہیں؟ کچھ نہیں صرف ایک قادر مطلق نے انہیں قوت رکھدی ہے اگر وہ چاہے تو یہی قوت انسان کے کسی دوسرے عضو میں رکھدے وہ بھی اسیطرح بولنے لگے دیکھنے کی قوت آنکھ میں رکھدی ہے۔ سونگھنے کی ناک میں ٹٹولنے کی تمام جسم میں اگر وہ چاہے تو ایک قوت کو دوسری جگہ رکھدے یا کل بدن کو جمیع قوتوں کا محل کردے ہر جگہ سے دیکھنے سننے بولنے سونگھنے ٹٹولنے لگے اور کبھی کبھی خاصان خدا پر یہ حالت دنیا میں بھی طاری ہو جاتی ہے جبکہ بہت لیست اور

بہ سنکر ایمانداروں کا دل مشتاق تھا کہ یہ پوچھتے کہ کب یہ جزا ملیگی اس لیئے اُسکا وقت بتلادیا کہ اذا زلزلت الارض الخ کہ جب زمین ہلائی جاویگی یعنے قیامت میں یا یوں کہو کہ مسئلہ معاد کا پہلی سورۃ میں اجمالًا ذکر تھا کہ مشرکین اور کافر جہنم کی آگ میں اور ایماندار ابرار جنات عدن میں ہمیشہ رہا کرینگے۔ اس سورہ میں مسئلہ معاد کی ابتدائی حالت بیان فرمائی کہ زمین ہلیگی اور اپنے دفائن واموات اوگل دیگی۔ کافر تعجب کرینگے اور یہ عالم کہ جس پر یہ منکرین مبتلا ہیں زیر وزبر ہو جاویگا۔ فقال اذا زلزلت الارض زلزالہا کہ جس وقت ہلائی جاوے زمین جیسا کہ اوسکو ہلانا چاہیئے اور جیسی کہ ہلنی چاہیئے یعنی بہت زیادہ۔ یہ شروع قیامت ہوگا کہ اسرافیل کے صور پھونکنے سے زمین میں عظیم زلزلہ آویگا جس سے کوئی پہاڑ اور عمارت باقی نہ رہیگی۔ اور سمندر جوش مار کر ادھر ادھر ابل پڑینگے (واذا البحار سجرت) تمام ہو جاوینگے یہ اول بار صور پھونکنے میں ہوگا۔ بعض کہتے ہیں بار دوم صور پھونکنے کے وقت ہوگا

ف عرب کے کسی بڑے فصیح و بلیغ سے یہ فقرہ بنایا تھا۔ اذا زلزلت الارض زلزالا اور آگے پھر اُسکو برابر نہ لا سکا جب یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں زلزالا کی جگہ زلزالہا آیا۔ مصدر کو مضاف کردیا تو فقرہ میں جان پڑ گئی وہ عرب وجد میں آگیا اور بول اُٹھا کہ بس اس کلام کی فصاحت پر ایمان لایا۔ اسکا لطف اُٹھانا اہل زبان ہی کا حصہ ہے

اور اس زلزلہ سے کیا کیا ہوگا منجملہ اسکے یہ ہوگا واخرجت الارض اثقالہا کہ زمین اپنے بوجھ نکال ڈالیگی ثقل و بوجھ جس سے مراد ہے زمین کے اندر کی چیزیں خزانے اور کانیں اور مردے گڑے ہوئے اور طرح طرح کے پُرانے قدیم عمارات کی بنیادیں اور جو کچھ زمین کے طبقات میں ہے زلزلہ عظیم سے باہر نکل پڑیگا۔ مسلم اور ترمذی نے ابو ہریرہ رضہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن زمین اپنے جگر کے ٹکڑے قے کر دیگی چاندی سونے کے ستونوں جیسے ٹکڑے باہر پڑے ہونگے۔ قاتل دیکھ کر کہے گا ہائے میں نے اسکے لیئے قتل کیا تھا۔ اور قطع رحم کرنے والا کہیگا ہائے میں نے اسکے لیئے عزیزوں کو چھوڑا تھا اور چور دیکھ کر کہے گا اسکے لیئے میرا ہاتھ کاٹا گیا۔ پھر کہا جاویگا اُٹھا لو مگر وہ کچھ بھی نہ لینگے وقال الانسان مالہا اور کہیگا انسان اس زمین کو کیا ہوگیا؟ وہ اسکے باغ اور وہ اسکے عمدہ عمارات کیا ہوئے اسکی وہ رونق کیا ہوگئی جس پر بنی آدم فریفتہ تھے اور کٹے مرتے تھے اور کس زمین کے لیئے تلواریں چلتی تھیں ہائے ہائے یہ زر بھی پڑا ہے اور یہ زمین بھی پڑی ہے آج کوئی نہیں پوچھتا۔ بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ مردوں کا دفائن باہر پھینکنا اور انسان کا یہ کہنا دوسری بار صور پھونکنے کے بعد کا معاملہ ہے۔ جب مرنے کے بعد سے زندہ ہو جاوینگے اور زمین و زر کو یوں خراب و متبدل دیکھینگے۔ مگر یہ بھی ممکن ہے کہ قریب قیامت کا معاملہ ہو جبکہ ایک زلزلہ آوے اور دنیا کو درہم برہم کر دے پھر جو کچھ انسان اسوقت زندہ ہوں یہ کہیں اور پھر نفخ صور اول شروع ہو جاوے۔ یومئذ تحدث اخبارہا۔ اسروز زمین اپنے اخبار و حالات بیان کریگی۔ کہ فلاں نے مجھ پر زنا کیا اور فلاں نے قتل کیا تھا اور فلاں نے فلاں گناہ اور فلاں نے نماز پڑھی تھی۔ فلاں نے فلاں نیک کام کیا تھا سب حالات بتلاویگی۔ اور یہ کیوں بان ربک اوحی لہا اسلیئے کہ تیرے رب نے

سورۃ العادیات مکیۃ وهی احدی عشرۃ آیۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا ۝ فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا ۝ فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا ۝ فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا ۝

قسم ہے ان [illegible] گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں پھر [illegible] چنگاریاں اڑاتے ہیں پھر صبح کے وقت [illegible] پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں پھر اس وقت [illegible] جماعت میں جا گھستے ہیں

إِنَّ الْإِنسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۝ وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدٌ ۝ وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ۝ أَفَلَا يَعْلَمُ

بیشک انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے اور وہ اس بات کو [illegible] اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے کیا اس کو [illegible]

إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ ۝ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ۝ إِنَّ رَبَّهُم بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ۝

جبکہ قبروں سے [illegible] اور [illegible] ہے وہ ظاہر کیا جائے گا ان کا رب ان سے اس دن واقف ہوگا

[illegible]

والعادیات [illegible] الخیل [illegible] وهو [illegible] الاقرب [illegible] من العدو والمراد بها الخیل [illegible]

[illegible] الضبح صوت اجواف الخیل اذا عدت [illegible] یقال ضبح الفرس اذا [illegible] من الضبح [illegible]

[illegible] مکان العادیات [illegible] علی الاول منصوب علی الحال [illegible] وعلی الثانی مفعول مطلق مؤکد [illegible] الفاعل ویجوز ان یکون

مصدر [illegible] فالموریات [illegible] عطف علی العادیات [illegible] من الایراء وهو اخراج النار [illegible] والقدح [illegible]

[illegible] بالزناد والکلام [illegible] کالکلام فی ضبحا فالمغیرات [illegible] التی تغیر علی العدو [illegible]

من الاغارة [illegible] علی الظرفیة عطف [illegible] فاثرن به نقعا عطف علی الفعل الذی دل علیه اسم الفاعل [illegible]

[illegible] فاثرن [illegible] علی اسم الفاعل نفسه لانه [illegible] للموصول لان الالف واللام فی الصفات

[illegible] واللاتی [illegible] فاثرن [illegible] والضمیر فی اثرن الی المغیرات وهو فاعله

[illegible] الی الضبح او الی مکان [illegible] المدلول [illegible] نقعا مفعول به والنقع الغبار وقرء الجمهور فاثرن بتخفیف الثاء

وقرئ بتشدیدها [illegible] فوسطن الی المغیرات به النقع [illegible] زائدة [illegible] ذلک الغبار جمعا مفعول به [illegible] الباء للتعدیة او الظرفیة

[illegible] فی ذلک الوقت او [illegible] اثارة الغبار جمعا حال وکل موضع صلح فیه بین فهو وسط بالسکون وان لم یصلح فهو وسط بالتحریک

یقال [illegible] وسط القوم بالتسکین لانه ظرف وجلست وسط الدار بالتحریک لانه اسم لما یحویه غیره من جوانبه من باب [illegible]

[illegible] الداخل [illegible] والفاءات الاربع للدلالة علی ترتیب [illegible] علی ما قبله ان الانسان الخ هذه الجملة

[illegible] القسم افلا یعلم الاستفهام للانکار والفاء للعطف علی مقدر [illegible] یفعل ما یفعل من القبائح فلا یعلم اذا العامل فیها

[illegible] متعلق [illegible] ان ربهم الخ الجملة جواب الشرط [illegible] علی مفعول یعلم [illegible] متعلق بخبیر

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

پھر جسنے ذرہ بھر بھلائی کی ہے وہ اسکو دیکھ لیگا　　اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہے وہ اسکو دیکھ لیگا

## ترکیب

الفاء للتفصیل من موصولة مبتدأ خبره محذوف ... یعمل مثقال ذرة خیرا ... ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره جواب الشرط ... خیرا بدل من مثقال او تمییز
قرء الجمهور یره فی الموضعین بضم الهاء وصلا وسکونها وقفا وقرء هشام بسکونها وقفا ووصلا وقرء الجمهور یره فی الموضعین بفتح الیاء وقرئ بضم الیاء مبنیا للمفعول
اى یریه الله ایاه وقرئ یراه على توهم ان من موصولة او على تقدیر الجزم بحذف الحرکة المقدرة ... مثقال ... زنة ... دینار ...
اى زنة ذرة والذرة هى ان یضرب الرجل بیده على الارض فما علق من التراب فهو ذرة وقیل ما یرى فى شعاع الشمس من الهباء

## تفسیر

اب سوال دیکھنے کی تفصیل کرتا ہے فقال فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره کہ جو ذرہ کے برابر بھی اچھی بھلائی۔ سچی نیکی کریگا ضرور اسکو بھی اسکی نیک بدلہ کو دیکھ لیگا وہ نیکی رائگان نہ جاویگی ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره اور جو ذرہ بھر بدی کریگا وہ اسکے نتیجہ کو دیکھ لیگا
ف علماء کا اتفاق ہے کہ کافروں کی نیکیاں اسکے کفر کے سبب سے ملیامیٹ ہو جاتی ہیں پھر وہ اپنی نیکی کو بھی نہ دیکھینگے ذرہ بھر کا تو کیا ذکر اسیطرح ایمانداروں کی بدیاں مٹادیجاتی ہیں یا معاف کردیجاتی ہیں پھر انکو بھی ذرہ بھر بدی دیکھنے کا موقع نہیں ملا پھر آیت کے معنی کیونکر صحیح ہونگے۔ جواب دیکھنے کا موقع یہاں نہیں فرمایا اس لیئے کہ کافر کی نیکیوں کا نتیجہ اسکو دنیا میں ملجاتا ہے افزایش مال و کثرت اولاد تندرستی وغیرہ ہاں آخرت میں کچھ ثواب نہوگا پس یہ کہنا صحیح ہوگیا کہ کافر کی بھی کوئی نیکی خواہ ذرہ برابر ہو رائگان نہ جاویگی آخرت میں نہ سہی دنیا میں تو ضرور اسکا بدلہ دیکھ لیگا اسیطرح مومن کو اسکے گناہوں کے سبب دنیا میں پہنچ کر کوئی مصیبت بیماری تنگدستی رنج و غم دیکھنا پڑتا ہے گو آخرت میں نہ ہو۔ بعض یہ جواب دیتے ہیں کہ دونوں جگہ من عام نہیں اول سے مراد ایماندار ہے کہ جو ایمان لاکر نیکی کریگا وہ ضرور اپنی نیکی کا بدلہ دیکھیگا اور نیکی کے لیئے ایمان مقدم ہونا شرط ہے اور اسیطرح دوسرے من سے مراد کافر ہے کہ کافر کو ہر بدی کا بدلہ دکھایا جاویگا خواہ ذرہ بھر ہی کیوں نہو۔ یہ بھی جواب ہے کہ جب کافر کی نیکیاں ہی نہ رہیں اسکے کفر نے ملیامیٹ کردیں اور اسیطرح مومن کے گناہ ہی نرہے توبہ و استغفار سے معاف ہوگئے پھر انکا بدلہ کیا یہ تو موجود نیکی و بدی کے بدلہ کا ذکر ہے۔
ف بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آیت جامعہ اور یکتا ہے۔ کعب احبار کہتے ہیں کہ نبی کریم صلعم پر یہ دو آیت ایسی نازل ہوئی ہیں جو توریت و زبور و انجیل کا خلاصہ اور لب لباب ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آنحضرت صلعم نے ایک شخص کیلئے قرآن تعلیم کرنیکو فرمایا پھر جب اسکو یہ سورۃ تعلیم فرمائی اور ان آیتوں تک پہونچا تو اسنے کہا بس کیجیئے مجھے یہی دو آیت عمل کرنیکے لیئے کافی ہیں اسکی حضرت نبی کریم صلعم کو خبر پہنچی آپنے فرمایا وہ فہیدہ شخص ہو جانے دو۔ کیونکہ ہر ایک گناہ سے بچنا چاہیئے خواہ ذرہ بھر ہی کیوں نہو اور ہر ایک نیکی پر مستعدی کرنی چاہیئے خواہ چھوٹی سے چھوٹی ہی کیوں نہو
ف نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ جسنے یہ سورۃ پڑھی اسکو نصف قرآن پڑھنے کا ثواب ہوگا۔ اور جسنے قل ہو اللہ پڑھی اسکو تہائی قرآن کا اور جسنے قل یا ایہا الکافرون پڑھی اسکو چوتھائی قرآن کا ثواب ہے۔ رواہ الترمذی وابن مردویہ والبیہقی۔

بعض علماء فرماتے ہین کہ صبح ہین جانے والے اونٹون کے اوصاف ہین۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اسی بارہ مین ایک روایت بیان کرتے ہین صوفیہ کرام فرماتے ہین کہ عادیات سے نفوس انسانیہ کیطرف بھی اشارہ ہے جنکو ریاضت کے میدان مین دوڑنے والے گھوڑون کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور یہی اپنی ریاضت و مجاہدات کے نعلون سے آگ جھڑکاتے ہین جس سے اشتیاق و تجلی کے شرار سے مراد ہین اور یہی بوقت تجلی جو صبح سے مشابہ ہے اس میدان مین دھاوا کرکے جسمانی خواہشون کی گرد اڑاتے اور مقام وصل و قرب مین جا گھسے ہین یہ ظاہر الفاظ کے معنی نہین مگر اشارہ ہوسکتا ہے۔ اور یہ قرآن کا کمال اعجاز ہے کہ اس کے ہر پہلو مین ایک معنی ہین

پھر ان چیزون کی قسم کھا کر فرماتا ہے ان الانسان لربہ لکنود کہ بیشک انسان اپنے رب کا ناشکر اور احسان نہ ماننے والا ہے۔ اول تو اسکی نعمتون کو اسباب یا نیالی بیہودون اور اپنی کوششون کی طرف منسوب کرتا ہے دوم یہ کہ ان نعمتون کو بےموقع صرف کرتا ہے۔ سوم اپنے محسن و مربی کی طرف نہین جھکتا۔ لذات و شہوات مین مستغرق رہتا ہے وانہ علی ذلک لشہید اور وہ اس بات پر گواہی دیتا ہے اسکا حال اور اسکی بناوٹ اور رات دن کے تغیرات مین اسکے دست و زر کی اسپر داری کہہ رہی کہ انسان بڑا ناشکر ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ ہر ایک دوسرے کو کہتا ہے کہ فلان شخص فلان نعمت کا شکر نہین کرتا سو وہ اسکی نسبت کی بھی کہتا ہے گویا دوسرے کو یہ کہنا اور آپ اسی حالت مین مبتلا ہونا اپنے لیئے آپ اقرار کرنا اور گواہی دینا ہے کہ مین ناشکر ہون۔ اسکی دوسری بات نفی اپنے نیچری یہ ہے کہ وانہ لحب الخیر لشدید وہ مال کا بڑا دوست اور سخت لالچی بھی ہے۔ یہ انسان کے تین افعال بد ہین جو اسکو ہاویہ کی طرف لیجاتے ہین اب اس ناسپاس کے مقابلہ مین ان حیوانات کو دیکھنا چاہیئے جو مالک کے مطیع ہین جیساکہ گھوڑا جسکے اوصاف کی قسم کھائی جن سے تعریض ہے کہ ایسا انسان حیوانون سے بھی بدتر ہے جن مین مالک کی اطاعت کا مادہ نہین۔ اور نیز اسطرف بھی اشارہ ہے کہ ایسے ناسپاس نافرمان شہوات ولذات کے بندے مال و زر کے عاشق ایک روز ایسے جہادی گھوڑون کے پاؤن مین روندے جاتے ہین جنکی ٹاپون سے آگ نکلتی ہے اور جو دشمنون کے خرمن آرام کو جلاتی ہے۔ ان الفاظ مین اس بشارت کی طرف بھی اشارہ ہے جسکا انجیل متی کے تیسرے باب مین ذکر ہے کہ یوحنا یعنے یحیی علیہ السلام پاس جب یہود کے لوگ فریسی اور صدوقی فرقے اصطباغ پانے آئے تو آپ نے فرمایا۔ قولہ۔ مین تو تمہین توبہ کے لیئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہون لیکن وہ جو میرے بعد آتا ہے (یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کس لیئے کہ عیسیٰ تو انکے بعد نہین آئے بلکہ روبرو آئے تھے اور نیز بعد کے اوصاف بھی انمین نہین پائےجاتے) مجھ سے زور آور ہے کہ مین اسکی جوتیان اٹھانے کے لائق نہین وہ تمہین روح اور آگ سے بپتسمہ دیگا اسکا چھاج اسکے ہاتھ مین ہے وہ اپنی کھلیان کو پھٹکے گا اور گیہون کو کھتے مین جمع کرے گا اور بھوسی کو اس آگ مین جلائیگا جو کبھی نہین بجھتی۔ وہ آگ جہاد کی آگ ہے جو گھوڑون کی ٹاپون سے نکلتی ہے اور جو قیامت تک نہ بجھے گی۔ کیونکہ نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لن یبرح ہذا الدین قائما یقاتل علیہ عصابۃ من المسلمین حتے تقوم الساعۃ رواہ مسلم کہ یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا قیامت تک مسلمانون کی ایک نہ ایک جماعت اسپر لڑتی رہے گی۔

## تفسیر

یہ سورہ اکثر کے نزدیک مکہ میں نازل ہوئی۔ اور ابن مسعود و جابر و حسن و عکرمہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور ابن عباس و انس بن مالک و قتادہ کہتے ہیں مدینہ میں نازل ہوئی جس سے روایت ہے کہ یہ سورہ نصف قرآن کی برابر ہے۔ نقل کیا اسکو ابو عبید نے فضائل میں۔ اور ابن عباس سے بھی یہی منقول ہے۔ نقل کیا اسکو محمد بن نصر نے بسند عطاء بن ابی رباح۔

(ربط) سورۂ اذا زلزلت الارض میں نیکی اور بدی کا انجام اس خوبی کے ساتھ بیان فرمایا گیا تھا کہ سلیم الطبع کو سننے کے بعد پھر قبول کرنے میں کوئی تردد نہیں رہتا مگر کج طبع اور ہٹ دھرم کب مانتے ہیں انکے سمجھانے کے لیئے تو آسمانی کوڑا درکار ہے اس لیئے اس سورہ میں لشکر جہاد اور اسکے گھوڑوں کے جوانمردانہ اوصاف کی قسم کھا کر بدانسان کا مقتضائے طبع بیان فرماتا ہے کہ بدنصیب بڑا ہی ناشکر اور احسان فراموش ہے اور اسپر بھی خدا کیطرف سے بہتری کی توقع امید رکھتا ہے اور مال کا لالچ اسکے دل میں راسخ ہے جس لیئے ابواب سعادت کبھی نہیں آتا چند روزہ زیست کیلئے مارا مارا پھرتا ہے الخ اسمیں اشارہ ہے کہ ایک دن وہ بھی آنے والا ہے کہ آسمانی سپاہ ان کو ادب سکھاویگی چنانچہ بہت روز بعد ایسا ہی ہوا۔

یا یوں کہو کہ پہلی سورہ میں کفار و بدکردار لوگوں پر آخرت کی سرزنش بیان کی تھی جو ان بیہودہ باطنوں کے دل پر موثر نہیں ہوئی وہ تو دنیا کے خسارہ سے ڈرتے ہیں اس لیئے ان پر جو دنیا میں عذاب آنے والا ہے اسکی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ جدال

(۱) والعادیات ضبحا کہ قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دشمن پر حملہ کرنیکے لیئے دوڑتے ہیں اور دوڑتے میں اخ اخ کی اسکے سینہ سے آواز پیدا ہوتی ہے۔

(۲) فالموریات قدحا پھر انکی کہ جو رات میں ایسی ٹاپوں سے پتھر وغیرہ سے چقماق کیطرح آگ جھاڑتے جاتے ہیں۔ یہ دوسرا وصف انہیں جہادی گھوڑوں کا ہے جو انکی قوت اور تیز روی ظاہر کرتا ہے۔ قوی گھوڑوں کے نعل رات میں جب تیزی سے چلتے ہیں پتھروں پر کھٹاکھٹ پڑتے ہیں تو پتھروں سے آگ چمکا کرتی ہے یہ گھوڑے اعداء دین پر قہر الٰہی ہیں اور یہ آگ قہر الٰہی کی آگ ہے اور اسکے سوار دنیمی اس حرارت و شجاعت دینی کا اثر ہے جو سید بہ فیاض نے انکے دلوں میں رکھی ہے جو بدکاروں کے خرمن عیش و کامرانی کے جلانے کو کافی ہے۔

(۳) تیسرا وصف اور بیان کرتا ہے فالمغیرات صبحا پھر انکی جو صبح ہوتے جبکہ اعداء دین خواب غفلت میں سرشار ہوتے ہیں دھاوا کرتے ہیں راتوں چلے اور چلتے میں ٹاپوں سے آگ کے شرارے جھڑتے تھے صبح ہوتے ہی بدکرداروں اور آسمانی مجرموں پر دھاوا کر دیا

(۴) اور چوتھا وصف یہ ہے فاثرن بہ نقعا پھر انکی قسم جو صبح میں دھاوے کے وقت بڑے زور سے دوڑنے میں گرد و غبار اٹھاتے ہیں اور دشمنوں کے مونہوں کو گرد آلود کرتے ہیں۔ یہ صبح کے وقت گرد اڑنا زیادہ قوت و زور پر دلالت کرتا ہے اسلیئے کہ شبنم سے زمین تر ہوتی ہے برخلاف شام کے کہ خشکی ہوتی ہے ذراسی حرکت میں بھی گرد اڑنے لگتی ہے۔ اور فاثرن اسم فاعل کیجگہ فعل اس لیئے استعمال ہوا تاکہ معلوم ہو کہ یہ گرد اٹھانا اور انکے انبوہ میں گھس جانا جو آیندہ آتا ہے تھوڑی دیر کا فعل ہوتا ہے برخلاف جہاد کی تیاری کے کہ وہ ہمیشہ رہتی ہے اس لیئے وہاں اسم فاعل کا صیغہ استعمال ہوا تاکہ دوام و ثبوت پر دلالت کرے۔

(۵) پانچواں وصف فوسطن بہ جمعا پھر انکی قسم جو صبح کے وقت دھاوا کرنے اور غبار اٹھانے کے بعد مخالفوں کے انبوہ میں گھس جاتے ہیں، یہ نہیں کہ دیکھ دور سے کر رہ جاتے ہیں، اور وقت پر نامردی کرتے ہیں۔ یہ پانچ وصف جنگی گھوڑوں کے ہیں بالترتیب لیکن

## سُورَۃُ القَارِعَۃِ مَکِّیَّۃٌ ہِیَ اسمیں گیارہ آیات ہیں

## بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْقَارِعَۃُ ۙ مَا الْقَارِعَۃُ ۚ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَۃُ ؕ یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۙ وَتَکُوْنُ

کھڑکھڑا دینے والی (قیامت) کیا ہے وہ کھڑکھڑا دینے والی۔ اور (اے مخاطب) تو کیا جانے وہ کھڑکھڑا دینے والی چیز کیا ہے (وہ ایک ایسا واقعہ ہے) کہ لوگ اس دن پتنگوں کی طرح منتشر ہو جائیں گے اور جب پہاڑ

الْجِبَالُ کَالْعِہْنِ الْمَنْفُوْشِ ؕ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ ۙ فَہُوَ فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ ؕ وَاَمَّا مَنْ

دھنکی ہوئی اون جیسے ہو جاوینگے۔ پھر تو جس کے اعمال تول میں بھاری ہونگے تو وہ من مانے عیش میں ہوگا۔ اور جس کی

خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ ۙ فَاُمُّہٗ ہَاوِیَۃٌ ؕ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا ہِیَہْ ؕ نَارٌ حَامِیَۃٌ

تول ہلکی ہوگئی تو اس کا ٹھکانا گڑھا ہے اور تو کیا جانے وہ کیا ہے۔ آگ ہے دہکتی

## ترکیب

القارعة مبتدأ ما القارعة خبر۔ قرأ الجمهور بالرفع والقرع الصوت الشديد ومنه قوارع الدهر والمراد بها القيامة وانها من اسماء القيامة كالحاقة وانما سميت بها لانها تقرع قلوب الانسان وتقرع اعداء الله بالعذاب والعرب تقول قرعتهم القارعة اذا وقع بهم امر فظيع وما الاسم استفهامية مبتدأ وادراك خبر ما القارعة مبتدأ وخبر والجملة مفعول ثان لادراك اى واى شئ اعلمك ما شان القارعة۔ ثم بين حالها بحيث تنبؤ بها فقال يوم يكون والناصب فى يوم القارعة اى تقرعهم يوم يكون الخ وقيل اذكر وقيل خبر مبتدأ محذوف وانما نصب لاضافته الى الفعل فالفتحة فتحة بناء لا نصب اعراب۔ والفراش جمع فراشة وهى الطيور التى تتساقط فى النار والسراج وبها يضرب المثل فى الطيش والهوج يقال اطيش من فراشة المبثوث المتفرق المنتشر ويجوز مبثوث كما يجوز مبثوثة كما فى قوله تعالى كانهم جراد منتشر واعجاز نخل منقعر واعجاز نخل خاوية وتكون الجبال عطف الجملة على الجملة والعهن الصوف المصبوغ بالالوان المختلفة المنفوش المندوف الذى نفش بالندف۔ فاما من شرط فهو فى الخ جوابه موازينه جمع موزون وهو العمل الذى له وزن وخطر عند الله وهذا قول الفراء وغيره وقيل جمع ميزان وقيل المراد بها الحجج والدلائل عيشة راضية اسناد مجازى او استعارة مكنية وتخييلية فامه اى مسكنه وسماه بالام لانه ياوى اليه كما ياوى الى امه هاوية من اسماء جهنم وسميت بها لانه يهوى فيها مع بعد قعرها والمهوى والمهواة ما بين الجبلين ماهيه اصله ماهى الضمير يعود الى الهاوية وزيدت الهاء بعد الياء للسكت۔

## تفسیر

یہ سورہ بلاخلاف مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس بھی یہی کہتے ہیں۔ اس سورہ کا نام قارعہ ہے اور قرعہ لغت میں ٹھوکنے اور کھڑکھڑانے کو کہتے ہیں اور اسی لیئے ایسے حوادث دہر کو جو غافل کو دہلاتے اور دل کو ہلاتے ہیں قوارع الدہر کہتے ہیں اور قرآن مجید کی اس قسم کی آیات کو جو طبع بشری کو جنبش دینے والی ہیں قوارع القرآن کہتے ہیں۔ اور اس سورہ میں بھی وہ مضامین ہیں جو انسان کو خواب غفلت سے جگاتے اور اسکے دلکو ہلاتے ہیں یا اس میں اس حادثہ کا ذکر ہے جو دنیا کو زیر و زبر کردیگا یعنی قیامت اسلیئے اسکا نام قارعہ ہوا۔

فتح مکہ کے روز آپ نے فرمایا کہ اب ہجرت نہیں رہی مگر جہاد اور نیت باقی ہے اور جب تم کو لڑنے کیلئے حکم دیا جاوے تو نکلو (متفق علیہ)۔
اور فرمایا کہ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر جہاد کرتا رہیگا اپنے مخالفوں پر فتح پاوے گا یہانتک کہ آخر کے لوگ دجال سے لڑینگے
(رواہ ابوداؤد) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البرکۃ فی نواصی الخیل (متفق علیہ) کہ برکت گھوڑوں کی پیشانی پر رکھی ہوئی ہے اور یہ بھی
فرمایا کہ الخیل معقود بنواصیہا الخیر الی یوم القیامۃ الاجر والغنیمۃ (رواہ مسلم) کہ گھوڑوں کی پیشانی یا چوٹی میں قیامت تک بہتری باندھی
گئی ہے اور وہ بہتری کیا آخرت کا اجر اور دنیا کی غنیمت۔

اور یہ سچ ہے جس قوم میں ترفہ اور تن آسانی اور عیش پسندی آجاتی ہے خواہ کوئی ہی ہو [illegible] اس قوم کا زوال ہو جاتی
ہے جو گھوڑوں پر چڑھنے والے سپاہی اور مرنا پہننے والے اور موٹا کھانے والے اور جہاد اور جفاکش [illegible] سب سلطنت اور دولت
(جو انکے باپ دادا نے کہ جوانمرد اور جفاکش سپاہی تھے حاصل کی تھی) کھو بیٹھے [illegible] تن آسانی اور عیش پسندی آگئی پھر امراء کی یہ حالت ہو گئی
کہ دھوپ کی برداشت اور گھڑی بھر بھوک اور پیاس اور شہوت [illegible] پاخانہ میں لوٹا بھی خادم ہی دھرے تو پاخانہ پھریں
کپڑے بھی کوئی دوسرا پہنائے تو پہنیں [illegible] چار قدم باہر جانا [illegible] کسی کام میں
دل لگا کر محنت کرنا کب، راتدن داستان گو اور فواحش [illegible] اور پھر گنجفہ اور
شطرنج اور غبارہ بازی پتنگ بازی بٹیر بازی کبوتر بازی اور [illegible] جاگتے
تک سونا۔ اور جاگے تو گھٹنوں جمائیاں اور انگڑائیاں [illegible] کی
دھڑی جانا آئینہ سامنے رکھ کے اپنے بال کا جلوہ دیکھنا [illegible] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع
کیا تھا اسکے ساتھ علم بھی رخصت ہوا [illegible] کہنے لگا۔ اور اس پر بجائے معاون
کار خیر سے ہاتھ [illegible] قومی حمیت [illegible] رذالوں کمینوں سفلوں
سے رغبت باہمی نفاق حسد و بغض [illegible] بھیک مانگنے کی نوبت
آگئی اپنے آبائی خدمتگاروں کی جوتیاں پھر نے کی نوکری رہ گئی [illegible] الغرض دین بھی گیا دنیا
بھی گئی۔ یہ اس لحب الخیر لشدید ہوا [illegible]

خیر دنیا تو گئی تھی سو گئی تھی اب تو افلاس یا [illegible] دولت کے [illegible] لڑائی [illegible]
اب دین اور عقبیٰ بھی چلی اسلئے فرماتا ہے افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور وحصل ما فی الصدور ان ربہم بہم یومئذ لخبیر کہ کیا یہ ناسپاس انسان
جو ایسے کام کرتا ہے یہ نہیں جانتا کہ جب قبروں سے مردے اٹھائے جاویں گے [illegible] وغیرہا
وہ ظاہر کیے جاویں گے بلکہ متشکل کر کے سامنے لائے جاوینگے تو اس [illegible] معلوم ہو
پھر وہ وہاں کیا ان اعمال بد اور عقائد فاسدہ کی سزا نہ دے گا؟ ضرور دیگا۔ اگرچہ وہ اب بھی خبیر ہے کوئی بات [illegible]
[illegible]

پھیپکے - فراش فراشہ کی جمع جسکے معنی ہونگے پروانہ - پھنگا - جو رات میں روشنی یا آگ میں گرا کرتا ہے - جبکہ صور پھونکے گا اور لوگ قبروں سے اٹھ کھڑے اور ایک صدا کی طرف کا پکارنے والا عدالت کی طرف بلائیگا اور جلال کبریائی کی تجلی ہوگی تو بہت سے آدمی لوگ پتنگوں کیطرح یا ٹڈیوں کیطرح بیقرار و مضطر ہوکر دوڑتے آوینگے - اور ممکن ہے کہ یہ نفخ صور اول کا واقعہ ہو کہ جب آواز ہوگی اور کڑک اور زلزلہ زیادہ ہوگا تو گھبراہٹ میں پتنگوں کیطرح ادہر ادہر مارے مارے پھرینگے اور بڑی بیقراری ہوگی سب تعلق و ثبات جاتا رہیگا - اس تشبیہ میں چار باتیں ہیں (۱) طیش و بیقراری اور ایک دوسرے پر بدحواسی میں گرنا (۲) کثرت و ضعف کہ انکی پھنگوں جیسی کثرت ہوگی اور آج کیسے بڑے قوی ہیکل اور دلیر اس روز لاکہ کے آگے تنکے معلوم ہونگے (۳) ہر جانب اور ہر سمت سے بلانے والے کی طرف اسطرح آنا کہ جیسا پتنگے چراغ کیطرف آیا کرتے ہیں (۴) آگ میں گرنا جیسا کہ پتنگے گرتے ہیں اسطرح وہ آتش جہنم میں گرینگے اور یہ اس لئے کہ وہ روز ظہور کلی ہے یعنی دنیا کا پردہ الٹ کر ہر ایک چیز کی حقیقت اصلیہ دکھادی جائیگی پھر جس طرح آج پتنگوں بیکلوں کی طرح شہوات و لذات کی آگ کی طرف دوڑتے چلے جاتے ہیں جہاں طبلہ پر تھاپ پڑی اور سارنگی کی آواز آئی لوگ دوڑ پڑے - سو اس روز خواہش الخ جہنم کی صورت میں ظہور کریگی اور یہ اسیطرح اسکی طرف مجبوراً جائینگے وہ رغبت اور اختیار سے اور اضطرار کی صورت میں جلوہ گر ہوگا دنیا کے مواسب کی یہ تعبیر ہوگی ۔

اب دوسری حالت کی کیفیت بیان فرماتا ہے جو پہاڑوں میں رکھا ہوا ہے فقال وتكون الجبال كالعهن المنفوش اور پہاڑ دھنی ہوئی اون جیسے ہو کر اڑتے پھرینگے - عہن رنگی ہوئی اون کو کہتے ہیں اور رنگین پشم سے تشبیہ اس لئے دی کہ اب جو دنیا میں مختلف رنگوں کے پہاڑ ہیں سنگ مرمر سنگ سرخ سنگ سیاہ وغیرہ زلزلہ پے در پے آنے سے چورا چورا ہو جاوینگے اور باہم ملنے سے ایک رنگ پیدا ہو جاویگی - منفوش دھنی ہوئی نفش دھنا پھر دھنیے کے دھننے سے اور بھی اسکے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑا کرتے ہیں اسیطرح جب عالم بالا کے دھنیے والے ان پہاڑوں کی اون کو دھنیں گے تو یہ اڑتے پھرینگے - اب اس سے زیادہ اور کیا کھڑکھڑانے والا وقت ہوگا - یہ ہے القارعہ جسکی حقیقت سے بدمست بادۂ غفلت بے خبر ہیں ۔

یہانتک تو ایک مصیبت تھی اب دوسری شئے وہ یہ کہ اس روز جب یہ سب کچھ ہو چکیگا بار دگر لوگ اصلی حیات میں آوینگے اور میزان عدالت کھڑی ہوگی تو فاما من ثقلت موازینه فهو فی عیشة راضية اس روز جس نے ان چندروزہ حیات دنیا میں اپنے اس ثقل خداداد کو اچھے کاموں میں صرف کیا اور ایمان و حسنات کا ثقل پیدا کرلیا تو پھر اسکی تولیں بھاری نکلیں گی ۔ ایمان کی تول ہے تو ویسی ہی بھاری ہے - اور نماز کی ہے تو ویسی ہی گرانبار ہے اور روزے کی ہے تو ویسی ہے اور صدقات و خیرات کی ہے تو ایسی ہے شہوات و لذات سے صبر کی ہے تو ایسی ہے - اور محبت الٰہی کی ہے تو سب سے بڑھکر ہے تو وہ لوگ دلپسند زندگانی میں ہونگے جسکو حیات جاودانی اور زندگانی با کامرانی کہنا چاہیئے یہ لفظ عیشة راضية بڑا وسیع المعنی لفظ ہے - آخرت کی جسقدر خوبیاں ہیں جنت اور وہاں کے نعیم اور فرح و سرور اور دیدار الٰہی سب کو حاوی ہے ۔

واما من خفت موازینه فامه هاوية اور جسکی تولیں ہلکی ہونگی - اعمال حسنہ و ایمان میں اس ثقل خداداد کو کام میں نہ لایا بلکہ شہوات

## واضح ہو

کہ اجسام مین خدا تعالیٰ نے ایک قسم کا ثقل یعنی بوجھ یا بھاری پن رکھا ہے جیسا کہ روحانیات مین خود اور [illegible] کافی اور ایک قدرتی بات ہے اور یہی ثقل اسکو سکون و قرار پر مجبور کرتا ہے اور یہی اسکو اپنے حیز طبعی کی طرف جھکاتا ہے یہ ایک نوع کا ثقل جسمانی ہے جس سے علی قدر مراتب کوئی جسم بھی خالی نہین اور ایک معنوی ثقل بھی ہے جسکو وقار کہتے ہین یہ ادراک والے اجسام کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ انکے لیے خوبی ہے بالخصوص [illegible] ان مین جو اسکے مردانہ پن اور تحمل و بردباشت کا باعث [illegible] اور [illegible] کرتا ہے بیٹھنے مین بھی کہین ہاتھ ہلتے ہین کہین پاؤن کبھی آنکھین پھٹکتی ہین تو کبھی [illegible] اسکو [illegible] اور [illegible] اور اس قسم کے جانور وحشی تشبیہ دیتے ہین جو [illegible] استدلال اور [illegible] [illegible] اور [illegible] بھی نہین ویسے کفار قریش اپنے اس [illegible] کہ اگر کوئی [illegible] لگاتا تو ہم [illegible] بیٹھے ہوں انہین کچھ بھی [illegible] اور اسکی [illegible] [illegible] سب جانتے تھے سو اول قسم کا ثقل زیادہ تر پہاڑون مین ہی [illegible] اس امر مین ثابت قدم ہونگو پہاڑ [illegible] اور [illegible] اخلاق حمیدہ اور ملکات کاملہ مین ثابت قدم رہا ہے [illegible] حاصل کر سکا [illegible] کا باعث ہے اور دنیا مین اسکے آنے سے یہی مقصود ہے [illegible] نزدیک گرامی اور بھاری ہے اور جس مین یہ ثقل نہین وہ بے وقار اور ہلکا ہے۔ اور [illegible] ہلکا ہونا [illegible] کا بھاری ہے جسکا حیز طبعی ہاویہ یعنی مقام اسفل ہے۔ ان باتون کیطرف خدا پاک اس سورۃ مین اشارہ کرتا ہے [illegible] اور اسکے ثمرات و نتائج عیشۃ راضیۃ ظاہر فرماتا ہے اور بدونکو ہاویہ [illegible] کی [illegible] حاصل کرنے کیطرف ابھارتا ہے اور ثبوت کبریٰ کا یہی مقصد اصلی ہے ابتدا فرماتا ہے القارعۃ ما القارعۃ وما ادراک ما القارعۃ [illegible] والی کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی۔ اور اے مخاطب تو کیا جانے کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز۔ اس لیے کہ وہ اس عالم کی فنا اور فناء کے مقدمات ہین جو بغیر دلیل سمعی کے سمجھ مین نہین آتے کس لیئے کہ انسان ہمیشہ سے آسمان و زمین پہاڑون اور دریاؤن اور چاند و ستارون کو دیکھتے دیکھتے یہ سمجھ گیا ہے کہ یہ ہمیشہ سے ہین اور ہمیشہ رہین گے ان کو فنا نہین صرف عناصر سے مرکب چیزون کو فنا ہے وہ یہی کہ ایک وقت کے بعد اس ترکیب کی گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اپنے خیال کو مستحکم کرنے کے لیئے اس نے سیکڑون دلیلین بنالی ہین۔ اس لیئے ان کوتاہ فہم کے حق مین یہ فرمایا کہ تو کیا جانے کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز بہت درست ہے۔ پھر آپ ہی اسکی کسیقدر کیفیت بیان فرماتا ہے یوم یکون الناس کالفراش المبثوث جسدن کہ آدمی بکھرے ہوئے پتنگون اور پروانون جیسے ہوجاوینگے یعنی انکا وہ ثقل کہ جسپر نازتھا اس روز کی ناقابل برداشت مصائب دیکھکر بالکل جاتا رہیگا۔ اور ایسی بیقراری اور بیتابی ہوگی کہ ادھر کے ادھر اور ادھر کے ادھر مارے مارے

## سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانُ آيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ كَلَّا لَوْ

غافل کردیا تمکو حرص نے یہانتک کہ قبرین جا دیکھیں ... ہرگز نہیں عنقریب جان لو گے ... ہرگز نہیں اگر

تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝

تم یقینی طور پر حال جانو (تو غافل نہ رہو) ضرور تم کو دوزخ دیکھنا ہوگا ... پھر اس دن تم سے نعمتوں کا حال پوچھا جائیگا۔

الہیٰ فعل یقال الہاہ عن کذا اذا شغلہ عنہ وکم مفعولہ التکاثر فاعلہ۔ والتکاثر التباری والتفاخر بکثرۃ الاموال والاولاد والتغالب بہما قالہ تعالیٰ حتی غایۃ للالہاء زرتم المقابر یعنی متم ودفنتم فی المقابر۔ والمعنی الہاکم حرص الدنیا والتفاخر بالاموال والشغل بہا عن الدار الاخرۃ حتی ادرککم الموت وانتم علی تلک الحالۃ۔ کلا للردع لو شرطیۃ تعلمون شرطہ ومفعول تعلمون محذوف ای ... الامر الذی انتم ... علم الیقین منصوب علی المصدریۃ واضافۃ الی الیقین من اضافۃ الموصوف الی صفتہ ای العلم ... الیقین اضافۃ العام الی الخاص وجواب لو محذوف قال الاخفش التقدیر لو تعلمون علم الیقین ما الہاکم او نحوہ۔ لترون الجحیم ... جواب قسم محذوف ... لترون الجحیم فی الآخرۃ ولیس ہذا جواب لو۔ قرأ الجمہور بفتح التاء مبنیا للفاعل والرؤیۃ بصریۃ ولذا تعدت الی مفعول واحد۔

### تفسیر

یہ سورہ جمہور کے نزدیک مکہ مین نازل ہوئی۔ ابن عباس رض بھی یہی فرماتے ہین۔ مگر بعض کہتے ہین مدینہ مین نازل ہوئی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ایک روز ہزار آیتین پڑھ سکتے ہو لوگون نے عرض کیا کہ بھلا ہر روز کون پڑھ سکتا ہے آپنے فرمایا کیا تم الہاکم التکاثر نہین پڑھ سکتے۔ روایت کیا اسکو حاکم نے اور بیہقی نے شعب الایمان مین۔

ربط اس سورہ کا القارعہ سے یہ ہے کہ اُس سورہ مین انسان کو حوادث ہولناک سے خبر دیکر متنبہ کیا تھا کہ ہوشیار خبردار تجھپر ایک ایسا وقت آنیوالا ہے اُسکے لیئے تیاری کر اور ادہر اُدہر کے فضول جھگڑے جو کچھ بھی کار آمد نہین چھوڑدے مگر برخلاف اسکے انسان ایسی فضول باتون مین غرق ہے کہ جو اُسکو کچھ بھی مفید نہین وہ کیا؟ کثرت مال اولاد کی حرص اور اسی پر فریفتہ ہو کر تدابیر ضروریہ سے غافل ہو جانا اسلیئے اس سورہ مین اس بات کی برائی بیان فرمائی جاتی ہے کہ او انسان تجھے اسی تکاثر نے اصلی کام سے غافل کردیا اور ایسا غافل کہ کبھی بھی اصلی کام کی فرصت نہین دی موت تک اسی فضول دھندے مین پڑا رہا۔ اور دراصل یہی اسکا سبب نزول ہے۔ مگر قتادہ و مقاتل کہتے ہین کہ اسکے نازل ہونیکا سبب یہ ہے کہ مدینہ مین یہود تفاخر کیا کرتے تھے کہ ہم فلان فلان قوم سے مال و قبائل مین زیادہ ہین یہانتک کہ عمر بھر اسی تفاخر مین رہے اور جو کچھ کرنا تھا وہ نکیا اس لیئے انکا حال قابل افسوس بیان کرکے مسلمانونکو متنبہ کیا جاتا ہے۔ اس تقدیر پر یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ سورہ مدینہ مین نازل ہوئی ہے۔ اور کلبی کہتے ہین اسکا سبب نزول یہ ہے کہ قریش کے دو قبیلے تھے ایک بنی عبد مناف

ولذات حبّ دنیا وغیرہ مین صرف کیا اور اپنی نالائق باتون پر ثابت قدمی دکھائی۔ کفر پر اڑے رہے۔ ایمان لاے شرم آئی بدوضعی کو وضعداری سمجھے۔ دنیا پر فریفتہ رہے اور اس عشق مین بڑی ثابت قدمی دکھائی۔ رسم ورواج کے پابند رہے بڑے استقلال سے اسکو تھامے رہے۔ اور بڑا ثقل ان باتون مین پیدا کیا۔ تو اب یہ بھاری لنگر انکو جہنم کے گڑھے کی طرف اسطرح کھینچے ہوئے لیجاویگا کہ جیسا اجسام کا ثقل طبعی پستی کیطرف لیئے جاتا ہے اور اسی رمز کیطرف اشارہ کرنے کے لیئے لفظ اُم کا استعمال کیا۔ کیونکہ ام کے اصلی معنی ہین اصل اور رجوع ہونیکی جگہہ کے اور اسی لیئے مان کو ام کہتے ہین کہ وہ بچہ کی اصل ہے اور اسکی طرف رجوع کرتا ہے مراد یہ کہ اسکا اصلی ٹھکانا ہاویہ ہوگا۔ اور ہاویہ گڑھے کو کہتے ہین اور یہ جہنم کا نام ہے۔ اس لیئے اسکے بعد فرماتا ہے وما ادراک ماھیہ کہ اے مخاطب تو کیا جانے کیا ہاویہ کوئی دنیا کا عمیق گڑھا یا کسی بلند پہاڑ کی کھو نہین ہے کس لیئے کہ اسکی اصل حقیقت بھی بغیر ملہم غیب کے سمجہانے سمجہہ مین نہین آتی پھر آپ ہی بتاتا ہے نارحامیہ کہ وہ دہکتی آگ ہے۔ یہ آگ حبّ شہوات ولذات کی اور غضب وحسد کی بغض وعداوت کی اور تعصب، کفر وبدراہی کی آگ دنیا مین دل مین تھی آج وہ جہنم کی آگ بن کر سامنے آئی۔ اور آگ بھی کیسی آگ حامیہ بہت گرم کہ جسکی گرمی کے مقابلہ مین دنیا کی آگ گرم نہین یہ آگ اُس آگ کی بہ نسبت کچھ بھی نہین اس لیئے یہ لفظ استعمال ہوا ورنہ آگ کے لیئے تو ہر وقت حرارت لازم ہے۔

**ف** فرقہ معتزلہ موازین کو دنیا وی ترازو سمجھکر اور اُس مین اعمال وایمان کا وزن جو عوارض ہین محال جانکر یہ تاویل کرتا ہے کہ تولین بھاری ہونے سے مراد ہے حجت قوی ہونا اور خدا کے نزدیک گرامی اور بھاری ہونا اور کہتے ہین یہ ایک عرب کا محاورہ ہے اور اسیطرح تولونکے ہلکے ہونے سے مراد ذلیل ہونا اور انکی حجتون کا ضعیف ہونا ہے۔

مگر یہ اُن کا قصور فہم ہے کس لیئے کہ وہ ترازو دنیا کی ترازو نہین بلکہ وہ ہے کہ جس سے اعمال وایمان کا وزن ہوتا ہے۔ حدیث صحیح مین میزان کا قیامت مین قائم ہونا ثابت ہے اہل سنت اسکے قائل ہین۔

**ف** دو فریق بیان ہوئے اول وہ کہ جنکے ایمان واعمال حسنہ کی تولین بھاری ہونگی دوم وہ کہ جنکی تولین ہلکی ہونگی اور دونونکا انجام بھی بیان فرمادیا۔ مگر ایک تیسرا فریق اور بھی ہے یہ وہ کہ جنکی نیکی اور بدی کا وزن برابر ہوگا۔ اُن کا کیا انجام ہوگا؟ سناوی فرماتے ہین کہ ان سے حساب آسان لیا جاویگا اور آخر وہ بھی بخشے جاوینگے۔ اور اُن کا ذکر اسلیئے نہین کیا تاکہ معلوم ہو کہ قابل عذاب وہی ہین جنکی نیکی کی تول ہلکی رہیگی گناہونکا پلہ بھاری رہیگا۔ پھر اب اگر ایمان بھی نہین تو ہمیشہ جہنم مین رہیگا ورنہ شفاعت یا اُسکی مخصوص رحمت کے سبب وہ سزا پاکر یا ایمان کی برکت سے بغیر سزا پائے یون ہی نجات پاجاویگا مگر خطرہ مین ضرور ہے۔

**حدیث** شریف مین ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص لایا جاویگا ننانوین دفتر بڑے بڑے گناہونکے اسکے پیش ہونگے پھر حق سبحانہ پوچھے گا تجھے اِن سے کسیکا انکار ہے کیا میرے فرشتون کراماکاتبین نے ناحق لکھ لیئے ہین۔ کہیگا نہین یارب پھر پوچھے گا تجھے کوئی عذر ہے کہیگا نہین یارب تب حق سبحانہ فرماویگا تیری ایک نیکی ہمارے ہان ہے ہم کسی پر ظلم نہین کرتے تب ایک ورقہ نکلیگا جسمین کلمۂ شہادت ہوگا تب وہ شخص کہیگا بھلا ان دفترونکے مقابلہ مین اس ورقہ کا کیا وزن ہوگا تب وہ ورق ایک پلہ مین اور وہ دفتر دوسرے پلہ مین رکھے جاوینگے تب یہ ورق بھاری نکلیگا اور وہ دفتر ہلکے ہو جاوینگے اللہ کے نام سے کوئی چیز بھاری نہین ہوگی۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

دنیا سے علیحدہ ایک گوشہ میں یاد الٰہی میں مصروف تھا اور اسکا دوست قدیم ایک تاجر تھا جو رات دن حصول مال و زر مین غرق تھا اور ٹریت بڑے مکان بنانے میں باغ لگائے تھے اور ہر قسم کے سامان عیش و نشاط اُسکو حاصل تھے۔ ایکبار اُس مالدار تاجر نے اُس باخدا کو ملامت کری سرزنش کی اور کہا تو بڑا نادان ہے دیکھ مین نے اس عرصہ مین یہ کچھ پیدا کیا تو نے کیا کیا؟ اُس باخدا نے جواب دیا کہ اے نادان تو نے اس چند روزہ زیست کے لیے کچھ کیا وہان ہمیشہ رہنا ہے وہانکے لیے کیا کیا؟ کیا یہ چیزیں ہمیشہ ساتھ چلین گی؟ اور اگر یہ جاہین تو بتلاؤ تمکو اُنکے چھوٹ جانے پر کیا حسرت ہوگی اے دنیا کو نادان ہے یا مین؟

وہ تاجر زار زار رونے لگا۔ بعض لوگ اسکے بعد یہ بھی کہدیا کرتے ہین کہ ہمین آخرت کا حال معلوم ہے اسلئے حق سبحانہ فرماتا ہے کلا ہرگز نہین خاک بھی معلوم نہین لو تعلمون علم الیقین اگر تمکو یقینا وہانکا حال معلوم ہوجاوے تو یہ زہ اخرت کا شر چھوڑ کر اصلی کام مین مصروف ہوجاؤ۔ گو یا مُنہ سے علم آخرت کے بارہ مین علم الیقین نہین ہے کا ہے سنا کوئی بادشاہ کسی فقیر باخدا کا معتقد تھا اُن سے ایکبار کوئی دوا مقوی باہ بھی طلب کی جس سے بہت قوت بادشاہ کو معلوم ہوئی مگر دل مین یہ خیال پیدا ہوا کہ فقیر صاحب ضرور دربردہ کوئی عورت رکھتے ہونگے اپنی لونڈی بنا رکھی ہوگی ہمیں نفرت سے التفات بھی کم کیا جس سے اور بھی تعجب معلوم ہوا اگلے روز بادشاہ کا خیال معلوم کرکے فقیر نے کہا ایک راز کی بات ہے آپ کو مطلع کرتا ہون وہ یہ کہ سات ہفتہ کے اندر آپ مرجاوینگے یہ سنتے ہی بادشاہ کے ہوش و حواس جاتے رہے کس لیئے کہ فقیر کی بات کو یقینی جانتا تھا کہ اگر سامان عیش و عشرت کے ترک کر دیئے اور رات دن رونے اور توبہ کرنے اور دعا و عبادت مین مصروف ہوگیا۔ ایک ایک گھڑی کو غنیمت جانتا تھا تمام نفسانی خیالات اور باطل تمنائین کافور ہوگئین۔ گھڑیان گنا کرتا تھا۔ اسی ہفت روزہ شغل مین اسکی روح پر نورانیت بھی پیدا ہوگئی اور کشود کار بھی ہوا ساتوین دن موت کے انتظار مین تھا اور سفر برواقارب فرزند و زن کو رخصت کرچکا تھا جب وہ دن بھی بخیر گذر گیا اگلے روز فقیر کے پاس آیا اور پوچھا کہ موت تو نہین آئی۔ شاہ صاحب نے فرمایا دنیا کے سات ہی روز ہین اب تک گزرے نہین مگر یہ تو فرمایئے کہ اس عرصہ مین اُس دوا کا کیا اثر تھا۔ اور ارباب عیش و نشاط سے کیسی گزرتی تھی۔ عرض کیا کچھ بھی خبر نہ تھی بادشاہ فقیر کی رمز کو سمجھ گیا اور راہ راست پر آگیا۔ حقیقت مین علم الیقین اُس جہان کا ہوجاوے تو نیک پر اشتیاق ہین۔ اور بد پر خوف مین یہ زندگانی وبال ہوجاوے۔ یہ اہل اللہ بالخصوص انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کا ہی حصہ ہے اور اسی لیئے انکے افعال اور عامہ خلائق کے افعال مین جو دنیا پر فریفتہ ہین اور ہمیشہ جینے کی امیدین دل مین رکھتے ہین بڑا فرق ہے۔

**ف** کلا سوف تعلمون کو دوبارلانے مین کیا حکمت ہے؟ بعض علماء فرماتے ہین تاکید کے لیئے۔ جیسا کہ کوئی ناصح کہتا ہے تو سمجھا تو سمجھا بعض فرماتے ہین کہ اول بار اہل شر کے لیئے اور بار دوم اہل خیر کے لیئے پس اول وعید اور دوم وعدہ ہے۔ یہ ضحاک کا قول ہے۔

اب اسقدر فرمانا عاقل کے لیئے کافی تھا کہ اگر تمکو یقین ہوجاوے تو اصلی کام کرنے لگو اور اس حرص و فخر کو چھوڑدو مگر مخاطبین کے دلون پر تو اس حرص و فخر اور غفلت کے بیشمار پردے پڑے ہوئے تھے اسلیئے اب اُنکو صاف صاف بتلایا جاتا ہے فقال لترون الجحیم کہ ضرور ضرور تم دوزخ کو دیکھوگے۔ عام قراء لترون کو بفتح تاء پڑھتے ہین قراء کہتے ہین کہ یہی ٹھیک بھی ہے کیونکہ یہ تہدید ہے تو عام محاورہ عرب کے موافق اُسکے الفاظ بھی ہونے چاہئیں بعض بضم تاء بھی پڑھتے ہین۔ اور جحیم دوزخ کو کہتے ہین پھر یہ دیکھنا عام ہے ایماندار تو یون ہی دور سے دیکھکر دل مین ڈرینگے اور نعماء الٰہی اور نجات کا شکریہ کرینگے اور کفار و گنہگار اُسکا عذاب دیکھین گے جو اُنکے کرتوت کی سزا ہے

دوسرا شاخ سہم دونوں قبیلوں کے لوگ کسی مجلس میں اپنے اپنے مفاخر ذکر کرنے لگے ایک نے کہا ہمارا قبیلہ مالدار ہے اور آدمی بھی اس میں زیادہ ہیں سرداری اسی کا حق ہے۔ دوسروں نے کہا ہم زیادہ ہیں ہمارے لوگ بہادر زیادہ ہیں اسلئے بہت جنگ میں مارے گئے اسی پر بات بڑھ گئی نوبت ٹھہری کہ چلو قبریں گن ڈالیں چنانچہ قبرستان میں گئے اور قبریں گنیں اس بیہودہ اور فضول تفاخر کی برائی میں جو انسان کو دار آخرت کے اسباب پیدا کرنے سے روکتا ہے یہ سورہ نازل فرمائی۔

الہٰکم التکاثر۔ حتی زرتم المقابر کہ تمکو تفاخر مال و قبائل نے غافل کر دیا یہانتک کہ قبریں جا گنیں۔ یعنی موت تک اور بڑھاپے میں بھی جو چلنے کا وقت ہے۔ اور ایسے وقت کی نسبت کہتے ہیں کہ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوا ہے۔ یعنی مرنے کو طیار بیٹھا ہوا سوقت تک بھی تمکو اس تفاخر نے اصلی کام سے غافل اور بےخبر کر رکھا ہے۔ پھر یہ نہیں سوچتے کہ دار آخرت کی تدبیر کا کون سا وقت آویگا۔ لہٰذا فخر اور تکاثر ایک معنی میں ہیں اور حرص کرنا بھی اسکے معنی ہیں۔ اس موقع پر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی پُردرد اور پُراثر الفاظ ارشاد فرمائے ہیں۔ مسلم و ترمذی وغیرہ نے عبداللہ بن شخیر رضی سے روایت کی ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی تو آپ اسکو پڑھکر فرما رہے تھے کہ ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال اور تیرا تو وہی مال ہے جو تو نے کھا لیا یا پہن کر پرانا کر دیا یا خیرات کر کے آگے بھیج دیا۔

واضح ہو کہ انسان کی دو سعادت ہیں ایک سعادت دنیا اور اسکی چار قسم ہیں اول حاجت اسکے جسم کی بناوٹ کہ مثل حسن و جمال دوسری جسم کے آرام و آسائش کے متعلق وہ کیا؟ تندرستی اور مال و اسباب، دوکان کی واہی اور اس میں کامیابی تیسرے ملنے بعد اپنے ذکر خیر کے بقا کے اسباب بہم پہنچانا اور زندگی میں عزت اور آپس کے لوگوں میں سربلندی حاصل کرنے کے اسباب مہیا ہونا وہ کیا؟ اولاد اور اقارب اور قوم کی سربلندی یا عمارت وغیرہ یادگار کا چھوڑ جانا۔ تمام دنیا کی خوبیاں جو ہر انسان چاہتا ہے انہیں میں منحصر ہیں۔ اس سعادت کو نعمت الٰہی سمجھا جاتا ہے اور بقدر ضرورت اسکے حاصل کرنے کی کوشش بھی بُری بات نہیں مگر اس میں غرق ہو جانا اور اتش حرص کا ہر وقت مشتعل رہنا اور غیر آسائش تن سے زائد بیکار باتوں میں ہمہ تن مستغرق ہو جانا اور سعادت اخروی سے بالکل غافل رہنا محض حماقت ہے۔ ہزاروں شخص ایسے ہیں کہ بقدر ضرورت یہ سب سامان انکو میسر ہیں مگر حرص اور باطل تمناؤں سے جمع کر رکھا ہے جمع کرتا ہے نہ کھاتا ہے نہ کھلاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ کسی وقت کام آئیگا حالانکہ موت کے پاس ہو چکا پھر بھی اس سے تمتع حاصل نہیں کیا اب جانے وہ ضرورت کا وقت کب آئیگا اسیطرح اولاد کی تربیت اور انکی بھلائی میں کوشش کرنا بھی ایک عمدہ بات ہے مگر اسطرح غرق ہو جانا کہ اپنا آرام کھو دینا اور عقبی کے کاموں سے محروم رہنا رات دن انہیں کے دھندے میں پڑا رہنا یہ عبث فعل ہے حالانکہ وہ اولاد مرنیکے بعد کیا زندگی میں بھی اپنے مشاغل میں ایسی محو ہو جاتی ہے کہ اس بڈھے کو کوئی بھی نہیں پوچھتا۔ دوسری سعادت اخرویہ ہے وہ مرنے کے بعد ملک جاودانی میں کامیابی۔ پس جو انسان چندروز سعادت میں ایسا محو ہو کہ اس سعادت جاودانی سے بالکل غافل ہو جاوے اور موت کے وقت تک اس میں غرق رہے وہ سخت ہی بدنصیب ہے اس بدنصیبی کا ذکر اسی آیت میں اور آیندہ آیات میں کرتا ہے۔

فرماتا ہے کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون کہ نہیں نہیں ابھی معلوم ہو جاویگا کہ یہ تکاثر و تفاخر مرنے کے بعد کیا کام آتا ہے؟ یعنی کچھ بھی کام نہ آویگا دست افسوس ملیگا کہ ہائے کس فضولی میں عمر گرانمایہ برباد کی جن چیزوں کی کثرت چاہتا اور اس پر فخر کرتا تھا اولاد و مال وہ تو وہیں رہگیا پھر کچھ بھی کام نہیں آیا اب تو یہاں موت بھی نہیں ہائے اس بے انتہا زندگانی کا کوئی توشہ ساتھ نہیں لایا۔ حکایت کسی شہر میں کوئی بزرگ باخدا

# سورۂ عصر مکیہ ہے اس مین تین آیات ہین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

قسم ہے عصر کی بیشک انسان خسارہ مین ہے مگر جو ایمان لائے اور اچھے نیک کام کیے اور حق پر قائم رہنے کی اور صبر کرنے کی باہم وصیت کرتے رہے

ترکیب

و للقسم العصر مقسم بہ والمراد بہ الدہر عموماً وقیل العشی وہو ما بین زوال الشمس وغروبہا وقیل صلوۃ العصر۔ قرء الجمہور بسکون الصاد وقرئ بکسرہا ابدا ان الانسان اسم ان لفی خسر خبرہا والجملۃ جواب القسم قرء الجمہور بضم السین وقرئ بضمہا ایضاً والمعنی فی نقصان وخسران ونحو الا استثناء متصل من الانسان وقیل منقطع علی ان المراد بالانسان الکافر۔ عملوا وما بعدہ معطوف علی آمنوا والتواصی وصیۃ بعضہم لبعض۔

تفسیر

سورہ بالاتفاق مکہ مین نازل ہوئی اور ابن عباس کا بھی یہی قول ہے مگر قتادہ کہتے ہین کہ مدینہ مین نازل ہوئی

ربط اس سورہ کا سورۂ تکاثر سے یہ ہے کہ انسان تمام عمر کثرت مال و اولاد و فراہمی اسباب عیش و نشاط مین صرف کرتا ہے اور تکاثر کو اپنا کمال سمجھتا ہے اور نہ جانتا ہے کہ عمر کے اوقات برباد ہوئے اور عمر ضائع ہوئی اور اسیکو وہ مقصود اصلی جانتا ہے اور اسی میں وہ اسکی حرص کرتا ہے اور اسپر فخر کرتا ہے اس خیال کے رد کرنے کو یہ سورہ نازل فرمائی کہ کوئی کیسا ہی مال و دولت مین کامیابی حاصل کرے لیکن پھر بھی نقصان اور خسارہ ہی مین ہے اس خسارہ سے وہ لوگ بچے ہوئے ہین جو ایمان لائے اور نیک کام کرگئے اور نیک کامون کی بنیاد ڈال گئے۔ پھر گرانمایہ کا اصلی نفع یہی ہے نہ وہ کہ جو عموماً ابنائے زمانہ سمجھے ہوئی ہین۔

چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے انکے جاہلیت کے دوست ابو الاسد نے بطور طنز کے یہ کہا کہ تم بڑے ہوشیار اور تجارت مین تجربہ کار تھے کبھی نقصان نہین اٹھایا اب کیا نادانی چھاگئی جو تمام مال صرف کرکے ایک شخص کے معتقد ہوگئے اور قدیم دین کو چھوڑ بیٹھے بہت بڑا خسارہ اٹھایا اسکا خیال باطل بھی اس سورہ مین رد کردیا گیا۔

فقال والعصر کہ قسم ہے زمانہ کی جس مین یہ انسان زندہ ہے اور یہ ایک نہایت قیمتی اور گرانمایہ سرمایہ ہے جو خداوند تعالیٰ نے انسان کو دیکر دنیا مین ایمان اور نیکوکاری کی تجارت کرنے بھیجا ہے اور یہ سرمایہ ایسا بے ثبات ہے کہ برف کیطرح آپ ہی آپ پگھلتا جاتا ہے اگر اسنے بجائے ایمان اور عمل نیک کے برا سودا خریدا یا کچھ بھی نہین خریدا تو یہی انسان خسارہ مین ہے اسلئے اس وقت عزیز کی قسم کھائی جسکو یہ ناقدر انسان برے کام مین صرف کرتا ہے یا یون ہی ضائع کرتا ہے اور اس قسم کو اپنے مابعد کے مضمون سے نہایت ارتباط ہی گویا وہ دعوی ہے تو یہ اسکی دلیل مقدم ہے تاکہ مخاطب کو اس مضمون مین کہ انسان خسارہ مین ہے (سوا انکے جو ایمان لائے اور نیک کام کیے) کوئی تردد نہ ہے اور یہ قرآن مجید کا کمال بلاغت ہے وللہ الحمد۔ مفسرین کے عصر کے معنی مین چند قول ہین۔

(۱) بعض مفسرین فرماتے ہین کہ عصر سے مراد مطلقاً زمانہ ہے جسکو عربی مین دہر کہتے ہین اور اسکی قسم کھانے مین اپنی قدرت وحکمت کی باریکیون کا اظہار کرنا مقصود ہے

اور تکاثر کا مآل کار ہے ایک اور آیت میں بھی یہی مضمون [illegible] بات کی تاکید کیلئے اس کلام کا اعادہ کرتا ہے فقال ثم لترونها عین الیقین کہ ضرور تم اس دوزخ کو بالیقین معائنہ کرو گے [illegible] فرماتے ہیں کہ اول جملہ میں مرنے کے بعد عالم برزخ میں عذاب [illegible] کا ذکر ہے اور دوسرے میں حشر کے روز دیکھنے کا ذکر ہے [illegible] دوزخ میں جا کر [illegible] کرتے ہیں کہ اگر تمکو علم الیقین ہو جاوے تو تم دل [illegible] اور یقیناً دیکھ لو کوئی شبہ باقی [illegible] کا علم [illegible] نہیں

ف علم کے تین مرتبے ہیں اول علم الیقین [illegible] دوسرا عین الیقین [illegible] پانی چلو میں لے لیا ہو تیسرا حق الیقین کہ دریا میں [illegible]

پھر فرماتا ہے کہ آج جن نعمتوں پر [illegible] غافل اور [illegible] روز انسے سوال ہوگا فقال ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم کہ اس روز [illegible] سوال ہوگا [illegible] پوچھا جائیگا کہ دنیا میں ہماری نعمتوں کا [illegible] شکر ادا کیا اور جس لیئے تمکو دی گئی تھیں اُن کو حاصل کر کے وہ کام [illegible] عبادت

خدا کی بے شمار نعمتیں ہیں جو حد و شمار سے باہر ہیں کما قال وان تعدوا نعمة اللہ لا تحصوها [illegible] ظاہرہ و باطنہ [illegible] رزق اور دھوپ کی گرمی میں ٹھنڈا پانی یا سایہ وغیرہ وغیرہ جن سے کوئی فرد بشر بھی خالی نہیں ہے اسلئے [illegible] اختلاف [illegible] مفسرین [illegible] تفسیر کی ہے کوئی کہتا ہے راحت کوئی کہتا ہے تندرستی اور اولاد و مال کوئی کہتا ہے ٹھنڈا پانی اور [illegible] کسی نے کہا حسن [illegible] کھانا پیٹ بھر کر کھانا اور آرام سے سونا اور پھر بدستور بول و براز خارج ہو جانا وغیر ذلک یہ سب قول ٹھیک ہیں۔

مسلم وغیرہ اہل سنن نے روایت کی ہے کہ ایکبار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے تو ابو بکر و عمر کو بھی پایا آپ نے پوچھا اسوقت تم کیلئے گھر سے نکلے ہو کہا بھوک کے نکلے ہیں آپ نے فرمایا میں بھی اسی [illegible] ایک انصاری کے باغ میں تشریف لیگئے جبکہ ان کھانا تیار تھا اُسنے اور اُسکی بیوی نے دیکھکر کہا مبارک مہمان اور [illegible] کو ٹھنڈی چھاؤں میں بٹھایا اور ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے پکایا اور سامنے لایا اور چھوہارے بھی لایا سب نے شکم سیر ہو کر کھایا اور ٹھنڈا پانی پیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر و عمر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا بخدا آج کی اس نعمت سے بھی تم سے پوچھا جاویگا قیامت کے دن۔

ف کوئی مفلس شخص افلاس سے تنگ آکر خداتعالیٰ کا شاکی ہوا اور سفر کو گیا وہاں اُسکو اسقدر مال و زر حاصل ہوا کہ تین خچر لاد کر لایا رستہ میں پانی نہ ملا اور گرمی سے ہلاکت کی نوبت پہونچی تب ایک شخص نمودار ہوا جسکے پاس سرد پانی تھا اُسنے سوال کیا اُسنے کہا ایک خچر مال کا دے تو دیتا ہوں آخرکار دینا ہی پڑا ورنہ موت سامنے دکھتی تھی پانی پیکر بھوک لگی اور سخت بیتابی ہوئی ہلاکت کی نوبت آگئی تب ایک شخص ملا جسکے پاس روٹی تھی اُس سے سوال کیا اُسنے کہا اگر ان دونوں خچروں میں سے ایک دے تو دیتا ہوں ورنہ تو مر جائیگا دونوں یہیں رہجائینگے ایک خچر دیکر روٹی لی اور پیٹ بھر کر کھایا تھوڑی دیر کے بعد پاخانہ اور پیشاب بند ہو جانے سے اس شدت کا درد ہوا کہ ہلاکت کی نوبت آگئی ایک شخص حکیم نمودار ہوا جسنے کہا یہ خچر مجھے دے تو ابھی آرام ہوتا ہے آخر جان عزیز تھی وہ بھی دیدیا درد سے نجات ملی تب ہاتف غیب نے کہا روٹی اور ٹھنڈا پانی اور درد سے سلامتی اسقدر مال کو آج لی ہے اس سے پہلے تجھے خدا ہمیشہ مفت دیتا رہا پھر بھی تو اسکا شاکی ہوا یہ کیا انصاف ہے؟ وہ شخص رویا اور تائب ہوا۔ آسکی نعمتوں کا شکر یہ ہر حال میں واجب ہے۔ وللہ الحمد والمنة علی کل حال۔

(سوم) بعض فرماتے ہیں کہ خاص نماز عصر کی قسم مراد ہے یہ مقاتل کا قول ہے۔ اسلئے اس نماز کی قسم کھائی کہ یہ اس دار آخرت کی تجارت کا ایک مخصوص وقت ہے اور نیز دنیاوی تجارت کا یہی وقت ہے اور کاروبار میں مصروف ہونے کا وقت ہے اور بندوں کے اعمال کے دفتر بند ہونے کا وقت ہے اسکے بعد سے رات کے اعمال کا دفتر کھلتا ہے اور اسی لئے حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جسکی نماز عصر قضا ہوگئی گویا اسکا گھر بار لٹ گیا اور قرآن مجید میں صلوٰۃ وسطیٰ سے (جسکی محافظت پر تاکید ہے) یہی نماز مراد ہے

ف قرآن مجید میں بہت سی چیزوں کی خدا پاک نے قسم کھائی ہے۔ رات کی دن کی آفتاب کی آسمان کی زمین کی مکہ شہر کی۔ انجیر کی زیتون کی۔ آنحضرت صلعم کی عمر کی وغیرہ۔ حالانکہ حدیث شریف میں بندوں کے لئے بجز خدا پاک کے اور کے نام کی قسم کھانے کی ممانعت آئی ہے اور اسکی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ قسم کھانے میں تعظیم ہوتی ہے اور اسکا مستحق وہی حق سبحانہ ہے اور اہل توحید کا شیوۂ خاص ہے کہ اسکی تعظیم کی برابر کسیکی تعظیم نکریں پھر حق سبحانہ نے اپنی مخلوقات کی کیوں قسمیں کھائیں اپنی ذات وصفات کی قسم پر انحصار کیوں نہ فرمایا؟

جواب اس میں علماء کا اختلاف ہے جمہور معتزلہ اور بڑے بڑے علماء اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ ایسے مقامات پر لفظ رب محذوف ہے جیساکہ والتین قسم ہے رب التین یعنی رب انجیر کی پھر ان اشیاء کے ذکر کرنے میں اور انکی ربوبیت کے اظہار میں بندوں کو ان چیزوں کے فوائد اور منافع کا اظہار کرنا مقصود ہے تاکہ ان چیزوں میں اسکی قدرت کاملہ کا کرشمہ دیکھکر ایمان لائیں اور اسکے محسن اور آقا وولی النعم کیطرف جھکیں یعنی ہر جگہ اپنی ہی قسم کھائی ہے نہ مخلوق کی۔ اکثر متکلمین کا بھی اسیطرف رجحان ہے اور بات بھی قوی ہے۔ لیکن علماء کرام کی ایک جماعت ظاہر الفاظ پر خیال کر کے یہ بھی کہتی ہے کہ لفظ رب کے محذوف ماننے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ انہیں چیزوں کی قسم کھائی ہے مگر ہر ایک قسم کھانے والے کی حالت اور شان کے مطابق اس چیز کی قسم کھانے سے جو مقصود ہوتا ہے وہی مراد لیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص بادشاہ کے سر کی قسم کھائے یا تخت کی تو اسکا مقصود عزت وعظمت بادشاہ کی اور اس کے تخت کی ہوگی اور جو کوئی اپنی اولاد یا اپنے مال کی قسم کھائے تو مقصود محبت ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس پس حق سبحانہ جو اپنی مخلوق میں سے کسی چیز کی قسم کھاتا ہے تو مقصود اس چیز کے پیدا کرنے میں جو اس نے اسرار قدرت اور بندوں کے منافع رکھے ہیں ان کا اظہار ہوگا۔ قطع نظر اس سے کہ یہ شئے جملہ مخلوق میں بڑھکر ہے یا نہیں اور کبھی محض اس چیز کا شرف وعزت بندوں کی نگاہ میں ظاہر کرنا بھی مقصود ہوتا ہے جیساکہ آنحضرت صلعم کی قسم یا مکہ معظمہ کی قسم۔ اب کوئی محل اعتراض باقی نہیں رہا اسپر بھی جو کوئی اس رمز سے ناواقف ہوکر عیب لگائے اور طعن کرے یہ اسکی بھونڈی سمجھ ہے۔

الحاصل عصر کی قسم کھا کر فرماتا ہے ان الانسان لفی خسر کہ بیشک ابن آدم نقصان میں ہے کس لیے کہ اسکی عمر گرانمایہ جو بڑا مال ہے۔ اور جس سے دار آخرت کی کار آمد چیزیں خریدی جاتی ہیں وہ ہر آن گھٹتی جاتی ہے اور جو گھٹتی ہے اس کے بھرنے کی امید منقطع ہے۔ کیا خوب کہا ہے حافظ مرحوم نے۔

مرا در منزل جاناں چہ امن وعیش چوں ہر دم ٭ جرس فریاد میدارد کہ بربندید محملہا ٭

اور اگر اس عمر گرانمایہ کو گناہوں اور شہوات ولذات فانیہ میں صرف کیا یا کھیل کود لہو ولعب میں گزار دیا تو اور بھی نقصان ہوا اور خسران سرمدی وحرمان ابدی نصیب ہوا۔

اور یہ اس لیے کہ زمانہ کی تمام چیزوں پر زمانہ کا پورا احاطہ ہے کوئی حکیم کوئی بادشاہ کوئی مالدار کوئی شہ زور ایسا نہیں کہ زمانہ کی تیز نگہ سے نکل جاوے۔ زمانہ کا پہلا اثر موسموں کا تبدل ہے جب سردی آتی ہے تمام لوگوں پر سردی کا اثر پھیل جاتا ہے اور جب گرمی کی سلطنت آتی ہے تو سب پر اسکا اثر پڑتا ہے اور اسیطرح جب رات آتی ہے تو اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اور جب دن کی سلطنت ہوتی ہے تو رات کافور ہو جاتی ہے زمین پر نور پھیل جاتا ہے۔ اسکے بعد انسان کی عمر پر زمانہ کا وہ نمایاں سکہ چلتا ہے کہ کسیطرح ٹلتا ہی نہیں لڑکپن کے بعد جوانی اور جوانی کے بعد بڑھاپا بے اختیار آتا ہے اور پھر زمانہ روحانیات کو فنا کرتا ہے اور پھر حیوانات جمادات اور سوا انسانوں میں سے انسانوں کو مار کر ایسے فنا کے عمیق گڑھے میں ڈال دیتا ہے کہ جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے وہ فراموش شدہ انسان ہی بھلا جاتا ہے دیکھنا چاہیئے کہ زمانہ کی ڈوریاں کسکے ہاتھ میں ہیں؟ اُسی قادر مطلق کے لیکن جنکی نظر دور تک نہیں پہنچتی) وہ اِن سب حوادث کو زمانہ ہی کے افعال جانتے ہیں جیسا کہ فرقہ دہریہ اور جنکی نگاہیں دور جاتی ہیں اور وہ گہری نظروں سے دیکھتے ہیں وہ اس کل کے موجد اور اسکے چلانیوالے کے ہاتھ کی کارگری سمجھتے ہیں جو زمانہ سے باہر ہو کر زمانہ کی کل چلا رہا ہے۔ اس لیئے زمانہ کی قسم کھائی کہ وہ اُسکی ایک عمدہ اور بڑی کل ہے جس میں اشارہ ہے کہ زمانہ کے موافق بنو۔ زمانہ تمہارے موافق نہیں ہے نہ ہوگا اور جب کسی نے زمانہ سے لڑائی کی تو ہزار شکست کھائی اور اسی بات کیطرف نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے ابن آدم مجھے ایذا دیتا ہے جو دہر کو گالیاں دیا کرتا ہے دہر تو میں ہوں میرے ہاتھ میں سب کام ہے میں ہی رات اور دن کو بدلتا ہوں (متفق علیہ)

(۲) بعض فرماتے ہیں اخیر دن کا وقت مراد ہے جو زوال سے غروب تک کا وقت ہے جسکو عربی میں عشی کہتے ہیں یہ قتادہ اور حسن بصری کا قول ہے اور اسکی قسم کھانیکی وجہ یہ ہے کہ دن بھر کے کاروبار کا نفع ونقصان اخیر دن میں ظاہر ہوتا ہے دن بھر بیچ کر سوداگر دکان بڑھاتا ہوا اپنے گھر کا رستہ لیتا ہے اور نیز زیادہ بیچ وشرا کا بازار اسیوقت گرم ہوتا ہے اور نیز ایک انقلاب عظیم کی یہ تمہید ہے یعنی دن کا جانا رات کا آنا اور اسی لیئے اسوقت کی نماز کی جسکو صلوۃ الوسطی اور صلوۃ العصر کہتے ہیں بڑی تاکید ہے۔ پس اس میں اشارہ ہے کہ انسان تیری زندگانی کا بہت سا زمانہ گزر گیا اب اخیر وقت رہگیا تو اپنی تجارت میں جو آخرت میں کام آوے سرگرمی کرلے وقت بہت نہیں رہا ورنہ پھر خسارہ ہی خسارہ ہے۔

(۳) بعض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مراد ہے جو بڑا متبرک زمانہ ہے اور جسمیں تجارت آخرت کا بازار بڑا گرم تھا جس نے سعادت کی طرف ذرا توجہ کی اُسنے سلطنت آسمانی حاصل کرلی اور جس نے برا سودا کیا عمر کھو کر کفر و بدکاری خریدی گھاٹا اٹھایا اور بڑا گھاٹا۔ اسی لیئے آپنے ارشاد فرمایا تھا خیر القرون قرنی الحدیث کہ سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے الخ جبکہ صبح سے لیکر تھوڑے دن رہے تک بنی آدم آخرت کے سودے میں پورے کامیاب نہوئے اور وقت رہگیا کم تو اُسنے اپنی رحمت سے ایسا نبی برپا کیا جو دنیا کو نافع تجارت سکھانے آیا ایسی تجارت کہ تھوڑے سے داموں پر (یعنے چند روزہ زندگی سے جو اُمم سابقہ کی بہ نسبت وقت عصر ہے اور تھوڑے سے اعمال سے) بے بہا دولت حاصل ہوتی ہے یعنی دار آخرت اور اُسکے نعماء باقیہ اسلیئے لفظ والعصر میں اسطرف اشارہ کردیا کہ بس اب اور وقت نہیں رہا جو اور نبی آوے گا انہیں پر سلسلہ تمام ہے۔ پھر اب بھی جو کوئی ہدایت پر نہ آوے تو ازلی بدنصیب ہے۔ دنیا کی دوکان بڑھا چاہتی ہے اسی لیئے آپنے فرمادیا کہ میں اور قیامت اسطرح ہیں اور انگلی سے انگلی ملاکر دکھائی یعنی ساتھ لگے ہوئے میرے بعد قیامت ہے۔

اور دوسرا لفظ صبر ہے یہ بھی بڑا وسیع المعنے لفظ ہے کس لیے کہ مخالفون کی ایذا اور بدگوئی کی برداشت کرنا بھی صبر ہے اور یہ وصف ہر ایک عالی حوصلہ کو لازم ہے اگر یہ نہین تو ہم چشمون مین عزت سے بسر نہیں ہو سکتی بات بات پر لڑنا اور بدلہ کرنا اگر ان سے انتقام لے کر دشمن بنانا زیست تلخ کر دیتا ہے۔ ایسا کا صبر تھا سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ایک بدوی نے کہ آپ خلیفہ تھے مجمع عام مین سخت الفاظ کہے اور گالیان بھی دین لوگون کو غصہ آیا فرمایا تمہین تو کچھ نہین کہا مجھ کو کہا ہے آپ نے حکم دیا کہ غریب بھوکا ہوگا کھانا کھلاؤ۔ عمدہ کپڑے دو۔ خرچ سے تنگ ہوگا روپیہ دو چنانچہ حضرت کے حکم کی تعمیل کی گئی پھر دوسرے دن اُس شخص کو روبرو بلا کر پوچھا کہ بھائی اب بھی تم مجھ سے خفا ہو؟ وہ شخص رو پڑا اور کہا کہ مین نے پہلے خفا تھا نہ اب ہون صرف امتحان منظور تھا کہ دیکھون رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا خون آپ مین کسقدر ہے آپکے اوصاف حمیدہ سے کتنا حصہ ملا ہے آپنے فرمایا بحمد اللہ ہم پہاڑ ہین ایسے جھونکون سے ہلنے والے نہین۔ صبر کی تاثیر ہے کہ مخالف برائی کر کے آپ شرمندہ ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید مین جا بجا اسکی تاکید ہے ادفع بالتی ہی احسن الخ کہ برائی کے مقابلہ مین بھلائی کر کوئی گالی دے تو تو دعا دے۔

نفس بد کا مقابلہ اور پھر مقابلہ مین ثابت قدمی بھی صبر ہے نفس چاہتا ہے کہ رات کو گرم ہو کر سو رہو مگر یہ جو انمرد نہین مانتا نماز پڑھتا ہے سردی گرمی کی برداشت کرتا ہے اسیطرح جملہ اخلاق مین نفسانی خواہش روکنے مین ثابت قدمی صبر ہے اسیطرح صف جنگ مین دشمن کا مقابلہ اور مقابلہ مین استقلال بھی صبر ہے۔ خدا کی راہ مین مشقتون کی برداشت بھی صبر ہے مصائب ارضی و سماوی پر لا حول کہنا صبر ہے۔ انسان کی سعادت کے دو بازو ہین جن سے اوڑ سکتا ہے۔ اول ذریعہ اعتقاد یعنی تکمیل قوت نظریہ یہ دایان بازو ہے اسکے لیے تواصوا بالحق استعمال ہوا دوسرا بایان بازو نیک کام کرنا بری باتون سے پرہیز کرنا ہے یعنی قوت عملیہ کی تکمیل اسکے لیے تواصوا بالصبر استعمال ہوا تمام حکمت نظریہ و عملیہ کا انہین دو لفظون مین خاتمہ کر دیا۔

اور یہ بھی ہے کہ اول انسان آپ کامل ہو لے اسبات کیطرف امنوا وعملوا الصالحات مین اشارہ کیا تھا اور آپ کامل ہو کر اورونکی تکمیل کی بھی فکر کرے اور حکیم روحانی بنکر مریضان بنی آدم کا علاج کرے یہ پورا کمال ہے اسلیے اُسکے لیے تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر مین اشارہ فرمایا۔ حق پر قائم رہنے کی وصیت تاکید گویا دوا پینے کا حکم ہے اور تواصوا بالصبر مین پرہیز کیطرف اشارہ ہے کیونکہ اگر مریض دوا پیکر مضر اشیاء سے پرہیز نکریگا کبھی فائدہ نہ اُٹھائیگا۔

تواصوا وصیت سے ہے یہ لفظ عرف شرع مین تقید و تاکید کے معنی مین بھی مستعمل ہوا کرتا ہے جیسا کہ فرمایا ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا۔ اور عرف عام مین وصیت اُس بات کو کہتے ہین جسپر اُسکے مرنیکے بعد عمل ہو یا کہو بوقت مرگ حکم دے اسلیے اس لفظ کے اختیار کرنے مین یہ رمز ہے کہ مرتبہ ارشاد و تکمیل کا لنفس فنا کرنیکے بعد حاصل ہوتا ہے گویا یہ لوگ نفس کو مار کر جیتی زندگی مین مر گئے یا قریب بمرگ ہین اب جو کچھ کہتے ہین گویا وصیت کرتے ہین۔ اور اسطرف بھی اشارہ ہے کہ ابتدا سورۃ مین لفظ عصر کی قسم کھائی تھی جو اخیر وقت ہے گویا ہر زندہ دل اپنی زندگانی پر بھروسہ نکرکے ہر وقت کو دم اخیر سمجھتا ہے پس وہ جو کچھ فرماتا ہے گویا بوقت مرگ فرماتا ہے جسکی پابندی پچھلون پر بلحاظ محبت واجب ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اچھے لوگ بوقت مرگ دنیاوی جھگڑے سے چھوڑکر اپنے مریدون محبونکے لیے حق پر قائم رہنے اور صبر کرنیکی وصیت کیا کرتے ہین جیسا کہ سورہ بقرہ مین ہے۔ ووصی بہا ابراہیم بنیہ ویعقوب یا بنی ان اللہ اصطفی لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون ۰ ام کنتم شہداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیہ الخ

لیکن اس عمر چند روزہ مین اگر نفع حاصل کرنا چاہے اور نقصان سے محفوظ رہنا چاہے تو اُسکے لیئے یہ دو باتین ضروری ہیں اول یہ کہ اپنی حیات مین کمال حاصل کرے اور دوم یہ کہ مرنے کے بعد بھی حسنات و باقیات کا سلسلہ باقی چھوڑ جائے تا کہ اُسکے بعد بھی اُسکے حسنات ہمیشہ اُسکو پہنچتے رہین۔ اور اس سبب سے اُسکو اکتساب حسنات کے لیئے ایک وسیع زمانہ ملجائے ورنہ عمر تو بہت ہی تھوڑی ہوتی ہے خصوصاً جبکہ ایک ثلث حصہ تو لڑکپن اور بیماری اور بڑھاپے کا زمانہ کم کر دیا جاوے کیونکہ ایسے وقت انسان بیکار ہوجاتا ہے اور اعضا جواب دیچکتے ہین تو بہت ہی حصہ کم رہجاتا ہے اسلیئے اس خسارہ پانے والون سے جنمین یہ دو وصف ہون اُنکو مستثنےٰ کرتا ہے (۱) الا الذین امنوا وعملوا الصالحات مگر وہ کہ جو ایمان لائے اور ایمان لاکر نیک کام بھی کیئے۔ یہ وہ پہلی بات ہے جو اپنی حیات کی کمائی تھی اسکے دو مرتبہ ہین۔ اول معرفت اور حقائق الاشیاء کا علم صحیح خصوصاً حق سبحانہ اور وسائل ہدایت و ارشاد کی بابت اعتقاد صحیح جسکو شرع مین ایمان کہتے ہین۔ یہ اعلیٰ کمال ہے روح کے بدن سے جدا ہو جانے کے بعد یہ کمال ساتھ رہتا ہے اور اسیکو حکماء بھی سعادت کا ذریعہ سمجھتے ہین اور اہل ہند بھی اسکو گیان کہتے ہین جو اُنکے نزدیک نجات کا وسیلہ ہے۔ مگر حکماء کے علم حقائق الاشیاء اور ہنود کے گیان اور شرعی ایمان مین بڑا فرق ہے شرعی ایمان وہ علم اور وہ گیان ہے جسمین شکوک و خطرات یا توہمات و تخیلات کی بو بھی نہین وہ اُن ظلماتی دھبون سے پاک ہے یہ اسکا حصول ایسے وہ وسائل ہین جن مین عقلی قیاسات اور وہمی تنگ بندیون کو دخل ہو نہ تمام مخلوق کی حیثیت وریاضت کرنیکی تکلیف مالایطاق نہ آسمانون اور زمین کے الٹ پلٹ کی حاجت۔ دوسرا مرتبہ ایمان کے بعد نیک کام کرنے کا ہے یہ لفظ بڑا وسیع المعنی ہے ہر ایک نیک کام کو شامل ہے خواہ عبادت بدنی ہو خواہ مالی خواہ ذکر و مراقبہ ہو و فکر و توجہ قلبی ہو اور خواہ نماز و خیرات ہو خواہ صلہ رحمی مخلوق پر ترحم اور نفع رسانی ہو کس لیئے کہ اگر ایمان ہے اور اعمال صالحہ نہین تو ایمان ایک درخت بے ثمر ہے اور اگر دونون باتیں حاصل ہین تو وہ سونے پر سہاگہ ہے اور یہی کمال الایمان (۲) وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر کہ اپنے بعد بھی سلسلہ حسنات باقی چھوڑ گئے۔ اس لحاظ سے گویا وہ ہمیشہ زندہ ہین اور ہمیشہ دنیا مین نیک کام کر رہے ہین کس لیئے کہ جو اپنے بعد نیک کامون کی بنیاد ڈال جاتے ہین جب تک وہ نیک کام باقی رہین گے اور لوگ اُن سے نفع حاصل کرینگے اُسکے بنیاد ڈالنے والون کو بھی اُسقدر ثواب ملتا رہیگا اور احادیث صحیحہ مین بھی یہی مضمون وارد ہے چنانچہ مسلم نے روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے کسیکو ہدایت کیطرف بلایا تو اُسکو بھی اُتنا ہی اجر ہے کہ جتنا اُس ہدایت قبول کرنیوالیکو ہے اور جسنے کسیکو بُرے کام کی ترغیب دلائی تو اُسکو بھی اُسیقدر گناہ ہے کہ جسقدر اُس برے کام کرنے والے کو ہے کچھ بھی کم نہوگا۔ اور ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ نے بھی اس قسم کا مضمون نقل کیا ہے۔ اس نیک کام کی بابت دو لفظ ارشاد فرمائے کہ جسکا اورون کو تقید کرکے دنیا سے چلے گئے۔ اول حق پر قائم رہنے کی تاکید۔ یہ لفظ بھی وسیع المعنی ہے دین حق پر قائم رہنے کو بھی شامل ہے اور راستبازی اور نفع خلائق کو بھی شامل ہے پھر دین مین عبادات سے لیکر اعتقاد صحیح اور اخلاق کریمانہ خیرات و صدقات سب کو شامل ہے۔ بنا ے مساجد و مدارس اور اسلام کے قیام و استحکام کی بابت تدابیر اور عمدہ تصانیف اور تعلیم علوم سب اسمین آگئے اسی لیئے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اسلام مین اعلےٰ درجات رکھتے ہین کہ اپنے بعد صفحہ اسلام پر وہ باتین زندہ چھوڑ گئے جن سے آجتک مسلمان نفع پارہے ہین اور اُنکے بعد ائمہ دین مجتہدین و پیران طریقت وغیرہم ہین

بھی معاف نہین ہوتے اور نیز ان افعال قبیحہ سے جماعت مین تفرقہ پڑتا ہے فساد کا دروازہ کھلتا ہے تمدن مین خلل واقع ہوتا ہے اور اسلیئے
قرآن مجید مین غیبت کو اپنے بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔ اور اسکو زنا سے سخت بیان فرمایا ہے اسیطرح لوگوں پر طعن کرنا
منہ چڑانا انپر ٹھٹھا کرنا مضحکہ اڑانا آواز اور انکی صورت کی نقلین کرنا یہ کمینہ اخلاق بڑے خسارہ کے باعث ہیں ایسے دنیا میں بھی خسارہ ہے
عداوت پیدا ہوتی ہے اور ایسے شخص کی عزت لوگون کی نگاہ ہو نہین نہین رہتی خود اسکو بیہودہ اور مسخرہ کہنے لگتے ہین اور آخرت مین تو اس
دل آزاری کی وجہ سے وہ آگ ہے جو تطلع علی الافئدہ جو انکے دلونکو جلائیگی نعوذ باللہ منہا۔ اور یہ عیب جاہلون بدبختون مین زیادہ مروج ہوتا ہے اور لطف
یہ کہ اسکو عیب نہین بلکہ ہنر جانتے ہین مکہ کے قریش کا فر اس بلا مین سخت مبتلا تھے۔ بالخصوص ولید بن مغیرہ و اخنس بن شریق و امیہ بن خلف
یہ بدنصیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کیا کرتے تھے اور غریب ایمانداروں کی نماز و عبادت کی نقلین کرکے لوگونکو ہنسایا کرتے اور نفرت
دلایا کرتے تھے اور اسی سبب بعض مفسرین نے انہین کے ان افعال قبیحہ کو سبب نزول قرار دیا ہے مگر در اصل سبب نزول وہی ہے جو ہم بیان
کرآئے ہین پس اس سورۂ مبارکہ مین بڑے پراثر الفاظ مین ان اخلاق رذیلہ کی برائی بیان فرمائی جاتی ہے جو باعث خسران ہین فقال ویل لکل ہمزۃ لمزۃ
کہ خرابی ہے ہر ایک بدگوئی کرنے والے عیب چین کی۔ اور وہ خرابی کیا ہے اسکو آخر مین بیان فرماتا ہے لینبذن فی الحطمۃ الخ کہ وہ آگ مین ڈالا
جاویگا الخ۔ ان دونون لفظونکی تفسیر مین متعدد اقوال ہین (۱) ابوعبیدہ کہتے ہین دونون لفظونکے ایک ہی معنی ہین غیبت و بدگوئی کرنیوالا
(۲) ابوالعالیہ و حسن و مجاہد و عطاء ابن ابی رباح کہتے ہین کہ ہمزہ اسکو کہتے ہین جو روبرو بدگوئی کرے اور لمزہ اسکو جو پیٹھ پیچھے برا کہے
(۳) قتادہ اسکے برعکس معنی بیان کرتے ہین (۴) قتادہ و مجاہد سے یہ بھی منقول ہے کہ ہمزہ وہ ہے جو کسی کے نسب مین طعن کرے کہ
فلان کمینہ ہے اسکی ماں ایسی تھی باپ ایسا تھا اسکی قوم ایسی ہے وہ شریف نہین۔ اور لمزہ وہ ہے کہ ہاتھ پاؤن آنکھ وغیرہ اعضاء کے
اشارون سے کسیکی آبروریزی کرے جیساکہ سفلوں کی عادت ہوتی ہے کہ آنکھ بھوؤن یا منہ بنانے سے کسیکی بےعزتی کرنیکے لیئے اشارے
کیاکرتے ہین (۵) ابن کثیر کہتے ہین کہ ہمزہ وہ ہے جو زبان سے برائی کرے اور لمزہ وہ جو افعال سے یعنی اعضاء کے اشارون سے۔
اور سب اقوال کا مطلب ایک ہی ہے۔ یعنی طعن اور اظہار عیب کسیکی دل آزاری اور بےعزتی کرنا۔ چغل خوری اور دو مین لڑائی
کرادینا۔ اور ایک کی بات دوسرے سے کہکر رنج پیدا کردینا اور نقلین کرنا اور آوازہ کھینچنا اور قہقہے اڑانا اور آوازین نکالنا سب اسمین آگئے۔
افسوس آج کل یہ کفار کی عادت مسلمانون مین رواج پاگئی ایسی کوئی مجلس نہ دیکھو گے کہ جس مین دوسرے پر طعن و تشنیع نہو اور اسپر دونکے
ہنسانے اور خوش کرنے کیلئے بیہودہ شہدون نے اپنا وطیرہ کرلیا ہے بلکہ وعظ و سپیچ مین بھی ایکدوسرے پر آوازہ کھینچتا ہے الا ماشاء اللہ
اسی لیئے صلحاء نے مخالطت و مجالست عامہ کو ترک کردیا۔ اور اب تو یہ خرافات لکھی بھی جاتی ہے ایسے ایسے رسائل شائع ہوتے ہین کہ
جنمین ایکدوسرے پر لعن و طعن کرتا ہے کوئی لفظ سخیف اٹھا نہین رکھتا اور اخبارون مین تو روزمرہ یہی دیکھنے مین آتا ہے اور پنچ اخبار تو
اسکا بیڑہ اٹھائے ہوئے ہین اور اسپر فخر کرتے ہین ہائے ہائے اسلامیونکے عادات و خصائل حمیدہ کہان چلے گئے۔ بزرگان دین نے عمر بھر بھی
کسیکی غیبت نہین کی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ قیامت مین مجھ سے غیبت کی بابت مواخذہ نہوگا مین نے کسی کی
غیبت عمر بھر نہین کی۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خرابی ہے اسکی کہ جو لوگونکے ہنسانے کیلئے جھوٹی باتین بیان کرتا ہے

## سورۃ ہمزہ مکیہ ہی اسمین نو آیت ہین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۝ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۝ كَلَّا لَيُنبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ

خرابی ہے ہر ایک طعنہ دینے آوازہ کسنے کی۔ جسنے کہ جمع کیا مال اور اسکو گن گن رکھا۔ سمجھتا ہے کہ میرا مال ہمیشہ سدا رکھیگا۔ ہرگز نہیں البتہ وہ تو حطمہ میں پھینکا جاویگا اور تو کیا جانے

مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ۝ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ ۝ إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝ ع

کیا ہے وہ حطمہ وہ اللہ کی دہکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں تک جا پہنچتی ہے وہ ان پر بند کیے جاویں گے بڑے بڑے ستونوں سے باندھ کر

### ترکیب

ویل مبتدء وجاز الابتداء بالنکرۃ لکونہ دعاء علیہم لکل ہمزۃ لمزۃ۔ خبرہ قرء الجمہور بضم اولہما وفتح المیم وقری بسکون المیم فیہما واصل الہمز الکسر والضرب وکذا اللمز یقال ہمزہ یہمزہ ہمزا ولمزہ یلمزہ لمزا۔ قال الرازی الہمز الکسر قال تعالیٰ ہماز مشاء بنمیم واللمز الطعن ولا تلمزوا انفسکم والمراد الکسر من اعراض الناس والغض منہم والطعن فیہم۔ ہمزۃ لمزۃ علی وزن فعلۃ وبناء فعلۃ لمبالغۃ الفاعل کالضحکۃ واللعنۃ ای کثیر الضحک وکثیر اللعن۔ واذا اسکنت العین یکون لمبالغۃ المفعول یقال رجل لعنۃ بسکون العین اذا کان ملعونا للناس یکثرون اللعن علیہ۔ الذی الخ بدل من کل او فی محل نصب علی الذم او تعلیل لما قبلہ عددہ قرء الجمہور بالتشدید وقری بالتخفیف ومعناہ احصاہ فہو ماخوذ من العد وقال الزجاج عددہ لنوائب الدہر یقال اعددت الشیٔ وعددتہ اذا امسکتہ۔ یحسب الخ مستانفۃ لتقریر ما قبلہا وقیل فی محل النصب علی الحال من فاعل جمع اخلدہ ماض بمعناہ المضارع ای یخلدہ والخلد بالضم البقاء کلا ردع لینبذن الخ اللام جواب قسم محذوف حطمۃ علی وزن ہمزۃ مبالغۃ فی الحطم بمعنی الکسر تحطم وتکسر من القی فیہا والحطمۃ من اسماء النار فی عمد ممددۃ فی محل نصب علی الحال من الضمیر فی علیہم ای کائنین فی عمد ممددۃ موثقین فیہا وقیل خبر مبتدء محذوف ای ہم او صفۃ لموصدۃ قرء الجمہور عمد بفتح العین والمیم جمع عمود کادیم وادم وقال ابو عبیدۃ جمع عماد وقیل اسم جمع لعمود۔ قال فی الصحاح العمود عمود البیت وجمع القلۃ اعمدۃ وجمع الکثرۃ عمد

### تفسیر

یہ سورہ بلااختلاف مکہ مین نازل ہوئی۔ ابن عباس رض بھی یہی فرماتے ہین۔ اور جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ اسکی نو آیت ہین وجہ ربط اسکی سورہ عصر سے یہ ہے کہ سورہ عصر مین بیان تھا کہ انسان خسارہ مین ہے اب اس سورہ مین انسان کے خسارہ مین پڑنے کے چند اسباب بیان فرمائے جاتے ہین۔ واضح ہو کہ گناہ دو قسم کے ہین۔ اول حقوق اللہ مین کوتاہی یا تجاوز کرنا۔ عبادت نکرنا زنا کرنا وغیرہ۔ دوم وہ جو حقوق العباد سے متعلق ہین جیسا کہ کسی کا حق ادا نکرنا یا تکلیف وایذا بلاوجہ پہونچانا۔ آبروریزی کرنا دل کو رنج پہونچانا خصوصا خاصان خدا کی دل آزاری کرنا۔ اور انکی جو بندگان خدا کی اصلاح وتعلیم کے لیئے اپنی جان اپنا مال اپنا آرام نذر کر چکے ہون۔ یہ قسم دوم کے گناہ ایسے برے ہین کہ بغیر اسکے کہ جسکو ایذا دی گئی ہے وہ معاف نکرے تو توبہ واستغفار سے

حطم توڑنا حطمہ بہت توڑنے والی یہ جہنم کی آگ کی صفت بیان ہوئی جو اسکے اعمال بد کا نتیجہ ہے یہ بھی دنیا مین اپنی بداعمالیون سے
لوگون کے دل توڑا کرتا تھا۔ آگ کا تسلط اولاً صورت پر ہوتا ہے کہ جلنے کے بعد صورت بگڑ جاتی ہے پھر گوشت و پوست پر نوبت ہوتی ہے
پھر ہڈیون کو توڑتی ہے جہان یہ مال کچھ بھی فائدہ نہین دیتا۔ اسقدر اوصاف مین دنیاوی آگ بھی شریک تھی لیکن آتش الٰہی ان
سب سے باہر بین بالاتر ہے اس لیئے کہ ہمیشہ اُسکے حالات ظاہر کرنے کے لیئے بطریق سوال وجواب کے ذکر کرتا ہے تاکہ اس عالم کی
آتش کی حقیقت معلوم ہو جاوے۔ فقال وما ادراک ما الحطمۃ کہ تو اسے مخاطب کیا جانے کیا ہے وہ حطمہ؟ یعنی اسکی شناخت عقلاً
وہماً، کیے فہم سے بالاتر ہے کس لئے کہ اُسکے نزدیک تو یہی چند اقسام آتش کے ہین ایک تو یہی معمولی آگ عنصری یا کوکبی
جیساکہ آفتاب اور بعض ستارون کی حرارت یا بجلی کی حرارت یا اجسام کی باہم مصادمت اور حرکت کی حرارت یا مزاجی حرارت
جو کہ حیوانات مین زیادہ محسوس ہوتی ہے اور خصوصاً انسان مین بخار کے وقت زیادہ محسوس ہوتی ہے لیکن یہ آتش ان سب
سے ایک جداگانہ حرارت ہے جو کسی کی سمجھ مین کیونکر آسکتی ہے؟ آپ ہی بیان فرماتا ہے نار اللہ کہ وہ غضب الٰہی
اور اُسکے قہر کی آگ ہے الموقدۃ روشن کی گئی اور دہکائی گئی ہے یہ نہ سمجھنا کہ اپنے مین سے اب آگئی ایک اور صفت بھی
سنو التی تطلع علی الافئدۃ وہ یہ ہے کہ جو دلون کی جھانکتی یا دلون تک پہونچتی ہے یعنی اُسکا ایک شعلہ دل پر
پہونچتا ہے کس لیئے کہ دنیا مین لوگون کے دلون کو جلایا تھا۔ دنیاوی آگ اول جسم پر اثر کرتی ہے اُسکے بعد جسم مین سے
وہانتک پہونچتی ہے برخلاف اس آتش قہر الٰہی کے کہ یہ اولاً دل پر پہونچتی ہے پھر جسم پر اثر کرتی ہے۔ اس مین عذاب روحانی کیطرف
اشارہ ہے جو جسمانی عذاب سے بدرجہا سخت تر ہے اور حکماء مرنیکے بعد اسی غم والم کو جو افعال ناشائستہ پر ہوگا روحانی عذاب کہتے ہین
دنیا مین اس آتش کے مشابہ بخار کی آتش یا غم کی آتش ہے لیکن وہ ذرہ بھر ہے کبھی ہلکی بھی ہوجاتی ہے اول سانس لینے سے
کہ ٹھنڈی سانس باہر سے اندر جاوے اور گرم باہر آوے سو وہان یہ بھی نہین کس لیئے کہ انہا علیہم موصدۃ وہ انپر سرپوش کیطرح
بند کیجاویگی ہر طرف سے احاطہ کئے ہوگی نہ اندر کی گرم سانس باہر نکلنے دیگی نہ باہر سے سرد سانس اندر آنے دیگی یعنی گھونٹ دیئے جاوینگے
اور کبھی تڑپنے یا باہر پھرنے سے بخارات گرم پسینے مین نکل کر کسیقدر کمی ہوجاتی ہے باہر پھرنے سے کسیقدر غم غلط ہو جاتا ہے اور
اسی لیئے غمگین اور عشاق کو جنگلون اور دریاؤن اور باغون کی سیر مفید ہوا کرتی ہے سو وہان یہ بھی نہوگا کس لیئے کہ فی عمد ممددۃ
کہ وہ لوگ بڑے بڑے آتشین ستونون سے جکڑے ہوئے ہونگے ہل بھی نہ سکین گے نہ ان ستونون کو اکھیڑ سکین گے۔

لینبذن فی الحطمۃ کے الفاظ سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ایسے خصائل بد کے سبب انسان انجام کار طبیعۃ غالبہ کی آگ مین
ڈالا جاتا ہے جو روحانی آگ ہے غموم وہموم دائمی مین جلا کرتا ہے۔ اور موصدۃ مین اسطرف اشارہ ہے کہ وہ ہر طرف سے
محیط ہوتی ہے ابواب سرور ابدی بند کردیئے جاتے ہین اور بہیمیہ وسبعیہ اور شیطانیہ اسپر غالب آجاتی ہے اور عمد ممددۃ سے
طبائع عنصریہ کیطرف اشارہ ہے کہ جو آسمان تک بلند ہین اور یہ اُسکے سلاسل مین جکڑا ہوتا ہے۔

والله اعلم باسرار کلامہ

خرابی ہے اسکی خرابی ہے اسکی (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والدارمی) عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملا اور پوچھا کہ حضرت نجات کا کیا ذریعہ ہے آپ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو بند رکھ اور گھر میں بیٹھ اور اپنے گناہوں پر رویا کر (رواہ احمد والترمذی) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن نہ طعن کرنے والا ہے نہ لعنت کرنے والا ہے نہ فحش بکنے والا ہے نہ بیحیائی کرنے والا ہے (رواہ الترمذی) یعنے ایمان کی شان نہیں کہ وہ لوگوں کو برا کہا کرے فحش بکے گالیان دیا کرے ننگا لچا بنجائے جو منہ میں آوے بک دیا کرے اور اسکو آزادگی سمجھے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کیا ہے غیبت (بدگوئی) لوگون نے عرض کیا اللہ اور اسکا رسول ہی خوب جانتا ہے۔ فرمایا اپنے بھائی کی اس بات ذکر کرنی جو اسکو بری معلوم ہو کسی نے عرض کیا کہ اگر در اصل اس مین وہ عیب ہو تو بھی غیبت ہے؟ فرمایا اگر سچ ہے اور تو نے بیان کیا تب ہی تو غیبت ہے ورنہ وہ تو بہتان ہے (رواہ مسلم) نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کو اسکے عیب پر طعنہ زنی نکر خدا اس پر رحم کریگا تجھے اسی بلا مین مبتلا کر دیگا۔ (رواہ الترمذی) یہ ہے تہذیب اخلاق جس سے لوگ آج بالکل بے خبر ہو رہے ہیں اور انگریزی روش کو تہذیب اخلاق سمجھ رہے ہیں۔

ہمزہ اور لمزہ فعلہ کے وزن پر ایک صیغہ ہے جو مبالغہ کے لیئے عرب کی زبان مین مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ ضحکۃ اسکو کہتے ہیں جو بہت ہنسا کرے اس صیغہ کے لانے مین اسطرف اشارہ ہے کہ اس بدبخت کی یہ عادت ہو گئی اور اکثر ایسی بیماری میں مبتلا ہوا کرتا ہے۔

غالباً اس خبیث عادت کا سبب کبر و تعلّی ہوتا ہے جو اپنے آپ کو اس سے کہ جسکی بدگوئی کرتا ہے اچھا اور برتر سمجھتا ہے اور اس غرور و تعلّی کے چند اسباب ہوتے ہین حسن و جمال شرافت نسب و حسب علم و ہنر اور سب سے بڑھکر مال ہے یہ وہ لت ہے کہ انسان کو اندھا ہی کر دیتا ہے اور افلاس مین تو سارے غرور خاک مین ملجایا کرتے ہین اسلیئے اب اسکے اس مایۂ ناز کی حقیقت کھولتا ہے فقال الذی جمع مالا وعددہ کہ وہ جو مال جمع کرتا ہے اور اسکو گن گن کر رکھتا ہے۔ اس گن گن کر رکھنے مین اشارہ ہے کہ وہ مال اسباب خیر اور نیکی کی راہون مین خرچ کرنیکے لیئے جمع نہین کرتا بلکہ دھر رکھنے کے لیئے اور حوادث مین کام آنیکے لیئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حرص اور حبّ مال اسکے دلپر غالب ہے اور یہی تمام گناہونکی جڑ ہے۔ یون مال فی نفسہ برا نہین نہ اسکا جمع کرنا بشرطیکہ جائز طریقوں سے ہو بشرطیکہ اسکے حقوق بھی ادا کیئے جاوین۔ زکوۃ۔ غربا کے ساتھ صلہ رحمی دینی کامون مین تائید کیجاوے۔ برائی اسی قسم کے مال جمع کرنے کی ہے کہ جسکا ذکر ہوا۔ اور جس بخیل مالدار سے پوچھیے گا کہ یہ کس لیئے جمع کیا ہے تو یہی کہیگا کہ وقت پر کام آئیگا اس بات کو رد کرتا ہے فقال ایحسب ان مالہ اخلدہ کہ کیا وہ سمجھتا ہے کہ اسکا مال اسکو ہمیشہ رکھیگا موت سے بچا لیگا۔ آسمانی مصائب کو ٹالدیگا۔ تغیرات جسم کو روک دیگا۔ اگر یہ نہین سمجھتا تو پھر یہ بخل یہ تکبر کیلیئے۔ آخر ایک روز خاک مین ملجانا ہوگا سب سامان یہین رہجاویگا۔ اس لیئے فرمادیا کلا کہ ہرگز ایسا نہین جو تو نے سمجھ رکھا ہے کس لیئے کہ کسی مالدار نے اپنی موت کو نہین ٹالدیا ہے کوئی بڑھاپے کی مصیبت سے نہین بچا ہے۔ پھر جب دنیا ان ایسے موقعون پر کام نہین آیا تو کیا آخرت مین آئیگا؟ اسکا بھی جواب دیتا ہے لینبذن فی الحطمۃ کہ آخرت مین آگ مین پھینکا جاویگا جو چورا چورا کر دینے والی ہے۔ یہ جملہ در اصل اس ویل کی تفسیر ہے۔ حطمہ بھی فعلہ کے وزن پر ہے۔

[illegible] میں مبتلا ہو [illegible] رسوا ہو - [illegible] مکہ پر حملہ کرنے [illegible] کا سر [illegible] گیا [illegible]
برکت سے قریش [illegible] آفت سے بچے جو ابرہہ [illegible] ساتھ بہت [illegible] - تم وشبانہ کہ جسکی [illegible]
سے مکہ محفوظ رہا بڑی سزا کا مستوجب ہے -

اور یہ واقعہ [illegible] اسی سال میں ایک مہینہ کچھ روز [illegible] پیدا ہوئے یہ بھی آنحضرت صلعم کا ایک معجزہ ہے سب کار [illegible] کہتے ہیں
فرماتا ہے الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل کہ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں سے کیا کیا وہ کون لوگ تھے ؟
ابرہہ الاشرم یمن کا بادشاہ حبشی جو نجاشی شاہ حبش کا نائب تھا اور اس کے لشکر والے حبش میں بھی ہندوستان کی طرح ہاتھی پیدا
ہوتے ہیں - اس بادشاہ کے پاس بہت سے ہاتھی تھے - [illegible] اس واقعہ کی [illegible] یمن کے ملک میں جب وہاں کا
بادشاہ ذونواس قوم حمیر کا اخیر بادشاہ تھا یہودی ہوگیا اور [illegible] یہودی [illegible] اور اس نے اسی تعصب میں آکر نجران
کے عیسائیوں کو جو اسوقت ٹھیک مذہب عیسوی پر تھے ناحق ظلم سے مارا خندق کھدوا کر اس میں آگ جلائی اور ان مسکینوں کو
پکڑ پکڑ کر اس میں ڈالا جس کا ذکر سورہ والسماء ذات البروج میں ہے [illegible] عیسائیوں میں سے کچھ لوگ جلی ہوئی انجیل
لیکر قیصر روم پاس فریادی پہنچے کیونکہ وہ بھی عیسائی تھا اس نے نجاشی حبش کے بادشاہ کو جو اسکا تابع اور عیسائی تھا مدد کو
لکھا نجاشی نے ابرہہ کو ایک لشکر دیکر یمن کو بھیجا اس نے ذونواس اور اسکی سلطنت کو برباد کیا اور آپ یمن کا بادشاہ بن گیا - یہ بڑا
بدذات اور شہوت پرست اور کمینہ خصلت شخص تھا اس نے کعبہ کی رونق گھٹانے کیلئے اپنے پایہ سلطنت شہر صنعاء میں
ایک کنیسہ بنایا اور اسکی بڑی تیاری کی اور عرب کے لوگوں کو حج کعبہ سے جو ان میں حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کے
عہد سے ایک عبادت کا دستور چلا آتا تھا روکا اور طرح طرح کا تشدد کرنا شروع کیا اور حکم دیا کہ میرے کنیسہ کا حج کیا کریں مگر لوگوں
کے دل تو خدا کے ہاتھ میں ہیں مقبولیت اسی کیطرف سے عطا ہوتی ہے کون مانتا تھا اسوجہ سے اسکو خانہ کعبہ اور شہر مکہ اور
وہاں کے لوگوں سے عداوت قلبی پیدا ہوگئی - مگر اس دبی ہوئی آگ کے ابھارنے کا یہ سبب ہوگیا کہ اس کنیسہ کے جاروب کش نے
انہیں رات کو پاخانہ پھر کر اسکو جا بجا سے گندہ کر دیا اور بھاگ گیا - معلوم ہوا کہ یہ مکہ کا رہنے والا تھا اسنے عداوت سے یہ کام
کیا ہے - پھر چند روز کے بعد اس کنیسہ میں کسی سبب سے آگ لگ گئی اور جلکر خراب ہوگیا جس سے لوگوں کی نظروں میں اور بھی اسکی
بے وقعتی ہوگئی - دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ آگ بھی مکہ کے لوگوں نے لگائی ہے اب تو اسکو غصہ آگیا اور ایک لشکر جرار لیکر جسمیں ہاتھی
بھی تھے اور بڑے ہاتھی کا نام محمود تھا مکہ کی طرف کعبہ ڈھانے کیلئے چلا اور دل میں یہ ارادہ بھی تھا کہ صرف کعبہ کا ڈھانا مشہور کروں تاکہ
لوگ نہ بھاگیں انکو امن کا اشتہار دیدیا تھا اور جب وہ اسکو ملیں تو زن و فرزند صغیر و کبیر سب کو قتل کروں جب وہ مکہ کے
پانچ چار کوس قریب آگیا - اور مکہ کے لوگ ڈر کر بھاگ گئے صرف عبدالمطلب آنحضرت صلعم کے دادا رہ گئے تھے اور وادی محسر
میں یا بقول ابن عباس صفاح میں ڈیرا کر دیا تو اسکے پاس عبدالمطلب آئے تعظیم سے بٹھایا اور پوچھا کیا چاہتا ہے کہا میرے اونٹ
تیرے لشکریوں نے پکڑ لیئے ہیں وہ دلادو اسنے تعجب سے کہا کہ اونٹوں کی فکر کی کعبہ کے لیئے تو نے کچھ نہ کہا - عبدالمطلب نے کہا اونٹ میرے تھے

قصہ اصحاب فیل کا واقعہ

[illegible]

سُورَۃُ فِیْلٍ مَّکِّیَّۃٌ وَّھِیَ خَمْسُ اٰیَاتٍ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ۝ اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ۝

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا — کیا ان کا داؤ غلط نہیں کر دیا — اور ان پر پرندوں کے غول کے غول بھیجے

تَرْمِیْھِمْ بِحِجَارَۃٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ۝ فَجَعَلَھُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ ۝

جو ان پر کنکر کی پتھریاں پھینک رہے تھے — پھر ان کو آخور کی مانند بنا دیا

ترکیب

ا لم تر الہمزۃ للاستفہام التقریری لم تر ای الم تعلم ... الالہ بالجوارح والرؤیۃ قلبیۃ وانما عبر العلم بالرؤیۃ ایماء الی ان ہذہ الواقعۃ بمنزلۃ المشاہد المحسوس وان حدثت قبل ولادتہ صلعم بخمسین یوما ولکنہا لتواترہا کانت کالمحسوس بالبصر۔ کیف فعل ربک الخ ہذہ الجملۃ سدت مسد مفعولی تری وکیف منصوب علی المصدریۃ او الحالیۃ واختار الاول ابن ہشام۔ فی المغنی والمعنی ای فعل فعل الم یجعل الاستفہام للتقریر کانہ قال قد جعل کیدہم فی تضلیل۔ والکید ارادۃ المضرۃ بالغیر بالخفیۃ وارسل عطف علی الم یجعل طیرا اسم جنس یذکر ویؤنث مفعول ارسل ابابیل نعت لطیر قیل جمع ابول بکسر الہمزۃ مثل عجول وقیل جمع ابیل کسکین وقیل جمع ابالۃ وقال الفراء لا واحد لہ من لفظہ مثل الشماطیط والعبادید وجملۃ من الابل قال ابو عبیدۃ ابابیل جماعۃ فی تفرقۃ یقال جاءت الخیل ابابیل من ہہنا وہہنا ای اقاطیع یتبع بعضہا بعضا کالابل المؤبلۃ۔ ترمیہم قرء الجمہور بالفوقیۃ وقری بالتحتیۃ والضمیر فی الحالین الی الطیر لانہ اسم جنس یذکر ویؤنث وقیل الضمیر فی القراءۃ الثانیۃ للہ عز وجل والجملۃ فی محل نصب صفۃ اخری لطیر۔ سجیل قال الزجاج مشتق من السجل ای مما کتب علیہم العذاب وقیل معرب من سنگ گل وہی حجارۃ من طین طبخت بالنار وقیل السجیل الشدید وقال عبدالرحمن بن ابزی من السماء وقیل من سجین ثم ابدلت النون۔ کعصف عصف برگ کشت قولہ تعالی کعصف ماکول ۔ حراث ۔ وعصیفہ وعصافہ بمعناہ

## تفسیر

یہ سورہ بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ابن عباسؓ کا بھی یہی قول ہے اسکی پانچ آیت ہیں اور اسمیں فیل کا اول ذکر ہے اسلئے اسکو سورۂ فیل کہتے ہیں ربط اس کا سورۂ ہمزہ سے یہ ہے کہ اُس سورۃ میں انسان کے چند اخلاق رذیلہ بیان فرما کر اُن کی سزا اخروی بھی بیان فرمادی تھی اس سورۃ میں دنیاوی سزا کا ذکر ہے۔ بیشتر قریش مکہ میں اخلاق رذیلہ تھے جن سے آنحضرت صلعم اور مسلمانوں کو ایذا پہنچتی تھی اور اُن منکرین قیامت کو عذاب آخرت کی تو کچھ پرواہ تھی اسلئے اب اس سورہ میں اُنکو ایک ایسے واقعہ ہولناک کو یاد دلا کر جو اُنکے سامنے گزرا ہے تنبیہ کیا جاتا ہے کہ جب ہمنے خانۂ کعبہ کے ڈھانے والے کی دنیا میں یہ سرکوبی کی حالانکہ وہ بڑا لشکر لیکر آیا تھا تو جو اُس گھر کو شکستہ کرنا چاہیگا جو اللہ کا گھر ہے یعنی اہل اللہ کا دل تو وہ کیونکر ہمارے عذاب سے محفوظ رہ سکتا ہے دنیا ہی میں اُسکی ایسی سرکوبی ہوگی جو یاد کریگا چنانچہ چند مدت کے بعد اُن بدبختوں نے طرح طرح کے

اگر ہم الٰہی واقعات یا ان سے بھی بڑھکر حیرتناک اُن واقعات کی تفصیل لکھیں جو حال کے جرائد اور اخبارات میں درج ہیں تو ایک مجلد کتاب تیار ہو جاوے اور جو پہلے گزرے ہیں اور مورخوں نے چشم دید لکھے ہیں وہ بھی ملائے جاویں تو کئی جلدیں تیار ہو جاویں پھر ان سب کو غلط بتانا اور ایسی ہی بیہودہ اور سطر سے لیے تراشیدہ نیچر کے اصول پر واقعات کا انکار کرنا خلاف دیانت ہے بڑی بات یہ ہے کہ مشرکین مکہ آنحضرت صلعم کی تکذیب کے لیے ادنیٰ ادنیٰ باتوں کی تلاش میں رہتے تھے پھر اگر یہ واقعہ غلط ہوتا تو آپ اسکو نہیں ان کے روبرو کہ جس شہر کا یہ واقعہ ہے اور جس واقعہ کے دیکھنے والے بھی موجود ہیں بیان کرتے؟ ہرگز نہیں اور بیان کرتے تو آپ پر کیا کیا دروغگوئی اور ابطال نبوت کے الزام قائم ہوتے پھر جب ابوجہل اور ولید بن المغیرہ اور امیہ بن خلف جیسے معاندین نے بھی آنحضرت صلعم کے چارہ ندکیا تو اب آنکے کوئی بڑھکر منکر پیدا ہوگیا ہے جو انکار کرتا ہے اور انکار بھی محض بے دلیل اور دلیل بھی ہے تو یہ کہ نیچر کے خلاف ہے یا ہماری سمجھ میں نہیں آتا اور پھر اسکے بعد اسکی تاویل کرتے ہیں اور چیچک نکلنا بتلاتے ہیں۔ عقلمند کی شان سے بعید ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ ان کا انجام کار ان پرندوں کے سبب سے خدائے جبار و جبار نے کیا کیا؟ اسکو آپ ہی بیان فرماتا ہے فقال فجعلھم کعصف مأکول کہ انکو بھس یا توڑی یا چورا چورا کردیا۔ عصف گھانس یا اناج کے پیڑوں کے پتے اور بھس جوار یا جوہ گیہوں وغیرہ کے جب انکو جانور کھاتا ہے تو پیچھے بچا ہوا آخر چورا چورا ہو جاتا ہے یا ماکول کہ فرمایا کہ کھایا جاویگا کھانے کے لئے تیار ہے جو کو بھس کہتے ہیں یا عصف پر محمول ہے پھر اسکے دو معنی یا تو جو کھانے سے بچا ہوا آخر یا جو کھا کر لید کر دیتے ہیں اور گدھے گھوڑے کی لید میں چورا چورا ہو کر نکلتا ہے اسکو بھی عصف ماکول کہہ سکتے ہیں ہر ایک سے تشبیہ درست ہوسکتی ہے۔

غرض اس تشبیہ سے یہ ہے کہ ان کنکریوں میں سمیت بھی ایسی تھی کہ لگتے ہی جسم میں جابجا آبلے پڑ جاتے تھے اور ورم کرآتا تھا اور شکل بھی بدل جاتی تھی اور چور چور ہو جاتا تھا۔ شاید اس بات سے اس تاویل نے اس واقعہ کو چیچک نکلنے پر محمول کیا ہے یہ اسکی غلط فہمی ہے واقعہ ٹھیک یوں ہے کہ جس طرح ہمنے بیان کیا اور جو قرآن مجید کے ظاہر الفاظ سے سمجھا جاتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کنکریوں میں جو زہر اور عذاب کی بجھی ہوئی تھیں یہ تاثیر تھی کہ جسپر پڑتی تھیں اسکے بدن پر آبلے پڑ جاتے تھے اور ورم ہو کر صورت بھی بگڑ جاتی تھی چنانچہ اسی بات کو امام رازی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں روی عن عکرمۃ عن ابن عباس قال لما ارسل اللہ الحجارۃ علی اصحاب الفیل لم یقع حجر علی احد منھم الا نفط جلدہ وثار بہ الجدری وھو قول سعید بن جبیر انتہی۔ خوش فہم مأول نے اسی بات کو اصحاب الفیل کی ہلاکت سمجھ لیا کہ بس چیچک نکلی تھی اور پرندوں نے کنکریاں ونکریاں کچھ نہ پھینکی تھیں چیچک نکلنے کو استعارہ کے طور بیان کیا ہے۔

## ( فوائد )

ف [۱] اصحاب الفیل کہا ارباب الفیل نفرمایا۔ اسمیں نکتہ یہ وہ یہ کہ چیز کو اعلے کیطرف لفظ اصحاب سے منسوب کرتے ہیں اسلیئے حضرت کے دوستونکو اصحاب محمد صلعم کہتے ہیں نہ آپکو انکا۔ اسمیں اشارہ ہے کہ ان احمقوں پر بہیمیت غالب تھی اور ہاتھی کیطرح سیاہ باطن و سیاہ ظاہر تھے ہاتھی سے بھی کمتر عقل رکھتے تھے۔
ف [۲] فیل ہاتھی اسکی جمع افیال وفیلۃ ہے جمع کا صیغہ اسلیئے نہیں آیا کہ گو اسوقت اُنکے پاس تیرہ ہاتھی تھے مگر بڑا ہاتھی محمود تھا جو کعبہ کیطرف نہیں جاتا تھا۔ اسلیئے اُسیکا اعتبار کرکے مفرد لفظ آیا۔ اور نیز یہ اسم جنس بھی ہے سبکو شامل ہے اور اسمیں آیات کے فواصل کی بھی رعایت ہے۔ وللہ الحمد حمداً کثیراً۔

مجھے انکی فکر ہے - اور یہ تو اللہ کا گھر ہے جو سب پر غالب ہے اسکی وہ آپ تدبیر کر لیگا - اور بس عبدالمطلب کچھ جرأت کر کے انکے مقابلے
منت وزاری کی تھی کہ تو یہ لشکر گروہ کب مانتا تھا آخر دہاو سے کا حکم دیا اور ہاتھیوں کو ڈالا لیکن کعبہ کے آگے کیا ہر چند فیلبان
مارتے تھے وہ آگے قدم نہ بڑھاتے تھے - اسی میں تھے کہ جدہ شہر کی طرف سے جو سمندر کے کنارہ پر ہے بڑے بڑے سبز جانور بعض کہتے ہیں
سیاہ تھے جو نہ کبھی پہلے دیکھے گئے نہ بعد میں بڑی چونچ اور پنجوں والے پرندے غول کے غول نمودار ہوئے ایک ٹکڑی کے بعد دوسری ٹکڑی آئی تھی
وہ کنکریاں انکے پنجوں میں اور ایک چونچ میں تھی پھر اس لشکر پر سے جسپر پڑتی تھی خواہ انسان خواہ حیوان سر سے نیچے تک نکلجاتی تھی سب کو
غارت کر دیا اور قریش مکہ ادہر اودہر پہاڑوں میں چھپے ہوئے یہ واقعہ آنکھ سے دیکھ رہے تھے پچاس برس لوگ اس سورۃ کے نازل ہونیکے
وقت اس واقعہ کے دیکھنے والے مکہ میں موجود تھے اور ان کنکریوں میں سے بعض کنکریاں بعض لوگوں کے پاس بھی تھیں - انگا
یہ بات کہ ابرہہ کے بعد یمن کا کون حاکم ہوا ہم تاریخ عرب میں بتلا دینگے اور یمن عرب میں کس حصہ کا نام ہے اسکو جغرافیہ عرب میں دکھا دینگے
اس واقعہ کا جو قریش پر نعمت اور عبرت خیز تھا خدا پاک اس سورۃ میں ذکر فرماتا ہے فقال الم یجعل کیدھم فی تضلیل کہ کیا اسنے
انکے داؤ کو غلط نہیں کر دیا ؟ ضرور کر دیا جو انہوں نے چاہا تھا اور جو انکے دلوں میں تھا وہ مسمار نہ ہوا بلکہ خود ہی تم کو گئے - یہ جملہ کیف فعل
کی تفسیر ہے پھر اور تفسیر کرتا ہے وارسل علیھم طیرا ابابیل اور انپر پرندے بھیجے جرق جوق لفظ ابابیل جمع ہے جسکے مفرد میں اختلاف ہے
کوئی ابیل کوئی ابول کوئی اباله کہتا ہے بعض کہتے ہیں اسکا مفرد اس لفظ سے نہیں آیا اور اسکے معنی ہیں جوق جوق یا پرے کے
پرے مگر لفظ ابابیل سے چھوٹا جانور جسکو عرف میں ابابیل کہتے ہیں سمجھ لینا بڑی غلطی ہے یہ جانور سمندر میں [illegible] اور [illegible] جانور تھے
پھر ان پرندوں نے جو کچھ کیا اسکو بیان فرماتا ہے ترمیھم بحجارۃ من سجیل انپر پتھریاں پھینکتے تھے اور وہ پتھریاں کاہے کی تھیں ؟ پختہ
مٹی کی لفظ سجیل میں جو اسجگہ وارد ہے مفسرین کے متعدد اقوال ہیں (۱) بعض کہتے ہیں یہ سنگ گل کا معرب ہے - اور سنگ گل وہ ہے
جو پزاوے میں مٹی پک کر پتھر بنجائے جسکو کھنگر یا جھانوہ کہتے ہیں (۲) بعض کہتے ہیں اصل میں سجین تھا یہاں لام سے بدل گیا جسمیں اشارہ
ہو کہ وہ پتھریاں اور کنکر کچھ معمولی کنکر نہ تھے بلکہ عالم غیب میں سے اس طبقہ کے کہ جہاں ارواح کفار کو عذاب دیا جاتا ہے - ان کنکروں کی یہ تاثیر تھی
کہ جسپر پڑتی تھیں پار نکلجاتی تھیں پھر وہاں کی اور چیزوں میں کیا کچھ تاثیر نہو گی معاذ اللہ (۳) بعض کہتے ہیں سجل سے مشتق ہے
جسکے معنی لکھنے کے ہیں یا لکھی ہوئی چیز یا دفتر کے جس میں اشارہ ہے کہ وہ کنکریاں ازل میں ان بدبختوں کیلئے لکھی ہوئی تھیں - اور
یہ انکے لئے غیب کے پروانے یا وارنٹ تھے ہر کنکری پر بخط غیب جسکو اس جہان کے لوگ پڑھ نہیں سکتے لکھا ہوا تھا کہ یہ فلاں بن فلاں کیلئے ہے
پھر جب سیسہ کی گولی بارود کے زور سے انسان اور حیوان میں سے پار نکلجاتی ہے تو کیا عالم غیب کی گرمی جو قہر الٰہی کی بارود تھی اسکے زور سے
ان کنکریوں کا اصحاب فیل میں سے پار نکلجانا کوئی محال بات ہے ؟ اس سے بڑھ بڑھ کر ہزاروں اسکی قدرت اور کمال کے کرشمے دیکھے جاتے ہیں
اور پہلے دیکھے گئے اور آئندہ دیکھے جاوینگے - اوپر کوئی تو ایسی گرم بھٹی قدرت کی ہے کہ جسکی چنگاریاں کبھی کبھی زمین پر گرا کرتی ہیں -
مورخین حال نے بارہا ایسے واقعات نقل کیے ہیں کہ فلاں موضع میں اوپر سے ایک آتشیں گولہ پڑا جسکی ہیبت ناک آواز تھی اور گرکر
زمین میں گھس گیا اور بہت کو جلا دیا پھر ٹھنڈا ہونے کے بعد جو نکالا گیا تو ایسا سخت لوہا تھا کہ بمشکل کرم ہوتا تھا وغیر ذلک -

ف اصحاب فیل کا یہ قصہ ... عرب میں مشہور تھا اور ... تاریخی ... ہے ... اسکو ... سورۃ قریش ... ۱۲

کہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ یہ وہم ہے قول اوّل صحیح ہے۔ اس میں قریش کا ذکر ہے اسلئے اسکو سورۂ قریش کہتے ہیں اور اس میں چار آیتیں ہیں۔
ربط اس کا سورہ فیل سے یہ ہے کہ سورہ فیل میں قریش پر اپنی نعمت کا اظہار کیا تھا کہ ہمنے اصحاب الفیل کو جو اس گھر کو ڈھانے آئے تھے۔ انکو اس گھر کی برکت سے غارت کر دیا اور تمکو ان سے بچالیا اور انکے مال سے مالا مال کر دیا جو تمہاری گرمی اور سردی میں سرد اور گرم ملکوں میں تجارت کی طرف رغبت کا باعث ہوا اب اس سورہ میں بتلاتا ہے کہ تمپر ہمارا یہ انعام ہوا تو تمکو چاہیئے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کرو نہ جھوٹے معبودوں کی اور منجملہ عبادت کے یہ بھی ہے کہ جس کو اس گھر کے رب نے تمہاری اور تمام عالم کی اصلاح کے لیئے بھیجا ہے اسکے کہنے پر عمل کرو اور اسکے یار و مددگار بنکر جسطرح دنیا کمانے کے لیئے سفر کیا کرتے ہو دین پھیلانے کے لیئے سفر کرو اب یہ دوسری تجارت تمہیں بتلائی جاتی ہے

## واضح ہو

کہ قریش عرب کے اس قبیلہ کا نام ہے جو نضر بن کنانہ کی اولاد ہے اسی قبیلہ میں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی ہیں کیونکہ نضر بن کنانہ کی تیرہوین پشت میں ہیں۔ آپ کا نسب نامہ یہ ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ پھر آگے جا کر یہ نسب نامہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام میں جا ملتا ہے۔ یہ قبیلہ قریش مکہ میں رہا کرتا تھا۔ اور خانہ کعبہ کی خدمت اور اسکی حفاظت انہیں کے سپرد تھی اس لئے تمام قبائل عرب ان کی عزت و حرمت کرتے تھے اور جب یہ لوگ باہر جاتے تھے تو [illegible] لوگ انکے ساتھ سلوک کیا کرتے تھے۔ پہلے یہ ملت ابراہیمیہ پر تھے مگر عرصہ سے ان میں بھی بت پرستی آگئی تھی اور جو تاریکی تمام عرب بلکہ اس وقت دنیا پر چھائی ہوئی تھی انپر بھی چھا گئی تھی۔ اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور آپ نے بت پرستی کی برائی بیان کرنی شروع کی تو یہی لوگ دشمن ہوگئے۔ ابوجہل۔ امیہ بن خلف۔ ولید بن مغیرہ وغیرہ۔ قریش کے سردار سخت دشمنی کرنے لگے مگر بعد میں بہت ایمان لائے اور قریش میں سے بڑے بڑے نامور صحابہ ہوئے۔ چاروں خلفاء قریش ہی تھے اور اسلام کے شائع کرنے میں قریش کی عادت سفر بڑی کارگر ہوئی اس لیئے چندروز میں اندلس سے چین تک اسلام پھیل گیا
قریش تصغیر ہے قرش کی جسکے معنے میں متعدد اقوال ہیں (۱) یہ کہ قرش ایک سمندر کا سخت اور بہادر جانور ہے۔ چونکہ قریش کا قبیلہ بھی بہادر تھا اس لیئے انکو قریش کہنے لگے (۲) تقرش کے معنی ہیں جمع کرنے کے چونکہ قصی بن کلاب نے اس متفرق قوم کو مکہ میں جمع کیا تھا اس لیئے ان کو قریش کہتے تھے۔ اور جمعیت و اتفاق بھی ان میں بہ نسبت اور قوموں کے زیادہ تھا (۳) یہ کہ قرش کے معنے کسب کے بھی ہیں چونکہ یہ لوگ تجارت سے کسب کرتے اور کما کر کھاتے تھے لوٹ مار کم کرتے تھے اس لیئے ان کو قریش کہنے لگے۔ اسلام میں اس قبیلہ کی بسبب انکے مساعی جمیلہ کے اور بسبب قرابت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فضیلت ہے

## فرماتا ہے

## سُورَةُ قُرَيْشٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۙ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۚ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۙ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ

قریش کے شوق کے لیے　انکو جاڑے و گرمی کے سفر کا شوق ہے　پھر تو اسی گھر کے رب کی عبادت کیا کریں۔ جس نے ان کو بھوک میں کھانا

جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ

کھلایا　اور ان کو خوف میں امن دیا

### ترکیب

لایلاف قریش بما یتعلق اللام فیہ وجوہ (۱) انہا تتعلق بما قبلہا (۲) متعلقۃ بما بعدہا (۳) لا تتعلق بشیء فہی لام التعجب کما فی قولہم لزید واصحابہ ای اعجبوا من شان زید ومعنی الآیۃ اعجبوا لایلاف قریش وہذا قول الاخفش والکسائی علی الاول ہی تتعلق بجعل والتقدیر جعلہم کعصف ماکول لایلاف قریش لبقائہم ورحلتہم فی الاسفار وہو قول الزجاج وابی عبیدۃ۔ او متعلقۃ بالفعل ای فعل ربک باصحاب الفیل لایلاف قریش ای کل ما فعلنا باصحاب الفیل فہذ فعلناہ بخاطر القریش او ہی بمعنی الی وتتعلق بالفعل کانہ قال فعلنا کل ما فعلنا فی السورۃ المتقدمۃ الی نعمۃ اخری علیہم وہی ایلافہم رحلۃ الشتاء والصیف تقول نعمۃ الی نعمۃ ہذا قول الفراء۔ وعلی القول الثانی ہی تتعلق بقولہ فلیعبدوا وہو قول الخلیل وسیبویہ والتقدیر فلیعبدوا رب ہذا البیت لایلاف قریش ای لیجعلوا عبادتہم شکر الہذہ النعمۃ ودخول فاء فی فلیعبدوا لا یمنع ذلک وفی الایلاف ثلثۃ اوجہ احدہا ان الایلاف بمعنی الالف یقال الفت الشیء والفتہ الفا۔ الافا۔ ایلافا بمعنی واحد وقرء ابو جعفر الف قریش بغیر الیاء والآخرون لایلاف بیاء وقرء عکرمۃ لیلاف قریش۔ والثانی یکون بمعنی اثبات الالفۃ بالتدبیر الذی فیہ لطف والمعنی ان ہذہ الالفۃ فی قریش انما حصلت بتدبیر اللہ تعالی وہو انہ اہلک اصحاب الفیل فحصل المسرۃ وعند المسرۃ یقع الاتفاق والموانسۃ فالمصدر مضاف الی المفعول والثالث ان یکون الایلاف بمعنی التہیۃ والتجہیز وہو قول الفراء وابن الاعرابی والمعنی لتجہیز قریش رحلتہا فالمصدر مضاف الی الفاعل وقریش ہم بنو النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر وقیل ان قریشا بنو فہر بن مالک بن النضر۔ وقریش منصرف ان اریدبہ الحی وغیر منصرف ان اریدبہ القبیلۃ۔ وہو تصغیر القرش۔ وفی القرش اقوال قیل دابۃ فی البحر تعبث بالسفن ولا تنطلق الا بالنار وسمیت قریش بہا لشجاعتہم۔ وقیل انہ ماخوذ من القرش وہو الکسب لانہم کانوا کاسبین بتجاراتہم وضربہم فی البلاد وقیل کانوا متفرقین فجمعہم قصی بن کلاب فی الحرم حتی اتخذوہا مسکنا فسموا قریشا۔ لان التقرش ہو التجمع۔ من الکبیر

الافہم تاکید لفظی وقیل بدل رحلۃ الشتاء منصوبۃ علی المفعولیۃ وقیل علی الظرفیۃ۔

### تفسیر

یہ سورہ بھی جمہور کے نزدیک مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اور ابن عباس رضؓ کا بھی یہی قول ہے۔ مگر ضحاک و کلبی کہتے ہیں کہ

الذی اطعمھم من جوع وامنھم من خوف [illegible] کہ اُسکی بندگی کرین کہ جسنے [illegible] بھوک مین کھانا کھلایا اور [illegible] اور خوف [illegible] امن دیا
[illegible] مین کھیتی [illegible] قابل [illegible] ریگستان [illegible] پانی [illegible]
[illegible] اور [illegible] کہ [illegible] اور [illegible] کو آتے
تھے اور پہلے بھی ہمیشہ [illegible] اور غلہ وغیرہ ہر قسم کی چیزین لایا کرتے تھے اور [illegible] کو بھی گرمی اور سردی
سفر [illegible] کا اور تجارت [illegible] جسکو ایلاف قریش [illegible] فرمایا [illegible] بھوک مین کھانا دیتا ہے اور
[illegible] اس [illegible] قبائل [illegible] قریش [illegible] کوئی نہین چھیڑتا تھا
[illegible] دارالامن [illegible] اور گرد کے لوگون کی سرزمین [illegible]
اگر اس جگہ کوئی [illegible] کوئی مہمان [illegible] آیا
[illegible] کا [illegible]
[illegible] اور [illegible]
[illegible] کیا [illegible]
چلا آیا [illegible]

سوال [illegible] اور [illegible] پھر چڑھکر آئے [illegible] اور امن
عام زائل کردیا [illegible] اور کسی [illegible]
پیش [illegible] اور خانہ کعبہ کی [illegible] نہین [illegible]
بلکہ مجرمون کو سزا [illegible] کہ وہ [illegible] فتح مکہ کے وقت کفار [illegible]
واقعات کے وقت [illegible] مجرم سزا سے نہین [illegible] دارالامن اسی معنی سے [illegible] جو
بیان کیئے اور [illegible] وارد ہی نہین ہوسکتا کس لیئے کہ [illegible] قریش معاصرین رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف
خطاب ہے کہ تمکو بھوک مین کھانا کھلایا جسکی صداقت کے لیئے یہ بھی کافی ہے [illegible] بھوکے مرتے تھے اور اصحاب الفیل
کے وقت خوف تھا امن دیا۔

اس آیت مین کس لطف کے ساتھ مشرکون کے جھوٹے معبودون کی خدائی باطل کی ہے۔ کس لیئے کہ کم سے کم انسان کی
دو حاجت ہین بھوک مین کھانا اور امن سے رہنا پھر جس معبود سے ان دونون کا کچھ بھی انصرام نہین ہوتا وہ کیا خدائی کرسکتا ہے
مگر مشرکین اسکو بھی نہین سمجھتے۔ یون ہی تقلیداً غیر اللہ کی عبادت کیئے چلے جاتے ہین انکے نامون کی دہائی دیا کرتے ہین۔
مصائب مین انہین پکارا کرتے ہین۔ ++++

لایلاف قریش کہ جیسے یہ جو کچھ اصحاب فیل سے کیا قریش کے الفت دلانے کے لیئے کیا کہ انکو اس گھر کے رب کی الفت دلائین تاکہ وہ اُسکا یہ انعام وافضال خیال کرکے اُس گھر کے رب کی عبادت کرین - یا یہ معنی کہ عجب ہے کہ قریش کی الفت جو سردی اور گرمی کے سفر کے لئے تجارت یمن اور شام کے واسطے ہے - یعنی انکو اُسکی عجب الفت ہے - حالانکہ یہ سردی مین یمن کو جانا جو گرم ملک ہے اور گرمی مین شام کو جانا جو سرد ملک ہے محض اسی گھر کی بدولت ہے جو اصحاب الفیل کے صدمہ سے بچا گئے اور انکا مال بھی انکو ملا پھر یہ تو الفت ہے مگر جس کا یہ طفیل ہے یعنی کعبہ کا جسکی وجہ سے لوگ باہر تعظیم بھی کرتے ہین اور دیتے بھی ہین اُسکی عبادت نہین کرتے نہ اُسکے رسول کو مانتے ہین - پھر اس الفت قریش کی توضیح کرتا ہے فقال ایلافہم رحلۃ الشتاء والصیف انکی رغبت جو سردی اور گرمی کے سفر کے لیئے ہے سردی مین گرم ملکون اور گرمی مین سرد ملکون مین تجارت کے لئے اور بادشاہون اور امراء سے تحائف لینے جاتے ہین - خدا تعالیٰ نے اسلام سے پہلے ہی قریش مین باہر ملکون مین جانے اور سفر کرنے کا مادہ تیار کر دیا تھا جو اسلام لانے کے بعد وہ اشاعت اسلام اور فتوحات ملک مین بہت کام آیا -

اور یہ تجربہ کی بات ہے کہ جو قومین دور دراز سفر کرنے کی عادی ہوتی ہین اُن مین حوصلہ اور لیاقت بھی آجاتی ہے اور مالی ترقی بھی ہوتی ہے ہر ایک قوم کے ملنے جلنے سے تبدل خیالات ہوتا ہے اولوالعزمی پیدا ہو جاتی ہے خصوصاً تجارت کے ذریعہ سے آجکل وہ قومین جو پہلے خوار و ذلیل تھین علوم و فنون کی مالک ہوگئین - سلطنت ہاتھ آئی صحابہ مین یہی اولوالعزمی تو تھی کہ لق و دق بیابانون اور خشک ریگستانون اور پہاڑون اور جنگلون اور دریاؤن کو عبور کرتے ہوئے ادھر مغرب مین بربر تک جا پہنچے افریقہ کے سامان کھنگال ڈالے اُدھر مشرق مین عراق و ایران و خراسان و ترکستان کو طے کرتے ہوئے چین تک بلند اقبالی کے پھریرے اڑاتے ہوئے جا پہنچے - اس لایلاف قریش مین اسی بات کی طرف اشارہ ہے - گو قریش کے ساتھ اور قومین بھی شریک تھین مگر اور قومین قریش کے تابع تھیں کس لیئے کہ نبی علیہ السلام تھے تو اسی قوم کے اور پھر خلفاء تھے تو اسی قوم کے جنکے حکم سے وہ یہ فتوحات حاصل کر رہے تھے - اور اسلام نے قریش کے گھر مین جنم لیا تھا اس لیئے غیرت و حمیت اسلامی اسلام لانیکے بعد انہین کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی تھی اور قریشی خون مین یہ اثر دیا تھا کہ اسلام کی ہتک اور قومی ذلت دیکھکر اسکو حرکت ہوتی تھی اسیلئے ائمہ بھی اسی قوم مین سے بنائے گئے اور قانون ہوگیا کہ اسی قوم کے ائمہ ہوں - اور قرب قیامت جو مخالفون کے جھنڈے گرادینے والا اور انکی جمعیت کو زیر و زبر کر دینے والا امام مہدیؑ ظہور کرے گا وہ بھی قریش ہی ہوگا -

اب اہل مکہ کے جاہل اور مخالفین اسلام قریش کو اپنی نعمت جتلا کر فرماتا ہے فلیعبدوا رب ہذا البیت کہ اور کچھ نہین تو اسی گھر کے رب کی عبادت کرین اسی بات کو ملحوظ رکھین - بت پرستی چھوڑ دین - پھر اور بھی توضیح کرتا ہے فقال

---

سلہ لایلاف کے تعلق مین دو قول ہین اول یہ کہ لام جملہ گذشتہ کے کسی فعل جعلہا وغیرہ سے متعلق ہے یعنی اصحاب فیل سے جو کچھ کیا قریش کی الفت سفر کے لیئے کیا جو گرمی و سردی کا ہین سفر کا شوق رکھتے ہین یعنی اصحاب فیل کی ہلاکت قریش کی آزادی سفر کا باعث ہے یہ انکی نعمت ہے - دوسرا قول یہ کہ لام بعد والے سے متعلق ہے کہ قریش اپنے اس گرمی جاڑے کے شوق سفر ہی کے سبب خدا نے اصحاب فیل کو غارت کرکے قائم رکھا ! تو اسی گھر کے مالک کو پوجا کرین - تیسرا قول ایک اور بھی ہے وہ یہ کہ لام تعجب کیلئے ہے جسکا محاورہ ترجمہ یہ ہے کہ قریش کے شوق سفر کو تو دیکھو کیسا ہے اور یہ اس گھر کی برکت ہے جو ان

مرنیکے بعد روح ایک دوسرے عالم مین جاتی ہے جہان اسکو اپنے نیک و بد اعمال کا ثواب و عذاب دیکھنا پڑتا ہے۔ خدا سے عادل
انسان سے ضرور باز پرس کرتا ہی اسکے مساعی جمیلہ کا نیک بدلہ دیتا ہے۔ یہی اعتقاد تمام حکمت کی جڑ ہے۔ اگر یہ اعتقاد نہین ہر قسم کی بدکاری
دل کھول کر کرنے مین کوئی مانع نہین اور اعمال خیر کی مشقت اٹھانے اور مال صرف کرنے کا بھی کوئی محرک نہین اسلئے سب سے اول دین سے یعنے
جزا و سزا کی تصدیق ضرور ہے اور یہ سعادت کی سیڑھی کا اول درجہ ہے اور جزا و سزا کا اعتقاد مع درستی اعمال دین اسلام کا جزو ہے
اس لئے اگر دین سے مراد دین اسلام کی تصدیق لیجائے تو بھی ٹھیک ہی۔ اسلئے سب سے اول دین کے منکر کی تعجب کے صیغوں مین برائی بیان
فرماتا ہے۔ فقال ارأیت الذی یکذب بالدین کہ اے پیغمبر علیک السلام یا اے مخاطب تو نے اسکو بھی دیکھا جو دین یعنی اعمال کی جزا و سزا کو
یا دین اسلام کو جھٹلا رہا ہے ایسے بھی لوگ ہین۔ یہ تکذیب سے روکنے مین نہایت پر اثر الفاظ ہین۔ یعنی ایسا کرنا نہ چاہیئے بلکہ تصدیق
کرنی چاہیئے۔ حکمت نظریہ کے اصل الاصول سے فارغ ہوکر حکمت عملیہ کے اصول کیطرف توجہ کرتا ہے حکمت عملیہ مین سب سے پہلی بات
تہذیب اخلاق ہے اور تہذیب اخلاق مین دو ہی جز ہین اول دفع شر بالخصوص یتیم یعنی نابالغ بچے سے برائی نکرنا کہ جسکا سر تاج
اور سر کا سایہ شفیق باپ اٹھ گیا ہے۔ اگر خیر اور بھلائی نہ پہنچا سکے تو سختی اور کوئی دل آزاری بھی تو نکرے چونکہ دفع شر طلب منفعت
پر مقدم ہے اس لیے اسکو مقدم کیا اور فرمایا فذلک الذی یدع الیتیم کہ جزا کا جھٹلانے والا ہی سنگدلی یتیم کو دھکے دیتا [illegible]
کس لئے کہ جانتا ہی کہ مرکر کسی فعل کی سزا اور کسی عمدہ کام کی جزا ملنی نہین اس سنگدلی کے فعل کو تکذیب دین کی علامت کردیا جسمین ایسی ناپاک
خصلت ہے گویا اسکو دین کی تصدیق نہین کس لئے کہ تصدیق و تکذیب ایک دلی چیز ہے بظاہر معلوم نہین ہوتی اسلئے اسکی علامت بیان
فرمادی کہ وہ مکذب ہے جو ایسے افعال کرتا ہے درخت اپنے پھلون سے پہچانا جاتا ہے دوسرا مرتبہ تہذیب اخلاق کا یہ ہے
کہ بندگان خدا پر رحم کرے اور جو خود سلوک نکر سکے نیکی کی قدرت نہو تو اسکا مرتبہ یہ ہے کہ زبان سے اوروں کو ترغیب ہی دیا کرے
پھر جس مین یہ دوسرا مرتبہ بھی نہین وہ تہذیب اخلاق سے محروم ہے اسلئے اسکے بعد اسکو بیان فرماتا ہے ولا یحض علی طعام المسکین
کہ فقیرون محتاجون کو خود کھانا دینا تو درکنار اورونکو بھی رغبت نہین دلاتا یعنی اسکی ذات سے کسیکو بھی فائدہ نہین یہ تکذیب
دین کی دوسری علامت ہے کس لئے کہ جب سزا کا معتقد نہوا تو برے کامون سے کیون باز آنے لگا اور جب جزاء خیر
ملنے کا معتقد نہین تو نیک کام کیون کرنے لگا۔

یہ تہذیب اخلاق وہ تھی کہ جسکا تعلق لوگون سے تھا اسلئے اسکو تدبیر المنزل کا بھی مسئلہ کہا جاتا ہی اور سیاست مدن کا بھی کیونکہ جب لوگونپر ظلم
سے باز نہ آیا اور ماندون کے ساتھ نیک سلوک نکیا تو اس سے معاشرت اور تمدن مین بڑا خلل واقع ہوتا ہی اور اگر بغور دیکھئے تو تمدن اور معاشرت
مین جو کچھ رنجشین اور باہمی عداوت پیدا ہوتی ہے انہین دو باتون سے ہوتی ہے جس جھگڑے اور قضیئے کی اصل دریافت کروگے تو یہی دو باتین
نکلین گی یا تو تعدی اور زیادتی ہوگی خواہ زبان سے سخت کلامی بدخلقی غیبت گالی گلوج ہجو توہین یا ہاتھ پاؤن سے دوسرے کے مال یا آبرو پر حملہ
ہوگا خواہ سرقہ کے طور پر یا علانیہ غصب ہوگا اور کوئی چالاکی ہوگی الغرض کوئی نہ کوئی تعدی و ظلم مخاصمت کی بنیاد ہوگی۔ یا اپنی خوبی و منافع کا بند
کرنا ہوگا۔ حقدارونکو نہ دینا بیوی بچونکو ترسانا ہمسایون دوستونکو محروم رکھنا خواہ مال سے خواہ کلمۃ الخیر سے خواہ کسی اور مفید کوشش سے یعنی

## سُورَةُ الْمَاعُونِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سَبْعُ آيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَرَأَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ فَوَيْلٌ

تو نے اسکو بھی دیکھا جو جزا کا انکار کرتا ہے ۔ پھر یہ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے ۔ اور فقیر کو کھانا دینے کی رغبت نہیں دلاتا ۔ پھر خرابی ہے

لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝

ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں وہ جو ریاکاری کرتے ہیں اور برتنے کی چیز نہیں دیتے

### ترکیب

أ الہمزہ للاستفہام لقصد التعجب رأیت والرؤیۃ بمعنی المعرفۃ فتعدی الی مفعول واحد وہو الذی الخ وقیل بمعنی اخبرنی فتعدی الی مفعولین والثانی محذوف اے من ہو فذلک الخ الفاء جواب الشرط والتقدیر ان تاملتہ فذلک ویجوز ان تکون عاطفۃ علی الذی یکذب اما عطف ذات علی ذات او صفۃ علی صفۃ فعلی الاول ذلک مبتدء الذی یدع الخ خبرہ ولا یحض الخ عطف علی الصلۃ وعلی الثانی فی محل النصب عطفا علی الموصول الذی ہو فی محل نصب یدع یدفع بعنف وشدۃ قولہ فویل الخ ویل مبتدء للمصلین خبرہ والفاء لترتیب الدعاء علیہم بالویل الذین ہم بیان للمصلین وکذا ما بعدہ ویمنعون معطوف علی یراؤون والماعون فاعول من المعن وہو الشئ القلیل یقال مال معن اے قلیل قالہ قطرب وقیل مفعول من عانہ یعینہ والاصل معوون محذوف الراویۃ کمقول ۔ والماعون اسم لما یتعاورہ الناس بینہم من الدلو والفاس والقدر ۔

### تفسیر

یہ سورہ بھی جمہور کے نزدیک مکہ مین نازل ہوئی ۔ عطاء و جابر و ابن عباس کا بھی یہی قول ہے ۔ اور قتادہ کہتے ہین کہ مدینہ مین نازل ہوئی بعض کہتے ہین نصف اول مکی ہے جو عاص بن وائل کی شان مین اور نصف مدنی ہے جو عبدالرحمن بن اُبی منافق مدینہ کی شان مین نازل ہوئی قول اول قوی تر ہے ۔ اور ماعون برتنے کی چیزونکو کہتے ہین اسمین ماعون کے منع کرنیوالون کی برائی ہے جو ادنی قسم احسان کا ہے اسلئے اسکو سورہ ماعون کہتے ہین اس مین سات آیت ہین ۔

ربط اسکا سورۂ قریش سے یہ ہے کہ سورہ قریش مین خداتعالے نے اپنے انعام یاد دلاکر قریش کو اپنی عبادت اور راستی کی طرف رغبت دلائی تھی اس سورہ مین قریش کے وہ امراض روحانیہ بتلائے جاتے ہین کہ جو مہلک ہین اور خدا سے ملنے مین سد راہ ہین ۔

### واضح ہوکہ

یہ سورہ تمام حکمت نظریہ اور عملیہ مین سے تہذیب اخلاق سیاست مدن ۔ تدبیر المنزل کا لب لباب ہے ۔ کس لیئے کہ سب اول بات حکمت نظری کی اعتقاد درست کرنا ہے ۔ خصوصاً اس بات کا یقین کرلینا کہ انسان کے نیک و بد اعمال کی جزا و سزا ملتی ہے

اور نمود کے لیئے کرتے ہین اس مین تعلیم ہے کہ خلوص نیت اور توجہ الی اللہ ہر کام کے لیئے ہونی چاہیئے ہر ایک نیک کام جسکی بنیاد خلوص پر ہوگی اسکا نیک ثمرہ دنیا و آخرت مین ہوگا ورنہ برباد جاویگا۔ خلوص عجیب چیز ہے تمام حسنات کی بنیاد یہی ہے اور جو کام خلوص سے ہوتا ہے روح اُن آثار سے نورانیت حاصل ہوتی ہے۔ مرنیکے بعد رفع درجات کا باعث ہوتا ہے۔ یہ ریاکاری کہ جسکی مذمت حضرت عیسے علیہ السلام نے بھی یہود کے فقیہون کے سامنے بیان فرمائی ایک روحانی مرض ہے اور بڑا ہی مرض ہے اگر کوئی ذرا بھی عقل سلیم رکھتا ہو تو فوراً کہہ سکتا ہے کہ رات بھر پیر و مرشد اور ولی اور بزرگ کہلانے کے لیئے جاگنا روزے رکھنا مال خرچ کرنا دنیا کی آسائش جائز چھوڑ کر زاہد بننا زاہدونکا لباس پہننا اور طرح طرح کی مشقتین اٹھانا مال نمود کے لیئے صرف کرنا ایک لغو حرکت ہے آخرت مین تو کچھ ثواب نہین اس بات پر تو اس ریاکار کا دل بھی جو خلوص سے خالی ہے فتویٰ دیتا ہے۔ اب رہی دنیا کی نیکنامی سو ایسا کون ہے جسکو سب نے مان لیا ہو پھر بھی ہزارون برا کہنے والے ہوتے ہی ہین اور جو کسی نے دھوکہ کھا کر اچھا بھی جانا تو اسکو کیا ملا صرف یہی بات کہ نفس نے خوش ہو گیا مگر اسکے ساتھ ہی جب یہ جھوٹا طمع اتر جاتا ہے تو اتنا ہی رنج بھی ہوتا ہے اور سنت اللہ جاری ہے کہ وہ جھوٹے لیپ کو زائل ہی کر دیتا ہے بہت سے ریاکارون کی چند روز چمک ظاہر ہوئی مگر تھوڑے ہی دنون بعد نیست و نابود بھی ہوگئے نام رہا نہ نشان قبرون پر گدھے لوٹتے ہین۔ اور جو خلوص قلبی سے حسنات کرتے ہین نہ اُن کو کسی کے اچھا کہنے کی پروا نہ برا کہنے کی پروا اور وہ سات پردون مین بھی اپنے آپ کو چھپاتے ہین خدا پاک انکو دنیا مین قبولیت عامہ عطا کرتا ہے۔ بنی آدم کے دلون مین میلان و محبت پھونکدیتا ہے وہ دنیا مین عرصہ دراز تک نیکنامی سے یاد کیئے جاتے ہین بات یہ ہے کہ سب کچھ اللہ جل شانہ کے ہاتھ ہے جو ملاتا ہے جبار و جلیل کی بقا و کبریائی کا حصہ لینا چاہتا ہے غیرت الٰہی اسکو مٹا ڈالتی ہے جسکی بقا اپنی ہستی مٹانے کے بعد ہوتی ہے وہ اسی کی بقا سے ہمیشہ باقی رہا کرتے ہین۔ ریاکار نماز مین خدا کو سجدہ نہین کرتے بلکہ انہین کو کرتے ہین جنکو یہ سجدہ دکھانا چاہتے ہین ہائے ہائے انکا معبود اصلی اہل دنیا اور دنیا ہوتی ہے اور اسیطرح جو لوگ شہرت حاصل کرنیکے لیئے کوئی دنیاوی کام کرتے ہین اور فضول خرچی مین برباد ہوجاتے ہین، آخر انکی شہرت بھی خاک مین ملجاتی ہے۔ دو دن کے بعد اسکی فضول خرچی کا تذکرہ بھی نہین ہوتا۔

الغرض شہرت اور نمود نہایت بیکار چیز ہے جس سے کوئی فائدہ دینی و دنیاوی نہین اور اسکی طلب امراض نفسانیہ مین سے بڑا سخت اور مہلک مرض ہے۔ اس مرض اور جملہ امراض روحانیہ سے رسول پاک نے لوگون کو شفا بخشی تھی اور اس نجاست سے پاک کر دیا تھا جسکا ذکر اس آیت مین ہے ویزکیہم۔

اب ایک تیسرا اصل الاصول اور بیان فرماتا ہے فقال ویمنعون الماعون کہ وہ جو ماعون کو منع کرتے ہین انکی خرابی ہے یہ وہ بات ہے جو نظر توحیدی سے محجوب ہونیکے سبب پیدا ہوتی ہے۔ تفصیل اسکی یہ ہے۔ ماعون کے معنی مین علماء کے متعدد اقوال ہین۔

(۱) ابوبکر و علی و ابن عباس و ابن الحنفیۃ و ابن عمر و حسن و سعید بن جبیر و عکرمہ و قتادہ و ضحاک کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد زکوۃ ہے کیونکہ بندگی جو تہذیب نفس اور تنویر روح کا سبب ہے اسکی دو قسم ہین اول جانی سو وہ نماز ہے۔ دوم مالی وہ زکوۃ ہے اسلیئے نماز کے بعد زکوۃ کا ذکر آیا۔

اسباب [illegible] ناشی رنج اور حسد [illegible]

دوسری قسم کی تہذیب اخلاق اور یہی [illegible] جو اس قسم اول کے بعد [illegible] ہے وہ کیا ہے خالق کے ساتھ رابطہ اور اخلاص و نیاز
پیدا کرنا یہ تہذیب نفس ہے [illegible] بڑی حکمت [illegible] یہ خاص حصہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا ہے اور اسی لئے اسکو
حکمت ناموسیہ کہتے ہیں [illegible] روح عالم قدس کی طرف
اسطرح ترقی اور اثر کر جاتی ہے [illegible] اپنے [illegible] کی طرف میل کرتا ہے [illegible] کی طرف فقراء اہل
کمال کو بڑی رغبت ہوتی ہے اور [illegible] اسکی لذت نصیب ہو جاتی ہے پھر وہ دوسرے شغلوں میں مشغول ہونا ایک [illegible] سمجھتا ہے
اسی کے لیے بعض تارک الدنیا جنگلوں پہاڑوں میں گوشہ نشین ہو گئے ہیں اور [illegible] تیر اٹھائے ہیں مگر [illegible] کامل آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے منزل مقصود کو نہیں پہنچے اس تزکیہ نفس بھی [illegible] دو اصول ارشاد فرماتا ہے۔ اول فویل للمصلین

الذین هم عن صلوتهم ساهون کہ خرابی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ نماز ایک [illegible] عبادت ہے جس میں
جسم اور روح دونوں شریک ہیں اور [illegible] ایسی عبادت ہے کہ اگر [illegible] تو روح کو ایسا اجالا [illegible]
کرتی ہے کہ پھر بندہ کو خود بخود [illegible] بدکاری [illegible] نفرت ہو جاتی ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں آیا ہے
ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر [illegible] اخلاق ذمیمہ مذکورہ بالا سے کسطرح [illegible] آ سکتے ہیں [illegible]
[illegible] کا تقاضا [illegible] اس [illegible] میں نہ صرف نماز [illegible] کی تاکید ہے بلکہ [illegible]
متوجہ ہونیکا بھی حکم ہے [illegible] اور غفلت کی [illegible] نماز کچھ نماز نہیں [illegible]
تزکیہ نفس کا اول رکن ہے جو اسلام میں پنجگانہ فرض ہے۔

ف نماز سے سہو جیسا کہ آیت [illegible] سہو [illegible] رکھتا ہے [illegible] نماز میں سستی کرنا یا بالکل ترک کرنا۔ اور شرائط
وقت پر نہ پڑھنا حضور دل سے ادا نہ کرنا [illegible] منافق کیا کرتے تھے یا اسکو یوں فرمایا واذا قاموا الى الصلوة قاموا كسالى يراءون الناس
کہ جب نماز کے لیے اٹھتے ہیں تو سستی سے اٹھتے ہیں لوگوں کو دکھلانے کو اور اللہ کو یاد نہیں کرتے اور نماز میں سہو اسکی کسی چیز کو بھول جانا پھر یہ کبھی استغراق
کلی سے ہوتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں بھولے اور بیچ کا قاعدہ کئے بغیر دو رکعت پڑھ کر تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہو گئے اور پھر آخر میں
سجدہ سہو کیا۔ اور اکثر اولیاء کرام کو بھی یہ پیش آیا ہے اور کبھی کسی اور وجہ سے بھی پیش آتا ہو گا اسکا تدارک شرع میں سجدہ سہو کر دیا گیا ہے۔ بہرطور نماز
میں سہو منافقین کی شان نہیں ہے اگرچہ انسان کو بھول چوک لگی ہوئی ہے مگر نماز سے سہو سخت بات ہے۔

ف مکہ معظمہ میں جبکہ یہ سورہ نازل ہوئی تھی مسلمانوں میں نماز شروع ہو گئی تھی جس پر کفار قریش مسلمانوں سے تمسخر کیا کرتے تھے اور
یہی انکا نماز سے اور اسکی حقیقت سے بےخبر ہونا تھا۔ پھر اس لئے کہ نماز سے غفلت مدینہ کے منافق کرتے تھے اس سورہ کے نصف
کا نزول مدینہ میں قرار دینا بیکار تاویل ہے۔

اب تزکیہ نفس کا دوسرا اصل الاصول بیان فرماتا ہے الذین هم یراءون کہ خرابی ہے انکی جو کوئی نیکی بھی کرتے ہیں تو لوگوں کے دکھانے

[illegible]

[illegible]

رکوع [illegible] رابطہ اس سورہ مبارکہ کا [illegible]

[illegible]

[illegible] حکمت کی نہریں نکلی ہوئی ہیں [illegible] باقی رہیگی اور ان کا دل حکمت کا حوض یا دریاء

بے پایان ہے اور در اصل حکمت ہی خیر کثیر ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا

اس میں بتلایا جاتا ہے کہ وہ بانصیب اسے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ میں آپ اور آپکے جانشین اور متبعین ہیں اسلئے اس سورہ میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان جملہ خوبیوں [illegible] سے فیضیاب ہونا بیان فرماتا ہے اور یہ بھی کہ یہ آپکا فیض تا قیامت جاری رہیگا جس سے بنی آدم

نیک لوگ آپکو ہمیشہ نیکی سے یاد کیا کرینگے واعظین اپنے ممبروں پر اور مصنفین اپنی کتابوں میں ابد تک آپکی ثنا و صفت کرینگے اور آپ کی

ذریت دنیا میں پھیلیگی اور کبھی منقطع نہ ہوگی اور ان احمقوں کے نزدیک جو سلسلہ جاری رہنے کا باعث خاص صلبی بیٹوں پر منحصر ہے اور تیرے

دو صلبی بیٹوں کے فوت ہو جانیسے جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی کے پیٹ سے تھے اور مکہ میں فوت ہو گئے تھے انکا خوش ہو کر یہ کہنا کہ چلو سلسلہ منقطع ہوا آپکے بعد

[illegible]

[illegible] سورۃ [illegible] میں کسی خاص شخص کا ذکر نہیں بلکہ [illegible]

خواہ وہ ابوجہل ہو، خواہ ابولہب ہو، خواہ [illegible] بن خلف ہو یا عاص بن وائل ہو [illegible]

ان لوگوں میں یہ عادت تھی [illegible] یتیم کے حق [illegible] کی بابت ابوجہل کا ایک قصہ [illegible]

[illegible] مرنے کو ہوتا تو [illegible] اس کے پاس جا کر کہتا کہ اپنا مال مجھے سپرد کر دو۔ ورنہ تیرے بال بچے [illegible] برباد ہو جاویں گے

اسلئے وہ [illegible] یتیموں کو صاف جواب دیتا اور جھڑک کر نکال دیتا تھا۔ چنانچہ ایک یتیم آنحضرت صلعم کی خدمت میں

حاضر ہوا کہ آپ میری طرف سے چل کر [illegible] فرما دیجئے۔ آپ تشریف لیگئے [illegible] اور [illegible] یتیم کو مار کے اٹھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کو برا بھلا کہا۔ اسکے بعد یہ سورۃ نازل ہوئی جس میں ان قبائح کی برائی ہے۔

بدن ترقی ہے اور ایک وقت آنے والا ہے کہ تمام دنیا یا اکثر حصہ مین آپ ہی کی ذریت ہوگی تو مین اسلام لے آوینگی و للہ الحمد۔
(۴) علماء و اولیاء سو یہ بھی ایک خیر کثیر ہے اور بحمد اللہ اس امت میں جسقدر اہل کمال گزرے ہین اور اب بھی ہین اور آیندہ ہونگے جو بمنزلہ انبیاء بنی اسرائیل کے ہین وہ کسیکو نصیب نہین ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت مین یہ سلسلہ حواریون پر ختم ہوگیا اُنکے بعد پھر نہین دیکھا گیا کہ کوئی صاحب نفس قدسی پیدا ہوا ہو جسکے کرامات و کمالات اُنہین کے اعجاز شمار ہوتے ہون اور دراصل کمالات کی نسل یہی لوگ ہین مثلاً کوئی خوشنویس ہے اُسکی خوشنویسی کی اولاد وہ صلبی فرزند نہین جو اس کمال سے بے بہرہ ہے وہ صرف اُسکے جسم کی اولاد ہے جو اُسکا کمال نہ تھا بلکہ شاگرد رشید یہ فرزند کمال ہے اسیطرح نبوت کی پاک نسل اور روحانی فرزند وہی ہین جن مین کمالات نبوت ہون اور اُسکے برکات ہون اور یہی سبب ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانشین یوشع بن نون ہوئے علیہ السلام جو اُنکے فرزند نہ تھے [illegible] حالانکہ صلبی اولاد بھی موجود تھی اور یہی سبب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے روحانی فرزند اکبر ابوبکر صدیق رضؓ جانشین قرار پائے جنکی نسبت آپ نے یہ فرمایا تھا ماصبّ اللہ فی صدری شیئًا الا صببتہ فی صدر ابی بکر کہ خدا نے مجھ جو کچھ میرے سینہ مین ڈالا تھا وہ مین نے ابوبکر کے سینہ مین ڈالدیا۔ [illegible] (۵) نبوت عظمیٰ سو یہ اعلیٰ درجہ کی خیر کثیر ہے بجز آپ کے کسی کو یہ نصیب نہین ہوئی کوئی بھی تمام [illegible] اگر [illegible] و انوار غیبیہ کسی کے ظاہر ہوئے نہ کسی پر سلسلہ نبوت بجز آپ کے تمام ہوا (۶) قرآن مجید [illegible] خیر کثیر ہے جسکی برکات کا کچھ شمار نہین (۷) کوثر دین اسلام ہے اور اس مین کوئی بھی شک نہین [illegible] برکات [illegible] موقوف ہین (۸) وہ فضائل روحانیہ جو آپ کو حاصل ہوئے (۹) آپ کی رفعت ذکر کہ ہر جگہ آپ کا نام تعظیم سے یاد کیا جاتا ہے یہ بھی بڑی خیر کثیر ہے ہر ایک کے نصیب نہین ہوتی ہزارون اسکی تمنا مین مرگئے (۱۰) آپ کے علوم جنکی نسبت فرماتے ہین کہ مجھے اولین و آخرین کے علوم دیے گئے (۱۱) کوثر آپ کا خلق عظیم ہے اور درحقیقت اخلاق حسنہ بھی ایک بڑی نعمت ہے (۱۲) کوثر مقام محمود ہے جو قیامت کے دن آپ کو دیا جاویگا جسکو دیکھکر تمام انبیاء علیہم السلام حسرت کرینگے (۱۳) کوثر یہ سورہ مبارکہ ہے کہ کل تین آیت ہین اور بیشمار مطالب کو حاوی ہے اور جسکا مقابلہ کسی عرب کے شاعر و بلیغ سے نہ ہو سکا مشہور ہے کہ جاہلیت مین فصحاء بلغاء اپنے اُس کلام کو جو اُنکے نزدیک بے مثل ہوتا تھا تفاخر سے لکھکر کعبہ کے پردے پر لگا دیتے تھے جب یہ سورہ نازل ہوئی تو دیکھکر حیرت مین رہ گئے اور سب نے اپنے کلام اتار لیئے پھر کسیکو بھی اُسکے اوپر لکھنے کا حوصلہ نہوا۔ ایک بڑے فصیح و بلیغ نے اسکے اوپر یہ لکھدیا ماھٰذا کلام البشر کہ یہ بشر کا کلام نہین کیونکہ قوت بشریہ کے احاطہ سے باہر ہے اور یہ اعجاز ہے۔ اور یہ خیر کثیر ہے۔ (۱۴) کوثر سے مراد وہ تمام نعمتین ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئین۔ (۱۵) کوثر وہ اعلیٰ مقام قرب ہے جس سے اوپر اور مقام بندہ کو مل نہین سکتا دراصل یہ سب اقوال اُسی پہلے معنی خیر کثیر کی تفسیرات ہین۔

مسئلہ خلافت ابوبکر رضؓ

کوئی نام لینے والا باقی نہیں رہیگا اب یہ ابتر ہو گئے محض بیہودہ خیال ہے در اصل یہی ابتر یعنی مقطوع النسل ہیں انکے پیشاب کے بیٹے انکا نام زندہ رکھنے کا باعث نہیں ہو سکتے بعض مفسرین نے خاص اسی بات کو (کہ آپکے فرزند کے مرنیکے بعد کفار قریش نے آپکو ابتر کہنا شروع کر دیا تھا اور آپ کے رنج و ملال کا باعث تھا جس کے ورد کرنے کو سورۂ کوثر نازل ہوئی) سبب نزول قرار دیا ہے۔ لیکن سبب نزول وہی ہے جو ابھی ہمنے بیان کیا۔

اس سورہ مبارک کی تین آیت ہیں اور ہر ایک میں اسرار و لطائف و دولیعت رکھے ہیں۔ فرماتا ہے انا اعطینٰک الکوثر کہ ہمنے نہ کسی اور نے تجھے جو تیری ہمیشہ سے تربیت کرتے رہے ہیں کوثر عطا کیا ہے۔

کوثر فوعل کے وزن پر ہے جسکے لغوی معنی ہیں بہت زیادہ کے۔ جس سے مراد خیر کثیر یعنی ہر قسم کی بھلائی اور بہتری اور نعمت اور برتری ہے۔ اور معنی لغوی کے لحاظ سے ابن عباس رضی نے جو حبر الامۃ ہیں اس لفظ کوثر کی تفسیر کی ہے جیسا کہ بخاری و ابن جریر و حاکم نے اور اسیطرح ترمذی و امام احمد و ابن ماجہ نے بروایت سعید بن جبیر نقل کیا ہے۔

اور وہ خیر کثیر حکمت ہے جیسا کہ ہمنے بیان کیا۔ اور پھر یہ لفظ کوثر بہ معنی خیر کثیر کے ہیں مترادف فی المعنی ہے ہر ایک قسم کی خیر کثیر کو شامل ہے مفسرین نے ہر ایک خیر کو جدا جدا بھی مراد لیا ہے اسلیئے اس بارہ میں انکے پندرہ[15] قول ہیں جنکو امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں شرح و بسط سے نقل کیا ہے لیکن خلاصہ انکا یہ ہے (۱) وہ حوض کوثر ہے جسکی بابت بیشمار احادیث صحیحہ وارد ہیں کہ قیامت کے روز اللہ تعالےٰ جہان پیاس اور گرمی ہوگی اور کسیکو پانی نہ ملیگا العطش العطش پکار رہینگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک حوض عطا کریگا جسکی درازی اور چوڑان سیکڑون کوس کا ہوگا اسکا پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا جو ایکبار پیئے گا پھر عرصات میں اسکو پیاس نہ لگے گی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ و اہلبیت لوگونکو پلائینگے تمام اولین و آخرین پیاس کے مارے ادھر ہی دوڑتے چلے آوینگے جو سعید ہیں اس سے فیضیاب ہونگے اور شقی محروم کئے جاوینگے

یہ اس حکمت الٰہیہ کا مظہر ہے جو آپکے دل فیض منزل میں بھر دی گئی تھی اور حوض دل کا مظہر حوض کوثر ہوگا جسکی وسعت کی کچھ انتہا نہ تھی پلانے والے وہی لوگ ہیں کہ جو دنیا میں اس حکمت کے جام پلاتے تھے پھر جسنے دنیا میں آپکے حوض حکمت کا جام پیا وہ وہان بھی پیئے گا۔ اور جو بدبخت یہان محروم رہا وہان بھی رہے گا اللھم اسقنا من حوضہ۔ یہ ہے وہ حوض کوثر کا سر جو کچھ فہمونکی سمجھ میں نہیں آتا (۲) کوثر وہ جنت کی نہر ہے جو آپکو شب معراج میں دکھائی گئی تھی جسکے کنارے موتیوں کے شیشے تھے آپنے اسکے پانی کو جو دیکھا تو مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ پھر آپ نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کیا ہے جواب دیا کہ یہ وہی کوثر ہے جو اللہ نے تمکو دیا ہے (رواہ البخاری و مسلم وغیرہما)

یہ بھی اسی نہر غیبی کا مظہر ہے جو آپکے حوض قلب میں رات دن بہا کرتی تھی اور وہ حوض دل ہمیشہ لبریز رہا کرتا تھا (۳) اولاد کی کثرت۔ سو اولاد دو قسم کی ہوتی ہے جسمانی اور روحانی۔ بحمد اللہ جسمانی نسل بھی آپ کی بکثرت ہے اور روحانی تو تمام امت ہے جو تعداد میں صحیح جغرافیہ کے لحاظ سے ہر قوم سے زائد ہے حالانکہ اسقدر تھوڑے عرصہ میں ایسی ذریت کسیکی بھی نہیں پھیلی اور دن

نماز [illegible] اور نفل اور نماز عید و نوافل سب کو شامل تھا اسلیئے کہ مکہ میں اسوقت نماز بھی فرض ہوچکی تھی اور نوافل بھی آپ بکثرت پڑھتے تھے
اور قربانی تو [illegible] ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے چلی آتی تھی مگر فرق یہ تھا کہ کفار قریش نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ میں
تحریف کردی تھی نماز میں صرف تالیاں بجانا اور کودنا ہی رکھا تھا اور وہ بھی بتوں کے آگے اور اسیطرح قربانی بھی بتوں کے لیے کرنے لگے تھے
اسلیئے اس آیت میں انہیں دونوں اصول عبادت کی اصلاح کے لیئے فرمادیا اپنے رب کے لیئے نماز پڑھ ان قواعد سے جو تمکو بتائے گئے اور قربانی
بھی اپنے رب کے لیئے کر نہ غیر اللہ کے لیئے ۔ اور اس قربانی میں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ نفس کو ذبح کر اپنی ذات کو اسکی ذات میں فنا اور محو
کردو اور یہ روحانی قربانی یہ خاص حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کا حصہ ہے ۔ اور اسیطرح انکی نماز بھی رب کے لیئے ہے نہ
[illegible] جنت کے لیئے محض اسکی ذات پاک کے لیئے
[illegible] نماز [illegible] اقوال لیتے ہیں جیسا کہ نعمت کی شکرگزاری کرنا مراد لیتے تھے ۔ پھر انکے متعدد اقوال ہیں ۔
(۱) [illegible] ہاتھ اٹھانا (۲) بعض کہتے ہیں ہر تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھانا (۳) بعض کہتے ہیں کہ دعا کے وقت سینہ تک ہاتھ اٹھانا
(۴) [illegible] واحدی فرماتے ہیں کہ ان سب اقوال کی اصل یہ ہے کہ نحر سینے کو کہتے ہیں
([illegible] نحر و منحر بالفتح ہاتھ ۔ سینہ (صراح)) اونٹ کی قربانی بھی سینہ کے
پاس [illegible] اور رفع الیدین میں بھی سینہ تک ہاتھ اٹھانا ہوتا ہے ۔ مگر قربانی کرنیکے
معنی [illegible] اور یہی قول قوی ہے کیونکہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا اکثر جگہ قرآن مجید میں ذکر ہے ۔ اور قربانی بھی ایک قسم کی
زکوٰۃ ہے دوم مشرکین بتوں کے لیئے نماز پڑھتے تھے سجدہ و رکوع کرتے تھے اور انہیں کیلئے جانوروں کی قربانی کرتے تھے جیسا کہ اب
مشرکین ہند بتوں کو بکرا چڑھاتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر میں تاکید کرکے ان مشرکوں کو سنادیا گیا کہ یہ فعل بد ہے ۔ ہر عبادت کا حق جو خدا کا
ہے اور اہل توحید کا یہی دستور ہے ۔ اور رفع الیدین وغیرہ آداب صلوٰۃ تو فصلِّ میں آگئے پھر انکے بالخصوص ذکر کرنے سے کیا فائدہ تھا ؟
(سوم) عبودیت کی دو ہی باتیں ہیں اول تعظیم امر اللہ دوم شفقت بر خلق خدا پس فصلِّ میں پہلی بات کیطرف اور وانحر میں دوسری کیطرف
ایما ہے (چہارم) انحر کا لفظ عرب کے محاورہ میں قربانی کے معنے میں مستعمل ہے اور معنی پیدا کرنا لغت تراشی ہے
سعادت کے طریقے بیان فرماکر یہ بات بھی بتلاتا ہے کہ یہ سعادت آپ ہی کے اتباع میں حاصل ہے کیونکہ آپ اللہ کی طرف سے مامور ہیں اور جو
آپ سے محبت نہ کرے بغض و عداوت رکھے وہ دین و دنیا میں نامراد ہے اسلیئے فرماتا ہے ان شانئک ہو الابتر کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
آپ سے عداوت رکھنے والا جو دراصل اللہ تعالیٰ سے عداوت و بغض رکھتا ہے وہی بس بریدہ ہے ۔ جسکا بعد میں کوئی عمل صالح دنیا میں
باقی نہیں نہ اسکا کوئی نام لینے والا نہ اسکے بعد میں اسکا سلسلہ جاری ہو یعنی جمیع اقسام حسنات سے محروم ہے ۔ اور بحمد اللہ آج تک کہ تیرہ سو چودہ
برس ہوئے یہ پیشینگوئی آفتاب کیطرح روشن چلی آئی ہے ۔ آنحضرت صلعم کے دشمن اور توہین کرنے والے جو آپکے عہد میں تھے کیا کیا مصیبت دیکھکر
مرے اور پیچھے نام رہا نہ نشان ۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو فرزندوں کا انتقال ہوگیا تو عاص بن وائل سہمی وغیرہ کفار مکہ
نے آپس میں یہ کہا تھا کہ یہ ابتر یعنی اوت نپوت ہے ۔ حق سبحانہ اپنے حبیب کیطرف سے آپ جواب دیتا ہے کہ دراصل وہی اوت نپوت ہیں ۔

ف انّا اول لایا گیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ جو کچھ عطا ہے ہماری عطا ہے۔ اور نیز عاشق صادق کو جو کچھ نعمت پہنچتی ہے وہ اسکے مطلوب کی ذات سے [illegible] وہ اسکے مطلوبات سے نہیں ہوتی اسلئے انا فرماکر اول اپنی ذات کیطرف متوجہ کیا پھر صفات کیطرف۔ اور یہ اعطینا صیغہ ماضی ہے اور بکو کو عطا ہوا جیسے مناسب ہے۔ اعطینا فرمایا آتینا نہ فرمایا کس لیئے کہ دینا عام ہے خواہ کسی خدمت کے معاوضہ میں ہو خواہ [illegible] برخلاف اعطاء کے کہ وہ مفت ہوتی ہے اور کرم ہی کرم ہوتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ جو کچھ عطا ہوا ہے ہمارے فضل و عنایت سے ہے جسکا شکر یہ لازم ہے۔ پھر اعطینا ماضی کا صیغہ استعمال میں آیا نہ لفظی مضارع کا تاکہ معلوم ہو کہ آپکو دیدیا گیا نہ صرف وعدہ ہے وعدہ ہی وعدہ ہے اور یہ بھی سمجھا جاوے کہ جن چیزوں کا آئندہ ملنا ہے وہ بھی یقیناً ملین گی گویا ایسے کریم کا وعدہ بمنزلہ دیدینے کے ہے کیونکہ خطاب مین لفظ مفرد استعمال ہوا کم نہ فرمایا تاکہ یہ سمجھا جاوے کہ یہ عطیہ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے ہے اس مین اور کسیکا حصہ نہین اور جو کسیکو حصہ ملتا ہے تو آپ ہی کے طفیل سے ملتا ہے مثلاً کچھ نہین ملتا اور اس لیئے کوئی کیسی ہی عبادت کرے ریاضت کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن نہ پکڑے وہ درگاہ حق سبحانہ سے محروم رہتا ہے کبھی کشود کار نہین ہوتا اسی لیئے صدہا جوگی۔ فقیر جنہون نے عمر بھر ریاضات شاقہ کی کھنچین اور فوز نعیم کا دروازہ انپر نہ کھلا تو اسلام لائے۔ پھر یہ فرمایا کہ ہمنے تجھے کوثر عطا کیا یہ بتلاتا ہے کہ برخلاف ان بدنصیبون کے جنکا ذکر سورۂ ماعون مین ہوا آپکو حکمت و انوار غیبیہ سے مالامال کر دیا گیا اور آپ اس دولت کو اپنی فیاضانہ طبیعت سے لوگونکو دیتے ہین اور وہ انکو [illegible] بجاے شکر کرنے کے لڑتے مارتے ہین انکو بخل و دناءت کا وصف حاصل تھا یتیم کو جھڑکتے اور کھانے کی رغبت نہین دلاتے اور آپکی یہ فیاضی [illegible] یہ نعمت کوثر انکے اس وصف بد کے مقابلہ مین ہے۔

پھر جسطرح تکذیب دین کا ناپاک مادہ انہین تھا اور انکو ویسے ہی بدافعال پر ابھارتا تھا بخل و دناءت اور ناشکری الٰہی سرزد ہوتی تھی اسیطرح آپکو کوثر عطا ہی آپکو اسکے موافق کام کرنا چاہیئے اسلیئے فرماتا ہے (۱) فصل لربک کہ خاص اپنے ربکے لیئے نہ کسی غیر کے لیئے نماز پڑہین۔ شکریہ مین اور نماز کو کوثر سے کمال مشابہت بھی ہے کیونکہ اسمین اپنے خالق سے مناجات و عجز و نیاز شہد سے زیادہ شیرین ہے اور جو اسمین انوار غیبیہ چمکا کرتے ہین وہ دودہ سے زیادہ سفید اور روشن ہین اور دلکو جو یقین و سرور اسمین حاصل ہوتا ہے وہ برف سے زیادہ سرد ہے اور آداب و سنن نماز کے ان سبز درختون اور جواہر کی پٹریون سے مشابہ ہین جو حوض کوثر کے اردگرد ہونگے اور اذکار و تسبیحات جو نماز کے ہر رکن مین مقرر ہین ان جواہرات کے آبخورون اور پیالون سے مشابہ ہین کیونکہ انسے بھر بھر کر شراب محبت الٰہی پی جاتی ہے اور شوق کی پیاس کو بجھایا جاتا ہے۔

اور نیز یہ ان بدبختون کے اس فعل کے مقابلہ مین ہے الذین ہم عن صلاتہم ساہون کہ وہ اپنی نماز سے بیخبر ہین اور لربک کا لفظ یراؤن کے مقابلہ مین ہے کہ وہ دکھاوے کو کرتے ہین آپ نماز اور ہر کار نیک اپنے رب کے لیئے کیجئے۔ اور یہ بھی ہے کہ شکرانہ نعمت جان سے بھی کرنا چاہیئے جو نماز پڑہنا ہے اور مال سے بھی اسلیئے اسکے بعد فرمایا وانحر کہ اسکے لیئے قربانی بھی کیجئے جو جان کی قربانی کے قائم مقام ہے اور اس سے فقرا کو نفع بھی پہونچتا ہے یہ انکے اس بخل کے مقابلہ مین ہے ویمنعون الماعون کہ وہ لوگونکو برتنے کی چیز مانگے بھی منع کرتے ہین جسمین کوئی سرج ان کا نہین تھا۔

ف انحر سے مراد جمہور کے نزدیک قربانی کرنا ہے پھر عام ہے کہ حج مین ہو یا عید الضحیٰ کے روز یا عقیقہ مین جیسا کہ فصل سے نماز پڑہنا عموماً مراد تھا

[illegible] اگر آپ کو سلطنت کا شوق ہے تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا دین اور اگر مال مقصود [illegible] آپ نے فرمایا مجھے ان چیزون [illegible] اسکے بعد پھر یہ پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے [illegible] باہم تفرقہ نہ [illegible] ہمارے معبودون سے الگ ہو کر [illegible] اسکے جواب مین یہ سورہ مبارکہ نازل ہوئی جسمین صاف [illegible]

[illegible] تمہاری طرف سے نہین بلکہ اللہ کی طرف سے [illegible] لفظ قل کا ابتدا مین لانا ایک خاص رمز ہے [illegible] کو برا کہتا ہون بلکہ [illegible] الکافرون کے خطاب سے مخاطب [illegible] بت پرست ہو اور [illegible] ان معبودون کی عبادت نہین کرتا ہون جنکی تم کرتے ہو بلکہ خاص خالق کی عبادت کرتا ہون اور وہی عبادت کرنے کے لایق ہے اور تم مخلوق کی عبادت کرتے ہو۔ کہین ستارون کی کہین ارواح غیر مرئیہ جن اور بھوت اور ملائکہ اور ارواح حضرات انبیاء و اولیاء کی۔ کہین اجسام علویہ کے نفوس کی اور کہین اجسام و اصنام کی کہین عناصر کی کہین بنی آدم کے محترم لوگون کی۔ کہین ہوا۔ پانی۔ خاک۔ آگ کی۔ کہین نباتات کی۔ کہین حیوانات کی۔ اور لطف یہ کہ ان چیزون کی عبادت کو حق سبحانہ کی عبادت اور خوشنودی کا ذریعہ سمجھتے ہو۔ اور مخلوق کو خالق جانتے ہو۔ اس لیئے اُن سے حاجات طلب کرتے ہو۔ دہائی دیتے ہو۔ مدد مانگتے ہو۔ نذر و نیاز کرتے ہو۔ یہ بت پرستی ہے نہ خالق پرستی۔ اور بلاشرکت خاص خالق کی عبادت کو تم بیکار جانتے ہو۔ یہ بلا نہ صرف عرب مین تھی بلکہ اُسوقت دنیا بھر مین پھیلی ہوئی تھی۔ ایران۔ ہند۔ یورپ۔ افریقہ سب ممالک اور سب قومین عیسائی یہودی پارسی ہنود اس بلا مین گرفتار تھے۔ اس لیئے آپ نے بآواز بلند کہدیا کہ مین ان چیزون کی عبادت نہین کرتا ہون۔

مگر اے سیاہ باطنون تم بھی تو میرے معبود برحق کی عبادت نہین کرتے ہو فقال ولا انتم عابدون ما اعبد کہ تم بھی میرے معبود کی عبادت نہین کرتے ہو کس لیئے کہ تمہارا یہ سمجھنا کہ ہم ان اشیاء کو جہت قبلہ اور وسیلہ سمجھتے ہین۔ اور در اصل عبادت

## سورۃ کافرون مکہ میں نازل ہوئی اسکی چھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ یٰۤاَیُّہَا الْکٰفِرُوْنَ ۙ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۚ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۙ وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ؕ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ ۠

(اے پیغمبر) کہدو اے کافرو نہ تو میں تمہارے معبودوں کی عبادت کرتا ہوں اور نہ تمہیں میرے معبود کو پوجتے ہو - اور نہ میں تمہارے معبودوں کی عبادت کرونگا - اور نہ تم میرے معبود کی عبادت کروگے تمہاری راہ اور مجکو میری راہ

### ترکیب

یا ایہا حرف النداء الکافرون المنادی لا اعبد الخ نداء والجملۃ مقولہ قولہ قل وفی تکریر قولہ لا اعبد الخ ولا انا عابد الخ قولان الاول التکریر للتاکید والمقام مقام التاکید لان الکفار یطلبون منہ صلی اللہ علیہ وسلم عبادۃ اصنامہم بالاصرار والثانی ان الاول للمستقبل والثانی للحال لان لا لا تدخل الا علی المضارع بمعنی المستقبل فقولہ لا اعبد الخ معناہ لا اعبد فیما استقبل ما تطلبون منی من عبادۃ اصنامکم ولا انتم فاعلون فیما استقبل ما ارید منکم من عبادۃ ربی وقیل علی العکس - وفی ما سوال لانہا لغیر ذوی العقول فکیف قیل فی قولہ ما اعبد فانہ لی اللہ یعبد اللہ تعالی وہو اعلم العالمین والجواب بنہ علی وجہین الاول ان ما مصدریۃ فی الایتین کانہ قال لا اعبد عبادتکم ولا تعبدون عبادتی لا فی الحال ولا فی الاستقبال والثانی ما بمعنی الذی والعائد محذوف وقیل الاولیان بمعنی الذی والاخریان مصدریتان دینکم مبتداء موخر لکم خبر مقدم ودین اصلہ دینی حذفت النون لتوافق رؤس الآیات وابقیت الکسرۃ علامۃ علیہا -

### تفسیر

یہ سورہ بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی - ابن مسعود و حسن و عکرمہ کا بھی یہی قول ہے - مگر قتادہ اور ابن زبیر و ضحاک کہتے ہیں کہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے - اسکی چھ آیت ہیں -

ربط - اس سورہ کا کوثر سے یہ ہے کہ سورہ کوثر میں آپ کو بشارت دی تھی کہ آپ ہر طرح دین و دنیا میں کامیاب ہیں آپ کے اتباع کی کثرت و شوکت عالم غیب میں ٹھہر چکی ہے اس سے آپکو اطمینان کلی اور ہمت دلائی تھی تاکہ دنیا بھر کے مخالفوں کی کثرت و شوکت کچھ بھی دل میں اثر نہ ہوا سلیئے آپ کا دل قوی کر کے اس سورہ میں اسوقت کے تمام دنیا کے لوگوں کو جو کفر و بت پرستی کی اندھیریوں میں سرگردان تھے اور اپنے دین و ملت پر نازاں تھے اعلان عام کھلے کھلے الفاظ میں دلایا جاتا ہے کہ تم کافر ہو - اور میں تمہارے معبودوں کی عبادت نکرونگا اور نہ تم میرے معبود برحق کی بلا شائبہ شرکت عبادت کرنے والے ہو -

اور شان نزول بھی اسی مضمون کی تصدیق کر رہا ہے اور وہ شان نزول یہ ہے کہ کفار قریش کی ایک جماعت نے جنمیں ابو جہل و عاص بن وائل و ولید بن المغیرۃ و اسود بن عبد یغوث و اسود بن عبد المطلب بھی تھے عباس رض کی معرفت یہ کہلا کر بھیجا کہ آپ ہم

ف ۱ بعض علماء اس سورہ یا اس آیت لکم دینکم ولی دین کو منسوخ بتلایا کرتے ہیں بلکہ منسوخ الحکم کی مثال میں پیش کیا کرتے ہیں۔ اور وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس سورہ میں جہاد ترک کرکے بیٹھ رہنے کا حکم ہے اور آیت قتال وجاہد الکفار الآیہ میں ان سے جہاد کا حکم ہے کہ انکو انکے دین سے مجبور کرکے اسلام کیطرف لاؤ اور نہ مانیں تو قتل کرڈالو۔ اس لیئے یہ سورہ منسوخ اور آیت قتال ناسخ ہے۔

مگر یہ قول ضعیف ہے کس لیئے کہ اس سورہ میں کہیں نہیں کہ کفار کو ان کے مذہب پر قائم رہنے کی اجازت ہے اور لکم دینکم کے یہ معنی نہیں کہ تم اپنے دین پر قائم رہو تو تم اس سورہ میں حکم نہیں بلکہ خبر ہے۔ اور خبر منسوخ نہیں ہوا کرتی اور اب بھی یہی بات ہے کہ اہل اسلام کفار کے معبودوں کی عبادت نہیں کرتے نہ کرینگے وہ اللہ جل وعلا کی خالص توحید محمدی سے عبادت کرتے ہیں کفار کو اپنا دین پسند ہے مسلمانوں کو اپنا دین پسند ہے بلکہ بوقت جنگ بھی یہی بات ہے بس محققین کے نزدیک یہ سورہ محکمہ ہے نسخ کا اس میں دخل بھی نہیں ہے۔

ف ۲۔ احادیث صحیحہ میں اس سورہ کے بہت سے فضائل آئے ہیں از انجملہ وہ حدیث ہے کہ جسکو ترمذی نے نقل کیا ہے عن ابن عباس وانس بن مالک قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا زلزلت تعدل نصف القرآن وقل ہو اللہ تعدل ثلث القرآن وقل یا ایہا الکافرون تعدل ربع القرآن رواہ الترمذی۔ کہ ابن عباس وانس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذا زلزلت نصف قرآن کی برابر ہے اور قل ہو اللہ ثلث قرآن کے برابر ہے اور قل یا ایہا الکافرون ربع قرآن کے برابر ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ کل قرآن میں یا نیک باتوں کا حکم ہے یا بری باتوں سے ممانعت ہے اور ہر ایک کی دو دو قسم ہیں کیونکہ یا تو ان باتوں کا حکم ہے جو دل سے متعلق ہیں یا انکا جو اعضا سے متعلق ہیں اور اسیطرح ممانعت یا تو افعال قلبیہ سے ہے یا افعال جوارح سے یہ چار قسم ہوئیں اور اس سورہ میں صرف ان باتوں سے ممانعت ہے جو قلوب سے متعلق ہیں اور وہ شرک ہے اور گو بظاہر عبادت غیر اللہ اعضاء سے بھی متعلق ہے مگر محرک در اصل دل ہے اسوجہ سے اس سورہ کو چوتھائی قرآن کے برابر فرمایا۔

احمد وابو داؤد وترمذی ونسائی وغیرہ نے ابن عباس رض سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نوفل بن معاویہ اشجعی نے پوچھا تھا کہ یا حضرت میں سوتے وقت کیا پڑھا کروں ؟ آپنے فرمایا قل یا ایہا الکافرون پڑھکر سویا کر کسلیئے کہ یہ شرک سے برات ہے۔ یعنی دل سے پڑھنے والا شرک سے بری ہو جاتا ہے اگر مر گیا تو توحید پر مریگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو تو میں تمہیں ایسا کلمہ بتلاؤں جو شرک سے بری کردے لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ فرمایا سوتے وقت قل یا ایہا الکافرون پڑھ لیا کرو۔ اخرجہ ابو یعلی والطبرانی۔

بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر میں پہلی رکعت میں سبح اسم ربک پڑھتے تھے اور دوسری میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری میں قل ہو اللہ احد۔ یہ سورہ توحید کا اقرار اور شرک سے بیزاری کا اعلان ہے اور یہی جمیع عبادات کا اصل الاصول ہے۔

اللہ ہی کی کرنے ہیں غلط خیال ہے کس لیئے کہ در اصل یہ عبادت انہیں معبودوں کی ہے نہ میرے معبود برحق کی۔ وہ اس قسم کی عبادت سے بری ہے۔

اور آیندہ بھی مجھ سے یہ توقع نہ رکھنا اس لیئے فرمایا ولا انا عابد ما عبدتم اور نہ میں آیندہ تمہارے معبودوں کی عبادت کرونگا اور مجھکو تم سے یہ توقع نہیں ولا انتم عابدون ما اعبد کہ تم اُسکی عبادت کرو جسکی میں کرتا ہوں۔ اس میں اُن کفار کی طرف اشارہ ہے کہ جنکی بقضا میں کفر پر مرنا مقرر ہو چکا تھا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا گیا تھا اُن کو سمجھانا صرف حجت کا تمام کر دینا تھا یہ وہی لوگ ہیں کہ جنکی نسبت یہ ارشاد الٰہی ہو چکا ہے ختم اللہ علی قلوبہم کہ اُنکے دلوں پر مہر خدا نے لگا دی ہے۔ اور وہ لوگ جو بالفعل کافر ہیں اور آیندہ ایمان لانے والے ہیں وہ در اصل ازلی کافر نہیں وہ تو ہزاروں ایمان لائے اور خالص اللہ کی عبادت کرنے لگے سو اس جملہ میں وہ مراد نہیں نہ اس سے پہلے جملہ میں۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ دوبار اسی جملہ کا لانا محض تاکید کے لیئے ہے کیونکہ وہ حضرت سے اس بات کی تمنا کرتے تھے کہ ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں آپ ہمارے معبودوں کی کیجئے، تاکہ نفع و نقصان میں برابر ہو جاویں اور بار بار اسپر اصرار کرتے تھے اسلیئے دوبار فرمایا گیا اور یہ بلاغت کا اصول ہے کہ مخاطب کے حال کے موافق کلام کیا جاوے۔ جسطرح ہماری زبان میں تاکید کے لیئے کہتے ہیں میں نہیں کرونگا میں نہیں کرونگا۔ لیکن بعض علماء فرماتے ہیں کہ اول جملہ لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عابدون ما اعبد میں حال کی نفی تھی کہ بالفعل نہ میں تمہارے معبودوں کی عبادت کرتا ہوں نہ تم میرے معبود کی عبادت کرتے ہو اور دوسرے جملہ ولا انا عابد ما عبدتم ولا انتم عابدون ما اعبد میں استقبال کی نفی ہے کہ نہ آیندہ میں تمہارے معبودوں کی عبادت کرونگا نہ تم میرے معبود کی عبادت کروگے۔ بعض کہتے ہیں اول جملہ استقبال کے لیئے تھا اور یہ حال کے لیئے ہے۔

جب ہر اتحاد یکبارگی منقطع کر دیا گیا تو صاف صاف علیحدگی کی بھی خبر دیدی فقال لکم دینکم تمہارے لیئے تمہارا طریقہ پسند ہے کہ اُسی پر چلتے ہو ولی دین اور مجھے اپنا طریقہ پسند ہے میں اسی پر چلونگا اور چلتا ہوں۔

ف۔ اُس زمانہ میں کہ تمام دنیا کفر و بت پرستی کی نجاستوں سے بھری ہوئی تھی اور انسانی بدی کی گھنگور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں روشنی کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا تھا اصول ملت بیضاء ارکان طریقت حنفیہ مٹ چکے تھے اور اہل کتاب کے مذہب میں جو کسیقدر چمک تھی اُسپر بھی دنیا پرست احبار اور راہبوں نے گرد و غبار ڈال رکھا تھا ایسا دعوٰی کر دینا اور برملا اشتہار کفر جاری کر دینا نہ اُسوقت کوئی ظاہری سامان نہ یار و انصار بلکہ اپنا شہر اور اپنا خاندان ہی دشمن نہ کسی بادشاہ وقت کی مدد نہ کسی حکومت کا سہارا۔ اگر اُس تائید غیبی اور عطاے کوثر کا اثر نہیں کہ جسکا ذکر یسعیاہ علیہ السلام نے بطریق پیشین گوئی کے فرمایا ہے تو اور کیا ہے۔ دنیا طلب کبھی ایسا نہیں کر سکتا وہ اگر ایک قوم کو مخالف کرتا تو دوسری کو موافق بھی بنا لیتا ہے۔ اور پھر اخیر تک آپ اس دعوے پر ایسے قائم رہے کہ دنیا کی مصائب اور قبائل کی مار دھاڑ قتل و ضرب نے کچھ بھی جنبش نہ دی یہ دلیل ہے کہ آپ موئد من اللہ تھے۔

بیزار ہون اور تم بت پرست کافر ہو۔ اور اس سے پہلے سورہ کوثر مین یہ مژدہ عطا ہو چکا تھا کہ آپ کو کوثر عطا ہوا ہے آپ کی ذریت اور اتباع کی کثرت ہوگی۔ اب اس سورہ مین تسلی دیجاتی ہے کہ آپ اس اعلان کے بعد کفار کے غلبہ سے خوف نہ کرین گو ہر طرف وہی محیط ہین قریش مکہ اور جمیع قبائل عرب سے یہود و نصاریٰ و مجوس تک سب آپکے بدخواہ ہین مگر آپ کچھ بھی پروا نکرین آپکے لیئے اللہ کی مدد اور فتح طیار ہے ایک دن آنے والا ہے گویا آہی چکا ہے کہ آپ کا دین غالب آجائیگا کفر کو شکست ہوجاویگی بت پرستی منہ موڑکر بھاگے گی اور اس کفر و بت پرستی کے حامی مغلوب ہوجاوینگے اور گروہ کے گروہ لوگ آپکے دین مین داخل ہونگے اور وہ آپکے کام کا اخیر ہوگا تب ہماری طرف آنیکی تیاری کیجیو تسبیح و تحمید اور امت کیلئے استغفار کی کثرت کیجیو چنانچہ اس بشارت کے موافق واقع ہوا جیسا کہ ہم ابھی بیان کرینگے اس مناسبت سے یہ سورہ قل یا ایہا الکافرون کے بعد رکھی گئی

فقال اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا کہ جب اللہ کی مدد اور فتح آچکی اور تم اے نبی علیک السلام لوگون کو خدا کے دین مین جوق جوق داخل ہوتے دیکھ لیا کہ آج ایک جماعت اسلام لائی کل دوسری قوم اسلام لائی۔

آیت مین چار باتین بیان فرمائین (اول) اللہ کی نصر کا آنا (دوم) فتح کا حاصل ہونا (سوم) لوگون کا دین الٰہی مین داخل ہونا (چہارم) ایک ایک دو دو کا نہین بلکہ جماعتون کا اور قومون کا دین مین داخل ہونا۔

اب ہم ان چارون باتون کی تشریح کرتے ہین تاکہ کلام الٰہی کے معنی خوب طرح ذہن نشین ہوجاوین۔ (نصر) تحصیل مطلوب مین اعانت (فتح) تحصیل مطلوب یعنے مقصود کا حاصل کردینا۔ اور نصر فتح کا سبب ہوتا ہے اس لیئے نصر کے بعد فتح کا ذکر عطف کے طور پر کیا گیا۔ پھر اعانت عام ہے کبھی اسباب ظاہری کے پیدا کردینے سے ہوتی ہے جیسا کہ مخالفون پر فتح پانے مین لشکر و اعوان و انصار کا موجود کردینا یا جو لشکر کو کارآمد چیزین ہوتی ہین ان کا موجود کردینا ہتیار اور خوراک وغیرہ یا مخالفون کی مدافعت کے اسباب پیدا کردینا ان مین بزدلی اور ہیبت اور سوء تدبیری پیدا کردینا اسی لحاظ سے بدر کے معاملہ مین فرمایا ہے وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم۔ اور یہی حال ہے انسانی خدمات کے مقابلہ مین۔ انسان جب تہذیب نفس حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسکو اس ملک کے فتح کرنے کے لیئے قوی بہیمیہ و سبعیہ و شیطانیہ کے لشکرون سے لڑنا پڑتا ہے اس موقع پر جو تائید غیبی ہے وہ اللہ کیطرف کی نصرت ہے اور اسکے بعد مقصود کا حاصل ہونا فتح ہے اسیطرح بدراہ قومون کی اصلاح اور انکے نفوس کی تہذیب حضرات انبیاء علیہم السلام کا بڑا مقصد ہوتا ہے اور یہ حاصل ہونا کچھ آسان بات نہین اس مین مدد غیبی درکار ہے وہ کیا لوگون کے دلون مین اس شخص کی قبولیت اور اسکی بات کا اثر پیدا کردینا یہ نصر اللہ ہے جسکے بعد فتح ہی فتح ہے یعنی پھر جوق جوق اور گروہ کے گروہ دین اللہ مین ایک کشش باطنی سے خود بخود داخل ہونے لگتے ہین اور اسکو فتح مبین بھی کہتے ہین سو یہ اسی کوثر کے عطا کرنے کا ظہور ہے۔ اور اخیر عمر مین جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ مین آرہے تھے یہ بات حاصل ہونے لگی تھی اور یوماً فیوماً ترقی پر تھی خصوصاً فتح مکہ کے بعد سے روزمرہ قبائل کے قبائل اور کبھی انکے ایلچی آتے اور تلقین پاکر جاتے اور سب مسلمان ہوجاتے تھے آپنے خود جماعتون کی جماعتون کو دین الٰہی مین داخل ہوتے دیکھ لیا۔

# سورۂ نصر مدینہ میں نازل ہوئی اور اسکی تین آیتیں ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ فَسَبِّحْ

جب کہ اللہ کی مدد اور فتح آ چکی۔ اور آپ نے لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق جوق داخل ہوتے دیکھ لیا تو اپنے

بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا

رب کی تسبیح کرو ستائش کے ساتھ اور اس سے معافی مانگو بیشک وہ توبہ قبول کرنیوالا ہے

## ترکیب

اذا منصوبۃ بجاء وقیل بسبح نصر اللہ مصدر مضاف الی الفاعل والمفعول محذوف اے نصرہ ایاک او المؤمنین وہذا فاعل جاء ومعناہ حصل واتما عبر بہ بالمجی تجوزا للاشعار بان نصرہ یقینی و قد قرب حصولہ والفتح عطف علی نصر اللہ ورایت عطف علی جاء ورایت ان کان من العلم فمفعولہ الاول الناس والثانی یدخلون وان کان بمعنی ابصرت فیدخلون حال ۔ وعلی التقدیرین افواجا حال فاعل یدخلون اے جماعۃ فوجا بعد فوج فسبح الخ جواب الشرط بحمد ربک فی محل النصب علی الحال اے سبح اللہ حامدا لہ او متلبسا بحمدہ اے قل سبحان اللہ بحمدہ واستغفرہ عطف علی سبح انہ کان الخ تعلیل لقولہ استغفرہ ۔ اے لان من شانہ قبول التوبۃ ۔

## تفسیر

یہ سورہ جمہور کے نزدیک مدینہ میں نازل ہوئی ہے مگر ابو یعلی و بزار و بیہقی نے ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ یہ سورہ ایام التشریق میں بمقام منی حجۃ الوداع میں نازل ہوئی جس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جان لیا کہ یہ میرے لئے اُدھر کا پیغام ہے جس کام کے لئے آپ بھیجے گئے تھے اب وہ پورا ہو چکا یا ہو چکنے کو ہے دنیا دنی آپ کے ٹھہرنے کی جگہ نہیں اب ہماری طرف توجہ کیجئے تسبیح کیجئے اور حمد بیان کریئے اور امت کے لئے استغفار کیجئے۔ ابن عباس رض کو عمر رض بدری لوگوں کے ساتھ بلایا کرتے تھے بعض صحابہ کو برا معلوم ہوا کہ یہ بچہ ہے ہمارے ساتھ اسکو کیوں بلایا کرتے ہیں۔ عمر رض نے فرمایا اسلئے کہ اسکی فضیلت تمہیں معلوم نہیں پھر ایکبار مجلس میں بلایا اور لوگ بھی موجود تھے اُن سے سوال کیا کہ اس آیت کے تم کیا معنی بیان کرتے ہو اذا جاء نصر اللہ والفتح لوگوں نے کہا یہ کہ جب ہمکو فتح و نصرت نصیب ہو تو اسکی تسبیح کریں اور معافی مانگیں۔ عمر نے ابن عباس سے کہا کہ تم کیا کہتے ہو ابن عباس نے کہا یہ مطلب نہیں بلکہ علامت ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اجل کی جو آپ کو بتلائی گئی۔ عمر رض نے فرمایا میں بھی یہی سمجھتا ہوں رواہ البخاری۔ اس پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ سورہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کئی مہینے پہلے نازل ہوئی ہے اسمیں تین آیت ہیں۔

اس سورہ کو قل یا ایہا الکافرون سے یہ ربط ہے کہ سورہ کافرون میں سنہ وغدغہ اعلان تھا کہ میں تمہارے معبودوں

اور ہر چیز اسکی تسبیح کرتی ہے مگر تم نہیں سمجھتے ہو ۔ بذکرش ہر چہ بینی در خروش ست ۔ ولے داند درین معنی کہ گوش است ۔ نہ بلبل بر گلش تسبیح خوانیست ۔ کہ ہر خارے بہ تسبیحش زبانیست ۔ پھر اس تسبیح کے مراتب متفاوت ہیں ۔ اوسنے درجہ زبان سے کہنا ۔ اور اعلے یہ کہ زبان اور قلب دونوں سے تسبیح کرنا ۔ اور جن جن نقصانوں سے اسکی پاکی بیان کیجاتی ہے انکے برخلاف اوصاف کمال کا اسکی ذات میں مشاہدہ کرنا اور اس مشاہدہ سے انوار کا اسکی ذات پر اندوکار پڑنا اور اسکا بھی ان نقائص سے پاکیزہ ہوجانا گو حدوث کے خصائص سے چھٹکارا مشکل ہے مگر تسبیح سے اسپر ایک ایسی تجلی پڑتی ہے کہ جس سے روح کو نورانیت حاصل ہوتی ہے اور آخر کار اسکے خصائص بشریہ مٹتے مٹتے یہانتک نوبت پہونچ جاتی ہے کہ جبروت و ملائکہ میں ملجاتا ہے اور پھر اسے بھی بارگاہ قدس میں جگہ پاتا ہے جیساکہ فرمایا فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر ۔

تسبیح عارف کی حالت ابتدائی ہے کس لیئے کہ پہلے آئینہ یا لوح کی جسپر کوئی نقش بنانا جاتا ہے صفائی کیجاتی ہے پھر رنگ [illegible] قایم کرتے ہیں ۔ اور یہ اس لیئے کہ بندہ حادث ہے حدوث و جسمانیت کے ہزاروں [illegible] ہیں [illegible] بہت کی تاریکی اسپر چھائی ہے مجردات اور عالم ملکوت سے یون ابعد ہے حتی کہ اسکے ادراکات میں بھی صفائی نہیں [illegible] پایا دخل [illegible] چھوٹتی جب کوئی معانی مجردہ اسکے لوح قلب پر ڈالے جاتے ہیں تو قوت وہمیہ ضرور انکو بھی کسی نہ کسی جسمانی ڈھال میں ڈال ہی لیتی ہے اسی لیئے حق سبحانہ اور ملائکہ جو جسمانیت سے پاک ہیں جب ان کا تصور کرتے ہیں تو کسی خوبصورت آدمی کی شکل میں اور کسی جسمانی پیرایہ میں ادراک کرتے ہیں اور خواب میں جب روح دوسرے عالم کیطرف متوجہ ہوتی ہے اور وہان کے علوم اسپر فائض ہوتے ہیں تو قوت وہمیہ انکو بھی انکے مناسب صورتوں میں ڈھال لیتی ہے جن سے جدا کر کے بتانا تعبیر دینا ہے ۔ اور اسی لیئے اگلی قومیں بت پرستی میں چونکہ بہت غالب تھی وہ حق سبحانہ کی عبادت بغیر کسی مجسم صورت کے درمیان دھرے کر ہی نہیں سکتے تھے اور اب بھی جنکی جسمانیت غالب ہے انپر جو کبھی تجلی ہوتی ہے تو کسی خوب اور دلکش صورت میں ۔ اور اسی لیئے ان لوگون نے بت آگے رکھکر عبادت کا طریقہ نکالا تھا جیساکہ خام کار اور [illegible] کا [illegible] کے بغیر کوئی کام ہی نہیں کرسکتے ۔ مگر آنحضرت صلے اللہ وسلم کے عہد مبارک میں نورانیت و ملکیت کا غلبہ ہوا اور یہ ابتدائی مشق اٹھوا کے بغیر شائبہ حدوث و امکان بلاکیف اس خالق قادر کی عبادت قائم کی گئی اور عبادت میں بھی اول تسبیح قائم ہوئی کہ ان کدورات والواث بشریہ سے اسکی ذات مقدس کو پاک اور مبرا سمجھا جاوے ۔

اسکے بعد صفات حمیدہ سے موصوف سمجھانا ۔ یعنی جو جو اسکے صفات کمالیہ ہیں انکا اسکی ذات پاک میں ثابت کرنا جیساکہ وہ حی ہے ۔ کریم ہے ۔ باقی ہے ۔ ازلی ہے ۔ ابدی ہے ۔ ظاہر ہے ۔ باطن ہے ۔ سمیع ہے ۔ بصیر ہے ۔ عادل ہے ۔ رحیم ہے ۔ وغیرذالک اسکو تحمید کہتے ہیں یعنے اسکے اوصاف حمیدہ کے ساتھ اسکو یاد کرنا عام ہے کہ ان نعماء کا بھی ذکر ہو کہ جو اسنے بندے کو عطا فرمائیں یا نہیں ۔ یہ دوسرا مرتبہ ہے رنگ یا نقش جانے کا ہر ایک صفت باری تعالے کا جب بار بار مراقبہ کیا جاتا ہے اور تصور صحیح جمایا جاتا ہے تو ضرور روح پر اسکا پرتو پڑتا ہے اور پھر مشق کرتے کرتے نوبت دور تک پہونچ جاتی ہے لیکن روح کی استعداد و قابلیت میں فرق بھی ضرور ہے بعض قابل اور مستعد ارواح کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ تسبیح سے فنا

اور خدا ے پاک نے اپنا وعدہ پورا کردیا اور پھر آپکے بعد بھی یہی سلسلہ جاری رہا۔

مفسرین نے لفظ نصر اور فتح کے وسیع معنون کو ایک ایک بات مین محدود کیا ہے حالانکہ وہ سب کو شامل ہین اور سب ہی مراد ہین پس جسطرح نصرت الٰہی کے متعدد طریقے معلوم ہوئے اسیطرح فتح کے بھی ہین۔ اول فتح مکہ اسکی مختصر کیفیت یہ ہے کہ عرب کے اکثر قبائل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے مگر مکہ کے لوگ ابھی تک اسی بت پرستی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلے پر تلے ہوئے تھے اور کئی بار لڑائیان میدان مین آکر لڑ چکے تھے یہ شہر مقدس کفار کا مرکز ہو رہا تھا ہجرت کے آٹھوین سال جیساکہ بخاری مین معمر سے روایت ہے دس ہزار لشکر کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کا قصد کیا جسکی بابت کتاب یسعیاہ علیہ السلام کے ۴۲ باب مین پیشین گوئی ہے جسکے جملے یہ ہین دیکھو میرا بندہ جسے مین سنبھالتا میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے مین نے اپنی روح اسپر رکھی وہ قومون کے درمیان عدالت جاری کرائیگا الخ اسکا زوال نہوگا اور ملا یا جائیگا جب تک راستی کو زمین پر قائم نکرے الخ اسمین اذا جاء نصر اللہ والفتح الخ کے مضمون کی پوری تائید ہے خداوند ایک بہادر کی مانند نکلے گا وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اسکائیگا وہ چلائیگا ہان وہ جنگ کے لیئے بلائیگا وہ اپنے دشمنون پر بہادری کریگا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عرب کی قومون کو بلایا اور قبائل جمع ہوئے دس ہزار لشکر ساتھ ہوا کہ لوگ امان کے طالب ہوئے آنحضرت نے امان دی اور سب نے ایک ساتھ اسلام اختیار کرلیا کفر کا جھنڈا اکھڑ گیا۔ اب عرب مین کوئی مذہبی مخالف باقی نہین رہا۔

(۲) بعض کہتے ہین فتح سے مراد خیبر کی فتح ہے جو سال حدیبیہ کے بعد جبکہ مسلمانون کو رنج وملال تھا واقع ہوئی اور جسکے بعد مسلمانون کو فراغدستی میسر آئی (۳) جمیع فتوحات مراد ہین جو غزوات مین پے در پے نصیب ہوئین اور اسلامی شوکت زور پکڑ گئی۔ فتح مکہ۔ خیبر۔ طائف۔ حنین وغیرہ۔ (۴) فتوحات غیبیہ علوم واسرار ملکوتیہ جو رفتہ رفتہ آپ پر منکشف ہوئے تھے اور آخر اس کا حضرت احدیت کا دروازہ کھل جانا اور کشف ذاتی ہے کہ پھر یہ کثرت وحدت کے ملاحظہ کے لیئے کسیطرح بھی حاجب نہوتی تھی۔ اور عرفاء وکملاء ترقی کرتے کرتے اس مقام پر پہونچ جاتے ہین کہ انپر عالم غیب کے دروازے کھل جاتے ہین تب وہان کی چیزین عیاناً نظر آنے لگتی ہین اور اسی عالم کے لوگون سے موانست زیادہ ہونے لگتی ہے اس عالم سے نااعتنائی ہوجاتی ہے۔ پھر جسطرح اس عالم کے لوگونکا شغل خدا پاک کی تسبیح وتقدیس ہے اور یہی باعث راحت اور سرور روح ہے ان لوگونکا بھی ہوجاتا ہے اسلیئے فرمایا ہے فسبح کہ خدا پاک کی تسبیح کیا کرو اور تسبیح بھی کیسی بحمد ربک جیسے ملائکہ سبحان اللہ وبحمدہ

واضح ہو کہ حق سبحانہ کو صفات ذمیمہ سے مبرا سمجھنا عین عبودیت ہے کہ وہ فانی نہین حادث نہین کسی کام مین کسیکا محتاج نہین الواث بشریہ وکدورات امکانیہ سے پاک ہے نہ وہ سوتا ہے نہ بیمار ہوتا ہے وغیر ذلک پس اس قسم کے اوصاف بد سے مبرا سمجھنا تسبیح ہے اور اسکے لیئے شرع مین الفاظ مقرر ہین سبحان اللہ وغیرہ کہنا۔

پھر یہ زبان سے بھی ہوتی ہے اور دل سے بھی اور کبھی انسان یا ممکنات کی حالت سے بھی کہ خود بخود اسکی بناوٹ کہہ رہی ہے کہ خالق جمیع عیوب اور نقصانون سے پاک ہے اور اس آیت مین اسیطرف اشارہ ہے وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم

## سورۃ لہب مکیۃ وھی خمس آیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝

ٹوٹ جائیں ابی لہب کے دونوں ہاتھ اور وہ ٹوٹ ہی گیا - نہ تو اسکا مال اُسکے کام آیا اور نہ اولاد - وہ اب دہکتی آگ میں گرا چاہتا ہے

وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۝

اور اسکی جورو بھی - جو لکڑیوں کا گٹھا اُٹھاتی ہے اُسکے گلے میں مونج کی رسی ہے

### ترکیب

تبت فعل یدا اصلہ یدان حذف النون بالاضافۃ ابی لہب مضاف الیہ والمضاف مع المضاف الیہ فاعل تبت والیدان عند العرب واللہب کنیۃ عبد العزی بن عبد المطلب بن ہاشم والعربی اسم منہم وھو عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان مشہورا بالکنیۃ وانما اشتہر بہذا لانہ کان جمیلا وان وجہہ کان یتلہب لزیادۃ حسنہ کما یتلہب بالنار وتب فعل والضمیر فاعلہ یرجع الی ابی لہب عطف الجملۃ علی الجملۃ والتباب الخسران والحرمان من کل خیر وقیل الہلاک والتردی والجملتان دعاء وقیل الاولی دعاء والثانیۃ اخبار یا افیۃ اغنی فعل عنہ متعلق بہ مالہ فاعلہ معطوف علیہ وما موصولۃ کسب صلتہ والعائد محذوف والکل معطوف وقیل ما مصدریۃ فما کسب بتاویل المصدر فاعل اغنی والجملۃ بیان لتبابہ سیصلی فعل والضمیر الراجع الی ابی لہب فاعلہ نارا مفعول بہ موصوف ذات لہب صفتہ وامراتہ معطوف علی الضمیر المتصل وجاز ذلک للفصل حمالۃ الحطب قراء الجمہور حمالۃ بالرفع علی الخبریۃ او النعتیۃ وقرء عاصم بالنصب علی الذم او علی انہ حال من امراتہ حبل موصوف من مسد صفتہ مبتدا مؤخر فی جیدہا خبر مقدم والجملۃ فی محل النصب علی انہا حال من الضمیر فی حمالۃ وقیل فی محل الرفع علی انہا خبر آخر لقولہ وامراتہ الجید العنق - والمسد اللیف الذی تفتل منہ الحبال قیل المسد بسکون السین مصدر بمعنی الفتل وبفتحہا المحور من حدید او حبل من لیف او کل حبل محکم الفتل والجمع مساد وامساد کذا فی القاموس وقیل امراتہ مبتدا حمالۃ الحطب خبرہ فی جیدہا الخ حال من الضمیر فی حمالۃ - کذا قال ابن الصائغ -

### تفسیر

یہ سورہ بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے - ابن الزبیر وابن العباس کا بھی یہی قول ہے - اور اسمیں کسیکا بھی خلاف نہیں اسکی پانچ آیتیں ہیں اس کا ربط سورہ نصر سے یہ ہے کہ اُس سورہ میں بتلایا گیا ہے کہ آخرت تو آخرت دنیا میں بھی آسمانی حکم قبول کرنے والوں کیلئے فتح و نصرت ہے دین اور دنیا کی کامیابی نصیب ہوتی ہے اسیطرح اس آسمانی حکم سے سرتابی کرنیوالوں اور مقابلہ اور عداوت سے پیش آنیوالوں کیلئے بھی دنیا و آخرت کا خسارہ اور بربادی اور ہلاکی ہے - اس پہلی بشارت کا اول مستحق رسول کریم کو بنا کر مژدہ سنایا تھا اذا جاء نصر اللہ والفتح کہ لو آئی مدد اور فتح اللہ کی گویا آہی گئی اس سورہ میں اس خسران و بربادی کا طوق ابی لہب حضرت کے حقیقی چچا کے گلے میں ڈال کر جملہ مخالفوں کو دکھایا جاتا ہے کہ مخالفت و عداوت کا یہ نتیجہ بد ہے جس کیطرف سورہ کوثر میں اشارہ تھا کہ آپ کو اسے محمد کوثر عطا کیا اور آپکے دشمن کو ابتر کیا اسلیئے اس سورہ لہب میں اس بدبختی کا بھی حال بیان فرمانا ضرور تھا جو دین آلہی کے مقابلہ اور عداوت میں پیش آئی ہوئی تھی

طاری ہوجاتی ہے اور تحمید سے بقا کا پرتوا پڑجاتا ہے پھر اُس میں بھی مراتب متفاوت ہیں۔ اس رمز کے لیئے قرآن مجید میں اور بالخصوص اس سورہ میں تسبیح کے ساتھ تحمید کا حکم دیا اور اسی لیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ بحمدہ سبحان اللہ العلی العظیم اکثر کہا کرتے تھے اور لوگوں کو ترغیب بھی دلاتے تھے۔

اور بندہ گو ہزار کوشش اسکی عبادت میں کرے مگر جیسا حق ہے ویسا ادا ہونا مشکل ہے اسی لیئے اشرف موجود بھی ایک نشان عبودیت ہے اور نیز بارگاہ اعلےٰ میں بندے کی عاجزی بہت ہی پسند ہے اسلیئے اسکے بعد یہ بھی جملہ ارشاد فرمایا واستغفرہ کہ اسنے رب سے بخشش اور معافی مانگ باوجود اس تسبیح و تحمید کے پھر بندہ کا عجز و انکسار کرنا اور اپنے آپ کو خطاوار سمجھ کر معافی مانگنا نہایت عبادت ہے اس لیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں دن بھر میں ستر بار خدا سے استغفار کرتا ہوں اور یہ بھی ہے کہ یہ استغفار اُمت کے لیئے ہے کس لیئے کہ یہ آپ کا آخر وقت ہے۔ اور آپ کی تکمیل انتہا کو پہونچگئی ہے اور آپنے اقوام کو دین الٰہی کی طرف بلایا ہے اب اسوقت اُنکے لیئے آپ کا شفیع بنکر استغفار کرنا اکسیر کا حکم رکھتا ہے اسلیئے آپ اُمت کے لیئے استغفار کیا کرتے تھے اور یہ اُمت کی بڑی خوش نصیبی ہے کہ جنکا رسول اُن سے خوش ہوجاوے اور استغفار

اس سورہ کے نازل ہونیکے وقت اکثر رمز شناس صحابہ سمجھ گئے تھے کہ عنقریب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہم میں سے اُٹھ جانے والے اور ہمکو داغ مفارقت دینے والے ہیں چنانچہ صدیق اکبر اس سورہ کو سنکر زار زار رونے لگے لوگوں نے کہا یہ تو خوشی کا مقام ہے کہ اللہ نے نصرت و فتح کا مژدہ دیا۔ اور قوموں کے جوق جوق اسلام میں آنے کی خوشخبری سنائی پھر یہ بوڑھا کیوں روتا ہے بعض نے کہا یہ حضرت کا قدیم رازدار ہے کوئی تو رمز ہے جو یہ سمجھ گیا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ابوبکرؓ کے آنسوؤنکا سلسلہ ڈاڑھی پر بہتے دیکھا اور سمجھ گئے کہ یہ اس رمز کو سمجھ گئے آپنے فرمایا سب لوگوں نے مجھپر خدمت گزاری میں اور مالی مدد میں ابوبکر کا بڑا احسان ہے اور اگر میں خدا تعالےٰ کے سوا اور کسیکو خلیل بناتا تو ابوبکر کو مگر خلت اسلامی کافی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ مسجد میں جو آنے کے لیئے کھڑکیاں ہیں سب بندکردیجائیں مگر ابوبکر کی کھڑکی کھلی رہے یہ اسلیئے کہ اُسکو نہایت عشق ہے اور رازدار ہیں تاکہ ہر وقت صحبت اُٹھانیکا موقع ملے۔ پھر جو اور لوگونکو بھی یہ راز معلوم ہوا اور لوگوں نے اپنا اظہار غم و رنج کیا تو آپ نے فرمایا کیوں غم کرتے ہو خوش نصیب ہے وہ اُمت جسکا رسول اُنسے خوش ہوجاوے اور جاکر اُنکے لیئے تیاری کرے اور بدنصیب ہے وہ قوم کہ جنکا رسول اُن میں زندہ رہے اور وہ قہر الٰہی سے ہلاک ہوں چنانچہ اس سورہ کے نزول سے کئی مہینے بعد رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بخاری میں ہے کہ اس سورۃ کے نازل ہونیکے بعد ہر نماز کے رکوع و سجود میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم یہ کہا کرتے تھے سبحانک اللھمّ ربّنا وبحمدک اللھم اغفرلی۔ کہ اے اللہ تو پاک ہے اور تیری ستایش کرتا ہوں اے رب بخشدے۔

اس سورۃ پر عمل کرتے تھے اور بخشش اُس سے اس لیئے مانگ کیونکہ انہ کان توابا وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے اسکو بندہ کے رجوع ہونے سے بڑی خوشی ہوتی ہے توبہ کرتا ہے تو وہ درگزر کرتا ہے بڑا ہی حلیم ہے اُسکے آگے سر رکھدینا چاہیئے پھر اُسکی مہربانی اور عنایت کی کیا کمی ہے اللھم توب الیک اغفرلی ولوالدی ولجمیع المسلمین۔

جانتا ہے امور غیب کی تصدیق کرتا ہے برے بھلے کاموں کا انجام سوچتا ہے نفع و نقصان کو جانتا ہے دوسری قوت عملیہ کہ جسکے سبب نیک و بد کام کرتا ہے۔ یہی دونوں قوتیں انسان کے حسنات اور سعادت دارین حاصل کرنے کے دو ہاتھ ہیں پھر جسنے ان دونوں کو برباد کردیا اور برے برے علم حاصل کئے عقائد فاسدہ کو دلمیں جگہ دی کہ مرنے کے بعد حساب و کتاب سزا و جزا کچھ نہیں خدا تعالےٰ کے کاروبار قدرت و صفات مین اور بھی شریک ہین جو نفع و نقصان دیسکتے ہین۔ نبی کوئی شخص نہین نہ نبوت کی ضرورت ہے وغیرہ۔ اور اسیطرح قوت عملیہ کو برے کاموں میں صرف کیا مخلوق کے ساتھ بھلائی اور رحمدلی کیجگہ ظلم کیا عفت کی جگہ بدکاری کی جنکی اطاعت کرنی چاہیئے تھی اُنسے سرکشی کی مقابلہ کیا عبادت الٰہی کی جگہ شہوت پرستی اور تن پروری کی خیرات کی جگہ بخیلی اور کنجوسی کی وغیرہ اُسنے اپنی کمائی کے دونوں ہاتھ توڑ دئیے یہ بات ابولہب کو حاصل تھی اسلیئے اُسکے حال کی اس مغرور و بیخبر کو خبر دیجاتی اور مطلع فرمایا جاتا ہے اور اس رمز کے لئے اُسکی ذات کے برباد و خراب ہونے کو دونون ہاتھوں کے ٹوٹ جانے سے تعبیر کیا جاتا ہے (۲) یہ کہ انسان کی دو حالت ہوتی ہیں ایک موجودہ دوسری آئندہ چونکہ ابولہب کی دونوں حالتین خراب تھیں اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی عداوت سے خراب ہوچکنے کو تھیں اسلیئے بطور پیشینگوئی کے دونوں ہاتھوں کے ٹوٹ جانے سے تعبیر کرکے بتادیا کہ تجھپر دنیا مین بھی آفت آنے والی ہے اور آخرت مین بھی۔

دنیا مین چند روز کے بعد اُسپر افلاس شدید آیا وہ بیٹا کہ جسپر ناز تھا اور جسنے آنحضرت صلعم کے روے مبارک پر تھوکا تھا اور گالیاں دیکر صاحبزادی کو چھوڑا تھا اور جسکے لیئے آپنے بددعا کی تھی کہ الٰہی اُسپر تو اپنا کتا مسلط کر اور وہ اس بددعا سے اندیشہ بھی کرتا تھا شام کے ملک مین جارہا تھا یا وہان سے آرہا تھا اور درندون سے اپنی حفاظت بھی کرتا تھا رات کو شیر آیا اور آکر اُسنے چباکر چورا چورا کردیا اور پھر اُس بیماری مین کہ جسکو عرب عدسہ کہتے ہین خود ابولہب مبتلا ہوا وہ مرض متعدی ہے اسلیئے کوئی پاس نہین جاتا تھا بڑی تکلیف دیکھکر مرا چہرہ بگڑ گیا تھا دیکھنے والون کو ہیبت آتی تھی۔ کتون جیسی آوازین نکالا کرتا تھا۔ اور پھر اُسکی وہ جورو بھی مصیبت دیکھکر مری افلاس یہانتک غالب آیا تھا کہ لکڑیون کا گٹھا باہر سے خود لاتی۔ ایک گٹھا سر سے گر پڑا کس لیئے کہ غمزدہ ہوچکی تھی مصائب نے کمر توڑدی تھی اور رسی کا پھندا جو گلے مین پڑا ہوا تھا وہ کھنچا گلا ایسا گھٹا کہ تڑپ تڑپ کر مرگئی۔ غرض ستیاناس ہوگیا مگر اللہ اللہ رحمت للعالمین کا دل اُنکی اس مصیبت پر بھی رنج کھاتا تھا اور رحم آتا تھا مگر کیا ہوتا ہے قضاء کا تیر چھوٹ چکا تھا۔ خدا پاک کو اپنی بے نیازی کی شان دکھانی تھی کہ بھتیجے کو کوثر عطا کرے اور اُسی گھر مین چچا ابتر ہے جسکا کوئی نام لیوا بھی نہ رہا۔

**ف ۲** ۔ آیت مین اُسکا نام عبدالعزیٰ نہین لیا کنیت سے یاد کیا۔ اسکی کئی وجہ ہین (۱) یہ کہ عزیٰ بت کا نام تھا جسکا یہ بندہ بنا تھا ایسے مکروہ اور ناپسند نام کہ جن مین شرک کی بدبو آتی ہو عالم بالا کے نزدیک ذکر کرنے کے بھی قابل نہین (۲) ابی لہب کا لفظ جسمین لہب یعنی شعلۂ آتش پڑا ہوا تھا گویا ابتدا رہی سے اُسکے جہنمی ہونے کی خبر دے رہا تھا اسلیئے اس منحوس لقب کیساتھ یاد کیا گیا اور یہ مین اہل بلاغت کے نزدیک ایک عجیب لطیفہ ہے (۳) وہ ابی لہب سے مشہور تھا۔ اگر نام عبدالعزیٰ لیا جاتا تو جلد نہ سمجھا جاتا اسلیئے یہ نام لیا گیا اب اسکی خرابی کی تشریح فرماتا ہے ما اغنی عنہ مالہ وما کسب کہ نہ اُسکا مال کام آویگا نہ کمائی عزت و شہرت جو قوم مین حاصل کی تھی عائشہ صدیقہ و ابن عباس و مجاہد فرماتے ہین کمائی سے مراد اولاد ہے عرب کے محاورے ہین۔ اور اسی کے مطابق ہوا بھی کیسلیئے

**شانِ نزول** اس سورۃ کا بخاری و مسلم وغیرہ محدثین نے یون نقل کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت اُتری وَاَنذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ تو آپ کوہ صفا پر چڑھے اور چڑھکر اول سے لیکر اخیر تک کے قبائل قریش کے نام لے لیکر پکارا اے بنی فلان اے بنی فلان آخر اے بنی ہاشم اے بنی عبدالمطلب سب جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ بھلا اگر مین تمکو خبر دون کہ دشمن کا لشکر تمہارے سر پر آ پہنچا ہے تو تم مجھے سچا جانو گے سب نے کہا بیشک۔ تو اب مین تمہین کہتا ہون کہ عذاب الٰہی تمپر آنے والا ہے نجات کا رستہ اختیار کر لو اور اپنے بچنے کی تدبیر نکالو مین کھلم کھلا خبردار کرنے والا ہون پھر خاص اپنے خاندان کیطرف جو بہت قریب تھے خطاب کیا کہ اے عباس واے فلان اور اے صفیہ میری پھوپھی اور اے فاطمہ میری بیٹی اسپر بھروسہ نکرو کہ ہم پیغمبر کے رشتہ دار ہین مین خدا کے ملزم کو نہین بچا سکتا یہ گفتگو اور وعظ سنکر ابولہب نے جو آپ کا چچا تھا خفا ہو کر یہ کہا کہ تیرے ہاتھ ٹوٹ جائین تبا لک (کیا تو نے اسی بات کے لیئے ہمین بلایا تھا) اور یہ کہکر ایک پتھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پھینکا اور بہت کچھ گالی گلوچ بکین جب یہ سورہ نازل ہوئی۔ یہ واقعہ اسکے نزول کا محرک ہوا جس مین مخالفین دین کا دنیا دی اور دینی انجام بہ بیان فرمایا جاتا ہے۔

ابولہب عبدالمطلب کا بیٹا حضرت کا حقیقی چچا تھا اور نام اُسکا عبدالعزیٰ تھا۔ سرخ رنگ خوبصورت آدمی تھا اور اُسکے چہرے کی چمک دمک کی وجہ سے اُسکی کنیت ابولہب ہو گئی تھی کیونکہ لہب آگ کے شعلہ کو کہتے ہین اور کسی وصف کے بنانے کے لیئے عرب مین ابو اور ابن اور اُم کے ساتھ منسوب کرنا ایک عام محاورہ ہے۔ مسافر کو ابن السبیل۔ چاند کو ابن اللیل عربی کو اخا العرب۔ مٹی لگے ہوئے کو ابو تراب کہتے ہین یہ بات نہین کہ لہب اُسکا کوئی بیٹا تھا یہ اُسکا باپ تھا۔ اور اُسکی بیوی کا نام ام جمیل تھا۔ حرب کی بیٹی اور ابوسفیان کی بہن معاویہؓ کی پھوپھی یزید بدبخت کی رشتہ کی دادی۔ ان دونون کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ازحد عداوت تھی۔ ابولہب کے دو بیٹے عتبہ اور عتیبہ جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیان منسوب تھین وہ بھی سخت دشمن تھے۔ اُم جمیل رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رستہ مین کانٹے ڈالدیا کرتی تھی کہ اندھیرے مین چبھین اور آپ کو تکلیف ہو پھر اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد تو قوم مین ابولہب اور اُسکی جورو کا خاکا اُڑ گیا اور بھی عداوت بڑھ گئی اور اپنے بیٹون کو مجبور کیا کہ محمدؐ کی بیٹیون کو طلاق دیدو اور منہ پر جا کر سخت کلمات کہکر چھوڑ دو۔ چنانچہ عتیبہ ناہنجار نے آکر حضرت کے روے مبارک پر تھوکا اور بُرے الفاظ سے طلاق دی۔

فرماتا ہے تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَہَبٍ وَّتَبَّ کہ ابی لہب کے دونون ہاتھ ٹوٹ گیئے اور وہ خود بھی ٹوٹ گیا۔ یہ لفظی ترجمہ ہے۔ مگر یہ اور اس قسم کے کلمات عرب کے محاورہ مین بددعا کے لیئے مستعمل ہوتے ہین حق سبحانہ کسی کو دعا نہین کرتا ہے بلکہ اس محاورہ مین اُسپر بربادی آنے کی خبر دیتا ہے جو دنیا و آخرت مین اُسپر آنے والی تھی۔ تب محاورہ کے موافق یہ ترجمہ ہوگا کہ ابی لہب کے دونون ہاتھ ٹوٹ جائین اور وہ خود بھی خراب ہو جاوے یا یہ کہ ہو گیا محاورہ ہے بددعا کے بعد ایسا کلمہ مستعمل ہوتا ہے جو قبولیت پر دلالت کرے جیسا کہ اس شعر مین ہے ؎

جزنی ربّہ عنی عدیّ ابن حاتم ❊ جزاء الکلاب العاویات وقد فعل ❊ ہمارے محاورے مین کہتے ہین خدا اسکو غارت کرے اور کر دیا۔

**ف۱** دونون ہاتھ ٹوٹنے سے کیا مراد ہے؟ ظاہری دونون ہاتھون کا ٹوٹنا مراد نہین بلکہ ہاتھ یا گردن یا سر سے انسان کو تعبیر کیا کرتے ہین مراد یہ کہ وہ خراب ہو جاوے۔ انسان کے اندر خدا پاک نے دو قوت رکھی ہین ایک قوت نظریہ جسکے سبب چیزون کا علم آتا ہے ہر ایک چیز کو

# سورۃ اخلاص مکیہ یا مدنیہ اور اسمین چار آیتیین

## بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

(اے نبی) کہدو یہ کہ اللہ یگانہ ہے · اللہ بے نیاز ہے · نہ کوئی اُس سے پیدا ہوا وہ کسی سے · اور نہ کوئی اُس کا ہمسر ہے

## ترکیب

ہو الضمیر للشان اللہ مبتدء احد خبرہ والجملۃ تفسیر للضمیر وہو مرجعہ ویمکن ان یرجع الضمیر الی المذکور وہو الرب وعلی ہذا التقدیر ہو مبتدء اللہ احد الجملۃ خبرہ ویمکن ان یکون اللہ خبر اول احد خبر ثان ویجوز ان یکون اللہ بدلا من ہو ویجوز ان یکون احد خبر مبتدء محذوف والصمد فی ہذا احمد واحد بمعنی واحد ہو۔ اللہ مبتدء الصمد خبرہ۔ لم یلد ہذہ الجملۃ وکذا ما بعدہا خبر الصمد۔ ولم یکن احد احد وصف الخبر وجہان احدہا کفوا ولہ المستقر بکان او حال من کفوا والثانی الخبر لہ وکفوا حال من احد ای ولم یکن احد کفوا لہ فلما قدم النکرۃ وصفہا نصبہا علی الحال

## تفسیر

یہ سورہ جمہور کے نزدیک مکہ مین نازل ہوئی ہے اور عطا و عکرمہ و جابر و ابن مسعود کا بھی یہی قول ہے اور قتادہ و ضحاک و سدی کہتے ہین کہ مدینہ مین نازل ہوئی۔ اور ابن عباس سے بھی ایک روایت کرتے ہین۔ مگر قوت جمہور کے قول کو ہے۔
اس سورہ کی چار آیتین ہین۔ اور ربط اس سورہ کا سورہ لہب سے یہ ہے کہ ابولہب اور دیگر معاندِ قریش جس بلا مین پڑے تھے وہ خدا سے واحد لاشریک کو جیسا جاننا چاہیئے اُسکے مطابق نہ جاننے سے پڑے تھے اب اس سورہ مین بتلایا جاتا ہے کہ وہ حق سبحانہ کیسا ہے اور اُسکو کیسا سمجھنا چاہیئے اور نیز سورہ کافرون مین جسکی عبادت کا اقرار تھا اُسکے کامل اوصاف بیان کردینا مقتضائے رحمت اور محبت کا اتمام ہے اگر اسکو سنکر بھی یقین نہ لائے اور اُسکی ذات مبارک مین باطل خیالات پیدا کرے جو محض توہمات پر مبنی ہین تو اپنا سر کھائے اور ابتر بنکر کوثر سے محروم رہے اور ابولہب والی بلا مین گرفتار ہو۔ اس لیئے اسکے بعد اس سورۃ کو رکھا گیا۔
اور **شان نزول** اسکا مجملا یہ ہے کہ کفار قریش نے یا کسی اعرابی نے یا یہود کے علماء کعب بن اشرف و حی بن اخطب وغیرہ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ آپ اپنے رب کے بہت اوصاف بیان کرتا کہ معلوم ہو کہ وہ کیسا ہے اسپر یہ سورہ مبارکہ نازل ہوئی پھر اس بات کو محدثین نے مختلف الفاظ اور قدرے اختلاف مضامین سے اپنی اپنی کتابون مین روایت کیا ہے چنانچہ امام احمد نے اور بخاری نے اپنی تاریخ مین اور حاکم نے مستدرک مین اور ابن خزیمہ نے اُبی بن کعب سے روایت کی ہے کہ مشرکین نے حضرت سے پوچھا تھا کہ اپنے رب کو بیان فرمایئے تو یہ سورہ نازل ہوئی الخ اور اسیطرح ترمذی نے ابوالعالیہ سے روایت کی ہے۔ اور طبرانی و بیہقی و ابونعیم نے جابر سے روایت کی ہے کہ کسی اعرابی نے عرض کیا تھا کہ رب کے اوصاف بیان فرمایئے تب یہ سورہ نازل ہوئی

کہ جب انتقام الٰہی کا وقت آیا تو دنیا میں مال کام آیا نہ اولاد کوئی بھی اُس آفت کو ٹال نہ سکا۔ اور اسیطرح مرنے کے بعد جو عذاب دردناک پیش آیا اور قیامت میں آویگا وہاں بھی نہ مال کام آویگا نہ اولاد نہ دنیاوی عزت و جاہ حسب و نسب۔ پھر جب یہ ایسی بے بنیاد چیزیں ہیں تو انپر فریفتہ ہونا اور آخرت کو بھول جانا اگر تباب و خسران ازلی نہیں تو اور کیا ہے؟ اب آخرت کا حال بیان فرماتا ہے سیصلی نارا ذات لہب کہ عنقریب وہ ایک ایسی آگ میں پڑے گا جو شعلہ مارتی ہوگی۔ یہ وہی آتش عداوت و عناد ہے جو دنیا میں شعلہ زن تھی اور صرف وہی بس نہیں بلکہ وامرأتہ اسکی جورو بھی اُس آگ میں گرے گی کیلئے کہ اُسکے دل میں بھی آتش عداوت شعلہ زن تھی۔ شعلہ مارنے والی آگ میں مرنیکے بعد تو وہ دونوں گرے ہی ہیں مگر پیغمبر خدا صلعم کی روز افزوں ترقی اور اپنا تنزل دیکھنا بھی آگ میں گرنا تھا اور یہ پیشگوئی کے مطابق وہ بہت جلد اس آگ میں گرے جو رات دن جلا کرتے تھے۔

اب اُسکی جورو کا حال بیان فرماتا ہے حمالۃ الحطب جو لکڑیوں کا گٹھا اُٹھانے والی ہے۔ (۴) فی جیدہا حبل من مسد اُسکی گردن میں مونج کی مضبوط رسی پڑی ہوئی ہے۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ اُسکی بیوی کے وہ اوصاف ہیں جو دنیا میں اُسکو حاصل تھے۔ پھر اس تقدیر پر یا تو حقیقی معنی مراد ہیں کہ وہ بڑی ذلیل تھی آپ لکڑیاں لایا کرتی تھی اور جسطرح لکڑہاروں کے گلے میں رسی بندھی ہوتی ہے جبکہ وہ لکڑیوں کو جاتے ہیں اسیطرح اُسکے بندھی رہتی تھی پھر ایسی خسیس و دنی الطبع کا خیرات و صدقات میں صرف کرنا کیسا؟ یا اُسکے مجازی معنی مراد ہیں۔ حمالۃ الحطب عرب کے محاورہ میں اُس عورت کو کہتے ہیں جو لگائی بجھائی کرے اور چغل خوری کرکے لڑائی کرائے چغل خور کو عرب کہتے ہیں فلان یحطب علی فلان یہ استعارہ ہے اور فارسی میں بھی سخن چین کو ہیزم کش کہتے ہیں۔ اُس بدنصیب کی یہ بھی عادت تھی کہ لوگوں کو لڑا مارتی تھی اور عورتوں میں یہ عیب زیادہ ہوتا ہے اِدھر کی بات اُدھر اور اُدھر کی اِدھر لیجایا کرتی ہیں۔ یہ قتادہ و مجاہد و سدی کا قول ہے اور حقیقی معنی مراد لینے کا ابن زید و ضحاک و ربیع بن انس و مرہ ہمدانی کا قول تھا۔ بعض فرماتے ہیں کہ یہ اُسکی آخرت کی حالت ہو کہ جسطرح دنیا میں حضرت کے راستے میں ڈالنے کو کانٹے باندھکر لاتی تھی اور اپنے گلے کے گلوبند پر جو بڑا قیمتی تھا ناز کرتی تھی اور کہتی تھی کہ محمد صلعم کے ہلاک کرنے میں اسکو صرف کردونگی اسیطرح جہنم میں اُسکے سر پر لکڑیوں کا گٹھا ہوگا اور وہ گلوبند ایک مستحکم رسہ بنکر گلے میں پڑا ہوگا جس سے فرشتے اسکو گھسیٹیں گے۔

گلے میں مضبوط رسی سے اسطرف بھی اشارہ ہے کہ بہیمیت و شیطانیت کی مضبوط رسی اُسکے گلے میں پڑی ہوئی تھی جسکو پکڑ کر اُس کا نفس خبیث راہ حق سے کھینچتا تھا۔ ہر کافر و مشرک کے گلے میں اس قسم کی رسی پڑی ہوئی ہے۔ بدکاروں کے گلے میں شہوات کی رسی پڑی ہوئی ہے۔ محبان خدا کے گلے میں محبت کی رسی ہے ؎ رشتہ در گردنم افگندہ دوست * میبرد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست *

---

ف حمالۃ الحطب میں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ اُسکے گناہوں کا گٹھا اُسکی پشت پر تھا اور خواہش دنیا کی رسی گلے میں پڑی ہوئی تھی۔

اور حمالۃ الحطب میں اُسکے خاوند کی نالائقی کی طرف بھی اشارہ ہے کیونکہ عورت بوقت مخصوص خاوند کو اوپر لادتی ہے اُسکا خاوند ایک لکڑی تھا کنایہ استعارہ ہے جو جلانے کے قابل ہو اور فی جیدہا الخ میں خاص اسکی طرف اشارہ ہو کہ اپنے نفس بد کی یا اس نالائق خاوند کی بڑی مطیع ہے گویا اطاعت کی گلے میں رسی پڑی ہوئی ہو اور رسی بھی بڑی مضبوط کھجور کے پٹھوں کی ۱۲ منہ

فرق ہے جمہور [illegible] ازہری فرماتے ہیں کہ احدیت کے ساتھ بجز حق سبحانہ کے اور کوئی متصف نہیں ہوسکتا رجل احد درہم احد نہیں کہتے بلکہ رجل واحد درہم واحد کہتے ہیں اور واحد احد میں داخل ہے نہ احد واحد میں کیونکہ ایک اور یکتا میں فرق ہے۔ اور اگر کوئی یوں کہے کہ ایک شخص اسکا مقابلہ نہیں کرسکتا تو سمجھا جائیگا کہ دو کرسکتے ہیں بخلاف احد کے اور اسیطرح عربی میں کہیں گے لا یقاومہ احد تو اسکے [illegible] کہ کوئی بھی مقابلہ نہیں کرسکتا اور اسیلئے احد اثبات کے موقع پر اور احد نفی کے موقع میں مستعمل ہوتا ہے اور یہ بھی ہے کہ واحد کے احد [illegible] ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ احد وہ [illegible] نہ جس میں کثرت کا لحاظ ہے نہ قلت کا کسی شریک کے وجود کا نہ عدم کا [illegible] جو جمیع صفات اور جمیع شیونات کا اور [illegible] ہے بالخصوص یکتائی کی صفت [illegible] اور اسیلئے اول [illegible] ہو وار [illegible] اور پھر اسکے نام کو ذکر کیا جو اللہ ہے اور اسیلئے اسکو اسم ذات کہتے ہیں اور چونکہ جمیع صفات [illegible] اور [illegible] لفظ احد [illegible] معلوم ہو کہ اسکی صفات [illegible] میں کثرت نہیں [illegible] اور جو کثرت [illegible] وہ محض اعتبارات [illegible] حقیقت کثرت نہیں [illegible] کوئی [illegible] اور اسیلئے [illegible] کرام کے نزدیک [illegible] اور مقام واحدیت [illegible] کہتے ہیں کہ دونوں لفظوں کے ایک ہی معنی زبان عرب میں [illegible] کہ [illegible] اکرم [illegible]

فوائد [illegible]

کہ اس سورۃ میں بندوں کے مراتب کا بھی ایماء [illegible] باطلہ کے [illegible] آن کا بھی رد ہے اور [illegible] کا بھی اظہار ہے [illegible] باتیں ہوئیں اوّل [illegible] کی طرف اس ایک آیت میں اشارہ ہے اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ بندوں کی تین قسم ہیں اول مقرّبین کہ جنکی محبت [illegible] بالکل غلبہ کرگئی اور اسی لیئے محبت کے ظلمانی پردے انکی آنکھوں سے اُٹھ گئے اب انکو عالم میں کسیکی ہستی نہیں دکھائی دیتی اس آفتاب حقیقی کے سامنے تمام موجودات کے ستارے مخفی ہوگئے یا یوں کہو کہ اشیاء کے تعینات پر نظر نہیں رہی پھر تو تمام اُسیکی ہستی اور اُسی کے وجود کا دریا رواں دیکھتے ہیں ؎

چو سلطان عزت علم برکشد ٭ جہان سر بجیب عدم درکشد ٭ اور اسی معنی میں عارف جامیؒ نے فرمایا ہے ؎ بخدا غیر خدا در دو جہان چیزے نیست ٭ بے نشان ست کزو نام و نشان چیزے نیست ٭ اور بندہ کی ایسی حالت ہوجانی عقلاً ممکن ہے اور اسکی تمثیل یہ ہے کہ جب کوئی سبز یا سرخ آئینہ آنکھوں پر رکھکر دیکھتا ہے تو باوجودیکہ اشیاء باہم متغیر ہیں مگر سب اُسکو سرخ یا سبز ہی نظر آتی ہیں۔ یہ مقربین حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام ہیں جنمیں صدیقین و شہداء بھی داخل ہیں انکو بجز اسکے اور کی حقیقی ہستی ہی معلوم نہیں ہوتی اس لیئے اُنکے لیئے لفظ ہو فرمایا۔ گو یہ اشارہ مطلق ہے کوئی قید نہیں مگر جب مشار الیہ معین ہے تو بجز اسکے اور کون مراد ہوسکتا ہے۔ دوم اصحاب الیمین جو صلحاء و ابرار ہیں انکی محبت و ملکیت کا وزن برابر ہے اسیلئے انکی آنکھوں میں مخلوق کا بھی وجود ہے انپر وہ حالت طاری نہیں جو مقربین پر تھی اسیلئے لفظ ہو اُنکے لیئے کافی نہ تھا بلکہ ایک ایسا لفظ درکار تھا جو خالق و مخلوق میں امتیاز کردے اسیلئے اسکے بعد لفظ اللہ آیا اسکے سننے سے اُنپر انکشاف ہوگیا

اور بیہقی وغیرہ نے علماء یہود کے سوال پر نازل ہونا بیان کیا ہے -
اور یہ ممکن ہے کہ اول مکہ کے قریش نے سوال کیا ہو اور سورۃ نازل ہوئی ہو اور پھر مدینہ میں آکر یہود نے یا اعرابی نے بھی یہی سوال کیا ہو اور آپ نے
اس سورہ مبارکہ کو پڑھ دینا کافی سمجھا ہو اور مفسرین کے نزدیک اکثر سوال کے جواب میں کسی آیت یا سورۃ کا پڑھ دینا بھی نازل ہونے سے تعبیر کیا
جاتا ہے جیسا کہ ہم مقدمہ تفسیر میں بیان کر آئے ہیں اس تقدیر پر روایات مذکورہ بالا میں کچھ بھی اختلاف نہیں -

## فضائل

اس سورہ مبارکہ کے بہت کچھ فضائل ہیں یہ توحید وعقائد اسلامیہ کی یعنی ذات پاک حق سبحانہ کی بابت ہیں اور جنکا بیان کچھ اجمالاً یہاں ہے یہ بنیاد ہے
وہ سب اس سورہ میں مذکور ہیں اور گویا اس بارہ میں قرآن مجید کا خاتمہ اسی پر ہے اور باقی پچھلی دو سورتیں قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس
تتمہ کے طور پر ہیں جنمیں ہر ایک قسم کے شر سے جو آسمانی ہو یا زمینی ہو ظاہری ہو یا باطنی جو تو حید وادائے فرائض میں خلل انداز ہوتے ہیں خدا سے
پناہ مانگنے کا حکم ہے جسمیں اشارہ ہے کہ ان شرور سے بچتے رہو اور ان خطرات دوسوں کو دل میں جگہ نہ دو ادائے احکام اور توحید پر قائم رہو -
امام بخاری واحمد وغیرہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس کی کہ جسکے قبضہ میں میری جان ہے یہ
سورہ تہائی قرآن کے برابر ہے - امام احمد ونسائی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ جسنے یہ سورہ پڑھی گویا اس نے تہائی قرآن پڑھا
تہائی کے برابر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ مضامین قرآن مجید تین قسم کے ہیں - توحید وصفات باری تعالیٰ - احکام اعمال عبادات و معاملات
اور وہاں کے حالات - سو اس سورہ مبارکہ میں توحید وصفات پورے ہیں
بخاری ومسلم نے روایت کی ہے کہ آپنے چند شخصوں کو جہاد میں بھیجا انکا امام نماز میں سب قرأت تمام کرتا تو قل ہو اللہ پڑھا کرتا لوگوں نے واپس آکر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپنے فرمایا کہ اس سے پوچھو وہ ایسا کیوں کرتا تھا اسنے جواب دیا کہ اس میں حق سبحانہ کی صفات ہیں اس لیئے
میں اسکو دوست رکھتا ہوں آپنے فرمایا کہ اسکو خبر کر دو کہ خدا اسکو دوست رکھتا ہے - اور بھی احادیث اسکے فضائل میں وارد ہیں -

## تفسیر

قل کہ اے نبی کہدو - اس میں اشارہ ہے کہ آپ از خود نہیں فرماتے یہ اسرار کہ جن تک حکماء کے عقول کو بھی برسوں کی ریاضت
اور غور وفکر کے بعد بھی پوری رسائی نہیں ملہم غیب کیطرف سے ہیں - اس لفظ کے سننے کے بعد مخاطب کو شوق اور انتظار بھی پیدا
ہوتا ہے کہ دیکھیئے عالم غیب سے اسکے بعد کیا ارشاد ہوتا ہے - قل ہو اللہ احد کہ وہ رب کہ جسکی صفت تم بیان کرتے ہو اللہ ہے جو یکتا ہے
اسکی ذات اور صفات میں یکتائی ہے - ذات میں اس طرح سے کہ نہ اور کوئی شریک الوہیت ہے نہ اسکی ذات کے لیئے اجزاء ہیں
نہ تحقیقی نہ تقدیری نہ ترکیبی نہ تحلیلی - اور صفات میں یکتائی یہ ہے کہ وہی ازلی ہے اور کوئی نہیں وہی ابدی ہے اور کوئی نہیں وہی قادر مطلق ہے
اور کوئی نہیں وہی علیم مطلق ہے کہ جسکے علم سے کوئی چیز باہر نہیں اور غیب کے علوم اور اسرار اسکے سامنے حاضر ہیں اور کوئی ایسا نہیں وہی رحمن رحیم
حقیقی ہے اور کوئی نہیں وہی موجود اصلی ہے اور کوئی نہیں اور جو موجودات ہیں تو انکا وجود ذاتی نہیں بلکہ مستعار ہے اسیکے وجود کا پرتو ہے وہی
مستغنی ہے اور کوئی نہیں الغرض وصف احدیت اسیکا حصہ ہے اسلیئے لفظ احد آیا جسکے معنی ہیں یکتا نہ واحد جسکے معنی ہیں ایک احد اور واحد میں

فرق

کر سکتا اسکو ہمیشہ انکی خوشامد کرنا بھی انہیں ضرور ہوا اور پھر ان چیزوں کی پرستش اور نذر و نیاز سے عجائب و سموات و قانون بنا کسی نے انکے نفوس کی پرستش کی کسی نے انکے نام کی مورتیں بنائیں پھر کسی نے صرف علویات کی پرستش پر قناعت کی ستاروں اور کواکب کو پوجنا اختیار کیا فرقہ صابئیہ جو کہیں جگہ مذکور ہوا اسکا یہی طریق تھا قدیم یونانی اور اہل مصر اور اہل شام و عراق کا بھی یہی مذہب تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عرب کے بھی اسیطرح صدہا معبود تھے کہ جسطرح ابتک ہنود کے ہیں اور مجوس بھی اسیطرح عناصر پرستی کرتے تھے جیسا کہ اب تک کرتے ہیں۔ اب رہا فرقہ موحدین جو دنیا پر تعداد میں سب سے زیادہ ہے پھر اسکے بھی اقسام ہیں۔ یہود جو حضرت عیسے علیہ السلام سے اوپر تک کے اکثر نبیوں کو مانتے ہیں حضرت موسے علیہ السلام کی توریت اور دیگر صحف انبیاء علیہم السلام کی جو انکے پاس محرف موجود ہیں تعظیم کرتے ہیں۔ سامرہ جو فرقہ حضرت موسے علیہ السلام کی توریت کو مانتے ہیں وہ بھی یہود میں سے ایک شاخ نکلی ہوئی ہے۔ نصاریٰ جو حضرت عیسے علیہ السلام کو اور ان سے پہلے سب انبیاء علیہم السلام کو مانتے ہیں اور توریت کو بھی انجیل کی طرح مقدس سمجھتے ہیں۔ [illegible] فرقہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا پھر ہر نبی اس طریقہ کی تقویت کرتے آئے حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ علیہ وسلامہ نے اس طریقہ کو نہایت رونق دی اور اسکی بنیاد کے مستحکم ستون رکھے اس لئے اس بزرگ باخدا کی طرف یہ فرقہ منسوب ہوتا ہے اور اسکو حنیفیہ کہتے ہیں۔ طریقہ حنیفیہ میں خدا تعالے کی توحید اور قیامت کا اعتقاد اور مرنیکے بعد جزا و سزا کا اقرار شرط ہے خالص عبادت کی تاکید اگلے نبیوں اور انکی کتابوں اور فرشتوں پر ایمان لانے کی تاکید ہے ناجائز افعال کے ارتکاب سے ممانعت عرب میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل میں اس طریقہ کی پابندی کا دعویٰ تھا۔

مگر حنیفیت میں غیر مذاہب کے اختلاط سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد تک بہت نقصان آگیا تھا یہ محل بوسیدہ ہوکر گرنیکے قریب ہوگیا تھا۔ یہود میں بہت سے فرقے پیدا ہوگئے تھے بہت سے قیامت کے ہی منکر ہوگئے تھے اور بہت میں بت پرستی رواج پاگئی تھی اور اسیطرح رومیوں اور یونانیوں اور دیگر بت پرست قوموں کے اختلاط سے عیسائیوں میں صدہا فرق ہوگئے تھے اور ابتک ہیں اور حضرت عیسے علیہ السلام کو خدائے پاک کا بیٹا اور خدائی کا تیسرا جزو سمجھنے لگے اور بعض تو حضرت مریم کو بھی پوجنے لگے تھے اور عرب میں بھی حنیفیت کے نشان مٹ چکے تھے عموماً بت پرستی رواج پاگئی تھی۔

اخیر زمانہ میں خدا تعالے نے عرب میں ایک ایسا نبی برپا کیا جس نے اپنی روحانی طاقت سے اس ملت حنیفیہ میں پھر جان پھونکدی اور جو کچھ اس فرقہ میں نقص پیدا ہوگئے ہیں انکو دور کردیا۔ اور اس نبی پر یہ سورہ نازل فرمائی جس میں جمیع مذاہب باطلہ خصوصاً یہود و نصاریٰ کے قبائح پر تنبیہ کی گئی ہے۔

اب دنیا میں اصل فرقہ حنیفیہ جو ہے وہ اسی نبی کے متبعین ہیں اور در اصل یہی لوگ حضرت ابراہیم و موسے و عیسے علیہم السلام وغیرہ بزرگوں کے ماننے والے ہیں۔

اب میں فرقوں کے ابطال کی اس سورۃ کے الفاظ سے تشریح کرتا ہوں۔

کہ منبع جمیع صفات کمال اور الوہیت کا مستحق وہی ہے اور کوئی نہیں۔ سوم اصحاب الشمال یعنے اشرار جنکی ملکہ ... پر بہیمیت
غالب آگئی اور آنکھوں پر بھاری پردے پڑ گئے عقل خداداد کا نور زائل ہو گیا۔ قلب کے آئینہ پر زنگ لگ گیا اور روح کا جوہر بگڑ گیا
یہ کفار و مشرکین ہین ان عقل کے اندہونکے نزدیک جہان کوئی بڑی چیز سامنے آگئی اور اسکا کرشمہ انکے دلپر نقش ہو گیا اسکو الوہیت
مین شریک کر لیا پھر کسی نے اسکو مستقل دوسرا خدا مان لیا کسی نے خدائی کا حصہ دار ٹھہرا لیا۔ آفتاب۔ ستارے عناصر۔ پتھر۔ اشجار
و ملائکہ و بنی آدم کے ابرار و مقربین اور جن و خبیث سب کو خدائی مین شریک کر لیا۔ ان کی مثال گدھے کی ہے نادان بچھے کی سی ہے
گائے دیکھی اسکو مان سمجھ کر پیچھے ہو لیا۔ بیل دیکھا اسکو مان سمجھ کر اسکے پیچھے دوڑ پڑا۔ پھر کسی نے ذات حق سبحانہ کا شریک
ٹھہرایا تو کسی نے صفات کا۔ انکے لیئے لفظ احد ارشاد فرمایا تاکہ اس لفظ کو شنکر ہی سمجھین۔

دوسری بات۔ یون تو بہت سے باطل مذہب ہین اور اس وقت بھی تھے مگر انکی تقسیم یون کرکے ضبط کر سکتے ہین کہ یا تو
وہ لوگ ہین جو سرے سے اس کائنات کے بانی کا مستقل وجود ہی نہین مانتے عناصر و ذرات کو کہتے ہین قدیم ہین اور ہمیشہ سے ہین
زمین۔ پانی۔ ہوا۔ آتش۔ افلاک و سیارات اور پھر انکی ترکیب سے حیوانات و جمادات و نباتات موالید ثلثہ پیدا ہو جاتے ہین اور
پھر ... جو ترکیب ہونے سے انمین آئی ہے باقی ہے اور محافظ قوت انکی صورت ہے یہ باقی ہے تو تو کبھی رہتے ہین نہین تو
... ہو کر مضمحل جاتی ہے اور ہر جزء اپنی اپنی جگہ جدا ہو کر چلا جاتا ہے اور اسیکا نام فنا ہے نہ کوئی خدا ہے نہ ملائکہ نہ غیر محسوس چیزون کا
... ہے نہ مرنیکے بعد حساب ہے نہ ثواب و عذاب انبیاء و دیگر اچھے لوگ بندونکی تعلیم کرنے کے لیئے اور ترغیب و ترہیب کے لیئے جنت و دوزخ
... یہ ایک مذہب ہے پھر اسکی بہت سی شاخین ہین دہریہ اور طبعیہ۔ اور یورپ مین آجکل اپنی ملکی زبانون کے نامون سے
... سوم ہین۔ حکماء یونان مین بھی ایسے بہت لوگ تھے اور دیگر ممالک مین بھی اور ہنود مین بھی ایسے بہت گروہ ہین
... بھی بہت پھیلی تھی اور آجکل نئی تعلیم کا زور اسی پر ہے اور ان کو شرع مین ملحد بھی کہتے ہین۔ ملحدون کی بڑی
بڑی ... ہین۔ یا وہ اس کائنات کے بانی کا وجود مستقل مانتے ہین اور اسکی ہستی کائنات کی ہستی سے جدا تسلیم کرتے
ہین۔ پھر اسکے ہر زبان مین جدا جدا نام ہین۔ خدا۔ اللہ۔ گاڈ۔ پرمیشر۔ تنگری وغیرہ۔ اور یہ فرقہ بہت ہے۔ اور
اکثر دنیا کی آبادی مین یہی لوگ پائے جاتے ہین پھر انکی دو قسم ہین یا تو وہ کسی آسمانی کتاب اور نبی کے قائل ہین یا
نہین اور جو قائل ہین ان کو متدین کہتے ہین اور جو قائل نہین وہ غیر متدین ہین۔ غیر متدین لوگونکے پھر بہت سے فریق ہین جیسا
کہ افریقہ اور ہند کے جنگلی لوگ۔ پھر جو ان مین شائستہ ہین انہون نے از خود یا انکے پیشواؤن اور علماء نے انکے لیئے قوانین بھی
بنائے ہین اور کتابین بھی لکھی ہین۔ میرے نزدیک اکثر ہنود کے مذاہب اور اسیطرح اہل چین و تاتار کے مذاہب اور اسیطرح
بخوسیرن کا مذہب اسی قسم مین داخل ہے۔ اس فریق کے آگے بہت سے فریق ہین مگر سب نے بانی کائنات حق سبحانہ کی
ذات پاک اور اسکے صفات مقدسہ مین کائنات مین سے بڑی بڑی چیزون کو حصہ دار ٹھہرایا ہے۔ عناصر و کواکب و
واحجار و اشجار اور ارواح غیر مرئیہ کو۔ ان اشیاء کو سمجھتے ہین کہ یہ مستقل خدا تو نہین مگر خدا تعالے ان بغیر کوئی کام بھی نہین

پھر کہین مرد کے اعضائے تناسل کی صورت جسکو مہادیو کا لنگ کہتے ہین ایک گھر ل ہین گڑا ہے جسکو پاربتی زوجہ مہادیو کا اندام نہانی سمجھا جاتا ہے۔ سانپون کا مالک ومختار گوگا پیر سمجھا جاتا ہے جو ایک مارواڑی راجپوت تھا۔ اسیطرح اور صدہا مکروہات ہین۔ ہنود کا فرقہ محدثہ جسکا آریہ نام ہے۔ ہرچند تاویلات رکیکہ کے ذریعہ سے اس داغ بدنامی کو اپنی کتب سے مٹانا چاہتا ہے اور جن کتابون سے مٹ ہی نہین سکتا جیساکہ اٹھارہ پوران اُن کا منکر ہو گیا ہے۔ مگر سناتن دھرم کے پنڈت انکی اس تدبیر کو کب چلنے دیتے ہین وہ کہتے ہین ان چیزون کی پرستش جیساکہ ہزارہا سال سے مروج ہے ہمارے چارون ویدون اور چھوٗن شاسترون اور اٹھارہ پرانون کی صریح عبارات سے ثابت ہے کوئی ایک آدھ جملہ نہین جو اسکی تاویل کیجاوے بلکہ بڑے لمبے چوڑے مضامین ہین اور ہمارے تمام پنڈت جو سنسکرت زبان کے ماہر تھے یہی مطلب سمجھتے آئے ہین اور قدیم شُرّاح نے یہی مطالب بیان کیئے ہین پھر یہ دیانند جو در اصل سنسکرت کا ماہر بھی نتھا نہ اُسکے پورے قواعد جانتا تھا ہزارون برسون کے بعد کہان کا پنڈت پیدا ہو گیا جو ہیر پھیر کے خلاف محاورہ زبان کے معنے بیان کرنے لگا۔ یہ کتابین نہ آسمانی ہین نہ ایک شخص کی تصنیف ہین چارون ویدون مین سے رگوید اول کتاب ہی کو دیکھو کہ متعدد اشخاص کے کلام متعدد مذاق کے موافق ہین جنکے نام بھی شارحین نے ہر شکتی کے سرے پر لکھدیئے ہین۔ نہ ہم اس بات کے مدعی ہین کہ ان کتابون مین کبھی تغیر نہین ہوا کس لیئے کہ کئی بار یہ کتابین دنیا سے معدوم ہو چکی ہین جنکو اوتارون نے موجود کیا ہے اگر آریہ فرقہ کو جو دیانند جیسے نیم علم کا معتقد ہے نئی تعلیم اور مسلمانون کی توحید سے بت پرستی ناپسند ہے اور مذہب قدیم انکے نزدیک سراسر جاہلانہ خیالات کا مجموعہ ہے کہ جسکو کوئی روشن دماغ قبول ہی نہین کر سکتا اور اسی لیئے وہ ہمیشہ ہندوستان ظلمت نشان کے باہر بھی نہین نکلا تو وہ ان کتابون اور اس مذہب کی کہانتک مرمت کریگا۔ حق پسندی یہی ہے کہ صاف صاف اقرار کرے کہ باطل ہے اور مذہب اسلام کو قبول کرلے اگر اس بارہ مین قوم سے ڈرتے ہین اور اپنی پرانی گدڑی کو گاڑھا کر کے تعصب دوشالہ کا مقابلہ کرنا چاہتے ہین اور حب الوطن کا حق ادا کرتے ہین تو ایمانداری نہین پوری خیانت ہے (مین پنڈتون کی اس گفتگو سے اتفاق کرتا ہون)۔

الغرض سیکڑون معبود ہین ایک دو نہین۔ اسیطرح بعض قومون نے اور اور آلے بنا لئے تھے۔ ان سب کے رد کے لیئے لفظ احد آیا کس لیئے کہ حق سبحانہ اپنی ذات وصفات مین یکتا ہے کوئی اُسکا کسی وصف مین شریک نہین۔ اب اُسکی توحید کے دلائل اگر مین مفصلاً بیان کرون تو اور ایک مبسوط کتاب بنجائے۔ خصوصاً ان قومون کے لیئے (جو خدا تعالےٰ کو بھی قادر جانتے ہین مگر مخلوق کو مظاہر یا اُسکے کارخانون کا مالک ومختار جان کر پوجتی ہین) تو لفظ احد اس غلط خیال کے مٹانے کو سیف قاطع ہے کیلئے کہ مقام احدیت مین اسکے سوائے اور کسیکا وجود بھی نہین پھر صفات مین شرکت کیسی وہ خود جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

مگر بلید الفہم لوگون کو اسکے بعد بھی تسلی نہین ہوتی اسیلئے اسکے بعد یہ جملہ ارشاد ہوا اللّٰہ الصمد کہ اللہ تعالےٰ بے نیاز ہے اُسکو اپنے کسی کام مین کسیکی حاجت نہین اور وہ حاجت روا اور قاضی الحاجات بھی ہے پھر کون ہے جو بندون کی حاجت برآری کرے اور کسکی مجال ہے جو اسکے آگے

ہوتے اُن ملحدون اور خدا کے منکرون کو تنبیہ ہے جو کسیقدر عقل و ادراک سے بھی بہرہ ور ہین کیونکہ موجودات مین سے جب وہ ایک چیز کو بھی غور کرینگے تو آخر یہی بول اُٹھین گے کہ وہی ہے وہی۔ اب آفتاب ہی کو دیکھو اور اپنے علم کے گھوڑے دوڑاؤ اور اُسکو ساکن بھی مان لو اور زمین کو اُسکے اردگرد حرکت کرتے ہوئے سمجھ لو تو اب یہ بتاؤ کہ اگر یہ خود بخود بنگیا ہے تو گول کس نے کردیا اور پھر اور ستارون سے یہ کیون بڑا بنگیا اُن مین نور کیون نہین کس لیئے کہ جسطرح از خود یہ بنا ہے وہ بھی بنے ہین پھر اُسکے نور مین گرمی کی کیا وجہ ہے اور انکے نور مین سردی کا کون سبب ہے پھر اُنکے باہم یہ ابعاد اس مقدار پر کیون ہین؟ اور جب یہ کسی کے مسخر نہین تو پھر ان فاصلہ مین تفاوت کیون پیدا نہین ہوتا اگر کہو مادہ علت ہی تو مادہ تمہارے قول کے بموجب غیر محسوس چیز ہے اُسکے قائل ہو۔ نہ اسکا کون سبب۔ پھر مادہ کو اس طرح کسنے تقسیم کیا اور مادہ تو سب کا ایک ہی پھر تفاوت کیون ہے؟ پھر اگر کہو صورت کے سبب سے تفاوت ہے تو اُس صورت کو کس نے پیدا کیا اور کیون مختلف صورتین پیدا ہوئین؟ پھر اگر وہی مادہ سبب اور علت ہی تو ترجیح بلا مرجح ہے اور اگر اور کوئی مرجح ہے تو وہی ہے آخر کار پھر پھر کر اُسیطرف آنا پڑتا ہے۔ مادی اور طبعی لوگون کو بجز سکوت اور حیرت کے کوئی چارہ نہین ہوتا اس بحث کو ہم اسیقدر پر تمام کرتے ہین اور مادی اور طبعی آج کل حکماء یورپ ہین۔ اور جو بطئی الفہم ہین اُنکے لیئے لفظ اللہ خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے۔

اب رہے وہ فرقے کہ جو خداتعالےٰ کے وجود مستقل کے قائل ہین اور اُسکو قادر بھی مانتے ہین مگر ساتھ ہی اور موجودات کو بھی خدائی مین شریک کرتے ہین چنانچہ مجوس کہتے ہین کہ ایک نوری خالق ہے جسکو یزدان کہتے ہین اور ایک ظلمانی جسکو اہرمن کہتے ہین۔ یزدان نیک اشیاء اور نیک کام پیدا کرتا ہے اور اہرمن مضر چیزین اور بُرے کام کراتا ہے اور دونون کا باہم مقابلہ بھی ہوا کرتا ہے کبھی وہ غالب یہ مغلوب اور کبھی یہ غالب وہ مغلوب اور دیگر مشرکین اور اشیاء کو اُسکی صفات مین شریک کرتے ہین۔ عرب فرشتون کو اور جنون کو خدا کے رشتہ دار اور بیٹیان سمجھ کر کارخانۂ قضاء و قدر کا مختار کل جانتے تھے اسیطرح عناصر اور کواکب کو مظہر تجلی سمجھکر اُن کو قاضی الحاجات دافع البلیات خیال کرتے تھے بلکہ ہنود اور مجوس ابتک ایسا ہی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بغیر اُنکی عبادت کے ہو نہین سکتی نہ اُس تک اُنکے وسیلہ بغیر فریاد پہونچ سکتی ہے نہ نذر و نیاز۔ اور ہنود نے حیوانات نباتات کو بھی اُس مرتبہ مین سمجھ رکھا ہے اور عرب کے مشرکوں اور دیگر اقوام کا بھی اسیکے قریب قریب حال تھا۔ پھر کہین کسی دیوتا کو بارش کا کسیکو صحت و تندرستی کا کسیکو ارزانی کا اور کسیکو گرانی کا اور کسیکو اولاد و مال کا اور کسیکو فتح و شکست کا اور کسیکو موت و حیات کا مختار سمجھ رکھا ہے اور عرب نے بھی سمجھ رکھا تھا پھر اُن دیوتاؤن کی مورتین پیتل تانبے سونے چاندی پتھر کی بنا رکھی تھین اور مکانات مین رکھ چھوڑی تھین جیسا کہ ہنود کے مندر یا بتخانے پھر اُنکے آگے سجدہ کرتے تھے۔ قربانیان کرتے تھے نذر و نیاز پیش کرتے تھے ناچ دکھاتے گانے سناتے تھے بخور جلاتے تھے باجے بجاتے تھے اور اُن مندرون کے پجاری مقرر تھے۔ اور اسیطرح زہرہ۔ مشتری۔ آفتاب۔ ماہتاب وغیرہ ستارون کے مندر بنے ہوئے تھے اور اور اب جسکو ان اگلے لوگون کے حالات دریافت کرنے ہون تو ہندوستان مین آکر ہنود کے معابد دیکھ لے کہین ہنومان جی کھڑے ہین تو کہین مہادیو کی مورت ہے اور کہین بشن کی اور کہین بھیرون کی اور کہین کالی دیوی کی تو کہین لاٹون والی کی تو کہین اور کسی کی خصوصاً شہر بنارس مین یہ تماشہ خوب موجود ہے۔ ہرچند مسلمانون کے آنے سے بہت کم ہوگیا مگر پھر بھی بہت ہے

ترکیبات سے منزہ ہوتا ہے اور جب احدیت ہے تو وہ مکان اور جسم سے بھی پاک ہے کس لیئے کہ مکان یعنی جگہ مجسم بننے کے لیئے ہوتا ہے اور جو چیز مجسم ہے ضرور مرکب ہے اسکے اجزاء لایتجزی ہون یا ہیولی وصورت ہون اور ترکیب منافی احدیت ہے اور جب وہ نہ جسمانی ہے نہ مکانی تو جمیع عوارض مکان وجسم بلکہ زمانہ سے بھی پاک ہے نہ اسکو موٹا کہہ سکتے ہین نہ دبلا نہ لمبا نہ پستہ قد نہ گورا نہ کالا نہ بوڑہا نہ جوان نہ وہ کسی مین حلول کیئے ہوئے ہے نہ کوئی اس مین کس لیئے کہ حلول بھی مستلزم ترکیب ہے پہر یہ کہنا کہ خدا تعالے فلان شخص مین گھس آیا یا فلان شخص خدا کی ذات مین داخل ہو گیا محض لغو ہے۔ اور جب وہ مجسم نہین تو شکل وصورت سے بھی پاک ہے۔ اور محسوس بھی نہین، اور لفظ احد اسکی یکتائی و استقلال صفات پر بھی دلالت کر رہا ہے۔

اسکے بعد پہر صفات کی تشریح فرماتا ہے۔ اللہ الصمد۔ صمد کے لغت مین دو معنی ہین۔ اول قصد و ارادہ کرنیکے اس تقدیر پر صمد بمعنے مصمود ہوگا کس لیئے کہ فعل بمعنی مفعول زبان عرب مین بکثرت مستعمل ہے۔ اس صورت مین یہ معنی ہونگے کہ وہ ہر ایک کا مقصود ہے ہر کوئی اسکی طرف قصد کرتا ہے۔ دوسرے صمد کے معنے ہین ٹہوس کے کہ اسپر کوئی اثر نہین آتا وہ قوی اور مستقل ہے۔ اس تقدیر پر یہ لفظ واجب الوجود کے معنی مین ہے۔ یہ لغوی معنی کی تحقیق تھی مگر عرف عرب مین یہ لفظ بہت سے معانی مین مستعمل ہے اس لیئے مفسرین مین سے ہر ایک نے ایک ایک معنی اختیار کیئے ہین (۱) یہ کہ وہ جمیع اشیاء کا جاننے والا ہے کس لیئے کہ حاجت روائی کرنا بغیر اسکے ممکن نہین (۲) ابن مسعود کا قول یہ ہے کہ اسکے معنی ہین سردار کے جو سب سے اعلی سردار ہو (۳) اصم کہتے ہین کہ صمد جمیع اشیاء کے خالق کو کہتے ہین (۴) سدی کہتے ہین کہ صمد اسکو کہتے ہین کہ جو ہر کام مین مقصود اصلی ہو اور اسکی طرف فریاد لیجاتے ہون (۵) حسین بن فضل کہتے ہین کہ صمد وہ ہے کہ جو چاہے کرے (۶) صمد فرد کامل اور بزرگ کو کہتے ہین۔ یہ سب قول اول لغوی معنی کی تائید کرتے ہین اور سب صفات ثبوتیہ پر دلالت کرتے ہین۔ چند اقوال اور بھی ہین جو دوسرے لغوی معنی کی تائید کرتے ہین اور وہ سب صفات سلبیہ پر دلالت کرتے ہین (۱) صمد بے نیاز کہ جسکو کسی کی کسی بات مین حاجت نہو (۲) صمد وہ کہ جسکے اوپر اور کوئی بالا دست نہو (۳) قتادہ کہتے ہین صمد وہ جو نہ کھاوے نہ پیوے (۴) صمد وہ جو خلق کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہے فنا نہو جائے (۵) حسن بصری کہتے ہین صمد وہ کہ جسکو زوال نہو جیسا تھا ہمیشہ ویسا ہی رہے (۶) ابی بن کعب کہتے ہین صمد وہ جو نہ کبھی مرے نہ کوئی اسکا وارث بنے (۷) یمان اور ابو مالک کہتے ہین صمد وہ جو کبھی سوئے نہ بھولے (۸) ابن کیسان کہتے ہین صمد وہ جو اور کوئی اسکے صفات سے موصوف نہو۔ (۹) مقاتل بن حیان کہتے ہین کہ صمد بے عیب کو کہتے ہین (۱۰) ربیع بن انس کہتے ہین صمد وہ کہ جسپر کوئی آفت نہ آوے (۱۱) سعید بن جبیر کہتے ہین صمد وہ جو اپنے جمیع صفات اور افعال

دم مارے۔ اسکی شان صمدیت نہین چاہتی کہ اور کی عبادت کیجائے۔

اب فرق ملحدین کی خام خیالیون کا ابطال کرتا ہے فقال لم یلد اُس نے کبھی کسیکو نہین جنا۔ توالد و تناسل اُسکی احدیت و صمدیت کے برخلاف ہے کس لیئے کہ بیٹا باپ کے ہمجنس ہوا کرتا ہے پھر جب دوسرا اُس جیسا ہوا تو نہ احدیت رہی نہ بلحاظ صفات کے صمدیت باقی رہی کس لیئے کہ صمد وہی ہے کہ جسکو کسی کی طرف حاجت نہ ہو۔ اور سب کو اسکی طرف حاجت ہو۔ پھر بیٹا باپ کا ہمجنس جب ہی ہوگا کہ وہ بھی اُسکے مانند اوصاف رکھکر حاجت براری کرے۔ پس نہ فرشتے اُسکی بیٹیان ہین نہ جن نہ حضرت مسیح علیہ السلام بیٹے ہین نہ حضرت عزیر علیہ السلام جیسا کہ عیسائیون اور یہود کا خیال ہے نہ خود یہود یا اور کوئی قوم اُسکی اولاد ہے جیسا کہ وہ کہتے تھے نحن ابناء اللہ واحباءہ ولم یولد اور نہ اُسکو کسی نے جنا ہے اُس کا کوئی باپ نہین کس لیئے کہ اگر باپ ہو تو حادث ہو جاوے اور حادث خدا نہین ہو سکتا اگرچہ کسی مشہور فرق کا یہ اعتقاد نہین ہے کہ خدا تعالیٰ کا باپ ہے مگر یہ جملہ اس لیئے ارشاد ہوا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ جو کسی سے جنا گیا وہ خدا نہین ہو سکتا اس قاعدہ پر وہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کو عیسائی خدا کا بیٹا اور خدا بھی کہتے ہین اور اب تک الوہیت مسیح علیہ السلام کے قائل ہین اور اسی فاسد اعتقاد کو ایمان اور موجب نجات جانتے ہین اسکا بھی کامل رد ہو گیا۔ عیسائیون کا ایک اور فاسد عقیدہ ہے وہ کیا؟ تثلیث کہ باپ خدا یعنے حق سبحانہ اور بیٹا خدا یعنے حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور روح القدس جبرئیل علیہ السلام یا دوسرا فرشتہ یا روح اعظم خدا پھر سب ایک خدا نہ تین۔ ہرچند مذکورہ بالا دلائل سے یہ عقیدہ بھی باطل ہو گیا مگر اسکی زیادہ تر تصریح کرنے کے لیئے فرمایا ولم یکن لہ کفوا احد کہ اسکا کوئی کفو یعنی مثل بھی نہین۔ جب اسکا کوئی ہمسر نہین اور احدیت و صمدیت اور کسیکو نہ جننا کسی سے جنا جانا اسکا مقتضےٰ بھی ہے تو پھر عیسےٰ علیہ السلام اور روح القدس پر خدا کا اطلاق کرنا ہمسر اور کفو ثابت کرنا ہے جو بدیہی البطلان بات ہے۔ اور عیسائی تینون کو برابر خدا کہتے ہین پھر اس سے بڑھکر اور کیا ہمسری اور کفویت ہوگی؟

جمیع مذاہب باطلہ کے عقائد فاسدہ کا کن مختصر الفاظ مین اور کس شائستہ اسلوب مین رد کیا گیا ہے؟

**تیسری بات** اُسکے صفات کا ثبوت اور توضیح و تشریح اسکی کہ جس کے سننے کے مشرکین یا یہود مشتاق تھے اسطرح سے ہے کہ خدا تعالیٰ کے صفات یا ثبوتیہ ہین یا سلبیہ پھر ثبوتیہ یا اضافیہ ہین یا غیر اضافیہ۔ **صفات ثبوتیہ غیر اضافیہ** جیسا کہ اسکا حی یعنے زندہ ہونا۔ ازلی ہونا۔ ابدی ہونا۔ اور **صفات اضافیہ** کہ جنکا تعلق یا تعقل دوسری چیز سے ہو جیسا کہ اُسکا قادر ہونا۔ عالم ہونا سمیع و بصیر ہونا۔ صاحب ارادہ ہونا۔ خالق و رازق ہونا۔ اور **صفات سلبیہ** جیسا کہ نہ جوہر ہونا نہ جسم ہونا نہ کسی مکان و زمان مین ہونا۔ حدوث اور امکان کے خصائص سے مبرا ہونا نہ کسیکا باپ ہونا نہ کسیکا بیٹا ہونا۔ پس ہو اللہ مین صفات ثبوتیہ آگئے کس لیئے کہ اللہ اُس ذات کا نام ہے جسمین تمام کامل صفات پاسے جائین اور وہ مستحق عبادت بھی ہو۔ ہو اسکے وجود اصلی پر دلالت کرتا ہے اور لفظ اللہ اسکے حی قیوم سمیع و بصیر علیم و خبیر قادر و مالک ہونے پر اور دیگر اوصاف کمال پر دال ہے اور احد صفات سلبیہ پر دلالت کرتا ہے کس لیئے کہ احدیت سے مراد اُسکی ذات کا منفرد اور تمام قسم کی

# سورۂ فلق مدینہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیتیں ہیں

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ وَمِنْ شَرِّ

(کہی یون) دعا مانگا کر کہ میں تمام مخلوق کے شر سے صبح کے رب کی پناہ مانگتا ہوں ۔ اور اندھیرے کے شر سے کہ جب چل پڑے ۔ اور گرہوں پر

النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۙ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

پھونکنے والیوں کے شر سے اور حاسد کے شر سے جبکہ وہ حسد کرے۔

## ترکیب

برب الفلق الجار متعلق باعوذ الفلق بالتحريك الصبح واصله الشق يقال فلقت الشيء فلقا شققته والتفعيل للمبالغة يقال فلقته فانفلق وهو عام يتناول فلق الصبح من ظلام الليل والحبوب والنباتات من الارض والماء من الجبال قال الله تعالى فالق الاصباح وقال فالق الحب والنوى وقال فانفلق فكان كل فرق كالطود العظيم من شر ما خلق متعلق باعوذ ما بمعنى الذي والعائد محذوف ويجوز ان تكون ما مصدرية ويكون الخلق بمعنى المخلوق وقرئ الجمهور باضافة شر الى ما وقرئ ابو حنيفة رحمه الله بتنوين شر وما على هذا مع الفعل بتاويل المصدر في موضع الجر بدل من شر اي من شر خلقه وقال بعضهم ما نافية والمعنى من شر لم يخلقه وهذا فاسد لان ما النافية لا يتقدم عليها ما في حيزها وهذا عام وما بعده من الشرور الثلاثة تخصيص بعد التعميم الغاسق الليل والغسق الظلمة وهذا قول الفراء وابي عبيدة وقال الزجاج الغاسق البارد وانما سمي الليل به لانه ابرد من النهار وقب من الوقوب وهو دخول ظلامه يقال وقبت الشمس اذا غابت النفاثات هذا قراءة الجمهور وهي جمع نفاثة على المبالغة وقرئ النافثات جمع نافثة والنفث النفخ والعقد جمع عقدة (گرہ)

## تفسیر

حسن بصری و عکرمہ و عطاء و جابر کہتے ہیں کہ یہ سورہ بھی مکہ میں نازل ہوئی اور ابن عباس وغیرہ جمہور یہ کہتے ہیں کہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے اور یہی قول قوی تر ہے ۔ اور اس میں پانچ آیت ہیں ۔

عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک اختلاف مشہور ہے وہ یہ کہ انکے نزدیک یہ دونوں اخیر کی سورتیں کلام الٰہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منزل تو ہیں مگر قرآن مجید کا جزء نہیں بلکہ قرآن مجید قل ہو اللہ پر تمام ہوگیا ۔ اور یہ دونوں سورتیں بطور تعویذ و حفاظت کے نازل ہوئی ہیں ۔ اور اسی لیے وہ انکو اپنے قرآن میں نہیں لکھتے تھے ۔ یہ ہرگز نہیں کہ وہ ان کو کلام الٰہی اور منزل من اللہ نہیں جانتے تھے اور جس نے انکی نسبت یہ خیال کیا ہے یہ اسکی سخت غلط فہمی ہے ۔

مگر جمہور صحابہ اسکے خلاف ہیں سب نے عبداللہ بن مسعودؓ کے اس قول کو غلط ٹھہرا دیا تھا ۔ اور جمہور کے دلائل بہت ہیں از انجملہ وہ حدیث

عبداللہ بن مسعودؓ کا اختلاف اور اسکا فیصلہ

ہیں کامل ہو (۱۲) جعفر صادق فرماتے ہیں صمد وہ جو غالب رہے مغلوب نہ ہو (۱۳) ابن مسعود کہتے ہیں صمد کے معنی ہیں بے نیاز اور سب سے بے پروا (۱۴) ابوبکر وراق کہتے ہیں صمد وہ ہے کہ جس کی کنہ کے دریافت کرنے سے مخلوق ناامید ہو گئی ہو (۱۵) صمد وہ کہ جو کسی کی نظر نہ آ سکے (۱۶) ابوالعالیہ کہتے ہیں صمد وہ جو نہ کسی کو جنے نہ کسی نے اس کو جنا ہو (۱۷) ابن عباس فرماتے ہیں کہ صمد بڑا کہ جس کے اوپر کوئی بڑا نہو (۱۸) صمد وہ ہے جو زیادتی اور نقصان سے پاک ہو

الغرض لفظ صمد دونوں قسم کے صفات کا مجمع ہے۔ اسکے بعد بالخصوص چند اور صفات سلبیہ سے ان فرماتا ہے لم یلد کہ اس نے کسی کو نہیں جنا یعنے وہ کسی کا باپ نہیں کیونکہ بیٹا باپ کے مماثل ہوتا ہے وہ اپنا مثل بنانے سے پاک ہے اور نہ وہ جورو رکھتا ہے جس سے کسی کو جناوے اور وہ خواہش نفسانی سے پاک ہے ولم یولد اور وہ کسی سے پیدا بھی نہیں ہوا کوئی اسکا باپ نہیں یعنے حادث نہیں قدیم ہے وہ اس سے پاک ہے کہ اس پر کوئی وقت نیستی کا گزرا ہو۔ ولم یکن لہ کفوا احد اور وہ اس سے بھی پاک ہے کہ اسکا کوئی مثل اور ہمسر اور کفو و شبیہ ہو۔

اسکی کسی بات میں کوئی مساوی نہیں نہ ذات میں نہ وجود میں کس لیئے کہ اسکا وجود ذاتی ہے برخلاف مخلوق کے کہ ان کا وجود اسکی طرف سے آیا ہے نہ اسکے علم میں کوئی اسکا ہمسری ہے کس لیئے کہ اسکا علم بھی ذاتی ہے اسکی ذات منشاء علم ہے نہ اسکی قدرت میں کسی کو مساوات ہے کس لیئے کہ اسکی قدرت ذاتی ہے اور کسی کو جو قدرت آئی ہے اول تو وہ محدود ہے دوم اسکی طرف سے ہے۔

**ف** یہ سورہ حق تعالےٰ کے محامد میں ہے جیسا کہ سورۂ کوثر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مناقب میں تھی مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کفار نے بیٹا نہونے سے عیب لگایا اور ابتر کہا تھا برخلاف اسکے حق سبحانہ پر بیٹا ثابت کرنے سے نصاریٰ نے عیب لگایا تھا۔ پھر جسطرح وہاں آپ حق سبحانہ نے اپنے نبی کریم کی طرف سے جواب دیا اور فرمایا کہ تیرا دشمن ہی ابتر ہے اسی لیئے اس سورہ میں لفظ قل نہیں فرمایا اس سورہ میں اپنی طرف سے اپنے نبی کو مخالفوں کو جواب دینے پر مامور کیا اور اسی لیئے ابتدا میں لفظ قل استعمال ہوا۔ اس میں اشارہ ہے کہ مشرکین عرب اپنی جہالت سے آپ کے دشمن ہیں مگر یہ اہل کتاب باوجود علم وکتاب کے میرے دشمن ہیں جو مجھپر ایسا عیب لگاتے ہیں

(سبحان اللہ عما یصفون)

لوگ اُنکے ایمان ویقین میں جو چیزیں خلل انداز ہیں اُن کا اور اُن سے پناہ مانگنے کا ذکر سورہ قل اعوذ برب الناس میں ہے جسکا ذکر ہم اُسکی تفسیر میں کرینگے۔

فائدہ۔ اسمین کوئی شبہ نہین کہ جب بندہ دل سے اُسکی پناہ چاہتا ہے تو غیب سے اُسکی حمایت ہوتی ہے اور نیز اسمین اشارہ ہے کہ انسان کسی کمال پر نازان نہونا چاہیئے دل کی حالت بدلتے کوئی دیر نہین لگتی اسی لیئے اہل کمال ہر وقت لرزان ہی رہا کرتے اور اُسی سے پناہ مانگتے تھے اور نیز پناہ مانگنا بھی ایک عجز اور عمدہ عبادت ہے جو بندہ کے دل پر نورانی کیفیت طاری کردینے میں عجیب اثر رکھتی ہے۔

اب ہم آیات کی تفسیر بیان کرتے ہین۔ قل کہدو اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ اس لفظ کے شروع مین لا صقے سے اس طرف اشارہ ہے کہ جسطرح وہ عقائد صحیحہ جو سورۂ قل ہو اللہ مین بیان ہوئے تیری طرف سے نتھے بلکہ منجانب اللہ جو آپنے اپنے او صادق بیان فرمائے کسی دلیل و برہان منطقی اور کسی نے اپنے انکشاف سے ثابت نہ تھے جنمین غلطی کا احتمال باقی رہتا اسطرح ان اشیاء کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنا بھی اُسکا حکم ہے جو اُسنے اپنے بندون کی اندرونی حالت پر نظر کرکے ارشاد فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ بجز اللہ کے اور آپکے سوا جو خفیہ جگہ جزو بدن انسانی کو جسقدر خالق جانتا ہے اور کوئی نہین جان سکتا۔

اعوذ برب الفلق کہ مین پناہ مانگتا ہون صبح کے پروردگار کی جو رات کی ظلمت دور کرتا ہے اور روشنی پھیلاتا ہے۔

فوائد۔ فلق کے لغوی معنی پھاڑ کر چیز کو نکالنے کے ہین زمین سے دانہ نکالنے مین بھی خدا سبحانہ کو فالق الحب والنوی کہا گیا ہے اور رات مین سے صبح کی روشنی نکالنے پر بھی یہ لفظ اُسکی نسبت بولا گیا ہے فالق الاصباح۔ اسمین اُسکی قدرت وجبروت کا اظہار ہے اور ایسا ہی شخص پناہ دینے کے قابل بھی ہے اور اُسیکا مرتبہ پناہ دینا اور شر سے بچانا ہے۔ یہ تھے لغوی معنی۔ پھر مفسرین کے اس مین متعدد اقوال ہین جمہور کا قول یہ ہے کہ اسجگہ فلق سے مراد صبح ہے۔ ہرچند وہ سب چیزونکا رب ہے مگر صبح کے ذکر کرنے مین اسطرف اشارہ ہے کہ ہر قسم کی تاریکی کو دور کرکے وہی نور نکالنے والا ہے۔ تاریکی کے چند اقسام ہین اول عدم کی تاریکی جو بڑی تاریکی ہے جسمین کچھ بھی کسیکا نیک و بد نہین معلوم ہوتا تھا تمام عالم اس تاریکی کی رات مین تھا اسی نے ہستی کی صبح پیدا کی اور مخلوق کو وجود کی روشنی مین لایا جس سے یہ بتایا جاتا ہے کہ وہی نیست سے ہست مین لانے والا ہے دوسری جہل اور بہیمیت کی سیاہی اور حب شہوات و لذات کی رات اسمین سے صبح نکالنا فطرت اور ملکیت و روحانیت کی روشنی پیدا کردینا ہے۔ اس رات مین سے وہی نور کی صبح پیدا کرتا ہے جسمین انسان نیک و بد اور غلط و صحیح مین امتیاز کرتا ہے اور حقائق صحیحہ پر قائم رہتا ہے۔ تیسری ظاہری رات کی سیاہی جسمین خبائث و شیاطین چور و قزاق موذی جانور نکلتے اور اپنا شر پھیلاتے ہین وہی دامن شب سے صبح کا نکالنے والا اور اُن کو دفع کرنے والا ہے کا ہے سے پناہ مانگنی چاہیئے؟ اُسکا آپ ہی بیان فرماتا ہے من شر ما خلق اُسکی پیدا کی ہوئی چیزون کے شر سے۔ خدا تعالی نے جو ہستی کا باغ لگایا تو اُس نے اس باغ مین سب قسم کے بوٹے لگائے ہین میٹھے بھی۔ کڑوے بھی خار دار بھی ثمر دار بھی

جسکو بخاری و احمد و نسائی وغیرہ معتبر محدثین نے بسند صحیح نقل کیا ہے کہ زر بن حبیش رضہ کہتے ہین کہ مین نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ان دونون سورتون کی بابت سوال کیا ابی بن کعب نے فرمایا کہ مین نے بھی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا آپنے فرمایا تھا کہ مجھے جیسا جبرئیل علیہ السلام نے کہا ویسا ہی مین نے کہا یعنی انکو بھی جبرئیل لائے ہین اور یہ بھی قرآن کا جزو ہین ابی کہتے ہین کہ ہم بھی وہی کہتے ہین جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اور دوسری حدیث صحیح اور ہے کہ جسکو مسلم و ترمذی و نسائی وغیرہ محدثین نے بسند صحیح نقل کیا ہے۔ عقبہ بن عامر کہتے ہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آجکی رات مجھپر ایسی آیتین نازل ہوئی ہین کہ جنکی مثل اب تک ہین نہ نہین دیکھی تھین۔ قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس

بعض علماء فرماتے ہین کہ عبداللہ بن مسعود بھی جزء قران سمجھتے تھے مگر الحمد کی طرح ان کو بھی اکثر پڑھا کرتے تھے اسلئے انکے لکھنے کی ضرورت نہ سمجھی تھی۔ اس نہ لکھنے کی وجہ سے لوگون نے خیال کرلیا کہ وہ انکو جزء قران نہین سمجھتے تھے۔ اور بات بھی اصل یہی معلوم ہوتی ہے مگر اس بحث سے قرآن مجید مین تحریف کا شبہ پیش کرنا اور اپنے اوپر سے الزام تحریف اٹھانے کیلئے اس بحث کو دکھانا عقل ملے فہمی ہے۔ اور کیونکر تحریف کا الزام قایم ہوسکتا ہے۔ جبکہ یہ سورتین مصحف مین لکھی ہوئی تھین اور سب صحابہ ان کو یاد رکھتے تھے نماز مین پڑھتے تھے اگر کسی وجہ خاص سے اپنی کتاب مین کسی نے نہین لکھا تو کیا قرآن مجید سے خارج سمجھی جاوینگی یا تردد سمجھا جاوے گا؟ ہرگز نہین۔

( ربط )

اس سورۂ کا سورہ قل ہو اللہ سے یہ ربط ہے کہ انسان کی نجات کا مدار اعتقاد کی درستی پر ہے اور مرنے کے بعد بھی نور روح کیساتھ باقی رہجاتا ہے جو اس عالم مین اسکے لئے سرور ابدی کا باعث ہوتا ہے اور وہ اعتقاد کامل سورہ قل ہو اللہ مین بتمام و کمال بیان کردیا گیا ہے۔ مگر یہ اعتقاد مراتب رکھتا ہے اصحاب الیقین کا اعتقاد راسخ ہے جو حق الیقین کے مرتبہ کو پہونچ گیا ہے وہ کسی کے شبہ اور دنیا وی کشمکش اور اسکی مزخرفات سے زائل نہین ہوتا مگر اوساط اور نیچے کے طبقے کے بھی لوگ ہین جنکو یہ اعتقاد تقلید سے پیدا ہوا ہے جیساکہ لفظ قل اسپر دلالت کرتا ہے۔

عقیدہ مین خلل انداز یہ چند چیزین ہین۔ اول وہ امور جو انکی بہیمیت کی تاریکی سے پیدا ہوتے ہین اور انکے نور عقل کو ڈھانک لیتے ہین پھر اس موقع مین وہی رب الفلق جو ظلمات کو دور کرکے صبح کی روشنی پھیلاتا ہے اگر دستگیری نکرے تو توہمات کے گرداب سے بچ نہین سکتا اسلئے ان امور سے پناہ مانگنے کا من شر ما خلق و من شر غاسق اذا وقب مین ذکر فرمایا (۲) دنیا کے تخیلات اور اسکے شہوات ہین جو انسان کے مدارک و مشاعر کی گرہون مین ایسا منتر پھونکتے ہین کہ اسکو دیوانہ اور احمق ہی کرڈالتے ہین اس کے علاوہ خیالات اور صحیح اعتقاد مین تغیر پیدا کردیتے ہین ان سے پناہ مانگنے کا ذکر اس جملہ مین ہے و من شر النفاثات فی العقد (۳) مصائب اور دنیا کے مکروہات اور اعداء کا حسد و ایذا رسانی ہے اس سے پناہ مانگنے کا ذکر و من شر حاسد اذا حسد مین کیا۔ ایسے ہی اوساط سے نیچے درجے کے

تجربہ کاروں سے سنا ہے کہ اکثر مرتبہ بیچ [illegible] بیٹھا ہے اس لئے ہم لوگ یہی اخبار [illegible]، ایک عورت نے اپنے سوتیلے بیٹے کے بیمار کرنے کے لئے پرکھر پاکرکے جو آبخورے [illegible] سے ڈھکا پانی پیا اس میں سانپ کا چھوٹا سا بچہ تھا میں نے دیکھا تھا میں ارکام میں [illegible] مصروف ہوگئی اسکو مار نہ سکی افسوس تم پی گئے اب وہ پیٹ میں بڑا ہوکر کیا کریگا؟ الغرض ایسا خیال پکڑا یا کہ اب جو پیٹ میں ریاح سے قراقر ہوتا ہے تو وہ یہی سمجھتا ہے کہ سانپ کا بچہ پھرتا ہے نوبت یہانتک پہونچی کہ نحیف وضعیف ہوگیا ہلاکت تک [illegible] پہونچ گیا۔ ہرچند علاج کئے جاتے تھے کچھ بھی اثر نہیں ہوتا تھا۔ اس زمانہ میں ایک اکہ او عورت بھی واقف تھی اس نے لڑکے کے والد سے کہا اسکا علاج میرے ہاتھ میں ہے اور فوراً تندرست ہو جاویگا اس نے سامنے سے کہا کہ ان اپنے [illegible] کہ درست اسکو تیرے پیٹ سے نکالدونگی۔ روزانہ آکر کچھ بڑبڑاتی اور اسپر دم کر جاتی ایک روز ایک سانپ کا بچہ مخفی طور پر ساتھ لائی مریض سوتا تھا کہ اسکو اسکے پائجامہ میں آہستہ سے چھوڑ دیا اسکے کاٹنے کا اندیشہ نہ تھا دانت اول سے [illegible] زہر کی تلی نکالڈالی تھی اور فوراً لڑکے کو بیدار کیا کہ دیکھ کیا ہے اس نے کوئی چیز پائجامہ میں پھرتی دیکھی گھبراکر پائجامہ اتار پھینکا تو اس میں سانپ تھا اس عورت نے کہا دیکھو یہی تو تیرے پیٹ میں تھا جو نکل گیا بیمار کو یقین آگیا وہ خیال جاتا رہا اور فوراً تندرست ہوگیا اس قسم کے [illegible] سے شعبدے کئے [illegible] ہیں ایسے ہی اور عقل سے بہت کم لوگ [illegible] ہیں اور خوش اعتقاد ہیں پر ایک شخص ہیں جو ہمارے نیک ہر بات پر مگر زیادہ مادہ کم علموں میں ہوتا ہے پر عورتوں اور لڑکوں اور بوڑھوں اور [illegible] کی زیادہ [illegible] گری چل جاتی ہے اور اسیطرح جاہل اور ناشائستہ اقوام کا حال ہے اور انہیں لوگوں میں ساحر اور جادوگر منتر کا زیادہ چرچا بھی ہوتا ہے۔ پھر گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے پناہ مانگنے کے یہ معنی ہیں کہ ان کی فسونگری کو عقل سلیم دفع کردیا کرے وہم و خیال فاسد اپنا سکہ نہ جمانے پائے وہم کی ظلمت طاری نہو سب پائے اور اسی لیئے رب الفلق سے پناہ مانگی جاتی ہے کہ اے رب تو روشنی کی صبح وہم کی رات سے نکالتا ہے مجھے وہم کی اندھیریوں سے محفوظ رکھیو۔

ف جادوگر تو مرد بھی ہوتے ہیں نفاثات جمع مؤنث کے صیغہ لانے کی کیا وجہ؟ جمہور کے قول پر تو یہ وجہ ہے کہ بیشتر یہ جادوگری بسبب کم عقلی اور دناءت طبع کے انہیں میں ہوتی ہے اور جو کوئی مرد ہوکر بھی یہ کام کرتا ہے تو وہ بھی نامرد عورت ہے اور عورتوں کی جماعت میں داخل ہے (۲) بعض فرماتے ہیں کہ نفاثات سے مراد نفوس ہیں سو وہ عرب کی زبان میں مؤنث ہیں تب یہ معنی ہوں گے کہ نفوس انسانیہ کے شریر سے جو لوگوں کے دلوں کی گرہوں میں پھونکتے ہیں پناہ مانگو (۳) بعض کہتے ہیں جماعتیں مراد ہیں۔ اور جماعت کو صیغہ مؤنث سے تعبیر کیا کرتے ہیں (۴) نفاثات سے عورتیں مراد نہیں بلکہ اس قسم کے اور الفاظ قرآن مجید میں مستعمل ہوئے ہیں جیسا کہ ذاریات و ناشطات جس سے مراد خبائث ہیں جو انسان کے دل ودماغ وجگر وغیرہ اعضاء میں جنکو اصل اور استحکام کے لحاظ سے عقدہ کے ساتھ استعارہ کے طور سے تعبیر کیا ہے اپنا اثر بد پھونکتے اور سکہ جماتے ہیں۔

ابومسلم نفاثات فی العقد کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ مراد عورتیں ہیں مگر انکی جادوگری اور گرہوں میں پھونکنے سے ظاہری تاگوں میں پھونکنا مراد نہیں بلکہ مردوں کے ارادوں اور انکی مستحکم رائوں میں (جنکو بطور استعارہ کے گرہوں سے تعبیر کیا جاتا ہے کسی بات پر قوی ارادہ کرنیکو کہتے ہیں گرہ باندھ لی) تغیر پیدا کردیتی ہیں اور نفث استعارہ ہے ڈھیلا کردینے سے کس لیئے کہ جب گرہ کو کھولنا ہوتا ہے تو اسمیں ذرا تھوک لگاتے ہیں کہ نرم ہوکر کھل جائے۔

پھر ایک مخلوق دوسری کو اپنے کام میں بھی لاتی ہے مثلاً شیر بھیڑ بکری کو کھاتا ہے یہ شیر کے لئے خیر ہے اور بکری بھیڑ کے لیے شر علیٰ ہذا القیاس یہ ہے وہ مخلوق کا شر۔ پھر شر عام ہے روحانی ہو یا جسمانی [illegible] روحانی شر عقائد کا فساد بری باتوں کیطرف میلان [illegible] جسمانی شر خسارت مال وامراض غلبۂ اعداء وغیرذلک شر کے صدہا اقسام ہیں سماوی ارضی اختیاری لااختیاری دنیا کا شر آخرت کا شر قبر کا عذاب جہنم کا عذاب۔ ان سب شروں سے اسی سے پناہ مانگنی چاہیئے۔ شر بندہ کی مضرت ما خلق جو انس [illegible] اس کی مخلوق [illegible] یا مرنے کے بعد جو کچھ مضرت پہونچتی ہے وہ سب اشیاء کے ذریعہ [illegible] کی مخلوق [illegible] بلایا خدا نے فساد پیدا کیا یہ سب شر ہیں بندہ کے حق میں۔ مگر بالخصوص ان تین شروں [illegible] تو ضرور ہی پناہ مانگنی چاہیئے [illegible] شر ہیں (۱) ومن شر غاسق اذا وقب اندھیری کے شر سے جبکہ [illegible] اول [illegible] کی اندھیری [illegible] اور اسی لیئے اکثر مفسرین نے غاسق سے مراد اندھیری رات لی ہے۔ اندھیری رات [illegible] موذی اور درندے [illegible] نکلتے ہیں [illegible] اذیت پہونچتی ہے اور چور وقزاق بھی نکلتے ہیں لوگوں کو ضرر پہونچاتے ہیں [illegible] کیونکہ نکا مادہ ظلمانی ہے۔ ان سے بھی بنی آدم کو اذیت پہونچتی ہے۔ [illegible] اور قوائے [illegible] کی اندھیری [illegible] جب یہ اگر گھیر لیتی ہے تو پھر بہتر ہی شر ہے ان میں [illegible] اگر [illegible] قید خانہ میں قیدی کرادیتی ہے اور شہوت وہ بلا ہے کہ [illegible] فرق [illegible] دوسرے کام اچھے معلوم ہونے لگتے ہیں وہ نور عقل وایمان زائل ہوجاتا ہے [illegible] روحانیہ کی اندھیری [illegible] عمومیہ پر طاری ہوجاتی ہے اور انکو مشاہدہ سے محروم کردیتی ہے پھر اس سے بڑھکر [illegible] کیا شر ہے [illegible] ان سب شروں سے اسی سے پناہ مانگنی چاہیئے جو ان سب اندھیریوں کو دور کرکے روشنی نکالتا ہے اور خدا کے صفات میں سے بالخصوص رب الفلق کو ان شروں سے پناہ مانگنے میں ذکر کرنے کی یہی وجہ ہے۔

(۲) ومن شر النفاثات فی العقد گرہوں میں پھونکنے والیوں کی شر سے بھی پناہ مانگنا چاہیئے۔ نفث لغت میں پھونکنے ودم کرنے کو کہتے ہیں نفاثات نفاثہ کی جمع ہے۔ اور بعض قراء نے نافثات بھی پڑھا ہے وہ نافثۃ کی جمع ہے نفاثہ وہ عورت جو بہت پڑھ پڑھ کر پھونکتی ہو اور تاگے میں گرہیں لگاتی ہو جسکو جادوگرنی کہتے ہیں۔

مفسرین کا ایک گروہ ظاہری معنی پر محمول کرتا ہے کہ جادوگرنیاں جو جادو کرتے وقت پھونک پھونک کر تاگے میں گرہیں لگاتی ہیں انکے شر سے پناہ مانگنی چاہیئے۔ اکثر علماء فرماتے ہیں کہ سحر میں اثر ہے جیسا کہ نظر میں ہے اور اسکا صدہا بار لوگوں نے مشاہدہ کیا ہے خدا پاک سے پناہ مانگنی چاہیئے کہ انکے جادو کا اثر نہ چلے۔ ورنہ آدمی کو دیوانہ کردیتی ہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ سحر کا فی نفسہ تو کوئی اثر نہیں عقل سلیم اسکو تسلیم کرسکتی ہے۔ البتہ قوت وہمیہ میں ایک اثر ضرور پیدا ہوتا ہے جب جادوگر پھونک پھونک کر تاگوں میں گرہیں لگاتے ہیں تو قوت متوہمہ اس سے منفعل ہوتی ہے اور یہ وہم قوی ہوتا جاتا ہے کہ جادوگر کا اثر مجھپر ہوا پھر [illegible] حال طبعیہ یا صحت میں تغیر پیدا ہوتا ہے وہ اس وہم کے سبب سے ہوتا ہے اور وہم کی مضرت کی صدہا مثالیں اور بہت سی

[illegible]

[illegible] کا ذکر نہیں ہے۔

(۲۷) اکثر اہل علم کا قول ہے کہ تعویذ یا جھاڑنے میں اگر شرکیہ کلمات نہ ہوں اور اس میں بھی دوا کی طرح خدا کی عطا کی ہوئی تاثیر سمجھا ہو کچھ مضائقہ نہیں۔ یہ جو احادیث مذکورہ بالا میں مخالفت مذکور ہے یا تو ان تعویذ اور گنڈوں اور منتروں کی بابت ہے کہ جنکو جاہلیت میں مشرکین عمل میں لاتے تھے اور ان میں غیر اللہ سے استمداد و استعانت تھی اور یا ان خاص لوگوں کے لیے حکم تھا کہ جنکی توکل میں شان بلند تھی اور عوام کے لیے ممنوع نہیں اور حق سبحانہ نے جسطرح دوا میں عطا کی ہے اسیطرح اسماء میں بھی وہی ہے انکار کرنا مکابرہ ہے۔ اور اسی لیے آنحضرت صلعم قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس وغیرہ ادعیہ پڑھکر دم کرتے تھے اور صحابہ نے بھی ایسا کیا ہے اور کلمات مبارکہ بھی لکھکر تعویذ کے طور پر باندھے ہیں۔ اس امر کے ثبوت کے لیے بہت سی احادیث ہیں جنکے نقل کرنے کی حاجت نہیں۔ اور جو کوئی توکل کرے تو اولیٰ ہے۔

---

سلہ اکثر عامل جنوں کو حاضر کرنے کے لیے کیا کرتے ہیں ۱۲۔ سلہ عرب میں مرض کا علاج داغ بھی تھا اس سے منع فرمایا کہ ناحق شکل بگاڑنا ہے اور کیا کوئی دوا نہیں ۱۲۔ سلہ حمرہ جاے لہلہے سرخ رنگ کے دانے نمودار ہوجاتا ایک مرض چیچک کے اقسام سے ہے جسکو سرخ باد کہتے ہیں ۱۲

سلہ یعنے اللہ تعالیٰ کی حمایت و حفاظت چھوڑکر اپ وہ تعویذ گنڈا ہی اسکا کارساز بنگیا جو بغیر حکم الٰہی کچھ نہیں کرسکتا۔ ۱۲ منہ

ں آیت کے یہ معنی ہوئے کہ عورتوں کے شر سے پناہ مانگنی چاہیئے جو مردوں کی ہمتوں اور مستحکم ارادوں کو مکر کی پھونک مار کر ڈھیلا کردیتی ہیں
حقیقت میں عورت کیطرف مرد کو ایک طبعی کشش ہے۔ پھر یہ مردوں پر وہ فسونگری کرتی ہیں کہ ایک قصد کو توڑا کر دوسری طرف لگا دیتی ہیں
یسے جادو سے خدا کی پناہ اسکے بنائے سیکڑوں عاقل وفرزانہ دیوانے ہوگئے عقائد سے اور اعمال صالحہ ترک کردیے اس جادو کی تاثیر کے تو معتزلہ اور
ا فرنگ بھی قائل ہیں۔ یہ شر بھی بڑا شر ہے اور اسی لیئے قرآن مجید میں ایک جگہ یون آیا ہے زین للناس حب الشہوات من النساء الخ اور پھر یہ بھی فرما دیا ہے
ہن ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروہم کہ تمہارے زن وفرزندوں میں سے ایسے بھی ہیں جو تمہارے دشمن ہیں انسے بچتے رہا کرو۔
اصل یہ دوسرا شر کہ جس سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے من شر النفاثات فی العقد کا ہے جسکا جادو انسان کے دل ودماغ
ر باطنی قوتوں پر چلتا ہے اور یہ گرہیں ہیں ان میں وہ ایسا منتر پڑھ پڑھ کر پھونکتی ہیں کہ سب ڈھیلے ہو جاتے ہیں مگر وہ رب الفلق
جو سیاہی میں سے روشنی نکالتا ہے اگر اپنی پناہ میں لے لے اور تائید کرے اور قوی بہیمیہ کی تاریکی میں سے صبح نور فطرت
یدا کردے تو کچھ بھی غم نہیں ؎ گر ہزاران دام باشد ہر قدم ٭ گر تو با مائی نباشد ہیچ غم ٭

ف اس آیت میں یا اور کسی آیت میں اسباب کا ذکر تک بھی نہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی کسی نے سحر کیا تھا یا نہیں
رکیا تھا تو کس نے اور کب کیا تھا اور اسکا کیا اثر ہوا تھا؟۔

ساری بحث ایک بالائی بات ہے جس میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر اہل روایت کہتے ہیں کہ مدینہ میں لبید بن اعصم یہودی نے
ی بیٹیوں سے حضرت پر جادو کرایا تھا اور انہوں نے آنحضرت صلعم کے بال مبارک پر کچھ پڑھ کر اور ایک تاگے میں گرہیں لگا کر ایک کنوئیں میں جو
ک تھا جسکو ذروان کہتے تھے رکھوا دیا تھا۔ اس نفاثات فی العقد میں اُسکی لڑکیوں کی طرف اشارہ بتاتے ہیں۔ اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
بل ہو گئے تھے دو روز یہ حالت رہی تھی پھر جبرئیل علیہ السلام نے مطلع کیا تو حضرت علیؓ وطلحہؓ گئے اور اُس کنوئیں سے وہ تاگا اور بال
ال کر لائے جون جون اُسکی گرہیں کھلتی جاتی تھیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آرام ہوتا جاتا تھا۔

عتزلہ اور بالخصوص قاضی وغیرہ ان روایات کا صاف انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غلط اور بے اصل روایات ہیں اور یہ دلیل
ش کرتے ہیں کہ کفار نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو طعن کی راہ سے مسحور کہتے تھے یعنی جادو کیا گیا اگر یہ واقعہ صحیح مان لیا جاوے تو پھر
ں کا یہ طعن صحیح ہو جاتا ہے اور آنحضرت صلعم کی شان ارفع تھی کہ کسیکی کوئی مضرت پہونچے کس لیئے کہ اللہ کا وعدہ تھا واللہ یعصمک
ن الناس کہ اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ پھر اس حفاظت میں کون خلل انداز ہوسکتا ہے؟

ق سابق کہتا ہے کہ وہ مسحور یعنی مجنون کہتے تھے یعنی جادو سے کسی نے انکو دیوانہ کردیا ہے جو ایسی باتیں کہتا ہے اور اس قسم کے
حر سے کہ جس سے عقل وہوش میں کچھ فرق نہ آوے ان کو کوئی نفع نہیں پہونچتا تھا اور یہ سحر اس قسم کا نہ تھا۔ اور لوگوں سے محفوظ رکھنے
ے معنی ہیں کہ تجھے کوئی قتل نکر سکے گا جیسا کہ کفار ارادہ کرتے تھے یہ نہیں کہ کوئی بیماری یا جسمانی مضرت یا اور کوئی ایذا بھی نہ پہونچیگی
ملیئے کہ احد کی لڑائی میں دندان مبارک شہید ہوئے خیبر میں یہودیہ نے بکری میں ملا کر زہر دیا جسکی مضرت ہر سال شروع گرمی پر نمایان
تی تھی پھر جب یہ امور اس حفاظت کے مخالف نہیں تو یہودیہ کے جادو کرنے سے بیماری پیدا ہو جانا اور وہ بھی چند روز کیونکر مخالف ہوسکتی ہے؟

پھر نباتات کے شر ظاہر ہو گئے ہیں اسلئے اُنکے بعد انکے شر سے پناہ مانگنے کا ذکر فرمایا ومن شر النفاثات فی العقد
پھر حیوان میں تو یہی قوی حیوانیہ ہیں سوا ظاہرہ اور حواس باطنہ۔ اور بالخصوص شہوت اور غصہ اور طمع اور یہ سب کے
سب روح کو عالم غیب کی طرف متوجہ ہونے اور جلال الٰہی میں مشغول ہونے سے حاسد بنکر روکتے ہیں اسلئے
ان سے پناہ مانگنے کا ذکر اس جملہ میں آیا ومن شر حاسد اذا حسد ۔

اب عالم سفلی میں انسان ہی باقی رہا اس میں اس کے مراتب کا ذکر سورۂ قل اعوذ برب الناس میں کیا ۔ تفسیر
نشا واضح ہو کہ اس سورہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اول تو اجمالاً جملہ شروں سے پناہ مانگنے کی تعلیم کی
اور پناہ بھی کس سے مانگے رب الفلق سے جو اندھیروں میں سے روشنی نکالنے کا رب ہے۔ اسکے بعد تین شر کو بالخصوص
ذکر کیا تعمیم کے بعد تخصیص کرکے جو بیان کردہ میں شر یہ ہیں (۱) اندھیرے کا شر جبکہ پھیل پڑے خواہ رات کا
اندھیرا ہو جس میں موذی چیزیں نکلتی ہیں خواہ قوت بہیمیہ کا اندھیرا ہو جبکہ نور عقل پر چھا جاوے اور انسان کو اندھا
کردے (۲) گرہوں پر پھونک مارنے والیوں کا شر عام ہے کہ تاگے کی گرہوں پر جادو منتر پڑھکر پھونک مارنا ہو
جیسا کہ ڈائنیں اور جادوگرنیاں کیا کرتی ہیں یا انسانی مدارک یعنی مشاعر دل و دماغ کو اپنے حسن و جمال کے منتر سے بیکار
کرنے والی عورتیں ہوں یا عورتوں کے سوا وہ شہوات و لذات ہوں جو انسان کے دل و دماغ کی گرہوں کو اپنے منتر
سے ڈھیلا کردیتی اور مجبور بنا دیتی ہیں (۳) حاسد کا شر خواہ کوئی انسان ہو یا اسی کے اندر کا نفس امارہ ہو جبکہ
روح پر حسد کرکے اسکی ترقی کو مٹانا چاہے ۔ الغرض یہ تینوں شر ایسے ہیں کہ جنمیں ظلمت ہی ظلمت ہے اول شر
میں تو ظلمت ظاہر ہے دوسرے میں بھی ظلمت ہے۔ جادوگرنیوں کے جادو سے بھی نور عقل پر قوت متوہمہ کی ظلمت طاری
ہوجاتی ہے اور اسیطرح حسین عورتوں کے ناز و کرشمے بھی بہیمیت کی ظلمت پھیلا دیتے ہیں اور شہوات کی ظلمت تو اندھا ہی
کردیتی ہے۔ تیسرے شر میں بھی ظلمت ہے کس لیئے کہ نفس امارہ کا حسد جب روح کے مقابلہ میں زور کرتا ہے تو ظلمات کا تلاطم
ہونے لگتا ہے اور اسیطرح کوئی انسانی حاسد بھی کھڑا ہوجاتا ہے تو معاذاللہ اندھیرا ہی مچا دیتا ہے۔ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ
کر دکھاتا ہے اور خود اسکے اندر تو ظلمات کے دھوئیں اٹھتے ہیں ۔ پھر ان تینوں شروں سے جو ظلمات تھے پناہ مانگنے میں خدا تعالیٰ
کی صفت رب الفلق ہی مناسب تھی یعنے رب النور

پس ان ظلمات پر اس رب النور ہی کی مدد اور پناہ کافی ہے اس سے پناہ مانگنی چاہیئے تاکہ وہ اپنے نور کی تجلی ڈالے
اور وہ اندھیرا دور ہوجاوے ۔ یہ کمال بلاغت ہے ۔

**ف** یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شر کی بنیاد ظلمت پر ہے اور خیر کی نور پر اس لیئے رب الفلق کا اس صفت کے
ساتھ یاد کرنا اور اس سے پناہ مانگنا نور پیدا کردیتا ہے۔ اور اس خاصیت کا جو چاہے تجربہ کر دیکھے ۔

اعوذ برب الفلق من شر ما خلق

تیسری شر سے پناہ مانگنے کا ذکر فرمایا ہے جو وہ بھی بڑا ہی شر ہے فقال وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ - اور کہہ کہ
حاسد کے شر سے پناہ مانگتا ہون جبکہ وہ حسد کرے۔
دوسرے کی نعمت کو دیکھکر جلنا اور اُسکے برباد کرنے کی کوشش کرنا اور طرح طرح کے حیلہ اور تدابیر عمل مین لانا۔ اور غبطہ
دوسرے کی نعمت دیکھکر اپنے لیئے بھی اُسکی آرزو کرنا بغیر اسکے کہ اُسکا برباد کرنا چاہتا ہو اسیلئے حسد حرام ہے اور غبطہ جائز ہے۔
جسقدر شر ہین وہ دو ہی قسم کے ہین اول وہ جو بلا ارادہ اور کسی خاص کاوش کے پہنچتا ہے جیسا کہ اتفاقاً آگ مین جلجانا
پانی مین غرق ہوجانا۔ دوم وہ کہ ارادہ و اختیار سے سرزد ہون جیسا کہ قتل لوٹ چوری وغیرہ اور پہلی شر جو بلا ارادہ سرزد ہوتا
حتی المقدور بچنے کی راہ بھی باقی نہین چھوڑتا اور بالارادہ جسقدر شر ہین اُنکی بنیاد حسد پر ہے۔ حاسد کے اندر جو حسد کی آگ
ہے تو وہ دوسرے کی بربادی کے لیئے اپنی خرابی اور بربادی کی بھی پروا نہین کرتا اس لیئے یہ سب سے بڑا شر ہے۔
اسیلئے حکماء نے کہا ہے کہ یہ وہ مرض جانسوز ہے کہ جسکی آگ مین پہلے حاسد جاتا ہے۔ پہلا گناہ جو عالم مین پیدا ہوا وہ
ابلیس کا حسد حضرت آدم علیہ السلام سے تھا آپ تو کبھی برباد ہوا مگر حضرت کو بھی جنت سے نکلوا کر زمین پر جو پہلا
گناہ ہوا وہ قابیل کا حسد اپنے بھائی ہابیل سے تھا کہ اپنی عقبیٰ بھی برباد کی اور اس مظلوم کو بھی قتل کیا۔
اس کے شر سے خدا محفوظ رکھے یہ بدنصیب انسان کے خیالات بھی بدل ڈالتا ہے اس لیئے اس سے پناہ مانگنی چاہیئے تاکہ
مطلق اُسکی مضرت کے اسباب سے محفوظ رکھے اور آیت مین اسطرف بھی اشارہ ہے کہ خدا حسد کی صفت بد سے بھی محفوظ رکھے
مین پیدا نہونے پائے ورنہ پھر وہ سعادت جو پہلے تعلیم ہوئی تھی برباد ہوجاتی ہے۔ یہود باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
برحق سمجھتے تھے مگر حسد کی آگ مین جل مرے سعادت سے محروم رہگئے۔ حاسد کو کوئی سعادت نصیب نہین ہوتی اُسکا دل ملعون
ہو۔ ف بعض عارفین اس سورۃ کی اسطرح سے تفسیر کرتے ہین کہ جب خدا تعالیٰ نے سورہ اخلاص مین الوہیت کی شان بیان فرمادی تو
مخلوقات کے مراتب کی شرح کرتا ہے اسیلئے کہ ظلمات عدم طاری ہے اور اُسکے شر مین سب غرق تھے اسیلئے آسنے ان عدم کی اندھیریون
سے نور وجود نکالا اس لیئے فرمایا کہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ کہہ مجھے اُسکی پناہ ہے جو اندھیریون کو پھاڑکر ہستی کے نور مین لایا۔ اور ممکنات
کیئے۔ پھر ممکنات کی دو قسم ہین ایک عالم بالا جسکو عالم امر کہتے ہین ارواح و ملائکہ وہان خیر ہی خیر ہے شر نہین دوسرا عالم خلق
عالم محسوس جس مین شر بھی ہے اور خیر بھی اسیلئے اسکے بعد فرمایا مِن شَرِّ مَا خَلَقَ کہ عالم خلق کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا کرو اُس
پھر عالم خلق یا علویات ہین یا سفلیات ہین علویات مین بھی چندان شر نہین لیکن سفلیات مین جمادات نباتات حیوانات
تین ہی قسم ہین کہ جن مین شر ہے کس لیئے کہ جمادات مین تو کوئی قوت نفسانیہ نہین وہ تو شر ہی شر ہے کس لیئے کہ عدم ظلمات
ہے سب سے اول اُسکے شر سے پناہ مانگنے کا ذکر کرتا ہے فقال مِن شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ اور نباتات مین ایک قوت غاذیہ
ہے جو اُسکو طول و عرض و عمق مین بڑھاتی ہے اور یہی اُسکی گرہین جن مین وہ قوت نباتیہ پھونکتی ہے

---

یہ عابد کی اس آیت اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ مین انہین دونون عالمون کیطرف اشارہ کرتے ہین ۱۲ منہ۔

کہ انسان کی تین حالت ہیں اول طفولیت کا زمانہ جسکو عقل ہیولانی کا وقت کہتے ہین - اس وقت نو حصرت کو اعضاء جسمانی کے کمزور ہونے کے سبب بدیہیات بھی معلوم نہین ہوتے مان باپ کو بھی نہین پہچان سکتے - وہان تو محض تربیت ہی تربیت ہوتی ہے جسکا متکفل وہ خداوند تعالیٰ ہے - اور اپنی شان ربوبیت کا کس کس طرح سے جلوہ دکھاتا ہے - مان کی چھاتیون مین دودہ پیدا کرتا ہے اور اس نادان محض کی جبلت مین دودہ کا چوسنا القا کرتا ہے ایسے زمانہ کے لحاظ سے قل اعوذ برب الناس ارشاد فرمایا اور پناہ مانگنے مین اپنی اس قدیم ربوبیت کو یاد دلایا جس سے کوئی آدمی بھی محروم نہین - پھر اسکے بعد نشو ونما شروع ہوتے ہوتے اس مرتبہ پر پہونچتا ہے کہ بدیہیات کا علم حاصل ہوجاتا ہے اور بدیہیات کو ترتیب دیکر نامعلوم چیزونکو فکر ونظر سے حاصل کرنے لگتا ہے اب ایک تو یہ علمی زور حاصل ہوا دوسرے بدن کا زور اٹھتی جوانی کا نشو ونما لذات وشہوات کی رغبت اسکے اوپر بادشاہی کا رنگ جما دیتی ہے اپنی ترنگ مین کسیکو خاطر ہی مین نہین لاتا سنا ہانہ مزاج پیدا ہوگیا آخرت کی فکر نہ کوئی مآل اندیشی - اس زمانہ کے آفات اور شر بھی ایسے ہین کہ الٰہی توبہ - اس زمانہ کے لحاظ سے پناہ مانگنے مین ملک الناس ارشاد فرمایا کہ تو کیا ہے اور تیرا زور اور علم کیا ہے سنا ہنشاہ مطلق ہم ہین ہمارے دیئے ہوئے قوی کے لشکرون پر تو کیا زور کرتا ہے جب چاہین اپنے لشکرون کو تجھ سے لے سکتے ہین اور دوسرے لشکر بھیجکر تجھے پامال کرسکتے ہین تو اپنے زور و نیز گھمنڈ کو بلکہ تمام انسانون کے بادشاہ سے جو بڑا زور آور ہے پناہ مانگ - پھر اسکے بعد جب جوانی کا خمار ٹوٹتا ہے تو آنکھ کھلتی ہے تو ادھر ادھر کی بھی سوجھتی ہے جیسا کہ سورۂ احقاف مین فطرت انسانی کے اس زمانہ کا نقشہ کھینچا ہے وبلغ اربعین سنۃ قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضاہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین کہ جب چالیس برس کو پہونچا تو کہنے لگا کہ اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ مین تیری ان نعمتون کا جو مجھپر اور میرے مان باپ پر مبذول ہوئی ہین شکر کرون اور وہ وہ عمدہ کام کرون جو تجھے پسند آوین مین نے تیری طرف رجوع کیا اور مین تیرے فرمانبردار بندون سے ہون - اور معلومات کا بھی ایک بڑا ذخیرہ اسکے سینہ مین جمع ہوا اور جو کمال اس مین ودیعت رکھے گئے تھے اور جنکا تخم اسکی استعداد کی زمین مین ڈالا گیا تھا اب وہ سب باہر آگیا اور اسکو حکماء کے نزدیک عقل بالفعل کا مرتبہ اور کمال کا مرتبہ کہتے ہین - اب اسپر شان الوہیت آشکارا ہوئی - اس مرتبۂ کمال کے لحاظ سے یہ جملہ ارشاد فرمایا الٰہ الناس کہ لوگون کے معبود سے جسمین جملہ کمالات اور تمام صفات کاملہ موجود ہین اور تیرا یہ کمال اس کے کمال کے آگے کچھ بھی نہین پناہ مانگ اب اپنے ان تینون اوصاف کو (جو انسان کی عمر کے تینون حصون کے مناسب تھے اور اسی لیئے ربوبیت ملکیت الوہیت کو الناس کی طرف مضاف کیا ہے) بیان فرماکر یہ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم کس سے پناہ مانگنے کو کہتے ہین اور وہ کیا ہے جن سے پناہ مانگنی چاہیئے وہ کونسا شر ہے؟ پھر آپ ہی بتلاتا ہے من شر الوسواس کہ وسوسہ ڈالنے والے کی برائی سے وسواس بفتح و کے معنی ہین وسوسہ اور خطرہ ڈالنے والا اور بکسرہ و اسکے معنی ہین خطرہ اور وسوسہ بہرحال خطرہ اور وسوسہ جو

سُورَةُ النَّاسِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ سِتُّ آيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○ اِلٰهِ النَّاسِ ○ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ○

(اے نبی) کہہ دو کہ میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے رب کی، لوگوں کے بادشاہ کی، لوگوں کے معبود کی، اس ہٹ جانے والے وسوسہ ڈالنے والے کی برائی سے

الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ○

جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے جنوں اور آدمیوں میں سے

ترکیب

قل اعوذ قرأ الجمهور بالهمزة وقرئ بحذفها ونقل حركتها الى اللام ... الناس ... اى باعوذ ملك الناس ... بيانا لرب الناس قرأ الجمهور ملك الناس باسقاط الالف وفي ملك ... والاله ... [illegible]
بيان ... من شر الوسواس متعلق باعوذ ... الوسواس بفتح الواو ... [illegible]
... [illegible] ... الخناس ... [illegible]
نفس ... الشيطان ... الذي يوسوس ... في محل ... [illegible]
او في محل النصب على الذم ... من الجنة والناس بيان للناس او الوسواس وقيل متعلق بيوسوس ... [illegible]
صدورهم من جهة الجن والانس وقيل بدل من شر باعادة الجار وقيل حال من الضمير في يوسوس ... [illegible]
وهو من الجن والناس — والجنة والجن بالكسر بمعنى واحد — في الصراح جن بالكسر ... وهو خلاف الانس الواحد
منه جني بكسرتين — جنة بالكسر ديوان — قوله تعالى من الجنة والناس — وديوانگی قوله تعالى ام به جنة
فالاسم والمصدر على صورة واحدة — انتهى ملخصا — والناس اصله عند سيبويه اناس فحذفت فاؤه وعند غيره
لم يحذف منه شيء واصله نوس اذ التصغير نويس والواحد منه الناسي —

تفسیر

یہ سورہ بھی جمہور کے نزدیک مدینہ میں نازل ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ مکہ میں نازل ہوئی وہی گفتگو ہے جو سورہ فلق میں تھی اسکا شان نزول اور ربط وہی ہے جو سورہ قل اعوذ برب الفلق میں بیان کر آئے ہیں اس میں چھ آیتیں ہیں۔ خلاصہ اس ربط کا یہ ہے کہ اس سورۃ میں ان شرون سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے جو خاص انسان کے قلب پر پہنچتے ہیں اور ایمان کے زائل کرنے میں ان کو بڑا دخل ہے خصوصاً عامہ ایمانداروں کے لیے جسکی تفصیل یہ ہے۔

ورسائل کی شہرت پر بس نکرکے مدارس بھی قائم کردیئے پھر عورتونکے دلون مین اپنے زہریلے تخم بونیکی کوشش مین بھی کوئی دقیقہ نہین اٹھا رکھتے۔ سادہ لوح انکی چپڑی چکنی باتون مین آکر اپنی مستورات کو بھی تختہ مشق بنانے کے لئے انکے حوالے کئے دیتے ہین کہین یتیم خانے بناکر مصیبت زدہ نکے بچون کو شکار کرتے ہین اور روٹی کھلاکر انکا ایمان چھین لیتے ہین۔ کہین شفاخانے بنا رکھے ہین۔ خیراتی اور رفاہ کے کامون کی آڑ مین ایمان سے برگشتہ کرتے ہین۔

پھر مدارس مین بھی الحاد کی تعلیم دیجاتی ہے اور اسکو نیو سائنس بتایا جاتا ہے اور کس کس پیرایہ سے ایمان اور اسلام اور اسکے ارکان وشعائر کی توہین کیجاتی ہے قہقہے اڑائے جاتے ہین پھر انکے خوشامدی اور کاسہ لیس جو نئے فلسفے کے شیدا ہین بلباس اسلام لوگون کو ملحد و دہریہ بنا رہے ہین کہین معراج کا انکار کہین خرق عادات کا انکار معجزات انبیاء علیہم السلام پر تمسخر انکے برکات نفوس مقدسہ پر پہنچکے پھر عام بدکاری کے اسباب ایسے پیدا ہوگئے کہ جن سے بچنا مشکل شراب کا دریا رواں فاحشہ عورتون اور بے نماز اور لہو ولعب اور طرح طرح کے باجے اور تھیٹر اور تماشے ایسے نکل پڑے ہین کہ جن سے کوئی شہر اور کوئی محلہ خالی نہوگا دوا کے نام سے شراب کہان نہین شراب ہے۔ پھر قانون نے شریعت کو درہم برہم کرنے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا لوگون سے شریعت چھوڑا کر رسم ورواج کی پابندی بہ پیرایہ دیا۔ پھر سود اور اسکے معاملات کی ایسی واہی پیدائی کہ جس سے کوئی تجارت اور کوئی معاملہ نہ بچ سکے پھر انکا خوشامدی ان باتون کے جواز مین اپنی طبع کا زور لگاتے ہین کچھ پوچھو نہین کہ کیا کیا کاریگریان کرتے ہین کہ اگر دیکھکر بیچارہ شیطان بھی ہوتا تو شرمندہ ہوتا نہین شاگرد رشید استاد سے بھی سبقت لیگئے۔ لعنۃ اللہ علیہم اجمعین۔

پھر ان کے دیکھادیکھی وہ مذاہب بھی اٹھ کھڑے ہوئے کہ جنکی بدبو سے دنیا ستر گئی تھی اور اب نئے سرے سے اپنی سیاہ باطنی نئی روشنی کی خوشبو مین مل ملکر اس ناپاکی کو کیا عطر بناکر دکھا رہے ہین۔ اور اسلام اور اسکے ہادی کے پرنور چہرہ پر کیسے کیسے بدنما دھبے لگانے کی کوشش کرتے ہین اور اسلام کی فرضی تصویر دکھاکر اسکا چہرہ بگاڑکر دکھاتے ہین کہ دیکھنے والے کو گھن آجائے۔ ان کے خطرات و وسواس کی شرح کرون تو ایک دفتر تیار ہوجائے۔ پھر خود اسلامیون مین جو زمانہ کے اثر بد سے لوگون نے کجیان پیدا کرکے ان کا نام اسلام اور سنت رکھا ہے اور پھر انکے مولویون درویشون نے جو جو وسواس پیدا کرکے عام مسلمانون کو راہ راست محمدی مین ٹھوکرین کھلائی ہین اور کھلا رہے ہین۔ خدا تعالیٰ انسے بھی محفوظ رکھے۔ یہ ہے انسانی خناسون کے وسواس کی تفسیر جنکے شر سے پناہ مانگنے کا حکم ہوا ہے اب مین

---

سلہ سود کے جواز کے لیئے کبھی تو یہ تقریر ہے کہ سود عرب کے مفلس لوگون کی داد وستد تک محدود تھا کیونکہ غریب آدمیون کی ضرورت پر قرض دیکر انسے سوایا ڈیوڑھا لینا انسانی مروت کے خلاف تھا مگر سناہی بنکون سے منافع لینے مین یہ بات نہین کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ سود کا مسئلہ شارع نے ناتمام چھوڑ دیا ہے یہ قیود جو لگائی ہین تو فقہا نے فرصت مین بیٹھکر لگائی ہین اسلام کے وسیع دائرہ معاش کو تنگ کردیا ہے کبھی یون کہا جاتا ہے کہ ہندوستان دار الحرب ہے یہان سود لینا درست ہے۔ مگر دار الحرب کے معنی پوچھے جاتے ہین تو حکام وقت کے ڈر سے چپ ہوجاتے ہین کس لیئے کہ دار الحرب کے پھر اور احکام بھی تو ہین۔ کبھی یون کہا جاتا ہے کہ سود جو ربوا کا ترجمہ ہے خالص قرض لینے دینے مین ہے باقی تجارت اور ہنڈی چٹھے اور نوٹون کے منافع سے کچھ تعلق نہین ۱۲ منہ

یا وسوسہ اور خطرہ ڈالنے والا ہو اُسکے شر سے پناہ مانگنی چاہیئے۔ اور دل سے کہنا چاہیئے کہ الٰہی تو جو رب الناس ہے سب کی
پرورش اور تربیت تیرے ہی ہاتھ مین ہے اور تو جو ملک الناس لوگون کا بادشاہ ہے سب تیری رعیت ہین سب پر تیرا زور
چلتا ہے (پرورش کرنے والا کبھی بادشاہ نہین بھی ہوتا جیسا کہ ماں باپ اور آقا یا عزیز و اقارب پرورش کرتے ہین مگر بادشاہ
نہین سب پر زور نہین مخالف کے زور اور اُسکے ضرر کو نہین روک سکتے) مگر تو پرورش کرنے والا بھی ہے اور بادشاہ بھی ہے
تجھکو یہ فوقیت ہے اور بادشاہ بھی کیسا بادشاہ الٰہ الناس تو لوگون کا خدا بھی ہے۔ بادشاہ کو اختیارات شاہی حاصل
ہونے ہین نہ اختیارات خدائی وہان وہ بھی اور ون کی طرح مجبور ہوتا ہے موت اور بلاے آسمانی اور قضاء و قدر کے احکام
مین اُسکی کچھ بھی نہین چلتی مگر تو تو خدا بھی ہے تیرے زور اور تیری قدرت کے کرشمون کو کوئی انسان کی عقل احاطہ
نہین کرسکتی تجھ مین بے انتہا طاقتین ہین تو جیسا کہ تو نے سورہ قل ہو اللہ مین [illegible] ازلی ہے ابدی ہے یکتا
ہے صمد ہے یعنی بے نیاز ہے کسی کا کسی کام مین محتاج نہین سب [illegible] محتاج ہین۔ [illegible] وسواس اپنی وسوسہ ڈالنے
والے کے شر سے محفوظ رکھ مین تیری پناہ مین آتا ہون تجھ سے پناہ چاہتا ہون تو پناہ دے [illegible] پرورش کردہ ہون [illegible]
و محکوم ہون تیرا بندہ ہون ابتدا آفرینش سے [illegible] اور آیندہ تیری ہی [illegible] ہون [illegible]
تو ہمیشہ کا کرم گستر ہے مین موروثی خانہ زاد اور رعیت ہون۔

پھر وہ وسوسہ ڈالنے والا کون ہے جسکے شر سے پناہ مانگی جاتی ہے اور [illegible] کیا اشارہ
ہے؟ اسکو آپ ہی بیان فرماتا ہے الخناس وہ وسوسہ ڈال کر ہٹ جانے والا چور اور داؤ گھات والا قزاق ہے۔ خناس [illegible] کا کام
کرکے سٹک جانا جیسا کہ چورون بدمعاشون کی عادت ہوتی ہے۔ غرض ایمان مین چنگاری ڈالدی اور چلدئے پھر اور بھی توضیح کرتا ہے
کہ وہ وسواس کیا کیا کرتا ہے؟ الذی یوسوس فی صدور الناس کہ وہ لوگون کے دلون مین وسوسہ اور بد خطرہ اور ناپاک خیال
ڈالا کرتا ہے پھر فرماتا ہے کہ آخر وہ ہے کون؟ من الجنۃ والناس وہ جن ہے ابلیس اور اُسکی ذریت جنکو قلوب
بنی آدم تک رسائی ہے اور طرح طرح کے وسوسے ڈالا کرتے ہین اور انہین پر موقوف نہین آدمی بھی ایسے ہین جو ایمان مین
یا نیک کام مین یا کار خیر مین وسوسہ اور شبہ ڈال کر چلتی گاڑی مین روڑا اٹکا دیا کرتے ہین۔ کہین طمع کا تفرقہ سے کہین پرافسون تحریک سے
کہین ناصح مشفق بنکر کبھی واعظ اور ریفارمر بنکر کبھی پیر و مرشد بنکر فقیری کا لباس پہنکر الغرض ہزارون بہروپ بدلکر انسانی
شیطان ایسے کام کرتے ہین جنکی نسبت مولانا روم مثنوی مین فرماتے ہین ع اے بسا ابلیس شکل آدم ست پس بہر دستے نباید داد دست
ان انسانی شیطانون کا ہر وقت اور ہر زمانہ مین ظہور ہوا ہے خصوصاً اس اخیر زمانہ مین کہ جسکی خبر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے
پہلے سے دی تھی بہت کچھ زور ہے۔ ایمان کا تھامنا آج کل ایسا مشکل ہے کہ جیسا ہاتھ مین انگارے کا تھامنا۔

ایک طرف کو غیر مذاہب کے واعظ اس آزادی کے زمانہ مین ایسے نکل پڑے کہ جیسے برسات مین حشرات الارض۔ کہین پادری
اور اُنکے کاسہ لیس ہین جو طرح طرح سے دام تزویر پھیلاتے ہین وعظ اور خطرات ڈالنے والی کتابون کی تصنیف اور اخبارات

ف۲ بعض مفسرین نے من الجنۃ والناس کو النّاس کا بیان قرار دیا ہو جو یوسوس فی صدور النّاس میں مذکور تھا تب یہ معنی ہونگے کہ وہ خنّاس جو جنوں اور آدمیوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کرتا ہے اُس کے شر سے پناہ مانگو۔ یہ بات تو ٹھیک ہو کس لیے کہ جس طرح نیک و بد خطرات انسانوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں اسی طرح جنوں کے دلوں میں بھی اور وہ بھی انسان کی طرح مکلّف اور مامور ہیں ان میں بھی نیک اور بد ہیں ان کے دلوں تک بھی جسطرح فرشتہ ملہم خیر کا گزر ہوتا ہے اسی طرح خنّاس ملہم شر کا گزر ہوتا ہو۔ ان میں بھی مؤمن اور کافر ہیں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قوم کے لیئے بھی نبی ہیں اس لیے اس قوم کے ایمانداروں کو بھی پناہ مانگنا سکھایا ہے۔

مگر یہ کلام باقی رہے گا کہ ناس کا اطلاق کیا جن پر بھی ہوتا ہے جس کے بیان میں من الجنۃ واقع ہوا ہے۔ اکثر کہتے ہیں کہ ناس کا اطلاق انسان ہی پر ہوتا ہے نہ جن پر۔ بعض فرماتے ہیں ہوتا ہی جیسا کہ رجال کا اطلاق سورۂ جن میں جنوں پر بھی ہوا ہی یعوذون برجال من الجن۔

ف۳ اس سورہ میں خدا پاک کے تین اوصاف مذکور ہوئے۔ اگرچہ وہ بندے کی تو تینوں حالتوں کے مناسب ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ مگر وسواس خنّاس سے ان تینوں صفات کو کیا اثر پہنچتا ہے ؟۔ ضرور پہنچتا ہے۔ کس لیئے کہ جس کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے وہ وسواس خنّاس ہے۔ چونکہ اس میں لطافت بھی ہے جو دلوں تک پہنچتا ہے اور بدن انسان میں خون کی طرح دورہ کرتا ہے اور پھر کام کر کے ہلا دیتا ہی وہ قزّاق ہر ایک کے قابو میں نہیں آتا اور جو پکڑا جاوے اُس کو سزا بھی ہر ایک نہیں دے سکتا۔ اس لیئے اس کے شر سے پناہ مانگنے میں باری تعالیٰ کے صفات میں سے وہ تین صفات اختیار کیئے گئے جو اُس کے لیئے کافی ہوں۔ ربّ النّاس میں لطافت رب کی طرف اشارہ ہے اور پاسبانی کی طرف بھی کس لیئے کہ رب وہ ذات ہو جس میں جمیع صفات کمال ہیں اور منجملہ اُن کے لطافت علم و خبر بھی ہے جس بغیر ظاہری و باطنی تربیت ممکن نہیں وہ خنّاس جب کبھی دل میں آئے گا اُس کو فوراً معلوم ہو جائے گا اور تربیت کا مقتضی ہو کہ باطن کو بھی شر سے محفوظ رکھے اس لیئے اُس کے پہرے دار بھی خاصان خدا کے اردگرد رہا کرتے ہیں یحفظونہ من امر اللّٰہ اور اس قزّاق کی گرفتاری کے لیئے ملک النّاس کی صفت مذکور ہوئی۔ کس لیئے کہ شاہان عالیشان بڑے بڑے چوروں قزّاقوں کو بس میں کر لیا کرتے ہیں اور پھر قابو میں کرنے کے بعد سزا دینے کے لیے الٰہ النّاس کی صفت کا اظہار فرمایا۔ کس لیئے کہ خدائی سے بڑھ کر پھر اور کوئی مرتبہ ہی نہیں۔ سب کو اعمال کی جزا اور سزا دینا اُسی کی شاہنشاہی اور خدائی کا مقتضیٰ ہو۔

ف۴ سورۂ قل اعوذ برب الفلق میں پناہ گمراہی اور حجابات حاجزہ سے مانگی گئی تھی۔ جس کے غالباً تین سبب ہوا کرتے ہیں۔ کبھی قوت وہمیہ اور بہیمیت کا غلبہ اور کبھی لذات و شہوات کی رغبت جس کی طرف ومن شر النفثت فی العقد میں اشارہ تھا اور کبھی قوی ملکوتیہ کا دب جانا اور عوارض ہیولانیہ و اسباب ظلمانیہ کا غلبہ پانا جسکی طرف ومن شر حاسد اذا حسد میں اشارہ تھا۔ اس لیئے استعاذہ میں خدا تعالیٰ کی صفت ربّ الفلق کا ذکر کیا جو تنویر کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور اس سورہ میں شیطانی وسواس سے پناہ مانگنے کا حکم ہے۔ اور شیطان کا استیلا انسانیت پر پورا پورا ہو جاتا ہے جو طرح طرح سے تجلیات باطلہ اور اشکال مختلفہ میں ظہور کرتا ہے اس لیئے اس سے استعاذہ کرنے میں تین صفات جبروت ذکر ہوئے۔ ربوبیت۔ ملکیت۔ الوہیت کہ جن کے استیلا سے شیطانی استیلا کو جگہ نہیں ملتی۔

ف۵ ابتدا قرآن کی وصف ربوبیت سے تھی الحمد للّٰہ رب العالمین فرمایا تھا۔ اور اختتام وصف الوہیت پر ہوا الٰہ النّاس فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے

کسیقدر شر الجنۃ کی بھی تفسیر کرتا ہون - انس رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے اندر خون کی طرح شیطان پھرتا ہے (متفق علیہ) ابوہریرہ رضؓ کہتے ہین کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان سے شیطان پوچھتا ہے کہ یہ چیز کس نے بنائی اور یہ کسنے یہان تک کہ کہتا ہے کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا پھر جب یہ نوبت پہونچے تو کہدینا چاہیئے کہ مین اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لایا ہون - (متفق علیہ) ابن مسعود رضؓ کہتے ہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان کا بھی ابن آدم کے دل پر گزر ہوتا ہے اور فرشتہ کا بھی شیطان کے گزرنے سے شر پر آمادگی اور حق کی تکذیب پر تحریک ہوتی ہے - اور فرشتے کے گزر سے نیک کام کرنے اور حق کی تصدیق کرنے کی تحریک ہوتی ہے پھر جسکو یہ بات نصیب ہو تو اللہ کا شکر کرے اور جسکو پہلی بات پیدا ہو تو شیطان مردود سے پناہ مانگے - (رواہ الترمذی)

اور یہ ممکن ہے کیونکہ فرشتہ اور اسیطرح شیطان جسم لطیف رکھتا ہے سو انکا انسان کے مجاری دم مین مداخلت کرنا کچھ بھی مشکل نہین اور اسی لیئے دل پر دریا کی طرح موجین اُٹھا کرتی ہین کبھی نیکی کی طرف اور کبھی بدی کی طرف دل مین از خود خواہش پیدا ہوتی ہے تو اسکا محرک نیک کامون مین فرشتہ کا الہام ہوتا ہے - اور بد کامون مین خطرۂ شیطانی ہوتا ہے پھر جو اس خطرۂ شیطانی پر جم گیا برباد ہوا - اور اصل مادہ اس شیطانی اور ملکی گزر کا انسان کے قوی بہیمیہ اور قوی ملکیہ کا ہیجان ہے - اور اسی لیئے بعض نے غلط فہمی سے صرف مادہ کو شیطان اور فرشتہ سمجھکر شیطان اور فرشتہ کے وجود مستقل کا انکار کر دیا یہ بھی ایک شیطانی خطرہ ہے - اور اس مین کوئی شبہ نہین کہ انسان کے اندر قوت وہمیہ بھی ایک بڑا شیطان ہے وہ اُسکو کچھ کا کچھ دکھا دیتی ہے اور اُسکے علوم و معارف حقہ مین فرق ڈالدیتی ہے جسقدر گمراہ فریق ہین اسی قوت وہمیہ کے مارے ہوئے ہین اس لیئے اس سے پناہ مانگنے کا ارشاد فرمایا جس سے اشارہ ہے کہ اپنے علوم و معارف حقہ پر جو تمکو مشکوۃ نبوت سے پہونچے ہین مستقیم اور ثابت قدم رہو خیالات کے گھوڑے دوڑا کر ہلاکت کی گھاٹی اور خسران کے گڑھے مین نہ گرو -

**ف** سورہ قل اعوذ برب الفلق مین رب الفلق ایک صفت ذکر کرکے تین چیزون سے پناہ مانگنے کا ذکر تھا اور اس سورہ مین تین صفات ذکر کرکے ایک چیز سے پناہ مانگنا فرمایا وہ کیا؟ شر وسواس خناس - اسمین کیا مصلحت ہے؟ (۱) تو یہ کہ اُس مین جسمانی شرون سے پناہ مانگی گئی تھی جسکے لیئے ایک صفت رب الفلق کافی تھی اور اس سورہ مین روحانی اور دینی شر سے پناہ مانگی گئی ہے اسلیئے اسکے لیئے تین صفات رب کا ذکر کرنا مناسب ہوا تاکہ معلوم ہو کہ دینی شر بڑا شر ہے اس لیئے اس سے پناہ مانگنے مین خدا پاک کے تین اوصاف - رب الناس - ملک الناس - الٰہ الناس کا ذکر کرنا مناسب ہوا - (۲) یہ کہ اُس سورۃ مین اُن تین شرون سے پناہ مانگنے کا حکم ہے جو اعلے اور اوساط کو لاحق ہوتے ہین اور اسمین اُس شر سے بچنے کا حکم ہے جو عوام کو زیادہ لاحق ہوتا ہے جو نہایت کمزور ہوتے ہین اسلیئے اُن کو خدا تعالٰے کے یہ تین وصف محافظ عطا کیئے گئے کہ اِن صفات عالیہ کے ذریعہ سے شر شیطانی سے پناہ مانگو -

الامام المرجع فی جمیع الاحکام البحر الذاخر والحبر الماهر السحاب الماطر عین السالم فی هذا العصر [illegible] العلو السامی الملقب بحی الله المفتی مولانا لطف الله متع الله المسلمین بطول بقائه ونصر [illegible] بهاته [illegible] ما طلعت علیه من العلم [illegible] القرآن العظیم [illegible]
[illegible] المبان فوجدته فریداً فی جنسه جامعاً لکل المحاسن فی [illegible] لکل عالم وطالب علماً فیه [illegible] الی [illegible]
المعانی [illegible] ونوعه [illegible] به الداء العضال و[illegible] المهتدی به [illegible] الضال [illegible] الاوان [illegible]
ولیس له [illegible] کیف لا وهو [illegible] العالم العلامة [illegible] فی [illegible] وفرید عصره [illegible] المعقول والمنقول [illegible] فروع واصول
من [illegible] علیه الفصاحة [illegible] ومن [illegible] [illegible] المعانی [illegible] الدقائق [illegible]
ولا [illegible] فی [illegible] العلم [illegible] لا [illegible] رسالة وقد [illegible] جامعاً لجمیع المحاسن
واللطائف [illegible] قول الشاعر [illegible] الله [illegible] العالم [illegible] مولانا ابو محمد عبد الحق الدهلوی [illegible]
اطلب من [illegible] الله [illegible] فی [illegible] المطالب [illegible] اهل کل لسان من قاصر
وقال واسئل الله الکریم [illegible] وان [illegible] فی دار النعیم ببرکة نبیه
الکریم [illegible] الاسلام والاصحابه ومن [illegible] الی یوم من الایام

هذا ما کتبه القاضی [illegible]

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی خلق الانسان وعلمه البیان وانزل علی عبده آیات بینات من الهدی والفرقان والصلوة والسلام علی افضل الانبیاء سیدنا محمد
اکرم الخلق من الانس والجان المؤید بالمعجز الباهر والبرهان المبعوث بالکتاب العلی الشان وعلی آله واصحابه السابقین اقصی البراعة والبیان
المتعوتین فی الصحف والقرآن وبعد فان الفاضل الادیب الکامل الاریب سید الافاضل فی المنقول والمعقول فخر الاماثل فی الفروع والاصول
عالم انوار التفاسیر القرآنیة ماهر اسرار الاحادیث النبویة المحقق المدقق سیدنا واستاذنا الاحق مولانا ابو محمد عبد الحق لا زال فانه محققاً
للحق ومبطلاً للباطل قد صنف کتاباً جلیلاً المسمی بالتفسیر الحقانی جامع نکات الاصولیه والفروعیه فاتح مغلقات العقلیة والنقلیة حیث
لم یسمعها الآذان ولم یر عیون الازمان معجبة للنواظر مطربة للخواطر یمیل الیها الطباع وتلذ بها الاسماع کافیة للمتمسکین بعروة الوثقی
وافیة للمتشبثین بغایة القصوی وانی یختفی للشمس ضوء عن الابصار فی ضحو النهار وکیف یستر فی المسک یعبق بها شم الوری
فی یوم صاف فیا ایها الطالبون الصادقون هلموا الی مقاصدکم واشکروا الی انجاح مراصدکم فانه نعم البضاعة واحسن متاع الدنیا
والآخرة وآخر کلامنا وختم مرامنا ان الحمد لله رب العالمین

حرره العبد الاحقر المدعو محمد عمر الملقب بشاه سراج الحق

کہ ربوبیت کی حق شناسی یہی ہے کہ اسکی الوہیت میں کسیکو شریک نہ کیا جائے اور اسی کی شکرگزاری کے ساتھ عبادت و اطاعت میں عمر گزار دی جاوے۔ ولہ الحمد ظاہراً و باطناً۔

## بتاریخ ۴ شعبان ۱۳۱۴ھ بوقت صبح بمقام دہلی کتاب تمام ہوئی

## قطعۂ تاریخ از مولوی سکندر یار خانصاحب دہلوی سلمہ اللہ تعالی

زہی تفسیر حقانی ز تصنیفات مولانا ۔ ز دیدارش فرو ریزد بدل انوار فیض حق
سکندر جست تا تاریخ ز ہاتف این ندا آمد ۔ شدہ تاریخ سال او گل از گلزار فیض حق

ولہ ایضاً

لکھی تفسیر حقانی ہے کیا خوب ۔ مصنف کو خدا نے دی جو توفیق
ہوئی تاریخ کی جب فکر مجھ کو ۔ کہا دل نے یہی ہے تنویر تحقیق

ولہ ایضاً

شدہ تفسیر حقانی چہ مرغوب ۔ ز دیدارش نمودہ منظر حق
نمودم فکر [illegible] سال تاریخ ۔ بگوش آمد ندا این مظہر حق

## هذا سطر من الفضلاء الاجلاء الكبار الفقهاء المتقن الاستاذ الذي شرف في بلدة النبي عليه الصلاة والسلام

## مولانا عبد الرحمن بن احمد بن عبد القادر المكي الساكن بالمدينة المنورة

## بسم الله الرحمن الرحيم

حمداً لمن جعل كتابه العزيز اصلاً للعلوم وباباً للسعادة، وسبباً للفوز والنجاة والهداية والسيادة، وجعل العلماء مفتاحاً لهذا الباب ونوراً يستضاء بهم في جميع البلاد، وفضلهم على من سواهم من خلقه من حاضر وباد، فقال جل من قائل هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون وقال هل تستوي الظلمات والنور، ففيه كفاية لاهل الشعور، وشكراً لمن اصطفى منهم من شاء لخدمة كتابه الرفيع الكريم، وافاض عليهم من فتوحات الالهية لفهم مبانيه وتفسير معانيه ما يقف دونه فهم كل فيلسوف وحكيم، ونظمهم في سلك قوله تعالى وما يعلم تاويله الا الله والراسخون في العلم، واصلي واسلم على المخصوص بجوامع الكلم والهادي الى قوم الطريق وعلى آله واصحابه الواصلين غاية السبق في ميدان التحقيق **اما بعد** فيقول الفقير الى رحمة ربه الغني عبد الرحمن بن احمد بن عبد القادر الياس المدني خادم العلوم ببلدة اشرف رسول واكرم نبي۔ انه اقتعدت غارب الاغتراب وانتنى الغربة عن الاقران والاتراب ودخلت بلاد الهند مجبوراً عن التقدير فاتلاً ربنا انزلت الي من خير فقير وجعلت جل قصدي في هذا السفر الاستفادة والافادة ودفع الغموم والهموم بملاقاة العلماء السادة۔ كما هو داب السلف الكرام وعادة۔ كيلا اوب صفر اليدين وارجع بخفي حنين فحلولي ووصولي اليها فزت بالعلماء الكرام وظفرت بزيارة الكبراء والعظام منهم مفتي

چو نسبت با جنس عالی را بوصف نوع تحتانی — چه نسبت نوع سافل را بذات جنس فوقانی
نه ضبط منطق اندر ربط حکمت ساختن رانی — مرا [illegible] اندر [illegible] منطق با زبان [illegible]

ز نسبت خاک افشان دست سفلی بر سر علوی — نه برهان چاک داماان جسم تعلیم هیولانی
نهی پا از سر جان در ره جانبازی مردان — نبی را با به [illegible] از تقلید [illegible]

نجات یونس از ماهی بد اندر تسبیح یا منجی — دلیل عصمت یوسف شد از پس چاک دامانی
چو علم دین و ایمان سر بسر داری بسر بگذر — زهی [illegible] این و آن و [illegible] یونانی

الا ای فلسفی باید سپر انداختن اینجا — هلا ای مدعی شاید سبق نشناختن خوانی
اگر در خانه کس داری بسوی [illegible] آری — دلا از شیشه دانش بزن بر سنگ نادانی

جمال علم اگر جوئی مجوش از درد و نامردی — جمال علم اگر خواهی منوش از درد نفسانی
نخواهی دید روی پر صفای علم و دانش را — کرا گرد غبار جهل از دامن بیفشانی

اگر خواهی درآ اندر بهشت خلد رحم و همدردی — لهیب هفت دوزخ را بآب مهر بنشانی
بپای سر بیا گر داری اندر سر سر مجلس — بمجلس مجلس جانان چه جانان جان بجانانی

چو [illegible] ال منزلی تا کی برارغ اندر دم کوکو — چو بلبل مسکنی تا کی بباغ اندر نوانوانی
عبادت کی بود خالص ز [illegible] ریاکاری — قناعت کیش شو و حاصل مکن خواهشهای نفسانی

رهنمای حق اگر جوئی فنا سو جان بجانان ده — سبکروحی اگر خواهی بیفکن بار جسمانی
کمال خلق اگر خواهی جمال خلق را خو کن — حیات روح اگر جوئی بدر کن خوی حیوانی

ابر بند از وهم هستی درین منزل بکن مستی — مبادا گر دو مول راه حقانی فرو مانی
هما تا خوش شد آن ساید که داغ اندر دلش باشد — نه آن زاهد که دارد از ریا داغی به پیشانی

تو کمتر ذره با خفا و رخشان چه می تابی — تو احقر قطره با قلزم عمان چه میمانی
اگر پیرایه دانش نبوده نقل ایمان را — بیک ارزن نیرزد پیش [illegible] کتاب عقل یونانی

نباس علت و معلول حکمت را به یکسو نه — بیانی نقل را نتوان رسد عقل هیولانی
دلا تا چند بر دروازه دنیای دون باشی — بیا در دین حق [illegible] دامی [illegible]

ببین از دیده کثرت جمال شاهد وحدت — که در اثبات توحید است نفی اول و ثانی
مزن دم هیچ تا مردان بحفظ نفس دل [illegible] — بزن [illegible] گرم جولانی

سمند فکر و رخش عقل خنگ فارابی کرد — دم دعوای طی هفت خوان راه عرفانی
روی در [illegible] — نشوی آگه [illegible] خوانی

خدا و الله از جوی که می باشند پس کوسه — چسان از باغ و صحرا خرامد سرو بستانی
بحمدالله درین دوران خزان رفت و بهار آمد — بهمه در [illegible] ربانی

از قید آب و گل درآور کاخ جان و دل — بزن چون بایزید از سر خروشیها بانگ سبحانی
برای نفس گفتاری چه در نفسش نگهداری — بکن دل را چون صدف لب را بآب ابر نیسانی

[illegible] فلکی مستی فزائی از دم حق حق — بهر گل بلبلی دستان سرائی از خوش الحانی
ازین اکسیر اعظم چون مس دل را طلا سازی — درین [illegible] خاک افشان [illegible]

[illegible] ل درگنبد تن نعره الله اکبر زن — مشو نزدل درین منزل اگر شیر نیستانی
چو خواهی [illegible] جاده جان [illegible] — دلا طی نه خواهد شد ره مشکل آسانی

[illegible] قدرت که دریابد مواد جوهر کلی — کرا طاقت که پیماید سواد ملک امکانی
ز روی شرط انتاج قرآن اصغر و اکبر — کل اندر جزو نه جزو در کل مشکل اول و ثانی

با اندر بلاغت هم فصاحت را چه می جوئی — ببین اندر درایت هم روایت را چه میخوانی
بیفکن تخم ده خاک ای جان [illegible] — بیفشان آستین ای دل برین آلوده دامانی

باشی یک آن [illegible] در روزه [illegible] مولد هم — نه در چار آخشیج و پنج حس و شش جهت مانی
چو نفس دون بدحالی چه خواهی خانه برپادی — چو بوم شوم بد فالی چه جوئی خانه ویرانی

ماز اپدر شب آبستن و نیای دون فردا — کجا آید ز گرگ نفس سرکش کار چوپانی
بشو از صفحه دل نقش دنیای دنی یکسر — بکن حاصل مقام ملا اعلی از [illegible]

این نسبت بود با نوع سافل جنس عالی را — که فوقانی بود این جنس و آن نوعست تحتانی
بدست اندر درین ره هر یکی حیران و سرگردان — چه کلک گوهر افشانی چه سلک سبحه گردانی

ما این نارسائی کمند دست کوتاهی — کجا آن ذروه بام فلک ساید ثناخوانی
ملک در ذکر او حیران فلک در فکر او گردان — بعشقش مهر و مه دارد و در آتش لعل [illegible]

بل ظاهریت رای را بر روی آوردن — بدان ماند که برگنبد نهی جوز خراسانی
جمال شاهد عین العیون احسن اعلی [illegible] — ز درک قوتش [illegible] اعیان امکانی

نادرک کنه حمد و نعت وجیب و ممکن — برون است از قدر سر حد امکان الثانی
کشا باب مجازی از حقیقی در مجازی هم — سر آغوش نغمه هم زن [illegible] قانون [illegible]

# یہ تاریخیں حضرت فاضل اجل شاعر بے مثل علامۂ فہامہ وحید و فرید زمانہ فخر عرفی رشک فیضی خسرو ثانی مولانا مولوی عبد العلی لکھنوی مدراسی نے ارسال فرمائی ہیں ناظرین حضرت کاتہ دل سے اور مصنف صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں

## حامدًا و مصلیًا

### تواریخ عربی و فارسی و اردو ی تفسیر حقانی منظومۂ حضرت آسی محمد عبد العلی مدراسی سلمہ اللہ تعالیٰ

| | | | |
|---|---|---|---|
| تصدّر وقل أيها المستكين | هو الحق للحق حصن حصين | لقد جاء حق بتفسير حق | هو العبد للحق سبز وطان |
| على رفعة الدرس كان منار | وفي مجلس الوعظ صدر أمان | لأهل التوادي لدى الأنادي | لصرح الأفاضل ركن ركين |
| به في العلى شمس علم أضاءت | به كان نور الهدى مستبين | لصرح الكنايات أصل أصيل | لبرج الإشارات من متين |
| لأرباب علم إمام همام | لأصحاب فن دليل فطين | توالي مقاماته في المعالي | معالي مقالاته لا تبين |
| ومن فوقه قط لم يعد إلّا | حديث وآي وفقه مبين | وأمّا له الفضل درسا ووعظا | فدرّسه ودرّسنه |
| لحسام تحريره غير مطفى | وقراءة تفسيره لا تزين | له في المعالي مديح مجلّى | له في العوالي كلام رزين |
| فمن ساء سوء له كان جبنا | ومن عابه فهو بئس المعيب | فأمّا المثنّى فنعم الجليس | وأمّا المخطي فبئس القرين |
| بحساده قال ربي تعالى | وأملي لهم إن كيدي متين | فتفسيره جاء تفسير حق | من الحق فالحق حق مبين |
| بإرشاده قد جاء أمس آسي | بحق حفيظ به نستعين | أما إن هذا النور من الحق<br>۱۳۱۴ھ | ألا إن هذا كتاب مبين<br>۱۳۱۴ھ |

## وله ایضًا قصیدۂ تاریخیہ در فارسی و اردو

۲۰۷ شعر

| | |
|---|---|
| لكم بشرى ألا يا أيها الإخوان خلّاني | تعالوا طوبى أما يا أيها الخلان إخواني |

| | | | |
|---|---|---|---|
| فی سر سمع الاغانی را امید سمع خوش خوانی | در سمع المثانی را نوید حلقه جنبانی | رسانم مژدۀ تازه بگوش از جوش حقانی | لوا دم کوس آوازه بجوش از هوش حقانی |
| بده ساقی می باقی زراح روح و ریحانی | که تا روح از سبی مستی زند نقش بر تن آسانی | وده در باغ ایمانی و زر و در راغ حقانی | نسیم نوبهارانی شمیم صبح گاهانی |
| سماع شور وجدانی و چشم نور عرفانی | شنید اسرار رحمانی و دید آثار سبحانی | درین راه هدی سرکن که خود خوانی و بدانی | که گردوزان بدلی هفت منزل مشکل آسانی |
| مرو از راه نفسانی بقعر چاه شیطانی | برو از فرش ظلمانی بسوی عرش رحمانی | چه می بینی بجای گل بدامان خار نفسانی | چه می بینی کتاب حکمت و نان یونانی |
| فزین هست هر ایوان بصنعتهای حقانی | مشحون هست هر عنوان بحکمتهای لقمانی | بهر جا وه بشارتها چه آبادی چه ویرانی | بهر سو کن اشارتها چه پیدائی چه پنهانی |

۱۲۵۷

مفصل این چنین باید مجدد این چنین شاید
باین جادو بیانی سحر خوانی [illegible] مانند تش
ز سنگ سخت این کوه گران بی و عوی معجز
کشود از ناخن فکر رسا آن عقد لاینحل
معانی از مبانی و ز معانی راز ها روشن
انیس جلوت و کثرت جلیس خلوت وحدت
مبانی یاسمن بویان مثانی رشک بگل رویان
تو گوئی سبز پوشان کاشان قدم اینجا
بنجوان [illegible] خواهد چو زیبا آری
بچشم قیس [illegible] زلیخا هر دو باید دید
بیدولدادگان شاه خوش خال [illegible]
بهر لفظش بود فتح الخفای [illegible]
چه گویم صوت مطبوع طبع آب رنگ [illegible]
صفایش را چه پیری جلالش را چه پیچواری
بهر بینی و معنی باهمی ربط آنچنان باشد
بهم آمد حال را سیرت نمای صورت جانان
بیاض صفحها خنده کنان غنچه دندان
سواد اندر بیاض و سویدا روشن اندر دل
دو چشم لفظ و معنی عشوه ساز صورت و سیرت
سطورش نظمی از جوهر چو جوهر جوهر آلی
بیاری طالب تفسیر مصحف نقد دل بر کف
بریده صرصر جذب القلوب از نور حق بینی
زهی حسن قبول او که هر که پیش کردندش
بمیدان زبان فرس تا اینجا سخن راندم
کجهان [illegible] اکنون سجادۀ عقل کل

که از شعر و احادیث آورد [illegible] حقانی
بنه جامی و نظامی هم نه فردوسی خاقانی
[illegible] چون [illegible]
که در حاشیه عقد [illegible]
[illegible] زرین [illegible]
[illegible] آیین [illegible]
[illegible] سنبرین مویان [illegible]
[illegible] نازل او فراز [illegible] ربانی
[illegible] خواند [illegible]
بحال شاهد لیلی [illegible] کنعانی
[illegible] آینه وار [illegible]
بهر حرفش بود کشف الغطای رازربانی
که شد آئینه از فرط صفایش غرق حیرانی
[illegible] آئینه نماید شکل حیرانی
که قلا بهم الف واقع شود [illegible] الف ثانی
بهم آمد قال را صورت نمای سیرت جانی
سواد حرفها چینک زنان بر چشم فتانی
بیاض اندر سواد او بظلمت آب حیوانی
دو زلف ظهر و بطن او بپای پیدائی و پنهانی
حروفش نثری از گوهر چو گوهر گوهر کانی
که سودای چنین جنس گران شد بر تو ارزانی
بعارض غازه حسن قبول از رنگ حقانی
قبول آمد بدرگاه نبی انسی و جانی
در اردوی معلی هم عنان تا هم [illegible]
بیان و نون [illegible] خوان [illegible]

به نثر دلفزای دل و حید فیض نی طغرا
علامی در دو قومی از پی حاذق [illegible]
چو سر انگشت از سر باب حقولی [illegible]
[illegible] تصحیح [illegible]
[illegible] خط [illegible]
بیاض روشن از روشن سواد [illegible]
[illegible] اوصافی شان [illegible]
[illegible]
سواد [illegible] لیلا [illegible]
[illegible]
از این آئینه باید [illegible]
[illegible]
لباس [illegible]
بنام [illegible]
مسلسل سطر [illegible]
هم اسرار خداوند قدم را جام جم آمد
سوادش از سواد زلف لیلای خداوندی
مصفا از صفای سطح مرآت اسکندر
الا ای جوهری بنگر در اینجا حق نما جوهر
مخطط هر ورق چون خال [illegible]
بطرز خوب [illegible] طبع شد این نسخه [illegible]
چنان مقبول عالم آمد از اخلاق حق [illegible]
پس آنگه خود [illegible] جبرئیل [illegible]
پس از حمد و ثنای حق و نعت شاه [illegible]
کلام نفسی واجب کی [illegible]

بنظم دلکشای جان حکیم و قدسی و ثانی
کرد دار الشفائی او نماید درد و درمانی
چو در یاسف [illegible] نظم قرآنی
[illegible] کلام پاک ربانی
[illegible] از قوت [illegible]
تو گوئی صبح نورانی [illegible] ظلمانی
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
بهم آئینه نمای شکل حال شاه عرفانی
بیاضش از بیاض [illegible] سلمای خداوانی
مجلا از جلای چشمۀ خورشید نورانی
چه جوهر جوهر گوهر چو گوهر گوهر کانی
چه خط کز فرط خوبی خط کشد بر خط ریحانی
بخوبی و خوشی سلوبی ندیدم مثل آن ثانی
که چون قرطاس [illegible] و هر قاضی [illegible]
بگفتا یا رسول الله زهی تفسیر حقانی
کزان و نون [illegible] زبان [illegible]
[illegible]

همانا اندرین آبادی ویرانه باقی — چو طفلان میکنی از خاک گل تعمیر ایوانی
بیدارم گوهر سلکم بیا بازار شد سر بداری — بیارم ... کلکم ببین بار سخن رانی

وهم سرو سهوای ... شهباز سخن دانی — سمند خامه را آرام درین میدان کج لانی
سوم شد مخزن الاسرار جامم سبحة الابرار — گرکشته اید بر رویم ... بار بعمر حقانی

منم امروز تفسیر الحقائق همچو غزالی — منم امروز تحریر الدقائق همچو دوانی
بهم اکنون روبرو بینم شیخ اول کجا ... — بهم ایدون شیخ ثانی پیش من طفل دبستانی

قلم اندر کفم همچون حسامم بر صف میدان — زبان اندر بیان در معرکه تیغ صفاهانی
منم امروز کشاف المعانی همچو جار الله — منم امروز مفتاح المعانی همچو خاقانی

بیا بنشین بپیش من سخنی درین تفسیر حق گوئی — بخوان چه چه بگو وه وه برین تفسیر حقانی
اگر داری هوای های و هوی حق سراینده — بیا بشنو صدای زمزمه تفسیر حقانی

بهر یکسو خیال هفت خوان رستم دستان — بطی وادی سی منزل تفسیر حقانی
دلا ... دریا ... و آهی تا بکی نوانی — بیا بنشین بخوان حرفی ازین تفسیر حقانی

اگر پرسی ز من احوال این تفسیر میگویم — جهان را نیست جان ... جاودانی
اگر راز درون از حق شنیدن آرزو داری — بیا بنگر درین تفسیر اسرار خداوندانی

تو دانی بدین تفسیر اگر مصحف نیاموزی — تو نادانی بدین تفسیر اگر قرآن نخوانی
ازین تفسیر فرقان گوی ازو فرقان ... — ازین تفسیر قرآن ... با تفسیر قرآنی

خدایا تا ابد آید دلیل واجب و ممکن — مسلم باد امکان ... چو خط برهانی
به حق علم الیقین عین الیقین حق الیقین شد — چه حق احق احق با حق شد این تفسیر حقانی

چنین تفسیر نتوان یافت کس را با امکان — ولا ادنا ما ... النافی
نه چشیده این گلچین چنین خندان گل رنگین — نه دیده دیده حق بین چنین تفسیر حقانی

چه تفسیر آنکه باشد خیرت تفسیر بیضاوی — چه تفسیر آنکه باشد ... کشاف
چه تفسیر آنکه ... — چه تفسیر آنکه ... سبحانی

چه تفسیر آنکه تفسیر از سواد عین حور العین — چه تفسیر آنکه تفسیر از حدیث شاه عثمانی
چه تفسیر آنکه ... سرور عالم — چه تفسیر آنکه تلویح کلام پاک ربانی

چه تفسیر آنکه باشد مخزن اسرار لاهوتی — چه تفسیر آنکه باشد مطلع انوار سبحانی
چه تفسیر آنکه باشد مرکز ادوار و بیداری — چه تفسیر آنکه باشد نقطه ... پرگار ایمانی

چه تفسیر آنکه تعلیمش علم در عالم امکان — چه تفسیر آنکه تا دیدش موید باد ربانی
چه تفسیر آنکه در آفاق تا شد نام در آمد — چه تفسیر آنکه در عالم علم ... حقانی

چه تفسیر آنکه کشف سر حق جوئی و حق پوئی — چه تفسیر آنکه شرح متن حق گوئی و حق دانی
چه تفسیر آنکه دانندش ز تفسیر کبیر اکبر — چه تفسیر آنکه خوانندش ز سر ... دانی

چه تفسیر آنکه گوئی زابشار آب رنگ سنگ — بدارد در بغل صد جلوه سر چهر اعانی
چه تفسیری که از علامه علم کلام حق — چه تفسیری که از فهامه تدقیق برهانی

چه فهامه که نامی نام او علامه عبد الحق — که حق بر نام او زد سکه تفسیر حقانی
ازان جوهر نما دریای زخار گهر حق — وزین گوهر نما طغرای تسبیح سلیمانی

ازان الطف نسیم نافه ریز مشک تاتاری — وزین اطیب شمیم نفحه بیز روح ریحانی
ازان مسدود شد اسباب ... — وزین مردود شد اسباب تسویلات شیطانی

چه تفسیر آنکه باشد مجمع علم و فنش جامع — چه تفسیر آنکه باشد مولوی عبد الحق بانی
چه عبد الحق که احق نام او ... — شرف دارد بر اسما همچو بسم الله عنوانی

چه عبد الحق که تحدیثش بود تحدیث حق یعنی — چه عبد الحق که تفسیرش بود تفسیر حقانی
چه عبد الحق که ... واقف اقوال ... — چه عبد الحق که طبعش کاشف امثال ...

چه عبد الحق که او انسان عین عین انسان است — چه انسان کز وی این صنعت لقا شان انسانی
بعلم او در خبر و سیر مطالب فقه و حدیث اکمل — بعلم او در ذوق و شوق مقصد تفسیر حقانی

دم تقریر منقولی مدقق همچو شیبانی — بوقت بحث معقولی محقق همچو دوانی
کمند منطقش راندر بیان ... — سمند حکمتش ... گردون گردانی

چمن پیرای عقل و فهم اهل رأی علم دین — بهار آرای آب و رنگ باغ فقه نعمانی
بدانش ختم شد تفسیر ... — چو صفش صادق آمد بحر زخار همه دانی

کشش چهره نشد اندر چهار اقلیم هندوستان — بل اندر هفت اقلیمش نموده جلوه سبحانی
ولی تصدیق آن فرمود این ... — بلی مصداق آن گردید این تفسیر حقانی

بفیض جود و بخشش موجه سر چشمه جاری — بفضل علم و دانش لجه دریای عمانی
اگر حق بر زبان آری چنین ... — محقق میتوان دانی مدقق میتوان خوانی

## تاریخ اختتام تفسیر حقانی و خاتمہ جلد ہشتم در سال ۱۳۱۴ھ از جناب ساقی دادخان صاحب

بحمد اللہ ز فضلِ کبریائی — بہ تکمیل آمدہ تفسیر شیرین

چو شد تفسیر حقانی نامش — برائے اہل دین تفسیر شیرین

سپہ و دفع مطاعن تیغ اعدا — ضرورت بود از تفسیر شیرین

ز بیدِ ہندوان و کیدِ نیچر — کشاید عقدہا تفسیر شیرین

ز کر و خدعۂ اعدائے اسلام — خبر وارت کند تفسیر شیرین

جزاک اللہ ای علامۂ عصر — چہ خوش آوردہ تفسیر شیرین

ز مولانائے عبد الحق محقق — زہے تفسیر با تقریر شیرین

بتقلید صحابہ و ائمہ — بطرز کاملین تفسیر شیرین

ز توراۃ و اناجیل و دساتیر — خبرہا می دہد تفسیر شیرین

قبایح شرک و ہم اوہام بدعت — دہد راحت ہمی سکند تفسیر شیرین

غرض بہر افادۂ دین برحق — ز حق دارد اثر تفسیر شیرین

عدو را پا شکست از بہر تاریخ — سروشم گفت از تفسیر شیرین ۱۳۵۲ھ

## تاریخ تفسیر حقانی نتیجۂ فکر شاعری بدل منشی مکمل حکیم شیخ غلام محی الدین صاحب متخلص بہ نبذ

حنفی القادری ثم چشتی النظامی سکرٹری انجمن محافظ حجاج و انجمن تبلیغ الاسلام و مالک شفاخانہ فیض واقع شہر بمبئی

لوحش اللہ دفترِ لاریب فیہ — معنی و تفسیر قرآن حبذا

کردہ ز استدلالِ عقلیہ ثبوت — شانِ توحیدِ جنابِ کبریا

بر صفات و ذات و اثباتِ ملک — بر وجود و شکل و ماہیت نبا

دفع شبہات و شکوکِ ملحدیں — کرد در شیءِ نبوت صلعم جا بجا

اختلافِ قرأت و قراء ہم — زور قلم از خامۂ معجز نما

گشت این تفسیر خضرِ راہِ حق — بہر گمراہانِ دینِ مصطفی

شرح روح و عالمِ اخری نوشت — کرد اثباتِ جزا و ہم سزا

بو محمد عبد حق ذی فضل و علم — رافعِ شرعِ محمد صلعم مصطفی

ماحیِ تاریکیِ بدعات و شرک — جلوۂ خورشیدِ ورع و اتقا

باز نازان ست لطفش بر زبان — باز شد جان و دلم فرحت فزا

آن نظام الملک آصف جاہ شان — میر محبوب علی خان ذو العطا

ناز بر عہدیش ملکِ دکن — می کند تفسیر حقانی بجا

از تفاسیر ست این تفسیر نیک — داد تصریحات شرح و بسط را

گشت ردِ ہر سوالِ منکریں — از جوابِ شافی و علمِ خدا

کرد بحث آورد اقوالِ نبیل — با دلائل با وثوقِ اہتدا

غیر ادیان و ملل را نسخ ساخت — از براہین و حجج صد مرحبا

از جوابِ شافیش لب بستہ اند — منکرینِ معجزاتِ انبیا

بہر ہر نیچر جوابِ باصواب — داد از آیات و تفسیر ہدا

این مفسر کیست اسم سامیش — بر زبانِ من روان شد مرحبا

فاضلِ اکمل فقیہِ بے مثل — عالمِ علمِ حقائق با خدا

معرکہ آرائے بحثِ علم دیں — مہر میدانِ حقائق بے ریا

اے کہ در عہدِ ہمایوں طبع شد — نام والا بر لب آمد حبذا

شاہِ اسلام و شہِ ملکِ دکن — عدل گستر خلق پرور با خدا

مژدۂ طبعش چو شد شہرت پذیر — فکر لاحق شد پئے سن بندہ را

مصرعۂ تاریخ را ناگاہ خواند — طبع شد تفسیر حقانی جہا

کہاں ممکن ہے ہو ممکن ابد کے معنی و اسباب
کجا وہ فرع نا محکم کجا یہ اصل مستحکم
جو دیکھو اس طلسمی خانہ دنیا میں عبرت سے
ہے منطق انکی لونڈی اور حکمت ہے غلام انکا
کہوں کیونکر نہ انکو شہسوار عرصۂ معنی
ہے زیبا جو لکھیں ارباب فضل انکی فضیلت میں
دہاں ہے حقہ دریائی تفسیر و حدیث انکا
بیان ہے دلگداز بزم ایوان سخن سنجی
وہ حرکت ارتجال ذکر کی یا گردش گردوں
نگارین کلک گوہر سلک رنگا رنگ صنعت سے
فصاحت اور بلاغت سے نہ پر کیونکر ہو تفسیر
بہت ہیں اور بھی حالو کی اردو دنیا میں
ہوا ہے سینکڑوں پر طاہر اس تفسیر سے سب کچھ
مگر سچ پوچھو تو ہر ایک نے اطراف عالم میں
ہوئی سر دار اس بالکل ہر بیت کی گرم بازاری
ہے جس سے بڑھ گئی سب دین حق کی خفیہ شانیں
کہیں تحقیق ربط و وقف و وصل و ضبط و قصر و مد
مبانی اور معانی میں ہے ربط و اتحاد ایسا
کتب فصلت آیاتہ شان نزول اسکا
سواد لفظ سے ہے جلوہ گر بیضا ضیا معنی
اگر چاہو نجات اخروی اور دولت دینی
سواد ایسے ہے جب خورشید ہوگا روز محشر میں

کہاں حادث ہے جو حادث انکی شرح پایانی
کہاں وہ عقل یونانی کہاں یہ نقل ایمانی
کہ ویرانی میں آبادی ہے آبادی میں ویرانی
بجا ہے گر کہوں میں انکو شیخ اول و ثانی
کہ ہر دم زیر ران انکے ہے شبدیز سخن دانی
ہے اولیٰ جو کریں اصحاب علم انکی ثنا خوانی
زباں ہے چشمۂ آب روان فقہ نعمانی
زباں ہے یکہ تاز رزم میدان بلند دانی
وہ جودت انتقال ذہن کی یا برق لامانی
عیاں ہے خال و خط نو عروس نظم قرآنی
کہ اردو فارسی عربی کی حالت ہے بیابانی
سواد جاہل عرب کے کہ ایک آنکھ انکی ہے کافی
بنا ہے دوزخ و میزان حوض و حور و غلمانی
اسی تفسیر سے قدر اس مفسر کی ہے پہچانی
کہ گویا آگ پر باطل کی حق کا پڑ گیا پانی
ہے جس سے گھٹ گئی سب نیچری بابی کی طغیانی
کہیں تدقیق رسم خط توقیفی عثمانی
کہ جیسا لام الف میں لام الف کا ربط و جدانی
کتب احکمت آیاتہ اسکی ثنا خوانی
عیاں جس طرح مشکیں کا کلوں سے شکل نورانی
لو اسکو نقد جان و دل سے اخوان ایمانی
یہی تفسیر ہوگی سر پہ چتر ظل سبحانی
ہے اسمیں غایت اعجاز کی معجز نما تاریخ
پہن سے آیت قرآن اس تفسیر کی آئی

کلام ہے تفسیر و تعبیر لفظی میں ہے صد باہم
کجا تشریق بیضا کی کجا تنویر مہتابی
یہی الحق حق ہے کہتا ہوں کہ ہر علامہ حجت
مطب میں بوعلی سینا و افلاطون و فارابی
فصاحت میں ہیں جرجانی بلاغت میں ہیں میدانی
علم کرتا ہے انکا علم حق اظہار عالم میں
محقق ہو تو ایسا ہو مفسر ہو تو ایسا ہو
ہے سرعت میں ہوا تیز پائے فرس سحر
بتا دی نور سے تحقیق حق بینی کی راہ راست
ہر آئینے دقائق اور حکایت کہ ہر باطل
ظہور حق ہے اس تفسیر حقانی کی حق بیں ہے
نصوص و صاد ہر بیت اور نیچر ہے کلی رد ہیں
فنا سے کائنات و نفخ صور و حالت برزخ
کتب فصلت آیاتہ تفصیل ہیں ہر مثل
یہ آئینہ ہے احقاق حق اور ابطال باطل کا
ہے جس سے عسکر ابرار کی جمعیت خاطر
کہیں احقاق حق ہے اور کہیں ابطال باطل ہے
نہیں تشبیہ ہے لائق ہے فائق اس سے ربط ایسا
یہ ہے تفسیر حقانی ہے حق بہ تلو و کالتعلے
بحمد اللہ کہ کیا ہی ہے یکی تحقیق و صحت سے
چلو لاؤ جو ہر تفسیر قرآن کے خریدارو
ملیگا اجر اس تفسیر کا سب پڑھنے والوں کو
ہے اسمیں آیت مصحف سے نکلا سال الثانی
کتب احکمت آیاتہ تاریخ قرآنی
۱۳۰۵ھ

کہاں وہ واجب باقی کہاں یہ حادث فانی
کہاں تقدیر واجب کی کہاں تحدیث امکانی
ہے کس میں اسی حق گوئی و حق بینی و حق دانی
امام ہیں سیبویہ ابن رشد و شیخ جرجانی
روایت میں ہیں نہ قانی درایت میں ہیں قرآنی
قلم کرتا ہے انکا مشکل بیاں کی خوش فشانی
مناظر ہو تو ایسا ہر کرامت انکی ہے برہانی
ہے ہر رفعت نا ہر ہما چرخ رسائی عرش سجانی
واکہ وادی انتہا تحقیق حق دانی کی جولانی
بتایا کیسو لگتے ... سرار پنہانی
کہ گر یاد ہیں اور ملائکہ کی مرگ ناگہانی
باثبات ... و نقطہ ... ہر ہانی
عذاب قبر واحیاء و سوال و حشر ابدانی
کتب احکمت آیاتہ حکمت میں لاثانی
یہ گنجینہ ہے لعل و گوہر ایماں کا لاثانی
ہے جس سے لشکر کفار کی ثابت پریشانی
کہیں ہے علم ایمانی سے رد فن یونانی
کہ نقطہ خط میں خط نقطے میں یہ نکتہ ہے پنہانی
ہوا ہے ظاہر اس تفسیر سے اعجاز قرآنی
زہے تفسیر قرآنی خوشے تقریر فرقانی
کہ پائی گوہر جنس گراں نے کیا ہی ارزانی
رہے گا فیض اسکا تا بقائے عالم فانی

## ایضاً

لکھی کیا ہی شرح کلام حق ہوئے حل معانی جتنے ادق | ہیں کہاں محقق ماسبق کریں اس کی قدر و منزلت
سے ہے کہ ہر نسیال ترا انیق ہے انتشار یہ کس لیے | سن ہجری تو سے ہر احترام سے لکھ دے و سیپارہ آخرت ۱۳۱۲

## ایضاً

مرحبا آفریں جزاک اللہ | حبذا اے مفسر علام | ایں چہ تفسیر دلبر زیباست | عشو ہایش کشند جان انام
پاسئے علت چو دور از و کردم | گشت تفسیر بے مثالش نام ۱۳۱۲ھ

## ایضاً

تعالی اللہ چہ تفسیر مقدس | بہ سدرہ مدح خواں روح الابش | بہ نور جلوہ حسن معانی | ثنا خواں در جہاں ہر حور عین بخش
سن ہجری سروش از روئے ایمان | بمن گفتا بگو۔ مرغوب دہش ۱۳۱۳

## ایضاً

لکھی واہ تفسیر کیا مرحبا! | فہذا من اللہ فوز کبیر | برابر کا سر کا اکبر ہے انیق | فقل ان ہذا عبیر العطار ۱۳۱۲

## ایضاً

ہے لکھی تفسیر حقانی عجیب | ہر ورق کوٹ لبے بہر منکریں | مصرعہ تاریخ ہجری کے لیے | تھی جو مجھ کو فکر انیق کم قدریں
از سر اخلاص بولا چرخ پیر | اے جواں لکھ ہے یہ مہر وعظین ۱۳۱۲

## تاریخ طبع

ایں چہ تفسیر شد جہاں آرا | ہمہ آفاق زوست نورانی | الکشاف تمام یافت ازو | ہمہ اسرار ستر قرآنی
سال طبعش چو جستجو کردم | گفت ہاتف چراغ ایمانی ۱۳۱۶

## دیگر قطعہ تالیف

ویلله در المؤلف انیق | فہذا عجیب فصیح مبین | ہدانی لاحل السنة ملہما | الا ان ہذا کتاب مبین

## دیگر تاریخ طبع

شدہ مطبوع عالم مرحبا تفسیر قرآنی | زہے انوار ایمانی خہے الطاف ربانی
زسال طبع پرسیدند اہل طبع چون از من | دلم گفتا بگو۔ زہ طبع شد تفسیر حقانی ۱۳۱۶

واضح رہے کہ ۱۳۱۳ھ میں یہ جلد ہشتم قریب الاختتام تھی شاعر فاضل نے تاریخوں میں وہی سال ملحوظ رکھا مگر ۱۳۱۶ھ میں اتفاق اختتام ہوا اور طبع میں ہوئی

# قطعات تاریخ تالیف تفسیر حقانی از نتیجۂ طبع شاعر بے بدل فاضلِ بے مثل حافظ محمد یعقوب صدیقی متخلص بہ انیق جونپوری ابن شیخ رمضان علی صاحب

## قطعہ

مرحبا فاضلِ علّام ادیبِ بے مثل — چست کیا آپ کی تقریر ہے ماشاء اللہ
یہ طلاقت یہ سلاست یہ روانی کلام — کیا ہی جادو بھری تحریر ہے ماشاء اللہ
ایسی تفسیر نہ دیکھی نہ سنی ہوگی کبھی — واعظو او نحہ یہ تقدیر ہے ماشاء اللہ
مرضِ جہل و ضلالت کے مٹانے کو انیق — واقعی نسخۂ اکسیر ہے ماشاء اللہ
ایسی تحقیق و دلائل سے مدلل کہیے؟ — اردو میں کوئی تفسیر ہے ماشاء اللہ
کہہ دو یہ منکرِ بے دیں سے کہ سر کاٹے — دینِ حق کی کھلی شمشیر ہے ماشاء اللہ
مرضِ شرک و جہالت کا اُڑا دے خاکہ — نسخۂ حق کی یہ تاثیر ہے ماشاء اللہ
آئے آئینۂ تحقیق میں صورت دیکھے — ہاں کدھر منکرِ بے پیر ہے ماشاء اللہ
کیوں نہ مقبولِ خلائق ہو کلامِ حق ہے — چار سو دہر میں تشہیر ہے ماشاء اللہ
کورِ باطن اسے آنکھوں سے لگائیں آکر — نسخۂ سرمۂ تبصیر ہے ماشاء اللہ
لکھ دو اب بے سر افراط سنِ ہجری یہ — واہ جی کیسی یہ تفسیر ہے ماشاء اللہ

۱۳ ۱۳ھ

## ایضاً

کیوں نہ ہو بے مثل تفسیرِ مقدس لاکلام — اور اردو میں کوئی تفسیر ایسی ہے کہو
یہ وہ محبوبِ دل آرائے جہاں ہے زاہدا — ہے بجا اس کے لیے گر جان سے سودا کرو
شکرِ خالق کا بجا لاؤ کہ عین احسان ہے — تحفۂ اسلام یہ حق سے ملا ہے واعظو
ایسی جامع ہے یہ تفسیرِ مقدس واہ واہ — دین کا لے مومنو حل اس سے ہر عقدہ کرو
دیکھ کر اس پایہ کی تفسیر اردو میں انیق — بول اٹھا بے ساختہ دل کہ سنِ ہجری لکھو
بے سر آورد اک مصرع میں دو تاریخ ہیں — ناظرِ الاسلام۔ منظورِ زمانہ ہے سنو

# جغرافیۃ العرب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

ہمنے تفسیر مین عرب کے جغرافیہ اور تاریخ بیان کرنے کا وعدہ کیا تھا اُسکا پورا کرنا اس لیئے ضروری سمجھتے ہین کہ قرآن مجید مین جو واقعات گذشتہ بطور عبرت بیان ہوئے ہین اُنکی پوری کیفیت ذہن نشین نہین ہوتی جبتک کہ جس زمین پر وہ گذرے ہین اُسکا صحیح حال معلوم ہوجاوے۔ اور احادیث اور فن سیرت مین اور نیز فقہ مین جہان عشری اور خراجی زمین کا بیان ہوتا ہے وہان بھی بغیر جغرافیہ جانے اچھی طرح سے حال معلوم نہین ہوتا اور اُستاد و شاگرد دونون پر جہالت کا پردہ پڑا رہتا ہے۔ اور ہمارے معاصرین علماء کو اسطرف کچھ بھی توجہ نہین اسلیئے جو جو غلط بیانیان اُنسے سرزد ہوتی ہین وہ اُن مدارس کے لڑکونکو جو فن جغرافیہ و تاریخ سے واقف ہین مضحکہ کرنے کا موقع دیتی ہین۔ اور اسیطرح تاریخ عرب نہ جاننے سے بڑی بڑی پرخطر گھاٹیون مین گرجانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور بہت سی ٹھوکرین کھانی پڑتی ہین اور اسی لیئے اکثر تفاسیر موجودہ مین ان فنون سے بےخبر مفسرون نے سخت غلطیان کھائی ہین جو ارباب بصیرت پر مخفی نہین۔

ہم قدیم اور جدید جغرافیون کو آگے رکھکر عرب کا جغرافیہ اور مختصر تاریخ اور اسیطرح عراق اور جزیرہ اور شام اور کنعان اور بابل کا بھی مختصر سا حال لکھتے ہین کیونکہ اسلامی کتابون مین ان ملکون اور اُنکے شہرون کا بھی ذکر آتا ہے۔

(من کتاب مسالک الممالک لابی اسحاق ابراہیم بن محمد الفارسی الاصطخری المعروف بالکرخی المطبوع بمطبع بریل لیڈن ۱۸۷۰ء)

ملک عرب ایک مستطیل زمین ہے جسکو بحر فارس مقام عبادان سے کہ جہان دجلہ نہر آکر ملتی ہے احاطہ کرتا ہے اور پھر بحرین شہر کو احاطہ کرتے ہوئے شہر عمان تک پہنچتا ہے پھر سواحل مہرہ و حضرموت کو احاطہ کرکے عدن کیطرف مڑتا ہے پھر شمال کے رخ ایک کھاڑی بنکر چلتا ہے اور جدہ تک پہنچتا ہے اور پھر آگے بڑھتا ہے یہانتک کہ حجاز و مدین تک جاتا ہے اور وہان سے بھی گذر کر اس کھاڑی کی کہ جسکو بحر قلزم کہتے ہین دو شاخون مین سے ایک ایلہ پر تمام ہوجاتی ہے اور دوسری شاخ تاران اور جبیلات سے ہوکر قلزم پر تمام ہوجاتی ہے اور اسی سے اسکو بحر قلزم کہتے ہین۔ یہ عرب کی شرقی اور جنوبی اور کسیقدر غربی حدود ہین۔

پھر حد عرب ایلہ سے شروع ہوتی ہے اور شہر لوط اور جبل مروار سے (اسکو بحیرہ زغر بھی کہتے ہین) ہوتی ہوئی شراۃ و بلقاء کو طے

# خاتمۃ الطبع

| بشنو مطبوع طبع اہل دل تفسیر حقانی | | بنامیزد کہ ہست ابتدا آفتی جانی |
|---|---|---|

اس گئے گزرے وقت میں تفسیر حقانی کی ضرورت کو وہی دور بین نگاہیں محسوس کر سکتی ہیں جو صورت حال سے زمانہ کا تل طور دیکھ کر نکتہ کی بات معلوم کر لیتی ہیں۔ اسلام پر چار طرف سے بیجا اعتراضات کا سیلاب آ رہا ہے۔ اور ناجائز حملوں کا طوفان برپا ہے۔ نئے فلسفہ نے پرانا بانا اتار کر گویا تجدید کی دستار فضیلت باندھ رکھی ہے۔ دہریت اور نیچریت الحاد کا جامہ پہنکر شیخ الوقت بننے کی مدعی ہے۔ حسب اقتضائے ع بجانم آنچہ کرد آں آشنا کرد، مسلمانوں ہی میں ایسے منچلے آزاد۔ دہریئے لوگ پیدا ہو گئے ہیں کہ اپنی محدود فہم کو معصوم سمجھکر قرآن مجید کی آیات بینات پر ملحدانہ شکوک نکالکر اسلام کو رخصتی سلام اور ایمان کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ کجا عقل جزئی۔ کجا ادراک کلیات معانی؟ کہاں اللہ تعالیٰ کا کلام مجید۔ کہاں انسان کی جاہلانہ تاویل بعید؟ چہ نسبت خاک را با عالم پاک،

ضرورت وقت کو محسوس کرنا حکیم کا فعل ہے۔ اس لیئے تفسیر حقانی کے مصنف علامہ مولانا ابو محمد عبدالحق صاحب نے اس مبارک تفسیر کی تالیف میں وہ کام کیا ہے جو اقران سے ناممکن تھا۔ بیشک یہ وہی حکمت یمانی ہے جو تفسیر حقانی کے پیرایہ میں ظاہر ہوئی ہے۔ اسمیں عیسائیوں۔ یہودیوں۔ آریوں۔ دہریوں۔ اور دیگر مخالفین اسلام کے تمام اعتراضات کو ایسے قوی دلائل سے دفع کیا گیا ہے کہ "اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء" اور عقلی و نقلی براہین سے ثابت کر دکھایا ہے کہ دنیا میں فطرت سلیمہ کے مطابق۔ اور عقبیٰ میں نجات دینے والا مذہب صرف اسلام ہے۔ اور دیگر نگھرت مذاہب کی بنیاد فقط باطلہ اوہام۔ فللہ در المصنف حیث اتی جالا عین رأت ولا اذن سمعت۔

ناظرین کو معلوم رہے کہ اس قابل دید تفسیر کی سات جلدیں پہلے طبع ہو چکی ہیں۔ مگر آٹھویں جلد اب چھپکر تیار ہوئی ہے یہ اول سے لیکر آخر تک عم یتساءلون کے پورے ایک پارے کی تفسیر ہے۔ اس میں ایسے دقائق اور نکات بیان ہوئے ہیں کہ ملاحظہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ جلد ساری تفسیر کا ملخص اور اسم میں بمنزلہ اخص ہے۔ مولانائے ممدوح نے اس کی تصنیف و تالیف میں قیمتی وقت صرف کیا ہے اور نہایت اہتمام کے ساتھ غایت درجہ خوبی و خوش اسلوبی کو مد نظر رکھکر عالیجناب مولوی حافظ محمد عبدالاحد صاحب کے مطبع مجتبائی دہلی میں چھپوایا ہے۔ للہ الحمد یہ سب سے پچھلی جلد ماہ ذیقعدہ ۱۳۱۸ ہجری میں بکمال حسن و زیبائش تیار ہو کر مطلوب انام اور موجب ابتہاج خاص و عام ہوئی اہل نظر شائقین مؤلف تفسیر حقانی حضرت مولوی محمد عبدالحق صاحب فیضہ کو دعائے خیر سے یاد کریں۔ اور مطالعہ تفسیر سے حسنات دارین حاصل کرتے رہیں۔

اور کوئی صاحب بلا اجازت صریح مولانا ممدوح قصد طبع نہ فرمائیں

محمد بیگ عفی عنہ — منیجر مطبع مجتبائی دہلی
ماہ ذیقعدہ ۱۳۱۸ ہجری

ہین سے بڑے بڑے نامور بادشاہ اُٹھے ہین قوم حمیر اور شاہان تبع اور قوم عاد کا بھی ملک ہے ان شاہان سابقہ نے نام مرسے ہی حکومت نہین کی ہے بلکہ مصر اور عراق اور وہان سے گزر کر اور ممالک پر بھی فتوحات حاصل کئے تھے - بلقیس بادشاہزادی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ملک شام مین حاضر ہوئی تھی اسی ملک کی فرمانروا تھی اور مشرق سے لیکر سمندر کے کنارے کنارے [illegible] تک ساحل ہے اور عرض مین شرقی سمت مین بحر [illegible] لیکر [illegible] تک سامنے سے گزرتے ہوئے بحر قلزم تک - اس ٹکڑے کا نام حجاز ہے مکہ مدینہ جدہ و [illegible] اسی ملک کے مشہور شہر ہین - اور جو یمامہ ہے [illegible] لیکر مدینہ [illegible] بیابان [illegible] ہے اور مشرقی سمت بحر فارس تک اس حصے کا نام نجد مشہور ہے -

اور [illegible] سے لیکر انبار اور نجد اور حجاز تک [illegible] اور شام [illegible] قبائل مضر ہین عراق کہلاتا ہے اور جو انبار سے لیکر [illegible] ملک شام کی جانب [illegible] وادی القریٰ اور تیماء [illegible] جزیرہ کہتے ہین - اور بالس سے لیکر ایلہ تک حجاز کے [illegible] سمندر کے کنارے تک [illegible] بادیۂ شام کہتے ہین -

بعض علماء مکہ کو تہامہ مین [illegible] اور مدینہ کو نجد مین قرب کی وجہ سے شمار کرتے ہین - اور تہامہ کو یمن کا غربی و جنوبی حصہ سمجھتے ہین -

[illegible]

۱۲ درجے سے لیکر ۳۵ درجے تک عرض شمالی مین اور ۳۲ درجے سے لیکر ۵۹ درجے تک طول شرقی مین ہے - اور زیادہ سے زیادہ عرض اس ملک کا ۱۵۰۰ میل ہے اور طول زیادہ سے زیادہ ۱۴۰۰ میل ہے جغرافیہ کے بموجب ہے - اور رقبہ اسکا تخمیناً گیارہ لاکھ میل مربع ہے اور باشندے یہان کے دو کروڑ [illegible] رائج ہین - مذہب سب کا اسلام اور زبان عربی ہے آدمی اس ملک مین ہر قسم کی رنگت و قد و قامت کے ہوتے ہین سیاہ فام بھی اور گندم گون بھی اور شمالی عرب کے سرخ و سفید طبع بہادر اور مہمان نواز - ذکی الطبع - غیور عفیف ہوتے ہین - مگر غصہ ور اور ہٹیلے بھی ہوتے ہین - لڑائی اور شکار سے بہت رغبت رکھتے ہین - تجارت کو عمدہ سمجھتے ہین اور عمدہ زمین کے عرب کھیتی اور نخلستان کی ترتیب کو بہت پسند کرتے ہین صنعت و حرفت کم ہے - یہ ملک اکثر ریگستانی ہے جہان کھیتی اور باغ اور نہرین اور چشمے کچھ نہین قدرے گھانس ہوتی ہے جو انکے مویشی کو کافی ہو جاتی ہے اور ایسے بھی نخلستان ہین جہان ہر قسم کی پیداوار ہوتی ہے اور ہر قسم کے درخت اور چھوٹے چھوٹے چشمے بھی ہین - مگر تمام ملک مین ایسی کوئی بھی ندی یا نہر نہین جسمین کشتی کی آمد و رفت ہو اور بارہ مہینے جاری رہتی ہو اگر دجلہ و فرات کو عرب سے خارج کر دیا جائے - عرب مین پہاڑ بھی بکثرت ہین بیشتر تو سیاہ اور خشک پہاڑ ہین جہان چشمے اور شادابی اور درخت بہت ہی کم ہین ازانجملہ کوہ سراۃ کا سلسلہ ہے جو ایلہ تک پہونچکر عقبی سے گزرتا ہوا بحر احمر کے کنارون تک جا ملتا ہے

(بقیہ صفحہ ۲) وائل بن ربیعہ کی خونخوار جنگ تھی اور جبل عکاد بھی اسی ملک مین ہے جہان ایک مدت ہی قدیم عربی زبان فصاحت سے بولی جاتی ہے یہان کا گھوڑا اور اونٹ ضرب المثل ہے (۳) تہامہ عرب کا ایک غربی مستطیل ٹکڑا ہے اسکے غرب مین بحر احمر جنوب مین یمن کا ایک حصہ شمال مین حجاز شرق مین نجد و یمن - یہان کی رات خوش گوار مشہور ہے یہ حصہ ریگستانی ہے اور چھوٹا سا ٹکڑا ہے (۴) یمامہ یہ عرب کے شرقی ٹکڑے کا نام ہے اسکے غرب مین حجاز و تہامہ - شرق مین بحر فارس بحرین وغیرہ جنوب مین یمن شمال مین نجد اور اسکو عروض بھی کہتے ہین - یہان کے گیہون اور کھجور مشہور ہین -
(۵) حجاز بھی ایک مستطیل ٹکڑا ہے جو عرب کے غربی حصہ مین ہے اسکے غرب مین بحر قلزم ہے غربی حد جنوب کے رخ ملک تہامہ اور شمالی رخ ایلہ اسکے شرق مین نجد اور یمامہ ہے اور جنوب مین یمن اور تہامہ ہے - حجاز کے معنی ہین روک کے چونکہ یہ ملک ایک سمت سے تہامہ اور نجد کے درمیان ہے اسلئے اسکو حجاز کہتے ہین مکہ مدینہ جدہ وغیرہ شہر اسی مشترک ٹکڑے مین واقع ہین ہر ٹکڑا ریگستانی اور پہاڑی ہے کھیتی باغ بہت کم ہین ندی نالے چشمے بھی نہین

گذرے ہے جو علاقہ فلسطین سے ہین اور عمات اور حوران اور بثنیہ و غوطہ کے پاس سے گذر کر جو علاقہ دمشق سے ہین تدمر و سلمیہ کے قریب سے گذرتی ہوئی جو علاقہ حمص سے ہین۔ پھر خناصرہ اور بالس کو طے کرتی ہوئی جو قنسرین کے علاقہ ہین فرات ندی تک جاملتی ہے پھر یہان سے اس شمالی وسطی مغربی حد کو دریاء فرات تمام کرتا ہے جبکہ وہ رقہ اور قرقیسیا اور رحبہ اور دالیہ اور عانہ اور حدیثہ اور هیت اور انبار کے پاس سے گذرتا ہے۔ اور پھر یہ حد کوفہ کے پاس سے ہوکر فرات کے دہانون پر تمام ہوجاتی ہے۔

پھر وہان سے یہ حد یون چلے گی کہ اسکو کوفہ شہر کے نواح سے لو اور حیرہ اور خورنق کو راستہ [illegible] چھوڑدو۔ اور یہان ایک منزل تک دریائے دجلہ کے دہانے پھیلے ہین پھر وہان سے بصرہ شہر کے نواح کو لیکر عبادان تک [illegible]

پس جزیرۃ العرب کا محیط اور حدود اربعہ۔ پس عبادان سے لیکر ایلہ تک جو بحر فارس و بحر ہند و بحر قلزم [illegible] جسمین تمام شرقی اور تمام جنوبی اور کچھ غربی حد آگئی۔ اور [illegible] کچھ غربی اور تمام شمالی حد جو باقی رہی [illegible] ایلہ سے عبادان تک اور وہان سے [illegible] عبادان تک شمالی [illegible] اور بالس سے انبار کے [illegible] تک جزیرہ کی حد جنوبی [illegible] اور [illegible] لیکر عبادان تک [illegible] عرب کو جنوبی [illegible] ہے اور ایلہ کے [illegible] سے ایکبیابان عرب [illegible] عربی و شمالی حد ہین [illegible] بنی اسرائیل کے بھی [illegible] وہ بیابان [illegible] بنی اسرائیل [illegible] بیابان عرب [illegible] اور [illegible] اور قبطیون وغیرہ اقوام کا مسکن تھا۔ [illegible] اقوام سے بنی اسرائیل کو ان دنون مین لڑائیان پڑین [illegible]

اور اسیطرح ملک جزیرہ[1] بھی عرب [illegible] مین شامل نہین ہے مگر چند [illegible] ربیعہ و مضر کے قبائل آباد ہوگئے [illegible] اور اسیطرح یمن کے قبائل شام مین آباد ہوگئے تھے اور وہ بھی قیصر روم کے تابع تھے اور مذہب عیسائی رکھتے تھے جیسا کہ تنوخ اور غسان اور بہراء اور جو عرب عراق مین اکثر عرب پارسی مذہب رکھتے تھے اور شاہان ایران کے مطیع تھے اور یہین حیرہ بھی ایرانیون کی ملکیت تھی

## عرب[2] کی تقسیم

حد سرین سے لیکر کوہ یلملم کے بیابانون تک اور پھر طائف سے لیکر سیدھا نجد [illegible] تک اور پھر شرق مین بحر فارس تک اس بڑے حصہ کو جو تمام عرب سے تقریباً دو تہائی ہے ملک یمن کہتے ہین۔ جو پیداوار اور آبادی کے لحاظ سے اور حصون سے اچھا ہے قدیم زمانہ مین اسی سرزمین

[1] ملک جزیرہ وہ ملک ہے جو دریائے فرات اور دریائے دجلہ کے درمیان واقع ہے یعنی میان دو آب فرات و دجلہ۔ یہ بڑا شاداب اور آباد ملک ہے اور عراق عرب جزیرہ سے ملا ہوا ہے وہ بھی آباد ملک ہے عرب کے ملحقات مین سے ہے۔ عرب [illegible]

[2] شرح اسکی یہ ہے کہ عرب پانچ حصون پر منقسم ہے (۱) یمن یعنی عرب کا جنوبی حصہ اسکے حدود اربعہ یہ ہیں۔ غرب مین قلزم و جنوبی تہامہ۔ شرق میں بحر فارس [illegible] جنوب مین بحر عرب۔ شمال مین حدود نجد و یمامہ وغیرہ اور اسکو یمن اسلئے کہتے ہین کہ خانہ کعبہ سے مشرق کیطرف منہ کرکے کھڑے ہونے والے کے یہ بجانب دست یمین یعنی داہنے ہاتھ واقع ہے اسکے اضلاع یہ ہین حضرموت۔ شحر۔ مہرہ۔ عمان۔ نجران (۲) نجد۔ اسکے معنی ہیں بلند زمین کے چونکہ یہ قطع مرتفع ہوا اسلئے اسکو نجد کہتے ہین اسکے حدود یہ ہیں۔ غرب مین حجاز و تہامہ۔ جنوب مین یمامہ وغیرہ۔ شمال مین فرات شرق مین عراق عرب۔ یہ حصہ زرخیز ہے شعراء نے اسکی بہت مدح کی ہے چنانچہ قیس بن ملوح شاعر کہتا ہے [illegible] من شمیم عرار نجد [illegible] فما بعد العشیۃ من عرار [illegible] دوسرا شاعر کہتا ہے [illegible] سقی اللہ نجداً والسلام علی نجد [illegible] ویا حبذا نجد علی القرب والبعد [illegible] حرب البسوس عرب کی خونخوار جنگ بھی اسی ملک مین واقع ہوئی ہے جو کلیب اور

(بقیہ [illegible])

اسلام کے بعد عرب نے وہ کاپا پلٹی تھی کہ روے زمین کے فرمانروا علوم کے خزانچی صناعی و دستکاری کے استاد مانے جاتے تھے فن عمارت میں انکو ایک خاص ملکہ تھا۔ اسپین میں الحمرا وغیرہ عمارات انکی یادگار ہیں۔

یہ سفر بحری و بری کے بڑے مشاق تھے چین تک اول ہی صدی میں جا پہونچے ادہر فرانس میں اسپین تک پہونچے۔ ترکستان وغیرہ ملک انکے گھوڑوں نے کچل ڈالے تھے۔ یہ جہاں جاتے تھے اسلام اور اپنے کمالات کو ساتھ لیجاتے تھے ان کو غیر لوگوں پر بہت جلد فتح حاصل کر لینے میں بڑا کمال تھا مگر فتح کرتے ہی مفتوح قوموں کو اپنی نعمتوں اور عزت میں شریک کرا لیتا اپنی جوانمردی اور فیاض طبیعت کا ثبوت جانتے تھے اسلئے جو ملک انہوں نے فتح کیا تھوڑے ہی دنوں بعد وہاں کے باشندوں کو نہال کر دیا۔ یہ عہد اور قول کے بڑے سچے تھے انکے قوانین میں جو فروشی گندم نمائی کا دوسرا پہلو نہ تھا انکی پرہیزگاری اور فیاضی انکی شجاعت غیر قوموں کو بہت جلد اپنی طرف کھینچ لیتی تھی عیاشی اور شہوت پرستی سے انکو دلی نفرت تھی رعایا پر ظلم کرنا یا حیلہ و تدبیر سے انکا مال چھین لینا انکو کسی طرح بھی گوارا نہ تھا وہ محکوموں کو اپنی برابر عزت کا مستحق بناتے تھے یہ سر گرم تھے مگر اب کئی صدیوں سے یہ سب اوصاف کم ہو گئے اور دنیا کی کوئی سر سبز سلطنت انکے قبضہ میں نہ رہی اب جو شاہان اسلام اور ملکوں کے فرمانروا ہیں انہیں عرب کے لئے لکھے ہوئے شاگرد ہیں ہم ادا حجاز کے شہروں کا ذکر کرتے ہیں۔

## مکہ مکرمہ

دو پہاڑوں کے بیچ ایک مستطیل شہر آباد ہے اسکا طول شمالاً سے جنوباً تک تقریباً دو میل ہے جنوب شمال میں اور عرض جبل سے لیکر کوہ قعیقعان کی پشت تک عرض طول سے تخمیناً در ثلث ہے۔

اسکے مکانات گارے اور چونے اور پتھر سے بنے ہیں۔ لکڑی کا بھی بہت کام ہے۔ شہر میں متعدد بازار ہیں خصوصاً بزازوں کا بازار مسقف ہے چھت صرف دہوپ کے بچاؤ کے لئے۔ بازار پر رونق ہیں ہر ایک قسم کی چیز موجود ہے۔ رستوں اور بازاروں میں صفائی کا عمدہ انتظام ہے اور روشنی کا بھی آبادی بڑھ جانے سے دونوں پہاڑوں پر بھی مکانات اور محلے آباد ہو گئے ہیں۔ آب و ہوا گرم و خشک مگر صحت بخش ہے۔ چونکہ سمندر سے یہ شہر بہت دور نہیں اسکی غربی سمت میں کہیں دو منزل کہیں اس سے بھی کم۔ سمندر یعنی بحر قلزم ہے اسلئے خشکی زیادہ نمودار نہیں ہوتی۔ گو ریگستان کے قریب ہونے کی وجہ سے گرمیوں میں باد سموم چلتی ہے۔ شہر کے قدیم رؤسا میں سے جنکو اصلی باشندہ کہنا چاہیئے تین ہی گھرانے مشہور ہیں۔ ایک شریف کا جو امام حسن رضی کی اولاد میں سے ہے گویا یہ حجاز کا بادشاہ ہے گورنر حجاز جسکو باشا کہتے ہیں مکہ معظمہ میں رہا کرتا ہے سلطان المعظم کی طرف سے وہ شریف کا نگران رہتا ہے۔ کبھی کبھی باشا اور شریف میں بدمزگی ہو جانے سے حجاز اور اہل شہر کو تکالیف بھی پہونچتی رہتی ہیں۔ دوسرا گھر شیبی کا ہے جسکے پاس کعبہ کی کنجی رہا کرتی ہے۔ تیسرا عباس رض کا خاندان ہے جنکو سقایۃ الحاج اور آب زمزم کی خدمت ہے۔ اکثر لوگ شہر کے آفاقی ہیں کوئی چار پشت سے کوئی دس پشت سے کوئی خود باہر سے آکر بسا ہے۔ مصر۔ شام۔ ہند۔ جاوا۔ عرب کے لوگ بکثرت موجود ہیں۔ ترکی نسلیں بھی ہیں بیشتر مخلوط ہیں۔ اور اسی لیئے اس شہر کے لوگ گورے کالے موٹے دبلے خوبصورت بدصورت ہر قسم کے ہوتے ہیں۔ مگر زبان اور لباس سب کا عربی ہے۔ عربی زبان اس شہر کی اصلی زبان ہے۔

شریف مکہ کو حجاز کے قبائل بادشاہ مانتے ہیں اور سلطان المعظم کی طرف سے بھی وہ ایک بڑا سردار یا بادشاہ تسلیم کیا گیا ہے اور وہاں سے

کہین سے چالیس میل اور کہین سے اسی میل ہے پھر یہ سلسلہ ایکطرف موڑ کھاتا ہوا یمن کو ہوکر تا ہوا خلیج فارس سے ملتا ہے پھر وہان سے
بحرین کو طے کرتا ہوا فرات اور عمان کے دونون بڑھتی ہوتا ہوا۔ اور مدینہ کے شرق مین کوہ طے کے بھی دو سلسلے ہین جنکو آجا اور سلمی کہتے
ہین یہ کوہ سے مکہ ان سوالون کو ملتے ہین اور عرب کو جنوبًا و شمالًا قطع کرتا ہے وہ کوہ عارض ہے اسکی جنوبی حد بلاد یمن مین سے جدہ کے قریب
ملتی ہے پھر یہان سے شمالی جانب ملا ہے اور خلیج فارس تک چلا گیا ہے اور اسی پہاڑ پر شہر ہجر اور یمامہ ہے جہان کھجور اور باغ اور نخلستان
مشہور ہین اور مدینہ کے شمالی جانب ایک پہاڑ ہے جسکو جبل احد کہتے ہین اور جنوبی پہاڑ کو عیر کہتے ہین اور حجاز کے پہاڑون مین سے مکہ اور منی کا پہاڑ ہے
جسکو فاران بھی کہتے تھے عرب مین کوئی بھی جبل نہین اگر بحر لوط کو عرب مین شمار نہ کیا جاوے۔ ان پہاڑون مین سے چھوٹے چھوٹے نالے نکلے ہین جو سمندر
تک نہین پہونچتے کچھ دور چلکر ریت مین جذب ہو جاتے ہین۔ البتہ ذوائین کے قریب ایک نہر ہے جو بحر ہند مین گرتی ہے اور ایک چھوٹی سی نہر بلاد حضرموت مین
بھی ہے جو اسی سمندر مین ملتی ہے۔ ان بلاد کے پہاڑون کی ہوا معتدل ہے لیکن نشیبی قطعات اور ریگستانی میدانون مین سخت گرم ہوا چلتی ہے۔ عرب کے
قطعات مین مختلف مہینون مین بارش ہوتی ہے۔ عرب کے بعض بلند پہاڑ ایسے بھی ہین جنپر سردی اور کبھی کبھی برف جم جاتی ہے جیسا کہ طائف کا
پہاڑ ہے۔ [illegible] بعض بلند پہاڑ نہایت زرخیز ہین عرب کے بعض پہاڑون اور انکے میدان مین ایسے بھی قطعات ہین جہان زنجبیل۔ جنبیلی۔
کھجور۔ املی۔ نیشکر۔ بیگن۔ مرچ۔ انار۔ بادام۔ پستہ۔ انگور۔ شہتوت۔ ناشپاتی۔ لیمون۔ کیلا۔ انجیر۔ گلاب۔ نرگس۔ بنفشہ۔ ناریل۔ کھیرے
ککڑی۔ تربوز۔ خربوزے۔ اور ہر قسم کی چیزین اور بہت طرح کے خوشرنگ اور خوشبودار پھول پیدا ہوتے ہین خصوصًا اراضی جنوبیہ مین۔ تہامہ کے
گیہون مشہور ہین۔ باقی میدانون مین جوار۔ باجرہ۔ چینا اسیقدر ہوتا ہے جو بمشکل وہین کے لوگون کو کافی ہوتا ہے عرب مین ہر قسم کے جانور بھی
ہوتے ہین خصوصًا نجد کا گھوڑا دنیا مین مشہور ہے اسکے سوا گدھا گائے بیل۔ اونٹ۔ خچر بکثرت پیدا ہوتے ہین بھیڑ بکری ہرن خرگوش
دنبہ بھی بہت ہوتا ہے۔ درندے بھی ہر قسم کے پیدا ہوتے ہین شیر۔ چیتا۔ بھیڑیا وغیرہ۔ پرند بھی بکثرت ہین چڑیا کبوتر۔ فاختہ چیل۔ کوا
ہدہد عقاب۔ گدھ وغیرہ۔ اور جنوب عرب مین ایک جانور نسناس پھلونکا بڑا دشمن ہوتا ہے۔ اکثر عرب مین لوہے اور تانبے کی اور سیسے کی
کان۔ اور یمن مین عقیق یمنی کی کان مشہور ہے بلکہ یمن کے بعض پتھر بہا مشہور ہین۔ اور کوہ سینا کے پاس بہت سی کانین ہین لیکن ابتک
ظاہر نہین ہوئین اور چاندی سونے کی کانین جنپر عرب کو کسی زمانہ مین فخر تھا افسوس آجکل نامعلوم ہین۔

جب ہند اور مغربی ممالک مین آمدرفت نہ تھی عرب کی تجارت بڑی ترقی پر تھی کس لیئے کہ مغربی ملکون مین مشرقی ملکون کا مال اور مشرقی ملکون مین
مغربی ملکون کی چیزین عرب ہی کے وسیلہ سے آتی جاتی تھین۔ عرب کو فن جہازرانی مین بھی بڑا کمال تھا وہ جہازون پر ہند اور اسکے جزائر۔ اور چین
وجاپان تک اور بحر احمر مین ہسپانیہ تک دلیرانہ سفر کیا کرتے تھے اور جب سے راستہ نکل آیا اور دخانی جہاز ایجاد ہو گئے تو عرب کی تجارت بالکل جاتی
رہی عرب سے اب سنا اور لوبان صبر مر فلفل سیاہ حنا عود تین جاتے ہین۔ اور یورپ سے عمدہ عمدہ کپڑے ریشمی اور اونی اور لوہے کی
ساخت کے ہتیار وغیرہ اور بلور اور شیشے کے ظروف اور بارود وغیرہ بہت آتے ہین۔ اور حبش سے ہاتھی دانت اور بکریان اور مشک اور
جنوبی افریقہ سے سونا اور ہاتھی دانت۔ کہربا۔ اور غلام آسکتے ہین۔ اور مصر و ہند سے چاول۔ شکر۔ تیل۔ اور ہند سے کتان وروئی اور شام
مصالون اور وہان کی ساخت کے کپڑے آسکتے ہین۔ قدیم زمانہ مین عرب کے بادشاہ اور ملک رفتہ رفتہ حالت حاصل کر سکے تھے

کیطرح مقدمات اسقدر طول پکڑتے ہین نہ اہل مقدمات کو بار بار اور بیکاری کے سبب سرباہ ہو جاتے ہیں۔

پولیس کا بھی عمدہ اسلوب ہے حتے المقدور لڑائی کی آ... باہمی دامن کو محفوظ رکھا جاتا ہے۔ دکھاوے کی زرق برق اور سفت کے ایچ پیچ نہین نہ لوگون کو شکنجون مین کھینچا جاتا ہے۔ یہ ... پالی کام ہے۔ ضروری کامون کے لیئے تصرف ٹکس ہین نہ دکھاوے کی ٹیپ ٹاپ ہے۔ اور نہ ترکی ... آرام کے لیئے ... روپیہ صرف کیا جاتا ہے ... اونکے لیئے سڑک بنائی جاتی ہے نہ اونکے لیئے ٹون ہال مین عیش ونشاط کے سامان بہم پہونچائے کی کوشش کیجاتی ہے۔ نہ بات بات پر ٹکس ہے۔ شہر مین ماجا نہر زبیدہ پھرتی ہے آبِ حیات صاف اور شیرین پانی سے لوگ نفع اٹھاتے ہین ... جابجا حوض ... ہر طرف نکلجاتی ہے۔ لوگ وہان نہاتے دہوتے وضو کرتے ہین، کوئی مانع نہین نہ کوئی محصول ادا کرنا پڑتا ہے۔ شہر مین انگور۔ انار۔ کشمش۔ ... کھجور وغیرہ میوہ بکثرت بکتا ہے اور ارزان کتا ہے۔ نہ شہر مین کوئی باغ ہے ... ہین نہ ترکاری اور سبزہ زار کے کھیت ہین یہ سب چیزین موجود ہین جو طائف وغیرہ مقامات سے آتی ہین یہ اس شہر کی بڑی برکت ہے۔

اس شہر مین تخمیناً ... لاکھ آدمی آباد ہونگے۔ خاص اس شہر ... غیر مسلم کو آنے کی اجازت نہین دیجاتی ... ترکی سلاطین اپنے جاسوس بھیجتی رہتی ہین جو بہ تبدیل لباس آیا کرتے ہین۔ اور کبھی اپنی رعیت ... مسلمانان کو ... جو وہان طرح طرح کے فتنے اٹھاتا ہے اور اس بات کی زیادہ کوشش کیجاتی ہے کہ شریف اور عربون کو سلطان المعظم ... تاکہ سلطان المعظم کے ... خدمت حرمین شریفین کا افتخار جاتا رہے۔

## مسجد الحرام

تقریباً شہر کے وسط مین ہے اور اسکے چارونطرف نہایت خوشنما سنگ مرمر کے ستونون پر کئی کئی درجہ کے دالان ہین لمبی لمبے چلے گئے ہین۔ اور اس نشیب کے وسط مین سنگ مرمر کا فرش ہے اسکے بیچون بیچ ایک مربع بڑی بلند عمارت ہے جسکو کعبہ کہتے ہین یہ عمارت سقف ہی قد آدم کے قریب کرسی پر ایک دروازہ مقام ابراہیم و زمزم کے کوئین کیطرف ہے۔ اس عمارت پر نیچے سے لیکر اوپر تک سیاہ ریشم کا کہ جسپر خط نسخ مین بناوٹ مین کلمہ شریف لکھا ہوا ہے غلاف پہنایا ہوا ہے اور نصف سے بلند سنہری حروف کا ایک پٹکا بنا ہوا ہے اور کعبہ سے ملی ہوئی مغرب رخ بیضوی شکل سنگ مرمر کی دیوار۔ دو ہاتھ بلند ہے اسکو حطیم کہتے ہین اور حجر بھی اسیطرف کعبہ کا سنہری پرنالہ پڑتا ہے جبکہ اسکی چھت پر بارش ہوتی ہے کعبہ کی چھت پر چڑھنے کا کوئی رستہ نہین ہے۔

حطیم سمیت کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے۔ اس رخ مین کعبہ کے ایک کونہ کو رکن عراقی دوسرے کو رکن یمانی کہتے ہین اور اسیطرح دوسری طرف کے دونون کوشون مین سے ایک کا نام رکن شامی ہے اور دوسرے گوشہ پر جو دروازہ کعبہ کے قریب ہے گز سوا گز بلندی پر ایک سیاہ پتھر لگا ہوا ہے جو عمدہ عقیق ہے۔ ڈھال کی برابر چاندی کے حلقہ مین بندھا ہوا دیوار مین لگا ہوا ہے طواف کے بعد اسکو بوسہ دیتے ہین اور اسکو حجر اسود یعنی کالا پتھر کہتے ہین۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہونیکے سبب نہایت قابل تعظیم سمجھا جاتا ہے دروازہ کے سامنے ایک کنوان ہے جسکو زمزم کہتے ہین اور یہین سقایۃ الحاج ہے جسکو سقایۃ عباس کہتے ہین۔ اور دار الندوۃ جو جاہلیت مین قریش کی مجلس کا مکان تھا

اسکو بہت کچھ ملتا ہے۔ [illegible] ہوتا ہے

شہر کے لوگ نفیس مزاج ہین مکانات [illegible] عمدہ آرایش [illegible] سے بازار کُھل جاتے ہین کہانے پینے کی چیزین دن نکلنے تک بہت کچھ بک چکی ہین [illegible] یہان کئی قسم [illegible] تجارت [illegible] شہر بندر جدہ سے بہت قریب ہے [illegible] بندر کی راہ سے ہر ایک ملک سے ہر قسم کی چیز آتی ہے [illegible] پارچہ ظروف وغیرہ [illegible] بڑے بڑے تاجر ہین اور [illegible] (۲) حرفت۔ گرچہ یہ بہت [illegible] کام [illegible] کاریگر [illegible] اور لکڑی کے خصوصاً تسبیح کے کام سے بہت لوگ واقف ہین اور یہی کام [illegible] (۳) وظائف [illegible] کو حضرت سلطان المعظم کی طرف سے وظیفہ ملتا حرم شریف کے بہت سے امام اور [illegible] مؤذن اور بہت سے خادم ہین ان [illegible] اور مسجد الحرام کا خرچ [illegible] سلطان المعظم کی طرف سے آتا ہے جب کو خدیو مصر بھیجتا ہے اور شام سے بھی آتا ہے۔ کئی لاکھ روپیہ کا خرچ ہے (۴) حجاج کی خدمت۔ [illegible] مطوفین کی بھی ہے۔ یہی لوگ بیرونی حاجیون کو مکان کرایہ دلاتے ہین [illegible] اور [illegible] ہین پہلے روز یہ اپنی طرف سے ضیافت بھی کھلاتے ہین۔ [illegible] انکی [illegible] کوئی [illegible] خرید و فروخت بھی انہین کی [illegible] ہوتی ہے [illegible] اونٹ کرایہ ہوتے ہین)۔ یہ کام ہر شخص نہین کر سکتا [illegible] جو حکام کی طرف سے مجاز [illegible]

سلطان المعظم کے جو قانون حجاز خصوصاً مکہ اور مدینہ کی بابت ہین نہایت نرم اور پر رحم ہین [illegible] انتظام بہت [illegible] میونسپل کمیٹی بھی ہے سرکاری مدارس اور شفاخانے اور ڈاکخانے بھی ہین [illegible] کہ گاڑیون کا رواج اس ملک مین نہین صرف اونٹ گھوڑے خچر [illegible] بارکشی کرتے ہین [illegible] اور گاڑیان اور بگھیان [illegible] چلی جاوین اور اسطرف حکام کو توجہ بھی نہین۔

شہر مین مسافر خانے بھی بکثرت ہین جنکو [illegible] کہتے ہین [illegible] ہر قسم کا انتظام [illegible] کرایہ کے مکان بھی بکثرت ملجاتے ہین۔ مکانات دو منزلے بلکہ سہ منزلے بھی ہوتے ہین ہر طرف کھڑکیان ہوتی ہین [illegible]

شہر کے ایک گوشہ مین سلطانی لشکر بھی رہتا ہے۔ عمدہ چھاؤنی ہے حجاز کے لشکرون کا صدر مقام یہی ہے اور سبب بھی ہے شہر مین رات دن خداتعالیٰ کی عبادت اور تہلیل و تکبیر کا ہر جگہ چرچا رہتا ہے۔ خصوصاً مسجد الحرام تو کسی وقت خالی نہین رہتی۔ یہاں کے آدمی عموماً عفت شعار پرہیزگار ہین نہ شہر مین کہین شراب خانہ ہے نہ کوئی مسکر چیز بکتی ہے نہ کوئی کسبی فاحشہ ہے۔ نہ ایسے وقوعہ ہوتے ہین جیسا کہ ہند مین ہوتے ہین۔ اتنے بڑے حج کے مجمع مین کبھی نہین سنا گیا کہ کسی مرد نے کسی عورت پر ہاتھ ڈالا ہو نہ یہ کہ کسی نے کسی کو عورت یا مال کے لیے مار ڈالا ہو نہ کوئی تھیٹر ہے نہ کوئی تماشا گاہ ہے۔ نہ بدمعاشی اور بدکاری کے یہ طریقے ہین نہ کوئی ایسی موشگافی وہان جانتا ہے۔ عدالتون مین زیادہ تر واقعات کا لحاظ ہو کر دادرسی مدنظر رہتی ہے نہ وہان طمع کاری ہے نہ دکھاوے کی یہ چمک دمک ہے کہ بال کی کھال کھینچی جاتی ہے اور نہ قانونی پیچ لڑا کر ملک کو مکر و فریب سکھانے والے وکلا ہین نہ شیطان کی آنت

اسکے ارد گرد کھجور کے باغ بکثرت ہیں ان کو حائط کہتے ہیں [illegible]

مسجد نبوی ہے جسکو حرم شریف کہتے ہیں یہ نہایت شان دار اور پرتکلف [illegible]

موجود ہے وہاں آنحضرت صلعم کے عہد میں ایک محلہ تھا اور مسجد نبوی [illegible]

وسعت دی۔ پھر خلفا بنی امیہ نے ازواج مطہرات کے گھروں کو بھی اور دیگر گھروں کو بھی [illegible]

مسجد کے گوشہ میں ایک مرتفع عمارت ہے جسکے اوپر سبز گنبد ہے [illegible]

اندر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی کا مزار شریف ہے [illegible]

ڈھکی رہتی ہے یعنی سبز مخمل کے بڑے بیش بہا پردے پڑے رہتے ہیں [illegible]

اسی شہر کی غربی جانب میں وہ جگہ بھی ہے کہ جہاں آنحضرت صلعم عیدین کی نماز پڑھا کرتے تھے [illegible]

باہر ایک پختہ احاطہ بنا ہوا ہے جسمیں بڑے بڑے صحابہ انصار و مہاجرین داخل ہیں [illegible]

اور عبرت خیز جگہ ہے۔ قبا دو میل کے فاصلہ پر مکہ کے رخ ایک بستی ہے۔ ہجرت کر کے [illegible]

شہر کے جنوب اور شمال میں کئی میل کے فاصلہ سے پہاڑوں کے دو سلسلے ہیں جنوبی سلسلہ کا نام [illegible]

جو تخمیناً دو میل کے فاصلہ سے ہے۔ اور اسی کے دامن میں اُن شہداء کے مزارات ہیں جو جنگ احد میں شہید ہوئے [illegible]

کے چچا سید الشہداء حمزہ بھی ہیں رضی اللہ عنہم۔ مسجد نبوی کے غرب میں ایک بڑا کتب خانہ بھی ہے اور اسکے پاس مدرسہ [illegible]

صدیق کا گھر تھا۔ بازار وسیع نہیں مگر پر رونق ہیں۔ شہر میں شیریں پانی اور کھجوریں اور میوے بکثرت ملتے ہیں [illegible]

آدمی یہاں کے نہایت نرم دل اور مہربان اور مہمان نواز اور بے تکلف ہیں شہر کے شرقی طرف کئی میل کے فاصلہ پر [illegible]

یہود کی گڑھیاں بھی تھیں جنکے اب کچھ نشان بتلانے سے معلوم ہو سکتے ہیں یہاں بھی متعدد مدرسے اور شفاخانہ ہیں اور مسافروں کے لئے

مہمانسرائیں ہیں چنانچہ ہمارے سرکار نظام الملک آصف جاہ مالک دکن خلد اللہ ملکہ کی طرف سے بھی ان دونوں مقدس شہروں میں ہزارہا

روپیہ ماہوار للہ صرف ہوتا ہے اور عمدہ مکانات اور آسایش کے سامان مہیا کر رکھے ہیں۔ حضور پرنور میر محبوب علیخان نظام الملک

آصف جاہ بہادر شاہ دکن خلد اللہ ملکہ کا دست کرم نیک کاموں کے لیئے بڑا فراخ ہے حیدر آباد میں جس امیر کے متعلق وہانکی خبر گیری

ہے وہ ہمارے عنایت فرما نواب مفریار الدولہ بہادر ہیں انکی ہمت اور کوشش سے شاہ عالیجاہ کا عطیہ بڑی امانت سے مستحقوں کو پہنچتا ہے

اور ہر سال حجاج کی ایک جماعت بھی روانہ کیجاتی ہے۔ یہ شاہ دکن خلد اللہ ملکہ کی فیاضی کی ایک چھوٹی سی نظیر ہے۔

**فرع** مدینہ کے جنوب میں چار دن کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جہاں کھجوروں کے باغ بکثرت ہیں۔ **عقیق** مدینہ سے مکہ کے

رخ چار میل کے فاصلہ پر ایک وادی پُر فرحت ہے جسکا پانی نہایت شیریں اور خوشگوار ہے۔

## جحفہ

یہ سمندر سے دو میل کے فاصلہ پر بڑی آباد بستی ہے مکہ اور مدینہ کے رستہ میں اس سے آباد تر کوئی جگہ نہیں ہے یہاں مدینہ اور عراق کے

اب حرم مین شامل ہوگیا ہے دار الامارہ کے مغربی جانب مین تھا۔

## صفا

جبل ابو قبیس کی ایک مرتفع جگہ کا نام ہے جیسا کہ مروہ جبل قعیقعان کے پتھر کا نام ہے جو اسکے مقابلہ مین ہے اور یہی وہ دونون پہاڑ ہین کہ جنکے بیچ شہر مکہ بستا ہے لیکن ابو قبیس جو شرقی جانب مین ہے قعیقعان سے بلند ہے جو غربی جانب مین ہے۔ قعیقعان کے پتھرون سے کعبہ کی عمارت چنی گئی ہے صفا و مروہ کا میدان آجکل بازار ہے جسمین حاجی سعی کیا کرتے ہین۔

## منیٰ

مکہ سے عرفات کی جانب انہین دونون پہاڑون کے سلسلہ مین تقریباً تین میل پر ہے وہ ایک چھوٹی سی لمبی بستی ہے بازار بھی اور مکانات بھی ہین اور اسکے وسط مین مسجد خیف ہے۔ اور یہین وہ تینون منار ہین جنپر حاجی سات سات کنکریان مارا کرتے ہین مکہ کی طرف کے منار کو جو منیٰ کے اخیر پر ہے جمرۃ العقبہ کہتے ہین۔

## مزدلفہ

منیٰ سے آگے بڑھکر عرفات کے رستہ پر بطن محسر اور مازمین کے بیچ ایک مقام ہے جہان عرفات سے واپس آکر رات کو حاجی رہا کرتے ہین بطن محسر منیٰ اور مزدلفہ کے بیچ ایک وادی کا نام ہے اور مازمان دو پہاڑون کی شاخ ہین جو بطن عرنہ تک گئی ہین۔

## عرفات

عرنہ سے لیکر بنی عامر کے باغ تک ایک میدان کا نام ہے اور وہین وہ مسجد ہے جہان ظہر اور عصر کی نماز ملا کر پڑھا کرتے ہین۔ عرفات حرم مکہ مین داخل نہین ہے۔ اسیطرح تنعیم بھی خارج حرم ہے۔ عرفات مکہ سے تخمیناً آٹھ نو میل ہے

## ثبیر

یہ بلند پہاڑی ہے جو منیٰ اور مزدلفہ سے دکھائی دیتی ہے ایام جاہلیت مین جب تک اس پہاڑی پر دہوپ نہ نکلی دیکھ لیتے تھے چلتے نہ تھے۔

## مشعر الحرام

مزدلفہ مین ایک پہاڑی ہے اسجگہ امام حج کے دنون مین عشاء اور صبح کی نماز پڑھا کرتا ہے۔

## حدیبیہ

یہ مکہ سے ایک دن کے رستہ سے زیادہ پر ایک مقام ہے کسیقدر حرم مین اور کسیقدر حل مین داخل ہے۔ یہی وہ جگہ ہے کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے کو آئے تو قریش برسر مقابلہ آئے اور اسی جگہ روکدیا اور یہین صلحنامہ باہمی لکھا گیا۔

## مدینہ

مکہ سے شمال کی جانب تقریباً دس منزل ایک شہر ہے کہ جسکی پختہ شہر پناہ بنی ہوئی ہے اسکی آبادی شہر پناہ سے بھی باہر ہے۔ آبادی مکہ سے کم ہے۔ مکانات کا وہی طرز ہے۔ یہان تقریباً سردی اور گرمی ایسی ہوتی ہے کہ جیسے ہندوستان کے دہلی شہر مین

بڑے دانون کا اور انجیر اور بہت سے میوے اور اسیطرح ترکاریان بھی بہت ہوتی ہین۔ مکہ مین جو میوے آتے اور ارزان بکتے ہین سبکا خزانہ یہی مقام ہے۔ گرمیون مین ترکی حکام اور دولتمند اشخاص اس پہاڑ پر چلے جایا کرتے ہین مکہ سے وہان تک تار لگا ہوا ہے اور عمدہ عمدہ مکانات اور باغ ہین۔ مکہ شہر مین جو نہر زبیدہ جاری ہے جسکو زبیدہ خاتون ہارون رشید کی بیگم نے بنایا تھا اسی سلسلہ پہاڑ کے کسی چشمہ سے نکلتی ہے۔

اور بہی لبستیان حجاز مین ہین لیکن اب ہم اسیقدر پر بس کر کے ملک حجاز کا بیان ختم کرتے ہین۔

## شمالی عرب کے مقامات

### (حجر)

چھوٹا سا گاؤن وادی القریٰ کے قریب ہے ایک دن کے فاصلہ پر پہاڑیون مین۔ اور یہان قوم ثمود کے مکانات ہین جنکی نسبت قرآن مجید مین آیا ہے وثمود الذین جابوا الصخر بالواد ہمنے انکے کھودے ہوئے مکانونکو دیکھا ہے جو ہمارے مکانونکی مانند پہاڑ تراش کر بنائے گئے تھے ان پہاڑونکو اثالب کہتے ہین۔ یہ چند پہاڑ متصل ہین ہر ایک دوسرے سے جدا ہے انکے ارد گرد ریت ہے جسکی سبب اوپر چڑھنا نہایت دشوار ہے۔ اور یہین وہ کنوان ہے جو صالح علیہ السلام کے ناقہ کے لیے معین ہوا تھا جیسا کہ فرمایا لہا شرب ولکم شرب یوم معلوم

### تبوک

حجر اور شام کے بیچ ہے۔ شروع شام سے چار منزل کے فاصلہ پر شام کے نصف رستہ مین ایک قصبہ ہے جہان ایک قلعہ بھی ہے اور باغ اور چشمہ بھی ہین کہتے ہین اصحاب الایکہ کہ جنکی طرف حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے تھے یہین رہتے تھے حضرت شعیب مدین کے رہنے والے تھے انکے لئے رسول ہوکر آئے تھے۔

### مدین

قلزم کے کنارے تبوک کے محاذی چھہ منزل کے فاصلہ سے ایک بستی ہے جو تبوک سے بڑی ہے اور یہین وہ کنوان ہے کہ جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شعیب علیہ السلام کی بکریون کو پانی پلایا تھا۔ ہمنے اسکو دیکھا ہے۔ مگر پاٹ دیا گیا تھا اسکے اوپر کسی نے گھر بنا لیا ہے اور یہانکے لوگ چشمہ کا پانی پیتے ہین۔ مدین دراصل قبیلہ کا نام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھا اور انہین مین حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ حضرت موسیٰ انکے داماد تھے۔

### بادیہ سماوہ

ایک بیابان ہے جو دومۃ الجندل سے لیکر عین التمر تک ہے۔ اس وادی مین پیڑ سرسبز بکثرت ملتے ہین اور چشمے بھی اور اسیکے قریب میدان قادسیہ ہے۔

### بادیہ خُساف

یہ شہر بصرہ اور کوفہ کے درمیانی میدان مین ہے رحبہ سے لیکر بالس تک۔ یہ بھی سرسبز ہے۔

### صفّین

یہ بھی اسی میدان مین ایک مقام ہے فرات کے قریب۔ یہ وہ جگہ ہے کہ جہان حضرت علیؓ و معاویہؓ مین کئی مہینون تک سخت لڑائیان ہوئی تھین۔

بستی مین ینبع سے زیادہ پُررونق اور کوئی جگہ نہین اور یہ دو یار رضوی مین ہے اور رضوے کے دونون پہاڑ اس جگہ سے دو دن کے فاصلہ پر ہین اور یہان کھجور بکثرت ہین رضوے کے قبائل مواشی چرانے کو یہان آیا کرتے ہین ۔

## جبلہ

ایک قلعہ ہے آخر وادی ستارہ مین ، مرّ اور عسفان کے بیچ ۔ مکہ جانے والون کو بائین طرف ملتا ہے اس وادی کا طول دو دن کا سفر ہے جہان کوئی بھی کھجور کا پیڑ نظر نہین آتا اور اسکی پشت پر ایک اور وادی ہے جسکو سایہ کہتے ہین اور کبھی رہیہ بسکر سائرہ کہتے ہین اسی جبلہ پر زمانہ جاہلیت مین تمیم اور بکر بن وائل کی خونخوار جنگ ہوئی تھی ۔

## خیبر

یہ مدینہ منورہ سے شمال و غرب مین چار منزل کے فاصلہ سے ایک مستحکم گڑھی ہے جسکے اندر ایک چھوٹا سا قصبہ بھی بستا ہے اسکے آس پاس کھجور کے باغ بکثرت ہین اور قابل کاشت زمین بھی بہت ہے ۔ یہان مالدار یہودیون کی ایک قوم رہا کرتی تھی جنہون نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بدعہدی اور ایذارسانی مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا تھا اسلیئے ۷ ہجری مین مدینہ کے بعد چڑہائی ہوئی اور حضرت علی کو سپہ سالار کیا گیا حضرت علی نے اُسکے دروازہ کو اُکھیڑ کر پھینکدیا ایک وہ پتھر موجود ہے کہ جسکو چالیس آدمی بمشکل ہلا سکتے ہین ۔ فتح کرنے کے بعد اسکے باغ اور زمین مسلمانون کو تقسیم کردی گئی ۔ مدینہ کی فاقہ کشی اور تنگی دور کرنے کا پہلا سامان تھا ۔ یہان سے تیمہ چار منزل ہے وہان سے حجر چار منزل ہے ۔

مدینہ کے اطراف مین اور بھی چھوٹے چھوٹے قلعے ہین جنمین عرب کے قبائل آباد ہین جیسا کہ ینبع بحر قلزم کے کنارہ پر مدینہ سے چار منزل پہ بہت ہی قریب بندر ہے ۔ اور اسی کے متصل عیص اور مروہ ہے ۔ ینبع کے پاس جبل رضوی ایک سرسبز اور بلند پہاڑ ہے ۔ فرقہ کیسانیہ کہتا ہے کہ محمد بن حنفیہ ابتک زندہ اسی پہاڑ مین چھپے ہوئے ہین ودّان جحفہ سے ایک منزل پر ہے اور اسکے چھ میل کے قریب ابواء ہے یہان جعفری اور حسنی قبائل رہتے ہین جنمین باہم لڑائیان ہوا کرتی ہین ۔

## جدّہ

یہ مکہ سے غربی جانب دو منزل کے فاصلہ پر سمندر کے کنارہ ایک عمدہ شہر آباد ہے جسکے چارونطرف سنگین شہرپناہ بنی ہوئی ہے اس مین بازار وسیع ہین ہر قسم کے تاجر موجود ہین اور مالدار لوگ بھی رہتے ہین یہ حجاز کا سب سے آباد بندر ہے بحر قلزم سے مکہ جانیوالے لوگ اکثر یہین اُترتے ہین پھر ایک منزل بیچ اگلی منزل مکہ ہے اسجگہ غیر سلطنتون کے کونسل بھی رہا کرتے ہین ۔

## طائف

چھوٹا سا شہر جبل غزوان پر آباد ہے مکہ سے شرقی رخ مین تین منزل پر ۔ اس پہاڑ پر بنی سعد اور ہذیل کے تمام قبائل آباد ہین ۔ ثقیف و ہوازن کا بھی یہی مرکز ہے ۔ یہ بڑی بلند جگہ ہے اسلیئے سرد مقام ہے جسکی چوٹی پر برتن مین پانی جم جاتا ہے تمام حجاز مین اس سے زیادہ شاداب اور سرد و سیر اور بہار افزا کوئی مقام نہین ۔ یہان میوے بکثرت پیدا ہوتے ہین ۔ انگور قسم قسم کا انار نہایت شیرین اور بڑے

بوخاری مذہب رکھتا ہے۔ پر رونق دلچسپ شہر ہے مساجد و مدارس بکثرت ہیں۔ یہاں کا ہوا [illegible] ہے۔ بحرین یہ بھی ایک شہر ہے یہاں موتی نکلتے ہیں اسلیئے یہاں لوگوں کی آمد و رفت بکثرت رہا کرتی ہے یہ بھی مسقط کیطرح اور عمان کیطرح [illegible] [illegible] ہے

## حضرموت

یہ ملک عدن اور عمان کے درمیان ہے اور اسکے درمیانی حصہ کو نجد الیمن کہتے ہیں۔ نجد کے لغوی معنی اونچی زمین کے ہیں یعنی ایسی اونچی زمین جسکو اس ملک میں بانگر کہتے ہیں اور پست اور نشیب کو کھادر۔

اس ملک کو بلاد حیوان بھی کہتے ہیں اس لیئے کہ بلاد خیوان بھی اسی میں واقع ہے۔ یہ سرسبز اور آباد ملک ہے۔ اور زمین قابل کاشت اسکے مشہور شہر یہ ہیں۔ نجران یہ ایک بارونق شہر ہے اسلام سے پہلے یہاں عیسائی رہا کرتے تھے اور وہی مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مباہلہ کے لیئے آئے تھے۔ اسکے قریب دوسرا شہر جرش ہے یہاں بھی کھجور بکثرت ہیں اور آباد و شاداب جگہ ہے۔ اور ان دونوں آباد و زیادہ شہر صعدہ ہے یہاں بھی چمڑے کے دیسے ہی کارخانے ہیں جیسا کہ صنعاء میں ہیں اور یہاں تجار بکثرت آباد ہیں اور حسنی زیدی سردار یہیں رہا کرتا ہے صنعاء یمن کا دار السلطنت ہے اس سے زیادہ یمن میں کوئی شہر آباد اور بارونق اور مالدار نہیں ہے اسکی آب و ہوا معتدل ہے گرمی سردی میں اور جگہ جانیکی حاجت نہیں پڑتی زمانہ گذشتہ میں شاہان یمن کا یہی شہر دار الامارۃ تھا جہاں اب تک بڑے بڑے نشانات عمارات سالفہ کے پائے جاتے ہیں اسیجگہ وہ قصر غمدان تھا جسکا حال ہم بیان کرینگے مگر اب ایک ڈھیر پڑا ہوا ہے۔ اور یہیں دو اور محل بھی تھے سلحین۔ بینون۔ انہیں کے باب میں کوئی شاعر افسوس ظاہر کرتا ہے ہل بعد غمدان و سلحین من اثر و بعد بینون [illegible] یبنی الناس مثلہا۔ اور اسی کے قریب مارب کا بند ہے جو کسی زمانہ میں شاہ تبع ملک کو شاداب کیا کرتا تھا اور یہ بھی دنیا کی عجائب چیزوں میں سے تھا۔ وہ دو پہاڑوں میں دو میل تک کی دیوار ہے تین سو گز بلند مربع اور تراشے ہوئے پتھروں سے چنی ہوئی اور ایک پتھر کو دوسرے سے میخوں اور سیسہ سے جوڑا گیا ہے۔ اس سے ان پہاڑوں اور نالوں کا پانی جمع ہوجاتا تھا اور ایک بڑی جھیل شیرین پانی کی دیکھنے میں آتی تھی اور پھر اس میں آبپاشی کے لیئے بڑی حکمت اور پیمانہ سے روزن رکھے ہوئے تھے جن سے نالوں اور چھوٹی چھوٹی ندیوں کے طور سے ملک کی آبپاشی ہوتی تھی اور اس ملک میں باغ اور میوے بکثرت تھے سرسبز درختوں کے سایہ میں مسافر چلا جاتا تھا۔ لوگوں کی ناشکری سے یہ دیوار جسکو عرم کہتے تھے ٹوٹ گئی اور اب تک اسیطرح خراب پڑی ہے۔ باغ ارم اسی کے سبب سے تر و تازہ تھا۔ اور صنعاء سے شمال و مشرق میں تخمیناً اسی میل کے فاصلہ پر شہر سبا کے کھنڈر پڑے ہوئے ہیں کسی زمانہ میں سبا بھی دنیا کے عمدہ شہروں میں سے تھا بلقیس اسی شہر کی رہنے والی اور یمن کی حاکم تھی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئی تھی۔ اور سبا کو مارب بھی کہتے ہیں اور یہ بعد شہر سبا کے قریب بتلاتے ہیں نہ صنعاء کے۔ اور یہی صحیح ہے۔ یہ نجرہ یمن میں بلند پہاڑ ہے جسپر سبز درخت اور چشمے ہیں اور کھیتی بھی ہوتی ہے۔ شبام یمن کے مشہور پہاڑوں میں سے ہے جو بہت بلند ہے اسپر بکثرت آبادی ہے۔ عدن انتہاء یمن بحر قلزم کے کنارہ ایک چھوٹا سا شہر ہے جہازوں کے ٹھہرنے کی جگہہ۔ اور اسی لیئے انگریزوں نے حضرت سلطان ٹرکی سے ٹھیکہ لے رکھا ہے اور اپنا بہت سا سامان وہاں رکھتے ہیں صرف شہر عدن باقی ملک اور گرد و نواح میں کچھ دخل نہیں۔ اس جگہ بھی موتی نکلا کرتے تھے۔

ایک قلعہ ہے تبوک سے شمال کی طرف [illegible] یہاں [illegible] چشمہ اور سبز درخت بکثرت ملتے ہیں۔

## قلزم

بحر قلزم کے کنارے ایک بستی ہے اور اسکے قریب سمندر کی [illegible] یہاں کھیتی باڑی نہ کوئی سایہ دار درخت ہے نہ پانی شیرین ہے دور سے لاکر پانی پیتے ہیں مصر اور شام اور فلسطین اور حجاز کے قافلے یہاں آکر ٹھہرا کرتے ہیں اور اسی کے سبب اسکو بحر قلزم کہتے ہیں۔

## تاران

ایلہ اور قلزم کے درمیان اسی بحر کے کنارے پر ایک بستی ہے یہاں پہاڑوں سے ہوا ٹکرا کر دریا میں بڑا طوفان برپا کرتی ہے اس دریا میں اس جگہ سے زیادہ اور کوئی مقام خطرناک نہیں۔ اسی جگہ فرعون مع لشکر غرق ہوا ہے اسکے بعد جنوب کی طرف ایک اور مقام ہے جسکو جبیلات کہتے ہیں یہاں بھی بڑا طوفان رہتا ہے پھر اس سے آگے بڑھ کر جنوبی طرف پر ایک بستی ہے جسکو ایلہ کہتے ہیں۔ یہ بھی بحر قلزم کے کنارہ ہے اگلے زمانہ میں یہاں یہود رہتے تھے یہاں کے یہود شہر میں بابل اور کھیتی کی ہے مگر زیادہ گذران مچھلی کے شکار پر ہے ان لوگوں کو سبت کے روز شکار کھیلنے کی ممانعت ہوئی تھی انہوں نے عدول حکمی کی جسپر قہر نازل ہوا اسکا واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے جسمیں یہ لوگ بندر اور سور نظر آنے لگے واسئلهم عن القرية التي كانت حاضرة البحر اسی کے سامنے غربی طرف مدین بستی ہے

## (تیہ بنی اسرائیل)

یہ بیابان قلزم کے شرق سے شروع ہوتا ہے قلزم کی دونوں شاخوں کے بیچ جو بیابان ہے کوہ طور اور سینا وہیں واقع ہے مدین سے کئی منزل کے فاصلہ پر پھر یہ بیابان آگے چلکر شام اور عرب کے رخ دور تک چلا گیا ہے۔ انہیں عمالیق اور دیگر اقوام آباد تھے۔ آج کل اکثر عرب رہتے ہیں۔ انہیں جنگلوں میں چالیس برس تک بنی اسرائیل ٹکراتے پھرے ہیں یہ بیابان کہیں تو ایسا ہے کہ جہاں نہ پانی نہ سایہ دار درخت سنگلاخ یا ریگستانی زمین اور خاردار پیڑ اور خشک پہاڑیاں ہیں۔ اور کہیں چشمے بھی ہیں کھجور کے درخت بھی ملتے ہیں۔

## (یمن کے مقامات)

(اب یمن کے مقامات کو بیان کرتا ہوں)

**عمان** یہ ملک یمن کا شرقی حصہ سمندر کے کنارے کنارے اور کچھ جنوبی حصہ ایک مثلث کی صورت جس کی ابتدا شہر بحرین اور انتہا شرقی اور جنوبی حصہ کو لیتی ہوئی دفار تک ہے۔ اور اسکے اس موڑ پر کہ جہاں سے شرقی حد تمام ہوکر جنوبی شروع ہوتی ہے شہر مسقط آباد ہے جو تجارت کی بڑی منڈی ہے اور یہاں سے ہندوستان کا کراچی بندر صرف تخمیناً ۶۰۰ سو میل ہے۔ اور ہندوستان اور عرب میں اس سے کم فاصلہ اور کسی طرف سے نہیں۔ ملک عمان کا کنارہ جو بحرین سے شروع ہوکر دفار پر تمام ہوجاتا ہے یہ دور تخمیناً گیارہ سو میل ہے اور عرض اس ملک کا تقریباً دو سو میل ہے۔ یہ ملک سرسبز ہے کھجوریں اور میوے بکثرت ملتے ہیں زراعت بھی ہے۔ سمندر کے کنارے اسکے یہ بندر بہت مشہور ہیں۔ صحار یہ بڑی تجارت گاہ ہے اور پررونق ہے۔ مسقط یہاں عمان کا سلطان رہا کرتا ہے

یمامہ فسلطسم ہین سے مرّہ کی بیٹی تھی جسکے نام سے یہ ملک نامزد ہے۔ زمانہ سابق مین طسم اور جدیس کے قبائل یمامہ مین رہا کرتے تھے جبرین تک پھیلے ہوئے تھے اور عاد اولی احقاف مین رہتے تھے جو عمان سے لیکر عدن تک پھیلے ہوئے تھے۔ اور احقاف کا ایک مشہور ریگستان ہے۔ یمامہ دو وادی ہین جو شمال سے شروع ہو کر جنوب تک تمام ہوتی ہین اس ملک مین بہت سے چشمے اور متعدد چھوٹی چھوٹی نہرین بارانی رواں ہین جن سے ملک نہایت سرسبز اور آباد ہے۔ یمامہ کے لوگ کہتے ہین۔ ملک پانچ چیزون مین بڑھکر ہے (۱) یہانکی عورتین نہایت خوشرنگ ہوتی ہین سنہری رنگت ایسی خوشنما ہوتی ہے کہ سونے کا زیور پہنے ہوں تو دور سے معلوم نہین ہوتا (۲) یہاں کے گیہون (۳) یہانکی کھجور نہایت عمدہ ہے کہ ایسے اور کہین نہین ہوتی (۴) یہان گوشت اتنا اچھا اور عمدہ ہوتا ہے کہ پھر اور جگہ نہین ملتا (۵) یہان پانی بھی ایسا شیرین ہوتا ہے کہ پھر اور پانی کیسا ہی شیرین ہو منہ نہین لگتا۔ ذات الفروع ایوان کا مین عجائب فی بنا ہی تھا احسن التقسیم کا مصنف ابو عبد اللہ محمد شامی کہتا ہے کہ یمامہ در اصل ملک ہجر کا صوبہ ہے یعنی علاوہ اور ہجر کے بہت سے مشہور شہر یہ ہین۔

احساء سابون زرقاء اوّل عقیر

اسیطرح سے نجد الیمن کے ناحیہ یعنی سوانا اور حلاقہ احقاف کو قرار دیتا ہے اور اسکے بہت شہر گنوانا ہے۔ خاص مدینہ رمون حسب۔ اور اسیطرح سبا کو بھی ناحیہ قرار دیتا ہے۔

## عجائبات یمن

(۱) یمن کے بعض علاقون مین سے عقیق سرخ اور یاقوت خالص اور لال برآمد ہوتا ہے جسکے آگے لال بدخشانی کی اصل نہین اور بھی طرح طرح کے جواہر برآمد ہوتے ہین۔ یمنی ایک خاص پتھر ہے جو وہان بکثرت موجود ہے اور اُس ملک کی چیز ہے (۲) یمن کے پہاڑون مین ہر قسم کی کانین موجود ہین لوہا۔ جست۔ تانبا۔ وغیرہ۔ خصوصاً پھٹکری کے بڑے بڑے پہاڑ موجود ہین جسکو شب یمانی کہتے ہین۔ (۳) یمن کے ریگستان مین شتر مرغ پایا جاتا ہے۔ اور ایک عجیب جانور ملتا ہے جسکے پاؤن بیل جیسے منہ ہرن جیسا گردن صراحی دار کیکی گردن کی اونٹ سے بھی بڑی اور اسیطرح ٹانگین بھی بڑی بڑی پتلی دبلی۔ یہ جانور اگر گردن بلند کرے تو چھ سات گز بلندی تک پہنچا دے۔ (۴) اسکے بیابانون مین بندر بکثرت ملتے ہین خیر یہ تو اور جگہ بھی ہوتے ہین مگر ایک اور جانور بھی ہے جسکو عدار کہتے ہین وہ ایک چارپایہ ہے اسکی صورت انسان سے بہت مشابہ ہے جہان کہین انسان کو دیکھ پاتا ہے تو دوڑ کر گھیر لیتا ہے اور پنجے ڈال کر اس سے مباشرت کرتا ہے خواہ مرد ہو خواہ عورت۔ جسکے صدمہ سے انسان کمتر زندہ رہتے ہین۔
(۵) اس ملک مین قدیم یادگار شاہان سلف کے ایسے ہین کہ جنکا مثل اور دوسری جگہ تلاش کرنے سے بھی نہین ملتا اور وہ عمارات یہ ہین

غمدان مارب قصر سعود سد لقمان سلحین صرواح مرواح بینون ہندہ ہنیدہ قلتوم بردہ۔

غمدان شہر صنعا مین ایک چوخانہ ایوان تھا جسکا ایک رُخ زرد عقیق کا۔ دوسرا سرخ پتھر کا تیسرا سبز کا چوتھا سفید کا بنایا گیا تھا یہ ایوان نہایت مستحکم بنیادون پر قائم تھا اور سات منزل بلند تھا ہر ایک منزل دوسری منزل سے چالیس ہاتھ بلند تھی۔ اور ہر منزل کی چھت ایک سنگ مرمر سے پٹی تھی اس ایوان کے چارون طرف بڑی خوشنمائی اور نزاکت سے دریچے رکھے تھے جو رنگ برنگ کے

ارض مہرہ ملک عمان اور حضرموت کے درمیان کا وہ حصہ ہے جو دریا شور سے ملا ہوا ہے یہاں کا بڑا شہر ... آباد ملک ہے یہاں خانہ بدوش قبائل آباد ہین جنکا گزارہ ... اسی پر ہے یہانکا اونٹ تیز روی مین بہت مشہور ہے۔ بلاد حضرموت ... ارض مہرہ سے ملا ہوا ہے یہ علاقہ سرسبز ہے ... بڑے قبائل یہان آباد ہین ... ہیں یہان باغات اور آبادی موجود ہے بلاد ... اور باغ اور چشمے بکثرت ہین۔

... کا مشہور بندر ہے یہان ... دریا کے قریب اور اسکے نواح مین بہت ... قوم عاد بعد اسکے آباد تھا۔ اور ... ملک مین قوم عاد کا مسکن تھا اور انکے ... یادگار پائے جاتے ہین۔

تہامہ

اس ملک کو بعض نے ملک یمن کا ایک حصہ قرار دیا ہے ... سوحل ... اسکو یون خیال کرنا چاہیئے کہ عرب کا غربی کنارہ جو بحر قلزم سے ملا ہوا ہے ... تک طول ... کا شمالی کنارہ ملک تہامہ ہے اور مکہ سے عدن تک جنوبی کنارہ تہامہ ہے

اس قطعہ مین وہی پہاڑونکا سلسلہ چلا آتا ہے جو حجاز مین تھا اور یہ پہاڑ ... بحر قلزم ... کہین ... سے کوئی سلسلے ہوگئے ہین۔ اور پھر ریتا ہی ہے اور تہامہ کی رات اسی لئے مشہور ہے کہ دن مین تو آفتاب کی گرمی ... آگ ہوتی ہے اور ... آفتاب غروب ہوا ہوا ٹھنڈی چلنے لگی ریت سرد ہوگیا ... مشکل ہے ... میدانی ہے زبید تہامہ کا بڑا اور آباد شہر ہے۔ اور بھی شہر مین جیسا کہ مقفر کدرہ ... عطانہ ... علاقہ ... کمران ... عشیرہ ... خصوف ساحہ ... وغیرہا

یمامہ

عرب کے مشرق مین بحر فارس سے ملا ہوا ملک ہے۔ یہ عمان سے اسطرح ملا ہوا ہے کہ جسطرح تہامہ حجاز سے اسکی ابتدا طولانی بحرین کے نواح سے شروع ہوتی ہے اور شمال مین بڑھتے بڑھتے علاقہ کوفہ سے گزر کر بصرہ کے میدانون تک جاملا ہے۔ اور عرض مین سمندر کے کنارہ سے لیکر تخمیناً دو سو میل تک عرب مین چلے جاؤ سب ملک یمامہ ہی کا علاقہ ملیگا۔ اور اسکے بعض علاقون کو الحصا بھی کہتے ہین۔

---

... کے مشہور ... مین ۱۲ ... ہندوستان سے مکہ جانیوالے جہازون کو ... ٹھہرایا جاتا ہے تاکہ امراض متعدیہ کا اثر زائل ہوجاوے اسکا نام قرنطینہ ہے۔ آبادی کمران سے دور ایک میدان مین عرب حاج کو اتارا جاتا ہے جہان نہ ... پانی ہے نہ سایہ دار ... مسافرون کے لئے جھونپڑیان ... کھانے پینے کی بھی چیزین کم ملتی ہین۔ یہ مصیبت یورپ کے ... ڈاکٹرون اور خود غرض سلطنتون کا فیض ہے اللہ رحم کرے۔ ...

وہ زرد اور نرم ریت ہے جہاں نہ کوئی سبز درخت نظر آتا ہے نہ کوئی چشمہ پانی کا۔

## عرب کے قبائل

[illegible] سے نجود تک طول ہیں اور سماوات سے لیکر بصرہ کے جنگل تک عرض ہیں بنی اسد کے قبائل آباد ہیں [illegible]
[illegible] اور معدن نقرہ سے گزر جاؤ گے تو بائیں طرف سلیم کے قبائل پاؤ گے اور داہنی طرف جہینہ کے [illegible]
کے قبائل اور مضر کے قبائل آباد ہیں اور مکہ کے مشرق میں بنو ہلال اور بنو سعد اور ہذیل کے قبائل آباد ہیں اور طائف اور اسکے گرد [illegible]
اور اوطاس ہیں اور مکہ کے غرب میں مذحج وغیرہ مضر کے قبائل ہیں۔ بصرہ کے نواح میں سب سے زیادہ قبائل آباد ہیں اور [illegible] زیادہ
تمیم ہیں بحرین اور یمامہ تک اور قبیلہ طے کے بھی جنہیں سے حاتم طائی تھا اس نواح میں بکثرت ہیں [illegible] قبائل آباد تھے
اب قبائل کے نام انکی نسلیں زیادہ پھیل جانے سے اور اور ناموں سے مشہور ہو گئے ہیں خلیفہ اول کے عہد میں جو لشکر ملک [illegible]
ہیں کے قبائل تھے اور بعد میں خلفاء کے لشکروں کا خزانہ کوفہ اور بصرہ کے دوران کا لوازم تھا اور [illegible]

## عرب کے مقامات کی مسافتیں

کوفہ مدینہ سے بیس منزل ہے اور مدینہ سے مکہ تقریباً دس منزل ہے بصرہ سے مدینہ اٹھارہ منزل۔ اور [illegible]
سے بحرین تخمیناً پندرہ منزل۔ رقہ سے مدینہ بیس منزل، اسیطرح مدینہ سے دمشق [illegible]
عرب کا مصر سے کوئی جدا راستہ نہیں بلکہ دونوں کے رستے خشکی سے جانیوالوں کے لیئے ایلہ میں ملجاتے ہیں اور یہیں [illegible]
وہ چالیس برس ٹکریں مارتے پھرتے تھے شروع ہوتا ہے مدین سے نکلکر مصر اور فلسطین کے رستہ کی [illegible]
عدن سے مکہ تک دو رستہ ہیں ایک تو سمندر کے کنارہ کنارہ یہ دور کا رستہ ہے اور دوسرا صنعاء صعدہ جرش نجران طائف ہو کر یہ کم ہے [illegible]

---

[1] عرب کی قدیم تاریخ اچھی طرح معلوم نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ سام بن نوح علیہ السلام کی کچھ اولاد حران میں جا بسی تھی پھر ایک زمانہ کے بعد [illegible] حام کی اولاد [illegible] اور وہ [illegible]
کچھ تو شمال کی جانب آشور پہونچے اور بعض عرب کے [illegible] کہنے لگے کیونکہ سامی زبان میں غین نہیں اسکی جگہ عین بولا جاتا تھا۔ [illegible] سام کی اولاد
ملک عرب میں آبسی ایک زمانہ کے بعد ان میں مدیان اور عیسو اور لوط کی نسل بھی مخلوط ہو گئی اور جنوبی ملک میں حام کی اولاد سے بھی خلط ہوا اسلیئے مختلف ناموں سے مختلف قبائل پیدا ہو
اور پھر کچھ قبائل تو آفت ارضی وسماوی یا باہمی جنگ وجدل سے نیست ونابود ہی ہو گئے انکا نام ونشان بھی باقی نہ رہا اور کچھ کم ہوئے اور کم ہوتے ہوتے اور قبائل میں جا ملے انکے بھی اصلی قبیلہ کا
نام ونشان باقی نہ رہا۔ اس قسم کے قبائل کو بائدہ کہتے ہیں۔ انہیں میں سے عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح کا قبیلہ تھا (تکوین ۱۰۔ ۲۲۔ ۲۳) جو یمن میں آباد تھا اور انہیں میں سے کے
بادشاہ نے باغ ارم لگایا اور بہشت بنائی تھی۔ اور انہیں میں سے ثمود بن جاثر بن ارم بن سام کا قبیلہ تھا (تکوین ۱۰۔ ۲۳) یہ قبیلہ بھی [illegible] رہتا تھا لیکن انکو [illegible]
سبا تھا وہاں سے نکال دیا۔ اور پھر یہ شمالی عرب میں مقام حجر آرہے تھے۔ اور انہیں بائدہ یعنی فنا شدہ قبائل میں سے قبیلہ طسم بھی ہے یہ لود بن سام کی اولاد میں تھا (تکوین ۱۰۔ ۲۲)
اور انہیں فنا شدہ قبائل میں سے قبیلہ جدیس بھی ہے جو جاثر کی نسل سے تھا یہ دونوں قبیلے ایک جگہ رہا کرتے تھے آخر کسی بات پر تلوار چلی اور برسوں چلی یہانتک کہ دونوں قبیلوں کو نیست
ونابود کر دیا۔ اور انہیں فنا شدہ قبائل میں سے جرہم اولے کا قبیلہ ہے اور انہیں میں سے قبیلہ عمالیق بن الیفاز بن عیسو ہے۔ یہ قبیلہ بنی اسرائیل کے عہد تک تھا۔
ان قبائل بائدہ کے صرف اشعار عرب کی زبان پر یادگار باقی ہیں اور انہیں سے کچھ کچھ انکے حالات بھی معلوم ہوتے ہیں۔ کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام ۱۲ منہ

عقیق اور قیمتی بہا پتھروں سے بنے تھے اور اس ایوان کے فرش اور چھت اور دیواروں پر وہ گلکاری کی گئی تھی کہ دیکھکر عقل حیرت کرتی تھی کسی جگہ کسی بادشاہ کی بزم کا نقشہ کھینچا تھا کہ پرستاران سربروا کھڑے ہیں ظروف لیئے [illegible] کہیں ایک عمدہ گھوڑے کھڑے ہیں کہیں [illegible] جنگی تصویریں ان کی [illegible] وشوکت کو یاد دلا رہی [illegible] کوئی بادشاہ [illegible] قسم [illegible] بیٹھا ہوا اپنی جبروت و سطوت [illegible] کو دکھلا رہا ہے۔

اور اسکے ہر ایک گوشہ میں شیر کی مورت سنگ سرخ [illegible] سے بنی ہوئی تھی اور طلسم [illegible] کہ اسکے منہ میں ہوا داخل ہوکر [illegible] پیچھے سے جو نکلتی تھی تو ہو بہو شیر کے غرانے کی آواز معلوم ہوتی تھی۔ اور ہر کمرہ میں ایک [illegible] رکھا ہوا [illegible] ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا بجلی کی روشنی ہو رہی ہے اور اس سبب سے تمام ایوان جھلک [illegible] اور دیوار [illegible] رات کو دور سے دیکھنے والے کو معلوم ہوتی تھی۔ اندھیری رات میں [illegible] معلوم [illegible] بارش ہو رہی ہے حالانکہ وہ سب اس ایوان کی روشنی ہوتی تھی۔ اس ایوان [illegible] کو گرا دیگا قتل کیا جائیگا۔ یہ ایوان کسی مصلحت سے بحکم امیر المومنین [illegible] گرا دیا گیا [illegible] زمین کے اندر کا حصہ باقی ہے۔

صنعاء میں اس قسم کے اور بھی دو ایوان تھے جنکا نام تلعین اور بینون تھا [illegible] زمانہ تک [illegible] باقی [illegible]

(۱۶) یمن میں کپڑے بھی نہایت عمدہ [illegible] کی [illegible] جاتا کرتی تھی)

## یمن کے اقوام اور انکے عادات

یہاں اکثر قبائل بنی قحطان ہیں اور یہی عرب العرباء شمار ہوتے ہیں پھر انکے باہم صدہا قبائل ہیں ان میں سے [illegible] جو [illegible] میں تھے نہایت معزز قبیلہ ہے۔ اور بعض قبائل فاطمیوں کے بھی دوسری صدی سے وہاں آباد ہیں

اہل یمن پرہیزگار۔ مہمان نواز۔ بہادر۔ علم پسند ہیں۔ اب بھی دینیات کے عالم جسقدر یمن میں ملیں گے عرب کے کسی خطہ میں نہ ملیں گے

## نجد

مشرق و مغرب میں یمامہ سے لیکر مدینہ تک اور جنوب و شمال میں مکہ کے محاذی ملک سے لیکر مدینہ کے سامنے تک یعنی حجاز میں مکہ اور مدینہ تک کی لمبائی کے مقابلہ میں دن نکلنے رخ یمامہ تک جو حصہ ہے اسکو نجد کہتے ہیں بعض نے بحرین اور نواحی کوفہ کو بھی نجد میں شامل کیا ہے بلکہ یمامہ کو بھی۔ مدینہ منورہ سے چند میل شرق کیطرف جانے سے نجد کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ حجاز سے کم ہے مگر بڑا حصہ ہے پھر اسکے اندر متعدد اضلاع ہیں جو منعدد ناموں سے نامزد ہیں یہ ملک مرتفع ہے۔ اسمیں پہاڑ اور ریتیلے میدان بکثرت ہیں اور آباد و شاداب اضلاع بھی ہیں جہاں کھجوریں اور ہر قسم کے میوہ دار درخت پائے جاتے ہیں۔ الغرض حجاز کے مقابلے میں بحر فارس کی حد تک شرقی جانب کے حصہ کو نجد کہتے ہیں۔ کوفہ بصرہ کا میدان بھی بعض کے نزدیک نجد میں داخل ہے اور بیابان قادسیہ اکثر کے نزدیک نجد میں داخل نہیں۔ نجد کا گھوڑا اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ وہ ریگستان جو مشہور ہے اسکا عرض شقوق سے اجفر تک اور طول جبل طے سے لیکر شرق میں بحر فارس تک ہے

کوفہ۔ بغداد سے جنوب و مشرق میں تخمیناً تین منزل ہے۔ کسی زمانہ میں یہ شہر بڑا آباد تھا اور مسلمانوں ہی نے اسکی بنا ڈالی تھی۔ بغداد جوں جوں ترقی پاتا گیا یہ اجڑتا گیا۔ اب ایک معمولی قصبہ ہے۔

نجف۔ کوفہ سے غربی رخ پانچ میل پر ایک شہر ہے کبھی یہ کوفہ کا ایک محلہ تھا۔ اسجگہ حضرت اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کا مزار [illegible] ہے چالیسویں سال ہجری میں رمضان کی ۱۹ شب میں تریسٹھ برس کی عمر میں شہید ہوئے حضرت کی قبر [illegible] ایک زمانہ تک مخفی تھی پھر تحقیق کرکے ہارون رشید نے اسجگہ ایک گنبد اور مسجد بنادی ہے۔ اس [illegible] کو لوٹیرے [illegible] سے [illegible] پہونچا کرتی تھی مگر حاجی محمد حسین خان اصفہانی نے جو فتح علی شاہ قاچار شاہ ایران کا وزیر اعظم تھا بہت سا روپیہ صرف کرکے اسکی پختہ شہر پناہ بنوادی ہے [illegible] امن ہوگیا اور آبادی بھی بڑھ گئی۔ اس سے پہلے نادر شاہ نے گنبد کو سنہری بنوادیا تھا۔ کہتے ہیں جواہرات اور اسباب بالائی و [illegible] جو مدت سے درگاہ میں ہے جو شخصوں نے نذر و نیاز میں بھیجا ہے اتنا کسی سلطنت کے خزانہ میں بھی نہ ہوگا اور کوفہ کے نزدیک ایک [illegible] جگہ ہے جسکو ذی الکفل کہتے ہیں۔ یہاں حضرت حزقیل علیہ السلام کی قبر ہے [illegible] یہودی [illegible] ہر سال دور دراز سے ہو کر زیارت کو آیا کرتے ہیں۔

کربلائے معلیٰ۔ یہ بغداد سے جنوب و مغرب میں پچاس میل کے فاصلہ پر ایک آباد شہر ہے جو [illegible] اور نجف سے شمال [illegible] میں تخمیناً چالیس میل کے فاصلے پر ہے۔ فرات یہاں سے قریب ہے۔

حضرت امام حسین کے عہد میں یہ ایک جنگل تھا [illegible] حضرت کوفہ کو [illegible] یہاں شہید ہوئے اور آپکا اور آپکے ہمراہیوں کا یہیں مزار بنا تب سے ایک شہر بس گیا آپکی شہادت کا واقعہ اکسٹھ ہجری میں محرم کی دسویں تاریخ ہوا اسوقت آپکی عمر شریف چھپن برس کی تھی۔ یہاں کا گنبد بھی طلائی ہے شاہ فتح علیخان [illegible] آقا محمد خاں نے سنہ ۱۲۰۷ھ میں طلائی کرایا تھا۔ کاظمین کا گنبد بھی طلائی ہے یہ شہر کربلا دن بدن ترقی پر ہے آبادی عمدہ ہے بازار بھی خوب ہیں شہر کے وسط میں حضرت کی درگاہ ہے۔

رقہ۔ فرات کے کنارہ پر ایک قدیم قصبہ آباد ہے۔ اسکے سامنے شمالی طرف میں پینسٹھ میل کے فاصلہ پر قصبہ حرّان واقع ہے۔ اور رقہ سے غربی سمت تقریباً چوالیس میل بالس ہے اور بالس کے قریب صفین ہے کہ جہاں حضرت علیؓ اور امیر معاویہ میں لڑائی ہوئی تھی۔

کربلا سے تخمیناً پچیس میل مشرق میں شہر حلہ ہے۔

لوگوں کا گمان ہے کہ قدیم شہر بابل کا حلہ ایک محلہ ہے جیسا کہ موصل نینوی شہر کا محلہ ہے۔

بصرہ۔ اسکے نیچے فرات اور دجلہ آکر باہم ملتے ہیں۔ اور بحر فارس میں گرتے ہیں یہ شہر کبھی بارونق تھا مگر اب کھجور کی تجارت کی ایک بڑی منڈی ہے۔ بازار اور مکانات معمولی ہیں۔ زمین میں سیلابی کی وجہ سے نمی رہتی ہے گرمی بہت ہوتی ہے مچھر اور پسو بھی بیحد ہوتے ہیں۔

## جزیرہ

مراصد الاطلاع میں ہے کہ جزیرۃ اقور ہی التی بین دجلۃ والفرات وہما مجاور الشام تشتمل علی دیار مضر و دیار بکر سمیت الجزیرۃ لانہا بین دجلۃ والفرات وہما مقبلان من دیار الروم وینحطان متسامتان حتی یلتقیان قرب البصرۃ ثم یصبان فی البحر وہی صحیحۃ الہواء بہا مدن جلیلۃ

جو اس سے بھی کم ہے یہ تہامہ سے ہوکر بہتے پہاڑون اور جنگلون مین سے اگرچہ دشوار گزار ہے اس راہ سے پھر ایک نہیں جاسکتا۔
حضرموت اور مہرہ کے لوگ اپنے ملکون کو عرضاً قطع کرتے ہوئے اس مقام پر آ ملتے ہین جو مکہ اور عدن کے درمیان ہے۔ عمان کے لوگونکا رستہ
مکہ تک خشکی سے دشوار گزار ہے اسلیئے وہ جدہ تک دریا کے رستہ سے آتے ہین۔ اسیطرح عمان اور بحرین کا شام کی راہ سے دشوار گزار رستہ ہے
عربون کی باہمی مخالفت کی وجہ سے بحرین اور عبادان کا خشکی کے رستہ کو بدون کے ہاتھ سے [illegible] اسلئے دریا کے رستے سے
آتے جاتے ہین۔ بصرہ سے بحرین اٹھارہ منزل ہے رستہ اچھا ہے پانی ملتا ہے مگر خطرناک ہے۔

## عراق عرب

زمانہ قدیم مین دجلہ اور فرات کے درمیانی ملک کو یونانی میسوپوٹیمیہ کہتے ہین عراق اور جزیرہ دونون اسی مین آ گئے پھر اسکی یون تقسیم
کی گئی ہے کہ اسکا شرقی حصہ عبادان سے لیکر انبار تک وہ عراق عرب ہے اور انبار سے لیکر بلاد شام کی جانب کا جو حصہ ہے اور میدان جسکو
بھی ہی اس ملک کو جزیرہ کہتے ہین اور بالس سے لیکر ایلہ تک حجاز کے تبوک کے سامنے کا حصہ دیار مضر کو بادیہ شام کہتے ہین۔ عراق عرب کو
قدما کلدیہ بھی کہتے تھے۔

## عراق کے مشہور مقامات

بغداد۔ دجلہ کے کنارہ پر آباد ہے۔ اسوقت اسمین تخمیناً نوے ہزار یالاکھ کے قریب آبادی ہے بارونق شہر ہے خلفائے بنی عباس کے عہد مین
یہ شہر دنیا کے شہرون پر فوقیت رکھتا تھا چنانچہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ بغداد مین ساٹھ ہزار حمام علاوہ امراء کے حماموں کے تھے اور کئی لاکھ مسجدین
تھین جنمین امام اور موذن مقرر تھے اور شہر پناہ کے ستر دروازے تھے ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک کئی میل کا فاصلہ تھا۔
اس شہر کو ہلاکو خان بن چنگیز خان ملعون نے ساتوین صدی ہجری مین برباد کیا۔ اس کافر بادشاہ کو جو تاتاری تھا ملا نصیر الدین طوسی چڑھا کر لایا تھا۔
اس شہر مین بڑے بڑے بزرگان دین کے مزارات ہین ازانجملہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی کا مزار پاک ہے ازانجملہ حضرت امام اعظم کا مزار ہے
اور شہر کے غربی رخ حضرت امام ہمام موسیٰ کاظم اور انکے پوتے حضرت محمد بن علی بن موسیٰ کا مزار پر انوار ہے ابن خلکان کہتا ہے وکانت ولادۃ
ابی الحسن موسی الکاظم یوم الثلثاء قبل طلوع الفجر من شہور سنۃ تسع و عشرین و مأیۃ ۱۲۹ و توفی فی خامس عشرین شہر رجب سنۃ ثلث و ثمانین ۱۸۳ و مأۃ
وقیل انہ توفی مسموماً و دفن فی مقابر الشونیزیہ خارج القبۃ و قبرہ ہناک مشہور مزار و علیہ مشہد عظیم فیہ من قنادیل الذہب و الفضۃ و انواع الآلات
و الفرش مالا یوجد وہی فی جانب الغربی۔ اور اسجگہ کو کاظمین کہتے ہین۔ مدائن جہان ایوان کسریٰ ہے عجائب زمانہ مین سے ایک عمارت ہے
بغداد کے قریب ہے اس شہر کی زبان عربی ہے مگر فارسی اور ترکی بھی مروج ہے یہان یہود و نصاریٰ کا بھی مجمع ہے۔ سامرہ دجلہ کے
کنارہ پر بغداد سے تخمیناً ستر میل شمال و مغرب مین ایک پر رونق شہر ہے اور اسکو سر من رای بھی کہتے ہین۔ اسجگہ حضرت امام علی نقی اور انکے
پسر بزرگوار حضرت امام حسن عسکری کا مزار پاک ہے اور یہین ایک غار بتلاتے ہین جسکی نسبت شیعہ مشہور کرتے ہین کہ اسمین مہدی آخر الزمان
جو بارہوین امام ہین اور امام حسن عسکری کے پسر بزرگوار ہین پانچ برس کی عمر مین بقول بعض نو برس کی عمر مین بقول بعض سترہ برس کی عمر مین
اس غار مین خوف اعداء سے چھپے ہین اور قیامت کے قریب نکلین گے اور یہ واقعہ دوسو پچھتر ہجری کا ہے۔

[illegible] ہیں بحر روم ہے اور اسکو کنعان اور ارض مقدس [illegible] کہتے ہین [illegible] مشہور شہر بیروت عکہ
[illegible] قیصریہ وغیرہ شہر آباد ہین یہ سمندر کے [illegible] قریب تخمیناً ڈیڑھ سو میل جنوب و
شمال [illegible] شرق و غرب مین عرض ایک مستطیل ٹکڑا ہے مخروطی شکل سبکی نوک شمال مین ہے
اس ملک [illegible] جسکو عرب بحر منتنہ کہتے ہین - اسی کے کنارہ [illegible] علیہ السلام کی [illegible]
اور عمورہ [illegible] انکی بدکاری سے اُلٹی گئین - اُن اُلٹی بستیون کے آثار ابتک [illegible] شام سے آنے والون کو دکھائی دیتے
ہین [illegible] وغیرہ بھی ہین وہ سامان بھی ہے [illegible] بنی اسرائیل کہتے ہین [illegible]
کی [illegible] بحر روم تک تخمیناً سو میل طول اور [illegible] قلزم کے کنارون [illegible] بحر المیت یعنی جھیل [illegible]
کنارون تک [illegible] بنی اسرائیل چالیس برس تک میدانون مین ٹکراتے [illegible] اس ملک کی زبان [illegible] اور شام کی سریانی
اور کلدہ کی کلدانی کہلاتی تھی -

اب عموماً ان [illegible] ملکون کی زبان عربی ہے

یہ تمام ملک حضرت [illegible] کے [illegible] ملکون [illegible] کی جدا اور عراق کی
جدا اور شام کی جدا [illegible] کی جدا اور آرمینیا کی جدا اور ایشیائے کوچک کی جدا اور فلسطین کی جدا [illegible] ہے کہ
ہر ایک ملک [illegible] بادشاہ پاس بیشمار فوج اور شاہی سامان تھا [illegible] فلسطین کو دیکھو کہ اسکے فرمانروا حضرت [illegible] علیہ السلام
بعد سے بخت نصر شاہ بابل کی چڑھائی تک بنی اسرائیل تھے - حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام [illegible] فرمانروا [illegible] مین سے
تھے - نینوی اور بابل کے بادشاہون کی دولتمندی مشہور ہے - [illegible] یہ ملک بڑے آباد اور سرسبز [illegible] کا ریزون
اور نہرون کے ٹوٹے پھوٹے نشان ابتک پائے جاتے ہین یہ ملک سرسبز اور شاداب ہین آب و ہوا معتدل - سردی مین بعض
بعض مقامات پر برف بھی پڑتی ہے - ان ملکون مین میوے بکثرت ہین اور آبادی بہت ہے - یہ قومین زیادہ آباد ہین -
(۱) ترکمان یہ قبائل ان تمام ممالک مین پھیلے ہوئے ہین (۲) کرد (۳) اعراب جنکو بدو کہتے ہین - عیسائی اور یہودی قومین
بھی ہین - مگر یہ تینون قومین بہادر اور جنگجو اور قوی ہین - اگر یہ بدامنی نہ پیدا کرین تو ان ممالک مین پھر اور کوئی بدامنی نہین پیدا کر سکتا
یہ ممالک روئے زمین پر اسلیئے فخر کر سکتے ہین (۱) سلطنت و حکومت کی بنیاد طوفان نوح کے بعد یہین پڑی - اور بڑے بڑے بادشاہ نامور
یہین سے اُٹھے - (۲) طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام اور اُنکی اولاد کا یہی وطن ہے یہین سے نکلکر اور ملکون مین پھیلے (۳) حضرات انبیاء
علیہم السلام کا یہی مولد ہے اسی سرزمین سے نامور انبیاء اُٹھے مگر ان سب کے بعد عرب سب پر فوقیت لیگیا کس لیئے کہ اس سرزمین سے حضرت
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور حکمت و علوم اور ایمان و معرفت کے چشمے اسی ملک سے نکلے -

بخت نصر اور نینوی کے بادشاہون

اور بنی اسرائیل کے بادشاہون کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تین سو تینتیس برس پیشتر یونانی بادشاہ سکندر اکبر ان ملکونپر

وقلاع وحصون کثیرہ مین امہات مدنہا حران والرہا والرقہ وراس عین ونصیبین وسنجار والخابور ماردین وآمد ومیافارقین والموصل وغیر ذالک - کہ جزیرہ اس ملک کو کہتے ہین جو دجلہ اور فرات کے درمیان ہے اور اسکو یہ دونون دریا گھیرے ہوے [illegible] جزیرہ کہتے ہین اصل یہ دریا شام کے متصل ہین اور دیار روم یعنی آرمینیا سے آتے ہین - پھر موڑ کھا کر برابر [illegible] قریب آکر ملجاتے ہین (بمقام قرنہ جو بصرہ سے شرق مین ہے) اور بحر فارس مین جا گرتے ہین - جزیرہ [illegible] اور یہ صحت بخش ہے اسمین بڑے بڑے قلعے اور شہر ہین اور اسکے بڑے شہر یہ ہین حران [illegible] سنجار خابور ماردین آمد میافارقین موصل وغیرہ -

یعنی غربی حصہ اس میان دو آب کا جو بڑا وسیع اور دو ثلث ہے اسکو جزیرہ کہتے ہین اور شرقی حصہ کو عراق [illegible] یہ ملک بڑی شہرت اور فوقیت رکھتا تھا - بابل اور نینوی کے بادشاہ اسی سرزمین کے [illegible] تھے - انکی عمارات کے یادگار اب تک زمین سے برآمد ہوتے ہین

اور اس میان دو آب کے شمال و مشرق کے ملک کو کردستان کہتے ہین جسکو یونانی [illegible] یہ بھی اس شہرت مین شریک ہے - عراق عرب کو قدما کلدیہ کہتے تھے کلدانی بادشاہ [illegible] اور کلدانی زبان اسی ملک کی قدیم زبان کا نام ہے جو اب بالکل متروک ہے - جزیرہ اور کردستان [illegible] کو شمال مین بحر اسود تک اور غرب مین اس پہاڑی سلسلہ تک کہ جس مین سے دجلہ و فرات نکلے ہین - آرمینیا [illegible] پہاڑی سلسلہ سے غرب کے رخ سمندر تک یعنی بحر روم تک اور شمال مین بحر اسود تک کو ایشیاء کوچک کہتے ہین اور اناطولی بھی اسکا طول غرب سے شرق تک تخمینا ہزار میل ہے - اور عرض کہ جنوب و شمال مین چار سو میل سے پانسو میل تک ہے [illegible] روم کہتے تھے اسکے مشہور شہر سمرنا یعنی ازمیر اور بروسا اور قونیہ اور [illegible] اور افسس کہ جہان اصحاب الکہف غار مین چھپے تھے - اور جہان دیانا کا گنبد تھا - ایشیاء کوچک اور یورپ کے اس براعظم کے بیچ کہ جسکے شرقی کونہ پر قسطنطنیہ ہے صرف سمندر کی ایک کھاڑی سے فاصل ہے جو تخمینا ساٹھ ستر کوس لمبی اور کہین دو کوس کہین اس سے بھی کم چوڑی ہے جسکو ڈارڈینلز کہتے ہین اسکا جنوبی سرا بحر روم سے ملتا ہے اور شمالی بحر اسود سے -

پھر فرات سے لیکر سمندر کے کنارہ تک غرب مین اور شمال مین حلب سے لیکر جنوب مین حدود عرب تک کے قطعہ کو شام اور یونانی سیریا کہتے ہین جسکے غرب مین جزیرہ سائپرس ہے جسکو عرب قبرس کہتے ہین جو تخمینا ایکسو چالیس میل لمبا اور چالیس میل چوڑا ہوگا -
شام کے حدود مختلف رہے ہین کبھی فلسطین اور جزیرہ اور عراق کو بھی شام کہتے تھے - شام کے مشہور شہر حلب دمشق حماۃ حمص انطاکیہ وغیرہ ہین - اور قدما اس ملک کو ارام بھی کہتے تھے -

اس کے پانچ ضلعے ہین - (۱) قنسرین (۲) حمص (۳) دمشق (۴) اردن (۵) فلسطین -

فلسطین شام کے غرب و جنوب مین ہے

معاملہ ہوا اسکے بعد اردشیر بابکان کے عہد تک عراق و عرب [illegible] بادشاہ رہے [illegible] دونوں [illegible]
شام اور فلسطین پر بھی رومیوں کا قبضہ تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible] مگر ایران اور عراق
سے کچھ حصوں پر اردشیر اور اسکے جانشین ایرانی بادشاہ مسلط رہے ہمارے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں روم
یعنی ایشیائے کوچک اور شام کا دجلہ تک ہرقل مالک تھا اور ایران اور اسکے نواح کا کسریٰ اور جزیرہ [illegible] قوم کہہ
قیصر کی طرف سے فرمانروا تھے۔

عرب میں ایک زمانہ میں بنی حمیر کی سلطنت تھی اور مدتوں تک باقی رہی یہانتک کہ اسلام سے کچھ آگے ذونواس کا جو [illegible]
رہنے والے نجاشی نے خاتمہ کیا اور نائب جسکا ابرہہ تھا اور نجاشی خانہ کعبہ کی بے ادبی سے غارت ہوا۔ [illegible] کا مالک ہوا
ہوا اسکو سیف بن ذی یزن حمیری نے نوشیرواں کی مدد سے ہلاک کیا اور وہ بھی ایک حبشی کے ہاتھ [illegible]
کے بعد مارا گیا اسکے بعد نوشیرواں نے اپنا گورنر مرزبان یمن پر بھیجدیا۔ [illegible] بعد مرزبان کا بیٹا خرخسرہ حاکم رہا اور پرویز نے
اسکو معزول کردیا اور اسکی جگہ باذان کو بھیجدیا یہ باذان یمن پر اسلام کے زمانہ تک حکومت کرتا رہا تھا کہ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف سے یمن کے حاکم بناکر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھیجے گئے

ادہر یمامہ اور بحرین و اطراف کوفہ و بصرہ میں یمن کے بادشاہوں کی حکومت رہی ہے [illegible] ہوگئی تھی نوشیرواں
کے عہد میں اس سلطنت کا مالک نعمان بن المنذر تھا۔ اور یہ بادشاہ مجوسی تھے اور شاہان ایران کے تابع تھے۔ اسلام سے دو ایک صدی
پہلے عرب میں طوائف الملوکی ہوگئی تھی۔ قبائل آپس میں لڑا کرتے تھے۔ حرب البسوس اسی زمانہ کی جنگ ہے پھر اسلام کا
آفتاب بلند ہوا تو عرب پر سایہ افگن ہوکر عراق و شام وغیرہ ممالک پر قبضہ کرتے ہوئے مشرق میں چین تک اور مغرب میں اندلس
تک جا پہونچا اور اپنا قدم جمادیا۔ وللہ الحمد حمدًا کثیرا۔

مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی